اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

https://www.znzlibrary.com/

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now

باکس میں موجود ناولز یا کیٹیگری والے ناولز پڑھنے کے لئے ناول نام یا کیٹیگری نام پر کلک کریں

Famous Youtube Novels

Novel Name : Yaar E Sitamgar

Lams E Junoon By Zoya Ali Shah

Dedar E Yaar By Gumnam Larki

Shehr E Dil Novel By Kitab Chehra

Wajib E Ishq Novel By Gumnam Larki

Dastane Rooh E Basil By Saleha Iqbal

Yaar Yaaron Se Ho Na Juda Novel Season 3

Qarar E Mann Romantic Novel By Zara Hayat

Atish E Ishq An American Monster By Saleha Iqbal

Novels Categories

Web Special

Short Novels

Long Novels

Digest Novels

Romantic Novels

Facebook Novels

Ebook Novels PDF

Youtube Novels PDF

مکمل ناول

سُن سائیاں

جے نکہت

میری زبردستی شادی کرائیں گے یہ لوگ۔۔۔۔؟وہ بھی اس مولانی حاجن" سے۔۔۔؟مطلب دلاور عثمانی نہ ہوا پرانی کہانی ہو گیا جس کے من میں جیسے آیا گڑھ لیا جس کی دماغ میں جیسی سمائی پڑھ لیا۔۔تماشائی کا تماشہ لگائیں گے یہ لوگ۔۔۔۔؟"کیمرے کے ساتھ دو تین ضروری چیزیں ڈال کر بیگ کی زیپ لگاتا جھک کر جوتوں کے کھلے تسمے باندھتا وہ بیگ کندھے پر پھینکنے کے انداز میں ڈال کر لکڑی کے بنے خوبصورت کاٹیج سے باہر نکلا تھا۔

"بابو سا"

"بابو سا! آپ ایسے نہیں جا سکتے۔۔۔؟

وہاں تعینات مشٹنڈوں کی تو ہمت نہیں ہوئی تھی اس آندھی سے مڈبھیڑ کی تبھی معمر منیم جی نے ہانپتے ہوئے اس کے تیز اٹھتے قدموں کا تعاقب کیا تھا۔۔

کیا کہا آپ نے منیم جی۔۔۔؟" بیگ جیپ کی پچھلی نشست پر اچھالتے اس" نے تیوریاں چڑھا کر حواس باختہ منیم جی کو دیکھا۔

" بابو سا! آپ۔۔آپ نہیں جا سکتے بڑے سرکار نے۔۔۔"

مجھے روکے گا کون منیم جی۔۔؟" اس نے جملہ سرعت سے قطع کیا۔"

آپ کے سرکار کے بھیجے یہ مشٹنڈے جو میری طرف آنکھ تک اٹھا کر دیکھنے" کی ہمت نہیں رکھتے؟ یا آپ۔۔؟ سرکار کے جانباز وفادار۔۔۔؟" پوکیٹ میں انگلیاں اڑستے اس نے ناقدانہ نظر پہلے دونوں سر جھکائے کھڑے مشٹنڈوں پر پھر عمر رسیدہ منیم جی پر ڈالی جو تذبذب کا شکار ہو گئے تھے۔

واقعی دلاور عثمانی جیسے اتھرے سرکش گھوڑے کو بھلا روکنے کی جرات کون کر سکتا تھا؟ جس کا نوگاؤں کے حاکم سرکار تاجور عثمانی آج تک کچھ نہیں بگاڑ پائے تھے۔۔

لیکن سا۔۔۔" وہ گاڑی میں چڑھنے لگا تو پریشان منیم جی کی جان لبوں پہ آئی۔

" منیم جی! بنا ہتھیار کے جنگل جانا، شکار کے علاقہ میں گھس کر اس کی طاقت کا تماشا دیکھنا شغل ہے میرا۔۔۔اس لیئے اپنے بڑے سرکار اور ان کے دو چھوٹے چھوٹے سرکاروں سے کہہ دیجئے گا وہ میرے ساتھ مزاحیہ شغل و اشغال کی مجلس سجانے کا نہ سوچیں۔ کیونکہ شکاری بھلے نہیں ہوں پر شاطر شکاری کا دماغ رکھتا ہوں، مجھے وہ بے خبر شکار سمجھنے کی حماقت نہیں کریں۔۔۔" جیپ پر اچھے سے بیٹھ کر اسٹیئرنگ سنبھالتے اس کا کاٹدار لہجہ استہزاء و طنز کی آمیزش لیئے چیلینجگ تھا۔۔

اورہاں۔۔۔۔"اس کے جیپ سٹارٹ کرتے ہی دونوں مشٹنڈوں کے "
حرکت میں آنے پر اس نے بریک پر پیر رکھا تو دونوں کی گردن فوراً سیدھے سے لگی۔۔

سنا ہے چیتا آیا ہے پاس والے جنگل میں کہیں سے، دہشت پھیلا رکھی ہے "
اس نے، بھوکا بھی بہت ہو گا بیچارہ۔۔۔اگر کسی نے بھی میرا پیچھا کرنے کی
کوشش کی تو۔۔۔نئے مہمان کو اسے پیش کرتے ہوئے اس کے بیوی بچوں کا
میں بالکل نہیں سوچوں گا۔۔۔"اس کی سنگین دھمکی میں ایسی ڑیڑھ کی ہڈی
میں سنسناہٹ دوڑا دینے والی سرد مہری و بے حسی تھی کہ منیم جی سمیت
دونوں مشٹنڈوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔
جبکہ اس کی جیپ دھول اڑاتی ہوئی آگے بڑھی تھی۔۔
لکڑی کے بڑے پھاٹک کو عبور کرنے سے پہلے ایک پھر ٹائیر گھسیٹے گئے۔
اور وہ بلند آواز میں کچھ دور پر کام کر رہے ملازم سے اپنے مخصوص انداز میں
مخاطب ہوا۔

شہنشاہ کا خیال رکھنا۔۔ساتھ اس کا بھی دھیان رہے کہ اس مرتبہ اس کیلئے "
لائے گئے کیلے میٹھے ہوں۔۔بصورت دیگر اس کے قدموں میں لیٹ کر
معافی مانگنے کیلئے خود کو تیار رکھنا۔۔۔۔خدا حافظ مترا!!!!"ملازم کا دل ہولا
کے تالاب کے پاس کھڑے شہنشاہ کی جانب فلائینگ کس اچھالتا وہ پھاٹک
عبور کر چکا تھا۔

پیچھے شہنشاہ کی بلند الوداعی چنگھاڑ سے پوری فضاء تھرائی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

(کچھ روز قبل)

مجھے اس نگاہ کی تلاش ہے

میرے قلب میں جو سما سکے

میرے درد سارے بھلا سکے

میری چاہتوں کو سمجھ سکے

میری رنجشوں کو مٹا سکے

میری روح میں جو اتر سکے

میرے درد سارے سمیٹ لے

وہ جو عہد سارے نبھا سکے

میرا عمگسسار جو بن سکے

میں تو کھو چکا میں بکھر چکا

مجھے اپنے آپ سے ملا سکے

میری چاہ میں جو بکھر سکے

میرے پیار سے جو نکھر سکے

میری آس ہو، میرے پاس ہو

میری چاشنی، میری پیاس ہو

میری رتجگوں کا سحر بنے

میری التجا کا ثمر بنے

میری صبح ہو، میری شام ہو

میری عمر اس پے تمام ہو

(عثمان ساحر)

گھر سے دو قسم کے لوگ دور بھاگتے ہیں۔۔

ایک وہ جسے گھر کی قدر نہیں ہوتی دوسرا وہ جس کی گھر میں قدر نہیں۔۔

ورنہ تو گھر پناہ گاہ ہے خواہ سنگ مرمر سے بنا محل ہو کہ گھاس کی کٹیا۔

دلاور عثمانی کا شمار دوسرے قسم کے لوگوں میں ہوتا تھا جسے عام زبان میں بدنصیب بھی کہا جاتا ہے۔

لیکن وہ بدنصیب تو نہیں تھا اس کے پاس ایک بے حساب محبت لٹانے والی ہستی موجود تھی، ایک چھاؤں دار مشفیق شجر مہربان جن کی ممتا بھرے آنچل کی ٹھنڈی چھاؤں اس کے ہر دکھ و درد کا مرہم بن جاتی تھی۔

اس کی رگ وپے میں دوڑتی بے چینی واضطراب کوراحت وچین میں بدل دیتی تھی۔

تبھی وہ بنجارہ صفت بے سمت ہوا کی طرح جینے والا دلاور عثمانی ہر بار ناچاہتے ہوئے بھی راہ بھٹک کر اس حویلی کے مقابل آن کھڑا ہوتا تھا۔۔

طمطراق سے کھڑی بلند و بالا حویلی کی دیو ہیکل داخلی دروازے کو دیکھتے حسب عادت گلے میں موجود چین کو شہادت کی انگلی سے لپیٹتے ہر بار کی طرح عنابی لبوں کے کنارے پر سرد سی تمسخرانہ مسکراہٹ رینگی تھی۔

پھر سر جھٹکتا وہ مخصوص بے پرواہ چال چلتا ہوا اندر داخل ہو گیا تھا۔

حویلی کی وسیع و عریض ہال میں زندگی رواں دواں تھی ملازمین اپنی بھاگ دوڑ میں لگے تھے۔اسے دیکھ کر پل کیلئے ملازمین ٹھٹھکے تھے پھر بنا تعظیم و تکریم کی تکلف میں پڑے اپنے اپنے کام میں جت گئے تھے۔

تخت پر ہمیشہ کی طرح رعب سے براجمان ناظمہ بیگم کی غیر ارادی نگاہ اس پر پڑی تو انھوں نے یوں زاویہ نظر بدل لیا جیسے کسی مکروہ شئے پر نظر پڑ گئی ہو۔

اچھے بھلے چہرے کے کرخت تاثرات میں شامل ہوئی کراہیت و تنفر کو دیکھ کر دلاور نے یوں تین انگلی سے شانے کو جھاڑا جیسے ان کی نظر جھاڑ رہا ہو۔

کام کرو جلدی دن بدن ہڈ حرام ہوتے جارہے ہو سب۔۔۔؟"اس کی" حرکت پر سلگتے نزلہ ملازمین پر گرا تھا۔

دلاور کی شریر مسکراہٹ گہری ہوئی۔

بھابی سامیں کہہ رہی تھی کہ۔۔۔"عجلت میں کچن سے کچھ لیکر برآمد ہوئی" ساجدہ بیگم کے الفاظ زینے کی جانب بڑھتے وجود کو دیکھ کر بڑبڑاہٹ میں بدلے تھے۔۔

ایسے ہی کچھ نقشے زینے پر ٹکراو ہوئے رخسار کے چہرے کے بھی بنے تھے جو رشتے میں اس کی۔۔

نہیں!!رشتے میں تو یہاں دلاور عثمانی کا کوئی بھی کچھ نہیں لگتا تھا۔۔

ہاں!!

حویلی کے سربراہ گدی دار تاجور عثمانی (داجی) کے دو سپوتوں میں سے بڑے شہباز عثمانی کی زوجہ تھی ناظمہ بیگم اور چھوٹے صاحب زادے شہراز عثمانی کی زوجہ تھی ساجدہ بیگم۔ جن کا اس کی ولدیت کے خانے میں بھی نام درج تھا۔

اور یہ رخسار صاحبہ انھیں کی دختر نیک اختر تھی جسے اس کی سوتیلی بہن بھی کہا جا سکتا تھا۔ ایک سوتیلا بھائی آریان عثمانی بھی تھا جو شہر اسی سال ہوسٹل شفٹ ہوا تھا تعلیم کے سلسلے میں۔۔

شہباز عثمانی کے دو چشم وچراغ تھے جن میں سے ایک چار سال پہلے ایک حادثے میں جان بحق ہو چکا تھا دوسرے نے بھائی کے انتقال کے بعد سے رخ روشن کے درشن نہیں دیئے تھے۔ اطلاع یہی تھی کہ موصوف بیرون ملک کی خاک چھان رہے ہیں۔

اور بیٹی مضراب دونوں بھائیوں سے چھوٹی تھی۔۔

اس کے علاوہ تاجور عثمانی صاحب کی دو بیٹیاں بھی تھی جو گھر دار والی تھی۔۔ لیکن اس کیلئے یہ سارے ہی لوگ پرائے اور بے معنی تھے جن کے ہونے یا نہ ہونے سے کم از کم اسے فرق نہیں پڑتا تھا۔۔

بقیہ زینے طے کرتے تمسخرانہ سوچنے کے ساتھ چین کو شہادت کی انگلی میں لپیٹتا ہوا وہ بائیں جانب کی طویل پر تعش راہداری میں مڑ گیا تھا۔

السلام علیکم دلاور بھائی!!" دی جان کے بیڈ روم سے برآمد ہوئی میرال"

اسے مقابل دیکھ کر پہلے چونکی پھر جھجھک کر سلام کرتی سائیڈ پر ہو گئی۔

ہمم!!" سر کو جنبش دیتے وہ اندر داخل ہو گیا۔"

اتنی بڑی حویلی میں ملازم سے لیکر مکین تک میں یہ واحد ہستی تھی جو اس سے سامنا ہونے پر کم از کم مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیتی تھی۔۔

یہ تھی میرال میزان، شہباز عثمانی کی بہو مرحوم میزان عثمانی کی بیوہ!(یہ کہنا خیر زیادتی ہی تھی بیوہ کیسی جو بیوی ہی نہیں بن سکی سہاگ کی سیج سجنے سے پہلے ہی قسمت نے بیوگی کی بے رنگ چادر کو مقدر ٹھہرا دیا۔۔)

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

اورہاں میرا ل دوپہر میں میرے لی ئے یہ اُبلے پھیکے پکوان بنانے کی کوئی" ضرورت نہیں ہے، میں اب رات ہی کچھ کھالوں گی، ان بدذائقہ کھانوں اور موئی انگریزی دوائیوں نے تومت ہی مار رکھی ہے میری۔۔۔۔"دی جان جھنجھلائی ہوئی تھیں۔

پھر کیا خیال ہے جانِ دلا ور ایک رومانٹک کینڈل لائٹ ڈنر پر چلیں" ہم۔۔۔؟"ان کے شانے پر نرمی سے ہتھیلی جماتے اس نے شرارت سے بھرپور سرگوشی کی تو ردعملًا دی جان کے جھنجھلائے چہرے پر جیسے بہار لوٹ آئی۔۔

آگئی تمہیں اپنی بوڑھی دادی کی یاد۔۔؟"وہ مصنوعی خفگی لی ئے پوچھ رہی" تھی۔

افف!!! ٹھاکر کے لگتا ہے سینے کے دائیں جانب، جب جب آپ خود کو"' دادی' کہتی ہیں۔"سینے پر ہاتھ رکھتا وہ مصنوعی تکلیف دہ تاثرات لی ئے پیچھے

کو جھکا۔۔اور کون کافر اس حسن کے خزانے کو بوڑھی کہنے کی گستاخی کا مرتکب ہو سکتا ہے ان کے اسم گرامی تو بتائیں ادھر۔۔۔۔؟"ان کے شانے پر ہاتھ رکھتا وہ مصنوعی غصہ سے بولا۔

اور رہی بات یاد کی تو آپ کی یادوں سے ہی تو اس مفلس کی نظام زندگی چل رہی ہے ورنہ ہم تو۔۔۔۔"آنکھیں بند کر کے خود پر مظلومیت طاری کرتے اس نے نفی میں سر کو دائیں بائیں جنش دیا۔۔

میں تمہاری اداکاریوں سے بالکل بھی متاثر نہیں ہونے والی ہوں،اب بتاؤ" کہاں گئے ہوئے تھے اتنے دن۔۔؟پورے بیس دن بعد شکل دکھائی ہے تم نے۔۔۔؟"اس کے مضبوط بازو شانے سے ہٹاتے دی جان نے گھور کر پوچھا تھا۔

یااللہ! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔۔؟کیا میں آپ کے دل سے بھی چلا گیا" "تھا۔۔۔؟کیا وہاں بھی میری تصویر دھندلی پڑ گئی تھی۔۔۔؟

بد معاش! تم کبھی میرے دل سے نکل سکتے ہو تم تو میرے دل کا سکون ہو"
میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔۔۔"اس کے تڑپ اٹھنے کی کامیاب اداکاری پر وہ
ہنستی ہوئی بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی تھیں۔۔

"اپنے مجازی خدا کے سامنے مت کہہ دیجئے گا ورنہ بیچارے کا دل ٹوٹ جائے
گا اور اس عمر میں مرمت بھی مشکل ہے۔۔"وہ ان کی گود میں سر رکھ کر
دراز ہوا تھا۔

"شیطان داجی ہیں وہ تمہارے۔۔"انھوں نے اس کے گھنے بالوں والے سر
پر چپت رسید کی۔

"میرے داجی شیطان ہیں۔۔واقعی؟"

"لاحول ولا قوۃ الاّ اللہ بلا! باتیں بنوا لے کوئی تم سے۔۔"

"ظاہر ہے بریانی تو میں بنانے سے رہا۔۔"

اسی لیے تمہارے داجی تم سے نالاں رہتے ہیں۔۔"وہ اس کے بالوں کو"
اپنے مشفق ہاتھوں سے سنوار رہی تھی۔۔

"کون داجی؟ میں تو انھیں اپنا رقیب مانتا ہوں لورائیول یونو۔۔۔؟"

"اچھا بتاؤ کہاں گئے ہوئے تھے؟"

بحث کو طول دینا بیکار تھا لہٰذا وہ بات بدل گئی تو وہ بھی ان کی نرم انگلیوں سے رگ وپے میں اترتی راحت و سکون کے بے پایاں احساس کو محسوس کرتا انھیں چیدہ چیدہ سب بتانے لگا تھا۔

دی جان کی نرم انگلیوں کی سرسراہٹ سے اس کے اعصاب بوجھل ہونے لگے تھے اور قبل اس کہ کی غنودگی کی کیفیت گہری نیند میں تبدیل ہوتی داجی کی پاٹدار آواز گونجی۔۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

آپ کی عدم موجودگی میں آپ کی بیوی کا دل بہلا رہا ہوں۔۔"اک ترچھی" نظر دہلیز پر ڈالتے وہ کمینگی سے ہنسا۔

دلاور عثمانی!!"اس کے اندازِ تخاطب پر داجی گرجے۔"

جی میرے جانی کے جانی!"کان سہلاتے قصداً دی جان کی گود میں دل"
جلاتے انداز میں سر رکھا۔

دلاور!!"دی جان نے چپت رسید کر سرزنشی انداز میں آنکھیں دکھائی"
جس پر دلکشی سے مسکراتا وہ ان کے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ گیا تھا۔

میں کہتا ہوں فوراً میری نگاہوں کے سامنے سے دفع ہو جاؤ۔۔"حسب"
سابق اس حرکت سے سلگتے ہوئے داجی اس کے سر پر پہنچے۔

آپ کی بیوی لیکر جاؤں گا۔۔"وہ ڈھیٹ تھا۔"

نیک بخت! میں کہتا ہوں سدھار لیں آپ اسے۔۔۔"اشتعال سے کانپ"
رہے داجی کا بس نہیں چل رہا تھا اس کا کچھ کر دے۔

مجھے تو معاف کریں آپ دادا پوتے، ناک تک عاجز ہوں میں آپ دونوں"
کی اس بچکانی تکرار سے۔۔"دلاور کا سر تکیہ پر رکھتے بیزاریت سے انھوں
نے سر جھٹکا تھا۔

جانی ظلم ہے یہ۔۔"وہ تڑپ اٹھا۔"

دلاور!!"شوہر کے تیور دیکھتے انھوں نے فہمائشی انداز میں اسے ٹوکا۔۔"

کیا دلاور؟ابھی کچھ دیر پہلے آپ اعتراف محبت کر رہی تھیں۔کہہ رہیں"

تھی'تم تو میرے دل کا سکون ہو میری آنکھوں کی ٹھنڈ'۔۔اور ابھی شوہر

آتے ہی اس لازوال عشق سے منکر ہو گئی۔۔کچھ تو خیال کریں کہاں جائے گا

آپ کا مریضِ عشق۔۔۔"کن آنکھیوں سے داجی کے سلگتے نقوش دیکھتا وہ

مصنوعی تڑپ لیئے بولا۔

دلاور جاؤ یہاں سے ابھی کیلیئے۔۔تمہارے داجی کو دوائی لینی ہے۔"داجی کا"

سرخ چہرہ دیکھتے دی جان نے ہاتھ پکڑ کر اسے بیڈ سے نیچے نہ صرف اتارا تھا

بلکہ دروازے تک چھوڑ بھی آئیں۔

ان دادا پوتے کی بچکانی تکرار سے حقیقتاً وہ عاجز تھیں۔۔ابھی جب تک وہ

یہاں رہتا ان کے شوہر کا پارہ ہائی ہی رہتا اور اس کی حتیٰ المکان کوشش ہوتی

کہ ہائی ہی رہی۔۔

اور وہ ان دو ہم مزاج ہم پلا لوگوں کے بیچ پستی رہتی تھیں۔۔

"برے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے۔۔"

دروازے سے منہ نکالتے اس نے آہ بھری۔

میں اس لڑکے کا۔۔۔۔"داجی کا تو جیسے خون کھول اٹھا تھا۔"

شہباز کے ابار کیں یہی آپ۔۔ان کا ہاتھ تھام کر انھیں وہیں روکتی وہ"

آنکھوں میں زچ کر دینے والی چمک لیئے اسٹائل سے ڈور فریم میں کھڑے دلاور کی طرف متوجہ ہوئی۔۔

تم اپنے کمرے میں جاؤ منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہو جاؤ میں آرہی ہوں"

ادھر۔۔"انھوں نے آنکھیں دکھا کر حکم دیا تو وہ بیچاری شکل ڈال کر اثبات میں سر خم کرتا مڑ گیا لیکن راہداری سے گزرتے اس کے لگتے بلند سُروں نے داجی کا اچھا خاصا بی پی شوٹ کر دیا تھا جو کہہ رہا تھا۔

ہم تیرے شہر میں آئے ہیں مسافر کی طرح

صرف اک بار ملاقات کا موقع دے دو۔۔۔

میں کہہ رہا ہوں نیک بخت ! سدھار لیں آپ اس نالائق کو۔۔"شانے"
سے بھوری شال اتارتے ان کا جھری زدہ سرخ و سفید چہرہ تیز خلفشار خون
کے باعث شلجم کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔۔

آپ بھی تو بچے کے ساتھ بس بچے ہی بن جاتے ہیں بھلا کیا ضرورت ہے"
آپ کو چڑنے کی وہ تو جان کر چھیڑتا ہے آپ کو۔۔"دی جان نے برا منایا
تھا۔

"میں کوئی اس کا دوست یار ہوں جو وہ مجھے چھیڑتا ہے۔۔؟"

"!ہاں ! تو آپ بھی دشمن ہی بن جاتے ہیں میرے بچے کے۔۔"

تو آپ اسے اتنا سر مت چڑھایا کریں ناں۔۔؟"داجی کی جیلسی کا جواب"
نہیں تھا۔

جی ! پہلے ہی میرا بچہ سب کی نظروں میں چڑھا ہوا ہے، کبھی بھولے بھٹکے"
بوڑھی دادی کے خیال سے آجاتا ہے تو رہی سہی کسر آپ پوری کر دیتے

ہیں۔۔"خفگی سے کہتی وہ آبدیدہ ہوگئی تھی داجی کو مجبوراًلب بھینچ کر خود کو بازر کھنا ہی پڑا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"مٹر کس لی ئے چھلے جارہے ہیں لنچ تیار نہیں ہوگیا۔۔؟"

سیاہ پٹیالہ شلوار پر گھٹنوں تک آتی گھیرے دار فراک میں ملبوس دائیں شانے پر موٹی سے چٹیاڈالے تیکھے نقوش والی رخسار نے تنقیدی نگاہوں سے ٹیبل پر پھیلے مسالہ جات پھر نیچے مٹر چھل رہی ملازمہ کو پوچھا کم تیکھی نظروں سے گھورا زیادہ تھا۔

جج۔جی بی بی سا۔۔۔دوپہر کا کھانا تو بالکل تیار ہے یہ تو مٹر پلاؤ کیلئے ہے"

سب۔۔"ملازمہ کی مٹر کی پھلیوں کو اٹھاتے ہاتھ سست پڑے تھے۔

"کس کی فرمائش پر زحمت اٹھائی جارہی ہے۔۔؟"

جج۔۔۔۔بھابی سا کا حکم ہے۔۔"رخسار کی چڑھی تیوریوں سے خائف"

ملازمہ نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

جہاں سے سرمئی سادہ سی شلوار قمیض میں ملبوس سر پر سلیقے سے دوپٹہ ٹکائے سادگی کی پیکر میرال ہاتھ میں چھوٹی سی اکھلی لیۓ داخل ہوئی تھی۔۔

ارے واہ بھابی سا! دادی کی خاص رسپی سے بننے والی پلاؤ کی تیاری حویلی" میں کوئی خاص مہمان آیا ہے کیا۔۔؟"اس کے انداز میں استفام نہیں استہزاء تھا ایک قسم کی گہری کاٹ میرال لب دبا کر سلیب کی طرف بڑھ گئی۔

"بتایا نہیں آپ نے۔۔۔؟"

دلاور بھائی آئے ہوئے ہیں۔۔انھیں مٹر پلاؤ پسند ہے صبح دادی تازہ مٹر"

"دیکھ کر انھیں یاد کر رہی تھی تو میں نے سوچا کیوں نہ۔۔۔

آپ کی خالہ سانے آپ کو منع نہیں کیا تھا ہر ایرے غیرے کے متعلق" سوچنے سے۔۔؟"درشتگی سے جملہ قطع کرتے اس نے زہر خند انداز اپنایا۔۔

"رخسار وہ تمہارے۔۔"

پلیز!!وہ کسی کے کچھ نہیں ہیں،اس حویلی میں سوائے دی جان کے چہیتے" ہونے کے لہٰذا انھیں کم از کم مجھ سے تو نہیں جوڑیں۔۔"اس کے سفاکیت سے ہاتھ اٹھا کر کہنے پر میرال سختی سے لب بھینچ گئی تھی۔

اب بند کریں یہ مہمان نوازی کی تیاریاں بڑی ماں ساتک بات پہنچ گئی تو" آپ کی ساری آدابِ میزابانی وہ بنالحاظ نکال دیں گی یہ سوچے بغیر کی آپ ان کی چہیتی بہو ہیں۔"وہ انتہائی بد تمیزی سے اکھلی پڑے کھسکاتی نخوت سے بولی۔۔

تمیز سے بات کرو تم رخسار!بھولو مت اگر ماں ساتک یہ بات پہنچ گئی تو" تمہارے ساتھ زیادہ برا ہو سکتا ہے۔۔"اندر داخل ہوئی مضراب کہ درشتگی سے آئینہ داری کرنے پر وہ ہونہ کرتی واک آؤٹ کر گئی تھی۔

جبکہ وہ ملازمہ کو باہر جانے کا اشارہ کرتی خواہ مخواہ ہی مجرم بنی کھڑی میرال کے پاس چلی آئی۔۔

کیوں سہتی ہو تم اس کی بد تمیزی منہ توڑ جواب دینا نہیں آتا"
تمہیں۔۔؟" مضراب کو اس کی خاموشی پر شدید غصہ آیا تھا۔
بد تمیزوں کے ساتھ بد تمیزی نہیں کی جاسکتی۔۔" دھیمے سروں پر کہتی وہ"
اؤ کھلی ایک طرف رکھتی مٹر اٹھا کر ٹیبل کے گرد رکھی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔
بد تمیزوں کے ساتھ بد تمیزی نہیں کی جاسکتی اس لی ئے تم مدر ٹریسا بن گئی"
ہو احساس وایثار کی مورت۔۔" وہ بھی تپی تپی سی اس کے مقابل ٹکی۔
"میں کوئی مدر ٹریسا نہیں بنی۔۔"
تو پھر اٹھا کر پھیکو پڑے ان چیزوں کو اور چلو میرے ساتھ زبردست سی"
چائے کے ساتھ نیٹ فلیکس کی سہولیات سے لطف لیتے ہیں۔۔" مضراب
نے کہنے کے ساتھ مٹر کی پلیٹ کو سائیڈ پر رکھنا چاہا تھا لیکن میرال کی گرفت
نے اسے ایسا کرنے نہیں دیا۔

میرال ! تم کیوں ماں سا کی عتاب کو آواز دینا چاہتی ہو جانتی ہو نہ کس قدر" ناگوار گزرتا ہے انھیں دلاور بھائی کا ذکر بھی۔۔۔" مضراب نے نرم پڑتے سمجھانا چاہا۔

مضراب پلیز ! ! رخسار کی طرح مت بولو۔۔" وہ بے بسی سے ٹوک" گئی۔ذرا سا احساس کرنا جرم ہو گیا تھا جیسے۔

میں۔۔میں اس کی زبان بول رہی ہوں۔۔؟ہاں ! چلو بول بھی رہی ہوں تو" غلط کیا ہے۔۔؟آخر تمہیں ضرورت کیا ایک اَن وانٹڈ شخص کیلئے سب سے اختلاف مول لینے کی۔۔۔؟" مضراب پہلے بھڑک کر پھر نرم پڑی۔۔۔

میں کوئی اختلاف مول نہیں لے رہی۔۔اور تم کیوں بھول رہی ہو اگر" دلاور بھائی اس حویلی کے ہر مکین کی اعصاب پر گراں گزرتے ہیں تو اسی حویلی کی سب سے اہم ہستی کی ان میں جان بستی ہے،دی جان کی طبیعت صرف ان کے ذکر سے آدھی ٹھیک ہو جاتی ہے،وہ کچھ پل کیلئے ان کے ساتھ

وقت گزار لیں تو ان میں نئ حیات بخش توانائی پھوک دی جاتی ہے۔۔"میرال کے سنجیدہ تجزیہ پر مضراب چپ ہو گئ تھی۔

صبح تازہ مٹر دیکھ کر دلاور بھائی کو یاد کرتے ان کے لہجے میں حسرت سمٹ" آئی تھی۔تو میں نے سوچا انھیں خوش کر دوں۔۔تم تو جانتی ہو دلاور بھائی کو خوش دیکھ کر وہ کتنا خوش ہوتی ہیں۔تو کیا میں ان کی خوشی کا بھی احساس نہیں کر سکتی۔۔۔؟"مٹر کہ دانوں کو الگ کرتی وہ دی جان کا حسرت بھرا لہجہ یاد کرتی افسردہ ہو گئ تھی۔۔

تم چاول وغیرہ دیکھ لو میں مٹر چھل دیتی ہوں۔۔"مٹر کی ٹوکری اپنی" طرف کھینچتی وہ بولی تو میرال خاموشی سے برنر کی طرف بڑھ گئ۔۔

اس حقیقت کو تو خیر کوئی نہیں جھٹلا سکتا تھا کہ ہر مکین کا مشترکہ ناپسندیدہ ہستی دلاور عثمانی دی جان کیلئے بے حد اہم تھا۔یہ کہنا قطعی مبالغہ آرائی کے زمرے میں نہیں آتا تھا کہ اس میں دی جان کی جان بستی تھی۔۔

اسے دیکھ کر ہمیشہ بیمار رہنے والی دی جان یوں جی اٹھتی تھیں جیسے لبوں نے آبِ حیات چھو لیا ہو۔ وہ کچھ کھا لیتا حویلی کا تو وہ یوں خوش ہو جاتی جیسے ہفت اقلیم کی دولت ہاتھ آ گئی ہو۔

اور اس شفیق ہستی کی جھڑی زدہ محبت و ملائمت سے لبریز چہرے کی الوہی چمک مضراب کو تو کم از کم بے حد عزیز تھی۔

novel by j nikhat

"جُگ جُگ جیو، سدا خوش رہو، اللہ بخت بلند کرے تمہارے۔۔۔"

دی جان نے فرطِ جذبات سے مغلوب ہو کر دونوں ہاتھوں سے تھامتے میرال کی دمکتی جبیں پر اپنے لب رکھ دیئے تھے۔

دی جان! اتنی سی تو بات تھی۔۔۔"اتنی سی بات کیلئے ان کے بے پایاں" مسرت کہ اظہار پر میرال شرمندہ سی ہو گئی تھی۔

ارے بچے! بات بظاہر تو اتنی سی ہی ہے لیکن اس کے پیچھے جو تیری نیک نیتی" تھی اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہو سکتا، یہاں تو زبان سے کہنے کے باوجود لوگ بے حس بن جاتے ہیں تو نے بن کہے اس بڑھیا کی سن لی۔۔"حسرت سے کہتے ان کے لہجے میں آزردگی سمٹ آئی تھی۔

دی جان آپ افسردہ بالکل بھی اچھی نہیں لگتیں، آپ بس حکم کر دیا" کریں، آپ کی حکم کی تعمیل کر کے مجھے دلی خوشی حاصل ہو گی۔۔"مبہم سا مسکراتی وہ خلوص سے بولی تو دی جان نے ایک مرتبہ پھر اس کی پیشانی کا بوسہ لے لیا۔

ساری محبتوں کی برسات ادھر ہی کر دیں، جبکہ اس نیکی کی دریا میں چند سکے" ڈالنے کی جسارت ہمارے گنہگار ہاتھوں سے بھی سرزد ہوئی تھی۔۔"مضراب نے منہ پھلا کر توجہ چاہی۔

ارے تم تو میری پیاری بیٹی ہو۔۔"دی جان نے فوراً نہیف باہیں کھول کر" اسے قریب بلایا۔

نہ جی! آپ کے دو ہی پیارے ہیں اس گھر میں ایک محترم دلاور عثمانی" صاحب، دوسری محترمہ میرال صاحبہ ہمیں تو آپ کی محبت کا کھرچن بھی مانگ کر نصیب ہوتا ہے۔۔"اس نے مصنوعی خفگی سے شکوہ کیا۔

اے لڑکی! اپنی ماں اور چچی کی زبان مت بولو جی جلتا ہے میرا۔۔"ان کی" شفقت فوراً ناگواریت میں بدلی تھی۔

دیکھ لیں ابھی۔۔ کیا غلط کہا میں نے اپنے چہیتے کا نام آتے ہی آپ کے مزاج" ہی بدل گئے۔۔۔"وہ منہ سجا کر ان کے پہلو میں ٹک گئی تھی۔۔

میری تو سمجھ نہیں آتی آخر میرے بچے سے اتنی نفرت اتنا بغض کیوں پال" رکھا ہے سب نے؟ آخر کیا بگاڑا ہے اس معصوم بے ضرر سے بچے نے یہاں سب کا؟ بھرا پڑا خاندان ہونے کے باوجود ہفتوں اپنی شکل نہیں دکھاتا ہے وہ، اور جب کبھی دو پل کیلئے بوڑھی دادی کی محبت میں بھٹکتا ادھر نکل آتا ہے سب کے چہروں پر بارہ بج جاتے ہیں۔۔۔"پل میں جذباتی ہوئی دی جان آبدیدہ ہو گئی تھی۔

دی جان۔۔دی جان سوری میرا مقصد آپ کو افسردہ کرنا نہیں تھا۔۔"ان"
کے دونوں ہاتھ تھامتی مضراب نادم ہوئی تھی۔اس کا مقصد قطعی بھی انھیں
دکھ پہچانا نہیں تھا وہ تو بس انھیں چھیڑ رہی تھی لیکن وہ بھول گئی تھی دلاور
عثمانی کس قدر حساس موضوع ہے دی جان کیلئے۔۔

تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے بچے! میں ہی تھوڑا جذباتی"
ہو جاتی ہوں۔۔"مضراب کا پریشان چہرہ دیکھ وہ نرم پڑی۔
دی جان پلاؤ دم ہو چکا ہے کہیں تو یہیں لے آؤں، آپ بھی کھا کر دوائی"
لے لیجئے گا۔۔"میرال موضوع بدلنے کیلئے بولی۔
ہاں! پہلے میں اسے دیکھ لوں جا کر۔۔۔"دی جان فوراً چہرے پر دنیا جہان"
کی محبت و ملائمت لیئے دروازے کی سمت بڑھی تھیں۔

کیا میرا واقعی کچھ زیادہ ہو گیا تھا۔۔۔؟"مضراب کو اب تک ملال ہو رہا تھا۔"
نہیں! بس دی جان زیادہ حساس ہیں دلاور بھائی کو لیکر سو آئندہ خیال کر لینا"
تھوڑا الفاظ کا چناؤ کرتے ہوئے۔۔"میرال سمجھانے کے انداز میں بولی۔

ہمم!! لیکن انھیں مجھے اپنی بہوؤں کی زبان بولنے کا طعنہ نہیں دینا چاہئے تھا" میں توان عظیم خواتین کی پاسنگ بھی نہیں ہوں، اورنہ مجھے کسی سے خواہ مخواہ کی بغض وبیر پالنے میں کوئی دلچسپی ہے۔۔"اس نے برامنہ بنایا۔

اب اس بحث میں مت الجھ جاؤ تم۔۔۔"میرال نے بدقت ٹوکا۔ لیکن وہ" الجھ چکی تھی۔۔

ویسے یہاں غلطی دی جان کی ہی ہے، انھوں نے ہی بے جا چھوٹ دے" رکھی ہے اپنی بہوؤں کو اقتدار سونپ کر، ورنہ جیسی مستحکم ان کا حیثیت و مقام ہے، حویلی کی باگ ڈوران کے ہاتھوں میں دینے کے بجائے خود کس کر رکھتی تو آج مجال تھی ان کی بہوؤں کی اف کر جانے کی۔۔۔"فطرتاً بے باک مضراب نے موضوع کو نیا رخ دیتے بے بانگ دہل تبصرہ کیا تھا۔

جو خالہ ساکی کانوں تک تمہارے زریں خیالات پہنچ گئے ناں۔۔۔"اس" کے شانے پر چپت لگاتے میرال نے تنبہہ کرنے کے انداز میں جملہ نامکمل چھوڑا۔

ہمیں اپنی خالہ سا کے ڈراوے مت دو میرال بیگم ! ہمارا شمار ان بزدل"
لوگوں میں نہیں ہوتا جو اپنے خیالات کو خوف کی صندوق میں بند کر لبوں پر
خاموشی کا قفل لگا لیتے ہیں۔۔"جھانسی کی رانی کی طرح تلوار (ہاتھ) اٹھا کر
مضراب نے اپنی حق گو فطرت کا اعلان خاصے ڈرامائی انداز میں کیا تو میرال
کی لبوں کے کناروں میں تبسم کی کلی چٹخی۔۔
ویسے سچائی تو یہی تھی، واقعی مضراب ایسی ہی تھی حق گو دوٹوک اور لگی پٹی
کے بغیر منہ پر بنا دبے نڈر انداز میں کہہ دینے والی۔یہی وجہ تھی جو ناظمہ بیگم
اور دیگر سے اس کی آئے دن ٹھنتی رہتی تھی۔
نہیں ! ذرا تم غیر جانب داری سے سوچ کر دیکھو یار۔۔اقتدار دے ہی دیا"
تھا بہوؤں کو تو کم از کم تھوڑا بہت رعب ہی رکھ لیتیں ان پر، یہ تو گوشہ نشین
ہی ہو گئیں۔۔میری بھولی دی جان۔۔ان پر تو دادا جان جیسی بارعب شخصیت
کی سنگت کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔۔"اس نے گہرے تاسف سے ہونٹ لٹکا کر
سر ہلایا۔

دی جان کی مہربان و شفیق شخصیت پر طاقت، اقتدار، رعب و دبدبہ جیسی" چیزیں جچتی ہی نہیں، تو ان پر صحبت کا اثر کیسے ہوتا۔۔۔؟" شہادت کی انگلی سے اس کے ہونٹ اندر کرتی وہ عقیدت سے بولی۔۔

میری تو آج تک یہ فلسفہ بھی پلے نہ پڑ سکا کہ دو متضاد شخصیت کے مالک" داجی اور دی جان کا ساتھ نبھا کیسے ہو گیا؟ وہ بھی ہپی ینڈ نگ والا۔۔۔؟ کہاں داجی سخت مزاج جاہ و جال والے اپنے فیصلوں اور روایتوں میں ترمیم و لچک کہ ذرا روادار نہیں، اور کہاں دی جان ان کے بالکل اُلٹ نرم خو مصلحت پسند مشفیق و متحمل مزاج۔۔۔؟" ماتھے پر سوچ کی لکیریں نمودار کئے اس نے ناک سکوڑ کر میرال کو دیکھا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

اسے ہی تو محبت کے معجزات کہتے ہیں!" میرال کے نرم لبوں کو میٹھی سی" مسکان نے چھوا جیسے امرت رس چکھ لیا ہو۔

معجزہ تو خیر واقعی ہے ان کی جوڑی۔۔ لیکن کریڈٹ بھلا محبت کو کیوں" جائے۔۔۔؟" وہ معترض ہوئی۔

سب محبت ہی کی تو بدولت ہے۔۔دنیا پر اپنا فیصلہ قانون کی طرح عائد "
کرنے والے، ہر سر کو اپنے حکم پر تسلیم خم دیکھنے والے تسلط پسند حاکمیت پرور
داجی کا سر دی جان کے آگے جھک جاتا ہے، جن کے آگے لب کشائی کی کوئی
جرات نہیں کرتا وہ دی جان کی بات لب سی کر سنتے ہیں۔۔یہ چار حرفی لفظ
'محبت' بہت طاقتور جذبہ ہے مضراب! یہ سورما کو جھکا دیتی ہے، غازیِ جنگ
بھی اس جذبہ سے مغلوب ہو کر بخوشی لذتِ شکست چکھ لیتا۔۔۔پھر نبھا
کیسے نہ ہوتا ان کا۔۔آخر سخت لوہا بھی تو آگ کی تپش سے نرم پر جاتا ہے اور
جذبات کی تپش تو اس سے کئی زیادہ ہوتی ہے۔۔۔"میرال کے خوبصورت
خدوخال میں ملائم تبسم ٹھہرا ہوا تھا لیکن دلکش آنکھوں کا موسم یکسر مختلف
تھا اداس بے رنگ۔۔

پتا نہیں یار! یہ محبت شہبت مجھے نہ ہوئی ہے نہ سمجھ آتی ہے، میں تو بس "
حیران ہوتی ہوں دیکھ کر اس متضاد کپل کو، ایک آگ برساتا آفتاب تو دوسرا
ٹھنڈا دلکش چاند۔۔"وہ ہاتھ جھاڑتی ہوئی بولی۔

"ہو جائے تو جان جاؤ گی۔۔"

اگر مجھ سے پہلے تمہیں ہو گئی تو تم اپنا تجربہ۔۔۔"روانی میں کہتے اچانک "
اپنے الفاظ کا احساس ہوتے ہی اس نے لب دبا کر میرال کو دیکھا جس کا چہرہ
تیزی سے سپاٹ ہوا تھا۔

"مم۔۔میرال۔۔میں وہ۔ سس۔۔۔"

لنچ کا ٹائم ہو گیا ہے نیچے چلتے ہیں۔۔"وہ تیزی سے اٹھ کر دروازے کی "
طرف بڑھ گئی تھی۔۔

پاگل ہو پوری تم احمق مضراب! سوچ کر نہیں بول سکتی۔۔"اس نے خود "
کو چپت رسید کی۔

لیکن اس میں برائی کیا ہے۔۔؟میرال کو محبت کیوں نہیں "
ہو سکتی۔۔؟"اس نے خود سے سوال کیا۔

پھر لب کاٹتی بڑبڑاتی باہر نکل گئی۔یہ ایک لمبی بحث تھی جس میں الجھنا
سوائے وقت کے زیاں کے کچھ نہ تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

سوچ آپ کی جدا ہے، فکر میری مختلف

!میرا نہ کیجئے ذکر میری چھوڑیئے

"فرصت مل گئی تمہیں حویلی کو درشن دینے کی۔۔؟"

وہ جو دی جان کی تلاش میں کمرے سے نکلا تھا طنزیہ کرخت آواز کی سمت متوجہ ہوا۔

نیچے ہال میں رکھے صوفوں پر دادجی کے ساتھ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر خشونیت سے بیٹھے شہباز عثمانی اور سر جھکائے بیٹھے شہراز عثمانی کو دیکھتے ہی اس کے جاذب خدوخال کا طنز و تمسخر کی بھرپور آمیزش لیئے ایسی مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا جو مقابل کو آگ لگا کر رکھ دے۔

فرصت کہاں ملتی ہے۔۔؟اپنی دل جانیاں کیلئے نکالنی پڑتی ہے خاص طور" پر۔۔۔؟"ریلینگ پر کہنی ٹکاتے وہ مزے سے بولا۔

"لڑکے ! میں کہتا ہوں اپنے لچھن ٹھیک کر لو تم۔۔۔"

نہ داجی کو دیر لگتی تھی جیلس ہونے میں اور نہ ہی انھیں دیکھ کر اس کی شرارتی رگ پھڑکنے میں وقت لگتا تھا۔

ہمارا تو قبلہ بھی درست ہو سکتا ہے بس آپ تھوڑا برداشت کا مادہ پیدا" کر لیں خود میں، دفاع شیئر ایز کیئر نگ کے تحت۔۔"داہنی آنکھ کا کونہ دبا کر وہ ان کی جیلسی سے محظوظ ہوا تھا۔۔

ابا! چودھری کی کال ہے اسے آپ سے ضروری بات کرنی تھی الیکشن کے" متعلق، کئی مرتبہ فون کر چکا ہے صبح سے۔۔۔"داجی کا غصہ سوا نیزے پر پہنچتا کہ شہراز عثمانی نے سرعت سے فون ان کی طرف بڑھایا۔۔

جس پر وہ اسے گھورتے ہوئے ایک سمت بڑھ گئے۔

الیکشنز آ رہے ہیں۔۔؟"اسے مڑتا دیکھ طوعاً و کرہاً شہباز عثمانی نے لبوں کو" جنبش دی۔

لیکن وہ ان سنا کرتا مڑ گیا۔

اے لڑکے!! میں تم سے بات کر رہا ہوں۔۔"وہ سخت ناگواریت سے" پھنکارا اٹھے۔

نہ ہی میں پک اینڈ ڈراپ سروس والا ہوں جو آپ کے الیکشن کو اپنی خدمات" پیش کروں، نہ ہی منافق یا بد دیانت جو سیاسی آزمودہ مشوروں سے رہنمائی کروں۔۔۔۔پھر زحمت اٹھانے کا مقصد؟"واپس ریکنگ پر کہنی ٹکاتے اس نے ان کی پھنکار کا ٹھنڈے کاٹدار انداز میں سہی جواب دیا تھا۔

تم۔۔تم۔۔تمہاری یہ جرات۔۔؟"شہباز عثمانی کے تو تن بدن میں آگ" ہی لگ گئی تھی۔

شہراز عثمانی نے بے ساختہ پہلو بدلہ تھا۔

اپنی جرات کے الحمد ماضی میں کئی نمونے پیش کئے ہیں میں میں نے اب تک تو" آپ کو سمجھ جانا چاہئے تھا میری رگوں میں دوڑتا خون جس کا بھی ہو، وراثت میں مجھے بزدلی قطعی بھی نہیں ملی ہے۔۔۔"سرد مسکراہٹ لبوں پر سجائے اس نے چبھتی نظر باپ پر ڈالی۔

ہونہ ! تم جیسے بداخلاق کے منہ لگنے کا مجھے کوئی شوق نہیں ہے، میں پیشگی" تمہیں وارن کر رہا ہوں اگر جوالیکشنز پر پچھلی بار کی طرح تمہاری بے راہ روی کے منفی اثرات مرتب ہوئے تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا یاد رکھنا۔۔" ہنکار بھرتے انھوں نے تنفر سے باور کرایا تھا۔

چچ ! چچ ! افسوس کے ساتھ بتانا پڑ رہا ہے جتنا بھی آپ ٹرائی کر لیں برا ہونے" کے معاملے میں نمبر ٹو ہی رہیں گے اپنے بھائی سے قطعی سبقت نہیں لیجا سکتے۔۔"اس نے نفرت سے براہ راست باپ کو نشانہ بنایا جن کا چہرہ فق پڑ گیا تھا۔

آپ بھی کس کے منہ لگ رہے ہیں شہباز صاحب ! آئیں کھانا ٹھنڈا ہو رہا" ہے۔۔"ناظمہ بیگم نے حقارت بھری نظر اس پر ڈالتے بھڑک اٹھے شہباز صاحب کو مخاطب کیا۔۔

جواباً وہ ریلینگ پر ہاتھ مار کر پیچھے سر گراتا یوں قہقہہ لگا اٹھا جیسے کوئی دلچسپ لطیفہ سنا ہو۔

چہ !بس ایک آپ ہی سمجھدار ہیں یہاں زوجہ شہباز!!!"انگوٹھے سے"
حسب عادت دایاں کان سہلاتے دائیں سے بائیں سر کو جنبش دیتے اس کی آنکھوں میں تن بدن کو سلگا دینے والی شوخی و شرارت رقصاں تھی۔

"لڑکے میرے منہ تو لگو ہی مت تم۔۔۔"

ورنہ آپ دیوار میں چنوا دیں گی۔۔ارے! میں تو ڈر ہی گیا۔۔"ڈرنے کی" اداکاری کرتا وہ پیچھے ہوا۔

قبل اس کے کی زخمی ناگن کی طرح بل کھائی ناظمہ بیگم کوئی زہر اگلتیں ایک جانب سے داجی اور دوسری جانب سے آتی دی جان کو دیکھ وہ زہر کا گھونٹ بھرتی لب بھینچ گئی۔

دلاور منع کیا تھا نہ تمہیں۔۔"دی جان نے ناچار نگاہوں سے اسے دیکھا۔" میں نے کچھ نہیں کیا انھوں نے خود آواز لگائی تھی۔اب بڑوں کو جواب نہ" دینا بھی تو بد تمیزی کے زمرے میں آتا ہے ناں؟ ورنہ تو آپ جانتی ہیں آپ

کا دلاور کتنا معصوم ہے۔۔"دی جان کی گلے میں باہیں ڈالتا وہ آنکھیں پٹپٹا کر بلند آواز میں بولا۔

جس پر نیچے کھڑے تمام وجود جل بھن کر ڈائینگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئے تھے۔۔

اچھا! کمرے میں چلو تمہارے لی ئے خاص مٹر پلاؤ بنا ہے۔۔"دی جان اس" کا ہاتھ تھامتی یوں پر جوش ہوئیں جیسے مٹر پلاؤ دلاور کا نہیں ان کا پسندیدہ ہوں۔۔

واہ! اتنی مزے کی چیز کمرے میں کیوں؟ نیچے ڈائینگ ٹیبل پر کھاتے" ہیں۔۔"ان کے اسی ہاتھ کا بوسہ لیتا وہ بنا پس و پیش راضی ہوا۔۔

اسے چھیڑا گیا تھا لہٰذا وہ دگنا مقابل کا خون جلا کر سود سمیت حساب دیکر ہی دم لینے والے تھا۔

"ہاں! ہاں! کیوں نہیں۔۔"

بھولی دی جان اس کے بنا ہلا بہانہ کئے مان جانے پر ہی نہال ہو گئی تھیں۔۔ورنہ تو وہ عام طور پر انکار ہی کر دیتا تھا کسی بھی چیز کیلئے۔

جبکہ نیچے ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھے گیلی لکڑی کی طرح سلگ رہے لوگوں کی رگ و پے میں ناگواریت کی شدید لہر دوڑی تھی۔ناظمہ بیگم کی لبوں تک کچھ سخت آیا پر ضبط لازم کے کڑے پہرے نہ توڑ سکا۔نہ کوئی اٹھ سکتا تھا وہاں سے کیونکہ داجی کو سخت ناپسند تھی ایسی نازیبا حرکتیں۔۔

"واہ! جانِ دلا وردن بنا دیا آپ نے، بے حد مس کر رہا تھا میں اس ذائقے کو۔۔"پہلا نوالا لیتے ہی چٹخارہ لیتے اس نے جھٹ دی جان کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔

"پھر اچھے سے کھاؤ ناں۔۔"ممتا کی ماری دی جان نے نثار ہوتے اس کے بال سنوارے۔

بقیہ کرسیوں پر زہر مار نوالہ لے رہے لوگوں نے پیچ و تاب کھاتے پہلو بدلہ۔

پھر مجھے آپ ہی کھلا دیں تا کہ ذائقہ اور بڑھ جائے۔۔"وہ ہاتھ کھینچتا لاڈ" سے بولا۔

تمہارے ہاتھ سلامت ہیں ان سے کھاؤ۔اور نیک بخت آپ اس کی ہر بات" پر لبیک نہ کہا کریں۔۔"داجی کے جذبات باقی سب کے متنفر جذبات کے یکسر اُلٹ تھے۔

آپ دیکھ لیں اپنے شہباز کے ابا کو۔۔۔؟"اس نے معصوم بچے کی طرح" شکایت لگائی۔

ان پر تم دھیان نہیں دو بس سیر ہو کر کھاؤ۔۔"داجی کو صاف نظر انداز" کرتے وہ محبت سے نوالے بنا بنا کر اس کے منہ میں ڈالنے لگی تھی۔

وہ چٹخارے لیتا ہر نوالے پر جملے کستا سب کو آگ لگانے کا فرض بخوبی نبھا رہا تھا۔

لڑکے تم منہ بند کر کے سکون سے نہیں کھا سکتے۔۔؟"داجی ایک تو پہلے ہی" اپنی نیک بخت کو اس رقیب پر مہربان دیکھ جل بھن رہے تھے تضاد اس کے جملے۔

منہ بند کروں گا تو کھاؤں گا کیسے داجی۔۔؟اور پھر اتنے بے سکون لوگوں" میں سکون سے کھاتا اچھا بھی تو نہیں لگوں گا میں۔۔"اس نے آنکھیں پٹپٹا کر انھیں دیکھا۔

لبوں کے کناروں میں جو سردسی کاٹ دار مسکراہٹ کھیل رہی تھی وہ باقی سب کی بھوک مٹانے کیلئے کافی تھی۔۔

میرا ہو گیا۔۔"رخسار پلیٹ پڑے ہٹاتی نخوت بھری نظر اس پر ڈال کر اٹھ" کھڑی ہوئی۔۔

پھر یکے بعد دیگرے سبھی اٹھ گئے۔وہ خاموشی سے دی جان کی ہاتھ سے کھاتا رہا البتہ چہرے کے تاثرات اب یکسر بدل چکے تھے۔

لوگ کہتے ہیں سمجھو تو خاموشیاں بھی بولتی ہیں

میں عرصے سے خاموش ہوں، وہ برسوں سے بے خبر

"اچھا بتاؤ شہنشاہ کیسا ہے۔۔؟" پیارے سے نوالہ بنا کر منہ تک لاتے ان کے پوچھنے پر منہ کھولتے ہوئے وہ چونکا تھا پھر سر جھٹک کر لہجے میں بشاشت لاتے گویا ہوا۔

"یکدم فرسٹ کلاس۔۔ بھئی! شہنشاہ ہیں وہ، پسند کا کھانا، شان سے پورے باغ کی سیر کرنا اور اپنی بلند آواز اور قدموں کی دھمک سے فضا میں ارتعاش و دبدبہ قائم کئے رکھنا ان کا مشغلہ ہے۔۔" شہنشاہ کا ذکر کرتے اس کی آواز میں مخصوص کھنک تھی لبوں پر جاندار مسکراہٹ جو دل کے بے حد قریب ہستیوں کے ذکر پر ہوتی ہے۔

"!ماشاءاللہ"

اس کی سچی مسکراہٹ دیکھ دی جان کا دل سرشار ہوا تھا۔

"ویسے مس کرتا ہے وہ آپ کو چلیں اس مرتبہ ساتھ آپ میرے۔۔۔" چلوں گی کیوں نہیں چلوں گی۔۔۔"پلیٹ میں پلاؤ نکالتے وہ پیار سے" بولیں۔

پھر وہ بھوک مر جانے کے باوجود فقط ان کی خوشی کیلئے کھاتا رہا تھا۔جن کی جھری زدہ چہرے کی چمک اسے رغبت سے کھاتا دیکھ یوں بڑھ رہی تھی جیسے پیٹ دلاور کا نہیں ان کا بھر رہا ہو ویسے سچ بھی تو یہی تھا اسے کھاتا دیکھ ان کا ہی تو پیٹ بھر رہا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"پلاؤ تم نے بنایا تھا۔۔۔؟"

توقع کے عین مطابق آتش فشاں کا روپ دھارے سرخ چہرہ لیئے ناظمہ بیگم میرال کے مقابل تھیں۔۔

میں نے بنایا تھا۔۔کیوں اچھا نہیں بنا کیا۔۔؟ویسے میں نے تو سارے مسالہ" جات میرال کی ہدایت کی مطابق ہی ڈالے تھے پھر۔۔۔۔؟"بیڈ پر بیٹھی گود

میں لیپ ٹاپ لی ئے پاپ کارن لبوں میں دبائے مضراب نے سادہ نگاہوں سے پہلے آگ بگولہ ماں پھر سراسیمہ میرال کو دیکھا۔

مجھے بیوقوف سمجھتی ہو تم۔۔۔؟"ان کی قہربار نظر اس پر ٹھہری۔"

"میرے سمجھنے سے آپ بیوقوف تھوڑی نہ ہو جائیں گی۔۔۔؟"

اس نے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔

"!!!!مضراب"

خالہ سا۔۔میں۔۔میں۔۔۔۔"ان کے تن اٹھے نقوش دیکھ خائف میرال"

کے کچھ پلے ہی نہیں پڑ رہا تھا۔

کیا بکری کی طرح میں میں کر رہی ہو۔۔بنایا ہم نے پلاؤ۔۔بالکل دی جان"

کی اسپیشل ریسیپی کے مطابق۔۔اکھلی میں ہاتھ سے مسالہ پیس پیس کر

تو۔۔؟اب ہماری اطلاع کے مطابق تو ملک کے قانون یا حویلی کی روایت

دونوں ہی کے مطابق پلاؤ بنانا سنگین جرائم میں سرفہرست نہیں

آتا۔۔۔"لیپ ٹاپ ایک طرف رکھتی وہ قطعی بھی ماں کے تیوروں سے خائف نہیں تھی۔۔

میرال نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا لیکن وہ مضراب ہی کیا جس کے کانوں پر جوں رینگ جائے۔۔

"دن بدن تمہاری زبان درازیاں بڑھتی ہی جا رہی ہے، شائد تم بھول رہی ہو میں کون ہوں۔۔۔۔؟"پہلے دلاور پھر مضراب ناظمہ بیگم کی ضبط کی تنابیں ٹوٹنے لگی تھی۔۔

"میں قطعی بھی نہیں بھولی ہوں، آپ حویلی کی اندرونی معاملات کی مالک و مختار میری ماں سا ہیں، اور بد تمیزی تو میں نے کوئی نہیں کی صرف پوچھا ہے کیا پلاؤ بنانا جرم ہے۔۔؟ اگر ہے تو میں آج ہی حویلی میں منادی کروا دیتی ہوں تاکہ آئندہ ایسا جرم سرزد نہ ہو۔۔۔"ماں کی سرخ انگار آنکھوں میں بل کھاتے غصہ کی موجوں کو دیکھتے ہوئے بھی مضراب بی بی کا ہی دل گردہ تھا زبان چلا رہی تھی۔

میرال دل ہی دل اس کی سلامتی کی دعا کرنے لگی تھی۔

تم سے تو میں بعد میں نبٹتی ہوں۔۔۔ لیکن تم ایک بات ذہن نشین کر لو"

میرال! تم مجھے بے حد عزیز ہو، مجھے قطعی گوارا نہیں ہو گا تمہارا جان بوجھ کر ایسا کام کرنا جو مجھے سخت ناپسند ہو۔۔۔" مضراب پر سخت نظر ڈال کر سرد لہجے میں میرال کو وارن کرتے ان کی نگاہ بیڈ کے اُپر لگی میزان اور میرال کی نکاح کی ان لارج تصویر پر پڑی تو اعصاب کچھ معتدل ہوئے پھر نرمی سے اس کا گال تھپتھپاتی وہ باہر نکل گئی۔۔

ایسے گھورو مت مجھے پانچواں ایپیسوڈ ختم ہونے کو ہے اب، جلدی آؤ"

ادھر۔۔۔" واپس اپنی جگہ ٹکتے مضراب نے اسے پہلو میں بیٹھنے کا اشارہ کیا جس پر وہ نفی میں سر ہلاتی ایک سمت بڑھ گئی۔

اداس و مغموم رہنے والی سوگوار آنکھوں کی گہری اداسی میں شامل ہوئی نمی کی باعث ہلکی دھندلی ہوئی نگاہوں سے اس نے تصویر کو ناظمہ بیگم ہی کی زاویہ نظر سے دیکھا۔

جہاں اس کے پہلو میں شان سے نشستہ سفید براق شلوار قمیض میں ملبوس خوبرو میزان مسکرا رہا تھا جبکہ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی وہ دونوں صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے درمیان میں خاصا فاصلہ تھا جو نکاح کے ڈیڑھ سالہ دورانیہ میں قائم ودائم رہتا دائمی جدائی کا داغ بن گیا تھا۔۔

...اے شامِ ہجر جو کچھ چھیننا تھا چھین لیتی تُو

...کسی کے لوٹ آنے کا گماں رہنے دیا ہوتا

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

میں کہتا ہوں نیک بخت آپ اس نالائق کیلئے جلد از جلد کوئی اچھی لڑکی" دیکھیں اور ڈالیں اسے مناسب لگام، دن بدن اس کی آوارہ گردی اور "بدتمیزی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔۔

مغرب کی نماز ادا کر کے آئے داجی جو باہر اسے جانے کیلئے تیار دیکھ آئے تھے کمرے میں داخل ہوتے ہی بولے۔۔

ایک تو شہباز کے ابا! آپ کو میرا بچہ نظر آجائے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جاتے "
ہیں آپ اس کے، سچ کہوں بڑا دل دکھتا ہے میرا اس سے۔۔۔" جائے نماز
لیکر کھڑی ہوئی دی جان نے شاکی نظر شوہر پر ڈالی۔

ایک تو نیک بخت میں آپ کے لاڈلے کی شان میں کچھ بھی کہہ دوں فوراً"
آپ خفا ہو جاتی ہیں۔۔۔؟" عمر کے اس حصے میں بھی محبوب کی ناراضگی
انھیں خائف کر دیتی تھی۔

ہاں تو آپ کہتے ہی خفا کرنے والی بات ہیں۔۔۔" وہ ان کی تہہ کی ہوئی "
شال ایک جانب رکھتی تپائی سے پانی کا گلاس اور دوائی اٹھا کر ان کے قریب
آئیں۔۔

ہاں اور برخوردار تو بڑے شریف ہیں، دوپہر میں دیکھا نہ آپ نے کس قدر "
"بدتمیزی کی ہے اس نے شہباز اور ناظمہ کے ساتھ۔۔۔؟
عمل سے رد عمل کا وجود ہے۔۔۔" دی جان کا چہرہ و لہجہ سپاٹ تھا۔"

لیکن بزرگ ہیں وہ اس کے، لازم ہے ان کا احترام یہی ہماری تربیت"
ہے۔۔۔"داجی نے خاص زور دیا تھا۔
تربیت۔۔۔؟ کیا ہماری تربیت میں نفرت، عناد، کم ظرفی شامل ہے۔۔؟ کیا"
ہم نے انھیں ایک معصوم کو ناکردہ گناہ کی سزا کا مستحق ٹھہرانے کا درس دیا
ہے۔۔۔؟"دی جان کے تلخ سوالوں پر داجی کے لب بھینچے تھے۔
جب بڑوں کے دست شفقت سے سر سہلانے کی جگہ انگشت نمائی کیلئے"
اٹھے، آنکھوں میں محبت و ملائمت کی جگہ نفرت و چبھن ہو، لہجے میں تلخی و
اجنبیت ہو۔۔ پھر چھوٹوں سے تمیز و احترام کی توقع رکھنا یا شکوہ کرنا زیب
نہیں دیتا۔"دی جان کی نرم آواز میں دکھ و تلخی کا گہرا امتزاج تھا۔۔
میں بس یہ کہہ رہا ہوں نیک بخت! آپ کے سرکش لاڈلے کو کو سلجھی ہوئی"
لڑکی ہی اب لگام ڈال سکتی ہے۔ ویسے یہ بھی ایک معجزہ ہی ہو گا۔۔"داجی
نے واپس موضوع گفتگو وہیں سے جوڑا۔

لگام ہی ڈالوں گا تو اپنی پسند کی ڈالوں گا، آپ میری دل جانیاں کو ایسی پٹیاں" نہیں پڑھائیں۔۔۔۔"اس کی کھنکدار آواز ابھری اور پھر آنکھوں میں دنیا جہان کی شوخی لیۓ وہ دونوں کے درمیان تھا۔

ہاں تو تم سے ہمیں ایسی کسی فرمابرداری کی توقع ہے بھی نہیں، بتادو اپنی دی" جان کو گھر پتا۔۔۔"داجی ہنکار بھرتے جا کر بیڈ پر بیٹھے۔۔

میری تو دل، دماغ، دھڑکن، خواب، خیال میں ایک ہی کو ہی نور سے بھی" زیادہ نایاب حسینہ عالم کا بسیرا ہے جس پر آپ کنڈلی مار کر بیٹھے ہوئے ہیں۔۔"دی جان کے کندھے پر سر رکھتے منہ بسور کر وہ اپنی جون میں آیا تھا۔۔

ناہنجار!!"جواباً جلالی بیت کی چھڑی ناکافی فاصلہ کی وجہ سے فوراً اس کی کمر" پر بجی تھی۔۔

افففف!!"وہ کراہ کر اچھلا۔"

"!!!شہباز کے ابا"

اور دی جان تڑپ کر بے یقین نظران پر ڈالتی ہر اساں سی دلاور کی طرف مڑی جس نے کمال چالاکی سے فوراً تکلیف دہ تاثرات چہرے پر سجائے تھے۔۔

لگ گئی میرے بچے کو۔۔۔"تسبیح ایک جانب رکھتی وہ اس کی کمر سہلانے" لگی تھی۔

بہت زور سے لگی ہے۔۔۔"ان کی ململ کے آنچل سے نادیدہ آنسوں" صاف کرتا وہ داجی کی کھا جانے والی نظروں سے محظوظ ہو رہا تھا۔

ہاں! ہاں! دیکھیں ہڈی وڈی تو نہیں چیخ گئی۔۔۔؟"داجی جل بھن کر راکھ" ہوئے۔

بات نہیں کرتی میں آپ سے۔۔تم آؤ میرے ساتھ۔۔۔"خفا نظران پر" ڈال کر وہ ڈرار کی طرف بڑھی تھی۔

تو پھر دو اور لگا ہی دیتا ہوں میں۔۔۔"اپنی نیک بخت کی بے اعتنائی بجلی کی طرح گرتی تھی ان پر تبھی جلال میں آکر واپس دلاور کی طرف بڑھے پر دی جان دیوار چین بن گئی بیچ میں۔۔

شانت جانِ دلاور! سخت جان ہے آپ کا دلاورے۔۔۔"وہ دی جان کی پھرتی پر ہنس پڑا تھا۔۔

دیکھا۔۔دیکھا۔۔دیکھا اسے آپ نے۔۔۔"اس کی ہنسی تو جیسے داجی کے پیروں پر لگ کر سر پر بجھی تھی۔۔

سمجھائیں ذرا اپنے سرتاج کو جانِ بہاراں! بڑھاپے میں اتنا غصہ اچھی بات نہیں۔۔۔"دی جان کے شانے پر جھکتے اس کے مخلصانہ مشورے میں مزح کی آمیزش بھرپور تھی۔

بڈھا ہو گا تمہارا باپ!!!"'بڑھاپا'لفظ داجی کو خاصا گراں گزرا تھا۔"

بالکل درست ! میرا باپ واقعی بڈھا ہو گیا ہے۔۔ لیکن آپ کی گلوئینگ "
سکن تو بالکل بانکے چھوکرے جیسی ہے۔۔"وہ شریر نگاہیں ان کے غصہ سے
سرخ چہرے پر گاڑے بولتا تھوڑا ان کے قریب آیا۔

بھڑک کیوں رہے ہیں یار۔۔۔۔؟"پھر ان کے غرانے پر ڈر کر پیچھے ہوتا"
رازدارانہ دی جان کے قریب جھکا۔۔

ویسے چیک کر لیں جانِ بہاراں میری شادی کا ذکر کہیں ان کے سہرے کی "
پھولوں کی خوشبو کا سگنل تو نہیں۔۔۔؟"آنکھ دبا کر کہتا وہ دی جان کی سرکا
بوسہ لیکر چھلاوے کی طرح غائب ہوا تھا۔۔

"ناخلف اولاد ! میں میں۔۔۔۔"

آپ پانی پئیں۔۔۔۔"بے ساختہ ہنس پڑی دی جان نے فوراً پانی کا گلاس "
اٹھا کر انھیں دیا تھا۔

پھر باہر جیپ سٹارٹ ہونے کی آواز بلند ہونے پر فوراً کھڑکی کی طرف دوڑی
تھی۔

دلاور کی یہ ایک عجیب عادت تھی وہ بنا بتائے آتا اور بغیر الوداع کہے چلا جاتا۔۔

اللہ تمہیں اپنی حفظ وامان میں رکھے میرے بچے۔۔۔"دھندلی نگاہوں" سے اس کی جیپ کو قوی ہیکل گیٹ کی طرف بڑھتا دیکھا انھوں نے ڈھیروں دعائیں ساتھ رخصت کی تھی۔

اس نالائق کی پیروں میں زنجیر ڈالیں اسی لیئے کہتا ہوں۔۔۔"دی جان" کی آنکھوں کی نمی ان کے آنچل میں جذب کرتے وہ ہنوز دلاور پر غصہ تھے اب کے غصہ اپنی نیک بخت کو اداس کرنے پر تھا۔۔

ڈرتی ہوں کہیں ایسی کوئی نہ آجائے جو اس کے گلے کا طوق بن جائے، پہلے" ہی میرا بچہ نفرتوں کی بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے، مزید اس کے ساتھ زیادتی ہوئی تو میں جی نہیں پاؤں گی۔"جیپ کب کی گزر چکی تھی، ہنوز آس بھری پیاسی نظریں گیٹ پر ٹکائے ان کے پر نم لہجے میں خوف ووسوسے ہلکورے لینے لگے تھے۔۔

اچھی امید رکھیں۔۔۔"داجی نے نرمی سے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا۔۔"

فکر اس کی تو انھیں بھی بہت تھی بس اس کی حرکتوں سے چڑتے تھے جو وہ ان کی کمزور نبض یعنی نیک بخت کے قریب ہو کر انھیں آزماتا تھا۔۔

ہمم!!بس کوئی ایسی ہو جو حویلی کی مکینوں جیسی سوچ نہ رکھتی ہو، جسے" انسان کی پرکھ ہو، جو میرے دلاورے کی زخموں کی مسیحائی کر سکے، اس کی شخصیت کا وہ پہلو دریافت کر سکے جس سے وہ خود بھی شائد واقف نہیں ہے۔۔۔"بھیگی پلکوں کو موندتے انھوں نے صدق دل سے دعا کی تھی۔۔

خواب، خواہش، وہم ہے زندگی

ایک بھیانک حادثہ ہے زندگی

آج تک یہ مسئلہ سلجھا نہیں

!!میں خفا ہوں کہ خفا ہے زندگی

قدیم بلند آور گنجان درخت، بے انتہا گھنی جھاڑیاں جسے بھیدتے ہوئے دن کے اوقات بھی سورج کی روشنی کی رسائی زمین تک ناممکن تھی۔ہر طرف گونجتی حشرات کی ملی جھلی خوف کا دبدبہ قائم کرتی ہوئی سماعت پر سخت گراں گزرتی آوازیں۔

یہ ایسی جگہ تھی جہاں کارخ کرنے کی حماقت کوئی دانشور بقائی ہوش و حواس میں کم از کم نہ کرے وہ سر پھرا حریف زادہ نہایت ہی اطمینان سے جنگل کے بیچ و بیچ سے گزرتے جھڑنے کے کنارے جیپ روک کر دونوں ٹانگ بونٹ پر رکھے آنکھیں موندا ایک تسلسل سے ٹانگ کو حرکت دیتا بے فکر پڑا تھا۔

فضا میں دور جھڑنے سے گرتے پانی کا جلترنگ سا شور تھا اور قریب اس کے ہاتھ میں وقفہ وقفہ سے جل بجھ رہے چاندی رنگ کے لائیٹر کی کھٹ کھٹ کی آواز۔۔۔۔

"شکار کرنے آئے ہو یا خود شکار کا نوالا بننے۔۔۔؟"

بے حد قریب سے ابھری مانوس آواز پر بھی اس کی نشست و حرکت میں کوئی تغیر نہ آیا تھا۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں حریف زادے۔۔۔؟"

آنے والے نے زور سے بونٹ پر ہاتھ مارا تو اس نے ماتھے پر ناگواری کے بل نمودار کئے آنکھوں کو کوفت سے وا کیا۔۔

"تم ٹھیک ہو۔۔۔؟"

اس کی بے انتہا سرخ ہو رہی آنکھیں اور بھینچے خون جھلکاتے نقوش دیکھ مسکرا رہے معظم کو یکلخت تشویش نے گھیرا تھا۔

"ٹھیک کیسے ہو سکتا ہوں، آرام کے اچھے خاصے موڈ کا ستیاناس مار دیا تم نے فضول انٹری سے۔۔۔" بگڑ کر کہتے واپس آنکھیں موند کر وہ وہی عمل دہرانے لگا تھا۔۔

ایسے خطرناک جنگل کے بیچ وبیچ بنا کسی ہتھیار کے آرام کرنے کا خبط تم جیسے " حریف زادے کے دماغ میں ہی سما سکتا ہے۔۔۔" معظم نے تاسف سے چوٹ کیا تھا۔

ظاہر ہے ورنہ مجھے حریف زادہ کون کہے گا۔۔۔؟" ماتھے پر بکھرے بالوں " میں انگلیاں پھساتے اس نے اعزاز کی طرح جملہ قبول کیا۔

" لگتا ہے شکار ہونے نہیں شکار ہو کر آئے ہو۔۔۔۔"

اس کے سرد وسپاٹ تاثرات میں مخفی شکست واضطراب دیکھ معظم نے پر سوچ انداز میں قیاس لگایا۔۔

دلاور عثمانی کا شکار کرنے والا ابھی پیدا نہیں ہوا معظم بھٹی۔۔۔" درشتگی " سے کہتے اس نے ترش نظر کاندھے سے رائفل لٹکائے جیپ سے ٹیک لگائے کھڑے خود کو جانچتی نظروں سے گھور رہے معظم پر ڈالی۔۔

پھر آتش بازیاں کرنے والی مسکراہٹ کہاں ہے۔۔۔؟کیا کہتے تھے تم ذرا" یاد تو کرنے دو مجھے۔۔۔"ذرا سی گردن ترچھی کر کے پوچھتے اس نے سوچنے کیلئے ڈرامائی وقفہ لیا۔

ہاں!! یاد آیا۔۔۔"چٹکی بجا کر اس کی طرف مڑا۔"

یہ لائیٹر تو میں نے خود کو سلگانے کیلئے رکھا ہے۔۔لوگوں کو آگ تو میرا شہد" آگیں لہجہ لگاتا ہے۔۔اور جو میں مسکرا دوں۔۔۔افف!! آتش بازیاں ہوتی ہے آتش بازیاں۔۔۔"اسی کے انداز میں لبوں پر جاندار مسکراہٹ سجاتے لہجے میں بھڑکتی ہوئی آگ سموئے وہ گلے کی چین میں ہاتھ پھسا کر بولا تو جواباً دلاور نے بنا سوچے لائیٹر اس کی سمت اچھال دیا شکر یہ ہوا کہ معظم کو اس کی توقع تھی ورنہ بیچارے کی ناک ضرور ٹوٹ جاتی۔۔

جنگل میں دن رات میں رہتا ہوں جنگلی دن بدن تم ہوتے جا رہے" ہو۔۔۔"لائیٹر اٹھاتے معظم نے مصنوعی فکر مندی سے اس کے خونخوار تیور جانچے۔

ننھے فارسٹ آفیسر میرا جنگلی پن مزید بڑھ سکتا ہے جا کر اپنی جنگلاتی زندگی" پر فوکس کرناں۔۔۔"وہ سخت بدلحاظ ہو رہا تھا۔

اسی پر تو فوکس کر رہا ہوں۔۔۔"وہ کچھ کھوجنا چاہ رہا تھا۔"

میں صرف جانور نہیں آدم خور ہوں، جان عزیز ہے تو چلتے بنو۔۔۔"اس" کے شیر کی طرح غرانے پر معظم کا زبردست قہقہہ گونجا اور پھر سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں وہ پیٹ پر بے دھڑک ضرب لگنے کی وجہ سے زمین پر تھا۔۔

خیریت ہے سا! آتش بازیاں کرنے والے کے اندر آتش فشاں اُبل رہا" ہے۔۔۔؟"پیچھے دونوں کہنی ٹکاتا وہ باز نہیں آیا تھا۔۔

"!!!مروادھر ہی تم۔"

کھوجتی نظریں ہنوز خود پر مرکوز دیکھ وہ تذبذب کا شکار ہوتا جھک کر لائیٹر چھینتا جیپ سٹارٹ کر کے آگے بڑھ گیا تھا۔

پیچھے ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہوتے ہوئے معظم نے بالکل بھی اس دشت پیما کو آواز دیکر اپنے گلے میں خراش ڈالنے کی زحمت نہیں اٹھائی تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔۔

دلاور عثمانی نامی طوفان نہ کسی کے بلانے سے آتا ہے نہ کسی کے روکنے سے رکتا ہے وہ مرضی کا مالک موڈ کا غلام ہے۔

خطرناک حد تک تیز رفتار جیپ جنگل کے بیچ سے گزرتی کچی پکی سنسنان سڑک پر کسی چابی والے کھلونے کی طرح اچھلتی کودتی خاموش فضا میں دہشت قائم کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔

اسٹئرنگ پر ثبت اس کی قوی انگلیوں کی گرفت اس قدر سخت تھی کہ ہری ہری رگیں گردن تک تنتی ہوئی سلگتی کنپٹی اور چہرے کے تمام رگوں کو کھینچی ہوئی اس کے شدید اشتعال پہ بمشکل لگام کسے ہوئے تھی، سختی سے بھینچے جبڑے اور ہونٹ کے باعث جولائن کسی ماہر ترکش کی نشانہ کی طرح سیدھی

ہوگئی تھی، آنکھوں کی سرخی میں مچل رہے طوفان کی تو داستان ہی الگ تھی جو ساری دنیا کو تنکے کی طرح بکھیر دینے کے درپے تھی۔۔

آتش فشاں کی طرح اُبلتے دماغ میں واپس ایک دن پہلے کا واقعہ فلم کی طرح پوری جاذبیت کے ساتھ چلنے لگا تھا جو بتدریج اس کی رگوں میں دوڑتے شعلے کو ہوا دیتے اس کی سرکش و باغی فطرت کو سب تہس نہس کرنے کیلئے اُکسائے جا رہی تھی۔

گماں نہیں، یقیں ہے، میرا یقیں کر

!! کوئی کسی کا نہیں میرا یقیں کر

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

حویلی سے نکل کر آوارہ ہواؤں کی طرح سمت و منزل کا تعین کئے بغیر وہ جیپ دوڑاتا رہا تھا۔۔ ہر بار ہی حویلی سے نکلنے کے بعد اس پر قنوطیت سی طاری ہو جاتی تھی۔۔

پیچھے چھوٹا مہربان آنچل، مشفیق آغوش، دستِ محبت اس کے بنجر دل کی پیاس کو مزید دوچند کر دیتا تھا، رگ وپے میں لہو بن کر دوڑتی یاسیت و بے چینی اس کا سانس لینا دوبھر کر دیتی تھی۔اس کی مثل اس پیاسے کی بے بس کیفیت کی مماثل ہو جاتی تھی جس کی تشنہ لبی پیاس بجھا کر بڑھ جاتی ہے۔

اسی لیئے وہ حویلی کا رخ کرنے سے کتراتا رہتا تھا لیکن پھر تھک ہار کر اس دہلیز پر جا کھڑا ہوتا جہاں اس کی زخموں پر اگردی جان بے پناہ محبت سے پھائے رکھتی تھیں تو دیگر لوگ زخم بھی فراخ دلی سے لگاتے تھے، پرانے انداز اور نئے نیزے سے تیز الفاظ سے۔۔۔

اور وہ۔۔

دی جان کی کچھ پل کی محبت سے اپنی آبلہ پا روح کو راحت پہنچانے کیلئے ایسے ہزاروں لفاظی تیروں کو سینے کے آڑ پاڑ کرنے کیلئے ہمیشہ سینا پیش کر دیتا تھا۔۔

دوسرے دن شام ڈھلے وہ آوارہ گردیاں سمیٹ کر زوالِ آفتاب کی طرح 'گلستانِ بہار' کی ساگوان کی لکڑی سے بنا بڑا سا خوبصورت پھاٹک عبور کر اندر داخل ہوا تھا۔

کئی ایکڑ زمین پر پھیلا 'گلستانِ بہار' عثمانی خاندان کے چار پیڑھیوں کے ہاتھوں سے لگائے قیمتی لکڑیوں کی مضبوط اشجار، انواع واقسام کے پھلدار قد آور درختوں اور پھولوں سے لدے پودوں سے سجا اپنے نام ہی کی طرح ایک بے حد حسین باغ تھا۔

جو اس خانہ بدوش کیلئے سرائے خانہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں اس نے اپنے لی ئے خود لکڑی کا خوبصورت کاٹیج تعمیر کیا ہوا تھا۔ باغ کی دیکھ بھال کیلئے رکھے گئے ملازمین میں چند کا اضافہ دی جان نے خاص اس کا خیال رکھنے کیلئے کیا تھا جنھیں اس نے شہنشاہ اور دیگر اپنے پسندیدہ جانوروں کی دیکھ بھال پر معمور کر دیا تھا۔ جو اس باغ کی حسن ور عنائی کو چار چاند لگانے میں پیش پیش تھے۔۔

جیپ شیلٹر کے نیچے روک کر وہ تھکے اعصاب کی چنداں پرواہ کئے بغیر تالاب کی طرف بڑھا جہاں شہنشاہ اپنے شاہانہ انداز میں براجمان تھا۔

اس پر نظر پڑتے ہی شہنشاہ نے اپنی سونڈ اٹھا کر بلند آواز میں اسے خوش آمدید کہا تو اس کے عنابی لبوں پر دلکش مسکراہٹ سج گئی۔۔

"کیسے ہو مترا۔۔۔؟"

وہ حسب عادت جا کر شہنشاہ کے سامنے کی جانب مڑے بائیں پیر پر بیٹھ گیا تھا۔ جواباً شہنشاہ نے بھی اپنے بھاری سونڈ کو عادت کے مطابق اس کے گلے کے گرد لپیٹا تو اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔۔

یہ شہنشاہ جی کے خوش آمدید کہنے کا خوبصورت انداز تھا جو دلاور عثمانی کے اعصابی تھکن کو چٹکیوں میں چُن کر راحت بکھیر دیتا تھا۔۔

"جب تم ایسے گلے میں باہیں ڈالتے ہو ناں خدا کی قسم ناز برداریاں اٹھانے والی بیوی لگتے ہو۔۔۔۔" اس کے سونڈ کو سہلاتے وہ ہنس کر بولا جس پر شہنشاہ نے گلے سے بھاری آواز نکالی تھی۔

اچھا! خفا نہیں ہو بھئی ! ! تم کہاں شہنشاہ اور میں کہاں گدا گر۔۔میں"
خاکسار بھلا تمہیں بیوی بنانے کا تصور بھی کر سکتا ہوں۔۔۔"وہ سرد آہ خارج
کر کے بولتا برابر شہنشاہ کا سر سہلا رہا تھا۔

ویسے جانتے ہو آج میں دی جان کے پاس گیا تھا،ان کے ہاتھوں سے لذیز"
پلاؤ کھا کر تو مزہ ہی آگیا۔۔۔"اس کے پر جوش انداز میں بتانے پر شہنشاہ
نے اس کی گردن سے سونڈ نکال لیا تھا۔

اب یہ ساتھ نہ لیجانے کی ناراضگی تھی یا پلاؤ اکیلے ٹھونس آنے کا غصہ یہ تو
شہنشاہ ہی جانتا تھا۔۔

ہاہاہا۔۔تم جیلس ہو سکتے ہو شہباز کے ابا کی طرح۔۔۔"دلاور کو لطف آیا"
تھا۔۔

لیکن میں نے تو انھیں بتا دیا ہے تم انھیں بالکل بھی مس نہیں کرتے ہو"
سارا دن مدمست ہو کر کھاتے ہو اور مٹر گشت کرتے ہو بس۔اور جو
"میں۔۔۔۔

"ارے۔۔ارے رے۔۔۔۔"

دلاور کی شوخ وشرارت سے بھرپور قصہ نویسی درمیان ہی تھی کہ شہنشاہ نے اپنے دائیں ٹانگ کو حرکت دیااور اگلے ہی پل وہ ارے رے رے کرتا ہوا چھپاک کی آواز کے ساتھ تالاب میں غوطہ زن تھا۔۔

"ہاہاہا۔۔۔جیلیس مخلوق۔۔۔۔ہاہاہاہا۔۔۔۔"

دونوں ہاتھوں سے پیشانی سے چپکے بال سنوارتا وہ سینے تک آرہے پانی میں کھڑا اب بے تحاشہ ہنس رہا تھااور شہنشاہ اپنی سونڈ اُپر کو اٹھائے اس گستاخ جمع غدار جمع ڈھیٹ کو جارحانہ نظروں سے گھورے جارہا تھا۔۔

ایک وہ شہباز کے ابااور ایک تم بس جیلس ہی رہنا مجھ سے۔۔"ہنس ہنس کر" سرخ ہوا وہ ٹھینگا دکھا کر چڑاتا کنارے آیااور جیسے ہی سنگی دیوار پر چڑھنے کیلئے اچکا۔

ارے!!!"شہنشاہ نے پھرتی سے سینے پر سونڈ کا زور ڈالا اور دلاور واپس" پانی میں۔۔

پھر جنتی مرتبہ اس نے کنارے پر آنے کی کوشش کی خفا شہنشاہ مستقل مزاجی سے اسی حرکت کو دہراتے اسے پانی میں ڈبکی لگانے پر مجبور کرتا رہا اور اس کی بلند دلکش قہقہے سے باغ کی فضا میں مدھر ارتعاش کا غلبہ بڑھتا رہا۔

نہیں آتا میں کنارے پر اب خوش۔۔۔"اب کی بار شہنشاہ کے سونڈ کو" زحمت دینے سے پہلے ہی وہ ہنستا ہوا پانی میں کود گیا تھا۔

شہنشاہ نے اس کی اس حرکت کو اپنی فتح تسلیم کرتے سونڈ کو اُپر اٹھا کر بلند آواز نکالی جس پر مفتوح دلاور نے دونوں ہاتھوں کو کانوں پر جما کر اپنے کمزور کان کے پردوں کو محفوظ کیا۔۔

لے جاؤ بھئی نظیر سوغات واپس!!آج شہنشاہ صاحب ایک ہینڈسم ہنک کو" نہاتے ہوئے دیکھ کر ہی پیٹ بھریں گے۔۔۔"تالاب کے بیچ و بیچ جاتے دلاور نے دو بڑے بڑے ٹوکرے بمشکل جیپ سے نکال کر لا رہے نظیر کو دیکھ ہنستے ہوئے ہانک لگائی۔

جس پر شہنشاہ کے کان کھڑے ہوئے تھے۔

اتنے فاصلے سے بھی اپنی من پسند چیز کی خوشبو محسوس کر وہ سونڈ کو دائیں بائیں ہلا کر خوشبو سے شئے کی سمت تلاش کرنے لگا۔۔

نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے اسے غور سے دیکھ رہے دلاور نے بھی نقل اتارتے گردن کو دائیں بائیں جنبش دیا اور پھر دلچسپی سے اس کی متحرک آنکھوں کو دیکھنے لگا جو اس شئے کی تلاش میں تیزی سے ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔۔

اور پھر تصدیق ہوتے ہی شہنشاہ کے بھاری بھڑکم وجود میں سرشاری کی بجلی سی کوندی سامنے کے دونوں پیر کھڑے کرتا زور سے چنگھاڑتا وہ کھڑا ہونے لگا۔۔

گومگو کی کیفیت میں وہیں کھڑے نظیر نے دلاور کو دیکھا جس نے اسے ٹوکرے ذرا قریب لا کر رکھنے کا اشارہ کیا تھا۔

اشارہ ملتے ہی نظیر تیزی سے ٹوکروں کی وزن کی پرواہ کئے بغیر تالاب کی طرف دوڑا شہنشاہ کے پوری طرح کھڑا ہونے سے قبل دونوں ٹوکرے اس کے مقابل رکھے جا چکے تھے۔۔

ایک مرتبہ پھر سونڈ بلند کر آواز نکالتے بڑے بڑے 'کٹھل' کی ٹکڑوں سے بھری دونوں ٹوکری کے قریب سونڈ لیجا کر پہلے اس نے اس دلکش خوشبو کو اندر اتارا اور پھر ان پر ٹوٹ پڑا۔

"بے مروت کہیں کا۔۔ معلوم ہے کتنی خواری اٹھا کر لایا ہوں تمہارا پسندیدہ پھل اور شکریہ کہنے کی زحمت اٹھائے بغیر ٹھونس رہے ہو۔۔۔۔"

ٹی شرٹ کھول کر کنارے اچھالتے دلاور نے مصنوعی خفگی سے اس کی بے مروتی پر چوٹ کیا لیکن ادھر شہنشاہ صاحب کا انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہا ہو 'پسندیدہ کھانے کے ساتھ لانے والے کی چار حرف تو میں ہضم کر ہی سکتا ہوں اتنا اچھا تو خیر میرا ہاضمہ ہے۔۔۔'

کچھ دیر تلک تالاب کے بیچ و بیچ سینے پر بازو باندھے کھڑا وہ متبسم نگاہوں سے شہنشاہ کو رغبت سے کھاتا دیکھتا رہا پھر نفی میں سر ہلاتا کنارے چلا آیا۔

شہنشاہ کیلئے کھانے کا انتظام کرنا اس کیلئے مخصوص ملازم نظیر کے ذمہ تھا۔اس کے علاوہ خود شہنشاہ بھی باغ کے مغربی حصے میں اس کیلئے بلخصوص لگائے گئے پسندیدہ پیر پتیوں سے لطف اندوز ہو آتا تھا۔

لیکن جب کبھی دلاور کسی ایسی جگہ جاتا جہاں شہنشاہ کی پسندیدہ کوئی پھل جھاڑی نظر آتی تو وہ ڈھیر ساری بطور سوغات لے آتا تھا۔ جیسے عام طور پر طویل سفر سے واپسی پر مسافر اپنے گھر والوں کیلئے وہاں کی خاص سوغات لاتے ہیں۔

چونکہ کل رات وہ جس جنگل کی طرف گیا تھا وہاں کٹھل کے یکاد کا پیر تھے جو کافی بلند تھے لیکن وہ پرواہ کئے بغیر چڑھ گیا تھا۔

اور اب اپنے مترا کو کھاتا دیکھ اس کی ساری محنت جیسے راحت میں بدل گئی تھی۔۔

"پسند آیا۔۔۔؟"

قریب آتے دلاور نے ایک ٹکڑا اٹھا کر اس کے منہ کے قریب لاتے پوچھا تو جواباً شہنشاہ نے لاڈ سے اس کی گردن کے گرد سونڈ لپیٹ لیا۔ جس پر دلاور نے مسرور ہوتے بے ساختہ اپنے لب رکھ دئے تھے۔

بچپن کا یار تھا اس کا یہ بے زبان ہاتھی، بول بھلے نہ سکتا ہو اشارے کنائیں اس کی ساری سمجھتا تھا۔۔۔

پھر انسان ہو یا حیوان سینے میں دل دھڑکتا ہو تو محبت و خلوص کی زبان سب کی سمجھ آتی ہے۔۔۔

سیر ہو کر کھاؤ میں پھر ملتا ہوں۔۔" سرشاری سے اس کی پشت تھپتھپا کر " مسکراتے ہوئے آگے بڑھتے اس نے نظیر کی ہوائیاں اُڑے تاثرات پر بالکل دھیان نہیں دیا تھا اگر دیتا تو شائد حالات کی سرکش موجیں اس کی زندگی میں اتنی بڑی کروٹ کبھی نہ لے پاتی۔

novel by j nikhat

وہ دشت گردی کا شوقین تھا۔ جنگل کی خاک چھاننے نکل جاتا تو اپنے جنون میں نیند، چین، بھوک، پیاس جیسی اہم ضروریات بھی فراموش کر جاتا۔

اب اس درجے جنون خیزی سے گھنے اور خطرناک جنگلوں میں بے خوفی سے گھومنے کا مقصد نئے تجربات کرنا تھا یا اپنی تنہائیوں سے دور بھاگنا یہ تو وہ یا اس کا دل ہی بہتر جانتا تھا۔۔

لیکن اس بے مقصد سیاحت سے وہ برسوں سے خود کو تھکاتا آ رہا تھا ابھی بھی جسم کے ہر ہر عضو کا تھکن سے برا حال تھا۔۔

گرم پانی سے شاور لیکر جیسے ہی وہ اپنے نرم گرم بستر پر دراز ہوا تھکن سے نڈھال اعصاب فوراً ہی اسے نیند کی گہری وادی میں چھوڑ آئے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب اس کی گہری نیند میں شہنشاہ کی چنگھاڑنے کی آواز مخل ہوئی تھی۔

آواز میں ایسی درد و بے چینی تھی کہ اس کے اعصاب سے نیند کا غلبہ پل میں اُڑن چھو ہوا اور وہ جھٹکے سے بستر چھوڑتا بنا چپل پہننے کی مہلت لیئے تیزی سے کاٹیج سے باہر نکلا۔۔

باہر ہر سوں پھیلے سناٹے میں شہنشاہ کی کراہ کی آواز گونج رہی تھی۔وہ تقریباً دوڑتا ہوا شہنشاہ کے شیلٹر کی طرف بڑھا جہاں تمام ہی ملازم حواس باختہ سے کھڑے تھے اور شہنشاہ ادھر سے ادھر بے چینی سے بھاگ رہا تھا ہٹا کٹا نظیر اسے قابو کرنے کی کوشش میں ہلکان تھا لیکن سب بے سود۔۔۔

"!!مترا"

نافہم منظر سے بھونچکا یا دلاور تیزی سے آگے بڑھتے اسے قابو کرنے کیلیئے سونڈ تھامنے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ زور زور سے سر ہلاتا اسے ایسا کرنے نہیں دے رہا تھا۔

سامنے کے دونوں بھاری پیروں کو بار بار زمین پر مارتا وہ کراہتا ہوا بے چینی سے ادھر سے ادھر ہو رہا تھا۔

اس چکر میں کئی مرتا گر کر اٹھتے وہ بتدریج کوشش کر رہا تھا لیکن درد کی باعث شہنشاہ سن نہیں رہا تھا۔۔

سارے ملازم دم سادھے وحشت زدہ سے یہ خطرناک نظارہ دیکھ رہے تھے۔ جہاں ایک پل کی چوک ہو جاتی تو وہ شہنشاہ کے بھاری قدموں تلے آ کر اپنی جان سے ہاتھ دھو سکتا تھا۔ لیکن وہ بے خوفی سے بس اپنے متر اکیلئے مستقل اپنا بچاؤ کرتا اس کے اُپر چڑھنے کی کوشش میں ہلکان تھا۔۔

وہاں موجود ہٹے کٹے ملازمین میں سے کسی میں ہمت نہیں تھی آگے بڑھنے کی ویسے بھی دلاور کا نہیں سن رہا شہنشاہ ان کی کہاں سنتا۔۔۔؟

"شانت میری جان شانت!! شانت ہو جا میرا بچہ شانت!! ہممم!!!!۔"

کافی تگ و دو کے بعد بلا آخر وہ شہنشاہ کی سونڈ تھام کر اس کی پیٹھ پر چڑھنے میں کامیاب ہوا تھا اس عمل کے دوران وہ مٹی اور پسینہ سے تربتر ہوتا بے انتہا ہانپنے لگا تھا لیکن اپنی فکر بھلائے بے انتہا محبت و توجہ سے ہولے ہولے اس کا سر سہلاتا اسے پچکار رہا تھا۔

مانوس لمس کا احساس پاتے ہی وہ کسی حد تک قابو میں آیا تو اسے یوں ہی بہلاتے ہوئے وہ شیلٹر کے نیچے لے آیا تھا لیکن باوجود کوشش کے وہ بیٹھ نہیں رہا تھا۔

بیٹھ جا میری جان! میں ہوں ناں!!۔۔"اس کے سر کا بوسہ لیتے جیسے ہی" دلاور اس کے کان سہلانے جھکا اس کی آنکھوں سے رواں پانی کو دیکھ ششدر رہ گیا۔

"مترا۔۔۔۔"

اس کی آنکھوں میں آنسوں دیکھ وہ تڑپ کر چیختا ہوا نیچے کودا تو سارے ملازمین کی پہلے سے لبوں پہ آئی جان بس قبض ہونے کو رہ گئی۔۔

کیا ہوا ہے شہنشاہ کو۔۔۔؟" پھر اس کی بلند دہشتناک دھاڑ سے ماحول پر" لرزاں طاری ہوا تھا۔

پہلے سے نیم جان نظیر اس کا یہ غضبناک روپ دیکھ سپید پڑتا ہراساں سا کئی قدم پیچھے کھسکا۔

میں نے تم سے پوچھا ہے (گالی) کیا ہوا ہے اسے۔۔۔؟" نظیر کی خاموشی" اس کے غصہ کو مزید ہوا دینے کا باعث بنی تھی تبھی اس نے اسے کالر سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

سس۔۔ سرکار۔۔ طب۔۔ طبیعت۔ خخخ۔۔ خر۔۔۔اب۔ ہوئی" ہے۔۔۔" مخدوش نظیر نے تو ہاتھ پیر ہی چھوڑ دئے تھے مجبوراً گلا نپتے گلشن بابا کو حلق تر کرنا پڑا۔

کیسے ہاں۔۔ کیسے ؟ مغرب کے وقت تو یہ اچھا بھلا کٹھل کھا رہا تھا یہاں اور" ابھی کیسے۔۔۔؟" نیم جان نظیر کو ایک جانب اچھالتا وہ بھپرے دریا کی مانند گلشن بابا کی طرف بڑھا۔

کٹھ۔۔ کٹھل کی وجہ سے ہی سرکار۔۔" اس کی جنون خیزی کے آگے گلشن" بابا سوکھے پتے کی طرح لرزنے لگے تھے۔۔

کٹھل کی وجہ سے۔۔۔؟ دماغ خراب ہو گیا ہے تم سب کا۔۔؟ پسندیدہ کھانا" "ہے اس کا۔۔۔؟

"ہے سرکار۔۔لیکن ابھی کیلئے حکیم جی نے منع کیا ہے۔۔"

"حکیم جی۔۔؟"

جج۔۔جی سرکار۔۔دو دن پہلے باغ کے مشرقی حصے میں صفائی کے دوران" شہنشاہ نے کوئی غلط پودا کھالیا تھا۔۔طبیعت خراب ہو گئی تھی تو ہم نے حکیم جی کو دکھایا تھا۔۔۔" بار بار لبوں پر زبان پھیرتے گلشن بابا نے آنکھیں میچ کر بتایا۔۔

تم لوگ کہاں مر گئے تھے۔۔۔؟ بلکہ میں کہاں مر گیا تھا۔۔؟اب بتا رہے" ہو تم لوگ مجھے۔۔اور ڈاکٹر نہیں ملا تمہیں کوئی۔۔یہ حکیم کا کیا چکر ہے۔۔۔؟"زور سے زمین پر لات مارتا وہ زخمی شیر کی طرح غرایا۔۔

ان سب کے مجرمانہ جھکے سروں کو دیکھتے اس کا جلال تباہیوں کے دہانے پر پہنچ رہا تھا۔جیسے شہنشاہ کے آنسوں اس کی جلد پر نہیں دل کی زمین پر تیزاب کی طرح جذب ہوتے اسے وحشی بنا رہے تھے۔۔

سرکار۔۔رات۔۔رات کا وقت تھا۔۔۔ڈاکٹر ملا نہیں تو حکیم جی کو"
بلوایا۔۔اچھی دوائی دی تھی انھوں نے بس کچھ دن تک کٹھل اور دو تین
چیزوں کا پرہیز بتایا تھا۔۔۔"بے ربطگی سے بتاتے وہ بمشکل ہی سانس لے
رہے تھے۔۔

تو اب کیا تم لوگ فال کھولنے کا انتظار کر رہے ہو کھلاؤ اسے وہ"
دوائی۔۔۔"شہنشاہ کے تسلسل سے بہتے آنسوں دیکھ ادھر سے ادھر چکر
کاٹتے اس کی رگوں میں خون کی جگہ شعلے محو گردش تھے۔
سسرکار وہ تو نہیں ہے۔۔۔"سب کو اپنی موت یہ کہتے بالکل قریب نظر"
آئی تھی۔۔

دل تو کر رہا ہے ساروں کو ایک لائن میں کھڑا کر کے بھون"
ڈالوں۔۔۔لیکن۔۔۔۔بتاؤ کہاں ہے اس حکیم کا گھر۔۔۔؟"بڑے ضبط
سے مٹھیاں بھینچتے اس نے سب پر قہر بار نظر ڈالی۔
"لیکن سرکار رات۔۔۔"

رات ہو گئی ہے تو کیا میرا متر اتڑپتا رہے گا۔۔۔؟"وہ زخمی اژدھے کی طرح" پھنکارا۔۔

اور یہ تڑپتا رہا تو تم لوگوں کو لگتا ہے تمہارے بدن پر میں چمڑی چھوڑوں" گا۔۔؟اب چلیں میرے ساتھ۔۔۔"سفاکیت سے کہتا غیظ و غضب کی عملی تفسیر بنا وہ گلشن بابا کا ہاتھ تھامتا کسی آندھی طوفان کی طرح اپنی جیپ کی طرف بڑھا تھا۔۔

شہنشاہ کے آنسوں اس کی تڑپ اس کی کراہ نے بالکل اس کے حواس سلب کر دئے تھے وہ بے زبان جانور تڑپ رہا تھا اور اس کی تڑپ سے دلاور عثمانی تڑپ رہا تھا۔اور اس تڑپ میں ایسی شدت و دیوانگی تھی کہ وہ ایک دنیا کو تباہ کر سکتا تھا۔

اور اس نے ایسا کیا بھی تھا اپنے غصہ کی آندھی سے بنا انجام کی پرواہ کئے ایک خطہ تہس نہس کر اپنے متر اکیلئے دوائی لیکر آیا تھا۔

پھر رات بھر اپنی بے آرامی وہاں موجود مچھڑوں کی پرواہ کئے بغیر وہ شہنشاہ کے شیلٹر میں اس کے ساتھ بیٹھا اس کی پشت سہلاتا رہا تھا۔

دوائیوں کا جیسے جیسے اثر ہوا شہنشاہ کی بے چینی راحت میں بدلتی اسے گہری نیند میں لے گئی لیکن اس نے پلک تک نہیں جھپکائی ہاتھ مستقل شہنشاہ کی پشت سہلاتے رہے، لب جا بجا کسی ننھے بچے کو پچکارنے کے انداز میں کبھی سر تو کبھی سونڈ کا بوسہ لیتے رہے۔

صبح آٹھ بجے کے قریب کہیں وہ پر سکون سو رہے شہنشاہ کے سر کا بوسہ لیکر کاٹیج میں لوٹا تھا اور شام چار بجے دوبارہ اس کی آنکھ شدید ناگواریت سے حویلی سے موصول ہوئی کال سے کھلی۔ لیکن اس سے کئی زیادہ کوفت اسے وہاں جا کر جاری فرمان سن کر ہوئی تھی۔

ایک عرصے بعد حویلی کی بلند و بالا قدیم دیواریں داجی کا جلالی تباہ کن روپ دیکھ رہی تھی۔ہر ذرہ پران کے جاہ و جلال سے برگ زرد کی مانند لرزاں سا طاری تھا۔ہر فرد ایک عرصے بعد ان کے دہشتناک غصہ کی طوفان کے مقابل مخدوش دم سادھے جہاں کا تہاں منجمد تھا۔ملازمین کونے کھدروں میں چھپے جان کی امان کی دعا مانگتے ہوئے ہلکان تھے ایک طرف دی جان اپنی خاص ملازمہ کے سہارے نڈھال سی کھڑی کسی بھی وقت بوسیدہ دیوار کی مانند ڈھے جانے تھیں۔۔

غرض ہر زی روح حویلی کا ہر گوشہ داجی کے جلالی روپ سے متزلزل پناہ چاہ رہا تھا۔اور اصل میں جس پر یہ اشتعال کا آتش فشاں پھوٹ رہا تھا وہ اطمینان سے ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر صوفے پر یوں نشستہ تھا جیسے وہ اس ماحول کا حصہ ہی نہ ہو۔یا اسے بلخصوص طلب ہی اس پر تناؤ سے محظوظ ہونے کیلئے کیا گیا ہو۔۔

گو کہ بے نیازی کا چولا اوڑھ کر ہر شئے کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھنا دلاور عثمانی کی خصلت تھی اور داجی سے منہ ماری کرنا ان کا خلفشار خون بڑھانا تو تھا ہی اس کا محبوب ترین مشغلہ لیکن آج بات کی نوعیت خاصی مختلف ہونے کے ساتھ انتہائی سنجیدہ تھی تبھی سب کی جان حلق میں اٹکی ہوئی تھی اور جس کی جان سولی پر لٹکنی چاہیئے تھی وہ عنابی لبوں پر سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی ثبت کئے آنکھوں میں دنیا جہاں کی دلچسپی سموئے ٹانگ کو ایک تسلسل سے حرکت دیتا انھیں دیکھ رہا تھا۔

میرا فیصلہ اٹل ہے۔۔کوئی اس نافرمان کو اس کی زبان میں سمجھا دے۔۔""

اس کی بے نیازی سے سلگتے انھوں نے خراش پر چکے گلے کو سہلاتے شرر بار نظر اس پر ڈالی۔

"کیا شہباز کے ابا! میں ٹھہرا سند یافتہ بد تمیز و بد لحاظ، اور یہ لوگ سارے ٹھہرے معتبر ہستیاں، بھلا انھیں میری زبان کس طرح آسکتی

ہے۔۔۔؟"ٹانگ کی حرکت بدلتے بے حد لگاؤ سے پوچھتے اس نے پیچ وتاب کھارہے وجودوں کو نظر انداز کر استہزائیہ نظر داجی پر ٹکائی۔

اے لڑکے تمہاری اتنی مجال کی ایسی گھٹیاں حرکت کرنے کے بعد بھی تم"

"زبان۔۔۔۔۔

انر جی نہیں برباد کریں اپنی چھوٹے حاکم سرکار۔۔۔"بھڑک کر آگے"

بڑھے شہباز عثمانی کی بات اس نے سرعت سے ہاتھ اٹھا کر قطع کیا تھا۔

میری فطرت وصلاحیات سے آپ اچھی طرح واقف ہیں ناں، آپ کو لگتا"

ہے میری صلاحیتوں کی تاب آپ جیسا آعلیٰ تہذیب یافتہ لا سکتا

ہے۔۔۔؟ پھر کیوں میرے منہ لگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔؟"سرد سی

مسکراہٹ لبوں پر سجائے اس نے ازلی بدلحاظی سے انھیں شٹ اپ کال دیا تو

سبھی اپنی جگہ تلملا اٹھے تھے۔

دلاور عثمانی اپنی زبان کو لگام دو یہ میری حویلی ہے۔۔"داجی کی غضبناک"

دھاڑ سے پوری حویلی تھرائی تھی پر وہ نہیں۔۔

میں ایسی کوئی دعویداری کرنے کی خواہش بھی نہیں رکھتا۔۔" تین انگلیوں "

سے شانے جھاڑتا وہ اپنی جگہ کھڑا ہوا۔

"دو دن بعد، بعد نماز جمعہ تمہارا نکاح ہے حاجی راؤف کی۔۔۔"

داجی کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی اس شانت دریا کا سینا پھٹ کر انگارے

لی ئے اُبل پڑا تھا۔۔

"! نکاح"

"! نکاح

"! نکاح"

پوری قوت سے ٹیبل کو لات مارتے وہ حلق کے بل چیخا۔

عام انسان کی زبان آپ لوگوں کی سمجھ نہیں آتی یا آپ لوگوں کو عادت پر "

چکی ہے میرا جنگلی روپ دیکھنے کی۔؟"دی جان کے خیال سے جو اس نے

اپنے اندر کے وحشی کو مشکل سے سلائے ہوا تھا ہزاروں اژدھوں کی پھنکار

لی ئے وہ اب اس پر حاوی تھا۔

جسے دیکھ ہر شخص کا سکڑا دل سمٹنے کیلئے وقفہ لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔

آخری بار بتا رہا ہوں۔۔۔میں کسی حاجی راؤف کی حجانی نوکرانی پوتی سے"
نکاح نہیں کروں گا۔کسی صورت نہیں کسی قیمت نہیں، سمجھ نہیں آ رہی
آپ لوگوں کے میری بات۔دلاور عثمانی ہوں میں کوئی بلی کا بکرا نہیں جو پکڑا
اور حلال کر دیا۔۔"اس کے انگاروں کی مانند سلگتے عضلات رگوں میں
دوڑتے اشتعال سے تن کر خون جھلکا رہے تھے۔

بکواس بند کرو اپنی نامراد!ایسی گری ہوئی حرکت کرنے کے بعد بھی"
تمہارے منہ میں زبان ہے انکار کیلئے۔۔اور تم کیا قربانی دو گے عظیم قربانی تو
وہ نیک صفت بچی دے رہی ہے جس کی قدموں کی دھول چھونے کا تم جیسا
بدبخت اہل نہیں۔۔"حقارت سے ایک سمت تھوکتے جاہ و جلال سے دا جی کا
پورا وجود برگ زرد کی مانند کانپ رہا تھا۔۔

"!میں نے کچھ نہیں کیا ہے"

"!میں نے کچھ نہیں کیا ہے"

میں نے کچھ نہیں کیا ہے !"ایک ایک چیز کو اٹھا اٹھا کر دیوار پر مارتے اس کا" بس نہیں چل رہا تھا پوری دنیا تہس نہس کر دے۔۔

اب بتائیں اور کتنے ہزار مرتبہ دہراؤں میں اپنے الفاظ جو یقین ہو۔۔۔؟ کچھ" کرنا تو بہت دور کی بات ہے میں نے اس حاجن کو دیکھا تک نہیں بلکہ سنا تک نہیں ہے ایسی کسی مخلوق کے بارے میں کوئی یقین کیوں نہیں کرتا۔۔۔؟"حلق کے بل اپنی گواہی میں چیختے ہوئے اس کے گلے میں خراش پر گئی تھی۔

جواباً وہاں موجود لوگوں نے فقط تنفر سے ہنکار بھرتے استہزائیہ نظر اس پر ٹکا دی تھی۔۔

یقین !"داجی نے ہنکار بھرا۔۔یہ ایک چیز ہے دلاور عثمانی جو تم پر کرتے" ہوئے شیطان بھی چار بار سوچے۔۔۔"داجی کے زہر خند جتاتے انداز پر اس کے تنے عضلات ایک پل کیلئے ڈھیلے پڑے تھے اور لبوں پر زخمی مسکراہٹ ٹھہری لہو رنگ آنکھوں میں عجب بے حسی کا تاثر اترا۔

دلاور عثمانی کسی کے یقین کا بھوکا بھی نہیں ہے۔۔ لیکن یہ بات تو طے ہے"

"جو آپ چاہتے ہیں وہ بھی ممکن نہیں۔۔

زچ کرنے والی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے وہ واپس بے نیازی کا چولا اوڑھ کر پر سکون ہو چکا تھا۔

نکاح تو تمہارا باپ بھی کرے گا۔۔۔"بیت کی لکڑی خشونیت سے بجی" تھی۔

یہ کھڑے ہیں۔۔ شوق سے کرائیں میرے باپ کا نکاح اعتراض کس کافر" کو ہے۔۔ بارات میں مجھے لازمی لیجایئے گا۔اور جو گواہ بننے کی سعادت حاصل ہو جائے تو۔۔اوہو ہو۔۔مزہ ہی آجائے۔"آنکھیں بند کر کے وہ یوں جھوم اٹھا تھا جیسے چشم تصور میں وہ منظر اتر آیا ہو۔۔

پھر فون ان لاک کرتے اچٹی سی نظر ہمیشہ کی طرف خاموش تماشائی کا کردار نبھا رہے باپ پر ڈالی جن کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔۔

عجیب شخص تھا یہ بھی نہ کبھی اپنے حق کیلئے بولا تھا نہ کسی اور کے حق کیلئے۔تابوت میں دفن لاش اور اس کے باپ میں فقط سانس لینے کا ہی فرق واضح تھا۔ورنہ دونوں ہی برابر تھے۔ تنفر سے سوچتے اس کی شریانوں مین زہر دوڑنے لگا تھا۔

بیہودہ بکواس بند کرواپنی ! ہماری سات نسلوں میں تم جیسا ناہنجار پیدا نہیں" "ہوا۔۔

پھر تو آپ کو میرا احسان مند ہونا چاہئے۔۔شاہکار سی حیثیت رکھتا ہوں" میں آپ کے خاندان میں۔"فون جیب میں ڈالتا وہ اپنی جگہ کھڑا ہوا۔ پھر بے تاثر نظر تمام خاموش تماشائیوں سے گزارتے ہوئے بے خوفی سے چلتا ہوا خون آشام نظروں سے خود کو گھور رہے داجی کے مقابل آیا۔

ویسے آپ مجھ پر اپنا وقت ضائع کر کے فضول میں بی پی شوٹ کروا رہے" ہیں شہباز کے ابا۔۔حاجی راؤف جیسے صوفی مزاج شخصیت تو واقف ہی ہوں گے میری لاثانی خوبیوں سے آخر کو اتنا مشہور ہوں میں۔"فخریہ کہتے ملازمہ

کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیکر اس نے زبردستی داجی کو یوں تھمایا جیسے ضدی بچے کو پچکار کر شانت کیا جاتا ہے۔۔

"پھر وہ بھلا ایک بدتمیز، بدلحاظ، بدکردار، بدبخت، آوارہ، لوفر، شرابی، کبابی، اور پتا نہیں کیا کیا۔۔ جیسے لڑکے کے ساتھ اپنی پارسا پوتی کا نصیب کیونکر پھوڑنا چاہیں گے۔۔ سو شانت ہو جائیں آپ۔۔" جبراً انھیں صوفے پر بٹھاتا وہ مڑ کر نڈھال سی دی جان کے پاس آیا جن کے آنسوں اب سوکھ چکے تھے۔

"یہاں کا درجہ حرارت کافی بڑھا ہوا ہے، میں یہاں رہا تو بارود اور آگ کو ساتھ رکھنے جیسی بات ہو جائے گی، جس کے انجام میں یہ آپ کی سپنوں کی حویلی بھسم ہو سکتی ہے۔۔ اس لئے جلد دوبارہ آؤں گا اپنا خیال رکھئے گا میرے لئے۔۔ آپ کے سوا آپ کے دلاور کا کوئی نہیں۔۔ جانتی ہیں ناں جانِ دلاور آپ۔۔۔؟" دھیمے سروں میں عجب تاثر لئے کہتا عقیدت سے ان کا ہاتھ چوم کر وہ بنا دوسری نظر کسی پر ڈالے تیزی سے نکل گیا تھا۔

اس باغی میں آپ کی جان بستی ہے نیک بخت۔۔۔؟"دی جان کے آنسوؤں"
میں واپس روانی دیکھ داجی نے زور سے ٹیبل پر گلاس پٹخا تھا۔
ظلم حد سے بڑھ جائے تو بغاوت جنم لیتی ہے حاکم سرکار!اور میرے بچے"
کے ساتھ تو انتہا ہو چکی ہے۔۔ لیکن ملال تو اس بات کا ہے کہ یہاں
بے حسوں کی لمبی قطار ہے افسوس بھی کریں تو کس پر۔۔۔لے چلو مجھے
خیراں۔۔"ایک تاسف زدہ بے بس نظر شیراز عثمانی کے جھکے سر پر ڈال کر وہ
ملازمہ کے ہمراہ مڑ گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دی جان تھوڑا سا تو کھا لیں آپ نے دوائی لینی ہے،پہلے ہی آپ کافی کمزور"
نظر آرہی ہیں کھانا نہیں کھا کر تو مزید ظلم کر رہی ہیں خود پر۔۔۔"خاموشی
سے اپنے جھڑی زدہ پر نور چہرے کو آنسوؤں سے دھو رہی دی جان کے مقابل
ٹرے رکھتے میرال ملتجی ہوئی تھی۔۔

لے جاؤ بچے ! آج کئے نئے اور انتہائی گھناؤنے تماشے نے پیٹ بڑھ دیا ہے "
میرا مزید کسی چیز کی گنجائش نہیں۔۔"سفید آنچل میں آنسوؤں جذب کرتے
ان کی آواز تکلیف سے لرز گئی تھی۔

میرال لب بھینچتی دکھ سے ان کا پر نور چہرہ دیکھنے لگی جس پر مسکراہٹ بے حد بھلی لگتی تھی۔جو اکثر دلاور کی موجودگی کی مرہون منت ہوتی تھی وہ جب ان کے آس پاس ہوتا اپنی باتوں سے اک پل کیلئے ان کے چہرے پر اداسی کے منحوس سایہ کو بھٹکنے نہیں دیتا تھا۔

بھلے اس کی موجودگی ہر آنکھ میں کھٹکتی تھی لیکن یہ حقیقت تو اپنی جگہ مسلم تھی کہ وہ دی جان کی آنکھوں کا تارا ہے دل کا سکون من کی راحت تھا جس کی ایک جھلک ہی ان کی ہر بیماری کی دوا تھی۔

اور آج کا تماشا جس قدر سنگین تھا اس کے ایسے ہی دل سوز اثرات ان پر مرتب ہونے تھے میرال کا دل دکھ سے بھرنے لگا تھا۔۔

دی جان! سب ٹھیک ہو جائے گا آپ ہمت چھوڑ دیں گی تو کیسے سب "
ہو گا۔۔"ان کے دونوں ہاتھ تھامتی وہ نرمی سے بولی۔
میرا دلاور تو سوکھے منہ نکل گیا کسی نے جھوٹے منہ اسے نہ پوچھا پھر تم "
"کیوں ہلکان ہو رہی ہو نہیں مرنے والی میں بھی بھوک سے۔۔
کرنے دو میرال بیٹا انھیں اس ناہنجار کو شاہی دستر خوان نہ پیش کرنے پر "
ماتم! جس نے گاؤں بھر میں ہماری ناک کٹوانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی
ہے اس مرتبہ۔۔۔"داجی اپنی چھڑی ایک سائیڈ پر رکھتے تنفر سے بولتے
داخل ہوئے تھے۔
بدا چھا بدنام برا اسی لیۓ کہہ گئے ہیں بڑے بزرگ!!"دی جان نے شکوہ "
کناں نگاہوں سے شوہر کو دیکھا جو ہنکار بھر کر رہ گئے تھے۔
آپ کی شہ کا نتیجہ ہے نیک بخت جو آج بات اس انتہا پر پہنچ چکی "
ہے۔۔"ان کا گریہ وزاری سے پژمردہ چہرہ دیکھتے وہ نرم پڑے تھے۔

بات کس انتہا پر ہے میں نہیں جاننا چاہتی میں بس یہ جاننا چاہتی ہوں کیا"
واقعی آپ کو لگتا ہے میرے دلاور نے یہ نیچ حرکت کی ہے۔۔۔؟"ہمت
کر کے اپنی جگہ سے اٹھتے وہ چلتی ہوئی عین داجی کے مقابل آن کھڑی ہوئی
تھی۔

متورم سوز والم کی تفسیر بنی آنکھوں میں یقین کا ایسا ایسا گہرا رنگ تھا کہ داجی
بے اختیار ہی نگاہ چرا گئے۔

میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہہ دیں شہباز کے ابا آپ یقین کرتے ہیں اس"
بیہودہ افواہ پر، خدا کی قسم ہے مجھے جو دوبارہ اک لفظ میں زبان پہ لے آؤں
اپنی۔۔۔"دی جان کے سنگین و شدت آور انداز میں ہاتھ تھام کر اپنے سر پر
رکھنے پر داجی جی جان سے لرزے تھے۔۔

"!!حاجرہ"

دہل کر اپنا ہاتھ کھینچتے ان کا پورا وجود کانپ اٹھا تھا بے یقینی سے انھیں دیکھتے
ان کا بارعب چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

دی جان کی بھیگی آنکھوں کی فاتحانہ چمک اور داجی کے کرخت چہرے کے ڈھیلے پڑتے عضلات دیکھ خاموشی سے ٹرے وہیں چھوڑ کر میرال باہر نکل گئی تھی۔

"میرا دلاور قتل کر سکتا ہے لیکن ڈاکہ نہیں ڈال سکتا ہے، کسی کی عزت پر نقب نہیں لگا سکتا، کسی بنت حوا کو رسوا نہیں کر سکتا، کسی کی عزت کی چادر تار تار نہیں کر سکتا، کبھی نہیں کسی صورت کسی قیمت نہیں، میں جانتی ہوں میرا رب جانتا ہے میرا دل جانتا ہے۔۔۔" سرشاری سے بڑبڑاتے ہوئے ان کے آنسوں کی روانی میں خاصی تیزی آگئی تھی وہ لڑکھڑاتے قدموں بیڈ کی طرف مڑتی گرنے لگی تو داجی نے بے اختیاری میں ان کا بازو تھام لیا۔۔

"سنبھل کر نیک بخت!!" انھیں نرمی سے تھام کر اپنے سہارے بیڈ پر لا کر بٹھایا تو وہ سرعت سے چہرہ موڑ گئیں۔۔

"آپ حالات کی نزاکت نہیں سمجھ رہی ہیں نیک بخت!!" باہر آتش فشاں کی طرح پھٹ رہے داجی کے لہجے میں اس وقت بے بسی ہی بے بسی تھی۔۔

اور آپ نے ایسا گھٹیاں الزام لگاتے ہوئے، ترکش کے سارے تیر" آزماتے ہوئے میرے دلاور کوانسان نہیں سمجھا تھاحاکم سرکار!!"ان کی رندھی آواز دکھ سے پھٹ پڑی تھی۔

حاکم سرکار نہیں کہیں خدارا!!آپ بھی جانتی ہیں دنیاکیلئے حاکم سرکار" تاجور عثمانی ہمیشہ سے آپ کا محکوم رہاہے۔۔"ان کے طرزانتخاب پر داجی تڑپ اٹھے تھے۔

عمر کے اس حصے میں بھی اپنی زوجہ کی اس درجہ ناراضگی انھیں بن آب مچھلی کی طرح تڑپادیتی تھی۔۔

دی جان نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔وہ کچھ ساعت ناچار نگاہوں سے ان کی پشت تکتے رہے پھر بھاری دل سے شال ایک طرف رکھ کر آکر دوسری سمت دراز ہوگئے۔۔

آپ نے دوائی نہیں لی ہے۔۔۔؟"انھیں یوں ہی لیٹتا دیکھ دی جان کی" خفگی پر فکر غالب آئی۔

آپ نے بھی تو کھانا نہیں کھایا۔۔۔"ان کے مخاطب ہونے پر وہ فوراً متوجہ "
ہوئے تھے۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔۔"

"طلب مجھے بھی نہیں۔۔۔"

بلڈ پریشر کی دوائی ضروری ہے آپ کیلئے۔۔۔"انھوں نے زور دیا۔"
کھانا آپ کیلئے بھی ضروری ہے۔۔۔"وہ دوبدو بولے۔"
میں نہیں کھا سکتیں۔۔۔"سختی سے کہتے وہ اپنی جگہ دراز ہونے لگیں۔"
سخت جان ہوں میں بھی،ایک ٹائم کی دوائی نہ لینے سے کچھ نہیں بگڑنے "
والا۔۔"وہ بھی رخ موڑ گئے تو دی جان لب بھینچ کر ان کی پشت دیکھنے لگی۔
دلاور انھیں کا کاپر تو تھا،وہی ضد وہی جنوں،وہی غصہ اور پھر وہی مہربان
روپ۔۔شائد اسی لیئے انھیں اس قدر عزیز تھا وہ۔

"!!آجائیں اب"

سائیڈ ٹیبل سے ٹرے لیکر بیچ میں رکھتی وہ بے بسی سے بولیں تو وہ فوراً ہی اٹھ بیٹھے تھے۔

دی جان بنا ان کی طرف دیکھے خاموشی سے زہر مار نوالے منہ میں ڈالنے لگی تو انھوں نے بھی اسی پلیٹ سے روٹی کے چند ٹکڑے توڑ لیئے اپنی نیک بخت کو کھاتا دیکھ کر ہی ان کا اعصابی تناؤ چھٹنے لگا تھا۔

آپ سنبھل جائیں میں آپ کو ساری تفصیل بتاؤں گا۔۔۔"ان کے" خاموشی سے بہتے آنسوں کو تکلیف سے دیکھتے وہ دل ہی دل ان سے مخاطب ہوئے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"کیا سوچ رہی ہو۔۔۔؟"

واش روم سے نم چہرے کو صاف کرتی ہوئی برآمد ہوئی میرال نے بیڈ پر بیٹھی ماتھے پر تشویش کے جال بچھائے گہری سوچ میں محو غرق مضراب سے پوچھا۔۔

آج کے ہنگامہ کے متعلق۔۔؟"پر سوچ انداز میں جواب دیتے اس نے "
میرال کو دیکھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میرال کیا واقعی انھوں نے ایسا کیا ہو گا۔۔؟"
مضراب کے پر سوچ سوال پر میرال بنا کچھ کہے مڑ کر ٹاول اسٹینڈ پر رکھتی
لائٹ آف کر کے نائٹ بلب آن کرتی آ کر اپنی جگہ دراز ہو گئی تھی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے میرال۔۔۔"توقف سے پھر مضراب کی آواز
اُبھری۔

"مجھے کیا لگتا ہے اس کی چھوڑو تم بتاؤ تمہیں کیا لگتا ہے۔۔؟"میرال نے
ٹھہرے سے انداز میں الٹا سوال کیا تو مضراب کو چپ لگ گئی۔۔

"مضراب میں گزشتہ چار سال سے اس حویلی میں رہ رہی ہوں، حویلی کے
دیگر مکین کا دلاور بھائی کے ساتھ اور دلاور بھائی کا ان کے ساتھ سرد کسی قدر
نفرت آمیز رویہ دیکھ رہی ہوں، وجہ میں نہیں جانتی نہ میرا وجہ جاننا ضروری
ہے، لیکن اتنا کہوں گی وہ جیسے بھی ہیں ان کے کردار میں جھول نہیں

ہو سکتا۔۔۔"میرال کے پر یقین انداز پر مضراب نے گردن موڑ کر نیلگو روشنی میں اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھا اور کروٹ بدل گئی۔۔

اب کیا سوچ رہی ہو۔۔۔؟"اس کے اضطرابی انداز میں دوسری بار کروٹ" بدلنے پر میرال کو واپس پوچھنا ہی پڑا۔

"مقدس بنتِ ذکاء کو۔۔۔۔۔"

"یہ کون ہے۔۔۔؟"

"حاجی حکیم کی پوتی۔۔"

اہ!!"مضراب کے نام واضح کرنے پر میرال بس اہ کر سکی تھی۔۔"

"کیا سوچ رہی ہو ان کے متعلق۔۔؟"

میں سوچ رہی ہوں اس وقت اس پر کیا بیت رہی ہو گی، اگر ایک فریق نے" آسمان سر پر اٹھایا ہے تو دوسرے کی نوح کنائی کی کیا کیفیت ہو گی۔۔۔؟"مضراب کے سوال کا کم از کم میرال کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کئی کنال کا احاطہ کئے کھڑی حویلی سے کوسوں دور تلک جہاں ہر زی روح گہری نیند کی آغوش میں دن بھر کی تھکن اتار رہا تھا، وہیں بستی کے بالکل ایک کونے میں واقعہ جامع مسجد کے عقبی حصے میں موجود حاجی حکیم کے گھر کے اس نیم اندھیرے کمرے میں کوئی جائے نماز بچھائے ساکت بیٹھا تھا۔۔ گھنی مژگان سے ٹوٹ کر گریہ وزاری سے سرخ عارضوں پر تسلسل سے لڑیوں کی طرح لڑھکتے دوپٹے میں جذب ہو رہے آنسوں میں نہ تقدیر سے شکایت پنہاں تھی نہ حالات کیلئے الزام مخفی تھا، نہ معجزے کی دہائی تھی اور نہ ہی اس بھیانک خواب کے ٹوٹ کر کرچیوں میں بکھر جانے کی التجا۔۔ بارگاہِ الٰہی میں دستِ دعا بلند کر بیٹھی اس لڑکی کے آنسوں بھی ہولے ہولے لرز رہے لبوں کی طرح بالکل خاموش تھے، جیسے کہنے کیلئے کچھ نہیں ہو۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔

کتنی ہی دیر اسی کیفیت میں رہنے کے بعد متورم چہرے پر نرم گداز ہتھیلی ثبت کر بیٹھے رہنے کے بعد وہ آنکھیں موند کر آنسوں پر بندھ باندھتی اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔۔

"آپ نے تو کچھ کہا ہی نہیں۔۔۔؟"

بغور اس کا نمکین شبنم سے دھلا گلاب چہرہ دیکھتے مریم پوچھے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔

جو سب جانتا ہو اسے مقدس بنتِ زکاء اپنی زبانی کیا بتاتی۔۔۔۔؟" جائے" نماز سینے میں بھینچتے اس کی دھیمی مترنم آواز سرسرائی تھی۔۔

"آپ نے تو کچھ کہا ہی نہیں۔۔۔؟"

بغور اس کا نمکین شبنم سے دھلا گلاب چہرہ دیکھتے مریم پوچھے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔

جو سب جانتا ہو اسے مقدس بنتِ ذکاء اپنی زبانی کیا بتاتی۔۔۔۔؟"جائے" نماز سینے میں بھینچتے اس کی دھیمی مترنم آواز سرسرائی تھی۔۔

"ہاں! تو بددعا ہی دے دیتی اسے کہ اللہ غارت کرے اس دلاور۔۔۔"

مریم!!"اس نے دہل کر ٹوکا تھا۔"

کیا غلط کہہ رہی ہوں بی بی جی۔۔؟آپ کے اُجلے دامن کو داغ دار کرنے" میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے اس بدقماش انسان نے، رسوا کر چھوڑا آپ کو اس نے ایسے ہی تو حویلی والے اس شیطان صفت دلاور سے نفرت نہیں کرتے۔۔"نفرت و حقارت سے مریم کا لہجہ آتشی ہوا تھا۔

ایسے نہیں کہتے مریم!!"اس کی آواز پست ہوئی۔"

کیوں نہیں کہتے جی؟حویلی والے ہیں تو کیا ہم غریبوں کی عزتوں کو" "روندنے کا حق حاصل ہے انھیں۔۔

عزت وذلت اس رب کے ہاتھ ہے مریم! اس ذات واحد کے علاوہ کوئی"
عزت ومرتبہ یا ذلت وپستی دینے کا اہل نہیں، آپ دوبارہ ہمارے مقابل کسی
"کیلئے بھی ایسے رکیک الفاظ کا استعمال نہیں کریں گی اور جا کر سو جائیں۔۔۔
جائے نماز جگہ پر رکھتے اس کی آواز بے شک دھیمی تھی لیکن پژمردہ لہجے
میں ایسی قطعیت بھری فہمائش شامل تھی کہ مریم بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے
نکل گئی جبکہ وہ شکستہ قدم اٹھاتی آکر اپنے بستر پر بیٹھی تھی۔۔۔
خوبصورت نقوش سے مزین نرم وملائم گلاب سے چہرے کی شادابی پر سوز و
الم کی دبیز پرت چھائی ہوئی تھی، شفاف نین کٹوروں میں اتری تراوٹ میں
پر سوز اضطراب تیر رہا تھا، باقی دل خاموش دماغ چپ، لب مقفل۔
جب زندگی کی پر سکون کشتی حالات کی کسی ایسے منجھدار سے نبرد آزما
ہو جائے جو آپ کے وہم وگمان میں بھی نہ ہو ایسے میں توکل کا دامن تھامے
رکھنا بے حد کٹھن ہو جاتا ہے، اس وقت وہ اسی کٹھن آزمائش کی زد میں تھی۔

ہمارا ہاتھ مت چھوڑنا۔۔ ہمیں دنیا کی پرواہ نہیں ہم تیری نظروں سے نہیں" گرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔"اپنی گداز ہتھیلی کی بے ترتیب لکیروں پر نظر گاڑے اس کا مغموم دل شدت سے التجائیہ سجدہ ریز ہوا تھا۔۔

پھر آہستگی سے جلتی آنکھیں موند کر وہ اپنی جگہ دراز ہوئی تو نم پلکوں کی اوٹ میں دو دن پہلے کا منظر پوری جاذبیت کے ساتھ اترنے لگا جب اس کی اپنے متعین سمت ور فتار میں بہتی خوش و مطمئن دریا کی مانند بالکل پر سکون زندگی اپنے معمول پر رواں دواں تھی۔۔

جس میں وقتاً فوقتاً چھوٹی موٹی خوشی وانبساط کے موقعے شریر لہروں کی طرح ہل چل مچانے آکر زندگی کا احساس دوچند کر دیتے تھے۔۔

پھر نجانے کیسے اس غیر متوقع اور انتہائی خطرناک طوفانی لہر نے اچانک ہی اس شانت دریا کا رخ کر قہر برپا کر دیا۔۔

اس رات کی پرچھائیاں ذہن میں اترنے پر سراسیمہ ہو کر وہ پٹ سے آنکھیں کھولتی اٹھ بیٹھی تھی پھر تیزی سے دھڑک اٹھے دل پر ہاتھ رکھتی لب بھینچ کر دو دن پہلے کی مناظر میں کھو گئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

'اللہ اکبر'

کی صدا بلند ہوتے ہی وہ حسب معمول سر پر دوپٹہ درست کرتی اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھی گئی تھی۔ہر سوں قائم خاموشی کی حکومت پر غلبہ بناتی صدائے حق کی آواز سماعتوں کو بے حد بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

وہ زیر لب اذان کا جواب دیتی ہوئی آنکھیں موندے اس مقدس بلاوے کی ایک ایک پیغام کو سماعتوں کے ذریعہ اپنے قلب میں اتارتی رگ وپے میں دوڑتے خون میں ایمان کی حرارت و سکون کو باآسانی محسوس کر پا رہی تھی۔

اذان ختم ہوتے ہی اذان کی بعد کی دعا پڑھ رہی تھی جب حسب معلوم دروازے پر تین بار دھیمی سی دستک ہوئی ساتھ حاجی حکیم کی نرم سی آواز بلند ہوئی۔

"!!مقدس بیٹا اٹھ کر نماز پڑھ لیں"

"!!جی ابا"

مبہم سے انداز میں جواب دیتی وہ بستر چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

ابا کی قدموں کی چاپ دور ہوئی تو وہ نازک کومل پیروں میں سلیپر اڑستی واش روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

فجر کی اذان کے ساتھ ان دو جملوں کا تبادلہ ان دادا پوتی کے معمول کا حصہ تھا۔

حاجی حکیم جانتے تھے مقدس اذان کی پہلی صدا کے ساتھ جاگتی ہے اور وہ جانتی تھی حاجی حکیم دستک اذان کے ختم ہوتے ہی دیں گے پھر بھی برسوں سے یہ سلسلہ چلا آرہا تھا۔

خشوع و خضوع سے وضو کر کے نماز ادا کرنے کے بعد تلاوت سے فارغ ہو کر وہ بڑا سا سفید بے داغ دوپٹہ اپنے گرد لپیٹے تسبیح لیکر روم سے باہر نکل آئی تھی۔

چار بیڈ روم ایک کچن اور کھلے دالان پر مشتمل یہ گھر ان دادا پوتی کیلئے کافی سے زیادہ تھا۔

دالان سے گزرتے ہوئے برانڈے کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکل آئی تھی۔

باہر ہنوز ملگجا سا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

ہرے بھرے آنگن کا حصہ بے حد کشادہ تھا۔ جس کی دائیں دیوار سے لگے نل سے پائپ لگا ہوا تھا۔ نل کھولتے پائپ لیکر باؤنڈری کی اونچی دیواروں کے ساتھ بنی ہری بھری کیاریوں کو سیراب کرتی ہوئی وہ زینوں کی طرف آئی تھی برانڈے کی داہنے سرے سے اُپر جاتے زینے کے ہر قدم پر ایک گملا رکھا ہوا تھا جس میں مختلف نسل و نوع کے پودے تھے۔

انھیں سیر اب کر کے وہ واپس نیچے آکر برانڈے کے دونوں جانب موجود گملوں کے قطار کو سیر اب کرنے لگی تھی۔

حاجی حکیم کے گھر کا پیشتر حصہ سر سبز و شاداب تھا۔

نہ صرف یہاں بلکہ گھر کے اندرونی حصے میں بھی جگہ جگہ گملے پائے جاتے جن میں پودے کیا تھے کسی نہ کسی مرض کی دوا تھے۔

بھلے سادہ انسان کیلئے یہ فطرت دوستانہ نظارہ محض آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان تھا لیکن ایک ماہر طبیب کیلئے ایک معمولی گھاس سے لیکر حسین پھول اور ناپسندیدہ کانٹے کچھ اور ہی معنٰی رکھتے تھے۔۔

آب یاری کا کام مکمل کرنے تک معمول کے تسبیحات کا تہائی حصہ وہ مکمل کر چکی تھی۔ ساتھ اس دوران وہ مسجد سے بلند ہو رہی تجویدِ قرآن کی پُر سحر آواز سے بھی سماعت معتر کرتی رہی تھی۔

کام مکمل ہونے تک ملگجا اندھیرا ابھی کافی حد تک چھٹ چکا تھا وہ نل بند کرتی اندر چلی آئی تھی۔

چھوٹے موٹے کاموں سے فارغ ہو کر وہ کچن میں آٹا گوندھنے بیٹھی ہی تھی کہ حسب معمول پھاٹک کھلنے اور بند ہونے کی معمولی سی آواز کے ساتھ با آواز بلند

"!السلام علیکم"

گونجا۔

اور ذرا سے توقف سے سفید جبہ میں سر پر سفید رومال باندھے حاجی حکیم کا پر منور و مہربان چہرہ کچن دہلیز پر نمودار ہوا۔

"!!کیسی ہے ہماری رحمت"

حسب عادت شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے وہ برنر کی طرف بڑھے تھے۔

"کیا بن رہا ہے؟خوشبو تو بہت لذیز آ رہی ہے۔۔"انھوں نے پوچھنے کے ساتھ خود ڈھکن اٹھا کر ہانڈی دیکھ بھی لیا تھا۔

جواباً مقدس نے فقط مسکرانے پر اکتفا کیا تھا کیونکہ وہ زیر لب کوئی صورت پڑھ رہی تھی۔

سائیڈ سے موڑھا لیکر حسب عادت اس کے مقابل بیٹھتے آٹا لیکر وہ اب چھوٹے چھوٹے پیڑے بنانے لگے تھے۔۔

یہ ان کی عادت تھی وہ مقدس کی ہر گھریلو کام میں ہاتھ بٹاتے تھے خواہ وہ کام کچن کا ہی کیوں نہ ہو مقدس کبھی منع کرتی بھی تو یہ سنتِ رسولؐ ہے کہہ کر خاموش کروا دیتے تھے۔

ان دونوں دادا پوتی کی مصروفیت بہت محدود اور مستقل تھی ساتھ پکانا ساتھ کھانا اور ساتھ مل کر جڑی بوٹیاں پیس کر مختلف امراض کی دوائیاں بنانا۔۔

حاجی حکیم کا اصل نام راؤف حکیم تھا۔ان کے خاندان میں ایک زمانے سے سب حکیم ہی تھے لہٰذا خاندان میں سب کے نام کے آخر میں حکیم لازم تھا۔ لیکن حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد سے حاجی حکیم کے نام سے 'راؤف' ہٹ کر حاجی حکیم ہی مستقل رہ گیا تھا۔پرانے امراض خاص طور پر

ہڈیوں کا وہ اثر آموز علاج کرتے تھے دور دراز سے لوگ ان کے یہاں علاج معالجہ کیلئے آتے تھے اور اللہ انھیں شفاء بھی عطاء کرتا تھا۔۔

بڑی مسجد میں وہ ایک زمانہ سے امام و خطیب تھے مسجد کی خدمت کرنا، گاؤں والوں کی دینی معاملات میں رہنمائی کرنا اور اپنی خداداد صلاحیت سے خدا کی مخلوق کی خدمت کرنا ہی ان کی زندگی کا مقصد تھا۔

برسوں پہلے اللہ نے انھیں بمعہ اہل و عیال اپنا گھر دیکھنے کی سعادت حاصل کرنے مکہ مکرمہ بلوایا تھا جہاں حج کے دوران مینا میں مچی بھگدڑ میں رضائے الٰہی سے ہلاک ہوئے اکلوتے بیٹے بہو کو اسی پاک سرزمین میں سپرد خاک کر وہ کل اثاثہ کے طور پر ننھے حاجی حاجن پوتا پوتی کو ساتھ لیکر لوٹے تھے۔

جن کی دینی احکام کے مطابق انھوں نے نہایت عمدہ خطوط پر پرورش کی تھی جس کی ہر عام و خاص مثال دیتا تھا۔

دونوں ہی بھائی بہن بچپن ہی سے حاجی حکیم کی صحبت فیضی کے باعث صوم و صلوت کے پابندہ اور اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل وکامل ایمان رکھنے والے نرم مزاج وخوش اخلاق شخصیت کے حامل پروان چڑھے تھے۔۔

فطرتاً وہ نہایت ہی نرم خو،انسان دوست اور عاجزی پسند انسان تھے۔۔ان کی یہ نادر خصوصیات ان کی پرورش میں بھی بے حد نمایاں تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔۔۔"

ننھی فاطمہ نے اپنی توتلی زبان میں ترجمہ کر کے اپنی بڑی بڑی معصوم آنکھیں اٹھا کر مقدس کو دیکھا۔

"فاطمہ اچی بچی اے۔۔۔"

مقدس کی نرم لبوں پر حوصلہ افزا تبسم کی بہار دیکھ خوشی سے تالی بجاتی وہ اچھلنے لگی تھی۔۔

ہماری فاطمہ واقعی بہت اچھی بچی ہے، پہلا کلمہ یاد کر لیا وہ بھی ترجمہ کے "

"ساتھ۔۔۔

ظہر کی نماز ادا کر کے آئے حاجی حکیم نے فاطمہ کے سفید اسکارف سے ڈھکے سر پر دست شفقت رکھا تو خوشی کے مارے اس کی گلابی رنگت مزید گلابیاں بکھیرنے لگی۔۔

"فاطمہ اب مدرسہ جائے گی۔۔۔؟"

اس نے پر جوش ہوتے سوالیہ نظر مقدس کے ساتھ بیٹھی جڑی بوٹیاں چھانٹ رہی ماں پر ڈالی۔

"بالکل! جائے گی۔۔۔"

باہر کام کر رہے فاروق پر نظر ڈال کر حاجی حکیم بولے تو وہ ہولے سے مسکرا دیا۔

وہ لوگ اس وقت گھر کے بیرونی حصے میں موجود تھے جہاں دو بڑے بڑے ہال نما کمرے بنے ہوئے تھے، ایک کمرہ کیا تھا مکمل کتب خانہ تھا اُپر سے نیچے

تک کتابیں ہی کتابیں۔۔ جن میں کثیر تعداد دینی اور علمِ طبیب کی نادر و نایاب کتابوں کی تھی۔۔

کئی کتابیں تو ہاتھ سے جانوروں کی کھال اور درخت کی چھال پر لکھی ہوئی تھی، جو حاجی حکیم کی حکیمانہ شجرہ نسب کا منہ بولتا ثبوت تھے۔

فارغ اوقات میں جنھیں پڑھنا اور گھنٹوں ان پر تبصرہ کرنا ان دونوں دادا پوتی کا پسندیدہ ترین مشغلہ تھا۔

اس گھر کا حصہ ہو کر بھی اس سے بالکل الگ تھلگ حکیم خانہ آنے کیلئے ایک چھوٹا سا دروازہ گھر کے اندر سے کھلتا تھا جبکہ اصل آمد و رفت علیحدہ طور پر پچھلے سڑک سے ہوتی تھی۔

حکیم خانے کا خادم فاروق اپنی بیوی زینب، بہن مریم اور تین سالہ بیٹی فاطمہ کے ساتھ پڑوس میں ہی رہتا تھا۔

یہاں کی جھاڑ پونچھ، مریضوں کی ضروریات کا خیال رکھنے کے علاوہ دیگر چھوٹے بڑے کام ان دونوں میاں بیوی کے ذمہ تھا۔

عموماً مقدس حکیم خانہ کسی کی بھی موجودگی میں نہیں آتی تھی پر ننھی فاطمہ کی ضد کے آگے کبھی کبھار ہتھیار ڈال دیتی تھی۔

چونکہ فاروق اور زینب کام میں مصروف ہوتے تھے لہٰذا فاطمہ زیادہ اوقات اسی کے ساتھ ہوتی تھی، جسے وہ اکثر کھیلتے کودتے کچھ نہ کچھ سکھا دیتی تھی جسے سیکھ کر وہ پھولے نہیں سماتی تھی۔۔

"کوئی مسئلہ ہے ابا۔۔۔؟" ان کی پیشانی پر شکنوں کا جال بچھا دیکھ ساگوان کی مضبوط الماڑی سے کتاب لیتی مقدس ان کے قریب آئی تھی۔

"ایسا کوئی خاص نہیں۔۔" انھوں نے سر جھٹکتے ٹالنا چاہا۔

"پھر آپ پریشان کیوں نظر آرہے ہیں۔۔۔؟"

"آپ سے ذکر کیا تھا ناں شیخ صاحب کا؟ دراصل ان کے بیٹے فوج میں ہے تو ان دنوں چھٹی نہیں ملی انھیں، اور شیخ صاحب کو یہاں لانے والا دوسرا کوئی نہیں ہے ان کے پاس، تو ان کے بیٹے نے بلخصوص فون کر کے اسرار کیا ہے کہ میں ایک دن کیلئے ان کے گھر مہمان بن کر شیخ صاحب کو دیکھ لوں کہہ

رہے تھے خاصا افاقہ ہوا ہے۔۔۔"انھوں نے فکر مندی سے بتایا تو مقدس چند ساعت انھیں دیکھے گئ۔

یہ پہلی بار قطعی نہیں تھا اکثر حاجی حکیم اپنے کچھ مریضوں کے گھر خود پہنچ جاتے تھے۔

لیکن ایک دن کیلئے۔۔؟ یہ کچھ نیا تھا۔۔

مطلب آپ کو رات وہاں ٹھہرنا ہو گا۔۔۔؟"مقدس نے کچھ پریشانی ہو کر" پوچھا۔

اس کی مترنم آواز اتنی ہی اؤنچی تھی کہ حاجی حکیم کی سماعت تک پہنچ سکے۔۔

ہاں بیٹا ہم صبح بھی یہاں سے روانہ ہوں تو پہنچنے تک ظہر کا وقت نکل جائے" گا پھر واپسی کریں بھی تو خاصی رات ہو جائے گی راستوں کا بھی مسئلہ ہے۔۔۔"وہ شش و پنج کا شکار تھے۔

مقدس بھی سوچ میں پڑ گئ۔۔

میں نے دوائی تیار کر رکھی ہے، تین مہینے مکمل ہو چکے ہیں ہڈی بیٹھ گئی ہو گی"
ان کی، اب بس ایک بار درست انداز میں دوائی لگا کر باندھ دیا جائے تو اللہ
نے چاہا تو وہ تھوڑا بہت چلنے پھرنے لگیں گے کم از کم ضرورت کی حد
تک۔۔"انسان دوست فطرت کے مالک حاجی حکیم اپنے ہر مریض کیلئے
اتنے ہی پریشان ہوتے تھے۔
حکیم جی! اتنا ضروری ہے اور آپ اتنا برا محسوس کر رہے ہیں تو آپ چلے"
جائیں مقدس بہن کے پاس زینب رہ جائے گی۔ باقی تو سب کا اللہ وارث
ہے۔۔"فاروق وہی سے بولا
مقدس کہ شرعی پردے کا معلوم تھا سبھی کو اس کی موجودگی میں وہ اندر نہیں
آتا تھا۔۔
"ہمممم!!!"
فاروق کے سمجھاؤ پر حاجی حکیم نے خاموش نظر مقدس پر ڈالی جو کتاب کی
مطالعہ میں مصروف ہو چکی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دوسرے دن صبح ہی صبح واپس سے شیخ صاحب کے بیٹے کے فون پر اصرار کرنے پر حلیم طبع حاجی حکیم مزید عذر تراشی سے کام نہیں لے پائے تھے۔اور زینب اور فاروق کو گھر رہنے کی ہدایت کر وہ کل صبح ہی صبح لوٹ آنے کا وعدہ دیکر رخصت ہو گئے تھے۔

زینب اور فاروق کیلئے اضافی کمرہ کھول کر وہ فاروق کی بہن مریم کے ساتھ اپنے روم سونے چلی گئی تھی۔۔

رات کا نجانے وہ کونسا پہر تھا جب پھاٹک پر ہو رہی دھرا دھر دستک سے وہ دہل کر اٹھ بیٹھی تھی۔

آنے والا دستک کیا دے رہا تھا بس پھاٹک توڑ کر اندر آنے کی کسر چھوڑے ہوئے تھا تضاد اس کی چنگھارتی ہوئی آواز وہ حواس باختہ سی سر پر دوپٹہ درست کرتی کھڑکی کی اوٹ میں آئی تھی جہاں سے آنگن کا احاطہ نظر آتا تھا۔

تبھی ہاتھ میں بڑی سی لاٹھی اٹھائے برآمدے کا دروازہ کھول کر فاروق برآمد ہوا اور نہایت بلند و کرخت آواز میں آنے والے کو لتاڑتا ہوا پھاٹک کی طرف بڑھا۔۔

اور جیسے ہی دوسری جانب سے پے در پے دستک کے ساتھ غراتی آواز میں تعارف ہوا فاروق کی ساری تیز طراری خوف و سراسیمگی میں بدل گئی تھی۔

مم۔۔مافی۔معافی۔۔سرکار۔۔۔حکیم۔۔حکیم جی تو نہیں ہیں۔۔۔""

پھرتی سے پھاٹک کھولتے وہ خوف سے اُلٹے قدم ایسے پیچھے کی جانب لے رہا تھا جیسے مقابل انسان نہیں ملک الموت ہو۔

یا شائد وہ تھا ہی ملک الموت جس کا ادراک دوسرے ہی لمحے مقدس کو ہوا تھا۔

"کہاں گئے ہیں۔۔۔۔؟"

فاروق کو کالر سے کھینچ کر اپنے مقابل کرتے اس کے صور اسرافیل کی جیسی آواز پر دہشت زدہ مقدس نے نکلی خوفناک چیخ کو دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر روکا تھا۔

جبکہ آنے والا مضبوط و بلند ہیولہ آنگن کے بیچ و بیچ کھڑا خوف و ہراس سے کانپتے ہوئے تاویلیں پیش کر رہے فاروق پر قہر بن کر ٹوٹ رہا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے کئی گملوں کو نہایت بے دردی سے ٹھوکر مار دیا تھا۔۔

اندر ہولے ہولے کانپ رہی مقدس کا دماغ اس ہیبتناک منظر خاص کر آنگن کی غیر واضح روشنی میں دور تلک بن رہے اس قہر ساماں شخص کے سایہ کو دیکھتے اس قدر ماؤف ہو چکا تھا کہ باہر اتنی بلند آواز میں ہو رہے ہنگامے کی آواز اسے گہری کھائیوں سے آتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔

خوف و ہراس سے نیم جان ہوتی وہ پسینہ میں تر بتر وہیں دیوار سے ٹیک لگاتی بیٹھتی چلی گئی تھی۔

جب باہر سے مریم دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی۔۔

بی بی جی۔۔وہ۔۔وہ دلاور۔۔دلاور سا آئیں ہیں اور کسی ہاتھی کی دوائی مانگ " رہے ہیں۔۔۔ورنہ۔۔ورنہ وہ سب۔۔۔تباہ کر دیں گے وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔۔۔۔"فاروق کی درگت دیکھ کر آئی وحشت زدہ مریم نے پکڑ کر اس جھنجھوڑ دیا تھا۔۔

ہ۔ہہ۔۔ہاتھی۔۔کیسا ہاتھی۔ہم۔۔ہمیں۔کچھ نہیں معلوم۔۔۔"اکھڑتی " سانسوں کو کھینچتے اس نے سن ذہن پر زور ڈالنا چاہا لیکن باہر سے بلند ہوتی آواز حواس یکجا ہونے نہیں دے رہے تھے۔۔

ججج۔۔جلدی کچھ کریں بی بی ورنہ وہ مار دیگا فاروق کو۔۔۔"گود میں فاطمہ کو " اٹھائے روتی ہوئی زینب بھی آکر اس کے قدموں میں بیٹھتی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔۔۔

"ہہم۔۔ہم میں۔۔کیا کریں۔۔ہماری۔۔ سمجھ نہیں آرہی۔۔۔" دونوں مٹھی میں بال جکڑتے اس کی آنکھوں سے بے بسی کے آنسوؤں کا چشمہ پھوٹ پڑا تھا۔۔

کک۔۔۔کوئی ہاتھی ہے ان کا جن کی دوائی بنائی تھی حکیم جی نے۔۔اور"
اب وہ ہاتھی واپس بیمار ہو گیا ہے اور اس کی دوائی چاہیئے
انھیں۔۔۔آپ۔۔آپ سوچیں ناں۔۔آپ کو۔۔آپ کو تو حکیم جی سب
بتاتے ہیں ناں۔۔۔۔"متحوش مریم نے اٹکتے اٹکتے آسانی کیلئے مزید تفصیل
بتائی تو اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا۔
وہ فوراً تمام ترہمت مجتمع کرتی سرپٹ حکیم خانے کی جانب کھلتے دروازے کی
طرف دوڑی تھی۔۔
اتفاق سے حاجی حکیم نے اس ہاتھی کیلئے دوائی اس کے سامنے ہی بنائی تھی
جس میں استعمال ہونے والی بوٹیاں معمولی سی ہی تھی جو خوش قسمی سے
سامنے ہی رکھی ہوئی تھی۔ جیسے تیسے ہاتھ مار کر تمام بوٹیوں کو وہاں رکھے
لکڑی کے برتن میں لیتی وہ گرتی پڑتی واپس رہائشی حصے کی طرف دوڑی
تھی۔۔

"یہ۔۔یہ۔۔لوان سے کہنا۔۔نن۔۔نیم گرم پانی میں ڈال کر پلادیں۔۔۔"

لرزتے ہاتھوں سے برتن مریم کو تھماتی وہ بے جان ہوتے قدموں کے ساتھ گرنے کے انداز میں وہیں ٹھنڈے فرش پر بیٹھ گئی تھی۔

جبکہ مریم سرپٹ باہر کی جانب دوڑی تھی۔

پھر توقع کے عین مطابق وہ طوفان اپنی غیظ و غضب سے لرزاں فضاء پر سکتہ طاری کرتا رخصت ہو گیا تھا۔

جس پر سب ہی نے بے اختیار شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔

لیکن کون جانتا تھا تباہ کن طوفان بھلے ٹل گیا تھا لیکن اس کی تباہیوں کے سنگین نشان جو وہیں ان در و دیوار سے چمٹے تھے وہ اس سمندر کی تہ میں محفوظ سیپ کے اندر مدفن موتی سی پاکیزہ لڑکی کیلئے ایک دل سوز آزمائش ثابت ہو گا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"بنجارے بھی جگہ مقام دیکھ کر پراؤ ڈالتے ہیں، کم از کم حفاظتی اقدام کے تحت ہی کچھ دیکھ بھال لیتے ہیں۔۔ لیکن تم۔۔۔۔۔؟"

معظم جو آدم خور چیتے کی خبر سے گاؤں کے لوگوں میں پھیلی دہشت کے پیش نظر اپنی ٹیم کے ساتھ صبح وشام گاؤں والوں کی حفاظت کو یقینی بنانے کیلئے پوری چوکسی کے ساتھ دورہ کر رہا تھا اسے وہاں پہاڑ کی چوٹی پر بے فکر پڑا دیکھ سخت نالاں ہوتا اس کے قریب آیا تھا۔

چیتا ملا۔۔۔؟"اس کی سرد آواز اُبھری۔"

نہیں! ایک پاگل خبطی شیر ملا ہے۔۔۔"اس کے لاپرواہ انداز پر معظم" بھڑک اٹھا تھا۔

پھر اس خبطی شیر کی آرام میں کیوں مخل ہو رہے ہو؟ جان نہیں پیاری" تمہیں ننھے آفیسر۔۔۔؟"اس کے ناگوار لہجے میں کسی ناراض شیر سی ہی غراہٹ تھی۔

تمہیں پیاری نہیں کیا۔۔۔؟"اس نے چڑ کر پوچھا۔"

ہوتی تو میں یہاں ہوتا۔۔؟"دھواں کا مرغولہ ہوا میں چھوڑتے اس کے دو" بدو جواب میں استہزائیہ کاٹ تھی۔

معظم نے سختی سے لب بھینچ کر جیپ کی بونٹ پر دونوں ٹانگ لٹکا کر بیٹھے سگریٹ پھوک رہے اس خبطی شخص کی پشت کو بڑے ضبط سے دیکھا تھا۔۔ پہاڑ کی اس چوٹی تک چلتے ہوئے بھی آنا جہاں عام انسان کیلئے مشکل تھا یہ سائیکی کیس نجانے کیسے اتنی بھاری جیپ لیکر پہنچ گیا تھا تضاد بے خوفی کی عظیم مثال قائم کرتا جیپ کو بالکل کنارے پر کھڑا کر بیٹھا بھی تو بونٹ پر تھا جیسے یہ جیپ کا بونٹ نہیں اس کی بالکنی ہو اور نیچے خطرناک کھائی نہیں اس کے خوبصورت گارڈن کا حسین منظر ہو۔۔۔۔

وہ لوگ تو پیارے ہیں ناں جن کیلئے خون خرابہ کرنے سے بھی تم دریغ نہیں کرتے۔۔۔؟"توقف سے معظم کے طنزیہ جتاتے سوال پر اس کا سگریٹ کی پیکٹ سے سگریٹ برآمد کرتا ہاتھ ہوا میں معلق ہوا تھا۔۔

تین دن سے مارے مارے پھر رہے ہو نہ تمہیں کھانے کا ہوش ہے ناں" اپنی حفاظت کا۔۔اس خود فراموشی کی عالم میں ایک مرتبہ بھی سوچنے کی زحمت کی تمہارے اس طرح لاپتہ ہونے سے ان پر کیا گزر رہی ہو

گی؟تمہاری سلامتی کیلئے رات دن پریشان دی جان کا کیا حال ہو گا،اس بے زبان شہنشاہ کا کیا حال ہو گا۔۔؟یاان تمام بے زبانوں کا خیال آیا ذہن میں جنھیں تم جان سے عزیز رکھتے ہو جو تمہیں جان سے عزیز رکھتے ہیں۔۔۔۔؟"معظم کے تلخ انداز میں یاد دہانی کرانے پر سگریٹ کی پیکٹ کو کھائی میں اچھالتے اس نے زور سے بونٹ پر ہاتھ مارا تھا۔۔۔

اب بہت ہوا تمہارا۔۔چپ چاپ سے نیچے اترو اور میرے ساتھ "

"چلو۔۔۔

"حکم دے رہے ہو۔۔۔؟"

"ظاہر سی بات ہے۔۔۔"

تمہیں نہیں پتا دلاور عثمانی کا دوسرا نام نافرمان ہے۔۔۔؟"اس نے زخمی" لہجے میں سوال کیا۔۔

"جو بھی ہو میرے ساتھ چلو تم۔۔۔"

معظم نے زچ ہوتے آگے بڑھ کر اس کا بازو تھامنا چاہا لیکن وہ اس سے پہلے ہی بونٹ پر دونوں بھاری بوٹ سے مزین پیر ٹکاتا، ہوا میں اچھل کر گلاٹی مارتا ہوا اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔۔

اور مزے کی بات۔۔اب تو میں بد کردار بھی ہو گیا ہوں۔۔اور پتا ہے کس" گھر پر نقب لگانے کا الزام ہے مجھ پر۔۔۔؟"اپنی بے انتہا سرخ آنکھوں میں چبھتی ہوئی مسکراہٹ سموئے وہ رازدارنہ معظم کے شانے پر ہاتھ رکھتا جھکا۔۔۔

"حاجی حکیم کی پارسا حاجن پوتی پر۔۔ہاہاہاہا۔۔۔۔۔"

اور مزے کی بات۔۔اب تو میں بد کردار بھی ہو گیا ہوں۔۔اور پتا ہے کس" گھر پر نقب لگانے کا الزام ہے مجھ پر۔۔۔؟"اپنی بے انتہا سرخ آنکھوں میں

چبھتی ہوئی مسکراہٹ سموئے وہ رازدارنہ معظم کے شانے پر ہاتھ رکھتا جھکا۔۔۔

"حاجی حکیم کی پارسا حاجن پوتی پر۔۔ہاہاہا۔۔۔۔۔"

منہ پیچھے گرا کے بلند بانگ قہقہہ لگاتا وہ اپنے اندر کی توڑ پھوڑ کی آواز دبانے کی کامیاب کوشش کر رہا تھا لیکن اس کے گونجتے کھوکھلے قہقہے میں کھنکتی اذیت کی ٹوٹی کرچیاں معظم کی سماعت پر من و عن اترتی اس کے دل کو دکھ سے بھر رہی تھی۔۔

"ارے! ایسی مسکین شکل ڈال کر کیا دیکھ رہے ہو مبارک باد دو مجھے نیا لقب نیا خطاب اپنے نام کیا ہے۔۔۔۔؟" معظم کی تاسف زدہ نظریں خود جمی دیکھ اس نے مصنوعی خفگی کا اظہار کرتے اس کے شانے پر مکا جڑا۔

جس پر معظم نے کوئی رد عمل کا اظہار نہیں کیا تھا وہ یک ٹک اس کے چہرے کے عضلات میں رچی بسی اذیت کی گہری چھاپ دیکھ رہا تھا، خون آشام آنکھوں میں تیرتی لہولہان دل کی تڑپ و بے بسی دیکھ رہا تھا۔۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے اب!! زہر لگتے ہیں مجھے ایسی عجیب نظروں سے" گھورنے والے لوگ۔۔۔"اس کی گہرائی میں اترتی نظروں سے مشتعل ہوتے اس نے زور سے معظم کو پیچھے کی جانب دھکا دیا جو دو قدم پیچھے کی سمت لڑکھڑاتا اس کا وہی ہاتھ تھام گیا تھا۔۔

میرے ساتھ میرے کاٹیج چلو۔۔۔"معظم کی نظریں ہنوز اس کے" چہرے پر تھی۔۔

کیوں تم میرے اباہو۔۔۔؟"اس نے کوفت سے ہاتھ چھڑانے کی" کوشش کی۔

دوست ہوں تمہارا۔۔۔"معظم کی گرفت سخت ہوئی تھی۔"

اچھا۔۔۔؟میں نے تمہیں اپنا دوست کب بنایا۔۔۔؟"کوشش ترک کر" اس نے استہزائیہ بھویں چڑھائی۔

دلوں کے تعلق بنائے نہیں جاتے، خود بن جاتے ہیں۔۔۔"معظم کے" لہجے میں خلوص کی خاص تپش تھی۔

"اور جس کے سینے پر میں دل ہی نا ہو۔۔۔؟"

ہر سینے میں دل آباد ہوتا ہے، بس! فرق اتنا ہے کہ کچھ لوگوں کو ادراک تب ہوتا ہے جب وہ غیر معمولی انداز میں دھڑک اٹھتا ہے، اب چلو۔۔۔" دل کے مقام پر مکے سے ضرب لگاتے معظم نے گہرے انداز میں جتایا تھا۔۔

"فارسٹ آفیسر فضول میں ہی بن گئے ہو تم، فلاسفی میں خاصی ترقی کر سکتے تھے۔۔۔" مذاق اڑانے والے انداز میں کہتا وہ واپس جیپ کی طرف مڑنے لگا کہ معظم نے اس کے بازو پر گرفت سخت کر دی۔۔

"اگر تم اب میرے ساتھ نہیں چلے تو میں تمہاری اس حسین سی جگہ پر موجودگی کی ایک اچھی سی پکچر لیکر حویلی دی جان کو بھیج دوں گا، آگے ان کی طبیعت بگڑی تو۔۔۔"

اٹھا کر کھائی میں پھینک دوں گا، اگر ایسی حماقت کا سوچا بھی تو۔۔۔" معظم کی دھمکی درمیان ہی رہ گئی جب وہ اسے کالر سے جھنجھوڑتا غضبناکی سے غرایا تھا۔

پھیک دو پکچر تو میں لے ہی چکا ہوں، گرتے گرتے سینڈ کر دوں"
گا۔۔۔"آنکھوں میں فاتحانہ چمک لیۓ وہ ڈھٹائی سے بولا تو دلاور نے
مشتعل ہوتے بھاری پنچ اس کے شانے پر جڑا تھا۔
جس پر وہ یوں گلا پھاڑ کر قہقہہ اٹھا جیسے مار نہیں گلے میں پھولوں کی ہار پڑی
ہو۔۔

"اب چلو گے یا میں نیک کام کروں یہ۔۔۔؟"
اس کی خشمگیں نظریں خود پر جمی دیکھ کر بھی معظم کا ہی دل گردہ تھا دھمکی
دینے کا۔بلکہ وہ محظوظ ہو رہا تھا اس کی پیچ وتاب کھاتی حالت سے۔۔
"تمہارا قتل میرے ہاتھوں لکھا ہے ننھے آفیسر۔۔۔"
بھڑکتے انداز میں کہتے وہ نروٹھے بچے کی طرح اچھل کر جیپ پر بیٹھا تھا اور
نہایت ہی غصہ سے جیپ کو یوں ٹرن کیا کہ پچھلے دونوں ٹائیر کھائی کنارے
سے ہوا میں معلق ہو آئی تھی۔۔

تمہارا اپنا قتل بھی تمہارے اپنے ہاتھ ہی لکھا ہے۔۔۔"دہل اٹھے معظم"
نے تھوک نگلتے گھر کا۔

اطلاع کا شکریہ۔۔اب آکر مروگے یا میں جاؤں۔۔۔؟"جیپ اس کے"
قریب روکتے پوچھا۔

بہت شکریہ۔۔ لیکن تم تنہا ہی مرو۔۔ مجھ میں ابھی جینے کی امنگ باقی"
"ہے۔۔۔

دونوں ہاتھ کھڑے کرتے معظم نے پیش کش کو فوری طور پر رد کیا تو وہ
شانے اچکاتا ڈھلان والے راستے پر جیپ کو اچھالنے بے خوفی سے چل پڑا۔
یہ دنیا ایسی ہی ہے دوست ! انصاف کی آس میں ایڑیاں رگڑتے ہوئے سزا"
تو یہاں صرف بے گناہ ہی کاٹتا ہے، اصل مجرم تو دامن سے گرد کی طرح
"جرم جھاڑ کر چل دیتے ہیں۔۔۔۔

ڈھلان والے راستے پر اتری اس کی جیپ کی کھڑ پڑ کی فضا میں ارتعاش پیدا کرتی آواز کو سنتے معظم نے بھاری دل کے ساتھ اس سے زیر لب مخاطب ہوا تھا۔

گاؤں میں تیزی سے گردش کر رہی عجیب و غریب افواہ اس کی سماعت تک پہنچ چکی تھی جس پر یقین کرنا تو دور کی بات اس نے ایک پل کیلئے غور کرنا بھی قابل اعتنا نہ جانا تھا۔

اس کا وہ دوست جس نے دی جان کے علاوہ شائد ہی کسی مخالف صنف پر نظر ڈالی ہو وہ کسی لڑکی کی عزت پر ہاتھ ڈال سکتا ہے۔۔؟ ایسا نظارہ اگر معظم بھٹی کی کھلی آنکھیں بھی دیکھ لے تب بھی اسے اپنے دوست کے پختہ کردار پر اتنا بھروسہ تھا کہ وہ اپنی بینائی کو جھٹلا سکتا تھا۔۔

ٹوٹے لوگ جسے زمانہ نے ازل سے ٹھوکروں پر رکھا ہو سب کر سکتے ہیں لیکن کسی کو توڑ نہیں سکتے، کیونکہ انھیں ٹوٹنے کا درد معلوم ہوتا ہے۔۔

اسی لی ئے اس نے قطعی بھی دلاور سے اس افواہ کی سیاق وسباق جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔اسے کھلے زخم رکھنے کی عادت تھی معظم بھٹی جانتا تھا تبھی اس نے کبھی اسے کریدنے کو کوشش نہیں کی تھی کیونکہ اس کے زخموں کا مرہم اس کے پاس نہیں تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"کیا ہوا اماں سا کیوں آوازیں دے رہی تھی تمہیں۔۔۔؟"

سیڑھیوں سے اتر رہی پریشان خیراں کو دیکھتے ہی ناظمہ بیگم نے سوال داغا تھا۔

"وہ۔۔وہ۔۔وہ سا۔۔وہ جان۔۔۔۔۔"

کیا وہ وہ۔۔۔ حلق میں آواز نہیں ہے یا زبان پر فالج ہو گیا"

ہے۔۔؟"سراسیمہ خیراں کی خوف سے اٹکتی زبان پر وہ پل میں مشتعل ہوئی تھی۔

"مم۔۔معافی سا۔۔۔"

"ادھر آؤ تم ذرا۔۔۔"

کر وفر سے اپنی تخت پر پاؤں سمیٹ کر بیٹھتے گو تکیہ سے کمر ٹکا کر انھوں نے آنکھوں کی حقیرانہ جنبش سے اسے مقابل آنے کا اشارہ کیا تھا۔

"جیجج۔۔جی۔۔جی۔۔۔۔"

بار بار خشک ہو رہی ہونٹوں پر زبان پھیرتی خیراں خود کو گھسیٹتی کٹہرے میں آئی تھیں۔۔

اب بتاؤ کیا چل رہا ہے۔۔ منیم جی اماں سا کے پاس کیوں آئے" تھے۔۔۔؟ کیوں انھوں نے ملازموں کی دور لگائی ہوئی ہے صبح سے، سچ۔۔سچ بتانا ورنہ مجھے جانتی ہو تم۔۔۔۔؟" تیز لہجے میں سوالات داغتے انھوں نے اپنی سرد عقابی نظریں خیراں پر ٹکائے رکھی تھی جو دوپٹے کو انگلی میں لپیٹتی یوں کانپ رہی تھی جیسے مقتل میں جلاد کے سامنے کھڑی ہو۔۔

"!!!اب بتاؤ بھی۔۔۔۔"

ان کے درشتگی سے آواز بلند کرنے پر خیراں لڑکھڑاتی پیچھے ہوئی تھی۔۔

یہ کیا بتائے گی میں بتاتی ہوں بڑی ماں سا۔۔۔"سیڑھیوں سے اترتی فون"

ہاتھ میں لیے نخوت زدہ تاثرات کے ہمراہ رخسار سامنے آئی تھی۔

کارنامہ سرانجام دیکر ہمیشہ کی طرح دی جان کا لاڈلا بھاگ چکا ہے، تضاد"

کمال دیدہ دلیری سے منیم جی اور داجی کی جانب سے اس کی نگرانی کیلئے

تعینات کئے گئے گارڈز کو بھی ڈرا دھمکا کر نکلا ہے، اور الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

کے مصداق داجی کے نام بھی دھمکی بھرا پیغام چھوڑا ہے، بس اسی فکر میں

دی جان فوجیں دوڑا رہی ہیں جانتی ہیں ناں اگر اس بار اس نے اپنے کئے کی

ذمہ داری نہیں لی تو دی جان کی محبت بھی داجی کے عتاب کے آگے ڈھال

نہیں بن سکتی اور کوئی بعید نہیں اس مرتبہ داجی اسے جہنم واصل کر ہی

دیں۔۔۔۔"شدید نفرت و حقارت سے کہتے آخر میں جس سفاکی سے اس

نے ہنکار بھرا تھا سیڑھیاں میرال کے سہارے اتر رہی دی جان کے پیر لڑ

کھڑا گئے تھے۔

سنبھل کر دی جان۔۔۔"میرال نے بدقت ان کے ناتواں شانے پر"
گرفت بنائی ورنہ وہ توازن کھو کر لڑھک جاتیں۔۔

"!!اماں سا"

میرال کی آواز پر آخری سیڑھی پر صدمہ زدہ سی سپید پر رہی دی جان کو دیکھتے سبھی نے بے ساختہ پہلو بدلہ جبکہ کچن سے برآمد ہوئی رضوانہ بیگم نے بیٹی کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا جس کے تاثرات میں ذرا تغیر نہیں آیا تھا۔

یہ۔۔یہ۔۔یہ کیا۔۔کیا کہہ رہی تھی میرال۔۔۔کیا کہہ رہی تھی"
یہ۔۔۔؟"بے یقین دی جان نے دل گرفتہ لہجے میں میرال سے پوچھا تو وہ جذبذ ہو گئی۔

"کچھ۔۔کچھ نہیں کہہ رہی تھی دی جان۔۔آپ چلیں ناں۔۔۔"
اس نے انھیں واپس لے جانا چاہا۔۔

ایسے۔کیسے کہہ سکتی ہے وہ ایسا۔۔۔بھائی ہے وہ تمہارا۔۔۔"انھوں نے"
کروفر سے کھڑی رخسار کو نم آنکھوں سے دیکھا۔

معذرت دی جان میرا ایک ہی بھائی ہے آریان عثمانی۔۔اس کے علاوہ کسی" ایرے غیرے سے میرا کوئی تعلق نہیں۔۔۔"اس کے تنفر زدہ لہجے میں قطعی کوئی لچک نہیں تھی۔۔

رخسار کس لہجے میں بات کر رہی ہو تم۔۔۔۔؟"رضوانہ بیگم قریب آتیں" دبی آواز میں غرائی۔

آخر غلط کیا کہہ رہی ہے وہ رضوانہ۔۔۔۔؟"ناظمہ بیگم نے فوراً ناگواریت" سے ٹوکا تھا۔۔

اس بد تمیز، بد لحاظ، آوارہ بد چلن سے بھلا کوئی تعلق رکھنا کیوں چاہے" گا، جس نے سوائے حویلی اور حویلی والوں کو زمانے بھر میں ذلیل ورسوا کرنے کے کچھ نہیں کیا ہے، ہمیشہ اپنی بے راہ روی سے خاک ڈالی ہے ہمارے سروں پر، جب جب اس کے منحوس قدم حویلی میں پڑے ہیں ہر جانب نحوست وبد شگونی ہی پھیلی ہے، اور اس بار تو اس نے حد ہی کر دی ہے

پستیوں میں اترنے کی۔۔ لیکن خیر جو خون اس کی رگوں میں دوڑتا ہے اسے

"ایک نہ ایک دن اس نہج پر تو آنا ہی تھا۔۔۔

زہر ہلال کے مانند زبان سے زہریلے تیروں کی بوچھاڑ کرتے آخر میں یوں انھوں نے گردن کو کراہیت سے جھٹکا دیا کہ دی جان کا پورا وجود لرز اٹھا تھا۔۔

اس۔۔اس کی رگوں میں اسی خاندان کا خون دوڑتا ہے ناظمہ۔۔۔"وہ یہ" الفاظ حلق کے بل چیخ کر کہنا چاہتی تھی لیکن کلیجہ ان کے دل شکن الفاظ سے ایسا گھائل تھا کے بمشکل ہی احتجاجی الفاظ ادا ہوئے۔۔

آپ بھول رہی ہیں شائد اس کی رگوں میں اس فحاشہ کا بھی خون شامل" ہے۔۔۔"ان کی سفاکیت کی کوئی حد نہیں تھی۔

میرال نے سختی سے لب بھینچتے اس لمحے دی جان کی دگرگو حالت دیکھ کر خود ملامت کیا تھا کاش وہ مضراب جتنی بہادر ہوتی تو ابھی کمزور دی جان کے لیئے ڈٹ جاتی۔۔۔

اتنے ہی بول بولو ناظمہ جو کفر میں شامل نہ ہو۔۔۔"دی جان کی پست آواز" میں تکلیف نمایاں تھی۔

غلط کیا کہا ہے اماں سا؟اس کا خون ہمارے خاندانی خون کی طرح گاڑھا" نہیں ہے، تبھی تو اس کی کوئی ایک عادت بھی ہم میں سے کسی سے نہیں ملتی،اور اب تو اس نے حاجی حکیم جیسے صوفی شخص کی عزت پر ہاتھ ڈال کر "فحاشہ کی کوکھ ہونے کا ثبوت بھی۔۔۔۔

"اپنی زبان کو لگام دو ناظمہ۔۔۔۔"

ناظمہ بیگم کے نوکیلے تیر سے لہجے کو داجی کی دھاڑتی ہوئی آواز کے بھالے نے غضبنا کی سے بھیدا تھا۔۔

"وہ۔۔وہ۔۔میں باباسا۔۔۔"

جواباًوہ فوراًہی ہڑ بڑا کر سراسیمہ سی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔کروفر سے تنا چہرہ یوں لٹھے کی مانند سپید پڑا تھا گویا مقابل ملک الموت آن کھڑا ہوا۔

ہماری نیک بخت سے اس لہجے میں بات کرنے کی ہم نے خود کو بھی اجازت "
نہیں دی ہے، پھر تمہاری ہمت کیسے ہوئی ان سے بدزبانی کرنے
کی۔۔۔۔؟" جاہ وجلال کی عملی تفسیر بنے داجی سوکھے پتے کی طرح لرز
رہی ناظمہ بیگم کے عین مقابل ایستاد ہوتے انھیں بھسم کر دینے کے درپے
تھے۔۔

اور باقی سب یوں ان کی غیظ کے آگے دم سادھ گئے تھے جیسے سانس لینا جرم
ہو۔۔

جواب دو ہمیں۔۔۔۔؟" ان کی چنگھار سے ایک مرتبہ پھر حویلی کی در و "
دیوار پناہ کیلئے چیخ اٹھی تھی۔۔

اور ابھی چند ساعت پہلے تک اپنی طاقت وحیثیت کی نشہ میں چور ناظمہ بیگم
کی حالت اس وقت کسی ٹھوکر میں پڑے پتھر سے کم نہیں تھی۔۔

تربیت کرو اپنی بیوی کی شہباز عثمانی! ہماری تربیت کی سختیاں یہ برداشت "
نہیں کر پائیں گی۔۔۔"مڑ کر بیوی کے جھکے سر کو خشمگیں نظروں سے گھور
رہے شہباز عثمانی کو انھوں نے حکم دیا تو وہ دانت پیستے۔
جی بابا سرکار!!"کہتے سر کو خم دیا۔"
اور سب کان کھول کر سن لے آج کے بعد ایسا ناقابل قبول نظارہ ہماری"
نگاہوں سے گزرا یا ہماری سماعت میں اترا تو انجام آپ کی سوچ سے زیادہ
بھیانک ہو سکتا ہے،اس حویلی کے سربراہ ہم ہیں، ہم کیا کرتے ہیں، کیوں
کرتے ہیں، کس کے متعلق کونسا فیصلہ لیتے ہیں یہ ہمارے وہ مسائل ہیں جس
میں ہم کسی کی رائے یا انگشت نمائی قطعی برداشت نہیں کرتی۔۔۔اور سب
سے اہم ہم اپنے فعل کیلئے کسی کو جواب دہ نہیں ہیں سوائے اپنی نیک بخت
کے۔لیکن وہ کسی کو جواب نہیں ہیں،اگر ان سے کسی نے کسی بھی معاملے
میں بھول کر بھی جواب طلب کرنے کی جرات کی۔۔۔"وقفہ لیتے انھوں
نے خاص بھسم کرتی نظر ناظمہ بیگم پر ڈالی۔۔۔اسے ہم باغی قرار دیں

گے،اور باغیوں پر رحم کرنا تاجور عثمانی کی سرشت میں شامل نہیں ہے۔۔۔"جھاک اڑاتے ایک ایک پر قہر بار نظر ڈال کر دی جان کی حیثیت و مقام سب پر واضح کرتے وہ سیڑھیوں پر میرال کے سہارے کھڑی دی جان کی طرف بڑھے تھے۔۔

"آپ ٹھیک ہیں۔۔۔؟"

دی جان کے مقابل کھڑے ہوتے ہیں ان کے تنے عضلات لہجے کے انگارے سب نرمی و ملائمت میں بدل چکے تھے۔۔

میرال بیٹا! آپ ان کیلئے ذرا دودھ گرم کر کے لے آؤ۔۔۔ہم انھیں لے" چلتے ہیں۔۔۔"نرمی سے دی جان کے شانے کے گرد بازو حائل کرتے وہ بولے تو میرال اثبات میں سر ہلاتی نیچے اتری جہاں ابھی تک سب کو سانپ سونگھے ہوئے تھے۔

ناظمہ بیگم اور رخسار کے جھکے سر دیکھ کر اسے ایک عجب سی خوشی کا احساس ہوا تھا۔۔لیکن وہ مسکرانے کی حماقت کئے بغیر تیزی سے گزر گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آپ کو لگتا اس ناہنجار کی حرکات و سکنات میری نظروں سے پوشیدہ"
ہے۔۔۔؟" انھیں بیڈ پر بٹھاتے داجان بولے تو جواباً وہ چپ ہی رہیں۔۔
جب آپ جانتی ہیں اس کی ایک ایک حرکت میرے علم ہے پھر خود کو"
"ہلکان کرنے کی ضرورت کیا تھی آپ کو۔۔۔؟
ضرورت کیوں نہیں تھی، آپ سمیت یہاں سب کو موقع چاہیئے میرے"
بچے پر چڑھائی کرنے کا اور میں نے معلوم کیا ہے حاجی حکیم کی ملازمہ سے،
لوگوں نے جیسی افواہ اڑائی ہے ویسا میرے دلاور نے کچھ نہیں کیا وہ تو
وہاں بس!!!" تیز لہجے میں دلاور کا دفاع کرتے ان کی سانس پھول گئی تو وہ
گلا تھامتی بری طرح کھانسے لگی تھی۔۔
اسی لیئے وہ ناخلف مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا۔۔" پانی کا گلاس تھما کر دی"
جان کی پیٹھ سہلاتے ان کا اشارہ اس کی فکر میں اپنی طبیعت کرنے کی طرف
تھا۔۔

"مم۔۔میرے دلاورے نے کوئی انسانیت سوز حرکت نہیں۔۔۔"

میں جانتاہوں، لیکن اس نے جو حرکت کی اتنا بھی بہت ہے اسے مجرم"

"ثابت کرنے کیلئے۔۔۔

"لیکن اس نے کوئی معیوب فعل نہیں کیا۔۔"

رات کے تیسرے پہر کسی شریف آدمی کے گھر زور زبردستی گھسنا جب"

"اس گھر کا سربراہ بھی موجود نہ ہو کوئی شریفانہ عمل نہیں ہے۔۔۔

لیکن وہ وہاں ایک بے زبان کیلئے گیا تھا۔۔"دی جان احتجاج میں چیخ"

اٹھی۔۔

یہ آپ جانتی ہیں، میں جانتاہوں، لیکن دنیا کو اس حرکت کے پیچھے کی نیک"

نیتی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔۔۔دنیا صرف وہی دیکھتی ہے جو انھیں بظاہر

نظر آتاہے، اور دنیا کو یہی نظر آیاہے کہ رات کے تیسرے پہر حاکم سرکار کا

آوارہ پوتا اپنی طاقت کے بل پر حاجی حکیم کے گھر گھسا، ان کے ملازم کے

ساتھ ہاتھا پائی کی، توڑ پھوڑ مچائی وہ بھی تب جب حاجی حکیم گاؤں میں موجود

نہیں تھے، صرف ان کی پوتی تھی وہاں۔۔اور جیسی اس نے اپنی شہرت بنا رکھی کافی ہے اسے مجرم ثابت کرنے کیلئے اور اس باکردار لڑکی کے دامن کو مشکوک ثابت کرنے کیلئے۔۔۔۔۔"داجی نے نہایت صاف سیدھے کسی قدر سفاک لہجے میں آئینہ داری کی تودی جان کے عضلات غم والم سے آپ ہی آپ ڈھیلے پڑ گئے۔۔

لب خاموش آنکھوں میں سمندر اتر آیا۔۔کہتی بھی تو کیا کس کس کے پاس جاکر اپنے جگر کے ٹکڑے کی بے گناہی کی گواہی دیتی آخر وہ۔۔۔

"بڑا نام بڑا مرتبہ خراج مانگتا ہے حاجرہ! اس بار دلاور کی جذباتیت نے ہمارے لیئے بہت بڑی مصیبت کھڑی کی ہے۔۔۔"ان کے کانپتے ہاتھ اپنی گرفت میں لیتے انھوں نے دھیمے سروں میں انھیں سمجھایا تھا۔۔

"اور۔۔نن۔۔نکاح کیلئے حاجی حکیم راضی ہو گئے۔۔۔۔؟"

نہیں۔۔میں نے بات رکھی ہے ان کے آگے، معذرت کرنے گیا تھا"

تب۔۔شریف اور متحمل مزاج انسان ہیں، پھر مقدس بیٹی نے بھی انھیں

ساری حقیقت بتادی تھی پہلے ہی۔۔بس پریشان تھے بیچارے۔۔۔"حاجی حکیم کی مضمحل حالت یاد کرتے وہ افسردہ ہو گئے تھے۔۔

میں نے کہہ دیا اس ناخلف کو کان سے پکڑ کر میں آپ کے سامنے لاتا ہوں" جو سزا دینا ہیں دے آپ اپنی مرضی سے۔۔کہنے لگے جو ہونا تھا ہو گیا اب اس سب کا کیا فائدہ۔۔شکستہ ہو رہی تھی ان کی کیفیت۔۔۔"حاجی حکیم کی کیفیت بیان کرتے ان کے لہجے میں تاسف و عقیدت کی آمیزش تھی۔۔

پھر نکاح۔۔۔۔۔؟"دی جان کی سوئی اسی پر اٹکی ہوئی تھی۔"

میں نے کہا آریان چھوٹا ہے، باران فل حال یہاں موجود نہیں، اگر مقدس" بیٹی کی جانب انگلی حویلی کے مکین کی وجہ سے اٹھی ہے تو انھیں لوگوں سے ان کی عزت و تکریم کروانا حویلی والوں ہی کی ذمہ داری ہے، دلاور کی شہرت جیسی بھی ہو آپ کو انسان کی پرکھ ہے، اور پھر میری نیک بخت کی تربیت ہے آپ اسے فرزندگی میں لیں گے تو یہ میرے لیئے عین سعادت کی بات

ہو گی۔۔۔"انھوں نے جوش سے حاجی حکیم کو کہے الفاظ من و عن سنا ڈالے تھے۔۔

اس طرح تو افواہ سچ ثابت ہو جائے گی۔لوگ اسے پردہ داری کی کوشش" کہیں گے۔۔۔؟"دی جان نے پریشانی سے سوال اٹھایا۔

اگر ہم نے کچھ نہیں کیا تو لوگ اسے طاقت کا نشہ اور بے حسی کہیں" گے،لوگوں کو ہم کسی طرح مطمئن نہیں کر سکتے،ہمارا اقدام اس بچی اور حاجی حکیم کیلئے ہونا چاہئے نہ کے تنگ ذہن لوگوں کیلئے۔۔۔"داجی تلخی سے بولے تھے۔۔

"پھر حاجی حکیم مانے۔۔۔؟"

"انھوں نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔۔۔"

"پر دلاور نہیں مانے گا۔۔۔"

اس کا تو باپ بھی مانگے گا۔۔"داجی کا ازلی جلال عود کر آیا۔"

"لیکن۔۔۔"

آپ اس کی حمایت نہیں کریں گی۔۔۔"داجی کے قطعیت سے سرزنش" کرنے پر وہ خاموش ہو گئی تھی۔

حاجی حکیم کی طرف سے ہاں ہوئی ہی نہیں تھی داجی نے اسے پہلے ہی بدکا دیا تھا۔اب نجانے ان دادا پوتے کی اس جنگ میں فتح کس کا مقدر ٹھہرنے والی تھی۔۔

وقت ذرا سا آنکھ ٹیڑھی کر لے

!!لوگ تو پیٹھ ہی موڑ لیتے ہیں

کہتے ہیں ناامیدی کفر ہے لیکن کبھی کبھی انسان ایسے ناقابل یقین یکدم غیر متوقعہ حالات وواقعات کے شکنجہ میں جکڑا چلا جاتا ہے کہ مضطر نگاہوں کو ہر سوں فقط قفس و حبس کی دھند ہی دھند نظر آتی ہے۔۔

کوئی راستہ، کوئی حل، کوئی جائے فرار، کوئی سراہی ہاتھ نہیں آتا جسے تھام کر انسان اس گھٹن زدہ ماحول سے نکل کر کھلی فضا تک کا سفر کر سکے۔۔

ذہن و دل پر چھائی یاسیت و پراگندگی سے نجات پا کر کھلی ہوا میں سانس لے سکے۔۔

ہاتھ میں فون تھامے برانڈے کی سیڑھیوں پر ناگفتہ حالت میں شکستہ سے بیٹھے حاجی حکیم اس وقت اسی کیفیت سے نبرد آزما تھے۔۔

محض تین دن میں تنکے کا تماشا رائی کا پہاڑ بن گیا تھا لیکن انھیں کچھ خاص فرق نہیں پڑا تھا، کیونکہ جاہل زمانہ کی فطرت ہی تماشا لگانا ہے اور تماشائی ہی تماشا لگاتے ہیں جس کو کم از کم عقل و خرد رکھنے والا انسان قابل اعتنا جان کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کر سکتا۔۔۔

ان تین دنوں میں اس رات کی بابت جاننے یا تصدیق کیلئے کوئی ایک شخص بھی ان کے پاس نہیں آیا تھا، بالا ہی بالا سارے ان کے غم میں ہلکان تھے، کسی نے ان سے تعزیت کے نام پر ہی سہی معاملے کی تحقیق نہیں کی

تھی انھوں نے بھی اللہ پر اپنا معاملہ چھوڑتے وضاحت کی زحمت نہیں اٹھائی تھی۔۔

وہ ایک عاقل وجہاں دیدہ انسان تھے اچھی طرح جانتے تھے۔احمق دنیا بھی جانتی ہے سچ کی تصدیق ہوتی ہے، جبکہ بے بنیاد افواہ کی فقط فرداً فرداً تشہیر ہوتی ہے۔۔

لیکن ابھی چند ساعت پہلے موصول ہوئی فون کال نے ان کی روح کو جھنجھوڑ دیا تھا۔۔

آخر فون کرنے والا شخص بھی تو خاص تھا عزیز دوست۔۔

جس نے کال موصول ہوتے ہیں سلام کی زحمت دکت سے اٹھاتے چھوٹتے ہی دل شکن سوال ہی داغا تھا۔۔

جبکہ حاجی حکیم کو تو لگا تھا دوست نے شائد اس آزمائش کی گھڑی میں دلجوئی کیلئے یاد کیا ہے۔۔

!لیکن۔۔۔وائے حقیقت کا تلخ طمانچہ

حاجی حکیم !آپ کے گھر میں گزرے سانحہ کی خبر پہنچی مجھ تک، بے حد"
افسوس ہوا، آپ کی پوتی ٹھیک تو ہے ناں۔۔؟اس بد معاش کی شہرت سنا ہے
"بالکل بھی اچھی نہیں ہے، کیا اس نے واقعی۔۔۔
واقعی۔۔۔۔۔۔۔؟"حاجی حکیم نے بڑے ضبط سے جملہ اچکا تھا۔"
دیکھیں ہم آپ کو جانتے ہیں۔۔ لیکن آپ اس معاملے میں بالکل بھی دریا"
دلی سے کام مت لیناوہ حاکم سرکار کا پوتا ہے تو کیا ہوا آپ اپنی پوتی کو انصاف
دلانے کیلئے پنچائیت سے رجوع کر سکتے ہیں، بلکہ۔۔بلکہ آپ ایسا کریں
"لوگوں کو اپنے ساتھ کریں وہ۔۔۔۔
مجھے کیا کرنا ہے یہ مت بتائیں آپ، آپ اس مشکل گھڑی میں ہمارے"
لی ئے کیا کر سکتے ہیں وہ بتائیں۔۔۔؟"قطع کلام کرتے انھوں نے سپاٹ سے
انداز میں مقابل کی مکاری کو موقع دیا تھا۔۔
مم۔۔ہم۔۔ہم کیا کر سکتے ہیں۔۔۔؟"مقابل کی فراٹے بھرتی زبان فوراً"
پہلو تہی کیلئے لڑکھڑائی۔

جب آپ کچھ کر نہیں سکتے پھر اپنے عمدہ مشوروں کا زیاں کیونکر کر رہے ہے"
ہیں، مجھے کیا کرنا ہے یہ میں خود سوچ لوں گا۔۔"دکھے دل کی روداد عیاں
کئے بغیر بے تاثر انداز میں کال منقطع کرتے یا شائد تعلق منقطع کرتے ان کے
ہاتھ ڈھیلے ہو کر پہلو میں گر گئے تھے۔۔

یہ ان کا وہی عزیز دوست تھا جو کوئی موقع مقدس کا ہاتھ اپنے پوتے کیلئے
مانگنے کا جانے نہیں دیتا تھا، جس کی زبان آج 'آپ کی پوتی' کہہ رہی تھی کل
تک 'ہماری بیٹی' کہتے نہیں تھکتی تھی، آج کیسے ایک ذرا سی افواہ سن کر پہلو بچا
رہا تھا۔

جس کے نادر مشورے دیتے لہجے میں قطعی بھی فکر یا ہمدردی کی نرماہٹ
شامل نہیں تھی۔ بلکہ ایک قسم کا چبھتا ہوا کھوجتا ہوا انداز تھا جو حاجی حکیم کے
اندر تک پگھلے سیسے کی مانند اتر گیا تھا۔۔

شائد اسی کا نام دنیا اور دنیاداری۔

جہاں حالات کا درپن بدلتا ہے لوگوں کے اس میں اترتے عکس بھی خود بخود بدلنے لگتے ہیں۔ گویا اخلاق و اخلاص کا تعلق انسان کی شخصیت سے نہیں حالات کے درپن سے ہے اچھا تو حسین اور برا تو بدصورت!!

"ابا!!"

نرم سی روح میں اتر جانے والی آواز سماعت سے ٹکرانے پر وہ چونک کر سوچوں کی یلغار سے نکلے تھے۔

"انھوں نے جاں نثار کرتی نگاہوں سے اس کا ملائم مگر ملول!! جی رحمت چہرہ دیکھا۔

"آپ ہی کہتے ہیں ناں ہر مومن مسلمان پر ہر چالیس دن میں اس کے ایمان کو تازہ و تابندہ کرنے کیلئے اللہ کی جانب سے ایک آزمائش بھیجی جاتی ہے، یہ بھی ایک کٹھن آزمائش ہے جس کا انعام اللہ ہمیں دے گا، آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں۔۔؟" ان کے جھڑی زدہ ہاتھوں پر اپنے گداز ہاتھ رکھتی وہ

بے انتہا محبت و عقیدت کے ساتھ بولی تو حاجی حکیم نے بے اختیار ہی مغلوب ہو کر اس کی پیشانی کا بوسہ لیا تھا۔۔

"بے شک دے گا میرے بچے۔۔بے شک دے گا۔۔۔"

ان کے چہرے سے تکلیف دہ سوچوں کے بادل چھٹتے امید کی خوبصورت تبسم نے سرعت سے احاطہ کیا تھا۔

"پھر سوچ کیا رہے ہیں، یہ لیں دانے اور اپر پرندوں کو دے آئیں ان کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔۔۔"سائیڈ سے لکڑی کا کٹورا اٹھاتے مقدس نے ان کے ہاتھ میں تھمایا تو وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔۔

اپنی پریشانی میں انھوں نے اپنے معمول کے اس خوبصورت حصے کو بالکل ہی فراموش کر دیا تھا جب وہ شام کے اوقات چھت پر جا کر پرندوں کیلئے دانہ اور پانی رکھتے تھے بلکہ ہاتھ سے کھلا کر آتے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"!السلام علیکم"

باآواز بلند سلام کرتا ہوا معظم اپنے کاٹیج کے اندر داخل ہوا اندر کا بکھرا بے ترتیب ماحول توقع کے عین مطابق تھا۔

گو کہ ضرورت کے موافق ہی یہاں چیزیں تھی لیکن وہ بھی اس حریف زادے کی غصہ کی زد میں آکر ادھر ادھر پڑی ہوئی تھی۔دو بوٹز تو اسے دہلیز پر ہی سلامی پیش کرنے موجود تھے۔

اور خود تخریب کار بچہ پیر کے نیچے ایک اور سر کے نیچے دو کشن رکھے بیڈ پر آڑا ترچھا پڑا ٹی وی گھور رہا تھا۔جسے اس نے دھمکیوں کی زنجیر سے باندھ کر ایک دن سے یہاں قید رکھا ہوا تھا۔۔

سلام کا جواب دیا جاتا ہے۔۔۔"پیروں کی ٹھوکر میں آئے بھاری بوٹ" ایک جانب رکھتے معظم نے جتایا۔

دادا ابا مت بنو میرے۔۔۔"سپاٹ نظریں ہٹائے بغیر وہ غرایا۔"

"انھیں بھی کہاں بخشتے ہو تم۔۔۔؟"

حیرت ہے۔۔پھر بھی تم ہر بار اپنی قسمت آزماتے ہو ننھے آفیسر!!"زاویہ "
نظر ہنوز وہی تھی۔۔

اب میں کیا کروں اگر میرے قسمت کے ستارے اتنے بلند ہیں"
تو۔۔۔؟"معظم ڈھٹائی سے اپنی قسمت پر اتراتا رائفل جگہ پر رکھ کر کچن کی
طرف بڑھا۔

اپنی پوری زندگی کی تخریب کاری کم پر گئی تھی جو میرے چھوٹے سے کچن "
"کو دنگل کا میدان بنا دیا ہے۔۔۔۔؟
بمشکل پانچ سے سات سیکنڈ بعد وہ واپس اس کے مقابل تھا۔چونکہ کچن
بے حد چھوٹا سا تھا تو اتنا وقت اس کی درگت دیکھنے کیلئے کافی تھا۔

قہر کو قید کرنے کی حماقت کرو گے اور تباہیوں سے بچت بھی چاہو گے اب "
اتنے بھی بلند ستارے نہیں تمہارے۔۔۔"ذرا کی ذرا نگاہ ترچھی کر کے
ڈالتے وہ سرد سی بے نیازی سے بولا تھا۔

"اتنی تباہ کاریوں کے بعد کچھ کھایا بھی یا نہیں۔۔۔؟"

معظم نے سر جھٹکتے پوچھا۔

"میں کیا ماسٹر شیف ہوں۔۔۔؟"

"نہیں تم تو مونسٹر ہو۔۔۔"

معظم سہی تپ گیا تھا مطلب کچھ بنا کر کھایا بھی نہیں اور تباہی بھی پھیر دی۔۔

"جانتے ہو پھر بھی مہمان بنایا ہوا ہے مجھے۔۔۔"

"احمق ہوں ناں میں کیا کروں۔۔۔؟"

"خود شناسی اچھی چیز ہے۔۔۔"

"میں۔۔میں۔۔۔مرو تم۔۔۔"

اپنے بال نوچنے کیلئے دونوں ہاتھ سر تک لیجا کر زور سے جھٹکتا وہ اس بے نیاز حریف زادے کو گھورتا ہوا لکڑی کی چھوٹی سی الماری کی طرف بڑھا تھا وہاں سے ٹراؤزر اور شرٹ لیکر واش روم میں غائب ہوتے پھر فریش ہو کر کچن کی

طرف بڑھتے وہ مستقل اسے گھورتا رہا تھا جس پر ایک آنے کا فرق نہیں پڑا تھا۔۔

اب تشریف کا ٹوکرا ادھر لائیں حضور والیٰ تناول فرمائیں خادم نے بعام کی "

"ادنیٰ سی تیاری کی ہے۔۔۔۔

ٹھیک بیس منٹ بعد وہ کچن کی حالت درست کرتے آملیٹ کے ساتھ فریج میں رکھے ریڈی میڈ پراٹھے گھی میں سیک کر کافی اور چائے کے دو مگ لیکر واپس اپنا ضبط آزمانے حاضر تھا۔۔

لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔۔

"!!!اب آ بھی جاؤ"

"میرا موڈ نہیں ہے۔۔"

"میں کھانے کے معاملے میں تمہارے نخرے نہیں اٹھانے والا۔۔"

"تم سے مجھے دی جان والی وائبز آتی بھی نہیں۔۔"

"تو کیا بیوی والی آتی ہے۔۔؟"

"ایسی مونچھوں والی بیوی توڈاکو کی بھی نہیں ہوتی۔۔"

"دیکھو میری مونچھوں پر بات نہیں کرو۔۔۔"

"منہ پر کروں تو زیادہ مائنڈ کر جاؤ گے۔۔"

اس کے ترکی بہ ترکی جواب پر معظم نے آنکھیں سختی سے موند کر گہری گہری دو تین سانس اندر کھینچنے کے بعد آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو اسی پوزیشن میں لاپرواہی سے فون میں مصروف تھا۔

"دلاور عثمانی شرافت سے ادھر آؤ اور ٹھونسو تمہاری بے بی سٹنگ کیلئے بالکل بھی اسٹیمنا نہیں ہے میرے پاس۔۔۔"

اب کے معظم نے کرخت لہجے میں کہتے اس کا پیر پکڑ کر کھینچا بھی تھا۔

"حریف زادے سے شرافت۔۔؟ مضحکہ خیز نہیں ہو گیا۔۔۔؟" اس نے فون سائیڈ پر کرتے ابرو اٹھا کر بناوٹی حیرت سے دیکھا۔

مقصد فقط معظم کو زچ کرنا تھا جو معظم کی خوب سمجھ آ رہی تھی۔

کل سے وہ حرکتیں اس انتہائی درجے کہ ضدی اور باغی بچے جیسی کر رہا تھا جسے اوٹ پٹانگ من مانیوں سے روک کر زبردستی گھر میں رکھا جاتا ہے اور احتجاجاً پھر وہ ہر وہ الٹا کام کرتا ہے جس سے مقابل زچ ہو۔۔

لیکن معظم بھٹی کا دل گردہ اور ضبط کمال اس معاملے میں خاصا مضبوط تھا وہ قطعی بھی اسے اپنی جان کا رسک لیکر جنگل میں سیر سپاٹے کرنے نہیں دے سکتا تھا خاص کر تب جب اس کی ذہنی حالت اس قدر خراب تھی۔۔

"مت کھاؤ میں مزید اپنا سر تمہارے پیچھے نہیں کھپانے والا، اور بھیج دیتا ہوں دی جان کو تمہاری خبطی حرکتوں کی رپورٹ پھر وہ جانے اور تم۔۔۔۔۔

"دھمکی مت دو مجھے ننھے آفیسر۔۔۔"

توقع کے عین مطابق وہ غراتا تپے تپے چہرے کے ساتھ آکر اس کے مقابل ٹکتا معظم کی گردن سمجھ کر پراٹھے کو مڑوڑ کر توڑتا بنا چبائے منہ میں ڈال کم ٹھونسنے لگا تھا۔

آرام سے کھاؤ! حلق میں اٹک گیا تو ٹپک جاؤ گے پھر میرے قتل والے"
منصوبے کا کیا ہو گا۔۔۔۔۔۔؟"اس کے غبارے کی طرح پھولے منہ کو
دیکھ ہنستے ہوئے معظم نے قصداً چھیڑا۔
ہاں تو زہر ڈالتے دیتے خس کم جہاں پاک۔۔۔"بھرا منہ ہونے کی وجہ سے"
دھاڑ عجیب سی ہی نکلی تھی۔۔۔
تاکہ تم بدروح بن کر میری زندگی دگنا حرام کرتے۔۔۔"قہقہہ لگاتے"
معظم کی دوبدو جوابی وار پر گھورتا ہوا وہ چائے کا مگ منہ سے لگا گیا تھا۔
ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ
حویلی میں میرے پیچھے اتنا بڑا ہنگامہ ہو گیا تم نے سن گن تک نہیں لگنے دی"
مجھے۔۔۔"دھپ سے بیڈ پر گرتے مضراب نے شاکی نگاہوں سے کپڑے
تہہ کر رہی میرال کو گھورا۔
وہ دو دن سے اپنی ننھال گئی ہوئی تھی اور آتے ہی ملازموں کی زبانی ملی دبی
دبی خبر سے سیدھا میرال کی خبر گیری کرنے پہنچ گئی تھی۔۔

"سن گن لیکر تم نے کونسی پنچائیت بٹھانی تھی۔۔۔؟"

میرال نے سادگی سے پوچھا۔

آپ ہمیں بہت ہلکے میں لے رہی ہیں میرال سا! ہم اپنی پر آجائیں تو قلعے "
منہدم کردیں، تخت الٹ دیں، ریاستیں مسمار کردیں، مضراب عثمانی ہیں ہم
معمولی بات تھوڑی ہے۔۔۔۔" گردن میں کلف لگاتے اس کے اندر کی
جھانسی کی رانی پورے جاہ و جلال کے ساتھ جاگی تھی۔۔

جی! جی! شک ہی کوئی نہیں آپ تو کچھ بھی کر سکتی ہیں۔۔۔"میرال اس"
کے انداز و لہجے پر ہنس پڑی تھی۔۔

تو چلیں کنیز اسی بات ہمیں تفصیلات سے واقف کروائیں۔"اس نے فوراً"
میرال کا ہاتھ پکڑ کے بیڈ پر کھینچا۔۔

"!!ارے لیکن"

نوارے شرے۔۔ جلدی بتاؤ سنا ہے ہمارے ستر سالہ پوز یسو ہیرو تاجور"
عثمانی صاحب یکدم ایکشن ہیرو فارم میں آگئے تھے۔۔؟اور ڈٹ گئے آہنی

دیوار کی طرح اپنی مدھو بالا کیلئے زمانہ ظالم کے مقابل۔۔۔"جوش و تجسس سے ڈرامائی لب ولہجہ اپناتے اس نے نازک سی میرال کو بازو سے تھامتے تقریباً جھنجھوڑ ڈالا تھا۔۔

جواباً میرال نے بنا پس و پیش ساری کہانی من و عن سنا دیا تھا ورنہ مضراب بی بی کو کہاں سکون آنا تھا۔۔

واہ! مطلب ماں سا کی تو ٹھیک ٹھاک عقل ٹھکانے لگا دی دا جی"

نے۔۔۔"میرال کی زبانی لفظ بہ لفظ سن کر بجائے تاسف کے اظہار کے وہ چہکی تھی۔

غلط بات! ماں ہے وہ تمہاری۔۔"میرال نے بدقت ٹوکا تھا۔"

اور دی جان بزرگ ہیں اس حویلی کی۔۔"وہ دوبدو بولی۔"

اب تمہیں اپنی خالہ سا کیلئے برا لگ رہا ہو گا۔۔اور اگر ایسا ہے تو مجھے ادب و"

احترام پر لیکچر دینے کا سوچنا بھی مت۔۔"میرال کے لب واں ہوتے دیکھ اس نے پہلے ہی قطعیت سے ہاتھ کھڑے کئے تھے۔

دلاور عثمانی سے اختلافات اپنی جگہ، لیکن کسی کو بھی حق نہیں ہے ان کی"
نفرت میں یادی جان کی ان سے محبت کی پاداش میں اپنی حدود سے تجاوز کر
بدتمیزی کرنے کا، خواہ وہ میری ماں ہی کیوں نہ ہو۔۔۔اور اس رخسار کہ
رخسار لال کرنے کا میرا ایسا من کر رہا ہے کہ۔۔۔۔"ضبط سے مٹھیاں
بھینچتے مضراب کا ہمیشہ شوخی و شرارت سے مزین رہنے والا چہرہ غصہ سے
تن کر آتشی ہو گیا تھا۔۔

"خون مت جلاؤ اپنا تم۔۔۔"

میرا خون کھول رہا ہے، دی جان کی نرمی اور بھولے پن کا ان لوگوں نے"
کچھ زیادہ ہی فائدہ اٹھا لیا ہے۔۔۔"دانت پیستے حقیقتاً اس کا خلفشار خون بڑھا
ہوا تھا۔۔

"اچھا بتاؤ نانی کے پاس سب کیسے ہیں۔۔۔؟"

میرال نے قصداً موضوع بدلا۔

"ویسے جانتی ہو میں وہاں کس مقصد سے گئی تھی۔۔۔؟"

چند لفظوں میں وہاں کا حال احوال بیان کرتے وہ رازدارانہ میرال کی جانب جھکی۔۔

کامیاب ہوئی یا نہیں۔۔۔؟"میرال نے بجائے تجسس کا اظہار کرنے کہ " بابت جاننی چاہی تھی۔۔

بات تو واقعی چھوٹی سی چنگاڑی ہی تھی، لیکن جان بوجھ کر سازشاً اسے جنگل" کی آگ کی طرح ہر طرف پھیلائی گئی ہے، بلاشبہ ہماری بدنامی اور الیکشن میں داجی اور باباسا کی ساکھ خراب کرنے کیلئے۔۔۔اور اس کام کیلئے پہلے بھی دلاور عثمانی کو مہرہ بنانے کی کئی کوشش کی جاچکی ہیں، پر دشمن کے مکروہ عزائم کامیاب نہیں ہو پائے تھے، لیکن اس بار وار کاری اور گھناؤنی ہے، معاملہ انتہائی نازک اور سنگین۔۔۔" مضراب کا سر فکر و تاسف سے دائیں بائیں متحرک ہوا۔۔

"کک۔۔کیا داجی کو نہیں معلوم اس کا۔۔۔؟"

مضراب کی سنجیدگی دیکھتے میرال کا دل دھڑکا تھا۔

وہ چار سال پہلے یہاں آئی تھی، الیکشن پہلے ہی ہو چکے تھے سو ان اندرونی معاملات کی اسے خاص خبر نہیں تھی نہ وہ کھوج میں رہتی تھی۔۔۔۔

معلوم ہے۔۔ لیکن سازشی کا نام دی جان کے سامنے آیا تو دی جان کو" تکلیف ہو گی، اور جو چیز دی جان کو تکلیف دے وہ داجی اردتاً کبھی ان کے قریب بھٹکنے نہیں دے سکتے ہیں۔۔" مضراب کے مشتعل لہجے میں سرد سی پراسراریت پنہاں تھی۔

اور عوام تو ویسے ہی ہماری عقل سے پیدل ہے، انھیں کان پکڑ کے جدھر" گھما دیا جائے وہ ادھر کے ہی ہو جاتے ہیں، کیا کیوں کیسے۔۔۔؟ جیسے سوال تو ان کے ذہن میں آتے ہی نہیں بس ایک چٹ پٹی خبر ہاتھ لگی اسے آگے ثواب جاریہ سمجھ کر پھیلاتے رہو جنت ملے گی۔۔۔" کشن کو پیچھے بیڈ کراؤن سے لگاتے وہ سخت کبیدہ ہو رہی تھی۔۔

ہمممم!!!"میرال کے اعصاب پژمردہ ہوئے تھے۔"

لوگ کس طرح کبھی ذاتی مفاد کے نام پر تو کبھی زبان کی لذت کیلئے، لوگوں کی دل آزاری کرتے ہیں، بہتان تراشی جیسی غلیظ گناہ میں ملوث ہونے سے بھی باز نہیں آتے۔

یہ تک نہیں سوچتے وہ جوان کیلئے لی ئے محض تفریح ایک چٹ پٹی سی بحث ہے وہ کسی کی زندگی اور موت کا معاملہ ہو سکتا ہے۔

دی جان تین چار دن سے ڈھنگ سے کھا پی تک نہیں رہی تھی پہلے سے ان کی حالت کافی کمزور ہو گئی تھی، دلاور غائب تھا، داجی اور دیگر الگ پریشان تھے۔

اور سب سے اہم وہ معصوم بے ضرر لڑکی جس پر یہ بہتان لگا تھا۔ کیا گزر رہی ہو گی اس مظلوم کے دل پر۔۔۔۔۔؟

میرال کا دل بھاری ہونے لگا تھا۔

دفعتاً فون رنگ ہونے کی آواز پر وہ چونکی تھی۔۔

"واہ! باران بھائی سا کی کال۔۔۔۔"

سکرین پر جگمگاتے نام کو دیکھ مضراب کی آنکھوں کی چمک چہرے کے سارے شوخ رنگ پل میں واپس آئے تھے۔

"ارے! تم کدھر چلی آؤ بات کرتے ہیں ویڈیو کال ہے۔۔۔"

میرال کو سرعت سے نشست چھوڑتا دیکھ اس نے فوراً اس کی کلائی تھامی تھی۔

مم۔۔مجھے کام ہے تم بات کرو۔۔۔"اس نے کلائی آزاد کرنی چاہی۔"

ٹک کر بیٹھو ادھر، کوئی کام وام نہیں ہے، ایسے ہی بہانے کرتی ہو تم۔۔آؤ"

بات کرتے ہیں، معجزانہ طور پر تو انھیں خود توفیق ہوتی ہے۔۔"گرفت بنائے سکرین کو چمکتی نظروں سے دیکھ رہی مضراب ڈپٹتی بضد تھی۔

جلدی سے کال لے لو ورنہ بند ہو جائے گی۔۔۔"وہ توجہ ہٹانے کیلئے بولی۔"

ہاں! اور کوئی بعید نہیں دوبارہ یہ زحمت کریں ہی ناں۔۔"مضراب نے"

فوراً بڑی سی مسکراہٹ کے ساتھ فون آگے کیا اور گرفت کمزور ہوتے ہی میرال تیزی سے شانے پر دوپٹہ درست کرتی اترنے لگی۔

"!!ہیلو"

بھاری پر فسوں سی ہیلو کی آواز پر اس کے فرش پر رکھتے قدم کسی غیبی قوت کے زیر اثر آکر یکایک ہی جکڑے تھے اور نگاہ بے اختیار بیڈ کے اُپر دیوار پر آویزاں میزان کے مسکراتے چہرے پر اٹھی تھی۔۔

سب کچھ ہی مل جاتا ہے اس دنیا میں
فقط وہ شخص نہیں ملتا جس سے محبت ہو

آن کی آن میں مسکراتی ہوئی تصویر دھندلائی تسلسل سے دھڑکتے دل پر دھند کی بھاری پرت چڑھی، ساتھ ہی شہابی رنگت میں اترتی غم والم کی چھاپ کو چھپانے کیلئے وہ حواس باختہ سی بالکنی کی طرف دوڑی تھی۔

درہم برہم تنفسی نظام کے ساتھ ہولے ہولے کانپتے وجود کو بالکنی کی دیوار سے ٹکاتے اس نے سختی سے آنکھیں میچ کر سینے پر دل کی جگہ ہاتھ رکھتے اس جاں گسل کیفیت سے خود کو نکالنے کی موہوم سی کوشش کی تھی۔

اس اثنا میں دو اذیت کے آنسوں پلکوں سے بغاوت کرتے رخسار پر ڈھلکے آئے تھے۔۔۔

کس قدر مشابہت تھی دونوں آوازوں میں۔

وہی بھاری سحر انگیز آواز جس نے سترہ سالہ میرال کو پہلی مرتبہ دھڑکنوں کے منتشر ہونے کا معنیٰ سمجھایا تھا،

جس سے پہلی بار اس نو عمر لڑکی کی سانس بھاری ہوئی تھی،

عارض پر حیا کے شفق رنگ بکھرے تھے،

آنکھوں میں سلونے خواب ستر نگی تتلیوں کی طرح سمائے تھے، جس کی پردہ داری جھالڑی پلکوں نے لرز کر سایہ فگن ہوتے کی تھی۔۔

پر یہ آواز وہ تو نہیں تھی۔۔۔

ویسی ضرور تھی، لیکن وہ نہیں تھی۔

تبھی تو اس کے اثرات بھی یکسر مختلف مرتب ہوئے تھے۔

معتدل دھڑکنیں منتشر نہیں مردہ ہوئی،

سانس بوجھل نہیں بوجھ بنی،

پلکیں حیا سے نہیں دل سے اٹھی ہوک سے لرزی،

آنکھوں میں خواب نہیں خلش اتری،

عارض شفق رنگ نہیں اذیت سے بے رنگ ہوئے،

لبوں پر شرمگیں تبسم نہیں سسکی ٹھہری۔۔

آواز بھلے مشابہ تھی لیکن اس پر طاری ہوئی کیفیت میں اتنا ہی ارض و سماں سا فرق تھا جتنا ان دو شخصیت میں تھا۔

وہ میزان تھا اس کا منکوح اس کا محرم اس کے دل پر دستک دینے والا پہلا اور شائد آخری مرد!۔۔۔

اور یہ باران تھا میزان کا بڑا بھائی۔۔

جسے اس نے شائد کبھی نہیں دیکھا تھا یاد یکھا بھی تھا تو اسے یاد نہیں تھا۔۔

گہری نیند میں ڈوبی مضراب کی آنکھ اچانک عجیب سے احساس سے کھلی تھی، بمشکل خمار آلود آنکھوں کو واں کرتے اس نے اندھیرے میں اس نا فہم احساس کی وجہ کو
تلاش کرنے کی کوشش کی اور چند سیکنڈ کی تگ ودو کے بعد جیسے ہی آنکھیں نیم اندھیرے سے مانوس ہوئی نگاہ بالکنی کے ادھ کھلے دروازے پر پڑتے ہی اس کی نظر فوراً پہلو میں گئی جہاں سے میرال غائب تھی۔۔
اگلے ہی پل نیند کا غلبہ اڑا تھا وہ لبوں پر زبان پھیرتی ہوئی پیروں میں سلیپر اڑستی دبے قدموں بالکنی کی طرف بڑھی تھی۔

ادھ کھلے دروازے تک پہنچتے ہی قدم خود بخود منجمد ہوئے ساتھ سیاہ چادر سے اپنا نازک سراپا ڈھانپے خاموش کھڑی میرال کی پشت پر نظر ٹھہرتے ہی نگاہوں میں دکھ وتاسف کی دبیز پرت دھند بن کر اتری تھی۔۔۔

چند ساعت اسی طرح خاموش نگاہوں سے اس کی پشت تکتے رہنے کے بعد وہ مردہ قدم اٹھاتی آکر اپنی جگہ نڈھال سی دراز ہوئی تھی۔

بھیگی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے سختی سے لبوں کو باہم پیوست کر حلق میں اٹکے نمکین گولے کو اندر اتارا تو پھوڑے کی طرح دکھتے دل سے ٹیس سی اٹھتی رگ وپے میں اذیت بن کر دوڑتی چلی گئی تھی۔

میزان اس کا پیارا بھائی تھا بلکہ دوست تھا، جس کے ساتھ کی چھیڑ چھاڑ والی کھٹی میٹھی یادیں اسے بھی محفل وتنہائی میں آبدیدہ کر دیتی تھی۔۔۔اس کی دائمی جدائی کا سانحہ اس کے دل میں بھی ناسور کی طرح ہمیشہ رہنے والا تھا۔۔

لیکن میرال۔۔۔۔

اس پر ٹوٹی قیامت کے آگے اسے اپنی تکلیف کچھ بھی نہیں لگتی تھی۔

!وہ صبح درخشاں سی لڑکی

جس نے حاصل سے لاحاصل کا اذیت ناک سفر طے کیا تھا،

جس نے پاکر کھونے کا سانحہ اتنی سی عمر میں سہا تھا،

جس نے خوابوں کی تکمیل کی آخری سیڑھی پر نارسائی کا عذاب جھیلا تھا،

جو ملن کی دہلیز سے دھتکار کر ہمیشہ کیلئے دشتِ ہجراں میں بڑی بے دردی پھیک دی گئی تھی،

جس کا سلونے خوابوں کی مسحور کن خوشبو سے معطر امنگوں کی امر بیل سے مرتب، چاہتوں کی حسین رنگوں سے مزین، ان چھوئے جذبات کی تپش سے سینچا گیا لالہ زار ایک پل میں خاکستر ہو گیا تھا۔۔۔

رہ گئی تھی تو بس ہر سوں یادوں کی راکھ کا ڈھیر، اذیت کا دھواں، ماتم کا مستقل موسم، جس میں بھٹکتی وہ لڑکی کئی راتیں آنکھوں میں کاٹ دیتی تھی۔۔

پچھلے چار سالوں سے وہ اس دیارِ ستم گراں میں آبلہ پا بھٹک رہی تھی لیکن لبوں کی مسکان لہجے کی بشاشت سے کبھی کسی کو احساس ہونے نہیں دیتی تھی۔

اپنے اندر کی ویرانی کو چھپائے حوصلے سے مسکراتی ہوئی وہ ہمیشہ ہی مضراب کو سخت بری لگتی تھی۔۔

کیوں؟

آخر کیوں وہ لڑکی اپنے زخموں کو ناسور بنا رہی تھی؟

کیوں ضروری ہے اس کیلئے سب ٹھیک ہے کا تاثر دینا؟

آخر کیوں لوگوں کو مطمئن کرنے کیلئے وہ خود پر جبر کر رہی ہے۔۔؟

ایسے بہت سے سوالوں سے وہ میرال کو جھنجھوڑ دینا چاہتی تھی۔۔

لیکن وہ ایسا کرنے سے قاصر تھی۔۔

لہٰذا وہ بس اپنی طرف سے اسے خوش کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کرتی تھی اور اس کی پل کو چھپ دکھا کر سمٹ جانے والی مسکراہٹ کو حسرت سے نگاہوں

میں قید کرتی دائمی خوشیوں کے موسم کے جلد لوٹ آنے کی صدق دل سے دعا کرتی تھی۔

کیونکہ فل حال تو اس کے بس میں یہی تھا۔۔

ڈور کھلنے کی خفیف سی آواز پر وہ فوراً سوتی بنی تھی۔

توقف سے قدموں کی آہٹ بیڈ کی قریب سے قریب تر آکر ٹھہر گئی تھی۔

چند ساعت تک کمرے کی سوز والم میں ڈوبی خاموش فضا اس کی بھاری سانسوں کی مدھر دھمک سے مرتعش رہی۔ادھر مضراب کرب سے آنکھیں میچے دم سادھے پڑی تھی کیونکہ بنا دیکھے بھی اس دھند میں لپٹی صبح سی لڑکی کی بھیگی نظروں کا مرکز وہ جانتی تھی۔

تمہارے ہجر کو آباد کر رہے ہیں ہم

تمہیں پتا ہے؟ تمہیں یاد کر رہے ہیں ہم...!!

کیوں بابو سا؟ایسا کیوں ہوتا ہے ؟نامکمل مناظر کے تعاقب میں بے مقصد" دوڑنے کے بعد یہاں آکر ٹھہر جانا مجھے کیوں اچھا لگتا ہے۔۔۔؟"سوز و گداز سے لہجے میں کئے معصومانہ سوال پر مضراب کے دل پر ضرب لگی تھی۔

شائد آپ کی یہ جاندار مسکراہٹ وجہ ہے ؟ہاں! یہی وجہ ہے جو بیک وقت" درد و مرہم دونوں ہے میرے لی ئے۔۔۔"توقف سے پھیکے لہجے میں اس نے خود ہی جواب دیا۔۔

مضراب کے کئی کرب زدہ گرم گرم آنسوں پلکوں کی بار توڑ کر کنپٹی پر لڑھک گئے۔

اس کی کیفیت سے انجان میرال آہستگی سے اس کی پہلو میں دراز ہو چکی تھی۔

ایک پل کیلئے مضراب کا دل شدت سے چاہا ایک ہاتھ کا فاصلہ سمیٹ کر اس لڑکی کو بھینچ لے اپنے اندر لیکن وہ ایسا کر نہیں سکی۔۔

شائد وہ لڑکی بہت بہادر تھی یا مضراب بہت بزدل تھی اس لی ئے بے آواز آنسوں بہاتی وہ سرعت سے کروٹ بدل گئی تھی۔۔

صدیاں بیت جاتی ہے،

خیالوں سے نکلنے میں،

مگر جب یاد آتی ہے،

!تو آنکھیں بھیگ جاتی ہے

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

افف!!! پورے کنڈر گارڈن کے بچوں کی بے بی اسٹنگ آسان ہے،"

"لیکن اس لمبے چوڑے سرکش گھوڑے کی نہیں۔۔۔۔

صبح نیند سے جاگتے ہی اسے روم میں نہ دیکھ کر جو وہ باہر نکلا تھا باہر سے اس کی جیب غائب دیکھ تشویش زدہ سا شکن آلود ٹراؤزر شرٹ میں ہی کاٹیج سے نکل پڑا تھا۔

ہاتھ میں موٹی سی لاٹھی اٹھائے اب وہ جنگل میں بدروح کی طرح اس حریف زادے کی تلاش میں بھٹک رہا تھا۔

فون کرنا تو خیر بیکار ہی تھا جنگل میں نیٹ ورک کہاں ملنا تھا اور مل بھی جاتا تو عین ممکن تھا اس خبطی حریف زادے نے فون آف رکھا ہو!

کیونکہ جب حریف زادہ پردہ گرانے کی ٹھانتا ہے تو پھر کسی کی مجال نہیں جو پردہ اٹھادے۔۔

ساڑھے چھ سات بجے کا وقت تھا سورج باہر پوری طرح طلوع ہو چکا تھا لیکن یہاں گھنی جھاڑیوں اور گنجان پیڑوں کی وجہ سے ملگجے سے دھند کی چادر تنی ہوئی تھی۔

دماغ پر ہنوز نیند کا خمار تھا اور آنکھوں میں اس حریف زادے کیلئے فکر و غصہ جب سرسراتی ہواؤں میں مدھر بانسری کی آواز نے اس کے فکر و تشویش میں الجھے دھیان کے دھاگوں کو اپنی سمت جوڑا۔

"اس حریف زادے پر واقعی خبطی و خرد دماغی ختم ہے۔۔"

بانسری کی سریلی پر فسوں سی آواز کا تعاقب کرتا جب وہ وہاں پہنچا تو حقیقتاً اُس کا من کیا اس شخص کو شوٹ ہی کر دے۔۔

صبح ہی صبح اس کے اعصاب جھنجھنا کر اس اطمینان سے وہ جنگلی جامن کے موٹے سے تنے پر لیٹا بانسری سے راگ چھیڑ رہا تھا جیسے اس کی زندگی میں راوی چین ہی چین لکھ رہا ہو۔

ابھی جو کہیں سے کوئی سانپ بچھو یا کوئی موذی کیڑا نکل کر اس لائیو کنسرٹ سے محظوظ ہونے چلا آتا تو کیا حشر ہونا تھا اس کا۔۔۔؟

لیکن ان موصوف کو کہاں پرواہ تھی اپنی۔۔ان کی بلا سے جو بھی ہو ان کی جان کو۔۔۔

سر جھٹکتے معظم چلتا ہوا پیڑ کے قریب آیا اس اثنا میں سوکھے پتوں پر اس کے بھاری پیر پڑنے کی وجہ سے ٹھیک ٹھاک آواز پیدا ہوئی تھی لیکن مقابل کی محویت میں کوئی خلل نہیں پڑا تھا۔

اس طرح دنیاومافیہاسے بیگانہ ہو کر بانسری پر مدھر دھن چھیڑتے بالکل"
کسی الف لیلوی داستاں کے سحر انگریز ہیرو لگ رہے ہو، پھر حرکتیں ولنوں
والی کیوں کرتے ہو۔۔؟"ڈنڈا بجا کر توجہ حاصل کرتے معظم نے نہایت
سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

کیونکہ میں اپنی کہانی کا ولن۔۔۔"لاپرواہی میں لپٹا جواب سیکنڈ میں حاضر"
تھا۔

جس پر معظم کا حلق تک کڑوا ہوا۔۔

"ہاں! تو پھر بانسری کیوں پکڑی ہوئی ہے بندوق اٹھالو۔۔۔"
تم جیسے ارّیٹنگ کریکٹر کا قتل تو میں اس ادنٰی سی بانسری سے بھی کر سکتا"

"ہوں۔۔
ہر وقت قتل وغارت کی باتیں۔۔جنگ کے میدان میں جنم لیا تھا"

"کیا۔۔۔؟

اس حساب سے تو تمہارا جائے پیدائش چائنیز اور جیپنیز اُپر احال ہونا"
چاہئے۔۔۔؟" بانسری کو لبوں پر رکھتے اس نے ذرا سا گردن ترچھی کر کے
پوچھا تو معظم کا ڈھیر سارا خون جل کر رہ گیا۔۔

"صبح ہی صبح اس کنسرٹ پروگرام کا مقصد اور مجھے بتایا کیوں نہیں۔۔۔؟"
مائنڈ ایٹ تم میرے ابا نہیں ہو۔۔۔" اس نے ابرو اٹھا کر رعب پر فہمائشی"
چوٹ کیا۔

"تمہارے ابا تو ویسے ہی کسی کھاتے میں نہیں آتے۔۔"

سب معلوم رکھ کر بھی اپنا دماغ کھپاتے ہو۔۔۔" وہ بانسری سینے پر رکھتا پیٹھ"
کے بل موٹے تنے پر لیٹ گیا تھا۔

"یاد کر رہے ہو ان سب کو۔۔۔۔؟"

کچھ دیر خاموش نظروں سے اس کے وجیہہ چہرے کی سنجیدگی دیکھتے رہنے
کے بعد معظم نے پوچھا تو جواباً بنا لبوں کو جنبش دیئے وہ آنکھیں موند گیا تھا۔

معظم جانتا تھا وہ اپنے ان بے زبان فیملی ممبرز کو یاد کر رہا ہے جو اسے بے حد عزیز ہیں، جنھیں وہ بے حد عزیز ہے، خاص کر شہنشاہ جو اس کی بانسری کی آواز سماعت سے ٹکراتے ہی سب چھوڑ چھاڑ کر جہاں بھی رہتا تھا دوڑا چلا آتا تھا اس قدر عشق تھا اسے دلاور کی بانسری کی دھن سے۔۔

"وہ سب بالکل ٹھیک ہیں۔۔ کل میں جا کر آیا ہوں وہاں۔۔۔"

بتایا کیوں نہیں مجھے۔۔۔؟" وہ فوراً اٹھ کر بیٹھا تھا۔"

موقع دیتے ہو بندے کو سکون لینے کا ہمہ وقت خود بھی حالتِ جنگ میں "

رہتے ہو اوروں کو بھی رکھتے ہو۔۔" معظم نے گھورتے ہوئے سارا ملبہ اس پر ڈالا تھا۔

یہ روندو عورتوں کی طرح شکوے کرنا بند کرو اور بتاؤ شہنشاہ کیسا"

ہے؟ سُکھ (مور)، سردار (بھینس)، شینخو اور براق (خرگوش کا جوڑا) اور باقی سب۔۔۔؟" وہ اچھل کر نیچے جمپ کرتا لہجے میں خاص تڑپ سموئے مستفسر تھا۔

"سب ٹھیک ہیں۔۔۔"

بے نیازی کا چولا اوڑھے گھومنے والے شخص کی بے زبان جانوروں کیلئے ایسی تڑپ دیکھ معظم ہنس پڑا تھا۔

جواباً وہ بنا کچھ کہے تیز قدموں واپسی کی راہ پر چل پڑا تو معظم نے بھی اس کے تعاقب میں قدم ڈال دئے۔۔ لیکن اس کے بجائے کاٹیج کی طرف جانے کے سائیڈ جھاڑیوں میں گھسنے پر وہ چونکا تھا۔۔

کدھر۔۔۔؟"بدقت اس کا بازو تھامنا چاہا لیکن وہ جھاڑی چیڑ کر دوسری" طرف نکل چکا تھا۔

دلاور کیا بچپنا ہے کہاں جا رہے ہو صبح ہی صبح۔۔؟"دوسری طرف کچی" سڑک تھی جہاں اس کی شاہی سواری (جیپ) تیار تھی اسے جیپ کی طرف بڑھتا دیکھ معظم نے لپک کر اس کے بازو پر گرفت بنائی تھی۔

مجھے ان لوگوں کے پاس واپس جانا ہے۔۔۔"وہ بنا مزاہمت کے فیصلہ کن" انداز میں بولا تھا۔

"ابھی حالات سازگار نہیں ہیں۔۔"

تمہیں کیا لگتا ہے معظم بھٹی میں یہاں ڈر کر چھپا ہوا ہوں۔۔۔؟" وہ ضبط سے بھینچے عضلات لیئے مڑا تھا۔

نہیں! کیونکہ میں جانتا ہوں تم نے دربدری کا راستہ ڈر کر نہیں دی جان" کیلئے چنا ہے، انھیں اس تکلیف سے بچانے کیلئے تم خود کو اذیت دے رہو جو ان کے دو مشترکہ عزیز ہستیوں کے ٹکرانے پر انھیں ہو گی۔۔۔۔" سنجیدہ نظریں اس کے سپاٹ نقوش سے الجھائے معظم ٹھہرے لہجے میں بولا تھا۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں تھی ڈراور دلاور عثمانی کا نام ایک پنے پر لکھنا جانا ممکن نہیں!

جیسی گھناؤنی سازش اس کے خلاف رچی گئی تھی اگر اسے دی جان کا خیال نہیں ہوتا تو آج سازش رچنے والوں کے گھر صف ماتم بچھی ہوتی اور بیہودہ افواہ کے چٹخارے لے رہے گاؤں والے تعزیت کے نام پر سوئم کی بریانی سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے۔۔

پچھلی مرتبہ جب الیکشن کے وقت اسے مہرہ بنانے کی کوشش کی گئی تھی اس نے ان عتاب کو آواز دینے والوں کے گھر گھس کر ایسا قہر ڈھایا تھا کہ دشمن کی سات نسلیں پناہ مانگ اٹھی تھی۔

پر پھر دی جان ہو سپٹلائز ہو گئی اور دلاور عثمانی کی جان لبوں پر آن ٹھہری۔

تبھی اس مرتبہ وہ مڈ بھیر کے بجائے اپنے اندر برپا طوفان کو خود میں سمیٹے نکل گیا تھا۔۔۔

ایک جمعہ جا کر آج دوسرا جمعہ ہے۔۔اب مزید میں جبر نہیں"

کر سکتا۔۔۔" جھٹکے سے بازو چھڑاتا وہ جیپ کی طرف بڑھا تھا۔

"لیکن بات دبی نہیں ہے بلکہ اور پھیل گئی ہے، سمجھو۔۔۔۔"

تو پھر بات کو کھولتے ہیں اور لاتے ہیں اس مولانی کو سامنے تاکہ معلوم تو ہو"

میری بدتمیزیوں کی نوعیت کا۔۔۔"غصہ کی سرخی سے اس کے کنپٹی کی ہری ہری رگیں کچھ زیادہ ہی واضح ہونے لگی تھی۔۔

"!!پردلاور"

اپنا کام کرو ننھے آفیسر! میرے پیچھے خوار ہونے کی تمہیں سرکار تنخواہ نہیں"
دیتی۔۔۔"بے مروتی سے کہتے وہ حسب عادت اچھل کر جیپ میں بیٹھتا
جھٹکے سے جیپ کو بیک لیتا کاغذ کے جہاز کی طرح اڑا لے گیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"!!ہم اندر آجائیں حکیم صاحب"
بھاری آواز میں اجازت طلب کئے جانے پر جمعہ میں خطبہ دینے کیلئے مطالعہ
میں مشغول حاجی حکیم نے چونک کر نگاہیں اٹھائی اور مقابل اخلاق حسین کا
مسکراتا چہرہ دیکھ ان کا دل بے اختیار ہی ناخوشگوار انداز میں دھڑکا تھا لیکن
اجازت تو خیر دینی ہی تھی۔
آئیں تشریف رکھیں۔۔"وہ انھیں کرسی پیش کرنے کیلئے اٹھنے لگے کہ۔۔"
ارے نہیں! نہیں! آپ کیوں زحمت کر رہے ہیں؟ ہم یہیں بیٹھ جاتے"
ہیں۔۔۔"ہاتھ کے اشارے سے روکتے وہ آکر ان کے مقابل رکھے دو لکڑی

کے پیڑھیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا تھا۔۔ جبکہ اس کے آدمی دروازے کے باہر ہی ہاتھ باندھے کر معدب سے کھڑے ہو گئے تھے۔۔

حاجی حکیم اس وقت حکیم خانے میں اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھے تھے جس کے سامنے لکڑی کا میز تھا جو خاص اؤنچا نہیں تھا اور مقابل دو لکڑی کے تختے تھے جس پر عام طور پر مریض آ کے بیٹھتے تھے۔

فرمائیں کیسے زحمت کی۔۔۔؟" باوجود کوشش کے وہ لہجے میں بشاشت " شامل نہیں کر پائے تھے۔۔

آپ جیسے بندے کی صحبت حاصل کرنا تو عین سعادت ہے حاجی صاحب " زحمت کیسی۔۔۔؟" اخلاق حسین نے خواہ مخواہ ہی قہقہہ لگاتے انکساری کا اظہار کیا تھا۔۔

لیکن آپ جیسے بڑے لوگوں کا قیمتی وقت نکال کر ہمارے غریب خانے پر " تشریف لانے کے پیچھے میں مانتا ہوں یقیناً کوئی خاص وجہ رہی

ہو گی۔۔۔"حاجی حکیم نے بلا تردد مہذبانہ انداز میں مدعا بیانی کا عندیہ دیا تو وہ ایک بار پھر قہقہہ لگا اٹھا۔۔

جس پر انھوں نے مشکل سے اپنے تاثرات کو بگڑنے سے روکا تھا ورنہ کہیں نہ کہیں اخلاق حسین کی آمد کا مقصد واضح تھا۔

"اب تو آپ واقعی شرمندہ کر رہے ہیں حاجی صاحب! ہم تو بڑے ادب" عاجزی وانکساری کے ساتھ آپ سے کچھ مانگنے آئیں ہیں۔۔۔"وہ سنبھل کر بیٹھتا اپنی شاطر نظریں ان کے الجھن زدہ چہرے پر ٹکا چکا تھا۔

"میں آپ کو کیا دے سکتا ہوں۔۔؟"

"اپنا کل اثاثہ۔۔۔"

"میں سمجھا نہیں۔۔۔؟"

"میں آپ کی پوتی کی بات کر رہا ہوں۔۔۔"

معذرت! لیکن مجھے اپنی پوتی کا ذکر کسی بھی غیر شخص کی زبان پر سخت" ناپسند ہے۔۔۔؟" ماتھے پر بل نمودار کرتے اب کے لہجے کی ناگواری انھوں نے قطعی خوش اخلاقی کے لبادے میں چھپانے کی سعی نہیں کی تھی۔۔

لیکن اس وقت ان کا ذکر گاؤں کے ہر شخص کے زبان پر ہے۔۔۔ کیا آپ" نہیں جانتے؟" معنٰی خیزی سے جتانے پر حاجی حکیم کے تنے عضلات ڈھیلے پڑے تھے۔

لوگوں کی تنگ نظری کا کیا ہے انھوں نے تو انبیاء کرام، اؤلیاءاللہ، بڑے" بڑے صوفی و متقی اشخاص تک کو نہیں بخشا، پھر میری پوتی تو ایک ادنٰی سی بندی ہے۔۔۔" سنجیدگی سے جواب دیتے ان کی آنکھوں میں دکھ کے گہرے بادل اترے تھے۔

اپنی ذات کو پس پشت ڈال کر جن لوگوں کی خدمت کرتے، دینی و دنیاوی معاملات میں بہتر رہنمائی کرتے انھوں نے اپنی عمر گزار دی تھی آج وہی احسان فراموش لوگ کسی ناخلف کی اڑائی بیہودہ افواہ کو رائی کا پہاڑ بنا کر ان کی

پاکیزہ پوتی کی پاک دامنی پر انگشت نمائی کر رہے تھے جسے آج تک کسی غیر مرد کی ناپاک نگاہ نے چھوا تک نہیں تھا۔۔

زمانے کو تو ہم نہیں بدل سکتے، لیکن حالات کا رخ تو بدل سکتے ہیں"

"ناں۔۔۔۔؟

میں سمجھا نہیں۔۔۔۔؟"اخلاق حسین کا انداز ان کی واقعی سمجھ نہیں آیا" تھا۔۔

میں اس مشکل گھڑی میں آپ کے ساتھ کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔۔"وہ بڑی" ہوشیاری کے ساتھ دماغی کھیل کھیل رہا تھا۔

"میں اب بھی نہیں سمجھا آپ وضاحت کریں۔۔۔"

"میں اپنے چھوٹے بھائی کیلئے آپ کی پوتی کا ہاتھ مانگنا چاہتا ہوں۔۔۔۔"

دماغ تو درست ہے آپ کا۔۔۔؟"وہ کرنٹ لگے شخص کی طرح بدک کر" اپنی جگہ کھڑے ہوئے تھے۔

میں جانتا ہوں وہ شادی شدہ ہے، لیکن اس کی بیوی بستر مرگ میں مبتلا آج" کل کی مہمان ہے۔ وہ جوان ہے خوبصورت ہے اتنی بڑی جائیداد کا "مالک۔۔۔۔

مزید ایک لفظ نہیں اخلاق حسین صاحب!" سختی سے ان کا ہاتھ اٹھا تھا۔"

"میں آپ کی پوتی کی بھلائی کی بات۔۔۔"

میں اپنی پوتی کی بھلائی سوچنے کیلئے یہاں موجود ہوں۔۔" انھوں نے سرخ" چہرے کے ساتھ درشتگی سے جملہ قطع کیا تھا۔

اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے وہ شادی شدہ نہیں ہوتے تب بھی ایسا ممکن نہ" تھا!!" حاجی حکیم کے لہجے ضبط و قطعیت کی برابر آمیزش تھی۔

"اچھا تو کیا اس دلاور عثمانی سے ممکن ہے؟"

"میں آپ کو جوابدہ نہیں۔۔۔"

جوابدہ توہیں آپ۔۔اور آپ ہمارے بزرگ ہستی ہیں ہمارے خیر "
خواہ، آپ کی خیر خواہی کا سوچنا ہمارا فرض ہے۔۔"وہ ان کی سوچ سے زیادہ کمینہ تھا۔
"بہت شکریہ ! لیکن میں اپنی پوتی کی بہتری جانتا ہوں۔۔۔"
اور آپ کو اپنی پوتی کی بہتری اس دلاور عثمانی جیسے "
آوارہ بدکردار میں نظر آرہی ہے۔۔۔؟ جس نے آپ کی پاک دامن پوتی کے اجلے دامن کو داغدار کر دیا ہے۔۔؟ جو نجانے کس کم کمین فحاشہ کی بطن سے جنما ہے جسے آج تک حویلی والوں نے اپنا خون تسلیم نہیں کیا نہ کرنے کے امکان ہیں۔۔اگر آپ کو لگتا ہے وہ آپ کی پوتی کو عزت کی چادر اوڑھائے گا۔۔۔تو معذرت میں آپ کو معصوم نہیں بیوقوف کہنے کی گستاخی "کرنا چاہوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ ضرورت سے زیادہ کہہ چکے ہیں برائے مہربانی اپنی تشریف لے جائیں۔۔۔" بڑے ضبط سے اس کی بکواس سننے کے بعد انھوں نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"چلا جاتا ہوں، لیکن آپ کو تسلی سے سوچنے کا موقع دیکر آپ سے مثبت جواب کی امید لیکر۔۔۔" وہ ڈھیٹ تھا۔

"ہمارا جواب قطعی ہے، آپ ہم سے کوئی امید نہیں رکھیں۔۔" انھوں نے قطعی لگی پٹی سے کام نہیں لیا تھا۔

"آپ جلد بازی سے کام لے رہے ہیں۔۔"

"قطعی بھی نہیں۔۔اس رات کی روداد سے میں من و عن واقف ہوں، اس لڑکے کی حرکت غیر اخلاقی ضروری تھی، لیکن وہ اخلاقیات کی سطح سے نہیں گرا تھا، اس لڑکے کی حق میں گواہی خود میری پوتی نے دی ہے، اور میری پوتی کی پاکدامنی کا گواہ میرا رب ہے، باقی زمانہِ جاہل جو سمجھتا ہے بضد شوق

سمجھے۔۔۔۔"دوٹوک انداز میں اخلاق حسین کو جواب دیتے شدت جذبات سے ان کی اجلی رنگت خون جھلکانے لگی تھی۔

معاملہ جو بھی رہا ہو حکیم صاحب!!دلاور عثمانی جیسے شہرت یافتہ لوگ جس" دہلیز پر قدم رکھ دیں وہ ویسے ہی میلی ہو جاتی ہے،اور اگر دنیا کی سوچ اتنی ہی غیر اہم ہے تو آپ کے دیرینہ دوست نے عین وقت پر دامن کیوں جھٹک دیا۔۔؟"مکروہ ہنسی لبوں پر سجاتے اخلاق حسین نے وار کاری کیا تھا جس پر حاجی حکیم کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔

خیر میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا، ٹھنڈے دماغ سے سوچئے" گا۔۔۔خدا حافظ۔۔۔"خباثت سے ماتھے تک ہاتھ لیجا کر وہ آگے بڑھا پھر پلٹ کر حاجی حکیم کا دھواں دھواں چہرہ دیکھتا لب دبا کر واپس مقابل آیا۔

اور یاد رکھئے گا حاجی صاحب! جتنا اجلا دامن ہوتا ہے داغ اس قدر ہی" نمایاں ہوتا ہے،اور جتنا نیک نام ہوتا ہے بدنامی اتنی ہی عام ہوتی ہے۔۔گاؤں میں کسی دوسرے کے گھر کی عزت لٹ بھی جاتی نہ بھرے بازار اتنا تماشہ

نہیں ہوتا جتنا فقط آپ کی دہلیز پر دلاور عثمانی کے قدم رکھنے سے ہوا ہے، کیا آپ ساری زندگی اپنی پوتی پر یہ داغ لگا رہنے دینا چاہتے ہیں ایسے ہی۔۔۔؟ سوچئے گا ضرور۔۔۔۔" ان کی سماعت میں جاہل زمانے کی حقیقت کا پگھلا سیسہ انڈیلتا ان کے ناتواں شانوں سے نادیدہ گرد صاف کرتا وہ تو چل دیا تھا پیچھے

حاجی حکیم بوسیدہ دیوار کی طرح ڈھے گئے تھے۔۔

شیطان اور ابلیس تو مفت میں بدنام ہیں یہاں اصل شیطانیت و خباثت تو انسانوں میں بھری ہوئی ہے۔۔

بات کیا تھی وہ لڑکا محض پندرہ منٹ کیلئے ان کے آنگن میں آیا تھا، ہاں اس کا آنارات کے اس پہر غیر اخلاقی تھا لیکن وہ ایک بے زبان کیلئے آیا تھا۔ جس سے یہ بات تو صاف واضح تھی کہ حاجی حکیم کی عدم موجودگی سے وہ واقف نہیں تھا۔۔

اس نے غصہ میں فاروق کو دھکا دیا تھا توڑ پھوڑ بھی مچائی تھی لیکن وہ تنہا نہیں آیا تھا اس کے ساتھ معمر ملازم موجود تھا خود حاجی حکیم کے گھر مقدس کے علاوہ چار اور لوگ موجود تھے۔۔

پھر فاروق نے خود بتایا تھا اس لڑکے نے شدید اشتعال کے زیر اثر ہونے کے باوجود گھر میں گھسنے کی کوشش نہیں کی تھی، نہ مقدس نے باہر قدم رکھے تھے۔

لیکن صبح تک لوگوں نے اس حادثہ کو کوئی اور ہی رنگ دے دیکر جنگل کی آگ کی طرح شر پھیلا دیا تھا۔

اور اخلاق حسین بالکل سہی زمانہ کی بدصورت چہرے کی آئینہ داری کر کے گیا تھا۔

تلخ ہے مگر سچ ہے یہاں بہتان ہمیشہ باکردار کے اور بھگتان ہمیشہ بے گناہ حصے آتا ہے۔

مضمحل شکستہ اعصاب کو جھنجھوڑتے انھوں نے واپس خطبات کی کتاب اٹھائی

تواوراق الٹتے ہوئے

'بہتان زنی و کردار کشی '

کا تلخ موضوع خود بخود کسی غیبی اشارے کی طرح ان کے سامنے کھل گیا تھا۔

!!..دعووں کے ترازو میں تو عظمت نہیں تُلتی

!!..فیتے سے تو کردار کو ناپا نہیں جاتا

!!..اوروں کے خیالات کی لیتے ہیں تلاشی

!!..اوراپنے گریبانوں میں جھانکا نہیں جاتا

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"!نیک بخت یہ لگادیں۔۔۔۔"

جمعہ کی نماز کیلئے تیار سفید براق جبہ میں ملبوس بارعب سے داجی حسب عادت ہاتھ میں اپنی پسندیدہ عطر کی شیشی لیئے دریچے کے پاس رکھی تخت پر بیٹھی سورہ کہف پڑھ رہی دی جان کے پاس آئے تھے۔

ایک عمر گزر چکی ہے شہباز کے ابا! اب تو خود کر لیں یہ۔۔۔"ان کے ہاتھ سے عطر کی شیشی لیتے دی جان کا سر نفی میں ہلا تھا۔

اچھی عادتوں کا عمر کے ساتھ پختہ ہونا اچھی بات ہے نیک بخت!!"انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے کئے تھے جس پر دی جان نے باری باری عطر لگایا تھا پھر وہ ذرا سا آگے کو جھکے تو دی جان نے سینے اور کالر کو بھی عطر سے معطر کیا۔

لیکن خیال کرنا چاہیئے اب آپ جوان پوتے پوتیوں والے ہو گئے ہیں، کل" کو پردادا بنیں گے ہنسے گے بچے آپ پر۔۔۔"رحل کے پاس رکھی تہہ شدہ شال اٹھا کر ان کے شانے پر ڈالتی وہ متبسم لہجے میں بولیں تھی۔

سوائے آپ کے اس نافرمان لاڈلے کے کسی کی اتنی ہمت"

نہیں۔۔۔"داجی نے گردن اکڑا کر اپنا رعب ودبدبہ جتایا۔

ہاں! ساری برائیاں تو ہے ہی میرے لاڈلے میں۔۔"دی جان فوراً بر امنا"

گئی تھی۔۔

فون کرنے کی توفیق ہوئی اس ناخلف کو۔۔۔؟بتایا کچھ کہاں مارا مارا پھر رہا"

ہے۔۔۔؟"ہاتھ کے اُپر عطر لگا کر دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملتے انھوں نے

پوچھا۔

جیسے آپ کو معلوم ہی نہیں وہ کہاں ہے۔۔۔؟"دی جان نے ناراض"

نظروں سے دیکھتے جتایا تھا۔

ہاں تو کونسا اس چینگیز خان کہ جانشین کو نہیں معلوم۔۔"داجی قطعی نادم"

نہیں ہوئے تھے۔۔

آپ دونوں دادا پوتے کو تو اللہ ہی سمجھ سکتا ہے۔۔۔"دی جان ہار مانتی ہوئی"

کلام پاک کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

دعا کریں امام صاحب بھی اسے سمجھ جائیں اور کوئی مثبت جواب دے"
دیں، زندگی سنور جائے گی اس ناہنجار کی ورنہ ساری زندگی ایسے ہی مارا مارا
پھرتا رہے گا۔۔"جھک کر ان کی ململ آنچل میں عطر لگے ہاتھوں کو نرمی سے
پوچھتے وہ فکر مندی سے بولے۔

جواباً دی جان خواہش کے باوجود آمین نہیں کہہ پائیں تھی کس طرح کہتی
آمین یہ خوش بختی ان کے پوتے کی نصیب میں خوشی کی صورت داخل نہیں
ہو رہی تھی۔اس کی روح پر پہلے ہی اتنے چھالے تھے مزید کیسے وہ زخم لگنے
دیتی۔۔

وہ گلستانِ بہار پہنچا تو معلوم ہوا ہے آج شہنشاہ صاحب باغ کے عقبی حصے کی
سیر پر نکلے ہوئے ہیں۔

سہی ہے بھئی ! ہم ان سے شرفِ ملاقات حاصل کرنے کیلئے ہواؤں کے "
گھوڑوں سے سبقت لیجا کر آئیں ہیں اور یہاں موصوف سیر و تفریح کے
"مزے لوٹ رہے ہیں۔۔۔۔۔۔

برے برے منہ بناتے ہوئے دلاور نے سنسنان تالاب کا کنارہ جو کہ (شہنشاہ صاحب کی پسندیدہ جگہ تھی) پھر ان کے خواب گاہ کو دیکھا جو صاف ستھرا خالی تھا۔

تم میرے بغیر مست قلندر گھوم رہے ہو تو میں بھی مست ہوں، ہو نہ !"
بڑے آئے خوش فہم شہنشاہ۔۔۔" بڑبڑاتے ہوئے وہ جا کر تالاب کے دوسرے کنارے پر پورے قد سے کھڑے آم کے پیڑ کے نیچے کو جھکی ٹہنی پر بیٹھا۔

بانسری جیکٹ کی جیب سے برآمد کرتے بڑی جاندار قسم کی مسکراہٹ اس کے عنابی لبوں پر رقصاں تھی، جو بانسری کو قوی انگلیوں میں تھام کر لبوں سے لگاتے مخصوص دھن چھیڑتے ہوئے مزید گہری ہو گئی تھی۔۔

ادھر اس کی بانسری کی خوبصورت دھن کو جیسے ہی گلستانِ بہار کی چنچل ہواؤں نے اتنے دنوں بعد سنا فوراً ہی اپنی آوارہ لہروں میں مدھر سُروں کو بھرتی ہر ذی روح کی سماعت میں انڈیلنے چل دی۔۔

آن کی آن میں وہاں کام کرنے والے ملازمین کے ساتھ ادھر ادھر مٹر گشت کر رہے سارے جانور کسی غیبی قوت کے زیر اثر کھینچے چلے آئے تھے۔

شیخو اور براق تو منہ میں گاجر لیئے ہی حاضر تھے، سکھ، حسب عادت سردار کی پیٹھ پر بیٹھی تھی، پھدکتی ہوئی گلہری جس کا یہ آم کا پیڑ ذاتی گھر تھا سو وہ ٹہنی پر دلاور کے ساتھ ہی پھدک رہی تھی، ملازمین تالاب کے دوسرا کنارے ہی کھڑے لطف اٹھا رہے تھے۔

جب یکایک پر فسوں ماحول میں بھاری قدموں کی دھمک سے ہل چل پیدا ہوئی ساتھ باقی سب کی جان ہوا ہوئی۔۔ جبکہ دلاور کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی لیکن اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھی۔۔

بھاری پیروں کی دھمک سے ٹھیک ٹھاک مرتعش ہوتی زمین نے ننھے جانور سمیت ملازمین کا بھی دل ہولا دیا تھا تبھی سب آن کی آن میں ادھر ہوئے تھے۔آخر کون ہیت وجسامت دونوں اعتبار سے 'شہنشاہ' کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو سکتا تھا۔

تالاب کے کنارے پہنچتے ہی اپنی آمد کا پتا دینے کیلئے شہنشاہ نے سونڈ اٹھا کر زوردار آواز نکالی تھی جس سے دلاور کی بانسری کی آواز لمحے کیلئے دب گئی۔ لیکن پھر بھی وہ بنا توجہ دئے بانسری بجاتا رہا تھا۔

اور یوں علی العلان آمد کی خبر دینے کے باوجود توجہ نہ ملنے پر بگڑے شہنشاہ صاحب سونڈ اٹھا کر آواز نکالتے ہوئے ہی دھپ دھپ کی آواز پیدا کرتے اس کنارے سے اس کنارے آئے لیکن دلاور کی پوزیشن میں کوئی تغیر نہیں آیا۔

ٹہنی کے بالکل قریب سونڈ لیجا کر شہنشاہ نے اب کے غصہ سے زوردار آواز نکالی تو دلاور کے کان کے سارے پردے جھنجھنا اٹھے۔

لیکن وہ اسے تنگ کرنے پر بضد ویسے ہی پڑا رہا۔

مزید دو تین بار اونچی آواز نکالنے کہ باوجود اثر نہ ہونے پر

ٹھیک ٹھاک مشتعل ہو چکے شہنشاہ نے سونڈ ٹہنی سے لپیٹتے زور سے ہلا ڈالا

نتیجتاً آرام سے لیٹا دلاور توازن کھوتا ہوا گرنے لگا کہ شہنشاہ نے فوراً اس کے

سینے کے گرد سونڈ لپیٹتے اسے اٹھا کر اپنی سخت پیٹھ پر قریباً پٹخا دیا۔

"سنبھل کر بیٹھتے وہ کراہ اٹھا۔۔۔۔ مار دیا ظالم اتنی سخت پیٹھ ہے تمہاری۔۔۔۔"

تھا۔

جس کا ایک کام انجام دیکر ہاتھ جھاڑنے کے انداز میں سونڈ جھٹکتے شہنشاہ نے

کوئی نوٹس نہیں لیا تھا خاموشی سے ایک سمت قدم اٹھانے لگا۔

"یہ سہی زبردستی ہے بھئی ! ہم آئیں تو خود غائب ہو جائیں اور بعد میں لوگوں

کو زبردستی یرغمال بنا کر اپنے ساتھ لیجائیں۔" دلاور نے خراب منہ بناتے

شکوہ کیا تو شہنشاہ نے رک کر ذرا سا آنکھیں ترچھی کر کے اسے گھورتی

نظروں سے دیکھا جیسے کہنا چاہ رہا ہو۔

تم ایسے وقت کے پابند انسان جو تمہاری واپسی کے وقت مقررہ سے پہلے ہی" میں پھاٹک پر پھول لیکر تمہارے سواگت کیلئے نہ بیٹھ کر گستاخی کا مرتکب ہو گیا۔۔۔"

ایسی طعنہ شاہی والی نگاہوں سے نہیں دیکھو مجھے، میں کوئی ہمیشہ کیلئے نہیں" گیا تھا تمہیں انتظار کرنا چاہئے تھا میرا یہیں پر۔۔۔"اس کی بڑی بڑی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے دلاور نے شکوہ بھی خاصے رعب سے کیا تھا۔۔

جس پر زور سے سر ہلا کر اپنی آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتے واپس شہنشاہ نے اسے غصہ سے دیکھا۔ جیسے کہہ رہا ہو

میں تو فارغ بیٹھا ہوں ناں ادھر! جو تمہارے نام کا جوگ لیکر بیٹھا" رہوں۔۔۔"

یہ جب تم مجھے شہباز کے اباوالی نگاہوں سے گھورتے ہو ناں قسم سے انتہائی" زہر لگتے ہو۔۔۔"دلاور نے واپس اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تو وہ دائیں بائیں سر ہلا کر اس کی بات کو ہوا میں اڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

ویسے وہ ننھا منا آفیسر آیا تھا ملنے سنا ہے، کیا لیکر آیا تھا۔۔۔؟"شہنشاہ کے "
جا کر اپنی مخصوص جگہ پر شاہانہ انداز میں بیٹھنے پر دلاور نے پوچھا۔
قدر کرو میری واحد میں ہو جو خالی ہاتھ نہیں آتا، ورنہ لوگ "
تو۔۔۔۔"دلاور کی بات درمیان ہی رہی جب نظیر نے بڑا سا ٹوکرا لا کر
شہنشاہ کے آگے رکھا۔
وہ یہ جنگلی کیلے کل معظم سا لیکر آئے تھے، کہا تھا کہ بھوسے میں رکھ دوں "
کچھ پک جائیں تب دوں شہنشاہ کو، طبیعت خراب تھی ناں پچھلے دنوں ان
کی۔۔۔۔۔"نظیر کی بے وقت انٹری اور حوالے پر دلاور ٹھیک ٹھاک
تلملایا تھا جبکہ شہنشاہ یوں مغرورانہ انداز میں جھک کر کیلے کھانے لگا تھا جیسے
جتانا چاہ رہا ہو کہ۔۔
اگر تم نام اور کام سے حریف زادے ہو سکتے ہو تو، ہم فقط نام کے شہنشاہ "
"نہیں ہماری قدر و اہمیت بھی بادشاہوں والی ہے دس لوگوں میں۔۔۔۔

پھر شہنشاہ نے ہی اٹھا کر ایک کیلا اس کی طرف بڑھایا تو وہ خراب خراب منہ بناتا کھانے لگ گیا تھا۔

ایک دو تین چار کیلے کھانے کے بعد پیٹ تو بھر ہی چکا تھا اور شہنشاہ سے گفت وشنید کر کے ذہن تر و تازہ ہو گیا لہٰذا لمبی تان کر سونے کیلئے وہ چل دیا۔۔

پھر ملتے ہیں مترا۔۔۔۔۔؟" حسب عادت وہ شہنشاہ کی سونڈ کا بوسہ لینا" نہیں بھولا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

جو کسی پاکباز عورت پے تہمت لگا دے میرے نبی ﷺ نے فرمایا پھر وہ" سو سال تک سجدے سے سر نہ اٹھائے تب بھی جہنم میں جائے گا، اگر اس" نے توبہ نہ کی اور اس خاتون سے معافی نہ مانگی۔۔۔۔۔۔

جمعہ کی نماز ادا کر کے سب مقتدی سلام دعا کرتے ہوئے مسجد کے احاطے سے نکلتے ہوئے صحن عبور کرتے ابھی گیٹ کی طرف بڑھنے ہی لگے تھی کہ حاجی حکیم کی بلند آواز پر سارے چونک کر آواز کی سمت متوجہ ہوئے۔

مسجد کی صحن میں موجود چھاؤں دار نیم کے پیڑ کے گرد بنے سنگی چبوترے پر سفید جبہ میں سر پر رومال باندھے کھڑے حاجی حکیم کو خود سے مخاطب دیکھ سب حیران پریشان جہاں کے تہاں تھم گئے تھے۔

میں یہ بات اندر ممبر پر بیٹھ کر بھی کر سکتا تھا اور بہت اچھے سے کر سکتا" تھا، لیکن وہاں مجھے خالص اپنے رب کی باتیں کرنی اچھی لگتی ہے، اس لیئے یہاں صحن میں خطاب کر رہا ہوں، میرا رب تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، مسجد کا ممبر کا صحن کیا صحرا کیا بیاباں کیا۔۔۔" وہ مبہم سا مسکرائے۔

پر ان کے خاص تمہید پر کئی لوگوں نے نافہم نگاہوں کا تبادلہ کرتے چہ میگوئیاں شروع کر دی۔۔

جانتے ہیں قارون کیوں غرق ہوا تھا۔۔؟" انھوں نے کچھ استعجابیہ تو کچھ " استفامیہ نگاہوں سے خود کو دیکھ رہے بھیڑ سے متبسم سوال کیا۔

جانتے ہیں کیوں اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ کچھ ساعتوں کیلیئے موسیٰؑ کا حکم " بجالائے۔۔؟" انھوں نے ایک ایک پر سے اپنی سوالیہ نظر گزاری جہاں کچھ

لاعلم لوگوں کے چہروں پر تردد کے آثار تھے تو وہیں کافی لوگ بغلیں جھانکنے پر مجبور تھے۔

میں بتاتا ہوں۔۔۔۔"انھوں نے اپنی آواز کو مزید بلند کیا۔"

ایک جانب شہباز اور شیراز عثمانی کے ساتھ کھڑے داجی کے لبوں پر جاندار مسکراہٹ نے جگہ بنائی۔۔

قرآن کریم میں دو رکوع میں ذکر آیا ہے قارون کا۔۔پڑھا ہو گا آپ لوگوں" نے۔۔یہاں پر بہت سے لوگ اس کے دردناک انجام کی وجہ سے بھی بخوبی واقف ہوں گے، پھر بھی میں مختصراً بتانا چاہوں گا۔۔۔"انھوں نے لمحاتی توقف لیا۔

جب اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰؑ نے بیش بہا دولت کے مالک قارون کو" اپنے خزانے سے زکوۃ نکالنے کا مشورہ دیا، جواباً وہ بدبخت بدک گیا کہ میں کیوں دوں میری دولت ہے۔ حیرت کا مقام ہے ناں یہاں میری دولت ہے سوچتے ہوئے اس کا کم فہم دماغ یہ یکسر فراموش کر چکا تھا کہ یہ سب دینے

والا وہی رب ہے، جو دے سکتا ہے تو لے بھی سکتا ہے۔۔ خیر زکوۃ سے بچنے کیلئے اس کے غلیظ دماغ نے انتہائی گھناؤنا منصوبہ تشکیل دیا ہے۔۔اور ایک بدنام عورت کو اس نے موسیٰؑ پر یعنی اللہ کے نبی موسیٰؑ جسے کلیم اللہ کا لقب ملا ان پر الزام لگانے کیلئے پیسہ دیکر خرید لیا۔۔اور کہہ دیا کہ جب موسیٰؑ وعظ کیلئے لوگوں کو اکٹھا کریں تم منصوبہ پر عمل آوری کر دینا۔۔

اور جب موقع آیا، موسیٰؑ بھیڑ سے مخاطب ہوئے قارون نے اس عورت کو کھڑا دیا، لیکن صد افسوس وہ بدنام عورت نورِ نبوت کی تاب نہ لا سکی اور قارون کا منصوبہ آشکار کر گئی۔۔اس عورت کہ زبانی قارون کا غلیظ منصوبہ جان کر موسیٰؑ تڑپ کر سجدے میں گئے، ان کے سجدے میں ایسی تڑپ ایسی شدت تھی کہ اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ کچھ پل کیلئے موسیٰ کی تابع ہو جائے اور پھر موسیٰؑ جاہ و جلال میں اٹھے اور زمین کو حکم دیا کے وہ قارون کو جکڑ لے، پھر قارون گڑگڑاتا رہا تڑپتا رہا، فریادیں کرتا رہا لیکن موسیٰؑ کے پے

درپے حکم کی تابع زمین اسے نگلتی چلی گئی، وہ دھنستا چلا گیا۔۔۔اور اس کا وجود نیست و نابود ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔"

"یہ تھی قارون کے غرق کی ہونے کی وجہ۔۔۔۔۔۔۔"

حاجی حکیم نے بھیگی نظریں اٹھا کر پورے مجمع کو دیکھا جہاں خوفِ خدا سے سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ان میں سے کچھ بے حس فرعون فطرت بھی تھے اخلاق حسین جیسے جنھوں نے شانے سے گرد کی طرح اس احساس کو جھٹک دیا تھا۔

"جانتے ہیں آپ لوگ اسلام کی فوجداری قانون کے مطابق بہتان تراشی کی سزا کیا ہے۔۔۔؟"ان کی خاص نظر کروفر سے کھڑے اخلاق حسین پر ٹھہری،ان کی نگاہوں میں کوئی الزام کوئی ترش پن یا چبھتا ہوا تاثر نہیں تھا پھر بھی دل کے چور نے اسے نگاہ نہ ملانے دیا۔۔

"کسی پر الزام لگانے کے بعد اگر مطلوبہ شخص چار گواہ پیش کرنے سے قاصر رہ جائے تو اس شخص کو اسی ؔ کوڑے ماریں جائیں اور اس کا معاشرتی بائیکارٹ

کیا جائے،اور پھر دوبارہ کسی بھی معاملے میں اس کی گواہی کو منظور نہ کی جائے۔۔۔"ان کے کچھ لفظوں پر خاص دباؤ ڈالنے پر اخلاق حسین سمیت بہت سے لوگوں نے پہلو بدلہ تھا۔

گزشتہ دنوں میرے گھر کیا ہوا۔۔؟ کیسے ہوا۔۔؟ کسی نے مجھ سے یا" میرے گھر موجود ملازمین سے تصدیق کرنے کی کوشش نہیں کی اور من گھڑت افواہ کی تشہیر کرتے گئے۔۔ خیر میں یہاں اس کی کوئی وضاحت، کسی قسم کی تائیدی یا تردیدی بیان نہیں پیش کروں گا، میں نے اپنا معاملہ رب پر چھوڑا ہے، بے شک میرا رب بہترین انصاف کرنے والا ہے۔۔۔"انھوں نے لمحے کو سر اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا تو کئی لوگوں کے دل کی دھڑکن سست پڑتی ہاتھ پسینہ سے بھیگ گئے۔۔

بے شک اس وقت سے ڈرنا چاہئے جب کوئی مظلوم اپنا حساب رب کے سپرد کردے۔۔

دلاور عثمانی کیسا ہے؟اس کی صحبت کیسی ہے؟اس کی شہرت کیسی ہے؟اس" پر میں نہ دوسروں کی رائے کو قابل اعتناء قابل اعتبار جانتا ہوں نہ اپنی رائے قائم کرنا چاہتا ہوں، میں بس اتنا جانتا ہوں جو شخص ایک جانور کی محبت میں اس حد تک جا سکتا ہے وہ کم از کم ایک پاک دامن عورت پر الزام لگانے والوں، منفی باتوں کو ثواب جاریہ سمجھ کر پھیلانے والوں، لوگوں کہ عیوب کو عیاں کرنے والوں، کسی کی مجبوری کا ناجائز فائدہ اٹھانے والوں سے لاکھ درجے بہتر ہے۔۔لہٰذا آج آپ سب کے سامنے میں محترم تاجور عثمانی صاحب کا میری پوتی کیلئے بھیجا گیا پیغام پوری خوشی ورضامندی کے ساتھ قبول کرتا ہوں۔۔۔"حاجی حکیم کی آخری غیر متوقع بات پر بھیڑ کو زبردست دھچکا پہنچا تھا۔

چاروں جانب چہ مگوئیاں شروع ہو گئی تھی جبکہ داجی خوشی سے نہال ہوتے بھیڑ چیرتے ان کی جانب بڑھے۔

آپ۔۔۔آپ ایسا۔۔ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔۔۔؟"اخلاق حسین تڑپ کر"
چبوترے سے اتر رہے حاجی حکیم کی راہ میں حائل ہوا۔
واضح رہے ایک باپ کبھی اس شخص کو اپنی بیٹی کا مقدر نہیں بنا سکتا جس"
نے اس کی بیٹی کہ دامن پر داغ لگایا ہو، دوسرا عزت دینی والی ذات صرف
اس واحدِ لاشریک کی ہے، اس کے علاوہ میری بیٹی کو کسی کہ رتبہ نام یا پیسے کی
خریدی ہوئی جھوٹی عزت نہیں چاہیئے اخلاق حسین صاحب!"جتاتے انداز
میں کہتے اخلاق حسین کے پیچ وتاب کھاتے چہرے پر متحمل نظر ڈال کر وہ
ایک سمت بڑھ گئے تھے۔
کیوں برخوردار پسند نہیں آیا آپ کو حاجی صاحب کا فیصلہ، آخر آپ کو بہت"
فکر تھی نہ اپنے بزرگ کی۔۔۔؟"بجائے حاجی حکیم کے پیچھے جانے کے
داجی بازی الٹ جانے پر سیخ پا ہو رہے اخلاق حسین کے مقابل ٹکے۔
سیاسی مفاد کیلئے کیا نا آپ نے یہ سب۔۔۔؟"وہ دانت پیستا غرایا۔"

تمہارے خاندانی خون میں شامل ہے ایسے اوچھے ہتھکنڈے اپنانا، ہم عزت" دینے اور عزت پانے میں یقین رکھتے ہیں۔۔۔"وہ رعب سے گردان اکڑاتے اس کی سرخ آنکھوں میں آنکھیں گاڑھ کر بہت کچھ باور کراتے بولے۔

ہونہ! عزت آپ کا وہ ہونہار پوتا عزت دے گا حاجی حکیم کی پوتی کو اچھا" "مذاق ہے، جس نے اپنے باپ کو عزت نہیں دی وہ۔۔۔۔

زبان سنبھالو اپنی ورنہ ہمیں کھینچنا آتا ہے۔۔۔"اس کے استہزائیہ انداز پر" داجی کا جلال پھوٹا تھا۔۔

کس کس کی زبان کھینچیں گے آپ۔۔؟ یہاں تو ہر دوسرے شخص کی زبان" پر ہے آپ کا پوتا۔۔۔؟"اخلاق حسین نے چٹخارا لیا۔

ان ساری زبانوں کی سرپرستی کرنے والی اس ایک زبان کو ہم کھینچ دیں تو" باقی خود کٹ کر گر جائیں گی۔۔۔۔"داجی کے ڈنڈا زور سے زمین پر مار کر کہنے پر اخلاق حسین کی تلملاہٹ خفیف سی سراسیمگی میں بدلی تھی۔۔

بابا سا! لوگ جمع ہو رہے ہیں چلیں۔۔۔"دونوں کی ٹھنتی دیکھ شہباز"
عثمانی فوراً در میان آئے تھے۔۔

لیکن یہ کرنے کی ہمیں ضرورت ہے نہیں، ہمارا پوتا ہی کافی ہے، جسے ہم"
نے مشکل سے باندھ رکھا جس دن ہم نے ہاتھ کھینچ لیا سب کی لگامیں کھینچ
دے گا وہ۔۔اندازہ تو تمہیں ہو گا۔۔۔؟"ٹھہرے چڑاتے انداز میں کہہ کر
وہ ازلی رعب دار انداز میں آگے بڑھ گئے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بارگاہِ الہیٰ میں دستِ دعا بلند کر بیٹھی مقدس کی آنکھوں سے آنسوں کا جھڑنا
رواں تھا، پنکھڑی سے نازک لب وقفہ وقفہ سے آپس میں مس ہو رہے
تھے، مدھم سانسیں شائد رونے کی باعث بھاری تھی اور دھڑکنیں
سست۔۔۔

گھنی خمدار پلکوں سے ٹوٹ کر گرتے موتی سے انمول آنسوں کا دوپٹے میں
جذب ہو کر بے مول ہونے کا دورانیہ کافی طویل ہو گیا تھا۔۔اس نے آہستگی

سے 'آمین' کہتے آنکھوں پر چادر سمیت ہاتھ رکھ کر سارے بچے آنسوں جذب کرتے چادر کو چہرے سے جدا کیا۔

دفعتاً مریم اور زینب گرتی پڑتی ہوئی حواس باختہ سی اندر داخل ہوئی۔۔

"بی بی جی! غضب ہو گیا۔۔" معطل حواس کے ساتھ اس کے مقابل گرتے مریم کی سانسیں بری طرح پھول رہی تھی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" رونے کی باعث اس کی مترنم آواز بھاری تھی۔

"بب۔۔بی بیجی۔آپ۔۔۔آپ کو نہیں پتا۔۔حاجی۔۔حاجی صاحب نے سب۔سب کے سامنے مسجد میں آپ کے۔آپ کیلئے حویلی والوں کو رضامندی دے دی ہے۔۔۔" آنکھوں کو حجم سے واں کر کے پھولی سانسوں کے ساتھ زینب نے اپنی طرف سے مقدس کی سماعت پر دھماکہ کیا تھا۔۔

"آپ لوگوں نے نماز ادا کر لی۔۔۔۔؟" لیکن دوسری طرف اطمینان کا عجب عالم تھا۔

بی بی جی!!!!"صدمہ واستعجاب کے مارے دونوں چیخ پڑی تھی۔"

ہماری ہو چکی ہے آپ ادا کر لیں یہیں، ہم ایک اور جائے نماز لاتے"

ہیں۔۔"وہ گھٹنوں کو جوڑ کر کھڑی ہوئی تھی۔۔

بی بی جی۔۔بی بی جی۔۔کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ظلم کا پہاڑ ٹوٹ چکا ہے"

آپ پر آپ کو نماز کی پڑی ہے۔۔۔"اس کے رد عمل سے پاگل ہوا ٹھی

زینب نے پکڑ کر اس کا نازک وجود جھنجھوڑ دیا تھا۔

یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں زینب آپ؟ نماز فرض ہے اور فرض سے کوتاہی"

کسی صورت معافی کے قابل نہیں۔۔۔"وہ سرزنشی انداز میں بولی تھی۔

اور بی بی جی آپ انسان ہیں، سانس لیتی ہوئی جیتی جاگتی ہوئی لڑکی۔۔اپنے"

معاملے میں اس طرح بے حس کیسے ہو سکتی ہیں آپ۔۔کیسے۔۔۔؟"مریم

حقیقتاً اُس کے اطمینان پر اپنا ذہنی توازن کھونے کے درپہ تھی۔

ہم انسان ہی ہیں مریم! یہی تو ہم آپ لوگوں کو سمجھا رہے ہیں۔۔ہماری"

دل کی دھڑکنوں سے لیکر سانسوں کی زیر و بم تک کا جو حساب رکھتا ہے، جس

رب کی مرضی کے بغیر اس کائنات کا ایک پتہ جنبش کی جرات نہیں کر سکتا آپ کو لگتا ہے وہ ہمارے حالات سے بے خبر ہے۔۔۔۔؟اور جب اسے خبر ہے تو لازمی اس کے عمل میں مصلحت پوشیدہ ہو گی اور اس کی مصلحت ہم کم فہم کی سمجھ آنا ممکن نہیں، یہی ہمارے انسان ہونے کی دلیل ہے۔۔ نماز ادا "کر لیں فرض کی ادائیگی میں بلاوجہ کی تاخیر اچھی نہیں۔۔۔

اپنے مخصوص پر اثر لفظوں کو سحر انگیز لب و لہجے میں بیان کر وہ چہرے پر ٹھہرے دریا سا اطمینان لیئے انھیں دوسرا جائے نماز تھما کر ہکا بکا چھوڑ روم سے نکل گئی تھی۔۔۔

کون چاہے گا مجھے تیری طرح اے رب

!کون ڈالے گا میرے عیبوں پر پردہ بار بار

کچن میں قدم رکھنے تک واپس اس کی نین کٹوروں میں ٹھاٹھے مارتا سمندر اتر آیا تھا۔۔

مسجد کیلئے نکلنے سے قبل سنجیدہ سے حاجی حکیم اس کے پاس آئے تھے۔

آپ کو ہم پر کتنا یقین ہے رحمت۔۔۔؟"اس کے ملائم چہرے کو نگاہوں" کی گرفت لیتے انھوں نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

اس رب کے بعد سب سے زیادہ!!"ان کے لہجے کی غیر معمولی پن کو" محسوس کرتے بھی اس نے سیدھا جواب دیا تھا۔

"اور ہمارے فیصلوں پر۔۔؟"

"اتنا کہ جس سے اختلاف ہم گناہ سے کم نہیں سمجھتے۔۔"

وہ مضبوطی سے بولی تو حاجی حکیم تفاخر سے اس کے قریب آتے اس کی پیشانی پر مہرِ شفقت ثبت کر مان بخشتے آنکھوں میں نمی لیئے پیچھے ہوئے تھے۔۔

مادرِ عیسیٰؑ ہو یا فرزندِ یعقوبؑ، دخترِ ابو بکرؓ ہو یا زوجہ محمد ﷺ ، زمانہ جاہلیت نے ایسی معتبر و متبرک ہستیوں کو نہیں بخشا تو حقیر حاجی حکیم کی پوتی کی کیا وقعت کیا بساط۔۔۔آپ ہمارا غرور ہیں اور اپنے غرور کے سر کا تاج ہم نے سوچ سمجھ کر ڈھونڈا ہے آپ جلد بازی نہیں کرنا سمجھنے میں، وقت کو سمجھانے کا موقع دینا۔۔۔"اس کی روشن جبیں پر ایک مرتبہ پھر نم لب رکھتے انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا پھر مڑ کر نکلتے چلے گئے تھے۔۔

جواباً سختی سے سلیب پر مخروطی انگلیوں کی گرفت بناتے اس نے احتجاج میں بلبلا اٹھے دل کو جیسے مٹھی میں جکڑ کر بھینچ دیا تھا۔

یہ آزمائش کی وہ کٹھن گھڑی تھی جب ایک پل کی بے اعتباری اس کے اور اس کے رب کا ناتا کمزور کر سکتی تھی، اس کے ایمان کو دیمک لگا سکتی تھی، حاجی حکیم کی عمدہ تربیت کو زیر کر سکتی تھی۔۔

اسے اس لمحے سے ابھرنا تھا،

اسے اس ناامیدی کی کیفیت کو شکست دینی تھی،

اسے اس اندر سر بلند کرتی بغاوت کو کچلنا تھا،

اس احساس برتری کو زمین بوس کرنا تھا جو اس شخص کی شہرت اور اپنی گزشتہ زندگی کا موازنہ کرنے پر اندر ابھر رہی تھی۔۔

جس ایک احساس نے فرشتوں کے استاد ابلیس کو جنت سے نکال کر ملعون بنا دیا تھا،

بس اس ایک لمحہ،

اس ایک احساس،

اس ایک سرکش خیال کو اسے شکست دینی تھی۔۔۔

سختی سے آنکھیں میچ کر کھولتے اس نے سلیب پر رکھے مٹی کے گھڑے سے گلاس میں یخ بستہ پانی بھر کر لیا پھر پاس سٹول پر بیٹھ کر گھونٹ گھونٹ پینے لگی گلاس جگہ پر رکھتے اس نے ایک بار پھر پلکوں کو آہستگی سے موند کر دو تین گہرے گہرے سانس لیتے دماغ میں چل رہی جھکڑ پکڑ کو نظر انداز کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اے پروردگار عالم! ہمیں اپنی پناہ میں رکھ، ہم تیری ادنیٰ حقیر سی بندی ہیں"
بس تیری نگاہوں سے گرنے سے ڈرتی ہیں، فقط تیری نگاہوں سے۔۔"زیر
لب اپنے رب کو مخاطب کرتے اس نے نم آنکھوں کو نرمی سے صاف کر کے
ہر احساس کو جھٹک دیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

مزید آپ کو کیا چاہئے نیک بخت؟نصیب جاگ گئے ہیں آپ کے اس"
بدبخت لاڈلے کے۔۔۔"اتنی بڑی خبر ملنے کے باوجود دی جان کے
چہرے پس و پیش دیکھ داجی بگڑے تھے۔
"داغ کی صورت۔۔۔؟"
کیا ہو گیا ہے آپ کو حاجرہ۔۔۔؟حاجی حکیم نے مسجد کی صحن میں کھڑے"
ہو کر اس کی بے گناہی کی گواہی دی ہے، اتنا اعلیٰ ظرف اس زمانے میں کوئی
نہیں ہوتا جو اس شخص کی گواہی دے جس کے نام سے اس کی پاکباز بیٹی بدنام
ہوئی ہو، یہ تو حاجی حکیم جیسے نایاب اللہ والے بزرگ ہی ہیں جنھوں نے

ناصرف اس کا نام صاف کیا بلکہ اس ناخلف کو قبول بھی کیا۔ورنہ ہم ان کی جگہ ہوتے تو قطعی اتنی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ نہیں کر پاتے۔۔۔۔"داجی بگڑتے صاف گوئی سے بولے تو دی جان کے چہرے پر خوشی و تردد کے آثار بیک وقت نظر آنے لگے۔

"وہ نہیں مانے گا شہباز کے ابا!!"دی جان کی پست آواز میں فکر واندیشے تھے۔

"ایسے کیسے نہیں مانے گا۔۔۔اس کا تو باپ بھی مانے گا ہم دیکھتے ہیں کیسے وہ نہیں مانتا۔۔۔"داجی کا ازلی ہٹ دھرم لہجہ عود کر آیا۔

"اس کے باپ کو تو منا لیا تھا آپ نے کیونکہ وہ نرم مٹی سا تھا جس سانچے میں ڈالا افف کئے بغیر وہ شکل اختیار کر لی،اپنے فعل کی وضاحت میں اپنی صفائی میں کچھ نہیں بولا وہ،آج تک اس کے لب مقفل ہیں،لیکن وہ اپنے باپ نہیں آپ جیسا ہے سنگلاخ چٹان،ڈٹ جائے تو ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا

لیکن جھکے گا نہیں۔۔۔"حزن و ملال میں ڈوبی دی جان نے ماضی کے کچھ اوراق الٹے تو داجی کے نرم تاثرات پتھریلے ہوئے۔۔

میں جانتا ہوں وہ مجھ جیسا ہے،اسی لئے میں یہ بھی جانتا ہوں اسے کیسے " قابو کرنا ہے۔۔۔"ان کی جہاں دیدہ آنکھوں میں پُر عزم چمک تھی۔

کیا کریں گے آپ۔۔۔؟"دی جان کا دل ہولا تھا۔"

چٹان کی مثال خوب دی آپ نے۔ہر چٹان کو خوبصورت مجسمے میں تبدیل " ہونے سے پہلے ہتھوڑے اور چھینی کی بے شمار ضربیں برداشت کرنی پڑتی ہے،اور جو نہیں کر پاتا وہ ٹھوکروں میں پڑا رہتا ہے، کیا آپ چاہتی ہیں وہ ہمیشہ ٹھوکروں میں رہے۔۔۔؟"داجی کے تلخ سوال پر دی جان کا سر نفی میں ہلا تا تھا۔

دھتکار و پھٹکار کے سوا اسے ملا ہی کیا تھا بچپن سے۔۔۔

یہی فکر تو انھیں راتوں کو سونے نہیں دیتی تھا کہ ان کے بعد اس کی زندگی کیسی ہو گی۔۔؟

کون اس کا خیال رکھے گا؟

کون اس کے خون رستے زخموں پر پھائے رکھے گا؟

کون اس کے دن بدن ناسور بنتے درد کی دوا کرے گا؟

کون اس کی اصل شخصیت کو دریافت کرا سے ایک ان چاہے وجود کی اذیتناک احساس سے نکال کر خاص ہونے کا فرحت بخش احساس سونپے گا۔۔؟

آخر کون۔۔۔۔؟

ان کے درد سے پھوڑے کی طرف دکھتے دل کی ہمہ وقت دہائیاں انھیں بے کل و بے چین کئے رکھتی تھی۔۔۔

شائد اب انھیں اس 'کون' کا جواب مل جائے۔۔

شائد یہی وہ 'کون' ہے۔۔۔۔۔؟

ان کے پراگندہ سوچوں کی آماجگہ دماغ کو ایک سمت ملنے لگی تھی۔ایک شبیہ اترنے لگی تھی۔

جس پر دل سو بار آمین کہتا واری نیاری جا رہا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

جی ہمیں منظور ہے آپ کا یہ فیصلہ

!کہہ رہی ہے ہر نظر بندہ پرور شکریہ

"خیریت ہے۔۔۔؟"

باآواز بلند گنگنانے کے ساتھ دوپٹہ لہراتی خود بھی مسرور سی جھومتی متصادم ہو رہی مضراب کو تھام کر بمشکل میرال نے پوچھا تھا۔

خیریت نہیں میرال جان !خوشی کہو۔۔خوشی۔۔۔"شانے سے تھام کر" اس نے پھرکی کی طرح میرال کو گھما ڈالا تھا۔

ارے !ارے۔۔۔۔"میرال کا تو پورا دماغ گھوم گیا تھا۔۔"

"کیا ارے۔۔ارے۔۔خوش نہیں ہو تم۔۔۔؟"

"میری چھوڑو اپنی خوشی کی وجہ بتاؤ۔۔۔؟"

"متوقع نکاح۔۔۔؟"

متوقع نکاح سے تم خوش ہو۔۔۔؟"میرال نے عجیب نظروں سے سرتاپا" وائٹ چکن کے کرتے پر کھلے پائینچوں والی سرخ پائجمہ پہنے کھڑی خوش نظر آرہی مضراب کو دیکھا۔

کیونکہ کل جمعہ کی نماز کے بعد سے تو حویلی کا درجہ حرارت خاصا بڑھا ہوا تھا۔کتنے ہی ملازم پیچ وتاب کھا رہی ناظمہ بیگم کی عتاب کا نشانہ بن چکے تھے۔

رخسار الگ کٹ کھنی بلی بنی گھوم رہی تھی۔

رضوانہ بیگم ہر معاملے سے لاتعلق نظر آتی اپنے معمولات میں مصروف تھی۔

شہباز صاحب کے تیور بھی ٹھیک نہ تھے۔شیراز عثمانی تو تھے ہی مانند مجسمہ۔۔

دی جان بھی فکر و تشویش میں تھی۔۔

اس پر مضراب کی دھمال چوکری میرال جتنا حیران بلکہ پریشان ہوتی کم تھی۔

ایسے ناقدانہ نظروں سے کیا دیکھ رہی ہیں میرال بیگم !ابھی ہم نے سنگھار میز کو شرف نہیں بخشا اس لیۓ حلیہ تھوڑا اول جلول ہو رہا ہے۔۔۔" شکن آلود شرٹ جھٹکتی وہ مصنوعی خفگی سے بولی تھی۔

مجھے تمہارا حلیہ نہیں دماغ ہلا ہوا لگ رہا ہے۔۔۔؟" میرال نے اس کی کنپٹی بجائی۔

"کیوں جی۔۔۔؟"

"اتنے تناؤ زدہ ماحول میں دماغ سے ہلا ہوا انسان ہی خوش ہو سکتا ہے۔۔۔"

"پھر تو میرا دماغ ڈبل ہلا ہوا ہے کیونکہ میں ڈبل خوش ہوں۔۔؟"

"اچھا وہ کیوں۔۔۔؟"

"آف کورس نکاح کی وجہ سے۔۔۔"

"کیسے۔۔؟"

پہلا اس لی ئے کہ دی جان خوش ہے، دوسرا اس لی ئے کہ رخسار ساسلگ "
رہی ہیں۔۔۔ہو گیا ڈبل۔۔"آنکھ دبا کر اس نے شانے اچکائے تو میرال نے
تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔

"رخسار سے کیا مسئلہ ہے تمہارا۔۔۔؟"

میرال پوچھے بغیر نہیں رہ سکی۔

زہر لگتی ہیں مجھے بڑوں کے معاملے میں گھسنے والی خود کو عقل کل سمجھنے والی "
لڑکیاں۔۔تم بھی لگتی ہو جب اپنی خالہ سا کی صحبت میں ہاں ہاں کرتی بیل کی
طرح سر ہلاتی ہو۔۔۔"برے برے منہ بنا کر کہتی وہ اچانک میرال پر چڑھ
دوڑی اور قبل اس کہ کی میرال کچھ کرتی باہر سے ابھری دل دہلاتی آواز پر
دونوں ساکت ہوئی تھی۔۔

جیپ کی ہواؤں کو چیرتی ہوئی صورا سرافیل سی آواز سن کر چھاؤں میں سستا
رہا چوکیدار سرپٹ قوی ہیکل گیٹ کی طرف دوڑا تھا۔کانپتے ہاتھوں سے عجلتاً

دونوں گیٹ کے کنڈا ہٹا کر جیسے ہی گیٹ کا ایک بھاری پھاٹک لی ئے وہ ایک جانب بھاگا دوسرے کو دھرام کی دل دہلاتی آواز کے ساتھ جیپ کھولتی ہوئی آندھی طوفان کی طرح اندر داخل گئ۔

ابھی یہ فضاء میں زبردست ارتعاش برپا کرتی آواز تھمی بھی نہیں تھی کہ فضاء ہاتھی کی بلند چنگھار کی آواز سے دہل اٹھی تھی۔۔

ساتھ ہی کئ اصلحہ لی ئے تعینات کھڑے ہٹے کٹے اسے قابو کرنے کیلئے معمور کئے گئے گارڈز اس کی جانب لپکے۔

جنھیں جیپ سے کسی پھرتیلے چیتے کی طرح چھلانگ لگا کر اترے دلاور نے بناؤ آؤ تاؤ دیکھے دھنک کر رکھ دیا تھا۔

ہر شئے کو تباہی کا روپ دھارے اپنی تباہ کاریوں کا نشانہ بناتا گرد و غبار کی طرح ادھر ادھر اچھال رہا وہ اس وقت کم از کم انسان نہیں لگ رہا تھا۔۔

حتیٰ کہ۔۔

قد و جسامت میں اس سے کئی زیادہ مضبوط و طاقتور گارڈز کو وہ یوں یہاں وہاں ہواؤں اچھال رہا تھا جیسے گوشت پوست والے انسان نہیں ہوا سے بھرے گیند ہوں۔۔

شدید غصہ و اشتعال کے زیر اثر جنونی ہو چکے اس پر اس وقت خون سوار تھا ایک ایک پر لاتوں گھونسوں کی برسات کرتے اس کا ایک ہی سوال تھراتی فضاء میں دہشت بن کر گونج رہا تھا۔۔

میں نے پوچھا کس نے مترا کو یہاں لایا۔۔۔؟" ٹھوکر میں پڑے گارڈ کو " زور کی ضرب لگاتے ایک مرتبہ پھر اس کی گرجدار آواز گونجی۔۔۔

جواب دو سارے گونگے ہو گئے ہو کس کی جرات ہوئی شہنشاہ کو ہاتھ " لگانے کی۔۔۔۔۔؟" جیپ پر لڑھکے گارڈ کو کالر سے پکڑ کر مقابل لاتے وہ دھاڑا ساتھ شہنشاہ کی چنگھار بھی گونجی۔۔

ساتھ ساتھ دھم دھم کی بھاری آواز سے فضا تھرانے لگی تھی جیسے زلزلہ آیا ہو زمین ٹھیک ٹھاک مرتعش ہو رہی تھی۔ شائد نہیں یقیناً شہنشاہ اس کے

پاس آنے کیلئے بے تاب تھا اسے کوئی چیز روک رہی تھی وہ گارڈ کو کسی بیکار شئے کی طرح ایک جانب اچھالتا آواز کی تعاقب میں بے تابانہ حویلی کی عقبی حصے کی طرف دوڑا تھا۔۔

"!!!مترا"

شہشناہ کے گلے اور سامنے کے ایک پیچھے کے ایک پیر میں موٹی لوہے کی زنجیر دیکھ اس کی سرخ آنکھوں میں خون لہو بن کر ٹپکنے کو بے تاب ہوا تھا وہ دیوانہ وار اس کی طرف دوڑا اسے دیکھتے ہی شہنشاہ نے پیر پٹخنا بند کر دیا تھا اور اس کے قریب آتے ہی اپنی سونڈ اس کی گردن کے گرد لپیٹ لی تھی جیسے یہ چند گھنٹوں کی دوری اس معصوم کیلئے صدیوں پر محیط رہی ہو۔۔

نہ مترا میں آگیا ہوں ناں یارا۔۔میں آگیا ہوں ناں۔۔معاف کر دے اپنے" یارا کو۔۔معاف کر دے مترا۔۔۔"خون آشام آنکھوں کو سختی سے میچتے وہ بار بار اس کی سونڈ پر لب رکھتا اس کی سونڈ سہلا رہا تھا۔۔

اور کچھ دور پر کھڑے تھر تھر کانپ رہے ملازموں کو اس پر ملک الموت کا گمان ہو رہا تھا۔۔

اب تماشا کیا دیکھ رہے ہو حرام خوروں کھولو ان زنجیروں کو ورنہ انھیں " زنجیروں میں ایک ایک کی لاش لٹکے گی یہاں پر۔۔" وہ کڑکتی بجلی کی طرح قہر سامانیاں غرایا تو مخدوش الحواس ملازم فوراً معطل حواس یکجا کرتے حرکت میں آئے تھے۔

حویلی میں داخل ہوئی اس کی جیپ کی آواز سن کر ہی وہ لوگ شہنشاہ کو کھولنے دوڑے تھے لیکن شہنشاہ کے پیر پٹخنا شروع کرنے پر ایسا ممکن نہ ہو سکا۔۔

سس۔۔سا۔سامائی۔۔مائی باپ کی سوسا۔۔ہم۔۔ہم نے شہنشاہ جی کے " ساتھ کچھ نہیں کیا۔۔ہم۔ ہمیں تو بس خیال رکھنے کا کہا تھا۔۔۔" سامنے کے پیر کی زنجیر کھولنے آیا ملازم باضابطہ ہاتھ جوڑ کر اس کی قدموں میں جھکتا گڑگڑانے لگا تھا۔

جان کی امان چاہتے ہو تو بتاؤ جرات کس کی ہوئی اسے یہاں لانے "
کی۔۔۔۔؟" وہ بپھرے ہوئے دریا کی مانند دھاڑا تھا۔
"ہم لیکر آئے ہیں اسے یہاں کیا کر لو گے۔۔۔۔؟"
عقب سے ابھری متکبرانہ آواز پر وہ زخمی شیر کی مانند بل کھا کر پیچھے بیلٹ
سے پسٹل کھینچ کر نکالتا ہوا پلٹا تھا۔
گولیوں سے چھاتی چھلنی کر دوں گا۔۔۔۔"پسٹل عین شہباز عثمانی کے دل "
کے برابر میں تانتا وہ ہزاروں اژدھوں کی زہر کی سفاکیت لیئے گرجا تھا۔
ایک۔۔۔ایک معمولی سے پالتو جانور کیلئے تم ہم پر بندوق تانو گے ہم "
پر۔۔۔"اس کا وحشیانہ روپ دیکھ کر شہباز عثمانی اندر تک دہل اٹھے تھے۔۔
یہ آپ لوگوں کیلئے محض ایک پالتو جانور ہو گا۔۔ لیکن میرے لیئے "
نہیں، مجھے یہ اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہے، جس کیلئے میں اپنی جان دے
سکتا ہوں تو کسی کی جان بنا کسی قلق کے لے بھی سکتا ہوں۔۔۔۔"اپنی
گردن سے لپٹی شہنشاہ کی سونڈ کو ایک ہاتھ سے سہلاتا دوسرے سے بندوق

تانے وہ اپنے سنگین الفاظ کو لیکر کس حد تک سنجیدہ تھا یہ اس کی آنکھوں سے جھلکتی بے حسی بتا رہی تھی۔

"کک۔۔کیا کر رہے ہو لڑکے میں کہتی ہوں بندوق نیچے کرو۔۔۔" ناظمہ بیگم حواس باختہ سی بیچ میں آئی تھی۔

"اپنے شوہر سے پوچھیں انھیں بڑی جلدی ہے محترم سے مرحوم کہلانے کی۔۔۔"اس کی دہشت انگیز غراہٹ پر ایک پل کو دونوں میاں بیوی کا چہرہ سپید پڑا تھا۔

"جبکہ مضراب کے ساتھ معطل حواس سنگ دوڑتی ہوئی۔۔۔۔اللہ خیر آئی میرال بے طرح لڑکھڑاتی پلر سے لگی تھی۔

"دہل چکی ناظمہ بیگم کی آواز بری طرح۔۔۔۔زبان سنبھالو اپنی لڑکے لرزی تھی۔

"میری زبان آپ لوگوں کی اوچھی حرکتوں پر کھلتی ہے، لیکن آج آپ لوگوں نے حد پار کر دی میرے مترا کو اس گھناؤنی جنگ میں شامل

کر کے۔۔۔اور اس کا جواب میں دئے بغیر۔۔۔۔" سختی سے جبڑے بھینچتے وہ شدید اشتعال و جنون کے زیر اثر ٹریگر دبانے ہی لگا تھا کہ اچانک ہی اس کا ہاتھ اپر اٹھایا گیا اور ہوا کو گولی چیرتی ہوئی اپر چلی گئی۔۔

"!!شہباز"

گولی کی سنسناہٹ پر دہل کر چیخ اٹھی تیز طرار ناظمہ بیگم تھکی تھکی ہو کر ساکت و سامت کھڑے شہباز عثمانی سے جا لگی۔

کانوں پر ہاتھ رکھ کر گرتی میرال کو فوراً مضراب نے مضبوط اعصابی قوت کا استعمال کرتے سنبھالا جبکہ باقی سب کا حال یوں تھا کہ کاٹو تو خون نہیں۔۔

اب یہ۔۔یہ غنڈہ گردی کرو گے تم۔۔اپنے تایا پر گولی چلاؤ گے "

تم۔۔۔۔" بروقت نشانہ قطع کر چکے داجی گرجے تھے۔۔

کون تایا۔۔؟ کیسا تایا۔۔۔؟ ہر وہ شخص میرا دشمن ہے جو مجھ سے جڑے "

لوگوں کو تکلیف دینے کی سوچ بھی ذہن میں لائے اور انھوں نے

تو۔۔۔۔"داجی کی گرفت سے ہاتھ جھٹکتے وہ اسی جنونیت میں بپھر کے واپس وہی عمل دہرانے کیلئے ایک بار پھر نشانہ لیا۔

"!!ناہنجار"

زور سے اسے پیچھے کی جانب دھکا دیتے داجی کا ہاتھ پورے جلال سے ہوا میں بلند ہوا تھا۔

شہباز کے ابا!!!!"دی جان فوراً دہل کر آتی دلاور کے مقابل ڈھال بنی" تھی۔

آیئے حاجرہ بیگم !دیکھیں اپنی چہیتے کے کرتوت۔۔۔"غصہ سے ہاتھ" جھٹکتے انھوں نے شرربار نگاہوں سے آتش فشاں بنے ہر ذرے کو جلا کا خاکستر کرنے درپہ کھڑے دلاور کی جانب اشارہ کیا۔

ساتھ اپنے چہیتے کے بھی کرتوت دیکھ لیں حاکم سرکار !انصاف تو نہیں ہو گا" احساس ہی ہو جائے کچھ۔۔۔"وہ قطعی خوف زدہ نہیں ہوا تھا لہجے کی تپش جوں کی توں برقرار تھی۔۔

کونسے کرتوت۔۔۔ہاں؟کس کرتوت کی بات کر رہے ہو۔۔ا؟س کی" تو۔۔میں بتادوں میرے کہنے پر لایا گیا ہے تمہارا ہاتھی یہاں۔۔اب مارو مجھے گولی۔۔۔"داجی تن کے اس کے سامنے آئے تھے۔۔

آپ۔۔۔۔"وہ فوراً دی جان کو پڑے کر بے قابو ہوتا ان کے مقابل ڈٹا۔" دلاور نہیں!!"دی جان فوراً دوسنگلاخ چٹان کے بیچ خلیج کی طرح حائل" ہوئی۔۔

دد۔۔دی جان۔۔ان لوگوں نے۔۔مم۔۔میرے شہنشاہ کو۔۔۔"سختی" سے مٹھیاں بھینچتے اس کی تمام رگیں ضبط سے پھول کر پھٹنے کے قریب آگئی تھی۔

نہ میرے بچے۔۔کسی۔۔کسی نے تمہارے دوست کو کچھ نہیں کہا۔۔کسی نے اسے تکلیف نہیں دی۔۔۔"اس کی کرب واذیت کو محسوس کرتی دی جان نے فوراً اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا تو شہنشاہ نے بھی پیچھے سے سونڈ اس کی گردن کے گرد لپیٹی۔۔

دد۔۔دی جان! ان۔۔ان لوگوں نے زنج۔۔یروں۔۔سے۔باندھا" اسے۔۔۔"معصوم بچے کی طرح شکایت لگاتے اذیت کے آنسوں اس کی پلکوں پر ٹھہرے تھے۔

مم۔۔میں یہیں تھی بچے۔۔کک۔۔کسی نے کچھ نہیں کیا۔۔مم۔۔میں" خود تمہارے دوست کے پاس تھی۔۔بس ابھی اندر گئی تھی چاش کی نماز ادا کرنے۔۔۔"اس بپھرے دریا کو شانت کرنے کیلئے دی جان کبھی اس کے بازو تو کبھی اس کا چہرہ مستقل سہلا رہی تھی۔

اس ناخلف کو بتادیں۔۔شام نکاح ہے موجود رہے اگر دوبارہ ایسا کچھ نہیں" دیکھنا چاہتا تو۔۔۔"سب کو اندر جانے کا اشارہ کرتے داجی بولے تو اس کی ڈھیلی پڑی ساری رگیں ایک مرتبہ پھر ابھر آئیں۔۔

بات سنیں میری شہباز کے ابا۔۔۔"اس نے مڑتے ہوئے داجی کو انتہائی" اشتعال کے زیر اثر مخاطب کیا تھا۔۔

وہ اور لوگ ہوتے ہیں جو اپنی عزیز ہستی کیلئے گٹھنے ٹیک دیتے ہیں، میں ذرا" الگ دماغ کا بندہ ہوں، میں گردنیں اکھاڑ پھینکتا ہوں۔۔۔۔" لہجے میں صور اسرافیل سی ہولناکی لیئے وہ بولا ساتھ ہی بالکنی اور دیوار پر لگی کئی لائٹز اور گملوں کا نشانہ لیکر تڑاتڑ ٹریگر دباتا چکنا چور کرتا چلا گیا۔

"نیک بخت آپ۔۔۔۔"

آپ جائیں اندر میں بات کرتی ہوں۔۔۔" تلملا اٹھے دا جی کو انھوں نے" اندر جانے کا اشارہ کیا تو وہ مشکل سے اپنا غیظ و غضب دباتے ہوئے سب کو لیکر اندر بڑھ گئے تھے۔۔۔

یہاں بیٹھ سکتے ہیں ہم۔۔۔" دی جان نے دلاور کا ہاتھ تھامتے ایک جانب" اشارہ کیا۔۔

ان کا نرم لہجہ تھا ہی ایسا کہ وہ ایک پل اس حویلی کہ احاطے میں رکنا محال ہو جانے کے باوجود ان کے ساتھ چل دیا ساتھ شہنشاہ بھی تھا۔

جواس انجانی جگہ پر کسی سہمے ہوئے بچے کی طرح ایک پل کیلئے اس کے گلے سے سونڈ نکالنے کیلئے رضامند نہیں تھا جیسے خدشہ ہو کہ پھر کھو جائے گا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"پانی پیو ریلیکس ہو جاؤ۔۔۔۔"

مضراب نے نڈھال سی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے زرد چہرے کے ساتھ بیٹھی میرال کے لبوں سے چینی اور نمک ملے پانی کا گلاس لگایا۔

جو باہر کا خوفناک منظر دیکھ کر بی پی لو کروا چکی تھی مشکل سے مضراب ملازمہ کے سہارے لیکر روم تک پہنچی تھی۔

مم۔۔ مضراب۔۔ مضراب۔۔ کک۔۔ کیا واقعی دلاور بھائی مار دیتے خالو" ساکو۔۔۔۔؟" پانی کا گلاس ختم کرتے ہی میرال نے خوف وہراس کے زیر اثر پوچھا۔

ہاں!!"مضراب کا سر بلا توقف اثبات میں ہلا۔"

اللہ!!"جواباً میرال کی رنگت واپس سپید پر گئی تھی۔"

تم اس سب کو اپنے حواسوں پر سوار نہیں کرو، وہ ایک سرکش اتھرے"
ہوئے گھوڑے ہیں جان بوجھ کر جو انھیں اپنے پیچھے لگائے گا پھر کچلا تو جائے
گا ہی۔۔۔"اس کے دونوں ہاتھ تھامتی مضراب لاپرواہی سے شانے جھاڑ کر
بولی۔

"ل۔لیکن مضراب وہ ایسے کیسے۔۔۔؟"

"اس کیسے کے چکر میں تم نہیں پڑو میرال! سب جانتے ہیں وہ گلستانِ بہار اور
وہاں کی ایک ایک چیز ایک ایک جانور و پیڑ کو لیکر پوزیسیو ہیں۔۔اور اس
شہنشاہ نامی ہاتھی میں ان کی جان ہے، پھر جان بوجھ کر جسے اپنی جان کا رسک
لینا ہو شوق سے لے اور انجام بھگتے۔۔۔"مضراب قطعی بھی آج کے واقعہ
سے خوف زدہ نہیں تھی۔

میرال کو حقیقتاً اس کی اعصابی قوت پر حیرانگی ہوئی تھی۔حویلی کے باہر کا
نقشہ بدل کر رکھ دیا تھا بونڈر کی صورت آئے دلاور نے کیا گارڈز کی درگت
کیا کشادہ لان کی حالت کچھ بھی تو نہیں بخشا تھا تضاد دھرا دھر فائرنگ۔

اور مضراب یوں تھی جیسے معمولی سی چھڑپ ہوئی ہو۔۔

اچھا تمہاری حیرانگی کا گراف ذرا نیچے لانے کیلئے ایک بات بتاتی"

ہوں۔۔۔"میرال کو خوف زدہ نگاہوں سے ٹکڑ ٹکڑ خود کو دیکھتا دیکھ مضراب چوکری مار کر بالکل اس کے مقابل ٹکی۔

گزشتہ الیکشن میں ہمارے حریف نے اپنے گاؤں کے کسانوں کی کئی ایکڑ" زمین پر لگی فصل خراب کر دی اور الزام لگا دیا کہ دلاور عثمانی کے ہاتھی نے

"خراب کی ہے۔۔جانتی ہو پھر انھوں نے کیا کیا۔۔۔۔؟

کک۔۔کیا۔۔۔؟"مضراب کے تاثرات دیکھ میرال کی آواز خود بخود اٹکی" تھی۔

اخلاق حسین کے ڈیرے پر دن دھارے گھس کر اس کے اور اس کے" درجن بھر آدمیوں کے سامنے کھیت سے تبھی کٹائی کے بعد لائی گئی دھان کی فصل کو آگ لگا دی،اور دگنی رقم اس کہ منہ پر مارتے اس کے چار آدمیوں

کی مرمت کر کے واپس چلے آئے۔۔۔۔"مضراب نے توچٹخارہ لیکر بتایا لیکن میرال کا سر ہی گھوم گیا تھا۔

دیکھو یار! اگر ایک شخص آپ کے نفع نقصان کا حصہ دار نہیں ہے تو خواہ" مخواہ اسے انگلی نہیں کرنی چاہئے، خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو۔۔۔آپ سامنے سے حرکت کر کے اکساؤ گے تو رد عمل تو آئے گا ہی، جب داجی اور ان کا معاملہ تھا پھر بابا سا کو کیا ضرورت تھی بیچ میں کودنے کی۔۔۔؟"حسب عادت حق گوئی سے کام لیتے مضراب دونوں ہاتھ جھٹک کر کبرڈ کی طرف بڑھ گئی تو میرال اس کی پشت دیکھتی رہ گئی۔

ویسے کہہ تو وہ سچ ہی رہی تھی۔جب اس شخص کا وجود آپ لوگوں کو پسند ہی نہیں تو اسے اذیت دینے کیلئے پیش پیش رہنے کا کیا مقصد۔۔اور جب ایسا کرتے ہیں تو جوابی کارروائی کیلئے بھی تیار رہیں۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دھوپ ڈھل گئی تھی گرمی کی تمازت بھی ساتھ ہی ختم ہو گئی تھی۔حاجی حکیم کی ہدایت کے مطابق تیاری کر کے وہ کھڑکی کے پاس خاموشی سے آکر بیٹھ گئی تھی۔۔

مستقل تین دن سے اس کے پیچھے پڑی سوجتن کر اسے بغاوت پر اکسا رہی مریم اور زینب ایک مرتبہ پھر اس کے پاس در آمد تھی۔

"بی بی جی خدا کا واسطہ ہے آپ کو، ایسے خود پر ظلم نہیں کریں ایسے اپنی ذات کیلئے بے حس نہیں بنیں۔۔کم از کم۔۔آپ بدر بھائی سے تو بات کر لیں کیا پتا وہ حاجی صاحب کو۔۔۔"

میں بات کر چکی ہوں بھائی سے۔۔۔۔۔"وہ قطع کلام کرتی رسانیت سے بولی۔

"پھپھ۔۔پھر۔۔انھوں نے کیا۔۔؟"

"مریم! جب ہمیں ابا کے فیصلے سے کوئی اعتراض نہیں تو انھیں کس طرح ہو سکتا ہے۔۔۔؟"وہ ٹوکتی ہوئی بولی۔

وہ جتنا اس موضوع سے اجتناب برتنا چاہ رہی تھی اتنا ہی مریم اور زینب اس کا ذہن الجھا رہے تھے۔۔

بی بی جی! اچھا ہونا اچھی بات ہے، لیکن انسان کو اتنا بھی اچھا نہیں ہونا" چاہیئے کہ اس کا خود کا ہی برا ہو جائے، آپ جانتی نہیں دلاور عثمانی کس قدر خطرناک اور بگڑا ہوا انسان ہے، ایک عادت بھی اس کی انسانوں والی نہیں ہے۔ جانوروں کے ساتھ رہ رہ کر وہ خود بھی وحشی جانور بن گیا ہے، ابھی ظہر سے پہلے ہی کی تو بات ایسا طوفان برپا کیا ہے اس نے حویلی میں کہ نہ پوچھیئے۔۔ ابھی فاطمہ کے ابا دوائی لینے ڈاکٹر کے پاس گئے تو زخمی گارڈز کو دیکھ کر آئے ہیں۔۔" زینب نے تنفر سے اس پر سکون جھیل سی لڑکی میں بغاوت کی لہر اٹھانے کیلئے کئی کنکر مارے لیکن جواب ندارد۔

وہ بجائے تجسس کا اظہار کرنے یا خوف زدہ ہونے کے یوں اپنی گداز سرخ و سپید ہتھیلی پر نظر مرکوز کئے بیٹھی تھی جیسے اس وقت یہی ضروری ہو فقط۔۔

بی بی جی! سمجھیں آپ ہماری بات کو، کسی بھی اعتبار سے وہ شخص آپ کے " قابل نہیں، آپ کیا کوئی بھی شریف عزت دار لڑکی دلاور عثمانی جیسے قماش فطرت شخص کو ڈیزرو نہیں کرتی۔۔"مریم نے ملتجانہ کہتے اس کے دونوں ہاتھ اپنی گرفت میں لی ئے۔

لیکن اس نے نظروں کا زاویہ نہیں بدلہ۔

آپ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے بی بی جی۔۔"

آپ پاکیزہ شبنم کی بوند جیسی ہیں تو وہ بدبودار شراب سے بھی بدتر ہے، آپ اپنے نام کی طرح مقدس و شفاف پانی جیسی ہیں تو وہ ہماری سوچ سے زیادہ مکروہ و بدفطرت ہے۔۔بی بی جی آپ جانتی نہیں کچھ لوگ تو یہ بھی کہتے "ہیں کہ وہ شیراز عثمانی کی جائز اولاد ہی نہ۔۔۔۔۔۔۔

مریم بس!!!"وہ جھٹکے سے ہاتھ چھڑاتی ناگوار تاثرات لی ئے کھڑی ہوئی" تھی۔

"میں غلط نہیں کہہ رہی وہ۔۔"

آپ صرف غلط نہیں گناہ کی مرتکب ہو رہی ہیں مریم! ہمیں کوئی حق"
حاصل نہیں کسی کی ولدیت کسی کی شخصیت پر سوال اٹھانے کا ایسے رکیک
الفاظ استعمال کرنے کا، انتہائی معیوب فعل ہے یہ اللہ کے
نزدیک۔۔۔۔"متاسف مگر تنبیہہ کرنے کے انداز میں کہہ کر جیسے ہی وہ
مڑی سامنے حاجی حکیم کو کھڑا دیکھ ٹھٹھک کر رک گئی جبکہ مریم اور زینب
فوراً سٹپٹا کر وہاں سے چلتی بنی تھی۔۔

رحمت! جب آزمائش کی منجھدار میں ہم اپنے ایمان کی کشتی لیکر اترتے ہیں"
ناں، ہمارے توکل کے چپو کا بہت سی ایسی سرکش ناامیدی کی لہروں سے
واسطہ پڑتا ہے، لیکن یاد رکھیں سرخرو وہی ہوتا ہے جو اپنے توکل کو، اپنے رب
پر یقین کو کمزور نہ پڑنے دے اس میں دڑاڑ نہ اترنے دے۔۔۔۔"اس کے
پہلو میں گرے دونوں گداز ہاتھوں کو اپنے نرم و نحیف ہاتھوں کی گرفت
میں لیتے حاجی حکیم حلاوت سے پُر انداز میں بولے تو وہ سر جھکا گئی۔۔

میں جانتا ہوں رحمت! آپ اندر ہی اندر بہت سے سوالوں سے نبرد آزما"
ہیں جن کے غیر مطمئن جواب آپ کو بے کل و بے چین کئے ہوئے
ہیں۔۔۔"انھوں نے اس کا ہاتھ ویسے ہی تھامے لا کر بیڈ پر بٹھایا ساتھ پہلو
میں خود بھی ٹک گئے۔

جن سوالوں کے جواب دینے میں اللہ تاخیر کرتا ہے ناں بیٹا! بندے کو سمجھ"
جانا چاہئے اس جواب سے ہم لاجواب رہ جائیں گے، ہماری محدود عقل
حیران، سمجھ و فہم معطل ہو جائے گی۔۔بس! تھوڑا سا صبر کا کٹھن مرحلہ
ہمیں ثابت قدمی سے طے کرنا ہے۔۔۔"اس کے چادر سے ڈھکے سر پر نرمی
سے ہاتھ پھیرتے وہ کھڑے ہوئے تھے۔

ہم جو آپ کیلئے جوڑا لیکر آئے تھے پہن کر تیار ہو جائیں مہمان آنے ہی"
والے ہوں گے۔۔۔"وہ الماری کی طرف اشارہ کرتے بولے تو اس نے
دھیرے سے جھکے سر کو ثبات میں ہلا دیا۔

اور ہاں بدر کے امتحانات ہونے والے ہیں اس کے متعلق بات کی ہم نے" عثمانی صاحب سے ان کا کہنا ہے ایک ہفتہ رک کر ہم انھیں رخصتی دے دیں، باقی ولیمہ وہ الیکشن وغیرہ سے فارغ ہو کر ہی اطمینان سے کریں گے تب تک امید ہے بدر بھی آجائیں گے۔۔۔۔"ان کے یکدم غیر متوقع بات پر اچانک سے مقدس کے لبوں تک آیا اعتراض ان کے اگلے جملے پر دم توڑ گیا۔۔

نکاح کے بعد رخصتی افضل مانا جاتا ہے، بلاوجہ کی تاخیریوں بھی اچھی" نہیں۔۔۔۔"ایک بار پھر ان کے سر پر ہاتھ رکھتے وہ نکل گئے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"!!چشم بددور"

جیسے ہی وہ تنے عضلات کے ساتھ دی جان کی ایما پر سفید براق شلوار قمیض زیب تن کئے واش روم سے برآمد ہوا دی جان والہانہ انداز میں اس کی طرف بڑھتی سو جان سے بلائیں لینے لگیں تھی۔

میرا بیٹا میرا شہزادہ۔۔۔"محبت سے اس کے وسیع سینے پر ہاتھ پھیرتے"
حقیقتاً دی جان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔
اگر ساتھ شکل کے زاویے بھی درست کر لے تو زیادہ اچھا لگ سکتا ہے"
آپ کا شہزادہ۔۔۔"ہاتھ میں عطر لیئے داخل ہوئے داجی نے بلا توقف اس
کے کڑے تیوروں پر چوٹ کیا تھا نجانے ان کی نازک نیک بخت نے کیسے اس
اتھرے گھوڑے کو رام کیا تھا۔
کر لے گاناں شہباز کے ابا کیوں خفا ہوتے ہیں۔۔"دی جان نے سرزنشی"
نظروں سے انھیں دیکھا۔
کر ہی ناں لے، آپ کی کس بے لوث دعا کے بدلے ایسی حاجن نیک لڑکی"
مل رہی ہے، لیکن یہاں تو۔۔۔"بات ادھوری چھوڑتے داجی نے
سر جھٹکا۔
ہاں توبیت ہو جائیں ناں اس نیک حاجن لڑکی کے ہاتھوں پر، میرے گلے"
میں کیوں ڈال رہے ہیں یہ طوق، میں نافرمان کفران نعمت ہی بھلا۔۔۔"وہ

پھاڑ کھانے کو دوڑتا کلف لگی آستین کو موڑ سوڑ کر فولڈ کرتا تن فن کرتا دروازے کی سمت بڑھا۔

"دیکھ دیکھ رہی ہیں آپ اسے۔۔۔۔۔"

"آپ بھی تو حد کرتے ہیں۔۔ارے! ارے بیٹا خوشبو تو لگالو ناں ذرا بات تو۔۔۔" داجی کو ڈپٹتی دی جان پرفیوم کی بوتل لیئے پیچھے لپکی تھیں۔

"میں نے نہیں لگانی کوئی خوشبو بدبو اپنے سر تاج کو لگادیں۔۔۔" وہ پٹھے پر ہاتھ رکھنے نہ دینے والے گھوڑے کی طرح بدک کر ازلی باغی لہجے میں کہتا نکل گیا۔

"ہاں تو میں لگانے ہی آیا ہوں۔۔نیک بخت یہ مجھے لگادیں۔۔۔" داجی زور سے اسے جواب دیتے عطر لیکر فوراً دی جان کے سامنے آئے۔

"آپ خود ہی لگالیں۔۔۔اتنے اپنی محبت کے واسطے ترلے دیکر کس جتن سے اسے آپ کی من مرضی پر تیار کیا ہے میں نے، اور آپ ہیں کے بدکائے

جارہے ہیں۔۔۔"خفگی سے چارسناتی وہ عطر کی شیشی کو صاف نظرانداز کرتی نکل گئی تو پیچھے داجی ہکابکا سے کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

آج پہلی باران کی نیک بخت نے انھیں عطر لگانے سے انکار کیا تھا وہ بھی اس دلاور عثمانی کیلئے۔۔رقابت کی آگ میں بھڑ بھڑ جلتے داجی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا تھا۔

لیکن غصہ تو خیر پینا ہی تھا۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

تمہیں میری بات سمجھ نہیں آرہی؟ نہیں جاؤ گی تم کہیں پر بھی جاؤاماں سا" کوانکار کر کہ آؤ فوراً۔۔"ناظمہ بیگم جلبلاتی ہوئی ایک مرتبہ پھر سفید چکن کے شلوار قمیض میں تیار ہورہی مضراب کی سر پر غرائی جو اطمینان سے جھمکے اٹھا کر اب کانوں میں ڈال رہی تھی۔

میں تم سے بات کر رہی ہوں مضراب!!"انھوں نے غصہ سے اس کے" ہاتھ سے جھمکا کھینچ کر نیچے پٹخا۔

"ہاں تو سن رہی ہو ناں میں۔۔۔"

"تو پھر جواب کیوں نہیں دے رہی۔۔۔؟"

سامنے سے جواب دوں تو آپ کو بد تمیز لگتی ہوں جواب کس طرح"

دوں۔۔۔؟"جھمکا واپس اٹھاتے وہ سادگی سے بولی۔

مضراب! میں دیکھ رہی تم دن بدن باغی ہوتی جا رہی ہو۔۔بن کر وہ تماشا"

اور جا کر انکار کر واماں سا کو تم کوئی نہیں جا رہی نکاح میں۔۔۔"انھوں نے

ایک مرتبہ پھر تلملا کر اس کے ہاتھ سے جھمکا لینا چاہا لیکن وہ مٹھی بند کر جھمکا

قید کرتی ہوئی تیزی سے دروازے کی سمت بڑھ گئی۔

"!!مضراب"

ناظمہ بیگم چیختی ہوئی اس کے پیچھے لپکی لیکن وہ تیزی سے راہداری عبور کر

روم سے نکل رہی دی جان کے پاس چلی گئی تو دل مسوس کر رہ گئی۔

داجی کا حکم تھا کہ سب ہی چلیں۔۔

رضوانہ بیگم نے مناسب عذر تراش لیا تو ناظمہ بیگم کے تیور دیکھتے ویسے ہی کسی نے زحمت نہیں کی، البتہ میرال کا بی پی لو ہونے کا بہانہ انھوں نے خود بنا کر اسے بچا لیا تھا لیکن اپنی من موجی بیٹی پر ان کی ایک بات کا اثر نہیں ہوا تھا۔ شہباز اور شیراز عثمانی تو تھے ہی داجی کے تابع پر بیچ میں پیچ وتاب کھاتی رخسار برا پھنسی تھی۔۔

پھر کچھ ہی دیر میں دو گاڑی میں آدمی اور تیسری گاڑی میں ڈھیروں ڈھیر مٹھائیوں کے ٹوکڑے اور سوغات جو دی جان نے بڑی محبت سے حویلی والوں کے شایان شان پیک کروائے تھے لیکر وہ لوگ حاجی حکیم کے گھر کیلئے روانہ ہوئے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

توکل کی دو افضل صورتیں ہیں، ایک اللہ کیلئے سب چھوڑ دینا، دوسرا اللہ پر سب چھوڑ دینا۔۔۔

مقدس بنتِ ذکاء نے دوسری صورت کو اپنی فگار انگلیوں میں جکڑتے ہر طرح کی آوازوں سے سماعت کو بہرا کر لیا تھا۔۔بے شک وہ ربِ کائنات رہنماؤں کا رہنما ہے جو کبھی اپنے بندے کا یقین نہیں توڑتا جو کبھی اپنے بندے کی انگلی نہیں چھوڑتا۔۔۔۔

نکاح نامہ پر سائن کرتے ہوئے اس نے زور سے اپنی آنکھیں میچی تو دو آنسوں ٹوٹ کر نکاح نامہ پر موتی کی مانند ٹھہرتے جذب ہو گئے۔۔

دعا ہے اس نئے رشتے کی طفیل رحمتوں برکتوں کا نزول ہو آپ پر"

رحمت۔۔۔"حاجی حکیم کی بھیگی آواز کے ساتھ سر پر لرزتا ہوا ہاتھ ٹھہرا تو مقدس کے لب پھڑ پھڑا اٹھے۔

"آمین۔۔آمین۔۔۔۔"

اس کے پہلو میں بیٹھی نفیس سی معمر خاتون جنھوں نے اپنا تعارف دی جان کہہ کر دیا تھا فوراً صدق دل سے آمین کہتی اسے اپنی نحیف آغوش میں سمیٹ گئی تھی۔۔

پھر آس پڑوس کی جتنی خواتین شریک ہوئی تھی ان میں مبارک باد کا مختصر سا سلسلہ چلا۔۔

حویلی سے آئی دو لڑکیوں میں سے ایک نے خوش اخلاقی سے مبارک باد پیش کی تھی جبکہ دوسری نے ایسی کوئی زحمت نہیں اٹھائی۔۔

وہ ویسے ہی بے حس و حرکت دی جان کے ساتھ لگی ہوئی تھی، بے آواز آنسوں تسلسل سے رخساروں کو دھو رہے تھے۔ جنھیں روکنے کی اس نے بالکل کوشش نہیں کی تھی انسان تھی صبر واستقامت پر قائم ہونے کا مطلب یہ تھوڑی تھا کہ وہ اب آنسوں پر بھی بندھ باندھ کر اندر ہی اندر گھٹتی رہے۔

"!!بیٹی"

کمرہ خالی ہوتے ہی دی جان نے اپنائیت سے پکارتے نرمی سے اس کا چہرہ اُپر کیا کسی بھی قسم کی مصنوعی آرائش سے مبرا آنسوؤں سے دھلا ملائم پاکیزہ چہرہ

سرخ دوپٹے کے حالے میں انھیں اس قدر بھایا کے وہ فوراً اس کی پیشانی کا بوسہ لینے جھک گئی۔

لیکن اس کی آنسوؤں کی روانی میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا وہ ایک سادہ لوح لڑکی تھی بناوٹ اسے نہیں آتی تھی۔۔۔دی جان نے بھی اسے نہیں ٹوکا چند ساعت اپنی دعاؤں کی ثمر کو آنکھوں میں سموتے رہنے کے بعد وہ نرمی سے مخاطب ہوئی۔

"بیٹا! میں کوئی تسلی کوئی دلاسہ یا اپنے پوتے کی تعریفوں کی پل باندھ کر آپ کو نہیں بہلاؤں گی، وہ کیسا ہے یہ آپ خود اس کے ساتھ رہ کر دیکھ اور سمجھ لینا۔۔ابھی کیلئے میں بس اتنا کہوں گی۔۔۔۔"لمحاتی توقف لیکر انھوں نے نرمی سے اس کے گال کے آنسوں اپنے دونوں انگوٹھے سے صاف کئے تو مقدس نے بھیگی پلکیں ان کے ملائمت سے پُر چہرے کی جانب اٹھائی۔

"اگر محبت کی کوئی ریاست کوئی سلطنت ہوتی ناں، میرا دعویٰ ہے میرا دلاور ے وہاں کا بانی و بادشاہ ہوتا، اتنی محبت ہے اس کے اندر، بس! وقت کی

ستم ظریفی نے اسے بے سمت دریا بنا کر رکھ دیا ہے۔اسے درست سمت مل گئی ناں یہی دنیا دیکھے گی اس کی شخصیت کی بلند معراج کو۔۔۔۔" بھیگی پُر یقین انداز میں کہتے انھوں نے نرمی سے اس کی آئینہ جبیں پر واپس اپنے لرزتے لب رکھے تو مقدس کی رگ وپے میں دوڑتے اضطراب کو یکایک ہی جیسے قرار آگیا۔۔۔

پھر باری باری انھوں نے اپنے ہاتھ کے کنگن اس کی تازہ گجرون سے مہک رہی کلائی میں اتاری تھی۔

"دل میں کوئی خدشہ مت پالنا بچے! دلاور کی تربیت میں نے کی ہے،اور مجھے پورا بھروسہ ہے وہ کبھی میرا مان نہیں توڑے گا،لوگوں کی باتوں ان کے نظریہ کی عینک سے اس کی شبیہ اتار کر دل خراب نہیں کرنا،لوگوں کو وہی دکھتا ہے جو وہ دیکھتے ہیں یاد کھایا جاتا ہے،اپنے وہ ہوتے ہیں جو اس سب سے پڑے ہو کر دیکھے۔۔۔"اس کی گجرے سے مہکتی کلائی کو انگوٹھے سے

سہلاتے پہلی بار کوئی اس کے مقابل اس شخص کیلئے اچھے الفاظ کا استعمال کر رہا تھا۔ جس میں صداقت واپنائیت کی بھرپور آمیزش شامل تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

چل اپنے جیسے گنہگار ڈھونڈ آتے ہیں۔۔

نہیں ہیں راس ہم کو رنگ صوفیوں والے۔۔۔

کوئی بلائے تو خط پھاڑ دینا، مت آنا۔۔۔

یہاں مزاج ہیں لوگوں کے کوفیوں والے۔۔

دی جان کی قسم و محبت کے واسطوں کے بدولت وہ اپنے اندر کی وحشت و بغاوت کو اپنے اندر دبائے یوں مٹھیاں بھینچے بیٹھا تھا کہ بتدریج بڑھتے خفلشار خون کے باعث اس کی کنپٹی کی رگیں دامِ صیاد میں پھڑ پھڑاتے پرندے کی طرح پھڑ پھڑا رہی تھی۔

اپنے چہرے کا جغرافیہ درست کرو نکاح کی محفل میں بیٹھے ہو مقتل میں" نہیں۔۔۔"داجی اس کے پہلو میں ٹکتے لوگوں کے خیال سے دبی فہمائشی آواز میں بولے۔

یہ محفل میرے لیئے مقتل سے کم نہیں ہے،اور جغرافیہ آپ کے کرئیٹ" کئے ہسٹری کی مرہون منت ہے، لہٰذا ایسی امید نہیں لگائیں۔۔۔۔"وہ بھڑ بھڑا اندر باہر جلتا تمسخرانہ تپش لیئے بولا۔

چل اپنے جیسے گنہگار ڈھونڈ آتے ہیں۔۔

نہیں ہیں راس ہم کو رنگ صوفیوں والے۔۔۔

کوئی بلائے تو خط پھاڑ دینا، مت آنا۔۔۔

یہاں مزاج ہیں لوگوں کے کوفیوں والے۔۔

دی جان کی قسم و محبت کے واسطوں کے بدولت وہ اپنے اندر کی وحشت و بغاوت کو اپنے اندر دبائے یوں مٹھیاں بھینچے بیٹھا تھا کہ بتدریج بڑھتے خفلشار خون کے باعث اس کی کنپیٹی کی رگیں دامِ صیاد میں پھڑ پھڑاتے پرندے کی طرح پھڑ پھڑا رہی تھی۔

اپنے چہرے کا جغرافیہ درست کرو نکاح کی محفل میں بیٹھے ہو مقتل میں" نہیں۔۔۔"داجی اس کے پہلو میں ٹکتے لوگوں کے خیال سے دبی فہمائشی آواز میں بولے۔

یہ محفل میرے لیئے مقتل سے کم نہیں ہے،اور جغرافیہ آپ کے کرئیٹ" کئے ہسٹری کی مرہون منت ہے، لہٰذا ایسی امید نہیں لگائیں۔۔۔۔"وہ بھڑ بھڑ اندر باہر جلتا تمسخرانہ تپش لیئے بولا۔

بھٹی کی طرح تپتا دماغ کام کر رہا ہو تو یاد آئے اس ہسٹری کا پہلا سطر کس" نے لکھا تھا۔۔۔؟"داجی نے تپ کر طنزیہ جتایا۔

میں نے سطر ہی لکھا تھاناں؟آپ قطع کر دیتے ہیں، لیکن نہیں! حکم" سرکار نے تو پورا باب لکھ دیا, بلکہ پوری کتاب لکھ ڈالی۔؟"وہ بھی دوبدو اسی طنز و طیش بھرے انداز میں بولا۔

"کیسے قطع کر دیتا سطر لکھ کر آگے فساد کا سلسلہ چھوڑا تھا تم نے۔۔۔"

"نا بھی چھوڑتا تو کونسا آپ نے ہاتھ آیا موقع ضائع جانے دینا تھا۔۔۔" لڑکے تم۔۔۔۔؟"داجی نے سختی سے جبڑے بھینچ کر اس کا سرخ بھینچے" عضلات والا چہرہ دیکھا اور پھر دی جان کی سرزنش یاد کرتے کڑوا گھونٹ بھر گئے۔

تمہارے باپ کا باپ ہوں میں، مجھے اپنی مرضی کے فیصلے لینے کیلئے" موقعے کی ضرورت نہیں، جب چاہوں جیسے چاہوں قانون کی طرح نافذ کر دوں۔۔۔"وہ گردن اکڑا کر چڑاتے انداز میں بولے۔

میں بھی آپ کے بیٹے کا بیٹا ہوں، مجھے بھی اس مسلط کئے فیصلے میں آگے "
جیسی من مانی کرنی ہو گی کروں گا، اپنے قانون سے چھیڑ خانی پر واویلا نہیں
مچایئے گا۔۔۔"وہ بھی بے خوفی سے ترکی بہ ترکی بولا۔
اور قبل اس کہ کی اس کی علی العان جنگ کے آغاز پر داجی کچھ کہتے قاضی
صاحب نکاح کیلئے متوجہ ہوئے تو وہ لب دبا کر بیٹھ گئے۔
شکر یہ ہوا کہ شدید بگڑے تیوروں کے باوجود نکاح کی کاروائی خیر وعافیت
سے انجام پا گئی۔اور وہ کھڑا ہو کر ویسے ہی سپاٹ چہرے کے ساتھ سب سے
طوعاً و کرہاً مبارک باد وصول کرتا بغلگیر ہونے لگا۔۔
اور جیسے ہی شیر از عثمانی اسے گلے لگانے کیلئے آگے بڑھے وہ سرعت سے
ایک قدم پیچھے لیکر زہریلی مسکراہٹ لبوں پر سجاتا ان کے شانے پر جھکا۔
ہم باپ بیٹے ایک، دوسرے کی میت کو کندھا دے دیں یہی "
اس صدی کا معجزہ بلکہ صدی والوں کیلئے صدمہ ہو گا۔ کجا کہ یہ واجبات
دنیاداری نبھانا۔۔۔"زہر خند لب ولہجے میں اپنے اندر کی کڑواہٹ ان کی

سماعت میں انڈیلتا وہ شیراز عثمانی کے پھیکے پڑے چہرے پر ترش نظر ڈالتا داجی کی طرف بڑھا تھا۔

اگر میرا کام ہو گیا ہو تو میں جاؤں۔۔؟ شہنشاہ کو شہر سے ڈاکٹر دیکھنے کیلئے آنے والا ہے، اور آپ جانتے وہ میرے علاوہ کسی کی نہیں سنتا۔۔۔" داجی کے ساتھ کھڑے حاجی حکیم کا خیال کر نجانے کیسے اس نے مبالغہ آرائی سے کام لیا تو داجی نے درزیدہ نظر حاجی حکیم پر ڈالی۔

جائیں بیٹے! بے زبان کے معاملات میں کوتاہی و تاخیر اچھی نہیں۔۔" حاجی حکیم فوراً حلاوت سے بولے تو وہ بنا ایک لفظ کہے تیزی سے نکل گیا۔

داجی کو اس کا یوں جانا اچھا تو نہیں لگا لیکن زیادہ دیر طوفان کو روک کر رکھنا نہ ممکن تھا نہ ہی مناسب۔

novel by jnikhat

ہر بار صحیح ہونا ہی سہی نہیں ہوتا، کبھی غلط ہونا بھی ضروری ہے،اس سے یا" تو آپ غلطی کر کے سدھارنا سیکھ جاتے ہیں، یا کوئی بہت اہم سبق جو آپ کو "اس سے بڑی غلطی سے باز رکھ سکتا ہے۔۔۔

وہ براؤن لانگ کوٹ پر براؤن ہی بوٹس پہنے دائیں سے بائیں کراس پرس لگائے اپنے مخصوص انداز میں مغرورانہ چال چلتی ہوئی 'ڈاکٹر کوٹنیس کیفے اینڈ لائبریری' کا گلاس ڈور ڈھکیلتی جیسے ہی پر سکون احاطے میں داخل ہوئی بھاری سحر انگیز آواز کے سماعت سے ٹکرانے پر اس کے پہلے سے سپاٹ چہرے پر مزید سرد و بیزاریت کی دبیز پرت چڑھ گئی۔۔

سختی سے لب بھینچ کر ایک ترش نظر اس شخص کی پشت پر ڈالتے ہوئے وہ کوفت سے جا کر اپنی مخصوص ٹیبل پر براجمان ہو گئی تھی۔ لیکن سماعت ہمیشہ کی طرح سخت ناپسندیدگی کے باوجود اس ٹیبل سے الجھی تھی جہاں وہ نیچی مگر شائستہ انگلش میں کسی نو عمر انگریز لڑکی کو سمجھا رہا تھا۔

ڈئیر ! سہی یا غلط رزلٹ تو کوئی ایک ہی ہو گا، بٹ ٹرائی تو ہمیں کرنا ہی" چاہیئے ناں، آخر تجربہ بھی تو ضروری ہے، سیکھنے کیلئے پر فیکشن کیلئے ہمارا کئی مرتبہ غلط ہونا بھی ضروری ہے۔۔" مخصوص اپنائیت سے لبریز لہجے میں کہتے وہ اب اس لڑکی کی بات سن رہا تھا۔

اس لڑکی کو حد سے زیادہ اس سے متاثر دیکھ سیخ پا ہوتے اس نے زور سے اپنے ٹیبل پر رکھی کتابوں کو پٹخنا شروع کر دیا نتیجتاً دور دور رکھے ٹیبلز پر بیٹھے مطالعہ یا پھر لیپ ٹاپ میں اپنے ضروری کام میں مصروف حاضرین نے اپنی ناپسندیدہ نظروں سے اسے اس کی غیر اخلاقی حرکت کا احساس دلایا تو وہ فوراً بوکھلاتی ہاتھ ہٹاتی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

اور پھر ٹھیک ایک منٹ بعد اس کی کلون کی دل فریب مہک نے اس کے ارد گرد مسحور کن حصار ڈالا۔

یس میم ! !" وہ لمبا چوڑا قد کاٹھ کا بندہ حسب عادت ایک اچھے میزبان کی" طرح اس کے مقابل کھڑا تھا۔

"ون کا۔۔۔"

ہیئر ایٹ ایز!!"اس کا نخوت زدہ چہرہ پورا اٹھا بھی نہیں تھا کہ اس کی" پسندیدہ کافی کی خوشبو اس کے نتھنوسے ٹکرائی۔

"اور کچھ۔۔۔۔"

ٹیبل پر رکھی دو تین بک اٹھاتے اس نے اسی شائستگی سے پوچھا تو وہ تن بدن سے سلگ کر گرم گرم کافی لبوں سے لگا گئی لیکن اگلے ہی سیکنڈ سی کرتے اسے کپ ٹیبل پر پٹخنا پڑا ساتھ مزید خون جلانے کیلئے قوی انگلیوں میں دبا ٹشو اس کے سامنے آیا۔۔

ہیئے یو۔۔۔"ٹشو جھپٹتے وہ دانت کچکچاتی کچھ سخت سنانے ہی لگی تھی کہ وہ" سرعت سے ٹوک گیا۔۔

اٹس ڈاکٹر بدر بن ذکاء۔۔آپ ہر بار نجانے کیسے بھول جاتی ہیں۔۔۔۔"وہ" اب کے اردو میں بولا تھا ساتھ اس نے ٹیبل پر جھلک کر گرے کافی کی بوند کو ٹشو سے صاف بھی کر دیا تھا۔

وردہ دانت پر دانت جماتی بڑے ضبط سے اس کے سیاہ بالوں والے مضبوط ہاتھوں سے شرر بار نظر گزارتی چہرے تک لے گئی۔۔

ستواں ناک، بڑی بڑی ذہانت سے چمکتی آنکھیں اور کشادہ بے داغ پیشانی کے ساتھ سرخ و سپید رنگت کا مالک وہ بلاشبہ بے انتہا وجیہہ مرد تھا تضاد براؤن ڈاڑھی جو اس کے چہرے کو مزید پر کشش و نورانی بنا دیتی تھی، ہمہ وقت خدوخال میں ٹھہرا نرم تاثر متانت بھرا سلجھا ہوا حلاوت سے پُر لب و لہجہ مقابل کھڑے شخص کی شخصیت کو چار چاند لگانے میں پیش پیش رہتا۔ لیکن یہ ہر شخص کو پہلی ہی نظر میں اپنا گرویدہ بنا لینا والا شخص اسے زہر سے زیادہ برا لگتا تھا، جب اس کی سحر انگیز باتیں لوگ دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو کر سنتے تھے تو وردہ کو اپنے گرد الاؤ جلتے ہوئے محسوس ہوتے تھے خاص کر جب اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں حسین منظر کی طرح ٹھہرا سکون وہ دیکھتی تھی تو اس کے اندر کی بے سکونی و اضطراب میں کئی گنا اضافہ ہوتا چلا جاتا تھا۔

کیوں اس شخص کا وجود اسے اس قدر ناگوار گزرتا تھا وہ نہیں جانتی تھی۔ لیکن جب بھی اس سے ملتی الجھ جاتی تھی جواباً اس کا وہی پر سکون انداز اسے مزید سلگا جاتا تھا۔

وہ دوسرے کسٹمرز کو اٹینڈ کرنے جا چکا تھا اور وہ ایک بار پھر اس کی شخصیت کی گرداب میں پھسی پیچ وتاب کھا رہی تھی۔اس اثنا میں اس کی کافی بھی ٹھنڈی بھی ہو چکی تھی۔

"!!ہونہ"

غصہ سے سر جھٹک کر ہنکار بھرتی وہ کافی مگ اٹھا کر گھونٹ گھونٹ کڑوی کسیلی کافی کو حلق سے اتارتی ہوئی ساتھ لائے بیگ سے لیپ ٹاپ بر آمد کر کے جس کام سے آئی تھی وہ کام کرنے لگ گئی تھی۔

ساتھ کان میں ہینڈ فریز بھی ٹھوس لی ئے کیونکہ وہ خدائی فوجدار مسیحائی کا شوقین یونیورسٹی سٹوڈنٹ کو کوئی ٹاپک سمجھانے کیلئے اس کے مقابل والی ٹیبل پر ہی نشستہ ہوا تھا۔وجہ یہ ٹیبل کاؤنٹر کے قریب ہونے کہ باعث

خاصے فاصلے پر تھا تو دوسرے کسٹمرز کے ڈسٹرب ہونے کے چانیزنہ کے برابر تھے۔۔

ایل مینز ڈمین ! بورڈ 'پلیز کیپ کوائیٹ 'لگایا ہے اور خود ہی لاؤڈ ہو رہا" ہے۔۔"ترش نظروں سے چھوٹے سے کاؤنٹے پر لگے بورڈ پر ڈال کر وہ بڑبڑانا نہیں بھولی تھی جبکہ سامنے ٹیبل پر اتنی نیچی آواز میں وہ بات کر رہا تھا کہ رسائی کسی بھی انسان تک مشکل تھی۔

یوں بھی ٹیبلز کافی فاصلہ پر ترتیب دئے گئے تھے وہاں۔ لیکن وردہ کا غصہ سوا نیزے پر جانے کیلئے اس کی موجودگی ہی کافی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"!ٹھک !ٹھک"

نجانے وہ کتنی دیر تک اپنے کام میں مگن رہی تھی جب ٹیبل ناک ہونے کی آواز پر اس نے چونک کر نظر اٹھائی مقابل ذکاء کھڑا تھا چہرے پر ازلی نرم تاثرات لیئے۔

یس۔۔۔؟"اس کے منہ میں کڑوا بادام آ چکا تھا۔"

ہم کلوز کر رہے ہیں۔۔"اس نے گلاس ڈور پر ٹنگے لکڑی کی تختی کی طرف" اشارہ کیا۔

بٹ ابھی ٹائم تو نہیں ہوا۔۔۔؟"وہ احتجاجی ہوئی۔"

یپ! ریگولر والا ٹائم نہیں ہوا بٹ آج سیٹرڈے ہے سو ہم جلدی کلوز" کرتے ہیں۔۔۔۔"وہ وضاحتاً بولا تو وہ منہ ہی منہ بدبداتی اپنی بکھری چیزیں سمیٹنے لگی غصہ میں آ کر چارجر کو زور سے کھینچتی وہ پن سے اپنی انگلی بھی زخمی کر چکی تھی۔

نجانے کیسے ایل مینز ڈپرسن کو پروفیسر نے چارج دے دیا ہے، ذرا مینرز" نہیں ہے، کیسے کسٹمر کو انٹرٹین کرتے ہیں، کیسے اٹینڈ کرتے ہیں کوئی تمیز ہی نہیں ہے۔۔۔"غصہ سے گلاس ڈور ڈھکیل کر باہر نکلتے وہ با آواز بلند بھراس نکال رہی تھی۔

جبکہ وہ خود بھی جانتی تھی وہ غلط پر ہے سیٹرڈے پر لائبریری جلد کلوز ہوتی ہے۔وہ اس کے انچارج بننے سے پہلے سے یہاں کی پرانی کسٹمر تھی تو ظاہر ہے اس کے علم میں تھی بات۔۔

یہ لائیریری ہے مس نائٹ کلب نہیں، یہاں لوگ خود کو خود انٹرٹین" کرتے ہیں اپنی پسندیدہ کتابوں سے،اور یہاں کوئی اٹینڈر نہیں ہوتا سیلف سرویز چلتی ہے کیفے ہے یونو۔۔؟اور میں یہاں کا انچارج ہوں انٹرٹینرز یا اٹینڈر نہیں! پھر بھی میں نے آپ کو ڈس آپوئینٹ کیا اس کیلئے معذرت۔۔۔۔" ٹھہرے متبسم لہجے میں اس کی درستگی کرتے اس نے پلاسٹر اس کی سمت بڑھایا تو وہ جو سخت کچھ سنانے کا ارادہ رکھتی تھی اتنی چھوٹی سی کھروچ اس کی نظروں میں آجانے پر حیران ہوتی لب دبا گئی۔

"یہ لیں۔۔۔۔"

ساتھ ہی اس کے اشارے پر مقابل آکر رکی ٹیکسی کا ڈور کھول کر اس نے اشارہ کیا تو وہ گم سم سی آکر اندر بیٹھ گئی بیٹھنے سے قبل وہ اس کے ہاتھ سے پلاسٹر لینا نہیں بھولی تھی۔

نجانے کیوں یہ شخص اس کی بد تمیزیوں کے جواب میں بھی حسن اخلاق کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر روادار رہتا تھا۔

ٹیکسی ایک سمت بڑھ چکی تھی۔

مخالف سمت میں اس کے بھی وائٹ اسنیکرز میں مقید مضبوط قدم اٹھنے لگے۔

صاف ستھری روشن کشادہ سڑک زرد اسٹریٹ لائٹز سے روشن تھی۔اکا دکا راہگیر پیدل ہی چل رہے تھے چونکہ آج سیٹرڈے نائٹ تھی اور یہ ایریا کلینکز آفس وغیرہ کا تھا تو یہاں ویسے بھی فضاء پر سکون بھیڑ بھاڑ سے پاک رہتی تھی۔۔

ترقی و تعلیمی دونوں اعتبار سے مالا مال شہر لنڈن وہ قریب تین سال پہلے اپنی قابلیت کے دم پر فل اسکالر شپ لیکر سائیکالوجی میں پی ایچ ڈی کرنے آیا تھا۔

فقط دو افراد چھوٹی بہن اور دادا پر مشتمل اپنی مختصر سی فیملی کو پیچھے چھوڑتے اسے بے حد تکلیف ہوئی تھی لیکن اسے ماہر نفسیات بنا دیکھنا ان تینوں کا مشترکہ خواب تھا۔

فیس کی بھلے پرواہ نہیں تھی لیکن لنڈن جیسے شہر میں زندگی گزارنا کوئی ایسا آسان نہیں تھا۔اس نے یہاں سروائول کیلئے ہر چھوٹے بڑے کام کئے تھے۔کیونکہ نہ وہ اپنے ضعیف دادا کے کندھے پر عمر کے اس حصے میں بوجھ ڈالنا چاہتا تھا اور نہ ہی یہ ممکن تھا۔جہاں تک وہ اپنے اخراجات سے بچت کر کے حاجی حکیم کی نانا کے باوجود کچھ پیسے ہر مہینے انھیں بھیج دیتا تھا۔

ابتدائی ڈیڑھ دو سال تک اس نے چھوٹے بڑے ہر قسم کے پارٹ ٹائم جابز کیا تھا لیکن پھر ڈاکٹر کوٹنیز جو اس کے پروفیسر بھی تھے اور اس کی قابلیت سے بے حد متاثر بھی تھے انھوں نے اسے اپنی کلینک پر رکھ لیا تھا ساتھ وہ کلینک کے اُپر تعمیر ان کے کیفے کم لائیبریری کو بھی دیکھتا تھا۔

اوراس لڑکی وردہ سے ملاقات اس کی یونیورسٹی کے پہلے ہی دن ہوئی تھی جو وہیں فینانس ڈیپارٹمنٹ کی سٹوڈنٹ تھی۔اور پہلی ہی ملاقات سے وہ اس سے سخت نالاں نظر آئی تھی۔

اس کی آنکھوں میں بدر نے اپنے لیۓ خاص قسم کی چبھن دیکھی تھی۔یوں تو یہ کوئی چونکنے والی بات نہیں تھی کیونکہ آدھی دنیا مسلمانوں سے ویسے ہی عناد پالے بیٹھی ہے۔۔

لیکن اس لڑکی کی اس سے پرخاش میں کچھ اسرار چھپا تھا جو ڈاکٹر بدر جیسا مقابل کی حرکات وسکنات سے اس کی شخصیت کے پہلو اس کی نفسیات کی باریکی جان لینے والا شخص آج تک تلاش نہیں کر پایا تھا۔

اور کلینک جوائن کرنے کے بعد اسے معلوم ہوا وہ ڈاکٹر کوٹنیس کی سالوں سے پیشنٹ ہے۔ڈاکٹر کوٹنیس ایک اصول پسند ڈاکٹر تھے لہٰذا تجسس کے باوجود تعلق بے حد دوستانہ ہونے کے باوجود ان سے ان کے پیشنٹ کہ متعلق پوچھنا غیر اخلاقی بھی تھا اور بیکار بھی۔

یوں بھی پہلی نظر سے وہ لڑکی اسے نفسیاتی طور پر باقی لڑکیوں سے جدا لگی تھی۔ وہاں کی عام بولڈ اینڈ کانفڈینٹ لڑکیوں کی طرح نہ اس میں ادائیں تھی نہ شوخیاں نہ کسی سے دوستی وغیرہ۔

اپنی پراسرار ذات کی محور میں مقید رہنے والی یہ لڑکی یہاں کے ہر منظر ہر نظارے سے جدا و بیگانہ اپنے آپ سے ہی الجھتی انسانی نفسیات کو پڑھنے کے شوقین ڈاکٹر بدر بن ذکاء کے اندر کے ڈاکٹر کو ہر ملاقات میں متوجہ کرتی رہتی تھی۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بات تو میری اوقات کی تھی ناں

آپ نے اپنی کیوں دکھا دی۔۔۔۔۔؟

تین دن سے ساکت و کبیدہ حویلی کا ماحول اچانک مہمان کی آمد سے گہما گہمی بدل گیا تھا۔ فضا مختلف پکوان کی اشتہار انگیز خوشبو سے مہک رہی

تھی۔مردانے میں الگ محفل جمی تھی اور حویلی کے وسیع و عریض حال میں الگ۔۔

غرض نکاح والے دن جو اصل مہمانوں کی محفل لگنی چاہیئے تھی وہ آج تیسرے دن نازل ہوئی تھی لیکن خوشی وانبساط کا اظہار کرنے یا مبارک باد کے ساتھ نیک تمناؤں کی سوغات لیکر نہیں بلکہ شکوے شکایات کی کڑواہٹ لیکر۔۔

حویلی کی بڑی بیٹی ثمرہ اور چھوٹی بیٹی زہرہ دونوں ہی بمع اہل و عیال آئی تھی اور اب کڑے تیوروں سنگ کشادہ ہال میں طمطراق سے بیٹھی لوازمات سے لطف اندوز ہوتی ہوئی مستقل بولے جا رہی تھی اور تخت پر بیٹھی دی جان تسبیح کے دانے گراتی بس تاسف سے ان کے زہر زہر جملوں کو کڑوے گھونٹ کی طرح اندر اتار رہی تھی۔

ایسا نہیں تھا کہ دونوں کوئی بد تمیز و بد تہذیب تھی اعلیٰ خاندان کی پروردہ خوش لباس خوش گفتار رکھ رکھاؤ والی تھی لیکن بات جب دلاور عثمانی کی آتی تھی تو ان سا تنگ نظر تنگ ذہن کم ظرف بھی کوئی نہ تھا۔۔

دلاور عثمانی نے ذاتی طور پر تو کسی کا کچھ نہیں بگاڑا تھا لیکن ہاں ماضی میں اس کے ماں باپ کے تعلق نے سبھی کی زندگیوں پر مضر اثرات مرتب کئے تھے سو وہ اس کا خراج وقتاً فوقتاً اس سے وصول کرتی تھی۔

اور باشعور ہونے کے بعد سے تو خود دلاور نے لوگوں کو خود سے نفرت کرنے کی وجہ دینی شروع کر دی تھی۔آخر کو وہ حریف زادہ تھا جسے اپنے باپ کی وراثت کی نفرت تک نامنظور تھی۔۔۔

زیادتی تو ہوئی ہے آپا اس لڑکی کے ساتھ۔۔اماں سا اور بابا سا کی اپنے پوتے " سے محبت اپنی جگہ لیکن انھیں کوئی حق نہیں تھا اپنی محبت میں کسی معصوم کی پوری زندگی داؤ پر لگا دینے کی۔۔۔"چائے کا مگ لبوں سے لگاتے ثمرہ عثمانی

نے باضابطہ تاسف سے دائیں بائیں سر کو جنبش دیتے اس ظلم کی بھرپور مذمت کی۔۔

اور نہیں تو کیا۔۔؟میری نندوں نے تو جب سے یہ خبر پھیلی ہے فون کر کر" کے پوچھنے کے نام پر طعنے مار مار کر آدھا خون جلا دیا ہے میرا۔۔۔جواب میں سوائے لاعلمی کے اظہار کے میرے پاس الفاظ ہی کوئی نہیں ہے۔ نہیں میں پوچھتی ہوں اماں سا آخر آپ لوگوں کو سوجھی کیا تھی۔۔۔؟"ظہرہ عثمانی نے اپنا دکھرا روتے دی جان کو دیکھا تو وہ تاسف سے مسکرا دی۔

بھلا ان کی تیز طرار بیٹی کہ مقابل کسی کی کیا مجال جو منہ کھول لے اور یہاں ان کی مبالغہ آرائی کی حد ہو رہی تھی۔وہ ماں تھی بظاہر ناک کٹنے کا رونا رو رہی بیٹی کی فطرت سے اچھی طرف واقف۔۔

اور ان کیلئے افسوس کا مقام یہ تھا کہ باوجود ان کی اچھی تربیت کے وہ لوگ ایسی تھیں، کینہ بغض نفرت و عناد جیسے کم ظرف جذبات کی پرستار! دونوں

بہنوئں میں نہ ان کی نفیس ملنسار معاملہ فہم متحمل مزاجی جیسے خواص کی جھلک تھی نہ عمدہ تربیت کی رمق۔

شائد! تکبر احساس برتری طاقت کا زعم ایسے ہی دیمک کی طرح چاٹ کر انسان کی شخصیت کی روشن پہلوئں کو پست و بوسیدہ کر دیتی ہے۔

اور یہاں مٹھائیوں کے ٹوکرے پر ٹوکرے گاؤں میں تو ایسے بانٹے جا رہے ہیں جیسے بڑی فخر و خوشی کی بات ہو۔۔۔"ثمرہ عثمانی نے تنفر سے ہنکار بھرا تو ناظمہ بیگم تمسخرانہ ہنس دی۔۔

کیوں فخر و خوشی کی بات نہیں ہے کیا۔۔۔؟"دی جان نے نہایت رسانیت سے بلا آخر لب وا کئے تھے۔

اب منہ تو نہیں کھلوائیں۔۔۔"ثمرہ عثمانی نے نخوت سے منہ کے زاویہ بگاڑے۔

اللہ ہدایت دے تم لوگوں کو۔۔۔"دی جان دکھ سے یہی کہہ سکی تھی۔"

بہوئں کو وہ کیا کہتی ان کی خود کی کوکھ میں کھوٹ تھا جب۔

یہاں پر آپ کی دل آزاری کوئی نہیں چاہتا اماں سا! لیکن سچ تو سچ ہے ناں وہ" بیراگی فطرت لڑکا جس کی شخصیت میں ٹھہراؤ ہے ناں ٹھکانہ۔۔اس کے پلے آپ لوگوں نے حاجی حکیم جیسے شریف النفس شخص کی پوتی باندھ دی ہے، آپ جانتی ہیں ناں یہاں سے دور دور تلک گاؤں میں حاجی حکیم کو کس قدر معتبر و معزز ہستی مانا جاتا ہے۔۔آپ کو خبر لوگ اس بے جوڑ رشتے کو لیکر کیسی کیسی باتیں بنا رہے ہیں آپ تو حویلی سے باہر شاد و نادر قدم رکھتی ہیں، جو رات دن باہر رہتے ہیں وہ جانیں۔۔۔۔" یہ ثمرہ عثمانی تھی لہجہ نرم تھا لیکن الفاظ میں وہ کاٹ تھی کہ انسان پانی نہ مانگے۔۔

شمع کے ابا خود تین دن سے تلملائے گھوم رہے ہیں لوگوں کے سوالوں سے، بلا آخر میری لاکھ پہلو تہی کے باوجود زبردستی یہاں گھسیٹ لائے ہیں مجھے آج، ورنہ ذرا میرا دل نہیں تھا یہاں آنے کا، جب آپ لوگوں نے صلاح مشورہ کرنے کی زحمت اٹھائے بغیر سب کر لیا۔۔" ہاں میں ہاں ملاتی ظہرہ عثمانی کی زبان پوری رفتار سے چلی تھی۔

میں تم لوگوں کے باباسا سے خفا تھی کہ انھوں نے آخر کیوں تم لوگوں کو"
نکاح میں شرکت کیلئے مدعو نہیں کیا آخر پھپو ہو تم لوگ۔۔ لیکن اب مطمئن
ہوں ٹھیک ہی کیا انھوں نے، کونسا تم لوگوں نے کبھی اس بچے کو اپنایا
ہے، وہی زہر وہی کڑواہٹ۔۔۔۔" نفی میں سر ہلاتی دی جان تخت سے اٹھ
گئی تھی مزید ان میں برداشت کا مادہ نہیں تھا ان کے جملوں کے نشتر سے اپنا
سینا چھلنی کرنے کا۔۔

لیکن بیٹا یاد رکھو بال بچوں والی ہو، کسی بے ضرر سے خود ساختہ بے بنیاد"
" نفرت میں زیادہ آگے مت نکل جانا کہ۔۔۔۔

اماں سا آپ بد دعا دے رہی ہیں ہمیں۔۔۔؟" دونوں دہل اٹھی تھی۔"
میں بد دعا کیوں دوں گی بھلا۔۔؟ سارے ہی میرے بچے ہیں لیکن اکثر"
انسان کے الفاظ اسی کے سامنے آجاتے ہیں۔۔" وہ مبہم سا مسکراتی اپنا ململ کا
دوپٹہ پیشانی پر درست کرتی کھڑی ہوئی تھی۔۔

ویسے میری ایک بات سمجھ نہیں آرہی۔۔۔"پہلے زینے پر قدم رکھتے ان"
کے دل میں کیا سمائی کی وہ سنجیدہ تاثرات لیئے واپس مڑی۔۔
نہ دلاور سے کسی تعلق کو ماضی میں تم لوگوں نے تسلیم کیا ہے نہ مستقبل"
میں کرنے کے آثار ہیں۔۔پھر اس کے متعلق ہم کیا فیصلہ لیتے ہیں کیوں لیتے
ہیں یہ تم لوگوں کا دردسر نہیں ہونا چاہیئے۔۔ٹھیک اسی طرح جس طرح اس
کے وجود کا ہونا نہ ہونا معنیٰ نہیں رکھتا۔۔اگر اس کا تعلق مجھ سے اور
تمہارے بابا سا سے ہی ہے تو پھر ہم تک ہی رہنے دو۔۔اور لوگ سوال
پوچھیں تو کہہ دو ہم نہیں جانتے اس نام کے کسی انسان کو۔۔۔"دکھتے دل
سے اٹھتی ٹیس کو دباتی وہ ان کی بے حسی و سفاکیت کا درست جواب دیکر
خاموشی سے زینے طے کرنے لگی۔۔

اماں سا!!"دونوں کا صدمہ سے منہ کھلا تھا۔"

دل خراب نہیں کریں آپ لوگ آپا۔۔شہباز پر بندوق تان دی اس نے"
تب بھی بابا سا یا اماں سا میں سے کسی نے باز پرس کرنا ضروری نہیں سمجھا تو

اب۔۔۔"آگ میں گھی ڈالنے کے مصداق ناظمہ بیگم نے مسکین شکل بنائی تو دونوں نندیں دلجوئی میں جت گئی۔۔

پھر زور و شور سے دلاور کی شان میں رطب اللسان تینوں ایسے ہوئی تھی جیسے عین ثواب ہو۔

البتہ مہمانوں کی شایان شان مہمانداری میں لگی رضوانہ بیگم حسب سابق و دستور اس محفل سے غائب تھیں۔۔

تم یہاں ہو میرے بیراگی پیا میں نے تمہیں کہاں کہاں تلاش نہیں"

کیا۔۔۔؟"اس کے خطرناک موڈ کا اندازہ ہونے کے باوجود بھی معظم کی شرارتی رگ نے زبردست قافیہ سے قافیہ ملایا تھا۔

جواباً شہنشاہ کی پیٹھ بیٹھے اپنی فرسٹیشن سگریٹ کے دھویں میں اڑا رہے دلاور نے سخت ناگوار نظروں سے اسے نوازا جیسے اسے ایک آنکھ ننھے افسر کا بتیسی سمیت یہاں نازل ہونا پسند نہ آیا ہو۔

بندہ سلام دعا نہ سہی، مارے باندھے بیٹھنے کیلئے ہی کہہ دیتا"

ہے۔۔۔"پر تپش نظروں کے حصار میں ہوتے ہوئے بھی معظم نے کمال ہمت سے شکوہ کرتے شہنشاہ کی پیٹھ پر جگہ بنانی چاہی پر دلاور فوراً پیر آڑے لے آیا۔

آپ کے سرکاری دفتر کی کرسی نہیں شہنشاہ کی پیٹھ اپنا انتظام کہیں اور کرو" ننھے افسر!!" وہ چڑ کر صاف بے مروتی سے بولا۔

بندے کو اتنا کنجوس بھی نہیں ہونا چاہئے کیوں شہنشاہ؟" پاس رکھی کٹی" لکڑیوں میں سے ایک لکڑی لیکر رکھتا وہ نیچے بیٹھ گیا تھا۔

وہ لوگ اس وقت گستانِ بہار کے عقبی حصے میں موجود تھے جہاں لکڑیوں کے قدیم اور گنجان درخت تھے جس کی لکڑیوں کی ہر سال کی طرح کٹائی

ہورہی تھی۔دلاوراسی کی دیکھ بھال کیلئے ادھر تھااور مزدور دور لکڑی کاٹ رہے تھے مشین کے ذریعے۔

اتنااپنا سینا جلا کر کیا ملتا ہے تمہیں۔۔۔؟"اسے دوسرا سگریٹ برآمد کرتا" دیکھ معظم نے تاسف سے پوچھا۔

وہی جو تمہیں بن بلائے مہمان کی طرح ٹپک کر ملتا ہے۔۔"مجال ہے جو وہ" سیدھا جواب دے دے۔

چچ! عمر بھر کا ملال تو یہ ہے کہ میں بن بلائے مہمان کی طرح نکاح میں نہ" "شریک ہو سکا۔۔۔

بکواس نہیں کیا کرو۔۔۔"وہ فوراً لائٹر اس کی طرف اچھالتا مشتعل ہوا۔" اس سانحہ کو بھلانے کیلئے ہی تو وہ چین سموکنگ کر رہا تھا لیکن اندر کی آگ تھی کے دھواں کے زریعہ نکل ہی نہیں رہی تھی۔۔

ہاں! بھئی نکاح کا خطبہ سننے کے بعد ہماری باتیں بکواس ہی لگے" گی۔۔۔"معظم پر ذرا جو اثر ہوا ہو۔

مر جاؤ گے کسی دن میرے ہاتھوں۔۔۔"وہ چڑ کر دھاڑا۔"

کم از کم تمہارے ولیمے کی بریانی کھائے بغیر نہیں۔۔۔۔"معظم کی بتیسی" بتیس کی بتیس باہر تھی۔

دلاور نے سختی سے جبڑے بھینچ کر قہر بار نظروں سے پہلے معظم کو دیکھا پھر اُپر موٹے تنے کو کاٹ رہی دھار دار مشین کو دیکھتے آنکھ بند کر کے جبڑوں کو بھینچا۔

دیکھ لو نگامیں تمہیں بھی اور اس مقدس بنت ذکاء کو بھی۔۔۔"جب بولا تو" لفظ نہیں انگارے تھے۔۔

غضب خدا کا سرکار! ابھی تک آپ کو ملکہ کے درشن نہیں ملے۔۔۔"جواباً" معظم ڈرامائی انداز میں چیخ اٹھا جو پل میں اصل میں بدل گئی تھی۔۔

تمہیں ملک الموت کے درشن ضرور مل جائیں گے۔۔۔"بدقت گردن پر" سخت شکنجہ ڈالتے دلاور نے دانت پیسے۔

ہاں ! ہاں ! بابو سا۔۔دبادیں گلا بھی اور مظلوم کی آواز بھی۔۔نکاح کے "
چھوہارے تو دباہی لی ئے ہیں آپ۔۔اب جی کر یہ خادم کرے گا بھی
کیا۔۔۔؟" معظم کی اداکاری اب بھی جوبن پر تھی۔
خادم کا خاتمہ جلد ہو گا لگتا ہے۔۔"اس کی ڈھٹائی پر جز بز ہوتے دلاور نے "
اسے جھٹکے سے چھوڑ دیا تو وہ پیچھے ہتھیلی اٹکا کر گرنے سے بچتا بے شرموں کی
طرح قہقہہ لگاتا باز نہیں آیا تھا۔۔
ای ریپیٹ بنا حریف زادے کی ولیمے کی بریانی کھائے کوئی چانس "
"نہیں۔۔۔
اس کے ڈھٹائی سے آنکھ دبا کر آگ لگانے پر دلاور نے تو آنکھیں میچ کر غصہ
ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگا لیکن شہنشاہ صاحب کو قطعی اپنی ناپسندیدگی
کے اظہار میں دیری نہ کرتے اپنے سونڈ کو حرکت دیا تھا۔
نتیجتاً جو معظم ہنوز پیچھے پنجے گاڑے بلند قہقہے نے مصروف تھا اچانک حملے
سے پیچھے زمین پر چیت گرا تھا۔

اور قبل اس کے کی پہلے حملے سے وہ سنبھلتا شہنشاہ نے دوسرے حملے شروع کر دئے تھے۔۔

"!!ارے!ارے"

پھر وہ بے تحاشا ہنستا ارے ارے کرتا گیا اور شہنشاہ سائیڈ ٹوکری سے فروٹس اٹھا اٹھا کر اس کے اپر پھیکتا گیا، فروٹز ختم ہو گئے تو اس نے ٹوکری بھی معظم کے اپر اچھال دی اس کے بعد بھی قہقہہ نہیں رکا تو متلاشی نظر ادھر ادھر دوڑاتے قریب ہی پڑے ٹھیک ٹھاک وزنی شیشم کی ٹہنی کو سونڈ سے اٹھالیا۔

"!!!ابے یار!!روک اپنی فوج روک"

اب تک ہنس رہا معظم شہنشاہ کے اگلے میزائل پر چیخا تھا یقیناً یہ ٹہنی اپر گرتی تو دوبارہ شہنشاہ صاحب کے دوست کو چھیڑنے کیلئے وہ باقی ہی نہیں رہتا۔۔

اور بکواس کرنی ہے۔۔۔؟"دلاور نے ایک ہاتھ سے شہنشاہ کو روکتے" آنکھوں کے اشارے سے پوچھا۔

اللہ پوچھے گا تم دونوں ہاتھی گھوڑے کی جوڑی کو ایک معصوم"
سے۔۔ میمنے۔۔ مم۔۔ میرا مطلب۔۔۔ بچے کو ہراساں کر رہے
ہو۔۔۔۔"فروٹس اپنے اپر سے ہٹاتے معظم نے دہائی دی۔۔
جب خود بھی جانتے ہو، ہو تم بکری کے چھوٹے بچے یعنی میمنے تو کیوں پنگے"
لیتے ہو۔۔۔؟"شہنشاہ کی سونڈ سہلاتے وہ طنزاً بولا تو معظم تیوری پر بل ڈالے
ذرا دونوں سنکی لوگوں سے دور ہوا۔ ساتھ سنجیدہ بھی۔۔
ویسے میں واقعی متجسس ہوں یار تم مان کس طرح گئے۔؟"گلا کھنکارتا معظم"
سنجیدہ سا قریب آیا تھا مذاق اپنی جگہ لیکن وہ دلاور کی نکاح کی خبر ہضم نہیں
کر پایا تھا۔
"ہو گیا مذاق کا کوٹا پورا۔۔۔؟"
ہاں! اب میں سیریس ہوں۔۔۔۔"معظم شریف بچے کی طرح آ کر اس"
کے قریب بیٹھا۔

میری بلا سے امبولینس بلوا کر نکل جاؤ۔۔۔"بے مروتی سے کہتے وہ سینے پر "
ہاتھ باندھ کر شہنشاہ کی سخت پیٹھ پر چت لیٹ گیا تھا۔

بد ظنی ایسی کہ غیروں کی وفا بھی کھوٹ تھی
سوئے ظن ایسا کہ ہم اپنوں کی چالوں میں رہے

وہ حریف زادہ تھا،اس کی تند و تلخ مزاجی اور لمبی ناک گوارا نہیں کرتی تھی کہ وہ اپنی مجبوری کا رونا روئے یا اپنے مخلص اور خاص دوست کے مقابل ہی سہی یہ قبول کرے کہ وہ بلیک میل ہوا تھا۔
داجی نے اسے صاف الفاظ میں کہا تھا اگر وہ ان کے فیصلے سے تجاوز کرے گا تو نتیجتاً اس کے بے زبان دوست متاثر ہوں گے، بھلے داجی باقی حویلی والوں سے کچھ معاملوں میں مختلف تھے لیکن اپنے فیصلے اور قول و فعل میں وہ تضاد نہیں رکھتے تھے۔۔

اور دلاور عثمانی خود ہزار تکلیف افف کئے بغیر جھیل سکتا تھا لیکن اپنے سے جڑے ان بے لوث محبت کرنے والوں کو ذرا پریشان نہیں دیکھ سکتا۔۔تضاد اس دن شہنشاہ جو پورے گلستانِ بہار کا شہنشاہ تھا کہیں آنے جانے پر اس کیلئے کوئی پابندی نہیں تھی اسے زنجیر میں جکڑا بے بس چنگھارتا دیکھ اس نے خود کو کرب واذیت کی اتھاگہرائیوں میں گرتا ہوا محسوس کیا تھا،

اس ناقابل بیان حد تک دل کو چیرتے منظر نے اس بے بس لمحے نے پہلی بار اسے شدت سے احساس دلایا تھا کہ وہ واقعی ایک ناسور ہے، دنیا کا سب سے ناکارہ وناااہل اور بیکار وجود جو صرف تکلیف کی وجہ بن سکتا ہے۔۔۔

تضاد دی جان کی آنسوں اور قسم۔۔

الغرض اس سرکش حریف زادے کے چاروں جانب عزیز ترین لوگوں کی محبت کا ایسا جال بن دیا گیا کہ اس کی ساری سرکشی دم توڑتی گئی اور وہ سر تسلیم خم کر گیا اس کام کیلئے جس کا زندگی میں کبھی اس نے سوچنا تو درکنار تصور تک نہ کیا تھا۔۔۔

شائد یہ سکون سے پہلے کا اضطراب ہے میری جان۔۔۔۔"اس کے "

چہرے کے اتار چڑھاؤ غور سے دیکھ رہا معظم زیر لب بڑ بڑایا۔

ساتھ موضوع بدلنے کیلئے گلا کھنکارا۔

ویسے میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا وہ جنگلی خونخوار چیتا بلا آخر قید کر لیا گیا"

ہے،ابھی دیکھ کر آیا ہوں پنجرے میں پھڑ پھڑاتا غرا رہا تھا۔۔۔۔۔"معظم

نے بتایا۔

معظم بھٹی!!!!"جواباً وہ دھاڑتا ہوا اٹھا تھا۔"

ارے بھائی!تمہاری نہیں اصلی والے چیتے کی بات کر رہا ہوں۔۔۔"معظم "

نے فوراً اس کے خطرناک تیور دیکھ ہاتھ کھڑے کئے بعید نہیں تھا سارا اندر کا

غبار اس پر نکل جاتا۔۔

رات اس چیتے نے گاؤں میں گھس کر دو تین لوگوں کو زخمی کیا تھا،گاؤں"

والوں میں سے کسی نے بہادری سے کام لیتے اس کی ٹانگ پر فائرنگ کی بعد

اذان ہم سب پہنچے اور اس طرح وہ قید ہو گیا۔۔بہت آتنگ مچا رکھا

تھا۔۔۔"معظم نے جلدی جلدی مزید تفصیل بتائی تو دلاور کے عضلات ڈھیلے پڑے۔۔

"!ویسے"

اور بھٹی صاحب کے حس واپس بیدار ہوئی۔۔

مورخ لکھے گا ایک سرکش گھوڑا جو اپنی پیٹھ پر ہاتھ رکھنے کی اجازت نہیں" دیتا تھا ایک شہنشاہ نامی ہاتھی کیلئے گھٹنے ٹیک گیا۔۔واہ۔۔واہ! ایسی ہوتی ہے امر پریم کہانی۔۔۔۔"حفظ ماتقدم کے تحت فاصلے پر جا کر وہ واپس جون میں آیا تو دلاور نے بیزارگی سے سرد سانس خارج کرنے پر اکتفا کیا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

مضراب آج شہر اپنے یونیورسٹی کسی ضروری کام سے گئی تھی واپس آتے ہی حویلی میں پھیلے خاموشی کو محسوس کر وہ بری طرح چونکی تھی۔اس کے علم میں تھا آج سب سادگی سے مقدس کی رخصتی لینے جا رہے تھے۔ناظمہ بیگم

کی طبیعت کے پیش نظر وہ دی جان کو ضروری کام کا بہانہ بنا کر شہر کیلئے صبح ہی نکل گئی تھی۔۔

لیکن ماں سا اور میرال۔۔۔؟

ماں سا کا خالی تخت اور میرال جو شام کی چائے کی تیاری کرتی ہوئی کچن میں ہوتی تھی اسے وہاں غیر موجود دیکھ وہ بیگ وہیں رکھ کر پریشان سی پیشانی مسلتی ہوئی واپس ہال میں آئی۔

خیر اں بات سنو!!"اس نے آواز دیکر باہر سے آرہی ملازمہ کو پاس بلایا۔"

جی بی بی سا؟"وہ فوراً مودب سی مقابل آئی۔"

"سب کہاں ہیں۔۔۔؟"

جی سب تو حاجی حکیم صاحب کے گھر چھوٹی بہو کی رخصتی لینے گئے"

ہیں، ملازم بھی سارے ان کے ساتھ گئے ہیں بس میں اور نوراں اور صفیہ

"گھر ہے۔۔۔

"اماں سا اور میرال بھی۔۔۔؟"

ناجی ! بڑی بیگم سااور بھابی ساتو شائد بڑی بیگم ساکے کمرے میں "
ہیں۔۔۔آپ کو کچھ لاؤں جی۔۔۔؟" مختصراً بتاتے اس نے اگلا حکم پوچھا تو
میرال نفی میں سر ہلاتی ہوئی تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔۔
رخصتی بے شک سادگی سے ہو رہی تھی لیکن دی جان اپنے سارے ارمان
نکال رہی تھی،اور یہ سب دیکھ کر ناظمہ بیگم کا میزان کو یاد کرنا اور حال سے
بے حال ہونا متوقع تھا آخر کو وہ بھی تو زور و شور سے اسی طرح چار سال پہلے
تیاری میں لگی تھی جب طوفان کی طرح آئی خبر نے سب صف ماتم میں بدل
دیا۔یہی وجہ تھی جو وہ باوجود چاہ کہ رخصتی میں شامل سے گریز برت گئی
تھی۔۔

"!افففف!!ماں سا"

ناظمہ بیگم کے کمرے کہ ادھ کھلے دروازے پر قدم رکھتے ہی اندر کا متوقع
نظارہ دیکھ اس کے قدم سست پڑے تھے۔۔اندر ان کے جہازی سائز بیڈ پر
بکھری میزان کی فریم شدہ تصویریں،البم اس کے کپڑے استعمال شدہ

پرفیومز کے علاوہ کل اثاثہ کی طرح سنبھال کر رکھے گئے اس کی بچپن کے چھوٹے چھوٹے کھلونے سب پڑے تھے اور ایک تصویر کو سینے سے لگائے بیٹھی ناظمہ بیگم شائد رو رو کر نڈھال ہوتی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہی سو گئی تھی۔۔

وہ لب بھینچ کر دبے قدموں ان کے قریب آئی، آہستگی سے ان کے ہاتھ سے فریم لینے کی کوشش کی۔

نن۔۔ مم۔۔ میرا میزان۔۔۔" بڑبڑاتے ان کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔" کوشش ترک کر چیزوں کو سمیٹتے احتیاط سے ان کے پیر سیدھا کر کے ان پر کمفرٹر ڈالتی وہ آنکھوں میں اترتی سرخی و جلن کو بار بار پلک جھپکا کر بغاوت سے باز رکھتی باہر نکلی تھی۔

خیر اں ساری چیزیں سمیٹ کر باکس میں ڈال دو ماں سا کے روم سے،" دھیان رہے ان کی آنکھ نہیں کھلنی چاہئے۔۔۔" باہر نکل کر خیر اں کو تنبیہ

کرتے اب اس کے قدم تیزی سے میزان کے روم کی طرف بڑھ رہے تھے

جہاں نجانے اس لڑکی نے اپنا کیا حال کر رکھا ہو گا۔۔

نجانے کیوں جانے والے تو چلے جاتے ہیں لیکن پیچھے چھوٹ جانے والوں

کیلئے درد کا کڑا موسم چھوڑ جاتے ہیں۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ہمارے چہرے کی سلوٹوں میں،

عَجب حوادث کی داستاں ہے

ہماری آنکھوں کی پُتلیوں نے،

!جو خواب دیکھے تھے مر چُکے ہیں

وہ گود میں البم لیئے بالکنی کے جھولے پر بیٹھی اسی اداس و بے کل شام کا ایک اٹوٹ حصہ معلوم ہو رہی تھی۔ یاسیت کی گہری دھند میں لپٹا اس کا نازک وجود، آنکھوں میں ٹھہرے اداسیوں کے مستقل ڈیرے، تیکھے نقوش میں

چھائی پژمردگی اس پر جھولتی آوارہ لٹیں جو اس غم والم کے حدود کو چھو آئی لڑکی کہ گرد مزید تنہائی ونارسائی کہ پہرے بڑھاتی اس کے اندر کی بے کلی کو ہوا دے رہی تھی۔۔

اہ!!تو تم یہاں ہو جیسا کہ میں نے سوچا تھا۔۔۔"اس کی سنسناں خیالوں" کی سڑکوں پر مضراب کی چیختی آواز گونجی تو وہ ہڑ بڑا کر ہوش کی دنیا میں لوٹی تھی۔۔

کتنی مرتبہ سمجھایا ہے میں نے تمہیں وقت کے دئے زخموں کو وقت کے " ساتھ بھرنے دو بجائے وقتاً فوقتاً کریدنے کے میرال۔۔۔"وہ تھکے انداز میں کہتی آکر اس کے مقابل بیٹھی تھی اور ساتھ اس کے ہاتھ سے البم لینے کی کوشش کی تو میرال نے تڑپ کر گرفت بڑھادی۔

مض۔۔راب۔۔۔"اس نے کمزور احتجاج کرنا چاہا لیکن مضراب دھیان" دئے بغیر اس کے ہاتھ سے البم لے کر سائیڈ پر رکھ چکی تھی۔۔

جواباً میرا ل ڈوبتے اداس سورج کی نارجی کرنوں پر اپنی بھیگی متورم آنکھیں ٹکاتی یک ٹک خود کو دیکھ رہی مضراب کی طرف سے رخ موڑ گئی تھی۔

کتنی مرتبہ کہا ہے ماں سا کے ساتھ مل کر یادوں کی راکھ مت کھودا کرو اس"
میں کچھ نہیں رکھا سوائے اندر کی گھٹن بڑھنے اور زخم ہرے ہونے
کہ۔۔۔۔"مضراب فہمائشی انداز میں بولی۔

تمہیں کیوں لگتا ہے میں بابو سا کی یاد سے غافل ہوں۔۔۔؟ بھلا میں یادوں"
کی راکھ کیا کریدوں گی میرا تو اپنا وجود راکھ ہے۔۔۔"گلوگیر لہجے میں وہ زیر
لب بڑبڑائی۔۔

میں جانتی ہوں تم ایک پل کیلئے غافل نہیں، نہ میں تمہیں غافل ہونے کا"
کہہ رہی ہوں، لیکن میں چاہتی ہوں بھائی سا تمہارے ذہن میں ایک کسک
ایک یاد بن کر رہیں، ناسور یا ایسا روگ نہیں جو دن بدن آکاس بیل کی طرح
جڑیں مضبوط کرتا تمہارا وجود ہی نگل جائے۔۔۔"مضراب کی معصومانہ

خواہش پر میرال کے کومل لبوں کو جھلسا دینے والی اذیت سے پُر مسکراہٹ نے احاطے میں لیا۔

"وہ میرا روگ بن چکے ہیں مضراب !اب تو آخری سانس تک اس روگ کو دل سے لگائے رہنا ہی سانس لینے کا مقصد ہے۔۔"وہ قنوطی ہو رہی تھی۔

"بکواس نہیں کرو میرال ! !"جواباً مضراب جھڑکتی چیخی اٹھی تھی۔

"مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا میرال سا !خواہ وہ محبوب ہو، منکوح ہو یا زندگی سے عزیز تر شخص،اور اگر مرنے والوں کے ساتھ مرا جاتا تو یہ دنیا کب کا ختم ہو چکی ہوتی،اور آج تم یہاں بیٹھی فضول بکواس نہیں کر رہی ہوتی بلکہ برسوں پہلے ہی بھائی سا کے پہلو میں منو مٹی تلے لیٹ چکی ہوتی۔۔۔"مضراب سفاکیت سے اپنے ہر لفظ پر دباؤ ڈال رہی تھی۔

"محبت اپنی جگہ اور حقیقت اپنی جگہ ہوتی ہے۔اور حقیقت یہ کہ تم زندہ ہو لیکن جی نہیں رہی، لیکن تمہیں جینا ہو گا،اور جینے کا مطلب صرف سانس لینا نہیں ہوتا ہے جینے کا مطلب ہوتا ہے ہر پل میں زندگی کے رنگ بھرنا۔ سمجھ

آرہی ہے۔۔۔"اس کی قنوطی باتوں پر مضراب کا ٹھیک ٹھاک دماغ گھوما تھا تبھی اس نے بازو سے پکڑ کر اسے مقابل لاتے بنا لحاظ جھڑک دیا تھا۔

تم نہیں سمجھ سکتی مضراب!!"بے بسی کے آنسوں پلکوں کی بار توڑ کر"

اداس زرد عارضوں پر رواں ہو گئے تھے۔

کیا نہیں جانتی میں میرال سا۔۔۔؟"اس کی پھر وہی گردان پر مضراب کا" میٹر پورا کا پورا گھوم گیا تھا۔۔

تمہیں کیا لگتا ہے یہ درد، یہ دائمی جدائی کا دکھ، یہ ہجر کی جاں گسل شب و" روز فقط تمہاری میراث ہے، صرف تمہارے حصے آئیں ہیں۔۔۔؟"ضبط سے مضراب کا چہرہ کندھار ہوا تھا۔آنکھوں میں درد و کرب یکا یک ہی جیسے ساون بھادو برساتی بادل کی طرح چھائے تھے۔۔

اگر آپ کو ایسا لگتا ہے ناں میرال سا تو میں آپ کی غلطی فہمی دور کر" دوں۔۔یہ درد یہ، اذیت، یہ جدائی کا ناسور ہمارا سانجھا ہے، تم کب سے جانتی تھی بھائی سا کو پانچ سال سے سات سال سے؟

میں ان کی گود میں بڑی ہوئی ہوں، ان کی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھا ہے، ان کی بازوں میں چڑھ کر دنیا کے رنگ دیکھے ہیں۔۔۔

تم کتنی مرتبہ ملی ہو بھائی سا سے؟

میرا کوئی دن ان سے بات کئے بغیر ان سے فرمائش کئے بغیر لڑ جھگڑ کر اپنی من مرضی کئے بغیر نہیں گزرتا تھا۔۔

ان کی یادیں، ان کی باتیں، ان کا مسکراتا چہرہ، ان کی شرارت سے چمکتی آنکھیں، حویلی کے ایک ایک کونے سے جڑی بچپن سے لیکر اب تک یادیں یہاں۔۔ یہاں۔۔۔۔"اس نے رندھے گلے سے نمکین گولہ اتارتے اپنے سینے کی دائیں جانب انگلی رکھی۔۔۔

یہاں سوئیاں چبھوتی ہے میرال!! بہت تکلیف ہوتی ہے۔۔۔"اس کی لہو" رنگ آنکھوں سے آنسوں بغاوت کر گئے تھے۔

اتنی بہادر لڑکی کو یوں ٹوٹ کر بکھرتا دیکھ میرال ساکت ہوئی تھی۔

ماں سا! ایسی نہیں تھی لیکن بھائی سا کے بعد سے چڑچڑی ہو گئی ہیں، وہ آج" تک یقین نہیں کر پائیں ہے کہ ان کا لاڈلا میزان اب کبھی واپس نہیں آئے گا۔۔ لیکن ہمیں جینا ہے میرال ہمیں جینا ہے۔۔۔ رو کر خود کو اذیت میں رکھ کر بھائی سا کی موت کو موردالزام ٹھہراتے نہیں، بھائی سا سے جڑی خوبصورت یادوں کو متاع حیات کی طرح سینے سے لگا کر مسکراتے ہوئے۔۔۔ "اس نے بے درد سے اپنے دونوں گالوں کے آنسوں رگڑ کے پوچھ ڈالے تو میرال ضبط کھوتی بے ساختہ اس سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔۔

تم میرے بھائی سا کی سب سے خوبصورت نشانی ہو میرال! میرے بھائی سا" تم سے بہت محبت کرتے تھے، تمہاری ڈھیروں باتیں کرتے تھے وہ، ان کہ ہر ذکر میں ہر فکر میں تم تھی،

میں انھیں تمہاری زندگی کا ناسور نہیں بننے دوں گی، انھیں قطعی اچھا نہیں لگے گا تمہارا خود کو اذیت دینا، اپنے بھائی سا کیلئے میں تمہاری زندگی میں بہت

ساری خوشیوں کے رنگ بھرنا چاہتی ہوں بہت سارے خوش رنگ جسے تمہیں ان یاسیت کی آکاس بیل سے اپنے وجود کو آزاد کر کے کشید کرنا ہے۔۔۔"آنکھیں میچ کر مزید آنسوں کو بہنے سے روکتے وہ مصمم ارادہ باندھ رہی تھی۔۔

اور مقصد کیلئے مجھے آپ کی سخت ضروری ہے بھائی سا!!"پوری طرح"
مغرب کی آغوش میں جا چھپے سورج کی نہیف کرنوں کو اپنی جلتی آنکھوں میں اتارتی وہ تصور میں باران سے مخاطب ہوئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

چپ کر کے سہتے رہو تو اچھے ہو

!بول پڑو تو آپ سے برا کوئی نہیں

آج پھر ایک بار وہ شدید ذہنی انتشار سے گزر رہا تھا۔دی جان کی بے انتہا اصرار پر محض بیس منٹ کیلئے وہ حاجی حکیم کے گھر گیا تھا اور چھوٹی سی رخصتی

کی رسم ادا کر کسی عفیریت سے جان چھڑانے کی طرح وہ جیپ اڑاتا ہوا گلستان بہار کے عقبی حصے میں چل رہی کٹائی والی جگہ پر چلا آیا تھا اس خام خیالی میں کہ شائد یہاں کے شور میں دماغ سے آسیب کی طرح چمٹی خلفشار خون بڑھارہے مناظر سے چھٹکارا مل جائے لیکن بے سود اندر کی جھکڑ پکڑ پر یہ سماعتوں پر ستم ڈھاتی مشینوں کی آواز بے اثر ثابت ہوئی تھی۔

بڑھتے اندر کی وحشت کو کم کرنے کیلئے اس نے مزدوروں کے ساتھ مل کر لکڑیوں کو جمع کرنا شروع کر دیا تھا، بھاری اور کچی لکڑی ایک جگہ جگہ سے اٹھا کر ڈھیر کی صورت جمع کرنے کے محنت کش عمل میں وہ پسینہ سے تربتر ہو گیا تھا لیکن دماغ میں چل رہی اٹھا پٹخ رگوں میں دوڑتے اضطراب پر چنداں اثر نہیں ہوا تھا۔

الغرض شدید جسمانی ورزش کے باوجود ذہنی کیفیت جوں کی توں تھی اعصاب ہنوز چیخ رہے تھے، اندر ہر سوں غصہ واشتعال کے الاؤ جل رہے تھے۔۔

سارے مزدور ڈھلتے شام کے ساتھ لوٹ گئے تو وہ بھی تھکا ماندا کاٹیج میں چلا آیا تھا۔

لیدر بلیک جیکٹ کو بیڈ پر اچھالتے اس نے پسینہ سے بھیگی میلی شرٹ کو بھی جیکٹ کے ساتھ کھول کر پھینکا اور کپڑے لینے کبرڈ کی طرف بڑھا تو ایک پل کیلئے کبرڈ کے ڈور پر آویزاں قد آور آئینہ میں اترے عکس پر ترش نظر ٹھہری، مٹی اور لکڑی کے بھوسے میں اٹے ہاتھ پیر اور بکھرے بال شکن آلود پیشانی بھینچے اعصاب لہو رنگ آنکھیں۔۔

کبرڈ سے کپڑے لیکر وہ تیزی سے واش روم کی طرف بڑھا اور قبل اس کہ کی وہ ڈور کھولتا اندر سے ڈور کھلا اور سوچوں کی یلغار سے نبرد آزما ہونے کی وجہ سے توازن کھوتا وہ بوسیدہ دیوار کی طرح نووارد وجود کے ساتھ اندر سیدھا دیوار سے جا کر لگا۔۔۔

شکر یہ ہوا کے سنبھلنے کیلئے اس نے فوراً دیوار پر مضبوط پنجا جمایا تھا لیکن پھر بھی وہ ناشناسہ وجود سے ناکافی فاصلے پر کھڑا تھا۔

اگلے ہی پل قدم وحواس دونوں سنبھالتے وہ جھٹکے سے پیچھے ہوا تھا۔۔

تم۔۔آپ۔۔میں آپ۔۔تم کون ہو۔۔۔؟"حیرت کے مارے اس کی " آواز خود اجنبی لگی تھی۔۔

میں نے پوچھا آپ کون ہو۔۔۔۔؟"اب کے حیرت میں غصہ وناپسندیدگی " کی آمیزش بھی شامل ہوئی تھی۔۔

دیوار سے چپکی مٹھیاں بھینچے کھڑی لڑکی کا وجود مکمل سفید برف اوڑھے ہوئے تھا یہاں تک کے چہرہ بھی سفید ململ دوپٹے نے چھپالیا تھا۔۔

دلاور کے منتشر ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔۔

نن۔۔نہیں۔۔نہیں وہ وہ یہاں نہیں آسکتی۔۔۔"کسی ناگ کی طرح ڈنک " اٹھائے سوچ کو اس نے درشتگی سے نفی میں گردن ہلا کر رد کیا تھا۔اور سخت تیور لیئے اس اپولو کی مورت کی طرف متوجہ ہوا۔

میں نے پوچھا تم کون ہو۔۔۔؟اور یہاں کیا کر رہی ہو تمہاری ہمت کیسے " ہوئی میرے کاٹیج میں قدم رکھنے کی۔۔۔۔۔؟"اب کے وہ بولا نہیں تھا

بھرے بادل کی طرح پھٹا تھا جس پر وہ نسوانی وجود اپنی جگہ بری طرح اچھلی تھی۔۔۔

"جواب دو۔۔۔۔"

ہم۔۔ہم۔۔ہم مقدس بنتِ ذکاء ہیں۔۔۔۔۔"مخدوش الحواس مقدس کی" آواز اس کی دھاڑ پر بمشکل ہی نکلی تھی۔

اور مترم بے ربط تعارف سماعت میں اترتے ہی دلاور کی پتلیاں حیرت و بے یقینی سے ساکت ہوئی تھی۔۔

ناصرف آنکھوں کی پتلیاں بلکہ دل کی منتشر دھڑکن اور غصہ سے پھولتی سانس بھی۔۔۔اسے اپنی سماعت پر شدید قسم کا اعتراض ہوا تھا نہیں۔۔یہ وہ نہیں ہو سکتی۔۔۔

اس نے ایک قدم لڑکھڑاتے پیچھے لیا۔

شکر ہے تم آ گئے میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔۔۔۔"عقب سے ابھری" دی جان کی ہشاش بشاش آواز پر اس کا سکتہ ٹوٹا تھا وہ فوراً ہی پشت موڑتا ان کی طرف لپکا۔

"دد۔۔دی۔۔جان یہ۔۔یہ۔۔۔۔۔"

یہ۔۔یہ کیا۔۔حواس باختہ تو ایسے ہو رہے ہو جیسی اپنی بیوی نہیں تیسری" دنیا کی مخلوق دیکھ لو ہو، ویسے ماشاءاللہ سے ہے بھی میرے دلاور ے کی دلہن پری جیسی ہی۔۔۔۔"دی جان کو یا تو اس کی حالت کا اندازہ نہیں تھا یا پہلے سے ہی بخوبی اندازہ تھا تبھی وہ متبسم لہجے میں کہتی اندر سہمی ہنوز دیوار سے لگی مقدس کے پاس گئی تھی۔۔

ڈرا دیا تم نے بچی کو بالکل۔۔۔"مقدس کو ساتھ لگاتے انھوں نے خفا نظر" مٹھیاں بھینچے کھڑے دلاور پر ڈالی۔

"دی جان یہ یہاں۔۔۔"

ارے ! پانچ گھنٹے پہلے رخصتی کروا کر لائی گئی دلہن کو بیوی کہتے شرم آ رہی "
ہے یہ یہ کیا ہوتا ہے۔۔۔؟" دی جان نے بلاوجہ ہی بات کاٹتے جھڑک دیا
تھا۔

دی جان پلیز ! ! میں پوچھ رہا ہوں یہ یہاں کیا کر رہی ہے۔۔۔؟" ضبط کا "
پیمانہ جھلکا تو وہ تند لہجے میں غرایا۔

لہجہ درست کرو اپنا دلاور۔۔۔" دی جان نے فوراً ناپسندیدگی سے ٹوکا تو وہ "
جبڑے بھینچتا تن فن کرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

تم مغرب کی نماز ادا کر لو بچے، میں ذرا اس کے بھٹی کی طرح تپتے دماغ پر "
برف کی ٹکڑیاں ڈال کر آوں۔۔۔" سہمی مقدس کو جائے نماز دیتے دی
جان نے اس کی پیشانی چومی۔

ساتھ دلاور کی کلاس لینے کیلئے تیزی سے دروازے کی سمت بڑھی جس نے
پہلی ہی ملاقات میں کسر نہیں چھوڑی تھی دہشت پھیلانے کی۔ سہی دا جی
اسے سرکش اتھرا گھوڑا کہتے تھے جو ہر بات پر بس بدکنا جانتا تھا۔۔

دی جان احتیاطاً کاٹیج کا دروازہ اچھی طرح بند کر کے باہر آئیں تو حسب توقع وہ کاٹیج کی سیڑھیوں کے پاس زخم کھائے شیر کی طرح چکر کاٹتا مستقل بڑبڑا رہا تھا۔

"آپ۔۔آپ۔۔انھیں یہاں کیسے لے آئیں۔۔۔؟"ان پر نظر پڑتے ہی وہ سراپا اضطراب بے تابانہ ان کے مقابل آیا۔

"تو اور کہاں لیکر جانا چاہئے تھا۔۔۔؟"

کک۔۔کہیں بھی۔۔حویلی جہاں آپ کی مرضی لیکن یہاں نہیں لاتیں"

بس!!"شدید اشتعال سے منتشر تنفس کے باعث اس کے الفاظ بے ربط تھے۔

فضول بات نہیں کرو دلاور! نکاح اس بچی کا تم سے ہوا ہے حویلی سے"

نہیں۔۔"دی جان نے خفگی سے باور کرایا۔

نکاح!!"جواباً گفظ چباتے اس نے دونوں مٹھی میں بالوں کو جکڑ کر یوں"
بھینچا جیسے جڑ سے اکھاڑ دینا چاہتا ہو۔
آپ۔۔آپ اچھی طرح جانتی ہیں، میں۔۔میں اس کھیل کا اس ساری"
سازش کا کردار کیوں بنا۔۔؟ پھر بھی آپ مجھ سے ایسی توقع رکھتی ہیں تو
معذرت میں کٹھ پتلی نہیں بن سکتا مزید، لہٰذا انھیں ابھی کے ابھی ساتھ
لیجائیں۔۔"قطعیت سے ایک سانس میں کہتے طویل سانس اندر کھینچ کر اس
نے دی جان کو دیکھا جو متاسف نظروں سے اس کا لال بھبھو کا چہرہ دیکھ رہی
تھی۔۔
افسوس کا مقام ہے، تمہیں نکاح جیسا پاکیزہ و مقدس رشتہ کھیل ڈرامہ"
سازش لگتا ہے۔۔۔؟"دی جان کے دل گیر لہجے میں دکھ و تاسف کی
آمیزش محسوس کر وہ بے چین ہوا لیکن نرم پڑنا وقت کی نزاکت کے خلاف
تھا۔

میں نہ بھی کہوں تو دنیا جانتی ہے یہ سب ایک کھیل ڈرامہ اور گھناؤنی "
"سازش۔۔۔

بس کر جاؤ دلاور!! تمہارے ہیچ الفاظ نشتر کی طرح اتر رہے ہیں میرے دل "
میں۔۔"اس کے سفاک لہجے پر دکھ سے ٹوکتی وہ لڑکھڑائی تو دلاور تڑپ کر
انھیں سہارا دینے لپکا لیکن وہ ہاتھ سے اسے روکتی وہیں سیڑھیوں پر دل
گرفتہ سی بیٹھ گئی۔

ان کے اس طرح اپنے قریب آنے سے روکنے پر دلاور نے سختی سے جبڑوں
کو بھینچتے یکایک دل سے اٹھی ٹیس کو دبایا تھا۔

تم کب سے دنیا کی پرواہ کرنے لگے دلاور؟ تم تو کہتے تھے میں تمہاری دنیا"
ہوں، میرے لبوں سے نکلے الفاظ ہی تمہارے لیۓ صداقت ہیں، میری
محبت میری فکر ہی تمہارا مرہم ہے، کیا تمہاری دنیا بدل گئی یا میرے الفاظ
"سے تمہارا بھروسہ اٹھ گیا۔۔۔؟

اا۔۔آپ۔۔آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہیں دی جان۔۔۔؟"وہ تڑپ کر"
ان کے قدموں پر بیٹھا تھا۔
تو کیسا ہے؟کیا نکاح کا یہ معنٰی مفہوم سمجھایا تھا میں نے تمہیں۔۔۔؟"دی"
جان کے لہجے میں کر خنگی در آئی تھی۔

جواباً جبڑوں پر گرفت مضبوط کرتے اس نے مٹھیوں کو یوں پوری قوت سے
.. بھینچا کے پورے جسم کی ہری ہری رگیں تن کر نمایاں ہو گئی

"جواب دو۔۔۔؟"
اس کی کنپٹی میں ٹھوکریں مارتے خون کو دیکھتے ہوئے بھی دی جان نے زور
دیا تھا۔۔

دی جان آپ جانتی ہیں میں مر کر بھی آپ کی دل آزاری کرنا نہیں چاہوں"
گا،ساتھ اس بات کا بھی آپ کو بخوبی اندازہ ہے میرا کسی بھی رشتے پر اعتبار
نہیں،خونی رشتوں کا جو بے حس وسفاک روپ میں ہوش سنبھالتے ہی دیکھتا
آرہا ہوں،نئے تعلق کی بنیاد رکھنے کا تصور بھی میرے لیۓ ممکن نہیں،مجھے

معاف کر دیں آپ۔۔"خود اذیتی کی انتہا کو چھوتے اس نے باضابطہ اپنے دونوں ہاتھ ان کے پیروں پر رکھ دئے تھے۔

دلاور!!"دی جان نے تڑپ کر پیر کھینچتے اس کا چہرہ اپنے لرزتے ہاتھوں" میں بھرا۔

ایسا نہیں سوچتے میری جان۔۔۔"ان کی آواز بھرا گئی تھی۔"

یہی حقیقت ہے دی جان! میری ماں کون تھی؟ کیسی تھی؟ کہاں ہے؟" کوئی اتا پتا نہیں ہے، باپ کی زندگی کی میں ایسی غلطی ہوں جس کی ندامت کا بوجھ اتنا ہے ان پر کہ آج تک وہ مجھ سے کیا، کسی سے بھی نظریں ملانے کی ہمت نہیں مجتمع کر پائے، خاندان والوں کیلئے میرا وجود ایک ناسور، اور دنیا والوں کیلئے میں ایک بد تمیز بد لحاظ اور 'بد کردار' حریف زادہ ہوں۔۔یہ میری حقیقت ہے جسے میں نے پوری تلخی کے ساتھ قبول کیا ہے، آپ بھی سمجھیں اور لے جائیں اس لڑکی کو یہاں سے۔۔۔"اپنی ہی ذات کے پرخچے اڑاتا وہ

زخمی مسکراہٹ فگار لبوں پر سجا کر نرمی سے ان کے ہاتھ اپنے گال سے ہٹا کر ان پر لب رکھتا پیچھے ہوتا فاصلہ بنا گیا۔

تم ایسے نہیں ہو۔۔۔"دی جان کا دل کسی نے مٹھی میں بھینچا تھا۔"

میں ایسا ہی ہوں، آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں اور محبت اندھی ہوتی ہے اس" لیئے آپ کو نظر نہیں آتا۔۔۔"وہ تمسخرانہ بولا لیکن لہجے میں جو ٹوٹے کانچ سی چبھن تھی، آنکھوں میں جو درد کا لہو رنگ سمندر موجزن تھا وہ دی جان کا دل چیر گیا تھا۔

"دلا۔۔آور۔۔۔"

معافی دی جان! لیکن میری اندھی محبت میں آپ کسی لڑکی کی پوری زندگی" نہیں برباد کر سکتی۔۔"وہ تلخی سے اپنے آخری الفاظ ادا کرتا تیز قدم اٹھاتا بڑھ گیا تو دی جان کے واں لبوں سے اس کی چوڑی پشت دیکھتے سسکی خارج ہوئی۔

novel by jnikhat

گھر کی اس بار مکمل میں تلاشی لوں گی

! غم چھپا کر میرے بابا کہاں رکھتے ہیں

اسے یاد پڑتا تھا جب لڑکپن میں حاجی حکیم نے اسے فاطمہ بنت محمد ﷺ کی نکاح اور رخصتی کا واقعہ سنایا تھا تو اس نے فوراً سے پر جوش فرمائش کر ڈالی تھی۔

"ابا! مقدس بنتِ ذکاء کو بھی فاطمہ بنتِ محمدؐ کی طرح رخصت کرنا۔۔۔"

اس کی معصوم فرمائش کے جواب میں کتنی ہی دیر تلک بدر اور حاجی حکیم ہنستے رہے تھے، جب اس نے ناراضگی سے منہ پھلایا تو حاجی حکیم نے نرمی سے اسے ساتھ لگاتے صدق دل سے کہا تھا۔

"ان شاءاللہ ہم ہماری رحمت کو اسی طرح رخصت کریں گے۔۔"

آج اللہ نے چاہا تھا اور اس کے ابا نے اسے اسی طرز پر رخصت کیا تھا۔ سادگی وہ عاجزی کے ساتھ۔۔

وہ مکمل عبایا میں تھی جب حاجی حکیم نے اس کا سیاہ دستانے میں مقید ہاتھ اپنے نحیف ہاتھ میں لیتے اس شخص کے ہاتھ پر رکھا اور کہا تھا۔

"میں اپنی رحمت آپ کو سونپ رہا ہوں بیٹا! میری دعا ہے باری تعالیٰ سے یہ آپ کیلئے بھی رحمت ہو اور آپ کے رشتے میں رحمتوں برکتوں کی بارشیں ہو۔۔۔۔" انھوں نے بڑی عاجزی وانکساری کے ساتھ بھرے دل سے یہ الفاظ ادا کئے تھے جواباً اس شخص نے کیا کہا وہ سن نہیں پائی تھی۔

پھر آنسوں کی جھڑی کے ساتھ پیچھے چھوٹتی بچپن کی دہلیز کا پہاڑ سا دکھ لیئے اس آنگن کو الوداع کہہ آئی جہاں کی وہ بلبل تھی۔ یادوں کا صندوق، دعاؤں کی پیٹیاں ہمراہ لیئے اس اجنبی کے سنگ ایک نئی زندگی کا آغاز کرنے جو نجانے کیا سوچے بیٹھا تھا۔

مغرب کی نماز خشوع وخضوع سے ادا کر دونوں ہتھیلیوں کو جائے نماز پر ثبت کر مخروطی انگلیوں پر وہ اکتالیس مرتبہ حسب عادت 'یا معزُّ' پڑھ رہی تھی۔

ادھر منتشر ذہن مختلف محاذ پر تنہا ڈٹا تھا۔۔

محض بیس دن کے اندر اس کی زندگی میں کتنا کچھ بدل گیا تھا وہ مقدس بنتِ ذکاء سے ایک نئی شناخت میں ڈھل گئی تھی۔

اس کی پاکبازی پر سوال اٹھے تھے۔

پھر جسے اس کا مجرم قرار دیا جا رہا تھا اسی کو اس کے ابا نے اس کا محرم چن لیا تھا۔ جس کی تین اہم وجوہات کا انھوں نے رخصتی سے پہلے خلاصہ کرتے دل سے پھانس نکالنے کے ساتھ اس نئے رشتے کو پوری خلوص و محبت کے ساتھ نبھائے کی ڈھیروں نصیحتیں اس کے پلو سے باندھ دئے تھے۔

پھر بھی وہ بے چینی و اضطراب خدشات و وسوسوں کو لاکھ کوشش کے باوجود ذہن سے جھٹکنے سے قاصر تھی جو اس اچانک بنے رشتے اور اس یکسر اجنبی شخص سے وابستہ تھے۔

جو کچھ وقت پہلے کی مختصر ملاقات سے دوچند ہو گئی تھی۔۔

یہ پسند کا سودا نہیں ہے اس کا اسے بھی اندازہ تھا۔

لیکن پہلے مڈ بھیڑ کے شدید رد عمل نے شدید ناپسندیدگی کا اظہار کھلے انداز میں کر دیا تھا۔

نجانے اس نے کس دباؤ میں رشتہ قبول کیا تھا؟

اور جیسی اس کی سرکشی وخود سری کے قصے مشہور ہیں کیا وہ۔۔۔۔۔۔۔

یہ ہم کیا سوچ رہے ہیں۔۔؟ ہمیں اپنی طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں" برتنی بس!! مقابل اپنے عمل رد عمل کیلئے خود جوابدہ ہوں گے۔۔۔"ذہن و دل پر چھاتی قنوطیت کی پرت کو جھٹک کر اس نے سختی سے اپنے آپ کو سرزنش کیا۔

میں آپ کے خوف وخدشات سمجھتی ہوں بچے؟"معاذ نرم اپنائیت سے" گندھا لہجہ اور دستِ شفقت اس کے سر پر ٹھہرا تھا۔۔

برسوں پہلے میں بھی ان حالات سے گزری ہوں، بلکہ اس سے بدتر" حالات سے گزری ہوں سو میں آپ کی گومگو کیفیت کو اچھی طرح سے سمجھ سکتی ہوں۔۔زہریلے ناگ کی طرح پھن اٹھاتے وسوسے تفکرات، دل

گرفتہ کیفیت اس سب سے میں بھی گزری ہوں کبھی۔۔۔"دی جان اس کے مقابل جائے نماز پر بچی جگہ پر ٹک گئی تھی۔۔

ہم سمجھے نہیں۔۔۔؟"مقدس کے چہرے پر واقعی الجھن کے آثار تھے۔"

"میں وہی بتانے لگی ہوں۔۔"

جواباً مبہم انداز میں مسکراتے دی جان ماضی کے ان اوراق کو الٹنے لگیں تھی جس سے بہت کم لوگ واقفیت رکھتے تھے لیکن وہ اس اجنبی ہو کر بھی دلاور کے حوالے سے بے حد اپنی اپنی لگ رہی لڑکی کو وہ سب بتانا چاہتی تھیں۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بہت اداس ہے میری سماعتوں کا جہاں

!کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں میں آواز تیری

چائے کے دو مگ لیکر آتی میرال کے قدم یک بیک ہی اندر سے آتی آواز پر دروازے پر ساکت ہوئے تھے۔

رابی ! ضد نہیں کرو بچے میں کہہ چکا ہوں میں نہیں آؤں گا مطلب میں "
نہیں آؤں گا، کم از کم جب تک الیکشن کے جھمیلے نہیں سمٹ جاتے تب تک تو
بالکل بھی نہیں۔۔۔" وہی مانوس پر فسوں سی بھاری مگر قطعیت بھری آواز
سماعت میں اترنے پر میرال کی دل سے درد کی کئی لہریں یکایک ہی اٹھی تھی۔
چاہے اس دوران کوئی مر ہی کیوں نہ جائے آپ کی قسم نہیں ٹوٹے گی بھائی "
سا۔۔۔؟" مضراب کی سپاٹ آواز ابھری۔
رابی ! ! "جواباً درشتگی سے سرزنش کیا گیا۔"
کیا رابی بھائی سا ! ضرورت ہے ہمیں آپ کی۔اس حویلی کو، ماں سا کو، مجھے "
غرض ہمارے پورے خاندان کو، میزان بھائی سا کو قسمت کی ستم ظریفی نے
چھین لیا آپ کس بات کی سزا دے رہے ہیں ہمیں۔۔۔؟" شدتِ جذبات
سے مضراب کی آواز پھٹ پڑی تھی۔
"سراب کا سہارا نہیں لو میرال یہ وہ آواز نہیں۔۔۔"

دوسری طرف میرال کی حالت بھی غیر ہو رہی تھی اس نے مشکل سے لرزتے ہاتھوں سے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے دیوار پر ہاتھ جما کر خود کو اذیت سے باور کرایا تھا۔

"ضد نہیں کرو رابی میں نہیں آسکتا۔۔"

"آپ کو آنا ہو گا۔۔"

"میں نہیں آسکتا بچے سمجھو۔۔۔"

"کیوں۔۔؟"

"نفرت ہے مجھے الیکشن سے۔۔"

"ہم سے تو محبت ہے ناں۔۔۔؟"

"!!رابی"

میں مزید ایک عذر نہیں سننا چاہتی بھائی سا! اگر آپ واقعی ہم سے محبت" کرتے ہیں تو یہ خود ساختہ بن واس ختم کر کے آئیں

گے،ورنہ۔۔۔ورنہ۔۔۔۔"حلق سے بار بار نمکین گولہ اتارتی وہ کال ڈسکنیکٹ کر کے دونوں ہاتھوں سے سرخ چہرہ چھپا گئی۔۔

"آپ آئیں گے بھائی سا۔۔۔"

فون وہی چھوڑ کر وہ میرال کے آنے سے پہلے رونے کی چغلی کھا رہے چہرے کو دھونے تیزی سے واش روم میں بند ہوئی تھی۔۔

"بھابی سا! آپ ٹھیک ہو۔۔۔" وہ ویسے ہی دیوار سے لگی اس آواز کی سحر سے درہم برہم ہستی پر ماتم کناں تھی جب ملازمہ کی آواز پر سکتہ ٹوٹا۔

"مشکل۔۔ہاں میں ٹھیک ہوں۔آپ۔۔۔آپ جائیں۔۔ہوں۔۔ہاں" سے اپنا بھرم رکھتی وہ جلدی سے ٹرے لیکر جیسے تیسے روم میں داخل ہوئی۔ ٹرے بستر پر رکھ کر ابھی اس نے گہرے گہرے دو تین سانس لیکر خود کو پوری طرح پر سکون بھی نہیں کیا تھا کہ فون رنگ کی آواز پر چونکی۔۔

"واش روم سے مضراب کی آواز ابھری۔"میرال تم ہو کیا۔۔۔؟

"ہم۔۔ہاں۔۔۔"

ذرا دیکھو کال کس کی ہے میں منہ دھو رہی ہوں۔۔۔"مضراب نے قصداً" لہجہ بشاش رکھا تھا۔

مم۔۔میں۔۔۔"سکرین پر روشن نام دیکھ کر میرال کی حلق میں سانس" الجھی تھی۔

ہاں! بھئی دیکھو اور کہہ دو میں روم میں نہیں ہوں بات نہیں ہو" سکتی۔۔۔"باران کو جذباتی طور پر کمزور کرنے کا آئیڈیا اچانک ہی مضراب کے ذہن میں آیا تو اس نے فوراً عمل درآمد کیا۔

بٹ مض۔۔راب۔۔۔"لیکن وہ میرال کو پھسا چکی تھی۔"

کوئی بٹ وٹ نہیں فوراً کال رسیو کرو اور کہو بات نہیں ہو سکتی مجھ" سے۔۔۔"اندر سے مضراب کی حکمیہ آواز ابھری تو اس نے سختی سے آنکھیں میچ کر فون کے خود ہی بند ہونے کی دعا کی۔

بہن پھٹ جائے گا میرا فون بج بج کر اٹھا لو۔۔۔"مضراب کی جھلائی آواز" پر وہ اچھلی تھی۔

پھر مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اس نے فون اٹھائے بغیر ہی یس دبایا لب ہیلو کیلئے واں بھی نہیں ہوئے کہ ادھر سے متفکر و مضطرب آواز ابھری۔

رابی کیا بچپنا ہے بچے؟ میں کہہ رہا ہوں ناں میں واپس آجاؤں گا لیکن ابھی" نہیں آسکتا، کیا آپ چاہیں گی میں واپس آؤں اور میری داجی اور بابا سا لوگوں سے چھڑپ ہو جائے جو اتنی بڑی قیمت چکا کر بھی اس منحوس سیاست کی۔۔۔۔" تنفر سے جملہ ادھورا چھوڑتے اب سپیکر سے اس کی بھاری بے ہنگم سانس ابھر رہی تھی میرال دم سادھ گئی۔

"!!رابی"

وہ۔۔وہ۔۔یہاں نہیں ہے۔۔۔؟"لبوں نے بمشکل جنبش کی جرات کی۔"

آپ کون ہیں۔۔۔؟" مقابل کے لہجے کی بے بسی فوراً گرفتگی میں بدلی تو"

میرال نے بنا سوچے سمجھے سلسلہ منقطع کر سست پر رہی دھڑکنوں پر کانپتا ہاتھ رکھ دیا۔

میرے کوزہ گر،تجھے کیا خبر

میں بکھر گیا،کدھر کدھر

جو ہو سکے ،مجھے پھر بنا

!!!میرے سارے ٹکڑے،سمیٹ کر ۔۔۔

ہجر کے مارے دل کو تو ویسے بھی نا دھڑکنے کا ہلا دستیاب ہونا چاہئے، ٹوٹے خوابوں کی کڑچیوں سے گھائل آنکھیں تو ویسے بھی برس پڑنے کا بہانہ چاہتی ہے۔

پھر یہ آواز یہ لہجہ وانداز تو خاصا مانوس تھا۔ پھر ساون کی جھڑی کیوں نہ لگتی وہ ڈریسنگ روم میں جا چھپی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

مجھے یاد پڑتا ہے وہ بھی الیکشن کا ہی زمانہ تھا، تب میری عمر زیادہ سے زیادہ" سولہ یا سترہ سال کی تھی، میرا خاندان برسوں سے سیاست کا دلدادہ

تھا،الیکشن میں کامیابی کیلئے میرے باپ بھائی کچھ بھی کر سکتے تھے کوئی بھی عزیز سے عزیز ترشئے قربان کر سکتے تھے، یہاں تک اپنی اکلوتی بہن اور بیٹی کو بھی کسی بھیڑ بکری کی طرح کرسی کی بھینٹ چڑھا سکتے تھے، کیونکہ سیاست کو نام نہاد خاندانی لوگ شان و شوکت سمجھتے ہیں۔۔۔"دی جان کی کرب زدہ آواز میں آخر تک نمی گھلی۔

یکایک ہی ان کے نرم و ملائم چہرے پر تکلیف کا کھردرا پن دیکھ مقدس جتنا حیران ہوتی کم تھا۔۔

جب وہ لمحاتی توقف لیکر واپس بولیں۔۔

"الیکشن کے دنوں میں سازشیں قتل و غارت ایک دوسرے کو جھکانے کیلئے ایک دوسرے کو گرانے کسی بھی پستی میں اترنا ایک عام سی بات ہے،اور یہ حساس دن ایسے ہوتے ہیں کہ سوئی بھی گرے تو سات گاؤں تک شور گونجتا ہے۔۔میرے ابا کے جلسے میں میرے بڑے بھائی نے ہوائی فائرنگ کی اور نجانے کیسے مخالف پارٹی کا کارکن ہلاک ہو گیا۔۔

اندھا کیا چاہے دو آنکھ کی مصداق مخالف نے اس حادثے کو ہتھیار بنا کر پنچائیت بیٹھالی اور میرے ابا اور بھائیوں نے بھی اپنے مضبوط دفاع کیلئے مجھے "بطور تاوان پنچائیت میں پیش کر دیا۔۔۔۔

تت۔۔۔تاوان۔۔۔۔"دکھ سے ان کی آب بیتی سن رہی مقدس کا سراپا تاوان کے نام پر تحیر و بے یقینی سے ساکت ہوا تھا۔

"ھممم۔۔تاوان۔۔۔"

جواباً دی جان خود اذیتی سے مسکرائی۔

اس زمانے میں 'تاوان' کی رسم بے حد عام تھی، کسی کی بکری ماردی جائے یا" بھینس فوراً ہر جانے کے طور پر بیٹی بہن پیش کر دی جاتی تھی پھر یہاں تو بندہ مرا تھا اور پھر میرے باپ بھائی کو الیکشن میں اس سے فائدہ بھی پہنچنے والا تھا بے حساب۔۔آخر اس طرح وہ لوگوں کو اپنی ایمانداری اور انصاف پسندی ثابت کر سکتے تھے کہ دیکھیں ہم کتنے مہان ہیں غلط ہونے پر ایک معمولی سے

کارکن کو اپنی بہن پیش کر رہے ہیں اعلیٰ خون خاندان کو پس پشت ڈال کر۔۔۔۔"

دی جان کی کرب زدہ آواز میں استہزاء و تمسخر کی آمیزیش ٹوٹے کانچ کی طرح شامل ہوئی تھی جس پر مقدس کی آنکھیں جھلملا گئی۔

"اکلوتی بیٹی تھی میں، ابا کی شہزادی، چار بھائیوں کی لاڈلی، ایک پل میں ان لوگوں نے اپنی بے حسی و خود غرضی سے مجھے جوتی کی دھول سے بھی ارزاں کر دیا تھا۔۔ جانتی ہیں پھر میرے لیئے کون کھڑا ہوا، کون آہنی دیوار بن کر میرے حق کیلئے سب سے ٹکرا گیا۔۔۔؟" دی جان کی آنکھوں کی الوہی چمک واپس آئی تھی۔

"کک۔۔ کون۔۔۔؟"

"تاجور عثمانی۔۔ تمہارے دا جی۔۔۔۔"

دی جان کے لب خوبصورت انداز میں پھیلے تھے آنکھوں کی چمک چہرے کی ملائمت واپس آئی تھی۔۔

داجی۔۔۔"مقدس جھلملاتی آنکھوں میں حیرانگی لیئے مسکرائی۔"

اس وقت وہ واحد نوجوان تھے جو تاوان کی رسم کے سخت خلاف تھے، گو کہ "
وہ عثمانی خاندان کے ولی عہد تھے، لیکن گدی نشین اس وقت ان کے بابا
سرکار تھے، پنچائیت میں وہ بس اپنے بابا سرکار کے ساتھ آئے تھے ان کا وہاں
کوئی عہدہ نہیں تھا۔۔ لیکن ہاں ان کی شخصیت کی دہشت کے بہت چرچے
تھے، وہ ڈٹ گئے کہ اس پنچائیت میں تاوان کی رسم نہیں ہو گی، پھر ساری
پنچائیت ان کے خود کے بابا سرکار سمیت ایک طرف تھے وہ ایک اجنبی اپنے
باپ بھائی کے ہاتھوں بے وقعت ہوئی لڑکی کیلیئے ایک طرف
تھے۔۔۔۔"شدتِ جذبات سے دی جان کا چہرہ سرخ، آنکھیں پانیوں
سے لبالب بھری ہوئی تھی لیکن لرزتے لبوں پر ٹھہرا عقیدت مندانہ تسبم ہر
احساس پر بھاری تھا۔۔

ان کے دلائل ان کا احتجاج اس فرسودہ رسم کے خلاف ان کے غصہ و"
اشتعال کے آگے سبھی بلا آخر بے بس ہو گئے تھے۔۔دوسرا وہ اس وقت اس

خاندان کے ہونے والے حاکم سرکار تھے جس کا ہاتھ اس وقت سب سے اُپر تھا رعب و دبدبہ میں تو یوں بھی ان کے سب آگئے تھے۔۔پھر فیصلہ یوں ہوا کے اس کارکن کے لواحقین تاوان کے بدلے جو مانگیں وہ ہم دیں۔۔

چونکہ مخالف پارٹی کا مقصد فقط ابا اور بھائی لوگوں کو مزہ چکھانا تھا سو انھوں نے ہماری وہ پندرہ ایکڑ زمین مانگ لی جو زمین نہیں سونے اگلنے والی مشین کی حیثیت رکھتی

"تھی ہمارے لیئے۔۔۔۔۔۔

پھ۔۔پھر دے دی آپ کے بابا نے۔۔۔۔؟"ان کے چہرے پر رقم" اذیت دیکھ کر بھی مقدس نے سوال کیا تھا۔

دی جان اس کی معصومیت پر ہولے سے مسکراتی نفی میں سر ہلانے لگی۔۔

"تو۔۔۔۔؟"

تو ہر جانہ اس نے دیا جس نے تاوان کی رسم کے خلاف احتجاج شروع کیا"

"تھا۔۔۔

"یعنی داجی نے۔۔۔؟"

ہمم!! پورے سترہ ایکڑ زمین۔۔وہ بھی ایسی زمین کے کسی بھی انسان کی" سات نسلیں بیٹھ کر کھائے تو ختم نہ ہو۔۔۔"دی جان کے فخریہ بتانے پر مقدس کے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔

بھری پنچائیت میں غیرت پر پڑے والے تازیانے پر میرے تلملائے" شدید سبکی سے دوچار بھائیوں نے مجھے ساتھ لیجانے سے انکار کر دیا۔۔۔اور پھر تاجور عثمانی نے نا صرف مجھے اپنی چادر اڑھائی بلکہ بھرے مجمعے میں باپ بھائی کے ہاتھوں دھتکاری ہوئی لڑکی کو اپنا نام دیکر معتبر بھی کیا۔۔اور جب اس مجمعے سے میں ان کی چادر لپیٹے اپنا بے وقعت وجود لیئے گھسیٹتی ان کے ساتھ چل رہی تھی ناں میرا ذلت کی دلدل میں اتر رہا دل زمین کے پھٹ پڑنے کی دعا کر رہا تھا آسمان سے بجلی گر کر قدموں کی دھول سے بھی ارزاں وجود کے خاکستر ہو جانے کیلیئے گڑگڑا رہا تھا۔۔۔

وہاں تماشائی بنے کھڑے ترس و ترحم بھری نگاہوں سے لہجے میں تمسخر و استہزائیہ سموئے چہ میگوئیاں کر رہے لوگوں میں سے بھی کسی کو امید نہیں تھی کہ مجھے عثمانی حویلی میں دو پل کا ٹھکانہ بھی میسر ہو گا، تاجور عثمانی جیسا گدی نشین بر سر اقتدار شخص ایک دھتکاری ہوئی اپنی باپ بھائی کی بے حسی و خود غرضی کی بھینٹ چڑھی لڑکی کو کوئی مقام دے گا۔۔خود میں بھی ناامیدی کی اتھاگہرائیوں میں اتری حبس و گھٹن زدہ اندھیرے میں اپنا وجود گم "محسوس کر رہی تھی۔۔۔۔۔

ان کی آواز بے طرح لرز گئی تھی آنکھوں سے اذیت کے آنسوں چہرہ دھونے لگے تھے۔۔

آپ۔۔۔آپ نہیں روئیں۔۔۔"مقدس نے فوراً ان کے دونوں ہاتھ اپنی" گرفت لی ئے۔۔

پھر میرے سارے واہم سارے وسوسے وخدشات دائمی خوشی وانبساط" میں بدل گئے، میں جو سمجھتی تھی مجھے جوتی کی بھی حیثیت نہیں ملے گی مجھے

انھوں نے اپنے سر کا تاج بنایا، دنیا کی ساری خوشیاں میری جھولی میں لا کر ڈال دی بے حساب خوشیاں، اور آج تک ڈال رہے ہیں، مجھے انھوں نے سب دیا، لازوال محبت، میری اوقات سے بڑھ کر عزت و مرتبہ، دولت، اولاد عیش و عشرت غرض سب کچھ، میں اگر خود کو آج کی دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت کہوں تو غلط نہیں ہو گا، اور انھیں آج کی دنیا کا سب سے بہتریں مرد کہوں تب بھی زیادتی نہیں ہو گی۔۔" آنسوں سے دھلے نورانی چہرے پر محبت و عقیدت کے اتنے خوش رنگ بکھرے تھے کہ مقدس مبہوت یک ٹک انھیں دیکھے گئ تھی۔

"جانتی ہوں میں یہ سب تمہیں کیوں بتا رہی ہوں۔۔۔؟"

انھوں نے اس کی دونوں کلائی اپنی نرم گرفت میں لی۔

"میرا دلاور اپنے داجی کا کاپر تو ہے۔۔ شائد یہی وجہ جو مجھے اس سے اس قدر محبت ہے۔۔ بیٹا وہ ضدی ہے، سرکش ہے، غصہ کا تیز بھی بہت ہے، لیکن ان کم ظرف لوگوں کیلئے جو اسے اکسا کر اس کا یہی روپ دیکھنا چاہتے

ہیں، تاکہ ان لوگوں کیلئے جو اصل دلاور کو دیکھتے ہیں، میرا دلاور محبت و اپنائیت سے گندھا کردار ہے، وہ اپنوں کیلئے جان حاضر کر دینے کا جگر رکھتا ہے، میرے لی ئے باہر موجود ان جانوروں کیلئے اس گلستان بہار کیلئے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے، ایک مرتبہ تم اسے سمجھ جاؤ وہ تمہیں اپنے اندر کی کڑواہٹ سے ابھر کر سمجھ جائے تو تم خود جان لو گی کیسا نایاب ہیرا ہے میرا "دلاور۔۔۔۔۔

انھوں نے اس کی کلائی پر دباؤ ڈالی تھی۔

"بیٹا! مجھے پورا یقین ہے وہ اپنے داجی کی طرح آپ کے تمام شکوک و شبہات دائمی خوشی وانبساط میں بدل دے گا اس طرح کہ آپ اپنی قسمت پر رشک کریں گی، بس! ابھی تھوڑا آپ کو دل کڑا کرنا ہے، اسے اس رشتے پر اعتبار کرنے تک مہلت دینی ہے وہ رشتوں کا ڈسا ہوا ہے، اس کی نس نس میں اپنوں نے سفاکیت سے زہر اتارا ہے، لیکن میں یقین سے کہہ سکتی ہوں وہ آپ کی تذلیل نہیں کرے گا، بس! جلد رائے مت قائم کرنا میری التجاء ہے

آپ سے۔۔۔۔"دی جان کے ملتجی انداز میں اس کا ہاتھ اپنے سر سے لگانے پر مقدس بوکھلائی تھی۔

آپ ہمیں گناہگار نہیں کریں ناں۔۔۔"اس نے فوراً دی جان کے ہاتھ" لبوں سے لگائے۔

ہم وعدہ کرتے ہیں آپ سے آپ جیسا چاہیں گی ویسا ہی ہو گا، ہم ان کا پورا" "خیال رکھیں گے۔۔۔

جگ جگ جیو سدا سہاگن رہو۔۔۔"دی جان نہال ہوئی تھی۔"اور لوگوں" کی پرواہ نہیں کرنا بچے چار دن میں یہ لوگ اس قصے کو ویسے ہی بھول جائیں گے جیسے تاجور عثمانی اور حاجرہ کی کہانی کسی کو ازبر نہیں یاد ہے تو ان کی قابل "رشک زندگی۔۔۔

یوں ہی اس کا ہاتھ تھامے دی جان مزید اسے بہت کچھ اس کے متعلق بتا رہی تھی اور مقدس لب دبائے محاذ آرائی کیلئے خود کو تیار کر رہی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کُ۔ندَن ہوئے ہیں آگ بھی اَپنی لگ۔ا کے ہم

ہم پر کس۔ی سُں۔نار کی مرضی نہیں چلی

"صبح صبح حویلی کی گاڑی۔۔؟"

دی جان کے سامنے ناچاہتے ہوئے اپنے زخم ادھیڑ کر وہ جیپ لیکر حسب عادت خاک چھاننے نکل گیا تھا دیر رات گئے واپسی ہوئی تو حویلی کی گاڑی غائب تھی مطلب دی جان جا چکی تھی وہ وہیں جیپ میں ہی سو گیا تھا اب جب شور کی آواز پر آنکھیں کھولی تو حویلی کی گاڑی کو اندر داخل ہوتا دیکھ چونکا۔

"نظیر۔۔۔!" دکھتی کنپٹی سہلاتے اس نے نظیر کو آواز دی جو اس گاڑی سے دو بڑے بڑے ٹفن لیکر ہٹا تھا۔

"جی۔۔۔؟" وہ مودب سا قریب چلا آیا۔

"یہ سب کیا ہے۔۔۔؟"

جی آپ کے اور بھابی سا کیلئے ناشتہ آیا ہے حویلی سے۔۔۔"ذرا ٹفن کو اپر کو" لفٹ کرتے نظیر کی بتیسی بھی باہر کو برآمد تھی۔

بھابی سا۔۔۔؟"اچنبھے سے دلاور کے ابرو شوٹ ہوئے۔"

جی۔۔۔"جواباً چھ فٹ قد و بھاری ڈیل ڈول کا مالک نظیر کسی انیسویں صدی کی چھوئی موئی ہیروئن کی طرح شرمایا۔

یہ چقندر کی طرح لال کیا ہو رہے ہو میں نے پوچھا کون بھابی"

سا۔۔۔؟"دلاور کا دماغ گھوما تھا۔

"اجی ہماری بھابی سا۔۔آپ کی دلہن۔۔۔"

وہاٹ۔۔۔"اسپرنگ لگے کھیلونے کی طرح اچھل کر جیپ سے باہر کودا" تھا۔

"وہ دی جان کے ساتھ نہیں گئی۔۔۔؟"

انھیں جانا تھا کیا۔۔؟لیکن بڑی بی بی سانے تو کہا وہ یہیں رہیں "
گی۔۔۔"نظیر خود الجھتا سوال گو ہوا تو دلاور اس پر ترش نظر ڈال کر تیز
قدموں کا ٹیج کی طرف بڑھا تھا۔

وہ جیسے ہی جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا بیڈ پر محو تلاوت وجود بجلی کی تیزی سے اٹھ کر پشت موڑ گئی تھی۔ساعتوں کی سازش میں ہوئی کاروائی کا دلاور کے مزاج پر عجب ہی اثر ہوا تھا اس کا سوا نیزے پر پہنچا غصہ یک بیک ہی کوفت آمیز جھجھک میں تبدیل ہوتا قدم جہاں کے تہاں جکڑ گئے تھے۔
اضطرابی انداز میں پیشانی مسلتے اس نے درزیدہ نگاہ اپنے کشادہ روم میں دوڑائی جہاں ایک نسوانی وجود کے اضافے کے ساتھ صفائی و نفاست کا بھی اضافہ ہوا تھا جو وہ اپنی آتنگ مزاجی کے باعث ہمیشہ دنگل کا میدان بنا کر رکھتا تھا۔سرسری سی نگاہ جیسے ہی بیڈ پر رکھے تکیہ اور تکیہ پر بچھی جائے نماز پر

موجود قرآن شریف پر پڑی عجب بے کلی سی اس کی رگ وپے میں برق رفتاری سے دوڑتی چلی گئی۔

سرعت سے نظر ہٹاتا وہ یک بیک ہی نافہم سے صورت حال اور خود پر طاری ہوئی کیفیت سے شدید انتشار کا شکار ہوا ذہن لیکر مڑنے ہی لگا تھا کہ جیب میں موجود فون رنگ ہونے لگا۔

"!!السلام علیکم دی جان"

اس کیفیت کے زیر اثر اور کسی کی کال شائد وہ رسیونہ کرتا لیکن دی جان کی کال دیکھ وہ فوراً کان سے لگا گیا تھا۔

وعلیکم السلام! جتنے رہو۔۔ مقدس کیسی ہے۔۔۔؟" بے صبری سے جواب" دیتے انھوں نے بے تابی سے پوچھا تو دلاور کی بے اختیار نگاہ سفید برف میں لپٹے سراپے کی سمت اٹھی۔

مجھے نہیں معلوم۔۔۔" پیشانی پر شکن نمودار کرتے وہ بے رخی سے بولا۔"

یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔؟ دو بچی کو فون میں بات کروں ذرا۔۔" فہما ئشی"
ڈانٹ کے ساتھ حکم بھی آیا تھا۔
آپ ان کے فون پر رابطہ کریں۔۔۔" وہ سرد مہری سے بولا۔"
دلاور! خاموشی سے بچی کو فون دو ورنہ بات نہیں کرو مجھ سے۔۔۔" دی"
جان کی کار آمد دھمکی پر وہ کوفت کے ساتھ کشمکش میں بھی مبتلا ہوا تھا۔
حریف زادہ بھلے تھا لیکن کسی صنف مخالف سے مخاطب ہونے کا پہلا اتفاق تھا
ویسے ہی وہ اپنی انتہائی ذاتی جگہ پر مضبوط حوالے کے ساتھ نئے اضافے کو
طمطراق سے موجود دیکھ غصہ، جھجھک، احتراز، اعتراض نجانے کس کس
کیفیت سے نبرد آزما تھا تضاد دی جان کی فرمائش تذبذب کا شکار وہ گردن
سہلاتا شش و پنج میں پڑا کہ آیا ادھر جائے یا ایک قدم اٹھا کر کمرے سے ہی
نکل جائے۔

حد ہے دلاور تمہیں سنائی نہیں دے رہا فون دو بچی کو۔۔۔"دی جان کی"
خفگی میں ڈوبی آواز ایک مرتبہ پھر ابھری تو وہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق نپے
تلے قدم اٹھاتا بیڈ کے قریب آیا۔
یہ۔۔یہ لیں دی جان ہیں۔۔۔۔"بیڈ سے دو فٹ کی دوری پر ٹھہر کر فون"
تو اس نے ایسے بڑھایا تھا جیسے فون اُڑ کر بقیہ فاصلہ طے کرے گا۔
ادھر اتنے قریب سے ابھری گمبھیر مگر سپاٹ آواز پر مقدس کی پہلے سے
منتشر دھڑکنیں سست پڑنے لگی تھی۔بجائے کوئی حرکت کرنے کے وہ سختی
سے کبوتر کی طرح آنکھیں میچ گئی۔
لیں بھی۔۔۔"وہ کوئی رد عمل نہ ملنے پر جھلایا۔"
کیا بدتمیزی ہے دلاور طریقے سے بات کرو۔۔۔"دی جان نے فون سے"
ہی طبیعت صاف کی تھی جس پر دلاور کی کوفت دوچند ہوئی۔
بات کریں آپ۔۔۔"یہ طے تھا کہ وہ دو فٹ کا فاصلہ طے نہیں کرے گا"
تبھی کچھ سوچ کر اس نے فون اسپیکر پر ڈالتے بیڈ پر اس کے قریب اچھالا۔

مقدس بیٹا!!"قریب سے ابھری دی جان کی نرم پکار پر وہ پٹ سے "
آنکھیں کھولتی جھٹ سے فون اٹھا گئی تھی۔

جبکہ دلاور باہر جانے کا ارادہ ترک کر اپنے ابتر حلیہ پر نظر ڈالتا کبرڈ کی طرف بڑھا تھا۔

فون ہنوز اسپیکر پر تھا دی جان کا محبت سے لبریز لہجہ روم کی آکورڈ فضا میں محو گردش تھا جس کا جواب شائد یہ نیا اضافہ خاصی منمناتی آواز میں دے رہی تھی۔

کبرڈ کھول کر کپڑے الٹتا پلٹتا اب وہ دی جان کی جانب سے اپنے متعلق نو وارد کو دی جانے والی تسلی دلاسے اور ہدایت لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ سجائے سن رہا تھا۔۔

وہ کبرڈ سے کپڑے لیکر مڑتا دروازے کی سمت بڑھنے لگا تھا کہ دی جان کے اگلے جملے پر پلٹ آیا۔۔

دیکھو بیٹا! وہ کاغذ کا شیر ہے، آپ کو اس کی دھاڑ سے بالکل بھی خوف زدہ"
نہیں ہونا ہے، وہ گرجنے والے بادل ہوتے ہیں ناں وہی ہے بس، پھوں
"پھاں کر کے دہشت قائم کرنا چاہتا ہے لوگوں پر اور کچھ نہیں۔۔۔
یہ کاغذ کا شیر، گرجنے والا بادل آپ کے زریں خیالات سے فیض یاب ہو رہا"
ہے جان دلاور۔۔۔۔"اچانک قریب سے ابھری استہزائیہ آواز پر بری
طرح اچھلی مقدس کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر بیڈ پر گرا جسے لپک کر دلاور
نے اٹھایا تھا۔۔
ادھر بھی فون داجی نے اپنی تحویل میں لیا تھا۔
اور بچے! وہ نالائق کدھر ہے۔۔؟"داجی نے چھوٹتے ہی پوچھا۔"
جی میں بذات خود وہ نالائق بات کر رہا ہوں فرمائیں۔۔۔"کپڑے شانے پر"
ڈال کر ایک نظر مقدس کی پشت پر ڈال کر مخصوص طنزلی ئے بولا۔
بول رہے تو بضد شوق بولو، میں تمہارے باپ سے بھی نہیں ڈرتا۔۔"بھلا"
داجی کو دیر لگتی تھی سلگنے میں۔

ہاں تو میں کونسا اپنے باپ کے باپ سے ڈرتا ہوں ادھر۔۔۔"وہ بھی تو سیر "
کا سوا سیر تھا۔

لیں بات کریں اپنے سرکش، نافرمان لاڈلے سے۔۔۔"داجی نے فوراً تلملا"
کر فون دی جان کو تھمایا۔

مجھے بھی آپ کے نک چڑے سر تاج سے گفت و شنید کا شوق نہیں"
ہے۔۔"وہ بھی ترکی بہ ترکی بولا

بس! بس! نئی جنگ چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے، میں نے ناشتہ بھیجا"
ہے دونوں مل کر پیار محبت سے کھالینا۔۔۔"دی جان تمہید چھوڑ کر مدعا پر
آئی تھی۔

پیار محبت۔۔۔"دلاور نے زیر لب الفاظ دہرائے۔"

"سن رہے ہو۔۔۔؟"

ابھی تو میں نہانے جارہا ہوں۔۔باقی دوسرا فریق اپنے فعل میں آزاد"
ہے۔۔رکھتا ہوں خدا حافظ۔۔"دی جان کے کچھ کہنے سے پہلے اس نے کال
منقطع کر دھڑ کی آواز سے واش روم کا ڈور کھولا۔

مقدس موقع غنیمت جان کر تیزی سے جھک کر قرآن شریف کو جائے نماز
سمیت اٹھاتی قدم اٹھانے ہی لگی تھی کہ بیرونی دروازے پر زبردست دستک
ہوئی ساتھ۔

بابو سا!!"کی آواز گونجی۔"

کسے موت پڑ گئی ہے اس وقت۔۔۔"وہ شدید کوفت کا شکار غراتا ہوا ہی"
لمبے ڈگ اٹھاتا دروازے کی سمت بڑھا تو مقدس ایک مرتبہ پھر دم سادھ
گئی۔

کیا مسئلہ ہے۔۔؟"دھڑ سے دونوں پٹ کھولتے نزلہ نووارد پر گرا۔"
وہ۔۔وہ جی ٹفن کا کیا کرنا ہے۔۔۔؟"اس کے جلالی روپ کو دیکھ نظیر کی"
سٹی گم ہوئی۔

"پورے گلستانِ بہار کا دورہ کروانا ہے ہو جائے گا تم سے۔۔۔؟"

جی۔۔۔؟"اس کے جلے بھنے انداز پر نظیر نے ہونق پن سے آنکھوں کو جھم"

سے واں کیا۔

نئے ہو یہاں؟ تمہیں نہیں پتا کیا کرنا ہے اس کے ساتھ۔۔۔؟"نظیر کے"

ہونق پن پر اس کا پارہ مزید ہائی ہوا تھا۔

جو بلاشبہ اس کیفیت کا غماز تھا۔

وہ۔۔وہ اندر بھابی سا تھی تو مجھے مناسب نہیں لگا اندر آنا تو میں۔۔۔"نظیر"

نے سٹپٹا کر صفائی دی۔

بھابی سا۔۔۔"دانتوں تلے اس حوالے کو پیستے جھک کر اس کے ہاتھ سے"

ٹفن لیتا منہ پر دروازہ مار کر وہ مڑا ساتھ ٹفن کو اٹھا کر تپائی پر پٹخ دیا جس پر

مقدس نے مشکل سے ہی اپنی چیخ کا گلا گھونٹا تھا۔

یہ تخریب کاریاں تھمی نہیں تھی کہ اپنی بچی کی فکر میں ہلکان دی جان نے

واپس فون کو تھرانا شروع کر دیا تھا۔۔

غصہ کر کے اپنا خون جلانے کا کوئی فائدہ تھا نہیں لہٰذا ضبط کمال سے کام لیتا وہ فون لیکر بیڈ کے قریب آیا احتیاط و احترام سے فون کو وہاں پر رکھا اور خاصے مودب مگر سپاٹ سے اندر میں گویا ہوا۔

اسپیکر آف کا آپشن ہوتا ہے۔۔"اطلاع کم طنز کر کے وہ سیدھا جا کر واش" روم میں بند ہوا تو مقدس حلق میں ہوا کے گولے کی طرح اٹکی سانس کو اتارتی ایک ہاتھ میں فون دوسرے میں قرآن سنبھالتی تیزی سے سائیڈ روم کی طرف بڑھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دوسرے روم میں آ کر اس نے اپنی کب سے رکی سانس کو کھڑکی کے پاس کھڑی ہو کر اچھی طرح آزاد کیا ساتھ دو تین گہری گہری سانس لیکر منتشر دھڑکنوں و بکھرے اعصاب کو یکجا کرتی دی جان کا فون کان سے لگایا۔۔

دلاور کی رویہ کیلئے معذرت کرتے دی جان نے ایک مرتبہ پھر اس کی ہمت بندھائی تھی ساتھ ناشتہ لازمی کرنے کی ڈھیروں ڈھیر ہدایت کے ساتھ آنے کا وعدہ کرتی کال ڈراپ کر گئی تھی۔

"!!اللہ"

کال ڈسکنیکٹ ہوتے ہی روشن ہوئی سکرین پر ہاتھی کے ساتھ پانی میں اس کی بناشرٹ والی تصویر دیکھ مقدس کے ہاتھ سے فون چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔ فون احتیاط سے سائیڈ پر رکھتی وہ لکڑی کا سٹول کھینچ کر وہیں کھڑکی کے پاس بیٹھ گئی تھی جہاں سے باغ کا عقبی انتہائی حسین سرسبز و شاداب حصہ نگاہوں کو خیراں کر رہا تھا۔

دی جان نے کہا تھا دل مضبوط کرنا ہے اب دل کوئی کنکر سمنٹ سے تو مضبوط ہونا نہیں تھا جو پندرہ منٹ میں کر کے ہاتھ جھاڑ لے اس نئے محاز کیلئے ہوتے ہوتے ہی دل مضبوط ہونا تھا جو فل حال تو مقابل کا جارحانہ روپ دیکھ بلکہ محض محسوس کر سہما ہوا تھا جبکہ براہِ راست اسے کچھ نہیں کہا گیا تھا۔

لیکن وہ بھاری رعب دار آواز، آتشی لہجہ، اس سے عیاں کوفت و بیزاریت کے ساتھ جھنجھلاہٹ کا عنصر۔۔ مقدس کے اوسان خطاء کرنے کیلئے کافی تھے۔

کل رات بھی وہ بامشکل ہی سو پائی تھی ایک تو اجنبی جگہ دوسرا باہر سے بلند ہوتی مختلف جانوروں کے ساتھ حشرات کی آوازیں۔ فجر کے قریب آنکھ لگی بھی تو اذان کے ساتھ حسب معمول بستر چھوڑتی معمولات کی تسبیح و تلاوت میں لگ گئی اور پھر صاحب بہادر کی دھماکے دار انٹری۔

خیر منجھدار میں اتر کر لہروں سے گریزاں ہونے کی کوشش سوائے حماقت کے کچھ نہ تھی۔۔ حتمنی تاویلوں سے دل کی ہمت بندھاتی وہ دونوں ٹفن کھول کر ناشتہ کا جائزہ لینے لگی جو دو آدمی کم از کم بھی پانچ دن آرام سے کھا سکتے تھے اتنے انواع و اقسام کی چیزیں۔۔

دی جان اسے کل ہی مکمل کاٹیج کی تفصیلی معلومات فراہم کر گئی تھی لہٰذا وہ بنا کسی پریشانی کے ساری چیزیں نکال کر کمرے میں موجود واحد دائروی میز پر

سلیقے سے رکھتی پلیٹ اور پانی بھی رکھتی ایک تسلی آمیز نظر میز پر ڈال کر فون کو احتیاط سے پلیٹ کے پاس رکھتی جائے نماز لیکر کھڑکی کے پاس چلی آئی تھی جو بیچ میں بنے اوپن کچن کی وجہ سے ٹیبل کا پردہ بنا رہا تھا دھوپ پوری طرح نکل چکی تھی مطلب وہ اب اشراق کی نماز ادا کر سکتی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ہم کسی اور کے واسطے کہاں ہوں گے دلچسپ

!! ہم تو خود اپنے آپ سے اُکتائے ہوئے لوگ ہیں

کافی دیر تک ٹھنڈے پانی سے نہانے کا فائدہ یہ ہوا تھا کے چٹختے اعصاب حتیٰ المقدور اعتدال پر آ گئے تھے۔اعصابی تھکن و جھنجھلاہٹ بھی جاتی رہی تھی۔روم بھی اس نئے اضافے سے مبرا تھا لہٰذا وہ بنا کسی جھجھک واکتاہٹ کے آرام سے واپس روم کی نفاست کے ستیاناس مار کر قوی انگلیوں سے بال

سنوار تالانگ بوٹز لیکر بیڈ پر بیٹھنے لگا کہ پائیتی کی خالی جگہ دیکھ فون کی یاد آئی تو فی الفور شکن بھی کشادہ پیشانی پر نکل آئے۔۔

بوٹ وہیں چھوڑ کر وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا درمیانی دروازہ آہستگی سے کھول کر گلا کھنکارتا اندر داخل ہوا کہ اگلا باخبر ہو جائے۔۔

سپاٹ نظر سیدھی سامنے ٹیبل پر گئی جہاں فون رکھا تھا ساتھ ٹیبل بھی کسی مغلیہ دور کا سجا شاہی دستر خوان انواع واقسام کے لوازمات بھوک چمکانے کیلئے سجی ہوئی تھی۔

ارادہ تو فون اٹھا کر نکل جانے کا تھا لیکن کھانوں کی اشتہار انگیز خوشبو نے زبردست بھوک چمکائی تھی تضاد سارے ڈیشیز تھے بھی اس کے پسندیدہ جو بلاشبہ دی جان نے اپنے ہاتھوں سے بنائے تھے جو کہ اس کی کمزوری تھے دوسرا دو دن سے غصہ میں کچھ کھایا بھی نہیں تھا وہ فوراً ساری ذہنی اختراکو سائیڈ پر رکھتا کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔

پھر بنا کسی پراگندہ خیال کو مخل ہونے کی اجازت دیئے کافی ٹائم بعد اس نے سیر ہو کر کھایا ساتھ دی جان کے ہاتھوں کا اسپیشل خوشبودار سوجی کے حلوے نے مزہ دوبالا کر دیا تھا۔

من وسلویٰ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے وہ یہ بھی قطعی فراموش کر چکا تھا کہ وہاں ایک نووارد وجود بھی موجود ہے کسی کونے کھدرے میں جس کی موجودگی کچھ دیر قبل اس کے اعصاب پر گراں گزری تھی۔۔

کھانے سے فارغ ہو کر فون لیتا وہ جیسے ہی اٹھا مدھم آہٹ کی آواز پر حساسیت بیدار ہوئی ساتھ نگاہ آواز کی تعاقب میں گئی تو وہی سفید ململی دوپٹے کی جھلک پر نگاہ جا ٹھہری۔

گردن ترچھی کر کے ایک نظر ٹیبل پر ڈالی یعنی یہ دستر خوان سجانے کا اختام انھوں نے کیا تھا۔۔

اندر کہیں سے سرگوشی ابھری جسے سر دبے پر واہ سانس خارج کر نظر انداز کرتا دروازے کی طرف بڑھا لیکن پھر قدم کچھ سوچ کر روک لیئے۔

چند ساعت الفاظ ترتیب دینے کے بعد اس کا بھاری مگر سنجیدہ و سپاٹ لہجہ خاموش فضاء میں ارتعاش کا باعث بنا۔

"میں جانتا ہوں دی جان نے آپ کو میرے متعلق متاثر کن باتیں بتائی ہو گی لیکن میں ویسا قطعی نہیں ہوں، بلکہ میں ویسا ہوں جیسا لوگ میرے متعلق بتاتے ہیں۔۔میں قطعی بھی ان کے تشریح کردہ خاکہ سے مطابقت نہیں رکھتا، سلجھا سبھاؤ، شانت، وضع دار، باتہذیب، باادب، بالحاظ جیسے الفاظ میری شخصیت کے آئینہ دار نہیں۔۔۔میں ایک بگڑا ہوا اکھڑ بد تمیز اور بد لحاظ انسان ہوں، جس کا آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا لہٰذا اپنا وقت ضائع نہیں کریں۔۔۔" ٹھہرے گمبھیر باور کراتے انداز میں بولتا وہ یہیں پر اپنے الفاظ کی نفی کر گیا تھا مقدس سوچتی لب دبا گئی۔۔

کیونکہ اس نے سلسلہ کلام جوڑے رکھا تھا۔

دراصل غلطی ان کی بھی نہیں۔۔وہ مجھ سے محبت ہی اتنی کرتی ہیں،اور"
محبت نابیناہوتی ہے،ہم سے محبت کرنے والے لوگ سچ ہوتب بھی ہمارے
"متعلق برانہیں بول سکتے۔۔
اس کے گمبھیر لہجے میں استہزاء کے ساتھ دی جان کی بے پناہ محبت کا غرور
بھی شامل تھا۔

مل جائیں گے بہت سے تجھے مصلحت پسند
!مجھ سے نہ سر کھپا کہ بہت سر پھراہوں میں

میں نے واضح کر دیاہے باقی۔۔۔۔"جملہ ادھوراچھوڑ کر وہ لمبے دو قدم"
اٹھاکر دروازے تک پہنچتاابھی دروازہ کھولنے کیلئے ہاتھ اٹھایاہی تھاکے مترنم
آواز پر ہاتھ ہوامیں ہی معلق رہ گیا۔

محبت باظرف بھی ہوتی ہے !اس لی ئے ہم سے محبت کرنے والے لوگ "
ہمارا برا سوچ بھی نہیں سکتے۔۔۔۔" بہتے جھڑنے سی سریلی آواز سماعت میں
اترنے پر ہاتھ سمیت اس کا پورا وجود یکایک ہی کسی طلسماتی قوت کے زیر اثر
آتا سکوت کا شکار ہوا تھا۔

جیسے یہ آواز نہیں کوئی جادو منتر ہو۔

شائد اس برجستہ جواب کی توقع نہیں تھی اس لی ئے،

یا شائد اپنے لاجواب ہونے کی توقع نہیں تھی اس لی ئے،

یا شائد یہ آواز ہی ایسی تھی کہ دھڑکن، سانس، رگو میں دوڑتا لہو، پراگندہ
سوچوں کی آماجگہ ذہن، سب جمود کا شکار ہو گئے تھے۔

وجہ جو بھی تھی لیکن ہر کسی کو لاجواب کرنے والا پہلی بار لاجواب ہونے کی
لذت سے آشنا ہوتا دقت سے حواس یکجا کر تیزی سے دہلیز عبور کر گیا جیسے
پلٹ کر دیکھے گا تو پتھر ہو جانے کا خدشہ۔۔

وہ دھیمے لہجے کے زیر و بم میں،

پھوار جیسی حسین رم جھم

ہے گفتگو میں بہم تسلسل،

رواں رواں سا چناب جیسا

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ رب کریم رحمان ور حیم ہے۔آسمانی کسی کتاب میں، کسی وحی میں، کسی " نبی سے اس باری تعالٰی نے نہیں کہا میرے بندے مجھ سے ڈور، وہ تو ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والا رب ہے، وہ تو دوستوں کا دوست ہے، وہ کیوں چاہے گا کہ اس کے بندے اس سے ڈریں۔۔

وہ کہتا ہے میرے بندوں ان گناہوں میں ملوث ہونے سے ڈرو جو تمہیں مجھ سے دور لے جاتے ہیں، ان نافرمانیوں سے گریز کرو جو تمہیں میرے غضب و عتاب کے قریب لیجاتے ہیں۔جو تمہاری دنیا و آخرت خراب کرتے ہیں، جو تمہارے اور میرے تعلقات خراب کرتے ہیں،

اس نے تو بڑے سے بڑے گناہوں کے بعد بھی اپنے بندوں کیلئے رحمت کا دروازہ کھلا رکھا ہے، توبہ کا در وا رکھا ہے، وہ تو ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے ذرا سوچ کر دیکھیں ایک ماں جب اپنے بچے پر جان قربان کرنے کیلئے تیار رہتی ہے تو ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے رب کی محبت کا کیا عالم ہو گا۔۔۔اللہ!!!"

مائیک سے اس کا دلوں کی دھڑکنوں میں ایمان کی برق لہر دوڑا دینے والا 'اللہ' گونجا تو وردہ نے بے ساختہ مچل اٹھے دل پر ہاتھ رکھ کر سختی سے مٹھی بند کرتے اکھری سانس کو کھینچا اور سر گلاس وال سے لگاتے سختی سے آنکھیں میچی سماعت ہنوز ادھر متوجہ تھی۔۔

جہاں وہ اب کوئی واقعہ بیان کر رہا تھا اللہ کی محبت کا۔

بنو اسرائیل میں ایک گنوار شخص تھا، بیچارے نے موسیٰؑ کی مجلس میں اللہ" اور اس کے احکام سنے تھے۔۔اور اس کی سمجھ جو آیا اسی کی بنا پر ایک دن وہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ سے گفت و شنید میں محو ہو گیا اور کہنے لگا۔

اللہ میں نے موسیٰؑ سے سنا ہے تیری بیوی نہیں ہے، تیرے بچے نہیں"
ہیں، تیرے کام کون کرتا ہو گا؟ تیرا خیال کون رکھتا ہو گا؟ تو میرے گھر آ میں
تیرے کپڑے دھو کر دونگا تیرے لیئے لذیز پکوان بناؤں گا، تیرا خیال
"رکھوں گا۔۔

غرض وہ اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق اللہ سے کلام کر رہا تھا کہ موسیٰؑ نے سن لیا
اور خفا ہو گئے کہ

ایسا نہیں کہتے تم اللہ کی شان میں گستاخی کہ مرتکب ہو رہے ہو" وغیرہ"
وغیرہ۔۔۔

اور وہ بیچارہ سادہ لوح ان پڑھ گنوار سا انسان تھا فوراً دہل کر سجدے میں جاتا
گڑگڑاتا معافی تلافی کرنے لگا۔۔

تبھی موسیٰؑ پر وحی نازل ہوئی کہ

'اللہ آپ سے ناراض ہیں۔'

'فرمایا' کیوں

جواب آیا۔۔

اللہ کو اپنے اس پیارے بندے کی معصوم باتیں پسند آرہی تھی جو اس سے "
"محبت کی انتہا پر کہہ رہا تھا۔اپنی صاف نیت اور سچی محبت میں کہہ رہا تھا۔۔۔
کہنے کو یہ باتیں بلاشبہ گستاخانہ تھی، لیکن اسے اپنے پیارے بندے کی وہی "
ادا بھا گئی، وہ ربِ کریم ہے اس کی نظر قلب پر ہوتی ہے یعنی نیت دیکھتا ہے وہ
الفاظ و لہجہ یا عمل نہیں۔۔۔
اس لیئے اس سے مانگیں کیونکہ عطاء کرنے کی طاقت صرف اسی کے پاس
ہے، اس سے اپنا درد بیان کریں کیونکہ راحت کا سامان وہی کرتا ہے، اس سے
راز و نیاز کریں، کیونکہ وہ رازداں ہے وہ آپ کو بے پردہ نہیں کرتا وہ رازوں
کو جانتا بھی ہے اور پوشیدہ بھی رکھتا ہے، وہ پردہ دار ہے، اس سے شکوہ کریں
وہ ذات اتنی رحیم ہے کہ اسے اپنے بندے کا شکوہ بھی بے حد عزیز ہے۔۔
اس سے ڈریں نہیں بلکہ اس کی نافرمانی سے ڈریں ان اعمال سے ڈریں جو اس
"ربِ مہربان سے ہم کو دور کر دیتا ہے۔

وہ اپنے پُراثر و سحر انگیز لب و لہجے میں وہاں موجود لوگوں کا ایمان تازہ کر رہا تھا ان کے دل پر جمی گرد صاف کر رہا تھا انھیں اپنے رب سے قرب حاصل کرنے کے طریقے بتا رہا تھا اور ادھر عجیب بے کل سی کیفیت کا شکار ہوئی وردہ ماہی بن آب کی طرح دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن تھامے گرتی پڑتی اس اسلامک سینٹر کے احاطے سے باہر نکلی تھی۔۔

"!!واٹر"

فٹ پاتھ پر بیٹھی سینے میں الجھی سانسیں کھینچنے میں ہلکان وردہ کا موسم میں محسوس کی جانے خنکی کے باوجود پورا جسم پسینہ سے شرابور ہو چکا تھا۔رگ و پے میں ان کلمات سے دورے شعلہ مانند اضطراب سے چہرہ دہک رہا تھا جب ایک چھوٹا سا پانی کا بوتل اس کے سامنے آیا۔

"تھ۔۔ تھینکس۔۔۔"

کانٹے اگتے گلے کو شائد اسی کی ضرورت اس نے فوراً بوتل جھپٹتے لبوں سے کسی صدیوں کے پیاسے کی طرح لگایا اور ایک سانس میں پورا بوتل غٹک گئی۔

اب وہ بوتل چھوڑ کر جسم ڈھیلا چھوڑتی گہری گہری سانس بھر رہی تھی اس کا پورا وجود خزاں رسیدہ پتے کی مانند لرز رہا تھا جیسے آندھی کی زد میں ہو۔ اور وہ واقعی اس لمحے اپنے اندر کی آندھی سے نبرد آزما تھی۔۔

"!!پلیز وائیپ یور فیس"

دو انگلیوں کے بیچ دبے چند ٹشو آنکھوں کے سامنے آنے پر کسی حد تک سنبھل چکی وردہ نے چونک سر اٹھایا اور مقابل بدر بن ذکاء کو سنجیدہ مگر حلاوت آمیز تاثرات لیئے کھڑا دیکھ جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

تم۔۔تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔؟"تنک کر اٹھتی وہ حسب عادت تند ہی" سے چڑھ دوری تھی۔

ماحول اور موقعے دونوں کی مناسبت سے یہ سوال مجھے پوچھنا"
چاہیئے۔۔۔"وہ اس کے اٹھے ہاتھ پر ٹشور کھتا نرم خو لہجے میں چوٹ کر گیا
تھا۔۔

میں۔۔میں چرچ جا رہی تھی۔۔۔"پل کو گڑ بڑاتے وہ لہجہ مستحکم کرتی"
گردن اکڑا کر بولی۔

لیکن آپ اسلامک سینٹر پہنچ چکی ہیں۔۔۔"بدر نے انگلی سے پیچھے بورڈ کی"
طرف اشارہ کیا۔

ای نو۔۔ای۔۔ای مین میں ادھر سے چرچ جا رہی تھی۔۔۔"اس نے ایک"
سمت اشارہ کیا لہجہ ہنوز ترش تھا لیکن ہمیشہ آگ برسانے والی نگاہیں گریزاں
تھی۔

"ادھر سے۔۔۔۔؟"

"مم۔۔میں آوٹ آف داوے آگئی۔۔۔"
کچھ زیادہ ہی۔۔۔"بدر کو ہنسی آگئی تھی۔"

ہاں! تو تمہیں کیا ہے۔۔؟میری مرضی میں کہیں پر جاؤں کہیں پر آؤں"

"!!تمہاری پرو بلم نہیں ہے مائنڈ یور اون بزنس

اندر کی جھکر اور بدر کی باز پرس پر وہ سیخ پا ہوتی الٹ پڑی تھی۔

ایم سوری! اینڈ آف کورس یہ میرا بزنس نہیں ہے، آپ لنڈن کی آفشیل"

سٹیزن ہیں آپ جہاں مرضی چاہیں جا سکتی ہیں، ایٹ لیسٹ میں جو یہاں

مسافر ہوں میں آپ کو کوسچن کرنے کا حق نہیں رکھتا سو کیری

آن۔۔۔" بنا پس و پیش معذرت کرتا وہ مخصوص طنز و تمسخر سے مبرا لب و

لہجے میں سادگی سے کہتا واپس اسلامک سینٹر کے اندر غائب ہو گیا تھا۔

"!!ڈیم ایٹ"

اتنی بدتمیزی کے جواب میں اس کے حسن سلوک پر وردہ کے اندر بھانبڑ جلنے

لگے تھے زور سے پیر فٹ پاتھ پر مار کر اس کیفیت کو جھٹکتی وہ تن فن کرتی

روڈ پر ایک سمت بڑھ گئی تھی۔

لیکن اٹھتے قدم کے ساتھ اس کی کوفت و جھنجھلاہٹ دور تلک خالی صاف ستھری سڑک دیکھ بڑھتی جارہی تھی۔

جہاں کسی ٹیکسی وغیرہ کی آمد کا کوئی امکان نہیں تھا۔

اپنی شدید قسم کی غلط فہمی میں وہ مین سٹی سے کافی فاصلے پر موجود اس ترقی پذیر علاقے میں نکل آئی تھی۔ جہاں اسلامک سینٹر کے علاوہ اکا دکا دکان اور گھر وغیرہ تھے۔

نکلی تو وہ یونی سے واقعی چرچ کیلئے تھی اپنے انکل سے ملنے جو یہاں کے بڑے اور مشہور چرچ کے پادری تھے۔

لیکن پھر بدر بن ذکاء کو پارکنگ میں خاصے عجلت میں فون پر بات کرتے گاڑی میں بیٹھتا دیکھ اسے نجانے کیوں لگا کہ یہ کچھ غلط کرنے جارہا ہے۔ اکثر منگل کے دن وہ یونیورسٹی سے اپنی فرینڈ کی گاڑی لیکر مشکوک انداز میں کہیں جاتا تھا۔ آج موقع ہاتھ آیا تو وردہ اس کا پردہ فاش کرنے کے ارادے سے زہر زہر سوچ لی ئے چل پڑی۔

ہونہ ! لندن جیسے الٹرا ماڈرن سٹی میں باہر سے آنے والے یا تو اوپنلی یہاں "
کی آزادی کا فائدہ اٹھاتے ہیں یا پھر تمہاری طرح پارسائی کا ڈھونگ کر کے مزہ
" لیتے ہیں۔۔بٹ ای ول ایکسپوز یو ٹوڈے۔۔۔

دانت کچکچاتے وہ ٹیکسی والے کے باوجود انکار کرنے کے دگنا کرایہ دیکر
یہاں چلی آئی تھی۔

اور توقع کے برعکس نظارے نے اس کی ہستی متزلزل کر کے رکھ دی۔۔

اپنی ناکامی اور منہ چڑاتے خالی سڑک اور اس نافہم کیفیت پر وہ خود سے محو
جنگ پیر پٹختی ہوئی فٹ پاتھ پر ہی چل رہی تھی جب ٹائیر چڑ چڑانے کی آواز
پر گردن گھمائی۔

اور ڈرائیونگ سیٹ پر اس ساری فساد کی جڑ کو دیکھ اس کے تنے عضلات میں
کچھ اور کھینچاؤ آیا۔

" یہاں ٹیکسی ملنا مشکل ہے آجائیں میں ڈراپ کر دوں گا آپ کو۔۔"

مجھے چرچ جانا ہے۔۔۔"اس نے چرچ پر خصوصی دباؤ ڈال کر چڑاتی"

نگاہوں سے بدر کو دیکھا۔

"کوئی مسئلہ نہیں میں ڈراپ کر دوں گا۔۔"

اس کے پھر بھی مان جانے پر وردہ کا چڑ چڑا پن بڑھا تھا۔

خود کو مسلمان کہتے ہو اور مجھے چرچ ڈراپ کرنے کی آفر کر رہے ہو۔گناہ"

سے ڈر نہیں لگتا۔۔۔؟"اس کے تیکھے استہزائیہ سوال پر وہ سر جھکا کر مبہم سا

مسکرایا۔

پھر جب بولا تو لہجہ ازلی نرم اور متبسم تھا۔

اول تو صرف کہتا نہیں الحمدللہ ہوں۔دوسرا میں آپ کی سیفٹی کے پیش"

نظر انسانیت کے ناتے ڈرائیو آفر کر رہا ہوں،اور رہی بات گناہ

کی۔۔۔؟"اسٹیرنگ پر انگوٹھا سہلاتے اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

میرے دین کی اعلیٰ ظرفی کی مثال نہیں ملتی سواس کی فکر آپ نہیں "
کریں۔۔" مستحکم انداز میں جتاتے اس نے جھک کر پیسنجر سیٹ کا ڈور کھول
دیا۔

ہونہ!!"جواباً وہ تنفر سے ہنکار بھرتی ایک نظر سنسنان سڑک پر ڈال کر "
مجبوری کے تحت اندر بیٹھ گئی۔

پھر اس کے چرچ کے گیٹ تک ڈراپ کرنے تک وہ اس کے اطمینان کو دیکھ
کر خود سلگتی رہی تھی۔۔

تمہیں واقعی گناہ سے ڈر نہیں لگتا۔۔۔؟"وردہ نے ڈور کھولتے عجیب سے "
انداز میں پوچھا۔

مجھے اس دنیا میں صرف اور صرف گناہ سے ہی ڈر لگتا ہے۔۔۔"وہ سچائی"
سے بولا۔

"پھر مجھے یہاں۔۔۔"

انسانیت اس دنیا کا سب سے بڑا مذھب ہے اور میرا دن انسانیت کا سب سے "
بڑا حامی، میں نے انسانیت کے ناطے آپ کی مدد کی ہے، آپ کہاں کس
مقصد سے جا رہی ہیں اس مقصد سے میرا کوئی تعلق نہیں جائیں اب
آپ۔۔۔"نرمی سے اس کی کشمکش وہ اپنے تئیں دور کر چکا تھا لیکن وہ جانتا تھا
وہ مزید الجھ گئی ہے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

میں نے رنگوں سے مزیّن کیے بے رنگ نقوش،

میں نے خوشبو بھرے احساس کو تصویر کیا

میں نے دم توڑتے معنی کو عطا کی دھڑکن،

میں نے چپ اوڑھے ہوئے لفظوں کو تحریر کیا

دنیا کی سب سے نا قابل یقین شئے وقت ہے ہزار مرتبہ یہ فقرہ مختلف الفاظ کی ترتیب سے اس نے سنا اور پڑھا تھا۔ لیکن کبھی سوچا نہیں تھا اس فقرے کی حقیقت کا تجربہ وہ خود کرے گی۔

اپنے چھوٹے سے سکون و امن کے گہوارے میں جھولتے اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا وقت کا پہیہ اسے ایسے کسی موڑ پر بھی لا کر کھڑا کر دے گا۔۔۔

اپنے ابا اور بھائی کے گرد گھومتی مقدس بنتِ ذکاء کی تکون زندگی کسی الگ ہی مدار میں داخل ہو گئی تھی۔ پانچ دن سے اس کا وقت ٹھہر ہوا تھا یا یہ پہیلی سلجھاتے اس کا ذہن جمود کا شکار ہو گیا تھا۔

کھڑکی کے پاس بیٹھی وہ پھر سے ایک ہی نہج پر دماغ دوڑا رہی تھی۔ لیکن کوئی سرا ہاتھ نہیں آ رہا گود میں اس کی پسندیدہ کتاب قصص النبیاء موجود تھی جسے کھولتے ہی وہ دنیا سے غافل ہو جایا کرتی تھی لیکن آج اس کا بھی اثر نہیں ہو رہا تھا۔۔

پانچ دن ہو چکے تھے اسے اس دو کشادہ کمروں پر مشتمل کاٹیج میں رہتے ہوئے۔

جس کی دیواریں لکڑی کی معلوم ہوتی تھی لیکن تھی نہیں۔

دونوں ہی کمرے خاصے عمدہ انٹرئیر سے آراستہ و پیراستہ تھے۔

سامان تو برائے نام ہی تھا۔ بیڈ روم میں ایک جہازی سائز بیڈ، بیڈ کی دائیں جانب قطار میں کبرڈز اور بائیں جانب ایک چھوٹا سا باکس نما ٹیبل جس میں بھاری بھاری ڈمبلز رکھے ہوئے تھے ساتھ ایک بڑا سا بلیک کلر کا پنچنگ بیگ لٹک رہا تھا جس سے مقدس صفائی کرتے ہوئے کئی بار متصادم ہوتے ہوتے بچی تھی۔ وہیں واش روم کا دروازہ بھی تھا باقی پورا کمرہ خالی تھا۔

کبرڈ کے ساتھ والا دروازہ دونوں کمروں کو جوڑتا تھا۔

دوسرے کمرے میں۔۔

بالکل کونے میں اوپن صاف ستھرا کچن جو اتنا صاف ستھرا تھا کہ سوائے چائے اور کافی بنانے کے سامان کے وہاں نمک تک موجود نہیں تھا البتہ برتن سارے سارے موجود تھے۔

بقیہ ایل شیپ جگہ پر ایک کونے میں ایک دائروی شکل کا میز تھا جس کے گرد دو گول ہی سٹول رکھے ہوئے تھے تو دوسرے حصے میں ایک صوفہ کم بیڈ تھا جو فل حال اس کے زیر استعمال تھا وہیں پر سے عقبی حصے کی بڑی سی کھڑکی کھلتی تھی جس میں اداس مقدس یوں بیٹھی تھی جیسے دیومالائی کہانیوں میں ہیبتناک دیو کی قید میں بے بس و غم سے چور پری بیٹھتی ہے۔۔

لیکن یہ اصل زندگی تھی دیومالائی کہانی نہیں اس لیئے دیو صاحب قطعی اس کے بھاگ جانے کے ڈر سے پہریداری میں خوار نہیں ہو رہے تھے بلکہ نجانے کہاں ہوتے تھے اور کب آتے کوئی خبر نہیں تھی۔

بلکہ پہلی ملاقات کے بعد ان کے بیچ ایک ان کہا معائدہ ہو گیا تھا۔۔

روزانہ باقائدگی سے حویلی سی ٹفن آرہا تھا، ٹفن پہنچنے کے ٹھیک پانچ منٹ بعد فون رنگ ہونے کی آواز دونوں روم میں گونجتی ساتھ واش روم کا دروازہ بند ہونے کی آواز بلند ہوتی تھی۔

دوسری آواز کے ساتھ ہی مقدس دبے قدموں آکر فون لیجاتی اور دی جان سے بات کر کے ناشتہ ٹیبل پر سجا کر فون پلیٹ کے پاس رکھ کر اشراق کی نماز کیلئے جائے نماز پر کھڑی ہو جاتی اس دوران وہ ناشتہ کر کے چلا جاتا۔

پھر وہ خود بھی زہر مار نوالے لیکر اس کا بکھرا سمیٹ کر پورا دن سوائے وقت سے نماز پڑھنے کے کھڑکی کے پاس بیٹھی رہتی تھی۔

کرتی بھی تو کیا نہ کوئی کام تھا نہ بات کرنے کیلئے انسان۔۔

دی جان دو تین بار آئیں تھی ملنے وہ چاہ کر بھی انھیں کچھ نہیں کہہ پائی تھی کیونکہ وہ خود خاصی پریشان لگتی تھی محتاط انداز میں اسے یوں سمجھاتی جیسے انھیں خدشہ ہو کہ مقدس ہتھیار ڈال دے گی۔۔۔۔

ایسا کب تک چلے گا آخر۔۔۔؟"الجھ کر اس نے خود سے استفسار کیا۔"

جواب میں دبیز خاموشی ہی ملی اندر سے بھی باہر سے بھی۔

اسے ان خاموش در و دیوار سے وحشت سی ہونے لگی تھی۔

"نہیں! کم از کم ہم اس طرح مٹی کا مادھو بن کر نہیں رہ سکتے، ہمیں سب سے پہلے اس ناشتے کا سلسلہ بند کرنا ہو گا دی جان سے کہہ کر۔۔۔" خالی بے رونق کچن دیکھ کر وہ بلا آخر ایک حتمنی فیصلے پر پہنچی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"ماں سا! آخر آپ کب بات کریں گی بڑی ماں سا سے۔۔۔؟"

رخسار آج پھر رضوانہ بیگم کے مقابل تھی۔

"کبھی نہیں۔۔۔" ان کا جواب دو ٹوک تھا۔

"کیوں۔۔؟" اس کی آواز تیز ہوئی۔

"میں بار بار ایک ہی بات نہیں دھرا سکتی رخسار کہہ دیا نہیں تو پھر نہیں۔۔۔" قطعیت سے کہتے وہ کپڑے تہہ کرنے لگی تھی جبکہ رخسار دونوں مٹھیاں بھینچتی روم میں جلے پیر کی بلی کی طرح چکر کاٹنے لگی تھی۔

ایک۔۔بس ایک وجہ بتادیں ماں سا کیوں نہیں۔۔۔؟"وہ زہر کے گھونٹ"
کی طرح غصہ پیتی ان کے مقابل ٹکی تھی۔
ہمارے خاندان کی لڑکیاں باہر ملک اکیلے نہ گئی ہیں نہ جاسکتی"
ہیں۔۔۔"انھوں نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔
"میں وہاں عیاشی کرنے نہیں پڑھنے جانا چاہتی ہوں۔۔۔"
"جو بھی مقصد ہو۔۔۔"
ساری ہی لڑکیاں نہیں جاسکتی ہے ماں سا؟ یا بس یہ قانون شیراز عثمانی کی"
بیٹی کیلئے ہے۔۔۔۔؟"رخسار کے دبے لہجے سے چنگاڑیاں اٹھ رہی تھی۔
کیا مطلب ہے تمہارا۔۔؟"اس کے زہر زہر لفظوں پر رضوانہ بیگم"
ٹھٹھکی۔
مطلب کیا ہونا ہے سوال ہے سیدھا سا۔۔یہ قانون باقی سارے قانون کی"
طرح فقط میرے لئے ہی ہے ناں؟ کیونکہ یہ خواہش میری جگہ اگر
"مضراب بی بی کریں تو۔۔۔۔

"رخسار قانون سب کیلئے ہوتے ہیں۔۔۔"

"جی نہیں میری بھولی ماں سا! قانون صرف کمزوروں کیلئے ہوتے ہیں جس کی پشت پر کوئی مضبوط ہاتھ نہیں ہوتا۔۔" وہ زہر خندہ انداز میں مسکرائی۔

"ایسا نہیں ہے رخسار۔۔"

"ایسا ہی ہے ماں سا! مضراب شہباز عثمانی کوئی خواہش کرے تو فوراً حکم کی طرح تعمیل ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے باپ کے پاس سیاسی کرسی ہے، ماں حویلی کی سربراہ، اور بھائی گدی نشین۔۔ اور رخسار شیراز عثمانی کوئی خواہش کرے تو فوراً رد ہو جاتی ہے، کیونکہ اس کا باپ پورے عثمانی خاندان کا مجرم ہے، ماں حویلی کی داسی اور بھا۔۔۔"

"چٹاخ!!" رخسار کے زہر میں بجھے تیروں کی بوچھاڑ پر بندر رضوانہ بیگم کے اٹھے ہاتھ نے پوری شدت سے باندھا تھا جو پورے وجود سے لرزتی دکھ و بے یقینی سے بیٹی کا یہ نفرت آمیز روپ دیکھ رہی تھی۔

ماریں ماں سا! جتنی مرضی چاہیں ماریں لیکن سچائی نہیں بدل سکتی، سچائی"
"یہی ہے یہی دو کوڑی کی اوقات ہے ہم۔۔۔

چپ ہو جاؤ میں کہتی ہوں چپ ہو جاؤ۔۔۔"اس کے باز نہ آنے پر نجانے"
کتنی مرتبہ رضوانہ بیگم کا ہاتھ فضا میں ارتعاش پیدا کرنے اٹھا تھا۔۔

چپ کر جاؤ۔۔۔۔"آخر بری طرح تھک کر ہانپتی ہوئی وہ رونے لگی تھی"
پورا وجود متزلزل تھا لیکن رخسار ویسے ہی بے حس و حرکت کھڑی تھی۔
پے در پے پڑے تھپڑوں سے اس کا رخسار جل رہا تھا شائد جلد پھٹ گئی تھی یا
پھٹنے والی تھی پر جلن حد سے سوا تھی۔ لیکن اندر کی جلن کے آگے یہ جلن
کچھ نہیں تھی وہ آنکھوں میں بے حسی واذیت لیئے یک ٹک ماں کو دیکھ رہی
تھی جو روتے روتے بیڈ پر ڈھیے سی گئی تھی۔۔

وہ ایک جرم کی پاداش میں ہر حق واختیار سے دست بردار ہو کر لب سی"
گئے، آپ نے انھیں دیکھ کر اپنے لب مقفل کر لیئے، لیکن یہ امید آپ مجھ
سے مت رکھیں، مجھے اپنا حق چاہیئے ایسے یا تیسے۔۔کیونکہ نہ میں آپ لوگوں

کی طرح بزدل ہوں۔۔نہ آپ جیسے بزدلوں کی اولاد بن کر پیدا ہونا میرا فیصلہ تھا،جو اپنے حق سے تو دستبردار ہوئے ہی ساتھ اولاد کو بھی محرومیوں کی آگ میں جھونک دیا،لیکن میں محروم نہیں رہوں گی، سمجھوتہ نہیں کروں گی۔چاہے اپنا حق حاصل کرنے کیلئے مجھے حد سے ہی کیوں نہ گزرنا پڑ جائے۔۔۔" بھسم کرتے منتقم و مضبوط لہجے میں اپنے مصمم ارادے ان پر واضح کر وہ دونوں جلتا چہرہ جلتی آنکھیں بے دردی سے رگڑتی بین کرتی ماں کو چھوڑ نکل گئی تھی۔

رخ۔۔سا۔۔۔ر۔۔۔"رضوانہ بیگم نے تڑپ کا اسے آواز دینی چاہی لیکن" بے سود۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کیوں اٹا ہوا ہے غبار میں،
غم زندگی کے فشار میں
جو درج تھا تیرے بخت میں،

!!جو ہو چکا اسے بھول جا

وہ گلستانِ بہار کی عقبی حصے میں شہنشاہ کی پیٹھ پر بیٹھا فون کان سے لگائے ضبط سے آج پھر دی جان کی لمبی کال سن رہا تھا۔۔

میں کہہ رہی ہوں دلاور وقت سے گھر جاؤ اور اس بچی کو وقت "
دو۔۔۔" بات سمیٹتے دی جان ایک مرتبہ پھر 'گھر' کا استعمال کیا تو اس کے لبوں پر لگا ضبط کا قفل ٹوٹا۔

دی جان! سمجھنے کی کوشش کریں، میں ایک دشت پیما ہوں دشت دشت "
مارا مارا پھرنے والا، اک بیراگی اک بنجارہ۔۔اور بنجاروں کا کوئی ٹھکانہ کوئی گھر نہیں ہوتا۔۔" مٹھی میں بال جکڑتے اسے سمجھ نہ آیا کہ کن الفاظ کا زیاں کرے جو دی جان اس کی کیفیت سمجھ کر اپنی ضد ترک کر دے۔

بنجاروں کا بھلے گھر ٹھکانہ نہیں ہوتا، لیکن بیوی بچے ان کے بھی ہوتے "
ہیں، اور انھیں ٹوکری میں گھر لیکر گھومنا بھی آتا ہے، تم اگر خود کو بنجارہ کہتے
"ہو تو یہ تمہیں بھی آنا چاہئے۔۔

دی جان!!"دی جان کے رعایت سے مبرا انداز پر احتجاجاً وہ چیخ پڑا۔"
کیا۔۔۔؟ کچھ غلط کہا کیا۔۔۔؟ لیکر گھومو اپنی بیوی کو اپنے ہمراہ دشت "
دشت اعتراض کون کر رہا ہے۔۔۔؟"دی جان کا ٹھہرا مستحکم دوٹوک انداز
گواہ تھا ان پر ذرہ برابر اس کے احتجاج کا اثر نہیں ہوا تھا۔۔

دی جان! سچ سچ بتائیں آپ یہ شہباز کے ابا کی سازش ہیں ناں وہی آپ کو"
سکھا رہے ہیں ناں یہ سب۔۔۔۔؟"گہری گہری چند سانس کھینچ کر اس نے
پر یقین انداز میں سوال کیا تو دوسری طرف دی جان کا من کیا اپنے لاڈلے کو
ایک لگائے کان کے نیچے۔

"داجی ہیں تمہارے وہ۔۔۔"

جی نہیں! رقیب اول ہیں میرے وہ۔۔اور میں پورے یقین سے کہہ سکتا"
ہوں یہ ساری باتیں وہی آپ کے ذہن میں ڈال رہیں ورغلا رہے ہیں وہ آپ
کو میرے خلاف۔۔۔"وہ خفگی آمیز لہجے میں دباؤ ڈال کر بولا۔
کیا بچکانی باتیں ہیں دلاور۔۔۔؟میں چھوٹی بچی ہوں جو وہ مجھے سکھائیں"
ورغلائیں گے۔۔حد ہے مطلب کی۔۔۔"دی جان نے تنگ آتے جھڑک
دیا تھا۔
"پھر آپ میرے اتنے خلاف کیوں ہو گئی ہیں۔۔۔؟"
میں تمہارے خلاف نہیں ہوئی ہیں میری جان! میں تمہاری بے راہ"
روی، تمہاری بے رنگ و بے سمت زندگی کے خلاف ہو گئی ہوں، میں
تمہاری بے سکونی تمہاری تنہائیوں کے خلاف ہو گئی ہوں، میں تمہیں اب
تمہاری زندگی جیتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہوں خوشیاں کشید کرتا دیکھنا چاہتی
ہوں، کیوں تم نہیں سمجھ رہے۔۔۔۔"اپنی ضد کا پس منظر سمجھاتے دی
جان کی آواز پست و نڈھال ہو گئی تھی۔

کچھ لوگوں کی زندگی میں خوشیاں اور سکون نہیں ہوتی دی جان۔۔۔"وہ"
شہنشاہ کی سونڈ سہلاتے عجب تشنہ آمیز لہجے میں بولا۔
اس دنیا میں کچھ لوگوں کو ہر شئے بن مانگے حاصل ہوتی ہے، کچھ کو کڑی"
محنت درکار ہوتی ہے، کوشش کرنی پڑتی ہے اپنا حصہ لینے کیلئے وقت وحالات
سے جنگ چھیڑنی پڑتی ہے، تم وہ کیوں نہیں کرنا چاہتے۔۔۔۔؟"دی جان
اس کی تشنگی کو محسوس کرتی بے کل ہوئی تھی۔
جواباً دلاور لب بھینچ گیا تھا۔
وہ اپنی کیفیات اپنے خدشات کچھ بھی تو الفاظ کی پیراہن میں نہیں ڈھال پا رہا
تھا۔
ہوش سنبھالتے ہی حصے آئی دھتکارے، پھٹکار، نفرت، بے حسی تنہائیوں کی
طویل شب و روز نے اسے جذبات کے اظہار کا ایک ہی طریقہ سکھایا تھا غصہ
توڑ پھوڑ بد تمیزی اور پھر بے سمت دریا کی طرح خود سے لوگوں سے وحشت
زدہ ہو کر بھاگنا۔۔

اب بھی وہ کہیں دور جنگلوں کی وحشتناک ویرانیوں میں اپنے اندر کی وحشتوں کو نکالنے کیلئے بھاگ جانا چاہتا تھا لیکن لکڑیوں کی کٹائی کا کام اس کے پیڑوں کی زنجیر بنا ہوا تھا وہ چاہ کر بھی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ یہ سارے کام ہی اس کی روزی روٹی اس کی خودداری اس کا اپنے باپ کی وراثت سے پھوٹی کوڑی نہ لینے کی قسم کو قائم رکھنے کا واحد زریعہ تھا۔۔

میں اب مزید کچھ نہیں کہوں گی، اگر تم نے مجھے اپنے سے تین گنا چھوٹی" لڑکی کے سامنے شرمندہ کرنے کی ٹھان ہی لی ہے تو تم اپنے فیصلے میں آزاد ہو۔۔۔۔"طویل خاموشی کے جواب میں دی جان کا دل گیر لہجہ سماعت سے ٹکرایا۔

دی جان آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہیں۔۔۔؟"وہ احتجاجی ہوا۔"

"تو پھر۔۔۔۔۔"

مم۔میں کوشش کروں گا۔۔۔"اس کی اجنبی آواز کہیں گہری کھائی سے" گونجی تھی۔

میری دعائیں تمہارے ساتھ ہے پچھتاؤ گے نہیں۔۔۔"دی جان اتنے میں" ہی نہال ہو گئی تو وہ الوداعی کلمات ادا کرتا بے دم سا ہو کر شہنشاہ کی پیٹھ پر چت لیٹ گیا۔

"بابو سا ہم گھر جائیں۔۔۔؟"

اس کے سوچوں کی سنسان سڑکوں پر مودب سی آواز گونجی تو وہ سر جھٹکتا اس سمت مڑا جہاں سارے مزدور کہلاڑی اور جھولا نما تھیلی جس میں ان کا کھانا پانی ہوتا تھا لیکر تیار کھڑے تھے۔

ہمم!!"اس نے محض سر کو جنبش دیا اور وہ لوگ خوشباش سے خوش گپیوں" میں مگن ایک سمت بڑھ گئے۔

دن بھر کی مشقت آمیز کام کے بعد بھی گھر کی راہ پر اٹھتے ان کے قدم سرشار تھے، تھکان زدہ چہرے پر مسکان جسمانی مشقت سے سرخ آنکھوں میں سکون کی الوہی سی چمک تھی۔

اس قدر مشقت آمیز زندگی جیتے ہوئے بھی یہ لوگ کس قدر خوش و مطمئن نظر آرہے تھے۔۔

اور اس اطمینان کا راز کیا تھا۔۔۔؟

سکون!"اس کے اندر کہیں سے ہی آواز گونجی تھی۔"

جو سب کو دستیاب نہیں۔۔۔"وہ زیر لب بڑبڑایا۔"

چل مترا۔۔۔"اس نے شہنشاہ کو تھپکی دی۔"

وہ فوراً اٹھ گیا اب شہنشاہ کے بھاری قدم اس سمت اٹھ رہے تھے جس سمت وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"!!سنئے"

کاٹیج میں بوجھل قدموں داخل ہو کر ابھی اس نے جیکٹ کا ایک آستین نکالا تھا کے عقب سے ابھری مدھم و مترنم آواز پر اس کے ہاتھ کی حرکت رکی۔

ہمیں آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔"چند ساعت کہ انتظار کے بعد"

واپس وہی آواز ابھری۔

جواباً دلاور کے حلق میں گلٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔پھر بڑی مشکل سے اس نے منتظر کو گلا کھنکار کر مدعا بیانی کا عندیہ دیا۔۔

"!!سنئے"

کاٹیج میں بوجھل قدموں داخل ہو کر ابھی اس نے جیکٹ کا ایک آستین نکالا تھا کے عقب سے ابھری مدھم و مترنم آواز پر اس کے ہاتھ کی حرکت رکی۔

ہمیں آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔"چند ساعت کہ انتظار کے بعد"

واپس وہی آواز ابھری۔

جواباً دلاور کے حلق میں گلٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔پھر بڑی مشکل سے اس نے منتظر کو گلا کھنکار کر مدعا بیانی کا عندیہ دیا۔۔

ہم چاہتے ہیں آپ دی جان کو حویلی سے کھانا وغیرہ بھیجنے کیلئے منع کر"
دیں۔۔۔"پل کے توقف سے سریلی آواز میں موصول ہوئی جھجھک آمیز
فرمائش پر وہ لحظے بھر کو حیران ہوا پھر سرعت سے اثبات میں سر کو جنبش دیتا
بولا تو بس تین حرفی لفظ۔

"!!ٹھیک"

"ایک اور چیز۔۔۔"

بنا پس پیش مان جانے پر متحیر مقدس کو چھوڑ جیکٹ بیڈ پر اچھالتے اسے واش
روم کی طرف بڑھتا دیکھ واپس مقدس کو ہی لب کشائی کرنی پڑی تھی۔
ردعملاً واپس اس کے معجلت قدموں کو ان دیکھے زنجیر نے جکڑا لیکن وہ مڑا
نہیں تھا۔

"گھر۔۔گھر کیلئے سودا سلف بھی چاہئے تھا۔۔۔"
اپنے منہ سے یہ کہتے عجیب تو بہت لگا تھا جھجھک بھی مانع تھی لیکن مجبوری کا
تقاضا یہی تھا وہاں تیسرا یہ سب کہنے کیلئے موجود نہ تھا۔

سوداسلف۔۔یہ کیاہوتاہے۔۔؟"عجیب فرمائش پراچنبھے سے بےارادہ ہی"
وہ پوراکاپورامڑا۔
گھر۔۔گھر کاسامان ہوتاہے۔۔۔"جواباًوہ بےاختیاری میں رخ موڑ گئی"
تھی۔

عجب جلوہ کناں وپردِ حجاب کھیل چل رہاتھاان کے درمیاں ایک جلوہ دکھاتاتو دوسرابدلیوں میں اٹھکھیلیاں کررہے مہتاب کی مانند روپوش ہوجاتاتھا۔۔ اس کے یوں پشت موڑ لینے پردلاور کے نافہم تاثرات تیزی سے سپاٹ ہوئے تھے آنکھوں میں عجیب سی سفاکیت آمیز ناپسندیدگی نے جگہ بنائی تھی وہ جبڑے بھینچ کر ہلکے گلابی دوپٹے سے ڈھکی پشت کو گھورتابناکچھ کہے مڑااور دھرام کی آوازسے دروازہ بند ہونے پر مقدس ہڑبڑاکر ہوش میں آتی جی جان سے اچھلی تھی۔۔

نجانے کس لکڑی سے بنائے گئے ہیں یہاں کے دروازے۔۔۔؟"اتھل" پتھل دھڑکنوں پرہاتھ رکھتی وہ بند دروازے کودیکھ بڑبڑائی۔

ساتھ اس کی جیکٹ اور بوٹز کو اٹھا کر جگہ پر رکھا ہلکے شکن آلود بیڈ شیٹ کو ٹھیک کرتی چند ساعت روم کے بیچ و بیچ کھڑی سوچتی رہی۔۔

حیا جھجھک اجنبیت ہر آڑ کو ایک جانب رکھ کر اس نے پہل کی تھی اور جواب میں موصوف نے کیا پوچھا تھا۔۔

سوداسلف۔۔۔یہ کیا ہوتا۔۔۔؟"اس کی حیرانگی میں ڈوبی بھاری گمبھیر" آواز سماعت سے الجھی تو مقدس ایک مرتبہ پھر کشمکش میں گھر گئی آیا واقعی وہ شخص اس کا مطلب نہیں جانتا تھا یا اس کا مخاطب ہونا ناگوار گزرا تھا؟ ویسے دروازے پر ٹوٹے عتاب سے تو یہی واضح تھا لیکن خیر۔۔اس نے منفی سمت جارہی سوچوں کو فوراً لگام ڈالی۔

عین ممکن ہے انھیں نہ معلوم ہو سوداسلف کیا ہوتا ہے،ان کے کچن میں تو" ویسے بھی ایسی کسی شئے کا نام و نشان نہیں ہے،اور دی جان نے کہا وہ بہت چھوٹی عمر سے گھر سے دور جنگلوں وغیرہ میں ہی گھومتے اور باہر کے کھاتے

رہے ہیں تو ممکن ہے۔۔۔"منفی سوچوں کی روش مثبت سمت دیتے وہ سائیڈ روم میں داخل ہوئی۔

اپنے بیگ سے ڈائیری برآمد کرتے وہ شدومد سے راشن کی لسٹ بنانے بیٹھ گئی تھی۔

چونکہ کچن کا جائزہ کئی مرتبہ وہ کھنگال کھنگال کرلے چکی تھی سو ساری ہی ضروری چیزیں بھی بنا تکلف میں پڑے وہ سیریل نمبر سے پیپر پر اتارتی جارہی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

نیک بخت میں آپ ہی سے بات کررہاہوں۔۔۔"داجی نے ہلکے سے ان کا" شانہ ہلایا۔

ہوں۔۔۔ہاں۔۔میرا مطلب کہئے ناں۔۔۔"وہ چونک کر اپنی خیالوں" کے یلغار سے نکلتی ان کی طرف متوجہ ہوئی جو تاسف سے انھیں دیکھ رہے تھے۔

کیا فائدہ آپ تو یہاں موجود ہی نہیں ہیں۔۔"وہ نروٹھے پن سے کہتے شال"
درست کرتے بیڈ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

معذرت شہباز کے ابا میں بس دلاور۔۔۔۔"دی جان نے بدقت شرمندہ"
ہوتے ان کے بازو پر گرفت بنائی۔

پھر سے دلاور۔۔۔۔؟افف!!کر واتو دی ہے اس نالائق کی اتنی پیاری بچی"
سے شادی پھر بھی وہ آپ کے حواسوں پر سوار ہے۔۔۔؟"دلاور کا نام سنتے
ہی داجی کے اندر رقابت والے جذبات کرختگی لئے بیدار ہوئے اور وہ اپنے
نیک بخت سے شاکی۔

اسی بات کی تو فکر ہو رہی ھے شہباز کے ابا!رشتوں سے جس قدر اس کا"
اعتبار اٹھ چکا ہے اتنا مضبوط روح کا بندھن باندھ کر بھی وہ کنی کترا تا گھوم رہا
ہے۔۔میں نے اس بچی کو حویلی لانے کے بجائے اس کے کاٹیج اس لئے
چھوڑا تھا کہ تنہائی میں ساتھ رہیں گے تو دونوں کو سمجھنے کا وقت ملے گا، لیکن
یہ تو ایسے اس بچی کے پرچھائی سے گریزاں ہے کہ مجھے اس بچی سے نگاہ ملاتے

شرمندگی محسوس ہو رہی ہے۔۔۔"دی جان کا فکر و تاسف سے گندھا مغموم لہجہ اور افسردہ آنکھیں داجی کو ٹھیک ٹھاک تپا گیا تھا۔۔

یہ سب آپ کی بے جا لاڈ پیار کا نتیجہ ہے جو وہ چھٹاک بھر کا لڑکا تربوز کی" بیج کی طرح اچھل رہا ہے۔۔آپ ذرا اپنے جذبات پر ہاتھ ہولا رکھیں تو میں دو تھپڑ سے اس کے سارے ڈھیلے پیچ کس دوں۔۔نالائق ناہنجار ناخلف اولاد۔۔۔"اپنی نیک بخت کے گلاب چہرے کو اپنے رقیب کی فکر میں مرجھا یاد یکھ داجی کا پارہ پل میں ہائی ہوا تھا۔

آپ کو تو بس موقع چاہئے میرے بچے کے خلاف محاذ کھولنے کا۔۔۔"خفگی" سے کہتے انھوں نے ناراضگی کے اظہار کیلئے ان کا بازو بھی چھوڑ دیا تھا۔

بس یہی چیز مجھے آپ کی بری لگتی ہے جو آپ اس کو مجھ پر فوقیت دیتی ہیں،" میں نے اپنے بچوں تک کو آپ کو خود پر ترجیح دینے کی اجازت نہیں دی۔۔نجانے یہ نالائق کہاں سے۔۔۔۔"

اگر آپ کو میرا دل جلانے والی ہی باتیں کرنی ہے تو نہ کریں آپ میں ہی"
جارہی ہوں۔۔۔"داجی کے دانت کچکچا کر اپنی فطری جلن کا اظہار کرنے پر
دی جان برا مناتی تسبیح لیکر کھڑکی کی طرف بڑھ گئی تھی۔۔
تاجور عثمانی کی سوئی پر بھی کوئی جبری قبضے کا خیال تک ذہن میں لانے سے"
قبل ہزار مرتبہ سوچتا ہے۔۔اور یہ سرکش حریف زادہ برسوں سے ہماری
سب سے انمول شئے پر تسلط جمائے بیٹھا ہے اسے تو میں۔۔۔۔۔"اپنی
ناراض نیک بخت کی پشت دیکھتے داجی نے اندر سے ابل رہے غصہ کو مشکل
سے کنڑول کیا تھا اور چہرے پر ملائمت سجاتے ان کے قریب آئے تھے۔۔
ادھر دیکھیں نیک بخت!!"نرمی سے ان کے ناتواں شانوں پر ہاتھ رکھ کر"
ان کا فکر والم سے مرجھایا چہرہ روبرو لایا۔
آپ کہتی ہیں ناں وہ مجھ جیسا ہے۔۔۔؟اگر وہ واقعی مجھ جیسا ہے تو اپنی"
بیوی سے دیوانگی کی حدود کو چھوتا ہوا عشق کرنا اس کی وراثت ہے اور اسے سر
آنکھوں پر بیٹھانا اس کی رگوں میں دوڑتے خون کی تاثیر۔۔پھر کب تک

کترائے گا آپ کا سرکش باغی لاڈلا۔۔آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں بھلا۔جب جانتی ہیں تاجور عثمانی آج بھی۔۔۔۔۔"قصداً جملہ ادھورا چھوڑ کر داجی محبت پاش نگاہوں سے ان کے جھڑی زدہ چہرے پر بکھرے قوس قزح کے رنگوں کو مبہوت ہو کر دیکھنے لگے۔

"اہم!اہم!ہم آجائیں یا چلے جائیں۔۔۔۔؟"

معاً ابھری مضراب کی شریر آواز پر دی جان بری طرح ہڑبڑائی تھی لیکن داجی نے اطمینان سے گردن ترچھی کر کے ڈور فریم میں کھڑی پوتی کو قطعی ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جو ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں لال ٹماٹر ہو رہی تھی۔۔

"!!آجاؤ بیٹا"

دی جان جھینپ کر ذرا داجی سے پڑے ہٹیں تو مضراب نچلا لب دانتوں تلے دبائے نپے تلے قدم اٹھاتی اندر آئی پیچھے سر جھکائے ٹرے تھامے میرال بھی تھی۔۔

وہ۔داجی آپ سے ملنے پاس گاؤں والے چودھری صاحب آئیں ہیں بیٹھک "
میں بٹھایاہے باباسانے آپ کووہیں بھیجنے کیلئے کہاہے۔۔"مضراب نے سر
جھکاکر شرافت سے بتایاتوداجی ہنکار بھرتے چادر شانوں پر درست کرتے
دروازے کی سمت بڑھ گئے۔

ہائے!!"ان کے دہلیز عبور کرتے ہی مضراب کب سے رکی سانس آزاد "
کرتی پیچھے بیڈ پر گری،
میرال نے بھی تھم تھم کر چل رہی سانس کو فضامیں آزاد کیا تھا۔۔
عمر کے ارسٹھ بہار دیکھ لینے کے باوجود ان کی شخصیت ایسی بھاری ڈیل وڈول
والی تھی کہ جہاں وہ کھڑے ہو جاتے ماحول خود بخود مرعب نظر آتا تھا۔۔
ہائے!!زوجہ حاکم سرکار کیسے آپ نے ان کے ساتھ چالیس سال گزار "
دئے یار۔۔۔؟"کروٹ لیکر کہنی گال کے نیچے رکھتے اس نے دلچسپ سوالیہ
نظر دی جان پر ٹکائی۔
جواباً انھوں نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

جہاں خلوص و محبت ہوتی ہے وہاں سب ممکن ہوتا ہے۔۔۔"ٹرے سائیڈ" پر رکھتی میرال نرمی سے بولی۔

اور جہاں دیوانگی کی حدود کو چھوتا ہوا لازوال عشق ہو وہاں تو سبھی ممکن ہے" ہے ناں دی جان۔۔۔؟"ایک جست پر آکر ان کے شانوں پر ہاتھ رکھتی وہ شریر ہوئی تو دی جان بری طرح جھینپ گئی۔

بد تمیز لڑکی۔۔۔"شانوں سے ہاتھ جھٹکتے انھوں نے خفت زدہ نگاہوں سے گھورا تو جواباً مضراب کا زبردست قہقہہ پڑا۔۔

میرال بھی سر جھکا کر ہنس دی تھی۔

خفت کے رنگ دی جان کے سرخ و سفید چہرے پر لگ ہی بہت پیارے رہے تھے۔ عمر کے اس حصے میں وہ اتنی پیاری تھی تو جوانی میں نجانے کتنی پیاری ہوں گی۔۔؟

اسے بے اختیار ہی ان پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا ساتھ نا ممکن سا اشتیاق بھی ہوا کہ کاش وہ ان کی جوانی کی کہانی اپنی آنکھوں سے دیکھ پاتی۔۔

سچ کہتے ہیں عشق روح کی گہرائیوں سے جنم لیتا ہے اور اپنی آکاس بیل ہر ثانوی شئے سے پڑے پھیلاتی ہے۔جو اس قدر زور آور ہوتی ہے کہ وقت، عمر، حالات، موسم جیسی طاقتور اور زندگی کا رخ بدل دینے والے عوامل کے بھی زیر اثر نہیں آتی۔۔

"اچھا! وہ سب نہیں تو کم از کم تھوڑی سی 'ان دنوں کی' باتیں ہی بتا دیں آخر کو ہم دوست ہیں سہیلیوں سے کیسا پردہ۔۔۔؟" مضراب کی شرارتی رگ پھڑک چکی تھی تبھی وہ آنکھیں گھماتی دی جان کے سر ہو گئی تھی۔

"دی جان نے رکھ باؤلی ہو گئی یہ لڑکی فضول باتیں کرتی رہتی ہے بس!!" کر اس کی پشت پر ہاتھ دیا تھا اور بڑبڑاتی ہوئی آکر میرال کے برابر بیٹھ گئی۔

"وہ ضد کرتی دی جان کے قریب آئی جب لیکن دی جان تھوڑا تو۔۔۔" ایک مرتبہ پھر فون رنگ ہوا جس پر اس نے بے نیازی سے فوراً کال ڈنائے کر دیا تھا۔۔

چار پانچ دن سے مضراب کی یہ حرکت دیکھ رہی میرال الجھ سی گئی تھی۔ لیکن بولی کچھ نہیں۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

واقف تھے تیری چشمِ تغافل پسند سے

وہ رنگ جو بہار کے سانچے میں ڈھل گئے

وہ بھی تو زندگی کے اِرادوں میں تھے شریک

جو حادثات _____ تیری مروّت سے ٹل گئے

اس نے ایک مرتبہ پھر اس کاغذ کو اُلٹ پلٹ کر ایسے دیکھا جیسے ڈائیری کا ورق نہیں بلکہ کوئی بہت ہی انوکھی چیز ہو۔

اب تو اس کی اس حرکت سے شہنشاہ بھی بیزار ہو گیا تھا تبھی وہ بے دلی سے سنگترے اٹھا تا رس چوس کر پھینکنے لگا تھا۔۔

مترا۔۔تجھے معلوم ہے اسے کہتے ہیں سوداسلف۔۔۔؟"اس نے اب کے "
ورق شہنشاہ کی آنکھوں کے آگے لہراتے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔
جو کچھ دیر پہلے شاور لیکر نکلنے کے بعد اس نئے اضافے نے چائے کے ساتھ
ٹرے میں پیش کرتے اس کی معلومات میں کیا تھا۔۔

دو لفظ ہے سوداسلف اور یہ لسٹ دیکھو سو کے اپر کی ہے۔۔اس میں سے "
مشکل سے کوئی دس یا بارہ چیزیں ہوں گی جس کی ہیئت و جسامت کا مجھے
معلوم ہے۔۔باقی کا کیا کروں۔۔۔؟"شہنشاہ کے آگے ہی ورق پھڑ پھڑاتے
اس نے تشویش سے پوچھا۔
جواباً شہنشاہ نے یوں سونڈ سے اٹھا کر اپنی آنکھ میں گھس رہے پیپر والا اس کا
ہاتھ پیچھے کیا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔

بھائی تیری بیوی نے پہلا خط لکھا ہے تو اسے فریم کروا، میوزیم میں رکھ یا"
گلے میں تعویز بنا کر پہن لے، یا پھر ایک مرتبہ ہی گھول کر پی جا، مجھ معصوم
"کی آنکھ میں کم از کم مت گھسا بس۔۔۔۔

ہاں ! مدد کرنے کی باری آئی تو تم ایسے ہی ہاتھ جھٹکو گے ،ایک تو دی جان"
نے عجیب مصیبت میں پھسا دیا ہے اپر سے میں نے بھی ان کی جذباتی بلیک
میلنگ میں آکر کوشش کرنے کا وعدہ کر دیا ہے ،اگر تھوڑا اور بے رخ ہو جاتا
تو عین ممکن تھا وہ خود لیجاتی اس اضافے کو۔۔ لیکن میں تو احمق
ہوں۔۔۔"شہنشاہ کہ صاف ہری جھنڈی دکھانے پر سیخ پا ہوتے اب وہ خود کو
کوس رہا تھا۔
احمق تو تم واقعی ہو۔۔ نئی نویلی بیوی تمہاری اندر اکیلی ہے اس کے ساتھ"
وقت سے حسین لمحے چرانے کے یہاں میرے ساتھ بیٹھے مچھڑوں سے خون
چسوا رہے ہو اپنا۔۔۔"اس کی کوسنے سے بیزار شہنشاہ کی اگر زبان ہوتی تو
وہ واقعی اسے ہوش کے ناخون دیتا تھا جس کی بڑی بڑی آنکھیں کاٹیج پر ٹکی
تھی جہاں کھڑکی کے پاس پر چھائی نظر آرہی تھی۔۔
کوشش کا تو معلوم نہیں ،اس لسٹ کا کچھ کرنا ہو گا ورنہ دی جان تک بات"
پہنچ گئی تو مسئلہ ہو گا۔۔اور ویسے بھی مجھے حویلی کی روز روز کی دعوتیں کوفت

میں مبتلا کر رہی ہے بہتر ہے وہ ان چیزوں سے کچھ کر لیں گی میرا کیا ہے میں تو اگلے ہفتے لکڑی کا کام ختم ہوتے ہیں نکل جاؤں گا یہاں سے، اس کے بعد "دی جان جانیں اور ان کا اضافہ۔۔۔۔

پیپر کو رول کر کے ماتھے پر بجاتے اس نے خود کو مطمئن کیا۔

جواب میں شہنشاہ کے من میں کیا سمائی کی وہ دونوں پیر فولڈ کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے! ارے مترا کیا کر رہے ہو۔۔۔؟" شہنشاہ کے قدم کاٹیج کی طرف اٹھتے دیکھ وہ بوکھلایا لیکن شہنشاہ پر رتی برابر اثر نہیں ہوا تھا۔

"سیر یسلی مترا تم مجھے اپنے گھر سے نکال رہے ہو۔۔۔؟" عین کاٹیج کے ڈور پر آکر کھڑا ہو جانے پر دلاور کو صدمہ پہنچا تھا۔

جس کا کوئی اثر لیئے بغیر شہنشاہ یوں کھڑا ہو گیا جیسے کہہ رہا ہو

"اپنے گھر جا کر جتنا منصوبہ بندی لائحہ عمل ترتیب دینا ہے بصد شوق دو بس ابھی مجھے بخش دو۔۔

بھولوں گا نہیں میں اس بے مروتی کو متراـ۔یار سے یار بیزار کیا زمانہ آگیا"

ہے۔۔"وہ صدمہ زدہ سا نیچے اترا۔

اس کے اترتے ہی شہنشاہ مدمست چال چلتا مڑ گیا تھا۔۔

دفعتاً کھڑکی پر آہٹ سی ہوئی دلاور کی بے اختیار نگاہ سے گلابی آنچل کا چھپنا

مخفی نہ رہ سکا تھا۔

"!!ننھا افسر"

ایک نظر بند کھڑکی کے پٹ پر دوسری ہاتھ میں موجود پیپر پر ڈالتے وہ وہیں

سیڑھیوں پر بیٹھ گیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

میں جب تھک جاتی ہوں تو

زِندگی کے صفحات واپس پلٹ کر دیکھنا شرُوع کر دیتی ہوں،

اور اُس صفحے پر آ کر رُک جاتی ہوں جہاں

LRI زِندگی تمہیں مُجھ سے مِلاتی ہے

اور میں دیکھتی ہوں کہ زِندگی تو اُس

!صفحے سے آگے بڑھی ہی نہیں

وہی صفحہ، صفحۂ زیست رہا

... باقی سب تو آتے جاتے موسم ٹھہرے

میزان کی برسی کے دن جیسے جیسے قریب آرہے تھے اس کی ہجر کی اذیتوں سے نڈھال روح، ویران بنجر دل سے اٹھتی ٹیسیں رگ وپے میں زہر ہلاہل کی طرح سرائیت کرتی بے چینی و بے کلی میں بھی اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ بے رنگ سوگوار آنکھیں تو ویسے ہی شاز و نادر ہی خوابوں کے رنگوں سے بچھڑ کر سوتی تھی۔ لیکن ان دنوں تو آنکھوں نے جیسے نیند سے سارے مراسم ہی ختم کر دئے تھے۔ ہمہ وقت بس ساون بن کر برس پڑنے کو بے تاب ہوتی تھی۔ کبھی کبھی تو دل کرتا تھا اتنا روئے کہ یا تو ہر درد دھل جائے یا سانسوں کی آمد و رفت کا سلسلہ ختم ہو جائے۔۔

مضراب قصداً اسے لیکر تین دن پہلے اپنے روم میں شفٹ ہو گئی تھی۔ شائد اسے لگ رہا تھا اس طرح وہ میزان کی یادوں کے گرداب سے نکل جائے گی اب اس نادان کو کون بتائے روح میں بسنے والے تو رگوں میں خون کی طرح دوڑتے ہیں سانسوں میں آکسیجن کی طرح شامل ہوتے ہیں دل میں دھڑکن بن کر دھڑکتے ہیں بھلا ان سب کے بغیر کوئی جی سکتا ہے۔۔۔۔۔۔؟

ایک نظر پہلو میں بے خبر سو رہی مضراب پر ڈال کر وہ آہستگی سے کمفرٹر ہٹاتی بستر سے اٹھی تھی اور پیر میں چپل اڑستی دروازے کی سمت بڑھ گئی۔

دل شدت سے میزان کی تصویر کو گلے لگا کر رونے کو کر رہا تھا اور یہ ایسی خواہش ہوتی تھی جس پر اس کا بس نہیں چلتا تھا۔۔

محتاط انداز میں دروازہ کھول کر اپنے دھیان میں باہر قدم رکھتے ہی وہ اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہے کسی تواناں وجود سے بری طرح متصادم ہوئی تھی جس پر حلق سے چیخ نکلنے سے قبل ہی مقابل نے برق کی تیزی سے اس کے منہ پر بھاری ہاتھ جما یا رد عملاً اس کی وحشت سے پھٹی بھیگی نگاہیں

اٹھی اور پھر جیسے اس کی پوری کائنات جہاں کی تہاں ساکت و جامد ہو گئی۔۔۔

"!!مم۔۔۔می۔۔زان"

۔۔۔۔

"مم۔۔می۔۔زان۔۔"

راہداری کی زردی مائل روشنی میں خود پر جھکے چہرے کے جو نقوش اس کی دھندلی نگاہوں میں اترے تھے وہ اس ہجر کی خاردار وادیوں میں آبلہ پا گھوم رہی لڑکی کی سوچنے سمجھنے کی بچی کھچی صلاحیت کو مفلوج کرنے کیلئے کافی تھے۔۔

وہی کشادہ بے داغ پیشانی، وہی ستواں ناک بالائی لب پر آویزاں رعب و دبدبہ بڑھاتی وہی گھنی مونچھیں۔

میرال کیلئے پوری کائنات کی گردش آکر اس غیر واضح چہرے پر ٹھہر گئی تھی۔

ہر پس منظر جیسے دھواں ہو گیا تھا۔

حقیقت کا وجود تھا تو بس یہ چہرہ تھا۔

اس کا ہاتھ میکانکی انداز میں کسی غیبی قوت کے زیر اثر پہلو سے بلند ہوا تھا اور مقابل کے چہرے کے قریب بے خودی میں جا کر ٹھہرا تھا بس چند انچ کے فاصلے پر جیسے برسوں کا پیاسہ دوڑتا ہوا جا کر عین کنویں کے قریب رک کر سیراب ہونے سے پہلے اپنی تشنگی کو ہوا دیتا ہے۔

"ممم۔۔میز۔۔۔زان۔۔۔۔"

ہتھیلی پر پنکھری سے نرم لبوں کی حرکت نے اسے پہچاننے کی کوشش کر رہے مقابل کی وجود میں برق لہر دوڑائی تھی اور قبل اس کے کی ہاتھ اس کے چہرے پر ثبت ہوتا اس نے پھرتی سے اپنے دوسرے ہاتھ میں مرمری کلائی کو مقید کر اس کاروائی کو روکا تھا۔

"!!میزان"

یکدم رسائی سے نہ رسائی کا سفر طے کرتی وہ تڑپ اٹھی تھی بھیگی آنکھوں کا سمندر جیسے یک بیک ہی بغاوت کر رواں ہوا تو مقابل کے ہاتھ کو بھگوتا چلا گیا۔۔

"میزان نہیں۔۔ باران ہیں ہم باران عثمانی۔۔۔۔"

ذرا قریب جھک کر اس نے جیسے اپنی بھاری آواز میں مقابل کی سماعت میں پگھلا سیسہ انڈیلا تھا۔۔

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔۔"

سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں بے یقینی سے اس کی سمندر سی گہری آنکھیں ایک مرتبہ پھر پتھرائی نیم اندھیرے میں ڈوبے چہرے پر سکتہ پھر حوادث کے متزلزل تاثرات نے جگہ بنائی اور پھر وہ ہزیانی سی کیفیت میں بری طرح مچلنے لگی۔۔

"چپ۔۔ یکدم چپ۔۔۔"

چیخنے سے روکنے کیلئے منہ پر ثبت ہاتھ کی گرفت بڑھاتا وہ چہرہ قریب لا کر غرایا۔۔

لیکن ادھر اس کی سن کون رہا تھا وہ ماہی بن آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔۔

ہم نے کہا یکدم چپ!! ورنہ یہیں سے اٹھا کر نیچے پھیکیں گے۔۔۔" بازو" سے تھام کر زور سے جھٹکا دیکر غرانے پر یکایک ہی وحشت سے پھٹی آنکھوں کے ساتھ اس کا جھٹکے کھاتا پورا وجود ساکت ہوا تھا۔۔

ہم چھوڑ رہے ہیں، ذرا سا بھی آواز آئی تو اٹھا کر نیچے پھیک دیں گے یہیں" سے۔۔۔"احتیاطاً کان کے قریب جا کر وہ ایک مرتبہ پھر سفاکیت سے غرایا تو وہ سخت گرفت میں مخدوش سی پلک تک نہ جھپکا سکی۔۔

اور پھر جیسے ہی مقابل نے اپنی آہنی گرفت سے آزادی بخشتے دو قدم پیچھے لی ئے وہ کسی عفریت سے جان چھڑانے کے انداز میں اندھا دھند گرتی پڑتی ہوئی وہاں سے بھاگی یوں کہ باران کی شوز کے نیچے دبا اس کا دوپٹہ وہیں رہ گیا۔۔

"!!میزان کی وائف"

میزان کے روم کا دروازہ بند ہونے پر ہوش میں آتا وہ زیر لب بڑبڑایا اور جھک کر دو انگلی میں دوپٹہ اپنے شوز کے نیچے سے اٹھاتا دبے قدموں روم کے اندر داخل ہو گیا۔

نائٹ بلب کی نیلگو روشنی میں نہائے کمرے میں بیڈ پر محو خواب وجود کا چہرہ کافی واضح تھا۔۔

اس کی بہن، ان دونوں بھائیوں کی رابی جس کی ضد نے باران عثمانی کو اپنی ضد توڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ بے آواز قدموں سرہانے آیا اور نرم نگاہوں سے اس کا پر سکون محو خواب چہرہ دیکھتا محبت سے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر الٹے قدموں مڑ گیا۔۔

آہستگی سے دروازہ بند کر کے اپنے روم کی طرف پیش قدمی کرتے اس کے بھاری قدم پل بھر کیلئے میزان کے بیڈ روم کے دروازے کے مقابل ٹھہرے تھے۔

ان دونوں بھائیوں کی ترجیحات میں ارض وسماں سا فرق ہونے کے باوجود ان کے درمیاں محبت مثالی تھی۔یہ دروازہ باران عثمانی کیلئے ہمیشہ کھلا رہتا تھا میزان عثمانی کے دل کی طرح جب بھی وہ لوٹتا میزان کسی عید تہوار کی طرح اس کی آمد کا جشن مناتا تھا اور آج۔۔۔۔

دل سے اٹھی درد کی ٹیس کو جبڑے بھینچ کر دباتا وہ پیر گھسیٹتا ہوا اپنے روم میں داخل ہوا۔۔

اضطرابی کیفیت میں تمام لائیٹز کو ایک ہاتھ مار کر آن کرتے ہی صاف ستھرا نفاست سے ترتیب شدہ کمرہ جگمگانے لگا تھا۔۔

وہ نفاست کا دلدادہ تھا لہٰذا پانچ سال بعد واپسی پر بھی اس کے کمرے کی ایک چیز ادھر کی ادھر نہیں ہوئی تھی۔۔

"!!ڈیم ایٹ"

نفی میں سر ہلاتا وہ لگیج کی طرف مڑنے لگا کہ قوی انگلیوں میں ہنوز دبے مٹیالے رنگ کے دوپٹے نے توجہ کھینچ لی۔۔

چند ساعت بے تاثر نگاہوں سے دوپٹے کو دیکھتے رہنے کے بعد اکتائے انداز میں رول کر کے دوپٹے کو کبرڈ کے نچلے ڈرار میں پھینکتا شرٹ ٹراؤزر بیگ سے برآمد کر وہ واش روم میں غائب ہو گیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رات وہ شہنشاہ کی بے مروتی و بے وفائی پر نالاں دو تین گھنٹے تک وہیں سیڑھیوں پر احتجاجاً بیٹھا کڑھتا رہا تھا۔۔

محبت اسے گلستانِ بہار کے ہر جانور سے بے پناہ تھی لیکن اپنے متر اسے انسیت کا ایک الگ عالم تھا۔ وہ شہنشاہ سے باتیں کرتا تھا۔ جواباً جس طرح شہنشاہ اپنی حرکات و سکنات سے اس کی بات کا جواب دیتا وہ دلاور کیلئے بے حد خاص تھا۔

پھر شہنشاہ اور اس کا ساتھ تھا بھی برسوں کا۔۔

اس وقت کا جب دلاور عثمانی کو کسی شجر ممنوع کسی اچھوت شئے کی طرح کوئی دیکھنا تک پسند نہیں کرتا تھا تب چھوٹے سے شہنشاہ نے اسے قبول کیا تھا بنا اس سے جڑے کچھ حقیقت تو کچھ من گھڑت کہانیوں کی پرواہ کئے۔۔

"یہ جو تم نے حرکت کی ہے ناں مترا بھولوں گا نہیں میں۔"

مدمست اپنے شیلٹر براجمان ہو چکے شہنشاہ کو دیکھ اس نے دھمکی دی تھی۔ لیکن ادھر بے نیازی کا الگ ہی عالم تھا۔

نئے اضافے کے کاٹیج میں دندناتے گھومنے کے بعد سے روزانہ رات وہ آتا ہی گیارہ بارہ بجے تھا پھر شہنشاہ کے ساتھ قصداً گھنٹوں گزار کر کاٹیج میں آتا اور آرام سے چند گھنٹوں کیلئے سو جاتا۔۔

نجانے کیوں اسے دوسرے وجود کی آہٹ سے بھی وحشت محسوس ہوتی تھی، اپنی تنہائیوں کی وحشت نگری میں کسی کی موجودگی کا احساس بھی عجب اضطراب میں مبتلا کر رہا تھا۔ اس لیئے وہ بھاگ رہا تھا کیونکہ وہ اپنی وحشت کو

غصہ واشتعال کا روپ دیکر قطعی ایسی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے دی جان کا مان ٹوٹ جائے۔۔

لیکن آج رات کیا کرتا شہنشاہ نے بھی بے دخل کر دیا تھا وہ جلتا کڑھتا اندر چلا آیا صد شکر وہ اس کمرے میں نہیں تھی وہ جلدی سے جا کر لائٹ آف کرتا سو گیا تھا تھکن حد سے سوا ہونے کے باعث نیند جلد ہی پراگندہ سوچوں کے دریچے بند کر مہربان ہو گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"___ ہمارے بخت میں محرومیوں کے گھاؤ اتنے ہیں

___ !! ہمیں خوشیوں پہ ہنسنے کا سلیقہ تک نہیں آتا

صبح اس کی آنکھ مدھم مگر روح میں اتر جانے والی سرسراتی ہوئی سریلی آواز سے کھلی تھی۔ کسملندی سے آنکھیں کھول کر اس نے خوابدیدہ نگاہ ملگجے سے اندھیرے میں اس آواز کی تلاش میں دوڑائی۔۔

تلاش تو ختم نہیں ہوئی لیکن سماعت نے سمت کا تعین کر دیا یعنی سائیڈ روم۔
آہستگی سے خود پر کمفرٹر ہٹا کر وہ ٹرانس کی کیفیت میں بستر سے نکلا اور
بے اختیار اٹھتے قدموں کے ساتھ دروازہ کھول کر سائیڈ روم میں داخل
ہو گیا۔۔

کھڑکی کے قریب سفید براق ململ دوپٹے سے ڈھکے نور میں نہائے وجود پر
نگاہ ٹھہری تو قدم عین اس کی پشت پر جا کر ٹھہر گئے۔۔

قرآن شریف کے ورق پر سطر در سطر سرکتی اس کی نازک سی گلابی مائل
مومی انگلی کسی جادو منتر کی طرح اس کی سانسوں کے تسلسل دھڑکنوں کی
زیر و بم پر سرسراتی ہوئی اثر انداز ہو رہی تھی وہ مجسم سا جائے نماز سے بس دو
قدم کی دوڑی پر کھڑا طلسم بندی میں جکڑا تھا۔۔

معاً مقدس اپنے دھیان میں قرآن شریف کو لبوں سے چومتی ہوئی مڑی اور
عین پشت پر ایستادہ تواناں وجود سے متصادم ہوتے ہوتے بچی تصادم تو ٹل گیا

لیکن رخ نہ موڑ سکی تھی پر نماز کی انداز میں بندھا دوپٹہ ڈھیلا ہو کر پیشانی چھپاتا اس کی آنکھیں بھی چھپا گیا تھا۔۔

"آپ۔۔۔آپ کو کچھ چاہئے۔۔۔۔؟"

کلام پاک کو سینے میں بھینچتے وہ سر جھکا کر غیر ہموار دھڑکنوں سنگ مسقتسر ہوئی۔

مم۔۔مجھے۔۔مجھے کیا چاہئے۔۔۔۔؟" وہ ہڑبڑا کر اس کیفیت سے نکلتا" گڑبڑایا تھا۔۔

"جی۔۔۔؟"

اس کی اونچی بڑبڑاہٹ پر مقدس کی جھکی پلکیں دوپٹے کی آڑ میں اٹھی تھی عین اسی پل دلاور نے بھی خوابدیدہ نگاہ اٹھائی۔۔

اور پھر بے ارادہ نگاہ جیسے تھم کر رکتی ٹھہر کر ایک منظر پر ثبت ہو گئی۔۔

جلوہ گرادھ کھلے گلاب سے چہرے یا نیم واپنکھڑی سے نازک لبوں پر نہیں بلکہ سفید دوپٹے کے حالے سے جھانکتی پر حجاب رب کی رباعی بیان کرتی آنکھوں پر۔۔

رخسار کا پتا نہیں آنکھیں تو خوب ہے
دیدار ابھی نگاہ سے آگے نہیں بڑھا

"کک۔۔کچھ چاہئے آپ کو۔۔۔؟"
مقدس کی دھڑکنیں بری طرح بے ترتیب ہوئی تھی پہلی بار کسی کے یوں بے اختیار نگاہوں کی گرفت میں اپنا آپ دیکھ کر۔

"نہیں۔۔میں آپ کو بتانے آیا تھا۔۔وہ جو آپ کی سودا۔۔وہ جو بھی تھا اس کی لسٹ والی چیزیں آج مل جائے گی۔۔اور دی جان کو میں آج منع کر دوں گا۔۔۔"اپنی بے اختیاری پر ملامت کرتا پورے ایک ہفتے میں پہلی بار اتنے

الفاظ کا زیاں کر وہ یوں مڑ کر تیز قدموں پہلے کمرے سے پھر کاٹیج سے نکلا تھا جیسے ایک لمحے وہاں رکے گا تو وہ اسے قید کر لے گی۔۔

زندگی میں پہلی بار صنف نازک کے اس قدر قریب گیا تھا وہ بھی غالباً نیند میں ڈوبے دماغ اور تجسس کے مارے جو اباً طاری ہوئی کیفیت نے ٹھیک ٹھاک خفت و خجالت سے دوچار کر دیا تھا۔۔

جواب رفتہ رفتہ غصہ و جھنجھلاہٹ میں ڈھلتی اشتعال و اضطراب کی شکل اختیار کر گئی تھی پھر وہ بنا کچھ کھائے ویسی ہی حالت میں نکل گیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

صبح حویلی کے چشم و چراغ ولی عہد و گدی نشین باران عثمانی کی برسوں بعد واپسی کی خبر حویلی میں جیسے جشنِ زندگی کی لہر بن کر دوڑی تھی۔

دس بجے تک حویلی میں گہما گہمی دوڑتے بھاگتے ملازموں کی فوج متحرک آب و ہوا سے یوں لگ رہا تھا جیسے عید تہوار یا بڑے پیمانے پر شادی بیاہ کی تیاری چل رہی ہو۔۔

ناظمہ بیگم نے فوراً گاؤں سے منہ مانگی قیمت میں کالے بکرے لیکر آنے کیلئے ملازم دوڑادئے تھے اور جب تک بکرے آنہیں جاتے باران کو کمرے سے باہر قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی اسے وہیں روکے رکھنے کی ذمہ داری سالوں بعد بھائی کو دیکھ کر پر جوش سی مضراب کو سونپی گئی تھی جس نے پہلی بارماں کے حکم پر بنا پس وپیش سر تسلیم خم کر دیا تھا۔۔

"رابی کیا بچپنا ہے یہ سب۔۔؟"

روم میں چکر کاٹتے وہ ایک مرتبہ پھر بیڈ پر آرام سے چوکری مار کر اپنی پہریداری میں بیٹھی خشک میوہ جات سے لطف اندوز ہورہی مضراب کے مقابل آیا۔جو اس کی تذبذب حالت سے حظ اٹھارہی تھی۔۔

"بچپنا نہیں بھائی ساماں ساکا پیار ہے آپ کیلئے، آپ کو نظر بد سے بچانے کیلئے پہلے صدقے کے بکرے دیں گی پھر آپ جلوہ گر ہوں گے۔۔۔"طشتری سے بھنے ہوئے کا جو اٹھا کر منہ میں ڈالتے اس نے اطمینان سے وہی الفاظ دہرائے۔۔

"کم آن رابی؟ ہمیں کون نظر لگائے گا۔۔۔؟"

ارے لوگ لگائیں گے۔۔آپ نہیں جانتے بھائی سا انگریزوں کی نیلی ہری" بھوری بلوری نظر نہیں لگتی لیکن یہاں کے لوگوں کی کالی کالی نظریں لگ جاتی ہے۔۔اس لی ئے کالے بکرے کا صدقہ لازم ملزم ہے۔۔۔" مضراب لہجے میں سنجیدگی کا عنصر شامل کرنے کی کوشش میں لال ہو گئی تھی۔۔

ربش!" ہنکار بھرتا وہ ایک مرتبہ پھر روم میں چکر کاٹنے لگا تھا۔"

اوکے! ایٹ لیسٹ ہم چچی سا، بابا سا، چچا، دا جی، دی جان لوگوں سے تو مل" سکتے ہیں ناں۔۔۔۔؟" دو چکر مکمل کر کے وہ پھر مضراب کے مقابل آیا۔ جواباً مضراب کا سر نفی میں ہلا۔

ڈونٹ ٹیل می مضراب اب یہ بھی ہمیں سو کالڈ نظر لگا دیں گے۔۔۔؟""" باران کی جھنجھلاہٹ حد سے سوا ہو گئی تھی۔

تم کیا جانو اپنوں کی نظر بھی لگ جاتی ہے۔۔۔" پشت سے ابھری گلوگیر" آواز پر وہ مڑا جہاں ناظمہ بیگم آنکھوں میں نمی لی ئے اسی کو دیکھ رہی تھی۔۔

کمرے کے بیچ و بیچ ایستادہ گرے ٹراؤزر شرٹ میں اس کا لمبا چوڑا وجود پورے ماحول کو مرعوب کر رہا تھا۔

کشادہ پیشانی پر سجی سلوٹیں، جھنجھلائی ذہین بادامی آنکھیں، کوفت کی وجہ سے کچھ سرخ ہوتی ستواں ناک اور بھینچے جبڑوں کی وجہ سے واضح جالائن۔ بالائی لبوں پر آویزاں گھنی مونچھ جو اس کی شخصیت کو رعبدار بناتی تھی۔۔ دیارِ غیر کی آب وہوا نے اس کی شخصیت کو کافی نکھار دیا تھا۔۔

ناظمہ بیگم نے فوراً خوف زدہ ہو کر اپنی نگاہوں کا زاویہ بدلہ کے کہیں ان کی ہی نظر نہ لگ جائے۔۔

"آؤ چلو باہر بکرے آ گئے ہیں۔۔۔۔۔"

انھوں نے وہیں سے اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا اب تک انھوں نے اسے گلے لگا کر اپنی پیاسی ممتا کو سیراب نہیں کیا تھا عجیب خوف و محتاط انداز میں وہ باران سے کلام کر رہی تھی۔۔

ماں سا! آپ جانتی ہیں ہم ان سب چیزوں میں بلیو نہیں کرتے۔۔"اسے "
ماں کا حد سے زیادہ محتاط انداز کو فت میں مبتلا کر رہا تھا۔
تم نہیں کرتے لیکن میں تو کرتی ہوں ناں۔۔۔"انھوں نے ڈپٹ دیا تھا۔"
ماں سا! جب تک آپ کا سایہ آپ کی دعاؤں کا حصار ہے ہمارے گرد ہے"
ہمیں کچھ نہیں ہو سکتا کوئی بری نظر نہیں چھو سکتی ہمیں۔۔۔۔؟"ان کے
پینک ہو جانے پر باران لہجے میں نرمی سموتے ان کی طرف بڑھا۔۔
تو۔۔تو کیا۔۔میز۔۔میز ان کے گرد نہیں تھا میری دعاؤں کا حصار وہ کیوں"
چھوڑ گیا ایسے اپنی ماں سا کو۔۔کیوں دے گیا وہ اپنی جواں سالہ موت کا پہاڑ
"سا دکھ اپنی ماں۔۔۔۔۔
ماں سا! ماں سا پلیز۔۔۔۔" قبل اس کے کی وہ از سر نو خود سمیت سب کے "
زخم کریدتی باران لپک کے ان قریب آیا تھا۔

آپ جیسا چاہیں گی ویسا ہی ہو گا۔۔ چلیں کہاں ہیں آپ کے کالے بکرے"
اتروالیتے ہیں نظر وغیرہ ان سے۔۔۔۔"انھیں حصار میں لیتا وہ غم والم کے
بادل کو اپنی ہشاش بشاش انداز سے رفع دفع کر چکا تھا۔
جس پر مضراب نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔

ورنہ دلاور کی نکاح کے بعد سے ہمہ وقت عجیب سوگواسی فضا چھائی رہنے لگی
تھی جو وہ اس موقعے پر قطعی نہیں چاہتی تھی۔
وہ باران کو اپنے ساتھ لی ئے حویلی کی پچھلے دروازے سے عقبی لان میں گئی
تھی جہاں پر چار کھڑے موٹے تازے کالے بکروں پر باران نے ناچاہتے
ہوئے بھی فقط ماں کی تسلی کیلئے ہاتھ پھیرے تھے۔
ورنہ وہ قطعی بھی ان روایات اور خود ساختہ بنائے گئے عجیب وغریب ایقان و
عقیدے کے سخت خلاف تھا۔
شائد اس لی ئے کہ وہ چھوٹی سی عمر سے بیرون ملک رہا تھا یا شائد اس لی ئے کہ
اس کی شخصیت ہی ایسی تھی بالکل میزان کے متضاد۔۔

چہرہ و نقوش میں وہ جس قدر میزان سے مماثلت رکھتا تھا مزاج میں دونوں کے ویسا ہی تضاد تھا۔

میزان کو یہ گاؤں خاندانی روایات، اصول و ضوابط خاص طور پر سیاست کے جھمیلے بے حد پسند تھے جبکہ وہ ان چیزوں سے نا صرف دور بھاگتا تھا بلکہ سخت چڑتا بھی تھا۔۔

میزان اس کی چڑ سے حظ اٹھانے کیلئے اکثر کہتا تھا

"بھائی سا آپ عثمانی خاندان کے بڑے بیٹے ہیں، یعنی ولی عہد داجی کے گدی نشین، بقول آپ کے فرسودہ روایات اصول و قوانین کو آپ ہی کو آگے لیکر جانا ہے۔۔۔"

میزان کے شریر انداز پر اس کا کوفت و بیزاریت میں لپٹا جواب ہمیشہ قطعیت لیے ہوتا تھا۔

ان بوسیدہ روایات کی پاسداری یاسیاست کے دو منہ کے سانپ کو دودھ "
پلانا ہمارا ٹائپ نہیں ہے۔۔آپ کو پسند ہے تو آپ ہی کو مبارک یہ
"سب۔۔۔۔

اس کے جواب پر میزان قہقہہ لگاتا فوراً چینی روایات پر عمل پیرا ہوتا جھک کر شرارتاً تعظیم بجالاتا تھا۔

" باران چلو اب اندر سب سے مل لو۔۔۔۔"

ناظمہ بیگم کی ہلکے سے بازو پر دئے گئے تھپکی نے اسے ماضی کی جھپکی سے بیدار کیا تھا سر جھٹک کر اثبات میں جنبش دیتا وہ مڑنے لگا کہ یک یکا کانوں میں محظوظ کن قہقہے کی آواز گونجی۔

وہ چونک کر مڑا اور پل کو یوں لگا جیسے ملازم کے ساتھ جا رہے چاروں بکروں کے بیچ میزان کھڑا اس پر ہنس رہا ہے کہ دیکھیں آج آپ نے اس ایقان و عقیدے کی پاسداری کر ہی لی۔۔

باران ! کیاہوا۔۔۔؟"ناظمہ بیگم نے پلٹ کر واپس اس کے بازو کو ہلایا تو وہ"
سر جھٹکتا اندر کی سمت بڑھ گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بڑے سے ہال میں سبھی اس کے منتظر و مشتاق کھڑے تھے۔بے انتہا محبت و والہانہ پن سے گلے لگاتے سب نے پر جوش استقبال کیا تھا۔دی جان تو کتنی ہی دیر تک اسے ساتھ لگائے رہیں تھی۔پھر رضوانہ بیگم رخسار کے بعد ملازمین تعظیماً سلامی پیش کرنے آئے تھے۔

ٹھیک ٹھاک بھیڑ بھاڑ اکٹھا تھا سب کا اشتیاق و اصرار ایسا تھا جیسے وہ حویلی کا بیٹا نہیں کہیں کا وزیر اعظم ھو۔

ویسے بھی اس کی حیثیت کسی وزیر اعظم سے کم بھی کس طرح ہو سکتی تھی آخر کو وہ شہباز عثمانی اور ناظمہ بیگم جیسے بر سر اقتدار اشخاص کا فخریہ سپوت تھا۔

ایک جانب خاموش رخسار کی سوچ زہر زہر ہونے لگی تھی وہ ماں کے زور دینے پر یہاں آئی تھی ورنہ ناظمہ بیگم کی فضول تام جھام میں قطعی شامل ہونا نہیں چاہتی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"!!ہیلو"

"ہیلو میرے بیراگی پیا! تمہیں بھابی کی پلو سے فرصت مل گیا۔۔۔؟"

مرنا ہے کیا تمہیں۔۔۔؟"ہیلو کے جواب میں ایسی بیہودہ بکواس پر دلاور" دھاڑا تھا۔

تم اپنی زوجہ پر مرمٹے ہو تو تمہیں کیا لگتا ہے ساری دنیا کے پاس ایسا حسین" موت کا سامان موجود ہے۔۔۔؟"معظم نجانے کس جھونک میں بول رہا تھا۔

معظم بھٹی!!!!"دانتوں تلے دلاور نے اس کا نام یوں پیسا تھا جیسے اس کی" گردن کو دونوں ہاتھوں میں لیکر مڑوڑ دیا ہو۔

آج پورے ایک ہفتے بعد کال کرنے کی توفیق ہوئی ہے تمہیں تو اور کیا"
کہوں۔۔۔؟"شکوہ جاری تھا۔

اور میں پچھتا رہا ہوں کے مجھے کیوں ایسی فضول توفیق ہوئی۔۔۔۔"وہ"
واقعی پچھتا رہا تھا معظم کے کان سے دھواں نکال دینے والے الفاظ سن کر۔

"اب ہو ہی گئی ہے توفیق تو بتا دو۔۔۔"

"ایک کام ہے تم سے۔۔۔"

خدانا خواستہ تم مجھ سے کامیاب شادی شدہ زندگی کیلئے ایڈوائز وغیرہ تو"
"نہیں مانگنے والے ہو۔۔۔؟

تم کنوارے پن کے قحط کے مارے انسان! اب تم مجھے شادی شدہ زندگی کی"
ایڈوائز دو گے۔۔۔؟"معظم کی بے تکان فضول ہانکنے پر اس کا دماغ پورا کا
پورا گھوما تھا۔

تم مجھے کنوارے ہونے کا طعنہ دے رہے ہو۔۔؟"معظم نے برا منایا۔"
میں تمہیں لعنت بھی نہ دوں۔۔۔"وہ مروت کا روادار کہاں تھا۔"

لعنت نہ دو کم از کم تجربہ ہی شیئر کر لو کچھ۔۔"معظم شریر ہوا۔"

"بکواس سننے کیلئے فون نہیں کیا ہے۔۔"

"پھر۔۔۔؟"

ایک لسٹ واٹس ایپ کر رہا ہوں شہر سے واپسی پر لیتے آنا ساری چیزیں بنا"

"کچھ مس کئے۔۔۔

"کیسی لسٹ۔۔۔؟"

تمہارے کفن دفن کے سامان کی لسٹ۔۔؟"وہ چڑ چکا تھا۔"

شکر! ورنہ تو میرا ہارٹ فیل ہونے لگا تھا ایک ہی ہفتے میں معاملے کی اس"

نوعیت کا سوچ کر۔"شکر کا کلمہ برجستگی لی ئے تھا۔۔

"کیسا معاملہ۔۔؟"

"بے بی پروڈکٹز کا معاملہ۔۔"

"بے بی پروڈکٹز۔۔۔؟"

ہاں نا! آخر کو میں کنوارے پن کے قحط کا مارا انسان بے بی پروڈکٹز کی "
شاپنگ کس طرح کرتا۔۔۔۔؟"اس کے لہجے میں رچی بسی شرارتی کھنک
کو پوری شدت سے محسوس کرتے دلاور نے لحظے بھر کیلئے آنکھوں کو بند کیا۔
اچھا معظم بات سنو۔۔۔؟"توقف سے سنجیدہ لہجے میں پکارا۔"
ہاں کہو۔۔۔؟"اتنے تعظیم سے پکارے جانے پر معظم سیدھا ہوتا ہمہ تن "
گوش ہوا۔
اپنے بزی اسکیجیول سے تھوڑا سا اپنے لی ئے وقت نکالو اور مر "
جاؤ۔۔۔"پھاڑ کھانے والے انداز بھڑاس نکال کر کھٹ سے اس نے فون
بند کر دیا تھا۔
دوسری طرف بیچارہ معظم صدمے میں جا چکا تھا۔۔

novel by jnikhat

صبح سے دوپہر ہو گئی تھی حویلی میں مچی افراتفری میں بجائے کمی آنے کے
مزید اضافہ ہی ہو گیا تھا۔

مرد حضرات میں سے آج کوئی باہر نہیں گیا تھا سب ہال میں محفل جمائے بیٹھے تھے ہمہ وقت سپاٹ تاثرات لی ئے بس حکم صادر کرنے والی ناظمہ بیگم آج بیٹے کو پہلو میں بٹھائے بنابات کے مسکراتی بار بار نگاہوں ہی سے بیٹے کے واری صدقے جارہی تھی۔

کہنا غلط نہیں ہو گا میزان کے انتقال کے بعد سے آج وہ کم و بیش پانچ سال بعد مسکرا رہی تھی۔۔

کچن میں شاہی پکوان کا حکم نامہ بھیج دیا گیا تھا جس کی قیادت حسب سابق و روایت رضوانہ بیگم کے ذمے تھا جس پر رخسار تلملائی تو خوب تھی لیکن گونگے کا گڑ کھا چکے ماں باپ کو کچھ سمجھانا گویا پتھر سے سر ٹکرانا تھا۔

"اچھا! رضوانہ میرال سے کہنا وہ کھیر لازمی بنائے بہت اچھی بنتی ہے بچی کی ہاتھوں سے۔۔۔" دی جان کو خیال آنے پر انھوں نے یاد دلایا۔

"لیکن میرال تو کچن میں نہیں ہے اماں سا۔۔۔؟"

کیا مطلب۔۔ پھر کہاں ہے وہ۔۔۔؟" ناظمہ بیگم حیران ہوئی۔"

"معلوم نہیں بھابی سا لیکن صبح سے وہ کچن نہیں آئی ہے۔۔"

کیا مطلب چچی سا۔۔؟میرال آپ کے ساتھ نہیں ہے۔۔۔؟"مضراب"
فوراً پریشان سی کھڑی ہوئی تھی۔

وہ جانتی تھی میرال شور شرابے سے بھاگتی ہے اسی لیئے شائد وہ کچن میں ہے۔ان دنوں ہورہے اس کے مضمحل وبوجھل اعصاب کا خیال کرتے اس نے زور نہیں دیا اس پر ان گہما گہمی میں شامل ہونے کیلیئے لیکن اب رضوانہ بیگم کی بات پر حقیقتاً وہ پریشان ہوگئی تھی۔صبح روم میں بھی تو نہیں تھی وہ۔۔

صبح سے کسی نے بھی بھابی سا کو نہیں دیکھا بیگم صاحبہ وہ نیچے تو آئی ہی"
نہیں۔۔۔"معمر ملازمہ کے انکشاف پر سبھی کے چہرے پر تردد کے آثار باران نے صاف دیکھے تھے۔

ایسے کیسے نہیں آئی بچی۔۔؟وہ تو صبح خیز بچی ہے۔۔۔"دی جان پریشانی"
سے اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔۔

دی جان آپ پریشان نہیں ہوں۔۔آپ بیٹھیں میں دیکھتی"
ہوں۔۔۔"مضراب انھیں بیٹھنے کا اشارہ کرتی سیڑھیوں کی طرف بھاگی
تھی۔۔

"!!!میرال"

جیسے ہی جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھول کر مضراب نے اندر قدم رکھا سامنے کا منظر دیکھ کر اس کی حلق سے دلخراش چیخ برآمد ہوئی تھی جس کی گونج سن کر نیچے سارے ہی دہل اٹھے تھے۔۔

"!!اللہ خیر"

دی جان مخدوش حواسوں سنگ اٹھنے کی کوشش میں بری طرح لڑکھڑائی جبکہ باقی سب سرپٹ سیڑھیوں کی طرف دوڑ لگا چکے تھے۔

"دی جان آرام سے۔۔۔"

سب کے پیچھے جا رہے باران نے لپک کر ان کے لڑھکتے وجود کو سہارا دیا تھا۔

"مم۔۔مجھے لے چلو بچے۔۔اللہ۔۔اللہ خیر کرے۔۔۔۔"

ان کے ہوائیاں اڑے چہرے پر پسینہ کی بوندیں پھوٹ کر نکل آئی تھی۔۔ باران بنا کچھ کہے اثبات میں سر ہلاتا انھیں لیئے سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔۔

"اللہ۔۔اللہ خیر کرے بچی ٹھیک تو ہے ناں۔۔۔؟"میزان کے کمرے کی دہلیز پر ہی داجی سمیت سارے مرد حضرات کو کھڑا دیکھ دی جان کی تشویش اضافہ ہوا تھا۔

"سب ٹھیک ہے دی جان آپ پر سکون رہیں۔۔۔" باران ان کے کپکپاتے ہاتھ پر قصداً دباؤ ڈالتا انھیں لیئے روم تک پہنچا

دی جان کو لیکر دروازے تک پہنچنے کے بعد اندر نظر ڈالتے ہی اس نے بھی قدم وہیں روک لیئے تھے۔۔

اندر دراز آبشار سے الجھے بالوں سے نازک سراپا چھپائے ہوش و خرد سے بیگانہ وجود کے سر کو اپنے گود میں لی ئے ہر اساں مضراب مستقل آواز دیتی کبھی ہاتھ تو کبھی پیر کبھی گال رگڑ رہی تھی یہی تگ و دو وہاں بیٹھی دونوں خواتین بھی اڑے حواس سنگ دہرا رہی تھی لیکن سدھ بدھ کھوئے وجود پر قطعی کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔۔۔۔

اس کی حالت کے پیش نظر بوکھلائی خواتین غالباً اس کے سراپے پر دھیان دینا بھول گئی تھی جو شکن آلود لباس میں معیوب نہ سہی لیکن ملازم اور گھر کے مردوں کے سامنے کم از کم غیر مناسب ہی لگ رہا تھا۔۔

دفعتاً نظر پھیر رہے باران کی نگاہ بیڈ کے کونے پر گئی جہاں خون لگا ہوا تھا ساتھ نگاہ نے نیچے کا سفر طے کیا تو نیچے بھی خشک ہو چکے خون کی ایک دھار تھی۔۔

غالباً زخم پر ان مخدوش الحواس خواتین کا دھیان گیا نہیں تھا یا پھر ان آبشار زلف گیر نے جانے نہیں دیا تھا۔

سیکنڈ کے ہزارویں حصے کو فیصلہ لینے کیلئے منتخب کر وہ اپنے شانے پر دا جی کی جانب سے کچھ دیر پہلے ڈالے گئے شال کو لیکر آگے بڑھا اور ایک ہاتھ سے مضراب کو پیچھے کرتا احتیاط سے شال بیہوش وجود کے گرد لپیٹتا باہوں میں کسی بے وزن شئے کی طرح جھٹکے سے اٹھا کر بیڈ کی طرح بڑھا اور وہاں لٹاتے ہی کمفرٹر کھینچ کر اس پر اڑھاتا معجلتاً سائیڈ ڈرار زدھر ادھر کھولنے لگا۔۔

یہ ساری غیر متوقع کاروائی اس نے اتنے کم وقت میں انجام دیا تھا کہ سارے ہونق سے جہاں کے تہاں کھڑے ہی رہ گئے تھے۔

"رابی ! آپ وہاں کھڑی کیا ہیں فرسٹ ایڈ ڈھونڈنے میں ہماری مدد کریں یا باہر سے منگوائیں اور چچا سا ذرا آپ ڈاکٹر کو کال کریں۔۔۔۔"اپنی کاروائی جاری رکھتے اس نے متحیر کھڑے حاضرین کو مخاطب کیا تو سب واپس سے حرکت میں آئے۔۔

"میرا ل میری بچی۔۔۔۔"

ماں سا پلیز! انھیں کچھ نہیں ہوا ہے۔۔کمزوری کی وجہ سے چکر آ کر یا پھر " کسی چیز میں پیر الجھنے کی وجہ سے یہ گری ہیں اور یہاں چوٹ آنے کی وجہ سے بیہوش ہوئی ہیں۔۔آپ لوگ بھیڑ کم کریں ہم فرسٹ ایڈ دیتے ہیں۔۔۔"روانی میں بتاتے اس نے ایک نگاہ بیڈ کے کونے پر ڈالی تو سارے واپس سے دہل اٹھے خشک خون کے نشان دیکھ۔۔

آپ لوگ پلیز پینک نہیں کریں معمولی سی چوٹ آئی ہے انھیں۔۔بابا سا" آپ ماں سا لوگوں کو لیکر باہر جائیں چچی سا ان کے بال ہٹا کر زخم کہاں آیا ہیں دیکھیں۔۔۔"شہباز عثمانی کو دہل کر بیڈ کی طرف بڑھی ناظمہ بیگم کا ہاتھ تھماتا وہ رضوانہ بیگم کو ہدایت دیتا سرہانے آیا تھا۔

ڈاکٹر کا ویٹ کر لو تم کیسے کرو گے۔۔۔؟"اسے سرہانے جگہ بناتا دیکھ دا جی" بولے۔۔

ہم ایک ٹورسٹ گائیڈ ہیں داجی !اس طرح کی معمولی انجریز سے ڈیل کرنا" ہمارے ریگولر جاب کا حصہ ہے۔۔۔"وہ پیشانی کے کنارے لگے زخم کا معائنہ کرتا تسلی آمیز انداز میں بولا تھا۔۔

مم۔۔معمولی زخم بھائی سا اتنا۔۔اتنا خون بہہ گیا ہے دیکھیں ہم اسے شہر" ڈاکٹر کے پاس لیجاتے ہیں ناں۔۔۔۔"مضراب پیشانی سے ہو کر کنپٹی تک سوکھ چکے خون کی دھار دیکھ ہول اٹھی تھی۔۔

خون خشک ہو گیا ہے اس لی ئے لگ رہا ہے ایسا، زخم گہرا نہیں ہے، آپ" واش روم سے گرم پانی لا کر کاٹن سے یہ صاف کر کے خود دیکھیں لیں۔۔۔"زخم کی جگہ کو پایوڈین سے واضح کرتا وہ بولا تو مضراب اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گئی۔۔

داجی کے اشارے پر باقی لوگ پہلے ہی روم سے نکل چکے تھے دی جان کو رضوانہ بیگم لے گئی تھی اور ناظمہ بیگم کو شہباز صاحب روم میں بس مضراب اور وہ تھا۔

مضراب کے جانے کے بعد زخم صاف کرتے مدھم سانسوں کی حدت ہاتھوں پر محسوس کرتے اس کی سنجیدہ نگاہ بس لحظے بھر کیلئے زرد چہرے پر اٹھی۔۔

ساتھ ہی دل سے ٹیس سی اٹھی کیا کیا یاد نہیں آیا تھا۔۔۔؟

اس کا بھائی اس چہرے کا دیوانہ تھا اتنا بڑا دیوانہ کے محض اسے اپنی دسترس میں لانے کیلئے حویلی میں سب کو یہ کہہ دیا کہ اس نے باہر کسی امریکن کم جرمن لڑکی سے شادی کرلی ہے۔۔

اور جب اس نے سختی سے باز پرس کیا تو بنا نادم ہوئے الٹا اسے مورد الزام ٹھہراتے ہوئے کہنے لگا

بھائی سا! آپ کا تو شادی وادی کا کوئی ارادہ ہے نہیں، اور آپ کا کیس کلوز" ہونے تک ظالم سماج نے خواہ مخواہ بر سر روزگار شادی کیلئے تیار بندے کا کیس فائل پینڈنگ پر رکھا ہوا ہے۔۔اور آپ کے لچھن دیکھ کر تو لگ رہا ہے آپ کی بیچلر لائف انجوائے کرنے کے چکر میں مجھ معصوم کو اس کے نام کا جوگ

ہی لیناہو گا۔۔"اس کے لہجے میں اس قدر مظلومیت تھی کہ باران کتنی ہی دیر تک ہنستا رہا تھا۔۔

منگنی ہو تو گئی ہے یار تمہاری۔۔۔؟"کافی دیر بعد اس کا قہقہہ تھما تھا۔"

منگنی بھی بھلا کوئی رشتہ ہوا۔۔؟بندے کو اپنی منگیتر کو ملنا تو دور ایک نظر" دیکھنے تک کی کوئی اجازت نہیں دیتا۔۔"وہ ٹھنکا تھا۔

تو اجازت تم لیتے کیوں ہو۔۔۔؟"وہ محظوظ ہوا۔"

اجی باران سا! یہ گاؤں ہے۔۔شہر نہیں آپ مزید دل نہیں جلائیں یا تو اس" جرمنی والے قصے کو قبول کریں یا پھر آکر قبول ہے کہیں اور میرے راستے کا ہر ڈل ہٹائیں۔۔۔"لہجے میں بے تابی سموئے وہ حکمیہ بولا تو باران نے ہنسی ضبط کرتے ڈپٹ دیا تھا۔

ہم کوئی ایسی حماقت نہیں کرنے والے نہ آپ مزید طوالت دیں گے" اسے۔۔ہم بات کرتے ہیں سب سے۔۔۔"تنبیہ کرتے ساتھ اس کے بے تاب دل کو دلاسہ بھی دیا تھا۔۔

پھر دا جی سمیت سب سے بات کر کے بہت مشکل سے بلا آخر فلحال بس نکاح کیلئے اس نے سب کو راضی کر لیا تھا کیونکہ اس لڑکی کی عمر بھی ابھی بس سولہ سترہ سال ہی تھی۔۔

اور نکاح والے دن میزان کا خوشی سے تمتماتا چہرہ دیکھ کر تو وہ دنگ ہی رہ گیا تھا بھلا کوئی کسی کو اتنا کیسے چاہ سکتا ہے۔۔؟

وہ تو یوں خوش ہو رہا تھا جیسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔۔

اور پھر جب اس نے نکاح کی تصویر ان لارج کروا کر روم میں لگوائی تو پہلا ویڈیو کال اسی کو گیا تھا۔۔

خوش کن یادوں کی ٹوٹی کرچیوں سے سرخی جھلکا رہی نگاہ اس نے بیڈ کے اپر لگی تصویر کی طرف اٹھائی جہاں اس کے مسکراتے چہرے، روشن آنکھوں سے پھوٹ رہی روشنیاں تصویر سے بھی منور تھی۔۔

نجانے کیوں کچھ حسین کہانیوں کا اختتام آخری سطر پر بدل کر آسودہ سے اذیتناک ہو جاتا ہے۔۔

باران کی کنپٹی کی ساری رگیں ابھر آئی تھی۔۔

"!!بھائی سا"

یک ٹک اپر تصویر کو دیکھتے اس کے چہرے کے بتدریج بھینچتے تاثرات دیکھ مضراب نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔۔

"!!اہم"

گلا کھنکار کر فوراً اس نے نگاہ کے ساتھ چہرے کے زاوے بھی درست کئے تھے۔

جیسا کہ ہم نے بتایا چوٹ زیادہ گہری نہیں ہے، معمولی سی ہے خون بھی" تھوڑا سا ہی بہا ہے خشک ہو جانے کے وجہ سے زیادہ لگ رہا ہے، آپ یہ صاف کر دیں ڈاکٹر آرہے ہیں شائد۔۔۔" وہ آہستگی بینڈ تج لگا کر ہٹ گیا تھا پیچھے۔۔

پھر۔۔پھر یہ ہوش میں کیوں نہیں آرہی۔۔۔؟" کنپٹی کا خون صاف کر" رہی مضراب ہنوز سہمی ہوئی تھی۔

"کمزوری ہے شائد۔۔ڈائٹ سہی لیتی ہیں یہ۔۔۔؟"

نہیں۔۔۔ان دنوں تو۔۔۔۔"مضراب کے لب کرب سے بھینچے تھے۔"

دفعتاً دادجی اور دیگر کے ہمراہ ڈاکٹر اندر داخل ہوا تو باران خاموشی سے وہاں سے نکل گیا تھا۔

البتہ دہلیز پر قدم روک کر اس نے ایک مرتبہ پھر اس تصویر کو دیکھا تھا۔۔ لیکن دل میں کروٹ لی ئے جذبات میں کس قدر فرق آگیا تھا تب بھائی کا خوشی سے دمکتا چہرہ دیکھ اس کا دل اطمینان سے بھر گیا تھا اور اب دکھ و اضطراب سے۔۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بظاہر ڈاکٹر کوٹنیز کی آفس میں ان کی منتظر بیٹھی تھی جبکہ اس کی سماعت کے دھاگے سائیڈ روم سے الجھے ہوئے تھے جہاں ڈاکٹر بدر کسی پیشنٹ کو اٹینڈ کر رہا تھا یا شائد سیشن چل رہا تھا۔۔

بہر حال وہ اپنی مخصوص متانت بھرے انداز میں بے حد احتیاط کے ساتھ الفاظ کا چناؤ کرتا اس لڑکی کو سمجھا رہا تھا جس کی آواز سے کچھ دیر پہلے تک جھلکتا اضطراب اب کافی حد تک کم ہو گیا تھا بلکہ اس کے چہرے کے تاثرات نہ دیکھتے ہوئے بھی وردہ کہہ سکتی تھی وہ کافی حد تک مطمئن ہو گئی ہے وجہ اس کے جملے کا ربط اور ہموار تلفظ تھا جو کچھ دیر پہلے تک خوف و اضطراب کی وجہ سے مفقود تھا۔

"کیا واقعی میرا خواہ مخواہ ہی ڈاکٹر بدر سے پرسنالٹی کلیش ہے، کیا وہ واقعی میں اتنا اچھا ہے یا وہ بھی جسٹ پریٹنٹ کرتا ہے مسلم ہونے کا۔۔۔۔؟" دونوں کہنیوں کو گلاس ٹیبل پر رکھ کر انگلیوں کو ایک دوسرے سے الجھاتے اس نے مٹھی کو اپنے ماتھے پر جما کر اپنا احتساب شروع کیا۔

اس دن بدر کے چرچ چھوڑ جانے کے باوجود وہ چرچ کے اندر نہیں جا سکی تھی وہیں کافی دیر الجھن زدہ سی کھڑی رہنے کے بعد ٹیکسی لیکر واپس آ گئی انکل سے تک نہیں ملی تھی۔۔

"آر یو اوکے۔۔۔؟"

اس کی الجھتی سوچوں سے بند ہو رہے دماغ پر سنجیدہ سی آواز کی دستک نے اسے حقیقت میں کھینچ لایا تھا لمبی سانس کھینچ کر اثبات میں سر ہلاتی وہ ڈاکٹر کوٹنیز کی طرف متوجہ ہوئی تھی جنھوں نے اپنی سیٹ سنبھالتے بغور اس کے چہرے کے منتشر تاثرات کا جائزہ لیا تھا۔۔

"ڈاکٹر کین ای آسک یو سمتھنگ۔۔۔؟" سر جھٹکتے اس نے ڈاکٹر کوٹنیز کو اجازت طلب نگاہوں سے دیکھا۔

"شیور۔۔۔؟" جواباً ہولے سے مسکراتے انھوں نے اثبات میں سر کو جنبش دیا تھا۔

شائد انھیں اس کی توقع تھی۔۔

"ایکچولی۔۔۔ایکچولی۔۔ای وانٹ ٹو نو دیٹ۔۔۔۔اٹس اوکے۔۔۔۔" الجھے دماغ کے ساتھ توقف پر توقف لیکر بے ربط جملہ نامکمل چھوڑتے اس نے آخر میں سر جھٹک دیا تو ڈاکٹر کوٹنیز کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

شائد انھیں اس کی بھی توقع تھی۔

آخر کو وہ ایک ماہر نفسیات تھے اور مقابل بیٹھی لڑکی سالوں سے ان کی زیر علاج تھی۔

جو کسی بیماری میں مبتلا نہیں تھی بس اس نے کچھ کڑوی یادوں کو سختی سے مٹھی میں مقید کر کے خود کو بھی انھیں تک قید کر لیا تھا۔۔

پھر وہ کچھ دیر دوستانہ انداز میں اس سے باتیں کرتے رہے تھے ہمیشہ کی طرح ہلکی پھلکی روزمرہ کی مصروفیت پر ہی چھوٹے موٹے سوال کر رہے تھے۔۔

جس کا جواب ہمیشہ کی طرح وہ بنا جھجھکے بنا کچھ چھپائے صاف اور سیدھے الفاظ میں دے رہی تھی۔۔

کچھ پوائینٹز کو ڈاکٹر نے اپنے نوٹ پیڈ پر نوٹ کیا تھا اور ساتھ ہی سائیڈ روم سے پیشنٹ کے ساتھ برآمد ہوئے بدر کو انھوں نے قریب بلایا تو بدر کے قریب آنے پر وردہ کے تاثرات میں آئی تبدیلی ان کی زیرک نگاہوں سے مخفی نہیں رہ سکی تھی۔

لیکن انھوں نے ظاہر نہیں ہونے دیا تھا بس بدر کو مریضہ کے متعلق ایک دو ہدایت دیکر کسی دوسرے پیشنٹ کی کیس فائل ریڈ کرنے کیلئے دیتے بھیج دیا تھا۔۔

بدر کے جانے کے بعد اس کے چہرے پر بکھرے سکون کو بھی انھوں نے نہایت آرام سے نگاہوں میں محفوظ کیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"افففف!! میں نے کس انسان کو کام کہہ دیا ہے۔۔۔۔؟"

ایک مرتبہ پھر فون رنگ ہونے پر دلاور کا شدت سے من کیا تھا یا تو فون کو اٹھا کر کہیں پھیک آئے یا اس شخص کو اٹھا کر پٹخ دے۔۔

جو صبح سے کم و بیش ہر پچیس تیس سیکنڈ بعد واٹس ایپ پر درجن بھر تصویر کے ساتھ کال کر کے اس کی ناک میں ناک تک دم کر چکا تھا۔

کبھی اسے چار نمک کی کمپنیوں میں سے کس نمک کو لینا ہے پوچھنا ہوتا تھا، تو کبھی مرچ کی کمپنی کا نام جاننے کیلئے،

کبھی ریفائینڈ کی چار تصویر واٹس کر کے جان عاجز کر رہا تھا

تو کبھی کچھ۔۔

اور اب نجانے محترم کو کیا چیز کم پر رہی تھی۔۔

دانت کچکچاتے ضبطِ کمال سے کام لیتے اس نے فون کان سے لگایا۔

اوئے حریف زادے! یہ زیرہ سمجھ آتا ہے، یہ شاہ زیرہ کس بلا کا نام"

ہے۔۔؟" معظم نے چھوٹتے ہی یوں پوچھا جیسے مقابل دلاور نہیں بلکہ کوئی

ماسٹر شیف یا ماہر گھریلو خاتون ہو۔۔

زیروں کی سلطنت کا بادشاہ ہو گا وہ، تمہیں کیا تکلیف ہے اپنے کام سے کام"

رکھو اور لسٹ مکمل لیکر آؤ۔۔" اس کا پارہ تو پہلے ہی سوا نیزے پر تھا۔

تمہارا مطلب شاہ زیرہ کی جڑیں شاہی محلوں سے جا کر ملتی ہیں۔۔؟" منہ"

توڑ جواب پا کر بھی وہ باز نہ آیا تھا۔

میرا دماغ کھولانے کے بجائے تم خود سرنگ کھود کر کیوں نہیں دیکھ لیتے" ننھے افسر۔۔۔؟"اس نے بتیس کے بتیس دانت پیس ڈالے تھے اس بکواس پر۔

کھود تولوں لیکن پھر تمہاری لسٹ ادھوری رہ کر لٹک جائے گی اور کیا پتا" رات بھابی تمہارا داخلہ ممنوع قرار دے دیں گھر میں۔۔۔۔؟" لہجے میں مصنوعی فکر سموئے وہ بولا تو دلاور کو اپنے فکر میں ہلکان دوست پر اتنا پیار آیا کہ من کیا اسے شہنشاہ کے قدموں تلے کچلوا دے۔۔

"میری فکر میں پتلے ہونے کیلئے بے حد شکریہ آپ کا افسر۔۔۔؟" ہونا تو پڑے گا آخر کو تمہارا یار ہوں۔۔"معظم محظوظ ہوا۔"

بہت احسان تمہارا۔۔مزید ایک احسان کرو اور دوبارہ اس نمبر پر کال یا مسیج" نہیں کرو ورنہ۔۔۔اس یار کو پہلے میں ہلاک کروں گا پھر ہلاک کروں گا۔"جبڑے بھینچتے اس نے جملہ ادھورا چھوڑ کر سنگین دھمکی کے ساتھ مکمل کیا تھا۔

ارے ! بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں رہا۔۔۔؟" وہ شاکی ہوا۔"

اس میں میری بھلائی کہاں ہے۔۔۔؟" اس کی رگیں واقعی ابھر آئی تھی۔"

ارے ! کوئی چیز بھابی کی حسب منشا نہیں آئی تو تمہاری امیج بننے سے پہلے ہی"

خراب ہو جائے گی ان کی نظر میں۔۔؟" وہ دور کی کوڑی لایا تھا۔

"تم میری امیج کی پرواہ نہیں کرو۔۔۔"

"لیکن اپنی تو کرو ناں۔۔۔؟"

اب تمہاری امیج کہاں سے بیچ میں آگئی۔۔۔؟" دلاور حقیقتاً گھوم کر رہ گیا"

تھا۔

تم نے اگر اپنی امیج بچانے کیلئے بتا دیا میرا نام تو بھابی کی نظر میری امیج خراب"

ہو جائے گی۔۔۔" معظم کی خوش فہمی کی حقیقتاً کوئی حد سرحد نہیں تھی۔

اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے یہاں میں فارغ بیٹھا ہوں تم جیسے فضول بندے"

کے متعلق چرچہ کرنے کیلئے۔۔۔۔؟" وہ بھرے بادل کی طرح پھٹا تھا۔

"تو کیا تم۔۔۔"

انف ایزانف معظم بھٹی !۔۔میں اچھی طرح سمجھ رہاہوں تم جان بوجھ کر "
مجھے چڑدلارہے ہو بار بار اس حوالے کااستعمال کرکے انھیں میرے
حواسوں پر سوار کرناچاہ رہے ہو،اور تمہیں ایسا کرنے کی ہدایت کہاں سے ملی
ہے میں یہ بھی جانتاہوں۔۔لیکن تم اتنا جان لوان فضول کوششوں کا کوئی
حاصل نہیں ہے۔۔مزید تین دن بس اس کے بعد میں اپنی راہ۔۔باقی ان کا
دی جان جانیں۔۔۔۔"وہ چیخا یا چلاّیا نہیں تھا بلکہ سرد وسپاٹ کسی قدر
قطعیت بھرے انداز میں سب واضح کرکھٹ سے فون بند کرتا گہری گہری
سانس لینے لگا تھا۔۔

!دیکھیں جسے تو___روپڑیں دنیا بھر کی وحشتیں
!اجڑی ہوئی وہ شام ہوں___تنہا چھوڑ دو مجھے

ماں کا حوالہ ہو یا باپ کا، اپنی پہچان ہو یا نام نہاد بیوی کی زندگی میں داخل"
ہونے کی وجہ۔۔ہر چیز جس کے حصے بدنامی اور بری یاد کی صورت ہی آئی
ہے، آپ کو لگتا ہے اس کی زندگی میں سکون آئے گا۔۔۔؟ جسے اس کا سگا
باپ تک پدرانہ شفقت تو دور گھر کا احساس تک نہ دے سکا، آپ کی بے پناہ
محبت بھی جس محرومی کا کوئی حل نہ نکال سکی۔آپ کو لگتا ہے ایک انجان
لڑکی جو نجانے کس مجبوری کے تحت کتنے واسطوں منتوں پر آئی ہے وہ
میرے لیئے ایک گھر بسائے گی۔۔۔؟اس صدی کا بھدا ترین مذاق ہے
"یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
جلتی آنکھوں سے دوڑتے بھاگتے مزدوروں کو دیکھتا وہ ذہن میں زہریلے
ناگ کی طرح پھن اٹھا رہے تلخ سوچوں پر زخم خوردہ سا مسکرایا تھا۔۔

novel by jnikhat

ارے ! یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔؟بھائی ساتھے کوئی غیر تھوڑی تھے۔۔اور "
پھر تمہیں بے سدھ دیکھ کر تو ویسے ہی سب کے حواس سلب ہو گئے تھے
"بھائی سانے ہی ہوش سے کام لیا۔۔؟
مضراب کے بتانے پر کہ اسے نیچے سے اٹھا کر بیڈ پر ڈالنے سے لیکر فرسٹ ایڈ دینے تک سب باران نے کیا ہے بری طرف خفت کا شکار میرال معترض و احتجاجی ہوئی تھی جس پر مضراب نے الٹا ہی اسے ڈپٹ دیا تھا۔
"مضراب ! میں مر نہیں رہی تھی جو تم لوگوں نے۔۔۔"
فضول نہیں بولا کرو بے وجہ ہی۔۔۔تمہاری جگہ میں ہوتی تو بھی بھائی سا"
وہی کرتے۔۔"اس کا جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی مضراب نے ڈپٹتے جملہ قطع کیا تھا۔
میں فضول نہیں بول رہی۔۔لیکن تمہیں یا پھر انھیں خیال کرنا چاہئے تھا،"
"تم میں اور مجھ میں فرق ہے، میں ایک بیوہ ہوں اور۔۔۔۔

میرال پلیز!!تم جانتی ہو یہ لفظ ہمیں تکلیف دیتا ہے۔۔۔"اس کے سفاک"
لفظ پر مضراب تڑپ اٹھی تھی۔
خود میرال کے اندر بھی انی سی گڑھی تھی اس لفظ کو ادا کرتے لیکن جو سچ تھا وہ سچ تھا جسے کل رات نجانے کیسے وہ فراموش کر اس شخص کا۔۔۔۔

اذیت سے اس لمحے کو سوچتے اس کا دل ڈوب کر ابھرا تھا ہاتھ باضابطہ کپکپائے تھے۔۔

جو کوئی اسے اس حالت میں دیکھ لیتا۔۔۔؟اس سے آگے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔۔

اس شخص کے ہوش دلانے پر وہ بھاگی تھی اور میزان کی تصویر کے سامنے آنے تک مٹھی سے پھسلتے ریت کی طرح چھوٹتے حواس سنگ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئی تھی۔

اور دوبارہ ہوش میں آتے ہی ایک اور ندامت کا بوجھ بھاری دل پر آن گرا تھا جس میں اس کی کوئی غلطی نہیں تھی لیکن پھر بھی نجانے کیوں وہ میزان کی

تصویر پر نگاہ نہیں ٹھہرا پا رہی تھی عجیب احساسِ جرم کا دھواں اندر بھر رہا تھا۔

"میرال! اب اس بات کو حواسوں پر سوار نہیں کرو کوئی بڑی بات نہیں ہے" یہ۔۔۔مریض صرف مریض ہوتا ہے اس کی عمر، جنس، یا پہچان یہ سب نہیں دیکھا جاتا۔۔اور حویلی میں کوئی ایسا تنگ ذہن بھی نہیں ہے اس لیئے اپنے نڈھال اعصاب کو نہیں تھکاؤ خود کو سکون دو بس۔۔۔"اس کے نرم ہاتھوں پر گرفت بناتے مضراب نے اس کے مضمحل و مضطرب زرد چہرے پر نرم نگاہ ڈالی۔۔

"ھمم!!"

جواباً محض اثبات میں معمولی سا سر کو جنبش دیتی وہ جلتی آنکھیں موند گئی تو مضراب اس پر کمفرٹر برابر کرتی اس کے آرام کے خیال سے لائٹ آف کر کے دروازہ بند کرتی نکل گئی۔۔

آپ جانتے ہیں میرے تصور میں آپ سے پہلے کوئی نہ تھا نہ آپ کے بعد" کوئی ہو گا۔ کل میں آپ کے تصور سے دھوکہ کھا گئی، یہ ایک غیر ارادی عمل تھا جس پر ہمارا کوئی زور نہیں تھا۔ آپ ہمیں معاف کر دیجئے گا۔۔۔" سائیڈ لیمپ کے پاس سے فوٹو فریم اٹھا کر آہستگی سے سینے سے بھینچتے وہ بے آواز رو پڑی تھی۔۔۔

تنہائی میں کیا کیا نہ تجھے یاد کیا ہے
کیا کیا نہ دلِ زار نے ڈھنڈی ہے پناہیں
آنکھوں سے لگایا ہے کبھی رستِ صبا کو
!!ڈالی ہیں کبھی گردنِ مہتاب میں باہیں

novel by jnikhat

چونکہ وہ شہنشاہ سے ناراض تھااور ڈنکے کی چوٹ پر ناراضگی جتانا بھی ضروری تھاتاکہ مقابل کواحساس ہواپنے نامناسب رویہ کااسی لیئے خلاف معمول سورج کی الوداعی کرنوں کے ساتھ ہی گلستانِ بہار چلا آیا تھا۔

جیپ کی آوازپر تلاب کے کنارے نشستہ شہنشاہ کے کان کھڑے ہوئے لیکن

' کیسے ہو مترا؟ '

کی پکار کانوں میں نہیں پڑی بلکہ جیپ جگہ پر کھڑی کروہ جیکٹ پچھلی سیٹ سے لیتاایک اچٹی سی نظراپنی طرف پوری طرح متوجہ شہنشاہ پر ڈال کر شانِ بے نیازی سے نگاہ پھیر کر کاٹیج کی طرف بڑھ گیا۔۔

راستے میں ہری گھاس میں کھیل رہے شیخواور براق (خرگوش کاجوڑا) کودیکھ اس کے قدم رکے ذراسانگاہ ترچھی کرکے پیچھے کودیکھاشہنشاہ صاحب ہنوز متوجہ تھے غالباً نظرانداز کئے جانے پر گھوررہے تھے۔۔

کیسے ہو شیخو۔۔۔؟" براق بھاگ چکا تھا سو اس نے شیخو کو با آواز بلند مخاطب "
کرتے شریکوں کا دل جلانے کیلئے باہوں میں اٹھا بھی لیا تھا۔۔

ردعملاً شہنشاہ کی بھاری آواز سے فضا مرتعش ہوئی اب یہ آواز متوجہ کرنے کیلئے نکالی گئی تھی یا غصہ کا اظہار کیلئے وہ ناراضگی جاری رکھتا قصداً نظر انداز کر شیخو کو اٹھائے کاٹیج کے کافی دور تک لکڑی سے بنائے گئے باڑے سے لگے لکڑی ہی کے گیٹ کو کھول کر اندر داخل ہو گیا اور جا کر باڑے کے احاطے میں بیٹھا بھی تو ایسی جگہ کے شہنشاہ کو دقت نہ ہو دیکھنے میں اسے شیخو صاحب کے ساتھ اس کے حصے کا پیار لٹاتے ہوئے۔۔۔

لیکن ادھر ضبط کا مادہ کس میں تھا۔اس کے بیٹھتے ہی شہنشاہ بلند آواز نکال کر کھڑا ہوا تھا اور اس کے بھاری قدموں کی دھمک سے فضا مرعوب ہونے لگی تھی۔۔

جس پر دلاور کے لبوں کے کناروں پر محظوظ کن مسکراہٹ کھیلنے لگی پر بظاہر وہ شیخو سے راز و نیاز کر رہا تھا۔۔

وہیں رک جاؤ! خبر دار جو میرے رہائش کے حصے میں داخل"

ہوئے۔۔۔"شہنشاہ کے عین گیٹ کے قریب آنے پر اس نے قصداً

اجنبیت سے خبر دار کیا۔

لیکن ادھر نوٹس کون لے رہا تھا۔

ارے! عجیب غنڈہ گردی ہے۔۔؟اپنے گھر سے لوگوں کو اٹھا کر باہر پٹخ"

دیتے ہو اور لوگوں کے گھر منہ اٹھا کر۔۔۔۔۔۔"شیخو کو نیچے اتار کر ابھی وہ

شہنشاہ پر پوری طرح خفا بھی نہیں ہوا تھا کہ دھر کی آواز سے کاٹیج کا دروازہ

کھلا اور سیاہ چادر میں لپٹا وجود آندھی طوفان کی طرح اس کی جانب بڑھا تھا۔

اور جب تک وہ سمجھ پاتا نو وارد اس کی پشت پر پناہ لیکر اپنے نازک ہاتھوں سے

اس کا مضبوط شانہ جکڑ چکی تھی۔

اس اچانک افتاد پر تو دلاور کا کھلا منہ کھلا ہی رہ گیا تھا اپر کی سانس کہیں اپر اور

نیچے کی کہیں نیچے ہی چھوٹ گئی تھی۔۔

کک۔۔۔کوئی۔۔۔کوئی ہے کمرے میں۔۔۔۔"کانپتی سرد انگلیوں کی"
گرفت بڑھانے کے ساتھ ناہموار سانسوں کے ہمراہ کان کے پاس ہوئی
سرگوشی پر اس کی جامد حساسیت واپس بیدار ہوئی تھی۔۔

کیا مطلب۔۔۔؟"عجیب اطلاع پر اس نے جھٹکے سے مڑنا چاہا لیکن پشت پر"
کھڑے وجود کی گرفت نے یہ ممکن نہ ہونے دیا۔

کک۔۔کوئی۔۔کوئی ہے آپ۔۔آپ والے کمرے میں"
بن۔۔دوق۔۔بندوق لیکر۔۔۔؟"بے جان ہو رہی انگلی کی گرفت بڑھاتی
خشک گلے کے ساتھ وہ بڑی دقت سے بے ربط جملہ مکمل کرنے میں کامیاب
ہوئی تھی۔۔

میں دیکھتا ہوں۔۔۔"وہ بنا سوچے سمجھے آگے بڑھنے لگا کہ مقدس نے"
پھرتی سے اس کے بازو کو گرفت میں لیا۔

نہیں۔۔آپ۔۔نہیں جائیں اس کے پاس بندوق ہے۔۔۔"اس کے"
بے ساختہ عمل میں خوف کے ساتھ اس کیلئے بے پناہ فکر بھی پنہاں تھی جسے

محسوس کرتا اچھوتے احساس سے ہمکنار ہو کر وہ مڑا تو نگاہ سیاہ چادر سے جھانکتی خوف و ہراس سے بھیگی آنکھوں پر ٹھہر گئی۔۔

جلوہ دکھائے جو وہ اپنی حسنِ آرائی کا
!نور جل جائے ابھی پھر چشم تماشائی کا

"وہ۔۔وہ آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔۔۔"

نگاہوں کا ارتکاز براہ راست چہرے پر محسوس کر خوف کے حصار سے نکلتے خفت و حیا سے لرزتی پلکیں جھکا کر وہ آہستگی سے بازو آزاد کر گئی تھی۔۔

"!!ہمم"

اپنے بازو پر تازہ نرم لمس کا احساس دیکھنے کی ناکام کوشش کرتا وہ ہنکار بھرتا زاویہ نظر بدل گیا۔۔

ننن۔۔ نہیں جائیں ناں اس کے پاس بہت بڑی بندوق ہے۔۔۔"اس کے "
رخ موڑنے سے قبل ہی وہ ملتجانہ انداز میں واپس منمنائی۔تاہم اس مرتبہ
سابقہ حرکت نہیں دہرائی گئی۔۔

کب سے ہے وہ اندر۔۔۔؟"ترچھی نظر کاٹیج پر ڈالتے پوچھا۔"

"پتا نہیں۔۔"

"پتا نہیں۔۔۔؟"

ہمارا مطلب ہے۔ہم اس والے روم میں ہی تھے سائیڈ روم سے آواز آئی تو"
ہم نے آپ سمجھ کر درمیان کا دروازہ کھولا اور پھر وہاں کسی اور کو
دیکھ۔۔۔"وہ لمحہ یاد کرتے نہ صرف آواز میں خوف غالب آیا تھا بلکہ ہرنی
سی سہمی آنکھوں پر سایہ فگن پلکیں پر پھڑ پھڑائی تھی۔

"ہمم!آپ یہاں رہیں میں آتا ہوں۔۔۔"
پوچھنا تو وہ چاہتا تھا کہ جب گھر کوئی گھس آیا تھا تو بجائے مدد کیلئے کسی کو بلانے
یا خود بھاگنے کے آپ اندر کسی پیر فقیر کی طرح غیبی امداد کا انتظار کر رہی تھی

یااس گھس آئے شخص کی پہریداری جیسا جرات مندانہ اقدام سرانجام دے رہی تھیں اتنی دیر سے۔۔۔؟

لیکن اتنے اپنائیت بھرے الفاظ کا زیاں وہ کر دیتا تو حریف زادے کی ناک نہ چھوٹی ہو جاتی تھی۔۔

لیکن آپ ایسے نیہتھے تو نہیں جائیں۔۔۔"فیصلہ کن انداز پر وہ روک تو" نہیں سکتی تھی تبھی احتیاطی تدابیر کی جانب فکر مندی سے توجہ دلائی۔

جس پر ایک مرتبہ پھر اس خاص احساس کے زیر اثر بس لحظے بھر کیلئے وہ آیا تھا۔

مترا! ان کا خیال رکھو۔۔۔"بنا مڑے قریب آئے شہنشاہ کو سنجیدگی سے" ہدایت دیتا وہ آگے بڑھا تو اسے ایسے ہی ہاتھ جھلاتے خطرے کو گلے لگانے جاتا دیکھ ہراساں مقدس کے قدم بے اختیاری میں آگے بڑھنے کیلئے اٹھے پر دوسرے ہی پل اسے مضبوطی سے جکڑ لیا گیا تھا۔۔

ہہ۔۔ہاہا۔۔۔ہاتھ۔۔ہاتھی۔۔۔"اپنے گرد لپٹے سونڈ کو دیکھ حلق سے "
برآمد ہونے والی چیخ کا اس نے کس مشکل سے گلا گھوٹا تھا یہ وہی جانتی تھی۔
البتہ شربتی آنکھیں حجم سے نکل آئی تھی اتنے قریب سے اتنے بڑے جانور کو دیکھ جو وہ پہلے سے خطاء ہوئے اؤسان کے ساتھ اب تک نوٹس نہیں کر پائی تھی۔۔

توقف سے آنکھیں سختی سے میچ کر کھولتے اس نے دم سادھ کر پہلے اپنے دونوں بازوں کو سمیٹ کر لپٹے بھورے رنگ کے موٹے سے سونڈ کو دیکھا پھر حلق تر کرتے کن آنکھیوں سے کسی آہنی دیوار کی طرح خود پر چھائے اس ہاتھی کو جس کی بڑی بڑی آنکھیں اسی پر مرکوز تھی۔
جو بلاشبہ اپنے انداز میں اپنے مالک کا حکم بجالا رہا تھا لیکن مقدس کی پہلے سے لبوں پر آئی جان تو بالکل ہی سوکھ گئی تھی۔
اندر موجود چور اور اس ہاتھی کا تقابل کیا جائے تو اسے دونوں سے ہی برابر خوف محسوس رہا تھا۔۔

بھلا اتنے قریب سے اتنا بڑا جانور اس کی آنکھوں نے اپنی زندگی میں دیکھا کب تھا۔ وہ تو چھوٹے پرندوں کو دانہ ڈالنے کی عادی تھی اور کہاں ٹنوں کا وزنی ہاتھی۔۔

گو کہ کھڑکی سے کئی بار وہ اسے دیکھ چکی تھی لیکن دور سے۔۔

آج اتنے قریب بلکہ خود کو اس کے شکنجے میں مقید اس کے رحم و کرم پر دیکھ اس کی سست دھڑکنیں مزید ڈوبتی جا رہی تھی۔

"دد۔۔دیکھیں ہمیں چھوڑ۔۔ چھوڑ دیں۔۔۔آپ کے مالک اندر تنہا گئے ہیں۔۔آپ ان کی مدد کریں ناں۔۔۔"ہمت کر کے وہ خشک سانسوں کے ساتھ بمشکل گھگھیائی۔

"میں اس کا مالک نہیں یہ میرا دوست ہے۔۔۔" بالکل سامنے سے آئی آواز پر شدومد سے شہنشاہ کی طرف متوجہ مقدس کی جان میں جان آئی۔۔

عین مقابل سہی سلامت دلاور کو ایستادہ دیکھ اسنے خشک لبوں کو زبان سے تر کیا تاہم لب چاہ کر بھی رہائی کی دہائی نہ دے سکے۔

میں نے خیال رکھنے کیلئے کہا تھا یرغمال بنانے کیلئے نہیں۔۔۔"سونڈ پر ہلکی" سے چپت لگاتے دلاور سرزنشی لہجہ اپنایا تو رد عملاً شہنشاہ نے فوراً اس کے نازک وجود کو آزاد کیا اور وہ کسی سہمی ہوئی چڑیا کی طرح پلک جھپکتے جا کر دلاور کی پشت پر پناہ گزیں ہوئی۔۔

اس کی پھرتی پر دلاور نے نفی میں سر کو جنبش دیا تھا۔ سرکش اتھرے ہوئے گھوڑے کی انتہائی ذاتی جگہ پر قبضہ مافیا بنی ہوئی تھی محترمہ اور ڈر معصوم سے شہنشاہ سے رہی تھی۔

"!!چلیں"

وہ کاٹیج کی طرف قدم اٹھانے لگا تو مقدس کے قدم بھی چار و ناچار اس کے بارعب سایہ تلے اٹھنے لگے تھے۔

"آپ ادھر سے جائیں۔۔۔"

سیڑھیوں کہ قریب رک کر اس نے دوسرے دروازے کی طرف اشارہ کیا تو پہلے ہی تشویش کا شکار مقدس سوال کئے بغیر نہ رہ سکی۔

"چور کا کیا بنا۔۔۔؟"

"بنا نہیں بنے گا آپ۔۔"

محظوظ کن خود کلامی کرتا وہ دوسرے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اندر موجود شخصیت کو اگر معلوم ہو جائے محترمہ نے اسے سیدھے سیدھے چور کہا ہے تو ایک دوہارٹ اٹیک ویسے ہی آجائے۔ متوقع صورت حال کا سوچتے اس کے گھنی مونچھوں تلے دبے لبوں کے کناروں پر کمینی سی مسکراہٹ سرسرانے لگی تھی۔۔۔

جبکہ مقدس کشمکش کا شکار ذہن کے ساتھ سائیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی تھی۔۔

کم از کم اس کے اطمینان سے اتنی تسلی تو ہو چکی تھی کہ معاملہ اس کی سوچ کے برعکس ہے۔

novel by j nikhat

"یا اللہ خیر!!"

چھپاک سے منہ پر پانی مارے جانے پر گہری نیند سے وہ اسپرنگ لگے کھلونے کی طرح دو فٹ اچھل کر سیدھا کھڑا ہوتا اب نیم بیدار ذہن کے ساتھ پلک جھپک جھپک کر اس آبی حملے کی وجہ تلاش کر رہا تھا۔

"!!شام بخیر بھٹی صاحب"

عین مقابل سینے پر دونوں مضبوط بازو باندھے کھڑے حریف زادے کو دیکھ نہ صرف اس کی ساری نیند کی خماری ہرن ہوئی تھی بلکہ سرخ ڈوروں سے مزین آنکھوں میں احتجاج بھی امڈ آیا تھا۔۔

ایک دن بھر کی خواری کہ بعد تھک ہار کر ستا رہے بندے کو جگانے کا" انسانوں والا ایک طریقہ ہوتا ہے۔۔۔"دانت پیس کر نامناسب حرکت پر احتجاجی ہوتا وہ دھپ سے اپنی جگہ بیٹھا تھا۔

"بندے کو جگانے کا ہوتا ہے ناں۔۔۔؟"

تو میری کونسی پیچھے بندر کی طرح دم یا بیل کی طرح سر پر سنگ نکل آئی" ہے۔۔؟"طنز میں لپٹے سوال پر وہ پھاڑ کھانے کو دوڑا تھا۔

گدھے کی سنگ نہیں ہوتی اور دم بھی برائے نام ہی ہوتی ہے۔۔۔"اس کی" جلبلاہٹ کا ذرہ برابر اثر لیئے بغیر وہ بیڈ کی دوسری جانب جا کر ڈمبل اٹھا کر ورزش کرنے لگا تھا۔

"تم۔۔تم حریف زادے تم نہ انتہائی۔۔۔۔"

ششش!! مجھے تو نہیں لیکن تمہیں اپنی امیج کی خاصی پرواہ ہے جہاں تک" میری علم میں بات ہے۔۔۔"تلملا کر خود پر حملہ آور ہو رہے معظم کو روکنے کی کوشش کئے بغیر اس نے سائیڈ روم کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔۔ نتیجتاً بھٹی صاحب پر طاری ہوا سکتہ دلاور کیلئے متوقعہ تھا لہٰذا بنا اثر لیئے وہ ڈمبل سے ورزش جاری رکھے ہوئے تھا۔۔

بھ۔۔بھابی یہاں ہیں۔۔۔؟"توقف سے سکتہ ٹوٹا تو وہ انتہائی نیچی آواز میں" پھس پھسایا۔

ڈائریکٹ ہائی کمان سے تمہاری بات چیت ہے، تمہیں نہیں پتا اتنے اہم "
کارنامے کا۔۔۔؟" دلاور کے برجستہ چوٹ کرنے پر وہ خجل سا ہوتا ڈھیلا
ہو کر بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔

ساری تیز طراری جیسے یکایک ہی جھاک کی طرح بیٹھ گئی تھی۔

یار قسم سے پورا دن اس نادر و نایاب لسٹ کے چکر میں خوار ہو کر اتنا تھک "
گیا تھا کہ کاٹیج پہنچنے تک میری بس ہی ہو گئی تھی۔ تم ذلیل انسان نے تو ویسے
ہی بلاک کر دیا آگے تھکن نے مت ماردی اور میں بنا سوچے
سمجھے۔۔۔افففف! بھابی کیا سوچ رہی ہوں گی میرے متعلق کیسا
بد تمیز انسان ہے منہ اٹھا کر گھس گیا۔۔۔؟" دونوں ہاتھوں کی دو انگلیوں
سے کنپٹی سہلاتا معظم بھٹی پہلی بار شائد زندگی میں روہانسا ہوا تھا دلاور کو
حیرانگی ہوئی۔۔

لیکن رحم کے بجائے صبح کا انتقام لینے کا شیطانی دماغ نے فوری طور پر مشورہ دیا
تھا۔۔

"زیادہ مت سوچو انھوں نے ایسا کچھ نہیں سوچا۔۔۔"

رئیلی۔۔۔؟"اس کی آنکھیں چمکی۔"

ہاں!انھوں نے سیدھا تمہیں'چور' سمجھ لیا۔۔اب چور کا بھلا تمیز تہذیب"

سے کیا تعلق۔۔۔؟"حظ اٹھاتا وہ پل کے توقف سے سادگی لیئے اطلاعاً بولا تو

معظم کی سیکنڈ کی خوشی صدمے میں بدلی تھی۔۔

اور تم نے ان کی غلط فہمی دور کرنے کی زحمت نہیں اٹھائی ہو گی قطعی"

بھی۔۔۔؟"صدمے سے نکلتے اس نے خشمگیں انداز میں خدشہ ظاہر کیا۔

"بہتر جانتے ہو تم مجھے۔۔"

ہاں کمینگی ختم ہے تم پر۔۔۔"معظم کا شدت سے دل کیا اسی کے ہاتھ کا"

ڈمبل اسی کے سر پر دے مارے۔۔

!!لیکن وائے یہ حسرتیں

تم جیسے بے مروت، بے اعتنا، بے التفات جمع بے حس اور احسان فراموش"

شخص کیلیئے میں پورا دن گدھوں کی طرح تمہاری بیوی کا پہلا پریم پتر لیکر خوار

ہواہوں،اور بدلے میں تم نے مجھے لے دیکر'چور'بنادیا۔۔۔؟"کمرے میں چیتے کی طرح چکر کاٹتاوہ بھڑاس نکال رہا تھا۔

"تصحیح کرلو میں نے نہیں بنایا۔۔۔"

تم۔۔تم۔۔تم حریف زادے ہوایک نمبر کے حریف زادے۔۔۔"اس" کے اطمینان پر وہ جلبلا کر اس کے مقابل کچھ سخت کہنے آیا لیکن الفاظ نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

وہ تو میں ہوں۔۔۔۔"ہمہ وقت بھٹی کی طرح گرم رہنے والے حریف" زادے کا اطمینان اس پل قابل دید تھا۔

مرو تم ادھر۔۔۔"بھار میں جھونکنے کے انداز میں کہتاوہ اس کے کبرڈ" سے کپڑے لیکر واش روم میں بند ہوا تھا۔۔

دلاور نے شانے اچکائے جب باتھ روم سے جلی بھنی آواز بلند ہوئی۔

جانتے ہو تمہاری سوداسلف کی شاپنگ کرتے ہوئے مجھے بالکل ٹالی ووڈ" مووِیز والے ہیروز کے جانثار دوست والی فیلنگ آرہی تھی جو ہیرو کے

ہیروئن کو بھگالانے کے بعد اس کی رہائش اور کھانے پینے کا انتظام کرتا
"ہے۔۔۔لیکن تم ہیرو نہیں ہو بلکہ ولن ہو ولن۔۔۔۔
یہ بھی میں جانتا ہوں۔۔کچھ نیا بتاؤ۔۔۔"بے اختیار اڈ آئے قہقہے کا گلا"
گھوٹتا وہ طمانیت سے متفق ہوا تو اندر شاور کے نیچے کھڑا معظم جل بھن کر رہ
گیا تھا۔۔

جبکہ ادھر دلاور نے فون اٹھا کر مطلوبہ نمبر ڈائل کرتے کان سے لگایا تھا۔۔
ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ
"اللہ اس بچے کو زندگی دے،ڈھیر ساری خوشیاں دکھائے بڑا ہی کوئی نیک
کام کیا ہے بچے نے۔۔۔"دی جان اس بچے کے کارنامے پر نہال ہوئی تھی۔
جبکہ دوسری طرف کا شخص بیزار۔۔

"کسے اتنی مہنگی دعائیں دی جا رہی ہے دی جان۔۔۔؟"باران سوال کرتا ہوا
ہی کھڑکی کے پاس رکھے تخت پر براجمان دی جان کے قریب آیا تھا۔۔

لو دیکھو تم آ گئے میں تمہارا ہی بتانے لگی تھی دلاور لو بات کرو بھائی آیا ہے"
تمہارا۔۔۔"دی جان نے پر جوش انداز میں بتاتے فون باران کی طرف
بڑھایا جسے تھامنے کیلئے اس نے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ کال منقطع ہو گئی۔۔

"ارے! یہ کیا ہو گیا۔۔۔؟"

کچھ نہیں دی جان۔۔۔" باران ان کے ہاتھ سے فون لیکر سائیڈ پر رکھتا ان"
کے قریب ہی جگہ بنا کر بیٹھ گیا تھا۔
یہ لڑکا نہیں سدھر سکتا۔۔"دی جان کو دلاور کی دانستہ حرکت پر ملال ہوا"
تھا۔
کر کیا رہے ہیں ویسے یہ آج کل اپنے آپ سے جنگ کے"
علاوہ۔۔۔؟" باران نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا تو دی جان نفی میں سر ہلاتی
سرد سانس فضا کے سپرد کر گئی۔۔
ابھی تو لکڑی کی کٹائی کا کام چل رہا ہے وہی دیکھ رہا ہے۔ پھر پھل کا موسم"
"آئے گا تو وہ۔۔بس یہی مصروفیت ہوتی ہے اس کی۔۔۔

"اور ضد اور غصہ سوا نیزے پر۔۔۔"

ہاں! "اس کے ہنس کا ٹکڑا لگانے پر دی جان مسکرا دی تھیں۔"

ویسے سنا ہے شادی کروادی ہے آپ نے ان کی۔۔مان کیسے گئے "

وہ۔۔۔؟"اپنی ذہنی پراگندگی دور کرنے کیلئے وہ خواہ مخواہ ہی موضوع دلاور کو طوالت دے رہا تھا ورنہ اسے اس میں ایسی کوئی خاص دلچسپی تھی نہیں۔۔

مانا کہاں ہے بچے! ابھی تک منہ سجائے گھوم رہا ہے مجال ہے جو سیدھے منہ "

"بات کرلے اب تو دعا ہی کرسکتی ہوں کہ عقل آجائے۔۔۔

عقل صرف دعا سے ہی نہیں آتی علاج سے بھی آتی ہے جو مجھے کرنے نہیں "

دیتی آپ اپنے لاڈلے کا۔۔۔"واش روم سے برآمد ہوئے داجی نے بلا توقف حصہ ڈالا تھا۔

آپ تو بس اس کا نام سن کر بدک جایا کریں۔۔۔"دی جان نے شاکی "

نظروں سے انھیں دیکھا۔

ارے بد کوں نہیں تو کیا کروں۔۔؟ سارا دن تو آپ اس نالائق کے نام کی" مالا جپتی رہتی ہیں مجال ہے جو دو پل کیلئے آپ کی پیشانی سے اس کی فکر کی لکیریں غائب ہو جائے۔۔ نجانے کونسا منتر پھوک دیا ہے اس حریف زادے نے آپ پر۔۔۔" داجی ٹھیک ٹھاک ان کی عدم توجہی پر بلکہ دلاور پر زیادہ مہربان ہونے پر نالاں تھے۔

باران ان کے جیلسی محسوس کرتا ذرا سا گردن جھکا کر بے اختیار امڈ آئی ہنسی کی پھوہار کو چھپا گیا تھا۔۔

آپ بھی ناں شہباز کے ابا کچھ بھی۔۔۔" دی جان منتر والی بات پر خفت کا" شکار ہوئی تھی۔

کیا کچھ بھی۔۔۔؟ اور یہ نیا شوشہ کیا چھوڑا ہے لارڈ صاحب نے کہ حویلی" سے کھانا نہ بھجوایا جائے۔۔۔؟ اب ڈیڑھ ہفتے کی دلہن خود کھانا بنا کر کھائے گی۔۔ میں کہتا ہوں نیک بخت میرا ضبط کا پیمانہ لبریز ہونے سے پہلے اس لارڈ صاحب سے کہیں دلہن کو لیکر شرافت سے حویلی منتقل ہو جائے اتنے ارمان

سے ہم نے حاجی حکیم سے ان کی پوتی جنگل میں چولہا چوکی کروانے کیلئے نہیں مانگی تھی۔۔۔ناک ہی کٹوا کر چھوڑے گا یہ لڑکا۔۔۔۔" باتھ روم سے ان کی ساری بات سن رہے داجی اچھا خاصا اس بات پر معترض ہوئے تھے۔

ایک تو آپ لے دیکر سارا الزام میرے بچے کے سر تھوپ دیتے"

ہیں، دلاور نے ایسی کوئی خواہش نہیں کی ہے۔ مقدس نے کہا ہے کہ وہ پورا دن بوریت محسوس کرتی ہے لہٰذا وہ گھر کے اندرونی کام کر لیا کرے گی تاکہ دل لگا رہے۔۔۔" دی جان نے ناراضگی سے جتایا تو آئینہ کے سامنے کھڑے اپنے کالر کے بٹن بند کر رہے داجی نے ہنکار بھرتے نفی میں سر ہلایا تھا۔

اچھا باران کل تیار رہنا ظہر میں پارٹی کے لوگ تم سے ملنا چاہتے"

ہیں۔۔۔" مطلع کم حکم کرنے کے انداز میں وہ بولے تو باران کی مسکراہٹ پل میں سکڑ کے عضلات سپاٹ ہوئے تھے۔

بچہ ابھی تو آیا ہے۔۔۔" اس کے لب وا کرنے سے پہلے ہی دی جان بول اٹھی۔

"حویلی ہی کہ بیٹھک میں آئیں گے سب۔۔۔۔"

وہ کہتے ایک نظر ان دونوں پر ڈال کر نکل گئے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دس پندرہ منٹ بعد وہ دلاور کا بلیک ٹراؤزر اور شرٹ زیب تن کئے گیلے بالوں کو رگڑتا ہوا نکلا تو منہ سوجا ہوا تھا۔

"کیا فرق پڑتا ہے بھٹی وہ تمہیں چور سمجھے یا اچکا۔۔اور ویسے بھی میرے دوست کی حیثیت سے متعارف ہوگے تو کوئی معتبر شخصیت تو سمجھے جانے سے رہے۔۔۔" وہ لہجے میں محسوس کی جانے والی تلخی سموئے بولا تو معظم خشمگیں نظروں سے اسے گھورنے لگا۔۔

"اچھا! مزید تمہاری بکواس نہیں سننی بھابی کے ہاتھوں کی چائے پلا دو نکلوں گا۔۔۔" وہ جا کر آئینہ کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

"زہر نہ پلادوں۔۔۔؟"

نہیں! اب آخری لمحوں میں تم جیسے حریف زادے کا احسان تھوڑی لیکر"
جاؤں گا۔۔"اس نے آئینہ سے ہی دائیں آنکھ کو دبایا۔
اور قبل اس کہ دلاور کچھ کہتا سائیڈ روم کے دروازے پر ہلکی سے دستک
ہوئی۔۔ معظم کی خفا خفا آنکھوں میں معنٰی خیز چمک ابھری۔
جسے نظر انداز کرتا وہ دروازے کی سمت بڑھا۔
یہ حویلی سے آیا ہوا کھانا ہم نے گرم کر دیا ہے، آپ کچھ دیر سے چائے"
لیجایئے گا۔۔۔"ٹرے اس کی طرف بڑھاتی وہ بولی تو دلاور اس غیر متوقع
اقدام پر متحیر سا بس سر کو جنبش دے سکا تھا۔۔
واہ!! اسی لیۓ بڑے بزرگ کہہ گئے ہیں عورت کے ہی دم سے گھر گھر"
ہے۔۔ورنہ وہ دن بھی مجھے یاد ہے جب تمہارے کاٹیج پر آکر آداب میزبانی
کے نام مجھے خود تمہیں چائے بنا کر پیش کرنا پڑتا تھا۔۔۔"بیڈ پر ٹرے رکھتے
ہی معظم ندیدوں کی طرح لپک کر بیٹھا تھا۔۔

ابھی کچھ دیر پہلے تک کوئی ماتم کناں تھا خود کو چور کہے جانے پر۔۔۔"اس" کے ہشاش بشاش انداز میں ٹرے پر ٹوٹ پڑنے پر دلاور نے چوٹ کیا تھا۔

بھابی نے اتنے اہتمام سے میرے لیئے کھانا بھیجا ہے اس کا مطلب تو یہی" ہوا نہ انھیں میری اصلیت کا معلوم پر گیا ہے کہ میں کس قدر معتبر اور اہم شخصیت ہوں سواب کس بات کا ماتم۔۔۔"بھرے منہ کے ساتھ وہ بمشکل بولا تو دلاور نے تاسف سے محض سر کو جنبش دینے پر اکتفا کیا تھا۔۔

ویسے اب میں بھی سنجیدگی سے شادی کے متعلق سوچ رہا"

ہوں۔۔۔"دوبارہ ہوئی دستک پر جب دلاور بھاپ اڑاتی چائے کی ٹرے لیکر آیا تو بھٹی صاحب کا بیان آیا۔

"سوال یہ اٹھتا ہے تم جیسے بن مانس کو لڑکی دے گا کون۔۔۔۔؟"

واہ! تم جیسے ٹارزن کے جانشین کو گھر لا کر بصد اصرار بیوی دی جاسکتی" ہے،اور مجھے دے گا کون۔۔؟ یہ خود کو تم اوور ریسٹیمیٹ کر رہے ہو یا مجھے انڈر ریسٹیمیٹ۔۔۔؟"اس کا بے پرواہی میں لپٹا طعنہ بھٹی صاحب کو کچھ

زیادہ ہی زور سے لگ گیا تھا تبھی آنکھیں سکیڑتے کمر پر ہاتھ جما کر کھڑے ہوئے۔

لیکن ادھر بے نیازی کا غضب عالم تھا۔

اپنی شکل کے حساب سے خود ٹھیک ٹھیک لگالو۔۔میں بتاؤں گا تو زیادہ" بے عزتی محسوس ہو گی۔۔۔"ایک مگ لیکر پیچھے ہٹتا وہ اپنی جانب سے رہی سہی کسر بھی پوری کر گیا تھا۔

جواباً مزید اسے موقع دینے کے اس نے گرما گرم چائے کے ساتھ اس کڑواہٹ کو اندر اتارنے کو ترجیح دیا تھا۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

عنقریب ان کے امتحانات ہونے والے تھے لہٰذا پڑھائی کچھ خاص ہو نہیں رہی تھی وہ ان دنوں تھیسس پر کام کر رہا تھا۔۔کسی موضوع پر اپنے پروفیسر کی مدد لینے کیلئے وہ آج یونیورسٹی آیا تھا۔پروفیسر کے آفس سے نکل کر جیسے

ہی وہ کیفے کی طرف آیا وہاں بالکل کونے والے میز پر الگ تھلگ بیٹھی وردہ کو دیکھ ناچاہتے ہوئے بھی اس کے قدم تھم گئے۔

ذہن اس دن کی پروفیسر کوٹنیس کی اس کے متعلق کی جانے والی باتوں کی طرف چلا گیا تھا۔

"ڈاکٹر بدر کبھی تم نے وردہ پر غور کیا ہے۔۔؟"

ایکسکیوزمی پروفیسر۔۔؟"ڈاکٹر کوٹنیس نے بلاشبہ شائستہ انگلش کا استعمال" کیا تھا پھر بھی بدر ان کے سوال پر ایسے بھونچکایا جیسے زبان ہی سمجھ نہ آئی ہو۔

اس کے برجستہ رد عمک پر ڈاکٹر کوٹنیس کے براؤن مونچھوں تلے دبے لبوں پر محظوظ کن مسکراہٹ کھیلی تھی۔

میں چاہتا ہوں آپ ان کے کیس پر دھیان دیں، مجھے لگتا ہے آپ میرے" مقابل بہتر انداز میں ان کا اصل مسئلہ، ان کے نفسیات کی اصل پیچیدگی سمجھ سکتے ہیں۔۔" وہ توقف لیکر پر یقین انداز میں بولے۔۔

ڈاکٹر میں۔۔۔؟"بدر کی حیرانگی دوچند ہوئی تھی۔"

ہاں تم!۔۔"انھوں نے زور دیا تھا۔"

جواباًشدید پس و پیش کا شکار ہونے کے باوجود بجائے بحث کرنے کہ وہ

پر سوچ نگاہیں جھکا گیا تھا۔

ان کے اس فیصلے کا پس منظر،اس یقین کا محرک وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔ابھی بھی ارد گرد سے لاپرواہ اپنی ہی الجھی ذات کی خم و پیچ میں گرفتار لڑکی کو دیکھ وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ آخر ڈاکٹر کو ٹنیں اتنے پر یقین کیوں ہیں کہ وہ اس لڑکی کی نفسیات کہ پر اسرار گرہ کو کھول پائے گا۔۔؟

یاان اسرار تک اس کی رسائی ہو گی۔۔؟

وہ از سر نو الجھتا اس سرا کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

جب دفعتاًوہ متوجہ ہو گئی۔۔

یقیناًاس کی نظروں کا ارتکاز ہی تھا جو اس نے چونک کر سر اٹھایا تھا جو اباًبدر کو اتنی بھی مہلت نہیں ملی کے وہ زاویہ نظر بدل سکے۔۔

جبکہ مقابل کی نگاہوں میں سرد سی ناگواریت در آئی تھی۔وہ اس کی غلط فہمی دور کرنے فوراً اس کی ٹیبل کی طرف بڑھا تھا۔۔

۔۔

ایم سوری! میں نے شائد آپ کو ڈسٹرب کر دیا، پر یقین جانئے میرا آپ کی" محویت میں مخل ہونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔"قریب پہنچ کر بدر بلا توقف و جھجک شائستگی سے معذرت خواں ہوا تو اتنے لمبے چوڑے بھرپور مرد کو اتنی چھوٹی سی بات پر نادم دیکھ اس کے تناؤ زدہ عضلات میں تحیر سمٹ آیا تھا۔۔

آپ شائد کچھ زیادہ ہی مائنڈ کر گئی۔۔میں ایک مرتبہ پھر معذرت چاہتا" ہوں۔۔۔"اس کی بے تاثر نظریں اپنے چہرے پر مرکوز دیکھ بدر خجل ہو کر دوبارہ معذرت کرتا مڑا۔

"کیا تم اتنے ہی پیور ہو۔۔۔؟"

کب سے زبان پر مچل رہے سوال کو آواز والفاظ کا تال میل ملا تھا جو اباً بدر چونک کر مڑا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

اس کی بھویں نا فہمی سے چڑھی تھی۔

میں نے پوچھا کیا تم اتنے ہی پیور ہو جیسا شو کرتے ہو۔۔؟ یا پھر جسٹ" پریٹنٹ کرتے ہو لوگوں کو ایمپریس کرنے کیلئے اچھا مسلمان بننے کا۔۔۔۔؟"اس کے اسہفامیہ کم استہزائیہ لہجے میں بلا کی تلخی وکاٹ تھی۔۔ غیر متوقع سوال پر بدر کے نا فہم تاثرات تیزی سے سنجیدہ ہوئے تھے وہ ٹیبل پر فائل رکھتا نہایت اطمینان سے اس کے مقابل رکھی خالی کرسی پر بیٹھا تھا۔۔

اگر آپ اس اچھے مسلمان کو انڈر لائن کر کے وضاحت کر دیں تو مجھے "
"آسانی ہو گی آپ کا سوال سمجھنے میں۔۔۔؟
طمانیت بھرے اپنے سادگی میں لپٹے سوال پر مقابل کی حسین آنکھوں میں اتری اضطراب آمیز ناگواریت اور عضلات میں خطیر کھینچاؤ وہ واضح دیکھ سکتا تھا۔۔

دیکھیں آپ۔۔۔"اس کے سنجیدہ ہو جانے پر بدر نے کچھ کہنے کیلئے لب وا" کئے تھے کہ وہ جھٹکے سے کرسی چھوڑ کر کھڑی ہوتی دونوں پنجے ٹیبل پر گاڑ کر غصہ و تنفر سے بھری آنکھیں اس کی متحیر آنکھوں میں گاڑتی زہر خندگی سے پھنکاری۔۔

جانتے ہو مجھے نفرت ہے مسلمانوں سے، خاص کر تم جیسے مسلمانوں سے" مجھے شدید نفرت محسوس ہوتی ہے، جو اپنی فریبی عقیدت مندانہ باتوں سے لوگوں کو متوجہ کرتے ہیں متاثر کرتے ہیں، اپنے دین کی طرف راغب کرتے ہیں، اور جب مقابل پوری طرح اس کے فریبی آئینہ میں اتر جاتا

ہے۔۔پھر اسے یوز کر کے کسی ڈسٹبن میں ڈال دیتے ہیں،ای جسٹ ہیٹ "بلڈی اس۔۔۔۔۔۔۔۔

شش!!!!ناٹ آورڈ مس وردہ۔۔ناٹ۔۔۔آ۔۔ورڈ۔۔۔۔۔"اس کی" زہر اگلتی زبان قبل کے حدود سے تجاوز کرتی بدر نے انگلی اٹھا کر انتہائی قطعیت بھرے انداز میں اسے ٹوکا تھا۔۔

اور شائد پہلی بار ہاں پہلی بار اس ڈھائی دو سال کے عرصے میں وردہ نے اس کے چہرے کو ملائمت سے عاری سرد و سپاٹ آنکھوں کو سرخی مائل دیکھا تھا۔۔

اور جب اس نے لبوں کو جنبش دی تو ماحول اس کے گمبھیر لہجے سے آپ ہی آپ مرعوب ہو گیا۔۔

کسی بھی انسان سے نفرت کرنے کی۔۔آپ کی ورڈنگ کی تناظر میں کسی" بھی مذہب کے ماننے والے شخص سے نفرت کی ایک انسان کے پاس ہزار ٹھوس وجوہات ہو سکتی ہیں، لیکن کسی مذہب سے نفرت کرنے کی میرا دعویٰ

ہے کسی بھی انسان کے پاس ایک بھی وجہ نہیں ہو سکتی، کیونکہ دنیا کا کوئی بھی مذہب کسی کو ذاتی طور پر نقصان پہنچانے کا درس نہیں دیتا، اس کے ماننے والے اپنے مفاد کیلئے کم ظرفی کا ثبوت دیتے اپنے مذہب کو بدنام کریں تو یہ الگ بحث ہو گی۔۔ کم از کم میں تاجدار نبوت سرکار دو عالمؐ کا امتی یہ بات فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ میرے دین نے میرے نبی نے مجھے کسی مذہب سے نفرت کرنے کا درس نہیں دیا۔۔ لہٰذا آپ بھی اس کا خیال رکھیں۔۔۔"اس کی متنفر نگاہوں میں اپنی سنجیدہ مستحکم نگاہیں گاڑ کر ایک ایک لفظ پر خصوصاً ٹھہر ٹھہر کر دباؤ ڈالتا وہ بولا تو وردہ کے رگوں میں دوڑتے پر حدت لہو میں کسی برفستان کا سارا سرد پن اتر آیا تھا۔

دل نجانے کس احساس سے مغلوب ہو کر ڈوبا تھا لب پھڑپھڑانے کی خواہش کے باوجود جنبش نہ کر پائے تھے۔۔

پانی پی لیں۔۔۔۔"اس کے متغیر تاثرات دیکھ فائل اٹھانے کیلئے بڑھا اس کا" ہاتھ گلاس اس کی طرف کھسکا گیا تھا۔

تم۔۔۔۔" پانی کا گلاس اٹھانے کیلئے بڑھے اس کے ہاتھ باضابطہ لغزش کا"
شکار ہوئے تھے حلق سے اس نے مشکل سے تھوک اتارا تھا۔
میں نہیں جانتا مجھ جیسی خصلت رکھنے والے یا میرے ہم مذہب انسان نے"
آپ کو کونسی ایسی تکلیف پہنچائی ہے جو آپ اس انتہا پر بد گمان ہیں، لیکن میں
یہی کہوں گا شخصی جرم کیلئے شخص قصور وار ہوتا ہے اس کا کنبہ مسلک یا
مذہب نہیں۔۔۔۔"گلاس کو احتیاط سے اس کے لرزش کا شکار کھلے ہاتھ کے
بالکل قریب کھسکاتا ازلی نرم و پر اثر انداز میں کہتا وہ بنا اس کے سپید پڑے
دھواں دھواں چہرے پر نظر ڈالے فائل لیکر مڑ گیا تھا۔۔
وردہ کی دھند میں لپٹی نگاہوں نے نظروں سے اوجھل ہونے تک اس کی
چوڑی پشت کا تعاقب کیا تھا پھر کسی نامراد پجارن کی طرح لوٹ کر اس کے
تھمائے گلاس پر نگاہ ٹھہر گئی تھی۔
ادھر دوسری طرف پارکنگ کی طرح جا رہے بدر کا دماغ تیزی سے متحرک
تھا کچھ دیر قبل کے وردہ کہ تلخ مگر زخم خوردہ الفاظ ذہن میں دہراتے ہوئے

اس کی متنفر سمندر سی گہری آنکھوں کی پرت در پرت تہے میں اذیت وزیاں کی گہری چھاپ دیکھ کر۔۔۔۔

کیااس لی ئے پروفیسر نے کہا کہ میں ان کی نفسیات کی پیچید گی بہتر سمجھ سکتا" ہوں۔۔۔؟" نقطے سے نقطہ ملانے پر ایک غیر واضح نتیجے پر اس کا ماہر نفسیات ذہن پہنچا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

تُجھ سے ملنے کا وَاقعَہ لِکھوں

اب میں کیا، یہ بھی سانِحہ لِکھوں؟

کیا میں لِکھوں، کہ لوٹ آو تم.

کیا میں کاغذ پہ, فاصلہ لکھوں؟

اپنی تکلیف کی تشہیر عموماً وہ لوگ کرتے ہیں جن کی دکھ کا تعلق دل سے نہیں دماغ سے ہوتا ہے۔بلکہ ایک عجیب تشنہ نفسیات سے ہوتا ہے۔ جنھیں

مظلوم بننالوگوں کی ترس وترہم بھری نگاہوں کا حصار تسلی ودلاسے سے لپٹے الفاظ سننے کی عادت سی ہو جاتی ہے جس سے ان کی عجیب نفسیات کو تسکین ملتی ہے۔۔۔

لیکن میرال میزان عثمانی کا شمار ان خود ترسی کا شکار لوگوں میں نہیں ہوتا تھا۔وہ توتب بھی سینا پیٹ پیٹ کر نہیں روئی تھی جب جس حویلی کی دہلیز کو دلہن کے سرخ جوڑے میں ساز و سنگھار کے ساتھ ٹھاٹھ سے عبور کرنے کہ اس نے سفید جوڑے میں بین کرتی آوازوں کے درمیان عبور کیا تھا۔

تاروں کی جھومڑ سے سجی رات میں ارمانوں کی کلیوں کی بند قبا کھلنے کا انتظار کرنے کہ وہ بناوصل کے لمحوں کی لذت سے آشنا ہوئے اس ویران خواب گاہ کی وحشتوں میں چلی آئی تھی۔۔

مخمور سرگوشیوں کی جگہ اس نے کمرے کی قبرستان سی خاموشی میں اپنی ہی سسکیوں کی آواز تکیہ میں منہ چھپا کر دبا کو ترجیح دیا تھا۔۔

یہ ارمانوں سے گندھی بظاہر نازک اندام مگر مضبوط اعصاب و عزت نفس کی
ماری لڑکی کا غضب ہمت و حوصلہ قابل رشک و نا قابل یقین تھا۔ جس کہ
زخم آج بھی ہرے تھے اور شائد آخری دم تک ہرے ہی رہنے تھے۔
محو خواب میرال کے سرہانے بیٹھی اس کے کملائے چہرے کو دیکھتی مضراب
کا دل خون کے آنسوں رو رہا تھا۔ اس کا زرد چہرہ ایک ہی دن میں کچھ اور
سرسو کا پھول ہو گیا تھا۔ وہ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق اس کی بینڈ تیج بدلنے
آئی تھی اور اس کے سینے سے لگی میزان کی تصویر دیکھ اس کے سارے سلے
زخم جیسے ادھیڑتے چلے گئے تھے۔۔
"اتنا بھی خود کو مضبوط مت بناؤ کہ ہم ٹوٹ جائیں تمہارے حوصلے کے
آگے۔۔۔" آہستگی سے الجھی لٹ کان کے پیچھے اڑستی وہ بھیگے لہجے میں
سرگوشیانہ گزارش گر ہوئی تھی۔۔
"تمہیں بکھرنے کی اجازت ہے لڑکی، ہم سمیٹنے کے پابند ہیں تمہیں، اس
طرح اپنے آپ کو گھٹ گھٹ کر مت مارو کے کل انھیں جوابدہ ہونا پڑے تو

ہم دفاع تک نہ کر سکیں۔۔۔"دوسرے گال پر بکھری لٹ کو سنوارتے وہ مغموم سی پھر ملجتی ہوئی تھی۔

آپ کو اداس روح بننے کا شوق کب سے چڑھ گیا مضراب سا۔۔۔۔؟"بند" آنکھوں سے اس کی سرگوشیاں سن رہی میرال کے لب متحرک ہوئے۔۔

تم۔۔تم جاگ رہی ہو۔۔۔؟"نقاہت زدہ آواز پر مضراب گڑبڑائی تھی۔"

"ہمیشہ کیلئے تھوڑی سوئی ہوں۔۔"

خبردار جو ایسی بیہودہ بات کی تو۔۔۔"اس کی تلخ جملے پر مضراب مشتعل" ہوتی دہل کر ٹوک گئی تو اس کے پپڑی زدہ لبوں پر سادہ سی مسکراہٹ پل کو بہار دکھا کر غائب ہوئی۔

اتنی فکر مت کیا کرو میری بالکل ٹھیک ہوں میں۔۔۔"ایک مرتبہ پھر" اپنے چہرے سے الجھتی اس کی متفکر نگاہیں دیکھ وہ تسلی آمیز انداز میں بولی۔۔

میزان کی جدائی کا پہاڑ سے دکھ کو بنا تشہیر کئے اپنے تک محدود کر لینے کا حوصلہ بلاشبہ اسے اسی لڑکی سے ملا تھا جو پہلے دن سے اس کا سایہ بن گئی تھی۔۔جس کی وہ ممنون تھی۔۔

شاباش! پھر فٹافٹ سے اٹھو اور فریش ہو کر اچھا سا جوڑا پہنو حویلی میں" جشن کا سماں بندھا ہوا ہے، نیچے خوب رونق لگی ہے جواب مزید عروج پر جانے والی ہے دیغوں کے منہ کھول دئے گئے ہیں جس سے میں تمہاری وجہ سے لطف اندوز نہیں ہو پا رہی۔۔۔"پل میں اپنی پرانی کھنک دار جون میں واپس آتی اس نے ہونق میرال کو دونوں بازو سے پکڑ کر اٹھا کر بیٹھا دیا تھا۔۔۔

کونسی دعوت کیسا دیغ کس چیز کا سماں۔۔۔؟"مضراب کی نان اسٹاپ" بولنے پر یہی کچھ الفاظ اس کے پلے پڑے تھے۔۔

وہ تو تم نیچے چلو گی تب پتا چلے گا ناں۔۔۔"اس کے اپر سے کمفرٹر ہٹاتی" مضراب خود بھی بیڈ سے نیچے اتری ساتھ اسے بھی کھینچ چکی تھی۔

"!!بٹ مضراب"

کوئی مضراب نہیں۔۔جلدی سے تیار ہو جاؤ ہمیں نیچے جانا ہے۔۔۔"حق"
دق میرال کو تال پر تال لگاتی وہ کبرڈ کے قریب لے گئی تھی پھر خود کبرڈ
کھول کر ہینگرز الٹنے پلٹنے لگی تھی۔

یہ والا پہنو۔۔۔"ہلکے سبز رنگ کا دیدہ زیب سوٹ جس پر سفید موتیوں کا"
خوبصورت اور نفس سا کام تھا اس کی طرف بڑھاتی مضراب جوش سے
بولی۔۔

"سر پر چوٹ مجھے آئی ہے اور اثر تم پر ہوا ہے لگتا ہے۔۔۔۔"
میرال نے فوراً ہینگر کو اندر رکھا تھا۔

اسے حقیقتاً مضراب پر حیرانگی ہوئی تھی وہ بھلا شوق رنگ کہاں پہنتی
تھی، سیاہ، سرمئی، ہاف وائٹ، سفید، پستہ اسی قسم کے کچھ سادہ رنگ تھے جو
اس کی لباس کیلئے مخصوص تھے۔شوق رنگ تو تتلیوں کے رنگین پروں کے
مانند حسین خوابوں سے دستبردار ہوتے ہی چھوٹ گئے تھے۔

میرا دماغ واقعی تمہاری فضول سی حرکت سے خراب ہے،اگر تم اسے پہننے" سے انکار کرو گی تو مزید بلکہ شدید خراب ہونے کے امکانات ہیں، کیونکہ میں نے اپنے جیسا جوڑا تمہارے لیۓ اس لیۓ نہیں بنوایا کہ تم اسے کبرڈ کی زینت بنائے رکھو۔۔۔"واپس سے ہینگر اسے تھماتی مضراب خشمگیں انداز میں دھمکی دیتی بولی تھی۔۔

مضراب!تم جانتی ہو میں رنگ نہیں پہنتی۔۔۔"لہجہ بے بس سا تھا۔"

"اور تم جانتی ہو میں نہ نہیں سن سکتی۔۔۔"

مضراب پلیز!!"مضراب کے اٹل انداز پر اس کا لہجہ کچھ اور پست ہوا تھا۔"

تم پہن رہی ہو کیونکہ میں بھی ایسا جوڑا پہننے جا رہی ہوں،اور اگر تم نہیں" پہنو گی تو۔۔۔۔"سنگین لہجہ اپناتے اس نے قصداً تو کو طوالت دیکر نامکمل چھوڑا تھا۔

"تو۔۔۔؟"

مجھ سے بات کرنے کی کوشش بھی مت کرنا۔۔بلکہ میں خود ہوسٹل" شفٹ کر جاؤں گی۔۔حویلی میں چھوٹی ہوں تو اس کا مطلب یہ تھوری ہے کہ سب مجھے ہوا میں ہی لے لیں۔۔"منہ پھلاتے وہ سینے پر بازو باندھ کر ضدی انداز میں پشت موڑ گئی تھی۔

حویلی میں اس کی دونوں پھپوئیں بمع اہل وعیال باران کی آمد کی خبر سن کر خاصے اہتمام سے تیار ہو کر پھول مٹھائی تحفے و تحائف کے ساتھ آئی تھی۔دونوں پھپو کی دونوں بیٹیوں کی تیاری تو آنکھوں کو خیرا کر دینے والی تھی ایسے میں وہ قطعی نہیں چاہتی تھی کہ میرال اپنی سابقہ حلیہ میں سب کے سامنے جا کر ان سب سے الگ تھلگ لگے۔۔

اور پھر جشن کا سماں تھا تو وہ اس میں اس کے اصول وانداز کے ساتھ شامل ہو۔۔

اس کی دھمکی کار گر ثابت ہوئی تھی میرال مرتاکیانہ کرتا کے مصداق ہینگر لیکر پاؤں گھسیٹی ہوئی واش روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ واپس آکر بجائے حسب عادت و معمول شہنشاہ کے پیر پر بیٹھنے کے تالاب کے دوسرے کنارے پر جا کر آم کی جھکی ہوئی ٹہنی پر جا بیٹھا تھا۔

بات آئی گئی ہو گئی تھی ان دونوں کہ بیچ کی ناراضگی جوں کی توں برقرار تھی صبح بھی وہ شہنشاہ کو دانستہ نظر انداز کر گیا تھا اور اب آکر بھی۔۔

صبح بھی شہنشاہ نے خاصی کینہ توز نگاہوں سے اس راجہ اندر کے تیور لیکر گھوم رہے شخص کی جیپ کو نظروں سے اوجھل ہونے تک گھورا تھا اور اب بھی اس کی حرکت کا تسلی سے جائزہ لیکر دونوں پیروں کو موڑ کر کھڑا ہوا تھا۔

شہنشاہ کی ایک ایک حرکت پر ترچھی نظریں رکھے بظاہر فون میں مصروف دلاور اس کہ دائیں جانب سے قریب آتے ہی تیزی سے فون کان سے لگا کر اٹھتا بائیں جانب کی سنگی کنارے پر چلنے لگا تھا۔

اس کی اس دانستہ حرکت پر شہنشاہ نے سونڈ اٹھا کر اپنی غصہ بھری سے آواز فضا کو ٹھیک ٹھاک مرتعش کیا جس کا اثر لیئے بغیر وہ کان لپیٹے آگے بڑھتا گیا جواباً شہنشاہ بھی الٹے قدم لیتا دائیں جانب واپس مڑ گیا تھا۔۔

اور جب تک دلاور اس تالاب سے کاٹیج کی گیٹ تک جاتی بجری کی روش تک پہنچا شہنشاہ درمیان میں دیوار چین بن کر کھڑا ہو گیا تھا۔

کیا مسئلہ ہے کیوں ٹرافک حوالدار بن کر کھڑے ہو گئے ہو۔۔۔؟"""

مصنوعی تیوریاں چڑھائے اس نے پوچھا تو جواباً شہنشاہ نے اپنی سونڈ کو لارڈ سے اس کے گلے کے گرد لپیٹنا چاہا لیکن وہ ثانیے کی چوک سے سائیڈ ہو گیا۔۔۔

کوئی ضرورت نہیں ہے خواہ مخواہ کی محبت جتانے کی، اس دن والی بے عزتی" از بر ہے مجھے۔۔۔" نتھنے پھلا کر جتاتا وہ سائیڈ ہوا تو شہنشاہ نے فوراً اس کے بازو کو سونڈ سے لپیٹتے باریک سی آواز نکالی جیسے کہہ رہا ہو۔

مان جاؤنہ یار۔۔میں نے تو تمہاری بھلائی کیلئے تمہیں اپنی نئی نویلی بیوی کے "
"پاس بھیجا تھا لیکن یہاں تو نیکی گلے ہی پر گئی۔۔۔
میں تمہاری کوئی مسکے بازی میں نہیں آرہا۔۔تم شہنشاہ ہو تو کیا مجھے اپنی حقیر "
رعایا کی طرح ایسے نکال پھیکو گے۔۔بتاؤ ذرا بندے کی بھی کوئی عزت
ہے۔۔۔"تیور ساتویں آسمان پر رکھے جتاتا وہ ہلکے سے اپنا بازو آزاد کروا کر
کاٹیج کی باڑے کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔
اس کے اٹھتے قدم بے حد سرشار تھے کیونکہ پشت سے بھاری قدموں کی
دھمک ابھر رہی تھی مطلب شہنشاہ ہار نہیں ماننے والا تھا اسے منانے تک۔
یہ احساس ہی کس قدر فرحت بخش تھا کہ وہ کسی کیلئے اتنا اہم تھا کہ اس کی
ناراضگی کا خیال ہی اسے بے کل کر دیتا ہے۔۔
یہ ایک احساس ہر تلخ احساس پر غالب آجاتا تھا۔اس ایک احساس کو پوری
جاذبیت سے محسوس کرتے وہ بھول جاتا تھا کہ ساری دنیا اس سے نفرت کرتی
ہے، کراہیت محسوس کرتی ہے یا سب کیلئے وہ ایک غیر ضروری فالتو وجود

ہے۔یہ ساری تلخ حقیقت اس کی کڑواہٹ واذیت ایک شہنشاہ کی بے لوث محبت کے آگے دھواں ہو جاتی تھی۔

جو بے زبان ہو کر بھی اس سے بے انتہا محبت واپنائیت کا اظہار اس خوبصورت و مخلص انداز میں کرتا تھا کہ اس کی تشنہ روح سیراب ہو جاتی تھی۔۔

وہ لکڑی کے گیٹ کے اندر داخل ہوا تو شہنشاہ نے ایک مرتبہ پھر اس کے شانے پر سونڈ ڈالا جسے وہ شانہ جھٹکنے کے انداز میں گہری مسکراہٹ کے ساتھ پڑے ہٹاتا لکڑی کے تودے کی طرف بڑھا۔۔

جھوٹ موٹ کی ناراضگی کو کچھ اور طوالت دینے کیلئے لکڑی کا ایک گول تنا موٹے سے تنے پر رکھتا سائیڈ پر گرے کہلاڑی کو ہوا میں بلند کر جیسے ہی وہ لکڑی پر مارنے کیلئے قریب لایا ویسے ہی شہنشاہ نے پھرتی سے سونڈ میں کلہاڑی کو لپیٹ لیا تھا۔

رد عملاً اس کی اس غیر متوقع حرکت پر دلاور کا دل منہ کو آیا تھا۔۔

کیا حماقت تھی یہ۔۔۔؟"دہشت سے کہلاڑی چھوڑتا وہ دھاڑا تھا۔۔ایک "
سیکنڈ کی چوک ہو جاتی تو آگے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔۔
اس کے اصلی والے غصہ کی پرواہ کئے بغیر شہنشاہ منمناتی ہوئی آواز نکال کر
اس کی گردن کے گرد اپنی سونڈ کو لپیٹنے میں بلا آخر کامیاب ہوا تھا۔۔
یہ مذاق نہیں تھا مترا۔۔۔"اب کہ حقیقتاً وہ بگڑا تھا تنفس بھی اس کی یک "
بیک غالب آئے خوف سے پھول رہی تھی۔۔
جواباً شہنشاہ نے اپنی سونڈ کو ذرا زور سے اس کی گردن پر کستے گویا اس حرکت
کیلئے بھی معذرت کہا تھا۔۔
ایسی چھوٹی چھوٹی مسکین آنکھوں سے مجھے مت دیکھو۔۔۔فضول حرکت "
دوبارہ مت کرنا جانتے ہو کتنا خطرناک تھا یہ۔۔لیکن میں ہی احمق
ہوں۔۔۔"شہنشاہ کو فکر بھری ڈانٹ پلاتے اسے خود کی حماقت پر بھرتاؤ آیا
تھا۔۔
جواباً شہنشاہ نے آنکھیں مزید چھوٹی کر لیا تھا جیسے جتانا چاہ رہا ہو کہ

کس نے کہا تھا مجھ سے ایسے ناراض ہونے کیلئے جبکہ جانتے ہو تمہاری "

"ناراضگی سوہان روح ہے میرے لی ئے۔۔۔۔

دوبارہ ایسی حرکت کی تو بہت برا پیش آؤں گا میں۔۔جانتے ہو جان ہو تم "

میری۔۔تم۔پر کھروچ بھی آگئی تو میں۔۔۔۔"شدت سے اس کی سونڈ پر

لب رکھتا وہ دھونس بھرے انداز میں بولا تھا ساتھ ایک ہاتھ شہنشاہ کی سونڈ تو

دوسری اس کی گردن سہلا رہا تھا۔۔

کچھ دیر اسی طرح اس کی سونڈ سہلاتے رہنے کے بعد اس نے ہاتھ سے دور

کام کر رہے نظیر کو اشارہ کیا جواباً وہ اثبات میں گردن ہلاتا جیپ کی طرف

بڑھا۔۔

نظیر جیپ سے بڑا سا ٹوکرا برآمد کر کے باڑے کے احاطے میں داخل بھی

نہیں ہوا تھا کہ شہنشاہ صاحب تک خوشبو پہنچ گئی اور وہ فوراً دلاور کی گردن

سے سونڈ نکال کر بلند آواز نکالتا اس خوشبو کی تلاش میں نگاہیں گھمانے لگا۔۔

اور نگاہوں کو گوہر مقصود ملتے ہی اس جانب بڑھ گیا۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔ بڑے ہی کوئی مطلبی ہو یار تم من پسند چیز ملتے ہی پھر سے پیٹھ "
دکھادی۔۔۔ "ٹوکرے کے قریب سونڈ لیجا کر اس کے ایک مرتبہ پھر خوشی
سے آواز نکالنے پر دلاور کا زندگی سے بھرپور قہقہہ گونجا تھا۔
جس پر کھڑکی سے کتنی ہی دیر سے اس دلفریب روٹھنے منانے کے منظر سے
محظوظ ہو رہی مقدس نے بھاری قہقہے سے منتشر ہوئی دھڑکنوں کو سنبھالتی
پیچھے ہوئی تھی۔
کھٹ کی آواز پر دلاور کی نگاہ اٹھی تو بس دھانی آنچل کا ایک سرسراتا سرا نگاہ کی
گرفت میں آیا۔

تیرے بعد سنورنے کا خیال،
ہمارے لیئے ویسا ہی ہے

جیسے بال آئے درپن میں،

!اپنے عکس کو دیکھنے کی خواہش

!یعنی

!دل سوز خیال

!روح فرسا خواہش

پانچ سال بعد ہاں کم و بیش آج پورے پانچ سال بعد اس نے کسی شوق رنگ کو اپنے نازک تراشیدہ وجود پر سجایا تھا۔اور اب آئینہ کے مقابل کھڑی اپنی شفاف پیشانی پر لٹک رہی سبز دوپٹے کی موتیوں کو عجب بے تاثر سی نگاہوں سے دیکھتے اسے اپنا آپ ہی کوئی ناشناسہ مجسمہ لگ رہا تھا خوبصورت مگر جان و ارمان سے خالی۔

جاذب نقوش سے آراستہ چہرہ،اداسی کی آماجگہ غلافی آنکھیں، کٹاؤدار پنکھڑی سے لب سب ہی کسی بھی قسم کی مصنوعی آرائش وزیبائش سے یکدم پاک وبے بہراتھے مگر دلکش بھی۔

جیسے بہار کی تسخیر و خزاں کے تسلط کے بعد منظر حسین تو ہوتا ہے لیکن یاسیت سے مزین بھی ہوتا ہے جو آنکھوں کو بھائے لیکن دل کو اداسی سے بھر دے۔۔

ایک مرتبہ پھر اپنے سادگی میں لپٹے سراپے پر بہار دکھا رہے سبز دیدہ زیب سوٹ پر اجنبی نگاہ ڈال کر وہ پیشانی پر دوپٹہ درست کرتی ہوئی طویل سانس کھینچ کر بے دلی سے خراماں خراماں چال چلتی ہوئی دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔

نیچے کی جانب جانے والی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی جیسی بے اختیار متعجب نگاہیں ہال میں محو گفتگو اشخاص کی اس کی جانب اٹھی تھی اسے مضراب کی

ضد کہ آگے ہتھیار ڈال دینے پر شدت آور پشیمانی کے احساس نے حصار میں لیا تھا۔

لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔۔

وہ سست پڑتی دھڑکن کے ساتھ من من بھر کے قدم اٹھاتی قدم در قدم زینے طے کرتی نیچے سب کے درمیان چلی آئی تھی۔

"!السلام علیکم"

اپنے مخصوص دھیمی آواز سے بھی دبی آواز میں اس نے بنا نظر ملائے سب کو مشترکہ سلام کیا تھا۔

جواباً دی جان کہ علاوہ صرف نزہت اور نیلم نے خوش اخلاقی سے جواب دیا تھا باقی ثمرہ اور ظہرہ عثمانی کے تاثرات دیکھ بنا کسی جرم کے بھی وہ احساس جرم کے گرداب میں آگئی تھی۔اتنا تو دنیا وہ دیکھ چکی تھی کہ لہجہ،تاثر،اور نگاہ کی تاثیر پڑھ اور سمجھ سکے۔۔۔

بچے !اب کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ۔۔۔؟"دی جان نے پیار سے اسے "
قریب بلایا۔
بہتر ہوں دی جان !"وہ نیچی آواز میں کہتی ان کے قریب گئی تھی۔"
اللہ تمہیں صحت دے ہم سب تو ڈر ہی گئے تھے۔۔جانتی ہو بچی کو کتنی "
گہری چوٹ آئی تھی،اسے بے سدھ فرش پر پڑا دیکھ ہمارے تو اوسان ہی
خطاء ہو گئے تھے وہ تو باران نے فی الفور سوجھ بوجھ سے کام لیا ورنہ تو بچی
نجانے کتنی دیر تک اور بیہوش رہتی۔۔"میرال کے سر پر ہاتھ پھیرتے دی
جان نے فکر آمیز انداز میں بیٹیوں کو بتایا جو غالباً اس خبر سے اچھی طرح
واقف تھیں۔۔
ہر مرتبہ سوجھ بوجھ سے کام لینے کیلئے کوئی موجود نہیں ہوتا اماں سا !اس "
لی ئے انسان کو خود ہوش و حواس کو قابو میں رکھنا چاہئے۔۔"ثمرہ بیگم کا کچھ
جتاتا لہجہ ایسی تپش لی ئے تھا کہ میرال نے بے ساختگی میں ان کی جانب نگاہ

اٹھائی پر وہاں سرد چبھتا ہوا تاثر دیکھ خفت وندامت کے بوجھ سے گردن جھکتی چلی گئی۔

یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔؟ کوئی جان بوجھ کر تو حواس کھوتا نہیں ہے، جوارد" گرد کا ہوش رکھ لے پہلے۔۔"دی جان کو ان کا لہجہ نہیں بھایا تھا۔

میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا اماں سا۔۔"دی جان کے ناپسندیدہ انداز" پر وہ فوراً سنبھلی۔

دی جان میں ذرا آتی ہوں۔۔"میرال اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔"

ارے کہاں؟ ابھی تو طبیعت سنبھلی ہے تمہاری۔۔۔"دی جان نے اس کی" کلائی پر گرفت بنائی تھی۔

"بس ایسے ہی دی جان ذرا میں کچن کا چکر لگا لیتی ہوں۔۔۔"

وہ کسی بھی طرح اس منظر سے غائب ہونا چاہتی تھی۔

کوئی نہیں چپ کر کے بیٹھو یہاں۔۔چہرہ دیکھو اپنا سرسو کا پھول ہو رہا ہے" بالکل!!"دی جان نے ڈپٹ دیا تھا۔

دی جان! میں بالکل ٹھیک ہوں بس مضراب کو دیکھ کر آتی ہوں"

ادھر۔۔۔"وہ نرمی سے کہتی ان کی سرزنشی گھوری کے جواب میں مبہم سا مسکراتی کچن کی طرف بڑھی تھی۔

اپنی پشت پر نظروں کا ارتکاز محسوس کر دل میں انگڑائی لے رہی پیشمانی و بے چینی دوچند ہوئی تھی جو کچن میں قدم رکھتے ہی خود پر نظر پڑتے ہی ناظمہ بیگم کی سمٹی مسکراہٹ اور گہری خاموش نظروں سے لی ئے گئے جائزے کے بعد مزید بڑھ گئی تھی۔

ملازم سمیت دیگر نے بھی خاصی حیرت آمیز نگاہوں سے اس کو نہارا تھا جیسے خوش رنگ لباس زیب تن کر اس نے کوئی بہت انوکھا کارنامہ انجام دیا ہو۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ کاٹیج کی سیڑھیوں پر بیٹھا ہاتھ میں موجود فون کو تین انگلیوں میں کسی کھلونے کی طرح گھماتا کشمکش کا شکار تھا جس کہ آئینہ دار اس کی فراخ پیشانی پر سجی ان گنت بل تھے۔

سامنے شہنشاہ مزے سے کٹھل کھا رہا تھا اور وہ بار بار گھنی مونچھوں تلے دبے ہونٹ کو کچل رہا تھا۔

وجہ کوئی اتنی بڑی نہیں تھی لیکن ہمہ وقت حالتِ جنگ میں رہنے والے ایک وقت میں دماغ گھوم جانے پر دس دس بندوں کو پچھاڑ کر رکھ دینے والے حریف زادے کیلئے ہمالیہ سر کرنے سے کم بھی نہ تھی آخر کو انھیں خود سے جا کر اس نئے اضافے کو مخاطب کرنا تھا۔جو کہ اتنے دنوں کے ساتھ رہتے انھوں نے ایک مرتبہ بھی نہ کیا تھا۔

"جیب دفع کرو مجھے کیا۔ان کے پاس اپنا فون ہو گا خود کال کر لیں گی۔۔۔" سے سگریٹ برآمد کر لبوں پر دباتے اس نے سر جھٹکا۔

"گہرا کش کھینچتے وہ الجھ کر خود پھر حاجی صاحب نے مجھے کیوں کال کیا۔۔؟" سے مستفسر ہوا۔

"دماغ نے فوراً ممکن پہلو شائد ان کا فون بزی یا سوئیچڈ آف آ رہا ہو۔۔" سامنے رکھا۔

پھر حاجی صاحب نے ایسا کیوں کہا کہ اگر مجھے زحمت نہ ہو اور مصروف نہ ہوں تو بات کروادوں۔اور نمبر بلخصوص داجی کے پاس سے کیوں لیا انھوں میرا۔۔۔؟" کش پر کش لگاتے وہ اپنے ساتھ ہی کے بی سی کھیل رہا تھا۔

افف!!جو بھی ہو میں نے ان سے وعدہ کیا تھا بات کروادوں گا واپس جا کر" تو بس کروادیتا ہوں باقی سب کی خیر ہے۔۔۔" تین حصہ ختم ہوئی سگریٹ کو ایک جانب اچھالتا وہ دروازہ جھٹکے سے کھول کر اندر داخل ہوا۔۔

عین اسی وقت مغرب کی نماز کیلئے وضو بنا کر دوپٹہ باندھتی ہوئی واش روم سے برآمد ہوئی مقدس بوکھلاہٹ میں بجائے دوپٹہ ٹھوڑی کے نیچے سے لیجانے کے ناک کے اپر لپیٹ گئی تھی۔

یہ ایک بالکل غیر متوقع صورت حال میں انجام پائی یکدم غیر ارادی حرکت تھی لیکن دلاور کو سخت گراں گزری تھی۔نتیجتاً اس کے اعصاب تیزی سے سپاٹ ہوتے بھینچے اور آنکھوں میں شدید ناگواریت کے غماز سرد تاثرات ابھرے۔

مجھے نہیں معلوم تھا شرعی پردہ چار دیواری کے اندر بھی ہوتا ہے۔۔۔خیر "
آپ کے ابا کی کال آئی تھی بات کر لیجئے گا۔۔۔" بھینچے لہجے میں ٹھٹھرتے
طنزیہ جملے کے ساتھ فون بھی بیڈ پر اچھالتا وہ وہیں سے مڑ گیا تھا۔
پیچھے اس کے جملے کا مفہوم سمجھ مقدس حق دق سی کھڑی کی کھڑی رہ گئی
تھی۔

شائد نہیں یقیناً وہ طنز کو بہتر بنانے کیلئے لفظ 'چار دیوار' کی جگہ لفظ 'شوہر' کا
موزوں استعمال کر سکتا تھا۔۔
لیکن ہائے موصوف کی لمبی ناک!!جو ہمیشہ بیچ میں آجاتی تھی۔بند
دروازے اور پھر بیڈ پر پڑے فون کو دیکھ اس کے نازک لبوں کا مبہم سی
مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"پانی مل سکتا ہے۔۔۔؟"

"جج۔۔جی۔۔؟"

عقب سے ابھری گمبھیر آواز پر گھی میں کھیر کیلئے خشک میواجات بھون رہی اپنے خیالوں میں گم میرال بری طرح اچھلی تھی۔

اپس!!!میں نے آپ کو ڈرادیا لگتا ہے۔۔۔؟"اس کے ہوائیاں اڑے" تاثرات سے مقابل محظوظ ہوا تھا۔

نہیں!ایسا تو نہیں ہے۔۔۔"میرال نے دقت سے حواس یکجا کر جواب دیا" تھا۔

البتہ اندر مقابل کی براہ راست نظر خود پر دیکھ وہ تذبذب کا شکار ہو چکی تھی۔ایسا نہیں تھا کہ ان نگاہوں میں کسی قسم کی غلاظت تھی۔لیکن ایسا ضرور تھا کہ میرال کو ان نگاہوں سے الجھن ہوتی تھی۔اور یہ شخص ہمیشہ اس سے ایسی جگہ متصادم ہوتا تھا جب آس پاس کوئی اور نہیں ہوتا جس طرح ابھی کچن میں کوئی نہیں تھا سب باہر خوش گپیوں میں مصروف تھے اور وہ کھیر تیار کر رہی تھی جو کہ دی جان سمیت کئی لوگوں کی پسندیدہ تھی۔۔۔

مجھے ایسا لگ تو نہیں رہا۔۔؟" جنید نے دونوں ہاتھ پوکیٹ کی جیب میں " ڈالتے دلچسپی سے پوچھا۔

سیاہ پینٹ شرٹ میں ملبوس دراز قد و قامت کا مالک خوبرو سا جنید ثمرہ عثمانی کا اسٹریلیا پلٹ ہونہار اور اکلوتا اور بڑا سپوت تھا۔ جس سے میرال کا قریب یہ پانچواں ناپسندیدہ اور الجھن سے بھرپور تصادم تھا۔ خیر تصادم کہنا غلط ہی تھا کیونکہ یہ شخص قصداً موقع نکال کر اس کی جان مشکل میں ڈالتا تھا۔

آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔ اور پانی باہر ٹیبل پر ہے زحمت نہ ہو تو وہاں سے " پی لیں۔۔۔" بہت تگ و دو سے لہجہ مضبوط کرتی وہ کہہ کر واپس چولہے کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

صرف پانی پینا مقصد ہوتا تو وہاں کا راستہ معلوم تھا مجھے بھی۔۔ قدم اس " سمت اٹھے ہیں تو محرک کچھ اور ہو سکتا ہے۔۔۔" فریج کی طرف قدم اٹھاتا وہ معنیٰ خیزی سے بولا تو بدحواسی میں میرال کی انگلیوں کی چمچ پر گرفت کمزور

پڑی اور ساعت کی سازش سے کاجو اور بادام کے گھی میں لتھرے کئی ٹکڑے اس کی گلابی ہاتھ کے پشت پر آن گرتے چلے گئے۔۔

سسس!!""جلن کے احساس سے لب بھینچنے کے باوجود نازک لبوں" سے سسکاری خارج ہوئی۔

اوچ! یہ کیا کر لیا آپ نے۔۔۔۔؟"جنید لپک کر بوتل لی ئے اس کے" قریب آیا تھا۔

پلیز! میں ٹھیک ہوں۔۔"اس کے ہاتھ تھامنے کی بے اختیاری کوشش کو" ہاتھ پیچھے کر میرال نے فوراً ناکام کیا تھا۔

کوئی ٹھیک نہیں ہیں آپ۔۔یہ بوٹل رکھیں اس پر میں برف لاتا" ہوں۔۔۔"اس کے گریز کو اہمیت دیتا وہ فکر مند سا بوتل تھما کر فریج کی طرف بڑھا تھا۔

یہ لگائیں ذرا میں دیکھتا ہوں اوئنمنٹ کدھر ہے۔۔۔"برف کی ٹرے سے" چند ٹکڑی لیکر اس کی طرف بڑھاتا وہ پریشان متلاشی نگاہیں پورے کچن کے کبرڈ پر گھمارہا تھا۔

پلیز!!آپ باہر جائیں،مجھے جو کرنا ہو گا میں خود کرلوں گی سمجھ کیوں نہیں" آرہی آپ کے۔۔۔؟"اس کے دھرادھر کبرڈز کھولنے اور بند کرنے پر میرال درد بھلائے جھلا اٹھی تھی۔

جلد جھلس گئی ہے آپ کی آپ بس برف لگائیں اس پر۔۔۔"وہ ڈھٹائی" سے کاروائی جاری رکھے ہوئے بولا۔

مجھے نہیں لگانا کچھ۔۔۔"اس شخص کی ایک ہی رٹ پر میرال غصہ سے" برف کی ٹکڑیوں کو سنک میں اچھال کر دروازے کی سمت بڑھی جب وہ ہوا کے جھونکے سے مقابل آن ایستادہ ہوا۔

اوئنمنٹ لگالیں۔۔گھی کا زخم معمولی نہیں ہوتا۔۔۔"سخت الفاظ میں منع" کرنے کے باوجود وہ باز نہیں آیا تھا۔

"آپ۔۔۔۔"

ارے! میں تو یہاں کھیر لینے آئی تھی لیکن یہاں تو کھچڑی پک رہی ہے"
کوئی۔۔۔؟"دفعتاً رخسار زہر میں بجھے تیر سے معنیٰ خیز لہجہ اپنائے سامنے آئی
تو میرال کا شدت سے من کیا کہ زمین پھٹ ہی جائے آج۔۔۔

میرال کا ہاتھ جل گیا ہے۔۔۔"جنید نے دانت پیس کر اس کے لہجے والفاظ"
پر کچھ سخت کہنے سے خود کو باز رکھا تھا۔

"تو آپ مرہم بن گئے۔۔"

"زبان سنبھالو اپنی رخسار۔۔۔"

اپس! سوری میرے کہنے کا مطلب تھا کہ آپ نے مرہم لگا"
دیا۔۔"استہزائیہ انداز اپناتے تصحیح کم تضحیک آمیز انداز میں وہ چہک کر بولی تو
میرال کا چہرہ درد سے زیادہ احساس ذلت سے کندھار ہو گیا۔

تمہارا دماغ خراب ہے بس!"خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورتا وہ"
اؤئینمنٹ اسی کی ہتھیلی میں پٹخ کر تیز قدموں بڑبڑاتا نکل گیا تھا۔

میرال چاہ کر بھی اپنی جگہ سے ہل نہیں پائی تھی۔جب لب کتر رہی میرال کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں تھامتی رخسار تمسخرانہ مسکرائی۔۔

"آپ کے ستارے یاتو عروج پر ہیں یا پھر گردش میں بھابی سا! کبھی آپ کمرے میں بیہوش ہو جاتی ہیں تو کبھی یہاں ہاتھ جھلسا لیتی ہیں،اور کمال کی بات مسیحا بصد اصرار مسیحائی کیلئے پہنچ جاتا ہے۔۔۔"سفید ٹھوس مادہ کو اپنی مخروطی انگلیوں سے نرمی سے اس کی جھلسے جلد پر لگاتی اپنے لہجہ وانداز سے کئی زخم اس کی روح پر لگا کر اس کے دھواں دھواں چہرے پر معنیٰ خیز مسکراہٹ اچھال کر وہ پیچھے ہوئی تھی۔

"ویسے اتنے سالوں بعد آپ کو خوش رنگ لباس میں دیکھ کر اچھا لگا۔۔ویسے بھی پانچ سال بہت ہوتے ہیں،راکھ کو سینے سے لگائے رکھنے کیلئے۔۔۔"اس نے دایاں آنکھ کو ایک ادا سے دبایا تھا۔۔۔

"رخ۔۔سا۔۔۔ر۔۔۔۔"

صدمہ سے بت بنی کھڑی اس کے سفاک الفاظ سے گھائل میرال کے لب جنبش تک کرنے سے قاصر رہ گئے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

حویلی میں گہما گہمی کا غضب عالم تھا۔

دوڑتے بھاگتے ملازم نقرئی قہقہے بے وجہ کا تام جھام تضاد داجی نے اپنے سیاسی کارکنان کو مدعو کر لیا تھا جن کے ساتھ بیٹھ کر حقیقتاً اس کے اعصاب جھنجھلا اٹھے لیکن اپنے ضبط کمال کا آخری حد تک امتحان لیتا وہ ان کے ساتھ بیٹھا ان کے سیاسی مفادات ووٹ حاصل کرنے کے نت نئے کار آمد منصوبوں سے فیض یاب ہوتا رہا تھا اور جب وہ مسکرا کر داد طلب نظروں سے اسے دیکھتے اور داجی سمیت سب کی نگاہ اس کی سمت اٹھتی تو اس وقت حقیقتاً اس کے اعصاب چیخ پڑتے تھے۔۔

پھر حویلی کے اندر اس کی پھپیوں اور کزن کے جھڑمٹ میں بقیہ بچی کھچی ہمت کا امتحان۔۔

وہ فطرتاً خلوت پسند انسان تھا اپنی ذات اپنی پسند ناپسند اپنی ذات تک محدود رکھنے اور اپنی ذات کی محور میں رہنے والا۔ لوگوں سے مراسم بڑھانا یا حد سے زیادہ سوشالائز کرنا اسے کبھی پسند نہ رہا تھا۔ اس کا پسندیدہ مشغلہ ملکوں ملکوں گھومنا وہاں کی نادر و نایاب جگہ و چیزوں کو اپنے کیمرے کی آنکھ میں قید کرنا تھا اور اپنی انتیس سالہ زندگی میں وہ یہی کرتا رہا تھا۔۔

لہٰذا یہ سب اسے سخت کوفت میں مبتلا کر رہے تھے لیکن کیا کر سکتا تھا۔ وہ کسی بھی طرح سب سے دامن چھڑا کر چند پل سکون کے گزارنے فریش ہونے کے بہانے اپنے کمرے میں آیا تھا۔ ابھی اسے لیٹے زیادہ وقت نہیں گزار تھا جب سائیڈ روم سے مضراب کی بلند ہوئی آواز پر کان کھڑے ہوئے۔

تھکن اجازت تو نہیں دے رہی تھی لیکن تجسس چین لینے بھی نہیں دے رہا تھا تبھی وہ دبے قدموں کمرے کی دہلیز عبور کر میزان کے کمرے کی دہلیز

تک آواز کی تعاقب میں چلا آیا حرکت بلاشبہ غیر اخلاقی تھی لیکن مضراب کی بھڑ کی آواز کا تجسس جو نہ کروائے۔۔

جب تمہیں چینج ہی کر لینا تھا تو کیا ضرورت تھی خواہ مخواہ میں مجھے دو پل " کیلئے خوش کرنے کی۔۔؟" مضراب کی آواز میں غصہ و جھنجھلاہٹ کی آمیزش تھی۔

مضراب ! میں نے کہا نا دوپٹے پر سالن گر گیا تھا اب خراب دوپٹہ اچھا " تھوڑی لگتا۔۔؟" منمناتی ہوئی ملتجی آواز کسی وجہ سے بھاری تھی۔

جو بلاشبہ میزان کی وائف کی آواز تھی۔ وہ ذرا سا دروازے سے دور ہوا۔

ہاں ! تو پھر کیا مسئلہ ہے یہ گلابی والا سوٹ پہن لو۔۔ لیکن اس فضول سے " رنگ کو اتارو بلکہ یہ بھی کوئی رنگ ہے۔۔" گلابی سوٹ اس کی سمت بڑھاتی مضراب نے شدید کوفت بھری نظر اس کے پھیکے سے بادامی رنگ کے سوٹ پر ڈالی جو اتنا ہلکا تھا کہ سفید ہے بادامی ہے یا کیا ہے تفریق کرنا مشکل تھا۔

اب تو پہن چکی ہو نا! پھر کبھی تمہاری خواہش پوری کر دوں"
گی۔۔۔"میرال اس کی ایک ہی رٹ سے بے بس ہوئی تھی۔
کبھی نہیں ابھی کے ابھی پہنو۔۔نیچے ڈنر لگا ہے میں قطعی بھی تمہیں ان"
بدھے کپڑوں میں جانے کی اجازت نہیں دوں گی۔۔"وہ ہٹ دھرم ہوئی۔
"ٹھیک ہے میں نہیں جاتی نیچے۔۔۔"
"میرال۔۔۔۔"
مضراب پلیز! سمجھنے کی کوشش کرو۔میں تمہاری فکر سمجھتی ہوں اور اس"
کی قدر بھی کرتی ہوں، لیکن تم بھی سمجھو۔۔میں تمہاری اور باقی لڑکیوں کی
"طرح نہیں ہوں۔۔
کیوں تمہارے سر پر سنگ ہے۔۔۔؟"اس کے متاسفانہ انداز پر اندر"
مضراب کے ماتھے پر ناگواریت کے باہر باران کی ماتھے پر نا سمجھی کے شکن
نمودار ہوئے تھے۔

نہیں میں ایک بیوہ ہوں۔۔اور ہمارے معاشرے میں بیوہ کی زندگی "
گزارنے اور پہننے اوڑھنے کا ایک طریقہ ہے۔۔۔"وہ ناچاہتے ہوئے بھی اس
بحث کو ختم کرنے کیلئے سفاک ہوئی تھی۔۔

تم۔۔تم۔۔کتنی مرتبہ کہا ہے یہ لفظ اپنے لی ئے مت استعمال کیا کرو سمجھ "
نہیں آتی تمہاری۔۔۔؟"غصہ سے ہاتھ موجود سوٹ کو زمین پر پٹختی وہ
آپے سے باہر ہوئی تھی۔۔

تم مجھے مجبور کرتی ہو۔۔باقی تمہاری خواہش کیلئے میں نے وہ والا ڈریس پہنا "
تھا ناں یہ بھی کبھی پہن کر دکھادوں گی لیکن ابھی۔۔۔"اس کا غصہ سے
تمتماتا چہرہ دیکھ وہ زبردستی کی مسکراہٹ لبوں پر سجائے اس کے قریب آنے
لگی لیکن ادھر مضراب کے تو تن بدن میں آگ ہی لگ گئی تھی۔

بھار میں جاؤ تم اور بھار میں جھونکو میری خواہش کو۔۔۔"پھار کھانے والے "
انداز میں کہتی وہ تن فن کرتی نکلی تھی باران تیزی سے اپنے روم میں غائب
ہوا تھا۔۔

ایم سوری مضراب ! لیکن تمہارے خلوص کی ویسی پذیرائی نہیں کر سکتی"
میں۔۔"بجھے دل کے ساتھ گلابی ڈریس کو اٹھا کر بیڈ پر رکھتی وہ دروازے کی
سمت بڑھی تھی پھر پلٹ کر نگاہ اس ڈریس پر بھٹکی کبھی اس کا یہ رنگ
پسندیدہ ہوا کرتا تھا۔۔

روم کا دروازہ بھیڑ کر وہ مڑی تو سائیڈ روم میں جا رہی ناظمہ بیگم پر نظر پڑی
جنھوں نے تسلی آمیز نگاہوں سے اب کہ اس کے حلیہ کا جائزہ لیا تھا۔
اچھا کیا وہ کپڑے بدل لی ئے ورنہ خواہ مخواہ ہی بات کا بتنگر بنتا۔۔۔"انھوں"
نے جائزہ مکمل کرتے ہی سکون کی سانس خارج کی۔
جی ! میں آپ سے معذرت کرنے ہی آ رہی تھی۔وہ مضراب کے مجبور"
کرنے پر۔۔۔"لب کچلتے اس نے مجرمانہ انداز میں جملہ ادھورا چھوڑا تھا۔
وہ لڑکی ویسے ہی پاگل ہے،اسے زمانے کی اونچ نیچ کی کیا خبر تم اس کی اوٹنٹ"
پٹانگ باتوں پر کان نہ دھرا کرو۔۔اب جاؤ ذرا نیچے دیکھ لو ٹیبل پر کچھ کمی
بیشی تو نہیں۔۔۔"ان کے تنبیہ آمیز حکم پر وہ سر ہلاتی تیزی سے ان کے

سائیڈ سے گزری تو وہ نفی میں سر کو جنبش دیتی باران کے روم میں داخل ہو گئی جو بیڈ پر بیٹھا دروازے کی سمت ہی متوجہ تھا۔۔

تم یہاں بیٹھے ہو چلو نیچے جلدی سے سارے کھانے پر تمہارے منتظر "ہیں۔۔۔"وہ نرمی سے مسکراتی اس کے قریب آئی۔

آپ جانتی ہیں ماں سا مجھے خواہ مخواہ کی توجہ اور بھیڑ بھاڑ نہیں پسند آپ نے " بیکار میں ہجوم اکٹھا کر لیا ہے۔۔۔"وہ بیزاریت سے کہتا قد آدم آئینہ کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔

پہلے مضراب اور میرال پھر میرال اور ماں سا کی مابین گفتگو سن کر عجیب اکتاہٹ محسوس کر رہا تھا وہ اس ماحول سے۔

میں نے اکٹھا نہیں کیا ہے یہ ہجوم۔ تمہارے لیۓ خود لوگ دوڑ دوڑ کر " آ رہے ہیں۔۔اور آئے بھی کیوں نہ آخر کو میر ابیٹا ہے ہی ایسا بخت آور آن بان شان والا۔۔۔"انھوں نے فخریہ اس کے دراز قد و قامت کو دیکھتے گردن اکڑا کر کہا تو وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

اتنے دنوں بعد حاجی حکیم سے بات کر کے وہ بالکل ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ جمود کا شکار ذہن بھی تر و تازہ ہو گیا تھا۔ دل بھی سرشار تھا تو مانند گلاب چہرے پر بھی اندرونی شادمانی کے قوس و قزح سے رنگ بکھر گئے تھے۔

کھڑکی سے دیکھنے پر کہ دلاور باہر سیڑھیوں پر ہی بیٹھا ہے اس نے بنا جھجھک دوازے پر اندر سے دستک دیا ساتھ مخصوص طرز تخاطب۔۔

سنئے!" مدھر سی آواز سے متوجہ بھی کیا۔"

جواباً شہادت اور درمیانی انگلی میں سگریٹ دبائے وہ گردن دائیں بائیں جھٹکا دیکر کڑکڑاتا ہوا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

بہت بہت شکریہ آپ کا۔۔۔"فون اس کی سمت بڑھاتی وہ لہجے میں " محسوس کی جانی والی خوشی کی کھنک لئے بولی۔

اہم!"جواباً ہلکا سا گلا کھنکار کر وہ فون تھامتا مڑا۔"

سنئیے!" مقدم اٹھانے سے قبل پکار واپس ابھری تو وہ ویسے ہی ایک پیر پر "

مڑا۔

"!چائے"

بھاپ اڑاتی چائے کے مگے سے سجی کانچ کی چھوٹی سی ٹرے سامنے آئی تو اس کی تنی بھویں کچھ اور سکڑ کر قریب آئی لیکن مقابل کے چہرے کی جانب نگاہ اس نے قصداً نہیں اٹھائی تھی۔

شکریہ کہہ رہے ہیں ہم۔۔" مقابل کی خاموشی پر وہ مبہم سا بولی تو دلاور کے " من میں کیا سمائی کہ اس نے باوجود دماغ کے سرزنش کے مگ اٹھالیا تھا۔

"!سنئے"

"!فرمایئے"

ابھی وہ کپ لیکر پورا مڑا بھی نہیں تھا کہ ایک اور پکار پر حقیقتاً اس کی بس ہوگئی تھی تبھی چڑ کر پورا کا پورا اس کے مقابل آن ایستادہ ہوا تھا۔

وہ۔۔معذرت !لیکن ہم پوچھنا چاہ رہے تھے آپ ابھی کیا کھانا پسند کریں"
گے تاکہ ہم وہ بنادیں۔۔۔"مقابل کے تیور دیکھ مقدس کی آواز احتیاطاً
بے ربط ہوئی تھی۔

آپ کو مجھ سے ڈر نہیں لگتا۔۔۔؟"مگ اس کے ہاتھ میں ہنوز موجود"
ٹرے میں رکھ کر وہ براہ راست مستفسر ہوا تھا۔۔۔

آپ کو مجھ سے ڈر نہیں لگتا۔۔۔؟"مگ اس کے ہاتھ میں ہنوز موجود "
ٹرے میں رکھ کر وہ براہ راست مستفسر ہوا تھا۔۔۔
کیوں لگنا چاہئے۔۔۔؟"متحیر آنکھیں دھیمے لہجے کے ساتھ اٹھی۔"

"کیوں۔۔۔؟"

جواباً بھاری قدم ماہر شکاری کے انداز میں درمیانی فاصلہ گھٹانے کیلئے متحرک
ہوئے تو سکڑ کر وقفے سے سمٹتے دل کے ساتھ بے اختیار مقدس کے قدم ذرا
پیچھے کھسکے۔

اور پھر گمبھیر سرد لہجہ ابھرا۔

"آبادی سے کوسوں دور اس ویرانے میں واقع کئی ایکڑ زپر پھیلے اس گھنے قدیم درختوں سے بھرے باغ کے اس چھوٹے سے کاٹیج میں آپ میرے ساتھ بالکل تنہا ہیں، باہر ذی روح کے نام پر چند ایک بے زبان ہیں بس! اور میری شہرت سے بھی اچھی طرح واقفیت رکھتی ہیں، پھر بھی ڈر نہیں لگتا آپ کو؟ میں آپ کے ساتھ کچھ بھی غلط کر سکتا ہوں۔۔۔۔؟" سرسراتے معنیٰ خیز لہجے میں سنسنی خیز منظر کشی پر خصوصی دھیان دیتے آن کی آن میں مقابل کی آئینہ جبین کو خوف سے عرق عرق دیکھ اس کے دل کو ایک کمینی سی خوشی ملی تھی جو عنابی لبوں پر مسکان تو نہیں لیکن آنکھوں میں چمک بن کر ابھری تھی۔

"آپ۔۔آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔۔" پست لہجے میں محسوس کی جانے والی لغزش تھی۔

اچھا۔۔۔!کس بناپر یہ دعویٰ ہے۔۔؟"سپاٹ لہجے کے ساتھ آنکھوں میں " بھی استہزائیہ چمک شامل ہوئی۔

کیونکہ دی جان کی تربیت پر ہمیں پورا بھروسہ ہے۔۔"لحظے کے توقف " سے ابھرا مترنم مگر ٹھوس لہجہ قطعی کسی قسم کے خوف سے عاری تھا جو لحظے بھر میں دلاور کی آنکھوں کی چمک چھین کر عجب مضطربانہ کشمکش میں ڈال گیا پر وہ فوراً سنبھلا تھا۔

حد سے زیادہ بھروسہ بھی اچھا نہیں انجام دھوکہ و پچھتاوے پر ہوتا" ہے۔۔۔"سابقہ انداز برقرار رکھتے نگاہ براہ راست محور قص جھالڑی پلکوں پر رکھتا مقابل کا ضبط آزمانے کیلئے مزید پیش قدمی کی۔

جواب میں سابقہ حرکت دہرائی گئی تو ایک مرتبہ پھر احساس تسلط غالب آیا۔

نتیجے کا دارومدار عمل ورد عمل پر ہوتا ہے، سو کوئی بھی نتیجہ پائیدار نہیں" ہوتا۔۔۔"نگاہ سجدہ ریز تھی لیکن لہجہ مستحکم موقف پر قائم ودائم تھا۔

اندھا اعتبار ہمیشہ نقصان دہ ہوتا ہے ہر صورت۔۔۔۔" وہ اس کے استحکام پر "
جھلایا تھا کچھ۔

ایک ماں کی تربیت پر کیا اعتبار نا قابل تسخیر و تبدیل ہوتا ہے، آپ ہمیں غلط "
ثابت کرنے کی ضد میں خود کے ساتھ زیادتی کر جائیں تو قطعی الگ بحث
ہو گی۔۔ ورنہ دی جان کی پر وقار شخصیت آپ کی عمدہ خطوط پر ہوئی تربیت کی
آئینہ دار ہے۔۔۔۔" مضبوط لہجے میں کہتے اس نے پر یقین نگاہ اٹھائی تو
بے اختیاری میں دلاور کی نا صرف نگاہوں کا ارتکاز ٹوٹا بلکہ اسے خوف زدہ
کرنے کا بچکانہ منصوبہ بھی متزلزل ہوا۔

"ایک اور چیز۔۔۔۔"

وہ سخت نالاں سا مڑنے لگا کہ اس نے سلسلہ کلام جوڑ دیا تو ہر بار کی طرح قدم
فوراً منجمد ہو گئے نجانے کیوں اس کی پکار کی اس کے قدم تابع ہوتے جا رہے
تھے۔

ہمارے ابا کہتے ہیں ہر انسان کو اللہ نے علیحیدہ عقل و فہم سے اس لی ئے "
نوازا ہے تا کہ وہ کم از کم اپنی رائے و خیال کیلئے خود مختار ہو۔۔۔ نا کہ اوروں
کے نظریات پر منحصر۔۔اندر بیٹھیں چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے ہم گرم کر کے
لاتے ہیں۔۔۔۔۔"پر اثر انداز میں بہت کچھ باور کرتی وہ ٹرے لیکر مڑی تو وہ
بنا کچھ کہے تیزی سے آندھی طوفان کی طرح حسب عادت و دستور روم کا
احاطہ پھر کاٹیج کی دہلیز عبور کرتا چلا گیا
افف ! آخر یہ اس قدر اذیت پسند کیوں ہیں۔۔۔؟"مقدس نے کافی دیر "
سے سینے سے الجھی سانس کو خارج کیا تھا۔
پھر باہر سے ابھری جیپ کی آواز پر محض تاسف سے کھڑکی کے پار دیکھ کر رہ
گئی جہاں سے وہ جیپ اڑا لے گیا تھا۔۔
اس شخص کی شخصیت کو سمجھنا کسی کانٹے دار جھاڑی سے الجھی ریشم کے
کپڑے کو آزاد کرنے سے بھی زیادہ مشکل تر تھا۔اتنے دنوں میں ایک چھت

تلے رہتے ہوئے وہ اس کی لچھے دار شخصیت کی ایک بھی خم و پیچ نہیں سمجھ پائی تھی سوائے اس کہ کے موصوف کو ہر بات پر غصہ آجاتا ہے۔۔

نفی میں سر ہلاتی سلیب پر کپ رکھ کر وہ گلاس بھر پانی لیکر غٹا غٹ سوکھ رہے گلے سے اتارنے لگی تھی جیسے کٹھن معرکہ سر کیا ہو۔۔۔

ویسے دیکھا جائے تو ابھی کچھ دیر پہلے کا جرات مندانہ مقابلہ کسی معرکے کو سر کرنے سے کم بھی نہ تھا جو نجانے کیسے وہ کر گئی تھی۔۔

شائد دی جان کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے یا شائد حاجی حکیم سے بات کرنے کی وجہ سے۔۔۔جو بھی تھا دھڑکنیں ہنوز اپنی سابقہ لے پر نہ آئی تھی۔

اس شخص کی دہشت کے قصے وہ خوب اچھے سے نا صرف سن چکی تھی بلکہ ایک منظر سے خود بھی فیض یاب ہو چکی تھی۔ لیکن خیر دل گردہ مضبوط کرنا ضروری تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

جُھکا نہیں سکتا میں خود کو انا پرست ہوں،

!محبت زیب نہیں دیتا مجھے۔۔۔۔۔۔

وہ سخت غصہ میں پیچ وتاب کھاتا ہوا جیپ لیکر لکڑی کی کٹائی والی جگہ پر چلا آیا تھا جہاں کٹائی کا کام آج ختم ہو گیا تھا کل سے لوڈنگ شروع ہونی تھی شہر بھیجنے کیلئے۔۔

لکڑی کی کٹے ہوئے ٹکڑوں کو اٹھا اٹھا کر وہیں کھڑی لاری میں پھیکتا دوسرے معنوں میں وہ اپنے اندر کی بھڑاس نکال رہا تھا بلکہ اپنی ناکامی کا بدلہ خود اذیتی کی صورت لے رہا تھا۔

باقی بچے شعور کی دہلیز پر قدم رکھتے کیا دیکھتے ہیں وہ نہیں جانتا تھا لیکن اس کا پہلا واسطہ حبس و حشت سے پڑا تھا۔

شعور کی پہلے ہی زینے پر رشتوں کے مکروہ چہرے، بدصورت لہجے، تنگ نظری کم ظرفی کی تلخیوں نے اس کے ننھے ذہن کو آلودہ کیا تھا۔

نام نہاد اونچے شملے مرتبے تلسط اقتدار احساسِ برتری کے مارے لوگوں کی ارد گرد موجودگی نے اس کے نس نس میں زہر و وحشت کو بھر دیا تھا۔

تب سے اسے لوگوں سے نفرت ہو گئی تھی پھر اس نے اپنے اندر کی وحشتوں کو نکالنے کیلئے بے خوفی سے جنگل و بیابانوں کا رخ کر لیا تھا وہاں کی قدم قدم پر خطرے کی آہٹ سے لرزاں فضاء اسے زہریلے سانپ کی فطرت رکھنے والے بے حس انسانوں کی صحبت سے لاکھ درجے بہتر معلوم ہوتی تھی۔

وہ اس ماحول سے بھاگنے کیلئے بیراگی بنا تھا سکون تو خیر اسے وہاں بھی میسر نہیں آتا تھا کیونکہ ذہن میں نقش زہریلے الفاظ، زخم خوردہ روح کا علاج نہیں تھا یہ۔ لیکن ان لوگوں کے ساتھ رہنے سے یہ تنہائی بہتر تھی۔

اور اب یکدم غیر متوقع حادثے کی پاداش میں اس کی زندگی نے عجب موڑ لیا اور اس کی انتہائی ذاتی جگہ پر ایک وجود کا اضافہ ہو گیا۔۔

جس کہ وجود کی مہک، نازک قدموں کی آہٹ، فضا میں بسی اس کی مدھر سانسوں کی بھینی بھینی خوشبو، کمرے کی ایک ایک چیز سے ابھرتا اس کی چھون کا احساس۔

اس کے اضطراب کو دن بدن بڑھا رہا تھا۔ اور اب وہ کسی حال بھی چھٹکارا چاہ رہا تھا کیونکہ کام ختم کرتے ہی وہ دشت دشت بھٹکنے نکلنے والا تھا۔۔

اس نے بڑی چالاکی سے اس کے گریز و احتیاط کے پیش نظر اسے خوف زدہ کرنے کا منصوبہ ترتیب دیا تھا۔۔۔

لیکن وہ نازک وجود اس کے توقعات سے برعکس سامنے آئی تھی۔ جس کے بعد اس کے دماغ میں بھڑ بھڑ آگ لگنا عین متوقع تھا آخر کو وہ حریف زادہ تھا ایک عالم میں اس کے نام کی دہشت تھی اور اس لڑکی نے دی جان کا حوالہ دیکر اس کی وحشت کی ایسی کی تیسی کر دی تھی۔

ہونہ !فلسفانہ باتیں !ایک بار اصلی حریف زادے سے واسطہ پر گیا تو محترمہ "
کی ساری فلاسفی رفو چکر ہو جائے گی۔۔"غصہ سے بڑا سا تنا اٹھا کر لاری میں
پھینکتا وہ تنفر سے غرایا تھا۔۔

دفعتاً جیب میں موجود فون وائیبریٹ ہونے لگا تھا۔

کال دی جان کی تھی لہٰذا طوعاً و کرہاً ہی کال اٹھانی پڑی ورنہ وہ پریشان ہو جاتی
تھی اس کی خیریت کو لیکر۔

کہاں ہو کب سے کال کر رہی ہوں۔۔سب خیریت تو ہے "
ناں۔۔۔؟"ہیلو کہنے کی مہلت کے بغیر متفکر سوال داغا گیا تو وہ وہیں ہانپتا ہوا
لکڑی کے تنے پر بیٹھ گیا۔

مصروف تھا کچھ آپ کیسی ہیں۔۔۔؟"وہ باوجود کوشش کے لہجہ ہشاش نہ "
رکھ سکا تھا۔

میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔صبح سے حویلی میں گھما گھمی تھی فون کرنے کا"
"موقع ہی نہیں۔۔بچی کیسی ہے؟بات کرواؤ ذرا۔۔۔۔۔

میں باہر ہوں۔۔۔؟"بچی کے ذکر پر اس کا لہجہ محسوس کئے جانے کے حد"
تک سپاٹ ہوا۔

کیا مطلب ہوا اس بات سے۔۔۔؟"دی جان کے کان کھڑے ہوئے۔"

"مطلب میں باہر ہوں۔۔ کٹائی والے حصے میں۔۔۔"

"کیوں۔۔؟"

دی جان! کام ہے ادھر کل لوڈنگ ہونی ہے۔۔۔"دی جان کے تفتیشی"
انداز پر وہ چڑا۔

کام ہے سے کیا مراد ہوا؟ گھر وہ بچی بالکل تن تنہا ہے اور تمہیں یہاں کام"
سوجھ رہا ہے۔۔۔"دی جان اس کے انداز پر سخت شاکی ہوئی تھیں۔

میں نے انھیں اکیلا نہیں چھوڑا آپ چھوڑ گئی ہیں۔۔"وہ جیب سے بلوٹوتھ"
نکال کر کنیکٹ کرتا واپس کام میں جت گیا تھا۔

دماغ خراب مت کرو تم میرا دلاور! وہ تمہاری بیوی ہے تمہاری ذمہ"
داری، صرف راشن ڈال دینے یا چھت مہیہ کر دینے سے تمہاری ذمہ داریاں

پوری نہیں ہو جاتی، اسے تحفظ فراہم کرنا بھی تمہارے ذمہ ہے۔۔۔۔کیوں تم کفران نعمت ہو رہے ہو۔۔؟کیوں اتنی پیاری بچی کی ناقدری کر رہے ہو۔۔۔؟"دی جان اتنے دنوں بعد بھی اس کے رویہ میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی نا دیکھ رنجیدہ ہوئی تھی۔۔

جبکہ ذمہ داریوں کی لمبی چوڑی فہرست گنائے جانے پر وہ بھرے بادل کی طرح پھٹا تھا۔

"میں کب انکار کر رہا ہوں۔۔وہ بہت اچھی ہیں اور میں بے انتہا برا۔۔اسی لیئے بطور انعام نہیں، بلکہ سزا مسلط کی گئی ہیں مجھ پر وہ، وہ بھی اس گناہ کی پاداش میں جو مجھ سے سرزد ہی نہیں ہوئی۔۔ورنہ تو حاجی حکیم جیسے معتبر شخصیت کی پوتی آپ کے قابل فخر پوتے 'باران سا' کی لائق تھی۔۔جو بد قسمتی سے موقعے پر موجود نہیں تھے۔۔اور الیکشن میں ساکھ بچانے کیلئے حاکم سرکار نے مجھ پر مسلط کر دیا۔۔"اس کے اندر کا زہر لاوا بن کر پھٹا تھا۔

یہ۔۔یہ تم سے کس نے کہا۔۔۔؟"دی جان حقیقتاً ہل گئی تھی اس کے " الفاظ سے۔

آپ کے شوہر نامدار نے۔۔۔" بڑا سا ٹکڑا لاری پر اچھالتا وہ استہزائیہ بولا۔" ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔حاجی حکیم نے خود تمہارے حق میں گواہی دی" ہے۔۔۔"دی جان نے کڑواہٹ کم کرنے کی سعی کی۔

خود دی ہے یا حاکم سرکار نے دلوائی ہے۔۔۔؟"وہ کچھ اور تلخ ہوا۔" دلاور کیوں اس قدر بدگماں ہو رہے ہو۔۔۔؟ بھلا تمہارے دا جی کیوں " کریں گے ایسا۔۔اور حاجی صاحب پھر کیوں اپنی پوتی تمہیں دیں گے۔۔۔؟"دی جان اس کی بدگمانی کی حدود کو دیکھتی بے دم سی ہوئی تھی۔۔

معذرت دی جان!"دی جان کی پھولی سانس سنتے اسے اپنے غصہ کو یکدم " غلط جگہ پر نکالنے کا احساس ہوا تھا۔

مجھے تمہاری معذرت نہیں چاہیئے۔۔مجھے وہ دوجو میں چاہتی ہوں۔۔"اس" کے لہجے کی پشیمانی محسوس کر بھی دی جان نے موضوع یوں ہی نہ سمیٹا تھا۔

دی جان سمجھیں آپ میرا مسئلہ۔۔میں میں اپنی انتہائی ذاتی جگہ پر اس نئے" اضافے کو برداشت نہیں کر پارہا ہوں آپ جانتی ہیں مجھے عادت نہیں ہے۔۔۔"اس کے لہجے سے اضطراب و جھنجھلاہٹ صاف عیاں تھی۔

"اگر میں وہاں آکر رہوں تب بھی یہی کہو گے تم مجھے۔۔؟"

آپ۔آپ ایسا سوچ بھی کس طرح سکتی ہیں۔۔۔؟"وہ تذبذب کا شکار" ہوا۔

کیوں غلط کیا ہے۔۔انتہائی ذاتی جگہ ہے وہ تمہاری کس طرح تم مداخلت" "ہضم کر پاؤ گے۔۔۔؟

"دی جان آپ کی بات الگ ہے۔۔"

"کیا الگ ہے۔۔؟"

آپ۔۔آپ ہیں۔۔آپ اپنے آپ سے کسی کو کمپیئر کر بھی کس طرح"
"سکتی ہیں۔۔؟

وہ بھی کوئی ایری غیری نہیں ہے۔۔۔۔"دی جان کے جتاتے انداز پر اس"
نے جبڑے بھینچ کر اشتعال کو دبانے کیلئے ارد گرد پھیلے اندھیرے پر نظر
دوڑائی۔پھر چہرے پر بڑے ضبط سے دوسرا ہاتھ پھیرا۔

"!اللہ حافظ"

گھر جاؤ جلدی اور بات کرواؤ میری۔۔۔"اللہ حافظ کے جواب میں بھی دی"
جان کا موقف وہی تھی وہ پیچ وتاب کھاتا رابطہ منقطع کر جھکا اور بڑا سا لکڑی کا
ٹکڑا اٹھا کر لاری میں پھیکتا دوسرا اٹھانے جھکا کہ۔

خاموش فضا میں دھر دھر کی آواز بلند ہوئی گھپ اندھیرے میں جب تک وہ
دھیان دیتا یا ہٹتا دیر ہو چکی تھی۔

اور اس کی پشت پر یکے بعد دیگرے دو تین بھاری خاردار تنے آکر گرتے
اسے ناقابل برداشت درد سے دوچار کرتے پشت زخمی کر چکے تھے۔۔

گرم گرم سیال مادے کو اس نے باضابطہ کندھے سے سینے پر بہتا محسوس کیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

چُپ بیٹھے ہیں دونوں مگر دِل میں
دونوں کی خواہش ہے کہ بات ہو جائے
تُم پاس بیٹھو پھِر ہوں ڈھیر باتیں
!اور دیر تک بیٹھو کہ رات ہو جائے۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کے جانے کے بعد عشاء کی نماز ادا کر اس وقت کیلئے مخصوص وظائف کرتی وہ جلے پیر کی بلی بنی کبھی اس کمرے تو کبھی اس کمرے کا چکر کاٹ رہی تھی۔ لیکن وہ تھا کہ آ نہیں رہا۔ اسے رہ رہ کر اپنے دو بدو جواب دینے پر پشیمانی ہو رہی تھی۔۔

ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا، شائد ہم بد تمیزی کر گئے ان سے، اور جیسا ان کا مزاج ہے وہ برا منا گئے ہوں گے، وہ آتو جائیں ہم معذرت کر لیں گے۔ لیکن ہمارا مقصد تو یہ نہیں تھا۔۔ لیکن ہمیں ضرورت کیا تھی دوبدو مقابل آنے کی۔۔افففف!!"خود کو لتاڑتے ایک مرتبہ پھر وہ بے چینی سے آکر کھڑکی سے جھانکنے لگی لیکن باہر سکوٹ برقرار تھا۔ سوائے شہنشاہ کے ذی روح کے نام پر کسی کا نام و نشان نہیں تھا۔۔

ایک مرتبہ پھر نامراد سی دوسرے کمرے میں آئی درست چادر کو بیڈ پر ایک مرتبہ بھی درست کیا گھڑی پر نظر ڈالی دس کا ہندسہ عبور ہو چکا تھا۔

پورے کمرے پر ایک طائرانہ مگر مضطرب نگاہ دوڑا کر وہ واپس اپنے کمرے میں آئی گلاس میں پانی بھر کر لبوں سے لگایا ابھی دو گھونٹ حلق سے اترے تھے کہ باہر سے جیپ کی آواز ابھری اور جیسے بے چین دھڑکنوں کو یکایک ہی قرار چلا آیا۔

"!اللہ تیرا شکر"

گلاس سلیب پر رکھ کر باضابطہ سر اٹھا کر شکر کا کلمہ ادا کرتے پر سکون سانس فضا کے سپرد کر وہ اٹھی تھی۔

لیکن چاہ کر بھی قدم دس قدم کا فاصلہ سمیٹ کر اس دروازے تک پہنچنے کی ہمت مجتمع نہیں کر پا رہے تھے۔

جبکہ دوسرے روم میں وہ داخل ہو چکا تھا۔۔

اتنی بہتری ہے نہیں ہمارے درمیان جو ہم اس بگاڑ کو افورڈ" کر سکیں۔۔۔" سکڑتے سمٹتے باز رہنے کی صلاح دے رہے دل کو اس نے حقیقت کا آئینہ دکھایا تھا۔۔

پھر توقف سے طویل سانس اندر کھینچ کر خارج کرتی وہ من من بھر کے قدم اٹھاتی دس قدم کا مشکل فاصلہ سمیٹ کر دروازے کھول کر اندر داخل ہوئی۔۔

وہ ہم آپ سے معذ۔۔۔۔۔ خنخ۔۔۔۔خون۔۔۔۔۔؟"روانگی میں کہتے"
بقیہ الفاظ کبرڈ کے پاس پشت موڑے کھڑے دلاور کی خون سے رنگی پشت دیکھ وحشتناک چیخ میں بدل گئی تھی۔

کبرڈ میں جھکا وہ بھی ہڑ بڑا کے سیدھا کھڑا ہوتا پشت چھپا گیا تھا لیکن تازہ خون کے دھبے تو شانے اور سینے پر بھی تھے۔۔

کک۔۔کیا۔۔کیا۔کیا ہوا ہے آپ کو۔۔۔۔؟"اتنا سارا خون دیکھ حقیقتاً"
اس کے حواس سلب ہونے لگے تھے آنکھوں میں وحشت کا سمندر اترتا بے تاب ہو کر بہہ نکلا تھا جس کی نمی مخدوش لہجے سے عیاں تھی۔۔

کچھ نہیں ہوا ہے آپ جا کر سو جائیں۔۔۔"وہ درد برداشت کرتا بے رخی"
سے بولا۔

"آپ۔۔آپ۔۔۔۔"

جاکر سو جائیں آپ۔۔۔۔"اس کے اپنی سمت پیش قدمی کرنے سے سے "
قبل ہی وہ تیز قدموں جاکر دھڑ کی آواز کے ساتھ واش روم میں شرٹ
ٹراوزر کے ساتھ بند ہو گیا تھا۔
پیچھے مقدس کئی ساعت بت بنی وہیں جمی کھڑی رہ گئی تھی۔بیڈ پر پڑی اس کی
براؤن جیکٹ پر بھی خون کے دھبے تھے اس کے اعصاب جواب دینے لگے
تھے۔ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ اس نے ایک نظر جیکٹ تو دوسرے بند
دروازے پر ڈالی اور خود کو گھسیٹتی سائیڈ روم میں آتی سنک پر جھک کر پے
در پے پانی کے چھینٹے منہ پر مارنے لگی۔
یہاں آس پاس کوئی تھا نہیں جس سے وہ مدد مانگتی جو کرنا تھا اسے ہی کرنا تھا
کیونکہ ایک بات تو واضح ہو گئی تھی یہ شخص انتہائی اذیت پسند تھا۔۔
ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ
"آپ سے میں نے کہانا جاکر سو جائیں آپ۔۔۔۔"

وہ واش روم سے برآمد ہوا تو اسے فرسٹ ایڈ کے سامان کے ساتھ ٹرے لیئے منتظر دیکھ بگڑا۔

"آپ کو اس کی ضرورت ہے۔۔۔"

وہ جی کڑا کر کے آئی تھی لہٰذا بنا ربط کھوئے بولی۔

"مجھے اپنی ضرورتیں پتا ہے۔۔۔"

وہ ٹاول اچھالتا ڈریسنگ کے پاس آیا۔

درد اس قدر تھا کہ شدید تکلیف سے گزر کر اس نے شرٹ کو بدلہ تھا پر زخم کی صفائی کی ہمت پھر بھی نہ ہو سکی۔ ورنہ وہ اپنے زخم کی ہمیشہ سے مرہم پٹی خود کرتا تھا لیکن زخم پیٹھ اور کندھے پر تھا اور ذرا سی حرکت سے پورا بدن ٹوٹنے لگتا تھا کاٹیج تک جیپ چلا کر ہی وہ بڑی دقت سے آیا تھا۔۔

"آپ کو چوٹ آئی ہے۔۔

"تو۔۔؟"

"خون رس رہا ہے۔۔۔"

"تو۔۔۔؟"

"زخم کھلا رہا تو خراب ہو سکتا ہے۔۔"

"تو۔۔۔؟"

"تت۔تو۔۔۔"

مزید ایک بے نیازی میں لپٹے 'تو' پر تذبذب کا شکار مقدس سختی سے لب سمیت دونوں مٹھیوں کو بھینچتی فکر و ہمدردجذبہ پر لعنت بھیجتی مڑنے لگی لیکن اس کی خون سے رنگی شرٹ نے اس کے قدم جکڑ لیئے تھے۔

ہم یہ مرہم اور گرم پانی لیکر آئے تھے صاف کر کے لگا لیں افاقہ "

ہو گا۔۔"سائیڈ ٹیبل پر ٹرے رکھتے وہ نرم سے لہجے میں فکر و ملائمت سموئے بولی۔

اس کی تاثیر مسیحائی سے لبریز انداز پر دلاور چھٹکے سے کندھے پر لگے زخم کی پرواہ کئے بغیر اٹھ کر اس کے مقابل آیا تو وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہوئی۔

لفاظی مشورے کی جگہ عملاً مسیحائی کا ثبوت کیوں نہیں دیتی۔۔؟"اس کے "
تمسخرانہ گمبھیر لہجے پر مقدس نے چونک کر سر اٹھایا لیکن اس کے بٹن کی
طرف بڑھے ہاتھ دیکھ فوراً نگاہ جھکا گئی جس وجہ سے پیشانی تک آیا سرمئی
دوپٹہ مزید جھالڑی پلکوں تک جھکتا چلا گیا۔

جیسے اجلا چاند سرمئی بادلوں کی اوٹ میں چھپتا ہے۔

آپ۔۔آپ۔۔خود کر لیں۔۔"دو بٹن کھولنے تک تو وہ کھڑی رہی لیکن "
تیسرے کی طرف ہاتھ بڑھتے ہی وہ فوراً واپسی کیلئے مڑی۔

ایسے کیسے حکیم صاحبہ!!"وہ چھلاوے کی طرح اس کی راہ میں حائل ہوا۔"

آپ!!"بروقت قدم روکتے مقدس کا دل اچھل کر منہ کو آیا تھا۔"

کندھے پر چوٹ ہے حکیم صاحبہ! ورنہ آپ کو زحمت نہ دیتا، ویسے آپ کو"
زحمت دینا معیوب بھی نہیں آخر کو آپ بیوی ہیں میری اور میاں بیوی کا
تعلق تو خاصا بے تکلف ہوتا ہے۔۔ہے ناں۔۔۔؟"تیسرے بٹن کو علیحدہ

کراس نے کچھ لفظوں پر معنیٰ خیزی سے دباؤ ڈالا تو مقدس کی ریڑھ ہڈی میں سرد لہر دوڑ گئی۔۔

چیک کریں ذرا اپنے مریض کی زخم کی گہرائی کو تاکہ علاج کرنے"

"میں۔۔۔

آپ۔۔۔آپ۔۔ایسے نہیں کریں۔۔۔"اسے شانے سے شرٹ سرکاتا" دیکھ وہ کرنٹ لگے شخص کی طرح اچھل کر حواس باختہ سی پیچھے دیوار سے لگی تھی۔۔

ارے! آپ تو ایسے بھاگ رہی ہیں جیسے میں کسی اچھوت بیماری کا شکار" ہوں۔۔میں تو زخمی پلس آپ کا شوہر بھی ہوں،اور آپ میری ہمدرد مسیحا پلس بیوی ہیں،آپ کو تو زیادہ کمفرٹیبل ہونا چاہئے میرا علاج کرتے ہوئے۔۔"وہ استہزائیہ جتاتا مقدس کی سلب حواس پر چھاتا بالکل اس کے قریب چلا آیا تھا۔

ہم۔۔ہم۔۔نہیں۔۔کر سکتے۔۔"بمشکل لبوں نے حرکت کی تھی۔۔"

کیوں۔۔؟"اس کے سوال میں زہریلے ناگوں کی پھنکار تھی۔"

مقدس لب پیوست کر سختی سے آنکھیں میچ گئی جیسے اب کبھی ان آنکھوں کو نہیں کھولنا ہے۔۔

اس کے آدھے گلاب چہرے پر زہر خند نظر ٹکاتے دلاور کے اندر اشتعال کے اُبال اٹھنے لگے تھے۔۔۔

لفاظی فلسفہ جھاڑنے میں اور عملاً ثبوت دینے میں دن ورات سا فرق"

ہے، لہٰذا دوبارہ میرے سامنے کوشش مت کیجئے گا۔۔اب جائیں اور برائے کرم دروازہ بند کر کے جایئے گا۔۔۔"اس کی جھکی نگاہ پر ایک ترش نظر ڈالتا وہ سائیڈ ڈرار سے ایک پین کلر پھانک کر دو گھونٹ پانی کا بھرتا لائیٹ آف کر بیڈ پر پیٹ کے بل لیٹ گیا تھا۔۔

اس کے اچانک اس قدر قریب آجانے سے فطری بدحواسی کا شکار ہوئی مقدس لب کچلتی خود کو گھسیٹتی کمرے میں چلی آئی تھی۔ لیکن سکون وقرار نیند اس زخمی اپنے ہی دشمن شخص کے پہلو میں چھوڑ آئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رات کا دوسرا پہر سرک کر تیسرے کے دامن میں گرا جب وہ تمام تر ہمت مجتمع کر مصمم ارادے کے ساتھ ایک مرتبہ پھر اس کمرے کی احاطے میں داخل ہوئی۔

چاند کی تاریخ چل رہی تھی کھلی کھڑکی سے چھن کی آتی دودھیا چاندنی سے کمرہ منور تھا۔ لہٰذا لائٹ جلا کر سوئے شیر کو جگانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

چاندنی نے نا صرف بیڈ پر بے سدھ پڑے تواناں وجود کو بلکہ اس کی نیلی شرٹ پر لگے خون کے داغ کو بھی عیاں کر دیا تھا۔

وہ محتاط قدم اٹھاتی بالکل بیڈ کے قریب آئی جہازی سائز بیڈ کے بالکل درمیان وہ محو خواب تھا سو دونوں جانب خاصی جگہ رہتی تھی۔

ٹرے بیڈ پر رکھ کر خود نشست سنبھالنے سے پہلے دھڑکنیں اس جرات پر بری طرح مچل اٹھی تھی جسے ڈپٹتی وہ بیٹھ گئی۔ ایک نظر چہرے کو دیکھنا چاہا جو

منہ پر تکیہ ہونے کی وجہ سے دکھا تو نہیں لیکن بھاری سانسوں کی دھمک نے گہری غنودگی کا تسلی بخش احساس سونپا۔۔

اب کیا کریں۔۔۔؟زخم کیلئے تو شرٹ اتارنی ہو گی اور یہ۔۔؟"اپر سے زخم" کا جائزہ لیتے پہلے ہی مرحلے پر بڑا سا سوالیہ نشان سامنے تھا۔

جواب میں دو آپشن تھے یا تو سوتے شیر کو خود جگانے کا رسک لے یا ابھی رسک لے لے باقی شیر جب جاگے تب کی تب دیکھ لے۔۔

جواب میں اس کے پاس دو انتخاب تھے یا تو سوئے ہوئے شیر کو جگانے کا خطرہ مول لے یا پھر پہلے موقع کی مناسبت سے کاروائی کر لے جب شیر خود سو کر جاگ جائے تب کی تب نبٹ لے۔۔

گو کہ دونوں ہی انتخاب قطعی مشکل تھے مقدس بنتِ ذکاء کیلئے لیکن در پیش صورت حال کے پیش نظر ایک انتخاب تو ہر صورت بروئے کار لانا ہی تھا کیونکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

ایک بے بس سانس کمرے کی خاموش وخوابدیدہ فضاء کے سپرد کر وہ فیصلہ کن قدم اٹھاتی سائیڈ روم میں گئی تھی واپسی میں اس کے ہاتھ میں سبزی کاٹنے والی قینچی تھی جو دو دن قبل راشن کے ساتھ آئی تھی۔۔

اپنے کٹھن فیصلہ پر عمل آوری سے قبل ایک مرتبہ پھر ذہن اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کیلئے بضد ہوا لیکن وہ سر جھٹکتی شرٹ کو نیچے سے تھام کر اللہ کا نام لیتی ایک ہی بار میں چاک کر دو حصوں میں جدا کر چکی تھی۔۔

افففف اللہ! کوئی اتنی تکلیف میں ہو کر بے فکری کی نیند کس طرح سو سکتا" ہے آخر۔۔۔؟"پوری خشک خون سے رنگی پیٹھ اور جگہ جگہ کھروچ و خراب ہوئے زخم کی حالت دیکھ حقیقتاً مقدس کا سر چکرا گیا تھا اس شخص کی قوتِ برداشت کا سوچ کر۔۔

پہلا کام اسے زخم واضح کرنے کیلئے خشک خون کو صاف کرنا تھا جس کیلئے فوراً ہی گرم پانی والے برتن میں کاٹن کپڑا ڈبو کر نچوڑتے پیٹھ کے قریب لیکر آتی

بس ایک انچ کے فاصلہ پر اپنے لغزش کا شکار ہاتھ دیکھ سختی سے لب بھینچ گئی۔۔

شرم حیا جھجھک حجاب کیا کچھ نہ تھا جو اس وقت مانع تھا۔بے شک یہ شخص اس کا محرم تھا اور ان کے رشتہ کا تقاضا ہی قرب و بے تکلفی تھی۔

لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ ان کے درمیان تکلف و جھجھک کی بلند و مضبوط دیوار حائل تھی۔

وہ دونوں تو مشکل سے جو ایک دو مرتبہ ہم کلام ہوئے تھے وہ بھی قطعی تکلف و اجنبیت میں لپٹی تھی۔بلکہ اس شخص کی جانب سے تو کوفت و بیزاریت ہی ملی تھی۔

تضاد اس نے اپنی پوری زندگی میں سوائے اپنے ابا اور بھائی کے کسی مرد کی پرچھائی کو بھی ارد گرد نہ دیکھا تھا نہ اپنی پرچھائی کو کسی مرد کی نگاہ سے آلودہ ہونے دیا تھا۔

ہمارے مابین تعلق کی نوعیت کیا ہے یا ان کا ہمارے ساتھ رویہ کیسا ہے یہ" ایک الگ بحث ہے۔۔فل وقت یہ ایک زخمی شخص ہیں اور ہم یہاں موجود واحد انسان جو ان کی تیمارداری کر سکتے ہیں۔۔اور انسانیت کے ناطے یہ کرنا ہمارا فرض بھی ہے۔۔لہٰذا فضول نہیں سوچیں مقدس!"خود کو ڈپٹ کر اچھی طرح باور کراتے ہر حجاب و جھجھک کو بالائے طاق رکھ کر وہ شد و مد سے زخم کے اطراف کا حصہ نہایت احتیاط کے ساتھ صاف کرنے لگی تھی۔

اب ذہن میں کوئی خدشہ تھا تو بس اس شخص کے درمیان میں جاگ جانے کا جو اس کے دو مرتبہ کسمسانے پر مزید بڑھ گیا تھا لیکن صد شکر ایسا ہوا نہیں۔ مقدس بھی اپنے ہاتھ تیزی سے چلا رہی تھی۔

زخم دو تین ہی گہرے تھے ایک کندھے پر دوسرا کمر کے قریب اور پیٹھ کے بالکل درمیان میں۔۔

تینوں زخموں کو اچھی طرح صاف کر کے مرہم لگانے کے دوران اس نے ایک مرتبہ بھی اپنی انگلیوں اس کی جلد سے مس ہونے نہیں دیا تھا پہلے کپڑا

پھر روئی کی مدد سے اپر ہی اپر مرہم لگاتی رہی لیکن پٹی باندھنے کیلئے اس گریزو اجتناب سے تجاوز کرنا تھا۔۔

جس کیلئے اس نے بڑی ہمت سے اپنے نازک ہاتھ کو اس کے شانے پر رکھا اور دوسرا ہاتھ سے ابھی وہ سفید پٹی کو چپکانے کی کوشش کر ہی رہی تھی جب یک بیک ہی جسم میں حرکت ہوئی اور قبل اس کے کی وہ کوئی کاروائی کرتی اس کی نازک کلائی کو سخت گرفت میں لیتے مقابل نے تیزی سے کھینچا اور وہ گھٹی گھٹی سی چیخ کے ساتھ بالکل اس کے پہلو میں آن گری۔۔

ساتھ ڈھیلے جوڑے سے زلفوں کا آبشار بھی اس جھٹکے سے خائف ہو کر پشت اور چہرے پر کالی گھٹا کی طرح بکھرتا چلا گیا تھا۔

پلیز پشت مت موڑئیں زخم خراب ہو جائیں گے۔۔۔۔"اس کے مڑنے" کی کوشش پر اس افتاد سے اتھل پتھل ہوئی دھڑکنوں کے ساتھ وہ فکر مندی سے بولی تو ابھی تک اس بے حد قریب گرے وجود کو وہم سمجھ رہا دلاور بھونچکا کر اپنی جگہ اٹھ بیٹھا تھا۔۔

مقدس بھی تیزی سے سیدھی ہو کر بیٹھتی خجل سی ہو کر پیچھے کو کھسکی تھی ساتھ دوپٹے کی تلاش میں دونوں ہاتھ متحرک تھے جو نجانے کدھر گلے سے لپٹ گیا تھا اور وہ اپنے بے حجاب زلفوں کے آبشار سے نازک سراپا چھپائے اس شخص کے مقابل تھی جو سرخ ڈوروں سے مزین آنکھیں سکڑے بڑی فرصت سے اسے نہار نہیں گھور رہا تھا۔

اور وہ اپنی حالت پر شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی نجانے یہ شخص اس کے متعلق اس حرکت کے بعد کیسی رائے بنائے گا۔۔؟

دوسری طرف دلاور یقین و بے یقینی کی منجھدار سے نبرد آزما تھا۔اس نے اپنی پیٹھ پر نرم گرم احساس پھر ہلکے درد و جلن کو اچھی طرح محسوس کیا تھا لیکن نیند کی گولی اور پین کلر کی زیر اثر چاہ کر بھی اس کی آنکھیں وا ہونے سے انکاری اسے وہم قرار دینے پر بضد تھی۔۔

لیکن جب نرم لمس کا احساس شانے پر جاگا تو اس کا ہاتھ فوراً متحرک ہوا تھا اور نتیجے میں وہ نازک معطر ہوا کے جھونکے سا وجود اس کے پہلو میں تھا کالی گھٹاؤں کی آر سے حجاب و جلوہ گری کی اٹھ کھیلی کرتا ہوا۔

لیکن اس کا نیند کہ غلبہ کا زیر اثر دماغ ہنوز قوت بینائی کو جھٹلا رہا تھا۔ لیکن اب۔۔اب جو وہ اپنے سے دو ہاتھ کے فاصلے پر دیکھ رہا تھا۔۔

چاندنی میں نہایا دھان پان سا سراپا پشت اور سینے پر بکھرے ریشمی بے حد سیاہ زلف امبرین کا گھنا جال۔۔

اور کھڑکی سے چھن کر آتی چاندنی سے واضح ہوتے اس کے رخِ روشن کے من موہنے نقوش۔۔

جھکی جھالڑی پلکوں کا دل آویز رقص،

مانند موتی دانتوں کے زیر ستم گلابی لب،

گوہر نایاب کی طرح شفاف جبین پر چمکتی شبنمی بوندیں،

خفت و سراسیمگی سے گلنار رخسار پر جھولتی شریر لٹیں۔

وہ دعویٰ نہیں کرتا تھا کہ یہ اجلی چاندنی میں پور پور نہایا سمٹا سمٹا یا وجود کوہِ قاف سے اتری پری کی مثل ہے یا اپسرا کی یا پھر کسی الف لیلوی داستان کی ملکوتی کردار کی مثل جس کے سحر کو کہانی نگار نے خصوصی وقت و توجہ لیکر عمدہ الفاظ میں ڈھال کر قاری کے دل پر وحی کی طرح ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے اتار دیا ہو۔

نہ ہی وہ اسے حسن آخر کہہ رہا تھا لیکن ہاں یہ دلاور عثمانی کی چوبیس پچیس سالہ زندگی میں حسن و نزاکت سے پہلا واسطہ تھا جہاں اس کی خمار آلود نگاہوں نے عجب طلسم میں جکڑ کر بڑی تسلی کے ساتھ مقابل کا تفصیلی جائزہ لیا تھا وہ بھی عالم بے خودی میں۔۔۔۔

ہم۔۔۔ ہمارا کوئی ارادہ نہیں تھا ایسا۔۔ لیکن آپ۔۔ آپ کی غصہ و انکار" کے پیش نظر ہمیں یہی درست لگا۔۔۔۔"اس کے پر حدت نظروں کے ارتکاز سے موم کی مانند پگھلتی مقدس بمشکل اس طلسم کو توڑنے میں کامیاب ہوئی۔

جواب میں دلاور کا نا صرف نگاہوں کا ارتکاز ٹوٹا بلکہ پہلی بار ہاں پہلی بار اس کے دل نے ایک بیٹ مس کی جس پر خشک حلق کو تر کرتا اپنی محویت پر خجالت کا شکار ہوئے تاثرات کو چھپاتا کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔۔۔

"وہ دوائی ہم لگا چکے ہیں پٹی باندھنی ہو گی اگر آپ۔۔۔۔

معنٰی خیز خاموشی میں ایک مرتبہ پھر مقدس کی آواز دڑاڑ ڈالنے میں کامیاب ہوئی۔

اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"وہ تیزی سے بولا۔۔"

بنا رخ موڑے۔

ضرورت ہے کھڑکی سے ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے زخم خراب ہو سکتا ہے،اور" پٹی باندھنے کے بعد ہم فوراً یہاں سے چلے جائیں گے۔۔۔۔"اس نے قصداً آخری جملے کو ادا کیا تو جواب میں لبوں تک آئے جملے کو لب بھینچ کر باز رکھتا اس نے ترچھی نظروں اپنی اجازت کی منتظر ہاتھ میں سفید پٹی لئے کھڑی لڑکی کو دیکھا۔

پھر بنا کچھ کہے پشت موڑ گیا جسے اشارہ سمجھ کر مقدس تیزی سے بیڈ کی دوسری سمت آئی تھی اور جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی تھی۔

ہاتھوں کی لرزش پر تو وہ قابو پا رہی تھی لیکن بتدریج بڑھ رہی دھول کی طرح بجتی دھڑکنوں کے شور پر اس کا کوئی بس نہیں چل رہا تھا۔ جس کی مدھر دھن سے بلاشبہ مقابل کی سماعت فیض یاب ہو رہی تھی۔

جیسے تیسے پٹی لپیٹ کر قینچی سے کٹ کرتی وہ چھلاوے کی طرح وہاں سے غائب ہوئی تب ہی دلاور نے کب سے رکی سانس کو بحال ہونے دیا۔۔

افففف!!" ساتھ ماؤف ذہن کے ساتھ بے دم سا پیٹ کے بل وہ بیڈ پر گرا" اور جیسے ہی آنکھیں بند کی چھم سے دلبرائی منظر تصور میں اترا تو ہڑبڑا کر آنکھیں کھولتا جھلا کر رہ گیا۔۔

وہ ہنستی آنکھیں حسیں تبسم،

دمکتا چہرہ کتاب جیسا

دراز قامت ہے، سرو آسا ہے،

رنگ کھلتے گلاب جیسا

کچھ اس کے عارض کی دل فریبی،

کچھ اس کے ہونٹوں کا رنگ دلکش

وہ سر سے پا ہے غزل کا لہجہ،

نیا نیا سا شباب جیسا

کبھی وہ تصویر بن کے دیکھے،

کبھی وہ تحریر بن کے بولے

وہ پل میں گم صم وہ پل میں حیراں،

!کسی مصور کے خواب جیسا

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

حسب سابق ودستور اس شخص سے الجھنے کے بعد بلکہ ٹھیک ٹھاک بھڑاس

نکالنے کے باوجود اس کے مضطرب ذہن ودل کو ایک گونا بھی سکون وقرار

نہیں آیا تھا بلکہ اس کے مضبوط لب و لہجے میں ادا کئے گئے الفاظ کی بازگشت نے مزید ذہن کو ان دیکھی آگ میں جھونک دیا تھا۔

جس سے اس کا تن من روح و جسم خیال و ہر لمحہ سلگ و جھلس رہا تھا۔اور وہ تھا کہ یونیورسٹی آ ہی نہیں رہا تھا۔ غیر محسوس انداز میں ہر بریک پر باہر نکل کر اس کی نگاہیں اسے تلاش کرتی تھی۔ لیکن نگاہ ہر بار نامراد لوٹ آتی اور اس کی بے چینی دوچند ہو جاتی۔۔

روزِ اول سے اس سے عناد و عداوت کا تعلق نبھاتے اس نے یک طرفہ جنگ چھیڑ رکھی تھی۔ پھر وہ کیوں چاہتی تھی کہ اس سے بات ہو سامنا ہو۔۔۔

وہ اپنی دہری سوچ متضاد خواہش پر تلملائی ہوئی تھی۔ سخت جھنجھلائی ہوئی تھی۔

اب بھی اس کا ارادہ صلح و صفائی کا نہیں تھا وہ اپنے متنفر موقف پر قائم و دائم تھی اس دن الفاظ نے ساتھ چھوڑ دیئے تھے لیکن اب نئے دلائل و جرح کے انداز کے ساتھ وہ اسے منہ توڑ جواب دینا چاہتی تھی اسے غلط ثابت کرنا چاہتی

تھی۔اسے بتانا چاہتی تھی کہ تم جیسے مذہب اور اس کے احکامات کی فریبی پر اثر باتیں کرنے والے در حقیقت دوغلے ہوتے ہیں۔جو کسی معصوم کی سچے جذبات وعقیدت کی توہین کرتے اس کی دھجیاں اڑاتے ہیں انھیں اپنے مفاد کیلئے زندہ در گور کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔۔۔

کھولتے ذہن کے ساتھ وہ اپنے کلاس سے تباہ کن عزائم لئے نکلی تھی اور تن فن کرتی ہوئی سائیکالوجی ڈپارٹمنٹ کی طرف بڑھی جہاں اکاد کا طالبِ علم محو گفتگو تھے۔۔

اتفاق سے بدر کا دوست جبران عرف جیک اسے چند لڑکے لڑکیوں کی گروپ کے ساتھ کلاس میں نظر آگیا تھا۔

"ڈاکٹر بدر بن ذکاء کہاں ہیں۔۔۔؟" گروپ کے قریب پہنچتے اس نے سیدھا بھسم کرتا ہوا سوال داغا تھا۔

"ایز ایوری تھینگ اوکے۔۔۔؟" آتش فشاں بنی لڑکی کو جبران نے چونکتے پوچھا۔

دیٹس نن آف یور بزنس! وہ کہاہے بتاؤبس۔۔۔؟"اس کے لہجے میں نہ" لچک تھی نہ مروت بس تھاتوحکمیہ ٹھٹھرتاتاثر جبران سمیت سبھی مغلوب ہوئے۔

"وہ تھیسس پر کام کررہاہے نہیں آیاہے۔۔۔"

نمبر دواس کا۔۔۔"جبران کی بات ختم بھی نہیں ہوئی کہ فون نکالتے اس" نے اگلا حکم دیا۔

جواب میں سب نے انتہائی تعجب سے اس بلیک جینزاینڈ شرٹ پر براؤن لانگ کوٹ میں ملبوس حسینہ کاسپاٹ تمتماتے نقوش والا چہرہ دیکھا جو بے مثال حسن کے ساتھ اپنی اکھڑ و مغرورانہ مزاج کیلئے پورے یونیورسٹی میں مشہور تھی۔

آزادماحول کے پروردہ لڑکے اس پر مرتے تھے لیکن اس کے گرد بنے دائرے میں داخل ہونے سے قاصر تھے حسن کا مجسمہ حقیقت میں بھی سنگی مجسمہ ہی تھی جذبات سے عاری۔۔۔

ایسے میں اس کا آگے سے آکر بدر بن ذکاء کا نمبر مانگنا جس سے ہوئی کئی چھڑپ کے وہی لوگ گواہ تھے۔ تعجب خیز تو تھا۔

مل سکتا ہے مجھے آج کی ڈیٹ میں نمبر۔۔؟ یا میں اپاؤئمنٹ لیکر "آؤں۔۔۔۔؟"اس نے دانت پیسے تھے۔

نن۔۔نو۔۔نوٹ ڈاؤن۔۔۔۔"گلا کھنکارتا جبران حکم حاکم مرگ" مفاجات کے مصداق نمبر بتاتا گیا۔

جواب میں سکرین پر ایک تسلی آمیز نظر ڈال کر وہ لبوں سے تو دور ایک تشکر آمیز نگاہ کا تک تبادلہ کئے بغیر مڑ گئی تھی۔

بیوٹی کوئین کا کوئی سین ہے کیا بدر کے ساتھ۔۔۔۔؟"ان کے گروپ کی لڑکی نے تجسس سے پوچھا باقی سب کی نگاہیں بھی سکڑ کر قریب آئی۔

سین کا تو کوئی چانس ہی نہیں اس آتش فشانی پہاڑ اور اس ہمالیہ پہاڑ سے" متضاد فطرت کے مالک ڈاکٹر بدر کا۔۔بٹ پرسنالٹی کلیش ہے ان کا وہ بھی

سولڈ والا۔۔"جبران پر سوچ انداز میں سر ہلاتا بولا تو باقی سب بھی سر ہلا دئے۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ثمرہ اور ظہرہ عثمانی کا شائد حویلی سے ڈیرہ اٹھانے کا فل حال کوئی ارادہ نہیں تھا۔ان کی خاطر مدارت میں میرال اور رضوانہ بیگم سمیت حویلی کے درجن بھر ملازم ایک ٹانگ پر کھڑے تھے لیکن پھر بھی مکھی کی طرح انھیں کسی نہ کسی چیز میں نقص نظر آ ہی جاتا تھا۔۔

اگر وہاں وہ دونوں مہربان تھیں تو بس تین ہستیوں پر باران دی جان اور ناظمہ بیگم پر۔

باران کے تو ان کا بس نہیں چل رہا تھا دل و جان سے صدقے واری چلی جائیں۔۔

ناظمہ بیگم سے بات کرتے ہوئے بھی زبان سے شہد ٹپکتا تھا اور دی جان سے وہ لوگ خاصی محتاط تھی کیونکہ وہ سسرال سے آئی بیٹی ہونے کا مارجن دیکر

روایتی ماؤں کی طرح قطعی ان کی غلط بات پر چپ نہیں رہتی تھیں۔۔جیسا کہ عام طور پر ہمارے معاشرے میں کچھ گھرانوں میں صحیح اور غلط کی تفریق کئے بغیر شادی شدہ بیٹیوں کو شہ دی جاتی ہے۔۔۔

اس سارے شور شرابہ والے ماحول میں گھن چکر بنی میرال ناراض مضراب کو منانے میں الگ ہلکان تھی جو اس کی بات ہی نہیں سن رہی تھی۔۔

"!مضرب"

"مضراب! میری بات سنو مضراب۔۔۔۔"

وہ سیڑھیوں سے اپر آ رہی تھی جب راہداری سے گزر رہی مضراب کو دیکھ تیزی سے آتی اس کی راہ میں حائل ہوئی۔

جسے نظر انداز کرتی مضراب سائیڈ سے گزرنے لگی کہ میرال کھسک کر سامنے آئی۔ مضراب نے پھر دوسری سائیڈ سے نکلنا چاہا لیکن ناکام۔۔

"!میری بات سن لو مضراب پلیز"

میرال کے ملتجانہ انداز پر مضراب نے بس ایک سپاٹ نظر اس کے ہراساں چہرے پر ڈالی۔

"مضراب تم جانتی ہو میں تصور میں بھی تمہیں ناراض کرنا تمہیں دکھ پہنچانا نہیں چاہوں گی۔۔پر۔۔۔"

"پر تم ہر مرتبہ مجھے دکھ پہنچا ہی دیتی ہو۔کیونکہ تم اچھی طرح جانتی ہو تم خود کو اذیت دو گی تو مجھے تکلیف ہو گی اور تم وہ کرتی ہو بار بار ہر بار۔۔ہے نان میرال سا۔۔۔؟"اس نے تلخ نظر اس کے روہانسے چہرے پر ڈالی۔

"وہ اذیت نہیں اصلیت ہے میری مضراب اور یقین کرو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔۔"وہ منانے آئی تھی لیکن پھر بے بس سی اس تلخ بحث میں الجھ رہی تھی۔

"تمہیں بھلے نہیں لیکن مجھے ہے۔۔اور وہ تمہاری اصلیت نہیں ایک سانحہ تھا ہم سب کیلئے برابر صبر آزما۔۔اگر ہم سب اس سے ابھر کر ایک نارمل زندگی جینے کی کوشش کر سکتے ہیں تو تم کیوں نہیں۔۔۔۔؟"مضراب اس

موضوع پر کبھی قائل نہیں ہونے والی تھی میرال کی آنکھیں اس کی ضدی انداز پر ڈبڈبائی۔۔

کیوں، کیا، کیسے، کس لیئے۔۔؟اس طرح کے لایعنی سوالوں کے گرداب" میں خود کو الجھانا چھوڑے برسوں بیت چکے مجھے مضراب! اب بس میں سانس لیتی ہوں کیونکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔۔اور میں تم سے بس اتنا چاہتی ہوں کہ تم مجھ سے ناراض مت ہوا کرو کم از کم ایسے موضوع کو لیکر جس کا کوئی مطلب ہی نہیں۔۔۔"اس کے شکستہ لہجے میں التجا کے ساتھ برسوں کی تھکن اتری ہوئی تھی جو مضراب کے ساتھ دی جان کے کمرے سے دی جان کے ساتھ برآمد ہوئے باران اور دی جان دونوں کو ہی شدت سے محسوس ہوا تھا۔

"یہ موضوع بے مطلب نہیں ہے میرال! بھائی سا کہ ساتھ جو۔۔۔" دی جان آپ! میں آپ ہی کو ناشتہ پر بلانے آئی تھی۔۔۔"مضراب کا" جملہ قطع کر سیکنڈ میں خود کو کمپوز کو وہ دی جان کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔

جواب میں دی جان مسکرا بھی نہ سکی تھی۔

آجائیں آپ لوگ۔۔۔"ساتھ دی جان کی پشت پر نمودار ہوئے وجود کو" دیکھ تیزی سے کہتی سیڑھیوں کی طرف مڑ گئی مضراب بھی تن فن کرتی اس کے پیچھے گئی۔

اللہ بخت بلند کرے اس بچی کے۔۔ بڑی ہی صابر و شاکر ہے اتنا بڑا سانحہ " جھیل کر بھی لوگوں کیلئے مسکراتی ہے۔۔۔"اس کی پھیکی مسکان سے دی جان کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔

لیکن یہ یہاں کیوں رہ رہی ہیں دی جان۔۔۔؟" باران پوچھے بغیر نہ رہ" سکا۔

"تو کہاں جائے گی۔۔۔؟"

جہاں وہ پہلے رہتی تھیں۔۔؟"دی جان کے الٹے سوال پر الجھ کر باران نے" سوالیہ جواب دیا۔۔

جہاں وہ رہتی تھیں۔۔۔؟"دی جان نے اسی کے الفاظ دہرائے اور پھر "

آگے چل دی۔۔ پیچھے باران الجھا سا کھڑا ہی رہ گیا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"اہ! میرے خدایا۔۔۔۔۔"

آئینہ کے مقابل ایستادہ دلاور کی آنکھیں دونوں جانب سے لٹک رہی اپنی شرٹ دیکھ پورے حجم سے پھٹی تھی۔

رات اس کا کچی نیند سے بیدار ہوا حریف دماغ تجلیاتِ حسن کی تاب نہ لا کر جمود کا شکار ہو گیا تھا جس وجہ سے اس سمت اس کا دھیان گیا ہی نہیں کہ بنا شرٹ کھولے اس کی مرہم پٹی کس طرح ہوئی لیکن ابھی اپنی شرٹ کا حشر نشر دیکھ حقیقتاً دماغ کا فیوز اڑ گیا تھا۔

رات مقدس کی اچانک آجانے کی وجہ سے وہ ہاتھ آئی شرٹ لیکر اندر گھس گیا تھا اور وہی پہن بھی لیا تھا جو کہ بالکل نئ تھی اور رنگ بھی اس کا پسندیدہ تھا۔۔

بہت خوب حکیم صاحبہ ! لیٹ نائٹ سرویس کی اچھی قیمت وصول کی ہے"
آپ نے۔۔۔"دونوں آستین جدا کر شرٹ کو آنکھوں کہ سامنے لاتے اس
نے بتیس کے بتیس دانت پیسے تھے۔

ابھی وہ شرٹ کی درگت دیکھ جل کڑھ ہی رہا تھا جب دروازے پر آہٹ ہوئی
اور قدموں کی دھیمی چاپ کے ساتھ سر سر اتا دھانی آنچل پھر مکمل سراپا
منظر عام پر آیا۔

"آپ جاگ گئے۔۔۔؟"

جی ! لیکن افسوس رات سویا کیوں تھا اس پر ہے۔۔۔"وہ بگڑے تیور لیئے"
طنز کا تیر چلاتا مڑا۔

جی۔۔۔؟ہم سمجھے نہیں۔۔۔۔"مقدس نے نا سمجھی سے نگاہ اٹھائی جو"
مقابل کے تواناں وجود پر بس سفید پٹیاں دیکھ خفت سے جھکتی چلی گئی۔

پہلے آپ مجھے یہ سمجھا دیں ذرا۔۔۔۔؟"شرٹ کو موڑ کر اس کے سامنے"
لہرایا۔۔

۔۔

پہلے آپ مجھے یہ سمجھا دیں ذرا۔۔۔؟"شرٹ کو موڑ کے اس کے سامنے "
لہرایا۔۔

ہمیں اس وقت جو سمجھ آیا ہم نے کر دیا۔۔" بڑبڑاہٹ سے ذرا اونچی آواز "
میں کہتی وہ بیڈ کی طرف بڑھی۔

جو سمجھ آیا۔۔۔؟"دلاور کے بھویں اپر کو شوٹ ہوئی۔"

آپ کو اندازہ ہے آپ نے جس شرٹ کو شہید کیا ہے وہ میری پسندیدہ "
شرٹ تھی۔۔۔؟"بالکل درمیان سے چاک ہوئی شرٹ کا حشر از سر نو دکھاتا
وہ سنگین لہجے میں دانت پیس کر اطلاعاً بولا۔۔

زخم سے پوری پیٹھ چھلنی ہے انھیں شرٹ کی فکر ہے۔۔۔"بیڈ سے بیڈ "
شیٹ اتارتی مقدس زیر لب بڑبڑایا۔

کچھ کہا۔۔۔؟"سماعت خاصی تیز تھی۔"

ہمیں اس وقت آپ کی جان آپ کی تکلیف اس شرٹ سے زیادہ اہم لگی سو" ہم نے جو بہتر لگا کر دیا۔۔ باقی شہادت ایک سعادت ہے لہٰذا ہمیں ملال نہیں، آپ کو بھی نہیں ہونی چاہئے۔۔۔"توقف سے متانت بھرے مترنم لہجے میں اپنے کارنامے کا دفاع کرتے زوجہ نے صلاح سے بھی نوازا تو حریف زادہ حقیقتاً عش عش کر اٹھا۔

جبکہ محترمہ دفاعی قوت آزما کر کمرے کے بالکل بیچ و بیچ ایستادہ صاحب بہادر کو صاف نظر انداز کرتی واش روم میں گئی چادر واشنگ مشین میں ڈال کر جب دوسری چادر لینے کبرڈ کی طرف بڑھی تو اسے ہنوز وہیں ایستادہ پایا۔

اس کے بچوں کی طرح احتجاج میں ایک ہی جگہ جم کر کھڑا رہ جانے پر مقدس کی لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ مچلی جسے دباتی وہ بیڈ پر چادر بچھانے لگی تھی۔۔

"!سنئے"

"!فرمایئے"

خاصی دیر جلنے کڑھنے کے بعد جیسے ہی وہ کھولتے ذہن کو ٹھنڈا کرنے کیلئے واش روم کی طرف بڑھا مخصوص انداز پر اس کے بتیس کے بتیس دانت پیسے۔

"اگر آپ نہانے جا رہے ہیں تو نہایئے گا مت۔۔۔۔"

تشریح۔۔۔؟"حکم کم ہدایت پر وہ پورا گھوم گیا تھا۔"

"زخم ابھی کچے ہیں پانی سے خراب ہو جائیں گے۔۔۔"

صلاح کا شکریہ! لیکن میں نہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔"اس کے توجہی سے" متفق ہونے کے باوجود وہ خشک لہجے میں بولا۔

"اتنے دنوں سے یہاں ہیں سو اتنا تو ہمیں معلوم ہے۔اس لیئے ہم نے واش روم میں ٹاول رکھ دیا ہے گرم پانی میں ڈبو کر بدن پوچھ لیں، سر بھی چاہیں تو دھو سکتے ہیں لیکن ہمیں نہیں لگتا گردن کا زخم آپ کو اس کی اجازت دے گا۔۔آپ باہر آجائیں تو ہمیں آواز دیجیئے گا ہم پٹی بدل دیں گے۔۔۔"

اپنی بات متانت سے کہتی وہ درمیانی دروازے کی سمت بڑھی۔

آپ کو کیوں لگتا ہے میں آپ کی بات پر لبیک کہوں گا۔۔؟"دہلیز عبور"
کرنے سے قبل عقب سے تیکھا سوال ابھرا تھا۔جس پر پل بھر کیلئے وہ دہلیز پر
رکی تھی پھر دھانی چادر سر سراتا ہوا نگاہ سے اوجھل ہو گیا۔

ہونہہ!" تنفر سے ہنکار بھرتا وہ واش روم میں روپوش ہوا تھا۔"

novel by jnikhat

زندگی بکواس ہو کر رہ گئی ہے۔۔بندے کا سرے سے کسی چیز پر کوئی اختیار"
ہی نہیں ہے۔۔۔۔"کاندھے کے عین رگ پر موجود زخم کی وجہ سے ادنیٰ
دانت برش کرنے میں پیش آرہی پریشانی پر وہ آئینہ میں خود کو گھورتا ٹھیک
ٹھاک جھنجھلایا تھا۔

حد ہو گئی ہے مطلب کی حد ہی ہو گئی۔۔۔"پشت موڑ کر آئینہ میں پیٹھ پر"
بندھی پٹیاں دیکھتا وہ یوں بگڑ رہا تھا جیسے اسے پٹیاں شوقیہ باندھی گئی ہے یا
کپڑے کی پٹیاں نہیں لوہے کی بیڑیاں ڈالی گئی ہے جو چھٹپٹا رہا تھا۔

بری طرح پیچ وتاب کھاتے اس نے نہانے کا ارادہ ملتوی کیا تھا اور حکیم صاحب کی تجویز کے مطابق ہلکے ہاتھ سے ٹاول سے بدن پوچھ کر باہر آیا تھا اتنا بھی کرتے تکلیف سے اعضلات تن اٹھے تھے مساسوں میں ضبط سے نمی اتر آئی تھی۔

جن زخموں کو وہ معمولی کھروچ سمجھ رہا تھا در حقیقت وہ معمولی تھے نہیں۔۔ کچی بھاری لکڑی کی تنوں کے پے در پے ضرب تھی جو ہڈیوں تک کو چٹخا گئی تھی۔اس کا احساس اسے برش کرنے اور بدن پوچھنے کی کوشش کی دوران اچھی طرح ہو گیا تھا۔

چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارتا وہ تکلیف سے آنکھوں میں اترے سرخ ڈوروں کو آنکھیں موند کر تکلیف کی شدت عیاں کرنے سے باز رکھتا باہر آیا اور آئینہ کے مقابل کھڑا ہو کر چہرہ خشک کرنے لگا۔

"خدایا! آپ کی زخم سے تو واپس سے خون رس رہا ہے۔۔"

ڈریسنگ کا سامان لیکر آئی مقدس اس کی پٹیوں کو سرخ دیکھ تشویش زدہ سی اس کی سمت بے اختیاری میں لپکی اور آئینہ سے اس کے گلاب چہرے پر پریشانی کی پرچھائیاں دیکھ جھنجھلایا وہ شانے پر ٹاول ڈالتا تیزی سے وہاں رکھی جیپ کی چابی اٹھاتا دروازے کی سمت بڑھا۔

کہاں جا رہے ہیں آپ کی ڈریسنگ ہونی ہے۔۔۔"اسے ان دیکھا کر کے " نکلتا دیکھ وہ راہ میں ناچاہتے ہوئے بھی حائل ہوئی۔۔

ان زخموں کو رستے خون کی عادت ہے آپ مسیحائی کی عادت مت ڈالیں" خود کو۔۔۔"اس کا خشک لہجہ تلخیوں کی تپش لیئے سرزنشی تھا۔

ان ہاتھوں کو مسیحائی کی عادت ہے وہ بھی موروثی ہم کچھ نہیں کر سکتے اس" سلسلے میں۔۔۔"وہ توقف لیکر مگر مضبوط لہجے میں بولی۔

بہت خوب!!"وہ ہنکار بھرتا سائیڈ سے نکل گیا۔"

"ہمارا نہیں خیال آپ دی جان کو پریشان کرنا چاہیں گے۔۔۔؟"

ابھی اس نے دروازے کو وا کرنے کیلئے ہینڈل تھاما ہی تھا کہ مقدس کے سوال پر گردن میکانکی انداز میں اس کی سمت گھومی۔

"انھیں بتائے گا کون۔۔۔؟"

"ہم!"

"کیوں؟"

"وہ پوچھیں گی۔۔"

"آپ جھوٹ بول دیجئیے گا!"

"ہم جھوٹ نہیں بولتے۔۔"

"غلط بیانی کر دیجئے گا۔۔؟"

"مشکل ہے۔۔۔"

"ناممکن تو نہیں۔۔۔"

"ناممکن تو آپ کا اپنا تھوڑا سا خیال رکھ لینا یار کھنے دینا بھی نہیں ہے۔۔۔۔"

لاجواب ! اچھی بحث کر لیتی ہیں آپ۔۔۔" وہ چیتے کی چال چلتا اس نازک وجود کی سمت بڑھا جسے کچھ زیادہ ہی نازک سمجھنے کی غلط فہمی اس کی ابھی ابھی پاش پاش ہوئی تھی۔

ہمارا ارادہ نہیں تھا ایسا۔" وہ اس کے مقابل آن ایستادہ ہونے پر پلکوں کی جھالڑ گرا گئی۔

"مطلب بلا ارادہ آپ مجھے دھمکی دے رہی ہیں۔۔۔؟"

ہم آپ کو دھمکی نہیں دے رہے بس بتا رہے ہیں، دی جان کو اگر معلوم پر" گیا آپ نے لاپرواہی برتی ساتھ ہم نے بھی تو انھیں دکھ پہنچے گا۔۔۔" وہ نگاہ جھکائے توجہی پیش کرنے کے انداز میں بولی۔

جواباً سمجھنے کے انداز میں سر ہلاتا وہ جبڑے بھینچ کر گردن میں ہاتھ پھیرتا کمرے میں ادھر سے ادھر چکر کاٹنے لگا۔ آزاد پنچھی تھا قید کا خیال بھی اسے بے چین کرنے کیلئے کافی تھا۔

دفعتاً اس کا بیڈ پر موجود فون رنگ ہوا روشن اسکرین پر جگمگاتا جانِ دلا ور کالینگ رہی سہی کسر پوری کر گیا تھا اس نے ایک نظر اپنے جواب کیلئے منتظر محترمہ کو دیکھا دوسری نگاہ فون پر ڈالی۔

کال لیں اور دی جان کو میری چوٹ کی بھنک بھی نہیں لگنی"

چاہیئے۔۔۔"فون اس کی سمت بڑھاتا وہ حکمیہ بولا۔

"لیکن ہم جھو۔۔۔۔۔"

جی جناب! آپ جھوٹ نہیں بولتیں، غلط بیانی بھی مشکل ہے آپ کیلئے" از بر ہے مجھے آپ کے اقوال زریں، آپ دی جان کو سنبھال لیں باقی آپ جو کہیں۔۔۔"فون اس کی گلابی ہتھالی پر پٹختا وہ دانت کچکچا کر بولا تو مقدس بھی کمال فرمانبرداری سے اثبات میں سر ہلاتی فون کان سے لگا گئی۔

"کیسا ہے وہ۔۔۔؟"

چندایک ادھر ادھر کی باتوں کے بعد دی جان کا سوال آیا چونکہ وہ قریب ہی کھڑی تھی تو دلاور کے بھی کان کھڑے ہوئے مقدس نے جواب دینے کیلئے توقف لیا تو اس کی بھویں تن گئی۔

جی! اللہ کا شکر ہے اب بہتر ہے۔۔۔"وہ سنبھل کر بولی۔"

جواب میں دلاور حکیم صاحبہ کی حاضر دماغی کا قائل ہو گیا مطلب محترمہ نے نہ غلط بیانی کی نہ جھوٹ بولا اور دی جان بھولی تفصیل میں بھی نہیں گئی۔۔

مزید چند منٹ بات کرنے کے بعد اس نے فون بند کیا دلاور بھی وعدے کی مطابق بنا نخرے کئے جا کر ڈریسنگ کے مقابل رکھی کرسی پر کسی روٹھے بچے کی طرح بیٹھ گیا۔

مقدس اسی کو غنیمت جانتی مرہم پٹی کرنے لگی جبکہ آئینہ میں اپنے عکس پر ٹھہرا اس کی تند نگاہوں کا ارتکاز اچھی طرح محسوس کر رہی تھی۔

دوسری طرف آسمانی رنگ کے سوٹ میں ماتھے تک دوپٹہ اچھی طرح لیئے تیزی سے ہاتھ چلا رہی نازک سی جان کی چالاکی پر دلاور کا دماغ عش عش کر

رہا تھا۔ کس آسانی سے محترمہ اس کی کمزور نبض پا گئی تھی نہ صرف پا گئی تھی بلکہ دبا بھی رہی تھی۔

اب میں جا سکتا ہوں۔۔۔"خون آلود پٹی والی ٹرے لیکر وہ واش روم کی" سمت جانے لگی تو وہ طنزاً مستفسر ہوا۔

"!نہیں"

ایکسکیوزمی!"بلا توقف اجازت منسوخ ہونے پر حیرت سے بھویں اپر کو" شوٹ ہوئی۔

ہمارا مطلب ہے ناشتہ تیار ہے جو کرنا بے حد ضروری ہے اتنا سارا خون" ضائع ہو جانے کے بعد۔۔"اپنی برجستگی پر خجل ہوتی وہ بولی۔

جو حکم!"دانت کچکچاتا وہ وہیں بیٹھ گیا۔"

جب ناشتے سے بھری ٹرے سامنے آئی تو غصہ میں پیٹ بھر جانے کے باوجود پورا ختم کر کے نیم گرم دودھ کا گلاس تین سانس میں غٹک کر پاس ہی کھڑی محترمہ کو یوں فہمائشی نگاہوں سے دیکھا۔

"جیسے پوچھ رہاہوں جیلر صاحبہ کوئی حکم۔۔؟"

جواب میں مشکل سے لبوں پر مچل آئی مسکراہٹ دباتی وہ نفی میں سر ہلاتی ٹرے لیکر مڑ گئی۔

اور وہ بیڈ پر دونوں پیر پھیلا کر بیٹھ گیا غصہ میں اتنا کھا تو گیا تھا اب غنودگی اعصاب کو بوجھل کر رہی تھی۔

نجانے کہاں تیل لینے گئی ہے اس حریف زادے کی دہشت۔۔حاکم سرکار" نے پہلے بلیک میل کر کے نکاح کروادیا، زوجہ حاکم سرکار نے بلیک میل کر کے یہاں نیا اضافہ کر دیا، اور یہ محترمہ بلیک میل کر کے جو مرضی آئے کر رہی ہیں۔۔۔"بھاری ہوتی پپوٹوں کو بار بار کھولنے کی کوشش کرتا وہ سازشوں کی فہرست گننا چاہ رہا تھا لیکن غنودگی میں ڈوب چکے ذہن نے مہلت نہیں دیا۔

novel by jnikhat

وہ غصہ میں اس کے دوست کو دھمکا کر نمبر تو لے گئی تھی لیکن پھر تھوڑا دماغ شانت ہوا تو اپنی حماقت پر لعنت بھیجتی ارادہ ملتوی کر گئی۔

آج اس کا ڈاکٹر کے ساتھ اپاؤئینمنٹ تھی وہ کلینک میں موجود نہیں تھے سو انتظار کی کوفت سے بچنے کیلئے

جب تک کسی کتاب سے دل بہلانے کے غرض سے وہ اپر لائیبریری میں چلی آئی تھی جہاں دوپہر کا وقت ہونے کے باعث ایک بھی کسٹمر موجود نہیں تھا۔

بالکل کونے والی ٹیبل پر اسے ایک نسوانی وجود نظر آیا ذرا آگے جھکنے پر اس کے مقابل حلاوت بھری مسکان لبوں پر سجائے اسے سن رہا شخص بلاشبہ بدر بن ذکاء تھا۔

وہ دبے قدموں اندر داخل ہوئی کافی میکر سے ایک کافی لیکر ایسی جگہ بیٹھی جہاں سے وہ ان کی گفت و شنید بھی سن سکے اور نظر میں بھی نہ آئے۔

وہ جانتی تھی کسی کی بات سننا انتہائی غلط حرکت ہے خاص طور پر کسی کا سیشن سننا جہاں لوگ اپنا آپ کھول کر اپنے چارہ گر کے مقابل رکھ دیتے ہیں لیکن وہ بھی کیا کرتی تجسس اس سے برداشت نہیں ہوتا تھا اور بدر کے مقابل بیٹھی لڑکی تھی بھی ان کے کیمپس کی شو آف گرل جو چند مہینے قبل ہی اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ اسی کی بلڈنگ میں شفٹ ہوئی تھی۔۔

اتنی تگ ودو سے اس لڑکی کی کہانی سننے کی کوشش کے بعد وردہ اس کے چند ایک الفاظ سے کہانی کا لب لباب سمجھتی سخت بدمزہ ہوئی تھی۔ کیونکہ محترمہ کا وہی روایتی قسم کا مسئلہ تھا پوزیسو بوائے فرینڈ۔

جبکہ یہ وہی بوائے فرینڈ تھا جسے لیکر وہ پوری یونیورسٹی پوز کرتی رہتی تھی۔۔۔

یہ بھی الگ ہی تماشا تھا ان لڑکیوں کا بندہ نہ چاہے تو مسئلہ چاہے تو بھی مسئلہ۔۔

وردہ کا حلق تک کڑوا ہوا لیکن بدر کی اس پر رائے سننے کیلئے کڑوی کافی کا گھونٹ لے رہی تھی۔۔

وہ آپ پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔۔۔؟" بدر کے سنجیدہ سوال پر وردہ نے آنکھیں " سکیڑ کر اس کی پشت پھر اس لڑکی کے چہرے کو دیکھا جہاں آنکھ کے اپر لگا کٹ داہنے گال پر نیل کا نشان اور پھٹے ہونٹ میک اپ اور لپ اسٹک کی تہہ بھی چھپانے میں ناکام تھی۔

وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے بہت زیادہ چاہتا ہے۔ لیکن میں اس کے " بے جا بندشوں سے پریشان ہوں، وہ مجھے اپنی میل یا فی میل کسی بھی فرینڈ "کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا بہت زیادہ پوزیسو ہے اس لیئے۔۔۔۔

مس لیزیل تھیراپی کی ضرورت آپ سے زیادہ آپ کے بوائے فرینڈ کو " ہے، آپ کو آئیڈیا نہیں بٹ وہ مینٹلی سک ہے، یہ پوزسیونیس نہیں سائیکالوجکل پروبلم ہے۔۔۔۔" وہ جملہ قطع کر لفظ لفظ پر زور ڈال کر بولا جس سے وردہ پوری طرح متفق تھی لیکن وہ سہمی لڑکی نہیں۔

"بٹ ڈاکٹر۔۔۔"

مس لیزیل لیٹ می ایکسپلین !"اس کی بھرائی آنکھوں کے ساتھ ایک" مرتبہ پھر دفاع کی کوشش ناکام بناتا بدر نرمی سے مسکرایا تو وہ نمکین گولہ حلق سے اتارتی سر ہلا گئی۔

ایک پوزسیو پرسن اور سائیکو پیتھ کے بیچ فرق ہوتا ہے زمین آسمان کا" فرق، جو ہم سے بے انتہا محبت کرتے ہیں آپ کی زبان میں ہمیں لیکر پوزیسو ہوتے ہیں ان کا مقصد ہمیں محفوظ رکھنا ہوتا ہے زمانے کی سرد گرم سے، کسی دکھ کو ہمارے قریب بھٹکنے نہیں دینا چاہتے وہ، ہمیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ جبکہ سائیکو پیتھ یعنی نفسیاتی طور پر بیمار انسان کا مقصد بس مطلوبہ انسان کو قید کرنا اسے اذیت دینا ہوتا ہے، ایک طرف ہم پوزیسو انسان کے ساتھ محفوظ محسوس کرتے ہیں اپنا آپ خاص لگتا ہے، جبکہ دوسری طرف سائیکو پیتھ کا ساتھ ہمیں حبس و گھٹن میں مبتلا کرتا ہے اور اس نگیٹو وائبز سے ہم خود بھی ذہنی طور پر بیمار ہونے لگتے ہیں۔ پوزیسو انسان اور سائیکو پیتھ کے بیچ کا

فرق خود وہی انسان محسوس کر سکتا ہے جو وکٹم ہے۔اور آپ ایک وکٹم ہیں،اگر ابھی آپ ایکشن نہیں لیں گی تو وہ زیادہ نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے آپ کیلئے،علاج کی ضرورت آپ سے زیادہ اس شخص کو ہے۔۔آپ سمجھ رہی ہیں۔۔۔۔؟"بہت نرمی سے دونوں کا تقابل کرتے بدر نے اس لڑکی کی سمت دیکھا جس کی نا صرف ذہنی حالت ابتر تھی بلکہ جسمانی طور پر بھی وہ تشدد کا شکار ہوئی تھی۔

کلائی پر سگریٹ سے جلائے گئے گول گول نشان تھے آنکھ زخمی تھی ہونٹ پھٹے ہوئے تھے چہرہ سوجا ہوا تھا۔۔

چونکہ وہ شدید قسم کے وہم میں مبتلا ہو کر تشدت کو محبت کی انتہا سمجھے بیٹھی تھی اس لیئے وہ مغربی آزاد فضا کی پروردہ ہو کر بھی سب برداشت کر رہی تھی۔

ایسی صرف وہ ایک ہی تو نہیں تھی ہمارے معاشرے میں ان گنت ایسی لڑکیاں ہیں جو فلموں کہانیوں سے پوزسیو کم نفسیاتی نام نہاد ہیروز کو پڑھ اور دیکھ کر اس قدر متاثر ہو جاتی ہیں کہ پھر ان کیلئے تشدد فینٹسی بن جاتا۔

جسے انتہاءِ عشق کا انعام سمجھ کر ایک نفسیاتی مریض کی بے لگام نفس کے گھوڑے تلے کچلتی رہتی ہیں اور جب تک ہوش بیدار ہوتے ہیں یا تو وہ کسی مینٹل اسائیلم میں ہوتی ہیں یا پوسٹ مارٹم کیلئے اس کا جھلسا جلا وجود یا ٹکڑوں میں کٹا وجود جاتا ہے۔۔

ایسا صرف مغربی ممالک میں نہیں ہو رہا ہمارے مشرقی نوجوان نسل بھی حرام رشتوں کے خرافات میں پھس کر ڈرگز اور دیگر نشہ آور ادویات خاص کر کم عمری میں تفریح کیلئے پڑھے یا دیکھے گئے مواد سے متاثر ہو کر یا تو ایسی نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں یا ایسی بیماری میں مبتلا شکاری کا شکار۔

آئے دن ایسے کیس ہمارے اخبار و نیوز چینل کی ہیڈ لائن بنتی ہیں لیکن ہم انھیں قابل توجہ نہیں گردانتے۔

کیونکہ ہم وہ قوم ہیں جو ناک تک پانی آنے کے بعد بچاؤ کی کوشش میں ہاتھ پیر مارتے ہیں۔۔

اگر آپ واقعی انھیں چاہتی ہیں تو انھیں ایک اچھے سائیکاٹرسٹ کو دکھائیں" یا پھر ان سے جھٹکارا پالیں۔۔۔"اس لڑکی کو سوچوں میں گم دیکھ بدر بولا تو اس نے نیلی آنسوں سے بھری نگاہیں اٹھائی۔

آپ سوچ لیں! اچھی طرح۔۔۔۔"وہ ڈھارس بندھانے کے انداز میں" بولا تو وہ سر ہلاتی اپنا بیگ اٹھا کر شکستہ قدموں گلاس ڈور کی طرف بڑھ گئی۔۔

یہ لڑکی اس کی پیشنٹ نہیں تھی گزشتہ ایک ہفتے سے نڈھال سی وہ کیفے آرہی تھی اور کافی پر کافی پی کر گھنٹوں بتاتی اسی خاموشی کے ساتھ رخصت ہو جاتی تھی۔۔آج بدر نے ایسے ہی جذبہ انسانیت سے مغلوب ہو کر بطور ڈاکٹر خود کو متعارف کرواتے پوچھا تو اس کے ضبط کا باندھ ٹوٹ گیا۔۔

شائد اسے ایک سامع ہی کا انتظار تھا۔

محبت میں امتحان ہو سکتے ہیں، محبت بذات خود امتحان نہیں ہوتی، محبت تو" اک بے حد خوشگوار احساس ہے ہوا کے نرم جھونکے سا بارش کی ٹھنڈی پھوہار سا تازگی بھرا دل فریب، اس کی تشریح میں شدت، جارحیت، انتہا پسندی جیسے الفاظ کیلئے کوئی جگہ نہیں۔۔۔۔" بند گلاس ڈور کو دیکھتا وہ دھیمے سروں می بڑبڑایا جس سے وردہ کے کان بھی محظوظ ہوئے۔

تم لو میں بلیو کرتے ہو۔۔۔؟" وہ اس شخص کی سمت دیکھنا بھی نہیں چاہتی" تھی لیکن اس معاملے وہ بے اختیار تھی۔

غیر متوقع سوال پر بدر نے ذرا سا گردن کو موڑ کر اس سمت دیکھا وہاں بھویں مغرورانہ انداز میں ماتھے پر چڑھائے بیٹھی دوشیزہ کو دیکھ پل کیلئے حیران ہوا کیونکہ اس لڑکی کی کہانی میں اس قدر الجھ گیا تھا کہ تیسرے وجود کی موجودگی محسوس ہی نہیں کر پایا۔

میں تم سے پوچھ رہی ہوں لو میں بلیو کرتے ہو تم۔۔۔؟"اس نے سوال" دہرایا۔

کائنات کا وجود اس جذبہ سے ہے میں اس سے متنفر کس طرح ہو سکتا"

"ہوں۔۔۔؟

اوہ گاڈ! سائیکاٹرسٹ ہو اور اس طرح کی اِل لاجکل فلاسفی میں تمہارا بھی"

اندھا بلیو ہے۔۔۔"وہ تمسخرانہ ہنسی۔

اندھا بلیو کیا ہوتا ہے۔۔؟محبت کے بغیر تصویرِ کائنات کا تصور ہی ممکن نہیں"

ہے،اور محبت صرف وہی تو نہیں ہوتی جو دو مخالف جنس کے درمیان ہوتی

ہے۔نرم جذبہ ہر ذی روح کے ذہن و دل کو سکون بخشتا ہے اور جسے یہ

دستیاب نہ ہو وہ ہمارے پاس آتا ہے۔۔۔"آخر میں لہجے میں مزہ کی رمق لاتا

ہولے سے مسکرایا۔

اوکے؟تو تم کہنا چاہتے ہو کہ میں یہاں اس لی ئے آتی ہوں کیونکہ مجھے سو"

"کالڈ محبت دستیاب نہیں۔۔۔؟

"آپ کو سکون دستیاب نہیں۔۔"

اس کی عدم دستیابی کی وجہ محبت نہیں نفرت ہے۔۔"اس نے دانت کچکچائے۔

"آپ نے متبادل کو آپشن کے طور پر چنا ہے۔۔"

وہاٹ ڈو یو مین۔۔۔؟"اس کے تیکھے نقوش تن اٹھے تھے۔"

بدر نے ایک نظر اس کی گہری آنکھوں کے سمندر میں اٹھتے نفرت واشتعال کی لہروں کو دیکھا اور اطمینان سے کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

میں نے پوچھا کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟"وہ بجلی کی تیزی سے سامنے آئی۔

صرف مطلب سے آپ قائل نہیں ہوں گی آپ کو ثبوت ودلائل درکار ہوں گے،اور آپ کو ٹھوس ثبوت فراہم کرنے کیلئے میرا آپ کا پاسٹ آپ کی نفرت کی وجہ جاننا ضروری ہے،تو کیا آپ اپنی نفسیات کی اس گرہ کو کھولنے کیلئے مجھے وہ ایک سرا تھمائیں گی۔۔اعتبار کریں گی مجھ پر۔۔۔؟"وہ

براہ راست ان آنکھوں میں جھانک رہا تھا جہاں اشتعال کی سرکش لہریں اس کے سوال کے جواب میں سرکشی بھول گئی تھی یکایک ہی ٹھہراؤ آگیا تھا۔ بلکہ سکوت چھا گیا تھا۔

ٹیک یور ٹائم ! اپنے بہت سے کیوں کا جواب چاہئے تو پہلے میرے ایک کیوں" کا جواب دینا ہو گا۔۔۔"اس کے بھینچے عضلات پر ایک نگاہ ڈالتا وہ سائیڈ سے گزر گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

خود سے جیتنے کی ضد ہے

ہمیں خود کو ہی ہرانا ہے

میں بھیڑ نہیں ہوں دنیا کی

میرے اندر ایک زمانہ ہے

بھاری پپوٹے بڑی تگ ودو کے بعد واہوئے تھے۔الٹے ہاتھ سے دونوں آنکھوں کو رگڑتا ہوا کسملندی سے اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھا۔ حلق میں کانٹے اگ رہے تھے وہ گردن مسلتا ہوا سائیڈ روم میں آیا گلاس میں پانی لیکر وہیں ٹیبل کے گرد رکھی سٹول پر بیٹھ کر پینے لگا۔

مذاق ہو رہا ہے یہ۔۔۔؟" کھڑکی سے آرہی دھوپ کا سایہ چھوٹا دیکھ اسے " زبردست اچھو کا لگا تھا کیونکہ اس کا مطلب ہوتا تھا دن کا تیسرا پہر یعنی عصر۔ ہنوز غنودگی کے زیر اثر دماغ کو زور سے جھٹکتا وہ وال کلاک کی طرف مڑا جہاں پانچ بج رہے تھے عقبی حصے کی کھڑکی والی مخصوص جگہ سے دعا مانگ کر ہاتھ چہرے پر پھیرتی مقدس کھڑی ہوئی تھی۔

آپ کھانا کھائیں گے یا کچھ ہلکا پھلکا بنا دوں۔۔؟ صبح سے سوئے ہوئے تھے " بھوک تو لگی ہو گی، ویسے زخموں کیلئے گہری نیند اچھی ہوتی ہے، جسم حرکت میں نہیں ہو گا تو زخم جلد مندمل ہوں گے۔۔" اس کا بھونچکایا چہرہ دیکھ زیر لب مسکراہٹ دبا کر وہ بولتی ہوئی سامنے آئی۔

تفصیلی انداز میں فائدے گنوائے جانے پر دلاور کی آنکھیں مشکوک انداز میں سکڑی۔اس کی چھٹی حس نجانے کیوں کہہ رہی تھی اس بے فکری کی نیند کے پیچھے حکیم صاحبہ کا ہاتھ ہے۔لیکن یہاں دل صاحب کو شدید اختلاف تھا بھلا یہ معصوم من موہنا چہرہ کوئی سازش رچ سکتا ہے۔۔؟

'دماغ چیخا'ہاں'دل بولا'ہر گز نہیں

"بنادوں کچھ۔۔۔؟"

دماغ کی پہلے ہی کچھڑی بنی ہوئی ہے۔۔"وہ بڑبڑاتا جانے لگا۔"

"!اچھا سنیں"

جی سنائیں؟"چہرے پر دنیا جہاں کی بیزاریت لیئے وہ بجلی کی طرح کڑک" کر مڑا تھا۔

یہ سنیں جیسے اس کے پیروں کی زنجیر تھی۔

"وہ ہاتھی۔۔۔"

"ہاتھی نام نہیں ہے اس کا۔۔"

جی! وہ آپ کے دوست شہنشاہ صبح سے کئی مرتبہ ادھر آچکے ہیں شائد آپ" سے ملنا چاہتے ہیں۔۔۔" وہ تصحیح کرتی بولی تو دلارو روم میں جانے کا ارادہ ترک کر فوراً ہی دروازے سے باہر نکلا شہنشاہ دروازے کے باہر ہی بیٹھا تھا اس پر نظر پڑتے ہی بے تابی سے چنگھاڑتا وہ بھاڑی بھر کم وجود لیکر کھڑا ہونے لگا۔

کیسا ہے مترا۔۔۔؟" تین سیڑھیاں پھلانگتا دلاور بے تابانہ اس کی سمت" لپکا۔

کیسا ہے مترا۔۔۔؟" تین سیڑھیاں پھلانگتا دلاور بے تابانہ اس کی سمت" لپکا۔

شہنشاہ بھی والہانہ انداز میں فوراً حسب عادت گلے میں سونڈ لپیٹنے کیلئے قریب لیکر گیا لیکن گردن تک لیجا کر یکایک ہی رک کر دلاور کا چہرہ دیکھنے لگا جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو

"یہ کیا ہوا۔۔۔کیسے ہوا؟"

"کچھ نہیں ہے یار! معمولی سی کھروچیں آئی ہے۔۔۔"

لاپرواہی سے بتاتے دلاور نے اس کے بڑے بڑے کان سہلائے لیکن اس کی نگاہوں کا ارتکاز نہیں ٹوٹا مطلب وہ مطمئن نہیں تھا۔

"واقعی کچھ نہیں ہوا ہے جانی۔۔۔" نفی میں سر ہلاتے اس کی سونڈ کو پکڑ کر اپنے کندھے پر ڈالنا چاہا لیکن وہ پہلے ہی سونڈ پیچھے کھینچ چکا تھا۔

"سچ میں کچھ نہیں ہوا ہے یار! بالکل معمولی سی چوٹیں ہے تم خواہ مخواہ سیریس ہو رہے ہو۔۔۔اور ویسے بھی جب بناؤ آؤ تاؤ دیکھے اٹھا کر پٹختے ہو مجھے تب تو فکر نہیں ہوتی، بلکہ مزے لیتے ہو میری آہ و بکا کی ابھی صدمہ لگ گیا

ہے۔۔ڈرامہ کنگ!" ہلکا قہقہہ لگاتے مزاح کی آمیزش شامل کرنے کیلئے طنز بھی ہوا۔۔

لیکن شہنشاہ اسے نہیں سن رہا تھا۔

دلاور بھی خاموش ہو گیا۔رد عمل میں کی جانے والے والے کاروائی دیکھنے کیلئے۔

چند ساعت اسی طرح دیکھتے رہنے کے بعد نہایت آہستگی سے ایک مرتبہ پھر وہ اپنی سونڈ گردن تک لیکر گیا تھا اور بے حد احتیاط کے ساتھ کسی آبگینے کو چھونے کہ انداز میں پٹی کی سطح کو سہلانے لگا۔پھر اسی احتیاط سے اس نے پوری پیٹھ کو بار بار کئی بار سہلایا تھا۔

جیسے ہم اپنے کسی تکلیف سے دوچار عزیز کو فکر و تشویش سے دلاسہ دیتے ہیں اس درد میں ان کے ساتھ ہونے کا مخلص احساس سونپتے ویسے ہی وہ بے زبان پیٹھ کہ بعد اس کے کسرتی بازو کو سہلا رہا تھا۔

عجب اچھوتا سا احساس تھا یہ جلتے دل پر مرہم لگاتا دلاور کے بھینچے ہونٹ خوبصورت انداز میں پھیلے۔۔

"!بس کر دے یار"

بازو سہلانے کے بعد واپس وہ پیٹھ کی طرف سونڈ لیجانے لگا تھا کہ اس کی فکر سے مغلوب ہو کر دلاور نے اس کی سونڈ کو ہاتھ سے پکڑ لیا۔

"اتنا کافی ہے اب اور زیادہ ڈاکٹر بننے کی ضرورت نہیں ہے، ایک دی جان جو تعینات کر گئی ہیں وہی کافی سے زیادہ ہے۔۔۔" وہ ناک بھوں چڑھا کر بولا جو شہنشاہ کے پلے نہیں پڑا تھا۔

لیکن وہ ایک سامع ملتے ہی جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے بیٹھ گیا تھا۔

"صبح سے گن پوائنٹ پر ماشاءاللہ سے دو بار پٹی ہو چکی ہے، سات گھنٹہ مردوں کی طرح بیہوش نیند لیکر ابھی ابھی اٹھا ہوں، یقین کر سکتے ہو تم میں سات گھنٹے سویا ہوں جو سات دن بنا پلک جھپکائے بنا اس رہ سکتا ہے، وہ سات گھنٹہ سو کر اٹھا وہ بھی ایسی غفلت کی نیند کے مجھے تمہاری آواز تک نہیں

آئی۔۔۔۔؟"آنکھوں کو حجم سے بڑا کر کے اس نے شہنشاہ کو اپنی حیرت و بے یقینی کی شدت باور کرانا چاہا جس کی آنکھیں سکڑ آئی تھی۔

کیونکہ واقعی یہ پہلو فکر یہ تھا اس کی ایک چنگھاڑ پر دوڑا چلا آنے والا اس کا دوست آج صبح سے وہ کاٹیج کے باہر بیٹھا رہا جھانکا تک نہیں تھا یہی وجہ تھی جو وہ بھوک پیاس بھلا کر فکر مند سا اس کے کاٹیج کے باہر دھرنے پر بیٹھ گیا تھا۔۔

ویسے ایک راز کی بات بتاؤں کان ادھر قریب لاؤ۔۔۔؟"تھوڑا قریب" جھکتے وہ پھس پھسایا شہنشاہ کے بھی کان کھڑے ہوئے۔

ہو نہ ہو مجھے اس بیہوشی کے پیچھے 'ان' دی جان کی بچی کا ہاتھ لگ رہا" ہے، ورنہ میں اور ایسی بے فکری کی نیند ناممکن۔۔۔؟"سرگوشیانہ شہنشاہ کہ کان میں اپنا شک انڈیلتے اس نے ترچھی مشکوک نظر کھڑکی پر ڈالی تو شہنشاہ کی نظروں نے بھی اس کا تعاقب کیا۔

شائد کھڑکی پر کوئی تھا بھی۔

ویسے دل تو کر رہا ہے دو ٹوک باز پرس کر ہی لوں۔۔۔ لیکن۔۔۔"جملہ "
ادھورا چھوڑتے اس نے نفی میں سر ہلایا۔
بے بسی کا ذائقہ اپنی من مانیاں کرنے والا وہ پہلی بار چکھ رہا تھا۔
کوئی بعید نہیں یہ دی جان کو شکایت لگا دیں، اور تم تو جانتے ہو میں دی جان "
کو پریشان نہیں دیکھ سکتا، اور ان کی ناراضگی تو سوہان روح ہے میرے
لیئے۔۔"لب بھینچتے وہ کشمکش میں تھا۔
اب ایسے بے یقین نگاہوں سے وہاں کیا دیکھ رہے ہو پکی بات بتا رہا"
ہوں۔۔۔؟"شہنشاہ کو ہنوز وہیں دیکھتا دیکھ وہ خائف ہوا مطلب یار کا اعتبار
ہی نہیں کوئی۔۔
جانی! ان کے معصوم چہرے پر مت جاؤ، دماغ بڑا ہی کوئی شاطرانہ پایا ہے "
جنابہ نے، لشکرِ سکندر اعظم میں بحیثیت صلاح کار شامل ہوتی تو شرطیہ وہ
آدھی دنیا کو فتح نہ کرنے کا ملال لیکر نہ مرتا۔۔۔"توقف سے شہنشاہ کے

کان کے قریب رازداری سے اپنامشاہدہ و نتیجہ بیان کرتے مبالغہ آرائی کا فراخدلی سے کام لیا گیا۔

!آخر بھڑاس نکالی جاتی بھی کیوں نہ

رات سے محترمہ قبضہ مافیہ اس کی کمزور نبض اپنے انگوٹھے تلے دبائے اپنی من مرضی کر رہی تھی۔اور وہ تھا باغی فطرت بنجارہ جس کی رگوں میں خون کی جگہ سرکشی گردش کرتی تھی۔ تعبداری اور قید جیسے الفاظ کا جس کی لغت میں جگہ ہی نہیں تھی اسے حکیم صاحبہ نے نکیل ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ چھٹ پٹانا تو بنتا تھا۔۔

اچھا میری چھوڑو تم بتاؤ کھایا کیا آج۔۔۔؟" سر جھٹکتا وہ سوال گو ہوا۔"

وہ۔۔وہ بابو سا صبح سے یہ یہیں بیٹھے ہیں کچھ نہیں کھایا انھوں"

نے۔۔۔" پاس کھڑا نظیر توپوں کا رخ اپنی جانب ہونے پر آگے آیا۔

کیا بک رہے ہو۔۔۔؟" لہجے کی شوخی و شائستگی کی جگہ پل میں طیش و"

تند ہی نے لیا تھا۔

جی! میں نے بہت کوشش کی پر یہ مانے ہی نہیں، یہاں پر بھی لا کر دیا تھا"
لیکن۔۔۔"پل میں چڑھی تیوریاں دیکھ نظیر کی سانس سوکھی تھی۔

اچار ڈالوں میں تمہاری کوششوں کا جس سے نتیجے کی صحت ہی متاثر نہیں"
ہوں۔۔۔"ناگواریت و کھردراپن اس کے لہجے و تاثرات دونوں سے عیاں
تھے۔

"جی میں تو۔۔۔"

"اب لیکر آؤ یار اس کا کھانا۔۔۔"

جی۔۔۔"نظیر سرپٹ وہاں سے بھاگا تھا۔"

یہ تم نخرے نور جہاں کے دکھانا آخر کب بند کروگے۔۔۔؟میں درشن"
نہیں دوں گا تو تم بھوک ہڑتال پر بیٹھ جاؤ گے، کوئی محبوبہ ہوں میں
تمہارا۔۔۔؟"کھانا قریب آتے ہی شہنشاہ کے ٹوٹ پڑنے پر اس کی کھری
کھری کلاس لگی لیکن اس نے کان نہ دھرا۔

البتہ پاس کھڑا نظیر اپنی عزت افزائی کے بعد مقابل کی باری سے محظوظ ہوا پر دلاور کی نگاہ خود پر محسوس کر فوراً وہاں سے کافور ہونا پڑا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

تیز و پر تپش زرد رنگ سے سورج نرم و نحیف نارجی رنگ میں ڈھلتا ہوا حویلی کی بلند ستونوں سے اپنے پڑاؤ ہٹاتا رفتہ رفتہ سرمئی چادر میں سمٹ رہا تھا۔

موسم خوشگوار تھا گرمی کی کمر ٹوٹے تو اب مہینے ہونے کو آیا تھا لہٰذا آج سارے چائے ناشتے کے ساتھ دلفریب موسم کا لطف اٹھانے حویلی کے باہر کرسیاں موڑھے ڈال کر بیٹھے تھے۔

مرد ملازمین کو تو پہلے بھی حویلی کی دہلیز عبور کرنے کی اجازت نہیں تھی آج بلخصوص خواتین کے باہر نکلنے پر انھیں اس مخصوص حصے سے ہٹا دیا گیا تھا۔

دا جی بیٹے داماد نواسے پوتے کے ساتھ ایک طرف موضوع الیکشن چھیڑے بیٹھے تھے جبکہ دی جان دوسری طرف تسبیحات پورے کرتی ہوئی بیٹیوں کی

چکنی چپڑی باتیں سن رہی تھی جو باران کی آمد کے بعد سے بات نہیں کر رہی تھی شہد ٹپکا رہی تھی۔۔

اماں سا! وہ ہم کچھ بات کرنا چاہتے تھے۔۔۔؟"ناظمہ بیگم کرسی کھسکا کر" اندر کی جانب بڑھی تو موقع کی تلاش میں بیٹھی دونوں فوراً دی جان کے قریب کھسک کر آئی۔

ہاں! کہو کوئی بندش تھوڑی ہے۔۔۔؟"دی جان کو بیٹیوں کا منتانہ انداز کھٹکا" تو تھا لیکن انھوں نے ظاہر نہ ہونے دیا۔

آپ نے باران کے متعلق کچھ سوچا ہے۔۔۔؟"ثمرہ بیگم نے درزیدہ" نگاہوں سے کچھ دور پر بیٹھے باران کی چوڑی پشت دیکھتے پوچھا۔

"کچھ مطلب۔۔۔؟"

مزاجاً تیز طرار نہ سہی لیکن تھی وہ اک جہاندیدہ خاتون، لہجے کی خوب پرکھ تھی انھیں لیکن وہ صاف سننا چاہتی تھی ان کا موقف۔

اماں سا آپ بھی ناں۔۔؟شادی وغیرہ کے متعلق پوچھنا چاہ رہی ہے ثمرہ!"
ہمارے خاندان میں تو لڑکوں کی شادی بائیس تیس میں ہی کر دی جاتی ہے
بھائی سا، شہباز یہاں تک میزان کی بھی یہی عمر تھی،اور باران تواب خیر سے
انیتس پورے کر چکا ہے۔۔۔"ماں کے بالکل ہی انجان بننے پر زہرہ عثمانی
جھنجھلائی۔

بات تو تم لوگوں کی درست ہے لیکن یہ تو اس کے ماں باپ کو سوچنا"
چاہئے۔۔"دی جان نے پہلو تہی کرنی چاہی جس پر دونوں اپنی جگہ احتجاجاً
بدک گئی۔

یہ کیا کہہ رہی ہیں اماں سا؟اس کے ماں باپ کیوں سوچیں گے آپ گھر کی"
بڑی ہیں، آپ یہ اہم فیصلہ لیں گی آخر کو ہماری نسل کی بات ہے۔۔کیوں آپا
میں غلط کہہ رہی ہوں۔۔؟"تیز لہجے میں احتجاجی ہوتے ثمرہ عثمانی نے لگے
ہاتھوں بہن کی تائید چاہی۔

بالکل اماں سا! آپ پہلے ہی حویلی کی باگ ڈور بڑی بھابی سا کو تھما کر گوشہ " نشین ہو گئی ہم نے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا کہ آپ کی صحت اجازت نہیں دیتی، میزان کیلئے بھی وہ اپنی مرضی سے اپنی یتیم مسکین بھانجی اٹھالائیں ہم "نے اک حرف اعتراض نہیں اٹھایا۔۔۔

اٹھانا بھی نہیں چاہئے، شادی شدہ بیٹیوں کو اپنا گھر دار سنوارنے پر دھیان " دینا چاہئے اور میکے والوں کی دعاؤں میں رہنا چاہئے، ناکہ میکے کی معاملات میں بے وجہ الجھ کر اپنا گھر اور تعلقات خراب کرنا چاہئے۔۔۔"دی جان ان کے لہجے کی تپش کو قطعی نظر انداز کرتی رسانیت سے بولیں۔

جس پر دونوں بہن نے خون کا گھونٹ بھرا تھا۔

ہم نے ہمیشہ آپ کی نصیحتوں کو اپنے پلو سے باندھے رکھا ہے اماں سا! لیکن " اب ہم اعتراض اٹھا رہے ہیں تو اس کی وجہ ہے ٹھوس۔۔۔"تاثرات میں نرمی اور لہجے میں لچک رکھنے کیلئے ثمرہ بیگم کو خاصی دقت پیش آئی تھی۔

اور وہ وجہ کیا ہے۔۔؟"دی جان نے سنجیدہ نظریں دونوں پر ڈالی۔"

"باران۔۔"

"باران۔۔۔؟"

جی باران۔۔ باران پر صرف باران یا باران کے ماں باپ کا حق ہی نہیں" ہے، ہم سب کا برابر حق ہے اس پر، آخر وہ ہماری خاندانی دستار پہنے گا، باباسا کی گدی کا گدی نشین ہے وہ، ہماری خاندانی روایات کا علمبر دار ہو گا وہ ہمارے بچے ان کا مستقبل انحصار کرے گا اس پر، جس طرح ابھی سب باباسا کے حکم و فیصلوں کے تابع ہیں کل اگلی پیڑھی باران کی ہو گی۔اب ایسے ہی تو بھابی سا کسی کو بھی اٹھا کر اس کی زندگی میں شامل نہیں کر سکتی ناں، اور نہ ہی آپ انھیں یہ کرنے کا اختیار سونپ سکتی ہیں۔۔۔۔"زہرہ بیگم نے اب کے بنا کسی تمہید کے چکر میں پڑے اپنا مدعا سامنے رکھا۔ ثمرہ بیگم نے بھی ماں کو دیکھتے اثبات میں سر ہلایا۔

"تو تم لوگ کیا چاہتی ہو۔۔؟"

ہم چاہتے ہیں۔۔۔"دونوں بہنوں نے آپس میں نگاہوں کا تبادلہ کیا۔"

ہم چاہتے ہیں اماں سا آپ نیلم یا نزہت میں سے کسی کے متعلق"

سوچیں، دونوں ہی ہماری بچیاں اور آپ کی نواسیاں ہیں۔ حسن و ذہانت میں یکتا رکھ رکھاؤ والی ہیں، ماشاءاللہ سے باران کے ساتھ جچیں گی۔۔ کیا کہتی ہیں۔۔۔۔؟" ثمرہ بیگم بڑی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں تو دی جان جنھیں پہلے ہی اس کا اندازہ تھا وہ خاموش نگاہوں سے کچھ دور پر بیٹھے باران کی پشت دیکھنے لگی۔

آپ کو کوئی اعتراض ہے۔۔؟" ماں کو خاموش دیکھ انھیں دھڑکا لگا۔"

نہیں! میں سوچتی ہوں۔۔" تسبیح کو لپیٹ کر مٹھی میں لیتی وہ پر سوچ انداز" میں بولیں۔

کچھ بھی تھا ان کی نواسیاں اپنی ماؤں کی طرح نہیں تھی اگر ایسا ہو جاتا تو انھیں خوشی ہوتی لیکن وہ باران کی رائے سب سے پہلے لینا چاہتی نا کہ اپنا فیصلہ تھوپنا چاہتی جس طرح عام طور کچھ بزرگ حضرات کرتے ہیں۔

سوچ لیں آپ !مزید دو تین دن ہمارا ارادہ رکنے کا ہے یہاں، آپ بتا دیجئے"
گایا لگے ہاتھوں چھوٹی سی رسم ہی کر لیں گے۔۔۔"وہ دونوں ہتھیلی پڑ
سرسوں جمانے کو تیار تھی۔

خدا کو مانو تم لوگ ذرا۔ میزان کی برسی ہے چار دن میں۔۔۔؟"ان کی"
جلدی پڑ دی جان بگڑیں۔

اسی لی ئے تو ہم کہہ رہے ہیں اماں سا! پانچ سال ہو چکے ہیں میزان کو ہم"
سے بچھڑے، نا قابل تلافی نقصان ہے وہ ہم سب کی زندگی کا، اس خسارے
کا کوئی ازالہ نہیں ہے ہم سب جانتے ہیں، میزان کی جواں سالہ موت کا دکھ
ہمارے دلوں میں ناسور بن کر ہمیشہ رہنے والا ہے، اس کی دائمی جدائی کا
سانحہ ہم کبھی نہیں بھلا سکتے، یہ ممکن ہی نہیں۔۔ لیکن دنیا کا نظام تو نہیں
رک سکتا ناں۔۔؟ آخر کب تک حویلی کی در و دیر سے حوادث کی آسیب لپٹی
رہی گی؟ آخر کب تک یہاں کی فضاء میں کرب و یاسیت کا راج رہے گا؟ کب
تک ہم خوشیوں کا دروازہ اس حویلی کیلئے بند رکھے گھٹتے رہیں

گے۔۔؟اس پہاڑ سے دکھ کو اپنے سینے میں دفن کر اب ہمیں آگے بڑھنا چاہئے اماں سا! اسی لئے ہم چاہتے ہیں اس بار میزان کی برسی سے پہلے صف ماتم بچھانے کے بجائے خوشیوں کی نوید سنائیں تاکہ اس حویلی سے قنوطیت لمبی چوڑی پراثر کے بادل چھٹیں لوگ تازہ سانس لیں۔۔" ثمرہ بیگم نے تقریر ختم کرتے دی جان کے نحیف ہاتھوں کو نرمی سے گرفت میں لیتے ان کا چہرہ دیکھا جہاں اس دکھ کی پرچھائیوں نے تاریکی کا ڈیرہ ڈال دیا تھا۔

معذرت کے ساتھ لیکن، سب آپ کی طرح اپنے ارمانوں کا گلا گھونٹ" نہیں سکتے ناں اماں سا۔ ہم جانتے ہیں آپ اپنے چہیتے پوتے کی دھوم دھام سے شادی رچانے کا ارمان رکھتی تھیں جو آپ میزان کے دکھ کے آگے دبا گئی، لیکن کل کو بچیوں کی شادی ہو گی تو ہم تھوڑی اس حادثے کی وجہ سے پہلو تہی کر پائیں گے، پھر پہل تو کہیں سے کرنی ہو گی ناں۔۔۔؟" زہرہ عثمانی نے کمال ہوشیاری سے دی جان کی کمزور نبض کو دبایا تھا۔

الغرض دونوں بہن نے پوری طرح تیاری کر کے اچھی منصوبہ بندی کے ساتھ انھیں شیشے میں اتارا تھا۔

ادھر دی جان گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

پس پردہ ان کا محرک جو بھی تھا بات تو اپنی جگہ درست تھی۔ عید تہوار پر بھی حویلی میں خوشی کا ماحول میزان کے بعد برائے نام ہی نظر آتا تھا ناظمہ بیگم روپوش ہو جاتی تھیں، رضوانہ بیگم تو تھی ہی کم گو باقی سب بھی اپنے آپ میں رہتے تھے جبکہ میزان کی موجودگی میں تو ہمہ وقت ہی عید کا سماں ہوا کرتا تھا۔اس کی مضراب کی نوک جھونک تو جیسے حویلی کی جان تھی۔

اس کے بعد تو چلبلی سی مضراب بھی سنجیدہ ہو گئی تھی وہ چہک وہ شوقی جیسے میزان کے ساتھ دفن ہو گئی تھی۔وہ سب سوچتے دی جان آب دیدہ ہو گئی۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس سانحہ کو گزرے پانچ سال ہو گئے تھے لیکن لگتا تھا ابھی کل ہی کی تو بات ہے۔۔

دی جان کیلئے بغیر چینی والی چائے لیکر آئی میرال ایک خاموش نگاہ ان کے اداس و مغموم جھڑی زدہ چہرے پر لہراتی شام کی پرچھائیاں دیکھ دبے قدموں واپس لوٹ گئی تھی۔

لیکن پھر بھی وہ کسی کی نگاہ میں آگئی جو فوراً محفل سے معذرت کرتا اٹھا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

سیاہ حلقوں کا ہونا

!کوئی بیماری نہیں ہے

بس یہ آرام کی کمی ہے،

یہ غم کی حد ہے کیونکہ؛

!میں اپنے ہر غم میں اکیلی ہُوں

حویلی کے اندر مضراب، نزہت، نیلم اور دیگر خوشگوار محفل لگائے بیٹھے تھے وہ اندر جا کر ان کا مزہ خراب کرنا نہیں چاہتی تھی تبھی پلکوں پر چمکتے چبھتے تاروں کو سمیٹے حویلی کے عقبی حصے میں نکل آئی تھی۔

وہاں کی ہر سوں سرمئی اندھیرے میں لپٹی خاموشی اس کے اندر کے سناٹے سے کافی مماثلت رکھتی تھی۔ دونوں بازو سینے کے گرد باندھے پورے قد سے کھڑے بوڑھے مگر چھاؤں دار پیڑ پر موجود گھونسلے سے آتی چن چن کی آواز نے اس کی توجہ کھینچی تھی۔ چڑی اور چڑا بار بار گھونسلے کے قریب جاتے پھر دور ہو رہے تھے جیسے اپنی خوشحال و مکمل کنبہ پر نازاں ہوں۔

مجھے اس وقت اس چڑیا سے حسد محسوس ہو رہی ہے۔۔۔" بھیگی آنکھوں" سے چڑیا کی اٹھ کھیلیاں دیکھتے اس کے تشنہ لبوں نے خفیف جنبش کی تھی۔

جانتے ہیں ناں؟ زندگی کے بیش بہا خزانے سے کچھ نہیں مانگا تھا میں نے" بس ایک سائبان کے سوا، اور زندگی نے وہی چھین لیا۔ سمجھ نہیں آتا قسمت کی اس ستم ظریفی پر شاکی ہوں یا خود کو موردِ الزام ٹھہراؤں سیاہ بختی

کیلئے۔۔"زخم خوردہ مسکراہٹ پنکھڑی سے لبوں پڑ سجاتی وہ چہرہ آسمان کی سمت اٹھاتی آنکھیں موند گئی تو کئی شبنم کے بوند عارضِ مغموم پر ڈھلک آئے۔

آج برسوں بعد وہ یوں قسمت سے شاکی ہوئی تھی۔وجہ اس چڑیا کا خوشحال کنبہ تھا۔اگر قسمت نے وہ بدھاوٗنہ کھیلا ہوتا تو آج وہ بھی اتنے ہی خوش ہوتے۔۔

بات ختم ہو گی قبر کی مٹی پر
!ہم تمہیں زندہ بھول نہیں سکتے

کس قدر تکلیف دہ لفظ ہیں ناں یہ 'ہوتے'، 'شائد'، کاش' تشنگی حسرت اک کرب مسلسل کا دہکتا عذاب لیئے۔۔

"!اہم!اہم"

بھاری گلا کھنکارنے کی آواز پر چونک کر ہوش میں آتی وہ غم کا اشتہار لگا رہے آنسوں کو صاف کرتی نووارد کی سمت مڑی کچھ فاصلہ پر پوکیٹ کے جیبوں میں ہاتھ اڑسے جنید کھڑا سنجیدہ نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

میرال کے خوبصورت خدوخال میں پل میں سرد سی ناگواریت اتری اور وہ تیزی سے واپسی کیلئے قدم اٹھانے لگی لیکن جنید فاصلے سے راہ میں حائل ہو گیا۔

"آپ مجھ سے بھاگتی کیوں رہتی ہیں۔۔؟"

راستے سے ہٹیں آپ۔۔۔"میرال کے جبڑے بھینچے تھے۔"

جواب چاہئے مجھے۔۔۔؟"وہ ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔"

میں آپ کو جواب دینے کی پابند ہوں۔۔۔"وہ دانت کچکچاتی چیخ پڑی تھی۔"

جی میں جانتا ہوں۔بس جاننا چاہتا ہوں آپ مجھ سے بھاگ کیوں رہی ہیں۔۔۔؟"وہ ڈھیٹ تھا یا اس کے سامنے ڈھٹائی سے پیش آتا تھا لہجے کی ناگواریت محسوس کر کہ بھی مسکرا دیتا۔

آپ کو غلط فہمی ہو رہی میری طرف آپ کا کوئی بقایا نہیں نکلتا جو میں آپ" سے بھاگوں گی۔۔۔" بے حد متحمل مزاج تھی وہ لیکن اس شخص سے مخاطب ہوتے لہجہ کھردار ہو جاتا تھا۔

اور سچ یہی تھا کہ اس شخص سے وہ چھپ رہی تھی جب سے حویلی میں ثمرہ اور زہرہ بیگم نے ڈیرہ ڈالا تھا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔۔"

جواباً گردن کو جھٹکا دیکر سر کو نیچے جھکاتا وہ محظوظ ہوا تھا مقابل کی جھنجھلاہٹ سے۔

میرال سیخ پا ہوتی آگے بڑھی لیکن۔۔

پھر وہی۔

"آپ کا مسئلہ کیا ہے۔۔؟"

"میں آپ سے بس پانچ منٹ بات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔"

میرے پاس پانچ سیکنڈ بھی نہیں ہے آپ کیلئے پلیز!!"وہ ہاتھ اٹھا کر" قطعیت سے بولی۔

جواباً جنید نے لب بھینچے۔

"بس دو منٹ۔۔۔"

وہ ہار نہیں مان رہا تھا۔

ایک سیکنڈ بھی نہیں۔۔"وہ مزاہمتاً آگے ہوئی لیکن اس کا چٹانی وجود حائل" تھا۔

میرا ل پلیز! میری بات سن لیں کسی اور سے سن کر برا لگ سکتا ہے آپ" "کو۔۔۔

مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔۔"اس کی آنکھیں اس شخص کی ایک ہی رٹ سے" سرخی مائل ہوئی تھی۔

ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی۔۔۔"وہ سرد سانس خارج کرتا دو قدم پیچھے" ہٹا۔

میرال فوراً آگے بڑھی۔

"میں دی جان سے آپ کے متعلق بات کرنے والا ہوں۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

تیسرے ہی قدم پر وہ بجلی کی طرح مڑی۔

"میں دی جان سے ہماری شا۔۔۔۔"

خبر دار! خبر دار جو آپ نے آگے ایک حرف بھی ادا کیا تو۔۔۔" وہ انگلی" اٹھاتی چیل کی طرح جھپٹی تھی پورا وجود اس کا زلزلوں کی زد میں تھا۔

"ہوش میں ہیں آپ یا نشہ کیا ہے کوئی سستا۔۔؟"

"میرال میں بس۔۔۔"

خاموش! اپنی گندی زبان سے میرا نام مت لیں، اور اس قسم کے بیہودہ" خیال کو ذہن میں جگہ دینے سے پہلے شرم سے چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہئے آپ کو۔۔۔۔" دبی آواز میں چیختی وہ جیسے حواسوں سے بیگانہ پاگل ہو رہی تھی۔

دماغ ماؤف ہو رہا تھا ہونٹ کانپ رہے تھے مساسوں سے پسینہ پھوٹ پڑا تھا۔یوں لگ رہا تھا اس کے ارد گرد دھماکے ہو رہے ہیں۔۔

"اس میں بیہودہ کیا ہے۔آپ ایک بیوہ۔۔۔۔"

بیوہ ہوں میں لوٹ کا مال نہیں ہوں مسٹر جنید جو"

آپ۔۔۔ چھی!!" کراہیت سے ایک جانب تھوکتی وہ بمشکل لڑکھڑاتے قدموں وہاں سے بھاگی اور عین حویلی کی دہلیز پر ٹانگوں نے ساتھ چھوڑا نتیجتاً وہ بڑی طرح لڑکھڑائی تھی۔

بدقت کسی مہربان نے مضبوط سہارا دیتے اسے فرش بوس ہونے سے بچایا تھا ورنہ سنگ مرمر کا فرش کافی بھاری پر سکتا تھا۔لیکن بچت تو خیر اب بھی نہیں ہوئی تھی جسمانی نقصان سے بچ گئی لیکن ذہنی ہیجان منتظر تھا۔۔۔

"ٹھیک ہیں آپ۔۔۔؟"

سخت سینے سے گھومتے سر کا ٹکڑاؤ تضاد نتھنوں میں گھستی مہنگے تیز پرفیوم کی مہک سے وہ حواس یکجا کرنے کی کوشش میں ہلکان تھی کہ بہت قریب سے سماعت میں اتری بھاری پرفسوں آواز پر دھڑکنیں سرد و منجمد ہوئی۔

نگاہ خود پر جھکے بے حد شناسا چہرے پر ساکت۔

ٹھیک ہیں آپ۔۔۔؟" باران نے اب کے ذرا سا اس کے بازو کو جھٹکا دیا۔"

بیہوش تو نہیں ہو گئی بی بی۔۔۔؟" ثمرہ بیگم کی پاٹدار آواز گونجی۔"

"مم۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔۔"

روح پر کوڑے برساتی آواز پر ہڑبڑا کر ہوش کی دنیا میں واپس آتی وہ باران سے دور ہوئی قدم واپس لڑکھڑائے لیکن باران کے تھامنے سے پہلے ہی وہ چوکھٹ تھام گئی تھی۔

چہرہ خوف و خجالت سے لٹھے کی مانند سفید آنکھیں سرخ ہوتی ساون بھادو کی طرح برسی تھی۔

"ٹھیک ہیں آپ۔۔۔؟"

ٹھیک ہو میری بچی۔۔۔؟"دی جان تشویش زدہ سی اس کے قریب آئی۔"

عجیب تماشا ہے بھئی ! بھلا چنگا انسان چلتے پھرتے گر پڑ رہا ہے،اللہ جانے"

زمین ہل رہی ہے یا۔۔۔"تیز لہجے میں کہتے زہرہ عثمانی نے طنزاً جملہ ادھورا چھوڑا تھا۔

ثمرہ!زہرہ!"پشت پر کھڑے ہوئے داجی کے لہجے میں سخت تنبیہ تھا۔"

باباسا!ہم تو کہہ رہے ہیں کہیں طبیعت تو نہیں خراب ڈاکٹر کو دکھالیں"

تو۔۔۔"فوراً دونوں کی آواز پست ہوئی۔

پر اندر بھانپر جل رہے تھے باران کو دی جان کے ساتھ فکر مندی سے میرال کی طرف متوجہ دیکھ کر۔۔

درست کہہ رہی ہے ثمرہ!دن بدن بچی کمزور ہوتی جارہی ہے کل ہی میں"

اسے شہر کے اچھے ڈاکٹر کے پاس بھیجتی ہوں اللہ خیر کرے گا۔۔باران ذرا ہاتھ دو بچی کو اندر تو لے چلوں۔۔"میرال کی آنکھوں سے بھل بھل گرتے آنسوں سے دی جان کا کلیجہ پسیجا تھا۔

دی جان! میں ٹھیک ہوں۔۔۔چل سکتی ہوں۔۔۔" باران نے جھجھک "
کے ساتھ ہاتھ آگے کیا ہی تھا کہ اس نے فوراً دی جان کا بازو تھام لیا جس پر
باران خجل سا ہو گیا تھا۔

"ارے بچی! میں کمزور جان تمہیں کہاں سہارا دے پاؤں گی باران تم۔۔۔"
اماں سا! یہ مرد ہو کر کس طرح سہارا دے گا ہم ہیں ناں۔۔۔"دونوں "
بہن چیل کی طرف لپکی تھیں۔

مجھے لگا تم دونوں کو پہلے بحث کرنی ہے۔۔۔"دی جان چوٹ کر گئی جسے "
زہر کا گھونٹ سمجھ کر حلق سے اتارتی دونوں میرال کو سہارا دیتی اندر بڑھی
تھی۔

پیچھے داجی اور دیگر بھی تھے۔۔

باران چند ساعت کیلئے وہی کھڑا پر سوچ نگاہوں سے اپنے دونوں ہاتھ دیکھ رہا
تھا جس پر بھینی بھینی سی خوشبو میں لپٹا سرسراتا سا لمس تازہ تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کسی کی عادت لگنے میں وقت نہیں لگتا

!چھوڑنے میں عمریں بیت جاتی ہے

ساڑھے دس! میں سویا تھا یا بارہ گھنٹوں کیلئے مر گیا تھا۔۔؟"خمار آلود"
آنکھوں سے سکرین پر وقت کا اعلان کر رہے ہند سے دیکھتے ہی اس کا دماغ
جھنجھنا اٹھا تھا۔

سات گھنٹے سو کر اٹھنے کے باوجود رات کھانا کھاتے ہی واپس وہ سویا تھا پر الارم
یاد سے لگا کر اور بیچارہ سات بجے کا الارم ستر مرتبہ رو رو کر ہلکان ہوتا اس کی
نیند میں خلل ڈالنے میں ناکام ہی رہا تھا۔

شرطیہ یہ حکیم صاحبہ کوئی گول مال کر رہی ہیں۔۔۔"چادر ایک طرف"
اچھالتا وہ کڑے تیور لیئے دو دو ہاتھ کرنے کھڑا ہوا عین اسی وقت دوسرا
فریق ڈور فریم میں جلوہ افروز ہوا۔

"!صبح بخیر"

مدھر سی آواز میں شک وشاک کے ساتھ ہوئی صبح کو بخیر کہتی وہ اندر آئی ہاتھ میں وہی ٹرے تھا ڈریسنگ کا سامان والا۔

"مجھے اس صبح میں خیر جیسا کچھ نظر تو نہیں آرہا۔۔۔؟"

"رات سو کر صبح صحیح سلامت اٹھنا بھی کسی نعمت سے کم نہیں ہوتا۔۔۔"

کیوں میرے کھانوں میں کوئی زہر وہر ہوتا ہے جو صبح صحیح سلامت اٹھنا"

"نعمت ہوا۔۔؟

"جج۔۔جی۔۔۔؟"

اس کے غیر متوقع سوال پر مقدس کہ ہاتھ میں موجود ٹرے مرتعش ہوئی۔دلاور نے فوراً اپنے ایک ہاتھ کا سہارا دیا۔

"تھا کیا۔۔۔؟"

ٹرے پڑا اچھی طرح گرفت بناتے اس کی غزالی آنکھوں میں اتر کر راز پا لینے کی کوشش اچھی تھی لیکن جھالڑی پلکیں پہریدار بن گئی۔

"آپ کی پٹی بدلنی ہوں گی پھر تازہ دم ہو جایئے گا۔۔"

وہ موضوع بدلتی بولی۔

"!ٹھیک"

بنا بحث میں الجھے وہ سعادت مند بچے کی طرح خاموشی سے بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ مقدس کو یہ خاموشی کھٹکی تو تھی لیکن وہ نظر انداز کرتی پٹی بدل کر اس کا ناشتہ لانے کچن میں گئی اور دلاور کچھ سوچتا گھنی مونچھوں تلے کمینی مسکراہٹ دباتا واش روم میں بند ہوا۔۔

"اللہ! خیر کا معاملہ رکھنا ذرا۔۔"

ناشتہ لیکر روم میں قدم رکھتے ہی مقدس کا دل دلاور کو پہلے ہی سے بیڈ پر منتظر دیکھ ناخوشگوار انداز میں بڑی زور سے دھڑکا تھا۔ ہر بات پر نہ کا کلمہ پڑھنے والے جلیبی سے بھی زیادہ پیچیدہ بندے کا اچانک سے تیر کی طرح سیدھا ہو جانا کوئی خوشگوار تبدیلی تو تھی نہیں۔۔

دماغ کے گھوڑے دوڑانے کے ساتھ زیر لب خیر کا کلمہ پڑھتی وہ بیڈ کے قریب آئی اور آہستگی سے ٹرے رکھ کر دبے قدموں واپسی کی کرنے لگی۔

آپ کہاں۔۔۔؟"دوسرے ہی قدم پر تیر کی تیزی سے سوال نے جالیا" تھا۔

جی! آپ۔۔آپ کو کچھ چاہیئے تھا۔۔؟"لہجہ بے وجہ ہی بے ربط ہوا تھا۔"

"جی۔۔اگر آپ عنایت کریں۔۔"

"کیا۔۔۔؟"

"زندگی۔۔۔"

"زندگی۔۔؟"

عجب مطالبہ پر بھونچکا کر پہلی باران دوڈھائی ہفتوں میں مقدس نے متحیر آنکھیں اس کی بے تاثر آنکھوں میں سے چار کی تھی۔لیکن زیادہ دیر تک ان مقناطیسی کشش لی ئے آنکھوں میں دیکھ نہ سکی۔

جی ہم سمجھے نہیں۔۔۔؟" نگاہ جھکاتی آواز بھی ذرا نا فہمی سے پست ہوئی تھی۔

لیں ناشتہ کریں۔۔ شائد پیٹ بھر جانے کے بعد سمجھ آجائے آپ کو میری" بات۔۔ "ٹرے کو ذرا سا کھسکاتا وہ معنٰی خیزی سے بولا۔

نہیں! اس کی ضرورت نہیں آپ کریں۔۔۔ "ایک اور غیر متوقع پیش کش مقدس کی الجھن دوچند کر گیا تھا۔

دو دن سے میں ہی کر رہا ہوں آج آپ کریں۔ اور یقین کریں کھانے کے" بعد بڑا آرام ملتا ہے۔۔ "ٹرے کچھ اور خود سے پرے ہٹاتے اس کا لہجہ جتاتا ہوا تھا مقدس کی دھڑکنیں ایک ایک لفظ پر پڑے دباؤ سے دھیمی پڑی۔

ہم کر لیں گے، آپ کو فل حال ضرورت ہے، خوراک اچھی اور وقت سے" لیں گے تو زخم جلد مندمل ہوں گے اور آپ جلد صحت یاب ہو پائیں گے۔۔ "بھیگتی ہتھیلی اور خشک گلے کو تر و خشک کرتے وہ دقت سے لہجہ ہموار رکھ پائی تھی۔

"زندگی ہی نہیں رہی تو صحت کیا کریں گے۔۔۔؟"

جی۔۔۔۔؟"اس کی اونچی سرگوشی پڑ مقدس نے معصومیت سے آنکھیں"

پھیلائی۔

جی! میں چاہتا ہوں آپ یہ ناشتہ کریں، میرے لی ئے یہ بہت زیادہ"

ہے، اور مجھے بار بار انکار سننا سخت ناپسند ہے۔۔۔"اب کے وہ پھیلی آنکھوں

میں دیکھتا رعب سے بولا۔

مقدس ٹس سے مس نہ ہوئی۔

ایسا بھی اپنے بنائے شاہکار سے کیا اعتراض، یا کچھ ملایا ولایا ہے اس"

میں۔۔۔۔؟"وہ پوکیٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتا برابر میں کھڑا ہوا تھا۔

نہیں تو۔۔۔"مقدس کا سر زور سے نفی میں ہلا۔"

تو پھر کھائیں یا مان لیں، فیصلے کا اختیار مکمل آپ کا ہے۔۔۔"سائیڈ اسٹینڈ"

سے جیکٹ اٹھاتا وہ شانے اچکا گیا۔

"آپ ہم پر شک کر رہے ہیں؟"

بڑھتے اصرار پر مقدس نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

جواباً گھنی مونچھوں تلے دبے عنابی لبوں کی خفیف سی حرکت کا آنکھوں میں گہرے ہوتے پراسراریت کے رنگوں کے ساتھ دلفریب تال میل بیٹھا تھا۔۔

آپ کی صلاحیت پر شک تھوڑی ممکن ہے۔۔؟میں تو دعویٰ کر رہا"

"ہوں۔۔۔۔

جی کچھ کہا۔۔۔؟"زیر لب بڑبڑاہٹ سے اس کے کان محظوظ نہ ہو سکے" تھے لیکن آنکھوں کا جتاتا تاثر۔

ارے! آپ کہاں جا رہے ہیں کھا تو لیں۔۔۔"بنا جواب دیئے اسے شوز" ہاتھ میں لیکر دروازے کی سمت بڑھتا دیکھ مقدس پریشان ہوئی۔

عجیب گھن چکر سا شخص تھا خود بھی گھوما ہوا اوروں کو بھی گھما کر رکھ دینے والا۔

آج میرا سونے کا ارادہ نہیں ہے ضروری کام نپٹانے ہیں آپ انجوئے کریں"
میری طرف سے۔۔۔"دوسرے فارغ ہاتھ سے بال سنوارتا وہ جتلاتے
انداز میں بول کر دروازہ کھولنے لگا لیکن مقدس وہاں چلی آئی۔
آپ کے زخم اب بھی تازہ ہیں آرام کی سخت ضرورت ہے آپ کو، آپ"
کہیں نہیں جا سکتے فلحال کم از کم بھی تین دن۔۔"وہ منتانہ بولی۔
مجھے کیا کرنا یا نہیں کرنا ہے یہ مجھے کوئی نہیں بتاتا کیونکہ میں کسی کی نہیں"
سنتا ہوں، آپ اپنی انرجی ویسٹ نہیں کریں۔۔۔"خشک لہجے میں وہ ہٹ
دھرمی سے بولا تھا۔
اچھا! چلے جایئے گا کم از کم ناشتہ کر لیں پہلے۔۔۔"وہ ہار مانتی بولی۔"
تاکہ پھر سے سات سے بارہ گھنٹے کیلئے مردوں سے شرط باندھ کر"
سو جاؤں۔۔؟"دروازے پر ہاتھ جماتا وہ استہزائیہ مستفسر ہوا۔
ہم سمجھے نہیں۔۔۔؟"مقدس کی سانس کہیں اٹکی تھی براہ راست الزام"
تراشی پر۔

آپ بس اتنا سمجھ لیں آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں"
ہے۔۔۔"محترمہ کی اڑی رنگت سے محظوظ ہوتا وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

"ہمیں ضرورت ہے۔۔"

"کیوں۔۔؟"

ہم نے دی جان سے آپ کا خیال رکھنے کا وعدہ کیا ہے،اور ہمیں ہمارے ابا"
نے سکھایا ہے ایک مسلمان کو اپنی زبان سے مکڑنا زیب نہیں دیتا،پلیز آپ
ہمارے لیۓ مشکل نہیں بنیں،ورنہ مجبوراً ہمیں دی جان کو سب بتانا
ہو گا۔۔۔"لہجہ ملتجانہ اور دھمکی شاہانہ کیا امتزاج تھا دلاور کا دماغ ٹھیک
ٹھاک شاٹ ہوا تھا۔

میں کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہوں جو آپ میرا خیال رکھیں گی۔۔۔؟"وہ بگڑا۔"
چھوٹے بچے ہی تو ہیں آپ! وہ بھی وہ ضدی چھوٹا بچہ جو ضد و غصہ کی حالت"
میں ہر چیز کیلیۓ بس 'نہ' ہی کہتا ہے۔یہ سوچے بغیر کہ وہ عمل اس کے حق میں
کس قدر ضروری ہے۔اور پھر خود کو تکلیف دیتے ہیں۔۔"دل ہی دل میں

اس کی حرکتیں سوچتے پریشانی میں بھی اس کے چہرے پر انوکھی سی متبسم چمک پھوٹی تھی جسے دیکھ پل بھر کو دلاور تھما تھا۔

کوئی مجروح تبسم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کوئی پامال نگاہ
ہم نے ہر پھول کو دیکھا ہے ترے رخسار کے بعد

سر جھٹکتا نگاہوں کو سرزنش کرتا وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا اور سیڑھیوں پر بیٹھ کر شوز پہننے لگا ہر کوشش کر کے ہارنے کے بعد مقدس لب بھینچے کھڑی ادھ کھلے دروازے سے اس کی پشت دیکھنے لگی تھی۔

میری آپ سے کوئی ذاتی عناد نہیں ہے جو میں آپ کیلئے مشکل بنوں، اس" قسم کے معمولی زخم میرے معمولات کا حصہ ہیں، جس کے بھرنے کے انتظار میں اگر گھر بیٹھتا رہا تو کام ٹھپ ہی ہو جائے گا، اور رہی بات دی جان کی تو۔۔۔" وہ ہاتھ جھاڑتا سنجیدہ تاثرات لیئے پورا کا پورا اس کی سمت مڑا۔

اگر آپ کو ان کی صحت کی ذرا سی بھی فکر ہے تو آپ انھیں بتا کر مزید "
پریشان کرنے کی حماقت قطعی نہیں کریں گی۔۔۔"کمال چالاکی سے اسی
کے دام میں اسی کو پھسا کر وہ سیٹی کی دھن بجاتا انگلی میں کی چین گھماتا
بنداس چل دیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

مضراب ! حد ہی ہو گئی ہے یار ! تم لوگوں نے تو سوئی کو ہاتھی ہی بنا دیا"
ہے، بالکل ٹھیک ہوں میں۔۔۔"مضراب کے فرمان پر میرال بدک اٹھی
تھی۔

دو بجے کا ہمارا ڈاکٹر کے ساتھ اپائنمنٹ ہے میرا وقت ضائع نہیں کرو اور "
جلدی سے تیار ہو جاؤ شاباش۔۔۔"وہ مضراب ہی کیا جو میرال کی کسی بات
کو خاطر میں لائے۔

"لیکن مضراب !۔۔۔"

لیکن ویکن اگر مگر کچھ بھی نہیں، خاموشی سے یہ کپڑے لواور دو منٹ میں "
جھٹ پٹ بدل کر باہر نکلو۔۔۔"ہینگر اس کی ہاتھ میں تھماتے مضراب نے
لگے ہاتھوں اسے اندر واش روم میں دھکا بھی دیا تھا۔

"پر مضرب یہ ڈریس تو۔۔۔"

خبردار میرال! جو دوبارہ تم شروع ہوئی، یہ خوش رنگ ہے مجھے کوئی پھیکا"
بھدا اماں حوا کے زمانے کا ڈریس پکڑاؤ جیسا کچھ کہا تو قسم سے زندگی بھر بات
نہیں کروں گی میں تم سے۔۔"میرال کے حرف اعتراض لبوں پر ہی دم توڑ
گئے تھے مضراب کی تابڑ توڑ دھمکیوں کے آگے وہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق
مرے مرے انداز میں واش روم کا ڈور بند کر گئی۔

لیکن ڈور بند ہونے تک ملتجانہ نگاہ مضراب پر رہی کہ شائد وہ پگھل جائے
لیکن سینے پر بازو باندھے تیوریاں چڑھائے اسے گھور رہی مضراب موم کا
مجسمہ نہیں بلکہ سنگی مجسمہ ثابت ہوئی تھی۔۔

اس بندی کو صرف میری دھمکی کی زبان سمجھ آتی ہے تو میں کیا کر سکتی"
ہوں۔۔؟"اس کی مسمسی شکل پر کھل کر مسکراتی وہ متاسفانہ انداز میں خود
کلامی کرتی دروازے سے باہر نکلی تھی۔

ٹھیک پانچ منٹ بعد میرال کپڑے بدل کر واش سے برآمد ہوئی تھی ہلکے
آسمانی رنگ میں اپنا کھلتا تراشیدہ سراپا دیکھ اس کے اعصاب یکایک بوجھل
ہوئے تھے۔

اس دن کی سب کی عجیب و غریب نگاہیں یاد آنے پر قدم تیزی سے واش روم
کی سمت واپس اٹھے۔۔

خبردار میرال جو ایک قدم بھی مزید اٹھایا تو۔۔۔"عین اسی وقت مضراب"
کی گونجی پاٹدار آواز اس کے قدموں کی زنجیر بنی تھی۔

مضراب پلیز!!"وہ لب کچلتی بے بس سی مڑی۔"

دیکھو خود کو اس آئینے میں۔۔۔"تن فن کرتی قریب آئی مضراب نے"
اسے قد آدم آئینہ کے مقابل بازو سے کھینچ کر کھڑا کیا تھا۔

ایسے ٹکٹر ٹکٹر خود کو کیا دیکھ رہی ہو۔۔؟انسان لگ رہی ہو ماشاءاللہ "

سے،ورنہ اپنے پرانے حلیے میں تو خیر سے عجائب گھر میں رکھے جانے کے قابل مغلیہ دور کی انٹیک پیس ہی لگتی ہو۔۔۔" ہلکے آسمانی رنگ میں بہار دکھا رہے اپنے ہی سراپے کو اسے اجنبی نگاہوں سے دیکھتا دیکھ مضراب نے بنا لحاظ لتاڑ دیا تھا۔

"اب ذرا بیٹھو ادھر تم۔۔۔۔"

اس کی اجنبی انداز میں کوئی ردو کد نہ دیکھ مضراب نے صبر کا گھونٹ بھرتے اسے زبردستی ڈریسنگ کے مقابل پڑے ٹیبل پر بٹھایا تھا اور اس کے بال بنانے لگی تھی میرال اس کی کاروائی پر بالکل گم سم سی خود کو آئینہ میں دیکھ رہی تھی۔

یار مانا میں دیکھنے لائق چیز ہوں لیکن یہ وقت صحیح نہیں ہے نہارنے کیلئے سو" جلدی سے یہ سب لگاؤ۔۔۔"آنکھ دبا کر اپنے منہ میاں مٹھو بنتے مضراب نے کو سمٹیکس کی طرف اشارہ کیا تھا۔

درجن بھر میک اپ کی چیزوں میں سے میرال نے بس لوشن لیکر بے دلی کے ساتھ چہرے پر ملا تھا جب تک مضراب اس کی کالی گھٹاؤں کو سمیٹ کر ہاتھ جھاڑتی فارغ ہوئی تھی۔

"بی بی سا آپ کی عوام الناس سے کوئی ذاتی عناد ہے۔۔۔؟"

ڈریسنگ سے کمر ٹکاتے مضراب نے آنکھیں پھڑ پھڑا کر عجیب سا سوال کیا۔

نہیں۔۔۔"میرال کا سر نفی میں ہلا۔"

پھر کیوں ان بیچاروں کی پیٹ پر لات مارنا چاہتی ہیں آپ جنابہ۔۔۔؟"لہجہ"
انداز وہی تھا۔

میں نے کیا کیا ہے۔۔۔؟"میرال تو عجب کسوٹی پر الجھ ہی پڑی تھی پہلے ہی"
طبیعت بوجھل ہو رہی تھی۔

وہ بات ذرا یوں ہے بی بی سا۔۔۔"اپنے خوبصورت بالوں کو ایک ادا سے"
جھٹکتی وہ سنجیدہ تاثرات لیئے سیدھی کھڑی ہوئی۔

لوشن کے ساتھ جو باقی پروڈکٹز کا ہجوم اکٹھا ہے نا یہاں، یہ سارے ایک " دوسرے کے بھائی بند ھو ہی ہیں مطلب ایک ہی برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور سب کو مشترکہ طور پر منہ پر لیپا پوتی کیلئے ہی استعمال کیا جاتا ہے، جنھیں آپ نے نگاہ بھر کر دیکھنا تک ضروری نہیں سمجھا اگر آپ ہی کی طرح دس اور لوگوں نے انھیں قابل اعتنا نہیں جانا تو کمپنی تو ٹھپ ہو گئی ناں اور کمپنی ٹھپ ہو گئی تو نجانے کتنے معصوم بیروزگار ہوں گے، جن کے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے ہوں گے، جو بھوک سے بلکیں گے اور پھر۔۔۔۔۔" ۔

ہاہاہاہا۔بب۔بس۔بس کر دو یار۔۔۔۔" مضراب کی ڈرامائی انداز پڑ مزید " ضبط سے کام نہ لیتی وہ کھلکھلا اٹھی تھی۔۔

اور پھر کھلکھلاتی چلی گئی تھی۔

کمرے میں گونجتی اس کی جلترنگ سی ہنسی ہاتھ باندھے محبت بھری نگاہوں سے اس کا ہنس ہنس کے گلال ہوا چہرہ دیکھ رہی مضراب کے جلتے دل پر ٹھنڈی پھوار کی طرح گر رہی تھی۔۔

تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا مضراب واقعی میں کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔"ہنس ہنس" کر آنکھوں سے نکل آئے پانی کو پوچھتی وہ نفی میں سر ہلاتی بولی۔

ارے! سچ کہہ رہی ہوں، اس لیئے جلدی سے انھیں لگاؤ تاکہ ہم" نکلیں۔۔۔"مضراب مصنوعی سنجیدگی طاری کرتی بولی۔

نہیں! میں ٹھیک ہوں۔۔۔"ہاتھ سے روکتی وہ کبرڈ کی طرف بڑھی تھی۔"

"اچھا ٹھیک کم از کم پرفیوم تو۔۔۔"

مضراب پلیز۔۔۔"مضراب کے پرفیوم اسپرے کرنے سے قبل ہی وہ چند" قدم پیچھے ہوئی تھی۔

عارضوں پر بکھرے رنگ پل میں سمٹ کر اپنے خول میں بند ہوئے تھے۔

"کیا پلیز۔۔؟"

ہم ڈاکٹر کے پاس جارہے ہیں اتنا ٹھیک ہے۔۔۔"لبوں تک آئے ٹھوس" اعتراض کورد کرتی وہ عذر تراش گئی ورنہ لمبی بحث چھڑنی تھی۔

ڈاکٹر کے پاس جارہے ہیں لیکن ایسا کوئی قانون نہیں کہ مریض بن کر ہی" جائیں گے تبھی ڈاکٹر علاج کرے گا حد ہے لگاؤ ذرا پر فیوم۔۔۔"مضراب ایک مرتبہ پھر اس کی سمت بڑھی لیکن وہ نرم مسکراہٹ کے ساتھ نفی میں سر ہلاتی تیزی سے روم سے نکل گئی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دلاور کے بنا کھائے چلے جانے پر وہ شکستہ اعصاب کے ساتھ وہی بیٹھ گئی تھی۔اس مشکل شخص کی اذیت پسندی وضد کی پختگی دیکھ کر جیسے بھوک ہی مر گئی تھی۔۔

"آپ آگئے ہم۔۔۔"

کھٹ سے دروازہ کھول کر اندر آنے پر اس کی غیر متوقع واپسی سے وہ چہک کر اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔

عجلت میں اندر داخل ہوا دلاور انتہائی تعجب سے اپنی واپسی پر اس کا تمتماچہرہ دیکھنے لگا تھا۔

استعجاب واجب تھا آخر آج تک اس نے سوائے دی جان اور شہنشاہ کے اپنی واپسی پر سب کے اعصاب تنتے ہی دیکھا تھا۔

"شوق سے نہیں کام سے واپس آیا ہوں، آپ بیڈ روم میں جائیں یہاں کچھ مزدور آئیں گے۔۔۔" سر جھٹکتا وہ خشک لہجے میں حکمیہ بولا۔

"ٹھیک ہے۔۔آپ دو منٹ انھیں رکنے کیلئے کہیں ہم جب تک ناشتہ گرم کر کے لاتے ہیں ان کا کام ختم ہونے تک آپ کھا لیجئے گا۔۔۔" وہ جلدی سے کہتی سلیب کی سمت بڑھی۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔" واپس اسی راگ پر اس نے جبڑے بھینچے۔ "ہم بھی آپ کے ساتھ کھائیں گے تاکہ جو بھی آپ کے شکوک وشبہات ہے دور ہو جائیں۔۔۔" وہ نرمی سے مصلحتاً بولی۔

بہت عنایت! لیکن ضرورت نہیں ہے۔۔۔"کہنے کے ساتھ اس کی"
مرمری کلائی تھامتا وہ بنا اسے مزاہمت کا موقع دئے کھینچتا ہوا سائیڈ روم میں
آیا تھا۔
"لیکن ہم۔۔۔"
جی آپ نے دی جان سے میرا خیال رکھنے کا وعدہ کیا ہے اور آپ کو سکھایا"
گیا ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی زبان سے مکڑنا زیب نہیں دیتا۔ جانتا
ہوں، لیکن میرا خیال رکھنے کے قوانین مختلف ہے، جس کی پاسداری آپ
سے نہیں ہو گی۔۔۔"دوسرے روم میں لا کر اس کی کلائی آزاد کرتا وہ سرد
لہجے میں اس کی بات کاٹتا بولا۔
"اور وہ قوانین کیا ہیں۔۔۔؟"
میرا خیال رکھنے کا مطلب ہوتا ہے باہر موجود میرے عزیز بے زبان"
دوستوں کا اور اس باغ کے ایک ایک پیڑ کا خیال رکھنا، رکھ پائیں گی

آپ۔۔۔؟نہیں ناں۔۔؟تو یہاں چپ چاپ سے بیٹھیں۔۔۔"خود سوال کر خود جواب اخذ کرتا وہ سائیڈ روم میں بند ہوا تھا۔

پیچھے مقدس سر تھام کر بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔۔

دس منٹ تک دوسرے کمرے سے دلاور کی بھاری آواز کے ساتھ کچھ اٹھا پٹخ کی آواز آتی رہی پھر خاموشی چھا گئی اور دو منٹ بعد دروازہ کھول کر وہ واپس آیا تو ساتھ ایک عجیب سی بو بھی نتھنوں سے ٹکرائی۔

جس پر مقدس بے ساختہ ہی ناک پر کپڑا رکھ گئی تھی۔

جبکہ دلاور واش روم میں ہاتھ دھونے گیا تھا۔وہ ہاتھ دھو کر واپس آیا تو وہ ہنوز ناک پر کپڑا لیے تھی۔

آئینہ کے مقابل کھڑا ہو کر خود پر پرفیوم اسپرے کرتا وہ لاشعوری طور پر اس کی جانب سے سوال کا منتظر تھا لیکن شائد کچھ دیر پہلے کا شٹ اپ کال حکیم صاحبہ کی زبان مقفل کر گیا تھا۔

دلاور کو فتح یابی کی کمینی سی خوشی نے اپنے حصار میں لیا۔

اس روم میں زیادہ بو ہے شام تک اسی روم میں رہیئے گا، شام ان بیر لز کو" لیجاتے ہوئے مزدور کمرہ دھو جائیں گے۔۔" دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے وہ خود بولا تھا۔

لیکن یہ بو ہے کس چیز کی۔۔۔؟" مقدس پریشان سی اپنی جگہ کھڑی ہوئی" تھی۔۔

اس کے پریشان سوال پر وہ قدم روک کر ایڑیوں کے بل مڑا اور مقابل کے مانندِ ماہتاب مکھڑے پر تشویش و ناگواریت کی گہری پرچھائیاں دیکھ اس کی نجانے کس حس کو تقویت ملی تھی جو آنکھوں میں ایک محظوظ کن چمک ابھر آئی تھی۔

آپ کا نا جاننا ہی آپ کیلئے بہتر ہے، آپ بس ادھر جانے سے اجتناب کیجئے گا" آج کیلئے۔۔۔" چہرے پر حد درجہ سنجیدگی طاری کرتا وہ تجسس میں ڈالنے کے انداز میں بولا۔

کیا مطلب ایسا کیا ہے آخر۔۔۔؟"مقدس کی حساسیت میں تجسس کا عنصر "
بڑھا۔
میں نے کہانا آپ کا نہیں جاننا ہی بہتر ہے۔۔"وہ قصداً نگاہ چراتا بول کر "
مڑا۔
"لیکن ایسا بھی کیا ہے۔۔۔؟"
جو بھی ہے اسے میں نے اس روم کے نیچے بنے تہ خانے میں رکھا ہے،اور "
پھر مزدوردھو بھی دیں گے کمرہ بعد میں۔آپ بس اس روم میں مت
جایئے گا۔۔نماز وغیرہ پڑھتی ہیں ناں آپ۔؟تو اپ کیلئے ٹھیک نہیں اس چیز
کا سامنا،آپ بتادیں وہاں سے آپ کو کچھ چاہئے۔۔۔؟"تجسس و
پراسراریت کو مزید ہوا دینے کیلئے اس نے قصداً جملے کو بار بار توڑا تھا جواب
میں مقدس کی شفاف پیشانی پر پریشانی کے بل بڑھتے جارہے تھے۔
آپ ہمیں پریشان کررہے ہیں۔۔؟"اس کے لہجے میں حوادث تھی۔"
دلاور نے مشکل سے قہقہہ دبایا۔

"میں آپ کو پریشان ہی تو نہیں کرنا چاہتا بتا کر۔۔"

ایسا بھی کیا ہے آپ بتا ہی دیں۔۔۔؟" وہ جھلا گئی۔"

شراب۔۔۔!" وہ بدبدایا"

کیا۔۔۔؟" مقدس کو اپنی سماعت کا دھوکہ لگا۔"

"شراب ہے۔۔۔"

شش۔۔ش۔۔راب۔۔۔؟" اب کے واضح الفاظ پر اس کی آنکھیں ابل" کر باہر آئی تھی۔

جی۔۔۔" دلاور نے مسکراہٹ دباتے مجرمانہ انداز میں سر جھکایا۔"

مقدس کو اب کے اس بو کے نتھنوں سے ٹکرانے پر ابکائی آئی تھی۔ وہ جلدی سے منہ پر ہاتھ رکھتی بے دم سی پیچھے بیڈ پر بیٹھی تھی۔ حرام شئے کے اتنے قریب ہونے کا احساس ہی اس کے رگوں میں دوڑتے خون کو سرد کر گیا تھا پورا وجود اس کا آن کی آن میں ٹھنڈے پسینے سے تربتر ہوا تھا۔

دراصل میرا اصل کاروبار شراب ہی کا ہے، باغ کے پیچھلے حصے میں میری" خفیہ شراب کی فکٹری ہے، رات شہر ڈلیوری جانی ہے تب تک کیلئے ہی بس ان بیرلز کو یہاں رکھا ہے، میں یہاں نہیں لاتا لیکن اس ایریے میں داجی کے پہچان والے لوگ آگئے ہیں تو مجبوراً لانا پڑا، لیکن رات ملازم لیجائیں گے۔آپ تب تک یہیں اپنی عبادت کریں۔۔۔۔۔" لہجے میں بناوٹی بردباری لاتا وہ محترمہ کے تھکے تھکے تاثرات پر محظوظ کن نظر ڈالتا سیاہ گاگلز سے اپنی آنکھوں کی چمک چھپاتا چل دیا تھا۔

حریف زادے سے ہوشیاری تھوڑی تو مہنگی پڑے گی آپ کو حکیم" صاحبہ!" پلٹ کر دروازہ بند کرتے ایک مرتبہ پھر اس کا سپید پڑتا چہرہ دیکھ اندر تک سرشاری اتری تھی۔

novel by jnikhat

نزہت نیلم ! ابھی تک یہیں بیٹھی ہو کہا تھا نا چلی جاؤ مضراب لوگوں کے " ساتھ گھوم آنا شہر۔۔۔" نزہت اور نیلم کو ہال میں دی جان کے ساتھ بیٹھا دیکھ ثمرہ بیگم کی تیوریاں چڑھی تھی۔

اماں سا ! وہ لوگ گھومنے نہیں شہر ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہیں ہم وہاں جا کر " کیا کریں گے۔۔۔؟" نزہت ماں کی تیوریاں دیکھتی منمنائی۔

ڈاکٹر کے پاس پورا دن نہیں بیٹھیں گے وہ لوگ بیٹا ! وقت ملا تو تھوڑا ادھر " ادھر گھوم بھی لینا تم سب ہوا پانی بدلے گا ذرا، جاتی ہی کہاں ہو تم لوگ حویلی میں ہی قید رہتی ہو۔۔۔" بیٹی کی بھولے پن پر زہر کا گھونٹ بھرتی ثمرہ بیگم نے دانت کچکچائے تھے۔

خالہ سا ! دو بجے کی ان کی اپائنمنٹ ہے تین بجے تک چلے گی اس کے بعد گھر " کی راہ لیں گے وہ لوگ وقت کہاں بچے گا، ہم پھر کبھی چلے جائیں گے۔۔۔" نیلم بھی ٹالتی ہوئی بولی۔

وہ دونوں ہی اپنی ماں اور خالہ کے بار بار انھیں باران پر تھوپنے کی کوشش سے عاجز تھیں۔

نیلم تم یہ اچھا بناتی ہو باران کیلئے بنادو،

نزہت تم فلاں کام اچھا کرتی ہو ممانی کو دکھادو،

اس طرح کے کئی جملے ان دونوں کے اعصاب و عزت نفس کو جھنجھوڑ رہے تھے۔

ارے! لڑکیاں تھی وہ لوگ کوئی سیل پر لگا سامان نہیں جو یہ دو خواتین انھیں چمکائے جارہی تھی۔ دونوں کئی بار غصہ و آہانت کے احساس سے پانی پانی ہو کر رہ جاتی تھی۔

اور ہمارے معاشرے میں تو یہ بالکل ہی عام بات ہے لڑکی کی عزت نفس بھلے مجروح ہو جائیں فقط ایک چمک دھمک والے رشتے کیلئے مائیں بہنیں انھیں پالش کرنے کے نام پر تھوپتی چلی جاتی ہیں بنا ان کی مرضی جانے۔۔

نزہت ! نیلم ! بحث نہیں کرو دونوں۔۔۔"زہرا بیگم نے قریب آتے ہی" سرزنشی انداز میں آنکھیں دکھائی تو جواباً دونوں نے مدد طلب نگاہوں سے دی جان کو دیکھا۔

ارے بھئی ! کیوں آخر دونوں پیچھے پڑ گئی ہو بچیوں کے ؟انھیں جانا ہو گا تو" خود چلی جائیں گی کسی غیر کے ساتھ تھوڑی جانا ہے، لیکن تم دونوں کی تو عادت بن چکی ہے ہر معاملے میں اپنا فیصلہ تھوپنے کی۔۔۔"دی جان نے بنا لحاظ ہی دونوں کو جھاڑا تو دونوں گھگھیاتی بیٹیوں کو قہر بار نگاہوں سے گھورتی ہوئی مقابل صوفے پر ٹکی۔

تبھی میرال اور مضراب بھی بڑی سی چادر میں لپٹی دی جان کے قریب آ گئی۔

تیار ہو گئی میری بچی۔۔؟دیکھو گھبرانا بالکل نہیں ڈاکٹر کو اپنی ساری تکلیف" بتانا آخر کیوں دن بدن حالت بیٹھتی جا رہی ہے تمہاری۔۔۔"سامنے جھکی میرال کے سر پر ہاتھ رکھتی دی جان فکر آمیز ہدایت کرتی بولی۔

"دی جان میں بالکل ٹھیک ہوں آپ لوگ خواہ مخواہ ہی۔۔۔"

کوئی خواہ مخواہ نہیں ہے حالت دیکھو اپنی۔۔۔"دی جان اس کے اعتراض" پر ڈپٹ گئی۔

مضراب تم نے سب بتانا ہے۔۔"دی جان مضراب کی طرف متوجہ" ہوئی۔

جبکہ میرال خشک لبوں پر بار بار زبان پھیرنے لگی تھی۔کیونکہ دونوں بہنوں کی چبھتی ایکسرے کرتی نگاہیں اس کے وجود کے آڑ پار ہو رہی تھی۔

نجانے کس چیز کا خدشہ کیسا عناد تھا ان دونوں کو اس کے بے ضرر سے وجود سے اس مرتبہ تو بالکل ہی دونوں ننگی تلوار بن گئی تھی ویسے خوش پہلے بھی نہیں تھی وہ اس سے، لیکن اس بار تو بالکل ہی دشمن بن گئی تھی۔۔

ہسپتال ہی جا رہی ہو ناں بیٹا۔۔۔؟"بلا آخر ان کے مڑنے سے پہلے طنز میں" لپٹا سوال آیا تو میرال نے سختی سے لب بھینچے۔

ان کے حلیے کو دیکھ کر پوچھ رہی ہیں ناں پھوپی سا۔۔؟"مضراب کے" جھٹ پلٹ کر سوال کرنے پر دونوں گڑبڑائی۔

کیاہوا حلیے کو۔۔؟"دی جان نے پوچھا۔"

ارے دی جان !حلیہ دیکھیں آپ ذرا اپنی چہیتی کا لگ رہا ہے باوا آدم کے" زمانے کی مریضہ ہے، جبکہ میں نے کہا بھی تھا تھوڑا میک ویکپ کر لے ہسپتال جارہے ہیں تو مریض لگنا ضروری نہیں لیکن میری سنتا کون ہے یہاں۔۔؟اب پھپھو سا نے بھی کہہ دیا تو سمجھ آگئی ہو گی میرال ساکی، لیکن معذرت پھپھو سا اب وقت نہیں ہے ہم کافی لیٹ ہو چکے ہیں آئندہ یہ تیار ہو کر انسانوں والے حلیے میں جائے گی۔۔۔"اپنی نان اسٹاپ زبان سے سب کو اپنی باتوں میں لپیٹ کر حق دق چھوڑتی وہ میرال کا بازو کھینچتی خارجی دروازے کی سمت بڑھ گئی۔

پیچھے ماں کے اعتراض کا مطلب سمجھ چکی نزہت و نیلم نے سر جھکا کر ان کے ہونق تاثرات دیکھ ہنسی چھپائی تھی دی جان بھی اس کوشش میں شامل تھی۔

یقیناً ان کی بیٹیوں کا اعتراض میرال کا رنگدار لباس تھا لیکن مضراب تو پھر مضراب تھی۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بھائی سا! آجائیں ہماری سواری بادِ بہاری تشریف لا چکی ہیں۔۔" باہر نکلتے" ہی مضراب نے باآواز بلند مالی کاکا کے ساتھ محو گفتگو باران کو آواز لگائی تو میرال چونکی۔

"تم انھیں کیوں بلا رہی ہو۔۔۔؟"

کیونکہ مجھے ڈرائیونگ نہیں آتی تمہاری طرح۔۔" مضراب نے بھولپن" سے آنکھیں گھما کر جواب دیا۔

کیا مطلب ہم ان کے ساتھ جا رہے ہیں۔۔۔؟" میرال کا دل ڈوبا تھا۔"

مطلب تو جوڑ توڑ کر یہی نکلتا ہے۔۔" مضراب کی بے نیازی عروج پر" تھی۔

میں نہیں جا رہی۔۔" وہ فوراً مڑنے لگی۔"

سوچنا بھی مت ایسا کچھ۔۔" مضراب فوراً اس کا بازو جکڑتی پورٹیکو پر کھڑی" چمچماتی گاڑی کی طرف بڑھی۔

مضراب! ہم ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔۔۔؟" وہ مزاہمت کر رہی تھی۔

"تو پھر کس کے ساتھ جائیں گے۔۔۔؟"

ڈرائیور کے۔۔۔۔؟" اپنی سمت پیش قدمی کر رہے باران کے بھاری قدموں کو دیکھتے اس کی مزاہمت بڑھ گئی تھی۔

میرال سا! حویلی والے بھلے دقیانوسی نہیں ہیں، لیکن اتنے بھی آزاد خیال نہیں ہیں جو دو جوان لڑکیوں کو ڈرائیور کے ساتھ بھیج دیں۔۔۔" اس کے فضول اعتراض پر مضراب طنزاً بولی۔

"تم تو یونی جاتی ہو ڈرائیور کے ساتھ۔۔۔"

ہاں! لیکن آج رفیق چچا نہیں ہیں، اور اللہ جب دیتا ہے چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے" کہ مصداق ہمیں یو کے، یو ایس اے، یو اے ای، اور نجانے کتنے بیرون ملک پلٹ خوبرو ڈرائیور مل رہا ہے تم ناشکری نہیں کرو۔۔۔" وہ آنکھ دکھاتی سامنے سے سفید شرٹ میں ملبوس کہنیوں تک بازو موڑے ایک ہاتھ کی

قوی انگلیوں میں فون تو دوسرے میں گھڑی لئے کسی ریاست کے شہزادے کی طرح آن بان شان سے چلے آرہے باران کو دیکھتی چہکی۔۔

لیکن اس کی ضرورت کیا تھی مضراب۔۔۔؟"میرال نے دانت" کچکچائے۔

میرال سا! میں نے کچھ نہیں کیا مقابل کو خود سیاسی میٹنگ سے چھٹکارے" کے عوض دو حسین دوشیزاؤں کا ڈرائیور بننا تھا، تو میں بھی کفران نعمت نہیں ہو سکی، اب اندر بیٹھو۔۔۔"شانِ بے نیازی سے کہتے بیک ڈور کھول کر میرال کو اندر بٹھاتی خود فرنٹ ڈور کھول کر اندر بیٹھ گئی تھی۔

باران نے قریب آتے ایک نظر پچھلی سیٹ پر ڈالی اور خاموشی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا۔۔

میرال سا! اچھے سے بیٹھ گئی ناں آپ۔۔۔؟"معصومیت سے آنکھیں" پٹپٹاتے مضراب نے پیچھے کی جانب گردن گھمائی جواباً میرال کی خونخوار

گھوری موصول ہوئی جس سے بیک ویؤ مرر پر بے ارادہ نظر جانے سے باران بھی محظوظ ہوا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

عصر کے قریب وہ مزدوروں کے ساتھ بیر لز واپس لیجانے کیلئے کاٹیج آیا تھا۔انھیں باہر رکنے کا کہتے اندر آیا کہ کہیں وہ اس روم میں موجود نہ ہو جبکہ اس کے وہاں موجود ہونے کی امید صفر تھی۔

احتیاطاً روم کھول کر اندر گیا اندر وہ موجود نہیں تھی دروازہ کھول کر مزدوروں کو اشارہ کرتا وہ دوسرے روم میں آیا خالی کمرے کے بعد واش روم کا دروازہ بھی کھلا دیکھ اس کا دل دھڑک کر تھما تھا۔

حکیم صاحبہ!!" تیزی سے چاروں جانب گھومی نگاہوں کی ناکامی پر پہلی بار" اس کا تنفس کسی انہونی کے احساس سے بھاری ہوا تھا۔۔

"کہاں چلی گئیں یہ۔۔۔؟"

از سر نو پریشانی سے پورے روم میں دوڑی متلاشی نگاہوں کہ نامراد لوٹ آنے پر فراخ پیشانی پر یکے بعد دیگرے بچھی تشویش کی لکیروں کو انگوٹھے سے سہلاتا جبڑوں کو سختی سے بھینچتا وہ تیزی سے دروازہ کھول کر سیڑھیوں پر نکلا تالاب کے کنارے غیر ضروری گھاس کی صفائی میں مصروف نظیر کو پہلی مرتبہ اشارے سے قریب بلاتے وہ جھجھک کا شکار ہوا تھا۔

اس حکیم صاحبہ کی تشریف آوری کے بعد سے تو بہت سی چیزیں تھی جو اس کی زندگی میں پہلی دفعہ ہو رہی تھی اب وہ کس کس کا حساب رکھتا۔

جی بابو سا۔۔؟" نظیر مودب سا قریب آکر کھڑا ہوا۔"

وہ۔۔وہ میں پوچھنا چاہ رہا تھا۔۔۔بلکہ میں جاننا چاہ رہا تھا کہ۔۔مطلب مجھے" معلوم۔۔افففف!!!" بار بار جبڑے بھینچ کر کنپٹی کی پھڑپھڑاتی رگ کو انگوٹھے سے سہلاتا وہ سخت الجھن میں تھا آیا پوچھے یا نہ پوچھے۔

مطلب دو کمرے کے گھر سے اس کی بیوی غائب ہے جس کا پتا اسے ملازم سے پوچھنا پڑ رہا ہے خاندانی خون کی غیرت نے جوش تو مارنا ہی تھا۔

جی بابو سامیں نے شہنشاہ کو آج وقت سے کھلا پلا دیا ہے۔۔"نظیر اپنی دھن"
میں چہک کر بولا مبادا الٹ ہی نہ پڑے۔
وہ نہیں پوچھنا چاہ رہا میں۔۔۔"دلاور نے دانت کچکچائے۔"
پھر آپ تالاب کی صفائی کا پوچھ رہے ہوں گے وہ بھی میں کر چکا ہوں بقیہ"
"کل۔۔۔
ارے بھائی! میں وہ بھی نہیں پوچھ رہا تم مجھے اپنی بات مکمل کرنے دو"
گے۔۔۔؟"اس کی اپنی ہی رپوٹنگ پڑ پریشانی سے وہ بگڑا تھا۔
"جی میں تو بس۔۔"
چپ! یکدم چپ مجھے بولنے دو۔۔۔"نظیر کے کھسیا کر واپس منہ کھولنے"
پر دلاور نے منہ پر انگلی رکھتے خشمگیں گھوری ڈالی تو وہ شرافت سے منہ پر انگلی
رکھتا دم سادھ گیا یوں بھی اس کے تیور دیکھ نظیر کے ہاتھ پیر حسب سابق
پھول چکے تھے۔

وہ۔۔وہ میں پوچھ رہا تھا تم نے انھیں دیکھا۔۔۔؟" بڑی دقت سے نگاہ "

چراتے پوچھا۔

جواب میں گہرا سناٹا۔

"اب چپ کیا ہو جواب بھی دے دو۔۔۔؟"

آپ ہی نے تو کہا چپ رہو۔۔۔" نظیر میاں کی معصومیت کی کیا ٹائمنگ "

تھی۔

نظیر!!افففف!!!افففف!!!"اس درجہ فرمانبرداری پڑ بڑی دقت سے "

مٹھیوں کو بھینچ کر ضبط کا دامن جکڑا تھا۔

"اب میں کہہ رہا ہوں بکواس کرو اور جواب دو۔۔۔؟"

کس چیز کا۔۔۔" نظیر کی ہونق پن کی بھی ٹامنگ کمال تھی۔"

جس پر دلاور کا خلفشار خون حدود سے تجاوز کر گیا۔

نظیر میرا دماغ بہت گھوما ہوا ہے سیدھے سے جواب دو تم نے انھیں "

"دیکھا۔۔۔؟

"کنھیں۔۔۔؟"

"ابے یار!!!"پلٹ کراس نے زور سے دیوار پر مکا جڑا تھا ورنہ دل تو بھولے نظیر یا اپنے سر کو دے مارنے کا کر رہا تھا۔

"وہی جو میرے ساتھ یہاں ہوتی ہیں۔۔۔؟"چبا کر ایک ایک لفظ پر زور دیا تھا۔

"کون بھابی سا۔۔۔؟"

"!ہاں"

"تو ایسا کہیں ناں بھابی سا! میں بھلا'انھیں'کس طرح سمجھ پاؤں گا میں"

"تو۔۔۔

فضول بکواس نہیں کرو بتاؤ دیکھا یا نہیں۔۔۔؟"نظیر کی کھسیانے انداز میں" بے تکی ہانکنے پر ضبط کا پیمانہ جھلک ہی پڑا تھا۔

"جج۔۔نہیں دیکھا۔۔میں تو صبح سے یہی تالاب کی صفائی میں لگا ہوں۔۔"

نفی میں سر ہلا کر بتانے پڑ دلاور نے گلے میں جھول رہی چین کو پکڑ کر زور سے کھینچا تھا عموماً ایسا وہ شدید اضطراب کی کیفیت میں کرتا تھا۔

"کیا بھابی سا اندر نہیں ہیں۔۔۔؟" اس کی بے چینی دیکھتے ڈرتے ڈرتے پوچھا

جواب میں ایک قہر بار نظر موصول ہوئی ساتھ وہ دھپ دھپ کرتا اندر غائب ہو گیا۔

"ڈور بند کرتے اس نے پریشانی سے گردن کہاں جا سکتی ہیں یہ آخر۔۔۔؟" کو دونوں ہاتھوں سے مسلا تھا۔

کشادہ صاف شفاف کمرے میں چیزیں ہی کتنی تھی جو وہ ان کے پیچھے روپوش ہو پاتی اور نازک اندام ہی سہی لیکن ناز کی ایسی بھی نہ تھی کہ ہوا میں تحلیل ہو کر نگاہ کی گرفت سے ہی پڑے ہو جائے۔۔

کچھ سوچ کر وہ ادھ کھلے واش روم کی طرف بڑھا کہ ایک بار تصدیق ہو جائے لیکن بے سود۔۔

"افففف!! کہاں چلی گئی اب میں دی جان کو جـــ۔۔۔"

زور سے باتھ روم کے دروازے پر لات مارتا بڑبڑاہی رہا تھا کہ نظر دوسری جانب بچھے جائے نماز پر بے سدھ پڑے وجود پر پڑتے ہی سرپٹ بنا دوسری سانس کھینچے بھاگا تھا۔۔

"!حکیم صاحبہ"

جائے نماز پر گرے وجود پر جھکتے ہوئے وہاں لٹک رہے پنچنگ بیگ کا زبردست تصادم زخمی پیٹھ سے ہوا تھا جسے وہ محسوس ہی نہ کر سکا گزشتہ پندرہ منٹ کی اعصاب شکن انتہائی ضبط آزما صورت حال سے دوچار ہونے کے باعث۔

جھک کر بنا کسی تکلف و تردد میں پڑے اس نے اسے بازو سے ہلایا تھا لیکن بے سود۔۔

"افففف! یہ تو سرد پڑ رہی ہیں۔۔"

لٹھے کی مانند سپید گال چھوتے ہی یخ بستہ لمس محسوس کر دلاور کو زبردست جھٹکا لگا تھا۔

پھر سر دہاتھ اور پیر کو چھو کر تو حقیقتاً اُس کے اوسان خطاء ہوئے تھے۔

مقدس کا وجود بالکل سرد پڑ چکا تھا آنکھیں بھی متورم ہونٹ نیلے پڑ رہے تھے۔

ہیلو پلیز اٹھیں ! اٹھ جائیں آپ مجھے سن پا رہی ہیں۔۔۔؟"ہراساں انداز" میں یکے بعد دیگرے کئی مرتبہ اس کا سرد گال تھپتھپایا لیکن کوئی فرق ہی نہیں پڑا۔

یاران کی توسانسیں بھی ہموار نہیں کیا کروں اب۔۔۔؟"احتیاط سے" اٹھا کر اس کے نازک وجود کو بیڈ پر ڈالتا وہ خود اچانک بنی صورت حال سے ذہنی دباؤ کا شکار ہوتا پسینہ میں بھیگ چکا تھا۔

ہیلو سنیں ! کہیں آپ نے خود کی بنائی دوائی تو نہیں چکھ لی۔۔۔"کمفرٹر" اچھی طرح اس پر اڑھاتے ایک مرتبہ پھر معطل حواس سنگ گال تھپتھپایا۔

افففف! کہیں یہ میری شراب والی بات کی وجہ سے تو۔۔۔اؤشٹ!!"اس" کے سر دہاتھ کو اپنے پر حدت ہاتھوں سے ملتے اچانک جھماکا ہونے پر اس نے زور سے سر پر ہاتھ مارا تھا۔

پھر حواس یکجا کرتا سرپٹ باہر کی طرف بھاگا نظیر کو ایک آواز میں بلا کر گاؤں کے ہسپتال سے جلد از جلد ڈاکٹر لیکر آنے کی ہدایت میں وہ بلخصوص لیڈی ڈاکٹر کا ٹکڑا لگانا مخدوش کیفیت میں بھی نہیں بھولا تھا۔

نظیر فوراً ہی موٹر سائیکل لیکر گیٹ کی طرف نکلا تو وہ واپس بیڈ کی طرف دوڑا تھا۔

سنیں! اگر آپ کی یہ حالت شراب والی بات کی وجہ سے ہوئی ہے تو قسم" خدا کی میرا ایسا کوئی کاروبار نہیں ہے۔اور نہ ہی ان بیرلز میں ایسا کچھ ہے۔۔آپ سن رہی ہیں۔۔۔؟" کبھی نرم تلوے تو کبھی گلابی ہتھیلی سہلاتا وہ سراسیمہ سا مسلسل بول رہا تھا لیکن مقابل بھی امتحان لینے پر بضد لب بستہ پڑی تھی۔۔

"کیا میں پٹی کروں ان کی۔۔۔؟"

لیکن ٹھنڈی پٹی تو تیز بخار ہونے پر کی جاتی ہے یہ تو پہلے ہی سے سرد ہو رہی ہی"

"ہیں۔۔۔؟

منتشر ذہن میں آئی تجویز کی خود نفی کرتا وہ سر تھام کر بیٹھ گیا تھا۔

کسی کو اپنے سامنے یوں بے سدھ پڑا دیکھنے کا پہلا تجربہ حقیقتاً اس کیلئے جاں گسل تھا کہنا غلط نہ ہو گا اس جان لیوا خطروں کا شغل فرمانے والے حریف زادے کے سارے کس بل اس نازک وجود کو ہوش و خرد سے بیگانہ دیکھ کر نکل گئے تھے۔

شدید دباؤ کا شکار ذہن تھم تھم کر چل رہی دھڑکنیں فقط اس وجود کے ہوش میں آنے کی دعا کر رہی تھی۔پریشان نظریں اس کے من موہنے زرد چہرے پر ٹکائے وہ

بار بار گھنے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اپنے اندر کی بے چینی و اضطراب کو دبا رہا تھا۔

اس وجود کو یوں دیکھ اسے دنیا کیا کہے گی پرواہ نہیں تھی لیکن دی جان کی نگاہوں میں مجرم بن جانے کا خیال ہی اس کی سانسوں کا تسلسل توڑنے کیلئے کار گر تھا۔

کہا تھا۔۔کہا تھا میں نے دی جان سے، میں، مجھ سے وابستہ کوئی بھی شئے یا" جگہ کچھ بھی کسی دوسرے فرد کیلئے نہیں بنی ہے، جو بھی میرے یا مجھ سے جڑی دنیا کے قریب آنے کی کوشش کرے گا وہ نقصان میں ہی رہے گا اسے تکلیف ہی ملے گی۔۔ لیکن۔۔ لیکن کوئی میری بکواس سنتا ہی کہاں ہے دلاور عثمانی تو کرتا ہی بکواس ہے۔۔۔"ایک مرتبہ پھر اس کے نرم روئی سے تلوئں کو رگڑتا وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھا تبھی بے تکان خود کو کوسے جا رہا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بھائی سا! اب ذرا ہم ایک فائیو اسٹار ہوٹل کو شرف بخشیں گے پھر تھوڑی" سی شاپنگ اور ٹھنڈی سی آئس کریم سے لطف اندوز ہو کر گاؤں کی سڑک پکڑیں گے۔۔ کوئی اعتراض۔۔۔؟"ہسپتال کے احاطے سے باہر قدم رکھتے

ہی مضراب صاحبہ نے شاہانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر اپنی فرمائشی لسٹ گنواتے بھویں اچکا کر جس تنقیدی انداز میں پوچھا تھا جواب میں باران بے ساختہ ہی دلکشی سے مسکراتا نفی میں سر ہلا گیا تھا۔

جبکہ میرال نے بازو سختی سے جکڑ کر اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔

"کیا ہے۔۔۔؟"

تم نے بتایا کیوں نہیں تمہارا ایسا کوئی پلان ہے۔۔۔؟"میرال دبی آواز میں" خائف ہوئی۔

اب بتا دیا ناں میرال سا۔۔؟" بازو آزاد کراتی وہ بے وجہ معصوم ہوئی۔"

بہت شکریہ ! لیکن اب ہم خاموشی سے حویلی چل رہے ہیں بے شک تم" "کل آ کر یہ سب کر لینا لیکن ابھی۔۔۔۔

لیکن ابھی ہم آپ کے اعتراض کو رد کر رہے ہیں اور ہوٹل جا رہے ہیں، وہاں سے ہم مال جائیں گے پھر آئس کریم کھائیں گے یہ پلان فکسڈ ہے، لاکڈ ہو چکا ہے، جس میں رائی کے دانے کے برابر بھی ترمیم ممکن

نہیں،اب چلیں اندر بیٹھیں آپ۔۔۔"ہراساں میرال کی بات تیز دھار قینچی کی طرح چلتی زبان سے کتر کر ایک سانس میں اپنی بات رکھتے اس نے ڈور کھول کر میرال کو اندر بٹھانا چاہا۔

"مضراب پلیز! سمجھنے کی کوشش کرو یار! گھر میں پھپو سا لوگ ہیں اچھا نہیں لگے گا اس طرح تم کل۔۔۔"ایک اور ناکام کوشش کے تحت اسے حالات کی سنگینی کا احساس دلانا چاہا لیکن مضراب ایک لاعلاج مرض کا نام تھا۔

"میرال سا! جو ہوتا ہے آج ہی ہوتا ہے، آپ نے کوئی کل ول نہیں ہوتا ہے اس دانشور کا قول نہیں سنا 'کل کرے سو آج کر آج کرے سو اب 'بس! یہی حقیقت ہے، اور رہی بات پھپو سا لوگوں کی تو۔۔۔انھیں تب کی تب دیکھ لیں گے۔۔۔"الفاظ کو یہاں توڑ کر وہاں جوڑتی حسب عادت وہ میرال کی بات ہوا میں اڑا کر اسے اندر دھکا دے چکی تھی۔

مضراب!!۔۔۔"میرال کے لب ڈرائیونگ سیٹ سنبھال رہے باران"
کو دیکھ آپس میں بھینچے تھے بے بسی سے نگاہ سرعت سے وہ ونڈو سے باہر کر گئی تھی۔

پورا راستہ آتے ہوئے بھی اس نے باران کی سمت دیکھنے سے مکمل اجتناب کیا تھا۔

کئی مرتبہ مضراب نے اپنی گفتگو میں اسے قصداً شامل کرنا بھی چاہا تب بھی اس نے کوئی خاص رد عمل نہیں دیا تھا۔

دو مرتبہ اس شخص سے براہ راست ہوئی تصادم پر جو نتیجہ نکلا تھا جس فریبِ چشم کا اس کا تشنہ دل و دماغ شکار ہوا تھا تلخ حقیقت سے روبرو ہوتے ہی وہ ٹھیک ٹھاک خفت و شرمندگی کا شکار ہوئی تھی۔

تبھی وہ پوری طرح احتراز و اجتناب پر عمل پیرا تھی۔۔

ہوٹل میں بھی انواع و اقسام کے لوازمات مضراب کی ایما پر بیرے نے لا کر میز پر سجا دیا تھا۔

مضراب خود لطف اندوز ہوتی اسے بھی کھانے کیلئے اپنے مخصوص دھونس بھرے انداز میں اصرار کر رہی تھی پڑ میرال کے حلق سے نوالے ہی نہیں اتر رہے تھے۔

بمشکل زہر مار ہی ایک دو نوالے لی ئے اور پھر باران کے اشارے پر ویٹر پین اپل جوس لے آیا تو اسی سے خشک حلق کو تر کرتے ہاتھ کھینچ لی ئے۔

مال کی جانب رخ کرتے ہوئے بھی اس نے اشارے کناؤں میں منتیں کرتے تو گھوری ڈالتے اسے باز رکھنا چاہا لیکن وہ مضراب ہی کیا جس کی کان پر جوں تک رینگ جائے۔۔

پھر تتلی کی طرح کبھی اس شاپ تو کبھی اس شاپ جا رہی مضراب کے ساتھ وہ تقریباً گھسیٹتی رہی تھی۔

اس کے بر عکس چار قدم پیچھے چل رہا باران نہایت تعبداری کے ساتھ مضراب کے تھمائے شاپرز کو اٹھائے اپنے مخصوص رعبدارانہ انداز میں گردن میں کلف ڈال کر چل رہا تھا۔

ستواں مغرر وناک کے سہارے آنکھوں پر دھرا سیاہ اسٹائلش گاگل جو اس پر بے انتہا جچ رہا تھا بلاشبہ کئی حسیناؤں کی دھڑکنوں میں طغیانی برپا کرنے کا باعث بنا ہو گا لیکن اس شہزادے کی شانِ بے نیازی کا عالم ہی عجب تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

میرے کوزہ گر،تجھے کیا خبر
میں بکھر گیا،کدھر کدھر
جو ہو سکے ،مجھے پھر بنا
!!!میرے سارے ٹکڑے،سمیٹ کر ۔۔۔

ڈاکٹر کے ہمراہ دی جان کو دیکھ پہلی بار خوشی کی جگہ اس کی جان لبوں پر آئی تھی۔ساتھ کوئی قصور نہ ہوتے ہوئے بھی احساس جرم کے بوجھ سے اس کی نگاہ جھک گئی تھی دی جان بنا اس پر ایک نگاہ ڈالے بے تابانہ بیہوش وجود پر

جھکی، لیڈی ڈاکٹر اپنے کام میں لگ گئی تو وہ اپنا وجود وہاں قطعی غیر اہم محسوس کرتا خود کو گھسیٹتا اس گھٹن زدہ فضا سے باہر سیڑھیوں پر نکل آیا تھا۔

نظیر وہیں مؤدب سا کھڑا تھا۔۔

بابو سا! میں نے کسی کو کچھ نہیں بتایا، بڑی بی بی سا کسی کی عیادت کیلئے پاس" گاؤں گئی تھی اور عین ڈاکٹر کے یہاں ہمارا ٹاکرا ہوا تو مجبوراً مجھے بتانا پڑا۔ ورنہ وہ۔۔۔۔"اسے پریشان دیکھ نظیر نے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی تو اس نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

کوئی بات نہیں تم جاؤ۔۔۔"بھاری برف سے منجمد لہجے میں ہدایت ملنے پر" متاسف نگاہوں سے ایک دنیا کو پریشان رکھنے والے شخص کو پریشان دیکھتا وہ چلا گیا تھا۔

وہ وہیں دونوں گھٹنوں پر کہنی ٹکا کر گھٹنے اضطرابی انداز میں ہلانے لگا تھا۔

پندرہ سے بیس منٹ کی صبر آزما انتظار کے بعد بلا آخر دروازہ کھلا اس کی سرخی مائل نگاہ اٹھی مقابل دی جان اور ڈاکٹر کھڑی تھی۔

وہ فوراً کھڑا ہوا تھا۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، کھانے میں کچھ آجانے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے انھیں پے در پے اُلٹیاں ہوئی ہے، جسم میں پانی کم ہو جانے کی وجہ سے کمزور ہو کر وہ بیہوش ہو گئی میں نے ڈرپ لگا دی ہے کچھ دیر میں ہوش آجائے گا۔۔۔" متبسم لہجے میں ڈاکٹر کی جانب سے نوید سنانے پر وہ بس سر کو ذرا سا جنبش دینے پر اکتفا پیچھے ہٹا ڈاکٹر نرس کے ہمراہ گاڑی کی سمت بڑھی تو وہ بھی دی جان پر بنا نگاہ ڈالے جانے لگا۔

"تم کہاں جا رہے ہو اب۔۔۔؟" دی جان کی ازلی نرمی سے مبرا آواز نے اس کے قدم جکڑے۔

لیکن وہ مڑا نہیں۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں دلاور عثمانی۔۔۔؟" اس کی خاموشی پر دی جان کی آواز سخت ہوئی۔

"جا رہا ہوں کہیں بہت دور۔۔۔" بنا مڑے وہ پتھرائے لہجے میں جوابدہ ہوا۔

"کیوں۔۔۔۔۔؟"

کیونکہ مجھے اپنی صفائی پیش کرنی نہیں آتی ہے، مجھے اپنا دفاع کرنا نہیں" آتا۔ کیونکہ۔۔ کیونکہ اس علاقے میں بلکہ اس دنیا میں جس کسی کے ساتھ بھی غلط ہوتا ہے ذمہ دار میں ہی ٹھہرایا جاتا ہوں۔۔ان کی اس حالت کا ذمہ دار بھی میں ٹھہرایا جاؤں گا، یا شائد میں ہی ہوں بھی۔۔ سو آپ کو مجھے کوئی سزا دینی ہے اس جرم کے پاداش میں تو دے دیں، لیکن اپنا لہجہ وانداز نہیں بدلیں میرے لیئے آپ۔۔" اتنی دیر کا ذہنی ہیجان کا غبار دی جان کا بدلہ لہجے وانداز سے آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ کر لاوے کی طرح اُبلا تھا۔

میں نے کہا تم ذمہ دار ہو۔۔۔؟"اس کے تنے سرخ اعضلات وخدشات کو" چند ساعت جانچتے رہنے کے بعد دی جان نے گھور کر پوچھا۔

یہ ڈاکٹر کی پرچی نظیر کو تھما کر فوراً سے اندر آؤ۔۔بیوی تمہاری بیہوش پڑی" ہے اور صاحب بہادر کو سیر سپاٹوں پر نکلنا ہے سن لو بات۔۔۔۔"پرچی اس

کے ہاتھ میں تھماتی دی جان گھورتی ہوئی اندر گئی تو وہ بھی بدبداتا ہوا انظیر کی طرف بڑھ گیا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بلا آخر ڈھائی گھنٹے کی خواری کے بعد مضراب صاحبہ نے شاپرز کا ڈھیر لگا کر بھی نامکمل کارونا روتی ہوئی طوعاً و کرہاً مال کے احاطے کو خیر آباد کہنے کی ٹھانی تو میرال اور باران نے دل ہی دل شکر کا کلمہ پڑھا۔

انتہائی کوئی بورنگ بلکے بوریت سے بھری ہوئی لڑکی ہو تم، بھلا ایک " دوشیزہ مفت کی شاپنگ سے گریز پا ہو سکتی ہے لیکن تم اماں حوا کے دور کی روح شاپنگ سے ایسے بیزار ہو رہی تھی گویا تمہارے سسرالی ہوں وہ۔۔۔" پارکنگ کی جانب پیش قدمی کرتے مضراب نے گھورتے ہوئے عجیب ضرب المثل کا استعمال کیا تو میرال نے بس ایک تاسف زدہ نگاہ سے نوازنے پر اکتفا کیا جبکہ باران کی گھنی مونچھوں تلے دبے عنابی لب خوبصورت انداز میں پھیلے۔

ارے ! سہی کہہ رہی ہوں میں بھائی سا ! بھلا ایسا آدم بیزار بھی کون ہوتا"
ہے۔۔؟ ہر چیز کیلئے نہیں واپس چلو، تم لے لو واپس چلو، تم پر سوٹ ہو گا
واپس چلو۔۔۔ بندہ کوئی رائے مشورہ ہی دے دیتا ہے لیکن یہ جنابہ تو بس
واپس چلو افففف ! ! اگلے ایک ہفتے تک یہ گردان میری سماعت میں بازگشت
کرتی رہے گی اللہ کی پناہ۔۔۔۔" باران کی محظوظ کن مسکراہٹ کو پکڑ چکی وہ
کانوں کو ہاتھ لگا کر ہاتھ جوڑتی نفی میں سر ہلا گئی۔

ڈگی میں سامان رکھ رہے باران کی بلا ارادہ نگاہ مضراب کی جھاڑ پلانے سے
جز بز کا شکار سورج کی الوداعی نحیف کرنوں کی گرفت میں سیاہ چادر میں لپٹے
نازک سراپے سے الجھی۔

جس کی فقط شفاف شکن آلود جبین اور زرد زمانوں کی سویرے سی اداس
آنکھیں ہی جلوہ گر تھی۔

آج میزان حیات ہوتا تو کیا یہ لڑکی ایسی اجڑی بکھری حالت میں ہوتی۔۔۔؟
دل کے نہاں خانے سے ہوک اٹھی تھی۔

نہیں! ہر گز بھی نہیں۔۔

بھلے سالوں سے وہ مغربی ممالک میں مقیم رہا تھا لیکن اتنا تو اپنے قبائلی روایتوں کی خبر تھی اسے کہ ان کے یہاں سہاگنیں سولہ سنگھار سے آراستہ و پیراستہ ایک مخصوص انداز میں کچھ اس طرح تیار ہوتی ہے کہ کوئی بھی ایک نظر میں پہچان جائے۔

حتیٰ کے عمر کے اس حصے میں بھی دی جان تک ہلکے رنگوں کا لباس زیب کرتی تھی گلے میں سچے موتیوں کی نفس سی مالا، کان میں بالیاں، ہاتھوں میں کنگن پہنتی تھی کیونکہ عمر جو بھی ہو وہ ایک سہاگن تھیں۔

دوسرا جس قدر اس کا بھائی اس لڑکی کا دیوانہ پروانہ تھا وہ اسے سر آنکھوں پر بٹھاتا کسی ریاست کی شہزادی طرح سج دھج رکھتا لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس کے بھائی کی زندگی کی الوہی خوشی حالات کی بے رحم تھپڑ سے رل گئی تھی۔۔

زاویہ نظر بدلتے ہوئے میزان کی خوشی وانبساط سے چہکتی ہوئی آواز کی بازگشت آنکھوں میں گھومتا متاع حیات حاصل کر لینے کی بے پایاں مسرت

سے تمتماتا چہرہ اس کے اعصاب بری طرح مضمحل کر گیا تھا تضاد یادوں کا وہ اذیت آمیز سلسلہ۔۔

آج ہی کی طرح پانچ سال قبل بھی تو مضراب ہی کی طرح میزان کھینچ کر اسے مال لیکر آیا تھا کہ رونمائی کا تحفہ خریدنا جبکہ دی جان اسے خاندانی جڑاؤ ہار دے چکی تھی لیکن میزان عثمانی کی دیوانگی کا عالم تھا کہ وہ ساری کائنات اس لڑکی کی دامن میں ڈال دینے کا خواہاں تھا۔

اور پھر اسے عمر بھر کا داغ دے گیا۔

ایک کرب مسلسل میں جھونک گیا۔

اذیتوں کے صحرا میں آبلہ پا تڑپنے کیلئے چھوڑ گیا۔

"مضراب تم یہاں۔۔۔؟"

تلخ یادوں کی ریلے میں چہکتی نسوانی آواز نے دررڑاڑ ڈالی تو باران نے چونک کر ہوش میں آتے اس سمت دیکھا کوئی ماڈرن سی لڑکی پرجوش سی مضراب کے گلے لگی ہوئی تھی۔

ریا تم یہاں کیسے۔۔؟"لڑکی کو خود سے جدا کرتے مضراب نے بھی اسی"
خوش کن حیرانگی سے پوچھا۔
وہی جو تم کر رہی تھی۔۔؟"ریا دلکشی سے مسکرائی پھر دونوں ہی ساتھ"
کھلکھلا اٹھی۔

باران ڈگی بند کرتا ہوا ان کے قریب آیا۔
اچھا ان سے ملو یہ ہے میرے بڑے بھائی سا، مسٹر باران عثمانی۔۔"قریب"
آئے باران کا اس نے تعارف دیا باران ذرا سا سر کو خم دیکر ڈرائیونگ سیٹ
کی سمت بڑھا۔
اور یہ ہے میری پیاری سی دوست میرال عثمانی اور میری۔۔"میرال کو"
ساتھ لگاتے وہ محبت بھرے انداز میں اس کا تعارف دے ہی رہی تھی کہ ریا
بات اچک گئی۔
اور تمہاری بھابی سا! کتنی بری ہو تم مضراب عثمانی بلکہ چیٹر ہو تم۔۔تم نے"
کہا تھا اپنے بھائی سا کی شادی میں مجھے تم ون ویک پہلے اپنے گاؤں لیکر جاؤ گی

وہاں کی ٹرڈیشنل ویڈنگ دکھاؤ گی اور تم نے دعوت تو دور خبر کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا ہاؤ مین۔۔۔۔" بات اچک کر خود الٹے سیدھے اندازہ لگاتی ریا مضراب ہی کی طرح نان اسٹاپ شروع ہوئی تو تینوں ہی اپنی جگہ بوکھلا گئے۔

"ریا تم غلط سمجھ رہی ہو یہ۔۔۔"

ہاں! ہاں! اب تم کہو گی سب جلدی میں ہو گیا بتانے کا موقع ہی نہیں" ملا۔۔میں بھی سوچوں تم لاسٹ ون ویک سے چھٹی پر کیوں ہو تم تو۔۔۔"ریا صاحبہ مضراب سے بھی دو ہاتھ آگے بریک فیل زبان رکھتی تھی مضراب کے سہی بھی اوسان خطاء ہوئے۔

جبکہ باران خجالت کا شکار میرال پتھرا ہی گئی تھی۔

"ریا تم غلط سمجھ رہی ہو یہ میری بھابی سا ہے لیکن۔۔"

لیکن ابھی صرف نکاح ہوا ہے رخصتی نہیں ہوئی ہے، بلا بلا۔۔اور تمہیں" "لگتا ہے میں مان۔۔۔

آپ کو ماننا ہو گا، کیونکہ میں ان کی بھابی سا ضرور ہوں، لیکن میرے ہسبنڈ" ان کے جھوٹے بھائی تھے میزان عثمانی۔"کانپتے ہوئے مگر سرد لہجے میں کہہ کر وہ دھڑ سے ڈور کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی توریا نے بے ساختہ لب دبا کر مضراب کو دیکھا جو لب بھینچے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

جبکہ باران سن گلاسیز لگا کر فرنٹ ڈور کھول کر اندر بیٹھا تھا اک نظر بلا ارادہ بیک ویو مرر پر گئی جہاں چادر کے حالے میں چھپی اداس آنکھوں میں اترے سمندر میں طغیانی برپا تھی۔

ایم سوری! میں تھوڑی سٹوپڈ ہوں۔۔۔"گلاس ناک کر کے ریانا دم سی" بولی جواب میں میرال نے کوئی رد عمل نہیں دیا تھا۔

مضراب پشیمان سی فرنٹ سیٹ پر نشستہ ہوئی تو باران نے خاموشی سے گاڑی کو آگے بڑھا دیا تھا۔

گاڑی منزل کی طرح رواں دواں تھی۔اور گاڑی کے اندر کی فضاء عجب آکورڈ سی خاموشی کی دبیز چادر سے ڈھکی بوجھل سی ہو رہی تھی۔

آتے ہوئے مستقل بول رہی مضراب نے کئی مرتبہ لب واکر بھینچ لی ئے تھے۔وہ دی جان کے ساتھ منصوبہ بندی کرکے میرال کو بلخصوص لیکر باہر نکلی ہی اس لی ئے تھی کہ نئی جگہ نئے چمک دھمک والی مصروف دنیا دیکھ وہ بہل جائے گی لیکن پھر واپسی پڑ وہی یاسیت قدموں سے لپٹ گئی تھی۔۔

تجھ کو احساس ھی کب ھے، کہ کسی درد کا داغ
آنکھ سے دِل میں اُتر جائے، تو کیا ھوتا ھے۔۔۔۔۔؟
تُو کہ سیماب طبعیت ھے، تُجھے کیا معلوم
موسمِ ہجر ٹھہر جائے، تو کیا ھوتا ھے۔۔۔۔۔؟

باہر دوڑتے بھاگتے مناظر کو بے تاثر نگاہوں سے تک رہی اس کی آنکھیں اندر برپا طلاطم کا بھرم ہمیشہ کی طرح بڑے اچھے سے رکھ رہی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

نظیر کو پرچی تھما کر وہ وہیں تالاب کے کنارے بیٹھے شہنشاہ کی پیٹھ پر دراز ہو گیا تھا۔ شہنشاہ بھی شائد اس کی ذہنی انتشار بھانپ گیا تھا تبھی وقفہ وقفہ سے سونڈ سے اپنے سر پر رکھا اس کا سر سہلا دیتا تھا۔۔

شام کے سرمئی آنچل کو رات کی سیاہی میں گھلے کافی وقت بیت چکا تھا۔ گھٹتے ہوئے چاند کا تالاب میں اترا خوبصورت عکس بے حد دلفریب اور واضح تھا۔ ماحول میں محسوس کی جانے والی خنکی تھی جو اس کے سلگتے اعصاب پر اثر انداز ہونے سے قاصر تھی اسے اب بھی یہی لگ رہا تھا دی جان اسے قصوروار سمجھتی ہیں۔۔

اس نے جبڑے بھینچے ہوئے تھے اُلٹے ہاتھ کہ انگوٹھے سے وہ مستقل شکن آلود پیشانی مسل رہا تھا چہرہ برہمی کے تاثرات سے تنا ہوا تھا۔

بابو سا بڑی بی بی سا آپ کو بلا رہی ہیں۔ بھابی سا کو ہوش آگیا ہے۔۔۔"دی" جان کی خاص ملازمہ کی اطلاع پر اس نے ترچھی نگاہ اس پر ڈالی جو جواب کی منتظر تھی۔

"کہہ دو کچھ دیر سے آتا ہوں۔۔"

اس کا اندر جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا کیا پتا محترمہ کہہ دے میں اس بو کی وجہ سے اس حالت کو پہنچی ہوں۔۔

معذرت! لیکن بی بی سا نے کہا ہے آپ کو لیکر ہی آؤں۔۔۔"خیر اں"

لجاجت سے بولی تو وہ جھٹکے سے اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھا خیر اں خوف زدہ ہونے کے باوجود ٹس سے مس نہ ہوئی تو مجبوراً اسے تقلید کرنی پڑی۔

کاٹیج کے اندر قدم رکھنے سے قبل ایک مرتبہ پھر اس نے اضطرابی انداز میں گردن کو مسلتے چین کو زور سے کھینچا تھا اور پھر بھاری قدموں اندر داخل ہوا دی جان اس کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھی۔۔

ذرا جلدی ادھر آؤ بچی کی اٹھنے میں مدد کرد و بالکل ہی کمزور ہو گئی"

ہے۔۔"دوسرا قدم سہی سے اندر دھرا بھی نہیں تھا کہ دی جان کا فرمان آیا۔

میں۔۔۔؟"اس نے اچنبھے سے اپنی طرف اشارہ کیا۔"

"تمہارے علاوہ کوئی موجود ہے۔۔۔؟"

ہے ناں یہ۔۔۔"وہ فوراً خیراں کی طرف مڑا۔"

دلاور مسخری نہیں کرو فوراً سے ادھر آؤ۔۔۔"دی جان بگڑی تو وہ بیڈ کی" سمت بڑھا۔

اس کے کملائے زرد چہرے پر نگاہ پڑی تو قدم سست پڑے کچھ ہی دیر مانند گلاب چہرے کی شادابی نچڑ گئی تھی۔ سرسری سی نگاہ نے بھی علی العلان اعتراف کیا تھا اس کا۔

"اٹھا بھی دو دلاور! تاکے کچھ کھلا دوں جان آئے ذرا بچی کے جسم میں بالکل ہی بے دم سی ہو رہی ہے۔۔"دی جان کی پھر تشویش زدہ تان کھینچی وہ جھجھک کے ساتھ جھکا۔

"دی جان ہم ٹھیک۔۔۔"

مقدس نے نحیف سی آواز میں مزاہمت کرنی چاہی لیکن دلاور ان سنا کرتا اس کے شانے کے گرد مضبوط حصار ڈال کر احتیاط سے بیڈ کراؤں کے سہلارے بیٹھا دیا تھا۔

اس کاروائی میں درمیانی فاصلہ ناکافی اور گرم و مدھم سانسوں کا براہ راست تصادم ہونے پر زرد عارضوں میں گلابیاں گھلی تھی ساتھ دھڑکنوں کا نہ تھمنے والا شور اٹھا تھا۔

دلاور فوراً ہاتھ جھاڑتا پیچھے ہوا مقدس لاغر اعصاب سنگ درہم برہم تنفس و دھڑکن سنبھالنے لگی جبکہ دی جان اپنی ہی دھن میں خیراں کے ہاتھ سے گرم گرم سوپ کا ٹرے لیکر اس کے سرہانے بیٹھی تھی۔۔

دی جان کی صدقے قربان جانے والی فکر پر نفی میں سر ہلا وہ جیکٹ ایک جانب اچھال کر، چابی اور والیٹ سائیڈ پر رکھتا تازہ دم ہونے کے ارادے سے واش روم کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ باہر سے ہارن کا شور اٹھا نو وارد کی آمد کا

پختہ قیاس لگا کر کھڑکی سے باہر جھانکا تو یکے بعد تین گاڑیوں کے بریک بجری کی روش پر چڑ چڑائی۔

"اللہ ! اللہ ! قائم دنیا سے اب تک نجانے کتنے جوڑو کے غلام جمع جان نثار عاشق حضرات نے جامِ شہادت نوش فرمایا ہو گا تب کہیں جا کر محترم المقام تاجور عثمانی نے قدم رنجہ فرمایا ہے" کھڑکی بند کرتا وہ بلند آواز میں بڑبڑاتا ہوا مڑا۔

"کیا ہوا دلاور کیسا شور ہے۔۔۔؟"

ہونا کیا ہے۔۔۔؟ آپ کے شہباز کے اباڈورے دوڑے باراتیوں کے" ساتھ آئے ہیں آپ کی حویلی میں عدم موجودگی سے بوکھلا کر۔۔۔" شانے اچکا کر جس انداز میں وہ بولا تھا دی جان مقدس کی سمت دیکھتی خجل سی ہوئی تھی۔

ویسے سچ سچ بتائیں آپ۔۔؟ آپ سے شادی باوجود یہ حاکم سرکار کس طرح" بن گئے۔۔۔؟ آپ کو ایک منٹ دیکھے بغیر تو انھیں چین آتا نہیں ہے، اور

اس زمانے میں تو ہر ہاتھ میں موبائل بھی نہیں ہوتا تھا، یہ سانس کس طرح لیتے تھے آپ کے بغیر۔۔۔؟" وہ مزے سے پوچھتا دی جان کی گھوری نظر انداز کرتا ان کے قریب آکر بالکل ان سے جڑ کر بیٹھ گیا تھا آخر اب شہباز کے ابا کو آگ جو لگانی تھی۔

چند ساعت پہلے کی اعضلات میں رچی بسی تند دہی و برہمی کی جگہ اب کمینی سی مسکان و شریر چمک نے لے لی تھی۔۔

سر پر دوپٹہ درست کر رہی مقدس لحظے بھر کی اس کایا پلٹ سے بحر حیرت میں غوطہ زن تھی تو بیچاری دی جان روایتی حریف دادا پوتے کی متوقع چھڑنے والی جنگ کا سوچ کر پریشان۔۔

کیا بچپنا ہے دلاور! بچی کو سوپ تو پلانے دو صحیح سے ٹھنڈا ہو رہا"

ہے۔۔"اس کے گود میں سر رکھ کر دراز ہونے پر دی جان نے گھوری ڈالی۔

درجہ حرارت تو سوا نیزے پر آپ کے سر تاج کا جائے گا جانِ دلاور! اس پر"
گرم کر لیجئے گا۔۔۔۔"وہ شرارت سے آنکھ دبا کر مسکرایا۔

مقدس نے پیر سمیٹتے ہوئے عجیب نگاہوں سے اس کا انداز نوٹ کیا۔اتنے دنوں کے ساتھ میں تو ثانیہ بھر کیلئے بھی ایسی پر مزح خوش مزاجی نظروں سے نہیں گزری تھی۔آخر ذرا سی دیر میں ایسا کونسا معجزہ ہو گیا جو پوری کایا ہی پلٹ گئی۔

وہ الجھی نگاہوں سے اسے دیکھتی سوچ ہی رہی تھی کہ دروازہ کھلا اور داجی کا رعبدار چہرہ فریم میں ابھرا۔مقدس نے غیر محسوس انداز میں پہلے سے پیشانی تک آئے آنچل کو مزید نیچے کیا تھا۔

"!خوش آمدید حاکم سرکار"

کھنکدار آواز میں لیٹے لیٹے ہی اس نے ہاتھ اٹھا کر خوش آمدید کہا۔

جواب میں شوزا تارر ہے داجی کی تیوریاں چڑھی تھی اسے بے تکلفی سے اپنی زوجہ کی گود میں سر رکھے دراز دیکھ۔

کینہ توز نظریں اس پر گاڑے ہی وہ دی جان اور مقدس کی سر کے اشارے بھیجی گئی سلامتی کا ہنکار بھر کر جواب دیتے اندر آئے تھے۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا جانِ دلاور۔۔آپ نے بہت اچھا کیا میری یاد آتے ہی" بناوقت اور موقع محل کی چکر میں پڑے ادھر کا رخ کر لیا۔۔آپ تو جانتی ہی ہیں میں ایک پل آپ کی یاد سے غافل نہیں ہوتا، لیکن اس کٹائی کے کام نے ہاتھ پیر باندھ رکھے تھے، پر میں آج کسی صورت آپ سے ملنے کا ارادہ کر چکا تھا۔۔۔"

خیر اں کے دوسرے روم سے لائی گئی کرسی پر سہی سے داجی بیٹھے بھی نہیں تھے کی حریف زادے کی حریف گیری تمام شر انگیز شوخی کے ساتھ فارم میں آچکی تھی۔

جس پر دی جان ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئی تھی۔

خیر اں! چائے بنا دو سب کیلئے۔۔"دلاور کو نظر انداز کرتی ہوئی وہ قصداً" مسکرائی۔

اور تم بھی ذرا جاؤ منہ ہاتھ دھو آؤ۔۔۔"دی جان نے اب کے ہلکے سے اس"
کے بازو پر چپت لگاتے اٹھنے کا اشارہ کیا۔
وہ ہر گز بھی مقدس کو ان دادا پوتے کی بے تکی بحث سے محظوظ نہیں کروانا چاہتی تھی۔۔
لیکن کہتے ہیں ناں ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔
فل وقت کچھ نہیں ! ابھی بس آپ ہی آپ۔اتنی مشکل سے تو اس سونے"
کے پنجرے سے نکل کر دستیاب آئی ہیں آپ،اب ایک سیکنڈ کی جدائی نہیں چاہئے مجھے۔۔۔"فدائیہ انداز میں کہتا وہ دی جان کا ہاتھ تھام کر محبت سے بوسہ لیتا انھیں آنکھوں پر رکھ گیا۔
جس پر جبراً مسکراتے دی جان کی پریشان نگاہ عین اپنے مقابل بیٹھے مجازی خدا کی جانب اٹھی جن کے بارعب نقوش میں ناگواریت و برہمی سرخی بن کر دوڑی تھی۔

میں یہیں ہوں جاؤ ابھی۔۔۔"دی جان نے کہنے کے ساتھ گود سے اس کا"
سر بھی ہٹایا تو وہ منہ بسورتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔
انتہائی غلط بات ہے یہ جانِ دلاور! ایک تو آپ کم کم ہی میسر آتی ہیں مجھے"
اور وہ بھی ظالم سماج کے ڈر سے سوتیلے سلوک کے نذر ہو جاتا
ہے۔۔۔"بناوٹی مظلومیت خود پر طاری کرتا وہ شاکی ہوا تھا۔
ارے! یہ کیسی بات کر دی تم نے، تم تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، تم"
سے بھلا سوتیلا سلوک کیوں کروں گی۔۔۔"بھولی دی جان بھی انتہائی بھولی
تھی فوراً ہی جذباتی ہو کر اس کی چوڑی کلائی تھام گئی۔
نیک بخت! پورا دن الیکشن کیمپین کی خواری اٹھا کر میں آرہا ہوں"
شائد۔۔۔"بلآخر آنکھوں میں غضبناکی لیئے داجی کی برداشت نے جواب
دیا تھا۔
"!پر مشقت آمیز کام میں کرتا ہوں جانِ دلاور"

ہاں! دشت دشت آوارہ گردی کرتے ہوئے بھٹکتے رہنے میں واقعی بڑی" مشقت پیش آتی ہے۔۔۔"اپنی بیت کی لکڑی کو مخصوص انداز میں بجاتے داجی استہزائیہ بڑبڑائے۔

شہباز کے ابا!"دی جان نے فوراً آنکھوں سے باز رہنے کا ملتجانہ اشارہ کیا۔" اور دلاور جاؤ خیر اں چائے لارہی ہے ذرا منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم" ہو جاؤ۔۔۔"اب کے دی جان کے لہجے میں سرزنش سختی تھی وہ شانے اچکاتا کبرڈ کی سمت بڑھ گیا۔۔

آپ کا کیسے آنا ہوا ادھر۔۔۔؟"نرم مسکراہٹ لبوں پر سجاتی دی جان" پوری کی پوری اپنے خفا سر تاج کی سمت مڑی۔

اب کسی طرح اپنی توجہ دونوں میں برابر تو بانٹنی ہی تھی قبل اس کے کہ وہ روایتی انداز میں پانی پت کا میدان سجا کر مقدس کو ہراساں کریں جو پہلے ہی شدید تشویش کا شکار تھی دونوں کے تیور اور لفاظی طیاروں سے محظوظ ہو کر۔۔

آپ جہاں عیادت کیلئے گئیں تھی وہی مصطفیٰ (ماتحت) کے بیٹھک میں ہم" موجود تھے، سوچا واپسی پر ساتھ ہی چلے جائیں اسی لی ئے رحیم (ڈرائیور) سے "رابطہ کیا اس نے بتایا کہ آپ ادھر آئی ہوئی ہیں تو سوچا۔۔۔

سوچا اب حویلی جانے کا کیا فائدہ جب بہارِ زندگی گلستانِ بہار گئی ہوئی" ہے۔۔۔" باتھ روم کی طرف جاتے اس نے قدم روک کر مزے سے ٹکڑا لگایا۔

نہیں! سوچا اس نالائق کے کان کھینچ آؤں جس سے ایک بچی کا تک خیال" نہیں رکھا گیا، صرف بڑھ کر گھوڑا ہو گیا ہے۔۔۔" برجستہ دانت کچکچا کر بھرپور جوابی وار ہونے پر وہ بنا محسوس کئے شانے سے نادیدہ گرد جھاڑتا واش روم میں بند ہو گیا۔

اب کیسی طبیعت ہے بیٹا آپ کی۔۔۔؟"تاسف سے نفی میں سر ہلاتے وہ" نرم تاثرات لی ئے مقدس کی طرف مڑے۔

جی! بہتر۔۔۔"داجی کی رعبدار شخصیت سے مرعوب مقدس کی آواز" بمشکل ہی نکلی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دلاور واش روم سے فریش ہو کر نکلا تو خیراں بھاپ اڑاتی چائے لیکر حاضر تھی۔ کپ اٹھا کر بیڈ کی پائیتی پر جگہ سنبھالتا وہ واپس پنگے بازی کے موڈ میں داجی کے قریب جھکا۔

"واقعی مریض کی عیادت کیلئے ہی غریب خانے کا رخ ہوا ہے یا اپنے طبیب کی زیارت کیلئے، حاکم سرکار۔۔۔۔؟"آنکھوں کو چڑانے والے انداز میں جنبش دیکر وہ داجی کو حقیقتاً پتنگے لگا گیا تھا۔

"کیوں اپنی چند ہفتوں کی بیوی کے سامنے چاہتے ہو کہ میں تمہاری تواضع کروں۔۔۔؟"اس کی جانب جھکتے داجی دبے لہجے میں گرج لیئے مستفسر ہوئے۔

جواباً اس کی آنکھوں کی کمینی چمک بڑھی۔

اپنی زوجہ کی موجودگی میں آپ کو لگتا ہے آپ اپنی یہ حسرت پوری کر پائیں"
گے، حاکم سرکار۔۔۔۔؟"اسی طرح جھکے وہ سرگوشیانہ استہزائیہ ہوا۔۔
جس پر داجی کے پر دبدبہ خدوخال میں کچھ ساعت پہلے ہی مانند پڑی جلالی
سرخی تناو کے ساتھ ٹھیک ٹھاک در آئی تھی جسے دیکھ کر اچھے اچھے جواں
مردوں کے پسینے چھوٹ جاتے تھے لیکن چونکہ وہ حریف زدہ تھا سو نہایت
اطمینان سے پیچھے ہوتا محظوظ کن انداز میں چائے کی چسکیاں لینے لگا۔
نجانے کیوں اسے ہمیشہ سے داجی کو سلگا کر بڑا مزہ آتا تھا۔اور دادا پوتے کی
دوستی مشہور ہوتی ہو گی لیکن ان کی روایتی دشمنی مثالی تھی۔
داجی کے تاثرات اور دلاور کی سلگانے والی پسندیدہ عادت سے اچھی طرح
واقف دی جان حقیقتاً اس وقت خود کو دو سنگلاخ پہاڑ کے بیچ جکڑا ہوا محسوس
کر رہی تھی۔

"!!دلاور"

جی جانِ دلاور۔۔۔۔"برجستہ بے تابانہ لہجہ تھا یا شہد کا بہتا دریا۔"

مقدس حقیقتاً اس درجہ شوق وزندہ دلی پر ایک مرتبہ پھر غش کھانے کو تھی۔۔اسے اندازہ تھا وہ اکھڑ مزاج شخص دی جان کو بہت مانتا ہے لیکن اتنا۔۔۔

مقدس مغرب کی قضا ادا کرنا چاہتی ہے ذرا سہارا دیکر واش روم تک تو لے" جاؤ۔۔بہت کمزور ہو گئی ہے۔۔۔"قصداً اس کے لہجے کو نظر انداز کرتی وہ ملائمت سے بولیں جس میں حکم کا عنصر شامل تھا۔۔

"میں۔۔۔؟"

کیوں برخوردار۔۔؟اپنی بیمار بیوی کو سہارا دیتے شرم آتی ہے آپ" کو۔۔۔؟"طنز کا موقع آتے ہی داجی نے فوراً کمانڈ سنبھالتے خشونیت سے پوچھا۔

ہاہاہا۔۔شرم اور مجھے۔۔۔؟مجھے تو کبھی آپ کی بیوی کو سہارا دیتے یا لیتے" شرم نہیں آئی۔وہ الگ بات ہے کہ آپ کا بلیڈ پریشر ہائی ہو جاتا ہے۔۔۔"وہ بھی تو حریف زادہ تھا ٹکا سا جواب دے کر محض داجی کو دکھانے کیلئے ہشاش

بشاش سا اٹھا مقدس نے جھجھک کر انکار کرنا چاہا لیکن دا جی کے خیال سے لب سی گئی وہ بنا کوئی تاثر دیئے اچھے سے سہارا دیتا لیکر واش روم کی سمت بڑھا تو وہ اس کے زخم پر زیادہ زور نہ ڈالنے کے خیال سے اس کا بازو تھام گئی تھی۔

اچھے لگ رہے ہیں ناں دونوں۔۔۔؟"دی جان نے محبت سے دونوں کی" پشت دیکھتے پوچھا۔

ہمم!! لیکن صرف اچھے لگنے سے کیا ہوتا ہے، اچھا ہونا ضروری ہے، اور" بچی اچانک سے بیمار کیسے ہو گئی۔۔؟ضروری آپ کے لاڈلے نے کوئی حرکت کی ہو گی۔۔۔۔"مقدس کے منظر سے ہٹتے ہی دا جی کی تیوریاں چڑھی تھی۔

آپ بھی نہ شہباز کے ابا! گھما پھرا کا سارا ملبہ میرے بچے پر ڈال دیتے" ہیں، اب ایسا بھی بداخلاق نہیں جو اپنی ہی بیوی کو پریشان کرنے کیلئے ایسی ویسی حرکت کرے۔۔۔"دی جان تاسف سے حسب عادت دلاور کی دفاع میں بولی۔

ایسا خوش اخلاق بیبا بچا بھی نہیں ہے،اور لکھ لیں آپ بچی کی اس حالت کا"
وہی ذمہ دار ہے۔۔۔"داجی ہنکار بھرتے ٹھوک کر بولے۔
"!ہر معاملے میں بد گماں نہیں ہوا کریں آپ"
خوش گمان ہونے جیسا کوئی کارنامہ انجام دیا نہیں ہے آج تک اس"
"نے۔۔۔
مقدس کی حالت کے پیچھے اس کا کوئی ہاتھ نہیں ہے،ڈاکٹر خود کہہ کر گئی"
ہیں کھانے وغیرہ میں کچھ آجانے کی وجہ سے اُلٹیاں ہوئی ہے جس وجہ سے
کمزوری ہوئی ہے۔۔۔"دی جان شاکی لہجے میں بولیں تو داجی نے سر جھٹکا
تھا۔
اور جب بچی کو اُلٹیاں ہو رہی تھی تب یہ لارڈ صاحب کہاں تھے؟فوری"
ڈاکٹر کے پاس نہیں لیجایا جا سکتا تھا شام تک انتظار کیوں ہوا۔۔۔؟"توقف
سے ماتھے پر تنقیدی بل لی ئے اعتراض اٹھایا۔
"کٹائی والی جگہ پر تھا وہ آپ تو جانتے ہیں۔۔؟"

ہاں! ہاں! جانتا ہوں۔۔ باپ کی وراثت سے چونّی خرچ کر لے گا تو ناک" کٹ جائے گی ناں صاحب جی کی، اس لیئے کم کمین کی طرح خوار ہوتا ہے۔۔" کرسی چھوڑ کر کھڑے ہوتے انھوں نے کچھ دور پڑ کھڑے فون میں مگن اس بے نیاز کو غیظ بھری نگاہوں سے گھورا۔

تاہم مقدس کے خیال سے آواز دھیمی ہی تھی۔

خیر آپ تھکے ہوئے ہیں حویلی جائیں۔۔۔" دی جان بات سمیٹنے کے غرض" سے بولیں۔

ورنہ اس 'دلاور کی نافرمانیاں 'موضوع کا کوئی اختتام نہیں تھا۔

"اور آپ۔۔۔؟"

"میں بچی کو اس حالت میں چھوڑ کر کس طرح جا سکتی ہوں۔۔۔؟"

"تو آپ یہاں رہیں گی۔۔۔۔؟

مجبوری ہے ناں شہباز کے ابا! ذمہ داری ہے وہ ہماری۔۔۔" ان کے ماتھے" پر ناپسندیدگی کے بل دیکھ وہ لجاجت سے بولیں۔

جو آپ نے باوجود میری سرزنش کے دنیا بھر کہ غیر ذمہ دار ترین شخص" کے ہاتھوں سونپ دی۔۔ خیر کوئی ضرورت نہیں ہے یہاں رکنے کی، خیر اں سے کہیں بچی کا سامان باندھ دے سب اکٹھے حویلی چلیں گے۔۔۔۔"بلا توقف داجی نے حتمنی فیصلہ سنایا۔

"آپ جانتے ہیں وہ نہیں مانے گا۔۔۔"

"اس کا باپ بھی مانے گا۔۔۔"

وہ اپنے باپ جیسا نہیں ہے۔۔۔۔"دی جان جیسے تھکی تھی اس بحث سے۔"

"آپ فکر نہیں کریں، آپ خیر اں سے کہیں میں اسے دیکھتا ہوں۔۔۔"

واش روم سے برآمد ہوئی مقدس کو سہارا دے رہے دلاور کو دیکھتے وہ ازلی دھونس بھرے انداز میں بولے۔

"یہیں بیٹھ کر پڑھ لو بچے!!"دلاور اسے لیکر بیڈ تک آیا تو دی جان نے نیچے بچھے جائے نماز پر بٹھانے کا اشارہ کیا تھا۔

"تم ذرا باہر آکر بات سنو میری۔۔۔"

داجی اسے حکم دیتے دروازے کی سمت بڑھے تو وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں امن قائم رکھنے کا اشارہ دے رہی دی جان کو دیکھتا چین کو انگوٹھے میں لپیٹتا ان کے پیچھے گیا تھا۔

پیچھے دی جان بھی تھیں۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"!!جی فرمائیں"

سیڑھیوں کے نیچے مخصوص انداز میں پشت پر ہاتھ باندھے کھڑے داجی پر ایک نظر ڈالتا وہ پہلی سیڑھی پر لاپروائی سے بیٹھا تھا۔

پوچھ تو ایسے رہے ہو جیسے ادھر حکم ملا ادھر تعمیل ہو جائے گی۔۔۔"اس" کے لاپرواانداز پر داجی نے تنفر سے ہنکار بھرا تھا۔

ایک نافرمان کی اولاد سے فرمانبرداری کی توقع کس طرح رکھ سکتے ہیں آپ" حاکم سرکار۔۔۔؟"فون ان لاک کرتا وہ ازلی تلخی سے ہنسا تھا۔

تم۔۔۔"دروازے میں نمودار ہوئی دی جان کو دیکھ انھوں نے سختی سے" مٹھیاں بھینچے تھے۔۔

تم جیسے ناخلف سے بحث کرنے کا وقت نہیں ہے میرے پاس، بچی کی" طبیعت ٹھیک نہیں ہے، تمہیں بھلے سے آنے بھر کی پروا نہیں ہے، لیکن ہمیں آگے جواب دینا ہے، اس لئے اپنا سامان لو اور حویلی چلو۔۔۔" لہجے میں ازلی کرختگی و تحکم لئے وہ بولے تو اس نے ذرا کی ذرا سکرین سے نگاہ اٹھائی۔

پر بولا کچھ نہیں۔۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں سنائی دے رہا ہے۔۔"

طبیعت آپ کی بچی کی ٹھیک نہیں، پروا آپ کو اپنی بچی کی ہے، جوابدہ ان" کے گھر والوں کے سامنے ہونا ہے، اب اس سلسلے میں میں کیا کہوں آپ سے۔۔۔؟" وہ طنزیہ انداز میں قطعی اس معاملے سے خود کو علیحدہ کر گیا تھا۔

اب میں کچھ کہوں گا تو آپ کہیں گی میں پیچھے پڑ جاتا ہوں اس"
کے۔۔۔"داجی خشمگیں نظروں سے اسے گھورتے دی جان سے بولے۔
دلاور! شادی کے بعد پہلی بار دلہن حویلی آئے گی، تمہارے بغیر جائے گی"
تو اچھا تھوڑی لگے گا۔۔؟"دی جان نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے سمجھانا
چاہا۔
وہاں میرے ساتھ جانے کے بعد جو کچھ ہو گا وہ میرے بغیر جانے سے"
زیادہ برا ہو گا۔۔۔"وہ تلخی سے بولا تو دی جان چپ سی ہو گئی۔۔
حقیقت کا یہ تلخ پہلو بھی تو نظر انداز کئے جانے کے قابل نہیں تھا۔
"میں کہتا ہوں خاموشی سے اپنا سامان سمیٹو اور حویلی چلو۔۔"
آپ نگاڑے بھی بجالیں گے تب بھی میں آپ کی حویلی کو شرف بخشوں"
گا۔۔شکریہ!"فون والا ہاتھ ماتھے تک لیجاتا وہ آنکھ دبا کر بولا۔
لڑکے میرے ساتھ زبان میں مت لڑاؤ۔۔۔"داجی طیش میں آئے تھے۔"
پھر پنجے لڑائیں۔۔؟"اس نے معصومیت سے بھویں اچکائی۔"

"تم چل رہے ہو یا نہیں۔۔؟"

"!نہیں"

"آخری بات ہے ناں۔۔۔؟"

"!دو سو فیصد"

ٹھیک ہے، پھر آج کے بعد حویلی کے کسی فرد سے رابطہ نہیں"
کرنا۔۔۔"پیچ وتاب کھاتے دھمکی دی۔

میں تو جیسے مر ہی جاؤں گا۔۔۔؟"وہ استہزائیہ ہنسا۔"

سن لیا ناں نیک بخت! خبر دار جو آپ نے اس نافرمان ناہنجار کو فون کیا یا اس"
کا فون اٹھایا تو۔۔۔"ہراساں دی جان کی طرف مڑتے وہ ضبط سے مٹھیاں
بھینچ کر بولے۔

جسم کا پورا خون جلال سے اس وقت داجی کے رعب دار چہرے پر سمٹ آیا
تھا۔

بالکل جانِ دلاور!۔۔اب سے جب کبھی میری یاد ستائے سیدھا ملنے چلی"
آیئے گا، ہم پہروں بیٹھ کر محبت کی باتیں کیا کریں گے، بس خیال رکھیئے گا کہ
کسی کباب میں ہڈی کو کانوں کان خبر نہ ہو ورنہ خواہ مخواہ مزہ کرکرا
ہو گا۔۔۔" گردن موڑ کر کہتے لگے ہاتھوں اس نے دی جان کا پہلو میں جھول
رہا ہاتھ تھام کر بوسہ بھی دیا تھا۔
آپ کہتی ہیں میں خواہ مخواہ اس سے نالاں رہتا ہوں حرکتیں نظر نہیں آتی"
آپ کو اس کی۔۔۔۔" جل بھن چکے داجی کا بس نہ چلا ایک جڑ ہی دے اس
اپنے کاپرتو کو جس نے شائد جنم ہی ان کا خون جلانے کیلئے لیا تھا۔
غصہ کنڑول کرنے کیلئے وہ پھولتے تنفس کے ساتھ زخمی چیتے کی طرح چکر
کاٹنے لگے تھے جبکہ انھیں طیش دلانے والا اطمینان سے فون میں مگن تھا۔
پھر کچھ سوچ کر ان کی جلال سے بھری آنکھیں مسکائی اور وہ اطمینان سے دو
سیڑھی طے کر کے اپر آئے اور رسانیت سے اس کے شانے پر جھکتے کچھ کہا اور
پیچھے ہٹ گئے۔۔

آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔۔۔؟" وہ جبڑے بھینچتا اپنی جگہ تن کر کھڑا" ہوا تھا۔

جواباً داجی نے مونچھوں کو تاؤ دیتے فاتحانہ نگاہوں سے اسے چیلنج کیا تھا جس پر وہ تلملاتا ہوا دھپ دھپ کرتا اندر غائب ہوا۔

اور پھر ٹھیک پندرہ منٹ بعد تین گاڑیاں اور چوتھی دلاور کی جیپ نے گلستانِ بہار کو الوداع کہتے حویلی کا رخ کیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

داجی کی تین گاڑیوں کے ساتھ دلاور کی جیپ عین ان کے پیچھے ہی باران لوگوں کی گاڑی حویلی کی پورٹیکو پر یکے بعد دیگرے کھڑی ہوئی تھی۔

دی جان اور خیراں مقدس کو لیکر برآمد ہوئی تو پچھلی گاڑی سے نکلی میرال اور مضراب نے پہلے حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر جلدی سے اس سمت بڑھی۔

"دی جان! آپ اس وقت اور یہ۔۔۔؟"

بھابی ساہے تمہاری۔۔۔"دی جان نے بڑی سی مسکراہٹ کے ساتھ بتایاتو"
دونوں نے خوش کن حیرت سے اب کے عبایامیں ملبوس تیسرے وجود کو
دیکھا۔

بچی کی طبیعت اچانک بگڑ گئی تھی تواد ھر ہی چلی گئی تھی میں، واپسی میں"
ساتھ ہی لے آئی۔۔"دی جان نے چلتے ہوئے مزید بتایاتودونوں نے فوراً ہی
خیراں کودی جان کو سہارادینے کااشارہ کرتے خود مقدس کو لیکر آگے
بڑھی۔

اندر سوائے ملازمین کے پوری حویلی کے افرادہال ہی میں جمع تھے پہلے دی
جان کو خیراں کے ساتھ پھر میرال اور مضراب کے ہمراہ یکسر ناشناساوجود کو
دیکھ سبھی اپنی اپنی جگہ متحیر سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

ارے! ایسے حیران ہو کر کیادیکھ رہے ہو سب۔۔؟بہو ہے تم لوگوں"
کی۔۔۔"دی جان قصداً بشاشیت سے بولیں۔

جواباً چاروں بیگم نے ایسے چونک کر ایک دوسرے کی سمت گردنیں گھمائیں گویا بہو نہیں بم کہہ دیا ہو دی جان۔۔

"دی جان آپ کا مطلب ہے یہ۔۔۔؟"

تمہارے دلاور بھائی سا کی بیوی ہے۔۔۔"دی جان نے نزہت کی بات" اچک کر لگاوٹ سے مکمل کیا تھا۔

جس پر دونوں ہی پر جوش سی آگے بڑھنے لگی کہ ماں کو جہاں کہ تہاں جما کھڑا دیکھ دل مسوس کر رہ گئی۔

رخسار تنفر سے ہنکار بھرتی فوراً ہی دھپ دھپ کرتی ایک سمت بڑبڑاتی ہوئی بڑھ گئی تھی، رضوانہ بیگم نے بھی لاتعلقی سے کچن کا رخ کر لیا۔

جبکہ ناظمہ بیگم پتھرائے تاثرات لیئے اپنی بیٹی بہو کو سرد نظروں سے گھور رہی تھی۔ باقی رہی ثمرہ اور زہرا تو وہ دونوں ہنکار بھرتی اپنی جگہ بیٹھ گئی تو نزہت نیلم بھاری دل کے ساتھ بیٹھ گئی۔

جبکہ جنید عبید اور غفران نے منظر سے غائب ہونے میں ہی عافیت جانا تھا۔

دی جان کا ارمانوں کے تازہ پھول کی طرح کھلا کھلا چہرہ پل میں سب کے سرد تاثرات دیکھ مرجھایا تھا۔

مضراب نے انتہائی ناگواریت سے سارے بے حس لوگوں کو پھر تاسف سے دی جان کو دیکھا۔

دی جان بھابی سا کی طبیعت نہیں ٹھیک ناں ابھی میں انھیں ان کے کمرے" میں لیجاتی ہوں تعارفی پروگرام صبح کیلئے اٹھا کر رکھ دیتے ہیں۔۔۔" مضراب کے جتاتے انداز میں کہنے پر دی جان بمشکل مسکرائی تھی۔

جبکہ میرال اور مضراب مقدس کو لیکر سیڑھیوں کی سمت بڑھی تھی۔

باران کے ہمراہ اندر داخل ہوئے داجی نے جبڑوں کو سختی سے بھینچ کر انتہائی ترش نظروں سے ایک ایک کا جائزہ لیتے طیش بھرے لمبے لمبے ڈگ اٹھاتے ہال کے بیچ و بیچ آئے تھے۔

یہ ہماری حویلی ہے یہاں ہمارے بنائے قوانین چلتے ہیں،اور ہمارے بنائے" قانون کے مطابق حویلی کی بہو بیٹی حویلی کی شان و شوکت اور ہماری عزت و

غیرت ہے۔۔اب کم از کم اس حویلی کے مکینوں کو اس حویلی کی شان و شوکت کو کس طرح برقرار رکھنا ہے یا ہماری عزت و غیرت کو اپنے گستاخانہ رویہ سے للکار کر ہمارے عتاب کو آواز دینا کس قدر عبرتناک ہو سکتا ہے بتانے کی ضرورت نہیں پڑنی چاہئے۔۔۔؟" گرجدار آواز میں ایک ایک پر سے غیظ بھری سرزنشی نظر گزارتے داجی نے جس طرح ہر لفظ کو دانتوں تلے پیسا تھا وہ حاضرین کی ڑیڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑانے کیلئے کافی تھا۔

بابا سا ہم تو۔۔۔" زہرا بیگم نے لب کھولنے چاہے تھے۔"

بس!!!" داجی کا ہاتھ درشتگی لئے ہوا میں بلند ہوا تو وہ سانس روک گئی۔"

مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے کل صبح آپ لوگ حویلی کی نئی بہو کا کس" طرح خیر مقدم کریں گے۔۔۔۔ہے کیا۔۔۔؟" چبا کر داجی نے آخر میں سوالیہ نشان لگایا تو سبھی کا سر نفی میں ہلا۔

بہت خوب!" ہنکار بھرتے وہ سیڑھیوں کی سمت بڑھے جب عقب سے" ناظمہ بیگم کی آواز ابھری۔

اس لڑکی سے ہماری کوئی ذاتی عناد نہیں ہے باباسا! وہ جب تک چاہے یہاں" رہ سکتی ہے، لیکن ہم اس لڑکے کو ایک سیکنڈ یہاں برداشت کر پائیں گے۔۔۔"ناظمہ بیگم کے دبے مگر زہر خند انداز پر داجی الٹے قدم واپس آئے تھے۔

یہ حویلی ہماری ہے، ہمارے علاوہ یہاں کون رہے گا یا کون نہیں، طے" "کرنے کا اختیار ابھی ہم نے کسی کو نہیں دیا۔۔۔؟

باباسا! ہم صاحبِ اختیار ہونے کا دعویٰ کر بھی نہیں رہے لیکن ہم اس" وجود کو اپنے ارد گرد برداشت نہیں کر پاتے جو ہماری کوکھ اجاڑنے کی وجہ بنا "ہے ہمارے زخم ہرے ہو جاتے ہیں اس طوائف۔۔۔۔۔۔۔۔

بس!!!"ناظمہ بیگم ہزیانی انداز میں حلق کے بل چیخنے لگی تھی کہ داجی کی" دھاڑ پر سہم کر پیچھے ہوئی۔

سنبھالو اپنی ماں کو باران عثمانی! ان کے دماغ کا خناس آج پانچ سال بعد بھی" نہیں نکلا ہے۔۔۔۔" بھسم کرتی نگاہ ان پر ڈالتے داجی سیڑھیوں کی طرف پر جلال قدموں بڑھے تھے۔

پیچھے باران نے فوراً ماں کو سنبھالا جو بین کر نا بد دعائیں دینا شروع ہو گئی تھی۔

نہیں ہے یہ میرے دماغ کا خناس۔۔سنا آپ نے باباسا۔۔؟ یہ میرے" دماغ کا خناس نہیں ہے، اسی منحوس کے نام کی موت میرے میزان نے گلے لگائی ہے، اس کے آسیب زدہ وجود نے میرے میزان کو چھین لیا وہی ہے سب کا ذمہ دار، قاتل ہے وہ میرے بیٹے کا، کوکھ اجاڑ دی ہے میری اس طوائف کے خون نے اور نجانے کس کس کی جان لیکر اسے سکون آئے گا، مرتا کیوں نہیں وہ کہیں جا کر مر جائے تو ہمارے حویلی کو اس بد دعا سے آزادی ملے۔۔۔۔"میزان کے دکھ سے نڈھال وہ ہزیانی انداز میں روتی چیختی نجانے کیا کیا بول رہی تھی ماں کے الفاظ پر شرمسار تو ماں کی دگرگو حالت پر دلگرفتہ باران بڑی مشکل سے انھیں سنبھال کر روم میں لیکر گیا تھا۔

پیچھے دونوں بہنیں وظیفہ پڑھنا شروع ہو گئی تھی دلاور کے نام کا۔۔

نزہت نیلم خاموشی سے ان کے پاس سے اٹھ گئی۔ جبکہ رضوانہ بیگم حسب سابق خاموش نگاہ سارے تماشے پر ڈال کر اندر چلی گئی تھی۔

novel by j nikhat

ہم کھلکھلا کے ہنستے ہیں، ہر تازہ گھاؤ پر
!کچھ لوگ معترض ہیں، اس رکھ رکھاؤ پر

چونکہ دلاور کیلئے یہ تماشا متوقع تھا لہذا وہ جان کر اندر نہیں گیا تھا البتہ لبوں پر تلخ مسکراہٹ آنکھوں میں اذیت بھری سرد مہری لیئے خارجی دروازے سے باہر کھڑا سارا تماشا دیکھ کر اپنی جیپ کی طرف بڑھ گیا۔

ایک پل کیلئے دل تو کیا جن لوگوں نے اسے اتنے گھاؤ دیئے رویاتِ عداوت نبھاتے جا کر ان کا بھی دل جلا ہی آئے لیکن پھر دی جان کی التجاء پیروں کی زنجیر بن گئی جو کاٹیج سے نکلتے ہوئے انھوں نے کی تھے کہ وہ ذرا برداشت

سے کام لے اب بھولی دی جان کو وہ کیا بتاتا کہ حویلی کی دہلیز ہی اس کیلئے اعصاب شکن ہے باقی لوگ تو خیر!!۔۔

دو تین گھنٹے تک جیپ لیکر سڑکیں ناپنے کے بعد جب پوری حویلی کے سو جانے کا اطمینان ہو گیا تب وہ بھاری قدموں حویلی میں داخل ہوا تھا۔

من تو خیر اس دہلیز پر قدم رکھنے کا نہیں کر رہا تھا لیکن حاکم سرکار کی بلیک میلنگ!!۔

دانت کچکچاتا وہ طویل نائٹ بلب کی نیلگوروشنی میں ڈوبی راہداری عبور کر اپنے لیئے مختص روم میں دبے قدموں داخل ہوا تھا۔

صد شکر صاف ستھرا کمرہ بالکل خالی تھا۔ جیکٹ کو بیڈ پر اچھال کر بیڈ پر بیٹھتا وہ جھک کر شوز کے تسمے کھولنے لگا۔

"!!!!!!ہا"

شوز بھی ایک سمت اچھال کر وہ زخموں کی پرواکئے بغیر بے دھڑک پیچھے بیڈ پر گرا۔

آنکھیں موند کر ابھی اس نے سہی سے منتشر اعصاب کو پر سکون بھی نہیں کیا تھا کہ محسوس کی جانے والی آہٹ پر جھٹکے سے اٹھا۔

آپ۔۔۔آپ۔۔آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔۔؟" بالکنی سے ہاتھ میں " جائے نماز لیئے بر آمد ہوئی مقدس کو دیکھ وہ اچنبھے سے احمقانہ سوال کرتا کھڑا ہوا تھا۔

آپ کا کھانا وہاں سائیڈ پر رکھا ہے، وہ کھالیں پھر ہم آپ کی پٹی بدل دیں" گے، ابھی بھی زخم تازہ ہے اس طرح زخم پر زور ڈالنا ٹھیک نہیں۔۔"اس کے سوال کو نظر انداز کرتی وہ کہتی ہوئی جائے نماز لیئے کبرڈ کی طرف بڑھی تو وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر دھپ سے واپس بیڈ پر گرا۔

اس سارے افراتفری میں اصل مسئلہ کی سمت اس کا دھیان تو گیا ہی نہیں تھا کہ حویلی میں ان کیلیئے الگ الگ کمرے کا انتظام نہیں ہو گا بلکہ ایک شادی شدہ جوڑے کی طرح ایک ہی کمرے میں رہنا ہو گا بلکہ۔۔۔۔

لب دانتوں تلے دبا کر اس نے طائرانہ نگاہ پورے کمرے میں دوڑائی تو معلوم ہوا سونے لائق بھی بیڈ کے علاوہ وہاں کوئی دوسری شئے موجود نہیں۔

کیونکہ اسے ڈھیر سارے سامانوں کا انبار کمرے میں پسند نہیں تھا سودی جان نے اس کے حسب منشا بیڈ کے علاوہ وہاں دو سنگل صوفے اور ٹی ٹیبل ہی رکھا تھا۔

کنپٹی سہلاتا وہ اضطرابی انداز میں ادھر سے ادھر چکر کاٹتا ہوا اس اچانک ہی سر اٹھائے سنگین مسئلہ کا کوئی موزوں حل سوچنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن خالی کمرے کی طرح دماغ بھی بالکل کوڑا خالی تھا۔

اس کی فکر و تشویش سے یکسر بے خبر مقدس نقاہت زدہ قدم اٹھاتی خود بیڈ سائیڈ ٹیبل پر موجود ٹرے کی طرف بڑھی بیڈ کی ایک جانب ٹرے پر ڈھنکا ہوا صاف کپڑا بچھا کر ساری چیزیں اس پر نکالتی اس کی طرف مڑی جس کے

ماتھے پر سجے پر سوچ بلوں میں خطیر اضافے کے ساتھ مارچ پاسٹ کی رفتار میں بھی تیزی آگئی تھی۔

نجانے رات کے اس پہر ان کا متحرک دماغ کس ملک کو دریافت کرنے پر بضد ہے۔۔ حیران مقدس نے سوچا۔

"! سنیں"

نفی میں سر ہلاتے اسے مخاطب کرنا پڑا۔

اہم۔۔؟"نرم پکار پر وہ چونک کر متوجہ ہوا تھا۔"

کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔۔۔"اس نے بیڈ کی جانب اشارہ کیا۔"

کیا کھانا ٹھنڈا۔۔۔؟ نہیں! میں۔۔مجھے وہ بھوک نہیں ہے۔۔۔"غائب" دماغی کی کیفیت میں وہ سر اثبات و انکار میں ہلاتا عجیب سا کچھ بول کر خود جھلا گیا تھا۔

آپ ٹھیک ہے ناں۔۔۔؟"اسے وہ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔"

میں۔۔میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔"اس کے تشویش سے پوچھنے پر وہ"
ٹھوک کر بولا۔

اچھی بات ہے۔۔اب آکر کھالیں۔۔بھوک نہیں ہے تب بھی"
کھالیں۔۔دی جان نے بلخصوص ہاٹ پاٹ میں کھانا ڈال کر بجھوایا
ہے۔۔۔"اس کے واپس نہیں پر ڈٹ جانے سے قبل وہ رسانیت سے بولی تو
وہ نفی میں سر ہلاتا اس سمت آیا۔

وہ شکر ادا کرتی آڑے ترچھے پڑے شوز کو تاسف سے دیکھتی اٹھانے کیلئے
جھکنے لگی کہ۔۔

کیا کر رہی ہیں یہ آپ۔۔۔؟"جھپٹنے کے انداز میں دونوں شوز کھینچتا وہ یک"
بیک ہی درشت ہوا۔

"ہم تو یہ۔۔۔"

مجھے نہیں پسند کوئی میرے جوتوں کو ہاتھ لگائے، آئندہ ایسا مت کیجئے" گا۔۔۔"وہ قطعیت بھرے تحکم سے بولا تو مقدس صفائی پیش کرنے کیلئے بولی۔

"لیکن یہ راستے میں۔۔"

یہ راستے میں پڑے ہوں تو اسے پیر سے ایک جانب کھسکا جا سکتا ہے، ہاتھ" لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"واپس سے جملہ قطع کر کر خفگی سے سرزنش کرتا وہ شوز لیجا کر ایک کونے میں اچھالتا ہوا واش روم ہاتھ دھونے کیلئے چلا گیا تھا۔

عجیب تھا لیکن ناگوار نہیں۔۔۔"اس کے سرزنشی انداز پر چند ساعت اسی" جگہ حیران سی کھڑی مقدس ایک اچھوتے احساس سے آشنا ہو کر ہولے سے مسکاتی بیگ سے چھوٹا سا قرآن برآمد کر اس کے کھانا کھانے تک سورۂ ملک اور سورۂ رحمٰن پڑھ لینے کا ارادہ کرتی صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔۔۔

واش روم سے برآمد ہوا دلاور ایک سادہ نظر زیر لب تلاوت میں مصروف مقدس پر ڈال کر کھانے بیٹھ گیا تھا۔بے دلی سے نوالہ بنا کر منہ تک لیجاتے یکایک حویلی میں ہوا تماشا کسی زہر کی طرح دماغ کی نسوں میں سرائیت کرتا گیا تو حلق تک کڑواہٹ اترتی چلی گئی۔

ساتھ ہی کسی احساس سے بے چین نگاہ کملائے پر نور چہرے کی جانب بے ساختہ ہی اٹھی۔

انھوں نے سب کا زہر میں بجھے تیر سا سفاک لہجہ سنا، بے حسی سے بھی بدتر" رویہ دیکھا، پھر یہ اس قدر پر سکون کیوں ہیں۔۔۔؟"زہر زہر ہوئی سوچ کے ساتھ اس نے سپاٹ کھوجتی نگاہوں سے اس کے ملائم نقوش میں تلخی کا شائبہ تلاش کرنا چاہا لیکن وہاں ایسا کوئی تاثر ڈھونڈنے سے بھی ناپید تھا۔

کیا انھوں نے کچھ نہیں سنا۔۔۔؟لیکن کس طرح ممکن ہے۔۔؟"ایک" حوصلہ افزا خیال ابھرا جسے دماغ نے احمقانہ قرار دیتے فوراً رد کر دیا۔

کھانا زیادہ ٹھنڈا ہو گیا ہے تو ہم گرم کر لائیں نیچے سے۔۔۔؟"اس کی" نظروں کا ارتکاز محسوس کر رہی مقدس نے سرعت سے نگاہ اٹھاتے پوچھا۔ نن۔۔ نہیں ٹھیک۔۔ ٹھیک ہے۔۔"گڑبڑا کر نفی میں سر ہلاتا وہ پلیٹ پر" جھک گیا تھا۔

میں کیوں فضول میں ہلکان ہو رہا ہوں۔۔؟ مجھے کیا انھوں نے دیکھا سنایا" نہیں۔۔؟ حاکم سرکار جانیں، ان کی زوجہ جانیں، مجھے تھوڑی شوق چڑھا تھا دلہن کو حویلی کے درشن کروانے کا یا وہاں کے معتبر لوگوں سے متعارف کروانے کا۔۔۔"جھلا کر سر جھٹکتا خود کو اس معاملے سے بالاتر کرتا وہ یکے بعد دیگرے حلق میں اٹک رہے نوالے پانی سے اتارنے لگا تھا۔

جیسے تیسے کھانا ختم کر کے وہ ہاتھ دھونے واش روم گیا تو پیچھے مقدس دستر خوان سمیٹ کر بیڈ پر ساتھ لایا مختصر سا بیگ رکھتی کچھ نکالنے کیلئے جھک گئی تھی۔۔

آپ یہ سب یہاں بھی اٹھالائیں۔۔۔؟"بیگ سے غیر متوقع طور پر مرہم "
پٹی کا سامان برآمد ہونے پر وہ حیران ہوا۔
آپ یہاں کسی کو اپنے زخموں کے متعلق بتانا نہیں چاہتے،ایسے میں "
ہمارے پاس یہ سب ساتھ لانے کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا، پھر اجنبی
جگہ پر آتے ہی مرہم پٹی کا سامان مانگنا عجیب ہو جاتا۔۔۔"وہ بیگ نیچے رکھتی
سادگی سے بولی تو دلاور کے اعصاب ڈھیلے پڑے۔
اس کا اپنا وجود نقاہت سے چور تھا جس کی وجہ کہیں نہ کہیں اسے یقین تھا وہی
ہے، پھر بھی اس لڑکی کو اس کے زخموں کا خیال رہا۔۔
فکر و اپنائیت کی حدت سے پُر خیال ذہن میں ایک ناآشنا احساس لیکر ابھرا تھا
جسے فل وقت وہ اچھے یا برے کی فہرست میں درجہ بندی نہیں کر سکتا
تھا۔لیکن سینے کہ دائیں جانب متحرک گوشت کا لوتھڑا اس احساس سے
سست پڑا تھا۔

وہ بنا ہیل و حجت شرٹ کے بٹنز کھولتا آ کر بیڈ پر بیٹھ گیا مقدس ہمیشہ کی طرح مانع جھجھک و حیا کو پش پشت ڈال کر ایک طبیبہ کی طرح کاروائی کرنے لگی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ حقیقت ھے یہ غلط بھی نہیں

لگ رہا ھے جو داستاں کی طرح

لوٹ آئے گا وہ کبھی نہ کبھی

یہ یقیں ھے مگر گُماں کی طرح

اس کے خوبرو چہرے کے تمام تر جاذب نظر عضلات اس لمحے بری طرح بھینچے ہوئے تھے۔ کنپٹی کی رگ وقفہ وقفہ سے پھڑ پھڑا رہی تھی، متضاد قسم کے ناپسندیدہ مناظر سے نبرد آزما ہو کر بالکل سپاٹ ہوئی ساحر آنکھیں نیچے تاریکی میں ڈوبے گارڈن میں نجانے کیا تلاش کر رہی تھی۔

سلگتے اعصاب کی طرح ہاتھ میں شعلہ سلگ رہا تھا جس سے بنتے دھویں کے مرغولے اس کی ذہنی اضطراب کی بہتر عکاسی کر رہے تھے۔

وہ سگریٹ نوشی کا عادی نہیں تھا لیکن کبھی خود کو سلگانے بیٹھتا تو پھر بے حساب سلگاتا چلا جاتا تھا۔

ناظمہ بیگم کو اعصابی سکون کیلئے نیند کی گولی دیکر سلانے کے بعد ہی وہ کمرے میں آیا تھا جو غنودگی میں جانے تک دلاور کو بددعائیں دیتی رہی تھی۔

اپنی ماں سمیت سب کا عجیب رویہ دیکھ حقیقتاً اس ماحول سے اس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔

ان نام نہاد اپنوں سے تو دیارِ غیر کے غیر ہی بھلے تھے جو ایک دوسرے کیلئے دل میں کم از کم اس قدر بغض تو نہیں رکھتے تھے۔

تنفر زدہ سوچوں کا ایک طوفان تھا جو اس کے اعصاب کو مستقل چٹخاتا اس ماحول سے بیزار و متنفر کر رہا تھا۔

"!باران"

مزید نجانے کتنی دیر تلک وہ سب کارویہ سوچ سوچ کر سینا جلاتا رہتا کہ نرم پکار پر بری طرح ہڑ بڑایا تھا۔

باران ! بچے جاگ رہے ہو۔۔۔؟" واپس آواز ابھری غالباً دی جان کمرے" کی لائٹ دیکھ کر آئی تھی۔

"جج۔۔۔جی دی جان۔۔۔"

جلدی سے سگریٹ گملے میں پھیکتا شرٹ جھاڑتا تقریباً دوڑتا ہوا وہ بیڈ کے پاس آیا ڈرار سے ماؤتھ فریشر نکال کر اسپرے کرتا پرفیوم اٹھا کر خود سمیت پورے روم میں چھڑکنے تک اس کی سانس پھول چکی تھی۔چونکہ دی جان کی اس پہر آمد کی امید نہیں تھی سو غیر متوقع چھاپے نے اسے ٹھیک ٹھاک بوکھلا دیا تھا۔

"بچے ! سو رہے ہو تو سو جاؤ میں بعد میں۔۔۔"

نن۔۔نہیں۔۔آ۔۔۔آیئے دی جان۔۔۔"دور کر ڈور کھولتا وہ مشکل سے" مسکرایا۔

ٹھیک ہو بچے۔۔۔چہرہ اس قدر سرخ کیوں ہو رہا؟ سانس بھی پھول رہی"
ہے۔۔؟"دی جان نے فوراً پریشانی سے اس کی پیشانی کو چھوا۔
بب۔بالکل ٹھیک ہوں دی جان۔۔آئیں آپ۔۔"دی جان کا وہی ہاتھ"
تھام کر وہ اندر کی جانب بڑھا۔
یہ بو کیسی ہے۔۔۔؟"دوسرے ہی قدم پر دی جان رکی۔۔"
بب۔۔بو۔۔کیسی بو دی جان۔۔؟"دل جیسے یک بیک ہی ڈوبا۔"
"مطلب خوشبو۔۔۔۔"
آہ!پرفیوم ہے دی جان!"حلق میں اٹکی سانس گلٹ ابھر کر معدوم ہونے"
کے وقفہ میں بحال ہوئی۔
آپ کیسے۔۔۔؟"انھیں بیڈ پر بٹھاتا وہ پہلو میں ٹکا۔"
دلاور کو دیکھنے نکلی تھی آیا کہ نہیں، پھر تمہارے کمرے کی لائٹ آن"
دیکھی تو سوچا دیکھ لوں تمہیں۔۔ٹھیک ہو ناں تم۔۔۔؟"دلاور کے نام پر
اس نے سر جھکایا تھا۔

اپنی ماں کے رویہ کو زیادہ خود پر سوار نہیں کرو بچے! وہ تکلیف میں "
ہے۔۔"بہو کے سفاک الزام نے ان کا اپنا کلیجہ چھلنی کر دیا تھا لیکن وہ اپنی
نرم طبیعت سے مجبور ایک بیٹے کو اپنی ماں سے متنفر نہیں کرنا چاہتی تھی۔
ہم سب تکلیف میں ہیں دی جان! ہم سب۔۔ لیکن اس سے کسی کا رویہ "
جسٹیفائی نہیں ہوتا۔۔" وہ دی جان کا ہاتھ گرفت میں لیکر صاف گوئی سے
بولا تو دی جان چپ سی ہو گئی۔
میزان کے ساتھ ہوا حادثہ یا تو محض حادثہ تھا یا پھر کسی دشمن کی سازش۔۔
ایسے ہی اوائل سردی کے دن تھے وہ نومبر کا پہلا خنکی لیئے ہفتہ چل رہا
تھا۔اس سال دھند بہت زیادہ پڑ رہی تھی۔ صبح و شام تو جیسے دس قدم دور
موجود شئے یا انسان کو دیکھنا تک دشوار تھا۔
الیکشن کا دور تھا ووٹنگ کے تیسرے دن اس کی بارات جانی تھی۔

پانچ بجے ووٹنگ لائن بند ہوئی تو ہمیشہ کی طرح حریف پارٹی کی جانب سے کسی قسم کی شرارت کے خدشہ کے پیش نظر سرکاری گاڑی کے ساتھ میزان سمیت دو گاڑی نوجوان شہر گئے تھے۔

واپسی داجی نے انھیں دھند کی وجہ سے صبح کرنے کا حکم دیا تھا سو سب وہیں شہر والے گھر پر رات گزارنے کیلئے ٹھہر گئے تھے جہاں دلاور پہلے سے موجود تھا۔

چونکہ دوسری صبح مایوں کی تقریب تھی۔ حصول کی آگ میں جل رہا میزان عثمانی کیلئے ایک ایک پل گویا صدیوں پر محیط تھا لہذا وہ رات ہی نکل جانا چاہتا تھا۔۔۔

اس کی بے تابیوں کو دیکھتے لڑکوں نے شرارتاً گاڑی کی چابی چھپالی کہ ہم شام تک جائیں گے،

جبکہ میزان صاحب کو ہلدی لگوانے کی بے انتہا جلدی تھی۔

سب کی منتیں سماجتیں کرنے کے باوجود جب اثر نہ ہوا تو وہ نجانے کس پہر بے خبر سو رہے دلاور کی جیپ کی چابی لیکر نکل گیا کسی کو خبر ہی نہیں ہوئی۔ اور صبح دس بجے جو خبر پولیس کی طرف سے موصول ہوئی وہ کسی قیامت سے کم بھی نہیں تھی۔

ہائیوے سے کچھ دور پر ہی مقامی پولیس کو جیپ کسی پیڑ سے متصادم ملی تھی۔ سوار نے موقع پر ہی زندگی کی بازی ہار دی تھی۔

تحقیقات پر معمور افسر کے مطابق ایک تو جیپ کی بریکز فیل تھی دوسرا اس صبح دھند بھی بہت پڑ رہی تھی۔اب دھند کی وجہ سے یہ دلسوز حادثہ ہوا تھا یا بریکز فیل ہونے کی وجہ سے تحقیقات کے باوجود پولیس کوئی درست قیاس نہیں لگا پائی تھی۔

تین دن بعد دولہا بننے والا میزان عثمانی جس وقت کفن میں لپٹا حویلی لایا گیا اتنے دنوں سے شہنائیوں سے گونج رہی حویلی دلخراش چیخوں سے دہل اٹھی تھی۔

لیکن اس زندہ دل یاروں کے یار شخص پر رتی بھر اثر نہ ہوا تھا اس نے ایسی ضدی چپ سادھی لی تھی کہ اس کے بارات میں شرکت کیلئے آئے لوگ اس کے جنازے میں شامل ہونے کا کرب جھیلنے پر مجبور ہو گئے۔

اور ہر کردہ ناکردہ گناہ کی طرح میزان عثمانی کی موت کا الزام بھی دلاور عثمانی کے سر آ گیا۔

جیپ اس کی تھی یعنی میزان عثمانی کے حصے آئی موت بھی اس کی تھی۔اب یہ کم عقل لوگوں کو کون سمجھائے کاتبِ تقدیر کا قلم حرفِ آخر ہوتا ہے۔ وہاں کوئی ہیر پھیر نہیں ہوتی۔۔

"آپ یہاں ہیں نیک بخت۔۔۔؟"

وہ دونوں از سر نو اس سانحہ کی ستم یاد کر رہے تھے جب داجی کی بھاری آواز ابھری۔

جج۔جی۔۔"دی جان نے فوراً آنچل سے چہرہ صاف کیا۔"

باران نے بھی آنکھوں کے گوشے کو غیر محسوس انداز میں رگڑا۔

"وہ میں بس۔۔۔۔"

جی! جانتا ہوں آپ اپنے نالائق کو دیکھنے نکلی ہو گی، کیونکہ اسے دیکھے بغیر تو" آپ کو نیند چین آتی نہیں۔۔تو آپ کو بتا دوں وہ آ چکا ہے آ کر سو جائیں۔۔۔"داجی کچھ خفگی سے اطلاعاً بولے۔

اور تم بھی برخوردار سو جاؤ کل ہم تمہیں اپنے ساتھ گاؤں لیکر جائیں" گے۔۔۔"دی جان سے نظر ہٹاتے وہ باران سے بولے۔

کل کی باتیں کل کر لیجئے گا۔ابھی سو جاؤ بچے!"دی جان اس کا ماتھا چوم کر" بولی تو وہ سر ہلا گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

انکار کی مجال نہ اقرار سے گریز

!دو چار سے کلام ہے، دو چار سے گریز

پٹی بدل کر وہ سب پھینکنے گئی تو واپس وہی فکر دلاور کی ذہن سے آن چمٹی۔دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم الجھائے وہ واپس اس مسئلہ کے حل میں دماغ کے سست گھوڑے دوڑانے کی کوشش کرنے لگا لیکن بے سود۔

افففف!!"وہ ناکامی پر جھلا کر کھڑا ہوا۔"

درد ہو رہا ہے۔۔؟"جھٹ فکر مندی سے سوال ہوا۔"

یہ کھا لیں!زخم بھر رہے ہیں تو جلد میں کھینچاؤ کی وجہ سے درد اور کھجلی ہو" سکتی ہے۔"خاموشی پر اس نے باکس سے پین کلر نکال کر بڑھایا۔

آپ میری فکر نہیں کریں میں بالکل ٹھیک ہوں،آپ آرام کریں بیہوش" آپ ہوئیں تھی میں نہیں۔۔(تبھی ہم اس مسئلہ میں پھسے ہیں)"بے رخی سے کہتا آخر میں وہ محض سوچ سکا تھا۔

اس کے اچانک ہی بے رخ ہو جانے پر مقدس لب دبا کر پشت موڑتی باکس بیگ میں رکھنے لگی۔

اپنا آپ پس پشت ڈال کر وہ تمہاری فکر کر رہی ہے اور تم دلاور"

"عثمانی۔۔چہ! لعنت ہے۔۔۔

ضمیر نے فوراً ہی غیر جانب داری سے لتاڑا تھا جس کا حامی دل بھی ہوا تھا۔

کچھ نادم سا ہو کر پیشانی مسلتا وہ جا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔دل نے فوراً اخلاقاً مزاج پرسی پر اکسایا لیکن وہی نرم لہجہ اپنائیت بھرے الفاظ کا زیاں جو اس کیلئے ہمالیہ چڑھنے سے کم دشوار نہ تھا۔سو دماغ فوراً ہی ٹال گیا۔

اور ذہن پھر گھوم کر پچھلی فائل پر چلا گیا کہ سویا کہاں جائے۔۔۔۔؟

دوسرے فریق کے ذہن میں بھی شائد یہی کشمکش چل رہی تھی تبھی وہ چھوٹے سے بیگ کو دس زاویہ سے گھما گھما کر کوئی دوسری دنیا دریافت کرنے پر بضد تھی۔

بات سنیں آپ۔۔؟"وہ یک بیک پکار اٹھا۔"

جی۔۔؟"وہ جیسے پکار کی ہی منتظر تھی۔"

آپ۔آپ بیڈ پر سو جائیں۔۔۔"نگاہ چراتا دوسری طرف دیکھتا وہ حکمیہ "

بولا۔

اور آپ۔۔۔؟"احمقانہ سوال لی ئے پھسلی زبان کو اس نے فوراً دانتوں تلے "

دبایا۔

میں۔۔؟"دلاور بھی گڑبڑایا تھا شائد اسے توقع نہیں تھی اس کی۔"

مجھے نیند نہیں آرہی میں یہی ٹھیک ہو آپ سو جائیں۔۔"توقف لیکر وہ لہجہ "

مضبوط کرتا بولا۔

آپ کو آرام کی ضرورت ہے آپ سو جائیں، ہم دن میں کافی سو چکے ہیں سو"

"اب ہم مطالعہ کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ہم۔۔۔۔۔

آپ کو مجھ سے بحث کرنا اچھا لگتا ہے۔۔؟"اس کی عذر تراشی کی ناکام "

کوشش پر وہ بگڑا تھا۔

"نہیں! ہم تو۔۔۔"

پھر سو جائیں آپ۔۔۔"وہ تحکم سے بولا۔"

جس پر مقدس چند ساعت اسی طرح کشمکش میں رہنے کے بعد کچھ سوچ کر لب کچلتی مڑی۔پہلے سے سلیقے سے بچھی بیڈ شیٹ کو ایک مرتبہ پھر درست کرتی ایک تکیہ دوسری جانب بالکل کونے میں لیکر بیٹھتی اس کی سمت مڑی جو بظاہر فون میں مصروف نظر آرہا تھا پر حساسیت اس کی سمت ہی تھی۔

"بیڈ کافی بڑا ہے، آپ اس سمت سو جائیں۔۔ہمارے لیئے اتنی جگہ کافی ہے۔۔" بڑی ہمت سے وہ مانع حجاب سے بار بار حلق میں اٹکتی آواز کو کھینچ کھینچ کر مقابل کی سماعت تک پہچنانے میں کامیاب ہوئی تھی۔

"جج۔۔جی۔۔؟"اس غیر متوقع تجویز پر بوکھلائے دلاور کے ہاتھ سے فون چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔

آنکھیں پھاڑ کر اس نے اس کی پشت کو دیکھا جس کا نازک وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا غالباً محترمہ جرات مندانہ اقدام کے بات سانس ہموار کر رہی تھی۔ موقع مناسب نہیں تھا لیکن دلاور کو ہنسی آگئی تھی۔

کچھ دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی رہی پھر بالکل کنارے پر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوتی چادر پیر پر ڈال کر کوئی کتاب پڑھنے لگی تھی۔

نجانے حکیم صاحبہ کا فکر کرنے کا یہ کونسا انداز تھا جو خود بے آرام رہنا گوارا کرتی تھی لیکن مقابل کو راحت دینا چاہتی تھی۔وہ چاہ کر بھی فون پر بے وجہ انگلیاں چلاتا اس نہج پر سوچنے سے خود روک نہیں پا رہا تھا تبھی ہار مانتا اٹھا اور جا کر لائٹ آف کرتا نائٹ بلب روشن کر کے دوسری جانب آ کر بیٹھ گیا۔

اندھیرا ہوتے ہی مقدس آرام سے کتاب رکھ کر اپنی جگہ چادر اوڑھ کر دراز ہوئی مطلب محترمہ اپنی کوشش میں حسب سابق کامیاب رہی تھی۔۔

ایک بات پوچھوں آپ سے۔۔؟" پیر سمیٹ کر اپر رکھتے دلاور نے کسی" خیال سے اجازت چاہی۔

جی۔۔۔"دم سادھ کر لیٹی مقدس کے لب عادتاً ہلے۔"

دوسری طرف واپس خاموشی چھا گئی۔

آپ بیہوش کس وجہ سے ہوئی تھی۔۔؟"توقف سے سوال ابھرا۔"

"آپ کو کیا لگتا ہے۔۔۔؟"

مقدس نے بھی توقف لیکر سوال برائے سوال کیا تو وہ آنکھیں سکیڑ کر اس کی چھوٹی سی پشت گھورنے لگا پھر شانے اچکاتا خود بھی لیٹ گیا۔

ورنہ دل کر رہا تھا کہہ دے اپنا ہی بنایا کھانا کھا کر جس میں آپ گول مال کرتی ہیں۔۔

سنیں!!" کچھ دیر تک جب کوئی جواب نہ آیا تو اس نے خود آواز لگائی لیکن"

جواب ندارد۔

سو گئے آپ۔۔۔؟ شائد سو گئے۔۔"خود بڑبڑاتی وہ آنکھیں موند گئی۔"

کہیں۔۔۔؟"توقف سے شاہانہ اجازت ملی۔"

کیا آپ واقعی اس 'چیز' کا کاروبار کرتے ہیں۔۔۔؟"اجازت ملتے ہی"

ہچکچاتے لہجے میں قصداً 'شراب' کہنے سے اجتناب کیا گیا جس پر اس کے لبوں کے کنارے جاندار تبسم سے آباد ہوئے۔

آپ کو کیا لگتا ہے۔۔؟"بھاری لہجے میں حساب برابر کئے جانے پر مقدس" نے آنکھیں میچی تھی۔

مجال ہے جو بندہ ادھار رکھ لے۔

ویسے اس 'چیز' سے کیا مراد ہے آپ کا۔۔۔؟"کچھ ساعت انتظار پھر سوال" ہوا۔

"آپ جانتے ہیں۔۔۔۔"

سو تو ہے۔۔۔۔"اس نے اعتراف کیا۔"

پھر سے مقدس کتنی ہی دیر تلک منتظر رہی لیکن دوسری طرف سے خاموشی کا دورانیہ بڑھتا چلا گیا۔

"آپ نے بتایا نہیں۔۔۔؟"

مزید ضبط نہ ہوا تو پھر سے وہ لبوں کو حرکت دے بیٹھی جس پر دلاور کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

پر بولا کچھ نہیں۔۔

جبکہ مقدس بے چین ہوئی تھی وہ بدبو اس کے اندر تک گھس گئی تھی جس کے بعد الٹیاں کرتے کرتے وہ بے دم سی ہو گئی تھی۔اگر واقعی وہ حرام شئے تھی جو اس کی سانسوں میں اتری تھی۔

یا

اس شخص کی کمائی کا زریعہ وہ حرام شئے تھا تو۔۔۔۔؟

آگے سوچتے ایک مرتبہ پھر اس کا جی مچلانے لگا تھا کراہیت سے۔۔

آپ بتادیں پلیز۔۔"وہ منتانہ منمنائی۔"

"لگے ہاتھوں آپ بھی بتادیں آپ میرے کھانے میں کیا ملاتی تھیں۔۔؟"

ہم کیا ملاتے تھے۔۔۔؟"وہ بوکھلا کر بلا ارادہ اس سمت کروٹ لے گئی" تھی۔

آپ کو نہیں یاد۔۔۔۔؟"دلاور نے براہ راست اس کی ہرنی آنکھوں میں" جھانکتے جتایا۔

"شب۔۔شب بخیر۔۔۔"

سٹپٹا کر نگاہ جھکاتی وہ جھٹ پشت موڑ گئی۔

لیکن بے چارہ دل اتنے ہی سے دھڑکنوں کا اختیار کھو بیٹھا تھا رخسار بھی پل میں اس افتاد پر دہک اٹھے جس پر بوکھلا کر وہ دونوں ٹھنڈے ہاتھوں میں چہرہ چھپا گئی۔

اور کچھ پوچھنا ہے آپ نے۔۔۔؟"مزے سے طنزیہ سوال ابھرا۔"

"نہیں۔۔۔"

شب بخیر!"پہلو میں دھڑکتے دل کو بے ترتیب کر وہ آرام سے کروٹ بدل" چکا تھا۔

اس سب میں اچھا یہ ہوا کہ جو درمیان ایک آکورڈ فضا حائل تھی وہ اس آدھی ادھوری بات چیت کے نتیجے میں زائل ہو گئی۔

وہ آرام سے آنکھیں موند گیا۔

غرض کچھ چیزیں جس قدر ہمیں مشکل نظر آتی ہے در حقیقت ہوتی نہیں یہ ہمارا ذہن ہوتا ہے جو اسے خود پر حاوی کر کے بے وجہ پریشان ہوتا ہے۔۔۔

دونوں کے تھکان زدہ اعصاب پر مہربان ہوتی نیند کی دیوی ان کے اتنے گھنٹوں کی بے وجہ کی نادان سوچ و فکر پر تاسف سے مسکائی تھی۔

تجھ کو کوئی پسند ہے ناں؟ کر اسے پسند
!کس نے تجھے کہا کہ تُو کر پیار سے گریز

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

طویل رات کی سیاہی کو ایک نئے سورج کی پر عزم سنہری کرنوں نے رسانیت سے خود میں سمیٹ کر ایک نئے دن کا خوبصورت آغاز کیا تھا۔

ہر ذرہ پھول پتے چرند پرند بھی نئے عزائم بلند ظرف کے ساتھ سورج کے ہمقدم ہو گئے۔

کاش! ہم انسانوں کے اندر کہ بھی تاریک پہلو اسی طرح نئ صبح کے ساتھ چھٹ کر اک نئ شروعات کیلئے کمر بستہ ہو جائے تو زندگی کس قدر سہل اور دنیا کتنی حسین ہو جائے۔

لیکن حقیقت یہی تھی کہ ہم مکمل عقل و شعور رکھنے والے اشرف المخلوقات اس معاملے میں نہایت کم ظرف ثابت ہوئے ہیں۔۔

کھڑکی کے قریب رکھے تخت پر بیٹھ کر نئی صبح کا خیر مقدم کر رہی دی جان تاسف سے سوچتی کلام پاک اور رہل ایک جانب رکھتی وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

دلاور اور مقدس کی ایک ساتھ آج حویلی میں پہلی صبح تھی۔دل تو ان کا کیا کچھ کرنے کا کر رہا تھا لیکن ایک تو میزان کی برسی دوسرا کل رات والا سب کا رویہ جس سے وہ کافی دلبرداشتہ ہوئی تھی۔

مغموم واچاٹ دل کے ساتھ وہ کھڑکی کھول کر کھڑی ہو گئی۔

سردی بڑھ رہی ہے نیک بخت ! طبیعت متاثر ہو گی۔۔آخر کب آپ اپنا" خیال رکھنا شروع کریں گی۔۔۔؟" گرم شال ان کے شانوں پر ڈالتے داجی خفا ہوئے تھے ان کی بے پروائی پر۔

میں ٹھیک ہوں۔۔"دونوں سر امٹھی میں تھامتی وہ مسکرائی۔"

اب تو اس نالائق کو حویلی بھی لے آیا ہوں اب کس بات کی فکر ستا رہی ہے" آپ کو۔۔۔؟" بھرپور مسکراہٹ بھی دل کی بے کلی ان سے مخفی نہ رکھ پائی تھی شائد اسے ہی محبت کہتے تھے۔۔

ایسا کچھ نہیں ہے آپ کو وہم ہو رہا ہے۔۔۔" وہ ٹالتی ہوئی بیڈ کی سمت بڑھ " گئی۔

اگر ذرا بھی داجی کو بھنک لگ جاتی وہ کیوں پریشان ہیں تو نیچے سب کی کلاس لگ جاتی جو وہ نہیں چاہتی تھی۔

"آپ کچھ چھپا رہی ہیں۔۔۔؟"

نہیں تو۔۔ ویسے چھپانے سے یاد آیا۔۔۔ ایسا کیا کہا تھا کل آپ نے اس کے " کان میں جو وہ فوراً حویلی آنے کیلئے مان گیا۔۔؟" رات سے اس معجزے پر حیران دی جان بلا آخر پوچھ ہی بیٹھی۔

جواباً ناصرف داجی کے لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ طنطنے کے ساتھ پھیلی ساتھ گردن بھی غیر محسوس انداز میں تن گئی۔۔

یہی کہ جس ضد واکھڑ پن کے اسکول کا وہ خود کو ہیڈ ماسٹر سمجھتا ہے اس کی" سنگ بنیاد اس کا دادا یعنی میں نے رکھی ہے، بانی ہوں میں وہاں کا۔ لہٰذا وہ میرا باپ بننے کی کوشش نہیں کرے کیونکہ میں اس کے باپ کا بھی باپ لگتا ہوں۔۔۔"مونچھوں کو تاؤ دیتے وہ تفاخر سے دونوں بازو کھول کر بولے۔

سارے زمانے کو شکست دینے کی خوشی ایک طرف اور حریف زادے سے سبقت لے جانے کی کمینی خوشی ایک طرف۔۔

آپ دادا پوتے ایک جیسے ہی ہیں۔۔۔"دی جان نفی میں سر ہلاتی ہنس" دی۔

جواباً دا جی کچھ کہنے کیلئے لب وا کرنے ہی لگے تھے کہ شیطان کا نام لیا شیطان حاضر کے مصداق وہ حاضر تھا۔

قطعی بھی نہیں جانِ دلاور! میں کسی کو بلیک میل نہیں کرتا اوروں کی" طرح۔۔"وہ اعتراض اٹھاتا ہوا بے دھڑک اندر آیا۔

کم از کم اوروں کی طرح تمیز سے دستک دیکر ہی کسی کے کمرے میں داخل" ہو جایا کرو برخوردار۔۔۔؟" صبح ہی صبح رقیب کے نازل ہو جانے پر داجی جی بھر کر بدمزہ ہوئے تھے۔

یہ میری جان کا کمرہ ہے شہباز کے ابا۔۔۔" وہ بے تکلفی سے بیڈ پر گرا۔"

"جان نہیں دی جان کہا کرو۔۔۔"

"دی جان کہے میرے دشمن۔۔۔۔۔"

استغفراللہ!!" داجی نے دہل کر کانوں کو ہاتھ لگایا اور" دوسرے ہی پل محظوظ کن قہقہے کا گویا طوفان امڈ آیا۔

ہاہاہا۔۔۔ہاہاہا۔۔سنا۔۔سنا آپ نے جانِ دلاور۔۔۔؟ انھیں بھی پتا ہے" میرا دشمن کون ہے۔۔؟ یہ۔یہ خود مجھے اپنا دشمن مانتے ہیں۔۔۔" بیڈ پر لوٹ پوت ہوتا وہ ہنس ہنس کر پاگل ہو رہا تھا۔

جس پر دی جان کا چہرہ خفت سے سرخ ہو گیا تھا اور داجی کا خجالت سمیت طیش سے قند دھار۔

ناہنجار! اس عمر میں ہمارا نکاح خراب کرنے پر تلا ہوا ہے۔۔؟" داجی دانت" کچکچاتے بڑبڑائے۔

کچھ کہا آپ نے شہباز کے ابا۔۔۔؟" بے تحاشہ ہنسنے کی وجہ سے نکل آئے" پانی کو صاف کرتے اس نے تپانے کیلئے پلکیں جھپکائی۔

صبح صبح کیوں نازل ہوئے ہو یہاں۔۔؟ تمہیں اپنے کمرے میں سکون نہیں" آتا۔۔۔" گلا کھنکارتے وہ رعب سے طنزاً مستفسر ہوئے۔

ہائے!! آپ سکون کی بات کرتے ہیں شہباز کے ابا۔۔۔؟ مجھے تو اپنی" جانِ بہاراں کو دیکھے بغیر نیند، چین، قرار، راحت حتیٰ کہ سانس بھی تھم تھم کر آتی ہے۔۔ایک لفظ میں یہ میرے لی ئے آکسیجن ہیں۔۔۔" جانفشانی سے کہتے اس نے لگے ہاتھوں دی جان کا ہاتھ تھام کر لبوں تک لیجانا چاہا کے داجی نے فوراً اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

لڑکے ! یہ معشوقانہ باتیں جا کر اپنی بیوی کے ساتھ کرو، ہر طرف بے حیائی" پھیلانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"دی جان کا ہاتھ سمیٹ کر احتیاط سے چادر کے اندر رکھتے وہ نتھنے پھلاتے غرائے۔

یہ جذبات خالصتاً آپ کی زوجہ کو دیکھ کر ہی امڈتے ہیں تو میں کسی اور کے" کیلئے کس طرح زیاں کر سکتا ہوں۔۔؟"بھولپن سے اس نے اپنی بیچارگی بتائی۔

نیک بخت ! اس سے کہیں فوراً یہاں سے دفع ہو جائے۔۔"بڑھتے خلفشار" خون سے داجی کا لہجہ آتشی ہوا تھا۔

"دلاور۔۔۔۔"

جانِ دلاور ! میں لمبی تان کر سونے آیا ہوں۔۔۔"ناچار دی جان کہ لب وا" کرنے سے قبل ہی وہ اپر ہو کر اوندھا تکیہ میں منہ چھپا چکا تھا۔

تمہارا کمرہ نہیں سونے کیلئے۔۔۔۔؟"داجی جلبلائے۔"

غرض وہ تپا رہا تھا تو داجی تپ بھی رہے تھے۔

"ہے۔۔۔لیکن وہاں آپ کی زوجہ نہیں ہے۔۔۔۔؟"

"تمہاری بیوی تو ہے ناں۔۔۔۔؟"

"لیکن سکون مجھے آپ کی بیوی کی پہلو میں ملتا ہے۔۔"

میری بیوی۔۔۔۔"مٹھیاں بھینچتے آگے شدید اشتعال کے باعث الفاظ"
ہی تحلیل ہو گئے۔

ویسے بیوی سے یاد آیا۔۔۔"ماتھے پر سوچ کے بل لاتا وہ کہنی کے بل ذرا سا"
اؤنچا ہوا۔

آپ نے میری شادی کی سازش مجھے اپنی زوجہ سے دور رکھنے کیلئے رچی تھی"
ناں۔۔سچ بتائیے گا۔۔۔؟"نہایت دوستانہ لہجہ اپناتے اس نے سوال کم
تصدیق یوں کیا تھا جیسے کتنے اچھے مراسم ہوں ان کے درمیان۔

اگر رچی بھی تو۔۔۔۔۔؟"شرربار نظریں اس پر گاڑے داجی نے بھی"
چیلنجگ لہجہ اپنایا۔

تو۔۔تو کچھ بھی نہیں۔۔میں بس آپ کو بتانا چاہوں گا بھلے سے آپ مزید " چار شادی کی سازش رچ لیں۔۔تب بھی میری پہلی ترجیح آپ کی زوجہ ہی رہے گی۔۔میرا عشق اول جو ٹھہری وہ۔۔ان کے سوا اس روکھی پھیکی دنیا میں رکھا کیا ہے۔۔۔؟"انتہائی اہم معلومات فراہم کرتا وہ دی جان کے ہاتھ کا وارفتگی سے بوسہ لیکر واپس تکیہ پر گرتا سیکنڈ میں دا جی کا سیروں خون جلا چکا تھا۔

نیک بخت ! فوراً سے پیشتر اسے ہمارے کمرے سے دفع کریں، ورنہ مجھ " سے بڑا کوئی نہیں ہو گا۔۔"اک بھسم کرتی نظر اس پر ڈالتے وہ بڑے ضبط سے دی جان سے مخاطب ہوئے لہجہ مانند آتش فشاں سا تھا۔

آپ باہر ہی جا رہے ہیں ناں۔۔۔؟"حسب روایت دی جان اس حریف " زادے کی حامی تھی۔

"تو۔۔۔؟"

تو میں آپ کی زوجہ کا خیال رکھنے کی مکمل ذمہ داری لیتے ہوئے انھیں"
خوبصورت کمپنی دوں گا پیچھے سے، بشرط یہ کہ ظالم سماج کباب میں ہڈی جیسا
کوئی کردار کھیر میں نمک کی طرح نہ ٹپکے۔۔۔"مجال ہے جو اس کی قینچی کی
طرح چلتی زبان کوئی موقع ضائع جانے دے دے۔

دی جان ماتھا پیٹنے کے انداز میں تاسف سے دونوں مقابل ڈٹے روایتی
حریف کو دیکھتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ کہاں۔۔۔؟"

تمہارے داجی کو شال دے دوں۔۔۔"اسٹینڈ کی طرف اشارہ کرتی وہ"
بولیں۔

بچے تھوڑی ہیں وہ۔۔۔"دلاور نے منہ بسورا۔"

بچے تم بھی نہیں ہو۔۔۔"وہ بھی دوبدو بولے پھر دی جان کے فاصلے پر"
جاتے ہی اس کے قریب آئے۔۔

میں کہتا ہوں دو منٹ کے اندر شکل گم کرو اپنی، ورنہ سمجھاتے رہنا انھیں"

ان زخموں کی داستان۔۔۔۔"قریب جھکتے داجی نے شاطرانہ انداز میں سابقہ حربہ آزمانا چاہا جس پر دلاور کی آنکھیں سکڑی۔

بتادیں۔۔۔"دوثانیہ کا وقفہ لیکر وہ بے پروائی سے بولا۔"

سوچ لو۔۔۔"داجی اس کے اطمینان پر تلملائے۔"

میں سوچ چکا۔۔اب آپ بھی سوچ لیں آپ کیا وجہ بتائیں گے انھیں"

معلوم پڑ جانے کے باوجود راز رکھنے کیلئے۔۔۔۔۔؟"لمحاتی توقف لیکر الٹا داؤ آزمائے جانے پر داجی کی آنکھوں میں غیظ اُبلنے لگا۔

پر ذرا اچھے سے سوچئے گا۔۔کل وہ مجھ سے خفا تھی اس لیئے میں نے"

ہتھیار ڈالے تھے، لیکن آج وہ مجھ پر مہربان ہے۔اس کے علاوہ میرے پاس ترپ کا اکا ہے کہہ دوں گا آپ ناراض ہوئی تو میں حویلی چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔۔آپ کا کیا حاکم سرکار۔۔۔۔؟"آنکھوں میں وہی کمینی چمک لیئے کل کا بدلہ اس نے سود سمیت وصول کیا تھا۔

جس پر داجی تنفر سے ہنکار بھرتے پیچھے ہو کر اب قہر بار نظروں سے اسے گھور رہے تھے۔

کیا سر گوشیاں چل رہی ہے واپس سے۔۔۔۔؟" دی جان نے دونوں کو"
بغور دیکھتے پوچھا۔

"وہ حاکم سرکار کچھ آپ کو بتانا چاہتے ہیں۔۔۔"

"کیا۔۔۔؟"

یہی کہ اب اپنے لاڈلے سے کہیں اپنی آوارہ گردیاں ختم کرے اور بجائے" کم کمین کی طرح ٹکے ٹکے کا کام کر کہ روز نیا چند چڑھانے کہ سنجیدگی سے خاندانی کاروبار پر توجہ دے، اب بچے نہیں رہے صاحب زادے خیر سے ایک شادی شدہ ذمہ داریوں والے مرد ہیں۔۔ کیوں برخوردار۔۔۔۔؟"

بات کو اپنے مطلب کے مطابق گھمانے کا ہنر داجی کو خوب آتا تھا دلاور حقیقتاً اش اش کر اٹھا تھا۔

پر بجائے زبان کو زحمت دیکر بحث کو طوالت دینے کہ آنکھیں موند گیا۔

دی جان نے داجی کے چوڑے شانوں پر شال ڈالی تو وہ اسے خشمگیں نگاہوں سے گھورتے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔

آپ کہاں جا رہی ہیں جانِ دلاور۔۔۔۔؟" پیچھے دی جان کو بھی جاتا دیکھ" اس نے آنکھیں بند کئے ہی پوچھا۔

بچی کو دیکھنے، نئی جگہ ہے اور تم صبح صبح ایسے ہی چھوڑ کر چلے آئے۔۔" وہ" ناراض ہوئیں۔

تو اور کیا کرنا تھا۔۔؟" وہ بیزار ہوا۔"

"دلاور! بیوی ہے وہ تمہاری، اور تم۔۔ خیر میں دیکھ کر آتی ہوں۔۔۔۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے، وہ کوئی نماز پڑھ رہی تھیں۔۔۔"

دی جان کی خفگی کی پیش نظر اس نے لہجہ درست کیا۔

"اشراق کی۔۔؟"

"شائد۔۔۔"

ارے ہاں ! دن اتنا نکل آیا ہے، تم دادا پوتے کی بحث میں میرے ذہن سے " ہی نکل گیا۔۔۔ "دی جان سر پر ہاتھ مارتی اپنی تخت کی طرف بڑھی۔۔

دلاور ! ! "جائے نماز پر کھڑی دی جان نے کسی خیال کے زیر اثر اسے "

پکارا۔

"!! ہمممم "

"وہ مجھے مجھ جیسی لگتی ہے۔۔۔"

"جی۔۔؟"

ان کے قطعی غیر متوقع بیان پر اس کی بند ہوتی آنکھیں حیرت سے حجم کے ساتھ کھلی تھی۔

آپ جیسا کوئی نہیں جانِ دلاور۔۔۔ "سوچنے کا وقفہ لیکر واپس سے پلکیں " پیوست کرتا وہ سادہ مگر دوٹوک انداز اپناتا چت لیٹ گیا۔

لیکن وہ مجھے اپنے جیسی لگتی ہیں۔۔ "بات ہوا میں اڑا دینے پر دی جان نے " اب کے لفظ لفظ پر زور دیتے جتایا۔ نظریں ہنوز اس کے چہرے پر تھی۔۔

نتجتاً اس کے وجیہ نقوش کا تیزی سے احاطہ کئے تلخی و تمسخر کی آمیزش کے ساتھ تردید میں ناگواریت سے تنی رگیں بھی وہ بخوبی دیکھ سکتی تھی۔

پھر توقف سے تاثرات درست کرتے کہنی کے بل اؤنچا ہوتے اس نے نیند کے خمار سے گلال آنکھوں کو کھولا جس میں بیک وقت استہزاء و نرمی سمٹی ہوئی تھی۔

آپ جیسا کوئی دوجا نہیں ہے جانِ دلاور! آپ ایک ہی بنائی گئی تھی پھر وہ" سانچہ توڑ دیا گیا، آپ کا وجود سراپا محبت ہے، آپ جیسی بے لوث محبت و اخلاص کا پیکر اس جہاں میں کوئی دوسرا نہیں۔۔ کم از کم میرے لی ئے تو نہیں ہے، یہی حقیقت ہے، اور یہی رہنی ہے، اس لی ئے جلد رائے مت قائم کریں کسی کے متعلق بعد میں آپ کو تکلیف ہو یہ مجھے گوارا نہیں۔۔" رسانیت سے مگر قطعیت بھرے پر یقین انداز میں تلخی کا امتزاج لی ئے وہ بولا تو دی جان اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔

یہی بات میں تمہیں کہوں گی دلاور! اوروں کے رویہ کی تناظر میں اس بچی"
"کا احتساب مت کرو وہ مختلف ہے۔۔
آپ کی نماز کا وقت نکلا جارہا ہے۔۔۔"کروٹ بدلتا وہ موضوع سمیٹ گیا"
تو دی جان تاسف سے سر ہلاتی رخ موڑ گئی۔

میری شخصیت اور مجھ سے جڑے اشخاص کا اسرار کھلنے تک یہ حسن سلوک"
ہے دی جان! اس کے بعد دیکھتے ہیں کون کتنے پانی میں ہے، ویسے زیادہ انتظار
درکار نہیں ہے حویلی تو ہم آہی چکے ہیں۔۔" گردن ترچھی کر کے جائے نماز
پر کھڑی دی جان پر تاسف زدہ نظر ڈال کر آنکھیں موندتے اس کے لبوں کی
تراش میں بڑی عجیب مسکراہٹ کھلی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دس بجے کے قریب دی جان اس کے کمرے میں ملازمہ کے ہمراہ ناشتہ لیکر
آئیں تھی۔ساتھ بڑا سا پیتل کا تھال بھی تھا جو خوبصورت ریشمی کشیدہ کاری
کئے ہوئے کپڑے سے ڈھنکا ہوا تھا۔

وہی ملائمت سے مزین پر نور چہرہ، وہی اپنائیت بھرا لہجہ، وہی حلاوت سے پُر مسکان، لیکن پھر بھی مقدس کو کچھ غیر معمولی پن محسوس ہوا تھا۔

بات بات پر نم ہو رہی آنکھیں، مسکراہٹ میں گھلتی رطوبت، نرم نقوش پر بارہا لہراتا ہوا تاریک سا سایہ، کئی بار اس نے محسوس کیا تھا ان کا لہجہ بے وجہ ہی بھیگ گیا ہے۔۔

تضاد بے حد چاہ و اصرار کے ساتھ اسے لیکر کھانے بیٹھی دی جان کی حلق میں بار بار نوالے اٹکنا۔

دو تین بار اس نے تشویش زدہ ہو کر پوچھ بھی لیا کہ آیا ان کی طبیعت ٹھیک ہے یا نہیں؟ لیکن وہ مسکراتی ہوئی ٹال گئی۔

وہی کسی پہاڑ سے غم سے بوجھل و مضمحل مسکان۔

مقدس بے طرح الجھ گئی تھی۔

ایک تو صبح سے کوئی اس کے کمرے میں نہیں آیا تھا اور دی جان آئیں بھی تو وہ عام دنوں سے یکسر مختلف برتاؤ کر رہی تھی۔ گو کہ ان کی دانستہ کوشش ایسی نہیں تھی لیکن ان کا خود پر اختیار بھی نہیں تھا۔

بری طرح شش و پنج میں گرفتار ہوئی مقدس نے براہ راست وجہ دریافت کرنے کیلئے لب وا کئے پر جھجھک کر لب دبا گئی۔

پھر انھوں نے پیتل کے تھال سے ریشمی کپڑا ہٹا کر ہاف وائٹ رنگ کا خوبصورت بے حد نفیس کامدار سوٹ اس کی سمت بڑھایا۔ دلہن کے حساب سے یہ رنگ کچھ عجیب لگا اسے لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ اسے بے وجہ کا تام جھام پسند نہیں تھا۔ لہٰذا وہ بنا حیل حجت ان کی منشاء کے مطابق لباس زیب تن کر کے ان کے مقابل آئی تھی۔

کتنے ارمان نہیں تھے میرے بچے! لیکن موقع ایسا ہے کہ میں چاہ کر" بھی۔۔۔"محبت سے اس کی بلائیں لیتی دی جان آبدیدہ ہو گئی تھی۔

کیا ہوا دی جان۔۔۔؟"مقدس سٹپٹائی تھی۔"

باہر چلو۔۔۔" نفی میں سر ہلا کر آنکھوں کے گوشے صاف کرتی وہ بنا نگاہ" ملائے بولی تو مقدس کی الجھن دوچند ہو گئی لیکن اب بھی پوچھنا غیر مناسب ہی لگا۔۔

اس کی ضرورت نہیں ہے بچے! باہر ساری عورتیں ہی ہوں گی۔۔" وہ" حجاب کے بعد نقاب کرنے لگی تو دی جان سرعت سے ٹوک گئی جس پر اثبات میں سر ہلاتی ان کے ہمراہ ہوئی۔

"یہ۔۔یہ کیا ہے دی جان۔۔۔؟"

دی جان کی معیت میں جھجھکتے قدم اٹھاتی ہوئی راہداری عبور کر نیچے جا رہے زینے کے قریب پہنچتے ہی اس کی بے ارادہ نگاہ نیچے کی جانب اٹھی تو نیچے کا منظر دیکھ یک بیک ہی قدم ٹھٹھک کر جہاں کے تہاں جامد ہوئے۔۔

دی جان۔۔۔"حلق تر کرتے اس نے ہولے سے حوادث کی کیفیت" میں دی جان کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

آج حویلی میں آپ کی پہلی صبح ہے بچے! ہونا تو یوں چاہئے تھا کہ آپ کے" استقبال میں حویلی کی بہو کی شایان شان محفل سجتی، سماں بندھتا، جشن کا ماحول ہوتا، ہنسی قہقہے خوشیوں کی مدھر گیت سے حویلی کی در و دیوار گنگناتی۔۔۔ لیکن ہائے! یہ موقع، صف ماتم بچھا ہے یہاں۔۔"رنج و عالم سے ان کی آواز بری طرح لغزش کا شکار ہوئی تھی۔

ہوا کیا ہے۔۔۔؟"مقدس کو اپنی ہی آواز خاصی اجنبی لگی تھی یکدم غیر" متوقع صورت حال سے واسطہ پڑنے پڑ۔

"میرے پوتے کی برسی ہے آج۔۔۔"

"!!آہ"

دکھ سے بھاری آواز میں ہوئے انکشاف پر یکدم ہی حیران پریشان مقدس کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔

ایک مرتبہ پھر بے یقین نگاہ نیچے گئی۔

بے حد کشادہ ہال سے ہر چیز ہٹا کر سفید چادر بچھائی گئی تھی جس پر عورتیں لڑکیاں بیٹھی سہ پارہ پڑھ رہی تھی۔

رنج والم سے نڈھال کثافت زدہ فضاء، در و دیوار سے لپٹی یاسیت کی چھاپ، اس کی آنکھیں خود بخود بھیگ گئی تھی جسے سرعت سے خشک کرتی وہ نڈھال دی جان کو سہارا دیتی من من بھر کے قدم اٹھاتی ہوئی نیچے آئی تو اس کی سمت کئی حیرت و سوال لیئے نگاہیں اٹھی۔

اتنے لوگوں کی موجودگی میں بھی یہاں سرد رگ و پے میں متحرک لہو کو منجمد کرنے دینے والی خاموشی وہ اچھی طرح محسوس کر سکتی تھی۔

مقدس آخری سیڑھی پر عجیب متضاد احساسات سے دوچار ہو کر قدم روک گئی تو دو خوش شکل خوش لباس لڑکیاں سرعت سے اس کی سمت آئیں۔

"!آئیں بھابی"

"جاؤ بچے! میں وہاں بیٹھوں گی۔۔" تخت کی سمت اشارہ کرتے دی جان اسے ساتھ جانے کیلیئے کہا تو وہ ان کے ہمراہ ہو گئی۔

ان میں سے ایک لڑکی کا نام نزہت تھا دوسری کا نیلم سہ پارہ اسے تھماتے دونوں نے مختصراً اپنا تعارف دیا تھا۔ جس پر اس نے محض سر کو جنبش دیا تھا۔

سہ پارہ پڑھنے کے دوران وہاں عورتوں کے درمیان ہو رہی دبی دبی عجیب و غریب سرگوشیوں سے متعجب و مغموم ہونے کے ساتھ کئی مرتبہ وہ الجھن کا شکار بھی ہوئی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ شخص چرا کے لے گیا سورج کے اجالے

!اور میرے دریچے میں وہی شام کھڑی ہے

بھاری اعصاب شکن دن بھی آہستہ آہستہ صدیوں پر محیط اذیت کا اک اک لمحہ لیئے بلا آخر کسی نابینا سائل کی کشکول میں بے آواز ڈالے گئے کھوٹے سکے کی طرح مدھم کھنک و کسک لیئے دھندزدہ شام کی اداس و ملول آنچل میں سمٹتارات کی تاریکی کہ نذر ہوا تھا۔

گزشتہ پانچ سال کی طرح آج بھی اس 'یوم زیاں' کو حویلی کے لوگوں نے ایک دوسرے سے نگاہ چراتے لب سئے گزارا تھا۔ سب کا غم ہی سانجھا تھا کون کسے تسلی دلاسے دیتا، اور کہاں سے وہ مرہم سلیمانی کی تاثیر رکھنے والے الفاظ تلاش کر لاتا جو ہر اس درد کو شفاء عطاء کرتا جو دل سے ناسور کی طرح لپٹے ہیں۔

جو ایک ایسے زیاں کے داغ ہیں جس کی کوئی تلافی کوئی نعم البدل ہی نہیں۔ ہوتا بھی کس طرح۔۔

اس حویلی نے ان سب نے اس گوہرِ نایاب شخص کو ہمیشہ کیلئے گنوا دیا تھا جسے حویلی کی روح کہا جاتا تو قطعی ذیادتی نہیں ہوتی۔ باغ بہار طبیعت کا مالک میزان عثمانی ہر محفل کا روح رواں تھا۔

خوش مزاج، خوش گفتار اور ملنسار جسے لوگوں کو گرویدہ بنانے کہ ہنر میں کمال حاصل تھا۔

لوگوں کواپنااسیر بناتے ہوئےاس کے ذہن سے کبھی خیال بھی نہ گزراہو گا کہ کل یہی یادیں اس کے عزیزوں کو کتنارلائے گی تڑپائے گی۔

اچھے لوگوں کی سب سے بری بات یہی ہوتی ہے کہ جب بھی ان کی یاد آتی ہے آنسوں کی جھڑی کسک و کرب کے ساتھ زیاں کا بے پایاں احساس و تڑپ کی سوغات لیکر آتی ہے۔۔

آج اس کی دائمی داغِ جدائی سے صرف حویلی کے مکین ہی نہیں ملازمین سے لیکر گاؤں کے لوگ تک اس کی یاد میں غمزدہ تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کافی دنوں بعد آج اس کا یونیورسٹی آنا ہوا تھا۔آنے والے ہفتے سے اس کے فائنل امتحانات ہو رہے تھے جس کے باعث وہ تیاریوں میں شد و مد سے مصروف تھا۔آج بلخصوص ڈیپارٹمنٹ کے اچ اوڈی کی طلبی پر آیا تھا۔ان کی بات سن کر اس نے کچھ دیر ستانے کے غرض سے کیفے کا رخ کیا توٹاکرا جبران سے ہو گیا تھا۔

امتحانات کی خیر ہے۔یہ بتاؤ وہ سلسلہ کہاں تک پہنچا۔۔۔؟"اچانک ہی"
جبران امتحانات والے موضوع کو جھٹکتا آنکھوں میں پراسرار چمک لیئے اس
کے قریب جھکا۔
کیسا سلسلہ۔۔۔؟"بدر کے خاک سمجھ نہیں آئی تھی۔"
فار گاڈ سیک ڈاکٹر بدر!اب بنو نہیں زیادہ تم۔۔۔آدھے یونی کو معلوم ہے"
اس'کیسا سلسلے'کا۔۔۔؟"آنکھوں سے عجیب سا اشارہ دیتا جبران کرسی
کھسکا کر پرجوش سا اس کے برابر میں ہوا۔
قسم سے یار!اچانک سے'اس'کا لٹو کی طرح ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا چکر "
کاٹنا ہمیں کھٹک ضرور گیا تھا لیکن ہمیں ذرا برابر بھی امید نہیں تھی کہ وہ نیلی
آنکھوں والی حسینہ ہمارے ہینڈسم ڈاکٹر کے دل کہ دروازے پر دستک دینے
آرہی ہے۔۔۔ہاہاہا۔۔۔"سینے پر دل کے مقام پر ہلکا مکا جڑتا جبران بے تکے
انداز میں ہنسا تو بدر سنجیدہ تاثرات لیئے اسے خاموشی سے دیکھنے لگا۔

ایسے خاموش نگاہوں سے مت دیکھو جیسے تمہیں خبر ہی نہیں"

کچھ۔۔۔؟"اس کی خاموشی کو بناوٹ سے ماخوز کرتا جبران چڑانے کے انداز میں بولا۔

"مجھے واقعی نہیں خبر جبران۔۔۔"

کم آن مین !اب نائن ٹیز کے ہیروز کی طرح ہائیڈ اینڈ سیک مت کھیلو سین"

"ہے تو ہے اس میں برائی کیا ہے اور پھر۔۔۔

میں تمہارے ساتھ ہائیڈ اینڈ سیک نہیں تم میرے ساتھ کسوٹی کھیل رہے"

ہو جبران !سیدھے سیدھے بتاؤ کونسا سلسلہ کیسا سین۔۔؟اور اگر نہیں بتانا تو بھی ٹھیک ہے،

بٹ خواہ مخواہ میں ٹوئسٹ اینڈ ٹرنز دیکر لنک اپ مت کرو، مجھے نہیں پسند ایسا بیہودہ قسم کا مذاق۔۔۔"جبران کے عجیب وغریب اشارے محظوظ کن پراسرار انداز بدر کو ذرا پسند نہیں آیا تھا تبھی وہ صاف گوئی سے جھاڑ گیا۔

آر یو سیریس ! میں ٹوئسٹ اینڈ ٹرنز دے رہا ہوں، ڈاکٹر صاحب شارٹ سرکٹ ہمارے دماغ میں ہو گیا تھا جب بیوٹی کوئین نے ہمارے ماتھے پر بندوق رکھ کر تمہارا نمبر مانگا تھا۔۔۔" دو انگلی کا بندوق بنا کر ماتھے پر رکھتا وہ ڈرامائی انداز میں بولا۔

"کون۔۔۔؟" بدر کی بھویں تشویش سے قریب آئی۔

"کون۔۔ہاہاہا۔۔اب تو تم کہو گے بیوٹی کوئین کون۔۔۔؟" بے ہنگم قہقہہ لگاتے جبران اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔

"واقعی میں پوچھ رہا ہوں۔۔بنا میری اجازت کسے تم لوگوں نے میرا نمبر دیا، جبکہ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو میں اپنا نمبر لڑکیوں کو نہیں دیتا۔۔۔" وہ برابر کھڑا ہوتا بے حد سنجیدہ ہوا تھا۔

اس کی تیوریاں چڑھی دیکھ جبران کو اپنے تاثرات بدقت درست کرنے پڑے تھے۔

ریلیکس برو! وہ جس طرح حق سے نمبر مانگنے آئی تھی ہم اس کا رعب دیکھ کر ہی مرعوب ہو گئے تھے، اور جب اس نے تمہارا نمبر مانگا تو ہمیں لگا تم لوگوں کا کوئی سین۔۔۔"

جسٹ شٹ اپ جبران! کیا سین سین لگا رکھا ہے، تم اچھی طرح جانتے ہو" مجھے سخت ناپسند ہے کسی لڑکی سے اپنا نام جوڑا جانا۔۔۔۔"قطعیت بھرے لہجے میں سرزنش کرتا ہوا وہ بگڑا۔

"پر یار وہ کوئی عام لڑکی تھوڑی ہے۔۔۔"

"اچھا۔۔۔؟"

ہاں! بیوٹی کوئین کہتے ہیں اسے یہاں، حسن و نزاکت سے مالا مال، تضاد" مغرور اتنی کے اک نگاہ اٹھا کر کسی کو دیکھنا گوارا نہیں کرتی، وہ خود چل کر تمہارا نمبر لینے آئی تھی، ہم گھر آئی لکشمی کو کس طرح نہ کر سکتے تھے، لڑکے مرے جا رہے ہیں اسے ڈیٹ کرنے کیلئے اور وہ تمہارے پیچھے، سو مجھے لگا وہ تمہاری ٹائپ کی ہے۔ سو میں نے۔۔۔۔

پلیز جبران کسی لڑکی کیلئے ایسا لہجہ درست نہیں۔۔۔"جبران کا حظ اٹھاتا ہوا" فدائیہ لہجہ بدر کو سخت ناگوار گزرا تھا۔

"اسی لئے تو ہمیں لگا کہ وہ تمہاری ٹائپ کی۔۔۔۔"

جبران پلیز!!ٹائپ کیا ہوتی ہے میری سمجھ نہیں آتی، عورت، عورت" ہوتی ہے اور قابل احترام ہوتی ہے، خواہ وہ شاہ زادی ہو کہ خاک زادی یا پھر۔۔۔۔ طوائف زادی ہی کیوں نہ ہو۔۔۔اگر تم مرد ہو تو اسے احترام کی نگاہ سے دیکھو گے جس کے بطن سے تم جنمے، جس کے دم سے تمہاری نسل پروان چڑھے گی۔۔"ناگواریت سے ٹوکتا وہ شرم دلانے کے انداز میں جھڑک گیا تو جبران اپنے لہجے والفاظ کے چناؤ پر کچھ نادم ہوتا چپ کر گیا۔ جبکہ بدر بنا اس لڑکی کا نام جاننے کی کوشش کئے فون ٹیبل سے اٹھاتا خارجی گیٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

اس کے گیٹ عبور کرنے تک جبران کی تاسف زدہ توعین ان کے ٹیبل پیچھے بیٹھی وردہ کی پر سوچ نگاہ تعاقب میں رہی تھی۔ جس کا ارادہ پہلے تو جا کر

دونوں کی کلاس لینے کا تھا لیکن اب وہ منجمد سی بیٹھی ہوئی اس شخص کو سوچ رہی تھی جس کے متعلق اس کی قائم کردہ رائے میں اب دڑاڑ پڑ رہی تھی۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

حویلی کی فضاء میں تنی یاسیت کی دبیز چادر آج تیسرے دن بھی جوں کی توں کثافت لیئے برقرار تھی۔

مقدس کا زیادہ وقت دی جان کے ساتھ ہی گزر رہا تھا۔ دلاور رات کسی پہر لوٹ رہا تھا اور صبح کس وقت کمرے سے غائب ہو رہا تھا اسے خبر ہی نہیں ہو رہی تھی۔

سرسری سی اس کی سبھی سے ملاقات ہو چکی تھی۔ اب یہ موقع کی نامناسبت تھی یا دادا جی کی تنبیہ کا نتیجہ جو سبھی اس سے اچھے سے ملے تھے۔

لیکن وہ اپنے تئیں بے حد پژمردہ ہو رہی دی جان کے ساتھ ہی نماز وغیرہ پڑھتی بیٹھتی تھی۔ چیدہ چیدہ دی جان نے اسے حویلی میں سب کے متعلق

بتایا تھا خاص طور ان کے ذکر میں نمی لی ئے میزان شامل تھا اور اس سے جڑا وہ دوسرا وجود جس کیلئے اٹھتے بیٹھتے دی جان کی لبوں سے دعائیں نکل رہی تھی۔

بنا اس لڑکی سے براہ راست معتارف ہوئے بھی مقدس اس لڑکی کیلئے اپنا دل گداز ہوتا محسوس کر رہی تھی۔زیاں سبھی کا ہوا تھا لیکن اس لڑکی پر گزری قیامت کا تصور بھی ممکن نہیں تھا۔

دی جان کے ساتھ ان کے تخت پر بیٹھی وہ اپنی پسندیدہ کتاب کے اوراق الٹتی بے خیالی میں اس لڑکی کے متعلق سوچے جا رہی تھی جب نظر دی جان پر گئی۔۔

دی جان! آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہمارا خیال ہے آپ کو کچھ کھا کر" دوائی لینی چاہئے۔۔۔؟"دی جان کو ویسے ہی دوائی لیتا دیکھ وہ سرعت سے ٹوک گئی۔

بھوک نہیں ہے بچے مجھے۔۔۔"ان کا وہی جواب تھا۔"

بے شک نہیں ہو گی، لیکن آپ کو کچھ کھا لینا چاہئے، تین دن سے آپ" خوارک نہیں لے رہی سہی سے، ایسے میں دوائیاں الٹا اثر دکھا سکتی ہے، آپ بیٹھیں ہم کچھ بنا لاتے ہیں۔۔"کتاب سائیڈ پر رکھتی وہ فوراً دوپٹہ درست کرتی ہوئی تخت سے نیچے اتری تھی۔

ارے! بچے میری بات مانیں کہاں جائیں گی، ویسے بھی میں بالکل ٹھیک" ہوں، آپ نہیں پڑیں جھمیلوں میں۔۔۔"دی جان نے اس کی کلائی تھام کر روکا۔

دی جان! کوئی جھمیلا نہیں ہے۔اور پھر ہم کچن دیکھ چکے ہیں ہم دو منٹ" میں کچھ بنا کر لاتے ہیں۔آپ کو پسند آئے گا ہمیں یقین ہے۔۔"وہ نہ نہ کا اثر لیئے بغیر دوپٹہ درست کرتی ہوئی کمرے کی دہلیز تک ہی پہنچی تھی کہ باہر کسی کے زور زور سے بولنے کی آواز پر دی جان کی سمت مڑی۔

آواز پہچان کر دی جان جلدی سے تسبیح لیئے ہی تیز قدموں کمرے سے باہر نکلی تھی۔

اور نووارد پر نظر پڑتے ہی انھوں نے پلٹ کر پریشان نگاہوں سے مقدس کو دیکھا تھا۔۔

دی جان! میرے خیال میں کوئی جاننے والی آئیں ہیں، ہم اندر جاتے " ہیں۔۔۔"دی جان کو تذبذب شکار دیکھ وہ نرمی سے مسکراتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تو دی جان پریشانی میں بھی اس کی سمجھداری پر مبہم سا مسکرادی۔

وہ بھابی سا کی ممانی سا آئیں ہیں۔۔۔"دی جان کو بڑھتا دیکھ پاس سے گزر " رہی ملازمہ نے محتاط انداز میں یوں بتایا کہ آپ اجتناب ہی کریں وہاں جانے سے۔

جس پر دی جان ذرا سا سر کو خم دیتی آگے ہوئی۔

پہلی نظر ہی ان کی ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھی نووارد پر گئی تھی جو ہمیشہ کی طرح جدید تراش خراش کے خوش رنگ ملبوسات میں ملبوس تھی، تند خو چہرہ

مہارت سے کئے گئے میک اپ سے دمکتا ان کی عمر چھپانے میں کافی حد تک کامیاب تھا، بار بار نزاکت سے آوارہ لٹ سنوارتی مخروطی انگلیاں ہمیشہ کی طرح قیمتی نگینے جڑی انگوٹھیوں سے مزین تھی۔

یہ تھی کنیڈا پلٹ بیگم تبسم میرال عثمانی کی ممانی جان جن کے سر میرال عثمانی کا اکلوتا قریبی رشتہ دار ہونے کا اعزاز انہ سہرا جاتا تھا۔ جنھوں نے حسب سابق آج بھی موقع محل کی مناسبت کا خیال کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ دی جان نے انتہائی تاسف سے نفی میں سر کو ہلایا۔

گزشتہ پانچ سالوں سے جب بھی وہ آئی تھی اپنا مطالبہ لیکر آئیں تھی۔ برائے نام کال کی زحمت کبھی کبھار اٹھا لیتی تھیں۔ اس کے علاوہ ان کا بھانجی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

اپنی دونوں بیٹیوں کو کروفر سے ان کے دوبدو صوفے پر براجمان دیکھ دی جان نے معاملہ خراب نہ ہونے کے ڈر سے ناچاہتے ہوئے بھی نیچے کی جانب پیش قدمی کرنی چاہی۔

لیکن تبھی وہاں ناظمہ بیگم کو آتا دیکھ قدم روک گئی جو آج پورے تین دن بعد غالباً اس مہمان بلکہ وبال جان کی آمد کا سن کر ہی تنے عضلات لیئے کمرے سے طنطناتی ہوئی برآمد ہوئی تھی۔ متورم کملایا مگر بالکل سپاٹ چہرہ، مسلسل شب خوابی ورونے کی چغلی کھارہی سرخ آنکھیں جن میں تیرتی غم کی جگہ غصہ وناگواریت کی پرچھائیاں اتنی دور سے بھی واضح تھی، اور وہی ازلی کرختگی ورعب لیئے بے لچک ودوٹوک انداز۔

چونکہ معاملہ ان کے میکے کا تھا اور ان خاتون کو وہی بہتر سنبھال سکتی تھی لہذا انھیں بے وجہ ہی اس کشیدہ فضاء میں جانا نامناسب لگا۔ سو وہ قدم روک گئیں۔۔

میرال کی والدہ ناظمہ بیگم کی سگے چچا کی بیٹی تھی اور بیگم تبسم سگے چچازاد کی زوجہ جو کل فیصلے کی مالک مختار تھی۔

ماموصاحب بیچارے تو صحیح معنوں میں ماموہی تھے پر ممانی صاحبہ تخریب کاری دماغ رکھنے والی انتہائی شاطر اور موقع پرست خاتون تھی۔جن کی بلخصوص آمد اور مطالبہ کا محرک کوئی ایساڈھنکا چھپا بھی نہیں تھا۔

پندرہ دن کے اندر پہلے بیوہ پھر ماں کے سایہ سے محروم ہوئی بھانجی کو بزنس کا نقصان ہورہا کہہ کر چھوڑ جانے والی خاتون کے خود غرضانہ عزائم جاننایوں بھی کوئی مشکل امر نہیں تھا۔

لیکن اب کی باران کے ہاوبھاؤ دیکھ کران کے ارادے کچھ زیادہ ہی مضبوط و خطرناک لگ رہے تھے۔۔۔

نجانے اس بچی کی نصیب میں کیا لکھا ہے۔۔۔؟"اپنے کمرے میں اُلٹے " قدموں لوٹ آئی دی جان نئے سرے سے میرال کی فکر میں گھلنے لگی تھی۔

اماں سا! ہمیں بھابی سا کے ارادے بالکل بھی ٹھیک نہیں لگ رہے " ہیں۔۔۔"دفعتاً دونوں بہن عجلتاً بیان دیتی ہوئی ہی داخل ہوئی تھی۔

اب کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟" دی جان نے بوجھل اعصاب سنگ دونوں کو"
دیکھا جو تیوریاں چڑھائے آکر ان کے تخت پر بیٹھ گئی تھی۔
انھوں نے پھر آج میرال کی ممانی کو وہی سابقہ جواب دیا ہے، نہیں! ہم"
پوچھتے ہیں آخر کب تک بھابی سا اس لڑکی کا دم چھلا لگائے رکھنا چاہتی
ہیں۔۔۔؟ اگر بیگم تبسم اس لڑکی کو ساتھ لیجانا چاہتی ہیں ذمہ داری لینا چاہتی
ہیں تو برائی کیا ہے اس میں۔۔؟ کوئی غیر تو نہیں ہیں وہ سگی ممانی ہے، پھر
کیوں بھابی سا اڑی ہوئی ہیں۔۔۔؟" ثمرہ بیگم کے معترض لب و لہجے میں
پنہاں خدشہ و طیش کو دی جان نے خاموش نگاہوں سے اچھی طرح جانچا تھا۔
پھر جب بولی تو جلے توے بیٹھی بیٹیوں کے برعکس لہجہ ہموار و معاملہ فہمی
لیے ہوئے تھا۔
بیگم تبسم اس بچی کی کتنی سگی ہیں یہ تبھی ثابت ہو گیا تھا جب وہ اس بن ماں"
کی بچی کو یہ کہہ کر تن تنہا چھوڑ گئی تھی کہ دو ہفتے میں ویزا بھیجتی ہوں اور پھر
دو ہفتے جیسے کلینڈر میں آئے ہی نہیں۔۔ پھر کس بنا پر ہم اس عورت کا اعتبار

کریں یا بہو کو اس اقدام پر سرزنش کریں۔۔؟اس کے علاوہ اس بچی کی مرتی ہوئی ماں نے سرپرستی سونپی ہے بہو کو اس کی، ہم کس طرح مداخلت کر سکتے ہیں بھلا۔۔۔؟"دی جان نے صفائی سے خود کو اس معاملے سے صاف علیحدہ کرتے ہاتھ کھڑے کر دئے۔

جس پر دونوں بہنوں نے بے چینی سے پہلو بدلتے ترش نگاہوں کا تبادلہ کیا۔

ماناماں سا! بھابی سا یہ سب اس لڑکی کی ماں سے کئے وعدے کی پاسداری" کیلئے کر رہی ہیں، لیکن یہ کہنا ہے کہ وہ لڑکی میزان عثمانی کی بیوی ہے،اور عثمانی خاندان کی روایت کے مطابق ہونے والے یا ہو چکے حاکم سرکار کی بیوہ یا منگ خاندان سے باہر کسی قیمت پر نہیں جاتی،اس بات سے کیا نتیجہ اخذ کریں ہم۔۔۔؟"کلس کر زہرا عثمانی نے اصل بے چینی کی وجہ بیان کی۔

خاندانی روایات سے تو مجھ سے زیادہ اچھی طرح سے تم لوگ واقف ہو،" آخر اس کی پاسدار و علمبردار جو ٹھہری۔۔۔"ان کے جلبلانے کے برعکس

دی جان نے چہرے پر مخصوص نرمی و ٹھہراؤلی ئے دونوں کو نا سمجھی سے دیکھا تو جیسے دونوں کا سیر وں خون ہی جل کر پانی ہو گیا۔

لیکن اماں سا میزان، میزان کہاں سے ہونے والا حاکم سر کار ہو گیا، بڑا تو"
باران ہے ناں۔۔۔۔؟" تلملا اٹھی ثمرہ بیگم نے مٹھیاں بھینچتے اپنی طرف سے بڑی دلیل ڈالی۔

میں بھی جانتی ہوں بچے! ابھی میرا حافظہ اتنا بھی کمزور نہیں ہوا، لیکن ہم" سبھی جانتے ہیں اول تو باران کو شروع سے ہی ان سب چیزوں میں دلچسپی نہیں ہے، دوئم اس نے علی العان کہا تھا کہ میزان کو سردار بنا دیا جائے۔۔" تسبیح کے دانے گراتی دی جان مبہم تبسم سنگ جواب کم ان کے بھڑکتے ذہن میں پیٹرول زیادہ ڈال گئی تھی۔

"کہہ دینے سے کیا ہوتا ہے اماں سا۔۔؟"

کہہ دینے سے سب ہو جاتا ہے بچے! آج میزان حیات ہوتا تو آپ دیکھ" "تیں۔۔

لیکن حقیقت یہی ہے کہ میزان حیات نہیں ہے،اور وہ لڑکی میزان کی منکوحہ تھی بیوی نہیں سوایسا کوئی قانون اس پر لاگو نہیں ہوتا۔۔۔" مشتعل ثمرہ عثمانی بل کھا کر دبے لہجے میں پھنکاری۔

جس پر خاموش نگاہوں سے دونوں کو دیکھتی دی جان پر سکون انداز میں تسبیح کے دانے گرانے لگی تھیں۔ جیسے بس یہی اس وقت سب سے اہم ہوں۔زہرا بیگم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں بہن کو حواس قابو میں رکھنے کا اشارہ کرتے دی جان کے نرم پیروں پر ہاتھ رکھا۔

"اماں سا!اس لڑکی کے ساتھ کیا کرنا ہے یا کیا نہیں وہ بھابی سا یا آپ لوگوں کا فیصلہ ہوگا اس میں بولنے یا اعتراض اٹھانے کا ہمارا کوئی ارادہ ہے، ہم لوگ بس آپ کو یہ بتانے آئے تھے کہ برسی گزر چکی ہے اب ہم واپسی کرنا چاہتے ہیں اگر آپ وقت مناسب دیکھ کر رشتے کی بات چھیڑ دیں تو حویلی کا ماحول بھی بدل جائے گا اور۔۔۔" دی جان کے پیروں کو نرم ہاتھوں سے دباتے

زہرا بیگم نے مدبرانہ انداز اپنایا تو دی جان نے ہولے سے اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

اپنی دونوں بیٹیوں کا خدشہ وہ خوب سمجھتی تھی۔ لیکن غضب تو تب ہوتا جب انھیں پتا چلتا ان کا خطرہ انھیں لاحق خدشہ ہی ان کی دلی خواہش ہے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ارے بچے! ذرا سا سر درد تھا اس کیلئے اس سب کی ضرورت نہیں تھی،" آپ نے خواہ مخواہ میں زحمت کیوں کی۔؟" ٹرے میں گرم قہوہ لیکر داخل ہوئی مقدس کو دیکھتے وہ ناراض ہوئی۔

کیونکہ ہمارے ابا کہتے ہیں ہر مرض کیلئے کڑوی بدذائقہ دوائی کو برداشت " کرنا ضروری نہیں ہے، ذائقہ دار قہوہ اور اچھی سی مالش سے بھی بات بن سکتی ہے۔۔۔" مٹی کا پیالہ انھیں تھماتی وہ ان کے برابر بیٹھی تھی۔

بات تو خیر درست کہتے ہیں آپ کے ابا!" پیالہ ناک کے قریب لیجا کر " ادرک کی سوندھی خوشبو اندر اُتارتی وہ سر ہلا کر متفق ہوئی تھی۔

پھر آپ قہوہ سے لطف لیں ہم آپ کے سر کی اچھے سے مالش کر دیتے"
ہیں۔۔۔"سائیڈ سے تیل اٹھاتی وہ اصرار سے بولی تو دی جان باوجود کوشش
کے منع نہیں کر سکی تھی۔

بیٹیوں کی زور پکڑتے اصرار کے پیش نظر باران سے بات کرنے گئی تو وہ صبح
ہی کہیں نکل گیا تھا تبسم بیگم کہ مسئلہ کو لیکر داجی کے پاس بات چھیڑنے کی
کوشش کی تو ان کے الیکشن کے الگ ہی پیچیدہ جھمیلے۔۔
دونوں طرف سے دباؤ اور دونوں محاذ میں ناکامی کا نتیجہ شدید سر درد کی
صورت نکلا تھا۔۔

ایسے میں گرم گرم قہوہ سے لطف اٹھاتے نرم نرم انگلیوں کی ہلکے ہاتھوں
سے مالش واقعی اعصاب کو پر سکون کر رہی تھی۔

واقعی میں بچے آپ کے ہاتھوں میں جادو ہے۔۔۔"بند ہوتے پپوٹوں کو"
بمشکل وا کرتی وہ بوجھل آواز میں ممنون ہوئیں۔

"ہمارے ابا بھی یہی کہتے ہیں۔۔۔"

آپ کے ابا یہ نہیں کہتے ایک سوتے ہوئے بندے کو سکون سے دو پل"
سونے دینا چاہیئے۔۔۔؟"بیڈ کی جانب سے آئی جھلائی بھاری آواز پر مقدس
بری طرح اچھل کر تخت سے کھڑی ہوئی تھی۔
آپ۔۔آپ کب آئے۔۔۔؟"بیڈ پر آڑا ترچھا لیٹے شکن آلود پیشانی پر"
بکھرے بال اور نیند کے خمار سے سرخ آنکھوں میں جھلاہٹ لئے متوجہ
دلاور کو دیکھ اس نے حلق تر کیا۔
کم از کم آپ کی تشریف آوری سے پہلے سے میں یہاں موجود"
ہوں۔۔۔"ہنوز گھورتا وہ شرمندہ کرنے پر بضد تھا۔
ہمیشہ کی طرح صبح اسے روم سے غائب دیکھ حویلی سے ہی غائب سمجھ کر وہ
دی جان کے پاس آگئی تھی اور جب سے ان کے ساتھ دنیا جہان کی باتوں میں
لگی تھی تاکہ ان کا دل بہلا رہے۔۔
لیکن احساس دلائے جانے پر حقیقتاً وہ شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔

اچھا!۔۔۔بس! بس! بچی کو خواہ مخواہ میں مزید شرمندہ کرنے کی"
ضرورت نہیں ہے،ایک تو اسے پتا نہیں تھا تم سو رہے تھے دوسرا بچی کی آواز
اتنی دھیمی میٹھی سی تو ہے کہاں سے تمہاری بیہوشی کی نیند میں مخل
ہو گئی۔۔۔؟"دی جان فوراً دفاعی فوج بنی۔
سو تو ہے۔۔۔"دلاور کی بے دھیانی میں زبان پھسلی۔"
کچھ کہا۔۔۔؟"مقدس سمیت دی جان کے بھی کان کھڑے ہوئے۔"
سس۔۔سر میں درد ہو گیا ہے کہا میں نے۔۔۔"اپنی بیساختگی کی پردہ پوشی"
کیلئے وہ زبردستی کنپٹی سہلاتا چہرے پر تناولاتا ہوا اٹھ کر بیٹھا۔
ہو گا کیسے نہیں روکھے بال لیئے پورا دن دھوپ میں مارے مارے پھرتے"
ہو۔۔مقدس بیٹا ذرا اس کے سر کی بھی اچھے مالش کر دیں آپ۔۔۔"دی
جان نے بال سمیٹتے کچھ الگ سا ہی حل نکالا تھا۔
نہیں۔۔۔"دونوں بھونچکا کر یک زبان ہوئے۔"

کیا نہیں۔۔۔؟بچے آپ میری بات سنیں اور دلاور فوراً سے یہاں"
آؤ۔۔۔۔"دی جان تو اس انوکھے حل پر اڑ ہی گئی تھی۔
اس سب کی ضرورت نہیں ہے، مجھے بس خاموشی میں اچھی سی نیند"
چاہیئے۔۔"زبردستی کی انگڑائی لیتا ہوا وہ واپس تکیہ پر سر دینے لگا کہ دی جان
خود چلی آئی۔۔
اور پھر دونوں کی ایک سنے بغیر دلاور کو نیچے بٹھا کر تخت پر بیٹھی مقدس کے
ہاتھوں میں تیل کی شیشی تھما کر تھانیدارانہ انداز میں کھڑی ہو گئی۔
دیکھو ذرا بال کیسے گھاس ہو رہے ہیں ایسے میں سر درد نہیں ہو گا تو کیا"
ہو گا۔۔۔؟"انھوں نے بالوں چھوتے ناک چڑھائی۔
دی جان۔۔۔۔!"اچھے خاصے بالوں کو گھاس کہے جانے پر اس نے شاکی"
نگاہ اٹھائی ساتھ اس وقت پر لعنت بھیجا جب سر درد کا نام لیا تھا۔
کیا دی جان۔۔۔؟وہ بگڑی۔اور بچے!آج سے آپ ہفتے میں کم از کم دو تین"
مرتبہ اس کے سر کی تیل سے اچھی طرح مالش کیجئے گا۔۔بتاؤ ذرا یہ کوئی عمر

ہے سر درد ہونے کی۔۔۔" لگے ہاتھوں اک اور فرمان آیا۔ گویا سر درد کو دی جان نے شگوفہ ہی بنا دیا تھا۔

جس پر دم سادھ کر بیٹھی مقدس نے فقط پلکیں جھپکانے پر اکتفا کیا بالکل پیروں کے پاس لا کر تو دی جان نے اسے بٹھا دیا تھا جس سے دھڑکنوں کا سارا نظام درہم برہم ہو رہا تھا۔

"میرے باپ دادا کی توبہ جو آج کے بعد میں نے دوبارہ سر درد کا نام لبوں پر لایا۔۔۔" کنپٹی کھجاتا وہ بڑبڑایا اچھی خاصی نیند کا ستیاناس مار دیا تھا اس نے خود ہی۔

"میں ذرا تمہارے داجی کا سوئیٹر نکال آتی ہوں الماری میں نجانے کہاں رکھا ہے۔۔۔" دونوں پر اک نگاہ ڈالتی وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔

"اور ہاں دلاور! خبردار جو بچی کو پریشان کیا تو۔۔۔" ڈریسنگ روم کے دروازے پر رک کر انھوں نے تنبیہہ کرنا ضروری سمجھا۔

میری کوئی گارنٹی نہیں ہے اپنی چھوٹی سی بچی کے کھیلونے صندوق میں بند"
کرکے جائیں کہیں میں توڑنہ دوں۔۔۔۔"وہ تو جیسے تپ ہی گیا تھا اس تنبیہ
پر۔
لیکن دی جان نے دھیان نہیں دیا جبکہ مقدس اس کے تیور پیش نظر لب
چبانے لگی تھی۔اک تو وہ بیٹھا بھی تخت سے بالکل جڑ کر نیچے کشن ڈال کر تھا
اور سر بالکل اس کے گود میں آگیا تھا۔۔
یقین مانیں میرا قطعی آپ سے خدمت لینے کا ارادہ نہیں ہے،اور نہ دی"
جان سے مزید تواضع میں آج کی تاریخ میں افورڈ کر سکتا ہوں
سو۔۔۔۔"دونوں پیر بیزاریت سے پھیلاتے اس نے صاف چوٹ اس
کے مٹی کا مادھو بن کر بیٹھنے پر کیا تھا۔
"جی۔۔ہم۔۔ہم کرتے ہیں۔۔"

حواس یکجا کر دھڑکنوں کی بغاوت پر غلبہ پانے کی ناکام کوشش کرتے نرم پوروں کو تیل میں ڈبو کر گھنے بالوں والے سر پر ڈالنے کیلئے کافی ہمت یکجا کرنی پڑی تھی اسے۔

تضاد بار بار خشک ہوتے لب پر زبان پھیرنے کے باوجود مومی انگلیا جڑوں تک رسائی کرنے میں ناکام تھی۔

"دی جان کو آپ بے حد عزیز ہیں، اس بنا پر آپ یقین کر سکتی ہیں کہ میرے سر میں کوئی بم فٹ نہیں ہے۔۔۔"

"جی۔۔۔؟" طنز میں لپٹی یقین دہانی پر مقدس کا وہی بے ساختہ 'جی' نکلا تھا۔

"جی! آپ کے ہاتھ ایسے کانپ رہے ہیں جیسے بم ڈفیوز کرتے ہوئے بھی کسی کے نہ کانپیں۔۔۔" کچھ اور آرام دہ پوزیشن میں جاتا وہ تاک تاک کر نشانہ لے رہا تھا۔

"نہیں اب ایسا بھی نہیں ہے۔۔۔" براہ راست چوٹ پر خفت کے مارے ہڑبڑاہٹ میں وہ پیالے میں انگلیاں ڈبوتی اس کے کان پر رکھ گئی تھی۔

سر میں تیل ڈالیں کان میرے درست کام کر رہے ہیں۔۔"آنکھیں"

موندے اس نے پھر موقع پر چوکا مارا۔

"!جی۔۔۔"

احتیاط کے ساتھ بالوں میں نرم انگلیاں اتارتی وہ ساتھ اس وقت کو کوس رہی تھی جب بنا ارد گرد دیکھے وہ دی جان کے روم میں داخل ہوئی تھی۔۔

جبکہ موصوف حکیم صاحبہ کا اچھی طرح خون خشک کر کے اب آرام سے آنکھیں موندیں سر سراتی ہوئی روئی سی نرم انگلیوں کی تاثیر مسیحائی سے محظوظ ہو رہے تھے۔

تراوٹ لیئے سرد مخروطی انگلیاں دھیمی رفتار سے بالوں میں چل نہیں رہی تھی گویا برسوں کی تھکن بے حد احتیاط کے ساتھ چن چن کر اک نشہ اک سرور طاری کر رہی تھی۔

نیند پوری ہو جانے کے باوجود اس کی پلکیں بھاری ہونے لگی تھی وہ ہولے ہولے کسی جادو منتر کے زیر اثر بوجھل ہوتے اعصاب سنگ عضلات کو

ڈھیلا چھوڑتا واپس نیند کی آغوش میں جانے لگا پر سکون ہر فکر غم سے آزاد کسی چھوٹے بچے کی نیند سی میٹھی نیند۔۔

کچھ اور خماری چھائی تو سر لڑھک کر مقدس کی گود میں ڈھلکا جس پر بوکھلا کر وہ پیچھے ہونے لگی کہ سر سے ہاتھ پھسل کر اس کے خوابدیدہ وجیہ نقوش سے پھسلتا ہوا ڈاڑھی پر آن ٹھہرا۔

یہ سب اس قدر غیر متوقع تھا کہ وہ ہاتھ بھی نہ ہٹا پائی جبکہ ملائم ٹھنڈا سا لمس چہرے پر محسوس کر اس نے بمشکل پلکوں کو وا کیا۔ نیند کے خمار سے سرخ آنکھیں اب اس کے ہوائیاں اُڑے چہرے پر فوکس تھی۔

جن پہ پڑ جائے تری خاص نگاہِ اُلفت

خالی پیمانے وہ تا حشر بھرے رہتے ہیں

ان درختوں کو کڑی دھوپ میں لمحہ بھر کو

گر ترا لمس میسر ہو، ہرے رہتے ہیں

دلربائی لئے دلکش نقوش، نیم وا پنکھڑی سے گلابی نازک لب، حجم سے پھیلی بڑے بڑے گھور سیاہ کنول نین، اور اپنی نگاہوں کی حدت سے دہک اٹھے قند دھار عارض۔۔

چند انچ کے فاصلے پر موجود حواس باختہ چہرے کا پر تپش نگاہوں سے جائزہ لیتے اس کے گھنی مونچھوں تلے پیوست لبوں کی تراش میں بے نام سی مگر دل آویز مسکراہٹ نے جگہ بنائی تھی۔

پھر پہلو سے ٹرانس کی کیفیت میں دونوں ہاتھ اٹھے اور اس کی نرم کلائیوں پر آن ٹھہرے۔۔

سانس لے لیں آپ، اور میرا ابھی سر دبائیں گلا نہیں۔۔۔"کلائیوں سے" تھام کر ہاتھ سر پر رکھتا وہ خمار آلود سرگوشی کرتا واپس آنکھیں موند گیا تھا۔

سنیں!!"توقف سے حواس بحال کر مقدس نے ہولے سے آواز لگائی" لیکن وہ گہری نیند میں غافل ہو چکا تھا۔

اب کیا کریں۔۔۔؟ سنیں بیڈ تک تو چلے جائیں۔۔۔"اس نے دھیمی آواز"
میں ہی مخاطب کیا کہ کچھ دیر پہلے کی طرح اُلٹ نہ پڑے لیکن بے سود۔۔
چھوڑ دو بچے! کبھی کبھی تو یوں سوتا ہے وہ۔۔۔"جان بوجھ کر دیر سے"
ڈریسنگ روم سے برآمد ہوئی دی جان نے محبت پاش نگاہوں سے نیچے
بے فکر سوئے اپنے عزیز پوتے اور اس لڑکی کی نظر اتاری جس کی گود میں سر
رکھے وہ دنیا مافیہا بیگانہ ہو چکا تھا۔
جی!"اثبات میں سر کو جنبش دیکر اس نے سائیڈ سے تکیہ لیکر اس کے سر"
کے نیچے رکھا اور اک طویل سانس اس کے پر سکون چہرے کو دیکھتی فضاء
کے سپرد کر کھڑکی کے پردے برابر کرتی ہٹ گئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بہت محفوظ تھی ہستی وہ مثلِ سائباں سا تھا
حصارِ عشق جب ٹوٹا تو آفت کو تو آنا تھا
وہ اکثر مجھ سے کہتا تھا قیامت تک تمہارا ہوں

!گیا جب چھوڑ کر مجھ کو قیامت کو تو آنا تھا

اس نفسا نفسی کے دور میں سر پر کوئی مضبوط سائباں موجود نہ ہو تو ہر دوسرا بندہ اپنے مفاد کیلئے جیتے جاگتے انسان کو کسی جذبات واحساسات سے عاری بے جان شئے کی طرح استعمال کرنے کیلئے موقع کی تلاش میں تیار کھڑا رہتا ہے۔

یہ بات میرال عثمانی شعور کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی بااختیار ہو کر بھی بالکل بے اختیار بیوگی کی چادر اوڑھے لب بامہر رہنے والی اپنی ماں اور چلچلاتی گرمی میں سرے آسمان ننگے سر کھڑے رہنے کے مترادف 'یتیمی' کا احساس ہوتے ہی سمجھ گئی تھی۔

لیکن یکایک ہی آگ برساتے سورج سے تلخ حقیقت سے نبرد آزما زندگی میں کسی مہربان بادل کی طرح آیا وہ گھنے چھاؤں دار شجر سے شخص کے مضبوط حوالے نے جلد ہی اس کم مائیگی کے احساس کو زائل کر دیا تھا۔

اور وہ نادان لڑکی ان تلخ حقیقتوں کو برا خواب سمجھ کر فراموش کرتی جاگتی آنکھوں سے مستقبل کے سنہرے پر فسوں خوابوں کو موتی موتی کر کے مالا بننے لگی تھی۔

اور قبل اس کے کہ اس مالا کو آخری گانٹھ لگتی، خواب شرمندہ تعبیر ہوتے، ارمانوں کے پھول کھل کر گل گلزار ہوتے، اس کا تن من مہکنے لگتا۔۔

تقدیر نے بڑی بے رحمی سے کروٹ بدلی اور وہ منہ کے بل پہلے سے بھی بدتر حقیقت میں پٹخ دی گئی۔

غرض پانی کے بلبلے کی زندگی جتنی خوشیوں کی مدت ٹھہری تھی پھر وہی طلاطم وہی طغیانی۔

تبسم بیگم کی آمد اور بڑھتا اصرار دیکھ آج اک مرتبہ پھر وہ زور آور بے سائبانی کا احساس اس کی سانسوں کو بھاری کر رہا تھا۔ اس نے قسمت کی

ستم ظریفی کافی حد تک قبول کر لیا تھا گزشتہ پانچ سالوں میں لیکن تبسم بیگم نامی تلوار پھر آگئی تھی۔

"دھیان سے۔۔۔۔"

اُبل اُبل کر گر رہی چائے پر نظر پڑتے ہی کچن میں داخل ہوئی مقدس نے تیزی سے آگے بڑھ کر برنر آف کیا۔

وہ۔۔میں۔۔میں وہ۔۔۔"ہڑ بڑا کر ہوش میں آتے حوادث کی کیفیت میں" چائے پھر مقدس اور پھر سے بہہ رہے چائے کو دیکھتے اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔۔

نئی تخریب کاریوں کے ساتھ زندگی میں از سر نو طلاطم برپا کرنے نازل ہوئی مصیبت کے متعلق سوچتی اس قدر اعصاب پژردہ ہو گئے کہ اسے چائے ابل کر گرنے تک کا ہوش نہ رہا۔۔

میں۔۔میں۔۔صاف کرتی ہوں آپ پیچھے ہٹ جائیں میں۔۔۔"ماؤف" ذہن کے ساتھ ہی وہ ڈسٹر لینے کی سنک کی طرف بڑھنے لگی کہ مقدس سرعت سے اس کا بازو تھام گئی۔۔

آپ یہاں آرام سے بیٹھیں اور ٹھنڈا پانی پئیں۔۔۔"اسے چیئر پر زبردستی" بٹھاتے اس نے پانی کا گلاس تھمایا۔

"لیکن وہ چائے گر گئی نہ میں اسے۔۔۔"

چائے ہی گری ہے، کوئی کڑوڑوں کا نقصان نہیں ہوا آپ آرام سے پانی" پئیں ہم صاف کر دیتے ہیں۔۔"وہ مبہم سا مسکراتی ڈسٹر سے برنر صاف کرنے لگی۔

جس پر گھونٹ گھونٹ گلے سے پانی اتار ہی قنوطیت کا شکار میرال خواہ مخواہ ہی ندامت کی اتھاگہرائیوں میں گرنے لگی۔

ہم مقدس ہیں، مقدس بنتِ ذکاء۔۔آپ غالباً ہمیں نہیں جانتی لیکن ہمارا" آپ سے غائبانہ تعارف تفصیلاً ہوا ہے وہ بھی انتہائی خوبصورت انداز میں

،جس کے بعد ہمارا آپ سے روبرو ملنے کی تمنا کرنا ایک فطری امر تھا۔۔۔"
ڈسٹر کے ساتھ جلے ہوئے پین کو بھی سنک میں ڈال کر وہ دوستانہ مسکراہٹ لی ئے اس کی طرف مڑی۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے، ہم جانتے ہیں آپ کو، دلاور بھائی سا کی وائف ہیں آپ، دی جان کافی باتیں کرتی ہیں آپ کے متعلق۔۔" مقابل کے دوستانہ نرم انداز پر اعصاب کی کثافت چھٹنے لگی تھی۔

"مطلب ہم دونوں ہی ایک دوسرے کو دی جان کی زبانی جانتے ہیں۔۔۔" مقدس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

گو کہ وہ کم گو اور لوگوں سے جلد فرینک ہونے والوں میں سے نہیں تھی لیکن اس اپنے آپ سے ہی سہمی ہوئی لڑکی سے اسے انسیت سی محسوس ہوئی تھی دوسرا وہ اسے پر سکون بھی کرنا چاہتی تھی۔۔

"ارے! آپ۔۔آپ کیوں بنا رہی ہیں میں بناتی ہوں ناں۔۔۔" مقدس کو فریج سے دودھ برآمد کرتا دیکھ میرال تیزی سے اپنی سے جگہ اٹھنے لگی۔

ہم چائے ہی بنانے آئے تھے،اور یقین رکھیں ہم بہت اچھی چائے بناتے "
ہیں جو سر کے درد کیلئے خاص طور پر فائدے مند ہوتا ہے، تصدیق دی جان کر
سکتی ہیں۔ "اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتی وہ اپنائیت سے لبریز انداز میں اس کی
سرخ متورم آنکھوں کو سر درد سے ماخوز کرنے کا بھرم بنا کر اس کا اعتماد بحال
کرنے میں ماؤن ثابت ہوئی تھی۔
جس پر ہلکے پھلکے انداز میں مسکائی میرال دل ہی دل اس کی ذہانت و شجاعت
کی قائل ہوئی تھی۔
دی جان جیسا آپ کی شخصیت کا خاکہ کھینچا تھا آپ ہو بہو ویسی ہی "
ہیں۔۔۔ "سبز رنگ کے لباس میں ملبوس دوپٹہ کو پورے بدن پر اچھی طرح
اوڑھے نرم و ملائم نقوش کی مالک مقدس کو دیکھتی میرال اعتراف کئے بغیر
نہیں رہ سکی تھی۔

یہی ہم آپ کیلئے بھی کہیں گے۔۔۔"اُبلتے قہوہ میں ادرک کے بعد دودھ" اور کٹی ہوئی الائنچی ڈالتی وہ شائستگی سے مسکرائی تو میرال کے لب بھی حامی ہو گئے۔

واہ! واہ! خوشبو تو بڑی اچھی آرہی ہے، لیکن سچ بتایئے دونوں دیورانی جٹھانی" مل کر میری برائی تو نہیں کر رہی تھی ناں پیچھے سے۔۔۔؟"چھلاوے کی طرح چھپاک سے وہاں نازل ہوئی مضراب نے تیوریاں چڑھا کر مصنوعی رعب سے دونوں کو باری باری گھورا۔

کر تو خیر رہے تھے پر دادی سا! اب اس جرم کی کیا سزا سناتی ہیں" آپ۔۔۔؟"وہ بھی مضراب ہی کی طرح بناوٹی خوف طاری کرتی زیر لب ہنسی۔

مقدس سے ادھر ادھر کی باتوں کا نتیجہ تھا یہ کہ ذہن سے تلخ خیالوں کے بادل خود ہی چھٹ گئے تھے۔

سزا تو نہایت سخت و سنگین بنتی ہے اس گستاخی پر، پر فل حال آپ لوگ "
ہمیں اپنی ٹی پارٹی میں شامل کر لیں تو تلافی ممکن ہے۔۔۔"میرال کی پہلو
والی چیئر گھسیٹ کر نشست سنبھالتے اس کے احسان کرتے انداز پر تینوں ہی
اک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑی تھی۔

مضراب سے وہ کافی گھل مل چکی تھی اور میرال سے اتنی ہی دیر میں اچھی جم
گئی تھی۔تینوں کیلئے کپ میں چائے نکال کر وہ ٹیبل پر لیکر آئی۔

ابھی وہ جگہ سنبھالنے ہی لگی تھی کہ تنی گردن کے ساتھ عادت رخسار نے
قدم رنجہ فرمائے۔

"ارے واہ! یہاں تو ٹی پارٹی چل رہی ہے۔۔۔؟"

آپ بھی شامل ہو سکتی ہیں۔۔۔"مقدس خوش دلی سے کہتی کھڑی ہوئی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔میں کافی پیتی ہوں۔۔۔۔"

ہاتھ اٹھا کر اس کے مخصوص اکھڑپن سے جواب دینے پر مضراب بل کھا کر
کھڑی ہوئی کہ میرال نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

چلیں ! حسین دوشیزائیں کچن کی فضاء کافی گرم ہوگئی ہے اور ایسی فضا میں "
مجھے وحشت ہوتی ہے۔۔ہم عقبی لان میں چلتے ہیں۔۔۔"کپ والی ٹرے
اٹھاتی وہ چبھتے جتلاتے انداز میں چوٹ کرتی بولی۔
جس پر رخسار نتھنے پھلاتی مڑی تھی۔
چلوناں مقدس ! وہاں کوئی نہیں ہوتا ملازم وغیرہ کو وہاں آنے کی اجازت "
نہیں ہے۔۔۔"میرال مقدس کو شش وپنج میں پڑا دیکھ بولی۔
جی ! جی ! پوری حویلی دکھادیں انھیں اس کے بعد ان کا یہاں آنے کا من "
کرے کی نہ کرے۔۔۔۔۔"مضراب کی معیت میں کچن سے عقبی لان میں
کھلتا لوہے کا بھاری دروازہ کھول کر وہ لوگ داخل ہونے ہی لگے تھے کہ
رخسار اپنی فطرت سے باز نہ آسکی۔۔۔
ہم کچھ سمجھے نہیں۔۔۔؟"مقدس ناسمجھی سے مڑی۔"
یا تو آپ بہت زیادہ سمجھدار ہیں یا حد سے زیادہ ناسمجھ، ورنہ چار پانچ دن کم "
نہیں ہوتے کسی جگہ یا ماحول کو سمجھنے کیلئے۔۔۔۔۔؟"کافی پھینٹتے اس کی تنی

بھوؤں کا استہزائیہ اشارہ جن ناخوشگوار واقعات کی سمت تھا۔۔اسے سمجھتے مضراب کہ اندر اشتعال انگیز مادہ بھسم کر دینے کیلئے اُبلا تھا۔

"اسے ذرا پکڑو میں تفصیل میں سمجھا کر۔۔۔۔"

مضراب نہیں۔۔۔"ٹرے اسے تھامنے کا اشارہ کر رہی مضراب کی دونوں" کلائی جکڑتی میرال نے متانہ نفی میں سر ہلایا وہ ہر گز بھی کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھی۔

"نہ ہم بہت زیادہ سمجھداری کے دعویدار ہیں، نہ اتنے ناسمجھ کے ہر اس چیز کو سچ مان لیں جس سے ہماری نگاہ یا سماعت محظوظ ہوتی ہے، مختصراً اہم چیزوں کو اتنا ہی سمجھتے ہیں جتنا ہمارے لیئے ضروری ہوتا ہے۔۔۔"نرم مسکراہٹ سنگ نہایت ہی سہولت و شائستگی سے دانستہ یا غیر دانستہ رخسار کو شٹ اپ کال دیتی وہ رخسار سمیت باقی دونوں کو بھی حیرت و بے یقینی کا مجسمہ بنا چکی تھی۔

چائے ٹھنڈی ہو رہی آجائیں۔۔۔"دونوں کو ٹرے تھامے بت بنا دیکھ اس" نے ہاتھ سے ٹرے لی تو دونوں خجل سی ہو کر ہوش میں آئی۔۔

ہونہ! آپ کا شوہر ہی یہاں سب سے زیادہ غیر ضروری اور ان چاہا ہے، یہ" سمجھ آجائے اچھی طرح تب دیکھتے ہیں۔۔۔"گرم گرم کڑوی کسیلی کافی سے حلق سمیت رگ وپے میں دوڑتے شرارے کو اُبال دیتی وہ دھپ دھپ کرتی کچن سے نکل گئی تھی۔

دوسری طرف اس کی تلخ گوئی کو چائے کی میٹھی چسکیوں میں اڑاتے ان تینوں نے ہلکی پھلکی مزیدار باتوں کے ساتھ حویلی کی بوجھل و کثافت زدہ فضاء کو اپنی جلترنگ ہنسی و گلاب تبسم سے الوداع کہہ کر اک خوشگوار شام کو خوش آمدید کہا تھا۔

جواباً اس زبانی تلخی، دلی کدورت، آپسی رنجش جیسے میل سے پاک سرمئی پرفسوں شام نے چپکے سے ان تین حسیناؤں کی دلچسپ باتوں سے لطف اندوز

ہوتے رشتوں کے عجب غضب رنگوں سے مزین عثمانی حویلی میں نسیم صبح

سے اجلے رشتے کے رنگ کے اضافے کا خیر مقدم کیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ہو جائے جہاں شام وہی ان کا بسیرا

آوارہ پرندوں کے ٹھکانے نہیں ہوتے

دنیا کے ہر شریف۔فرنبردار، تعبدار،ذمہ دار جمع بردبار شوہر حضرات کی "

خیر عافیت اسی میں ہوتی ہے کہ ڈھلتے دن کا عندیہ دے رہی سورج کی نارجی

کرنوں کو دیکھتے ہی جلد از جلد شرافت سے گھر منتظر اپنے چاند کو درشن دینے

نکل جائیں۔۔ناکہ بیچ سڑک پر ناکہ بندی کر کے خود سمیت اک مظلوم کو

"بھی خوار کریں۔

معظم نے نہایت صبر و تحمل کے ساتھ سڑک کے بیچ و بیچ جیپ کھڑی کر کے بونٹ پر راجہ اندر کی طرح دراز اس بے نیاز کو احساس دلانے کی ناکام کوشش کی جو نجانے یہاں کونسی حریف گیری کرنے آیا تھا۔

میں تم سے بات کر رہا ہوں سنائی دے رہا ہے۔۔"اس کے ٹس سے مس نہ" ہونے پر معظم چڑا تھا۔

تم پارٹ ٹائم بیوی بنتے ہو یا سائیڈ بائے سائیڈ دو تین شادی کھڑکا رکھی ہے" جو اس تجربہ کے ساتھ رام گیان بانٹ رہے ہو۔۔۔۔۔۔؟"کان سہلاتے دلاور نے کوفت سے ٹھنڈی بے عزتی کی۔۔

پارٹ ٹائم بیوی۔۔سائیڈ بائے سائیڈ شادی۔۔۔یہ کس طرح ہوتی ہے" حریف زادے اگر آپ روشنی ڈالیں تو عین نوازش ہو گی۔۔۔"وہ تلوے سے لیکر سر کے بال تک سلگ اٹھا تھا۔

میں حریف زدہ ہوں۔نواب زادہ نہیں جو ہر تیسرے پر نوازشیں برساتا" رہوں، لہٰذا اپنی نائیجریہ کہ نیشنل انیمل جیسی شکل اٹھائیں اور جا کر اپنے

جنگل کی چوکیداری کریں بجائے میری پہریداری کرنے کہ۔۔۔"آنکھیں موندے ہی بیزاریت سے مگر بھرپور تواضع کرتے اسے حسب روایت لحاظ وغیرہ کی زحمت نہیں پڑی تھی۔

جنگل کی خیر ہے تم جیسے جنگلی کی پہریداری زیادہ ضروری"

ہے۔۔۔"جیپ کی سائیڈ مرر میں اپنی سوہنی شکل دیکھتے دانت کچکچا کر معظم نے اپنے تئیں حساب چکتا کیا لیکن مقابل چکنا گھڑا تھا۔۔

اس جنگلی کا واقعی آج چیڑ پھاڑ کا ارادہ ہے کیوں مرنا چاہتے ہو بھری جوانی" میں ننھے افسر۔۔۔؟"سرخ آنکھوں میں تاسف زدہ وارننگ لیئے وہ قطعی غیر سنجیدہ نہیں تھا۔

کک۔۔کیا کرنے آئے ہو تم دلاور۔۔۔؟"معظم بری طرح چونکا تھا۔ "

"مرڈر۔۔۔۔"

دلاور مذاق نہیں کرواد ھر تم۔۔۔"معظم کو اس کے انداز بری کھٹکے تھے۔"

مذاق میں کر بھی نہیں رہا۔۔یقین نہیں تو پیچھلی سیٹ پر موجود کلہاڑی دیکھ "
لو۔۔۔"ذرا سا اؤنچا کر ہو کر بیٹھتا وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر جھلاتا ہوا
بے پروائی سے بولا تو معظم کی گردن میکانکی انداز میں پیچھے کو گھومی۔
دوسرے ہی پل پچھلی سیٹ پر موجود دھار دار کلہاڑی دیکھ کر وحشت سے
اس کی آنکھیں پھٹی تھی۔۔
دماغ درست ہے تمہارا۔۔۔؟"غضب خیزی سے مڑتا وہ چیخا تھا۔"
جس کا درست نہیں ہے اس کا درست کرنا بہت ضروری ہے۔۔۔۔"اس"
کا اطمینان ٹھہرے دریا کی طرح برقرار تھا۔
بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، فوراً سے پچھلی سیٹ پر آو ہم ابھی کے "
ابھی حویلی جا رہے ہیں۔۔۔۔"فرنٹ سیٹ پر کھڑے ہو کر معظم نے زور
سے اس کا شانہ ہلاتے سختی سے کہا۔

تمہیں میں نے اپنی جاسوسی کرنے کیلئے نہیں کہا تھا تم آرام سے جا سکتے ہو" جہاں جانا ہے میں اپنا کام کئے بغیر نہیں جاؤں گا۔۔۔"اس کی پوزیشن میں کوئی ردوکد نہیں آئی تھی۔

شاباش!"اس کے اٹل انداز پر وہ دھپ سے سیٹ پر گرا۔"

بابو سا!اب میں یہاں تک آ ہی گیا ہوں تو جانے کا کیا مطلب نکلتا ہے،آپ" کے مزاج قاتلانہ پر گراں نہ گزرے تو قتل کی واردات سے محظوظ ہو جاؤں،بدلے میں آپ کی لاش ٹھکانے لگانے میں مدد کر دوں گا کیا کہتے ہیں۔۔۔؟"طنز کے تیر برساتے حقیقتاً معظم اس کا کچھ کر دینا چاہتا تھا۔۔ جواباً وہ کچھ نہیں بولا تھا بس پیر ہلا رہا تھا۔

اس درجے اطمینان آنے والے طوفان کا پیش خیمہ تھا جسے سوچتے معظم کا دماغ سن ہو رہا تھا۔اس کا فون کال سنتے ہی اچانک ہی شکار کا پلان کینسل کر کے عجلت میں باہر نکل جانا معظم کو کھٹک گیا تھا تبھی وہ اس کی سرزنش کی پرواہ کئے بغیر ساتھ ہو لیا تھا۔

اوراب اس کی پراسرار خاموشی اور حرکتیں نجانے کیا گل کھلانے والی تھی۔

پسینہ پوچھ لوافسر! قتل میں کرنے والا ہوں اور کانپ تم رہے ہو۔۔۔۔"وہ"
محظوظ کن انداز میں ہنسا۔

ویسے تم نے پوچھا نہیں لاش کہاں ٹھکانے لگانے ہیں۔۔؟"وہ اس کی"
حالت سے لطف اٹھا رہا تھا۔

زحمت نا ہو تو آپ ہی بتادیں سرکار۔۔؟"معظم کا من اسٹیرنگ پر سر دے"
مارنے کو کیا تھا۔

یہ دائیں جانب قبرستان ہے ناں خادم وہیں۔۔۔"کسی جانی مانی جگہ کا راستہ"
بتانے کے انداز میں اس نے دائیں جانب اشارہ کیا۔

دلاور! میں کہتا ہوں گھر چلو مذاق بہت ہو چکا۔۔"شام کے گہرے ہو رہے"
سائے کو دیکھتے ناکام سی کوشش دہرائی۔

جواب ندارد۔

دلاور! میں داجی کو فون کرنے لگا ہوں۔۔۔؟"اس نے دھمکی دی۔"

یعنی شہباز کے ابا کو۔۔؟"اثر لیۓ بغیر بھویں اچکائی۔"

"یعنی تمہارے ابا کے ابا کو۔۔۔۔"

دلاور! میں داجی کو فون کرنے لگا ہوں۔۔۔؟"معظم نے اپنی طرف سے" سنگین دھمکی دی۔

یعنی شہباز کے ابا کو۔۔؟"جو مقابل پر بے اثر ثابت ہوئی۔ "

"یعنی تمہارے ابا کے ابا کو۔۔۔۔"

شاباش! میں ڈر گیا،اب تم ذرا کال کر کے فارغ ہو میں تب تک اپنا کام" کر کے آتا ہوں۔۔"شانہ تھپتھپا کر وہ ایک جمپ لگا کر بونٹ سے نیچے کھڑا ہوا جس پر پاگلوں کی طرح اثبات میں سر ہلاتے ہوئے معظم کی نظر سامنے لمبی نظر آرہی سڑک پر گئی جہاں دوسری جانب سے قطار میں تین گاڑیاں رفتار سے چلی آرہی تھی۔

دلاور! یہ تو اخلاق حسین کی گاڑیاں ہے، ہمیں فضول کا پنگا نہیں لینا میں"
جیپ ہٹاتا۔۔۔"متوقع جھڑپ کو سوچ یکدم معظم پریشان ہوا اٹھا تھا۔
"دلاور! تم کہاں۔۔۔۔؟"
چنے بیچنے جارہا ہوں، زیادہ چوزے کی طرح چوں چوں نہیں"
کرو۔۔۔"کلہاڑی کندھے پر ڈال کر وہ بیزاریت سے ٹوکتا ہوا سڑک کے بیچ و
بیچ قدم اٹھانے لگا تو مخدوش الحواس معظم گرتا پڑتا جیپ سے اتر کر اس کی راہ
میں حائل ہوا۔
"تو تم تب اخلاق حسین کی بات کر رہے تھے۔۔۔۔؟"
تو تمہارے خیال میں یہاں میں اپنے سسر کو سلامی پیش کرنے آیا"
ہوں۔۔؟اب بیہوش مت ہو جانا۔۔۔۔؟"اپنے دوست کا خوف زدہ انداز
اسے سخت گراں گزرا تھا۔
تمہارے سسر کو گزرے سالوں گزر چکے ہیں۔نہ گزرے ہوتے تو تم"
جیسے حریف زادے کو داماد کے روپ میں دیکھ کر ویسے ہی خیر آباد کہہ دیتے

بیچارے،اب چلو۔۔۔"دانت پیس کر بھڑاس نکالتا معظم پوری قوت لگا کر اسے گھسیٹنا چاہا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

بھٹی !تم جانتے ہو میں خود کسی کو نہیں چھیڑتا لیکن سامنے سے کوئی مجھے " چھیڑے تو پھر سود سمیت حساب چکتا کئے بغیر چھوڑتا بھی نہیں،خواہ مخواہ کی کوشش مت کرو۔۔۔۔۔"سرعت سے بازو آزاد کرواتا جیسی ازلی سرد سرزنشی کم سنگین نگاہوں اس نے معظم پر ڈالی تھی گرفت آپ ہی آپ کمزور ہو گئی۔

جبکہ اپنے مخصوص نڈر و باغیانہ انداز میں کلہاڑی کندھے پر لیئے مستحکم قدموں کی چاپ سے فضاء میں ایک دہشت بھری سنسنی دوڑاتا ہوا وہ آگے بڑھا اور سڑک کے بالکل درمیان میں کلہاڑی کو زمین پر ٹھہرا کر ہتھی پر پنجہ کستا ہوا آنکھوں میں فنا کر دینے والی آتش فشانی سرکشی چہرے پر لہو کو منجمد کر دینے والے خطرناک حد تک برفیلے تاثرات سجائے سیدھا کھڑا بے خوفی سے اپنے قریب سے قریب تر آرہی گاڑیوں کو گھورنے لگا۔

دوسری طرف ہیڈ لائٹز کی روشنی میں سڑک کے بیچ و بیچ چٹانی وجود کو دیکھ یکے بعد دیگرے بریکز چڑ چڑائی پھر اس خبطی شخص کی شناخت ہوتے ہی دھڑ ادھڑ گاڑی کے دروازے سنسان فضاء میں گونجے اور برآمد ہوا شخص شدید طیش کی عالم میں اپنے آدھے درجن گارڈز کی حصار میں طنطناتا ہوا مقابل آیا۔

دوسری طرف سے سر پیٹتے ہوئے مستقل سب کے نمبر ٹرائی کر رہا معظم بھی دوڑتا ہوا آکر دلاور کے برابر کھڑا ہوا تھا۔

کیا بدتمیزی ہے۔۔۔؟"اخلاق حسین غضب خیزی سے غرایا تھا۔"

تم غندہ گردی کہتے تو مجھے زیادہ پسند آتا۔۔۔"کہلاڑی کو ہلکے ہاتھوں سے" گول گھماتے اس نے سلگا دینے والی نگاہ اطمینان سے اٹھائی۔

خود کو بڑی توپ چیز سمجھتے ہو۔۔۔؟"اس کے اطمینان پر اخلاق حسین بل" کھا اٹھا تھا۔

جسے تم سلگانے کی حماقت کر رہے ہو، پھٹ جاؤں نا یقین کرو چیتھڑے اڑ"
جائیں گے تمہارے۔۔۔۔" بھسم کرتی آنکھیں اخلاق حسین کی غیظ بھری
نگاہوں میں گاڑتا وہ لہو میں سنسنی دوڑا گیا تھا۔

دھمکی دے رہے ہو تم مجھے۔۔۔۔؟"حرکت میں آ چکے گارڈز کو ہاتھ"
اٹھا کر روکتا وہ زعم میں استہزائیہ مستفسر ہوا۔

"دھمکی ہی سمجھو تو زیادہ اچھا ہو گا۔۔ورنہ۔۔۔۔"

"ورنہ۔۔۔۔؟"

ورنہ پانچ سال پہلے صرف تمہاری فصل کو آگ لگائی تھی، اب کے مجھے مہرا"
"بنانے کی کوشش کی تو نسلوں کو بھسم کر دوں گا۔۔۔۔

"!!!دلاور عثمانی"

"!!آواز نیچے"

دگنی آواز میں دھاڑتا وہ سیکنڈ میں کلہاڑی اٹھا کر اس کے کندھے پر دھر چکا
تھا۔

جس پر گارڈز نے فوراً سے اس پر بندوق تانی معظم نے بھی مستعدی سے گن بیلٹ سے نکال کر تانتے دوسرا ہاتھ دلاور کے شانے پر رکھا جو خوف سے پسینہ پسینہ ہو چکے اخلاق حسین کی گردن سے انچ بھر کے فاصلے پر کلہاڑی کی دھاڑ دار نوک لیجاتا آدم خور چیتے کی طرح دھیمی قدم کی چاپ اٹھاتا ذرا سا اس کے قریب ہوا۔

خلاف مزاج میں نے تمہیں طریقے سے زبانی وارننگ دی تھی اخلاق" حسین! چاہے حویلی والوں کے ساتھ خون کی ہولی کھیلو یا گالیوں کی انتاکشری یا پھر سازشوں کی شطرنج، جو کرنا ہے بصد شوق کرو۔۔بس! کچھ نہ کرو تو وہ ہے۔۔۔"دہشت بھرے سرسراتے لب لہجے میں کہتا وہ ایک قدم مزید آگے ہوا تو پسینہ سے تربتر اخلاق حسین کے حلق میں گلٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔

تو مجھے انگلی۔۔کیونکہ میرے معاملے میں جو امپائر بننے کی حماقت کرتا" ہے، میں اس کی صرف انگلی نہیں توڑتا کندھے سے بازو اکھاڑ لیتا

ہوں۔۔۔اس لئے دو گھنٹے کے اندر اندر جو گلستانِ بہار کی پچھلی سڑک پر تم نے اپنی ٹرکیں روک رکھی ہے انھیں ہٹواؤ گے، ورنہ اسی قبرستان میں اپنے بھائی کو اپنے ہاتھوں سے لٹاؤ گے اور اسے گیدڑ بھبکی کم از کم مت سمجھو۔۔۔" جلد اور کہلاڑی کی نوک کے بیچ کا انچ بھر کا فاصلہ مٹاتے اس نے ایسی جارحانہ سفاکیت لیئے دائیں جانب اشارہ کیا تھا کہ خوف و دہشت سے اخلاق حسین کا چہرہ خطرناک حد تک سپید پر گیا تھا۔

فطرتاً وہ شاطر و سازشی دماغ رکھتا تھا لیکن عملی میدان میں ہمیشہ سے بزدل رہا تھا اور اس وقت اپنے چھے چھے گارڈز کی حصار میں بے بس کھڑے اخلاق حسین کو مقابل پڑ ملک الموت کا گمان ہو رہا تھا۔

تت۔۔تم یہ ٹھیک نہیں کر رہے ہو۔۔۔" بے بسی سے وہ ماہی بن آب کی " طرح پھڑ پھڑایا۔

ٹھیک کرنے کا میں نے ٹھیکا اٹھایا بھی نہیں ہے۔۔اس لیئے مجھے چھیڑ کر " اپنے ساتھ غلط مت کرو۔۔میرے آگے پیچھے کوئی رونے والا نہیں ہے، میں

جیل جاؤں یا جہنم میں اس سے کسی کو فرق نہیں پڑتا کم از کم حویلی والوں کو تو بالکل بھی نہیں، لیکن مجھے اکسانے کی کوشش تمہیں بہت مہنگی پڑ سکتی ہے۔۔اندازہ ہے ناں۔۔۔۔؟"اس کی گردن سے اپنی گردن پر کلہاڑی منتقل کرتا وہ پتھرائے لہجے میں سرگوشی کر سرد آنکھوں کی خفیف جنبش سے وارن کر پیچھے ہوا پھر پلٹ کر جس سمت آیا تھا اسی سمت ہو لیا۔

یہ حرکت کتنی تمہیں مہنگی پر سکتی ہے اس کا تمہیں اندازہ"

ہے۔۔۔۔؟"جان خلاصی ہوتے ہی گارڈز کے گھیرے میں آتا وہ واپس اپنی ٹون میں آیا۔

جس پر جہاں دلاور کے لبوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ نے چھپ دکھائی وہیں معظم کا من کیا اس ذلیل شخص کی مرنے کی خواہش ایک دو گولی سے وہی پوری کر دے۔جو جان بچنے پر شکر کی جگہ ٹلی آفت کو زعم سے دعوت دے رہا ہے۔

میں اندازے نہیں لگاتا۔۔۔"وہ بنا مڑے بے نیازی سے بولا۔"

ہاں ! تم تو نقب لگاتے ہو کمزوروں کی عزت پر اور پھر تمہارا دادا وہ کھلونا"
تمہیں من بہلائی کیلئے لا کر دے دیتا ہے، ویسے کیا نام ہے حاجی حکیم کی پوتی
"کامق۔۔۔۔۔

گھٹیاں انسان ! ان کا نام بھی اپنی گندی زبان پر لانے کی جرات بھی مت"
کرنا۔۔۔"زخمی ناگ کی طرح بل کھاتا وہ پلک جھپکتے گارڈز کو دھکا دے کر
اخلاق حسین کی گردن دبوچ چکا تھا۔

دد۔۔دلاور۔۔دلاور نہیں۔۔دلاور وہ بس تمہیں اکسا رہا ہے۔۔۔"گارڈز"
کے برابر پوری طاقت سرف کر اسے جدا کرنے کی کوشش میں شامل معظم
اس کی جنون خیزی کے آگے بے دم تھا۔

اپنے ہٹے کٹے گارڈز کی زعم میں غلط الفاظ کا انتخاب کر وہ کتنا بڑا جان کا جوکھم
اٹھا چکا تھا یہ اس کی حد سے اُبلی آنکھیں دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

"دلاور پلیز۔۔دلاور چھوڑ دے وہ مر جائے گا۔۔۔۔۔"

دور ہٹو تم۔۔۔۔۔" جھٹکے سے معظم کو جھٹکتا وہ اشتعال کے مارے قہر کا"

روپ دھار کر اپنے حواسوں پر سے قابو کھو چکا تھا۔

دلاور۔۔۔دلاور۔۔۔۔"اخلاق حسین کی غیر ہوتی حالت سے حواس باختہ"

معظم واپس اس کی طرف لپکا۔

دفعتاً پشت پر گاڑیاں رکنے کی آواز آئی اور باران کے ہمراہ دوڑتے ہوئے آئے گارڈز سمیت سب نے بڑی مشکل سے اس بھپرے ہوئے شیر کے پنجے سے تڑپتے ہوئے اخلاق حسین کو آزاد کیا جس کی روح بس قبض ہونے کی کسر سے چوک گئی تھی۔

بری طرح کھانستا ہانپتا کانپتا ہوا وہ بکتا جھکتا بڑی بڑی دھمکیاں دیتا ہوا وہاں سے روانہ ہوا تھا اس دوران باران معظم سمیت چار گارڈز نے قہر بن کر ٹوٹ پڑنے کو مچل رہے دلاور کو کس طرح قابو کیا تھا یہ وہی جانتے تھے۔۔

"پانی پیو۔۔۔۔"

گارڈ کے ہاتھ سے پانی لیکر باران نے نشانہ چوک جانے پر مشتعل ہوئے شکاری کی طرح ہاتھ مل رہے اس کی جانب بوتل بڑھایا۔

جواب میں اس نے قہر برساتی نگاہ اس پر ڈالی اور بونٹ پر زور کا مکا جڑا۔

میں نے کہا پانی پیوٗ۔۔۔"معظم کے اشارے کو نظر انداز کرتا وہ مقابل" آیا۔

مجھے کیا کرنا ہے یہ مجھے کوئی نہیں بتاتا باران سا۔۔"زہر خند لہجے میں بوتل" ایک جانب اچھالتا وہ پھنکارا۔

باران نے تحمل سے سیکنڈ میں سڑک کو سیراب کر گئی خالی بوتل کو دیکھا پھر اس کی کنپٹی کی پھڑ پھڑاتی رگ کو جن میں شائد اس لمحے شرارے دوڑ رہے تھے۔

اور پلٹ کی مودب کھڑے گارڈ کو اشارہ کیا۔

پانی پیوٗ! ہر مسئلہ کا حل دنگا فساد نہیں ہوتا۔۔"زبردستی اس کے ہاتھ میں" بوتل تھماتا وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

آپ شریف زادے کیلئے نہیں ہوتا ہو گا، لیکن مجھ حریف زادے کیلئے دنگا"
فساد ہی سب ہوتا ہے، اس لی ئے گیان چند نہیں بنیں آپ۔۔" گرج کر
استہزائیہ جتاتا وہ واپس بوتل اچھالنے لگا کہ باران نے ہوا میں ہی ہاتھ کو روک
دیا۔

جوش اچھا ہے جب تک ہوش کے ساتھ رہے، پانی پیو ہوش میں آؤ اور"
حویلی چلو، معظم کی کال سنتے ہوئے میں دی جان کے سامنے تھا، آگے تم
سمجھدار ہو ساتھ نہیں چلوگے تو کیا ہو گا۔۔۔" ٹھہرے انداز میں کہتا ہاتھ
چھوڑ کر وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

جس پر دلاور نے بھسم کرتی نگاہ اس منجر پر ڈالی جو الٹا اسے ہی گھور رہا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

حویلی کے احاطے میں قدم رکھتے ہی ہال میں مضطرابانہ انداز میں ٹہل رہی
دی جان جس بے قراری سے اس کی سمت لپکی تھی۔ انھیں اپنے حصار میں
لیتے رگ وپے میں دوڑتے شرارے عضلات میں تناو آپ ہی آپ زائل ہو

گیا تھا۔ تبھی دندناتے ہوئے داجی سمیت شہباز، شیر از عثمانی اور دونوں داماد ظفر اور قدیر جیلانی داخل ہوئے اور دلاور کی فوراً بیٹھک میں پیشی طلب کی گئی۔

کیونکہ جان جوکھم میں ڈال کر ہی سہی اخلاق حسین اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا اسے اکسا کر ہاتھا پائی تک بات پہنچانے میں۔

اتنی سی دیر میں جھڑپ جنگل کی آگ کی طرح گاؤں سمیت پنچایت تک پہنچ چکی تھی جس پر داجی کے غصہ کا لاوا پھوٹنا لازم تھا۔

سراسیمہ دی جان نے ڈھال بننا چاہا پر داجی کے تیور دیکھ دل مسوس کر رہ گئی جبکہ حاکم سرکار نامی آتش فشاں جس پر پھوٹنا تھا وہ اطمینان سے جیکٹ کا کونہ جھٹکتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔

بیٹھک کی دہشت زدہ فضاء داجی کی جلالی دھاڑ سے تھرا رہی تھی سب اپنی جگہ دبک کر یوں بیٹھے تھے کہ سانس بھی اگر زور سے لیا تو شائد اگلی ضبط کر لی

جائے لیکن وہ یوں پشت پر ہاتھ باندھے قیمتی قالین کی نقش و نگاری کو جوتے کی نوک سے کھرچ رہا تھا جیسے بورنگ فلم کی ٹکٹز لیکر اب ٹائم پاس کر رہا ہو۔

سنائی دے رہا ہے تمہیں۔۔؟آخر ضرورت کیا تھی تمہیں اخلاق حسین کا"

راستہ روکنے کی۔۔۔۔؟"بھڑکتے اشتعال سے داجی کی آواز بری طرح مرتعش تھی۔

اس نے پہلے میری ٹرکوں کا راستہ روکا تھا۔۔۔؟"اس کی نگاہ بے خوفی سے" اعتراض میں اٹھی۔

"تو۔۔۔؟"

تو۔۔۔؟تو یا تو کل مقررہ وقت پر ڈلیوری نہیں پہنچتی اور ایک اچھا سودا" میرے ہاتھ سے نکل جاتا، یا پھر ون وے سڑک کو آدھا گھیر کر کھڑی اخلاق حسین کی ٹرکوں کے سائیڈ سے گزارنے کی کوشش میں کچی لکڑیوں سے بھری ٹرکیں لڑھک جاتی اور ڈرائیور سمیت اس پر سوار مزدوروں کی جان پر

بن آتی۔۔"پشت پر بازو باندھ کر گردن کو اٹھا کر اس نے ایک ایک لفظ کو دانتوں تلے پیسا تھا۔

تو تم ہمیں یہ پہلے بتا سکتے تھے بجائے خود جا کر ٹیپو سلطان بننے"

کہ۔۔۔۔؟"بنا متاثر ہوئے چڑھائی ہوئی جس پر وہ کچھ سخت کہنے کی خواہش دبا تا لب پیوست کر گیا۔

بات کچھ نہیں ہے بابا سا! اسے بس موقع چاہیئے اپنی حریف گیری جھاڑنے" کا اپنے منتقم عزائم کو انجام دیکر ہماری ساکھ خراب کرنے کا۔۔۔" تنفر زدہ نگاہوں سے اسے گھورتے شہباز عثمانی نے ہنکار بھرا جس پر اپنی نشست سنبھال رہے داجی نے فہمائشی نگاہوں سے انھیں دیکھا تو وہ نگاہ جھکا گئے۔ جبکہ دلاور کی استہزائیہ چبھتی نگاہ اپنے باپ پر گئی تھی جن کی نظریں آج بھی جھکی ہوئی تھی۔

میں جا سکتا ہوں اگر آپ کے تقاریر ہو گئے ہوں تو۔۔۔؟"کوفت سے" گردن کو دائیں بائیں جھٹکا دیکر کڑکڑاتے ہوئے پوچھا۔

ہمم ! کل پنچایت میں حاضر رہنا،اور الیکشن تک حالات نازک ہیں اپنے" ہاتھ پیروں پر قابو رکھو۔۔۔"نرمی سے مبر اانداز میں داجی نے تنبیہ کیا۔ جس پر اس کے اٹھتے قدم رکے۔

میرے ہاتھ پیر کی گارنٹی مقابل کی حرکتوں سے ایکسپائیر ہوتی ہے آپ" "بھی جانتے ہیں۔۔۔۔

"تم جانتے ہو وہ جان کر تمہیں اکساتا ہے۔۔" اسے بھی معلوم پڑنا چاہئے مجھے اکسا کر وہ اپنی ہی زندگی سے کھیل رہا" ہے۔۔۔"شانے سے نادیدہ گرد صاف کرتا ہٹیلے انداز میں کہہ کر وہ یوں شانِ بے نیازی سے نکل گیا جیسے اتنی دیر تک داجی دیواروں پر غصہ نکال رہے تھے۔

"بابا سا! یہ لڑکا ہمارے لیئے مشکلیں کھڑی کر۔۔۔" اس کا نام ہے ایک،دلاور۔۔۔"داجی نے بدقت ناگواریت سے ٹوکا۔"

دوسرا اہم سبھی جانتے ہیں اخلاق حسین کیسا بد قماش فطرت کا انسان"
ہے، حکیم صاحب والے معاملے میں ناکامی کے بعد سے اس نے بہت سے
اوچھے ہتھکنڈے اپنائیں ہیں، اور جب ان ساروں پر دلاور نے کوئی رد عمل
ظاہر نہ کیا تو اس کے کام کو نشانہ بنایا جس کے پیچھے وہ رات دن کا فرق مٹا کر
خود کو جھونک دیتا ہے۔۔ ساری معلومات ہے میرے پاس۔۔۔۔" ماتھے پر
سوچ و تناو کے بل نمودار کئے وہ بھینچے پر سوچ انداز میں بولے۔
"آپ کو کیسے پتا۔۔۔؟"
"احمقانہ سوال ہمیں سخت ناپسند ہے۔۔۔"
معذرت!" ظفر جیلانی فوراً سٹپٹائے۔"
باغی ہے وہ، سرکشی اس کے لہو میں دوڑتی ہے، ساتھ آدمی نہیں رکھنا چاہتا"
ہمارے، اس لئے سایہ چھوڑ دیا ہے ہم نے اس کے پیچھے، جو پل پل کی خبر
دیتے ہے، اس ٹرک والے معاملے پر ہم آج کی میٹنگ سے واپسی پر کام

کرنے ہی والے تھے کہ۔۔۔خیر کل پنچایت میں حساب بے باق کر لیں گے۔۔۔"سر جھٹکتے وہ اپنا ڈنڈا تھام کر کھڑے ہوئے تھے۔

اخلاق حسین کی اوُنگے بونگے سازشوں کو وہ نظر انداز کر رہے تھے کیونکہ الیکشن سے پہلے ایسی بوکھلاہٹ کا دورہ اسے ہر بار پڑتا ہی تھا۔

آتے ہوئے وہ باغ کے پیچھے شہر کو جاتی اس سڑک کا نظارہ بھی کر آئے تھے جہاں سے اخلاق حسین کا کوئی کاروبار نہیں چلتا تھا محض دلاور کو ٹریگر کرنے کیلئے اس نے ترتیب سے آٹھ سے نو بڑی بڑی لاریاں ایسے سڑک کنارے کھڑی کی تھی کہ چھوٹی موٹی گاڑیاں تو گزر سکتی تھی لیکن بڑی گاڑی کا گزر مشکل تھا اور زبردستی کوشش کی صورت کھیتوں میں ٹرک کے لڑھک جانے کے قوی امکان تھے۔

چونکہ عثمانی خاندان کی لے دیکر ایک ہی کمزوری تھی دلاور عثمانی، اکھڑ مزاج سرکش جسے لوگ کم ہی پسند کرتے تھے، جس پر لگا کوئی بھی الزام اس لیئے

بھی بنا تصدیق ایمان لا لیا جاتا تھا کیونکہ صفِ اول میں اس کے نام نہاد اپنے ہی کھڑے ہوتے تھے۔

اور اس کی کمزوری تھی اس کا باغ 'گلستان بہار، جسے اس نے خون پسینہ سے سینچا تھا جہاں سے جڑی چھوٹی چھوٹی چیزیں اسے بے حد عزیز تھی۔ جسے اخلاق حسین کا عامیانہ دماغ اپنے فائدے کیلئے استعمال کرنا چاہتا تھا کئی مرتبہ اس حماقت کا خمیازہ بھگتنے کے باوجود بھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

باران آخر تمہیں ضروری کیا تھی اس لڑکے کے پھڈوں میں پڑنے کی" اسے عادت ہے کبھی اس سے تو کبھی اس سے سینگ لڑا کر جھمیلے کھڑا کرنے کی"۔۔۔۔

دی جان کی اصرار پر کاٹیج کیلئے نکل رہا وہ طوعاً و کرہاً واپس آیا تو ہال میں دبی آواز میں ناظمہ بیگم کو باران پر ناراض ہوتا دیکھ آنکھوں میں دلچسپی لیئے قدم روک گیا۔

ہاں باران ! یہ سب جھمیلے تمہارے لی ئے ٹھیک نہیں ہے، تم بہت عزیز ہو" ہم سب کو، تمہاری جان بہت قیمتی ہے ہم سب کیلئے، ایسے ہی ایرے غیرے کے پچھڑوں میں پڑ کر خود کو نقصان مت پہنچاؤ۔۔۔" ثمرہ بیگم محبت سے لبریز لہجے میں دلاور کیلئے نفرت ہی نفرت پنہاں کئے نثار گئی جس پر دلاور کی لبوں پر رقصاں زخم خوردہ مسکراہٹ گہری ہوئی۔ جسے دیکھ دی جان کا کلیجہ پسیجا تھا۔

"!! چلو بچے"

اس کے بازو کو تھامتی دی جان ملتجی ہوئی۔

ساتھ اپنی محبت کو کوسا بھی جس سے مجبور ہو کر وہ اسے یہاں رہنے پر مجبور کرتی تھی جہاں ہر کوئی اسے گھائل کرنے کیلئے لفظ و لہجے کے زہر میں بجھے تیر سفاکیت سے داغنے کیلئے تیار رہتا تھا۔

ریلیکس جانِ دلاور! مزہ آرہا ہے مجھے تو۔۔۔"اس نے اطمینان سے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیکر انگوٹھے سے سہلایا چبھتی ہوئی نظریں دلچسپی کے ساتھ وہیں مرکوز تھی۔

وعدہ کرو مجھ سے آج کے بعد تم اس کے کسی معاملے میں نہیں"

پڑوگے۔۔۔؟"ناظمہ بیگم نے ہاتھ آگے کیا۔

ماں سا پلیز! کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو۔۔۔؟" باران جھلا گیا تھا۔"

ان لوگوں نے تو رائی کا پہاڑ ہی بنا دیا تھا۔

اس لڑکے کی چکر میں میں اپنا میزان کھو چکی ہوں باران! تم پر ایک کھروچ" بھی میں برداشت نہیں کر سکتی، وہ لڑکا بہت خطرناک ہے اس کا سایہ جس پر۔۔۔"آدھی ادھوری معلومات کی بنا ناظمہ بیگم ہزیانی ہو رہی تھی۔

فار گاڈ سیک ماں سا! میں آپ کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتا، بٹ یہی وجہ ہے جو" میں یہاں آنا نہیں چاہتا، شدید وحشت ہوتی ہے مجھے یہ سب دیکھ کر۔۔اور دلاور نے مجھے وہاں نہیں بلوایا تھا انوالو ہونے کیلئے، اور نہ دلاور کی کوئی غلطی

ہے،اس کی جگہ میں میزان یا کوئی بھی ایکس وائے زی ہوتا اس کا بھی اپنی وائف کو بیچ میں گھسیٹنے پر وہی اگریسوری ایکشن ہوتا۔۔"جھلائے کسی قدر دکھ بھرے انداز میں کہتا وہ بنا مزید اک پل رکے ڈائینگ ایریا کی طرح بڑھ گیا تھا۔

باقیوں کے برعکس پوتے کی سوچ پر مسرور ہوئی دی جان نے وائف والے ٹوئسٹ پر آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا جو نگاہ چراتا سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا کہ داجی نے آواز لگادی۔

"کھانے کی میز پر چلو سب وہاں جا رہے ہیں، نیک بخت آپ بھی آئیں۔۔۔"اسے روکتے داجی نے دی جان کو بھی اشارہ کیا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔۔"ہر بات پر اختلاف تو جیسے اس کی عادت بن چکی تھی۔

"!نیک بخت"

بقیہ الفاظ حزف کرتے داجی نے دی جان کو یوں دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں اب میں کچھ کہوں گا تو آپ خفا ہو جائیں گی۔

"!چلو"

دی جان اس کا بازو تھامتی زبردستی لیکر گئی۔

زبان سے نہ سہی لیکن تاثرات سے سب ہی نے ناگواریت کا اظہار کیا تھا باقی ینگ پارٹی میں سوائے رخسار کے کسی نے نوٹس ہی نہیں لیا اس کا۔

بابو سا! بھابی سا نے دال کی جگہ آپ کیلئے یہ بنایا ہے۔۔"دال کی طرف"

بڑھتا اس کا ہاتھ ملازمہ کی مداخلت پر حیرانگی سے ٹھٹھکا ساتھ بھویں سکوڑ کر اس نے ملازمہ کو دیکھا۔

جی چھوٹی بھابی سا نے کہا ہے۔۔۔"ڈونگا اس کے قریب کھسکاتی اس کے"

تیور دیکھ ملازمہ نے حلق تر کیا۔

اب گھور کیا رہے ہو لے لو بیوی نے بنایا ہے تمہاری۔۔۔"داجی نے بیوی"

پر زور ڈالا۔

آپ لے لیں۔۔۔"اس نے فوراً ڈونگا اٹھا کر اس کی سمت بڑھایا۔"

میں تولونگا ہی۔۔۔"داجی بھی فوراً ہی تھام گئے تھے۔"

بچی کتنا خیال رکھتی ہے میرے دلاور کا۔۔۔"داجی کے بعد کٹوری میں دال" نکال کر دلاور کی پلیٹ میں رکھتی دی جان نہال ہوئی تھی۔

بس آپ کا بچہ بھی قدر کر لے اس بچی کی، ورنہ حویلی والے حکیم صاحب" سمیت کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔۔۔"ثمرہ بیگم کی آواز اتنی تو اونچی تھی کہ سبھی محظوظ ہو سکیں۔

ثمرہ خاموشی سے کھانا کھاؤ۔۔۔"داجی کا تنبیہی لہجہ ابھرا تو وہ سر جھکا گئی۔"

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ اپنی جگہ بیٹھی کتاب کے مطالعے میں مشغول تھی۔ ملائم چہرے پر وہی ٹھہرے دریا سا سکون رقصاں تھا کہیں کسی تناؤ یا تلخی کا شائبہ تک ڈھونڈھنے سے مفقود تھا۔۔

آہٹ پر پلکوں کی جھالڑ اٹھی، پتلیاں بالکل آئینہ کی طرح صاف تھی کہیں کوئی تاسف یا تردید کا گدلا عکس ان چشم غزالی کی چمک کو ماند کرنے کیلئے نہ ابھرا تھا۔

تازہ تازہ جھڑپ پر الزام دیتی ہوئی برہم و تمسخر بھری نگاہیں دباد بالہجہ تقریباً سبھی کا اس نے دیکھا اور سنا تھا۔

پھر کس طرح ممکن تھا کہ بات اس کی سماعت تک نہ پہنچی ہو پھر یہ اس قدر پر سکون کیوں ہے آخر۔۔۔؟

وہ الجھا الجھا سا واش روم گیا چینج کر کے واپس آتا اپنی جگہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھا فون میں بلاوجہ انگلیاں چلاتے کئی مرتبہ نگاہ اس پر گئی لیکن وہاں کوئی تغیر نہیں آیا تھا۔

"!سنیئے"

جھلا کر فون سائیڈ پر رکھتا وہ دراز ہونے لگا کہ مدھر پکار سماعت میں گونجی۔

"!کہیئے"

وہ جھٹ یوں نیم دراز سے مستعد ہو کر بیٹھا جیسے اسی پکار کا منتظر ہو مقدس اس کی پھرتی پر سٹپٹا سی گئی۔

"وہ۔ ہمیں آپ سے کچھ پوچھنا تھا۔۔۔"

اہ! تو نوری ایکشن سیدھا ایکشن ناٹ بیڈ حکیم صاحبہ۔۔ "بدگمانی کے کمینے" خیال نے فوراً ذہن کو جھنجھنایا۔

کہئے! کیا پوچھنا ہے آپ نے۔۔؟" گلا کھنکار کر وہ پوری طرح متوجہ ہوا۔" جواباً اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہی مقدس کنفیوژ ہوتی لب چباتی ہوئی اوراق الٹنے لگی تھی کہ آیا پوچھے یا جانے دے۔۔

پوچھ بھی چکیں۔۔۔ "سیدھے منہ کلام نہ کرنے والا آج اس کے توقف" لینے پر خفا ہو رہا تھا۔

وہ ہم پوچھنا چاہ رہے تھے کہ۔۔۔ مطلب ہمیں جاننا تھا۔۔۔ کہ دال کیسی" بنی تھی۔۔۔۔؟" دو تین بار ربط توڑ کر اس نے بلا آخر بات مکمل کی۔۔

تو آپ جاننا چاہ رہی ہیں کہ ۔۔۔دال۔۔وہاٹ دال۔۔۔۔؟" تلخ سوال"
سننے کیلئے بے تاب سماعت میں 'دال' پڑنے پر اس نے اپنی جگہ اچھل کر
اچنبھے سے دیدے پھاڑ کر اپنی زوجہ کو دیکھا۔
جو بے تکا سوال داغ کر یوں گھبراہٹ سے اوراق الٹ رہی تھی جیسے اس نے
راکٹ سائنس کا فارمولا پوچھ لیا ہو۔۔
"وہ گزشتہ دنوں آپ گھر ہوتے نہیں تھے جس وجہ سے ہم آپ کے زخموں
کی حالت دیکھ نہیں سکے، گھر دال بن رہی تھی، دی جان نے بتایا کہ آپ کو
دال بہت پسند ہے، لیکن زخم میں دال کھانا ٹھیک نہیں ہوتا اس لی ئے ہم نے
آلو کی دال بنادی تھی، امید کرتے ہیں آپ کو پسند آئی ہو گی۔۔۔۔"چند
ساعت اس کی صدمہ زدہ نگاہوں کی حصار میں ویسے ہی رہنے کے بعد وہ
وضاحتاً اناپ شناپ بول کر خود خجل سی ہوئی تھی۔

جواباً دلاور نے طویل سانس فضا کے سپرد کرتے آنکھیں سکیڑ کر کھوجتی نگاہوں سے اس کے اک اک نقش کو جانچا کہ آخر کہاں محترمہ وہ تلخیاں وہ انکشافات کے حیرت انگیز تاثرات چھپاتی ہے؟

لیکن بے سود آئینہ جبین سے لیکر غلافی آنکھوں تک اور وہاں سے شنگرفی لب تک سبھی پر مقابل کا بھرپور اختیار تھا۔

دیکھتے ہیں کب تک۔۔۔؟" ہنکار بھرتا وہ جھلا کر اپنی جگہ دراز ہوا۔"

مقدس اٹھ کر لائٹ آف کرتی اپنی جگہ آکر بیٹھتی اس کی پشت دیکھتی انگلیاں چٹخانے لگی تھی۔۔

وہ ہمیں اک اور بات پوچھنی تھی اگر آپ خفا نہ ہوں تو۔۔۔؟"ہمت مجتمع" کر اس نے پھر سابقہ انداز اپنایا۔

اپنے رسک پر پوچھیں، میری کوئی گارنٹی نہیں ہے، ویسے ہی خاصا سنکی بندہ" ہوں۔۔۔" پچھلے تجسس کا ستیاناس مارے جانے پڑ حساب برابر کرتے اس نے ہری جھنڈی دکھائی۔

وہ ہم اپنے ابا سے ملنے جانا چاہتے ہیں۔۔۔؟"اس نے جھجھک کر مدعا رکھا۔"

تو چلی جائیں۔۔۔"جواب سیکنڈ میں بے نیازی میں لپٹا ہوا آیا۔

"واقعی۔۔۔لے چلیں گے۔۔؟"

پرجوش اونچی آواز پر دلاور کی گردن حیرت سے اس کی سمت گھومی اس کا الوہی خوشی سے تابناک چہرہ تاروں سی چمکتی آنکھیں دیکھ وہ لحظے بھر کیلئے مسحور رہ گیا تھا۔

میں جا کر کیا کروں گا۔۔۔؟"نگاہوں کا ارتکاز توڑے بغیر ہی سحر سے نکل" کر وہ لاتعلقی کا اظہار کر گیا۔

جس پر نینوں کے روشن دیپ پل میں تاریک ہوئے۔

ساتھ ہی وہ سنجیدہ مرجھائے چہرے کے ساتھ اپنی جگہ کروٹ لیکر سر تا پا چادر میں یوں روپوش گئی، معنوں ناراض ہو گئی ہو، لیکن باوجود کوشش کے اسے اپنی غلطی کہیں نظر نہیں آئی تھی۔

مجھے کیا۔۔۔؟" بے اعتنائی کی خول چڑھاتا وہ بھی شانے اچکا کر پشت موڑ کر " آنکھیں موند گیا۔

لیکن ذہن سے سیکنڈ میں الوہی خوشی سے چاند کو مات دیتا چہرہ پھر اماوس کی رات کی طرح تاریک ہوئی بجھی بجھی آنکھیں جیسے چمٹ ہی گئی تھی۔۔

"سو گئی آپ۔۔۔؟"

ذہن میں پڑی گرہ سے عاجز آ کر اس نے گتھی سلجھانے کیلئے ہولے سے آواز لگائی لیکن جواب ندارد۔

پھر گردن ترچھی کر کے دیکھا دوسری طرف کوئی ہل چل نہیں تھی۔ جس پر اک بے سبب بے کلی نے نیند میں جانے تک اسے بے چین رکھا۔

سنو جاناں!

میں بے فکر باغی سا لڑکا،

تمہاری خاموشی سے فکر مند ہو جاتا ہے،

میری بے پروا بیراگی فطرت،

!تمہاری بے رخی کی پروا کرتی ہے

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آپ اس نالائق کی حرکتوں کو سوچ کر خود کو ہلکان نہیں کریں۔ حرکت تو"
بلاشبہ اپنے جیسی حریف ہی کی ہے، لیکن پس منظر کو دیکھتے اسے معافی مل
سکتی ہے۔۔۔۔" پنچایت کیلئے نکل رہے داجی نے فکر کی پرچھائیوں سے
زوجہ کے مرجھائے چہرے کو دیکھتے مخصوص انداز میں ڈھارس بندھائی۔
"ہاں! لیکن۔۔۔"
کوئی لیکن ویکن نہیں۔۔ میں اس کی جگہ ہوتا اور کوئی آپ کے لیئے ایسی"
اناپ شناپ بات نکالتا تو میں بھی اس کا چوکھٹا بگاڑنے سے خود کو روک نہیں
پاتا، آپ کو تو خوش ہونا چاہیئے کہیں تو وہ نالائق میرے نقش قدم پر چل رہا
ہے۔۔۔۔"ان کے دونوں شانوں پر نرم گرفت بناتے وہ شرارت سے
بولے تو دی جان جھینپ سی گئی۔

آپ کو دیر ہو رہی ہے۔۔۔"شال اٹھاتی وہ نگاہ جھکائے بولی۔۔"

"مہربانی!!"محبت پاش نگاہوں کی حصار میں لی ئے ان کے آگے شانے جھکاتے داجی ان کے شرمانے کی ادا پر قربان گئے تھے۔

اس بیگ میں دوائیوں کے ساتھ سوئیٹر بھی ہے، یاد سے پہن لیجئے گا، شام" ہوتے ہی سردی بڑھ رہی ہے، لہٰذا لاپروائی نہیں کیجئے گا کام ہوتے رہیں گے صحت ضروری ہے۔۔۔"بیگ ان کی طرف بڑھاتی وہ نرم لہجے میں استحاق لی ئے بولی۔

آپ کا حکم کبھی تاجور عثمانی نے ٹالا ہے۔۔۔؟"سر کو ذرا سا خم دیتے انھوں" نے بیگ سنبھالا۔

"اک اور گزارش تھی۔۔۔"

آپ حکم کرتی اچھی لگتیں ہیں۔۔۔!"داجی ترنگ میں بولے۔"

جس پر دی جان نفی میں سر ہلاتی لجا سی گئ تھی۔

"کافی سال ہو گئے ہیں اس سوئٹر کو شہر جائیں تو نیا لے لیجئے گا۔۔۔"

یہ تو ناممکن ہے، اسے آپ نے ہمارے لیئے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اس کی جگہ نہیں بدل سکتی، اس کے علاوہ کچھ کہیں تو سر آنکھوں پر۔۔۔۔" ان کا وہی سابقہ جواب تھا۔

"اللہ! اللہ! شہباز کے ابا سارا رومانس آج ہی جھاڑ لینا ہے آپ نے؟ بندہ کان بھی بند کرے تو کتنی دیر۔۔۔۔؟" دھڑ سے دروازہ کھول کر وہ کھیر میں نمک کی طرح حاضر تھا۔

جس پر ہڑ بڑائی دی جان اس کے پیچھے باران کو مسکراہت ضبط کرتا کھڑا دیکھا خفت کے مارے سر جھکا گئی تھی۔ جبکہ داجی کا پارہ چڑھ گیا تھا۔

"تم پھر سے نازل ہو گئے۔۔۔؟"

"ظاہر ہے، اپنی جانِ تمنا کا دل بہلانے آیا ہوں، آپ تو دو میٹھی بات چپکا کر چل دیتے ہیں۔۔۔۔" آنکھیں مسلتا ہوا وہ بے تکلفی سے اندر داخل ہوا۔

"اتنی ہی فکر ہے تو ان کی گود میں ایک 'پڑ پوتا' کیوں نہیں ڈال دیتے۔۔۔؟ دل بہلا رہے گا ان کا۔۔۔۔۔

اتنی ہی فکر ہے تو ان کی گود میں ایک 'پر پوتا' کیوں نہیں ڈال"

دیتے۔۔۔؟ دل بہلا رہے گا ان کا۔۔۔۔" برجستہ انداز میں انتہائی ذاتی وار ہونے پر جہاں اس کے لب وا ہو کر مفہوم اخذ کر تیزی سے پیوست ہوئے وہی دی جان اور باران نے دانتوں تلے لب دباتے امڈ آئی ہنسی کو دبایا۔۔ جبکہ وہ داجی کی خود پر گڑی حظ اٹھاتی نظروں سے تذبذب کا شکار آئینہ کے مقابل جا کر الجھے بالوں کو دل جمعی سے سلجھانے لگا تھا جیسے یہی اس وقت اہم ہے۔ لیکن داجی بھی داجی تھے دام میں آئے دشمن کو چھوڑ کیسے دیتے۔۔ جواب نہیں دیا۔۔۔؟"اس کے برابر آ کر خواہ مخواہ چادر درست کرتے" انھوں نے طول دیا۔

سوال پسند نہیں آیا مجھے۔۔۔" نخوت سے کہتا وہ فوراً قریم سے دور ہوا۔"

سوال کس کافر نے کیا ہے میں نے تو مخلصانہ مشورہ دیا ہے۔۔۔"لطف لیتے" انھوں نے پھر نشانہ لیا۔

میں دشمنوں سے مشوے نہیں لیتا۔۔"لہجہ محترز مگر چڑ چڑا سا تھا۔"

پڑ دشمن کی بیوی سے جھوٹی محبت کا دعویٰ کرتے ہو۔۔؟"وہ اس کی فرار کی" کوشش زائل کرتے مقابل ایستادہ ہوئے۔

میری محبت جھوٹی نہیں ہے۔۔"اس کا لہجہ بھینچا۔"

تو ثابت کرو۔۔۔۔"چیلنجگ نظریں اس کے خفت و کوفت سے تپے تپے" چہرے پر گاڑے انھوں نے سینے پر اطمینان سے باز و باندھا جیسے انھیں کوئی کام ہی نہ ہو اور۔

جانِ دلاور! آج آپ کے سر تاج کو اپنی سلطنت کی سیر پر نہیں جانا، خواہ" مخواہ میں مسخری کئے جا رہے ہیں۔۔۔۔"طیش بھرے انداز میں بلا آخر ایک کونے میں باران کے ساتھ کھڑی محظوظ ہو رہی دی جان کی باری آئی۔

اپنے لاڈلے سے کہیں نیک بخت ! قسمت اچھی ہے جو مجھے ایک جگہ جا کر "
پھر پنچایت میں شرکت کرنی ہے ورنہ حاکم سرکار اتھرے گھوڑے کی
سواری اور جال میں آیا شکار کبھی ایسے ہی جانے نہیں دیتے۔۔۔"غلط وقت
پڑ وائیبریٹ ہو رہے فون پر نظر ڈالتے انھوں نے جتایا جس میں کچھ مزیدار
موقع نکل جانے کا ملال بھی تھا۔
نوازش !" وہ ہنکار بھرتا ہوا بیڈ کی سمت بڑھ گیا تھا۔"
ٹھیک دو گھنٹے بعد اسے کہئے سرپنچ صاحب کے ڈیرے پر اعزاز و صولنے پہنچ "
"جائے۔۔۔
"!اور ہاں نیک بخت"
بیگ لیکر دروازے کی سمت بڑھے داجی کے قدم دہلیز پر ٹھٹھکے ساتھ کسی
کمینے خیال سے ان کا بارعب چہرہ چمکا۔
آنکھوں کا آپریشن آپ کا ہو چکا ہے اور سردیوں میں بنائی کا آپ شوق "
رکھتی ہیں، سو شہر واپسی پر رنگ برنگے اون اور کروشئے لے آؤں گا، تاکہ اس

سردی بُنائی سے دل بہلائیں اور اگلے برس پہننے والا آہی جائے گا آپ کے خیر خواہ کی طفیل۔۔۔۔۔۔"بھڑکا دینے والے انداز میں آخری میزال نما شگوفہ چھوڑ کر وہ اس کے تاثرات دیکھنے کی خواہش دباتے باہر نکل گئے تھے۔

ان شاءاللہ!!"دی جان نے صدق دل سے باآواز بلند مہر لگائی۔"

میں سو سکتا ہوں آج کی تاریخ میں۔۔۔۔؟"ادھر بیڈ پر دراز ہوتا وہ جل بھن کر رہ گیا تھا۔

جی نہیں سو سکتے آپ۔۔۔۔"دی جان کا کھڑا جواب تھا۔"

باران خاموش تماشائی کا کردار جاری رکھتا جا کر دی جان کی تخت پر بیٹھ گیا تھا۔

جلدی سے اٹھو تیار ہو کر پہلے بچی کو میکے چھوڑو پھر پنچایت جاؤ اور اس کے بعد واپس سے حکیم صاحب کے پاس ہی جانا ہے تمہیں۔۔۔۔۔۔"

کیا۔۔کیا۔۔کیا مطلب ہوا۔۔۔۔؟"یکے بعد دیگرے فرمان کی بارش پر" وہ ایک جست میں نشست چھوڑ کر دی جان کے مقابل آیا تھا۔

جواباً دی جان بے تکان شروع ہوئی۔۔

کوئی فلسفہ نہیں سنایا ہے میں نے تمہیں جو الگ سے تشریح پیش"

کروں۔۔۔؟ایک مہینے سے زیادہ ہو گیا ہے تم لوگوں کی رخصتی کو اور اس بچی

کو اپنے میکے والوں سے ملے ہوئے، وہ معصوم شرم لحاظ سے کہہ نہیں رہی تو

ہم بھی بے حس بن جائیں۔۔؟ایک تو میں جھمیلوں میں الجھ کر بھول گئی

"تمہیں تو کم از کم احساس کرنا چاہئے تھا آخر کو۔۔۔۔۔

ایک منٹ۔۔۔!ایک منٹ۔۔۔یہ سارا ملبہ چاروں طرف سے آکر"

میرے سر کیوں گرتا ہے۔۔؟میں نے کسی کو باندھ کر نہیں رکھا ہوا

ہے۔۔۔خواہ مخواہ مجھ پر بل نہیں پھاڑیں۔۔۔۔"ہاتھ کھڑے کرتا وہ

بیزاریت سے اپنے تئیں سارے معاملے سے بری الذمہ ہوا۔

اب تم میرا دل دکھانے والی بات کر رہے ہو دلاور۔۔۔۔؟"دی جان"

متاسف ہوئی۔

میں نے کیا کیا اب۔۔۔؟"وہ جھلایا تھا۔"

دی جان خاموش نظر اس پر ڈالتی تپائی کی طرف بڑھی۔

"یہ تھال لیکر اپنے کمرے میں جاؤ اس میں تمہارے اور مقدس کے کپڑے ہیں، تیار ہو اور ایک خوشباش بیاہتا جوڑے کی طرح بچی کو لیکر اس کے میکے جاؤ۔۔۔"تپائی پر رکھے تھال کو اٹھانے کا اشارہ کرتی وہ حکمیہ انداز میں بولیں۔ لیکن وہ سپاٹ تاثرات سنگ کھڑا اُس سے مس نہ ہوا۔

"رشتے احساس سے بنتے ہیں احساس سے نبھائے جاتے ہیں۔۔ مقدس اپنے دادا کے بے حد قریب ہے، جس طرح تم میرے ہو، کبھی ایک دن بھی اپنے دادا سے الگ نہیں رہی تھی وہ شادی سے قبل۔۔۔اور تمہارے ساتھ رخصت ہونے کے بعد ایک مہینہ سے اپر ہو گیا ہے اس نے اس شفیق ہستی کا چہرہ تک نہیں دیکھا جسے دیکھے بغیر اس کا دن نہیں شروع ہوتا تھا۔اسے تم صبر وضبط کہو، ایثار وقربانی کہو یا عورت کے خمیر کی لچک جو اس نے ایک مرتبہ شکوہ تک نہیں لایا زبان پر، کوتاہی نہیں برتی اپنی فرائض سے۔۔ہمارے بھی کچھ فرض بنتے ہیں ناں اس کی

طرف۔۔۔؟میں نے کل اس سے کہا بھی تھا کہ تم سے پوچھ لے شائد وہ جھجھک کے مارے پوچھ نہیں سکی، تم سامنے جا کر اسے چلنے کا کہو گے تو بچی خوش ہو جائے گی۔جاؤ میرے بچے۔۔"اپنے نرم حلاوت سے پُر احساس کی حدت سے گداز لہجے میں سمجھاتے انھوں نے اس کے شانے سے پڑ دباؤ ڈالا تو وہ ایک نظر ان کے پُر امید پُر منور چہرے پر ڈال کر خاموشی سے تھال اٹھاتا ہوا کمرے سے نکل گیا تھا۔۔

اللہ تمہارے جوڑے میں برکت دے بچے!"اس کی پشت دیکھتے شادمانی" سے مسکرائی دی جان ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"تیار ہو جائیں۔۔۔۔"

بیڈ کی پائینتی پر تھال رکھتا ہوا وہ فون چارج میں لگانے کیلئے سائیڈ بورڈ کی طرف بڑھا گیا۔۔

جس پر کپڑے تہہ کر رہی مقدس نے ایک نا فہمی نظر اس تھال پر تو دوسری بورڈ کے پاس جھکے شخص کی چوڑی پشت پر ڈالی اور اس دو لفظی فرمان کو ذہن میں دہراتی وضاحت طلب کرے یا نا کرے کی کی کشمکش میں گرفتار ہو کر تہہ شدہ دوپٹے کو کھولنے لگی۔۔

یہ شخص نہیں اس کی زندگی کا سنسنی خیز خبر ہو گیا تھا جب بھی بات کرتا وہ بوکھلا ہی جاتی تھی۔۔

"اسے ہنوز میرے پاس وقت نہیں ہے، آپ ذرا جلدی کر سکتی ہیں۔۔؟" کھڑا دیکھ اس کی تیوڑی چڑھی۔

"جی وہ۔۔ لیکن جانا کہاں ہے۔۔۔۔؟"

"سوال نظر انداز کر تھال کی وہ دی جان نے آپ کو پہننے کیلئے بھیجا ہے۔۔۔ طرف اشارہ کرتا ہوا وہ کبرڈ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"ایک نظر تھال پر ڈال کر وہ پھر کیا ہم کا ٹیج واپس جا رہے ہیں۔۔۔؟" مستفسر ہوئی۔

"!نہیں"

"پھر۔۔۔؟"

"آپ کے ابا کے پاس۔۔۔۔؟"

"کیا واقعی۔۔۔۔؟"

پر جوش معمول سے بلند آواز پر دلاور قدرے حیرانگی سے مڑا۔ایک مرتبہ پھر گولڈن حجاب کے حالے میں بہار دکھاتے من موہنے نقوش کو الوہی خوشی سے تابناکیاں بکھیڑتا دیکھ ساکت ہوا۔۔

وہ۔۔ مطلب۔۔ کب تک چلیں گے۔۔۔۔؟"اس کی متحیر نگاہوں کا" ارتکاز محسوس کر خجل سی ہوتی وہ نگاہ جھکا گئی۔

جتنی جلدی آپ تیار ہو جائیں۔۔۔"وہ شانے اچکاتا ہوا کپڑے لیکر واش" روم میں بند ہوا۔

کم از کم یہ گتھی تو خیر سلجھ گئی تھی کہ رات محترمہ اچانک ہی میوٹ موڈ پر کیوں گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

یہ جادو آپ کس طرح کر لیتی ہیں دی جان۔۔۔؟" باران ورطہ حیرت میں"
ان کے قریب آیا۔

"کونسا جادو بھئی۔۔۔؟"

یہی جو کسی کی نہیں سنتا اس سے آپ سب منوا لیتیں ہیں۔۔" باران واقعی"
حیران تھا۔

کیونکہ جس طرح وہ ہتھے سے اکھڑا تھا ماننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا لیکن
دی جان۔

بچے! لوہا لوہے کو کاٹتا ہے یہ بات اپنی جگہ درست ہے، لیکن شرط یہ بھی تو"
لازم ہے نا کہ لوہے کو حدت پہنچائی جائے نرم کیا جائے۔۔۔" انھوں نے
فلسفانہ انداز اپنایا تو باران بھرپور انداز میں مسکراتا ہوا ان کے برابر تخت پر بیٹھ
گیا۔

ویل! باتیں تو آپ سے بہت سی کرنے کا من کر رہا ہے، لیکن داجی نے" پنچایت میں حاضر رہنے کیلئے کہا ہے، سو آپ بتائیں کیا بات کرنی تھی آپ کو مضراب بتا رہی تھی دو تین دن سے آپ ڈھونڈ رہی ہے مجھے۔۔۔" وہ مدبرانہ مگر عجلت بھرے انداز میں مدعا پر آیا۔

بات تو مجھے واقعی تم سے ضروری کرنی تھی باران۔۔۔" دی جان اسے" متوجہ دیکھ سنجیدہ ہوئی۔

ایسی بھی کیا بات ہے دی جان۔۔۔؟ کوئی پریشانی ہے کیا۔۔؟" ان کے" چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھتا ہوا وہ کچھ تشویش کا شکار ہوا تھا۔

نہیں! پریشانی والی تو کوئی بات نہیں، بلکہ خوشی کی بات ہے۔۔۔" وہ قصداً" مسکرائی۔۔

اچھا۔۔۔؟ پھر بتائیں۔۔۔" وہ ہمہ تن گوش ہوا۔"

جس پر تمہید باندھنے کیلئے دی جان درست الفاظ تلاش کرنے لگی کہ قائل نہ سہی کم از کم ہر بار کی طرح وہ سیدھا دو لفظی انکار نہ تھما دے۔۔

"اتنا کیا سوچ رہی ہیں۔۔؟"

سوچ رہی ہوں کہ ایسے کونسے الفاظ کا استعمال کروں کہ تم انکار نہ کر" سکو۔۔"اس کے وجیہ چہرے پر پر سوچ نگاہیں مرکوز کرے وہ خاص انداز میں گویا ہوئی۔

آپ بھی جانتی ہیں اختلافی رائے میں ہر موضوع پر نہیں رکھتا دی جان!" سوائے سیاست میں شمولیت اور شادی کہ۔۔"وہ بھی کائیاں تھا فوراً گہرائی میں اتر گیا تھا۔

جس پر دی جان بے اختیار کھسیا کر مسکرا دی۔۔

مسئلہ کیا ہے آخر بچے۔۔؟ کیوں بھاگتے ہو شادی سے، ماشاءاللہ سے اب تو" انیتس کے ہو گئے، اس عمر میں تمہارے بابا سا دوشیر جوانوں کے بابا سا بن گئے تھے، تم ہو کہ ٹال مٹول کئے جا رہے ہو، کم از کم انکار کی کوئی ایک ٹھوس وجہ ہی بتا دو۔۔۔۔؟"اس کے متبسم خوبرو چہرے پر جواب طلب نگاہ مرکوز کر دی جان نے موقع کو ذرا کھرے انداز میں لیا۔

کیا یہ ٹھوس وجہ کافی نہیں کہ آپ جیسا کوئی دوسرا وجود نگاہوں سے نہیں" گزرا۔۔۔؟"دی جان کا ہاتھ گرفت میں لیتا وہ جانفشانی سے بولا۔

"باران۔۔۔۔؟"

سچ میں دی جان! آپ میری آئیڈیا ہیں، نرم متحمل مزاج، سلجھی ہوئی" پیاری پیاری باتیں کرنے والی، اور یہ تو سارا زمانہ جانتا ہے آپ جیسا دوسرا بلکہ آپ کا پاسنگ بھی ڈھونڈنا کتنا دشوار ہے۔۔۔"اس نے بیچارگی سے آنکھیں پٹپٹائی۔

سمجھ رہی ہوں میں تم سب لڑکوں کی چالاکیاں، سب یہی کہہ کر ٹرخا رہے" ہو مجھے، لیکن میں تمہیں بتادوں دو تین لڑکیاں میری نظر میں ہے۔۔۔۔"دی جان مصنوعی خفگی سے گھورتی ہوئی اطلاعاً بولیں۔۔

دو تین۔۔ مطلب پانچ۔۔؟اسلام میں چار کی اجازت نہیں۔۔۔؟"وہ اب" بھی غیر سنجیدہ پہلو تہی پڑ عمل پیرا تھا۔

بدمعاش! میرے ساتھ مسخری کررہے ہو۔۔۔؟"دی جان نے گھوری" ڈالی۔

میری مجال! خیر میں ابھی چلتاہوں۔۔۔"وہ ان کے پختے ارادے بھانپ" کر بحث کو طول دینے سے پہلے عجلتاً کھڑا ہوا۔

باران! میں سنجیدہ ہوں، دلاور کی ہو چکی تمہاری ہو جانی چاہئے" اب۔۔۔"اس کی فرار کی کوشش پر دی جان مضبوطی سے بولیں تو اس کے متبسم نقوش میں سنجیدگی تیزی سے اتری۔

معذرت دی جان! لیکن آپ بھی جانتی ہیں مجھے یہاں کا ماحول نہیں" پسند، یہاں میں بندھنا نہیں چاہتا۔۔اور نہ ہی میں دیار غیر میں گھر بسا کر آپ لوگوں کو ہرٹ کر سکتا ہوں۔۔"اس نے راست گوئی سے اپنا قطعی انکار رکھا۔

یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی، شادی ضروری ہے زندگی کیلئے کب تک بھاگو" گے تم آخر۔۔۔؟"دی جان پریشان سی اس کے مقابل کھڑی ہوئی۔

میں بھی نہیں جانتا۔۔؟ مجھے آپ سب بے حد عزیز ہیں، لیکن مجھے اپنی"
زندگی میں ماں سا، چچی سا یا پھر پھپو سا لوگوں جیسا کوئی کردار نہیں
چاہیئے۔۔وہ لوگ اس رشتے سے مجھے عزیز ہیں۔ لیکن شخصیتاً جو کردار اس
حویلی میں ان لوگوں کا ہے وہ میری اعصاب پر بہت گراں گزرتا
ہے، راست انداز میں ایسی کسی ہستی کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا میرے
لیئے سوال ہی نہیں اٹھتا۔۔میں ادب ولحاظ میں کچھ نہیں کہتا لیکن
خیر۔۔۔"اس نے سرد آہ خارج کی۔دی جان ساکت تھیں۔
اور اس کے علاوہ مجھے اندازہ ہے آپ کے دو تین سلیکٹیڈ کینڈیٹ کون ہیں،"
اور ان میں سے کسی ایک کو سلیکٹ کرنے کے بعد باقی کا ری ایکشن کیا ہو گا
اس کا اندازہ آپ کو بھی ہو گا۔۔۔؟"تاسف زدہ مگر دوٹوک انداز میں وہ
بہت سے کڑوی سچائیوں کا ذائقہ لیئے تلخ مسکراہٹ لبوں پر سجائے کمرے
سے نکل گیا تو دی جان اپنی جگہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔۔

باہر موجود کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا بظاہر ہر معاملے سے دور رہنے والا

باران عثمانی اتنی گہرائی سے ایک ایک کا تجزیہ کرتا ہے، محسوس کرتا ہے۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

!راحتِ جاں

میرے لیے سکون کا مطلب

آپ کا وہ تھوڑا سا وقت ہے

.....جو صرف میرے لیے ہوتا ہے

ناقابل یقین حادثات تصور سے پڑے اتفاقات کی مجموعی شکل کو ایک لفظ میں 'زندگی' کہتے ہیں۔

زندگی کی یہ دو لفظی تشریح سننے کی حد تک اس نے سن رکھا تھا لیکن عملی نمونہ دیکھنے کی نہ خواہش تھی نہ جستجو لیکن زندگی آپ کی تابع نہیں!

اس قوی بیان کا ثبوت اس کے پہلو میں پورے حق سے براجمان سیاہ عبایا میں ملبوس وہ نازک وجود تھا۔

وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کبھی کوئی لڑکی اس استحاق و حیثیت سے اس کے پہلو میں بیٹھے گی اور وہ اطمینان سے سارے کام دھندے چھوڑ چھاڑ کر اسے میکے لیکر جائے گا۔۔

گاہے بگاہے بھینی بھینی خوشبو سے معطر پہلو میں سپاٹ نگاہ ڈالتا وہ خود سے محو جنگ تھا۔

دوسری جانب مقدس کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔اتنے دنوں بعد حاجی حکیم سے ملنے کی خوشی اس سے سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔لیکن یہ راستہ تھا کہ جیسے کٹ ہی نہیں رہا تھا۔

بے چینی کی کیفیت میں لب کچلتی ہوئی قیمتی نگینے جڑی انگوٹھیوں سے مزین انگلیوں کو چٹخاتے اس کی نقاب سے جھانکتی جھکی نگاہیں بار بار اپنی گلی کو دیکھنے کیلئے بے تابانہ اٹھ رہی تھی۔

اوراس حرکت سے کلائی میں سجی چوڑیاں شور مچاتی بے طرح دوسرے فریق کو متوجہ کررہی تھی جس سے وہ انجان تھی۔

جودی جان کے اصرار پر اس نے پہنے تھے۔۔

دلاور نے تو خیر صرف چوڑیوں کو دیکھا تھا باقی دی جان نے تو تقریباً سب ہی اسے پہنا دیا تھا۔ پہلی بار میکے جارہی ہو کی دھونس ڈال کر۔

اللہ اللہ کر کے راستہ تمام ہوا اور گاڑی کی بریک حاجی حکیم کی رہائش کے آگے چڑ چڑائی۔

"آپ۔۔۔آپ نہیں آئیں گے۔۔۔۔؟"

فرتِ جذبات سے مغلوب وہ عبایا سمیٹتی پھرتی سے نیچے اتر کر مڑی کے پھر خیال آنے پر خجل سی ہو کر مڑی۔۔۔

مجھے لگا میرا کام یہی تک ہے۔۔۔۔؟" نقاب سے جھانکتی کجراری آنکھوں" میں جھانکتے وہ اس کی پھرتی پر ٹھنڈا سا طنز کر گیا تھا۔۔

وہ اب ایسا بھی نہیں ہے۔ ہم تو بس۔۔۔۔"اس نے پلکیں جھکائی۔"

حرکت تو خیر غیر اخلاقی تھی لیکن جذبات کا کیا جو اپنے خوشیوں کے گہوارے کو اتنے دنوں بعد دیکھ بے اختیار ہو گئے تھے۔۔

"رحمت یہ آپ ہیں۔۔۔۔؟"

دفعتاً دائیں جانب سے مسجد سے ظہر کی نماز ادا کر کے آرہے حاجی حکیم کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ بے یقینی کی کیفیت میں تیز قدموں باہیں پھیلے ہوئے بے تابانہ قریب پہنچے۔

"ابا۔۔۔۔"

وہ فوراً بچھڑے معصوم بچے کی طرح ان کی کھلے باہوں میں سمائی تو انھوں نے جھٹ اس کی پیشانی پر اپنا مہر شفقت ثبت کرتے باہوں کا گھیرا ڈال دیا۔

دونوں آبدیدہ ہو کر یوں ارد گرد سے بیگانہ ہو گئے تھے جیسے ایک مہیں نہ نہیں صدیوں کے بعد مل رہے ہوں۔اس غیر متوقع جذباتی منظر سے محظوظ ہو کر کنفیوژ دلاور پیشانی سہلانے لگا تھا۔

کیونکہ عزیز ہستی کی جدائی کا ایک لمحہ بھی صدیوں پر محیط ہوتا ہے ابھی یہ جاننے کیلئے دلاور عثمانی کو وقت و کڑا امتحان درکار تھا۔

معذرت بچے! آئیں آپ اندر آئیں ناں۔۔۔"اس پر نگاہ جاتے ہی حاجی" حکیم شرمندا سے ہوئے۔

جی! نہیں۔آپ کسی کو بلوالیں دی جان نے کچھ سامان بھیجا" ہے۔۔۔"مؤدب انداز اپناتے اس نے پچھلی سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

اس سب کی ضرورت نہیں ہے بیٹا آپ اندر آئیں۔۔۔"وہ بڑے مان سے" کہتے ہوئے اس کی جانب آئے تو وہ مشکل میں پڑا تھا۔

وہ۔د۔دراصل۔۔مجھے پنچایت میں شرکت کیلئے جانا ہے داجی کے" ساتھ،اور یہ سب دی جان نے بڑے خلوص سے بھیجا ہے اور آپ سب کو سلام بھی کہا ہے۔۔۔"بڑی دقت سے مودب لہجہ اپناتا ہوا وہ بولا تو حاجی حکیم اصرار ترک کر

اندر کی سمت بڑھے۔

ان کے پیچھے قدم اٹھاتی مقدم کچھ سوچ کر رکی تھی۔

کل والے معاملے کیلئے پنچایت طلب کی گئی ہے۔۔۔؟"اس کے یکدم غیر " متوقع سوال پر وہ چونکا۔۔

اللہ خیر کرے گا۔۔"جواب کا انتظار کئے بغیر خلوص وصدق دل سے کہتی " وہ اندر بڑھ گئی تھی۔۔۔۔

پیچھے بحر حیرت غوطہ زن وہ کھڑا کا کھڑا رہ گیا تھا۔جیسے وہ کوئی جادوئی منتر پھوک گئی ہو۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

چونکہ معاملہ نامور لوگوں کی آپسی جھڑپ کا تھا لہٰذا خاص پنچایت سرپنچ صاحب کے ڈیرے پر بیٹھی تھی۔

خود داجی اس پنچ کے اہم رکن تھے لیکن اخلاق حسین کی فضول کے واویلے سے اجتناب کیلئے وہ اپنی خاص نشست کے بجائے الگ صوفے پر اپنے

مخصوص انداز میں پشت سے ٹیک لگا کر ڈنڈے پر مضبوط گرفت جما کر رعب ودبدبے کے ساتھ بیٹھے تھے۔۔

سرپنچ کے اشارے پر کاروائی شروع ہوئی۔

اخلاق حسین کہ سازشی دماغ وزبان کی حسب توقع لاجواب جگل جوڑی شروع ہوگئی۔نہایت ہوشیاری سے اپنے گارڈز کے علاوہ اس نے چار گاؤں کے کسان کو بھی بطور چشم دید گواہ نجانے کہاں سے پیدا کر کے پیش کر دیا تھا۔جبکہ قبرستان والی وہ سڑک عام طور پر ویران ہی رہتی ہے۔

جواب میں داجی کی بدترتیج ڈنڈے پر گرفت سخت سے سخت تر ہو رہی تھی۔لیکن چہرے کے تاثرات مقابل کو آگ لگا دینے کیلئے بالکل پر سکون تھے۔جو جتا رہا تھا تم کچھ بھی بھوک لو ادھر فرق نہیں پڑتا ہمیں۔

داکی کے صوفے کے قریب پشت پر ہاتھ باندھے کھڑے دلاور کا بھی یہی عالم تھے نہ کوئی گھبراہٹ نہ ہی تردید میں اچانک سے مشتعل ہو کر کود پڑنے کی جلدی۔

سنگی مجسمے کی طرح کھڑا وہ پھوں پھاں کر رہے اخلاق حسین کو شکاری چیتے جیسی سرخ نگاہوں سے بس گھور رہا تھا جیسے کہ رہا ہو جتنا پھڑ پھڑانا ہے پھڑ پھڑاؤ ایک جھپٹا اور کام تمام۔۔

دوسری طرف کا معاملہ بالکل ٹھنڈا دیکھ وہ ترپ کا اکا کے طور پر ایک مرتبہ پھر غیر واضح انداز میں وہی ذکر چھیڑنے لگا کہ۔۔داجی کی ہدایات سے بندھے دلاور کی ضبط کا باندھ ٹوٹا۔۔

ابھی بھی میرے ہاتھ بندھے ہوئے نہیں ہیں اخلاق حسین! مرد ہو" مردوں کی طرح مردوں سے مردوں کی بات کرو، نامردوں کی طرح عورتوں کو بیچ میں گھسیٹو گے تو۔۔۔۔"پشت پر بندھے ایک ہاتھ کو دوسرے سے روکتا ضبط سے جملہ ادھورا چھوڑ کر جیسی قہر بار نگاہ اس نے اخلاق حسین پر ڈالی تھی وہ دم پر لات پڑے سانپ کی طرح بلبلا اٹھا۔

دیکھ۔۔دیکھ رہے ہیں سرپنچ صاحب! بھری پنچایت میں یہ چھٹاک بھر کا"
لڑکا دھمکی دے رہا ہے۔۔۔دیکھ رہے ہیں ناں آپ سب۔۔۔۔؟"واویلا
مچانا عادت کے مطابق وہ شروع ہو چکا تھا۔

دلاور! پنچایت ہے یہ۔۔۔"داجی کا لہجہ تنبیہی تھا۔"

پنچایت کا لحاظ ہے اس لیئے دھمکی پر اکتفا کر رہا ہوں مگر آخری۔۔ایک بار"
"پھر اس نے اگر'ان'کا ذکر چھیڑا۔۔۔تو۔۔۔
تو۔۔تو کیا کر لو گے۔۔۔۔؟"تربوز کی بیج کی طرح اچھل کر وہ دندناتا ہوا"
شیر کی منہ کو آیا۔

زبان چھوڑ دوں گا جبڑے اکھاڑ لونگا۔۔۔"بھسم کرتے الفاظ پر عمل آوری"
کیلئے اس کا فولادی ہاتھ تیزی سے بڑھا کہ داجی بجلی کی تیزی سے حرکت میں
آئے۔

دلاور میں نے کہا تھا قابو میں رہنا۔۔۔؟"داجی دبے لہجے میں غرائے۔"

اور میں نے بھی آپ سے کہا تھا، اگر دوبارہ اس نے وہی حرکت دہرائی تو" میں اس کی۔۔۔۔"اس کی شریانوں میں لہو کی جگہ شرارے دوڑنے لگے تھے۔۔

دوسری طرف اخلاق حسین کابل پر بل کھا رہا تھا۔

داجی نے سرپنچ کو اشارہ کر کے دلاور کو وہاں سے باہر بھیجا دوسری طرف پنچ کے آراکین نے اخلاق حسین کو شانت کیا۔۔

میں چاہتا تو اٹیمپٹ ٹو مڈر کیس لیکر پولیس میں جا سکتا تھا، لیکن پنچ اور" ہمارے بیچ ایک معاہدہ ہوا ہے یہ میں نے اس سنگین صورت حال میں بھی یاد رکھا۔۔۔" گلے میں بندھے پٹے کو سہلاتا وہ خشونیت سے بولا۔

اس لئے میں پنچ سے درخواست کروں گے وہ بھی اس معاہدے کا خیال" رکھے تا کے آئندہ بھی ہمارے گاؤں کا ماحول ساز گار رہے، ورنہ بندوق میں بارود کی پشت پر بندوں کی کمی ہمیں بھی نہیں ہے۔۔۔"صوفے کی ہتھی پر پنجہ مارتا وہ نخوت سے اپنی جگہ بیٹھا۔

اس کی بھڑکیلی دھمکی پر داجی چھوٹے بچے کی بچکانی بات پر مسکرانے کے انداز میں مسکرائے۔

آپ کیا کہیں گے حاکم سرکار اس پر۔۔۔؟"سرپنچ صاحب داجی کی طرف" متوجہ ہوئے۔

کچھ بھی کہنے سے قبل میں اخلاق حسین کی زبانی سننا چاہوں گا کہ دلاور نے" "ان کی یہ درگت کیوں کی۔۔۔۔؟

مطلب۔۔۔؟"داجی کے جتاتے انداز پر وہ اکھڑا۔"

مطلب۔۔ مطلب یہ کہ ایسا کیا، کیا یا کہا تم نے جو وہ یکدم سے تم پر حملہ آور" ہو گیا۔۔۔؟"داجی نے تحمل سے سوال کو واضح کیا۔

جس پر اخلاق حسین ڈاڑھی کھجاتا اضطرابی انداز میں ٹانگ جھلانے لگا۔

ہم منتظر ہیں، ذہن پر زور ڈالو یاد آجائے گا۔۔۔!!"داجی کا ٹھہرا لہجہ ویسی" ہی ٹھٹھرا دینے والی ٹھنڈک لیئے ہوئے تھا۔۔

خیر پہلے کیا ہوا اس پر ہم بعد میں آتے ہیں، بعد میں جو ہوا اس کی وجہ ہی"
جب اخلاق حسین کو یاد نہیں تو کس بنا پر پنچایت کسی نتیجے پر پہنچے
گی۔۔۔؟" داجی نے تادیدتی نگاہ اخلاق حسین پر گاڑے شانے اچکائے۔۔۔
کیوں نہیں نتیجہ نکلتا۔۔۔؟" پہلو بدلتے وہ پھنکارا۔"
سرپنچ صاحب! مدعا برخواست سمجھیں، انھیں یاد ہی نہیں ہے"
"ک۔۔۔۔
ایسے کیسے یاد نہیں ہے، میں نے صرف حاجی حکیم کی پوتی کا نام لیا تھا اس"
میں کونسی قیامت ٹوٹ پڑی تھی جو یہ۔۔۔۔" بات کو رفع دفع ہوتا دیکھ
طیش کے عالم میں زبان پھسلی تو چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔
"سن لیا آپ لوگوں نے۔۔۔؟"
داجی کی گرجدار آواز گونجی۔

میرے پوتے نے جو کیا بالکل ٹھیک کیا،ایک غیرت مند مرد کو بات جب "
گھر کی عورت پر آجائے تو پھر یہی کرنا چاہئے۔۔۔"ڈنڈا زمین پر مار کر کروفر
سے گردن اکڑاتے ان کے جلال سے فضاء سہمی۔

یہ۔۔یہ آپ بڑھاوا دے رہے ہیں اسے۔۔۔؟"اخلاق حسین احتجاج "
میں ایک مرتبہ پھر اٹھا۔۔

یہ میرے پوتے کی شرافت و غیرت ہے جو اس نے معاملہ درج نہیں کیا"
کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ اس کی بیوی کا نام ہر تیسرے کی زبان پر آئے۔۔لیکن
تمہیں پنچ کے معاہدے کے ساتھ یہ یاد رکھنا چاہئے تھا کہ عورتوں پر سیاست
نہیں ہوتی یہاں، لیکن تم بھی کیا کروگے یہ تو تمہارا خاندانی وطیرہ

"ہے۔۔۔۔۔۔

"!حاکم سرکار"

"!!آواز نیچی رکھو اخلاق حسین"

داجی دھاڑ کے ساتھ ڈنڈا مار کھرے ہوئے تو اخلاق حسین بے ساختہ ایک قدم پیچھے ہوا۔

"میں پنچ اور اپنے دونوں کے وقت کی برابر عزت کرتا ہوں، باقی دلاور نے ان کی گاڑی کیوں روکی یہ ساری تفصیل ہماری طرف سے آپ کو منیم جی دیں گے، دراصل مجھے ایک ضروری کام سے شہر جانا ہے، اگر پنچ اجازت دے تو۔۔۔؟" پیچ وتاب کھارہے اخلاق حسین سے نگاہ ہٹاتے وہ سرپنچ صاحب کی طرف مودبانہ مڑے تو انھوں نے سر کو اثبات میں ہلایا۔

کیونکہ اخلاق حسین نے عورت کو گھسیٹ کر پنچایت کی ایک سخت قانون کے خلاف ورزی کی تھی لہٰذا وہ انھیں روک بھی نہیں سکتے تھے۔

"بندوق میں بارود پشت پر بندوں کی کمی ہمیں بھی نہیں ہے اخلاق حسین! دوبارہ یہ حماقت مت کرنا، ورنہ بندہ یا بندوق کیا خود میں بھی شائد اسے نہ روک پاؤں۔۔۔" پلٹ کر تھراتے انداز میں وارن کرتے وہ مستحکم قدم اٹھاتے باہر نکل گئے تھے۔

پیچھے اخلاق حسین زخم کھائے ناگ کی طرح پہلو پر پہلو بدلنے لگا تھا۔اول تو اسے یہی توقع تھی کہ پنچایت میں داجی خود شرکت نہیں کریں گے کیونکہ اس کی اطلاع کے مطابق انھیں آج ضروری کام تھا۔داجی کے علاوہ جو بھی شامل ہوتا اسے اپنی باتوں میں لپیٹنا اس کے دائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

پہلا دھچکا داجی کی آمد سے لگا۔

دوسرا اس کا اصل مقصد کسی بھی طرح دلاور کا وہ جنونی روپ پنچایت کے سامنے لا کر ہمدردی بٹورنے کا تھا جس کیلئے اس نے بڑے شاطرانہ انداز میں دبے الفاظ کی چنگاری لگائی تھی،اور متوقع طور پر وہ ہتھے سے اکھڑا بھی تھا۔لیکن اسے باہر بھیجنے اور داجی کے بات کو گھما کر اس کے منہ سے اصل بات اگلوانے سے ساری بازی ہی اُلٹ گئی تھی۔۔

ورنہ دلاور کا طیش دیکھ کر اس کا اندازہ بالکل درست تھا کہ تاجور عثمانی کا پوتا کبھی بھی اپنی زبانی اپنی بیوی کا ذکر پنچ کے سامنے نہیں رکھے گا۔لیکن اس کا اندازہ اپنے متعلق غلط نکل آیا تھا۔۔

نتیجتاً اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

گاؤں میں کسی لڑکی کی شادی تھی جس میں شرکت کیلئے دی جان کو کافی اصرار کیا گیا۔ داجی کسی وجہ سے شامل نہیں ہو پا رہے تھے تو دی جان نے حامی بھر لی تھی۔ جس پر لڑکیوں نے بھی ساتھ چلنے کی خواہش ظاہر کی تو وہ انکار نہ کر سکی۔

سات بجے تک ان لوگوں کو تیار ہو کر نکلنا تھا۔ لیکن وہ ساری میرال کے پیچھے پڑی تھی۔

جس کا مبہم جواب ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود نہیں بدلہ تھا۔ جس پر احتجاج میں ساری لڑکیاں ہال میں آ کر بیٹھ گئی تھی۔۔

تم بھی جانتی ہو ہم لوگوں کا کتنا دل ہے، اگر تم نہیں مانی اور ہم نہیں گئے تو" تم ہمارے ارمانوں کی قاتلہ کہلاؤ گی میرال سا۔۔۔؟" مینا کماری کے انداز میں الٹا ہاتھ ماتھے پر رکھتی مضراب نے دہائی دی۔

صرف ایک گھنٹہ بچا ہے تم لوگوں کے پاس۔۔۔"اثر لیۓ بغیر اس نے"
وقت کی طرف توجہ دلائی تو ساروں کا مشترکہ احتجاج کا شور اٹھا۔
ارے کیسا شور ہے یہ۔۔۔؟اور ابھی تک تم لوگ تیار کیوں نہیں"
ہوئی۔۔۔؟"شور کی آواز سن کر برآمد ہوئی ثمرہ عثمانی کی ان کے اول جلول
حلیہ کو دیکھ تیوری چڑھی۔
"وہ ماں سا ہم۔۔۔"
کیا ہم جلدی جا کر تیار ہو جاؤ۔۔۔"انھوں نے جملہ قطع کرتے گھرکا۔"
میرال دھیان بٹتے ہی کافی کے خالی مگ اٹھاتی نکل گئی تھی۔
"ارے اب جا کیوں نہیں رہی ہو۔۔۔؟"
"وہ ہم لوگ میرال کو تیار کر رہے ہیں۔۔۔؟"
دماغ خراب ہو گیا ہے تم لوگوں کا۔۔۔۔؟"مضراب کی بات مکمل بھی"
نہیں ہوئی کی ثمرہ عثمانی بگڑی۔
جس پر نیلم اور نزہت تو سہم گئی تھی لیکن مضراب کے تیور بگڑ گئے تھے۔۔

اس میں دماغ خراب ہونے جیسا کیا ہے پھپھو سا۔۔؟ شادی پر ہم سبھی"

"لڑکیاں جا رہے ہیں۔۔۔

تم سبھی لڑکیوں میں اور اس میں فرق ہے، اور پھر وہ شادی بیاہ والے گھر"

میں جا کر کرے گی کیا۔۔۔؟" ان کے تیور مضراب کے انداز پر مزید خراب

ہوئے۔

وہی کرے گی جو ہم سب کریں گے۔۔اور ہم میں اس میں کیا فرق"

ہے۔۔۔؟" مضراب کا خون ابلا تھا۔

فضول بحث نہیں کرو تم جا کر تیار ہو جاؤ۔۔۔" انھوں نے ترش نظر ڈالتے"

ہنکار بھرا۔

نہیں! مجھے جانا ہے میرا ل کیوں نہیں جا سکتی۔۔۔؟" مضراب بے خوفی"

سے اڑ گئی تھی۔

"نہیں جا سکتی مطلب نہیں جا سکتی۔۔بات ختم۔۔۔"

کیوں نہیں جاسکتی پھپوسا۔۔؟انھیں نہیں تو مجھے ہی بتادیں، میں بھی"
کیوریس ہوں۔۔۔؟"نجانے کہاں سے نکل کر باران سوال کرتا ہوا ہی منظر
پر آیا۔۔

کیوں نہیں جاسکتی پھپوسا۔۔؟انھیں نہیں تو مجھے ہی بتادیں، میں بھی"
کیوریس ہوں۔۔۔؟"نجانے کہاں سے نکل کر باران دوٹوک سوال داغتا
ہوا روبرو تھا۔

ارے! باران بیٹا آپ کب آئے۔۔۔نزہت نیلم کھڑی کیا ہو پانی لیکر"
آؤ۔۔۔"سیکنڈ کی سازش میں سلگتے لہجے کو شہد آگیں کرتے نخوت زدہ
تاثرات کو گل گلزار کیا تھا۔

اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"باران نے ہاتھ اٹھا کر کچن کی طرف بڑھ"
رہی دونوں کو منع کیا۔

ایسے کیسے ؟الیکشن کی خواری اٹھا کر آرہے ہو یہ کم اعصاب نچوڑنے والا کام" ہے ہڈیاں تک دکھ جاتی ہے تم ٹھہرو میں کچھ لیکر آتی ہوں۔۔۔" باران کے تاثرات سے گڑبڑائی وہ موضوع بدلنے کیلئے خود ہی کچن کی سمت بڑھنے لگی کہ۔۔

اس کی ضروری نہیں، میں فریش ہو کر ہی کچھ لوں گا۔۔" وہ واپس ٹوک گیا۔

فریش ہونے سے پہلے یقیناً بھائی سا اپنے سوال کا جواب چاہیں" گے، کیوریوسٹی کوئی اچھی چیز تھوڑی ہے۔۔۔۔" سلسلہ کلام کو واپس جوڑتے مضراب نے سینے پر بازو باندھے تو ثمرہ بیگم بل کھا کر رہ گئی۔۔

ہاں! بتائیں ذرا۔۔۔" باران بھی واپس سے ہمہ تن گوش ہوا۔"

کک۔۔ کن باتوں میں پڑ گئے ہو بچے! تم لوگ جاؤ تیار ہو جاؤ دیر ہو جائے" گی ورنہ۔۔۔" گھگھیاتے ہوئے ثمرہ بیگم نے خشمگیں نگاہوں سے تینوں کو گھورا۔

نزہت نیلم تو سر ہلاتی ہوئی فوراً منظر سے کافور کی طرح غائب ہو گئی لیکن مضراب اپنی جگہ ٹکی ہوئی تھی۔

"ارے! تم کیا کھڑی ہو تم بھی جاؤ۔۔۔۔"

تھانیدارنی کی طرح ڈٹ کر کھڑی مضراب انھیں گلے میں اٹکی ہڈی سے کم نہیں لگ رہی تھی۔

"نہیں! پھپھو سا آپ شائد جانتی نہیں ایک مرتبہ میرے دماغ میں تجسس کا کیڑا گھس جائے تو پھر مناسب و تسلی بخش جواب ملنے تک کلبلاتا رہتا ہے، سو آج تو مجھے جاننا ہی ہے آخر میرال میں اور ہم سب میں کیا فرق ہے، عمر بھی لگ بھگ ہماری ہی ہم عمر ہے، زیادہ سے زیادہ ایک دو سال کا فرق ہو گا پھر آپ سب کیوں کہتی رہتی ہیں کہ وہ الگ ہے ہم سے۔۔۔۔؟" قدموں کی چاپ کو ٹھوس لہجے کی دھاک سے دباتی ہوئی وہ ثمرہ عثمانی کے مقابل آئی جو باران کو پوری طرح متوجہ دیکھ بمشکل لبوں کو کھینچے ہوئے مسکرانے کی تگ و

دو میں لگی تھی ورنہ چھٹاک بھر کی لڑکی کی منہ زور جرات پر ان کے اندر اشتعال انگیز مادہ دھواں کی طرح بڑھتا جا رہا تھا۔

"مضراب! یہ کیا بد تمیزی ہے اور کیا طریقہ ہے بڑوں سے بات کرنے کا۔۔۔؟" ناظمہ بیگم نے آتے ہی بیٹی کو سرزنشی انداز میں گھرکا۔

باران اپنی جگہ ہاتھ باندھے حسب عادت خاموشی سے سب کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"میں نے کیا کیا ہے ماں سا؟ سوال ہی تو کیا ہے، اور سوال کرنا کب سے بد تمیزی کے زمرے میں شامل ہونے لگا۔۔۔؟" وہ اسی بے خوفی سے ماں کی طرف بناوٹی متعجب سوال لیئے مڑی۔

"سوال کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔۔" خاموش باران پر ایک نظر ڈالتے انھوں نے دبے انداز میں بیٹی کو باز آنے کا عندیہ دیا۔

وہ قطعی بھی باران کے سامنے ان چیزوں کو زیرِ بحث نہیں لانا چاہتی تھیں۔

طریقے سے ہی سوال کیا ہے میں نے بھی۔۔اور ہمیشہ ہی یہاں سوال کے "
جواب میں سرزنش ہی کیوں ملتی ہے میری سمجھ نہیں آتی۔۔۔؟
آخر ایسا کیوں ہے۔۔؟ وہ ہماری ہم عمر ہو کر ہم جیسی زندگی کیوں نہیں گزار سکتی؟

کیوں اس کیلئے ہر وہ چیز شجر ممنوع ہے جو باقی سب کیلئے عام سی بات ہے؟
اس کو اگر رنگدار کپڑے پہننے کیلئے کہہ دو تو وہ یوں دہل کر ہاتھ کھینچ لیتی ہے
گویا فوجداری جرم میں ملوث ہونے کیلئے کہہ دیا ہو خدانا خواستہ، جس پر
بجائے اسے سمجھانے کے اس سمیت آپ سب کہتی ہیں وہ ہم جیسی نہیں ہے،

خوشبو لگانا، جیولری پہننا، کہیں آنے جانے کے ہر معاملے میں اس کے متعلق
یہی جواب ہوتا ہے کہ وہ ہم جیسی نہیں ہے۔ کیوں؟ اس کے سر پر سنگ ہے؟

یا وہ انسان ہی نہیں ہے۔؟

وہ پاگل لڑکی بھی دن بدن مٹی کا مادھو بنتی جا رہی ہے، ناجذبات نااحساسات نا احتجاج، گویا زندہ لاش ہو، اور آپ لوگ کہتے ہیں کہ۔۔۔۔۔"شدتِ جذبات سے اس کا بھٹی کی طرح تپتا لہجہ بتدریج تلخ و تند کسی ننگی تلوار کی طرح کاٹ دار ہوتا جا رہا تھا۔

جب ضبط سے سن رہی ناظمہ بیگم کی بس ہوئی تھی۔

مضراب بس کر جاؤ۔۔۔۔۔"ناظمہ بیگم حلق کے بل چیخی تھی۔"

کیوں ماں سا۔۔۔؟"جواباً اس نے سرخ و سپاٹ چہرہ سلگتی بے خوف نگاہیں" ماں کی جانب اٹھائی تھی۔

جس پر اندر باہر سے بھڑ بھڑ جل ثمرہ بیگم نے مٹھیاں بھینچتے بھسم نظر اس پڑ ڈالی، ناظمہ بیگم بھی قہر بار نگاہوں سے اس کی جرات کو خراج پیش کر رہی تھی۔ جبکہ باران پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ اڑسے ماتھے پر چند ایک لکیر نمودار کئے پورے ماحول پر نگاہ دوڑا رہا تھا۔اس کی بے ثر مگر گہری نگاہوں سے اندازہ لگانا مشکل تھا آیا اس کے دماغ میں چل کیا رہا ہے۔۔

اندر جاؤ مضراب ! فوراً۔۔۔۔۔"ضبط سے مٹھاں بھینچ کر طویل سانس"
اندر کھینچتے ناظمہ بیگم نے درشتگی سے اندر کی جانب اشارہ کیا۔
کم از کم آج نہیں ماں سا۔۔۔!"وہ ڈٹ کر کھڑی ہو گی تھی۔"
بات جب باران کے مقابل کھل گئی تھی ایسے میں قطعی وہ سنہرا موقع کمزور پر کر یا کسی رعب میں آکر گنوانا چاہتی تھی۔۔
"مضراب ! میں نے کہا اندر جاؤ۔۔۔۔"
"اور میں نے کہا مجھے اپنے 'کیوں' کا جواب چاہئے۔۔۔۔"
چٹاخ ! کیونکہ وہ ایک بیوہ ہے۔۔۔۔"قطعی غیر متوقع طور پر ناظمہ بیگم"
نے درمیانی فاصلہ سمیٹا تھا اور تھپڑ کی زناٹے دار آواز حویلی کی تمام ایوانوں سے گونج کر ہر سوں سناٹا پھیلاتی چلی گئی تھی۔۔
ماں سا کیا کر رہی ہیں آپ۔۔۔۔؟"باران شاک کی کیفیت میں بہن تک"
پہنچا تھا۔

کیا کر لیا لڑکی تم نے۔۔۔۔؟"کچن دہلیز پر دل پر ہاتھ رکھے کھڑی میرال"
ڈھے جانے کو تھی۔

کب ہلکی پھلکی گفتگو بحث کی شکل اختیار کر اس قدر سنگین ہو گئی حواس باختہ کھڑی میرال کی سمجھ ہی نہیں آیا تھا۔لیکن اب اس لڑکی کو تھپڑ کھا کر بھی بے خوفی سے کھڑا دیکھ اس کا دل خون کے آنسوں رو رہا تھا۔

باقی سب بھی اپنے اپنے روم سے باہر نکل آئے تھے جہاں سب شاک تھے ناظمہ بیگم کی اقدام پر وہی رخسار کی لبوں پڑ مکروہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔۔

دن بدن حد سے زیادہ بد تمیز ہوتی جا رہی ہے یہ۔۔۔!"اسے ہنوز پتھر کی" سیل کی طرح جما کھڑا دیکھ ناظمہ بیگم کا اشتعال سوا نیزے پر پہنچا تھا۔

پڑ یہ کونسا طریقہ ہے بد تمیز بچے کو تمیز سکھانے کا۔۔۔؟"بہن کو ساتھ" لگاتے اس کے ٹھہرے لہجے میں سرد مہری و ناگواریت کی آمیزش با آسانی محسوس کی جا سکتی تھی۔

"باران بیٹا وہ تو۔۔۔"

پلیز پھپو سا!!"اس نے فوراً ہاتھ بلند کرا نھیں روکا۔"

میں آپ لوگوں کی بہت عزت کرتا ہوں، بے حد عزیز ہے آپ لوگ" مجھے،اس لی ئے بھی میں کسی معاملے میں انوالو نہیں ہوتا لیکن اس کا ہر گز بھی یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اندھا یا بہرا ہوں جو کچھ مجھے سنائی یاد کھائی نہیں دے رہا، جسٹ فرق اتنا ہے کہ مضراب نے اوپنلی کہا ہے اور میں۔۔۔۔۔۔۔"جملہ ادھورا چھوڑتے اس نے غصہ سے ہانپ رہی ماں اور دم سادھے کھڑی پھپو کو دیکھ سر کو جھٹکا۔

اینڈ ایم سوری! لیکن ویل ایڈوکیٹڈ فیملی میں ایسی دقیانوسی سوچ کو پروان" چڑھتا دیکھ میں کیسا فیل کر رہا ہوں میں وہ بیان بھی نہیں کر سکتا۔۔۔"اس کا تاسف سے بھاری لہجہ ایسی مایوسی لی ئے تھا کہ ناظمہ بیگم نے تڑپ کر اس کے خوبرو چہرے کی جانب نگاہ اٹھائی جہاں مایوسی و بیزاریت کی گہری چھاپ تھی۔

کک۔۔کوئی دقیانوسی سوچ نہیں ہے بیٹا بیوہ کو مذہب سے سادگی کا حکم "
ہے۔۔۔"زہرا بیگم بات سنبھالنے کو بیچ میں آئی۔
اچھا۔۔؟"اس نے مصنوعی چوکنے کے انداز میں ترچھی نگاہ زہرا بیگم پر "
ڈالی۔

میں مذہب کہ متعلق زیادہ باریکی سے معلومات رکھنے کا دعویٰ تو نہیں کرتا"
بڑی پھپو سا! لیکن سادگی کا حکم مذہب ہم سبھی کو دیتا ہے یہ بات ایک چھوٹا
بچہ بھی جانتا ہو گا، پھر امتیازی طور پر ایک ہی شخص پر عجیب و غریب قانون
لاگو کر مذہب کا حوالہ دینا میری نظر میں کم از کم مذہب کی توہین
ہے۔۔۔"مخصوص ٹھہرے ہموار مگر بہت کچھ جتا دینے والے انداز میں
کہہ کر وہ مضراب کے شانے پر بازو پھیلائے ایک سمت بڑھ گیا تو پیچھے تینوں
اپنی اپنی جگہ ساکت سی رہ گئی۔

ہر معاملے سے کوسوں دور رہنے والے باران عثمانی کا اس قدر صاف گوئی سے اتنا بھی کہہ دینا کسی احتجاجی مہم سے کم نہ تھا۔تینوں بیگم سمیت بقیہ تمام تماشائی پر جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"آپ کو ماں سا کو پروو ک نہیں کرنا چاہئے تھا۔۔۔"

آئس بیگ سرخ گال سے لگائے بے فکر بیٹھی بہن کو دیکھتے باران نے کہا جس کے نرم گال پر تین انگلیوں کے سرخ نشان واضح تھے۔

"!!ضروری تھا بھائی سا"

مجھے واپسی کیلئے فورس کرنے کا ریزن کیا یہی تھا؟"توقف سے اس کے "

تاثرات جانچتے باران نے گہرے انداز میں پوچھا۔

جواباً وہ بنا کچھ کہے خاموش نگاہوں سے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھنے لگی تھی۔

وہ یہاں لائی کب گئی اور وہ یہاں رہ کیوں رہی ہیں؟ میزان کے بعد جب"
تک میں حویلی میں تھا انھیں یہاں لانے کی کوئی بات نہیں ہوئی
تھی، پھر۔۔۔۔؟" دبیز ہوتی خاموشی کی چادر باران کے قدرے الجھے
سوال نے چاک کیا جس پر مضراب کا گال سیک رہا ہاتھ ٹھٹھک کر رکا تھا۔
شائد وہ اس سوال کی توقع نہیں رکھتی تھی۔
"مضراب! میری بچی۔۔۔۔"
وہ ذہن میں مناسب الفاظ کا چناؤ کر ترتیب ہی دے رہی تھی کہ پریشان دی
جان تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔
ساتھ باران کا فون وائیبریٹ ہونے لگا ایک نظر بہن تو دوسری فون پر ڈالتا وہ
لب بھینچتا ہوا کمرے سے نکل گیا تھا۔
کیا ضرورت تھی تمہیں باران کے سامنے اول فول بولنے"
کی۔۔۔؟" باران کے منظر سے غائب ہوتے ہی دی جان نے تاسف سے
اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

دی جان آپ۔۔۔آپ کو بھی لگتا ہے میں غلط ہوں۔۔۔؟"اس نے شاکی"
نظروں سے انھیں دیکھتے پوچھا۔
غلط نہیں ہو تو پوری طرح صحیح بھی نہیں ہو۔۔۔"اس کی خفگی کے پیش"
نظر دی جان نے رسانیت سے موقع کی نامناسب سمجھانی چاہی۔
معذرت لیکن مجھے ایسا نہیں لگتا دی جان! یہاں ہر کسی کو اپنے اپنے مفاد کی"
پڑی ہوئی ہے،اور اپنے فائدے کیلئے کوئی کسی کی بھی بلی چڑھانے کیلئے تیار
ہے، لیکن میرا ل کو میں اس سیاست کا بھگتان بڑھنے نہیں دوں
گی۔۔۔"آئس بیگ ایک طرف رکھتی وہ دوٹوک انداز میں بولی۔
تبسم ممانی سا بری ہیں کم از کم سامنے سے ہیں اوروں کی طرح وہ لوگوں کی"
"زندگی اجیرن نہیں کر رہی،اور نہ ہی۔۔۔۔
مضراب کیا اول فول بول رہی ہو بچے کون کس کی زندگی اجیرن کر رہا"
ہے۔۔۔۔؟"اس کے کاٹدار بے خوف انداز پر دی جان نے دہل کا ٹوکا تھا۔
"حویلی والے اور کون۔۔۔۔؟"

بے بنیاد الزام مت لگاؤ۔۔۔ برسوں سے بیواؤں کی زندگی گزارنے کا یہی طریقہ رہا ہے۔ کسی کیلئے نئے قانون نہیں بنیں ہیں یہاں پر۔۔۔" دی جان کا انداز سختی سموئے سرزنشی تھا۔

"یہ آپ کہہ رہی ہیں دی جان؟ مطلب آپ کو میرال کو زندہ لاش کی طرح بے رنگ لباس، بے نور آنکھیں، بے رونق مسکراہٹ بے رنگ زندگی جیتا۔۔ سوری 'کاٹتا' ہوا دیکھ کوئی دکھ کسی قسم کا ملال نہیں ہوتا۔۔۔؟ بلکہ ایک جیتی جاگتی لڑکی جس نے ابھی زندگی کو صحیح سے جانا بھی نہیں تھا، جس کا ابھی رنگ برنگے موسموں سے تعارف بھی نہیں ہوا تھا اسے موسمِ خزاں کے نذر دیکھ مطمئن ہیں آپ۔۔۔؟" گہرے دکھ و تاسف کے چھاپ لیئے اس کا لہجہ کلیجہ چیڑتا ہوا تھا۔

"آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہیں۔۔۔؟" تڑپ اٹھی دی جان کا کلیجہ چھلنی ہوا تھا بوڑھی آنکھوں میں یکایک ہوسمندر امڈ آیا تھا۔

پھر آپ کچھ کرتی کیوں نہیں ہیں دی جان۔۔۔؟آپ بھی جانتی ہیں وہ"
بے ضرسی لڑکی اس سب کی مستحق نہیں ہے۔"اس نے پرامید انداز میں دی
جان کے دونوں ہاتھ گرفت میں لی ئے۔
آپ بھی جانتی ہیں حویلی کے کچھ مکینوں کے اس سے متنفر ہونے کہ تو کچھ"
کے اس پر مہربان ہونے کے پیچھے اپنے اپنے محرک رہے ہیں۔۔ماں سا اسے
' حویلی لیکر آئیں اپنی بھانجی نہیں بہو بنا کر۔۔بلکہ اپنے بیٹے کی 'بیوہ
بنا کر اس کے پیچھے ان کا اپنا مقصد مخفی ہے، پھپو سا لوگ اس سے خار کھاتی
ہیں عناد پالے بیٹھی ہیں اس میں ان کے اپنے خدشات پنہاں ہیں۔ماں سا اس
بات کو یقینی بنانے کیلئے تو پھپو سا لوگ ان کی کوشش کو ناکام بنانے کیلئے اسے
مشق ستم بنائے ہوئے ہیں، جو یہاں شائد سمجھ تو سب کی آرہی ہے لیکن بولنا
کوئی نہیں چاہتا۔۔۔"آخر تک اس کے تاسف سے بھاری لہجے میں تلخیوں
کی باریک کرچیاں شامل ہوئی تھی۔۔

دی جان نے بھیگی نگاہوں سے حق کیلئے بے خوف کھڑی اپنی پوتی کو دیکھا جو کم از کم ان کے بچوں پر نہیں گئی تھی۔

رشتوں کی چاشنی جب طاقت، اقتدار، برتری کی حوس جیسی تیز ایندھن " میں جلنے لگے نا بچے! پھر سب زہر ہو جاتا ہے۔۔اس سب میں میری غلطی کتنی ہے یہ تو میں نہیں جانتی لیکن ہاں! غلط تو میں ہوں، میں نے بچوں کی تربیت تو خوب کی لیکن اس میں سختی و سرزنش شامل نہیں تھی شائد اسی کا نتیجہ ہے یہ۔۔۔۔"ان کے تھکے تھکے پر ملال لہجے کو نا قابل تلافی زیاں کے بوجھ نے بوجھل و بھاری کر دیا تھا۔

دہلیز پر کھڑا ابا ان ویسے ہی الٹے قدموں لوٹ گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کہاں میں نے سوچا تھا اتنی اچھی ڈیل کر ئیک کی ہے تم نے، گھر آؤں گا تو دنیا" بھر کی خواری کے بعد بھابی کی ہاتھوں کی بنی لذیز بریانی سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملے گا اور کہاں میری قسمت دیکھو یہاں تمہارے حصے کی

چائے اسنیک بھی میں ہی تیار کر رہا ہوں۔۔۔"ٹرے لیکر تالاب کے کنارے آتے ہوئے معظم نے باآواز بلند اپنے دل کے ارمانوں کے آنسوں میں بہہ جانے کی دہائی دی۔

"اس میں قسمت کو کیوں دوش دے رہی ہو جب شکل ہی باورچی والی ہے۔۔۔"کلہاڑی سے لکڑی پر زوردار ضرب لگاتا وہ اعتراضاً گویا ہوا۔

"کیا ہوا ہے میری شکل کو۔۔۔؟"

"آئینہ نہیں دیکھا کیا۔۔۔؟"

"دیکھا ہے، دیکھا ہے، بہت بار دیکھا ہے اور میں سمجھ بھی رہا ہوں تم اس قدر آدم بیزار کیوں ہو رہے ہو۔۔۔"احتیاط سے ایک طرف ٹرے رکھ کر وہ تالاب میں دونوں پیر اتارتا ہوا بیٹھتا سمجھنے کے انداز میں سر ہلانے لگا تھا۔

"جنگلی جانوروں کے پہریدار ہو تمہاری سمجھداری پر شک تھوڑی ہو سکتا ہے۔۔۔"ماتھے سے پسینہ صاف کرتے اس نے جیسے تمسخر اڑایا۔

تمہاری اس جلی کٹی کی بھی وجہ سمجھ آ رہی ہے میری، پڑ کوئی بات نہیں میں" بالکل برا نہیں مناؤ گا۔۔۔"بسکٹ چائے میں ڈبوتا ہوا وہ واقعی پر سکون تھا۔

ہاں! تمہارے برا ماننے کا تو جیسے بل آئے گا ناں مجھے۔۔۔؟"دلاور نے" ہنکار بھرتے آخری لکڑی کو اٹھا کر گودے پر رکھا۔

دیکھ رہے ہو شہنشاہ اپنے مترا کو؟ کیسا اکھڑا اکھڑا بیزار اجڑا اجڑا چمن بنا گھوم رہا" ہے بالکل کسی قیس مجنورانجھا فرہاد کی طرح۔۔۔"بسکٹ منہ میں ڈالتے مزے سے شہنشاہ کے بڑے بڑے کانوں کے قریب جھک کر وہ پھس پھسایا لیکن بے احتیاطی پوری بے خوفی سے برتی گئی تھی۔۔

کیا بکواس کی ہے تم نے۔۔۔۔؟"پسینہ سے ترماتھے پر بل نمودار کئے وہ" آنکھیں سکوڑے مقابل تھا۔۔

جو اس کے اقوال زریں سے لفظ بہ لفظ محظوظ ہونے کا غماز تھے۔

کیا بکواس؟ کونسی بکواس؟ شہنشاہ تم بتاؤ ذرا کوئی بکواس کی ہے کیا میں"
نے۔۔۔۔؟"بھولپن کی اداکاری کرتے اس نے آنکھیں پٹپٹا کر شہنشاہ کی
گواہی چاہی۔

جس پر کیلے کھانے میں مصروف شہنشاہ نے بھرپور دفاع اگنور کی پاسداری
کرتے سابقہ عمل جاری رکھا تھا

ہاں! ابھی تو یہ جیسے بول ہی پڑے گاناں۔۔۔؟"چبھتی نظروں کی گھوری"
ڈالتا ہوا وہ کافی مگ اٹھا کر چسکیاں لینے لگا۔

کیوں بول نہیں سکتا بھلا؟ ابھی یہ میرے کان میں بول رہا تھا بھابی کو میکے"
گئے ایک ہفتہ ہو گیا ہے 'کوئی' انھیں بے انتہا مس کر رہا ہے، ان کی یاد میں
آسمان کے ستاروں سے لیکر باغ میں موجود پیڑوں کے سارے پتے گن
"لی ئے ہیں۔۔اور۔۔۔۔ مم۔۔میں نہیں ایسا شہنشاہ بول رہا تھا۔۔۔۔

ذو معانویت سے بھرپور انداز اپنائے پانی میں پیر جھلاتے ہوئے چپڑ چپڑ کی
ناگوار آواز پیدا کرتا ہوا اس نے سر پر تلوار کی طرح دلاور کے خطرناک

تیوروں سنگ کھڑا ہو جانے پر ایک مرتبہ پھر اپنی ساری کارستانی کا سہرا شہنشاہ کے سر باندھا تو اب کے شہنشاہ نے منہ کی طرف لیجا رہے کیلے کو واپس ٹوکری میں رکھتے موٹی موٹی وار نگ دیتی ہوئی نگاہ اس بتیسی کی نمائش کر رہے مکار شخص کی جانب اٹھائی۔

جیسے کہہ رہا ہو

"بھائی مرنا ہی ہے تو کسی کھائی وائی میں کود کر جان دو ناں! کیوں میرے بھاری قدموں تلے آکر مجھے قاتل بنانا چاہئے ہو۔۔۔۔؟"

"ارے! تم تو خفا ہو گئے یار! میں تو کہہ رہا تھا کہ تم مجھے بتا رہے تھے۔۔ میرا مطلب ہے کہ تم کہنا چاہ رہے تھے۔۔۔، یعنی تمہاری چھٹی حس نے اندازہ لگایا کہ۔۔۔" حفظ ماتقدم کے تحت وہ ایک جانب دلاور تو دوسری جانب شہنشاہ کو دیکھ چائے کی پیالی کے ساتھ بسکٹ کی طشتری لیکر کھڑا ہوا۔

"ہاں! آ گئے بولو کیا کہنا چاہ رہا تھا۔۔۔؟" دلاور نے ایک قدم آگے لیا تو وہ شہنشاہ کی طرف کھسکنے لگا۔

"یہی کہ تم۔۔۔"

کہ میں۔۔۔؟"ایک قدم مزید آگے ہوا۔"

"کہ۔۔۔۔"

"کہ۔۔۔؟"

کہ تم بھابی کو بہت مس کر رہے ہو۔۔ایسا میں نہیں شہنشاہ کہہ رہا تھا اور یہ"

"کہہ رہا تھا کہ۔۔۔۔۔

"ننن۔۔۔ نہیں!!!!۔۔"

بقیہ الفاظ دردناک چیخ کی صورت پورے باغ کی فضا میں گونج کر واپس آئی اور پلک جھپکتے معظم صاحب چائے بسکٹ سمیت چھپاک کی زوردار آواز کے ساتھ تالاب میں تیراکی کر رہے تھے۔۔۔

کیونکہ شہنشاہ نے پہلی وارننگ کی سنگینی کو نظرانداز کرنے کی پاداش میں سونڈ کو حرکت دیا تھا اور جھوٹ بولنے کی جرم پر بھٹی صاحب شرم سے نہ صحیح لیکن پانی پانی خیر ہو گئے تھے۔

انتہائی خراب ہو تم دونوں ایک معصوم سے بچے کو ٹیم بنا کر ہراس کرتے" ہو۔۔۔۔؟"کنارے پر آنے کی جان توڑ کوشش کو دلاور کی جانب سے بار بار ناکام بنائے جانے پر وہ روہانسا ہوا تھا۔

ہاں! معصوم بچہ اب معصوم ہی اتنا ہے۔۔۔کیوں مترا۔۔۔؟"شہنشاہ کی" پیٹھ پر براجمان ہوتا شانے جھاڑ کر اس نے شہنشاہ کی رائے چاہی جس نے سونڈ اٹھا کر بڑی سی آواز نکالتے ہوئے سہمتی ظاہر کی تھی۔

یہ تو ہے ہی بے وفا۔۔۔"ٹھنڈے پانی میں کھڑے معظم کا اس بھائی" چارے پر سیر وں خون جلا تھا۔

تم بڑے باوفا ہو۔۔۔"لکڑی کی مدد سے اس کے کنارے آنے کی ایک اور" کوشش ناکام بناتے اس نے ناک سے مکھی اڑائی۔

یار آنے دو پانی بہت ٹھنڈا ہے۔۔۔"بے حسی کی انتہا دیکھ وہ منتوں پر اتر آیا" تھا۔

لیکن دوسری طرف کوئی سنوائی نہیں تھی ایک مزے سے کیلے تو دوسرا کافی سے لطف اٹھاتا اس کی مظلومیت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

ظالموں مر جاؤں گا میں یہاں پر۔۔۔"کپکپاتا ہوا وہ چیخا۔"

"ویسے بھی زبان کسی نہ کسی دن مروائے گی ہی۔۔۔۔"

گویا دامن سے معنوں گرد جھاڑی گئی تھی۔

یار شہنشاہ تمہارے لیئے میں کیلے لیکر آیا ہوں کم از کم اسی کا خیال"
کر لو۔۔۔"مسمسی شکل ڈال کر اب کے وہ شہنشاہ کے مقابل سوالی بنا۔

جواباً شہنشاہ نے ایک نظر کمر تک پانی میں کھڑے بھٹی صاحب تو دوسری اپنے پیٹھ پر براجمان یار پر ڈالی اور نہایت اطمینان سے چند کیلے سونڈ میں لپیٹ کر اس کی سمت اچھال دیا۔

جس پر جہاں دلاور کا قہقہہ چھوٹا تھا وہیں معظم اس درجہ بے اعتنائی پر صدمہ سے ساکت ہوا تھا۔

تم۔۔تم دونوں ناں ایک نمبر کے دل جلے عاشق ہو،ایک کو کوئی ہتھنی مل "
نہیں رہی !دوسرے بیسٹ کو ایک پری ملی تو وہ بھی فل وقت دستیاب نہیں
اسی لی ئے اپنی تنہائی کے عذاب کو مجھ پر ستم ڈھا کر دور کرنا چاہتے ہو۔۔"کمر
تک ٹھنڈے پانی میں کھڑا وہ اپنی زبان کے جوہر دکھانا واپس سے شروع
ہو گیا تھا۔

مطلب جب خوار ہی ہونا ہے تو کیوں نہ اہتمام سے ہوا جائے۔۔

"!آج تو تم ضائع ہو جاؤ گے ننھے افسر"

جواباً اس درجہ فضول گوئی پر دانت کچکچاتے دلاور نے کیلے کے چھلکے اٹھا کر
پھینکنا شروع کئے، جس میں شہنشاہ بھی بھرپور ساتھ دینے لگا تھا آخر کو اسے
بھی تو شدید سنگل ہونے کا طعنہ دیا گیا تھا جبکہ اس زندگی مست مولا تھی
لیکن طعنہ تو طعنہ ہوتا ہے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

تواضع کر اے عشق! چند آنسوؤں سے
بہت مسکرانے کو جی چاہتا ہے

بہت دیر تک چھپ کے تیری نظر سے
تجھے دیکھ پانے کو جی چاہتا ہے
تری آنکھ کو بھی جو بے خواب کردے
وہ فتنہ جگانے کو جی چاہتا ہے
حسیں تیری آنکھیں،حسیں تیرے آنسو
!!یہیں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے

آج پھر اپنے قول کے مطابق بیگم تبسم اسی سج دھج کے ساتھ حویلی آئی ہوئی تھی۔ سرسری ملاقات کے بعد ملازمہ کے ہاتھوں جوس وغیرہ بھیج کر وہ کچن سے ہی دروازہ کھول کر عقبی لان میں چلی آئی تھی۔

آج کی ان کی بحث کیا رنگ لائے گی یہی سوچ سوچ کر اعصاب نڈھال ہونے لگے تھے تھکے ہوئے بے آسرا مسافر کی طرح وہ بوڑھے نیم کے پیر کے گرد بنے سنگی چبوترے پر بیٹھ گئی تھی۔۔

من موہنا چہرہ ذہنی پراگندگی سے زرد پڑ رہا تھا اداس آنکھیں بے چینی کا دھواں سمیٹ کر کچھ اور ابر آلود ہو گئی تھی۔ جیسے برس پڑنے کو بیتاب ہو۔۔

دفعتاً قریب آہٹ ہوئی نگاہ اٹھا کر دیکھا تو پاکٹ کی جیبوں میں ہاتھ اڑسے وہ شخص کھڑا تھا جس کا کم از کم اس وقت ہو رہے شکستہ اعصاب سنگ ہر گز بھی سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

تبھی دونوں پنجے چبوترے پر گاڑ کر خاصی قوت سرف کرتی وہ کھڑی ہوتی ایک سمت بڑھنے لگی۔

"میں جانتا ہوں آپ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی، میری موجودگی آپ کے اعصاب پر سخت گراں گزرتی ہے، لیکن میرا یقین کریں میں آپ کو اپنی منشا سے پریشان یا ہراساں نہیں کرتا، یہ احساس ندامت کا بوجھ ہی دل پر ایسا ہے کہ ناچاہتے ہوئے بھی قدم آپ تک آ رکتے ہیں۔۔۔"

جنید کا عام دنوں سے یکسر مختلف لہجہ تھا ہی ایسا ٹوٹا بکھرا پشیمانی کی کسک لی ئے کہ میرال کے قدم نا صرف جہاں کے تہاں منجمد ہوئے بلکہ وہ الجھے استفامیہ تاثرات لی ئے مڑی بھی۔

"کیسی احساس ندامت۔۔۔؟"

"کیسی احساس ندامت۔۔۔؟"

جواباً مقابل کہ لب پیوست ہو جانے پر میرال کو ایک بے نام سی بے چینی نے یکدم سے اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔

"میں آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔۔؟"

ہنوز خاموش پر اس کی دبی آواز میں خفگی سمٹی۔

جس پر پشیمان نگاہوں سے اس کے ملائم خدوخال میں دوڑی تپش زدہ سی بے چینی و نقاہت زدہ حالت دیکھتے سختی سے لب بھینچ کر انتہاءِ بے بسی کے

عالم میں جوتے تلے موجود گھاس کو رگڑتے ہمیشہ کی طرح لبوں تک آئے

آواز کا بھاری دل سے جنید نے گلا گھونٹا تھا۔

"میں آپ سے معذرت کرنا چاہتا تھا۔۔"

توقف سے اعصاب یکجا کر سر اٹھاتے وہ اس شکستہ حس پر قابو کر اپنی سابقہ

نرم و پر اعتماد لہجہ اپنا چکا تھا۔

"کس چیز کیلئے۔۔؟"

جو اباً میرال کی شفاف جبین پر باریک لکیروں کے جال بنے تھے۔

اپنی اس دن کی گستاخی کیلئے جس سے آپ کو ٹھیس پہنچی، لیکن یقین کریں"

باخدا میرا ایسا مقصد نہیں تھا،

آپ میزان کی بیوہ ہے، میرے بہترین دوست کی عزیز ترین ہستی، میرے

لئے قابل احترام ہیں، آپ کے متعلق ایسا ویسا خیال ذہن میں لانے سے

قبل واقعی میں چلو بھر مانی میں ڈوب مرنے کو ترجیح دوں گا، پھر بھی آپ کی

"دل آزاری ہوئی اس کیلئے میں دل سے شرمندہ ہوں۔۔

دکھ وندامت سے پست لہجہ سچائی اور شرمساری کے بوجھ سے کچھ جھکی گردن دیکھ میرال نے گھبراہٹ کے مارے بیساختگی میں دو قدم پیچھے لئے تھے۔

بھاری ڈیل وڈول کے مالک شخص کہ یوں بنا کسی آڑ کے پشیمانی کہ اظہار پر پتھیلیاں نم، حلق خشک، پیشانی عرق آلود ہونے پر اس نے مٹھیوں کو بھینچا تھا۔

"ٹھیک۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔"

اپنی سراسیمگی چھپاتے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"لیکن میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔۔۔"

کس بات پر۔۔۔؟" وہ انجان ہوئی۔"

"مجھے آپ کی اجازات درکار ہے۔۔۔"

معذرت کے فوراً بعد اسی حماقت کو دہرانا آپ کو لگتا ہے ایک سمجھدار" انسان کو زیب دیتا ہے۔۔۔؟"اس کے کھلے ڈلے انداز پر اس کا تن بدن ناگواریت سے سلگ اٹھا تھا۔

"آپ بھی سمجھدار ہیں، اتنا تو سمجھ ہی گئی ہوں گی میں نہ معذرت آپ کی دل آزاری کیلئے کی ہے جو غلط فہمی کے باعث ہوئی، اس خواہش کیلئے نہیں۔۔۔" وہ اپنی عمدہ ڈھٹائی کی صلاحیت دکھانے پر بضد مسکایا تھا۔

جواباً دانت پر دانت جماتے میر ال کا بس نہ چلا کچھ کر دے اس شخص کا جس کی پیش قدمیاں اب بالکل ہی خوف کی حدود سے بے بہرا ہو گئی تھی۔۔

"مجھے ایک موقع دیں۔۔۔؟"

بجائے احتجاج کہ خاموشی پر اس کی ہمت بڑھی تھی۔

"اس سے کیا ہو گا۔۔۔؟"

کسی قوی خیال سے مشتعل اعصاب کو باندھتے اس نے سرد نگاہ براہ راست اس کے چہرے پر گاڑی۔

میں۔۔میں آپ کے حصے کی خوشیاں کشید کر دوں گا آپ کو۔۔۔۔"وہ"

پر جوش ہوا۔

"اتنے بااختیار ہیں آپ۔۔۔؟"

جتنا ہوں اتنے تو لگا دوں گا۔۔۔"وہ پُر عزم تھا۔"

"!پھر لا دیں میزان عثمانی"

"جی۔۔۔۔؟"

قطعی غیر متوقع مطالبہ پر بوکھلاہٹ کے زبردست حملے پر لب وا، پتلیاں ساکت اور دمکتے نقوش آن کی آن میں تاریک ہوئے تھے۔جبڑوں کو بھینچتے اس نے آنکھوں سمیت گردن کو جھکایا تھا۔۔

دل نے تاوان کی صورت میں لٹایا ہے نصیب

میں نے کھویا ہے مشقت سے کمایا ہوا شخص

یاد آتا ہے تو بڑھ جاتا ہے نقصان کا رنج

!زندگی بھر کا اثاثہ تھا گنوایا ہوا شخص

"آپ کو کس چیز کی احساسِ ندامت مجبور کر رہی ہے میں نہیں جانتی، نہ ہی رازوں کے تعاقب کا مجھے کوئی شوق ہے۔۔آپ سے اتنی سی گزارش ہے میری زندگی مشکل مت بنائیں۔۔بلکہ زیادہ بہتر ہو گا کہ دوبارہ میرے سامنے ہی مت آئیں، احسان ہو گا آپ کا۔۔۔"

ملتجی انداز میں دوٹوک فیصلہ سنا کر وہ قدم در قدم اس کی نگاہوں سے دور ہوتی ملگجے شام سی اداس ہاف وائٹ آنچل لہراتی لوہے کی دروازے کے پیچھے اوجھل ہو گئی تھی وہ ہنوز وہیں ساکت و سامت کھڑا ہاتھ ملتا ہوا اس بوجھ سے اپنے دل کو ڈوبتا محسوس کر رہا تھا۔

شائد میری یہی سزا ہے کہ مجھے تلافی کا موقع نہ ملے۔۔"شکستہ نگاہ آسمان کی جانب اٹھاتا وہ خود سے ہم کلام تھا۔

ہر بار وہ تمام تر ہمت مجتمع کر اپنے اس نادانستہ جرم کا اعتراف کرنے اس دن بدن بڑھتے بوجھ کر ہلکا کرنے اس کے مقابل آتا تھا اور ہر مرتبہ اس خزاں رسیدہ پتے کی طرح پل میں بے مول ہوئی لڑکی کہ روبرو ہوتے ہی ہمت و الفاظ دونوں ساتھ چھوڑ جاتے تھے رہ جاتا تھا تو وہ ضمیر پر منوں بڑھا احساس ندامت کا بوجھ!

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کچھ شکایتیں بھی ضروری ہے تجھ سے اے زندگی

ورنہ کہاں روز روز اپنی ملاقات ہوتی ہے!

وہ ریلنگ پر کہنی گاڑے وجیہہ چہرے پر گمبھیر سنجیدگی آنکھوں میں سوچ کی دبیز خاموشی لیے نیچے جھانک رہا تھا جب وہ نگاہ بچاتی ہوئی کچن سے برآمد ہوئی۔

اور بنا ارد گرد دیکھے عفیریت سے پیچھا چھڑانے کے انداز میں تیز تیز زینے طے کرتی ہوئی وہ اپر آئی کہ راہداری میں مڑتے ہی ریلنگ سے ہٹ کر پلرّ تک آئے باران کے تواناں وجود سے ہوئے زبردست تصادم سے بری طرح عدم توازن کا شکار ہوتے ایک ہاتھ سے پلرّ کا سہارا لیا جبکہ دوسرے سے دکھتے سر کو تھاما تھا۔۔

"ٹھیک ہیں آپ۔۔۔۔؟"

اس کے چہرے پر بکھری تکلیف کی سرخی دیکھ باران نے تشویش سے پوچھا۔ جس پر اس نے میچی ہوئی بھری بھری آنکھوں کو کھول کر سحر انگیز آواز کے تعاقب میں اٹھایا۔

نیوی بلیو ٹراؤزر پر وائٹ ہاف سلیوٹی شرٹ میں ملبوس اپنی ہی جانب متوجہ باران عثمانی کو دیکھ بجلی کی تیزی سے اس کی نظر نیچے کی جانب گئی جہاں گرما گرمی چل رہی تھی تبسم بیگم اور ناظمہ بیگم کے درمیان۔

اور دوسری ساعت ہی حملہ آور ہوئے کم مائیگی کہ غلبہ آمیز احساس قبل اس کے کہ اس کی قائم کردہ بھرم کی دیواروں کو منہدم کر عارضوں کو بھگونا شروع کرتی وہ فرش پر قدموں کی گرفت بناتی سر جھکائے اس کے پہلو سے نکلی تھی۔۔۔

اس کے روم میں روپوش ہونے تک باران کی سنجیدہ نگاہ اس دھندلی آنچل کی تعاقب میں رہی تھی پھر پلٹ کر نیچے گئی۔۔

پھر کسی مصمم ارادے پر مہر ثبت کر ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ اڑستا ہوا بھاری قدموں سے فرش کو روندتا ہوا دی جان کے کمرے کی دہلیز عبور کر ان کے تخت تک پہنچا تھا۔

ارے! بچے تم آج اپنے داجی کے ساتھ نہیں گئے۔۔۔؟"آہٹ بھانپ کر دی جان نے ازلی محبت بھرے انداز میں خوش آمدید کہا۔

نہیں! مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔۔۔"ان کی جھڑی زدہ پیشانی پر ڈھلکی" ململ آنچل پر نگاہ جمائے اس نے اجازت چاہی۔۔

پوچھو!"مہارت سے کروشئے چلاتے انھوں نے اجازت دی۔"

"میزان کی منکوحہ یہاں کیوں رہتی ہے۔۔؟"

"ہمم۔۔۔؟"

غیر متوقع سوال پر دی جان کے ہاتھ ٹھٹھک کر رکے پھر ہنکار بھرتے انھوں نے حیران نگاہیں اس کی سمت اٹھائی۔

"دی جان آپ جانتی ہیں مجھے باتوں کو پیچ و خم دیکر طوالت دینا نہیں پسند ہے، لہٰذا میں سیدھا مدعا پر آتا ہوں۔"وہ سٹول گھسیٹ کر ان کے مقابل ٹکا۔

دی جان اس کے اس درجے سنجیدہ تاثرات دیکھ تشویش زدہ ہوئی تاہم ظاہر کرنے کے بجائے اپنا کام جاری رکھتے سر کو جنبش دیا۔

"میرال میزان کی منکوحہ تھی بیوی نہیں، پھر وہ حویلی میں میزان کی بیوہ بن کر کیوں رہ رہی ہیں۔۔۔؟ مذہبی رو سے ان پر تو عدت تک واجب نہیں ہوتی ہے، پھر پانچ سال سے وہ یہاں اس طرح زندگی کیونکر گزار رہی

ہیں۔۔۔؟"پہلے سے بھی زیادہ تمہید کی آمیزش سے مبرا اس کے کھرے اعتراضانہ انداز پر دی جان کی نا صرف ہاتھوں کی حرکت تھمی بلکہ وہ شاک کی کیفیت میں اس کا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

میں جب تک یہاں تھا انھیں یہاں لانے کی کوئی بات نہیں"

تھی۔پھر۔۔۔؟"ان کی تحیر کو نظر انداز کرتے اس نے سلسلہ جاری رکھا۔

ماں رہی نہیں تھی بچی کی، تبسم بیگم نے بھی واپسی کر لی تھی ایسے میں ہم"

بچی کو ملازموں کے سہارے تھوڑی نہ چھوڑ سکتے تھے سولانا پڑا

یہاں۔۔۔"توقف لیکر انھوں نے اپنی جانب سے تسلی بخش جواب دیتے موضوع سمیٹا۔

اور اب جب وہ لیجانا چاہتی ہیں پھر اب کیوں آپ لوگ اجازت نہیں دے"

"رہے۔۔۔؟

تم کب سے حویلی کے معاملات میں دلچسپی لینے لگے۔۔۔؟"جانچتی نگاہ" اس کے چہرے پر جماتے گہرے انداز میں پوچھا۔

لیکن ادھر چھپانے کیلئے کچھ تھا نہیں لہٰذا اس کے سنجیدہ پرُاعتماد تاثرات میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوا تھا۔

یہ معاملات مضراب کی منٹل ہیلتھ کو متاثر کر رہے ہیں دی جان ! اس دن" جس طرح ماں سانے مضراب پر ہاتھ اٹھایا وہ مجھے بالکل پسند نہیں آیا۔۔۔"اس کے لہجے وتاثرات میں ناگواریت کی خطیر آمیزش شامل ہوئی تھی۔

جس پر دی جان نے لب دبائے تھے۔۔

"!!ماں ہے بچے وہ"

جی ! لیکن مضراب کا سوال گستاخی کے زمرے میں نہیں آتا تھا، وہ لڑکی" ہیں میرال کے بے حد کلوز ہیں، انھیں اس طرح دیکھ کر ان کے ذہن کا ڈسٹرب ہونا ایک فطری امر ہے، اس کیلئے وہ ایک کنویسنگ جواب ڈیزور کرتی ہے تھپڑ نہیں۔۔۔"اس کے کھلے ڈلے انداز میں ناپسندیدگی سے ظاہر

کرنے پر دی جان اون اور کروشئے کو سائیڈ پر رکھ کر پوری طرح اس کی سمت متوجہ ہوئی تھی۔۔

میں جانتا ہوں حویلی کی نایاب روایات کی اہمیت انسان کی زندگی سے بھی" زیادہ ہے، جن میں ترمیم کا شائد سوال ہی نہیں اٹھتا، اس لیئے میں خود کو "انوالو بھی نہیں کرتا، لیکن۔۔

لیکن انسان کو کوشش نہیں چھوڑنی چاہیئے۔۔۔" بات اچک کر شہ دیتے" انداز میں 'کوشش' پر دباؤ ڈالنے پر باران کے ماتھے پر نا سمجھی کے بل پڑے تھے۔۔۔

تم بھلے کنارہ کشی اختیار کر مانتے نہیں، لیکن تمہاری حیثیت مستحکم ہے، تم" چاہو تو کوشش کو کامیابی میں بدل سکتے ہو، تمہارے داجی کل شائد پورا دن گھر ہوں گے، تم فیصلہ کر لو تو میں مدد کر سکتی ہوں اس موضوع کو زیر بحث لانے میں۔۔۔" متبسم انداز میں اپنے ساتھ کا ایقان سونپ کر وہ اسی اطمینان

سے اؤن لپیٹتی کروشئے کو مہارت سے حرکت دیتی ہوئی اپنے پسندیدہ مشغلہ میں مشغول ہو گئی تھی۔

ادھر باران عثمانی کا اطمینان ذہن میں سوچ کے واہوئے دریچوں نے ٹھیک ٹھاک متاثر کیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

!خیالوں کہ سمندر میں تیری یاد کی لہروں کی بغاوت
!اٹھتی ہے تو پھر سفینۂ ہستی کو بہالے جاتی ہے

شوخی و ترنگ کے ساتھ بھٹی صاحب کا ہاتھ فضا میں لہرایا تھا۔ جس پر بیڈ پر الٹا لیٹے دلاور نے کوفت سے آنکھوں کو گول گھماتے ترچھی نگاہ اس درمیانی دروازے پر ڈالی جس کی دوسری جانب ان کا مشاعرہ چل رہا تھا۔

"کیوں اس قدر زندگی سے اکتائے ہوئے ہو ننھے افسر۔۔۔؟"

دبے اکتائے سرد لہجے میں وارنگ کی سلگتی چنگاریاں تھی۔

میرا'کیوں'توپور کنکشن کی وجہ سے لوڈ نگ پر ہے، تمہاری اکتاہٹ کا"

'کیوں'توڈاؤنلوڈ ہو چکا ہے ناں؟تم کیوں پیش قدمی نہیں

کرتے۔۔۔؟"سنجیدہ سوال لی ئے بنیان وٹراؤزر میں ملبوس کرچی سمیت

بتیسی کی نمائش کرتا وہ ڈور فریم میں وہ جلوہ افروز ہوا۔

"میرے ہاتھوں ضائع ہو جاؤ گی۔۔۔"

"کسی کی یادوں سے ضائع ہونے سے تو اچھا ہی ہے۔۔۔"

"!!!معظم بھٹی"

حقیقتاًاس بے تکی تان سے بس ہو چکی تھی۔ تبھی وہ اٹھ کر بیٹھتا بھسم کر

دینے والی نگاہوں سے اس فسادی کو گھورنے لگا تھا۔

اتنی محبت سے مت دیکھو میرے ہاتھ میں کرچی ضرور ہے لیکن میں بھابی"

نہیں ہوں۔۔۔"دو انگلیوں میں کرچی گھماتا وہ معنٰی خیزی سے مسکایا۔

"تم بیہودہ ہو۔۔۔"

غراتے ہوئے اس نے نیچے سے بھاری بوٹ اٹھا کر انجام کی پرواہ کئے بغیر اس جانب داغا۔

اور تم سحر زدہ!!" چالاکی سے نشانہ قطع کرتا وہ ٹون میں ہی رہا۔"

مرو تم گھٹیاں انسان!" دوسرا بوٹ بھی ہوائی حملے میں شریک ہوا۔"

اتنی جلدی کیا ہے۔۔۔" وہ پھر نشانہ قطع کر چکا تھا۔"

"اب تو بچ ہی جاؤ۔۔۔۔"

دوسری ناکامی پر فون بیڈ پر اچھالتا وہ کسی چیتے کی طرح جھپٹا جس پر معظم نے شوق سے قہقہہ لگاتے فوراً دروازہ کھول کر باہر کی جانب دوڑ لگائی تھی۔۔

اور اب وہ کسی فرار مجرم کی طرح آگے آگے تھا اور دلاور ایک ماہر انکاؤنٹر افسر کی طرح پیچھے۔

ان کے اچانک آدھمکنے سے جانور تو جانور اپنے روزمرہ کے کام میں مصروف سارے ملازم اپنا کام چھوڑ کر اس چور پولیس کی پکڑا پکڑی سے لطف اندوز ہونے لگے تھے جو معظم کی جان پر بن آجانے کے باوجود بے باکانہ دہائیوں

کی وجہ سے مزید دلچسپ ہو گئی تھی تو دوسری جانب دلاور کا غصہ سوا نیزے سے چڑھا ہی جا رہا تھا۔

"مترا! مترا! بچا لے میرے بھائی، اپنے خیر خواہ کے خون سے ہاتھ رنگنے پر بضد ہے یہ ظالم!" ہانپتا ہوا وہ بلا آخر مترا کی آڑ میں پناہ کیلئے ٹھہرا تھا۔

"خیر خواہ کی شکلیں ایسی خواہ مخواہ نہیں ہوتی۔۔ مترا تم ہٹو آج میں اس بے حیا شخص کا کچھ کر ہی دوں گا۔۔۔"

وہ بھی خطرناک عزائم سنگ مترا کے دوسری جانب کھڑا تھا۔

"!! قسم ہے مترا تمہیں میری جو ہٹے تم"

قسم کھالی ہے اس نے اب تو ہٹ ہی جاؤ۔۔۔" بری طرح ہانپتے وہ غرایا۔"

مترا نہیں! مرد ہمیشہ حق کہ ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔۔۔" مترا کہ ذرا پیر کو"

حرکت دینے پر وہ چیخا تھا۔

ہاں! تو پھر سائیڈ پر جا کر کھڑے ہو جاؤ!" وہ جیسے ٹھان ہی چکا تھا۔"

ایک کو سونڈ کی جانب تو دوسرے کو پیروں کی جانب پھر ایک پیر کی جانب تو دوسرا سونڈ کی جانب! ان دونوں کی بے تکی تگ ودو و بحث سے کوفت کا شکار شہنشاہ نے ہٹنے کا فیصلہ لیا کہ معظم چیخ پڑا۔

"مترا! میرے لیئے نہیں تو بھابی کیلئے بچالو۔۔۔پلیز!" دونوں ہاتھ جوڑتے اس نے آنکھیں پٹپٹائی کیونکہ مترا صاحب کی گول گول آنکھیں اس کی طرح گھومی تھی۔

"جڑے ہاتھ ناک تک لاتے اس نے آنکھوں کو دی جان کیلئے بھی پلیز!!" ادھر ادھر کرتے حوالہ مضبوط کیا۔

جس پر غالباً سمجھنے کیلئے شہنشاہ صاحب نے توقف لیا۔

"مترا! تم اس کی خرافات نہیں سنو! فوراً ہٹو میں ابھی پکڑ کر اسے گلستانِ بہار سے باہر پھیکتا ہوں۔۔۔" اس کے پنترا بدل لینے پر دلاور اس پر جھپٹا کہ شہنشاہ نے سونڈ سامنے لاتے موقع ضائع کر دیا۔

مترا تم اس کی باتوں میں۔۔۔؟"مترا کی دفاعی کوشش پر تو معنوں صدمہ "
ہی لگ گیا تھا اسے۔

مترا سچ کا ساتھ دیتا ہے،اور وہ جانتا ہے میں صحیح ہوں،وہ یہ بھی جانتا ہے کہ "
ایک فضول سا آدمی ہماری پیاری بھابی کو دہلیز پر چھوڑ کر کسی بھگوڑے کی
طرح بھاگا ہے۔۔۔"مترا کو پہلی بار اپنا حامی دیکھ اس کا سینا چھپن انچ تک
پھولا تھا۔

"میں بھگوڑا ہوں۔۔۔؟"

بھابی سے جان چھڑائی ہے اس بات کو مانتے ہو۔؟"آنکھیں سکیڑتے اس "
نے بات پکڑی۔

وہ وہاں خود جانا چاہتی تھیں۔۔"الفاظ پر زور ڈالتے وہ جا کر قریب رکھے "
پتھر پر بیٹھ گیا تھا۔

"تو اب لے آؤ۔۔۔"

مجھے کیا پڑی ہے۔۔۔؟"وہ اجنبی ہوا۔"

جس پر شہنشاہ اور معظم نے بیک وقت برہمی سے گھوری ڈالی تھی۔

ایسے گھور کر دیکھنے سے حقیقت نہیں بدلنے والی، دی جان اپنی مرضی سے" لیکر آئیں تھی اور ان کی منشاء پر چھوڑ کر آیا ہوں، اس میں میرا ذاتی طور پر کوئی عمل دخل نہیں ہے۔۔۔۔"اس نے شانے سے نادیدہ گرد جھاڑتے حد ہی کر دی تھی جس پر جلبلا کر معظم باہر آیا تھا۔

بڑا احسان کیا آپ نے حریف زادے جی! جو بذات خود سات سمندر پار" کرا انھیں چھوڑ کر آئے ورنہ اتنے خطرے مول لیکر اس بچھڑی بچی کو اپنے گھر کون پہنچاتا، آپ کو تو نوبل پرائز ملنا چاہئے۔۔۔۔"جل کر تالیاں پیٹتا وہ اس کے مقابل دھپ سے بیٹھا تھا۔

جس پر ہنکار بھرتے اس نے تیور سے آنکھیں گھما کر نظر انداز کیا۔

چلو مان لیا دی جان کا فرنبردار بچہ سب دی جان کیلئے کرتا ہے، پھر دی جان" نے کہا تھا ناں ان کے ساتھ جانا، رکنا وہاں۔۔پھر کیوں تم انھیں ڈیکنگ میں

مسئلہ ہوا ہے شہر ہوں کا جھوٹ موٹ بہانہ ڈال کر یہاں دبکے ہوئے ہو

"ابھی بھی دونافرنبرداری کا ثبوت۔۔۔۔؟

معظم بات کو طول مت دو فضول میں۔۔۔"جان چھڑانے کے انداز میں"

وہ جھٹکے سے کھڑا ہوا تھا۔

اتنے بے حس مت بنو یار! زندگی موقع دے رہی ہے تمہیں تم خود کو موقع"

"کیوں دینا چاہتے۔۔۔؟

"اب تم گیان بانٹو گے۔۔؟"

"نہیں بانٹتا اچھے بچوں کی طرح بھابی کو لے آؤ۔۔۔"

شانے پر ہلکا دباؤ ڈالتا ہوا وہ حوصلہ افزا انداز سے مسکایا تو دلاور نے اعصاب ڈھیلے چھوڑ دئے اس جیسے ضدی وہٹ دھرم شخص کے اکلوتا یار ہونے کا سہرا اس لیئے بھی اس ننھے افسر کے سر تھا کیونکہ وہ ڈھٹائی میں لاثانی تھا لات مکے جوتے بات سب پڑ لیتا لیکن موقف سے نہ ہٹتا۔۔

"پھر کب لا رہے ہو۔۔۔؟"

ابھی نہیں !ابھی حویلی کاماحول گرم ہے، جس کی وجہ سے دی جان کو"

"دھڑکا لگا رہتا ہے کہ وہ کچھ سن نہ لے۔۔۔

جان بخشی کیلئے اس نے جواز تراشا۔

"تو یہاں۔۔۔"

سے تم دفع ہو جاؤ جتنی جلدی ہو جائے پک گیا ہوں میں۔۔"دونوں کانوں"

میں انگلی ٹھوس کر بے مروتی سے کہتے وہ پشت دکھا کر چل دیا تھا۔

دیکھ لیا شہنشاہ یہ عزت ہے می۔۔۔"بات مکمل ہونے سے پہلے ہی شہنشاہ"

صاحب بھی نکل لی ئے جس پر صدمے سے اس کا منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دوسرے دن کا کہر آلود سورج سنسنی خیز ماحول کے ساتھ حیرت انگیز

تبدیلیاں لیکر طلوع ہوا تھا۔

ناشتہ کے دوران داجی کا تبسم بیگم کہ مطالبہ کے متعلق سوال کرنا حیرت انگیز تھا تو اس سے کئی زیادہ نا قابل یقین ہمیشہ کی طرح محفل سے نشست برخواست کرنے کہ باران عثمانی کا بڑوں کے درمیان آکر بیٹھنا تھا۔

داجی کی آج کوئی میٹنگ نہیں تھی لہٰذا وہ آرام سے آکر ہال میں موجود صوفے پر براجمان ہوئے تو بقیہ سارے بڑوں کو بھی ان کے گرد اکٹھا ہونا پڑا۔

گو کہ سب کے متعلق یہ مسئلہ ایسا گمبھیر قابل توجہ تھا نہیں دوسرا داجی سمیت دیگر مرد حضرات حویلی کہ اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے تھے اس میں فیصلے کا مکمل اختیار عورتوں کا اور خاص طور پر سربراہ تخت پر براجمان ہستی کا ہوتا تھا۔

لیکن آج داجی کہ بلخصوص پوچھنے پر ناظمہ بیگم نا چاہتے ہوئے بھی چیدہ چیدہ انھیں بتانے لگی تھی۔انداز سد فیصد مسئلہ کو غیر سنجیدہ اور نا قابل توجہ بتانے کا تھا لیکن داجی کی غیر معمولی توجہ سے معاملہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"آپ کیا کہتے ہیں برخوردار۔۔۔؟"

اچانک داجی کا رخ باران کی طرف ہوا۔

جس پر سبھی جہاں چونکے تھے وہیں مطمئن بھی تھے کہ باران عثمانی کا جواب حسب سابق پہلو تہی ہو گا۔ لیکن شائد آج کا دن سرپرائز لیکر طلوع ہوا تھا۔

اس مسئلہ کی ڈیٹیلز تو میں نہیں جانتا، بٹ کل وہ خاتون بار بار پنچایت سے " رجوع کرنے کی دھمکی دے رہی تھی، اور ان کا ایگریشن و کانفڈنٹ دیکھ کر لگ رہا تھا وہ ایسا کر بھی جائیں گی۔ اگر انھوں نے ایسا کر دیا تو آپ لوگوں کیلئے "الیکشن میں چیلیجز بڑھ جائیں گے۔۔

"ایسا کچھ نہیں کریں گی وہ۔۔۔"

"بہو۔۔۔؟"

ناظمہ بیگم کے مشتعل انداز میں قطع کلام کرنے پر داجی نے ناگواریت سے ہاتھ اٹھا کر انھیں روکا تھا۔

"تم بتاؤ۔۔۔"

سیاست کاذکر ہوتے ہی داجی کہ کان کھڑے ہو گئے تھے۔ باقی سب بھی اس نئے ٹوئسٹ پر ہمہ تن گوش تھے۔ جس وجہ سے سنجیدہ فضاء پر تناؤ کی چادر تننے لگی تھی۔

معاملہ پنچایت جانے کے بعد بات حویلی کی ریپیوٹیشن پر آجائے گی، اینڈ" آفکورس آپ لوگ اسے اپنے روایات کے لاجک سے ڈیفنڈ کریں گے، ایٹ پرسینٹ لوگ آپ کے لاجک سے امپریس ہو بھی جائیں تو ٹوئنٹی پرسینٹ ایسے ضرور ہوں گے جو اختلافی رائے رکھیں گے، جو اپوزیشن کیلئے ایسے کروشیل مومنٹ پر کسی گولڈن اپورچیونٹی سے کم نہیں ہوگا، باقی آپ سب سمجھدار ہیں۔۔۔" لہجے والفاظ کو صحیح انداز میں ناپ تول کر وہ انھیں کی زبان میں بولا تو سبھی کی پیشانی پر تشویش کی لکیریں صاف نظر آنے لگی۔

ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا بابا سا! میں جانتی ہوں تبسم کو بہت چالاک ہے وہ، "ایسی حماقت ہر گز نہیں کرے گی وہ جانتی ہے میرال حویلی کی بہو ہے۔۔۔

دانت پر دانت جماتے ناظمہ بیگم نے بڑی مشکل سے لہجہ ہموار رکھا تھا ورنہ بیٹے کے متانت بھرے انداز نے ان کے صوفے پر گویا کانٹے بچھا دئے تھے۔ وہ چالاک ہیں اسی لی ئے وہ جانتی ہیں یہ موقع اچھا ہے۔۔"وہ سرعت سے" ماں کی طرف مڑا۔

"دوسری بات ماں سا! آپ مجبوری کی حالت میں اپنی بھانجی کو حویلی لیکر آئیں تھی بہو کو رخصت کروا کر نہیں، اور حویلی کے قانون آپ کے رشتے داروں پر لاگو نہیں ہوتے سو آپ لوگ یہاں روایات کی لاجک بھی شائد نہ چلا سکیں۔۔۔"

"!! بہو ہے وہ اس حویلی کی برخوردار"

داجی کو اس کی یہ راست گوئی کچھ خاص نہیں بھائی تبھی ہنکار بھرتے بارعب لہجہ ذرا اونچا کیا لیکن باران کے اطمینان میں فرق نہیں آیا تھا۔

"رائٹ! لیکن حقیقت یہ بھی ہے کہ وہ میزان کی منکوحہ تھی، عدت ان پر واجب نہیں ہوتی، لیکن گزشتہ پانچ سال سے وہ ہمارے سوکالڈ سوسائٹی کی

بیواؤں کیلئے بنائے گئے اعلیٰ درجے کہ قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے یہاں زندگی گزار رہی ہیں،اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے۔۔۔۔؟" تلخ سوال لی ئے اس نے داجی کی جانب دیکھا۔

جس پر داجی نے آنکھیں سکیڑ کر اس کے مدلل انداز کی مضبوطی کو جانچا تھا۔بغاوت نا صحیح لیکن اختلافی رائے کافی مضبوط تھی اس کی۔۔

مجھے اتنا ہی کہنا تھا ڈ ژیجن آپ لوگوں کا ہے،آپ بہتر جانتے ہیں اپنے" روایات کی کا زاینڈ کو نز کو۔۔۔"شرٹ درست کرتا ہوا وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔

اور بناماں کی خفگی تو دیگر کی متحیر نگاہوں کی پروا کئے وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

بھوا گلے دو دن تو نہیں،بعد جمعہ میں مصروف نہیں ہوں،بلاؤ بیگم تبسم کو" بات کرتے ہیں۔۔۔"کچھ غور وخوص کے بعد کسی نتیجے پر پہنچ کر داجی کہتے ہوئے اپنی نشست سے کھڑے ہوئے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"سب تیار ہو گیا رحمت۔۔۔؟"

حاجی حکیم نے کچن میں قدم رکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی تقریباً ہو چکا ہے، امید کرتے ہیں آپ کے خاص و خفیہ مہمان کو پسند بھی آئے۔۔۔" کرچی چلاتے ہوئے وہ مزہ آمیز سی آہ خارج کرتی ہوئی مسکائی۔

"ناپسند آنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا ہماری رحمت کے ہاتھوں میں لذت ہی ایسی ہے۔۔۔" کچن میں پھیلی اشتہار انگیز خوشبو کو اپنے اندر اتارتے وہ فخریہ بولے تو وہ بھنی ہوئی ہانڈی پر ڈھکن ڈالتی ہوئی وہ ان کی طرف مڑی۔

"ویسے ابا یہ خاص مہمان ہیں کون۔۔؟ کوئی پرانہ مریض جو آپ کی تاثیر مسیحائی سے صحت یاب ہو گیا ہے، یا کوئی دیرینہ دوست جو برسوں بعد یاد آیا ہے۔۔۔؟" پانی کا گلاس ان کی سمت بڑھاتے اس نے تجسس سے آنکھیں سکوڑتے پوچھا۔

اور اگر میں کہوں دونوں بھی نہیں۔۔۔؟"معنیٰ خیزی سے مسکراتے"

انھوں نے تجسس کو ہوا دیتے بھویں اچکائی۔۔

ابا!اب آپ ہمیں مشکوک کر رہے ہیں۔۔۔"پنترا بدلتے وہ مصنوعی خفگی"

سے بولی۔

جس پر حاجی حکیم کا زبردست قہقہہ پڑا تھا۔

ابا!!!"وہ سچ مچ خفا ہو گئی تھی۔"

جس کا اثر لیئے بغیر وہ اطمینان سے بیٹھ کر پانی کا گلاس ختم کرتے اس کے خفا

خفا نقوش پر بھرپور نظر ڈالتے ہوئے کچن سے نکل گئے تھے۔۔

وہ بھی نفی میں سر کو جنبش دیتی فلیم آف کر کے عشاء کی نماز ادا کرنے کے

غرض سے اپنے روم میں چلی گئی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"!رحمت"

"رحمت کہاں ہیں آپ۔۔۔؟"

خشوع و خضوع سے واجب وتر کے بعد نفل ادا کر کے وہ تسبیحات کا ورد کر رہی تھی جب حاجی حکیم کہ تسلسل سے آواز لگانے پر زیر لب ورد کرتی ہوئی باہر نکلی تھی۔

رحمت کہاں ہیں آپ؟ کب سے میرے مہمان کا انتظار کر رہی تھی اور اب"

"جب آئیں ہیں تو۔۔۔۔۔

حاجی حکیم بولتے ہوئے اس کے کمرے کی سمت بڑھے جب وہ استفامیہ تاثرات لیئے دہلیز پر نمودار ہوئی زیر لب ورد اب بھی جاری تھی۔

البتہ حاجی حکیم کے پر جوش انداز کے پیش نظر متلاشی نگاہ پورے ہال نما کمرے میں تیزی سے متحرک ہوئی جو بالکل خالی تھا۔

اس کے تاثرات میں کوئی تغیر نہ دیکھ وہ پیچھے مڑے۔۔

ارے! بیٹا اپنا ہی گھر ہے اندر آؤ آپ۔۔۔"کہنے کے ساتھ ہی جا کر وہ اپنے" مہمان خصوصی کا ہاتھ تھام کر اندر داخل ہوئے۔

ادھر متجسس نظر نووارد کے جوتے پر پڑتے ہی اس کی دھڑکنوں میں یکایک ہی تغیانی برپا ہوئی تھی جس کا شور سماعتوں میں اترتے ہی پلکیں آپ ہی آپ نرم عارضوں پڑ جھکنے کیلئے مرتعش ہونے لگی تھی۔۔

لطف تو جب ہے تعل۔ق کا کہ ،وہ سج۔رجم۔ال
!کبھی کھینچے، کبھی کھنچتا چلا آئے خود بھی

"السلام علیکم۔۔۔۔"

بے سبب ہو رہی غیر حالت پر دقت سے قابو پاتے اس نے پہل کی۔

"!وعلیکم السلام"

گلا کو کھنکار کر جواب دینے کہ ساتھ اس نے حاجی حکیم کے خیال سے نگاہ اٹھا کر روح تک راحت کی طرح اتری آواز کے تعاقب میں دیکھا نہیں تھا۔

اور یہ احترام واحتراز کا دلچسپ امتزاج حاجی حکیم کی جہان دیدہ نگاہوں سے مخفی رہ جائے ایسا کس طرح ممکن تھا۔

"رحمت! حکیم خانے میں غالباً کوئی آیا ہے، میں دیکھ لیتا ہوں آپ تب تک انھیں اندر لیکر جائیں تاکہ یہ تازہ دم ہو جائیں پھر کھانا ساتھ کھاتے ہیں، جاؤ بیٹا۔۔۔"اس کے مضبوط بازو پر ہلکی سے تھپکی دیتے وہ درمیانی دروازہ کھول کر عقبی حصے کی سمت بڑھے۔

مقدس اس کیفیت پر پوری طرح غلبہ پاتی ہوئی دہلیز سے مڑی البتہ حیرت اب بھی غالب تھی۔۔

جس پر جھجھک کے ساتھ دلاور کو اس کی تقلید کرنی پڑی۔

"میں پیڑوں کیلئے کیڑے مار دوائی لینے گیا ہوا تھا، وہاں آپ کے ابا سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے اصرار کیا تو میں منع نہیں کر سکا۔۔۔"

کمرے پر طائرانہ نگاہ گھماتے قصداً انداز کو سرسری کسی قدر وضاحتی رکھا گیا گویا مقابل پر پس پشت محرک واضح کرنا ہو کہ یہاں موجودگی حسب منشا نہیں بلکہ لحاظ و تکلف نتیجہ ہے۔۔

جواباً الماری سے اس کیلئے دوسرا ٹاول برآمد کر کے مڑی مقدس نے گلابی لبوں پر مبہم سا دباؤ ڈال کر بیان کو جانچا پھر تاثرات معتدل کرتی اس کے پاس آئی۔

"!ابا کی بات کا مان رکھنے کیلئے شکریہ"

ٹاول اس کی سمت بڑھاتے سادگی سے کیا گیا ممنویت کا اظہار دلاور کے ماتھے پر تیوریاں جمع ہونے کی وجہ بنا تھا۔

"احسان ایک لفظ شکریہ سے ادا نہیں ہوا کرتے۔۔"

ٹاول لیتے وہ کھردرا جواب داغ کر واش روم میں بند ہو گیا تو پیچھے وہ ہونق سی چند ساعت کھڑی رہی پھر سر جھٹک کر بچھے جائے نماز کی سمت نماز کا بہترین حصہ، رب سے گفت و شنید کا بہترین انداز دستِ دعا بلند کرنے چل دی۔

ادھر واش روم میں تنے عضلات پڑ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارتے اس کے دل ودماغ کے درمیان ایک غیر واضح تنازع نے سر اٹھایا تھا۔وجہ بلاشبہ وہ ایک پُر تکلف لفظ 'شکریہ' تھا جو دل کو چبھا تھا جو کہ اجنبیت و تکلف کے زمرے میں آتا تھا جبکہ دماغ مطمئن تھا کیونکہ اس نے یہی جتانے کی کوشش کی تھی۔

آئینہِ دل پڑ اس اجنبی عکس کا اس قدر گراں گزرنا،اپنی ترجیحات پر دل کا یکایک ہی اختلاف و متضاد باغیانہ توقعات وابستہ کرنا دماغ کو مشتعل کر گیا تھا پھر کنپٹی کی رگوں کا ابھڑ کر احتجاج بلند کرنا غیر متوقع کس طرح ہو سکتا ہے۔۔۔؟

کنپٹیوں کو دو انگلیوں سے اچھی طرح سہلاتے اعصاب کو معتدل کر وہ منہ ہاتھ دھو کر چہرہ خشک کرتا ہوا باہر نکلا تو وہ جائے نماز تہہ کر رہی تھی۔

جتنا فیروزی رنگ کے سادہ سے سوٹ میں لپٹا متناسب سراپا نگاہوں کو بھلا لگ رہا تھا۔اتنا ہی گداز آرائش وزیبائش سے مبرا چہرے کے گرد کسی

مقدس غلاف کی طرح سلیقے سے لپٹا فیروزی دوپٹہ اس کی جاذبیت و کشش کو بڑھا رہا تھا۔

"!پانی۔۔۔"

وہ روم میں رکھی واحد کرسی پر نشستہ ہوا جب گلابی انگلیوں کی گرفت میں کانچ کا گلاس سامنے آیا۔ جسے خاموشی سے تھام لیا گیا تھا۔

آپ خفا ہو گئے۔۔۔؟"گیلا ٹاول اٹھاتے اس نے حوالہ دیتے ہوئے"

پوچھا۔

اب اتنی بے تکلفی بھی نہیں جو برجستہ اظہار ہو۔۔۔؟"بے نیاز لہجے سے"

ہلکا سا شکوہ بھی جھلکا تھا۔

بالکل !اور جو نادانستگی میں ہو جائے تو بلا تکلف اعتراف بھی"

ہو۔۔۔؟"وجہ چونکہ وہ کچھ تانے بانے بننے کے بعد اخذ کر چکی تھی لہٰذا

گلابی لب تصدیق پر مسکائے۔

کچھ کہا آپ نے۔۔۔؟"تیوری کے بلوں کو یہ مسکایا لہجہ محسوس ہوا۔"

آپ نے سنا تو نہیں۔۔۔۔؟" وہ محظوظ ہوتی فوراً سنبھل چکی تھی۔"

جس پر گھورتا ہوا وہ گھونٹ گھونٹ پانی پینے لگا تھا۔

شکریہ سے ہمارا مقصد آپ کو کچھ جتانا نہیں تھا، ہم ابا کی اس الوہی خوشی کی" وجہ سے آپ کے ممنون ہوئے جس کا سبب آپ کی آمد ہے، آپ اس دن گیٹ سے ہی چلے گئے دوبارہ آئے نہیں تو ابا کچھ فکر مند ہو رہے تھے گو کہ ہم نے مطمئن کرنے کی کوشش کی لیکن تسلی انھیں آج آپ کی آمد سے "ہوئی ہے، اس کیلئے ہم واقعی آپ کے مشکور ہیں۔۔۔۔

سادگی بھرے انداز میں بنا تلخی و تمہید کا کھردرا پن لیے مطلع واضح کرتی ہوئی وہ اس کے ہاتھ سے گلاس لیکر دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔

جس پر دل بیک وقت بوجھل و مطمئن ہوا تھا تبھی ماتھے کے بل غائب اور سکڑی آنکھوں نے دہلیز عبور کرنے تک فیروزی دوپٹے کو گرفت میں رکھا تھا۔

انمول ہوتے ہیں وہ لوگ جو رشتوں میں بات کو انا کا مسئلہ بنانے کے بجائے آپ کی ذہنی مطابقت کو سمجھتے ہیں اور آپ کی نفسیات کو مد نظر رکھتے چھوٹی بڑی کسی بھی قسم کی شکوہ، ناراضگی، غلط فہمی کو بڑے نقصان کا روپ دھارنے سے پہلے زائل کر دیتے ہیں۔

ایسے نایاب لوگ بلاشبہ قدر کئے جانے کے قابل ہوتے ہیں۔

اک ایسا شخص خدایا سبھی کو دے دینا
!!کہ جس سے بات کرو تو تھکن اتر جائے

سینے میں اب تک پتھر کی طرح پڑا وہ جسم کا اٹوٹ حصہ کہیں نہ کہیں اس گداز پن کا قائل ہو رہا تھا تاہم رشتوں کے ڈسے متنفر دماغ کا بڑا خوف 'اعتبار' وقت کا تقاضی تھا۔۔

"ابا آ چکے ہیں، آپ بھی آ جائیں۔۔۔"

وہ ویسے ہی بیٹھا تھا جب وہ واپس دہلیز تک آتی اس کی محویت میں نرم آواز سے دڑاڑ ڈالتی ہوئی واپس مڑ گئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

درمیانی ہال میں دستر خوان نیچے ہی قالیں پر چادر بچھا کر چنا گیا تھا۔ مقدس اندر سے چیزیں لا رہی تھی جسے حاجی حکیم سلیقے سے سجا رہے تھے۔ کاٹن کے سرخ دستر خوان پر ترتیب سے سجی سفید فائیبر کے برتن بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔

"!آجاؤ بیٹا"

حاجی حکیم نے مسکرا کر اپنے مقابل اشارہ کیا۔

جس پر وہ خفیف سا سر کو جنبش دیکر جینز کو ذرا گھٹنوں سے اونچا کھینچتا ہوا ان ہی کی طرح آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا تھا۔

"!آپ بھی آجاؤ رحمت"

آخری ڈونگا انھیں تھمارہی مقدس سے انھوں نے کہا جو واپسی کا رخ کر رہی تھی۔۔

اباہم۔۔۔"وہ ہچکچا سی گئی تھی۔"

"بیٹھ جاؤ بیٹا! ساتھ کھانے سے نعمت میں برکت ہوتی ہے۔۔۔"

"وہ قہوہ چڑھا ہے تو۔۔۔"

کچھ نہیں ہوتا آجائیں۔۔۔"وہ دلاور کی پلیٹ لگا رہے تھے۔"

"!!جی"

دادا کی موجودگی میں اور پہلی بار اس کے ساتھ دستر پڑ بیٹھتے فطری جھجھک حائل تھی لیکن حاجی حکیم کو سب کا ساتھ بیٹھ کر کھانا پسند تھا۔

"بیٹھ جائیں۔۔۔"

ذرا سا ایک جانب کھسکتا وہ حاجی حکیم کے خیال سے بولا جس پر وہ نماز کے انداز میں پیر موڑ کر پہلو آباد کر گئی تھی۔

کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔ کھانے کے دوران حاجی حکیم ہی آدابِ میزبانی میں بولتے رہے تھے باقی ان دونوں نے ہوں ہاں پر اکتفا کیا تھا۔ایک جانب مقدس کے نوالے حلق سے اتر نہیں رہے تھے تو دوسری جانب بے مروتی کہ برانڈ ایمبسیڈر صاحب نے اصرار و مروت میں کچھ زیادہ ہی پیٹ پر بوجھ ڈال لیا تھا۔

کھانے کے بعد مقدس گرما گرم خوشبودار قہوہ لے آئی تھی جو حاجی حکیم کے بڑھانے پر اسے تھامنا پڑا تھا۔

رحمت! ایک مرتبہ پھر سے مہمان خانے کا جائزہ لے لیں سب چیزیں" موجود تو ہے ناں۔۔۔؟" حاجی حکیم اپنے مہمان خصوصی کی شان میں کوئی کوتاہی نہیں چاہتے تھے۔

نہیں میں اب چلنا چاہوں گا۔۔۔" وہ کھڑا ہوا۔"

مہمان خانے کی طرف بڑھ رہی مقدس کے قدم منجمد ہوئے۔

ایسے کیسے بیٹا۔۔۔؟ابھی تو آپ آئیں ہیں دو بات بھی ڈھنگ سے نہیں" ہوئی۔۔ نہیں بھئی ہم اجازت نہیں دیتے۔"انھوں نے مان بھرے انداز میں صاف انکار کیا تھا۔

جی! لیکن باغ کے کچھ کام رہتے ہیں تو۔۔۔"ان کے اس قدر اپنائیت پر وہ" کشمکش میں گھرا تھا۔

جی رحمت نے بتایا ہمیں بہت مصروف ہوتے ہیں آپ، خود ہمیں بھی" اندازہ ہے باغبانی ایک نہایت ہی مشقت آمیز اور ذمہ داری والا کام ہوتا ہے۔۔ لیکن معذرت بیٹا آپ نہیں جا سکتے ابھی تو کم از کم بالکل نہیں۔۔۔۔"ان کے محبت و خلوص سے لبریز دھونس بھرے انداز پر مزاہمت خود باخود چپی میں بدلی تھی۔

یوں بھی وہ حریف زادہ غصہ مار دھار والی زبان میں ماہر تھا۔جذبات کی باری میں اس کی گاڑی کا بوند بوند پیٹرول کا محتاج ہو جانا کوئی تعجب خیز امر نہیں تھا۔

ویسے بدر کے امتحانات بھی ہو گئے ہیں گزشتہ کل وہ لازمی کال کریں" گے،اس طرح آپ دونوں کی ٹیلیفونک ملاقات ہو جائے گی مختصر سی۔۔۔"انھوں نے ایک اور وجہ گنوائی۔ جس پر اس نے ناچار ہو کر فرنبرداری سے سر کو خم دیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کشادہ کمرہ بے حد کھلا کھلا سا تھا۔ سامان کے نام پر فقط ایک جہازی سائز سفید چادر و تکیہ سے آراستہ بیڈ،ایک دائیں دیوار سے لگی خوبصورت نقاشی کی ہوئی لکڑی کی الماری تھی، بائیں جانب سفید پردوں کے پیچھے شائد کھڑکی کا سلسلہ تھا جس کے آگے دائروی شکل کا لکڑی ہی کا میز اور بغیر ہتھی والی دو کرسیاں رکھی ہوئی تھی۔اس کے علاوہ کچھ فضول شئے وہاں موجود نہیں تھی۔۔

وہ سرسری مگر مطمئن نظر پورے روم میں دوڑا رہا تھا جب وہ ہاتھ میں ٹرے لیئے خراماں خراماں چال چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔اور ٹرے میں ایک اور گلاس دیکھتے ہی اس کا ہاتھ پیٹ پر گیا تھا۔

"یہ آپ۔۔۔۔"

پلیز مزید میں کچھ کھا پی نہیں سکتا۔۔۔"وہ جھٹ دو قدم پیچھے ہوا تھا۔"

"لیکن یہ تو۔۔۔۔۔۔"

جی میں جانتا ہوں آپ کے ابا نے بے حد خلوص سے یہ زعفرانی دودھ بنایا" ہے میرے لی ئے میں قدر کرتا ہوں، لیکن گنجائش بھی تو ہونی چاہئے۔۔۔"سسرال میں پہلی بار مروت کے ہاتھوں رج کے خواری اٹھانے کے بعد حقیقتاً اس کی بس ہو گئی تھی جو اس کی بیچاری شکل سے واضح تھی۔

مقدس مسکراہٹ دباتی درمیانی فاصلہ سمیٹتی ہوئی اس کے قریب آئی تھی جو گلاس کو خائف نگاہوں سے یوں گھور رہا تھا جیسے اسے نگل جائے گا۔

ابا کی عادت ہے آدابِ میزبانی کی چکر میں وہ مہمان پر کچھ زیادہ ہی مہربان" ہو جاتے ہیں جو مہمان کیلئے وبال جان بن جاتا ہے، لیکن یہ وہ دودھ نہیں ہے، اجوائن والا گرم پانی ہے، پی لیں گے تو آرام محسوس کریں

گے۔۔"ٹرے تپائی پر رکھتے اس نے تحمل بھرے متبسم انداز میں اس کی تسلی کروائی۔

کوئی زبردستی نہیں ہے، آپ چاہیں تو پی لیں تھوڑا بدذائقہ ہوگا لیکن مفید" ہے۔۔۔"فیصلہ اس پر چھوڑ کر وہ واش روم میں بند ہوئی۔

چند ساعت غور وخوص کے نذر کر ذرا قریب جا کر گلاس میں جھانکا تو سبز کم مٹیالے رنگ کا پانی زیادہ تھا نہیں اچھی نیند کیلئے اتنی گنجائش تو وہ نکال ہی سکتا تھا لہٰذا ناک بند کر کے وہ غٹک گیا۔

گھر سب کیسے ہیں۔۔۔؟"اپنی جگہ دراز ہوتے اس نے کمرے میں ٹہل" رہے دلاور سے پوچھا۔

گھر کونسا گھر۔۔۔؟"اچنبھے سے اس کے قدم رکے۔"

حویلی کی بات کر رہی ہوں۔۔۔؟"وہ چونکی بالکل نہیں تھی۔"

مجھے کیا پتا۔۔؟میں وہاں تھوڑی ہوتا ہوں۔۔۔؟"واپس چہل قدمی کرتے" اس نے لاتعلقی سے جواب دیا۔

آپ کا کام کیسا چل رہا ہے۔۔۔؟"توقف سے پھر لہجہ ابھرا۔"

جس پر وہ قدم روک کر عجیب نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

دی جان بتا رہی تھی، کوئی مسئلہ ہو گیا ہے لکڑیوں کی ڈیکنگ میں جس وجہ "

سے آپ پریشان ہیں، وہ حل ہو گیا۔۔۔؟"فکر کی گداز پن سمیٹے نرم لہجہ

بلاشبہ کھردرے لہجے کے عادی سماعت کو بے حد بھلا معلوم ہوا تھا۔

ابا کہتے ہیں محنت و لگن سے حلال رزق کمانے کی راہ میں آنے والی رکاوٹیں"

اچھے کیلئے ہوتی ہے، آپ پریشان نہیں ہوں سب ٹھیک ہو جائے

گا۔۔۔"اس کی خاموشی کو پریشانی سے ماخوز کرتی وہ ڈھارس بندھانے کے

انداز میں گویا ہوئی جو منتشر اعصاب پر تراوٹ کی طرح اترتی تھکن سمیٹ

گئی تھی۔

ہولے سے اثبات میں سر ہلاتا ہوا وہ خاموشی سے آکر اپنی جگہ بیٹھا تھا۔

"اب بہتر محسوس کر رہے ہیں۔۔۔؟"

"ہمممم!!"

فکر میں لپٹے ایک اور سوال پر گردن ترچھی کر کے اس کے ملائم نقوش کو خاموش نگاہوں سے چھوتے اس نے ذرا سا سر خم دیا تھا۔

نتیجتاً گئی دنوں سے جو ایک بے نام سی بے چینی کا حصار تنگ ہو رہا تھا اس مختصر سی پر تکلف گفتگو سے کمزور پڑا تھا۔ نرم تکیہ پر سر رکھ کر آنکھیں موندتے وہ پُر سکون تھا۔

میرا مرض ہے گمنام سا
!تیرا وصف آبِ حیات ہے

انسانی نفسیات کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ خود نہیں جانتا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔۔۔؟

نرم فکر سے گداز لہجہ،
مخلص احساس سے مہکتا پُر حدت لمس،

پل بھر کا خاموش ساتھ،

حوصلہ افزا تھپکی،

بیساختہ تنگ ہوا باہوں کا گھیرا،

!ایک نرم سی بے وجہ مسکراہٹ

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آواز دے کے چُھپ گئی ہر بار زندگی

!!!ہم ایسے سادہ دل تھے کہ ہر بار آ گئے

امتحانات کے بعد جہاں دیگر سٹوڈنٹز اپنے دوست احباب کے ساتھ گھومنے پھرنے مستی مزاح کرنے کیلئے نکل گئے تھے وہیں وہ ہمیشہ کی طرح اپنے کمرے تک محدود ہو گئی تھی۔

بچپن سے ہی اس کا کوئی دوست نہیں تھا کہا جائے کی اس نے خود کسی کو شرف نہیں بخشا تھا تو ہر گز بھی غلط نہیں ہو گا۔ حتیٰ کے وہ اپنی بھی دوست نہیں تھی۔

اس کا خود سے بھی چھتیس کا آکڑا تھا دماغ ایک کہتا دل اس کے اختلاف میں کھڑا ہوتا اور پھر دونوں کو ہی آس و نراش میں ڈال کر وہ کچھ الگ ہی کر جاتی تھی۔۔

نجانے وہ زندگی جیسی عظیم نعمت سے بیزار لڑکی اپنے اور اس خوبصورت زندگی کے رنگوں کے ساتھ کیوں ایسا کر رہی تھی کیوں متنفر تھی وہ ان لذتوں عنایتوں سے۔۔؟

ان سارے سوالوں سے بے بہرا وہ اپنے ویل فرنیشڈ کمرے میں بکھرے بیڈ پر اوندھا پڑی اپنے پسندیدہ انگریزی ادب کے مصنف کی نئی کتاب میں غرق تھی۔

ورق اُلٹتے فلیٹ کا لاک کھلنے کی صاف آواز سماعت میں پڑی تاہم سطروں پر متحرک پتلیوں پر کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔

لیکن چند ہی ساعت بعد قدموں کی چاپ کے ساتھ باہر مردانہ بھاری آواز ابھرنے پر وہ جھٹکے سے اٹھ کر نا صرف بیٹھی تھی بلکہ پیروں میں سلیپر اڑستی جبین پر شکن لیئے دروازے کی سمت بڑھی۔

شناسا آواز کی کشش ہی ایسی مقناطیسی تھی کہ اس کے قدم تیزی سے مختصر راہداری عبور کر درمیانی ہال تک پہنچتے ٹھٹھک کر منجمد ہوئے تھے۔

صوفے کا رخ سامنے کی جانب ہونے کے باعث نووارد کی چوڑی پشت اس کی طرف تھی۔ لیکن اس شخص کی شناخت کیلیئے اس کی سحر انگیز آواز ہی کارگر تھی جو اس وقت فلیٹ کی خاموش فضاء میں ارتعاش کی واحد وجہ تھی۔

اس شخص کی یہاں اس قدر غیر متوقع موجودگی اور اس فلیٹ میں رہنے والے دوسرے فریق کا اس سے شناسا مہربان انداز اس کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھا گیا تھا۔

وہ وہیں سینے پر بازو باندھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

وائٹ گھٹنوں کو چھوتے اسکارف میں ملبوس نرم نقوش والی ادھیڑ عمر خاتون نے خلوص سے اس کے مقابل پانی کا گلاس رکھا تھا۔۔

پھر ان کے درمیان اسلامک سینٹر کے متعلق پانچ سے سات منٹ مختصر بات چلی تھی۔اس کے بعد وہ اپنا بیگ اٹھاتا ہوا کچھ کاغذات نکال کر سینٹر ٹیبل پر رکھتا ہوا الوداعی کلمات ادا کر رخصت ہو گیا تھا۔

وردہ کے ذہن میں اٹھے سوالات ان کے درمیان زیر بحث موضوع سے کافی حد تک دب گئے تھے۔ سر جھٹکتی وہ دبے پاؤں مڑ کر واپس اپنے کمرے میں آئی تھی۔بیڈ کی جانب بڑھتے اس کے قدم نجانے کس احساس سے کھڑکی کے قریب جا رکے تھے جہاں سے نیچے کچھ دیر خالی نگاہ گڑی رہی پھر براؤن لانگ کورٹ میں اس کا دراز سراپا پتلیوں میں عکس بن کر اترا۔

پھر اس کے نگاہوں سے اوجھل ہونے تک وہ بے مقصد وہیں ایستادہ اس کی پشت کو بے تاثر نگاہوں سے تکتی رہی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

حکیم صاحبہ کا نسخہ بھلے ذائقے میں کڑوا کسیلا عجیب تھا لیکن افاقہ حیرت انگیز ہوا تھا۔ ناصرف نیند جلد آئی تھی بلکہ بھرپور نیند لیکر وہ اٹھا تھا۔

کسمسلندی سے انگڑائی لیتے ہوئے اٹھ کر بیٹھتے اس کا خیال خنکی محسوس کر واپس دبک کر سونے کا تھا لیکن باہر سے ابھرتی آوازوں نے مجبور کیا کہ وہ کمرے کے احاطے سے باہر نکلے۔

آواز کچن کی جانب سے آرہی تھی وہ دونوں ہاتھ آپس میں رگڑتا اسی سمت آگیا تھا۔ پر قدم کچن کے اندر کا منظر دیکھ فاصلہ پر رک گئے تھے۔ جہاں وہ حاجی حکیم کی کسی بات پر بے تحاشہ ہنستی ہوئی سرخ ٹماٹر ہو رہی تھی۔ سفید دوپٹے کے حالے میں دمکتا پُر نور چہرہ مسلسل ہنسنے کی وجہ سے قند دھار ہو رہا تھا۔

اس کی شفاف و دلکش ہنسی بالکل سردیوں کی کہر آلود صبح میں دھند کو شکست دیکر اپنائیت آمیز حدت و راحت سمیٹے زمین کو چھوتی سنہری دھوپ کی مانند تھی!

اِن گُلابوں کی مخبری کی جائے

اِتنی خُوشبو کہاں سے لاتے ہیں

تُم بھی شَاید وہی سے آئی ہو

!!اَچھے موسم جہاں سے آتے ہیں

مبہم تبسم بھی اس کی نگاہوں کی گرفت میں آنے سے قبل چھپا لینے والی دی جان کی بچی کو یوں گل پوشیاں کرتا دیکھ اگر وہ اپولو کے سنگی مجسمے میں تبدیل ہوا تھا تو کیا بے جا تھا۔

ابا! آپ نے کچوڑی کے آٹے کو گُلگلے کا آٹا بنا دیا ہے۔ ہٹ جائیں ہم کر لیں"
گے۔۔۔"ہنسی کی پھوار کو ضبط کرتی اس کی آواز طلسم شکن ثابت ہوئی تھی۔
اپنی محویت پر خفت زدہ ہو کر خود کو ملامت کرتا وہ سینے پر بازو لپیٹ کر دونوں
دادا پوتی کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

آپ ہمارا مذاق اڑا رہی ہیں رحمت۔۔۔؟"گیلے آٹے سے اٹے ہاتھوں کو"
صاف کرتے انھوں نے گھور کر پوچھا۔

ہماری مجال۔۔۔؟"ان کی انگلیوں کو دیکھتے ایک مرتبہ پھر اس کی ہنسی"
چھوٹ گئی تھی۔

جس کا ٹھیک ٹھاک برا مناتے حاجی حکیم جا کر ٹیبل کے گرد کرسی پر روٹھ کر
بیٹھ گئے تھے۔۔

ابا! ہم کہہ رہے تھے آپ بنائیں ہم بنائیں ایک ہی بات ہے ناں؟ ہم جدا"
تھوڑی ہیں ایک دوجے سے۔۔۔؟"ان کی ناراضگی کے پیش نظر وہ باؤل
اٹھا کر ان کے مقابل ٹکی۔

دلاور کو بھی اس دلچسپ منظر سے محظوظ ہونے کیلئے چند قدم قریب لیناپڑا تھا۔

"پڑ ہم چاہتے ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے بنا کر کھلائیں انھیں یہ، جس طرح آپ کے اور بدر کیلئے بچپن میں بنایا کرتے تھے، رات بھی آپ نے زعفرانی دودھ کیلئے منع کر دیا تھا۔۔۔"انھوں نے ہلکا سا شکوہ بھی کیا۔

"ان کی غذا ہلکی پھلکی ہوتی ہے ابا! وہ اتنی مسالے دار چیزیں نہیں کھاتے اس لی ئے منع کیا تھا ہم نے۔۔۔"اس کے بیویوں والے انداز میں توجہی پیش کرنے پر دلاور کی بھویں اپر کو شوٹ ہوئی تھی۔

"پھر آپ بنا رہی ہیں، ہم نے کہاناں ہم بنائیں گے۔۔۔"اسے گیلے آٹے میں خشک آٹا ملاتا دیکھ وہ کھڑے ہوئے۔

"ابا! ہم بنا دیتے ہیں ناں۔۔۔"وہ ملتجی ہوئی۔

"آج ہم ہی بنائیں گے آپ تھوڑی سی رہنمائی کر دیں۔۔"باؤل اپنی طرف کھسکاتے وہ بولے۔

"اتنے عزیز ہیں وہ آپ کو۔۔۔؟"

کہنیوں تک سفید جبہ کے آستین چڑھائے آج برسوں بعد انھیں دل جمعی سے آٹا ملاتا دیکھ وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

اس کے سوال پر اندر حاجی حکیم باہر دلاور دونوں نے ہی چونک کر توجہ اس پر مبذول کیا تھا۔

حوالے بہت عزیز ہوتے ہیں رحمت!" مسکرا کر انھوں نے جواب دیا۔"

"کس طرح۔۔۔۔؟"

دلاور کا الجھن زدہ سوال مقدس کے لبوں نے ادا کیا تھا۔

جس طرح آپ اور بدر ہمیں عزیز ہیں، اسی طرح آپ کے حوالے بھی"

ہمیں عزیز ہیں، الغرض دل کے قریب تر رہنے والے ہستیوں سے جڑی ہر شئے عزیز ہوتی ہے، آپ کے حوالے سے وہ بچہ ہمارے دل کے اتنے ہی قریب آگیا ہے جتنا کہ آپ اور بدر ہیں۔۔۔"ان کا سادگی میں لپٹا پُر خلوص جواب دونوں ہی کو اپنی اپنی جگہ حیرت میں ڈال گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بادِ نسیم کی خنک جھونکوں کا خیر مقدم کرتی ہوئی وہ عقبی لان میں چبوترے پر بیٹھی پر سوچ نگاہوں سے مشرق کے ہوتے گہرے کناروں کو دیکھ رہی تھی جو ہلکے زرد سے اب گہرا نارنجی رنگ اختیار کر چکے تھے۔۔

زندگی بھی تو ایسے ہی پل پل رنگ بدلتی ہے،

کبھی خوشیوں کی بارش،

کبھی بے پناہ طمانیت کی بوچھاڑ،

کبھی اداسی و بوجھلپن کی دھند،

کبھی مشکلوں کے برستے تیر،

کبھی آزمائشوں سے نبرد آزما صدیوں پر محیط زمانہ،

!تو کبھی بالکل ہی ناقابل برداشت دور

ڈھیروں فکر و اندیشوں کی پراگندگی لیئے طلوع ہوئی جمعہ کی صبح کا بھاری مغموم دل سے استقبال کر وہ من من بھر کے قدم اٹھاتی ہوئی کچن میں چلی

آئی تھی۔ خنکی بڑھ رہی تھی لہٰذا فجر کی نماز کے بعد سب اپنے کمرے میں دبکے رہے تھے۔

جس وجہ سے حویلی میں اتنی چہل پہل نہیں تھی اکاد کا ملازم بس صفائی وغیرہ میں مصروف تھے وہ قہوہ چڑھا کر سلیب کے قریب واپس دکھتے اعصاب کے شکستہ گھوڑوں کو دوڑانے لگ گئی تھی۔

کچن اینڈ سائنس لائیبریٹری دو ایسی جگہ ہے جہاں ایکسٹرا الرٹ ہونے کی" ضرورت ہوتی ہے، نا کہ تخیل کی دنیا دریافت کرنے کی۔۔" کھولتے قہوہ کا برنر آف کرتے باران نے بھاری لہجے میں جتایا تو وہ ہڑ بڑا کر حقیقت کی دنیا میں واپس آئی۔

مقابل ٹریک سوٹ میں ملبوس گلے میں وائٹ ٹاول لی ئے کھڑے باران عثمانی کو دیکھ اس کی ہڑ بڑاہٹ سراسیمگی میں بدلی تھی۔

جس کا اثر لیئے بغیر وہ فریج کی جانب بڑھا تھا وہاں سے آرینج نکال کر سنک میں دھوتا ہوا وہ مہارت سے چھلکے الگ کر کے جوسر مشین کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ ہونق پن کی عملی تفسیر بنی اسی جگہ کھڑی تھی۔۔

جوس اپنے ساتھ لائے بوتل میں بھرتے ہوئے باران نے سرسری سی نگاہ اس بُت کی جانب اٹھائی واپس اپنا کام کرنے لگا۔

بوتل لیکر وہ واپسی کیلیئے مڑ بھی گیا لیکن وہ سر جھکائے ویسے ہی کھڑی تھی۔

آپ کی ممانی جیسی خطرناک خاتون کا آپ کی خیالی مزائلوں سے کچھ نہیں" بگڑنے والا، لہٰذا لاحاصل کوششوں سے اپنے آپ کو ہلکان کرنا چھوڑ دیں۔۔۔" دہلیز پر رک کر اپنے مشورے سے اس کا سکوت توڑتا ہوا وہ چلا گیا تھا۔

جس سے وہ صد فیصد متفق تھی۔

novel by jnikhat

گاڑی اسلامک سینٹر کے باہر روک کر وہ ڈیش بورڈ سے فون فائل اٹھاتی ہوئی اپنا لانگ کورٹ درست کرتی اسلامک سینٹر کے گلاس ڈور کی سمت بڑھی تھی۔

اس کی توقع کے عین مطابق بدر بن ذکاء ڈائس پر چھوٹا سا مائیک لیئے سفید پوشاک میں نمایاں ہو رہا تھا نیچے ایک جانب مرد دوسری جانب عورتیں قطار میں بیٹھی اسے سن رہی تھی۔

میرا دین حق ہے ثابت شدہ، اسے کسی کی لفاظی دلیل و جرح کی ضرورت" نہیں ہے، اس کی دلیل تو سارے عالم کیلئے ہدایت بنا کر اتاری گئی کتاب خود' قرآن مجید' ہے، جس کی حفاظت کی ذمہ داری تا قیامت تک اس رب کائنات نے لی ہے، جو لوح محفوظ میں ہمیشہ کیلئے محظوظ ہے۔۔۔" فخریہ انداز ایمان کو تازگی بخشنے والا تھا۔۔

ویسے جانتے ہیں ہمارے دین کو 'حق' کیوں کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔؟ متبسم" سوال اس نے محفل کی جانب اچھالا۔ جوابی خاموشی پر دلکشی سے مسکراتے مائیک کو شنگرفی لبوں کے قریب لایا۔

حق جس کی تشریح الفاظ کی قید کی قائل نہیں ہوتی، جس کا سب آعلیٰ و بالا" !ہوتا ہے۔۔ جس کی دلیل یہی ہے کہ اس کی نفی ممکن نہیں

حق وہ جس کی تشریح ساری کائنات کے درختوں کو قلم سمندر کو سیاہی میں بدل دیا جائے تب بھی مکمل نہ ہو سکے۔

حق وہ جس کا پرچم ساری کائنات کیلئے رحمت بنا کر اتارے گئے میرے آقا سرکار دو عالم کے ہاتھوں نے لہرایا۔ جن کے ہم خوش نصیب امتی ہیں۔۔ "اس کے لب و لہجے میں رشک آمیز تبسم گھل رہا تھا۔

یہ حقیقت کم و بیش سب جانتے ہیں، سب سے مراد سب، اہل دین بھی اور" غیر اللہ کے پرستار بھی جس کا ثبوت ہے ان کی آئے دن کی اوچھی افسوسناک حرکتیں ہیں،

کہیں اسلام کو بدنام کرنے کیلئے کی جانے والی گھٹیاں سازشیں،

کہیں قرآن کی بے حرمتی،

!تو کہیں مقدس ہستی کی شان میں گستاخی

یہ سارے قابل مذمت واقعات ثبوت ہیں کہ کفار بھی جانتے ہیں ہم 'حق'

ہیں۔

ہمارا کوئی توڑ نہیں ہے،

ہمیں نہ بدلہ جا سکتا ہے،

نہ جھکایا جا سکتا ہے،

نہ مٹایا جا سکتا ہے۔۔۔

تو وہ بس اپنی بھڑاس اپنی نااہلی کو کم ظرفی سے ثابت کرتے ہیں ان پنچ

حرکتوں سے۔۔

کیونکہ ہر زمانے سے باطل جانتا ہے کہ 'اسلام' کا کوئی مقابلہ نہیں ہے، وہ ایڑی چوٹی کا زور بھی لگالیں تو دھول نہیں بن سکتے۔۔تو وہ اپنی اس ناکامی کو کمپلیکس کو اس طرح نکالتے ہیں۔۔

لیکن ہم اہل ایمان یہ نہیں کرتے کیونکہ ہمارے دین کا درس ظرف ہے، انسانیت ہے صلح رحمی امن وامان ہے۔ہم کسی کے اقائد پر انگشت نمائی نہیں کرتے، ہمارا دین اس کی اجازت نہیں دیتا کیوں۔۔۔۔؟

کیونکہ ہم جانتے ہیں ہمارے دین کا کوئی مقابلہ نہیں ہے، ہم کسی کا پیٹیشن کے میدان میں نہیں ہیں۔

! ہم سر بلند رکھتے ہیں جھکنا جھکانا دونوں ہمارا وطیرہ نہیں

ہاں ! لیکن جب بات حق پر آجائے باطل کی غلط فہمیاں مظالم میں شمار ہونے لگے تو پھر ہم چپ بھی نہیں بیٹھتے، ہم صلح رحمی کے قائل ہیں تو ہم کو جہاد کا بھی حکم ہے۔۔۔

یہی ہمارے اسلام کی خوبصورتی ہے کہ وہ آپ کو نہ دبانے کا درس دیتا ہے نہ دبنے کا۔۔۔۔۔"اس کی ایمان کی بختگی وروشنی سے منور چہرہ ہر نگاہ کو خیرا کر گیا تھا۔۔

وردہ بہت خاموشی سے پچھلی نشست سے اٹھی تھی اور گلاس ڈور ڈھکیل کر عجب کیفیات کا شکار بھاری دل کے ساتھ باہر نکل گئی تھی۔

بدر جو اسے اندر داخل ہوتے دیکھ چکا تھا فوراً سامنے کی باکس سے سینڈوچ اور پانی کا بوتل اٹھا کر اس جانب بڑھا ایک دو لوگوں کے بڑھائے ہاتھ کو تھامتے ہوئے اس نے تیزی سے گلاس ڈور ڈھکیل کر باہر قدم رکھا وہ گاڑی کی سمت پیش قدمی کر رہی تھی۔۔

آپ یہاں میری تلاش میں آئی تھی۔۔۔؟"اس تک پہنچتے اس کی سانس" پھول چکی تھی۔

ایٹ لیسٹ تمہاری اسپیچ سننے کیلئے نہیں آئی تھی۔۔۔"وہ تنک کر متوجہ" ہوئی تھی۔

ای نو۔۔۔"بوتل اس کی سمت بڑھاتا وہ مبہم انداز میں مسکرایا۔"

آئی کیوں ہیں آپ یہاں۔۔۔؟"اس کے ناتھامنے پر بوتل بونٹ پر رکھتے"

اس نے سوال بدلہ۔

یہ ڈاکیومنٹز دینے، مس فاطمہ نے ہینڈاوور کرنے کیلئے دئے تھے، وہ آج"

صبح ہی این جی اوز کے کام سے آوٹ آف ٹان فلائی کر چکی ہیں۔۔۔۔"فائل

اس کی سمت احسان کرنے کے انداز میں بڑھاتے اس نے تیوریاں چڑھائے

رکھی۔

آپ فاطمہ بی کو کس طرح جانتی ہیں۔۔۔۔؟"فائل تھامتے ہوئے اس نے"

حیرانگی سے پوچھا۔

یہ سوال میں تم سے بھی کر سکتی ہوں، تم مس فاطمہ کو کس طرح جانتے"

ہیں۔۔۔۔؟"بونٹ سے کمر ٹکاتے اس نے تیکھے چتونوں سنگ سوال برائے

سوال داغا۔

ویل! وہ اس اسلامک سینٹر کی ممبر ہیں، آلسوان کی این جی اوز میں میں کچھ "

"عرصے پارٹ ٹائم جاب کر چکا ہوں، اچھی خاتون ہیں۔۔۔

"یہہ! اچھی خاتون ہیں۔۔۔"

طنزاً لفظ دہراتی وہ ڈور کھول کر اندر بیٹھی ساتھ سپاٹ آنکھوں پر گاگلز چڑھاتی ہر احساس چھپا گئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بعد نماز جمعہ داجی کو پارٹی کی ارجینٹ کال موصول ہوئی تھی، جس وجہ سے وہ شہباز صاحب کو ضروری ہدایت دیکر نکل گئے تھے۔

بیگم تبسم اپنے شوہر کے ساتھ تشریف لائیں تھی۔ جو بیچارے خاموش تماشائی ہی رہے البتہ انھوں نے حسب سابق خوب بھڑکیں مارنی شروع کردی جس کا ناظمہ بیگم معقول جواب دے رہی تھی۔

لیکن مجموعی طور پر وہ بھاری پر رہی تھی۔

مجبوراً بالکنی میں کھڑے باران کو نیچے آنا ہی پڑا تھا۔

آپ انھیں لیجانا کیوں چاہتی ہیں۔۔۔۔؟"ناظمہ بیگم کی پشت پر کھڑا" ہوتے اس نے سنجیدہ سوال کیا۔

کیوں لیجانا چاہتی ہیں کیسا سوال ہے۔۔؟ہماری بھانجی ہے ظاہر ہے اس کی" بھلائی سوچیں گے۔۔۔؟" باران کا کھرا انداز انھیں کچھ خاص نہ بھایا تھا تبھی وہ دیدے نچا کر بولی۔

مثلاً کس طرح کی بھلائی۔۔۔؟اتنا جاننے کا ہم تو حق رکھتے" ہیں۔۔۔۔؟"لب وا کر رہی ناظمہ بیگم کے شانے پر دباؤ ڈالتے اس نے سابقہ انداز اپنائے رکھا۔

"کنیڈا لیکر جاؤں گی اپنے ساتھ۔۔۔۔"

"پھر۔۔۔؟"

"پھر۔۔پھر کیا وہاں رہے گی وہ ہمارے ساتھ۔۔۔"

یہ بھلائی ہے ان کی۔۔۔۔؟"اس کے واپس سوال اٹھانے پر انھوں نے" پہلو بدلہ۔

اور۔۔اور نہیں تو۔۔ تمہارا کیا مطلب ہے کہ وہ ساری زندگی اسی حویلی" میں سڑتی رہے اور باہر لوگ ہم پر تھو تھو کرتے رہیں اور ہم ہاتھ پر ہاتھ "دھرے بیٹھے اپنا مذاق بناتے رہیں۔۔۔

"نہیں ان کی دوسری شادی کروائیں۔۔۔۔"

مشتعل ہوا ٹھی وہ واپس سے وہی راگ الاپنا شروع کر چکی تھی کہ باران کے اگلے جملے سے ہر سوں سکوت چھایا۔

ہم نے جلد از جلد ان کی دوسری شادی کرنے کا طے کیا ہے، آپ شرکت" کر کے واپسی کریں گی تو ہمیں خوشی ہو گی۔۔۔۔"موت کے سنناٹے میں اس کی بھاری آواز کی سرسراہٹ جنگ کا آغاز تھی۔

یہ اتنا ہی بات کرتے ہیں۔۔۔۔۔؟"بدر نے حیرانگی سے آنکھوں کو وا کر شریر انداز میں پوچھا۔

"بھائی۔۔۔۔"

آنگن میں ابا کے ہمراہ پودوں کو دیکھ رہے دلاور پر نظر ڈالتے اس نے گھوری ڈالی۔

دوسری طرف بدر کا قہقہہ بے قابو ہوا تھا۔

چند ساعت پہلے بدر دلاور سے بات کر رہا تھا۔جواب میں حسب عادت دلاور ' صاحب نے دو لفظی 'و علیکم السلام

کہ بعد ٹھیک، جی، ہوں، ہاں، جیسے ایک لفظی جواب پر اکتفا کیا تھا بات کرتے ہوئے تاثرات بھی اس بچے جیسے تھے جسے میڈم زبردستی اسپیشل کلاس کیلئے روک لیتی ہے۔

واقعی وہ اتنا کم بولتے ہیں یا ہماری شخصیت سے مرعوب ہو گئے تھے"

موصوف۔۔۔؟"اسے چھیڑنے کیلئے بدر نے مصنوعی تفاخر سے آنکھیں چڑھائی جس میں شرارت ناچ رہی تھی۔

اگر اس غلط فہمی سے آپ خوش ہیں تو ہمیں کیونکر اعتراض ہو گا۔۔۔؟"وہ" بھی اسی کے انداز میں مسکاتی ہوئی بولی تو دوسری جانب کیفے میں بیٹھے بدر نے

متاثر کن انداز میں دونوں کہنی کو ٹیبل پڑ گاڑتے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

"بھئی! ابا کی رحمت تو کافی سمجھدار ہو گئی ہیں۔۔۔"

اچھا کیا بنایا جا رہا ہے۔۔۔؟" وہ فون لیکر کچن میں چلی آئی تو بدر نے پوچھا۔"

"بھینڈی۔۔"

فون ٹیبل پر رکھے فروٹز کی ٹوکری سے ٹکاتی ہوئی وہ پیچھے ہوئی۔

"مہمان خصوصی کیلئے کوئی اہتمام نہیں۔۔۔؟"

نہیں! وہ جا رہے ہیں واپس ابھی، بس آپ سے بات کروانے کیلئے ابا نے"

روکا ہوا تھا۔" قہوہ چڑھاتے اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

کیوں رکیں گے نہیں جناب۔۔۔؟" اسپیکر سے بدر کی حیران آواز"

ابھری۔

کل رات آئے تھے وہ کل سے ادھر ہی ہیں، سو آج جائیں گے، کام ہے کچھ "
ضروری انھیں، ورنہ وہ ضرور رکتے۔۔۔"چھوٹی موٹی چیزیں سے سمیٹتی وہ
رسانیت سے بولی۔

ہماری رحمت تو سائیڈ بھی لینے لگی ہیں۔۔۔"بدر نے اس کے خاص انداز کا"
حظ اٹھایا تو وہ بری طرح جھینپ سی گئی تھی۔

!بدر کا مزاحیہ تجزیہ تھا جو بالکل درست

وہ جب سے آئی تھی لاشعوری طور پر پوری کوشش کر رہی تھی کہ سب کے
نہ صحیح لیکن حاجی حکیم اور بدر کی نگاہوں میں دلاور کا منفی امیج نہ بنے۔۔
دلاور کی متعلق بات کرتے ہوئے اس کا لہجہ خود بخود روایتی بیویوں کی طرح
اس کی جانب جھک جاتا تھا جبکہ ان کے درمیان روایتی سا کچھ نہیں تھا۔
اب یہ ہر عورت کی خمیر میں ہی شامل ہے یا صرف اسی کی خمیر کا خاصا تھا وہ
نہیں جانتی تھی لیکن اس شخص کی آن بان شان کو لیکر وہ حساس ہو رہی
تھی۔۔۔۔۔

وہ اک شخص زمانے میں یوں عزیز ہے ہم کو
!کہ اس کے عکس پر بھی گرد گوارا نہیں مجھ کو

آپ خوش ہیں نا رحمت۔۔۔؟"توقف سے بدر نے نرم مگر متفکر سوال کیا"
تو کھولتے قہوے میں دودھ ڈالتے اس کے ہاتھ ٹھٹھک کر رک گئے تھے۔
نگاہ بے ارادہ ہی کھڑکی سے باہر برآمدے میں گئی تھی جہاں پر وہ حاجی حکیم کے ساتھ کھڑا شائد کسی پودے پر تبادلہ خیال کر رہا تھا۔چہرہ بھلے بے تاثر تھا لیکن انداز کا لحاظ واحترام اس کی رعبدار شخصیت کو ایک خاص قسم کی تمکینیت وبردباری بخش رہا تھا۔

رحمت۔۔۔"بدر کی آواز نے اس کا انہماک توڑا تھا۔"
آپ نے سیٹ کنفرم کروالی۔۔۔؟امتحانات تو ہو گئے ہیں ناں۔۔۔؟"برنر"
سم پر کرتی وہ ٹیبل کے پاس آئی تھی۔

اسلامک سینٹر کا کچھ کام ہے وہ ہینڈاوور کردوں اس کے بعد ہی سیٹ کنفرم" کروانے کاارادہ ہے،اچھا!رحمت کچھ کسٹمرز آئے ہوئے ہم پھر کال کرتے ہیں۔۔" گردن موڑ کر گلاس ڈور سے اندر داخل ہورے وجود کو دیکھتے وہ عجلتاً بولا۔

"اچھا بھائی۔۔۔"

ہوں۔۔۔"کال ڈسکنیکٹ کرنے کیلئے جاتا اس کا ہاتھ رکا۔"

خوشی کا پورے یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے، لیکن ہم مطمئن ضرور" ہیں۔۔۔" نگاہ جھکا کر اس نے جھجھک آمیز تمانیت سے اعتراف کیا تو بدر کھل کر مسکرادیا ورنہ اس کے سوال ٹال جانے پر وہ کچھ تشویش میں پڑا تھا۔

خوش ہونے کی پہلی شرط مطمئن ہونا ہے۔اچھا!ہم اب رکھتے ہیں،اور" روبرو ملاقات تک جناب کو ذرا ٹرین کردیں آپ،رشتے میں بڑے ضرور ہیں ہم لیکن اچھا تھوڑی لگے وہ اپنے سالے کی شخصیت سے مرعوب رہیں۔۔اللہ حافظ"!

کال ڈسکنیکٹ کرتے ہوئے بدر نے شریر شگوفہ چھوڑا تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

باران کا سنسنی خیز بیان جہاں ایک جانب تابڑ توڑ حملے کیلئے کمر کس کر میدان میں آئی بیگم تبسم پڑاوس کی مانند گرتا ان کے طنطنے مزاج کو ٹھنڈا کرا انھیں بغلیں جھانکتے ہوئے اُلٹے قدم اٹھانے پر مجبور کر گیا تھا وہیں حویلی والوں کہ اعصاب پر خود کش دھماکے کی طرح گر کر چاروں جانب تباہی کا سنگین نقشہ کھینچ دیا تھا۔

غم و غصہ سے فضاء میں کشیدگی کی کثافت بتدریج بڑھتی جا رہی تھی۔تاہم دی جان کے تحمل سے داجی کی واپسی تک انتظار کرنے کی ہدایت سے بندھے سب فلحال چپی سادھے ہوئے تھے۔

ایسے تناؤزدہ ماحول میں جہاں حویلی کے مکین سے لیکر ملازمین تک در سے لیکر اونچے ایوان تک دانتوں تلے انگلی دبائے طوفان کے اگلے جھٹکے کے منتظر خائف تھے وہیں دو اشخاص ایسے تھے جن کی کیفیت ماحول کے متضاد تھی۔

اول تو اکٹھے کئی محازوں کا پٹارا کھول بیٹھے خود باران عثمانی سا جو آرام سے اپنے روم میں کانفرنس کالز میں مصروف تھے جیسے نیچے کوئی دھماکا کیا ہی نہ ہو انھوں نے۔۔

دوسری محترمہ مضراب جن کی مارے خوشی کے قدم زمین پر ٹک نہیں رہے تھے بس نہیں چل رہا تھا پورے گاؤں میں بھنگڑے ڈالتے ہوئے مٹھائیاں بانٹے لیکن،

ہائے! یہ موقع یہ مجوری،

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے،
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے!

صورت حال توفل وقت مندرجہ بالا غالب کے شعر کی عکاسی کر رہی تھی۔
لیکن وہ صبر کا گھونٹ بھرتی ہوئی مطمئن تھی کہ اس کی اس خواہش کا حسرت کی صحرا میں گمنام ہونا نہیں بلکہ تکمیل و تعبیر کی معراج چھونے کا قوی گمان تھا۔ کیونکہ اسے اپنے بھائی کی دفاع صلاحیت پر پورا بھروسہ تھا جو اس کے دل کے ارمانوں کو دھوم سے نکالنے کے پکے انتظام عنقریب کرنے والے تھے۔

فل حال وہ ڈھلتے شام کے سائے تلے بالکنی میں بیٹھی ضبط سے جلے پیر کی بلی بنی ہراساں میرال کی اضطراب واختلاف ملاحظہ کر رہی تھی۔

تمہیں اپنی حالت پر رحم نہیں آرہا۔۔۔؟" بلا آخر اس نے تھک کر ٹوکا۔"

شائد حالات کو مجھ پر رحم نہیں آرہا۔۔۔؟" انداز بے حد ٹوٹا بکھرا بے بسی و"

بچارگی سمیٹے ہوئے تھا۔

مضراب نفی میں سر ہلا گئی۔

مضراب ! مجھ سے محبت کرتی ہو ناں تم۔۔۔؟"کسی خیال سے چونک کر وہ" تیزی سے مضراب کے مقابل آئی تھی۔

اب ثبوت بھی چاہیئے ہو گا تمہیں۔۔۔؟"اس کے آس بھرے سوال پر" اس نے چوٹ کیا لیکن وہ اثر لیئے بغیر اس کے مقابل کرسی سنبھال کر بیٹھی تھی۔

مضراب پلیز ! جا کر اپنے بھائی سا سے کہو کہ وہ اپنا بیان واپس لے لیں اسے" داجی کے سامنے طوالت دینے کے بجائے ان سے غلط بیانی کیلیئے معذرت "کر لیں اور۔۔۔

دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔۔؟بھائی سا معذرت کریں گے لیکن" کیوں۔۔۔؟" جھٹکے سے نشست چھوڑتے اس کا چہرہ تن گیا تھا۔

"مضراب پلیز ! سمجھنے کی کوشش کرو یہ حالات۔۔۔"

جی نہیں ! سمجھنے کی ضرورت یہاں کسی کو ہے تو تم احمق اور حویلی کے دیگر" مکینوں کو ہے، مجھے یا بھائی سا کو نہیں، کیونکہ ہمارا دماغ بالکل جگہ پر درست

کام کر رہا ہے، لہٰذا میں ایسی کوئی فضول حرکت نہیں کروں گی۔"اس کے دوٹوک انداز میں ہاتھ کھڑے کرنے پر میرال کی خوف وخدشات کی بادلوں سے بھری آنکھیں ڈبڈبائی تھی۔

"!!!رابی"

پلیز میرال! آنکھیں کھولو دنیا تمہاری طرح سیلف لیس نہیں ہے،اس دنیا" میں جینے کیلئے خود غرض ہونا ضروری ہے،اگر میں تمہیں اپنے لئے خود غرض ہونے کیلئے فورس نہیں کر سکتی تو، تم بھی مجھے تمہارے لئے خود غرض ہونے سے نہیں روک سکتی۔"اس کی التجاء کرتی کھارے پانی کی سمندر میں دیکھتی وہ تاسف زدہ مگر قطعیت بھرے انداز میں بولی تھی۔

تمہیں قسم ہے میری تم ابھی اپنے بھائی سا کے پاس جاؤ گی اور بات کرو" "گی،ابھی۔۔

جھٹکے سے پہلو میں گرا اس کا ہاتھ اپنے سر پر رکھتی وہ انتہائی اقدام کے تحت کاروائی کر گئی۔

جواباً مضراب کی آنکھوں میں اتری غصہ کی لالی سے نگاہ چراتی پشت موڑ گئی جبکہ مضراب دھپ دھپ کرتی وہاں سے نکل گئی تھی۔

قسمت سے دو لوگ دشمنی مول لیتے ہیں، ایک وہ جو ٹکرانے کی جرات" رکھتے ہیں دوسرا وہ جسے تباہیوں کا خوف نہیں ہوتا، میرا شمار دونوں ہی میں نہیں ہوتا، نہ میں تباہیاں دیکھ سکتی ہوں نہ وہ جرات پیدا کر سکتی ہوں۔" اندر کے دھندزدہ موسم کی ہم مزاج شام سے وہ شکستگی سے زیر لب ہمکلام ہوئی تھی۔

اب یہ سوچوں تو بھنور ذہن میں پڑ جاتے ہیں
!! کیسے چہرے ہیں جو ملتے ہی بچھڑ جاتے ہیں

اجڑے سے حلیہ میں کھڑی اس نازک سی دوشیزہ کا دکھ دن بھر کے لاحاصل سفر کی تھکن سے چور سورج کو اپنے عروج وزوال کے غم سے بھی بڑا لگا تھا

تاسف زدہ ساوہ تگ ودو چھوڑ مغرب کی دامن میں شکست تسلیم کرتا جھک گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کمرے میں بند بے وجہ اوراق کے گردان سے دل اوٗب گیا تو وہ کوفت زدہ سی کشادہ فرنیشڈ ہال میں نکل آئی تھی جو مکمل اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔۔ ریموٹ کے ایک ٹچ سے ہال تو دودھیا روشنی میں نہا گیا لیکن خاموشی کا تسلط ہنوز برقرار تھا۔

مس فاطمہ کی عدم موجودگی میں ہمیشہ ہی فلیٹ ایسے سائیں سائیں کرتا تھا ورنہ ہمہ وقت ان کی نرم آواز فلیٹ میں گونجتی زندگی کا احساس دلاتی رہتی تھی۔ وہ تو خیر برائے نام ہی ان سے کلام کرتی تھی بلکہ فقط ان کی باتوں کا جواب دیتی تھی وہ بھی من ہو تو جس کا وہ کبھی برا نہیں مناتی تھی۔

یوں بھی ان کا حلقہ احباب خاصا وسیع تھا سوائے مخصوص وظائف و نماز کے وقت کے پورا ٹائم ان کا فون انگیج ہی رہتا تھا۔

اس کے باوجود بھی کبھی وہ اس کی جانب سے غافل نہیں ہوئی تھیں۔ابھی بھی فریج میں انواع واقسام کے ڈیشز وہ فریز کر کے گئی تھی جبکہ ان کا دورہ محض دو ہی دن کا تھا۔

فریج کا جائزہ لیکر وہ جوس کا گلاس بھر کر آ کر ہال میں رکھے صوفے پر جوں ہی بیٹھی سپاٹ نگاہ سیدھی عین سامنے شوکیس میں شوپیس کے ساتھ رکھے فوٹو فریم سے جا متصادم ہوتی جم سی گئی تھی جس میں ایک بے حد حسین خاتون ایک چند سالہ بچی کو گود میں بٹھائے لمحے کو امر کرتی ہوئی دلکشی سے مسکرا رہی تھی۔۔

جسے دیکھتے اس کی رگ وپے میں شرارے دوڑنے لگے تھے جس پر ٹھنڈے ٹھار جوس کے گھونٹ در گھونٹ بھی بے اثر تھے۔

وہ قدم در قدم چلتی ہوئی شوکیس کے بالکل قریب تصویر کے عین مقابل آن کھڑی ہوئی تھی۔۔

آپ کے اندھے اعتبار جیسی بڑی بیوقوفی کی قیمت وہ لوگ ضرور چکائیں گے "
جو ذمہ دار ہیں، آپ نے بھلے معاف کر دیا ہو گا، لیکن میں
ناممکن۔۔۔۔۔"پتھریلے انداز میں تصویر کو انھیں گنے چنے الفاظ سے
مخاطب کرتے اس نے نفرت سے ہمیشہ کی طرح فریم کو اُلٹ دیا تھا۔

دم گُھٹ رہا ہے آج تو پوشاکِ عمر میں
!جی چاہتا ہے زیست کے بخیے ادھیڑ دوں
ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ میرال کے پاس سے تو کھولتا ہوا متنفر ذہن لیکر نکلی تھی لیکن کمرے کا احاطہ عبور کرتے ہی اعصاب خود بخود ڈھیلے پر گئے تھے اور ذہن کی جوڑ توڑ کے بعد آنکھیں نتیجہ سے چمک اٹھی تھی۔

تم نے مجھے بات کرنے کی قسم دی ہے میرال عثمانی! کیا بات کرنی ہے اس کی نہیں۔۔۔۔" باران کے روم کے باہر کھڑے ہوتے وہ تصور میں میرال کو مخاطب کرتی سرشاری سے مسکرائی تھی۔۔

"آداب عرض ہے عالی جاہ! لمحے استراحت میں مخل ہونے کیلئے معذرت، کیا ہم اندر تشریف لانے کی گستاخی کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔؟" مسکراہٹ ضبط کرتے دروازے سے ٹیک لگائے اس نے بیڈ پر مطالعہ میں مصروف باران پر اجازت طلب کم محظوظ کن نگاہیں گاڑی۔ گستاخیاں کافی زیادہ کر رہی ہیں آج کل آپ۔۔۔۔" کتاب ایک جانب رکھتے باران نے مصنوعی خفگی سے گھوری ڈالی تو وہ کھلکھلاتی ہوئی اندر چلی آئی۔

"مزہ آرہا ہے آپ کو۔۔۔۔؟"

آتو رہا ہے بھائی سا۔۔۔" اس نے بلا توقف اعتراف کیا۔"

رابی۔۔۔۔!!" باران کا انداز تنبیہی تھا۔"

آرہا ہے تو آہی رہا ہے کہو نگی ناں بھائی سا۔۔؟اب جھوٹ تو میں بول سکتی"
نہیں، بیڈ مینرز ہوتے ہیں۔۔۔۔"اس نے بیچارگی سے ہونٹ لٹکائے۔
اور جو آپ کا سچ ماں سا نے سن لیا نہ لگ پتا جائے گا۔۔۔"باران نے موقع"
کی نزاکت سمجھانی چاہی۔

کوئی نہیں لگتا پتا، میرے بھائی سا ہے ناں سب سنبھال لیں گے۔۔۔"وہ"
فخریہ نادیدہ کالر جھاڑ کر دیدے نچا گئی تو باران نے تاسف سے سر ہلاتے اس
کی پیشانی پر دو انگلی سے چپت رسید کی۔۔

آپ کی وجہ سے میں بلاوجہ کے معاملے میں حد سے زیادہ انوالو ہو چکا"
"ہوں، اور مزید کیا چاہتی ہیں آپ۔۔۔۔۔؟
بھائی سا یہ بلاوجہ کا معاملہ نہیں ہے۔۔۔"وہ فوراً ناک سکوڑتی اعتراضی"
ہوئی تھی۔۔

ہاں بیٹا! لیکن آپ جانتی ہیں یہاں کے معاملات میں میں ڈائریکٹلی یا ان"
ڈائریکٹلی انوالو نہیں ہوتا، کیونکہ میں نہیں ہونا چاہتا میں اپنے پوائینٹ آف

ویؤ سے اپنوں ہی کہ سہہ نٹیمنٹز ہرٹ نہیں کرنا چاہتا۔۔۔" وہ اپنے اقدام پر پشیمان نہیں تھا لیکن اس کے ماتھے کے شکن بتا رہے تھے کہ اسے اپنوں کے متنفر ہونے کا ملال ضرور ہے۔۔

میں جانتی ہوں بھائی سا! لیکن آپ بھی مانتے ہیں نا یہ سب غلط ہے، خواہ" میرال کی ممانی اسے لیجائے یا یہاں اسے ایک زندہ لاش کی طرح عجیب و غریب روایات کی زنجیروں میں جکڑ کر سانس سانس کا محتاج رکھا جائے۔۔۔؟" اس نے سنجیدہ نگاہیں باران کے چہرے پر ٹکائی تھی۔

"ہاں! رابی لیکن۔۔۔"

لیکن کیا بھائی سا۔۔۔؟ آج میرال وہاں کھڑی ہے تو آپ کو بے وجہ لگ" رہا ہے، کیا کل جب میں وہاں کھڑی ہوں گی تب آپ کو باوجہ لگے "گا۔۔۔۔؟

رابی۔۔۔!!" دل شکن ضرب المثل پر باران کی سخت آواز اونچی ہوئی" تھی۔

تلخ ہے لیکن سچ ہے، موت حیات اللہ کے ہاتھ میں ہے، یہ رسم صرف اور "
صرف میرال کیلئے تو نہیں بنائی گئی ہے، بلکہ پورے علاقے پر لاگو ہوتی
ہے، آج جہاں میرال کھڑی ہے کل کوئی بھی ہو سکتا ہے، کل اگر اس جگہ
"میں کھڑی ہوئی تو آپ مجھے کس طرح۔۔۔۔

رابی! جسٹ شٹ اپ!" درشتگی سے جھڑکتے اس نے کسی آسیب زدہ "
خیال کو جھٹکتے کھینچ کر بہن کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔
وہ فطرتاً جذباتی نہیں تھا لیکن بہن کے الفاظ نے دھڑکنوں کا نظام متزلزل کر
دیا تھا۔۔

"بھائی سا۔۔۔"

"!نو مور ورڈز رابی"

سختی سے ٹوکتے دائیں بازو کا حصار گرد ڈالتے نرمی سے اس کے گھنے بالوں پر
شنگرفی لب رکھا تھا۔

مضراب اس تحفظ و مان کے مضبوط احساس پر مبہم سا مسکراتی اس کے فراخ سینے پر پیشانی ٹکا گئی تھی۔

"آپ کو کچھ بھی کر کے میرال کو انصاف دلانا ہے بھائی سا! اس کی زندگی کوئی کھلونا نہیں جو لوگ اپنی مرضی سے چابی گھما کر سمت کا تعین کریں، اس کی زندگی پر صرف اور صرف اسی کا حق ہے جو اس بیوقوف کی سمجھ نہیں آ رہی لیکن اس کا اختیار اسے ہر صورت ملنا چاہئے، میزان بھائی سا ہمارے درمیان نہیں رہے تو یہ اس کی خطاء نہیں ہے، پھر اس پر سزا واجب کیوں ہو۔۔۔؟ آپ دلائیں گے ناں بھائی سا اسے اس فرسودہ سوچ و رواج سے آزادی۔۔۔؟"

اس کے سینے سے لگی وہ بہت کچھ دکھتے دل سے بول رہی تھی جسے سنتے ہوئے باران کی متفکر سوچوں کے پرندے پراگندگی خیالوں کے لامتناہی آسمان میں محوِ پرواز تھے۔

novel by jnikhat

بدگمان ہم سے کچھ لوگ ہیں تو کیا کریں

!!ہم سے ہر ذہن کے جالے تو اتارے نہیں جاتے

خبر دونوں بہنوں کی حویلی کی دہلیز کو چھونے کی ہی دیر تھی اور دونوں دندناتی ہوئی اپنے نصف بہتر کے ساتھ میدان میں حاضر تھیں۔

داجی کے میں بیٹھک میں باران کے متنازع بیان پر پیشی طلب کی گئی تھی۔

مخصوص صوفے پر رعبدارنہ انداز میں ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے داجی ان کے پہلو میں متفکر سی ان کی ملکہ یعنی دی جان باقی ارد گرد کی کرسیوں پر کروفر سے دونوں بہنیں نشستہ تھیں۔

ایک جانب بیٹے کے اقدام پر نالاں ناظمہ بیگم ان کے ساتھ زوجہ شہراز تھی تو دوسری جانب تنے عضلات سنگ شہباز عثمانی گردن اکڑائے براجمان تھے۔ان سب کے درمیان معتدل اعصاب کسی کے تھے تو صرف ملزم باران عثمانی کے تھے۔۔۔

آپ نے کس کی اجازت سے بیگم تبسم کے سامنے وہ بیان دیا۔۔۔؟"داجی"
نے دبدبے بھرے انداز میں سوال داغا۔
"میرے بیان میں قابل اعتراض کیا تھا میں پہلے یہ جاننا چاہوں گا۔۔؟"
"آپ نہیں جانتے۔۔۔؟"
جی نہیں! آپ سبھی کا مقصد انھیں مناسب جواب دیکر خاموش کروانا تھا"
جو اس بیان سے ہوا پھر اس قدر شدید مذمت کیوں۔۔۔؟"مرعوب ہوئے
بغیر اس نے اعتماد سے اپنا سوال سامنے رکھا تو سبھی نے ناپسندیدگی سے پہلو
بدلہ۔
کیونکہ برخوردار۔۔۔"داجی کی نگاہوں میں آنے کا عمدہ موقع لپکتے ظفر"
گیلانی نے لجاجت بھری اجازت طلب نظران پر ڈالنے کیلئے توقف لیا وہاں
سب معتدل دیکھ گردن کو اکڑاتے سلسلہ کلام جوڑا۔
ہمارے خاندان میں نہ طلاقیں ہوتی ہے نہ دوسری شادیاں، یہ ہماری"
روایات ہماری بنیاد ہے، جو برسوں سے ایسے ہی چلی آرہی ہے اور آگے چلے

گی بھی۔کیونکہ ان کے ساتھ چھیڑ خانی کی کوشش حویلی کی عزت وناموس کو خاک میں ملاسکتی ہے،حویلیاں صرف بزرگوں کی دعاؤں اور ورثہ سے ہی شادوآبادرہتی ہے۔۔۔"ان کے کروفر سے معتبرانہ دلیل رکھنے پر وہ تحمل سے پانی کا گلاس اٹھاتا کھڑا ہوا تھا۔

آپ کی ساری باتیں مان لی۔۔لیکن ایک سوال ہے اگر اجازت ہو۔۔۔؟"گلاس ان کے مقابل رکھتے وہ برے مودبانہ انداز میں اجازت چاہ رہا تھا۔

اگر یہ حادثہ میزان کی جگہ میزان کی منکوحہ کے ساتھ ہوتا تو کیا میزان بقیہ "ساری زندگی ایسے ہی گزارتا۔۔۔؟"

وہ کیوں ایسے گزارتا وہ مرد ہے۔۔۔"ثمرہ عثمانی سیکنڈ کا توقف لی ئے بغیر" چمک کر اٹھی تھی جس پر باران کے لبوں کو بے ساختہ تلخ مسکراہٹ نے چھوا جسے اس نے چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

وہ مرد ہے۔۔۔یہ آپ کی دلیل ہے پھپوسا۔۔۔؟"پھیکا سا انداز تاسف کی دھند سمیٹے ہوئے تھا۔۔

"یہ عدالت نہیں ہے باران جو یہاں پر دلیل وثبوت پر بات ہو گی، یہ گھریلو معاملات ہیں جسے گھر کے اندر تحمل سے نہ حل کئے جائیں تو بات پورے قبائل تک پھیلے گی، جس
کے سنگین نتائج ہم سبھی کو برداشت کرنے پڑیں گے، مغربی آزاد ملک نہیں ہے یہ، یہاں پر جینے کیلئے سماجی حدود و قیود قائدے و قانون کی پاسداری کرنی پڑتی ہے، یہاں اقتدار پڑ بنے رہنے کیلئے کچھ کڑوے گھونٹ بھرنے پڑتے ہیں، ایسے ہی نسلوں سے ہمارے اباواجداس علاقے پر حکومت کرتے نہیں آرہے، طاقت ور تبہ قربانیوں کا ایثار مانگتی ہے، اگر تم نہیں سمجھنا چاہتے انھیں تو کم از کم سمجھنے تک الجھو بھی مت۔۔۔"بڑے بہنوئی کو موقع کو سنہرا موقع جان کر استعمال کرنے کیلئے تیار دیکھ شہباز عثمانی نے رسانیت سے بیٹے کو سمجھانا چاہا۔

آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں باباسا! میں یہاں کے ماحول سے زیادہ واقفیت" نہیں رکھتا اس لیۓ نہیں کہ میں یہاں سے دور رہا ہوں بلکہ اس لیۓ کہ مجھے دلچسپی نہیں رہی کبھی، اور رہی بات معاملے میں انوالو ہونے کی تو بڑا سمپل سا پرو بلم ہے میرا کہ آج جہاں وہ لڑکی کھڑی ہے کل اس جگہ پر میں "اپنی بہن بیٹی یا بیوی کو نہیں دیکھنا چاہتا۔۔۔۔

"!!! باران"

اس کے دل دہلاتے الفاظ پر ناظمہ بیگم نے تڑپ کر اسے پکارا تھا۔دی جان کا کلیجہ بھی منہ کو آیا تھا اس کی آئینہ داری پر باقی سب نے ہنکار بھرا البتہ داجی کی آنکھیں سکڑ گئی تھی۔۔

جہاں کھڑی ہے سے آپ کا کیا مراد ہے برخوردار؟ کہاں کھڑی ہے وہ" لڑکی؟ کیا پریشانی ہے اسے ضرورت کی ہر چیز تو موجود ہے اس کے پاس۔۔۔۔"قدیر جیلانی نے چبھتے انداز میں سوال داغا۔

اگر صرف مادی اشیاء ہی آپ کی نظر میں زندگی گزارنے کیلئے کارگر مانی"
جاتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں، میں معذرت خواہاں ہوں۔۔"اس نے
رسان بھری مسکراہٹ ان کی جانب اچھالی۔
"وہ ایک بیوہ ہے، بیوہ کو مذہب سے سادگی کا حکم ہے۔۔۔"
مذہب سے تو بیوہ کی دوسری شادی کا بھی حکم ہے، پھر اس پر واویلا"
"کیوں۔۔۔؟
تم۔۔۔"ثمرہ عثمانی جلبلا کر لب دبا گئی تھی۔"
آپ کو کس بات پر اصل اعتراض ہے برخوردار۔۔۔؟"اضطرابی انداز میں"
ہل رہے دی جان کے ہاتھ پڑا اپنا مضبوط ہاتھ دھرتے داجی نے سب کو لب
سی نے کا عندیہ دیا۔
"ہر چیز پر۔۔۔۔"
"پھر بھی۔۔۔؟"

پھر بھی بہت بیسک چیزیں ہیں داجی ! جس کا حویلی میں اشو بنا دیا جاتا"
ہے، جتنا میں نے نوٹس کیا ہے۔۔" قوی انگلیوں کو باہم پیوست کر وہ ذرا
سامنے کو جھکا۔

انھوں نے کلر فل ڈریس پہنا مام اپ سیٹ ہو گئی، نیلم نے ان پر پرفیوم"
اسپرے کر دیا پھپھو سا بگڑ گئی، لاسٹ ویک گرلز نے شادی پر ساتھ جانے کا
ڈیسائیڈ کیا پہلے پھپھو سا غصہ ہو گئی بعد میں مام نے مضراب کو تھپڑ مار دیا۔ مائے
پرو بلم ایز کہ اگر وہ آپ کے بیٹے کی بیوہ ہے بھی تو آپ کی قیدی نہیں ہے، یہ
کیسا بہیو ئیر ہے۔۔؟ مجھے اس بہیو ئیر سے ایشو ہے، کیونکہ میں اس بہیو ئیر کو
اپنے ساتھ جڑی کسی عورت کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتا ای کانٹ، اور یہ
میری پرو بلم ہے۔۔۔" ایک ایک پر سے دیدہ دلیری سے اپنی معترض نگاہیں
گزارتے اس نے اپنا اعتراض کھلے الفاظ میں سامنے رکھا تھا۔

جس پر چند ساعت کیلئے تناو زدہ فضاء پر برف کی بھاری سیل سی جم گئی تھی
جس میں دوبارہ سے باران ہی کی بھاری آواز نے دڑاڑ ڈالی تھی۔۔

اورا گر آپ لوگوں کے اس رویہ سے مراد یہ ہے کہ اپنے عزیز ہستی کو" کھونے کے بعد خوش رہنے کا آپ حق بھی آپ کھو دیتے ہیں یا مرحوم سے آپ کی محبت و دلی وابستگی کا ثبوت یہی ہے کہ آپ خوشیوں کو خود پر حرام کر دیں تو پھر آج کے بعد کوئی مجھے شادی کیلئے فورس نہیں کرے گا کیونکہ باقی سب کا معلوم نہیں مجھے اپنے بھائی سے بے انتہا محبت تھی ہے اور رہے گی ہمیشہ۔۔۔۔" سرد لہجے میں اپنے سنگلاخ ارادوں کی ایک اور دلیل سب کے سامنے رکھ کر اس نے گویا حاضرین کو جلتے تنور پر بٹھا تا دیا تھا۔

یہ آپ کہاں کی بات کو کہاں سے جوڑ رہے ہو بیٹا۔۔۔؟" زہرہ بیگم نے" فوراً پینترا بدلتے لہجہ شہد آگیں کیا۔

میں جہاں کی بات کو وہیں سے جوڑ رہا ہوں پھپھو سا! کیونکہ باتوں کو ٹوئسٹ" اینڈ ٹرنز میں نہیں دیتا۔۔۔" وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔

بات یہاں آپ کے بیان کی ہو رہی ہے جو آپ نے بنا بڑوں سے مشاورت" کئے تبسم بیگم جیسی خاتون کے سامنے رکھ دی جو کوئی موقع ضائع جانے نہیں

دیتی، آپ کی ماں سا جانتی ہیں یہ۔۔۔"زہرا بیگم نے شاطرانہ انداز میں ماں بیٹے دونوں کو اپنی کشتی میں اتارنا چاہا۔

جس سے آپ کی شادی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔۔۔۔"ثمرہ عثمانی نے تڑخ" کر ٹکڑا لگایا تھا۔

میں یہی تو جاننا چاہ رہا ہوں میرے بیان میں قباحت کیا ہے۔۔؟اگر آپ" لوگ انھیں ان کی ممانی کے ساتھ نہیں بھیجنا چاہتے، دوسری شادی بھی "نہیں کروانا چاہتے تو پھر کیا۔۔۔؟

کیا کیا وہ حویلی میں رہے گی جس طرح اتنے سالوں سے رہ رہی" ہے۔۔۔۔"ناظمہ بیگم کی آواز ضبط سے لغزش کا شکار ہوئی تھی۔۔

"اور کب تک۔۔۔؟"

آخری سانس تک۔۔۔۔"انھوں نے الفاظ کو چباتے اپنی طرف سے" موضوع سمیٹ دیا تھا۔ جس پر سبھی کی گردن حمایت میں ہلی۔

"!اچھا"

اثبات میں سر ہلاتے اس نے جواب ذہن میں تیار ہونے کے باوجود توقف لیا جو اس پر اپنی عقابی مستقل نگاہیں گاڑے بیٹھے داجی کی خوب سمجھ آ رہی تھی۔

اوکے! تو پھر آپ میں سے کون میرے دلاور اور آریان کے بیہاف پر" گارنٹی لے رہا ہے یہاں۔۔۔۔؟"اس نے سادہ سوالیہ نظر حاضرین پر گھمائی۔

کیا مطلب۔۔۔۔؟"سب اچنبھے سے یک زبان ہوئے سوائے داجی" کے۔۔

آپ لوگ کہہ رہے ہیں ناں، نہ وہ اپنی ممانی کے پاس بھیجی جائیں گی نہ ان" کی دوسری شادی کی آپ کو آپ کی روایات پر میشن دیتی ہیں، آپ لوگ خود کہتے ہیں کہ آئندہ حویلی کی باگ ڈور ہم تینوں میں سے کسی کے ہاتھ ہو گا، تو پھر آپ میں سے کسی کو تو گارنٹی لینی ہو گی نا کہ کل جب یہ باگ ڈور کسی دوسرے ہاتھ جائے گی تب بھی ان کے ساتھ حویلی میں وہی رویہ اختیار کیا جائے گا، وہ اتنی ہی سیف اینڈ سیکیور رہوں گی، ان کی مادی ضروریات جو پھوپا

ساکے مطابق زندگی جینے کیلئے کافی ہیں انھیں ویسے ہی دستیاب ہوتے رہیں گے۔۔۔۔؟"اس کا قصد اًسادگی میں لپیٹ کر رکھا گیا تلخ سوالوں کا بہتا سلسلہ حاضرین کی دلوں پر غصہ واضطراب کی گرم پھوار بن کر برسا تھا جس سے تلملا کر وہ پہلو پر پہلو بدلتے پیچ وتاب کھانے لگے تھے۔۔

تم۔۔تم کہنا کیا چاہتی ہو۔۔۔۔؟" سبھی کا غم وغصہ سے برا حال تھا۔۔"برخوردار کہنا چاہتے ہیں کل ہم مر مرا گئے تو اس بچی کی ذمہ داری کون لے گا۔۔؟اگر ان سمیت ان کے بقیہ دونوں بھائیوں نے حویلی کی ذمہ داری کے ساتھ اس ذمہ داری کو نکار دیا اس صورت۔۔کیوں

برخوردار۔۔۔۔؟"داجی نے تشریح کرتے استہزائیہ نظر اس پر گاڑی جو بالکل شرمندہ نہیں تھا۔

میکے میں ان کا کوئی باپ بھائی ہے نہیں ان کیلئے اسٹینڈ لینے کیلئے، باقی انسان" تو پرت در پرت دریافت ہوتا ہے۔۔"اس نے شانے اچکائے۔

خاندانی لوگ گرگٹ کی طرح رنگ نہیں بدلہ کرتے صاحب"

زادے۔۔۔؟"شہباز عثمانی تپ کر غرائے۔

یہ کوئی دلیل نہیں ہے باباسا۔۔۔"وہ ذرا جو مرعوب ہوا ہو۔"

میں کسی دلیل ثبوت کو نہیں مانتی، میرا ل میرے میزان کی امانت ہے"

میرے جیتے جی میں اپنے میزان سے جڑی کسی بھی شئے کو اپنی نظروں سے

دور جانے نہیں دوں گی، اگر کسی کو دور کرنا ہو تو میری لاش پر سے گزرے

وہ۔۔ معذرت باباسا۔۔۔"درشت انداز میں نشست چھوڑتی ہوئی وہ اس

پرشا کی پر نم نظر ڈالتی ہوئی نکلتی چلی گئی تھی۔

باران نے تاسف سے ماں کی پشت کو دیکھا جن کا دل وہ مر کر بھی دکھانا نہیں

چاہتا تھا لیکن۔۔۔۔

ناظمہ بیگم کے پیچھے بقیہ خواتین نے بڑبڑاتے ہوئے واک آوٹ کیا تھا۔اب

بس کمرے میں سارے مرد بچ گئے تھے۔۔

آپ لوگ بھی جا سکتے ہیں۔۔۔"داجی کے اشارے پر وہ اٹھنے لگا کہ داجی"
نے اسے بیٹھے رہنے کا اشارا کیا۔
تو آپ ہماری پرکھوں کی روایات سے بغاوت کرنا چاہتے ہیں"
برخوردار۔۔۔؟"اپنی لکڑی کو قالین پر ٹکا کر اس پر کہنی ٹکاتے انھوں نے
سپاٹ انداز میں پوچھا۔
آپ اسے بغاوت کہتے ہیں لیکن میں اسے ایک لاجکل سا سوال کہتا"
ہوں۔۔۔۔"اس کا مودبانہ لہجہ کہیں سے بھی مرعوبیت کے زمرے میں
نہیں جاتا تھا۔
"بہتر۔۔۔"
متاثر کن انداز میں سر کو جنبش دیتے گھٹنوں پر زور ڈال کر وہ کھڑے ہوئے تو
باران جھٹ احترام میں کھڑا ہونے لگا کہ ان کے اشارے پر بیٹھ گیا۔
روایتوں سے بغاوت کیلئے نابرخوردار جگرا ہونا پڑتا ہے آہنی چٹان سے"
ارادے اور ٹکرا کر چوڑ چوڑ ہونے تک ڈٹے رہنے کے بلند حوصلے ہونے

پڑتے ہیں،اور سب سے اہم۔۔۔"اس کے مضبوط شانے پر دباؤ ڈالتے وہ معنٰی خیز انداز میں مسکرائے۔

"ایثار و قربانی کے چولہے کا ایندھن بننا پڑتا ہے،خود اپنے متبادل قانون پر چل کر لوگوں کو ایقان سونپنا پڑتا ہے،ہے آپ میں وہ جرات و حوصلہ۔۔۔۔؟"داجی کا ذو معنٰی اندازِ سوال کئی پرتوں میں لپٹا تھا۔جس کا باران کے ماتھے پر الجھن کے انگنت بل جواب تھے فل وقت۔

ZNZ Zubi Novels Zone

داجی ضروری کال سننے کیلئے بیٹھک کے پچھلے دروازے سے نکل گئے تھے جبکہ وہ ان کے بہت کچھ جتاتے ہوئے الفاظ و انداز کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتا ہوا اندرونی حصے میں داخل ہوا جہاں ہال میں بیٹھی اس کی پھپیاں واپس زور و شور سے دل کی بھڑاس نکالنے میں سرگرداں ہو گئی تھی۔

یوں تو ارادہ اس کا سائیڈ سے نکل جانے کا ہی تھا۔

گزشتہ دو دن سے وہ حد سے زیادہ اپنے کم گو مزاج اور ریزو فطرت کے خلاف ورزی کر خاصا ڈسٹرب تھا اور اس وقت خاموش تنہائی کا متمنی تھا لیکن ان دونوں بہنوں کہ اعتراضات خود ساختہ مذہبی احکامات کو توڑ مڑوڑ کر بنائی گئے اصول وضوابط اور اس کی حد بندیوں کی دہائیاں اس کے عجلت میں اٹھتے بھاری قدموں کی زنجیر بنے تھے۔۔

کن معاشرتی اصولوں کے خلاف ورزی کی سنگین نتائج حویلی کیلئے پریشانی کا" باعث بن سکتے ہیں پھپوسا۔۔۔۔؟" وہ سپاٹ لہجہ وتاثرات لیئے ان کے مقابل تھا۔

وہی جنھیں بدلنے پر بضد ہیں آپ بیٹا! جن میں آپ کو سو سو کیڑے نظر" آرہے ہیں آج۔۔ نہیں پوچھتی ہوں میں جب ہمارے ابا واجد نے یہ روایات بنائی تھی بس ایسے ہی بنادی تھی عقل نہیں تھا ان کے پاس۔۔۔۔؟" ثمرہ بیگم اچھے پن کا لبادہ اُتارتی ہوئی اپنے مخصوص نخوت زدہ انداز میں تنکر سوال گو ہوئی تھی۔

"پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے اس کی۔۔۔۔؟"

ہماری غیرت، ہمارے اونچے شملے کی حرمت اور کیا۔۔؟"

ہم خاندانی لوگ ہیں، ہمارے یہاں کی عورتیں باحیا اور ایثار و قربانی کی مورت ہوتی ہیں، ایک بار کسی مرد کا نام ان کے نام سے جڑ جائے پھر وہ اسی پر اپنی آخری سانس وقف دیتی ہیں، کسی دوسرے مرد کا خیال بھی ذہن میں لانا ان وفا شعاری خاندانی عورتوں کیلئے زہر کا پیالہ منہ کو لگانے کے مترادف ہوتا ہے۔۔۔ مغربی بے حیا عورتوں کی طرح وہ لباس کے ساتھ۔۔۔ مجھے تو بولتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔۔۔۔" انھوں نے کراہیت آمیز چہرہ بناتے یوں تنفر سے چہرہ ایک جانب جھٹکا جیسے کوئی انتہائی غلیظ چیز سامنے آگئی ہو۔۔

بات تو آپ کی واقعی درست ہے پھپھو سا! شرم و حیا کا یہی معیار ہونا چاہیئے۔۔۔" اس نے مثبت انداز میں اتفاق کیا۔

بالکل ہم مسلمان ہیں، شرم و حیا کی ترغیب ہمارا دین دیتا ہے، عورت کا" زیور ہے لاج و حجاب، لیکن مغربی اطوار نے تو ہمارے معاشرے کا ستیاناس

ہی مار دیا ہے۔۔۔۔" ثمرہ عثمانی کی کرخت آواز میں رعونت ور کھائی کی آمیزش کافی حد تک شامل ہوئی تھی۔

مذہب کی خوبیاں اُسے قائل نہ کر سکیں
بس ایک ہی اصول پہ قربان ہو گیا
جوں ہی سنا کہ چار بھی جائز ہیں بیویاں
!! فوراً وہ کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا

واہ! یہ مذہبی احکام کا حوالہ پیش کر تو آپ نے موقوف کو اور مضبوط کر دیا" ہے۔۔۔۔" اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی استہزائیہ چبھن سمٹی تھی۔

مغربی ممالک تو بلاشبہ ہے ہی ان معاملات میں پستیوں کا شکار، لیکن میں" جاننا چاہتا ہوں ہمارے لی ئے مذہب اور اس کے احکامات کے کیا معنٰی

ہیں۔۔۔۔؟"اس کا سوالیہ انداز ہی کچھ ایسا تھا کہ جواب دینے کے بجائے دونوں بہن کو چپی سی لگی تھی۔

ناصرف ان دونوں کو بلکہ وہاں موجود تمام ہی حاضرین کو خواہ وحویلی کے مکین ہوں ملازمین ہوں یا حویلی کے بلند و بالا در و دیوار یا آن بان شان سے کھڑے بلند و مضبوط ستون۔۔

میں بتاتا ہوں ہمارے اعلیٰ ادب واخلاق سے مزین مشرقی معاشرے میں " مذہب اور اس کے احکام کی کیا حیثیت ہے۔۔۔؟"اس کی ضبط واستقامت کی تنابیں یہاں ٹوٹی تھی۔ تحمل ورواداری کا مادہ یہاں ختم ہوا تھا۔جو اس کی اشتعال کے شعلے دہکاتی آنکھوں سے صاف عیاں تھا جو آئینہ داری میں کوئی رعایت سے کام نہیں لینے والی تھی۔

ہمارے دوغلے مشرقی معاشرے میں مذہب اور اس کے احکام کی حیثیت " ایک فیمس برانڈ کے 'لیبل' جیسی ہے، جسے لگا کر آپ کچرا بھی بیچیں گے تو ہماری احمق عوام سوال نہیں کرے گی بلکہ سر آنکھیں پر بٹھائے گی، کیونکہ

ان کی عقل پڑ تو بڑے برانڈ کا لیبل لگا ہے نہیں جسے وہ خوشی خوشی بنا پس و پیش استعمال کر لیں۔۔۔۔۔"

اس نے تنفر سے ہنکار بھرا تھا۔

حاضرین نے پہلو بدلہ،

باہر لان کی طرف شہباز و شیراز عثمانی کے ساتھ گئے ظفر اور قدیر جیلانی بھی آوازیں سن کر حیران پریشان سے ہال میں داخل ہوتے ماجرا سمجھنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔۔

اور ہمارے معاشرے کے ٹھیکیدار یہی کر رہے ہیں، کبھی اپنے مفاد کیلئے تو" کبھی فقط اپنی جھوٹی انا کی تسکین کیلئے اپنی گندی، گھٹیاں، پست ذہنیت کو ثابت کرنے کیلئے مذہب و شرعی احکام کو توڑ مڑوڑ کر دلیل کے طور پر پیش کر دیتے ہیں اور ہماری عوام وہیں ڈھیر ہو جاتی ہے۔۔

جنھیں مذہبی احکام صرف ضرورت کے وقت اور ضرورت کے موافق ہی یاد آتے ہیں، جن کیلئے شریعتِ اسلام صرف برانڈیڈ لیبل ہے جسے لگا کر یہ

اپنی دقیانوسی بوسیدہ روایات کی تجارت کرتے ہوئے لوگوں کی نفسیات کے
ساتھ کھیلتے ہوئے اپنی تنگ نظری کی اندھی بازاری چلاتے ہیں۔۔۔۔۔!

انھیں چار شادیوں کی سنت یاد ہوتی ہے،
لیکن دن میں پانچ مرتبہ باقاعدہ یاد کروائے جانے والے فرض کی ادائیگی
کیلئے ان کے قدم مسجد کی طرف نہیں اٹھتے،
جو بیوی بہو کے میکے سے آنے والے آن ڈیمانڈ جہیز کو بڑے فخر سے
بے غیرتوں کی طرح سمیٹتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے،
لیکن بیوی کو حق مہر، بیٹی کو جائیداد میں سے شرعی حق دیتے ہوئے ان کے
ہاتھ پیر پھول جاتے ہیں اور پھر یہ سوکالڈ ہمارا خاندان ہماری روایات ہمارے
بزرگان کا ورثہ کارڈ کھیلنے لگ جاتے ہیں،
اس معاشرے اور اس کی قوانین کی پاسداری و بھلائی کی بات کر رہی ہیں
"آپ۔۔؟

اشتعال سے انگارے اگل رہی نگاہ اس نے دونوں پھپیوں پر گاڑی جو اس کے جارحانہ روپ سے خائف لبوں کو جنبش تک دینے سے قاصر تھیں۔۔

وہ مشرقی معاشرہ جس کی نظروں میں ایک ان ڈیپینڈ عورت، ناقابل اعتبار" ہے، بد چلن ہے، آوارہ ہے بد کردار ہے، مغربی اطوار اپنانے والی معاشرے کی ناسور اور نجانے کیا کیا ہے،

دوسری طرف بیوہ اور طلاق یافتہ کی عقدِ ثانی پر بھی انھیں اعتراض ہے، اس پر مضحکہ اڑانا ہے۔

کہیں کردار کشی کر کے تو کہیں رسم و رواج کی دہائی دیکر ان کا جینا دوبھر کرنا ہے،

وہ مشرقی معاشرہ جہاں مرد بیوی کو طلاق دینے یا فوت ہونے کے فوراً بعد عقدِ ثانی کر لے تو اسے ضرورت کہہ کر تسلیم کر لیا جاتا ہے،

لیکن عورت ایسا کرے تو وہ بے غیرت ہے، بے حیا ہے، بے وفا ہے،

یہ کیسا لاجک ہے۔۔۔۔؟

ایک طرف سیلف میڈ وومن آپ کیلئے نا قابل اعتبار ہے، آپ کے مطابق ہر گھر کی دہلیز پر مردانہ چپل کی موجودگی ہمارے مشرقی معاشرے کیلئے لازم ملزم ہے،

پھر آپ لوگ طلاق یافتہ اور بیوہ کی عقدِ ثانی کو جلد از جلد یقینی بنانے کا بیڑا اٹھانے کے بجائے اسے معیوب ثابت کرنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں۔۔؟

اگر اکیلی عورت کو معاشرہ غیر محظوظ اور نا قابل اعتبار مانتا ہے تو اپنے اس بیان پر ٹکا کیوں نہیں رہتا؟

کیوں لوگ طلاق یافتہ سے نکاح کرتے ہوئے کتراتے ہیں۔۔۔۔؟

انھیں ایسے ٹریٹ کرتے ہیں گویا انھیں اچھوت کی بیماری ہو، کیوں؟

اللہ ہمیں دس موقعے دے سکتا ہے ہم انسان ایک موقع دیتے ہوئے اس قدر تنگ دستی سے کام کیوں لیتے ہیں؟

جس وجہ سے طلاق کو داغ بنا دیا گیا ہے ایک عورت گھٹ گھٹ کر ایک رشتے میں مرنا گوارا کرتی ہے لیکن طلاق کا داغ نہیں لگاتی کہ معاشرہ اسے قبول نہیں کرے گا۔۔۔؟

بیوہ سے اور بیوہ کی شادی کو ہمارے مذہب میں افضل شمار کیا جاتا ہے، پھر ہمارے لی ئے مذہب سے اپر کیوں دنیاداری ہو گئی ہے۔۔۔۔؟

یہ کس طرح کے ڈپلوماٹک لاجکز ہیں آپ لوگوں کے جو بس خود ہی کی حق میں درست ہیں۔۔۔؟

جو کسی مظلوم کی پوری زندگی کو جہنم بنا دیتی ہے۔۔۔؟

خدارا سمجھیں، بیوہ بیوہ ہوتی ہے، وہ چاہے کسی بہت بڑے قبیلے کی جاگیر دار کی بیوہ ہو یا کسی معمولی سے چوکیدار کی، کسی کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اپنی روایتوں کی زنجیر اس کے پیروں میں ڈال کر اس کی زندگی اجیرن کر دے۔۔

"جب مذہب خود انھیں اجازت دیتا ہے خود کو موقع دینے کا۔۔۔

اس کا جھاک اڑاتا لہجہ اب کچھ پست ہوا تھا تاہم تنے عضلات ہنوز دہک رہے تھے۔

"میں کوئی پکا سچا مسلمان نہیں ہوں، خامیاں میرے خمیر میں شائد خوبیوں سے کئی زیادہ ہیں، بہت سی برائیوں میں ملوث رہ چکا ہوں، تقریباً دنیا کے سارے ترقی یافتہ ممالک گھوم چکا ہوں، آپ لوگ بالکل درست ہیں مغربی معاشرے میں ہماری سوچ سے زیادہ برائیاں عام ہے، اخلاق آداب شرم و حیا وہاں بالکل ناپید ہے جو ہمارے مشرقی معاشرے کا حسن ہے، ہمیں اوروں سے جدا کرتا ہے۔۔

لیکن ایک چیز ان کی اچھی ہے وہ برائی اپنی ذمہ داری پر کرتے ہیں، وہ اپنے مذہب کو بدنام نہیں کرتے، وہ دنیا کی نظر میں اپنے کردار کو شفاف ثابت کرنے کیلئے مذہب کے دامن پر چھینٹے نہیں اچھالتے، وہ بہادروں کی طرح اپنے عمل ورد عمل کے ذمہ داری خود لیتے ہیں، ہمارے بزدل معاشرے کی

طرح اپنا الو سیدھا کرنے کیلئے دنیا بھر میں اپنے دین اپنے عقائد کو تنگ نظر اور قفس زدہ نہیں دکھاتے۔۔۔۔"

اس کے تاسف زدہ لہجے میں حسرت کی تھکن سمٹ آئی تھی۔

"مجھے اتنا ہی کہنا تھا، باقی میری آپ کی روایات اباواجد کے ورثے سے کوئی دشمنی نہیں ہے، میرا ایک جھوٹا سا بیان آپ سب کی دل آزاری ذہنی و اعصابی تناو کا باعث بنا اس کا مجھے ملال ہے۔۔۔۔۔" بوجھل انداز میں اپنی بات سمیٹتا ہوا وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔

اور خاموش بوجھل و نادم فضاء میں اپنی بھاری قدموں کی دھمک سے ارتعاش پیدا کرتا ہوا نکلتا چلا گیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

باران کی آئینہ داری پر بجائے غور و خوص کرنے کے دونوں بہنیں بدک گئی تھی اور احتجاج میں کھانا ٹیبل پر چن دینے کے باوجود واک آؤٹ کر گئی تھی جس کا دی جان کو حقیقی دکھ ہوا تھا جیسی بھی تھی وہ ان کی اولاد تھیں۔

لیکن جس طرح برسوں سے جمے بد نما داغ کا ایک دھلائی میں صاف ہونا نا ممکنات میں شمار ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح۔

ان کے عداوت، عناد، برتری، زعم ہستی، حرص وحسد کے میل سے اٹے دل کا صاف ہونا بھی مشکل تھا یا شائد خود پر گزرے تو سمجھ آجائے لیکن فلحال توانھیں یہ اپنی بے عزتی ہی محسوس ہوئی تھی۔۔

ناظمہ بیگم نے الگ خود کو کمرے میں قید کر لیا تھا مضراب کی لاکھ کوشش کے باوجود انھوں نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔

دوسری طرف قطعی بے قصور ہوتے ہوئے بھی خود کو بد سے بدتر ہو رہے صورت حال کا ذمہ دار مانتی ہوئی وہ حساس لڑکی احساس جرم سے الگ کافور کی طرح گھل رہی تھی۔۔

حویلی کا ماحول ایک مرتبہ پھر عجیب سا ہو گیا تھا۔بلکہ میزان عثمانی کی موت کے بعد سے شائد ہی حویلی میں خوشیوں کا سماں بندھا ہو۔

کبھی کبھی تو یوں لگتا تھا اس سانحہ کے بعد سے تناؤ و یاسیت کی کثافت سے بھاری عجب آسیب زدہ موسم نے مستقل طور پر حویلی پر ڈیرہ ڈال لیا ہے کبھی نہ چھٹنے کیلئے آئے دن کشیدگی بدمزگی پھیلی رہتی تھی۔۔

دی جان کا حساس دل دکھ سے بھاری ہو رہا تھا جھڑی زدہ چہرے پر رواں کرب کے آنسوں نے ان کے نورانی چہرے کی ملائمت کو اذیت کی پرچھائیوں میں بدل دیا تھا۔

"دی جان! آپ کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہیں۔۔۔؟ آپ بھی جانتی ہیں ان کے اس انتہائی رد عمل کے پیچھے کا محرک نفرت نہیں ہے نہ ہی قطع تعلقی کا اعلان ہے، بلکہ یہ ان کے خود ساختہ خدشات اور حفاظتی اقدام کے تحت کی گئی کاروائیاں ہیں۔۔۔" ان کے نحیف چہرے سے آنسوں کو صاف کرتی ہوئی مضراب دھیمے سروں میں بولی تھی۔۔

جس پر دی جان کی آنسوں میں روانی آگئی تھی یہ کیسی نفاسی نفسی بے حسی و خود غرض کی دڑاڑ ان کے بچوں کے بیچ خلیج پیدا کر رہی تھی۔

وہ بھائی سا کے مقصد کو سمجھ نہیں رہی ہیں، نہ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہیں، کیونکہ ان کے دماغ میں جو چیز گھوم رہی ہے وہ طاقت اقتدار اور گدی ہے، انھیں لگ رہا ہے اگر بھائی سا کی شادی نیلم اور نزہت میں سے کسی سے نہیں ہوئی تو وہ اپنا مقام کھو دیں گی، اور اگر وہ لڑکی ماں سا کی میکے سے رہی تو بالکل ہی انھیں سائیڈ لائن کر دیا جائے گا۔۔۔ایسے میں ماں سا کا میرال کو یہاں رکھنے پر بضد ہونا اور بھائی سا کا اس کی دوسری شادی کیلئے زور ڈالنا ان کے خدشات کو صحیح ثابت کر رہا ہے، جس کی فکر نے ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو اس قدر کنٹرول کر لیا ہے کہ وہ یہ نہیں سمجھ پا رہی آج جس روایت کی دہائی دے رہی ہیں کل وہ ان کیلئے بھی امتحان بن سکتا ہے۔۔۔۔"گلہری کی طرح ادھر ادھر پھدکتی رہنے والی، کسی شرارتی بے فکر چڑیا کی طرح ہمہ وقت چہکتی رہنے والی مضراب عثمانی کا یہ سنجیدہ دی جان کی روتی ہوئی آنکھیں مسکرائی تھی۔انھوں روپ اور دور اندیشی پر نے سرعت سے ہاتھ آگے کر کے اسے ساتھ لگایا تھا۔۔

"بہت سمجھدار ہو گئی ہو۔۔۔"

ہو تو گئی ہوں۔۔۔"اس کے لہجے کی اٹھلاتی ہوئی بشاشت واپس آئی تھی۔"

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بوریت حد سے سوا ہونے پر بلا آخر وہ بھاری لیدر ربوٹز پر براؤن لانگ کوٹ ڈالتی بیگ اور فون کے ساتھ فلیٹ لاک کر کے بلڈنگ سے باہر نکلی تھی۔

ہمیشہ وہ ونٹر ہالیڈیز فلیٹ میں مقید ہو کر پورا سال ذمہ داری سے جمع کئے گئے اپنے پسندیدہ تصانیف کی گردان کرتے ہوئے گزارتی تھی لیکن اس بار پہلے ہی ہفتے میں بور ہو گئی تھی وجہ شائد دماغ میں چل رہے متضاد سوچوں کا ریلا تھا جو ذہنی یکسوئی فراہم نہیں کر رہا تھا۔

مصروف مین روڈ پر گاڑی پوری رفتار سے چل رہی تھی لیکن ذہن اب تک طے نہیں کر پایا تھا اسے جانا کہاں ہے۔۔؟

اس کی روٹین میں تو یونیورسٹی جانا ہی شامل تھا پارک اور ریسٹورنٹ مال وغیرہ جیسی تفریحی جگہ پر تو چھٹیوں میں بھیڑ عام دنوں سے کئی زیادہ ہوتی تھی جو اس کی تنہائی پسند مزاج پر سخت گراں گزرتی تھی۔

مزید ایک گھنٹہ اسی طرح بے مقصد سڑکیں ناپنے کے بعد گاڑی مصروف سڑک کو خیر آباد کہتی اس پر سکون سڑک کی جانب مڑی تھی اور کچھ دیر کے بعد ٹائر چڑ چڑائے تھے۔۔۔

سرد سانس گاڑی کی فضاء میں آزاد کرتی وہ بیگ اور فون ڈیش بورڈ سے اٹھا کر ڈور کھولتی ہوئی باہر نکلی تھی۔اٹھی نگاہ 'ڈاکٹر کوٹنیس کیفے اینڈ ہوسپٹل' کے بڑے سے بورڈ پر گئی اور قدم گولائی انداز میں اُپر کیفے کی جانب جاتے زینے کی جانب اٹھنے لگے تھے۔۔

"گرل فرینڈ نہیں ہے یار! جسٹ دوست ہے کامن فرینڈ، اب تو ہم جا رہے ہیں شائد ہمیشہ کیلئے، سو تھوڑا سا یادگار ٹائم سپینڈ کرنے میں کیا مسئلہ ہے آخر کو تین سال کا عرصہ ساتھ گزارا ہے ہم سب نے۔۔۔۔؟" جبران عرف

جیڈی سامنے کی کرسی پر براجمان ٹیبل پر کہنی ٹکاتا منتانہ انداز میں آگے کو جھکا۔۔

ہاں! تو بھائی صاحب آپ جا کر ٹائم سپینڈ کیجئے ناں میں نہ فارغ ہوں نہ" دلچسپی ہے۔۔۔"اس کا لیا دیا انداز ہنوز برقرار تھا۔

قسم سے یار وہاں گرل فرینڈ بوائے فرینڈ والا ٹیپکل ماحول نہیں ہو گا سادہ سا" گیٹ ٹو گیدر ہے، ڈنر کے بعد ختم ہو جائے گا۔۔بس۔۔۔۔"جبران اسے منانے کیلئے بضد تھا۔

"لڑکیاں ہو گی وہاں۔۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔لیکن۔۔۔"

"دوست ہوں گی وہ۔۔۔؟"

"ہاں! لیکن۔۔۔۔۔"

"دوستوں والی بے تکلفی بھی ہو گی۔۔"

"یار پرو وہ۔۔۔۔۔"

بازوں میں ہاتھ ڈالنا، ہاتھ پکڑنا بلند ٹھٹھے لگانا اور تھوڑی بہت بے تکلفیاں" جو گرل فرینڈ سے کم دوستی سے زیادہ کی زمرے میں کنسیڈر

"ہو گی۔رائٹ۔۔۔؟

بدر وہ تو بس۔۔۔"جبران اس کی سنجیدہ نقشہ کشی پر گڑ بڑایا تھا۔"

میں نہ یہ سب دیکھ سکتا ہوں نہ اس کا حصہ بن سکتا ہوں۔۔ برائی کو آپ" روک نہیں سکتے تو کم از کم کوشش کرنی چاہیئے کہ راست یا بلواسطہ اس کا حصہ نہ بنیں، بنا کسی انتہائی مجبوری کے برائی کو آنکھوں سے دیکھنا بھی گناہ ہے۔۔میں تمہیں لیکچر نہیں دینا چاہتا سو تم جاؤ انجوائے کرو، آل دا بیسٹ۔۔۔۔"نرم مسکراہٹ اچھالتے اس نے حتمنی فیصلہ سنایا تو جبران ہار تسلیم کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

دین انجوائے کر تو اپنا لونلی ٹائم۔۔۔جواب لونلی رہا نہیں۔۔"بجھے انداز میں" اس کی پیٹ تھپتھپاتے اچانک اس کا لہجہ چہکا۔

بدر نے نا سمجھی سے نگاہ اٹھائی تو جبران نے آنکھوں سے پیچھے کی جانب اشارہ کیا جہاں لانگ کوٹ ہاتھ میں لیئے وہ مغرور حسینہ ازلی نخوت زدہ تاثرات کے ساتھ کھڑی تھی۔۔

بدر سرعت سے کھڑا ہوا۔۔

"میں بتا رہا ہوں باس کچھ تو ہے تمہارے بیچ۔۔۔۔"

"جبران۔۔۔۔"

ایسا ویسا نہیں، مرنا تھوڑی ہے جو بکواس کروں، لیکن کچھ ہے تمہارے بیچ" ان کہا سا کنیکشن۔۔۔۔" وہ باز نہیں آیا تھا۔

اب گیٹ ٹو گیدر کیلیئے دیر نہیں ہو رہی۔۔۔؟" بدر نے آنکھیں دکھا کر دفع" ہونے کا اشارہ دیا تو وہ زیر لب معنیٰ خیز مسکراہٹ دباتا ہوا سائیڈ سے ہو کر نکل گیا تھا۔۔

novel by jnikhat

شہنشاہ کی پشت کی سواری کرتا ہوا وہ آج باغ کی دائیں حصے کے دورے پر نکلا ہوا تھا جہاں کے پیڑوں میں موسمی پھل لگنے سے پہلے ہمیشہ کی طرح دوائی ڈالی گئی تھی تاکہ پھول جھڑیں نہ اور پھل اچھے آئیں۔

قطار در قطار لگے مختلف پھلوں کے پیڑوں کی آخری قطار کا وہ جائزہ لے رہا تھا دفعتاً جیب میں رکھا فون رنگ ہوا تو اس نے مصروف سے انداز میں بلوٹوتھ پر لیس کیا تھا۔۔

ایک پل کو دکھائی تو دے محسن

! میں جان گنوا کر بھی اس پل کو مختصر نہ کروں

ہیلو بولنے کی مہلت دئے بغیر دوسری جانب سے تڑکتا بھڑکتا ہوا شعر حاضر تھا۔ جس پر اس نے کوفت سے آنکھوں کو گھمایا تھا۔

"چین نہیں تمہیں۔۔۔۔؟"

قرار تو تم لٹا کر آئے ہو۔۔۔"دوسری جانب سے ترنگ میں نشانہ سادھا" گیا۔

"ویسے اتنے دنوں سے کرہ ارض سے کہاں غائب تھے۔۔۔؟"

"جہنم کی سیر کو نکلا ہوا تھا۔۔۔۔"

جہنم میں حوریں بھی ہوتی ہے کیا۔۔۔؟"بناوٹی متعجب سوال براہی برجستہ " تھا۔ جس پر دلاور نے غصہ سے آنکھیں گھماتے پاس ہی متوجہ کھڑے اس حصے کے ذمہ دار دونوں ملازم کو دیکھا جو فوراً ادھر ادھر ہوئے تھے۔

جواب نہیں دیا۔۔۔"صبر کا مادہ اس کے اندر تھا ہی نہیں۔"

تمہیں وہاں بھیج دیتا ہوں خود انویسٹیگیشن کر لینا۔۔"وہ حسب سابق" سلگ چکا تھا۔

صد شکر تمہیں میرا خیال تو آیا۔۔۔"ادھر وہ شکر بجالایا تھا۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

مطلب کیا۔۔۔؟تم اپنی سالی سے میری بات چلانے کا سوچ رہے ہو"

"ناں۔۔۔؟

سالی کون سالی۔۔۔؟"وہ بھونچکایا تھا۔"

غضب خدا کا۔۔ابھی تو تم نے کہا تمہیں بھی وہیں بھیجتا ہوں خود"

انویسٹیگیشن کر لینا۔اب مکر رہے ہو،ویسے یہ کوئی ٹھیک بات نہیں ہے میں بتا رہا ہوں، کسی کی جذبات کے ساتھ کھیلنا نہیں چاہئے خاص کر ایک مظلوم کے۔۔"دکھ بھری دہائی دیتا وہ مظلومیت کے مزید حدود پار کرتا کہ اس نے غصہ سے بلوٹوتھ ہی کان سے نکال دیا تھا۔

لیکن ایسے ہی معظم بھٹی کو ڈھٹائی میں لاثانی ہونے کا اعزاز حاصل نہیں تھا وہ مستقل مزاجی سے فون کو تنگ کئے جا رہے تھے۔

افففف!!کس منحوس گھڑی میں یہ شخص میری زندگی میں آیا"

تھا۔۔۔؟"جھنجھلاتے وہ اس وقت کو کوستا ہوا نمبر بلاک کرنے کا ارادہ رکھتا

تھا کہ اس کا مسیج موصول ہوا جس میں نئے بیجوں کی کل پہنچنے والی دو لفظی خبر ناک تک ناک میں دم کرنے کے بعد بلا آخر ترسیل کیا گیا تھا۔۔

"ایک اور چیز۔۔۔۔"

وہ ہنوز ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے عمل پر قائم تھا کہ مسیج موصول ہونے پر متحرک انگلیاں تجسس سے ساکت ہوئی دوسری جانب وہ ریکارڈنگ کر رہا تھا۔

"تازہ خبر! حویلی میں باران سانے زبردست قسم کی جنگ چھیڑ دی ہے جس سے پوری حویلی کا ماحول اتھل پتھل ہو گیا ہے اور مکینوں کا پارہ جون و جولائی کی درجہ حرارت کی طرح بتدریج چڑھتا ہی جا رہا ہے۔۔۔۔۔"

"سنسنی خیز خبر پر حسب توقع رد عمل وادی ہمالیہ تو میں کیا کروں۔۔۔۔؟" میں بہتی ہواؤں سے بھی ٹھنڈا تھا۔۔

وقت نکال کر مر جا۔۔۔۔" معظم تپ گیا تھا۔"

ابھی مصروف ہوں، تم فارغ ہو بسم اللہ کرو۔۔۔"جواب سینڈ کر کے وہ"
فون جیب میں ڈالتا واپس اپنے کام میں لگ گیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

تمہارے اکارڈنگ جن کی گرل فرینڈز ہوتی ہیں، وہ اس قابل نہیں ہوتی"
"کے ان کے ساتھ ہینگ اوٹ کیا جائے۔۔۔۔؟
کونے والی سیٹ سنبھالتے ہوئے اس نے سرسری مگر بلند آواز میں سوال کیا
کیونکہ کیفے میں ان کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔
ایکسکیوزمی۔۔۔۔۔؟"اپنے ساتھ اس کیلئے بھی کافی نکال رہا بدراچنبھے میں"
پڑا۔
ابھی تو تم نے کہا اپنے دوست سے وہاں لڑکیاں ہوں گی، جانا گناہ ہے اس کا"
تو یہی مطلب نکلتا ہے نہ کے قابل نہیں سمجھتے تم، اینڈ تمہیں اسپیشلی
اعتراض گرلز پر ہے۔۔۔"ٹیبل پر پہلے سے موجود کتاب کے اوراق الٹتے
ہنوز اس کا انداز سرسری سا ہی تھا۔

بالکل درست فرمایا آپ نے، یہی وجہ ہے۔۔۔" وہ بنا جرح میں پڑے "
متفق ہوا۔۔

تم تو فرمارہے تھے تمہارا دین بہت اعلیٰ ظرف اور وسیع الذہن "
ہے۔۔۔؟" لہجے میں ازلی تیکھا پن شامل ہوا تھا۔

جی بالکل ہے۔۔۔" وہ دونوں مگ لیکر اس کی ٹیبل کے سمت بڑھا۔ "

"تم اسے اعلیٰ ظرفی اور وسیع الذہنی کہتے ہو۔۔۔؟"

آپ کے مطابق اعلیٰ ظرفی اور وسیع الذہنی کیا ہے۔۔۔؟" دونوں مگ "
ٹیبل پر رکھ کر ذرا سا چیئر ترچھا کرتا وہ نشستہ ہوا تھا۔

میں کیوں بتاؤں میں تمہاری طرح ڈبل اسٹینڈرڈ والے اسٹیٹمنٹ تھوڑی "
ناں پاس کرتی ہوں۔۔۔" مگ اٹھاتے اس نے نخوت سے ناک سکوڑی۔

میرا اسٹینڈ اب بھی وہی ہے میم! بٹ ایٹ لیسٹ معلوم تو ہو آپ کا اسٹینڈ "
ایگزیکٹلی کیا ہے۔۔۔۔؟" اس کا شانت دریا سا بہتا لہجہ کس قدر کھینچتا ہوا تھا
اس نے فوراً پہلو بدلہ۔

ایٹ لیسٹ ایسی کنزرویٹو سوچ کی تو نہیں۔۔۔۔۔۔"تیکھے انداز میں ناک" سے مکھی اڑاتی وہ سیپ لینے لگی تھی۔۔

ہر انسان کا اپنا نظریہ ہے،اور نظریہ کی مثال میری نظر میں ایک چشمے کی" خالی فریم جیسی ہے، جس میں کوئی بھی عدسہ باآسانی فٹ ہو سکتا ہے،اتنوں میں ایک چوز کرنا ہمارا پرنسل کال ہوتا ہے، ہم ڈیسائیڈ کرتے ہیں کہ ہمیں کونسا عدسہ لگانا ہے کونسا ہمارے لی ئے 'درست 'ہو گا جو ہمیں دوسری جانب کی چیز کو صحیح اور ہو بہو دکھائے گا،اور میری نظر میں وہ عدسہ میرا مذہب ہے۔۔۔۔۔۔"رسانیت سے کہتے اس نے کافی کا پہلا سیپ لیا سلجھی ہوئی ضرب المثل سے متاثر ہونے کے باوجود وردہ نے کوئی تاثر ظاہر نہ ہونے دیا تھا۔

دنیا کے اسّی فیصد لوگوں کے مطابق وسیع الذہنی آزاد خیالی کا مطلب" ہے، صحیح غلط، جائز ناجائز، گناہ ثواب کسی کی پروا یا تفریق کئے بغیر جو دل میں آئے کرتے چلے جانا، آسان الفاظ میں اپنے

'نفس کی غلامی کرنا'

آستہزائیہ سانس آزاد کرتے اس نے وقفہ لیا تو وردہ لب کچلنے لگی۔۔

ایک انسان جو اپنے نفس کا غلام ہے، جس کا اپنے نفس پر اختیار نہیں، جو" نفس کی خواہشات کے آگے بے دم ہے، جو اپنے نفس سے آزادی حاصل نہیں کر سکتا، بغاوت کی جرات نہیں رکھتا، وہ آزاد خیال کہلاتا ہے۔۔۔؟ کم از کم میری نظر میں اس سے زیادہ مضحکہ خیز بات کوئی نہیں ہو سکتی ہے۔۔۔۔"

بالکل دھیمی سلگتی ہوئی مسکراہٹ لبوں کی تراش میں سمیٹے اس نے اس کی جانب دیکھا جس پر غور سے اسے دیکھ رہی وردہ بری طرح گڑبڑائی تھی۔

اور میں جس دین کی پیروی کرتا ہوں وہ ہمیں نفس پر فتح کی ترغیب دیتا" ہے، اپنے زمانہ کے بڑے بڑے فلاسفر کا قول ہے نفس پر فتح سے بڑی کوئی فتح نہیں، آپ خود پر کنٹرول کر سکتے ہو تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو کنٹرول

نہیں کر سکتی۔اسے لوگ کنزرویٹو سوچ کہتے ہیں تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔۔۔؟"اپنا اور اس کا خالی مگ لیکر وہ چیئر سے اٹھا تھا۔

اور رہی بات لڑکیوں اور گرل فرینڈز پر اعتراض کی تو میرا ماننا ہے دنیا کی" سب سے خوبصورت تخیل عورت ہے، کائنات اس کے دم سے وجود میں آئی ہے مسحور کن کائنات کی حسن کار از وجود زن ہے۔اور میری نظر میں کائنات کا اتنا اہم جز اتنا ارزاں نہیں ہو سکتا ہے کہ ہر نظر کی تسکین بنے، کسی کی تفریح بنے تو کسی کی وقت گزاری کا سامان۔۔۔

کیونکہ ہر خوبصورت اور قیمتی شئے کی اہمیت اس کی پیکینگ سے معلوم پڑتی ہے، اسے رکھی جانے والی جگہ سے معلوم پڑتی ہے۔میرے مطابق شرم حیا عورت کی پیکینگ ہے، اور اس کا مقام احترام سے نگاہ جھکانے یا سر آنکھوں پر بٹھانے کے قابل ہے۔۔"ٹیبلز کا بکھرا سمیٹتا ہوا وہ ہلکے پھلکے انداز میں اپنے الفاظ کا سحر پھوک رہا تھا۔

"اور مرد۔۔اس کیلئے کوئی حکم نہیں ہے۔۔۔۔؟"

سر جھٹک کر اثر زائل کرتے ہوئے اس نے تڑخ کر پوچھا۔

"مرد ہے ہی وہی جو اپنی محرم عورت کو سر آنکھوں پر بٹھائے اور نامحرم کو دیکھتے ہی نگاہ جھکا لے، یا پھر اس کی اٹھی نگاہوں میں عزت و احترام کا ایسا پردہ گرا ہو کہ مقابل کی نسوانی حس مجروح نہ ہو، اور ایسا صرف وہی مرد کر سکتا ہے جس کا نفس پر اختیار ہو، جو اعلیٰ ظرف ہو۔۔" شائستہ مگر ٹھوس انداز میں موضوع سمیٹتا ہوا وہ ٹرے میں خالی کپ جمع کر کے کیفے کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ چکا تھا۔

پیچھے وہ اپنی جگہ ہمیشہ کی طرح گم سم سی بیٹھی اسی سمت دیکھ رہی تھی۔

دل نے فوراً غیر جانب داری سے اعتراف کیا تھا کہ ایسے ایک صحیح معنوں میں مرد کی تشریح پر کھڑا اترنے والے مرد کو اس نے دیکھا ہے۔۔

وہ اتنی حسین تھی کہ جہاں سے گزرتی تھی لڑکے تو لڑکے لڑکیاں تک اسے مڑ مڑ کر دیکھتی تھی اور کتنی ہی دور سے خود پر نظروں کی تپش محسوس کر کے وہ جز بز ہو جاتی تھی۔

واحد یہ شخص تھا جس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بد تمیزی سے بات کرتے ہوئے بھی کبھی وہ تذبذب کا شکار نہیں ہوئی تھی کبھی اس نے غیر آرام دہ محسوس نہیں کیا تھا۔

کبھی بے اختیار جھک جانے والی تو کبھی اٹھ کر بھی احترام کے پردے میں رہنے والی اس کی نگاہوں نے کبھی اس کی نسوانی حس کو غلط اشارہ نہیں دیا تھا۔

کبھی وہ تذبذب کا شکار نہیں ہوئی تھی۔۔

"فاطمہ بی واپس آگئی۔۔۔۔؟"

ہوں۔۔ہاں۔۔۔۔؟" وہ ہڑبڑا کر جیسے گہری نیند سے جاگی تھی۔"

"میں نے پوچھا فاطمہ بی واپس آگئیں۔۔۔؟"

ہمممم!!!"اپنی محویت پر خجل سی ہوتی وہ وہاں رکھے سفر نامہ میں چہرہ ڈال" گئی تھی۔

بدر شانے اچکاتا دوسرے کونے کے ٹیبل پر بیٹھ کر اپنا کام کرنے لگا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دبیز دھند کی چادر کو پگھلا کر سورج حسب دستور بلند عزائم نئے جوش و ولولے کے ساتھ طلوع ہوا تھا۔اشرف المخلوقات کی طرح چرند و پرند بھی ایک مرتبہ پھر ضروریاتِ معاش کی تلاش میں اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑے تھے۔

لیکن یہ نئی صبح حویلی کی بوجھل و خاموش فضاء میں کسی بھی قسم کی تبدیلی لانے میں بری طرح ناکام ٹھہری تھی۔ملازم ویسے ہی اپنے اپنے ذمے لگے کام میں مصروف تھے۔چہل پہل سب ویسی ہی تھی لیکن کثافت و کشیدگی محسوس کی جاسکتی تھی۔۔

ناشتے کے بعد شہباز و شیراز عثمانی چلے گئے تھے جبکہ داجی کا ارادہ دیر سے جانے کا تھا لہٰذا وہ حویلی موجود تھے۔

گیارہ بج چکے تھے اور داجی کہیں جانے کیلئے تیار ہو رہے تھے جس میں دی جان حسب معمول ان کی مدد کروا رہی تھی۔۔

آپ اس دن بیٹھک میں کچھ بولے کیوں نہیں۔۔۔؟"کب سے زبان پر" مچل رہا سوال چادر تھماتے ہوئے لبوں تک آ ہی گیا تھا۔

کیونکہ آپ نہیں چاہتی تھیں۔۔۔"سادگی سے بنا پس و پیش جواب دیا۔۔"

ہم۔۔ہم نہیں چاہتے تھے۔۔۔۔؟"وہ حیران ہوئی۔"

جی بالکل !اور آپ تو جانتی ہیں نیک بخت ! ہمارے بس میں ہو تو آپ کی" خواہش پر ہم زمانے کی گردش بدل دیں، پھر یہ خاموشی تو کچھ بھی نہیں ہے اس کے سامنے۔۔"اپنی تیاری کا جائزہ لیتے وہ ان کی اہمیت جتلاتے ہوئے خاص انداز میں بولے۔۔

ہماری خواہش۔۔۔؟"دی جان کی حیرانگی دوچند ہوئی جس پر وہ کھل کر" مسکرائے تھے۔

آپ ہی چاہتی تھی نہ ہم آپ کے پوتے کو کھل کر اپنا مدعا رکھنے دیں، حاکم" سرکار کی حیثیت سے انھیں سرزنش کرنے کے بجائے ایک سامع فقط ان کے دادا بن کر انھیں سنیں اور ان کا نظریہ سمجھنے کی کوشش کریں، بجائے

ایک خاندانی اقتدار وراوایات کا علم بردار بن کر مشتعل ہونے کہ بغاوت کی چنگاری کو کچلنے کی کوشش کرنے کے۔۔۔۔۔۔۔؟"ان کے بارعب چہرے پر دبدبہ آمیز مسکراہٹ رقصاں تھی۔

لیکن۔۔ لیکن ہم نے تو آپ سے ایسا۔۔۔"دی جان بری طرح گڑبڑائی" تھی۔

جس خیال کو انھوں نے لبوں تک لایا ہی نہیں تھا وہ رازداجی نے کس طرح پالیا تھا۔

اتنے برس گزار دئے ہیں آپ کی رفاقت میں حاجرہ بیگم !اشارے کنائیں" سمجھنے کے مرحلے سے گزرے تو زمانے بیت چکا ہے،اب تو یہ عالم ہے کہ آپ کی ذہن کے دریچے پر کوئی خیال دستک دینے جاتا ہے تو پہلے خبر ہمیں ترسیل کر کے جاتا ہے، پھر کس طرح ہم اس فکر واندیشہ کا سر نہیں کچلتے جو آپ کے ذہن ودل کو جکڑ کر کسی آکاس بیل کی طرح آپ کے چہرے کی

شادابی کو نچوڑ رہا تھا۔۔۔؟"کیسا ملائمت میں لپٹا جاں نثار کرتا ہوا بے لوث انداز تھا دی جان جھینپ سی گئی تھی۔۔

جانتا ہوں نیک بخت !اکثر بحیثیت حاکم سرکار بہت سے کڑے فیصلے لینے" پڑتے ہیں جو آپ کی نرم مزاجی رحم دل طبیعت کو ناگوارا گزرتے ہیں، جس پر آپ بجائے اعتراض کرنے کہ خاموش ہو جاتی ہیں۔۔ لیکن آپ بھی جان لیں آپ کی ہر خواہش خواہ وہ زبان تک رسائی حاصل کرے یا نہ کرے اسے تکمیل کی معراج بخشنے کو تاجور عثمانی اپنی خوش بختی میں شمار کرتا ہے۔۔۔۔"ان کے نحیف شانوں پر مضبوط ہاتھ جماتے ہوئے جان نچھاور کرتے پر حدت اظہار میں کچھ پشیمانی کی خلش بھی شامل تھی۔

ہم سمجھتے ہیں آپ کی مجبوری آپ کا کردار جو آپ کو بسا اوقات کٹھور بننے پر" مجبور کرتا ہے، ایک پورے قبیلے کا سربراہ ہونا، اتنے گاؤں کے لوگوں کو خوش رکھنا ان کی بہتری سوچنا آسان نہیں ہوتا، اور ہمیں فخر ہے کہ آپ نے

اپنی ذمہ داریوں کو ہمیشہ خوش اسلوبی سے نبھایا ہے۔۔۔"دی جان کے تفاخر بھرے لہجے میں شکر کا عنصر نمی کی بن کر شامل ہوا تھا۔۔

ہم کوشش کرتے ہیں نیک بخت آپ کو دی زبان کا ہر حال میں پاس رکھ" سکیں، ورنہ ہم بااختیار حاکم سرکار کس کام کے۔۔۔۔"ان کی آنکھوں کی نمی کو اپنی چادر میں جذب کرتے ہوئے محبت سے چور لہجے میں انھوں نے مان بخشا تو دی جان کی آنکھیں تشکر سے چمکنے لگی۔

"کون۔۔۔۔۔؟"

دفعتاً دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تو داجی نے گلا کھنکارتے ہوئے پوچھا۔

سرکار! چھوٹی بھابی سا کی ممانی سا آئی ہیں۔۔"دوسری جانب سے دھیما" مودب لہجہ ابھرا۔

"انھیں بٹھائیں ہم آرہے ہیں۔۔۔"

جی سرکار۔۔۔"قدموں کی چاپ دور ہوئی تو دی جان نے نافہم کم سوالیہ" نگاہ ان پر جمائی۔

جو تخت پر بیٹھ کر جوتے پہن رہے تھے۔

ہم نے ہی بلوایا ہے انھیں۔۔۔۔"جوتے پہن کر فون اور چوڑے فریم کا"

چشمہ اٹھاتے ہوئے وہ بولے۔

"آپ نے لیکن۔۔۔۔"

انھیں جواب کی بہت جلدی ہے اور ہمیں معاملے کو کنارے لگانے کی تاکہ " یہ بچے دو ہفتے میں سب مکمل توجہ الیکشن کمپینگ پر مبذول کر سکیں، آجائیں آپ بھی۔۔۔۔"قد آور آئینے میں نظر آرہے اپنے بارعب عکس کو دیکھا۔۔ سرمئی کڑکڑاتے پٹھانی سوٹ پر پادامی رنگ کی شال کو چوڑے شانوں پر از سر نو درست کیا ساتھ مونچھوں کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے اپنی قدموں کی دھمک سے ماحول کو مرعوب کرتے دروازے کی سمت بڑھے تو ادھوری تسبیح ہاتھ میں لیئے ہی عجلتاً سلمل آنچل سنبھالتی ہوئی دی جان کو ان کی تقلید کرنی پڑی تھی۔۔

novel by jnikhat

"!السلام علیکم"

داجی کے کشادہ ڈرائینگ روم میں قدم رکھتے ہی بیگم تبسم اوران کے شوہر نامدار احتراماً کھڑے ہوئے تھے۔

سر کی جنبش سے جواب دیتے ہوئے داجی نے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کو کہاتو دونوں فوراً جگہ پر ٹک گئے دی جان الجھی الجھی سی آکر داجی کی پہلو میں نشستہ ہوئیں۔

"وہ آپ کچھ بات کرنا چاہتے تھے میرال کے متعلق۔۔۔؟" بادل ناخواستہ آج ماموں کی زبان کا کفر ٹوٹا تھا۔

"جی! ایسا ہی کچھ ہے۔۔اور ہم سمجھتے ہیں میرال آپ کی اکلوتی بھانجی ہے، ان کے مستقبل کو لیکر آپ تفکرات کا شکار ہیں، آپ ان کی ذمہ داری لینا چاہتے ہیں، جو کہ اچھی بات ہے۔۔پر چونکہ ہم ان کی ذمہ داری لے چکے ہیں تو ہم اب پیچھے نہیں ہٹ سکتے نہ ہی آپ لوگوں کی اہمیت کو نظرانداز کر سکتے ہیں

اسی سلسلہ میں ہم نے یہاں آپ کو بلخصوص طلب کیا ہے۔۔۔۔"داجی نے لچھے دار تمہید سے مہمان کو ہی نہیں اپنی زوجہ کو بھی گھما دیا تھا۔

لیکن انھوں نے لب کھولے نہیں کیونکہ عموماً داجی تمہید کے قائل تھے نہیں اور اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو محرک بہت بڑا اور اہم ہوتا ہے۔۔

کیسا سلسلہ۔۔۔۔؟" تبسم بیگم نے مچل کر پوچھا۔"

وہی سلسلہ جس کا ہمارے بڑے پوتے نے ذکر کیا تھا، میرال کی شادی"

"کا۔۔۔

میرال کی شادی کا۔۔۔۔؟" تبسم بیگم اسپرنگ لگے کھلونے کی طرح" کھڑی ہوئی۔

جی! اس خوش نصیب کو ہم منتخب کر چکے ہیں، دیکھا بھالا شریف اور قابل"

بچہ ہے، دو تین دن ہم کسی ضروری کام میں مصروف ہیں، اس کے بعد نکاح کی سنت ادا کر لیتے ہیں۔ آپ لوگ تو مصروف نہیں ہوں گے

ناں۔۔۔۔؟" یکے بعد دیگرے اپنے لائحہ عمل کے ایٹمی دھماکے کرنے

کے بعد داجی نے رائے طلب نگاہ اٹھائی جہاں دونوں شوہر بیوی کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

آپ کو کوئی اعتراض ہے مبشر صاحب۔۔۔۔؟"آسمان سر پر گرا کر کس" آرام سے وہ پوچھ رہے تھے۔۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ لل۔۔ لیکن اتنی جلدی اور لڑکا۔۔۔۔"

نیک کام میں دیری کیسی۔۔؟اور رہی بات لڑکے کی تو بات جب بیٹیوں کی" آتی ہے ہمیشہ ہمارا انظرِ انتخاب اعلیٰ اور لاثانی پر ہی ٹھہرتا ہے اس کی آپ فکر نہیں کریں۔۔۔" مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے وہ اپنی نشست چھوڑ کر کھڑے ہوئے۔

"پر ہم تو۔۔۔۔"

ابھی ہمیں ضروری کام سے نکلنا ہے۔۔۔"متحوش تبسم بیگم کے حرف" اعتراض کو داجی نے ہاتھ اٹھا کر قطع کیا۔

آپ لوگ دوپہر کا کھانا لازمی حویلی میں تناول فرما کر جایئے گا۔۔نیک "
بخت !ان کی خاطر مدارات میں کوئی کمی نہیں رہنی چاہئے،اور بچوں سے ہم
واپس آکر بات کرلیں گے۔۔۔"ایک متبسم نگاہ ہونق دی جان پر ڈالتے
آنکھوں پر چوڑے فریم کا چشمہ چڑھاتے صدمہ کے زیر اثر فضاء میں
ارتعاش پیدا کرتے وہ واک آؤٹ کر گئے تھے۔

پیچھے تبسم بیگم دھپ سے صوفے پر گری تھی۔ پھٹی آنکھیں فق پڑا چہرہ ہنوز یقین و بے یقینی کی بھنور سے نبرد آزما تھا۔

ناظمہ بیگم کی شدت پسندی، دونوں نندوں کی شدید مخالفت اور اپنی روایات کو لیکر مشہور حویلی والوں کی سختی۔ میرال کی دوسری شادی کا سوال ہی نہیں اٹھتا تھا۔۔

انھیں تو لگا تھا داجی نے انھیں آج پوتے کے بیان کو نادانی کے زمرے میں ڈالتے ہوئے میرال کا ہاتھ سونپنے کیلئے بلوایا ہے تبھی وہ کچھ زیادہ ہی اہتمام سے تیار ہو کر آئی تھی۔

اوراب دھماکے کے بعد وہی میک اپ کی پرت صدمے سے نکل رہے ٹھنڈے پسینے سے دھل رہی تھی۔۔

مطلب مفت میں مل رہی حویلی کی نگران کے ساتھ آدھی جائیداد بھی ان کے ہاتھ سے پلک جھپکتے ریت کی طرح پھسل گئی تھی لیکن پھسل کر گری کس کی جھولی میں تھی۔۔؟

یہ سوچنے کیلئے ان کا تیز طرار دماغ فل وقت حاضر نہیں تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"!!نظیر"

"!!!نظیر"

سلیقے سے جمے کبرڈ کو تہس نہس کرتے ہوئے اس نے حلق میں دوسری مرتبہ خراش ڈالی تھی او تیسری دہاڑ کے گونجنے سے پہلے ہانپتا کانپتا ہوا نظیر ڈور فریم میں بوتل کی جن کی طرح حاضر تھا۔

جی بابو سا۔۔۔؟"اندر داخل ہوتے ہوئے اس کی سانس بری طرح"
پھول رہی تھی۔
میری نیلی چیکس والی شرٹ کہاں ہے۔۔۔؟"نیچے لگائے کپڑوں کے"
انبار پر تیز تنقیدی نگاہ ڈالتے پوچھا گیا۔
میں دیکھتا ہوں۔۔۔"اس کے تیوروں سے خائف نظیر ڈھیر کی سمت"
بڑھا وہ کمر پر ہاتھ جمائے کینہ توز انداز میں سائیڈ پر کھڑا ہو گیا۔۔
ایک بار دو بار تین بار۔۔۔۔
الگ الگ کر کے نظیر نے تین مرتبہ پورے ڈھیر کو چھان لیا لیکن مطلوبہ
شرٹ کا کوئی اتا پتا نہیں لگا تھا۔
بابو سا یہاں تو نہیں ہے۔۔۔۔"خائف نگاہ اس نے سر پر کھڑے دلاور"
کی جانب اٹھائی گویا شامت کو دعوت دیکر بلوائی۔
پرانی خبر کا شکریہ بعد میں ادا کر لوں گا، نئی بات بتاؤ پھر ہے"
کہاں۔۔۔؟"طنزیہ انداز نظیر کی سانس خشک کرنے کیلئے کافی تھا۔

ہونی تو یہیں چاہیئے تھی۔۔۔"وہ منمنایا۔"

"پھر ہے کیوں نہیں۔۔۔؟"

وہ۔۔۔تو میں۔۔ نہیں جانتا۔۔۔"پانچ لفظی جملہ حلق تر کرتے پانچ" تکڑوں میں بٹا۔

"پھر کون جانتا ہے۔۔۔؟"

"بھابی سا۔۔۔۔۔"

وہ۔۔وہ کیوں۔۔؟"کمر پر ہاتھ جاتے بھویں ناقدانہ انداز میں اس بے وجہ" ذکر پر اپر کو اچکی۔

"وہ۔۔وہی تو دیکھ رہیں تھی یہ سب۔۔۔"

اچھا! اور آپ کیا کر رہے تھے۔۔۔؟"پارہ ٹھیک ٹھاک چڑھ گیا تھا اس" خاص اطلاع پر۔

بب۔۔باہر کے کام۔۔۔۔"وہ گھگھیایا۔"

آپ کہیں تو وہ کام بھی انھیں ہی سونپ دوں۔۔۔۔؟"تیکھے طنز پر نظیر "

روہانسا ہوا تھا۔

بابو سا میں تو۔۔۔۔۔مطلب آپ بھابی سا کو فون کر کے پوچھ لیں"

ناں۔۔۔"مفت کا مشورہ جان خلاصی کیلئے پیش کیا جواباً دلاور کے تیور مزید

خراب ہوئے تو تھوک نگلنے لگا۔۔

جا کر شہنشاہ کو نہلانے کا انتظام کرو میں آرہا ہوں۔۔۔"رہائی کا پروانہ ملنے "

کی دیر تھی وہ سیکنڈ میں کافور ہوا تھا جبکہ وہ شکن آلود پیشانی سہلاتا اس ڈھیر کو

گھور رہا تھا۔

اس کی ایک انتہائی خراب مگر پختہ عادت تھی کہ ایک مرتبہ دماغ میں گھسی

بات آسانی سے نکلتی نہیں تھی۔دوسرا وہ اپنے کپڑوں کو لیکر خاصا چی تھا۔۔

لہٰذا بیڈ پر پڑے فون پر آخری امید بھری نظر جا کر ٹھہر گئی۔۔

عادت کے بر خلاف اور ٹاول گلے م یں ڈال کر نکل جانے کو تھا کہ بیڈ پر پڑا فون خود بخ اٹھا روشن سکرین پر کالر کا نام دیکھ اس کی پتلیاں سکڑی پھر بڑے اطمینان کے ساتھ کال رسیو کر کے اس نے کان سے لگایا تھا۔

"السلام علیکم ! کیسی ہیں دی جان آپ۔۔۔؟"

وعلیکم السلام ! تم کدھر غائب ہو۔۔؟ نہ حویلی کی کوئی خیر خبر ہے نہ اس بچی کی مزاج پر سی کی تمہیں پر واہ ہے، رہ کس دنیا میں رہے ہو تم۔۔۔؟" دوسری طرف کلاس لینے کی وہ بھری بیٹھی تھی۔۔

سامنے سے فون کر ہی دیا ہے تو پہلے میری مزاج پر سی ہی کر لیں آپ" ذرا۔۔۔" نروٹھے پن سے احساس کروایا۔

وہ میں رو بر و کر لوں گی، ابھی یوں کرو جتنی جلدی ہو سکے مقدس کو لیکر" "حویلی پہنچو۔۔۔

کیوں ایمر جنسی نافذ ہو گئی ہے۔۔۔؟" واردات نمافرمان پر اس کی پیشانی شکن آلود ہوئی۔

"کچھ ایسا ہی ہے۔۔۔"

"میں مصروف ہوں۔۔۔"

تو اپنی مصروفیت کو سائیڈ پر رکھو، اور بچی کو لیکر حویلی پہنچو۔ "جواز کو ہوا" میں اڑاتے حکم کی اہمیت برقرار تھی گویا اس کام کے آگے کسی کام کا اہمیت ہی نہ ہو۔

سن رہے ہو تم۔۔۔؟" جواب ندارد پا کر دی جان نے دباؤ بڑھایا تو وہ بھنا" گیا۔۔

حد ہو گئی یار! میرے پاس اور کوئی کام دھندا نہیں ہے کیا۔۔۔؟ لے دیکر" بس یہی کام رہ گیا ہے، لیکر جاؤ لیکر آؤ، کوئی ڈرائیور لگا ہوا ہوں میں حویلی کا۔۔۔۔؟" اس کے تپے تپے اعتراض پر دوسری جانب دی جان کا سر پیٹنے کو من کیا تھا۔

کوئی دہاڑی لگوانے کو نہیں کہہ رہی جو یوں بدک رہے ہو، شوہر ہو" "تم۔۔۔۔

شوہر ہونے کا مطلب یہی ہے کہ بندہ پک اینڈ ڈراپ سرویس میں ہی لگا"
رہے۔۔۔؟"بجائے قائل ہونے کہ وہ جھلاتا احتجاجی ہوا تھا۔
جی بیٹا جی! نا صرف یہ بلکہ ان کے سارے ذاتی کام آپ کے ذمہ"
ہے، صرف نان نفقہ اٹھا لینے سے ذمہ داریاں پوری نہیں ہو جاتی، خوشی غمی
چھوٹی بڑی ہر ضرورت کا احساس کرنا آپ کے ذمے ہے، اور تم جانتے ہو وہ
"بچی نامحرم کے سامنے نہیں نکلتی۔۔۔
نکلتی ہوتی تب بھی آپ نے میرے ہی خدمات حاصل کرنے"
تھے۔۔۔"بھنائے انداز میں اس نے اختلاف میں ٹکڑا لگایا۔
ظاہر سی بات ہے، جب گھر کا مرد، شوہر موجود ہے، پھر کسی ایرے غیرے"
کے خدمات کیوں لئے جائیں، اور اچھا تھوڑی لگتا ہے نئی نویلی دلہن ڈرائیور
کے ساتھ آئے۔"دی جان بھی پھر اس کی دی جان تھی۔

آج بھی میں کہیں جاؤں تو تمہارے داجی لاکھ کام ہونے کے باوجود پوری" کوشش کرتے ہیں کہ کم از کم وہ مجھے لینے پہنچ جائیں۔۔۔" متبسم سا احساس سے گندھا لہجہ خوبصورت سا پیغام دے رہا تھا۔

لیکن دوسری طرف وہ خشک مزاج حریف زادہ بجائے گداز پر لطف جذبات سے آشنا ہونے کے برہم ہوا تھا۔

ان کے لیول کا عشق تو بیچارے مجنونے بھی نہیں کیا ہو گا، شکر ہے پہلی" کوشش میں ہی آپ ان کی دسترس میں آگئی، ورنہ تو وہ سارے عاشقان حضرات کا نام تاریخ سے مٹا کر تاجور عثمانی درج کروا کر ہی دم لیتے۔۔۔" شریر سے انداز میں اس نے نقشہ کھینچا تو دی جان کھل کر مسکرا دی۔

پھر قدرے سلجھے ہوئے انداز میں سمجھاتی ہوئی گویا ہوئی۔۔

رشتوں کی کچی ڈور کو احساس و اخلاص ہی مضبوط کرتی ہے، اور تم دونوں کا" رشتہ تو ہے بھی بے حد نازک اور انتہائی خوبصورت بالکل کسی ننھے پودے کی

مانند وقت وتوجہ کا طالب،اور تم جیسے تجربہ کار باغباں سے بہتر کون جانتا ہو گا ایک نونہال پودے کی کس طرح چاہت ویگانگت سے دیکھ بھال کی جاتی ہے"،اور پھر وہ بچی تو۔۔۔۔۔

"حویلی کی آب وہوا میں سنا ہے بھونچال آیا ہوا ہے۔۔۔؟"

ان کے گداز انداز سے پہلو تہی کرتے اس نے موضوع بدلہ تو دوسری جانب دی جان سرد سانس خارج کرتی چیدہ چیدہ اسے حالات کے متعلق بتانے لگی تھی جسے جاننے میں اس کی صفر بھی دلچسپی تھی۔

لگے ہاتھوں انھوں نے ارجنٹ نوٹس پر اپنی سمجھدار سلجھی ہوئی معاملہ فہم بچی کو ارجنٹ نوٹس پر طلب کرنے کا مقصد بھی بڑے ہی تفاخرانہ انداز میں واضح کیا تھا۔

اب بچی کو فون کر کے بتادو کس وقت لینے جاؤ گے تاکہ وہ تیاری مکمل" کرلے۔۔۔۔" بات سمیٹتے انھوں نے ہدایت دی۔

"اب اطلاعی کال بھی میں ہی گھماؤں۔۔۔۔؟"

کیوں تمہاری آواز کا شرعی پردہ ہے۔۔۔؟"دی جان تپ گئی تھی۔"

کمال ہے مطلب دوسرے لڑکے لٹو کی طرح اپنی بیوی کے ارد گرد گھومتے"
نہیں تھکتے ہیں اور ایک تم بدذوق حسِ لطافت سے عاری انسان کی طرح بیوی
کے نام سے بدکتے رہتے ہو حد ہی ہو گئی۔۔۔"لگے ہاتھوں انھوں نے ٹھیک
ٹھاک جھاڑ بھی دیا تھا۔

ایسا واحد پیس حاکم سرکار نامی ہی دیکھا ہے میں نے روان گناہگار آنکھوں"
سے۔۔۔۔"وہ باز کہاں آتا تھا۔

دوسرا پیس بھی دکھ جائے گا عنقریب،ذرا آئینہ میں جا کر دیکھو کچھ خاص"
مختلف نہیں ہو تم ان سے۔۔بچی کو بتا ضرور دینا۔۔۔اللہ کی امان۔۔۔۔"اپنی
بات مکمل کر انھوں نے کال منقطع کر دیا تھا وہ فون کان سے لگائے حق دق
کھڑا ہی رہ گیا تھا۔

پھر فون بیڈ پر اچھالتا ہوا کاٹیج سے باہر نکل آیا تھا۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ دن ڈھلے تھکا ماندہ حویلی میں داخل ہوا تھا صبح کے مقابل بڑھی درجہ حرارت بھانپ کر سیدھا اپنے روم کی طرف بڑھا تھا لیکن راستے میں ناظمہ بیگم کے روم کے باہر پریشان کھڑی مضراب کو دیکھ ارادہ ملتوی کرنا پڑا کوٹ اسے تھماتے واپس جانے کا اشارہ کیا اور خود آہستگی سے دروازے پر دستک دیا۔

خلاف توقع دوسری دستک پر دروازہ کھلا تھا اور شکن آلود لباس میں پژمردہ مگر تنے برہم نقوش لیئے ناظمہ بیگم کا چہرہ نمودار ہوا۔ جو دروازہ کھول کر پلٹ گئی تھی۔

طائرانہ نگاہ کمرے میں دوڑائی تو نظر سائیڈ ٹیبل ڈھکے ٹرے پر جا ٹکی وہیں قدم روکتے اس نے پلٹ کر راہداری سے گزر رہی ملازمہ کو آواز لگائی اور فوری طور پر دو لوگوں کا کھانا لانے کا حکم دیکر ان کی طرف متوجہ ہوا۔

صبح جلدی میں بنا ناشتہ کئے بغیر نکلنا پڑا تھا، فارنز کلیگز آئے ہوئے تھے" میٹنگ کے فوراً بعد انھیں کمپنی دینا پڑا سو لنچ کا وقت بھی نہیں ملا پھر ڈرائیو

کر کے آنا بھی تھا،اور اب شاور لے لیا تو پھر نیند آجائے گی کھانا سکپ ہو جائے گا۔۔۔"ملازمہ ٹرے رکھ کر گئی تو وہ ہلکے پھلکے مگر تفصیل انداز میں گویا ہوا جس پر قد آور کھڑکی میں کھڑی ناظمہ بیگم نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

لیکن بولی وہ کچھ نہیں۔

بیڈ پر بکھری میزان کی یادوں پر ایک سرسری سی نظر ڈال کر کھڑکی کے قریب موجود تخت پوش کی طرف بڑھا اس پر ٹرے رکھتے اس نے ماں کی جانب نگاہ اٹھائی۔

"ماں سا بہت بھوک لگی ہے۔۔۔"

اس کا انداز ہی کچھ ایسا تھا کہ کھانے کی جانب دیکھنے کیلئے نا روادار اپنی ضد کی پکی ناظمہ بیگم کے قدم خود بخود اس کی جانب اٹھے تھے۔

زہر مار ہی چند روٹی کے ٹکڑے حلق سے اتارے تھے انھوں نے باران نے بھی برائے نام ہی نوالے لیئے تھے۔ مقصد انھیں کچھ کھلا کر دوائی دینا تھا۔۔

ٹرے کو ڈھانپتے وہ سائیڈ ڈرار سے ان کی میڈیسن خاص کر اینٹی ڈیپریشن پلز لے آیا تھا۔انھیں ٹیبلیٹ اور پانی تھما کر اس کی نگاہ واپس بیڈ کے پھیلاوے پر گئی جسے ہٹانا ضروری تھا۔۔

بیڈ پر بکھری میزان کی چیزوں کو احتیاط سے باکس میں ڈالا اور باکس کو اٹھا کر کبرڈ کے نچلے ریک میں رکھنے لگا کہ پشت سے ناظمہ بیگم کا غم سے بھاری مگر چبھتا ہوا لہجہ گونجا۔

اسی طرح آپ اپنے بھائی کی ہر نشانی کو ہماری نظروں سے دور کر دینا چاہتے"

"ہیں ناں باران۔۔۔۔؟

آہستگی سے کبرڈ بند کرتے ان کے رقت آمیز سوال کو نہایت ضبط کے ساتھ پیتے وہ ہموار تاثرات لیئے ان کی جانب متوجہ ہوا تھا جو بھیگی کرب زدہ نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

میرے بھائی کا وجود ان بے جان چیزوں کا محتاج نہیں ہے ماں سا! اس کی" شخصیت ایسی تھی کہ ہر جگہ اس کی شبیہ نظر آتی ہے مجھے۔۔۔۔"دل گیر مسکراہٹ سنگ وہ گویا ہوا تو ناظمہ بیگم کی آنکھوں میں ٹھہرا سمندر امڈ پڑا۔ لیکن وہ ہمیں ان سے جڑی چیزوں میں ہی نظر آتے ہیں، ہم ان کی عزیز" چیزوں کو دیکھتے ہیں محسوس کرتے ہیں، تو یوں لگتا ہے انھیں محسوس کر رہے ہیں، انھیں چھو رہے ہیں، اور آپ ان کی سب سے عزیز چیز ہم سے دور "کر دینا چاہتے ہیں۔۔ کیوں۔۔۔۔؟

وہ ناقابل تلافی زیاں کے دکھ سے بکھر کر وہ رو پڑی تھی جس پر بے طرح تڑپ کر آگے بڑھتے انھیں سہارا دیتے اس کا دل پکے پھوڑے کی طرح دکھنے لگا تھا۔

ماں سا!!"اپنی چوڑی ہتھیلی سے ماں کے آنسوں صاف کرتے اپنی" ہتھیلیاں اسے آنسوں کی نمی سے جلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ضبط سے

جبڑے بھینچتے وہ کس اذیت سے گزر رہا تھا یہ اس کی سرخیاں جھلکاتی آنکھوں سے عیاں تھا۔

پانی پی لیں پلیز۔۔۔"دقت سے ان کے لبوں سے اس نے گلاس لگایا تھا" جس سے چند گھونٹ بھرنے کے بعد وہ واپس آنسوں پینے لگی تھی۔۔

جانتے ہیں اسی جگہ اسی طرح دوزانوں بیٹھ کر ہمارے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے" کسی چھوٹے بچے کی طرح اس نے ہم سے اسے مانگا تھا، ہمیں آج بھی وہ لہجہ و الفاظ ازبر ہے، کیسی شدت وتڑپ کے ساتھ اس نے کہا تھا'ماں سا! مجھے لگتا ہے وہ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہے میں اس کا سائباں بننا چاہتا ہوں' وہ ہمارے بیٹے کی سب سے بڑی خوشی تھی سب سے قیمتی شئے، کس طرح ہم اسے کسی اور کے سپرد کر دیں۔۔۔؟

کس طرح دستبردار ہو جائیں ہم اس وجود سے۔؟

بتائیں ہمیں کیسے۔۔؟

کیوں کیا آپ نے ایسا۔۔۔؟ جانتے ہیں ہم میرال کو دیکھتے ہیں تو یوں لگتا ہے میزان کو دیکھ رہے ہیں۔۔ نجانے کیوں وہ اسے اتنا قدر عزیز تھی۔۔۔؟ ہم بس اتنا جانتے ہیں وہ۔۔ وہ ہمارے میزان کی سب سے قیمتی نشانی ہے جس سے ہم کسی قیمت پر دستبردار نہیں ہو سکتے۔۔۔۔؟ کبھی بھی نہیں۔۔؟"ان کے ہزیانی احتجاجی لہجے میں پنہاں اذیت کی کرچیوں کو وہ اپنی روح پر پیوست ہوتا محسوس کر رہا تھا۔

ماں سا!!"ہولے سے ان کے ہاتھوں کو نرم گرفت میں لیتا ہوا وہ برابر" میں بیٹھا تھا۔

ہم آپ کے جذبات کی قدر کرتے ہیں ماں سا! لیکن اپنی جذباتیت میں ہم" "کسی کے ساتھ زیادتی تو نہیں کر سکتے ناں۔۔۔؟

کیسی زیادتی۔۔۔؟ کس زیادتی کی بات کر رہے ہیں آپ۔۔؟ بیوی ہیں وہ" ہمارے میزان کی باقاعدہ سے نکاح ہوا تھا ان کا۔۔۔۔"وہ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتی مشتعل ہوئی۔

لیکن باران نے نرم گرفت کو مضبوط کرا نھیں باز رکھا تھا۔

"بیوی نہیں منکوحہ۔۔۔۔۔"

"ایک ہی بات ہے۔۔۔۔۔"

ایک بات نہیں ہے ماں سا! اور اگر ہے بھی تو وہ اب بیوی نہیں بیوہ"

ہے۔۔۔۔۔"ان کے تمتماتے چہرے پر نظر گاڑھے اس نے دباؤ ڈالا تو ان کی آنکھوں کا اشتعال سرکش لہروں کی طرح بے قابو ہونے لگا۔۔۔

وہ فوراً ہی ہاتھ جھٹکتی جا کر ڈریسنگ روم میں بند ہو گئی تھی۔

افسردگی سے اپنے خالی ہاتھ پھر بند دروازے کو دیکھتا ہوا وہ بوجھل قدم اٹھاتا دروازے کے قریب آن ٹھہرا تھا۔

اس نے ایسی غلطی نہیں کی تھی جس کی وضاحت یا صفائی بنے نہ ہی وہ اس صفائیاں پیش کرنے کا عادی تھا شائد ہی اس نے اپنی انتیس سالہ زندگی ایسا کچھ کیا ہو۔ لیکن اندر شدید ذہنی ہیجان کا شکار سسک رہی عورت کے بطن نے اس کے وجود کو دنیا میں لایا تھا، جو اس وقت قابل رحم حالت میں تھی جو آج

تک جواں سالہ بیٹے کی موت کے نا قابل تلافی زیاں کے احساس سے ابھر نہیں پائی تھی اور اس کی مجبوری یہ تھی کہ وہ اس سلسلے میں سوائے اپنی پوزیشن کلئیر کرنے کی موہوم سی کوشش کرنے کے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ نہیں چاہتا تھا اس کی ماں اسے غلط سمجھے لیکن اس کے پاس شائد اتنے بہترین الفاظ کا زخیرہ بھی نہیں تھا جس سے وہ انھیں مطمئن کر سکے۔

پھر بھی ادئی کوشش کے تحت اس نے لب وا کئے تھے۔۔

ماں سا! وہ بیوی ہوتی تو بلاشبہ ہر اعتبار سے ان پر صرف میزان کا حق" تھا، میزان کے حوالے سے حویلی والوں کا آپ کا حق تھا، لیکن وہ اب بیوہ ہیں۔۔ان کی زندگی پر ان کا حق پہلے ہے، ہمیں کسی کی بنیادی حقوق سلب کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔۔ہم اپنے احساسات کہ مد نظر حقیقت کو نظر انداز تو بالکل نہیں کر سکتے، یہ آپ سے بہتر کون جان سکتا ہے ماں سا!

روزانہ تو آپ زنان خانے میں عورتوں کو در پیش حساس مسائل کو سلجھاتی

ہیں انھیں انصاف دلاتی ہیں، پھر حویلی میں ہی یہ ناانصافی کس طرح ہونے

"دے سکتی ہیں آپ۔۔؟ماں سا حقیقت کو تسلیم کریں پلیز۔۔۔؟

کونسی حقیقت۔۔۔؟"دروازے کے پار سے ابھرے ان کے بھینچے سوال"

میں ضبط کی ٹوٹتی تنابوں کا شور سا تھا۔

یہی کہ انھیں ایک 'سائبان' چاہیئے،ایک مضبوط سائباں 'ڈھال'''

نہیں، کیونکہ ڈھال کبھی نہ کبھی بھید دئے جاتے ہیں،اور آپ اچھی طرح

جانتی ہیں یہاں اس ڈھال کو بھیدنے والے بہت سے ہاتھ موجود ہیں،ان

کیس وہ ہاتھ چوک بھی جائیں تو کون جانے وقت کی ترکش میں آزمائش کے

کتنے تیر موجود ہیں، کہاں تک آپ ان کا دفاع کریں گی۔۔۔؟آپ خود سوچ

کر دیکھیں کیا میزان کو گوارا ہوتا کہ جس لڑکی کو اس نے اتنے ارمانوں سے

مانگا تھا وہ آزمائش کی زد میں یوں وقت وحالات کی نیچ ٹاس ہوتی

رہے۔۔۔۔؟"اس کے متانت بھرے تلخ سوال پر اندر سے دبیز خاموشی کا

جواب آیا تھا۔

موقع غنیمت جان کر لمحاتی توقف لیتا ہوا وہ مزید بولا تھا۔

"اس سارے حقائق کو ایک پل کیلئے میں نظر انداز بھی کر دوں تو میں آپ دونوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا، جانتا ہوں میزان کی طرح ہمیشہ سے میں آپ لوگوں کے پاس نہیں رہا لیکن اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا نا کہ فکر بھی نہیں ہے مجھے آپ لوگوں کی۔۔۔۔۔؟" خود کلامی کے انداز سوال کرتے اس نے گہرے دکھ سے دروازے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"اس حادثے کے بعد سے آپ نے اپنی حالت کیا سے کیا بنالی ہے، کس قدر بدل گئی ہیں آپ۔۔۔اور۔۔اور مضراب کبھی اسے نوٹس کیا ہے آپ نے۔؟ وہ جو میزان کے سب سے قریب تھی وہ جو میزان کے بعد سب سے زیادہ افیکٹ ہوئی ہے۔۔

میں نہیں جانتا کسی نے اتنی بڑی چیز نوٹس کیوں نہیں کی کہ اس حادثے کے بعد سے مضراب کے رزلٹ کس قدر خراب ہو گئے ہیں، وہ بچی جو ٹاپر تھی اب ہارڈلی سکسٹی ٹو سیونٹی پر سینٹ سکور کر رہی ہے۔۔

ای نو یہ کوئی ایسی حیرانگی والی بات نہیں ہے، کیونکہ جس قدر وہ میزان کے کلوز تھی، یہ ہونا ہی تھا۔۔آپ سب کی تو اپنی اپنی مصروفیات ڈیوٹیز ہوتی تھی، ایک وہی تھا جو ہمیشہ سے اس کے قریب تھا، ان کے باؤنڈ سے یہاں کوئی انجان نہیں تھا، لیکن میزان کے بعد سب نے مضراب کی ذہنی حالت کو جس طرح نظر انداز کر دیا یہ واقعی حیرت کا مقام ہے۔۔۔

تضاد آپ لوگ میرال کو لے آئے جو میزان کے حوالے سے اسے پہلے ہی بہت عزیز تھی، اس کے بعد زیادہ ہو گئی ہے، جسے لیکر وہ پوزیسو اینڈ اوور پروٹیکٹو ہوتی گئی، آپ لوگوں نے غور نہیں کیا، مستزاد جو لائف اسٹائل آپ نے ان کیلئے چوز کی اسے دیکھ کر وہ مزید ڈپریسڈ ہوتی گئی،

یہی فرسٹیشن ہے جو کبھی غصہ تو کبھی بد تمیزی کی صورت نکل رہا ہے، جس پر بجائے اسے کنسول کرنے یا سمجھنے کے آپ لوگ ہارشلی ری ایکٹ کر رہے ہیں جو اس کی مینٹل ہیلتھ کو زیادہ افیکٹ کر رہا ہے۔۔جو میں نہیں چاہتا۔۔۔

وہ ایک برلئینٹ سٹوڈنٹ ہے، وہ پیس آف مائنڈ اینڈ پوزیشن ڈیزور کرتی ہے۔۔فار گاڈ سیک آپ لوگ سمجھیں اس بات کو، ایک سو کالڈ روایت کے نام پر ایٹ لیسٹ اپنی بیٹی کی لائف اسپوئل نہیں کریں۔۔۔۔" سپاٹ چہرہ لیئے دہلیز پر کھڑے شہباز عثمانی کو دیکھ آخری الفاظ ادا کرتا وہ تیز قدموں ان کے سائیڈ سے ہوتا ہوا گزر گیا تھا۔

"ہم اب بھی یہی کہیں گے بہتر ہے آپ اس میں انوالو نہیں ہوں، بہت سے حالات کے خم و پیچ سے ناواقف ہیں آپ، عین ممکن ہے آپ اپنے ہی اسٹینڈ کے نتائج افورڈ نہ کر سکیں۔۔۔"

راہداری میں نکل کر شہباز عثمانی نے سرنش کرتے انداز میں سنجیدگی سے کچھ دبے اشارے دیئے تھے۔

"آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے بابا سا۔۔؟"

وہ براہ راست ان کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتا استفسار کر رہا تھا۔

"ہر کیوں کا جواب فوراً نہیں مل سکتا۔۔۔؟"

لیکن ہم توسب کے کیوں کا جواب فوراً دے رہے ہیں۔۔۔"اس کی" سنجیدگی میں تلخی سمٹی تھی۔

جواباً شہباز عثمانی نے ترتیب شدہ جواب پر خاموشی کو ترجیح دیا تھا۔

"ای ڈونٹ انڈراسٹینڈ بابا سا! میری بہن میرے سینے سے لگ کر روتے ہوئے سوال کرتی ہے 'بھائی سا اگر اس لڑکی کی جگہ میں ہوتی تو۔۔۔؟' اس تو کے آگے کی خاموشی میری زبان کو 'مفلوج' کر دیتی ہے، میرے الفاظ کو 'نگل' جاتی ہے، کوئی اندازہ لگا سکتا ہے یہاں میری اس لمحے کی 'بے بسی' کا۔۔۔؟ لیکن یہاں توسب کو اپنے انداز میں 'کیوں' کا نعرہ بلند کرنا ہے۔۔" باپ کی خاموشی پر وہ باغی ہوتے خیالات پر بندھ باندھنے کی حتیٰ المکان کوشش کے باوجود متاسف انداز میں چیخ پڑا تھا۔

خیر ہمیں اپنے یا کسی کے 'کیوں' کی پرواہ نہیں ہے، ہمیں جس سے جو کہنا تھا" ہم کہہ چکے۔۔" وہ خاموش نگاہ ان کے چہرے پر ڈالتا پلٹ گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

تونہ سمجھے گا اس محبت کو

سر پہ تیرے سوار تھوڑی ہے

تھوڑی تھوڑی ہے وحشتِ دل بھی

!سب تمہارا خمار تھوڑی ہے

دیوان خانے میں آج پھر وہ بیبا بچہ بنا بیٹھا حاجی حکیم کی ہلکی پھلکی گفتگو کا جواب مختصر سے مختصر الفاظ میں دے رہا تھا۔ معاً حکیم خانے کی جانب کوئی آیا تو فاروق کی اطلاع پر وہ معذرت کرتے ہوئے درمیانی دروازہ کھول کر اس جانب چلے گئے۔

تنہا بیٹھا وہ اب تسلسل سے دائیں پیر کو حرکت دیتا ہوا طائرانہ نگاہ یوں ہی ارد گرد گھما رہا تھا ساتھ وقفہ وقفہ سے نظر ریسٹ واچ پر بھی جا رہی تھی۔

کئی بار نظر اس روم کے دروازے پر بھی لحظے بھر کیلئے جا کر لوٹی تھی جہاں سے آوازیں ابھر رہی تھی۔ جہاں وہ کھڑے کھڑے سلام کرنے کے بعد عجلتاً غائب ہوئی تھی۔۔

"فاطمہ!"

فاطمہ ہماری بات سنیں ہم کہہ رہے تھے۔۔۔۔ "تیزی سے روم سے نکلی" بچی کے پیچھے وہ آوازیں دیتی ہوئی کا مدار دوپٹہ بمشکل سنبھالتی ہوئی باہر نکلی تھی۔۔۔

فاطمہ بات تو سن لیں۔۔۔ "مخملی ڈبہ ہاتھ میں لیئے ادھر ادھر ہو رہی گلابی" سکارف والی بمشکل تین چار سالہ بچی کو پکڑنے میں وہ ناکام تھی۔

دلاور آرام سے سینے پر بازو باندھے حکیم صاحبہ کی جدوجہد دیکھ رہا تھا جو اس جیسے اتھرے گھوڑے کو قابو کرنے کے بلند ارادے رکھتی تھی اور کہاں ایک ناراض بچی ان سے سنبھل نہیں رہی تھی۔۔

نہیں! فاطمہ آپ کو واپس جانے نہیں دے گی، ورنہ فاطمہ کو بھی آپ کے ساتھ جانا ہے۔۔۔"ہنوز دستر س فرار جاری رکھتے فاطمہ نے ضدی انداز میں حتمنی فیصلہ سنایا۔

"ہم جلدی واپس آجائیں گے لوٹادیں پلیز، فاطمہ تو اچھی بچی ہے ناں۔۔۔۔"روہانسے انداز میں پچکارنا چاہا دلاور کو انتظار کروانا ویسے ہی اسے خراب لگ رہا تھا وہ بھی اس صورت جب اس نے فون پیشگی وقت بتادیا تھا۔

"غلط! آپ نے پچھلی بار بھی یہی کہا تھا پھر آپ نہیں آئی، اور پھر آپ نے کہا تھا دولہا بھائی فاطمہ کیلئے ڈھیر ساری ٹافیز لائیں گے وہ بھی نہیں لائے، اب فاطمہ آپ کو جانے نہیں دے گی دولہا بھائی کے ساتھ۔۔ہونہ!"پلٹ کر خفا نظر ڈالتے فاطمہ صاحبہ نے پھولے منہ کے اب کے اسے بھی لپیٹا۔

عہدِ شکنی کے علی اعلان الزام تراشی پر دلاور کی آنکھیں سکڑی تھی۔ جس پر مقدس خفت زدہ سی ہو کر لب چبانے لگی تھی۔

ہم لے آئیں گے ہماری فاطمہ کیلئے ڈھیر ساری ٹافیاں ابھی آپ آپی کو باکس "
دے دیں،انھیں تیار ہونا ہے دیر ہو جائے گی دولہا بھائی کو ضروری کام
ہے۔۔۔"حاجی حکیم نے اندر داخل ہوتے ہوئے پچکارا۔
لیکن فاطمہ مطمئن نہیں لگ رہی تھی۔

مقدس کو سمجھ نہیں آرہا تھا اب کیا کرے۔۔۔۔؟فاطمہ نے جس سختی سے
اپنے دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر باکس کو سینے سے بھینچا تھا وہ زبردستی بھی
نہیں سکتی تھی۔اور موصوف سے کوئی بعید نہیں تھا وہ کس بات پر خفا
ہو جاتے وہ کشمکش میں پڑ گئی تھی۔
دوسری طرف دلاور بھی شش و پنج میں تھا بچوں سے بات کرنے کا اس کا
تجربہ نہ ہونے کے برابر تھا۔

"فاطمہ بیٹا۔۔۔۔۔"

"نہیں۔۔۔۔"

حاجی حکیم کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ احتجاجی ہوتی پیچھے دیوار سے لگی تو انھوں نے بے چارگی سے شانے اچکائے۔

"زینب اور مریم کہاں ہے۔۔۔؟"

"زینب کی طبیعت خراب تھی مریم کو ہم نے ان کے ساتھ بھیجا ہے بس آ ہی رہی ہوں گی۔۔۔" وہ دھیمے سروں میں فاطمہ پر نظر جمائے گویا ہوئی۔

پھر اس معاملے کو آپ دونوں دیکھیں، ہم آتے ہیں۔۔۔" جوں کا توں مسئلہ ان پر چھوڑ کر حاجی حکیم اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔

"آپ جانتے ہیں یہ فاطمہ ہے، فاروق بھائی اور ہم سب کی پیاری بیٹی، بہت اچھی بچی ہے ضد تو بالکل بھی نہیں کرتی گندے بچوں کی طرح اور پریشان تو کرتی ہی نہیں کبھی، کیونکہ جانتی ہیں وہ اچھے اور پیارے بچے ضد نہیں کرتے ہیں ناں فاطمہ۔۔۔۔؟" وہ ہتھیلی پھیلا کر اس کے مقابل دوزانوں ٹکتی دلاور کو بتا رہی تھی۔۔

جواباً فاطمہ نے ایک خفا نظر گلابی ہتھیلی پر ڈالتے نگاہ اٹھا کر بت بنے خاموش دلاور کو دیکھا غالباً ادھر سے وہ پیش رفت چاہتی تھی۔۔

"باکس دے دیں، آئندہ آپ کی آپی جب بھی آئیں گی آپ کی پسندیدہ چیزیں لیکر آئیں گی۔۔۔" بلا آخر اس نے لب کشائی کی تو مقدس نے پلٹ کر کسی قدر حیرانگی سے اسے دیکھا جو چلتا ہوا پاس چلا آیا تھا۔

اور آہستگی سے بند مٹھی اس کی جانب بڑھائی۔۔

"انھیں دے دیں، شائد مان جائیں۔۔۔" مٹھی آگے کرتا وہ بولا تو مقدس نے سرعت سے گلابی ہتھیلی آگے کی جس میں دو بڑے بڑے نوٹ آن ٹھہرے تھے۔

"یہ لے لیں، اس سے ڈھیر ساری ٹافیاں آجائیں گی۔۔۔" مقدس نے فوراً وہ ہتھیلی فاطمہ کے آگے کی۔۔

پھر کچھ پس و پیش کے بعد بلا آخر فاطمہ نے ہتھیار ڈال دئے تھے۔ لیکن لگ رہا تھا وہ ہنوز دولہا بھائی سے خفا ہے موٹی موٹی معصوم آنکھوں سے گا ہے بگا ہے وہ گھورے جا رہی تھی۔

جبکہ مقدس باکس لیکر عجلتاً اندر چلی گئی تھی۔۔

فاطمہ ! سچی میں اچھی والی بچی ہے، ضد بھی نہیں کرتی بد تمیزی بھی نہیں" کرتی اور سب کی باتیں بھی مانتی ہے۔۔۔"مزید کچھ دیر تک گھورنے پر اکتفا کرتے بلا آخر فاطمہ صاحبہ نے اپنی امیج کلئیر کرنی چاہی۔

جس پر فون مصروف دلاور نے کچھ چونک کر ہونٹ لٹکائے ٹکٹر ٹکٹر خود کو گھور رہی اس گڑیا کو دیکھا۔

فاطمہ دادو اور آپی سے دعائیں بھی سیکھتی ہے، اور مدرسہ بھی جائے گی" اب۔۔۔"دوسری طرف سے خاص رسپونس نہ دیکھ کچھ اور اپنے خواص پر روشنی ڈالی۔

اب کے دلاور اپنی امڈ آنے والی مسکراہٹ روک نہیں پایا تھا۔

اشارے سے قریب بلایا تو وہ کچھ پس و پیش کے بعد قریب چلی آئی آخر کو فرنبرداری بچی ہونے کا ثبوت جو دینا تھا۔

پھر اپنی اکھڑ مزاجی کیلئے مشہور حریف زادے کی زندگی میں حکیم صاحبہ کی بنا دستک گھس آنے کے بعد سے ہوئے بہت سے نئے تجربوں میں ایک اور تازہ ترین تجربہ کا اضافہ ہوا ایک بے ضرر سی بچی سے گفتگو کا تجربہ جو خالصتاً فاطمہ اور ان کی آپی کی خوبیوں پر مبنی تھا۔

جو مقدس کے تیاری مکمل کر کے عبایہ و نقاب لیکر باہر نکلنے تک جاری رہا تھا۔

حاجی حکیم کو الوداع کہتے ہوئے لاکھ کوشش کے باوجود وہ آنسوں کا سلسلہ روک نہیں پائی تھی۔

حاجی حکیم نے حسب سابق بھیگی آنکھوں کے گوشے صاف کرتے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ قیمتی نصیحت بھی اس کے پلو سے باندھے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

شکنجے ٹوٹ گئے

زخم بد حواس ہوئے،

ستم تو یہ ھے کہ

!!اہل ستم اداس ہوئے

دا جی کے فیصلے کا سب سے شدید اثر لینے کا خدشہ جس وجود سے تھا وہ توقع سے زیادہ صحیح ثابت ہوا تھا۔ کل دوپہر سے وہ بھٹی بخار میں تپ رہی تھی۔ ساری رات دی جان اور مضراب نے جاگ کر اس کی پٹی کرتے ہوئے گزاری تھی دو بار ڈاکٹر دیکھ کر جا چکا تھا تشخیص کردہ دوائیاں بھی جیسے اس کے نحیف وجود پر بے اثر تھی۔۔

بیٹا! کچھ کھالو تھوڑی تقویت ملے گی۔۔۔"اس کی متورم آنکھوں میں" حرکت دیکھ دی جان نے ہولے سے اس کی پیشانی پر نرم ہاتھ رکھا۔

ہمیں کہیں نہیں جانا ہے یہاں سے دی جان!!"اس کے وہی الفاظ تھے جو" کل سے نیم غنودگی میں لبوں پر پھڑ پھڑا رہے تھے۔

آپ سے کس نے کہا میرے بچے آپ کہیں جا رہے ہو۔۔؟"دی جان کا" دل پسیجا تھا۔

جواباً اس نے سختی سے جلتی آنکھوں کو میچا تھا نتیجے میں ایک بار پھر اذیت کے آنسوں تپتی کنپٹیوں کو تسلسل نے دھونے لگے تھے۔

دی جان بھیگی نگاہ کل سے اس کی تیمارداری میں ہلکان ہاتھ روم سے ٹھنڈے پانی کا باؤل لیکر آ رہی مضراب پر ڈالی جو باؤل وہیں تپائی پر پٹخ کر دھپ دھپ کرتی ہوئی نکل گئی تھی۔۔

آپ کہیں نہیں جا رہی ہیں یہاں سے سنا آپ نے۔۔۔۔؟"دی جان زور" ڈالتے ہوئے اس کی کنپٹیوں سے آنسوں کو جذب کیا۔

دی جان!!"تڑپ کر ان کے گود میں سر رکھتی وہ سسک پڑی تھی"

آپ ہماری سب سے پیاری اور سمجھدار بیٹی ہو آپ کو لگتا ہے ہم آپ کو خود" سے دور کریں گے کبھی بھی، خواہ مخواہ پراگندہ سوچوں سے آپ اپنی صحت متاثر کر رہی ہیں، ساتھ ہم سب کو بھی پریشان کر رہی ہیں۔ شاباش! اب

اٹھیں کچھ کھائیں تاکہ دوائی لے "اس کے الجھے بالوں میں انگلیا چلاتی ہوئی وہ فکر آمیز خفگی سے ڈپٹ رہی تھی جس کا وثوق میرال کے مضطرب دل پر ٹھنڈے پھائے رکھ رہا تھا۔

وہ ان کی نم آنکھوں میں ہلکورے لیتی الوہی چمک اس میں رقم تحریر سے جو انجان تھی۔۔

دہلیز پر تنفر زدہ اعصاب کے ہمراہ سسکتے اس کے نازک وجود کو دیکھ رہی مضراب مٹھیاں بھینچتی ہوئی مڑی کے سامنے سے چلے آرہے باران سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔۔

"!سوری بھائی سا"

بھنائے انداز میں معذرت کرتی وہ بڑبڑاتی ہوئی جانے لگی کہ سرعت سے بازو تھام کر باران نے اسے اپنے مقابل کھڑا کیا۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟ان کی حالت نہیں سنبھلی ابھی تک۔۔۔؟"

حالت توتب سنبھلے کی جب اس بیوقوف کا دماغ درست ہو گا، جب اپنی" بھلائی برائی کی پرکھ ہو گی، لیکن فلحال تو ایسے آثار دور دور تک نظر نہیں آرہے، نجانے یہ اپنے معاملے میں ہی اس قدر کند ذہن ثابت کیوں ہوئی ہیں۔۔۔؟ ورنہ اوروں کے معاملے میں تو بڑی سلجھی ہوئی سمجھدار بنتی ہیں صحیح کہتے ہیں چراغ تلے اندھیرا۔۔۔" باران کے پوچھنے کی ہی دیر تھی وہ تو جیسے پھٹنے کو تیار بیٹھی تھی۔

انتہائی سنجیدہ موضوع ہوتے ہوئے بھی باران کو اس کا پھولا چہرہ دیکھ ہنسی آگئی تھے جسے اس نے بدقت ضبط کر لیا تھا۔

"آپ ریلیکس رہیں سنبھل جائیں گی وہ، ابھی شاک میں ہے۔۔"

شاک میں ہے۔۔۔؟ میڈم کا دماغ جس طرح بند پڑا ہے انھیں شاک کی" اشد ضرورت ہے، میں تو کہتی ہوں داجی کو بجائے ٹریلر دینے کے سیدھا کلیمکس دینا چاہیئے تھا، تاکہ ایک ہی بار میں دماغ جھٹکے سے بیدار ہوتا اور

حقیقت کے درپن بدلتے حالات کے پہلو اچھی طرح نظر

"آتے۔۔۔۔۔۔۔

منہ کے ٹیڑھے میڑھے زاویہ بگاڑتی ہوئی وہ سخت کبیدہ ہو رہی تھی۔

اب اس نادان کو کون بتائے جس کا غم وہی سمجھتا ہے ہم لاکھ خیر خواہ صحیح لیکن سوائے اس کی شدت کا قیاس لگانے کی کوشش کے کچھ نہیں کر سکتے۔ اور قیاس لگانا اور ان کی جگہ رہنا اور سہنا قطعی متضاد کیفیات ہیں و تجربات ہیں۔۔

آپ کی خواہش سر آنکھوں پر ہوتی، لیکن کیا ہے ناں اس کیلئے ایک عدد" اضافی فرد کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔۔۔" باران نے رسان سے اہم پہلو کی جانب توجہ دلوائی۔۔

وہ تو۔۔۔" برجستگی میں کچھ کہتے کہتے اس نے لب دبائے تھے۔۔"

اب یہ مت کہئے گا وہ بھی آپ دیکھ چکی ہیں۔۔۔؟"اس نے قصداً مزاح کا" عنصر شامل کرنا چاہا لیکن مضراب کی خاموشی پر قہقہہ بے قابو ہوا تھا۔

یو آر امپاسبل رابی ! بائے داوے میری ایک کانفریس کال ہے میں اٹینڈ "
کرلیتاہوں آپ بجائے غصہ پینے کہ جاکر کچھ کھائیں اور حالت
سدھاریں۔۔۔"غیر سنجیدگی سے بات اڑاتاہوااس کی ناک کو چھو کر وہ نفی
میں سر ہلاتااپنے روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

میں تیرگی میں محبت کااک کہانی ہوں
!!کوئی چراغ سااعوان میری تلاش میں ہے

"آپ دی جان سے مزید رکنے کی اجازت لے سکتی تھیں۔۔۔"
اسے ان گلیوں سے کافی دور نکل آنے کے باوجود بار بار سائیڈ مرر سے پیچھے
دیکھتادیکھ وہ خود کلامی کے انداز میں گویاہوا۔

ایسا نہیں ہے، بس ابا تنہا ہو جاتے ہیں تو۔۔۔۔"آنکھوں کے نم گوشے" صاف کرتے اسے سمجھ نہیں آئی تھی کس طرح ان آنسوں کی ترجمانی کرے۔

"حویلی میں سب کیسا ہے۔۔۔؟"

یقیناً دی جان نے مجھ سے زیادہ تفصیل میں آپ کو بتایا ہو گا۔۔۔؟"اس کا" پر وثوق انداز طنز کے زمرے میں نہیں جاتا تھا۔

شائد۔۔۔"وہ گول مول سا جواب دیکر اپنی کلائیوں میں کھنک رہی" سونے کی باریک چوڑیوں کو چھیڑنے لگی تھی۔

کن آنکھیوں سے دی جان کی امیدوں کے بلند پہاڑ کے مرکز کی کنفوژ حرکت اور دی جان کا باوثوق انداز یاد کرتے اس کے بھینچے لبوں کی تراش میں محظوظ کن مسکراہٹ نے جگہ بنائی تھی۔

ویسے دی جان نے خاصی امیدیں وابست کرلی ہے آپ کی صلاحیتوں سے"
دیکھنا دلچسپ ہو گا آیا آپ ان کی امیدوں کی کشتی کنارے لگاتی ہیں یا کنارے
پر ہی ڈوبوتی ہیں۔۔؟"اسٹیرنگ گھماتے اس کا انداز سد فیصد استہزائیہ تھا۔
آپ کو کیا لگتا ہے۔۔۔۔؟"نقاب سے جھانکتی آنکھیں اعتماد لیئے اٹھی"
تھی۔

میرے مطابق جان کی بازی اعتبار کی شرط سے زیادہ آسان ہوتی"
ہے۔۔۔۔"بے نیاز لہجہ ازلی خشکی لیئے ہوئے تھا۔
جان کی بازی بھی لوگ کسی کے بھروسے ہی لگاتے ہیں۔۔۔"برجستہ"
جواب پر دلاور نے گردن گھمائی بے تاثر نگاہوں کا کجراری آنکھوں سے
ٹھیک ٹھاک تصادم ہوا تھا۔

مقدس نے گھبرا کر تو مخالف نے احتیاطاً زاویہ بدلہ تھا۔
کسی بھروسے اور کسی کے بھروسے میں فرق ہوتا ہے، دوسری صورت میں"
اکثر جان بچ جاتی ہے، لیکن جینے کی وجہ ہار جاتے ہیں لوگ، اور میں یہ

حماقت نہیں کرتا۔۔۔"پہلو بدلتے کیسی تنفر آمیز تشنگی سمٹ آئی تھی اس کے بے پروا مگر زخم خوردہ لہجے میں۔

"آپ کی بات اپنی جگہ درست ہے، لیکن ہر بار ایسا نہیں ہوتا ہے، اور اعتبار کسی بھی رشتے کی بنیاد ہوتی ہے، اور ابا کہتے ہیں بنیاد رکھتے ہوئے دل و دماغ کو تمام تر خدشات سے پاک رکھنا چاہئے، پھر چاہے اس بنیاد پر محل بنے یا۔۔۔"

"کھوکھلے رشتوں کا ملبہ جمع ہو آپ کو حماقت پر ڈٹے رہنا ہے۔۔۔" بات اچک کر جس تلخی و کڑواہٹ سے اس نے جملہ مکمل کیا تھا مقدس بس دیکھتی رہ گئی تھی۔۔

"اوروں کی نہیں ہم اپنی گارنٹی لیتے ہیں بس آزمائش شرط لازم ہے۔۔۔"اب کے تھم جانے کی باری اس کی تھی۔آنسوں سے دھلی صاف و شفاف بڑی بڑی جسم سے پھیلی کاجل کی باریک دھار سے مزید آنکھیں تضاد اس میں تیرتے ہلکے گلابی ڈورے اپنے اندر عجب پر لطف سی

کشش سموئے ہوئے تھے گویا شکست کا سارا سامان۔۔تضاد دعویٰ بھی اتنا بڑا

خود اعتمادی لیئے اعتبار طلب کرتا ہوا۔۔

"ہمممم!!"

ہنکار بھر کر دامِ فریبِ سے نکلتا ہوا وہ مکمل توجہ اسٹیر نگ پر مبذول کر

نگاہوں کو سڑک پر گاڑ گیا تھا۔۔

گویا اس سے اہم دنیا میں کچھ نہ ہو۔

,حل طلب اور بھی ہیں اِتنے مسائل لیکن

!جانے کیوں ہم کو فقط تیری پڑی ہوتی ہے

کہنیوں سے فولڈ اس کے مٹیالے رنگ کی آستین سے کھلے حصے کی ابھرتی رگیں اسٹیر نگ پر اس کی قوی انگلیوں کی سخت گرفت کا پتا دے رہی تھی جو اس کی ذہنی ادھم پیل کا غماز تھی۔

ایک نرم سی تبسم کی کلی اس کے لبوں کو چھو کے گزر گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

داجی کو بلا آخر آج رات کے کھانے میں سب کے ساتھ شریک ہونے کا وقت مل ہی گیا تھا سب ہی تجسس سے مرے جا رہے تھے لیکن ان کی شخصت کا جاہ و جلال ایسا تھا کہ لب کشائی کی کوئی جرات نہیں کر پا رہا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ گرم پانی والے پیتل کی چھوٹی دیگچی میں ہاتھ ڈبونے لگے کہ گلا کھنکارتے شہباز عثمانی نے توجہ کھینچی۔۔

"بابا سا! جو آپ نے مبشر اور ان کی بیگم سے کہا کیا وہ۔۔۔"

آپ کو ہمارے قول پر شک ہے۔۔۔۔؟" کرختگی سے داجی نے جملہ قطع" کرتے استفسار کیا تو سبھی کے متحرک ہاتھ جہاں کے تہاں ٹھٹھک کر رکے۔ نہیں لیکن۔۔۔۔" وہ گڑبڑا گئے تھے۔۔"

یہاں پر سب بہتر جانتے ہیں، ہمارے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں ہوتا" ہے، نہ ہی ہمارے فیصلے میں تبدیلی یا آنے برابر کی کسی قسم کی ترمیم کی

گنجائش نکلتی ہے،اگر ہم نے کہا ہے اس ہفتے ہم اس فریضے سے سبکدوش ہوں گے تو مطلب ہوا اسی ہفتے نہ ایک دن کم نہ ایک دن زیادہ۔۔۔"اپنے گرجدار اعلانیہ انداز سے وہاں موجود تقریباً تمام فریق پر بجلی گراتے وہ اپنی نشست چھوڑ کر کھڑے ہوئے۔۔

برخوردار!آپ فارغ ہو جائیں تو اسٹڈی میں آیئے گا ہمیں"

آپ سے کچھ اہم نقاط پر تبادلہ خیال کرنا ہے۔۔۔"وہ خاموش بیٹھے باران کو دیکھ کر بولے۔

جی!"اس نے اثبات میں سر کو جنبش دیا۔"

اور ہاں۔۔۔"اٹھتے قدم روک کر انھوں نے بت بنے افراد کو مخاطب کیا۔"

اختلافی رائے رکھنے والوں کیلئے بھی اسٹڈی کے دروازے کھلے ہوئے"

ہیں،بشرطیکہ آپ کے جواز پختہ اور قابل غور ہوں،بے بنیاد باتوں و

اختلاف وانتشار ہمیں سخت ناپسند ہے۔۔۔"پل میں اظہار خیال کی آزادی

دیکر دوسرے پل چھین بھی لی گئی تھی جس پر ناظمہ بیگم نے شکوہ کناں نگاہ بیٹے پر جمادی۔

"باباسا! لیکن ہمارے خاندان میں پہلے۔۔۔۔"

کبھی نہ کبھی ہر چیز پہلی مرتبہ ہوتی ہے، وقت وحالات کے تیور بھانپ کر" فہم وفراست سے کام لیتے ہوئے فطرت سے مطابقت بنائے رکھنے کی صلاحیت ہی انسان کو دیگر مخلوقات سے جدا کرتی ہے، ورنہ دماغ تو ہر جانور کے پاس ہے۔۔۔"شہباز عثمانی کے اعتراض کو وہیں دبا کر وہ چل دئے تھے۔ پیچھے باران آخری نوالہ جبراً حلق سے پانی کے گلاس کے ساتھ اتار کر کھڑا ہوا تھا۔۔

باران! جوش میں کچھ ایسا مت کر جانا کہ بعد میں اپنی ماں سے نظر نہ ملا" سکو۔۔۔۔"ناظمہ بیگم کے بھینچے انداز میں سنگین وارننگ تھی۔

میں غلط نہیں ہوں ماں سا! آپ فکر نہیں کریں۔۔۔"وثوق سے کہہ کر وہ" تیزی سے وہاں نکل گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

شدید وحیرت بے یقینی کے عالم میں وہ ماحول کی خنکی ورطوبت کی پروا کئے بغیر اضطرابی انداز میں نیم اندھیرے لان میں بنا کسی گرم جیکٹ یا شال کے چکر کاٹ رہا تھا لیکن جھنجھنا اٹھا ذہن تھا کہ یخ بستہ کھلی فضاء میں آکر بھی انتشار پر قابو نہیں پا سکا تھا۔

داجی نے کس ہموار و پروزن انداز میں مدعا بلکہ ملبہ اس پر ڈال دیا تھا وہ جوابی کارروائی میں لاثانی باران عثمانی حق دق کھڑا کا کھڑا ہی رہ گیا تھا۔

دونوں سلگتی کنپٹیوں کو قوی سرد انگلیوں سے سہلاتا ہوا وہ تھکے انداز میں سنگی بینچ پر بیٹھا تھا۔ہر سوں پھیلے دھند زدہ اندھیرے کے راج کو مضطرب آنکھوں سے دیکھتے اس نے بالوں کو مٹھی میں بھرا تھا۔۔

اس مسئلہ پر آواز بلند کرتے اسے قطعی توقع نہیں تھی یہ اسی کے گلے کا طوق بن جائے گی۔۔۔جبڑے بھینچ کر آنکھیں موندتے ایک مرتبہ پھر اسٹڈی کا

منظر اس کی نگاہوں میں گھومنے لگا تھا داجی کے بھاری لہجے کی گونج کے ساتھ۔۔

"پوری برادری کی مخالفت کو بالائے طاق رکھ کر، اپنی حاکم سرکار کی کردار کو پس پشت ڈال کر ہم نے آپ کی نظریہ کو آپ کی اختلافی رائے کو ترجیح دی برخوردار!" اسٹڈی میں قدم رکھتے ہی داجی کا تفاخرانہ لہجہ گونجا تھا وہ سنجیدہ تاثرات لیئے اندر داخل ہوا داجی ریک کے قریب سفر نامے کے قطار پر نگاہ پھیر رہے تھے۔۔

"اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ ہم ایک روایتی قسم کے سخت گیر سردار ہیں، ہماری روایات ہمیں بے حد عزیز ہے، اس کی توہین کرنے والے باغی کا ہم سر کچلنے کی جرات واہلیت رکھتے ہیں۔۔۔" علامہ شبلی نعمانی کا سفر نامہ سفر مصر وروم وشام لیکر سفاکیت سے کہتے ہوئے وہ مڑے لیکن مودب کھڑے باران کے وجیہہ چہرے پر ڈھونڈنے سے بھی کوئی تاثر نہ پاکر مبہم سا

مسکراتے ہوئے جا کر اپنے راکنگ چیئر پر رعبدانہ انداز میں براجمان ہوتے ٹیبل سے چشمہ اٹھا کر مغرور ناک پر دھرا۔

چونکہ ماضی میں ایک مرتبہ ہم نے بھی کسی روایت سے بغاوت کی"
تھی، جس پر بجائے ہمارے لیۓ سنگین سزا کا انتخاب کرنے کہ ہمارے
بڑوں نے ہمارے مدلل قول کو عملاً ثابت کرنے کا موقع دیا تھا۔آج ہم ان
کے اس اقدام کو روایت کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہوئے وہ موقع آپ کو
دینا چاہتے ہیں، کیا آپ کو منظور ہے۔۔۔؟"تمہید کا جال بچھاتے انھوں نے
استفسار کیا۔۔

میں سمجھا نہیں۔۔۔۔؟"نا فہمی کے بل بڑے واضح تھے اس کی فراخ"
پیشانی پر۔۔

وہ واقعی ان کے پیچیدہ الفاظ کی پہیلی میں اچانک اپنا کردار سمجھ نہیں پایا تھا۔۔
اتنے سمجھدار ہیں آپ برخوردار اتنی آسان سی بات آپ کی سمجھ نہیں"
آرہی حیرت ہے۔۔۔"ہنوز اوراق اُلٹتے انھوں نے بناوٹی تاسف کا اظہار کیا۔

ہم واقعی نہیں سمجھے ہیں،اگر آپ کو ہمارے پوائنٹز وئیلیڈ لگتے ہیں، آپ"
انھیں سپورٹ کرنا چاہتے ہیں تو اس میں آپ کو ہماری منظوری کیوں درکار
ہے۔۔۔۔۔؟"

کچھ گڑبڑ محسوس کرتے اس نے خود کو صاف طور پر آگے کی کاروائی سے
یہیں علیحدہ کر لینا چاہا جس پر داجی نے کچھ چونک کر چشمے کے نیچے سے اس
کے تاثرات کو جانچا کہ آیا وہ واقعی پنہاں پیغام سمجھ نہیں پایا ہے یا پہلو تہی کر
رہا ہے۔۔
یہ بھی صحیح ہے، حتمنی فیصلہ تو خیر ہمارا ہی ہو گا، لیکن آپ کم از کم اس"
انقلابی تبدیلی کے اہم کردار کے متعلق تو جاننا چاہیں گے ناں یعنی وہ شخص
"جسے ہم نے منتخب کیا ہے۔۔۔۔۔؟

میں یہاں کسی کو زیادہ جانتا نہیں،اور نہ ہی اس معاملے میں میری رائے و"
رضامندی اتنی اہمیت رکھتی ہیں،ماں سا بابا سا اور دیگر کا پہلے جاننا زیادہ
ضروری ہے۔۔۔"وہ بھی انھیں کا پوتا تھا مچھلی کی طرح پھسلتا وہاں سے یہ

جاوہ جاہونے کوپر تول رہا تھا جو داجی کی خوب سمجھ آرہی تھی تبھی وہ کتاب سامنے ٹیبل پر رکھ کر کھڑے ہوئے تھے۔۔

ہم نے کہا تھا برخوردار! صرف زبانی کلامی انقلابی باتوں سے انقلاب نہیں" آتے، انقلاب لانے کیلئے اپنے خونِ جگر سے بغاوت کی لو جلانی پڑتی ہے، اپنے قول کو عمل سے ثابت کرنا پڑتا ہے، اور پھر اسی طرح ثابت قدمی سے ٹکے رہنا پڑتا ہے، ورنہ کھوکھلے بڑے بڑے دعوے تو ہر چار کی محفل میں ایک لازمی کرتا رہتا ہے، جس پر کان کوئی نہیں دھرتا۔" نپے تلے موزوں لہجہ و الفاظ کا انتخاب کر انھوں نے خوب اس کی انا و جرات کو للکارا تھا۔

"داجی ہم۔۔۔۔"

باران عثمانی باغی ہونے کیلئے بے باک و بے خوف و خطر ہونا پڑتا ہے، جو" راستہ آپ اوروں کو دکھا رہے ہیں اس پر خود چلیں اور اوروں کو مثال دیں۔۔اور وہ مثال بننے کیلئے آپ کو میرال عثمانی سے عقدِ ثانی کرنی ہو گی،

جس عزت مقام تحفظ کا آپ دعویٰ کر رہے تھے وہ دینا ہو گا

"اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دد۔۔داجی۔۔میں۔۔میں۔۔۔۔۔"اس کی سماعت پر یکے بعد دیگرے" داجی نے ایسے دھماکے کئے تھے کہ اس کا مضبوط اعصابی نظام ابھی تک ابھر نہیں پایا تھا۔

چچ! کتنا برا لگ رہا ہے انتہائی درجے کے ذہین فطین معاملہ فہم و فخرِ خاندانِ" عثمانی کے چشم و چراغ باران سا کو یوں تاریک گوشے میں فکر والم کو تنہائی کا ساتھی بنا دیکھ۔۔۔"جیپ پورٹیکو پر کھڑی کرتے اس کے من میں کیا سمائی تھی کہ وہ مصنوعی تاسف کا اظہار کرتا اس کی طرف چلا آیا تھا۔

جینز شرٹ پر مخصوص لیدر جیکٹ چڑھائے ہوئے وہ ایک ہاتھ کی دو انگلیاں پاکٹ میں تو دوسرے ہاتھ کی انگلی میں کی چین گھماتا ہوا تمام تر بے نیازی

کے ساتھ اپنے مقابل کھڑے دلاور کو اس نے خاموشی نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔

حاکم سرکار کے وار کا کوئی توڑ نہیں ہوتا ہے، پھڈا کرنے سے پہلے اگر تنہائی" میں غور وخوص کرتے تو بلاشبہ افاقہ ہوتا، لیکن اب پچھتاوے کیا فائدہ جب چڑیا چگ گئی کھیت" لاپروائی سے شانے جھاڑتے اس نے جیکٹ کے جیب میں ہاتھ ڈالے۔

دوسری طرف اس کے اصل بات تک رسائی پا جانے پر وہ بالکل حیران نہیں ہوا تھا۔

ویسے دیکھا جائے تو ابھی بھی کوئی جائے فرار سرنگ خود کر نکالی جا سکتی" ہے، لیکن اس کیلئے شرط بد تمیز بد اخلاق جمع سرکش ہونا ضروری ہے، اور آپ تو۔۔اہ! اہ! کرسی کے دعویدار شہباز عثمانی، حویلی کی سربراہ ناظمہ عثمانی کے فرزند گدی کے فخریہ انتخاب باران ساہیں۔۔" چیونگم کا باکس نکال کر سائیڈ بینچ پر رکھتے اس نے ہلکا قہقہہ بھی لگایا تھا۔

باران نے خاص رد عمل دئے بغیر وہی خاموش نگاہ باکس پر ڈالی اور پھر واپس پر سوچ نگاہ اس کے چہرے پر گاڑ دی۔

دکان والوں کے سستے ہتھکنڈے چینج نہیں ہے یہ رکھ لیں۔آپ کے کام" آئیں گے تارے گنتے ہوئے، پودینہ فلیور ہے شائد سردی پر بھی افاقہ ہو سوچ پر تو نہیں ہونا کچھ۔۔۔"مضحکہ خیزی سے کہتا جیکٹ جھٹکتا ہوا وہ ایڑیوں کے بل مڑا تھا۔

"تم کس طرح بنا مزاہمت شادی کیلئے مان گئے تھے۔۔۔؟"

باران کے غیر متوقع مگر کھوجتے ہوئے انداز پر وہ شکن آلود پیشانی لیئے مڑا تھا۔

تم تو جائے فرار کی تمام تر شرائط پر پورا اترتے ہو، پھر تم نے بجائے حاکم" سرکار کے فیصلے کے وار کو قطع کرنے کے خود سپردگی کو کیوں چنا۔۔۔؟" باران کے سنجیدہ سوال پر اس کی آنکھیں سپاٹ ہوئی تھی۔

حاکم سرکار کی فطرت بھی تم جانتے ہو، حاکم سرکار کی داؤ پیچ سے بھی"
واقف ہو، چلو مانا میں غفلت میں مار کھا گیا، لیکن تم تو انھیں ٹیکل کرنے میں
ماہر ہو تم نے کیوں سرینڈر کر دیا، تمہاری میریج تو فورسڈ ہے
ناں۔۔۔؟"اس کے چہرے کے بتدریج تنتے عضلات پر سوالیہ نگاہ جمائے وہ
مشکل الفاظ کا انتخاب کر رہا تھا۔۔
میں کسی کو جوابدہ نہیں۔۔۔۔"جان چھڑانے والے انداز میں کہتا وہ تیز"
قدموں مڑ گیا تو باران کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ نے جگہ بنائی تھی۔۔
قفس زندان کی طرح بتدریج بند ہو رہے ذہن کے دریچے اس مختصر سی
گفتگو سے کچھ کھلنے لگے تھے وہ واپس بنچ پر بیٹھ کر چیونگم باکس اٹھاتے الٹ
پلٹ کے بعد ایک نکال کر منہ میں ڈالتا واپس چہل قدمی کرنے لگا تھا لیکن
اب ذہن کے دریچوں پر سوچوں کے الگ پرندے بیٹھے تھے۔۔
ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

حویلی کی آب وہوا کو جو دبیز خاموشی کی چادر سے شکوہ تھا دا جی نے اسے اپنے اٹل فیصلے کی ننگی تلوار سے تار تار کر دیا تھا۔ اور اب نہ صرف حویلی کے بلکہ پورے علاقے کی ماحول میں زبردست قسم کی تغیانی برپا تھی گویا سمندر کی تہوں میں مدفن برسوں سے تباہی مچانے کو بے تاب طوفانی لہروں کو ساحل کا راستہ بتا دیا گیا ہو۔

!لیکن ہائے یہ حسرتیں

ساحل بھی ملا تو وہ جہاں تاجور عثمانی کا چٹانی فیصلہ کھڑا تھا جس سے ٹکرانے کی حماقت کوئی نہیں کرتا تھا۔ باقی چہ میگوئیاں کرنے پر تو خیر کوئی پابندی نہیں تھی۔

لہٰذا اس آزادی سے گاؤں جوار کے سارے ہی لوگ بھرپور مستفید ہو رہے تھے۔

خبر پھیل بھی تو جنگل کی آگ کی طرح تیزی سے رہی تھی۔

حاکم سرکار نے میزان عثمانی کی بیوہ کی دوسری شادی کا فیصلہ سنایا ہے۔

متوقع سردار کی بیوہ کی دوسری شادی کس طرح ہو سکتی ہے؟

وہ شخص کون ہے۔۔؟

خود حویلی والے اپنے نافذ کردہ قوانین کی پاسداری نہیں کریں گے تو پھر اوروں سے کیا امید رکھیں گے؟

برسر اقتدار لوگوں کا تو وطیرہ ہے، جب چاہا قول کو قانون بنا دیا اور جب چاہا اسی قانون کو مذاق میں اڑا دیا۔۔۔

حدود و قیود کی بیڑیاں تو ہم جیسے محکوم کیلئے ہوتی ہے، حاکم پر کہاں یہ لاگو ہوتے ہیں۔۔۔؟

کچھ نہیں میزان سانے جو حق مہر میں ایئرپورٹ والی زمین لکھوائی ہے اسے بچانے کے ہتھکنڈے ہے۔۔

میرال ساکے نام موجود آدھی جائیداد اصل فساد کی جڑ ہے۔۔۔

غرض سو منہ ہزار باتیں بھانت بھانت کی بے سروپا قیاس آرائیاں کہیں تائید کہیں تنقید کہیں تمسخر تو کہیں فقط زبان کا ذائقہ۔۔

ہڈی بناز بان ہے جس کا سب بھرپور استعمال کر رہے تھے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

گھن کھا جاتا ہے خُوشبو کے،

ریشم میں لِپٹی ہر خواہش

ہم روشن آنکھوں والوں کے،

..سب خواب شِکستہ ہوتے ہیں

وہ اپنے شکستہ نڈھال وجود کو گرم شال سے چھپائے بہت مشکل سے خود کو گھسیٹتی ہوئی نیچے آئی تھی۔۔

پورا وسیع ویران ہال دبیز خاموشی کی چادر اوڑھے ہوئے تھا وہ اسی طرح نحیف قدم اٹھاتی کچن کی طرف بڑھی تاکہ وہاں سے اپنی مخصوص جگہ عقبی لان میں جا کر کچھ وقت بتائے اور اس گھٹن زدہ فضاء سے فرار حاصل کرے۔

لیکن اندر اونچی سرگوشیوں میں محو گفتگو ملازماؤں کی باتیں سن کر اس کے پیر نا صرف دہلیز پر منجمد ہوئے تھے بلکہ اس کا پورا وجود برف کی بھاری سیل تلے دھنسا تھا۔

اندر سے بلند ہوتی آوازیں محض آوازیں نہیں تھی اُڑتے ہوئے زہر میں بجھے تیر تھے جو اس کی برہنہ زخمی روح پر بے دردی سے یکے بعد دیگرے پیوست ہو رہے تھے۔

"بھئی ! ایسے یا تیسے یہ قربانی تو باران ساکو ہی دینی ہو گی، آخر کو بکھیرا انھوں نے کھڑا کیا ہے، ثمرہ اور زہرا بی بی سا نے تو اپنے بیٹوں کے متعلق ایسا سوچنے بھی نہیں دینا ہے ان کی آنکھوں میں تو ویسے ہی میرال بی بی ریت کی طرح چبھتی ہیں، اور باہر کہیں حویلی والوں کی غیرت گوارا کرے گی نہیں۔۔۔۔"

تمہیں کیا لگتا ہے، وہ باران ساجو اعلیٰ خاندان کی شہزادیوں کے رشتوں کو کسی کھاتے میں نہیں لاتے وہ اپنے بھائی کی بیوہ سے نکاح کیلئے مان جائیں

گے۔۔۔۔؟اچھامذاق ہے۔۔"چبھتاہوا تمسخرانہ انداز شکستہ اعصاب پر تازیانے کی طرح برسا تھا۔۔

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہ ایک آزاد فضا کے پروردہ ہیں، کسی صورت وہ" نہیں منائیں گے۔۔۔۔"دوسری کا انداز پروثوق تھا۔

کون جانے مان جائیں، آخر کو حاکم سرکار کا فیصلہ ہے۔۔؟اور وہ ہونے" والے گدی نشین ہیں، حکم کی سرکوبی کا رسک تھوڑی لے سکتے ہیں۔۔۔۔"پہلی والی نے واپس قیاس لگایا۔۔۔میرال کا دم گھٹنے لگا تھا جیسے تیزی سے آس پاس آکسیجن کم ہو رہا ہو۔۔

انھیں یہاں کی کسی چیز میں کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے، میں نے تو یہ بھی سنا" ہے وہ بہت پہلے ہی دستار قبول کرنے سے صاف انکار کر چکے ہیں۔۔۔"دوسری نیچی آواز میں پھس پھسائی۔

"ایسا تھا تو پھر انھوں نے اتنا بڑا مدعا اٹھایا ہی کیوں۔۔۔؟"

مضراب بی بی کی وجہ سے۔وہ آئے دن ہنگامہ کھڑا کرتی رہتی ہیں ناں یہ ایسا"

کیوں ہے؟

وہ ویسا کیوں ہے۔۔؟

ارے! بیوہ ہے بیوہ کی طرح نہیں رہے گی تو کیا شہزادیوں کی طرح لشکارے

ماریں گی۔۔۔؟

بتاؤ پہلے۔۔؟

کوئی انوکھی بیوہ تو ہیں نہیں وہ جو ایسی زندگی گزار رہی ہیں۔۔۔؟

بیوہ بھی وہ جس نے عین رخصتی سے دو دن پہلے سہاگ کھو دیا۔۔۔۔

یہ تو حویلی والوں کا ظرف ہے جو انھیں سر آنکھوں پر رکھتے ہیں، ورنہ باہر کی بے حس دنیا تو بد بخت، ہر ماں نصیب، سبز قدم ہونے کے دل شکن طعنوں سے ہی ایسی لڑکیوں کا جینا حرام کئے رکھتے ہیں۔

ویسے بولنا تو خیر نہیں چاہئے میرال بی بی ہے تو دل کی بہت اچھی ہیں، لیکن نصیب کوئی انتہائی منحوس پایا ہے بیچاری نے۔

چچ! چچ! پیدا ہونے سے پہلے ماں بیوہ ہو گئی اور رخصتی سے پہلے خود، اور اب اتنا بڑا فساد کھڑا ہو گیا ہے نا صرف حویلی میں بلکہ پورے علاقے میں۔۔اللہ "جھوٹ نہ بلوائے باہر تو کان دھرنے کی جگہ نہیں ہے میں تو۔۔۔۔۔۔۔۔

مزید وہ ملازمہ نجانے کیا کیا بول رہی تھی اس کا دماغ بالکل ماؤف ہو چکا تھا۔

وہ جو اپنا بھرم رکھتی ہوئی آئی تھی، وہ جو خود کو سینت سینت کر رکھتی آئی تھی

وہ جو ہر قدم کو پھوک پھوک کر رکھتی تھی کہ کہیں اس کی ذات لوگوں کی نگاہوں میں نہ آجائے، کسی کی ترہم تمسخر بھری گفتگو کا موضوع نہ بن جائے

آج اس کی ذات پورے علاقے کیلئے زبان کا ذائقہ بن کر رہ گئی تھی۔

اور اس سب کی وجہ کون تھا۔۔؟ پھٹتے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامتے اس نے سرخ آنکھوں کو سختی سے بھینچا۔۔

"باران عثمانی"

اس شخص کی وجہ سے اس کی ذات کے بخیئے ادھیڑے جا رہے تھے۔یہی شخص اس کی زخم خوردہ روح کو چھلنی چھلنی کرنے پر تلا تھا۔۔

وہ بے جان ہوتے قدموں کو تمام تر قوت نچوڑ کر اٹھاتی ہوئی واپس زینوں کی سمت بڑھی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دلاور حسب عادت نیند پوری کرنے کے بعد دی جان کے بیڈ پر دراز فون میں مصروف تھا جب وہ ڈھیر سارے زیورات کے ڈبے لیکر حاضر ہوئی تھی۔۔

"یہ کیا ہے۔۔۔؟"

تنقیدی نگاہ باکسیز پر ڈالتے ہوئے ان کی نرم مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔

وہ یہ سب رکھوانے کیلئے۔۔۔"دی جان کے ناخوش تاثرات دیکھ اس کا" جملہ قطع ہوا تھا۔۔۔

"کیوں۔۔۔؟"

ایک نظر اپنے بے نیاز پوتے پر ڈالتے وہ سنجیدہ تیور لیۓ مقدس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

دی جان! ہم انھیں کہاں رکھیں گے آپ محفوظ رکھ دیں اپنے"

"پاس۔۔۔۔

"آپ کو یہ سب میں نے رکھنے کیلئے تو نہیں دئے تھے۔۔"

"لیکن دی جان ہم یہ۔۔۔

ہم یہ کیا۔۔۔؟ آپ کو زیورات دیتے ہوئے بتایا تھا ناں انھیں آپ کو" روزانہ استعمال کرنا ہے، آپ انھیں رکھنے آگئی ہیں، بتاؤ ذرا! آپ کی شادی کو ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں، یہی تو دن ہوتے ہیں سج سنورنے کے۔۔۔ ہمارے دور کی دلہنیں تو سال ڈیڑھ سال تک مہندی کا رنگ تک اترنے نہیں دیتی تھی، سہاگنوں کا ایک روپ سروپ ہوتا ہے، بھلے آج کل کی دلہنیں ولیمے کے دوسرے دن سے ہی سر جھاڑ منہ پہاڑ لئے گھومتی ہیں، لیکن ہماری حویلی میں آج بھی ان چیزوں کو اہمیت دی جاتی ہے۔۔ دیکھیں خود کو ذرا آپ درپن میں، نہ کلائیوں میں چوڑیاں نہ پیر میں پایل نہ ہی کوئی ساز سنگھار، بھلا سہاگنیں ایسی ہوتی ہیں۔۔۔۔؟"اس کے

سادہ حلیہ پر پہلے بھی دی جان متفکرانہ اعتراض کر چکی تھی لیکن آج دلاور کی موجودگی میں تفصیلی روشنی ڈالنے پر وہ خفت کے مارے سرتاپا قندھار ہو گئی تھی۔

دی جان وہ ہمیں عادت نہیں ہے۔۔۔"وہ منمنائی تھی۔۔"

جس پر دلاور کو ہنسی آگئی تھی۔

تمہیں ہنسی کس لیۓ آرہی ہے۔۔تم کچھ کم نہیں ہو۔۔۔"دی جان کے "

توپوں کا رخ اس کی جانب ہوا۔

میں۔۔میں نے کیا کیا ہے۔۔۔؟"وہ بھونچکایا تھا۔"

تم کچھ کر نہیں رہے اسی کا تو رونا ہے، تم دلچسپی لوگے تو وہ دلچسپی لے گی"

ناں، تمہارے لیۓ تو تیار ہو گی وہ لیکن یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا

ہے۔۔۔۔۔۔"دی جان نجانے جس جھونک میں تھی آج۔۔

جی!!!!!!۔۔۔۔۔؟"سیدھا ہوتے اس نے آنکھیں پھاڑ کر دی جان پھر"

دی جان کی بچی کو دیکھا۔۔

یہ سارا ملبہ گھوم پھر کے میرے سر کیوں آن گرتا ہے۔۔۔؟" وہ اس الزام" کو قبول کرنے کو ذرا روادار نہیں تھا۔

خیر! آج کے بعد میں آپ کو ایسے نہ دیکھوں، اور اگر یہ دوبارہ مجھے ایسی" نظر آئی تو بات مت کرنا تم مجھ سے۔" مقدس کو سرزنش کرتے ایک دھمکی انھوں نے دلاور کو بھی چپکائی تو وہ بلبلا اٹھا۔

دی جان آپ کی بچی، آپ کے زیور آپ کی حویلی کی آن بان شان، اس" سب کا بھگتان میں کیوں کروں بھلا۔۔۔۔؟" وہ اٹھ کر بیٹھتا باقاعدہ احتجاج کر رہا تھا۔

کیونکہ میری بچی تمہاری بیوی لگتی ہے شہزادے! اسے سجا سنورا دیکھنا اس" کی تعریف کرنا، اسے سجنے سنورنے کی تلقین کرنا، اس کے ناز نخرے اٹھانا تمہاری ذمہ ہے، کس زبان میں تشریح کروں میں اس سب کی۔۔۔۔؟" تنگ آتے کھلے ڈلے الفاظ کا استعمال کر انھوں نے دونوں کو مشکل میں ڈالا تھا۔

مقدس سٹپٹا کر انگلیاں مسلنے لگی تھی تو وہ بھی موبائل کو الٹ پلٹ کرتا انجان بن گیا تھا۔۔

خیر آپ ذرا میرال کو دیکھ لیں،اس بچی کو اس طرح دیکھ کر میرا دل نہیں" ٹھہر رہا ہے۔۔۔۔"دی جان کو اپنی بچی پر رحم آگیا تھا۔

جی! جی ہم ابھی دیکھتے ہیں۔۔۔"جائے فرار ملتے ہی وہ فوراً یہ جا وہ جا ہوئی" تھی۔

جس پر دی جان نے تاسف سے سر ہلایا تھا۔

تم کیوں گھورے جا رہے ہو۔۔۔؟"اس کے خفا خفا سے انداز میں اٹھ کر" مقابل چلے آنے پر دی جان نے پوچھا۔

مجھے تو لتاڑ دیا ٹھیک ٹھاک اپنے حاکم سرکار کی بھی کبھی کلاس لیں،وہ کیوں" آپ کو سولہ سنگھار کا نہیں کہتے،اور سارا سارا دن الیکشن نامی اپنی خاص زوجہ کی سیوا میں لگے رہتے ہیں۔۔۔؟"اس نے نہایت سنجیدگی سے اعتراض اٹھایا۔

جب ان کے کہنے کا وقت تھا وہ کہتے تھے، تمہاری طرح خود میں مگن نہیں"
رہتے تھے۔۔۔"جواب سامنے کے بجائے پشت سے آیا تھا۔۔
جہاں بنفس نفیس حاکم سرکار شخصیت کی تمام تر رعب ودبدبہ لئے ایستادہ
تھے۔

ہائے! مگن ہونے کا ایسا سامان ہمارے پاس موجود ہو تو کون کافر اس سحر"
جمال سے نکلنے کی تمنا کرے۔۔۔"وہ فوراً ٹون بدلتا ناراضگی بھلاتا دی جان
کے پہلو سے لگا تھا۔
داجی کینہ توز نگاہوں سے اسے گھورتے چادر اسٹینڈ پر ڈالتے سدری کے بٹن
جدا کرنے لگے تھے۔۔

ویسے زیورات دیکھ کر مجھے یاد آیا جانِ دلا ور آپ کے پیروں میں پہزیب"
بہت اچھے لگیں گے کیا کہتی ہیں شہر سے ایک شایان شان پہزیب نہ لے
آؤں۔۔۔۔؟"وارفتہ انداز اپناتے اس نے کن آنکھیوں سے داجی کو دیکھا۔

میرا بھی خیال یہی ہے آپ وہ میں جو لیکر آیا تھا وہ پہزیب پہنا"
کریں۔۔۔"بجائے بدکنے کے داجی نے جتاتے ہوئے ہاں میں ہاں ملائی۔۔
دھت! یہ کوئی عمر ہے۔۔۔"دی جان جھینپ سی گئی تھی۔"
ایسا کچھ ہے حاکم سرکار جو آپ نے نہ کیا ہو۔۔۔۔؟"وہ چڑ گیا تھا۔"
نہیں! برخوردار ایسا کچھ نہیں ہے، کیونکہ ہم آپ کی طرح عین جوانی میں"
بوڑھے نہیں ہوئے تھے۔۔۔"کمال بے نیازی سے چوٹ کرتے وہ واش
روم کی طرف بڑھے تو وہ جل بھن گیا۔
اور ہاں نیک بخت!"پشت سے آواز ابھرنے پر اس نے پلٹ کر دیکھا۔"
اپنے چہیتے کو بتائیں پہزیب دینے کا مطلب ہوتا ہے قید کرنا اور بخوشی مقید"
ہونا، اور انھیں قید ہونے کی اشد ضرورت ہے، لہٰذا جتنی جلدی ہو سکے اپنے
خیال کو عملی جامہ پہنائیے، آخر کب تک بے لگام گھوڑے کی طرح گھومتے
رہیں گے، اور سب سے اہم پہزیب بندہ اپنی بیوی کو دیتا ہوا ہی بندے کی
اولاد لگتا ہے، ہر کسی کی بیوی کو دیتا ہوا نہیں۔"دوسرا ذاتی وار کرتے وہ واش

روم میں غراپ سے غائب ہوئے تو وہ کلس کر شاکی نظروں سے مسکراہٹ دبا رہی دی جان کو دیکھنے لگا۔

آپ کے شہباز کے اباحاکم سرکار خواہ مخواہ بن بیٹھے ہیں، انھیں تو محبوب" آپ کے قدموں والا آستانہ کھولنا چاہئے تھا سارے گن معلوم ہیں، خاصی ترقی کرتے ایمان سے۔۔۔" سیخ پاہو کر اس نے باآواز بلند مشورہ دیا۔

نیک بخت پوچھیں پھر کب آرہا ہے آپ کا لاڈلا میرے" آستانے۔۔۔۔؟" لمحے کیلئے دروازہ کھولتے دا جی نے ترنگ میں پوچھا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے۔۔۔۔؟"

تمہیں ہی تو ضرورت ہے۔۔۔" دا جی کا پلڑا آج بھاری تھا۔"

دی جی کی ہنسی ضبط کے باوجود چھوٹ گئی تھی۔۔

"انھیں جلدی فارغ کریں میں آکر یہیں ناشتہ کروں گا۔۔"

وہ دھپ دھپ کرتا واک آؤٹ کر گیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رات پراگندہ بیراگی سوچوں کے ہمراہ مختلف پہلوؤں کا سفر کرتے اس نے آنکھوں میں گزاردی تھی۔۔۔تضاد صبح شدید اعصابی تھکن وانتشار کے باوجود اسے ڈیڑھ گھنٹے پر مشتمل ضروری میٹنگ میں شرکت کرنی پڑی تھی۔ ضبطِ کمال سے کام لیتا ذہن کو یکجا کر اس نے میٹنگ کو بخیر وخوبی سے سمیٹا تھا اس کے بعد طویل شاور لیکر سلگتے اعصاب کو ٹھنڈا کرتا ہوا ابھی وہ بال رگڑتا ہوا باہر نکلا ہی تھا کہ دھار سے دروازہ کھول کر آندھی طوفان کی طرح داخل ہوتی وہ برسنے کو بے تاب بادل کی طرح پھٹ پڑی تھی۔۔

"کیا بگاڑا ہے آخر میں نے آپ کا۔۔؟ کیوں آپ میری اچھی بھلی زندگی اجیرن کرنے پر تل گئے ہیں۔۔۔؟ کیوں میری بے ضرسی ذات کی بخیئے ادھیڑنا چاہتے ہیں، آخر کس چیز کا انتقام لے رہے ہیں آپ۔۔۔؟ ہم تو آپ کو صحیح سے جانتے بھی نہیں پھر کیوں آپ نے قسم کھالی ہے ہماری زندگی جہنم بنانے کی۔۔؟" نحیف و بے بس آواز میں جیسے اس کے اندر اُبلتا ہوا اشتعال انگیز مادہ آتش فشاں کے روپ میں پھٹا تھا۔

افتاد نما سنگین الزامات کی بوچھاڑ پر بجائے بوکھلانے کے اس نے سائیڈ اسٹینڈ پر وائٹ نم ٹاول کو اچھالتے برگ زرد کی طرح ہانپ کانپ رہی 'افتاد' کو دیکھا۔

ادھر سائیڈ ٹیبل پر پانی رکھا ہے سلسلہ کلام جوڑے رکھنے کیلئے آپ کو" ضرورت ہے اس کی۔۔۔۔"سائیڈ ٹیبل کی طرف اشارہ کرتا وہ نہایت اطمینان سے مختصر سی شجر نما بک ریک کی طرف بڑھا تھا۔

اور اس کے اس درجے اطمینان پر میرال کا تن بدن جیسے دہکتے شعلوں کی لپیٹ میں آیا تھا۔

آپ کو مذاق لگ رہا ہے۔۔؟ ہماری اچھی بھلی زندگی کو آگ لگا کر آپ" ہمیں پانی پینے کی صلاح دے رہے ہیں۔۔۔۔؟"نحیف وجود نے اسے چیخنے کی قوت نہیں دی تھی ورنہ وہ سب تہس نہس کر دینا چاہتی تھی۔۔

اچھی بھلی۔۔۔سیریسلی۔۔۔؟"کتابوں کی قطار پر شہادت کی انگلی" پھیرتے اس نے استہزائیہ جملہ دہرایا۔

جی! اچھی بھلی۔۔۔۔"مٹھیاں بھینچ کر دانت کچکچاتے اس کا بس نہ چلا وہ" تنکا تنکا ریزہ ریزہ بکھیر دے۔

آخر یہ شخص ہوتا کون تھا اس کی سمندروں کی تہوں میں مدفن رازوں کی طرح احتیاط اجتناب کے ساتھ کہیں جبر تو کہیں صبر، کہیں چپی تو کہیں بے قصور ہوتے ہوئے بھی خود سپردگی سے محض اپنی ذات کو لوگوں کی چھلنی کرتی تیز نگاہوں سے محظوظ رکھنے کی کوشش میں ہر موڑ ہر قدم پر سمجھوتہ واحتراز سے کام لیتی آنے والی اس کی ہستی کو یوں ہلکا وار زاں کر دینے والا۔۔۔؟

کہ اب ادنیٰ ملازم تک اس کا تمسخر اڑاتے اس کی ذرہ بے نشاں ذات کو زبان کا ذائقہ اپنی وقت گزاری کا سامان بنا رہے تھے۔

آپ کو پتا ہے مس میرال آپ سے زیادہ زندہ ڈیڈ باڈیز نظر آتے" ہیں۔۔۔؟

اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھتے تلخی سے چوٹ کرتے اس نے نگاہوں سے بائیں دیوار سے لگے قد آور آئینہ کی طرح اشارہ کیا تو اس کی متورم سلگتی آنکھیں بے ارادہ اس کے تعاقب میں چلی گئی۔۔

شکن آلود ہلکے گندمی رنگ کے جھولتے ہوئے شلوار قمیض میں خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپتا ہوا نازک و کمزور سراپا، آنکھوں کے نیچے طویل رت جگے کی چغلی کھاتے سیاہ حلقے، زرد سوکھے سرسوں کے پھول سے چہرے کے گرد بے ترتیب لٹوں کا حالہ، زیبائش سے نابلد ناک کان ہاتھ پیر، سر سے پیر تک جھولتے بڑے سے سیاہ چادر میں لپٹی کھڑی وہ واقعی کوئی زندہ لاش لگ رہی تھی۔۔

!! خدوخال اپنے اجاڑے ہیں، وگرنہ یوں تو
میں حسینہ تھی، مجھے آتا تھا مائل کرنا

اپنا جائزہ لیتے سبکی و کم مائیگی کے شدت آور احساس نے اس کے اندر سر اٹھائے سرکش جذبات کو حذف کر لیا تھا۔وہ مٹھی میں چادر لپیٹتی بری طرح انگلیوں کو جکڑنے لگی تھی جو بے جان ہو رہے تھے۔

"غلط کہا ہے کیا میں نے۔۔۔؟"بھاری آواز پر ہڑ بڑا کر اس نے آنسوں کے بوجھ سے بھاری نگاہ بمشکل سامنے اٹھائی جہاں وہ واپس ریک کی طرف متوجہ تھا۔

"کیا لگتا ہے مس میرال آپ کو؟ بہت مہان ہیں آپ۔۔؟ میزان کے نام اپنی بقیہ ساری زندگی ضائع کر کے مثال قائم کریں گی آپ،لوگ آپ کو "آئیڈیالائز کریں گے،انفلوئنس ہوں گے آپ سے۔۔۔؟

اب بات کو قطعی الگ رخ دیکر وہ سینے پر بازو لپیٹے چند قدم کا فاصلہ سمیٹ کر جواب طلب نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

جس کا طمطماتا چہرہ اب دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

"میں۔۔میں نے ایسا کب کہا۔۔۔؟"

احتجاج میں چیخ پڑنے کی اس کی خواہش دکھ وصدمے سے بھیگ کر لغزش کا شکار ہوئی تھی۔

زبانی کلامی دلیل سے زیادہ ثبوت کو پائیدار مانا جاتا ہے،اور آپ کا رویہ سب سے بڑا ثبوت ہے،اور یہ ہر گز بھی میرا ذاتی فلسفہ نہیں ہے دنیا کی عدالت اسی پر چلتی ہے۔۔۔"اس کا متحمل لہجہ ویسا ہی مستحکم و مدلل تھا۔

جس پر بڑے ضبط سے کھڑی میرال کی آنکھوں میں تارے جھلملانے لگے تھے۔

جو کم از کم مقابل پر بے اثر تھے کیونکہ وہ باران عثمانی تھا راست گوئی اس کی خوبی تھی لگی پٹی رکھنا اس کی سرشت میں گویا تھا ہی نہیں۔

خیر !اگر آپ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو رہی ہیں کہ یہ سب میں آپ کیلئے کر رہا ہوں تو یہ آپ کی پرسنل چوائس ہے، جس پر میں عمل دخل ضروری نہیں سمجھتا۔۔۔"بے پروائی سمیٹے وہ اس پر سے نگاہ کیا رخ ہی موڑتا ہوا ریک سے موٹی سی کتاب نکال کر اوراق کی گردان کرنے لگا تھا۔۔

پوری قوت سے مٹھیاں بھینچتے آنکھوں کو میچ کر اس نے وہاں جمے اس کی کمزوری عیاں کر رہے آنسوں کو پلکوں کی اوٹ سے بے دخل کر دیا تھا پھر ایک طویل سانس اندر کھینچ تمام تر ہمت کو مجتمع کر ابھی نہیں تو کبھی کے مصداق گویا ہوئی تھی۔

کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوں میں، اور نہ ہی میں غلط فہمی جیسی" موذی بیماری کا علاج جانتی ہوں، جو ان لوگوں کا علاج کر سکوں جو لوگوں کے رویئے سے خود ساختہ نتیجے اخذ کر لیتے ہیں، میں نہیں جانتی مضراب نے آپ سے کیا کہا آپ یہ سب کیوں کر رہے ہیں، میں بس اتنا جانتی ہوں میں اس سب میں پڑنے کیلئے اتنی بہادر نہیں ہوں، بے حد عام سی اور بزدل سی لڑکی ہوں، جو ایک عام سی گمنام زندگی جینا چاہتی ہے، لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بننے کا خیال بھی جسے سہما دیتا ہے، خدارا ہماری ذات کو بخش دیں۔۔ بری مہربانی کرم نوازی ہو گی آپ کی۔۔" بہت ضبط سے کلمات ادا کرتے آخر میں درماندگی سے ہاتھ جوڑتے اس کے آنسوں بے اختیار ہو گئے تھے۔۔

گھنیری پلکوں کی جھالڑوں سے ٹوٹ کر نرم گداز گالوں سے پر لڑھکتے آنسوں کی لڑیاں لمحے کیلئے مقابل کے آس پاس گردشِ وقت کو لگام ڈال گئے تھے۔

مضراب مجھ سے بہت محبت کرتی ہے اس لی ئے حماقتیں کرتی ہے، پلیز"

آپ ان کی حماقتوں میں حصہ دار نہیں بنیں پلیز۔۔بند کر دیں اس سب کو۔۔مجھے اپنی ذات کا تماشا نہیں بنوانا، پلیز۔۔۔۔"اس کی کانپتی ہوئی متلجی آواز ہی واپس اس رکے وقت میں حرکت لیکر آئی تھی باران فوراً سنبھل کر کھڑا ہوا تھا۔

حماقت مضراب نہیں آپ کر رہی ہیں۔۔۔"وہ سنجیدہ تھا۔"

کر بھی رہے ہوں تو مجھے پچھتاوا نہیں ہے اب بخش دیں۔۔"وہ چڑ گئی تھی"

ہاتھ جوڑ دینے کے باوجود یہ شخص پتھر کا پتھر تھا۔

آپ کی حماقت کی قیمت اکیلی آپ نہیں کل آپ جیسی بہت سی لڑکیوں کو"

چکانی پڑے گی، سمجھیں بات کو۔۔۔"اس نے لہجہ رسان رکھا تھا۔

تو آپ ان بہت سی میں سے کسی لڑکی کی مثال لیکر اپنا مشن کمپلیٹ کریں"
بس ہمیں بخش دیں پلیز۔۔۔۔"وہ ہارنے لگی تھی۔

"اچھے کام کی شروعات اپنے گھر بلکہ خود سے کرنی پڑتی ہے۔۔۔۔"

"!!!!آپ"

اس کا گہرا پر سکون مگر جتاتا ہوا لہجہ چابک کی گونج کی طرح اس کے اعصاب پر پڑتا اس کے پورے وجود کو دہکتی بھٹی میں ڈال گیا تھا۔

"میرال تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔۔؟"

اونچی آواز سن کر مضراب کھلے دروازے میں آئی باران نے ایک نگاہ پریشان بہن تو دوسری بے بسی کی انتہا پر کھڑی اس لڑکی پر ڈالی اور ریک سے ایک کتاب اٹھا کر سبک قدم اٹھاتا اس کی سمت بڑھا۔۔

یہ میری پسندیدہ بک ہے، ریڈ کریں سیلف امپرومنٹ کیلئے بہت اچھی ہوتی"
ہے۔۔۔"سنجیدگی سے بک اس نے بڑھائی تھی جواباً وہ آندھی طوفان بنی
وہاں سے بھاگی تھی۔۔

اسے کیا ہوا۔۔۔؟ کیا بات کر رہی تھی آپ سے بھائی سا"

یہ۔۔۔۔؟"مضراب نے فق چہرے کے ساتھ پوچھا آج تک اس نے میرال کا جارحانہ روپ نہیں دیکھا تھا۔

novel by jnikhat

کیا ہو گیا ہے کیوں اچانک سے ایسا بیہو کر رہی صبح تک تو ٹھیک تھی، طبیعت" ٹھیک نہیں ہے، موڈ سوئنگ ہو رہے ہیں۔۔۔؟"متفکر سی مضراب اس کے پیچھے ہی بالکنی میں داخل ہوئی تھی جہاں وہ اضطرابی انداز میں ہاتھ مسلتی ہوئی چکر کاٹ رہی تھی۔۔

"میں آپ سے بات کر رہی ہوں میرال سا۔۔۔"

مضراب متاسف نگاہوں سے اسے گھورتی قدم در قدم چلتی اس کے مقابل آن کھڑی ہوئی جس کی آنکھوں میں گہرے دکھ و اضطراب کی پرچھائیاں کے ساتھ ایک عجب سا تاثر ڈوب و ابھر رہا تھا جو آج تک مضراب نے نہیں دیکھا تھا۔

صدیوں کے تھکے مسافر کی طرح کملایا فکر کی گرد سے بے نور نقوش سے جھلکتی سرخ مائل سرد مہری بھی نئ تھی اس کیلئے۔۔

"بیٹھو یہاں پر۔۔۔"

شانوں سے تھام کر اس نے آہستگی سے اسے پیچھے کین کی کرسی پر بٹھایا اور خود سٹول گھسیٹ کر اس کے مقابل بیٹھ گئ۔

"بھائی سا نے تمہاری گردن پر لٹک رہی تبسم بیگم نامی ننگی تلوار کو اپنے پلٹ وار سے سائیڈ پر کر دیا ہے، اس کے باوجود تمہاری حالت ویسی ہی ماہی بن آب جیسی ہے، اب کیا چاہتی ہو تم۔۔۔۔؟"

"یہ پلٹ وار ہے جو میری ہی شہ رگ پر آ رکا ہے۔۔۔؟" غم و غصہ سے اندر برپا تلاطم اس کی آواز میں اجنبیت کی تپش بن کر شامل ہوا تھا۔

"میرا ل انتہائی غلط سوچ رہی ہو تم۔۔۔" مضراب شاکی ہوئی تھی۔

"اچھا سوچنے کا اس میں کوئی پہلو نکلتا بھی نہیں ہے مضراب! میری قسمت کبھی بھی مجھ پر بہت زیادہ مہربان نہیں رہی ہے، نہ ہی میں نے کبھی اپنی

قسمت سے ضد باندھنے کی جنگ چھیڑنے کے خیال کو اپنے ذہن میں ایک ثانیہ کیلئے بھی جگہ دی ہے، کیونکہ میں جانتی ہوں میں اتنی باہمت نہیں ہوں، اس لئے جو ملتا ہے میں قناعت سے قبول کر لیتی ہوں، تقدیر کے فیصلوں سے بغاوت کیلئے بلند ارادوں کی سنگلاخ دیوار بننا پڑتا ہے جس سے ٹکرا کر قسمت کے فیصلے بھی پلٹ جائیں، جو مجھ میں ناپید ہے، اس حقیقت سے آگاہی کے باوجود پیش رفت حماقت ہو گی جو میں نہیں کرنا چاہتی۔۔۔۔" سر سے پیر تلک ان دیکھی آگ جلتی ہوئی وہ پہلی باریوں بے اختیار میں اپنی بے بسی کو الفاظ دیتی ہانپنے لگی تھی۔۔

مضراب دم سادھ کر اسے دیکھنے لگی جو سختی سے آنکھیں میچے اب خود سے ہی محو جنگ لرز رہی تھی۔

میرال میں تمہاری کیفیت سمجھتی ہوں، آسان نہیں ہے یہ"

"سب، لیکن۔۔۔۔

لیکن کیا۔۔۔؟یہی کہو گی ناں کے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں" ہے۔۔۔؟"اس نے سلگتی ہوئی استہزائیہ آنکھیں کھولی۔ مضراب لب پیوست کر گئی تھی۔

ہاں! میں ممانی کے ساتھ نہیں جانا چاہتی، لیکن اگر یہاں کے مکینوں کے " پاس سوائے اس کے کوئی حل نہیں۔۔تو ٹھیک ہے میں ممانی کے ساتھ چلی "جاؤں گی۔۔۔

ضبط کی حدود کو چھوتے ہوئے الفاظ نہیں کڑکتی ہوئی بجلی تھی جو مضراب کے اعصاب پر گری تھی۔

جس سے اس کے حواس مفلوج ہو گئے تھے وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹتی پھٹی پھٹی بے یقین آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔۔

جس کا سپاٹ چہرہ کس قدر اجنبی لگ رہا تھا فاصلے پر کھڑا دھندلا وشناسائی کی رمق سے بے بہرا۔

"تم۔۔تم۔۔۔"

مضراب آپ کو دی جان یاد کر رہی ہیں۔۔۔"وہ منتشر اعصاب کو یکجا کرتی" کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ مقدس نے نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"آپ جائیں ہم ہیں۔۔۔"

شانے پر ہلکا سا دباؤ ڈال کر اس نے نازک صورتحال کا احساس دلایا تو وہ تیزی سے بھیگی آنکھوں کو چھپاتی ہوئی نکلتی چلی گئی تھی۔۔

"بیٹھ جائیں۔۔۔"

نرم سی آواز میں مقدس نے خالی کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ خالی خالی بے نور نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی جیسے وہ اپنے حواسوں میں نہیں ہو۔۔

"دل میں غبار رکھنے سے بس گھٹن ہی بڑھتی ہے، کہہ دینے سے درد کم ہونا ہو شدت کم ہو جاتی ہے۔۔۔"

اس کی نرم کلائی کو گرفت میں لیتے مقدس نے غم گسار کی طرح اس کے بے کل روح کو سہلایا تو وہ اس کی نرم گرفت میں مقید اپنی زرد کلائی کو دیکھنے لگی تھی۔۔

"میں تھک گئی ہوں مقدس! بہت تھک گئی ہوں"

بہت دیر کے بعد اس کا تھکن سے چور لہجہ ابھرا تھا۔

"انسان کا تھک جانا فطری ہے، ہم کوئی مشین تھوڑی ہیں جو تھکے بھی ناں۔۔۔"اس کے پگھلاتے انداز پر اس کی آنکھیں ڈبڈبائی تھی۔۔

"میں نے آج تک مضراب سے اس طرح بات نہیں کی، وہ میرے الفاظ سے بہت ہرٹ ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔"وہ اب اپنی گداز ہتھیلی کی بے ترتیب لکیروں میں قسمت کی تدبیر تلاش کر رہی تھی۔

"جذبات جب بے اختیار ہو جائیں اسے بہا دینا ہی بہادری ہے، اور اپنوں کی خاص بات ہوتی ہے وہ ہماری ذہنی کیفیت سمجھ بھی جاتے ہیں۔۔۔۔"وہ مبہم سے انداز میں موقع کی مناسبت سے اپنا کردار ادا کر رہی تھی۔

جواباً خاموشی کی پرت درمیان میں جمنے لگی تھی۔ جس میں اس کی ذہنی حالت کے پیش نظر مقدس نے بالکل بھی مخل ہونے کی کوشش نہیں کی

تھی۔بلاآخر طویل ہوتی خاموشی کی چادر میں اس کی شکست خوردہ کھوئی کھوئی سی آواز نے دراڑ ڈالی۔

"میں ہمیشہ سے بے حد عام سی لڑکی رہی ہوں مقدس! لیکن وہ عام لڑکی نہیں جس کی خواہشوں کا جہاں اس قدر وسیع ہوتا ہے کہ حدود و قیود کا کہیں عمل دخل ہی نہیں ہوتا، جو حقیقت کے انتہائی قریب رہ کر بھی افسانوی کہانی سے مشابہت رکھتی ہوئی خوابوں کی دنیا سجاتی ہے۔

بلکہ وہ عام لڑکی جو خیالوں کی دنیا میں بھی احتیاط کو پہلی ترجیح دیتی ہے۔۔۔۔

ایک دبو بزدل سی لڑکی جس کا بس بس احتیاطی بلند دیواروں کی قید میں اپنی ذات کو سمیٹ کر رکھنے پر ہی چلتا ہے۔

آسمان کی بلندیوں کو چھونے کے خواب،

ستاروں کی طرح چمکنے کی خواہش،

دنیا کے سامنے اپنا نام منوانے کا جنون،

اپنی ذات قابلِ رشک بنانے کا فتور،

دنیا فتح کرنے کی بڑی بڑی باتوں کا ناختم ہونے والا ذخیرہ،

ایسے ترقی وانقلابی سوچ کا گزر بھی جس کے تصور سے ممکن نہیں، ایک ایسی عام لڑکی تھی اور ہوں میں۔

'بڑے ہو کر کیا بننا ہے۔؟'

جیسے پرائمری اسکول کے کامن سے سوال کا جواب بھی جس کا ڈاکٹر، انجنئر، پروفیسر نہیں ہوتا تھا۔۔

کیونکہ میرے ہر سوال کا جواب ہر تلاش کی منزل ومرکز ایک 'سائباں' تھا 'مضبوط سائباں' ایسا سائباں جس کے ہوتے میری ماں سا بے فکر ہو کر سوئے، کھل کر مسکرائے، زندگی کی رنگوں کو اپنا حق سمجھ کر کشید کرے۔۔۔

وہ کہتے ہیں ناں شعور کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی اگر آپ کسی چیز کی شدید کمی یا زیادتی محسوس کرتے ہیں پھر وہ چیز آپ کی ذات کا مرکز بن جاتی ہے، آپ

کی شخصیت راست یابلواسطہ طورپراسی کی تلاش یافرار کے تعاقب کرتے

"پروان چڑھتی ہے۔۔۔۔۔۔

دونوں ہتھیلیوں کوجوڑکروہ زخم خوردہ سا مسکرائی تھی۔ضبط لازم کی شائد تمام ترکوشش رائیگاں گئی تھی، برداشت کاہر بندھ ٹوٹ گیا تبھی وہ بکھر کر اپنا غبار نکالناچاہتی تھی۔

مقدس نے بھی ایک بہترین سامع کا کردار ادا کرتے اسے روکنے ٹوکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔۔

آنکھیں کھولتے ہی میں نے خود کو تین ہستیوں کی تمام تر محبت وتوجہ کا مرکز" پایا، جو مجھے بے حد عزیز رکھتے تھے، جن کی میں پہلی ترجیح تھی۔۔نانو، نانا، اور ماں سا۔۔اس تکون پر میری دنیا شروع ہو کر ختم ہو جاتی تھی۔ایک چھوٹی سی بچی چاہتی بھی کیا ہے،

محبت توجہ لاڑ اٹھانے، ضد پوری کرنے والوں کا ہجوم ان تین ہستیوں کا ہجوم ہمہ وقت میرے گرد لبیک کہنے کیلئے جمع رہتا تھا،

ان تینوں سے میری دنیا مکمل تھی۔میں خود کو دنیا کی خوش نصیب ترین بچی تصور کرتی تھی جس کے پاس تین تین نخرے اٹھانے والے جان لٹانے والے،ہر خواہش پر لبیک کہنے والی ہستیاں تھی۔۔

لیکن کچھ ہوش سنبھلے ارد گرد غور کیا تو معلوم ہوا لوگوں کے پاس اور بھی اہم رشتے ہیں۔۔

سب سے اہم 'بابا' جو عام بچوں کیلئے نانو کی پریوں والی کہانی کے 'جن' کی طرح ہوتے ہیں،مانگتے ہی اس چیز کو حاضر کر دیتے ہیں۔۔

گو کہ مجھے کبھی انکار سننے کو نہیں ملا تھا۔

شہزادی تھی میں نانو کی اتنی بڑی حویلی کی لیکن پھر بھی ایک تشنگی نے ہیں رے ننھے سے دل میں جگہ بنائی تھی۔جسے خلع بننے سے قبل ہی ان تینوں نے زائل کر دیا اپنی موجودگی سے۔

"میں سب بھول بھال کر واپس اپنے میں مگن ہو گئی۔۔۔۔

بچپن کی سلونی یادوں نے اس کے پپڑی زدہ لبوں پر نرم سی بھولی بسری مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔یقیناً بھیگی چشم تصور سے ان مناظر کو دہرا رہی تھی۔۔

پھر شائد منظر بدلہ تھا خوبصورت مسکراہٹ کسی بدعا کی طرح سمٹ کر یاسیت مین ڈھل گئی تھی۔۔

پھر ایک دن نانو کو کسی کو بتاتے ہوئے سنا کہ میں پیدا بھی نہیں ہوئی" تھی، کسی زمینی فساد میں میرے باباسا جان بحق ہو گئے، باباسا کے خاندان والوں کی ماں سا کو رکھنے میں خاص دلچسپی نہ دیکھتے ہوئے نانو ماں سا کو لے آئی،ان لوگوں نے بھی پھر پلٹ کر خبر نہیں لی۔۔

اس رات میں پہلی بار بہت روئی تھی، سمجھ نہیں آرہا تھا مجھے کہ اتنا رونا کیوں آرہا ہے لیکن میرا اختیار نہیں تھا۔۔پورے پانچ دن تک میں بخار میں تپتی رہی تھی اس دوران ماں سا نانو نانا کی جان جیسے لبوں پر آئی تھی۔

انھیں اپنے لیئے اس قدر پریشان دیکھ میرا ننھا دل ایک مرتبہ پھر بہل گیا۔

پھر گزرتے وقت کے ساتھ شعور کے زینتے طے کرتے ہوئے میں نے اپنے دو قیمتی اثاثہ حیات پے در پے کھو دئے، پہلے نانا اور پھر نانو۔۔۔

ماں سا اکیلی ہو گئ۔۔

بالکل اکیلی۔۔

اس سے پہلے میں نے نانو سے ناز اٹھواتے ہوئے نانا کے ساتھ کھیتوں پگ ڈنڈنیوں پر بے فکری سے اٹھ کھیلیاں کرتے ہوئے کبھی غور ہی نہیں کیا تھا یا میں اتنی سمجھدار ہی نہیں تھی، وجہ جو بھی تھی میں نے اپنی 'ماں سا' کو نوٹس کرنا شروع کیا تو محسوس ہوا۔

وہ کس قدر تنہائی کا شکار ہیں،

نانو کی اتنی بڑی حویلی، زمین جائیداد کے معاملات، نوکر چاکر سب کی ذمہ داری خوش اسلوبی سے تن تنہا پوری کرتے ہوئے وہ پور پور تھک کر نڈھال ہو جاتی تھی۔۔

پھر بھی ان کی راتیں اکثر کتابوں کی اوراق اُلٹتے ہوئے گزرتی تھی،

نیند کو بہلاتے ہوئے لا متناہی فکر وافکار سے تھکے ماندے اعصاب کو سہلاتے ہوئے گزرتی تھی۔۔

دولت کی ریل پیل، ملازمین کی کثیر تعداد، مال زر عیش و عشرت کا ہر سامان موجود تھا۔

نہ معاش کی تلاش میں انھیں بھٹکنے کی ضرورت تھی،

نہ کسی اور ضرورت کیلئے،

پھر بھی پل کا سکون انھیں میسر نہیں تھا،

آنکھوں میں ایک مستقل بے کل سی خاموشی کا ڈیرہ،

چہرے پر گمبھیر سنجیدگی کی پرت،

وہ اخلاقاً مسکراتی بھی تھی تو لگتا تھا کوئی بوجھ اٹھا رہی ہیں، جبر کر رہی ہیں۔۔

ہر کام میں حد سے زیادہ احتیاط،

جیسے ایک ان دیکھے خوف کا حصار ہمہ وقت وہ اپنے گرد موجود محسوس کرتی ہوں۔۔

غرض واہم وخدشات کاایک ناختم ہونے والا سلسلہ ان کے ساتھ چلتا تھا۔

تضاد باقاعدہ کاغذی طور پر ہر چیز میں برابر کی حصے دار ہونے کے باوجود ممانی کے مقابل ان کاایک محکوم کی طرح برتاؤ کرنا، انھیں مطمئن کرنے انھیں خوش کرنے کیلئے اپنے ساتھ اکثر ناانصافی کر جانا۔۔

ممانی مالکن تھی تو ماں سا کی اہمیت اس حویلی میں ایک نگران کار جیسی تھی، جو سال میں ایک مرتبہ کنیڈا سے بمشکل ایک ڈیڑھ ہفتے کیلئے آئی اپنی مالکن کو پوری ذمہ داری وایمانداری سے باضابطہ رجسٹر کھول کر پائی پائی کا حساب دیتی تھی۔۔

ممانی فطرتاً سخت وطنزیہ جملہ اچھال بھی دیتی تو بجائے کچھ کہنے کے پھیکا سا مسکرادیتی تھی۔۔

وہ مناظر مجھے احساس دلاتے تھے میری ماں سا کس قدر اکیلی وبے بس ہیں۔۔کیوں وہ سینت سینت کر خود کو رکھتی ہیں۔

ان لمحوں میں بے سائبانی و کم مائیگی کا احساس میرے اندر شدت اختیار کر جاتا تھا۔۔

ذہن میں سسکتے 'کاش' کا نا ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلتا تھا،

کاش! میرے بابا حیات ہوتے،

کاش! نانا حیات ہوتے،

کاش! میرا کوئی بھائی ہوتا،

کاش! میں لڑکا ہوتی اپنی ماں سا کیلئے آہنی دیوار بن جاتی ان کی ان دیکھے خدشات سے مقفل لبوں پر دبے سسکیوں، مجبوریوں کو چن کر انھیں ایک لمحے کیلئے ہی صحیح پر سکون بے فکر سانس خارج کرتے دیکھتی۔۔

لیکن اتنے سارے کاش کے ڈھیر میں سوائے ناامیدی و حسرتوں کے دھویں کے کوئی امید کی دبی چنگاڑی نہیں تھی۔۔

شعور کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی مجھ سے آ متصادم ہوا

بے سائبانی کا اذیتناک احساس آکاس بیل کی طرح میری روح میں اپنی
جڑیں مضبوط کرتا جارہا تھا اور میں کچھ نہیں کر پا رہی تھی۔۔

"کچھ بھی نہیں۔۔۔

آنکھیں موند کر بے بسی کی عملی تفسیر بنا چہرہ آسمان کی جانب اٹھاتے ہارے
ہوئے جواری کی طرح اس نے طویل سرد سانس خارج کی تھی۔۔

تم ہمارے لئے،،
!!! سبھی کچھ ہو
اور سبھی کچھ
. کبھی نہیں ملتا

پھر میری جمود کا شکار زندگی میں ہل چل مچانے، دن بدن خود سے بھی دور"
جارہی میرال کو نئے احساسات سے آشنا کروانے وہ شخص چلا آیا،

میرے لا متناہی کاش کا جواب بن کر،

میری حسرتوں کی صحرا میں معجزاتی بادل بن کر،

میری بے عنوان زندگی کا عنوان بن کر۔۔

'میزان عثمانی '

اس کے فگار لبوں کو نرم سی شیریں مسکراہٹ نے نزاکت سے چھوا تھا۔۔

پہلی بار۔۔ہاں ! پہلی بار میری ماں سا بے فکری سے کھل کر مسکرائی"

تھی،اس روز میں نے جانا تھا ان کی مسکراہٹ کس قدر خوبصورت ہے۔

جس کی وجہ تھا وہ شخص۔

'میری بنو میزان کی دلہن بنے گی '

اس روز اپنے اندر مجھے شدت سے بھینچتے شدتِ جذبات سے میری ماں سا کا لہجہ لرز گیا تھا۔آنکھیں بیک وقت حسرت و شادمانی سمیٹتی بھیگ گئی تھی۔

وہ لمحہ تھا جب پہلی بار سولہ سالہ 'دبو سی میرال' کے دل میں گدگدی ہوئی تھی، شرم حیا لاج ڈھیروں ان جانے احساس حملہ آور ہوئے تھے۔۔

پھران چھوئے جذبات سے آشنائی کا یہ سلسلہ رکا نہیں۔

دوسرے دن خالہ ساڈھیروں تحائف کے ساتھ مجھے میزان عثمانی کے نام منسوب کرنے کیلئے چلی تھی۔

ماں سا بہت خوش تھی، بہت زیادہ خوش معنوں ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو ان کی لبوں سے مسکراہٹ جدا نہیں ہو رہی تھی، خوشی سے پیر زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔

وجہ قطعی بھی عثمانی خاندان کی دولت یا شہرت نہیں تھی، اس کی کمی ہمارے پاس نہیں تھی وجہ تھی وہ حوالہ، وہ مہربان حوالہ۔۔۔

اور میری تلاش وہاں ختم ہو گئی میں یہی تو چاہتی تھی ماں سا کو خوش مطمئن بے فکر دیکھنا۔۔

اس دن کم سن میرال عثمانی کی انگلیوں سے الجھے فکر و تلاش کے سارے دھاگے چھوٹ گئے تھے۔

وہ عام کچی عمر لڑکیوں کی طرح جابجا اس شخص کا خوبصورت نام خوابوں کے لا متناہی وسعت رکھنے والے آسمان پر مشق کرنے لگی تھی۔

اچھا لگتا تھا اس شخص کا نام سننا،

زیر لب دہرانا اور پھر جھجھک کر خود کو سرزنش کرنا۔

اچھا لگتا تھا اس شخص کا حوالہ،

کچی عمر کی وابستگی شائد ایسی ہی ہوتی ہے۔۔

وہ شخص ہو ہی ایسا لازم ملزم گیا تھا،

ماں سا کی ہر ذکر میں وہ مسکراہٹ بن کر شامل ہوتا تھا۔

ماں سا کی آدھی ذمہ داریاں تو بن کہے اس نے بانٹ لئے تھی۔جب دل کرتا وہ بہانے بہانے سے حویلی میں آدھمکتا تھا۔

ماں سا ہر باریوں خوشی سے بوکھلا جاتی تھی جیسے انتسوی کا چاند نکل آیا ہو۔

وہ جب بھی حویلی آتے تھے میں کونے کھدرے تلاش کرنے لگتی تھی،ماں سا و ملازمین مجھے ڈھونڈ کر تھک جاتے،اکثر ماں سا سے ڈانٹ بھی پڑتی تھی

کے کم از کم سلام ہی کر لیا کرو، لیکن میں کیا کرتی ان کے نام سے ہی میری حالت غیر ہونے لگتی تھی۔

ایف ایس سی کے امتحانات دینے ان کے ساتھ جاتے جتنی حماقتیں میں نے کی تھی شائد ساری زندگی میں نہ کی ہو۔

وہ میری بوکھلاہٹ سے محظوظ ہوتے تھے اور میں اپنی حماقتوں پر تنہائی پر خود کو ملامت ہی کر پاتی تھی۔۔

ایف ایس سی کے امتحانات کے دوراں ماں سا کی حالت گری گری سی رہنے لگی تھی ڈاکٹر سے رجوع کیا تو معلوم ہوا دل کا عارضہ ہے، انھوں نے علاج کے بجائے رخصتی کا ذکر چھڑا دیا، میں بہت روئی تھی۔

لیکن ماں سا مطمئن تھی۔ان کا کہنا تھا وہ مجھے مضبوط ہاتھوں میں محفوظ دیکھنا چاہتی ہیں اور میرے لیئے عثمانی حویلی اور میزان عثمانی کے حوالے سے زیادہ محفوظ کوئی جگہ نہیں ہے۔۔۔۔۔

ماں سا کی ضد کی آگے مجھے ہتھیار ڈالنے پڑے کیونکہ مرض علاج کی حدود سے تجاوز کر چکا تھا۔۔

اور پھر سب ختم ہو گیا۔۔

پیروں تلے فرش مخمل کی طرح بچھی مہربان زمین بھی چھن گئی، سر پر سایہ فگن شفیق آسمان بھی سرک گیا۔۔اور وقت نے تہی داماں دفاعی قوت سے یکسر نابلد میرال عثمانی کو شعلے اگلتی زمین آگ برساتے آسمان کے بیچ و بیچ لا پٹخا۔۔

سوچ کا آئینہ دُندھلا ہو تو پھر وقت کے ساتھ

چاند چہروں کے خدوخال بگڑ جاتے ہیں

شدتِ غم میں بھی زندہ ہوں تو حیرت کیسی

کچھ دیے تُند ہواؤں میں بھی لڑ جاتے ہیں

جینے کی خواہش تو مر ہی چکی تھی، مرنے کی دعا مانگنے کا حوصلہ تک جس کے پاس نہیں تھا۔اس میرال عثمانی کو خالہ سانے اپنی مہربان آنچل میں سمیٹا،اسے اپنی حویلی کی مضبوط چھت دی،اتنے محبت کرنے والے رشتے دئے، مضراب جیسی دوست غم گسار،

دی جان جیسی چھاؤں دار شجر سی شخصیت سے ملوایا۔۔

کس کی بدولت میزان عثمانی کے حوالے کی بدولت۔۔

اس شخص کے نام کے توسط سے۔

اور میں یہ حوالہ نہیں کھونا چاہتی کسی قیمت پر نہیں کسی صورت نہیں۔مجھے کسی انقلابی مہم کا حصہ نہیں بننا، مجھے گمنام رہنا ہے اس حوالے کے ساتھ جو میری ماں سا کو بے حد عزیز تھا۔جو میری پچیس سالہ زندگی کے سب خوبصورت ترین لمحوں کی وجہ رہا۔۔

میں اس نام سے اس حوالے سے دستبردار نہیں ہو سکتی،

شائد لوگ مجھے احمق کہیں، بزدل کہیں۔۔سب منظور ہے کیونکہ میں بزدل ہوں،احمق ہوں،بے حد عام سی ہوں ایکسٹرا آرڈنری جیسا کچھ نہیں ہے مجھے میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

پلکوں کی اوٹ میں پھسل آئے کچھ بوندوں کو سرعت سے گلابی پوروں پر سمیٹتی وہ بڑے حوصلے سے مسکرائی تھی۔۔

مقدس نے بہت نرمی سے آگے بڑھ کر اسے ساتھ لگایا تھا۔

ناسور،درد،زخم، تپش،سوز واضطراب

سامان سو طرح کا دلِ مختصر میں ہے۔!!

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

میرال کو خود کپڑے نکال کر تازہ دم ہونے کیلئے واش روم بھیج کر وہ اسی کے متعلق حتمنی انداز میں سوچتی ہوئی دی جان کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

دی جان اپنے تخت پر بیٹھی اپنے پسندیدہ مشغلہ اؤن اور کروشئے کا تال میل بنانے میں محو و مشغول تھی۔اوران کے گود میں سر رکھے ہوئے وہ آدھا پیر فرش پر لٹکائے آڑا ترچھا لیٹا فون میں مصروف تھا۔

دی جان ہمیں آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔۔۔"وہ تخت سے ذرا فاصلہ پر" کھڑی ہوئی۔

کہو بچے!"دی جان نے کام جاری رکھتے اجازت دی۔"

"دی جان ہم میرال کو اپنے ساتھ گھر لیجانا چاہتے ہیں۔۔؟"

گھر لیجانا چاہتے ہیں۔۔۔؟"دلاور ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا دی جان نے بھی" نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"ہم کاٹیج کی بات کر رہے ہیں۔۔۔۔"

"کاٹیج کی۔۔۔؟"

جی دی جان ! ہمیں لگتا ہے انھیں اس ماحول سے نکلنے کی ضرورت ہے، اکثر "
اوقات جگہ آب وہوا کی وجہ سے بھی انسان ذہنی دباؤ محسوس کر وہ نہیں
"کر پاتا جو وہ کرنا چاہتا ہے۔اور میرال کے کیس میں ایسا ہی ہے کچھ۔۔

جی دی جان ! ہمیں لگتا ہے انھیں اس ماحول سے نکلنے کی اشد ضرورت "
ہے، اکثر اوقات جگہ آب وہوا کی وجہ سے بھی انسان ذہنی دباؤ محسوس کر وہ
"نہیں کر پاتا جو وہ کرنا چاہتا ہے۔اور میرال کے کیس میں ایسا ہی ہے کچھ۔۔

اس کے پر وثوق انداز پر دی جان اور دلاور دونوں ہی کی الجھن آمیز پر سوچ نگاہیں اس کے سنجیدہ خدوخال سے الجھ گئی تھی۔

آپ کو بھی اندازہ ہے صورتحال اس وقت جس سنگین نہج پر ہے، میرال تو "
کیا کوئی بھی مضبوط سے مضبوط اعصابی قوت کا مالک انسان مفلوج الحواسی کا
شکار ہو سکتا ہے، پھر وہ تو ایک حساس لڑکی ہے، جو ایک عرصے سے زندگی کی

انتہائی تلخ و تکلیف دہ پہلو سے نبرد آزما رہی ہیں۔ماضی کی تلخیوں کی مضبوط جڑیں آج بھی ان کی حواسوں پر حاوی ہے، جس سے جڑی اذیتناک یادوں کی کڑچیاں آج بھی ان کی روح کو لہولہان کر رہی ہے، آج بھی وہ پرچھائیاں ان کے ذہن کے دریچوں سے لپٹی انھیں سہما ہوئے ہے، ایسا نہیں ہے کہ وہ ان سب سے آزادی نہیں چاہتی لاشعوری طور پر وہ کوشش کر رہی ہیں لیکن شعوری کوشش کرنے سے انھیں بہت سے عوامل روک رہے ہیں، انھیں اس دہری کیفیت سے نکالنے کیلئے ضروری ہے کہ ان کا ماحول بدلہ جائے، جگہ بدلنے سے شائد وہ اس ذہنی دباؤ سے ابھر پائیں گی۔۔۔"اس نے بہت سلجھے ہوئے انداز میں لفظوں کو تول کر میرال کی موجود کیفیت کی عکاسی کی تھی۔

جگہ میں کوئی جادو نہیں ہوتا ہے حکیم صاحبہ ! جس کی قسمت میں کرب" مسلسل لکھ دیا گیا ہو وہ چاہے چاند پر بھی چلے جائے کڑوی حقیقت کا بوجھ ساتھ گھسیٹتا ہوا جاتا ہے، جگہ کی تبدیلی آپ کا جائے وقوع بدل سکتی ہے

ذہنی کیفیت نہیں۔۔۔۔"اپنی نشست چھوڑتے وہ رکھائی و تلخی لیئے جتلاتے انداز میں گویا ہوا تھا۔

"دلاورے! "دی جان کے سرزنشی انداز پر شانے اچکاتا ہوا بیڈ کی سمت بڑھ گیا تھا۔

"آپ کی بات بالکل درست ہے جگہ میں کوئی جادو نہیں ہوتا، لیکن انسانی نفسیات پر بسا اوقات جگہ، ماحول، صحبت ارد گرد موجود جاندار یا بے جان چیزیں گہرا اثر چھوڑتی ہے، جسے جادوئی اثر کہہ سکتے ہیں ہم۔۔" وہ دھیمے مگر ٹھوس انداز میں بولی

"اور پھر فل وقت ہمارے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ بھی نہیں، حویلی کی فضاء میں بتدریج بڑھتے تناؤ کو میرال کے شکستہ اعصاب مزید نہیں جھیل پائیں گے، عین ممکن ہے ہمیں سنگین نتائج سے دوچار ہونا پڑے۔۔۔

"اللہ نہ کرے بچے! اللہ بچی کو زندگی دے خوشیاں دکھائے۔۔۔"دی جان" اندر تک دہل اٹھی تھی۔

"آمین!۔۔۔"

"آپ آج ہی جتنی جلدی ہو سکے مضراب اور میرال کو لیکر چلی جائیں دلاور کے ہمراہ۔۔۔"اس کی توقع کے مطابق دی جان فوراً مان گئی تھیں۔

"مضراب نہیں دی جان صرف میرال۔۔۔۔"

"مضراب کیوں نہیں بچے۔۔۔؟وہ میرال کے بہت قریب ہے وہ ساتھ ہوں گی تو زیادہ اچھا ہو گا۔۔۔۔

"مضراب میرال کی سب سے قریبی ہیں اسی لیۓ تو ہم انھیں نہیں لیجا سکتے۔۔۔۔"اس کے دباؤ بڑھا کر دہرانے پر دی جان الجھی تھی۔

"دی جان ہم میرال کو حویلی سے ہی نہیں بلکہ ہر اس چیز اور انسان سے دور لیجانا چاہتے ہیں جس سے ان کی تلخ یادیں وابستہ ہے،اور اس پوری حویلی میں فقط ہم اور 'یہ' دو ہی انسان ایسے ہیں جنہوں نے اس موضوع پر ان سے آج تک براہ راست بات نہیں کی ہے،اس لیۓ بہتر ہو گا کہ ہم دونوں ہی ساتھ

رہیں ان کے۔۔۔۔۔۔"اس کے تشریح کرنے پر دی جان گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔۔

بے بیازی کا چولا اوڑھے پشت موڑے بیٹھا وہ بھی اس دلیل سے متاثر و متفق ہوا تھا۔ لیکن اظہار تو شجر ممنوع تھا ناں اس کی لغت میں۔

دی جان! وہ ایک اعصابی جنگ سے نبرد آزما ہیں، ہم مزید ان پر کسی بھی" قسم کا دباؤ ڈالنے کا رسک نہیں لے سکتے۔ وعدہ نہیں کرتے ان کا فیصلہ بدل جائے گا لیکن اتنا ہمیں یقین ہے ذہنی اعتبار سے کچھ بہتری ضرور آئے گی۔ اور دعا ہے ان کے لاشعور میں جو خوف، خدشات، وہم و وسوسوں کی گرہ پڑی ہے وہ کھل جائے اور وہ ان دیکھی مصلحت کی زنجیروں میں جکڑی اپنی ذات کو آزاد کر پائیں جو انھوں نے پس پشت ڈال رکھی ہے اب تک۔۔۔"رسانیت سے سمجھاتے امید کا دیا تھما کر اس نے قصداً مبہم سی خلش بھی باقی رکھ تھی۔

بظاہر فون میں مگر دھیان کے دھاگے ادھر ہی الجھائے بیٹھے دلاور نے کن آنکھیوں سے مخصوص ملائمت و متانت لیئے اس کا سجیلا چہرہ دیکھا۔لہجے میں ازلی شائستگی و بشاشت سموئے وہ دی جان کو مطمئن کرنے میں کافی حد تک کامیاب ہو چکی تھی۔اس کے پاس الفاظ کا زخیرہ انداز میں وزن ہی ایسا ہوتا تھا کہ کوئی بھی انسان قائل معقول ہو جائے خود وہ ہو جاتا تھا تو پھر دی جان تو خیر۔۔

میں کیا فضول سوچ رہا ہوں۔۔۔"بے دھیانی میں سوچتے سر جھٹک کر" اس نے خود کو سرزنش کیا۔

اللہ کرے ایسا ہی ہو بچے۔۔۔"دی جان نے نرمی سے اس کی پیشانی کا بوسہ" لیا تو وہ مسکرا دی۔۔

آپ کی دعا جس کے ساتھ ہو گی اس کے ساتھ غلط ہونے کا سوال ہی پیدا" نہیں ہوتا۔۔۔"وہ دلوں میں گھر کرنے کے نایاب ہنر سے مالا مال تھی۔ جیتی رہیں۔۔۔"دی جان نہال ہوئی۔"

اچھامیں یوں کرتی ہوں دو ملازمہ کے ہمراہ کچن کا سارا سامان تیار کروادیتی"
ہوں، وہاں جاکر کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہئے آپ کو۔۔۔۔"دی جان ایک
نئی توانائی کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

اس کی ضرورت نہیں ہے دی جان! بس میرا ل تیار ہو جائے، باقی وہاں"
سب موجود ہے، جو نہیں ہو گا ہم 'ان' سے کہہ دیں گے وہ لے آئیں
گے۔۔۔"وہ ان کے ہاتھ پر دباؤ بڑھاتی تائیدی انداز میں اس کی طرف مڑی
تو وہ فوراً فون پر نگاہ مرکوز کر گیا تھا۔۔

پھر ہم اپنی چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔۔۔"وہ اجازت لیتی ہوئی دروازے کی"
سمت بڑھی دلاور کی غیر ارادی نگاہ نے اوجھل ہونے تک اس کے
سرسراتے آنچل کا تعاقب کیا تھا۔

ماننا پڑے گا بہت ہی عمدہ خطوط پر پرورش کی ہے حاجی حکیم نے بچی"
کی۔۔۔۔جس کا میٹھا سا سلونا چہرہ دیکھ کر ہی دل کو قرار آجاتا ہے۔۔مجھے
تمہارے لئے ایسی ہی سمجھدار درد مند دل اور بہتے دریا کی مانند شانت و سلجھا

ہوامزاج رکھنے والی لڑکی چاہیئے تھی دلاور! سوچا نہیں تھااللہ یوں عطاء کردے گا۔۔اس کی قدر کرنادلاورے! بے قدری ہیروں کی چمک چھین لیتی ہے۔۔۔۔"

حد سے زیادہ متاثر دی جان کی جذباتی ہدایات پر نجانے کیوں اس نے آج حسب عادت تردید میں کچھ تلخ کہنے کی کوشش تک نہیں کی تھی بس خاموش سے زاویہ نظر بدل گیا تھا۔

جو لکھی ہے میرے خیالوں میں

.....خوبصورت وہ کہانی تم ہو

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دی جان کے ایک ہی مرتبہ ذکر کرنے پر وہ بنا ہیل وحجت مان گئی تھی شائد وہ خود بھی اس قفس زدہ ماحول سے فرار چاہتی تھی۔پریشان ہوا ٹھی مضراب کو

مقدس نے سمجھا دیا باقی ناظمہ بیگم کے خاموش اعتراض کو دی جان نے 'میں چاہتی ہوں' کہ کر رد کر دیا تھا۔

عصر کے قریب مختصر سامان کے ساتھ وہ تینوں گلستان بہار کیلئے روانہ ہوئے تھے۔

سیاہ بڑی سی چادر میں اپنا وجود لپیٹے مقدس کے ہمراہ جیپ کی پچھلی سیٹ سنبھالنے کے بعد ایک مرتبہ بھی اس نے مڑ کر پیچھے شان سے کھڑی حویلی پر الوداعی نظر نہیں ڈالی تھی۔ اسے یوں جاتے دیکھ اپر بالکنی میں کھڑی میرال تو اپنی کمرے کی کھڑکی میں کھڑی ناظمہ بیگم کی آنکھیں جھلملا گئی تھی۔ شائد پہلی بار دوری کا خیال وجہ تھی یا کوئی اور بھی وجہ ہو سکتی ہے آنکھوں میں اتر آئے ریت کی۔

شام کے گہرے ہوتے سائے کے ساتھ گلستان بہار کے بڑے سے پھاٹک نے انھیں خوش آمدید کہا تھا۔

دلاور تو جیپ روک کر ہی اپنے مترا کے پاس چلا گیا تھا جبکہ مقدس میرال کے ہمراہ کاٹیج میں چلی آئی تھی۔

صاف ستھرا کاٹیج بالکل ویسا ہی تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی۔

طائرانہ نگاہ پورے کمرے پر دوڑاتے بے ساختہ مسکراہٹ نے اس کے نرم لبوں کی تراش کو نزاکت سے چھوا تھا۔

بظاہر غضب ادائے بے نیازی دکھانا اور فکر کی چھاپ بھی مٹانے میں ناکام رہنا موصوف کا حساب تو وہی تھا صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں۔۔

اکیلے مسکرا رہی ہیں آپ۔۔۔؟" سرسری سا روم کا جائزہ لے رہی میرال" کے پوچھنے پر اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"کیسا لگا آپ کو گھر۔۔۔؟"

"بہت خوبصورت۔۔۔۔"

صرف خوبصورت ہی نہیں یہاں سکون بھی بہت ہے، ہر قسم کے شور"
شرابہ سے عاری فطرت سے قریب تر ماحول، جس کی جاذبیت کو محسوس
کرنے کیلئے لازم ہے پس منظر کی دھند کو نظر انداز کر آج کی روشنی کا استقبال
"کرنا۔۔۔

ہلکے پھلکے انداز میں پنہاں فکر آمیز ہدایت پر مبہم سا مسکراتی ہوئی میرال
کھڑکی کے پاس کھڑی ہو کر دھواں میں تحلیل ہو رہی شام کا نظارہ کرنے لگی
تھی۔

اداسی، شام، تنہائی، کسک، یادوں کی بے چینی۔

!مجھے سب سونپ کر سورج اتر جاتا ہے پانی میں

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

مقدس! میں وہاں سو جاتی ہوں ناں، آپ لوگ غیر آرام دہ محسوس کریں" گے بہتر ہے کہ آپ۔۔۔"میرال نے لجاجت سے ایک اور کوشش کرنی چاہی کہ مقدس کے ہاتھ روک کر متوجہ ہونے پر لب دبا گئی۔

میرال حق جتانا چاہئے، مانگنا چاہئے اور ضرورت پڑنے پر ہاتھ بڑھا کر اپنا" حصہ بلا جھجھک اٹھا لینا چاہئے، کچھ نہیں کرنا چاہئے تو دستبرداری کی کوشش۔۔اگر آپ کو مطلوبہ چیز کی ضرورت نہیں ہے تب بھی پہلے اسے اپنی دسترس میں لیں پھر جو کرنا ہے کریں۔۔۔"مقدس کے گہرے جتاتے انداز پر وہ خفیف سی ہو گئی تھی۔

آپ انھیں بھائی کہتی ہیں اس ناتے یہاں کی ہر چیز پر آپ کا حق ہے خواہ" مخواہ تکلف برتنے کی یا شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، رشتے نام کے نہیں نبھانے کے ہوتے ہیں، پھر انھوں نے خود کہا ہے کہ ان کا بستر دوسرے روم میں ڈال دیا جائے۔۔اب آپ مزید خود کو ہلکان نہیں کریں "اور سو جائیں ہم بستر ڈال کر آتے ہیں۔۔

وہ الماری سے دری لیکر نرم سی مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتی درمیانی دروازہ اچھی طرح بند کر کے دوسرے روم میں داخل ہوئی جہاں دلاور کھانے سے فارغ ہو کر میز پر ہی حساب کتاب کا رجسٹر لیکر بیٹھا ہوا تھا۔

ایک نظر اس کی مصروفیت پر ڈال کر وہ نماز کیلئے مخصوص کھڑکی والی جگہ پر دری بچھانے بڑھ گئی تھی۔۔

ماحول میں خنکی کافی بڑھ رہی تھی جو رات شدت اختیار کر جاتی تھی اسی کے پیش نظر دری کے بعد وہ بھاری گدے کی طرف بڑھی جو وہ اور میرال دقت سے گھسیٹ کر یہاں تک لائے تھے جواب اس سے ہل تک نہیں رہا تھا۔

خیال گزرا کہ محنت سے بنائی گئی مضبوط و توانا بازوں کی مدد طلب کرے لیکن پھر خیال کو جھجھک نے رد کر دیا۔

"بسم اللہ!"

ہانپتے ہوئے ایک مرتبہ پھر اس نے پوری قوت سرف کی لیکن نتیجہ قابل اعتنا نہ نکلا۔۔

"پیچھے ہٹ جائیں۔۔۔۔۔۔"

تاسف سے نازک وجود کی ناتواں کوشش دیکھتے وہ بلا آخر قریب آیا تھا اور ایک منٹ میں اٹھا کر گدے کو جگہ پر پھیکتا ہوا اب تنفس بحال کر رہی محترمہ کو کینہ توز نگاہوں سے گھور رہا تھا۔۔

"آپ مصروف تھے، ہمیں لگا حساب میں گڑ بڑی ہو جائے گی سو ہم نے۔۔۔۔"

اپنے متعلق بھی سوچ لیتی تھوڑا۔۔۔۔"اس کے نازک سراپے پر نظر" ڈال کر چوٹ کرتا ہوا وہ گدا پھیلانے لگا تو مقدس خجالت مٹانے کیلئے اس کی مدد کروانے لگی تھی۔

"کچھ کہنا ہے آپ نے۔۔۔؟"

سفید براق چادر ڈال کر تکیہ رکھتے وہ گومگو کی کیفیت میں اس کی جانب دیکھنے لگی تو وہ پوچھ بیٹھا۔

"وہ ہم آپ سے معذرت کرنا چاہتے تھے۔۔۔"

کیوں۔۔؟"اٹھنے کی کوشش کرتا وہ واپس بیٹھ گیا تھا۔"

وہ یہاں آنے کے متعلق ہمیں دی جان سے پہلے شائد آپ سے بات کرنی"
چاہیئے تھی،آپ کو اگر اس چیز کا برا لگا ہو تو ہم معذرت خواں
ہیں۔۔۔۔۔"وہ دھیمے سروں میں معذرت کی خواہاں ہوئی۔

جواباً اس کے عضلات میں ناپسندیدگی سختی بن کر در آئی تھی۔۔

آپ کو کیوں لگتا ہے مجھے برا لگا ہو گا۔۔۔؟"وہ بغور اس کا جامنی آنچل کے"
حصار میں دمکتا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"ہمیں لگتا ہے ہمیں آپ سے پہلے بات کرنی چاہیئے تھی۔۔"

"پھر کی کیوں نہیں۔۔۔؟"

ہم جلدی میں تھے۔۔۔"پر تپش نظروں کے ارتکاز سے اس کا لہجہ کچھ"
پست ہوا تھا۔

"پھر آپ آرام کریں۔۔۔"

جواباً گوئی رد عمل نہیں آیا تو وہ بلینکٹ جگہ پر رکھ کر اٹھنے ہی لگی تھی کہ یکایک ہی پہلو میں دھرا اس کا ہاتھ اٹھا تھا اور سرد گداز کلائی پر قوی انگلیوں کا گرفت بناتا حدتِ لمس سے مقابل کے پورے وجود میں برقی لہر دوڑاتا اسے جہاں کا تہاں منجمد کر گیا تھا۔

"میرے سوال کا جواب نہیں ملا مجھے۔۔۔۔؟" تیزی سے گداز نقوش میں اتری گلابی رنگت کو گرفت میں رکھتے سنجیدگی سے سوال ہوا تھا۔

"کک۔۔ کونس۔۔ کیسا سوال۔۔۔۔۔؟"

رگ وپے میں بجلی کی طرح دوڑی حرارت سے متلاطم ہوئی دھڑکنوں کو سنبھالتے حواس یکجا تنفس بحال کرنے میں اسے توقف درکار آیا تھا۔

"آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ مجھے آپ کی ہر بات پر اعتراض ہوتا ہے ہر چیز بری لگ سکتی ہے۔۔۔۔۔؟"

کمزور سی مزاہمت کو قطعی قابل اعتنانہ گردانتے گہری نگاہیں براہ راست مرتعش جھالڑی پلکوں پر ٹکائے ہوئے سوال میں پنہاں سلگتا ہوا شکوہ محسوس

کر مقدس نے چونک کر نگاہ اٹھانی چاہی لیکن نگاہوں کے تصادم سے احتراز کیلئے نگاہ جھکاتی مقید کلائی کو آزاد کرنے کی سعی کرنے لگی۔۔

"میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں جواب دیں۔۔۔۔؟" جھٹکے سے کھڑا ہوتے اس نے ذرا سا جھٹکا کلائی کو بھی دیا تو وہ کٹے شہتیر کی طرح لہراتی ہوئی آکر اس کے فراق سینے کا نازک حصہ بنی تھی۔۔

"ہم۔۔ہم۔۔۔۔"

پہلے سے منتشر حواس اس افتاد سے بالکل ہی بکھر بکھر گئے تھے۔

تاہم دھول کی طرح بجتی دھڑکنوں و بے ترتیب تنفس کی ابتر حالت کا مقابل پر قطعی اثر نہیں ہوا تھا وہ ہنوز سپاٹ سوالیہ نظر اپنے چند انچ کے فاصلہ پر موجود حواس باختہ نقوش سے الجھائے ہوئے تھا۔۔

"میں منتظر ہوں۔۔۔۔۔"

سماعت بے حد قریب ابھرے گمبھیر و ضدی لہجے پر مقدس نے سختی سے پلکوں کو میچا تھا۔

یہ اپنی نوعیت کا واحد غیر متوقع شخص تھا جس نے کٹھن سے کٹھن صورتحال میں بھی متعین سمت ورفتار سے بہتے دریا سی شانت و متحمل مزاج لڑکی کی جان اپنی جان لیوا قربت سے پہلی بار مشکل میں ڈال کر اس کے اندر کا سکون و ٹھہراؤ تہس نہس کر رہا تھا۔۔

ہم۔۔ہم بس نہیں چاہتے آپ۔۔آپ کو کوئی چیز بری لگے۔۔۔۔"بڑی" دقت سے اس نے بکھری تنفس کے ہمراہ بے ربط انداز میں جملہ ادا کیا تھا جواباً اس کی آنکھیں سکیڑ گئی تھی۔

گویا وہ مطمئن نہیں تھا اس جواز تراشی سے۔۔

تاہم گرفت کچھ نرم ہو گئی تھی۔۔

مم۔۔میرال کو سر درد کی دوائی چاہیئے تھی، وہ انتظار کر رہی ہوں گی، آپ" اپنا حساب کریں۔۔۔۔"جان خلاصی کا موقع ملتے ہی وہ چھلاوے کی طرح اس کی گرفت و کمرے دونوں سے غائب تھی۔۔

"حساب باقی رہا۔۔۔۔۔"

اپنے خالی ہاتھ اس پر تازہ گداز لمس کی ملائمت محسوس کرتا وہ زیر لب بڑبڑاتا ہوا میز سے رجسٹر اٹھاتا آکر اپنی نشست پر بیٹھا۔

کیلکولیٹر اٹھاتے ہوئے ایک مرتبہ پھر نگاہ ان چھوئے لمس سے آشنا مہکتی کھردی انگلیوں پر ٹھہر گئی۔۔

!! یہ دن، یہ رات، یہ لمحے، اچھے لگتے ہیں

!! تمھیں سوچوں تو سارے سلسلے اچھے لگتے ہیں

!!! بہت دور تک چلنا مگر پھر ___ بھی وہی رہنا

مجھے _ تم سے تم تک _ کے فاصلے اچھے لگتے ہیں

اس کی یہ حرکت غیر ارادی و نادانستہ تھی۔

جو غالباً لاشعور میں اٹکے اس بے چین 'کیوں' کی بدولت سرزدہ ہوئی تھی جو ہر مرتبہ حکیم صاحبہ کے چھوٹی چھوٹی حرکت کیلئے فوری طور پر بنا پس و پیش معذرت خواں ہونے پر سر اٹھاتا تھا۔

اسے نجانے کیوں بار بار اس کا سہولت سے معذرت کرنا کھل رہا تھا ایک چڑ چڑاہٹ سی محسوس ہو رہی تھی۔

حیرت کا مقام ہے ناں۔۔

وہ دلاور عثمانی عرف حریف زادہ جسے کل تک اوروں کی تو دور اپنے بھی کسی عمل کے رد عمل خراب آغاز یا خطرناک و سنگین انجام سے فرق نہیں پڑتا تھا۔

جس کا آغاز و انجام سے گویا کوئی واسطہ ترلا ہی نہیں تھا جو سنجیدہ سے سنجیدہ بات کو شانے سے گرد کی طرح جھاڑ دیتا تھا۔

اور آج بمشکل دو ڈھائی مہینے قبل زندگی میں ہوا اضافہ اس کی اس پختہ لاپرواہ فطرت پر اثرانداز ہو رہی تھی اس کی معمولی سی حرکت اس کی پختہ عادت سے ٹکرا کر سبقت لیجا رہی تھی۔اسے فرق پر رہا تھا۔

ایسے میں اس کا مشتعل ہونا مضطراب ہونا چڑ چڑا ہونا باز پرس کی کوشش میں بے ساختگی و بوکھلاہٹ سے دوچار ہو کر وقتِ زیاں سے کچھ غیر متوقع معنیٰ خیز لمحات کو کشید کر لینا غلط تو نہیں لیکن غور طلب ضرور ہو سکتا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

!!اپنی آنکھوں میں اب کھٹکتے ہیں۔۔۔۔۔۔

!!چشمِ یاراں کا خواب تھے، جب تھے۔۔۔۔۔

!!اب میسر کہاں ہیں؟خود کو بھی۔۔۔۔۔۔

!!ہاں تیرے بے حساب تھے، جب تھے۔۔۔۔۔

گلستانِ بہار کی بے انتہا حسن و جاذبیت لیئے طلوع ہو رہی سحر انگیز صبح کا بعد نمازِ فجر قد آور کھڑکی سے جائزہ لیتے وہ جیسے اس طلسمی ماحول میں کھو سی گئی تھی۔ جو روح میں تازگی و تراوٹ بن کر سرائیت کر رہا تھا۔

دھند میں لپٹی سرسبز و شاداب تازہ شبنم سے نہائی پھول پتی خاردار جھاڑیاں، اترنگی آوازوں میں چہچہاتے ستر گی پروں والے پرندے، قوس قزح کے رنگوں جیسے خوبصورت پروں کو جھٹکتے ہوئے ادا سے اپنے خوبصورت لکڑی سے بنائے گئے گھر سے برآمد ہوا مور، گھاس میں پھدکتا ہوا خرگوش کا جوڑا۔۔

تالاب کے کنارے شاہانہ انداز میں اپنے بھاری بھرکم وجود کے ساتھ براجمان شہنشاہ، ایک کنارے پر گھاس میں بے پروائی سے منہ ڈال و نکال رہا چست و تندرست سفید بکرا اور گائے کی دوستی۔۔

عجب ہی بصارت کو جھٹلاتا ہوا طلسماتی نظارہ تھا جسے کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے حقیقتاً وہ اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ آیا جو اس کی حیرت میں ڈوبی آنکھیں دیکھ ہے وہ حقیقت ہے یا فریب۔۔۔۔

"اتنے غور سے کیا دیکھ رہی ہیں۔۔۔۔؟"

تلاوت سے فارغ ہوئی مقدس اس کی محویت پر پوچھے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

یہ۔۔یہ باہر کا نظارہ۔کیا یہ سب۔۔سب اصلی ہے۔۔؟" وہ اس نظارے " سے نگاہ ہٹائے بغیر حیرانگی سے مستفسر ہوئی تو لفظ اصلی پر شیلف میں کلام پاک رکھ رہی مقدس ہنس پڑی تھی۔۔۔

آپ پہلے کبھی گلستانِ بہار نہیں آئی ہیں۔۔۔؟" کمفرٹر تہہ کرتے اس نے " پوچھا۔

نہیں کبھی موقع ہی نہیں ملا۔۔" کھڑکی سے پشت موڑتے اس کے بشاش " لہجے پر اوس گرا تھا۔

پھر تو آپ کو یہ بھی نہیں معلوم ہو گا کہ باہر موجود ہر گلستانِ بہار کے واسی کا"

"ایک معزز نام ہے۔۔۔۔؟

"نہیں۔۔۔۔"

میرال کا سر تعجب سے نفی میں ہلا تو مقدس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔۔

پھر تو آپ کو یہ بالکل بھی نہیں معلوم ہو گا انھیں ان کے فخریہ نام کے"

بجائے ان کی نسل و نوع سے مخاطب کرنا سلطنتِ گلستانِ بہار میں نا قابل

"معافی جرم مانا جاتا ہے۔۔۔؟

محظوظ کن تجسس پھیلانے کے انداز میں مقدس نے سوال کم اطلاع فراہم کی

تو میرال کی معصوم آنکھیں حجم سے باہر نکل آئی تھی۔۔

"واقعی میں ان کے نام ہے۔۔۔؟"

جی! بالکل ہے۔۔اور آپ کے بھائی کو بالکل گوارا نہیں کہ کوئی ان کے"

عزیز احباب کو ہاتھی، بکرا، گائے، موریا خرگوش کہہ کر بلائے۔۔۔اس

"لیئے محتاط رہیئے گا۔۔۔۔

مقدس کے مصنوعی سنجیدگی لی ئے رازداری سے بتانے پر میرال بے ساختہ کھلکھلا اٹھی تھی۔۔

اس کی صاف وشفاف بے ریاو بے فکر کھلکھلاہٹ پر مقدس نے زیر لب ماشاءاللہ کہتے نگاہوں ہی سے نظر اتاری تھی۔

ہاتھ۔۔میرا مطلب شہنشاہ کے متعلق دی جان اکثر باتیں کرتی ہیں لیکن" ان سب۔۔۔دلچسپ بہت دلچسپ آپ جانتی ہیں سب کے نام۔۔۔۔؟"میرال کے دلچسپی سے پوچھنے پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ اکثر اوقات باہر سے نام ابھرتے سنا ہے لیکن ذاتی طور پر کسی سے ملاقات کا" شرف حاصل ہوا نہیں، لیکن نام بڑے دلچسپ ہیں سب کے۔۔چونکہ باہر "ملازم ہوتے ہیں تو کبھی ہم گئے نہیں۔۔۔

ہلکے پھلکے انداز میں چیدہ چیدہ تفصیل بتاتے وہ کمرہ سمیٹ کر کبرڈ سے دلاور کے کپڑے ٹاول نکال کر اسٹینڈ پر رکھ چکی تھی۔۔

"اور سب سے مزے کی بات یہ سب سے بات۔۔۔۔۔"

"!اہم !اہم"

"آپ۔۔۔۔"

بھاری کھنکار کی آواز پر مزے سے بتارہی مقدس نے سٹپٹا کر جہاں لب دانتوں تلے دبائی تھی وہیں میرال کچھ خجل سی ہو کر ایک سائیڈ پر کھسک گئی تھی۔

"آجائیں میرال ہم ناشتہ بناتے ہیں۔۔۔

وہ تیزی سے درمیانی دروازے کی سمت لپکی۔دہلیز عبور کرتے وہ تنقیدی نگاہ کا تعاقب ضرور محسوس کر سکتی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آج دوسرے دن کا سورج بھی رفتہ رفتہ دھواں دھواں شام کی چادر میں لپٹتا ہوا مشرق کی گود ستانے کیلئے ڈوب چکا تھا۔۔

یہاں آنے سے قبل وہ اس قدر اعصابی دباؤ کے زیر تھی کہ دی جان کی خواہش پر لب وا کر ایک لفظ بھی کہنے کی ہمت خود میں مفقود پاتی ہوئی خاموشی سے اپنا مختصر سامان لیکر بنا سوچے سمجھے مقدس کے ہمراہ نکل گئی تھی۔۔

نفسا نفسی کا شکنجہ جیسے انسان کے بنائے از حد سخت و تنگ حدود و قیود سے بندھی قفسِ زندان سی آب و ہوا سے نکل کر یہاں اس فطرت کے بے حد قریب ماحول سے آشنائی اس کے شکستہ اعصاب کو بہت راس آئی تھی۔۔

ان تلخ و تکلیف دہ افکار کی چھاپ ذہن سے مٹنا آسان تو نہیں تھا لیکن یہاں کے ماحول اور مقدس کے مخلص ساتھ نے کافی حد تک اس کے چٹختے اعصاب کو معتدل کر دیا تھا۔

اگر وہ کہتی کہ گزشتہ پانچ سالوں میں پہلی مرتبہ وہ کھل کر سانس لے پائی تھی تو زیادتی ہر گز نہیں ہوتی۔۔

وہ جو حویلی میں رہتے ہمہ وقت حتیّ المکان احتیاط کے باوجود ایک خوف کا سایہ رہتا تھا کہ یہ چیز انھیں بری نہ لگ جائے فلاں کام کسی کے مزاج پر گراں گزر نہ جائے وہ سایہ شائد حویلی کی دہلیز پر ہی چھوٹ گیا تھا۔۔

گو کہ مسئلہ جہاں کا تہاں موجود تھا لیکن اعصابی طور پر اس ماحول نے اس پر کافی مثبت اثر ڈالا تھا۔

جس میں مقدس کا کافی ہاتھ تھا اس نے بھول کر بھی اب تک حویلی میں گرم مسئلہ کو زیر بحث نہیں لایا تھا۔۔

ہمہ وقت وہ کسی نہ کسی نئے عنوان کو زیر بحث لاتی تھی یا پھر اپنے بھائی دادا کے دلچسپ قصے سنا کر اس کے واپس افکار کی قفس میں مقید ہونے جا رہی سوچوں کا رخ بدل دیتی تھی۔۔۔

اس مخلص لڑکی کی کوشش کو سراہنے کیلئے وہ بسا اوقات دل نہ ہونے کے باوجود محض اس کی پیاری مسکان دیکھنے کیلئے مبہم سا مسکرا دیتی تھی۔۔۔۔

"آپ یہاں ہیں ہم نے آپ کو کہاں کہاں ڈھونڈ لیا ہے۔۔۔۔"

ہولے سے اس کے شانے پر دباؤ ڈال کر خیالوں کا تسلسل توڑتی وہ سامنے آئی تھی۔

"یہ کیا ہے۔۔۔؟"

یہ بیر پچھلے باغ سے آئے ہیں ٹرائی کریں اچھا ذائقہ ہے۔"اس نے چھوٹی" سی ٹوکری آگے کی تو میرال دل نہ ہونے کے باوجود ایک اٹھا کر منہ میں ڈال گئی تھی۔

جبکہ مقدس کی سنجیدہ کھوجتی ہوئی نگاہیں غیر محسوس انداز میں اس کے چہرے کا جائزہ لینے لگی تھی جہاں بکھری مسکراہٹ وتازگی خالصتاً مروت و بناوٹ کی مرہون منت تھی۔۔

لیکن وہ بولی کچھ نہیں تھی بلکہ خاموشی سے اس کا ساتھ دینے لگی تھی۔

بے شک اس کی روح کو بے کل کر رہے مسئلہ پر وہ کھل کر اس سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن ابتدا وہ میرال کی طرف سے چاہتی تھی۔

تاکہ اس کی شعوری کوشش سے اس کے لاشعور میں الجھے درست خیالات سے خوف وخدشات کی گرد ہٹا کر اسے ایک حقیقت پسندانہ فیصلہ لینے میں مدد کر سکے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ دونوں جو جلتی کڑھتی ہوئی اس غلط فہمی میں خود پر جبر کر اپنی اپنی حویلیوں میں دیوار سے کان لگائے بیٹھی تھی کہ کب انھیں اس سلسلہ میں مشاورت کیلئے عثمانی حویلی طلب کیا جائے اور کب جا کر وہ اپنی بھڑاس نکالیں تین دن بعد بھی دوسری جانب چھائی موت کی خاموشی نے دونوں کے صبر وجبر کے سارے باندھ توڑ دئے تھے۔

داجی کے قول وفعل میں رتی بھر کر تضاد ڈھونڈنے سے بھی مفقود ہوتا تھا یہ جاننے کے باوجود ومزید اناوزعم ہستی کا پرچم بلند کر بڑے نقصان کی منتظر ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھ سکتی تھی تبھی جلے پیر کی بلی کی طرح شام ڈھلے

عثمانی حویلی کی احاطے میں ازلی نخوت و تنفر کے ساتھ دونوں موجود حاضر تھیں۔

جس پر دی جان کے علاوہ ہر شخص انگشت بدنداں تھا۔

جس زعم سے گردن میں سریا ڈال کر دونوں بہنوں نے حویلی کی دہلیز عبور کیا تھا کم از کم اتنی جلدی ان کے الٹے قدم لینے کی کسی کو امید نہیں تھی۔

سب کو تو یہی لگا تھا خاصی پاپڑ بلوائیں گی دونوں منتیں ترلیں ہوں گی آخر داجی اولاد اناث کو عزیز ہی اتنا رکھتے تھے۔

لیکن حیرت انگیز طور پر اس باران کی انا کا مینار مسمار ہوا تھا اور ساری بڑی بڑی بھڑکیں دھری کی دھری رہ گئی تھی۔۔

سب حیران پریشان ابھی اسی افتاد سے نہیں سنبھلے تھے کی شہباز عثمانی اندر داخل ہوئے اور دونوں بہنوں کے ہمراہ معجلتاً اسٹڈی میں جا گھسے۔۔

پر اسرار خفیہ میٹنگ پر جاسوسی کرنے کی مضراب نے سر توڑ کوشش کی لیکن صد افسوس دیوار کی زبان نہیں تھی جو اسٹڈی کی دیوار سے کان لگائے

کھڑی مضراب کے کانوں میں اندر کی رازدارانہ میٹنگ کالب لباب ڈالتی۔۔۔۔خیر تجسس وپراسرارایت کاکلبلاتا کیڑازیادہ دیر حرکت میں ری نہیں پایا تھا۔

جیسے ہی داجی مغرب کے بعد حسب عادت چائے پینے کیلئے ہال میں براجمان ہوئے تھے دونوں بہنوں کے ساتھ شہباز عثمانی حاضر ہو گئے تھے۔

ساتھ توان کے خیر شیراز عثمانی بھی تھے لیکن ان کا کردار حسب سابق بھیڑ میں کھڑے ایک غیر واضح کردار کا تھا۔

"باباساہم نے آپ کے فیصلے پر غور کیا ہے، بلاشبہ آپ کا فیصلہ ایک عمدہ سوچ کا نمونہ ہے۔۔۔۔"شہباز عثمانی نے پلان کے مطابق لجاجت سے آغاز کیا۔

"پہلے کب ہم نے بناسوچے فیصلہ لیا ہے۔۔۔۔؟"

پیالی سامنے ٹیبل پر رکھتے داجی نے ترچھی نظروں سے استفسار کیا توتینوں بری طرح ہڑبڑائے۔

ااے۔ایسی بات نہیں ہے باباسا! دراصل ابھی الیکشن کی پیروی کے آخری"
مراحل چل رہے ہیں،اتنی جلدی ہم کہاں سے کوئی قابل و معقول لڑکا
ڈھونڈ پائیں گے،اس لی ئے ہم سب کا خیال ہے کہ الیکشن سے فارغ ہو کر اس
جانب تسلی سے توجہ دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔"یہ زہرا عثمانی تھی۔

"جی۔۔بلکہ بھائی سا کی نظروں میں اپنے دوست کا بیٹا۔۔۔۔"
اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"ثمرہ عثمانی کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی"
داجی نے ٹوکا۔

جس پر تینوں نے مضطرب نگاہوں کا تبادلہ کیا تھا۔۔۔

ہم گود میں بچہ شہر میں ڈھنڈورا کے مصداق بنا سمت کا تعین کئے سات گلی"
"نہیں بھٹکتے،اس صورت جب گھر میں بہترین انتخاب موجود ہے۔۔۔۔

بلیک تھری پیس میں فریش فریش سے اندر داخل ہوئے باران کے سلام کا
سر کی جنبش سے جواب دیتے انھوں نے جملہ مکمل کیا تو سبھی کی نگاہ ٹرانس کی

کیفیت میں قدم در قدم قریب آرہے باران کے اٹھتے قدموں سے جا الجھے۔

"باباسا باران۔۔۔۔"

شہباز عثمانی کی پھسی پھسی سی آواز نکلی تھی۔

"آپ کو کوئی اعتراض ہے۔۔۔۔؟"

"باباسا لیکن۔بب۔۔بب باران۔۔ باران۔۔۔۔"

تینوں بھائی بہنوں کے معنوں حواس نے کام کرنا ہی چھوڑ دئے تھے۔۔

باران عثمانی کیا آپ میرال عثمانی کو اپنی زوجیت میں قبول کریں" گے۔۔۔۔۔؟" داجی کا سوال براہی سپاٹ تھا۔

باباسا۔۔۔۔۔"احتجاج میں چیخ پڑنے کی دونوں کی خواہش حلق میں ہی" دب گئی تھی۔۔

سوال آپ سے ہو رہا ہے باران عثمانی، جواب بھی ہمیں آپ ہی کی زبانی" "چاہیئے، آپ کو کوئی اعتراض ہے، ہاں یا ناں۔۔۔۔۔؟

"نہیں! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔"

سیکنڈ کا توقف لی ئے بغیر ابھرا اس کا بھاری مستحکم لہجہ سبھی کے پیروں تلے زمین کھینچ گیا تھا۔

"باباسا۔۔۔۔"

بس!!" شہباز عثمانی سمیت سب کے کھلے منہ کو داجی کی گرج لی ئے فضا" میں بلند ہوئے ہاتھ نے مقفل کیا تھا۔

فیصلہ ہو چکا ہے، پرسوں شام بعد نمازِ عصر نکاح کی بابرکت سنت ادا کی" جائے گی، وقت بھلے کم ہے لیکن اہتمام میں ہم کسی قسم کی کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گے، سب کی۔۔ مطلب سبھی کی شرکت لازم ملزم ہے۔۔۔اور سب سے اہم۔۔۔۔" لمحاتی توقف لیکر انھوں نے سپاٹ نظر ان چار فق چہروں پر ڈالی۔۔

دوبارہ اس موضوع پر عامیانہ قسم کے اعتراضات یا بچکانی بحث ہماری" سماعت میں پڑی یا کل نکاح کی تقریب میں کسی بھی قسم کی بدمزگی کا ماحول بنا

تواسے ہم نافرمانی قرار دیں گے۔۔یادرہے نافرمانوں کو ہم معقول سزا دیتے ہیں تلافی کا موقع نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

ڑیڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑا دینے والے انداز میں سب کی حدیں متعین کرتے وہ محفل و موضوع دونوں برخواست کر چکے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"مگر دی جان اتنی جلدی کس طرح۔۔۔۔۔"

دی جان کی بات سن کر حقیقتاً وہ پریشان ہوا ٹھی تھی۔

"آپ کے داجی کا یہی مزاج ہے بیٹا! وہ کسی بھی معاملے کو خواہ مخواہ لٹکائے رکھنے کے قائل نہیں ہیں، پھر باران نے بھی ہاں کر دی ہے تو مزید وہ ٹال مٹول سے کام نہیں لیں گے۔۔۔" اسپیکر سے دی جان کی پریشان آواز سنتے ہوئے شکن آلود پیشانی رگڑنے لگی تھی۔

لیکن دی جان میرال کا ذہنی طور پر تیار ہونا بھی تو ضروری ہیں ناں، ان تین" دنوں میں وہ تھوڑا بہت سنبھلی ضرور ہیں لیکن اب بھی ان کی ذہنی حالت "ایسی مستحکم نہیں ہے کہ بات کیا جائے۔۔۔۔اور پھر۔۔۔

بقیہ الفاظ پشت پر آہٹ محسوس کر کے لبوں پر دبے تیزی سے گردن موڑ کر اس نے دیکھا لیکن کمرہ بالکل خالی تھا۔

ایک نظر کھڑکی سے باہر کاٹیج کی سیڑھیوں کے پاس لگائی گئی آگ کے گرد رکھی دونوں خالی سٹول پر ڈالی جہاں کچھ دیر پہلے وہ اور میرال بیٹھے ہوئے تھے۔

مرد ملازمین کو کاٹیج کے حصہ میں آنے سے منع کرتے ہوئے دلاور دو دن سے انھیں لکڑیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈال کر آگ سلگا کر دے رہا تھا جہاں وہ دونوں مغرب سے عشاء کی اذان ہونے تک بیٹھ کر باتیں کرتی تھی۔

خود وہ شہنشاہ کے کاٹیج کے پاس بڑی آگ سلگا کر رات کے دس گیارہ بجے تک بیٹھا رہتا تھا۔۔

ہم کوشش کرتے ہیں دی جان آپ بالکل پریشان نہیں ہوں،اور دعا کریں"

"وہ سمجھ جائیں۔۔

کال مختصر کرالوداعی کلمات ادا کرتی ہوئی وہ طویل سانس کھینچ کر باہر نکل آئی تھی جہاں اب گم سم سی میرال ہاتھوں کی لکیروں کو گھورتی ہوئی خود فراموشی کی انتہا پر بیٹھی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

معجزہ بار بار تھوڑی ہے

زندگی کوئے یار تھوڑی ہے

شور ہے، آپ کان مت دھرنا

آہ میری، پکار تھوڑی ہے

جن کے بچھڑے سے لوگ مرتے ہیں

!!ان میں اپنا شمار تھوڑی ہے

کبھی کبھی دل کرتا تھا شدت سے رگڑ کر ہتھیلی کی بے مقصد لکیروں کو مٹا ڈالے، یا اتنا روئے کہ ذہن سے چمٹے ان اذیتناک یادوں کی گرد دھل جائے، یا پھر یوں سرکش ہو کر چیخے کی مصحلت و مجبوری کی ساری زنجیریں ٹوٹ کر تڑپتی روح کو خود ہی رہائی دے دے۔

اتنا خود غرض ہو جائے کی درماندگی کم مائیگی بے سائبانی جیسے روح کو دیمک کی طرح چاٹ کر سانس سانس محال کر رہے ہر پست احساس کو نوچ کر خود سے جدا کر دے۔۔

لیکن ہائے! لاحاصل سسکتی ہوئی اکاش اکا روح پر گہرے گھاؤ لگاتا ہوا سلسلہ جس کا بس بس پہلے سے لہولہان دل کو زخم زخم کرنے پر چلتا تھا۔

اور آج تو بے بسی اس انتہا پر پہنچ چکی تھی کہ احتجاج میں اس کے پاس لبوں کو جنبش دینے کی قوت تک مفقود تھی۔ایک بے ضر آنسوں کے قطرے کا بھی

فقدان تھا آنکھیں بالکل صدیوں سے بارش کی بوند کو ترسی زمین کی طرح بنجر سوکھی پڑی ہوئی تھی۔

جہاں خواب کی فصل اگنے کا سلسلہ تو بہت پہلے رک چکا تھا شائد اب کرب کا احساس بھی اترنا نہیں چاہتا تھا۔

ہم جانتے ہیں آپ ہماری فون کال پر ہو رہی گفتگو سن چکی ہیں، خود کو" خاموشی کی اذیت نہیں دیں جو کہنا چاہتی ہیں جتنا غبار اندر بھرا ہے کہہ دیں ہم سننے کیلئے تیار ہیں۔۔"زبردستی اس کی گرم انگلیوں میں قہوے کا مگ اٹکاتی ہوئی صاف گوئی سے وہ ہمہ تن گوش ہوئی تھی۔۔

"میں تہی داماں ہو چکی ہوں نہ الفاظ ہے نہ آنسوں۔۔۔"

مگ کو پیچھے سیڑھیوں پر رکھتی ہوئی وہ ہاتھ سیکنے لگی تھی۔

دکھتے الفاظ سے زیادہ اس کے لہجے خالی پن نے مقدس کی روح کو جھنجھوڑا تھا۔

خود پر خوشیوں کے دروازے بند کرتے ہوئے، اذیتوں کے زندان میں خود" کو جھونکتے ہوئے، ایک کرب مسلسل سے ہمہ وقت اپنے اعصاب کو نبرد آزما رکھتے ہوئے، کبھی ایک پل کیلئے بھی آپ نے اپنی زندگی کی سب عزیز "ہستی کے متعلق سوچا ہے میرال۔۔۔؟

کس کے متعلق۔۔۔؟" مقدس کے عجیب سے سوال پر اس نے بے چین" ہو کر پوچھا۔

اپنی والدہ کی متعلق۔۔۔۔ "قصداً اس کی کمزور نبض کو چھوا"

"میں۔۔۔۔۔"

الگ ہی ذکر چھیڑنے پر میرال نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔۔

آپ کو اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت و یگانگت اپنی والدہ سے تھی، اور" آپ کی والدہ کی تمام تر محبت و فکر کا مرکز آپ کی ذات تھی۔۔۔۔ میزان عثمانی کا وجود آپ کی والدہ کیلئے باعثِ مسرت اس لیئے تھا کیونکہ آپ کا محفوظ و مضبوط مستقبل دیکھتی تھی ان میں وہ، اور آپ کو ان سے اس قدر

انسیت اس لی ئے ہوئی کیونکہ ان کا حوالہ آپ کی والدہ کیلئے راحت کا سامان بن گیا تھا۔ مختصراً آپ دونوں کی تلاش اس شخص پر ختم ہو گئی ان کی ذات آپ دونوں کی تلاش کا مرکز و منزل بن گیا۔۔۔یہ آپ کی دو باب تین کردار پر مشتمل کہانی کے پہلے باب کا خلاصہ ہے۔۔۔۔۔۔۔ہے

"ناں۔۔۔۔؟

یک ٹک خود کو دیکھ رہی میرال کی آنکھوں میں جھانکتے اس نے اپنے پر وثوق انداز کی نرمی سے تصدیق چاہی جس پر وہ سرعت سے واپس نگاہ لکڑیوں سے اٹھتی چھوٹی چھوٹی لپٹوں پر جما گئی تھی۔

جبکہ اس نے مدلل و مفصل سلسلہ کلام جاری رکھا۔۔

دوسرا باب کچھ ناخوشگوار حالات و واقعات سے نبرد آزما رہا، آپ دلبرداشتہ " ہوئی، ناامیدی و نارسائی کی اذیت سے دوچار ہوئی جو کہ فطری تھا، لیکن آپ نے اپنے تئیں اسے ایک بدترین اختتام تسلیم کر اخذ کر لیا کہ کاتبِ تقدیر نے یہاں قلم روک دیا ہے، آپ کو بھی کوششیں ترک کر زندگی سے جنگ کیلئے

بچے ہتھیار پھینک کر خود کو حالات کی سرکش لہروں کے نذر کر دینا

"چاہئے۔۔۔ہے ناں۔۔۔۔؟

درست تجزیہ پر میرال نے نامحسوس انداز میں پہلو بدلہ تھا۔۔

تعجب خیز یہ نہیں حیرت کا مقام تو یہ ہے کہ کردہ ناکردہ ہر جرم کی سزا کا"

بوجھ اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھاتے آپ کو سیکنڈ کیلئے بھی احساس نہیں ہوا

آپ اپنے اس عمل سے اپنی زندگی کے دو عزیز ترین ہستیوں کے ساتھ کتنی

"بڑی زیادتی کر رہی ہیں۔۔۔۔

"مم۔۔میں نے زیادتی کی ہے۔۔۔۔؟"

مقدس کے دوٹوک ٹھہرے انداز پر وہ مچل کر احتجاج میں کھڑی ہونے لگی

کہ مقدس نے اس کی کلائی پر دباؤ ڈالتے اس کی کوشش ناکام کرتے اثبات

میں سر ہلایا جس پر اس کی بنجر آنکھوں میں دریا اترنے لگا تھا۔

آپ کی والدہ جنھوں نے ایک مشکل ترین زندگی گزاری، جس کی آپ خود"

چشم دید گواہ ہیں، جن کی بس ایک ہی خواہش تھی آپ کو ایک خوشحال و

مکمل زندگی گزارتے دیکھنا،اپنے آخری وقتوں میں بھی جن کی آنکھوں میں ایک ہی خواب ہلکورے لے رہا تھا آپ کا آباد آشیانہ،جو حالات کے ایک تھپڑ سے بکھر گیا،اور آپ نے کیا کیا میرا ل۔۔؟بجائے ان تنکوں کو سمیٹ کر ان کی آخری خواہش کو تعبیر دینے کی کوشش کرنے کے اسے ناامیدی کی پھڑ پھڑاتے دئے سے آگ لگا کر اپنا وجود ہی راکھ کر لیا،اور خود کو ان سے بھی بدتر پوزیشن میں لا کر کھڑا کر دیا جہاں وہ آپ کو دیکھنے کا تصور تک نہیں "کر سکتی تھی،کیا یہ زیادتی نہیں ہے ان کے ساتھ۔۔۔۔؟

تلخ آئینہ داری پر اس کے اندر دھواں بھرنے لگا تھا سانس بھاری ہونے لگی تھی۔انگلیوں کو الجھاتی وہ اندر اٹھتے طوفان کو دبانے کی کمزور سعی کرنے لگی۔۔

جس کا اندازہ ہونے کے باوجود وہ معمولی توقف لیکر سلسلہ کلام جاری رکھے ہوئے تھی۔

وہ بے ضرر سا شخص میزان عثمانی جس نے ایک ڈری سہمی اپنی پرچھائی سے "
بھی ہراساں لڑکی سے عشق کیا تھا، جو اس کی خوابدیدہ آنکھوں میں ہلکورے
لیتے فکر و خدشات کے آنسوں چن کر وہاں خواب و خواہشات کا ایک دنیا بسانا
چاہتا تھا، اسے اپنی محبت کی حدت سے سینچنا چاہتا تھا، اپنے نام کے حوالے کے
مضبوط حصار میں آپ کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔۔اور آج آپ اسی شخص کے
نام پر زندہ لاش بنی گھوم رہی ہیں، کسی کے بے لوث جذبات کو ایسا خراج پیش
"کرنا زیادتی نہیں تو اور کیا ہے میرال۔۔۔۔؟

"ننن۔۔۔ نہیں۔۔میں نے ایسا نہیں کیا ہے۔۔۔۔"

وہ تڑپ کر ہزیانی انداز میں چیختی ہوئی کھڑی ہوئی تھی۔

سپید پڑتے چہرے پر حوادث کی کیفیات بکھری ہوئی تھی وجود ہولے ہولے
لرز رہا تھا۔

ایسے ہی کسی رد عمل کی منتظر مقدس بالکل بھی نرم نہیں پڑی تھی۔ہاتھ
بڑھا کر کلائی تھامتے واپس بٹھایا جو بہتی آنکھوں سے بنا مزاہمت بیٹھ گئی تھی۔

جبکہ شہنشاہ کے ساتھ بیٹھا دلاور تجسس سے ناچاہتے ہوئے بھی کاٹیج کی طرف چلا آیا تھا۔

ہمارے الفاظ بے شک تلخ ہے، لیکن سچائی یہی ہے اس شخص کی پاکیزہ محبت "
"کو آپ کے عمل نے آسیب زدہ بنا دیا ہے ایک عبرت کا نشان۔۔۔۔

"مقدس پلیز۔۔۔۔۔۔۔"

چہرہ ہاتھوں میں ڈالتی ہوئی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ جس پر مقدس کا دل پسیجا تھا۔

لیکن وہ جانتی تھی بسا اوقات گہرے چوٹ کے بعد خون خود نہ بہے تو کٹ لگا کر اس بیکار خون کو بہانا ضروری ہوتا ہے جس سے تکلیف تو بلاشبہ ہوتی ہے لیکن اسی میں بھلائی ہوتی ہے۔

اور معذرت کے ساتھ! محض آپ ان دو ہستیوں کو ہی نہیں اپنے رب کو "
"!!! بھی ناراض کر رہی ہیں میرال

خاصا توقف لیکر اس کے لب واپس ہلے تو اس نے بھری بھری شکوہ کناں نگاہ اٹھائی۔

دینی احکام کے مطابق سوائے شوہر کے کسی بھی قریبی سے قریبی رشتے کی " دائمی جدائی پر تین دن سے زیادہ کا سوگ جائز نہیں ہے، صرف شوہر کی وفات پر عورت چار مہینے دس دن تک کا سوگ منا سکتی ہے، اس کے بعد وہ جیسی چاہے زندگی گزار سکتی ہے۔ وہ خود سادگی کو ترجیح دے یہ مختلف بات ہے، لیکن زمانے کے ڈر سے مخصوص انداز اپنا کر خدا کے احکام پر زمانے کی قوانین کو ترجیح دینا کھلی نافرمانی ہے،

کسی کے چلے جانے سے زندگی کا سلسلہ نہیں رکتا ہے، جب تک مقررہ وقت نہ آجائے انسان چاہ کر بھی زندگی کی ڈور نہیں چھوڑ سکتا۔۔ اور 'بیوہ' ہونا کوئی معیوب بات نہیں ہے، ہر شخص ہر رشتہ خود ہماری جان اللہ کی امانت ہے، اور امانتدار کی دسترس میں امانت کے چلے پر احتجاج کیسا۔۔۔؟ ہاں! فطری انسیت کے بدولت اداس ہو جانا ایک عام سی بات ہے، لیکن اس سوگ والم

سے ابھرنے کی کوشش نہ کرنا خاموش احتجاج کی صورت ہے، جو کسی طور
"جائز نہیں۔۔۔۔

اس کے دونوں ہاتھ تھام کر ہاتھ کے ساتھ اس نے آخری الفاظ پر بھی
خصوصی دباؤ ڈالے تھے۔ جواباً میرال کی پلکوں سے ٹوٹتے آنسوں کا سلسلہ
تیز ہو گیا تھا۔

"ایک حقیقت پسندانہ شعر ہے میرال۔۔۔"

چپ رہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعزاز سخن
! ظلم سہنا بھی تو ظالم کی مدد ہوتی ہے

آپ نے اس فرسودہ روایات کو بنا پس و پیش قبول کر اس کی سختی سے پیروی
کر نہ صرف ظالموں کی مدد کی ہے بلکہ احکام شریعت سے بغاوت بھی کی
ہے۔۔

اور ایک پل کو ہم مان بھی لیں اس معاشرے میں جینے کیلئے اس کے کچھ جائز نہ جائز قانون کو طوعاً و کرہاً تسلیم کرنا پڑتا ہے تب بھی آپ غلط پر قائم ہیں، کیونکہ آپ اچھی طرح جانتی ہیں آپ پر میزان عثمانی کی عدت واجب نہیں ہوتی۔۔۔۔۔۔۔"

یکایک ہی شا کی نظروں سے اسے دیکھتے جھڑتے آنسوں کا سلسلہ تھم گیا تھا مقدس کی گرفت سے دونوں کلائی آزاد کر وہ اب بجھ چکی آگ کو دیکھ رہی تھی۔ جس میں اب بھی تپش باقی تھی ارد گرد دبیز خاموشی وسیاہی پھیلی ہوئی تھی ایسی ہی تاریکی وخاموشی اس کے اندر سرائیت کر رہی تھی۔۔

"کچھ لوگ ہماری زندگی میں ایک خوبصورت موڑ کی طرح آتے ہیں جہاں سے ہمارے لی ئے زندگی کے معنٰی بدل جاتے ہیں، جو کبھی تاریک و تنہارات میں ساتھ جاگتے چاند کی طرح ہمراہ ہوتے ہیں تو کبھی راہ بھٹکے مسافر کی رہنمائی کیلئے نکل آئے ننھے بے غرض جگنو کی طرح ہوتے ہیں، جن کا مختصر سا ساتھ ہوتا ہے، بسا اوقات اس ساتھ کو ہم منزل سمجھ لیتے ہیں در حقیقت

وہ بس کڑی ہوتی ہے جو ہمیں ہماری اصل منزل سے جوڑتی ہے۔آپ باشعور ہیں سمجھدار ہیں یہ ساری باتیں آپ کے لاشعور میں موجود ہے، لیکن آپ نے خوف وخدشات احسانات کو اس قدر خود پر حاوی کر لیا ہے کہ اپنے ہی لاشعور تک آپ رسائی کرنے سے قاصر ہیں۔۔۔

ہم سمجھتے ہیں آپ ایک مشکل مرحلے سے گزر رہی ہیں، لیکن میرال آپ کو مضبوط بن کر اس دھند سے نکل کر اپنے متعلق سوچنا ہے، ان لوگوں کے متعلق سوچنا ہے جو آپ کو تکلیف میں دیکھ کر مسکرانا بھول جاتے ہیں، آپ کو اپنی والدہ کی آخری خواہش کو تعبیر دینا ہے، اس شخص کی سچے جذبات کو معتبر کرنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

لوگ کیا کہیں گے کی تنگ سوچ سے نہیں دامن چھڑانا ہے، آپ بھی جانتی ہیں لوگوں کو آپ کبھی مطمئن نہیں کر سکتی، انسان وہ کم ظرف مخلوق ہے جو اپنے رب کی تمام نعمتیں پا کر بھی مطمئن نہیں اسے بھی کبھی شکوہ تو کبھی

الزام دیتا رہتا ہے، پھر ہم ادنیٰ انسان کی ان کی نظروں میں کیا بساط کیا

"اوقات۔۔۔۔۔۔۔۔

ضبط کمال کو آزماتی ہوئی وہ وحشت زدہ سی ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ بھی برابر کھڑی ہو گئی اس کے تیزی سے اندر بڑھنے پر اس نے روکا نہیں تھا لیکن اس کے الفاظ پیروں سے جکڑے تھے آخری سیڑھی۔

اگر پھر بھی آپ کا دل گوارا نہیں کرے تو بے شک عین نکاح کے وقت "

"انکار کر دیجئے گا ہمارا وعدہ ہے کوئی آپ کو الزام نہیں دے گا۔۔۔۔

وہ تیزی سے دروازے کے پیچھے غائب ہو گئی تھی جبکہ مقدس وہیں سیڑھیوں پر تھکے انداز میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پیوست کرما تھے سے جوڑتی بیٹھ گئی تھی۔۔۔۔

توقف سے قریب ہوئی آہٹ پر اس نے چہرہ اٹھایا تو دلاور عین مقابل سنجیدہ تاثرات لیئے کھڑا تھا۔

پانی!!"اس کے گلاس بڑھانے پر وہ خاموشی سے تھام کر لبوں سے لگا گئی" تھی۔

آپ کی کوشش بہترین تھی نتیجہ قسمت پر چھوڑ دیں۔۔"اس کے نیچے" جھول رہے گرم شال کو سمیٹ کر اچھے سے اس کے گرد ڈالتے وہ پہلو میں نشستہ ہوا تو ایک پل کو بوجھل دل نے اس کے مضبوط شانے پر سر رکھ کر آنکھیں موندنے کی خواہش کی جس پر سٹپٹاتی ہوئی وہ تھوڑی کھسک گئی تھی۔۔

وہ صبح درخشاں سی لڑکی،

جو خزاں کی شام میں ڈھل گئی،

وہی جسے اب خوش بختی پر اعتبار نہیں رہا،

شائد اسے اب خود سے بھی پیار نہیں رہا،

وہ جو اس شخص کی دیوانگی تھی،

وہ جس کا عشق محرم تھا،

پر تقدیر مہربان نہ ہو سکی تھی،

وہ جس نے دھانی چادر اوڑھنے کی بیلا میں،

برف سی سفید چادر اوڑھ زندگی کے ہر رنگ سے دستبردار ہو گئی تھی،

وہ جسے اس شخص کا نام ملا،

پہچان ملی،

نہ مل سکا تو اس کا محبت بھرا ساتھ،

اس کی چاہت کی حدت کو محسوس کرنے کا اک امر لمحہ،

اس دیومالائی داستان کے رومانوی کردار سے شخص کی سنگت،

وہ جس کے حصے آئی تو فقط،

ارمانوں کا لٹا ہوا جہاں،

یادوں کے بنجر نخلستان،

خوابوں کی ویران بستیاں،

حسرت کی آگ میں جھلسے خواہشوں کا گمنام دیس،

جہاں وہ،

لبوں پر زخم خوردہ مسکان،

طویل رتجگوں کی غماز سیاہ حلقوں سے مزین چہرہ،

بے نور خدوخال لیئے زندگی کا بوجھ نازک کندھوں پر گھسیٹتی ہوئی آج تک گھوم رہی تھی۔۔۔

لیکن اب وقت اور لوگوں کے مطابق اسے اس سب کو ایک بد دعا ایک برا خواب، تلخ خیال یا آزمائش کا گزر چکا دور سمجھ کر بھولنا تھا اور نئے سرے سے دل کی نہاں خانوں میں دفن کر بھول چکے جذبات واحساسات کی تلاش کی آبلہ پا راہ سے گزرتے دریافت کرنا ہے۔

دل کی بنجر زمین کو واپس احساس کی نمی بخشنی ہے اور وہاں از سر نو ارمانوں کی فصل اگانی ہے۔۔۔

!لیکن

کہنے اور کر گزرنے میں ارض وسماں کا فاصلہ وفرق حائل ہوتا ہے جسے طے کرنا کسی ننگے تلوار، برف کی سیل یا آگ کے دریا پر چلنے سے کم دشوار نہیں ہوتا۔ لیکن صد افسوس اس فرق کو اس کی اصلی ہیئت ونوعیت کے ساتھ صرف وہی واحد شخص سمجھ سکتا ہے جو اس دوراہے پر تن تنہا کھڑا ہو۔۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ۔۔۔

زخم پر جتنا جلدی مرہم رکھ دیا جائے اس کے بھرنے کی مدت اتنی ہی مختصر ہو جاتی ہے اور جتنا اسے لاپروائی سے کھلا چھوڑا جائے وہ اس قدر ہی خراب ہوتا جاتا ہے۔اور میرال عثمانی کے زخم تو پورے پانچ سال سے کھلے تھے دن بہ دن لمحہ بہ لمحہ سال در سال خراب سے خراب ہوتے رہے ہیں، وہ بھی کسی مسیحا کی آمد کی امید سے بے بہرا ہو کر بے حس بن کر۔۔

ان زخموں کی موجودہ ابتر حالت کا تو شائد کوئی اندازہ بھی نہ لگا سکے۔۔

لیکن ضمیر کی غیر جانب دار عدالت مقدس کی تلخ آئینہ داری کے بعد اس کی زخم خوردہ روح، سسکتے دل کی بودے جواز و دلیل سے کان لپیٹے اسے آزمائش کے کٹہرے میں کھڑا کر ایک مرتبہ پھر کڑا امتحان چاہتا تھا۔

اور وہ حالات کی دھارا میں تنکے کی مانند بے یار و مددگار بہنے والی لڑکی نے بے بسی کی انتہا پر ہاتھ پیر مارنے کی کوشش ترک کر خاموشی سے گھٹنے ٹیک گردن جھکا دئے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

سردیوں کی شدید گہر میں لپٹے ایام میں جس طرح اچانک بادشاہِ فلک کے جلوہ افروز ہو جانے سے ٹھنڈ سے پریشان ہر ذی روح کی رگ و پے میں نئی حرارت و توانائی کی لہر دور جاتی ہے کچھ ایسا ہی سماں آج برسوں بعد حویلی کی سرد آب و ہوا میں دوری خوشی و انبساط کی لہر نے باندھا تھا۔

طلوعِ افتاب سے ہی حویلی میں آج گہما گہمی شروع ہو گئی تھی جو چڑھتے دن کے ساتھ بڑھتی ہی چلی گئی تھی۔ متحرک حویلی کے مکین، خاص الخاص

مہمانوں کی آمد و رفت ان کے پر تپاک استقبال و خاطر مدرات میں متحرک ملازمین۔۔

عقبی لان سے اٹھتے دھویں کے ساتھ ہر جانب پھیلتی خالص دیسی کھانوں کی اشتہار انگیز خوشبو جو کسی بھی انسان کی بھوک چمکا سکتی تھی۔آخر داجی نے فقط خاص مواقعوں کیلئے مخصوص اپنے پسندیدہ باورچی کو جو ذمہ داری سونپی تھی تعام کی۔۔

ایسی چہل پہل و تازگی لی ئے ماحول میں دل میں بغض و عناد کے شعلے دبائے بظاہر شائستگی سے مسکرا رہے چنندہ لوگوں کی منافقت بھی بظاہر متانت و بردباری ہی نظر تھی۔

ورنہ تو ان کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے تھے۔

جیسے جیسے ظہر و عصر کے درمیان کا فاصلہ سمٹ رہا تھا ویسے ویسے ہی بھاگ دوڑ میں بھی تیزی آتی جا رہی تھی۔چونکہ نکاح مسجد میں ہونا تھا اور وہاں سے داجی نے بلخصوص طلب کی گئی عام پنچائیت سے خطاب کرنے جانا تھا لہذا

مرد حضرات جلدی جلدی کر رہے تھے ورنہ بعید نہ تھا تاخیر کی صورت داجی سے عزت افزائی ہو جائے۔۔۔

ایسے میں بس وہ ایک صاحب بہادر تھے جنھیں نہ حاکم سرکار کے عتاب کا خوف تھا نہ ہی اس نکاح میں کوئی خاص دلچسپی تھی۔ حویلی بھی وہ محض دی جان کی اصرار پر ٹکے ہوئے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"دلاور! حد ہی ہو گئی ہے پوری حویلی کے پیروں میں پہیئے لگے ہوئے ہیں اور تم یہاں بے فکر پڑے ہو، اٹھو جلدی سے تیار ہو جاؤ۔۔۔ تمہارے داجی کو پنچائیت بھی جانا ہے۔۔۔۔"

عجلت میں داخل ہوئی دی جان نے پریشانی سے اس کا گھٹنا ہلایا جبکہ دوسرے ہاتھ میں استری شدہ بادامی شلوار قمیض کا ہینگر تھا۔۔

"یار! نکاح باران ساکا ہے، جلدی آپ کے سر تاج کو ہے، گواہ دولہا دلہن کے ماما پھپا چاچو کو بننا ہے، پھر آپ مجھ ایرے غیرے نتھو خیرے کا آرام

کیوں حرام کر رہی ہیں میں تو قاضی بھی نہیں ہوں۔۔۔۔۔"کسملندی سے کروٹ بدلتا وہ بیزاریت سے گویا ہوا تو دی جان نے جھٹ زچ ہو کر اس کے شانے پر چپت رسید کی۔

بھائی ہو تم لڑکے کے، کوئی ایرے غیرے نہیں۔۔۔۔"دی جان نے" ڈپٹتے جتایا۔

لڑکے کا بھائی شہر موجود ہے، میں تو اپنے باپ کا بھی سگا نہیں ہوں، خواہ" مخواہ کے رشتے نہیں جوڑیں۔۔۔"وہ کوفت زدہ سا اٹھ بیٹھا تھا۔

لوگوں کا کام ہی فضول باتیں کرنا ہوتا ہے، حواسوں پر کیوں سوار کرتے" ہو۔۔۔۔؟"اس کی پہلو میں جگہ سنبھالتی دی جان نے محبت سے اس کے الجھے بالوں کو سہلایا۔

وہ جانتی تھی ابھی کچھ دیر قبل جب داجی کی پھپی زاد بہن حسب عادت اپنی صاف گو انداز میں اس کے اناًفاناً نکاح کے متعلق ان تک پہنچیں افواہ پر اپنے بے بانگ دہل زریں خیالات کا اظہار کر رہی تھی وہ جاگ رہا تھا۔۔

مجھے کسی سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔۔۔۔"وہ پتھر بنا۔"

اچھی بات ہے،اب جلدی سے یہ لو پہن کر تیار ہو جاؤ۔۔اس بچی نے دس" قسم کے کاموں میں گھن چکر بننے کے باوجود یاد سے استری کیا ہے تمہارے لی ئے۔۔۔۔"ہینگر اس کے ہاتھ میں تھماتی وہ اپنی بچی کی شان میں رطب اللسان ہوئی۔

کس نے کہا تھا آپ کی بچی کو' یہ 'زحمت کرنے کیلئے میں نہیں پہنتا" یہ۔۔۔۔"شلوار قمیض دیکھ کر حسب سابق اس کا منہ بن گیا تھا۔۔

نخرے نہیں کرو زیادہ، شلوار قمیض میں ہی اونچا پورا بندہ بندے کا پتر لگتا" ہے، بھلا یہ کپڑے بھی کوئی کپڑے ہیں۔۔۔"ہاف سلیوٹی شرٹ پر تنقید نگاہ ڈالتے انھوں نے ہنکار بھرا تو دلاور کی لبوں کی تراش میں شریر مسکراہٹ سمٹی۔۔

پہن لوں گا، پہلے بتائیں شلوار قمیض میں میں زیادہ خوبرو لگتا ہوں یا آپ کے" شہباز کے ابا۔۔۔؟ سچ سچ بتایئے گا۔۔۔۔۔؟" مسکراہٹ دباتے اس نے آنکھیں سکیڑی۔

دلاور۔۔۔۔" دی جان نے زچ نگاہوں سے سرزنش کرنا چاہا۔۔"

نہیں بتائیں گی تو نہیں پہنوں گا۔۔۔" وہ شانے اچکاتا واپس دراز ہوا۔ جس" پر دی جان نے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

نجانے کب ان دادا پوتے کی مقابلہ بازی کنارے لگنی تھی۔

تمہارے داجی جیسے لگتے تھے ویسے ہی لگتے ہو نہ کم نہ زیادہ، ہو گئی تسلی اب" جلدی سے اٹھ جاؤ شاباش۔۔" دی جان نے بھی کمال سیاسی جواب دیا تھا۔

یہ۔۔یہ نہیں چلے گا۔۔۔" وہ فوراً احتجاج میں اٹھا لیکن دی جان نے اس کی" ایک نہیں سنی تھی اسے زبردستی بیڈ چھوڑنے پر مجبور کر ہی دیا تھا۔

دی جان یہ کوئی انصاف کا تقاضا تو نہیں ہوا، آپ تو ایسے بھی اپنے سر تاج ہی" کے گنگان کر رہی ہیں،۔۔۔"واش روم کی دہلیز پر احتجاج میں پھر قدم جام ہوئے۔

میرے سر تاج کے وارث ہو تم، تمہاری رگوں میں ان کا خون دوڑتا ہے" ظاہر ہے انھیں جیسے ہو گے، اس بات میں تو دو رائے نہیں ہے ناں۔۔۔؟"دی جان نے پھر مہارت سے بات کو گھمایا۔۔ نہیں! چار رائے ہے، کیونکہ آپ کے جواب سے سیاسی بارود کی بو آ رہی" ہے۔۔۔"خفا خفا سا وہ جا کر واش روم میں بند ہو گیا تو دی جان ہولے سے مسکرا دی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

فارغ نہ جانئے مجھے میں مصروف جنگ ہوں

!اس چپ سے جو کلام سے آگے نکل گئی

بھائی سا! اتنی پیاری ہے ناں وہ اتنی زیادہ پیاری لگتی ہے مجھے کہ بس دل کرتا" ہے اس کا ہاتھ تھام کر ایک ہی بار میں سیدھا حویلی لے آؤں۔۔میری آنکھوں کو نجانے کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟ہر روپ میں وہ مجھے پہلے سے زیادہ پیاری لگتی ہے، مسکراتے ہوئے تو خیر میں نہ دیکھا نہیں محترمہ کو ایک نمبر کی خبط الحواس ہے، پر بوکھلاہٹ میں جب کچھ انٹ شنٹ بول جاتی ہے، میری سمجھ نہیں آتی قہقہہ لگاؤں یا۔۔۔۔۔۔۔۔" فدائیہ انداز میں وارفتہ جذبات بیان کرتے اس نے دونوں باہیں پھیلا کر جملہ کھینچا۔۔

بریک لگائیں مسٹر! آپ اپنے بڑے بھائی سے مخاطب ہیں۔۔۔؟"ٹوکتے" ہوئے اس نے وڈیو کال پر ہی مصنوعی گھوری ڈالی تھی جواباً وہ خجل سا ہو کر سر کھجاتا ڈھٹائی سے گویا ہوا تھا۔

آپ صرف بڑے بھائی ہی نہیں بیسٹ فرینڈ بھی ہیں، اینڈ لو کنفیشن رول" کے اکارڈنگ پہلا اظہار فرینڈ کے سامنے ہی ہوتا ہو گا۔۔۔"وہ کھوج کر محظوظ کن جواز لایا تھا۔۔

مے بی ! بٹ آپ اپنے ایکسٹرا آرڈنری کیس میں اظہار والا پورشن اپنی اونلی"
"!!ون اسپیشل کیلئے ریزورر کھیں پلیز
وہ تو بیہوش ہی ہو جائے گی۔۔۔"اس نے منہ بسورا۔"
"میں بھی ہو سکتا ہوں۔۔۔"
"ہاہاہاہا۔۔۔"
جواباً بھرا محظوظ کن دلکش قہقہہ پوری جاذبیت کے ساتھ سماعت میں گونجتا اس کے خوبرو سنجیدہ چہرے کے تاثرات پتھریلے کر گیا تھا۔
تھکے انداز میں بیڈ پر بیٹھتے اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی فریم کو اٹھایا تھا جس میں وہ دونوں بھائی مسکرا رہے تھے یہ میزان کی نکاح کے موقع پر لی گئی فوٹو تھی جس میں باران مسکرا رہا تھا جبکہ وہ خوشی سے نہال شخص بتیسی پوری فراخدلی سے دکھا رہا تھا۔۔

بے شک یادوں کی تاثیر ہی اداسی ودرد ہے۔ لیکن جو درد اس وقت باران عثمانی کے دل کو لاحق تھا شائد ہی اس کو بیان کرنے کیلئے لغت میں لفظ دستیاب ہوں۔۔

"دی جان! میں ہی کیوں؟ اگر یہ چیز آپ سب کی نظروں میں غلط ہے تو پھر عملی نمونہ کیوں؟ ایسے بھی تو بدلا جا سکتا ہے ناں۔۔۔۔؟" آخری کوشش کے تحت وہ دی جان کے روبرو تھا۔

"بالکل! ہو سکتا ہے بچے! لیکن اچانک تو اٹھ کر نہیں ہو سکتا ناں ایسا۔۔دن کو رات کی آغوش میں جانے کیلئے بھی بارہ گھنٹے کا انتظار درکار ہوتا ہے۔۔اور پھر تبدیلی لانے کا پہلا قانون ہے خود کو بدلاؤ کے سانچے میں ڈھالنا۔

کیونکہ ہم انسان ہیں،

اور ہم انسانوں کی ایک نقصاندہ خامی یہ بھی ہے کہ ہم ظاہر کے دیوانے ہوتے ہیں، اکثر غلط چیز کو فوراً اور بلا جھجھک اس لیئے بھی قبول کر لیتے ہیں کہ اس کے ساتھ ایک تو شرطیہ جزو قتی پر کشش مفاد وابستہ ہوتا ہے دوسرا وہ آسان

ہوتا ہے، جبکہ صحیح کو قبول کرنے کیلئے بہت ہمت چاہئے ہوتی ہے، عملی نمونہ ٹھوس ثبوت بھی اکثر ناکافی ہو جاتے ہیں، صرف لفاظی سے کچھ نہیں ہوتا۔۔۔اور پھر میرا ل بہت اچھی لڑکی ہے۔ تمہیں پچھتاوا نہیں ہو گا اس فیصلہ پر۔۔۔"

اپنے مفصل ور سانیت بھرے انداز میں جس طرح انھوں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا اس کے سارے لبوں تک آئے اعتراضات لوٹ گئے تھے۔

پھر دلاور سے ہوئی وہ ایک بامعنٰی ملاقات اور پھر داجی کا بلا تمہید سوال۔۔ جس کے جواب میں کم از کم آئیں بائیں شائیں کر کے وہ خود کو احمق نہیں ثابت کر سکتا تھا۔۔۔

"لیکن میزان عثمانی۔۔۔۔۔۔۔"

اس کے مسکراتے چہرے پر انگوٹھا پھیرتے دل سے ہوک اٹھی تھی۔

اس کی انیتس سالہ مثالی زندگی کا آج سب سے کٹھن دن تھا۔ جہاں وہ ضبطِ کمال سے کام لیتے ہوئے ایک ایسا فیصلہ لینے والا تھا جس کا وہ تصور تک نہیں کر سکتا تھا جو اس کی زندگی بدل دینے والی تھی۔۔

"عجلتاً دروازہ کھول کر چہکتی ہوئی مضراب بھائی سا! تیار ہو گئے آپ۔۔۔؟"

داخل ہوئی تو وہ سرعت سے فریم نچلے ڈرار میں رکھتا واچ اٹھاتا ہوا قد آور آئینہ کے مقابل کھڑا ہوا

"!آل موسٹ"

مضبوط کلائی پر قیمتی سلور چین والی واچ لگاتے ہوئے اس نے کمال مہارت سے کچھ دیر پہلے کی کیفیت کو لہجے سے عیاں ہونے سے باز رکھا تھا۔

"لگ تو بڑے ہینڈسم رہے ہیں۔۔۔۔۔"

وائٹ کڑکڑاتے ہوئے کاٹن شلوار قمیض میں اس کا اونچا پورا وجود آنکھوں کو خیرا کر رہا تھا تضاد ماتھے پر سلیقے سے سیٹ کئے گھنے بال، خدوخال میں دبدبہ

آمیز سنجیدگی جو اس کی مردانہ وجاہت و جمال کو اجاگر کرنے میں پیش پیش تھی۔

تھینکیو بیوٹیفل لیڈی! آپ بھی آج کافی ایلگینٹ لگ رہی ہیں بائے دا" وے۔۔۔۔"تعریف برائے تعریف ہوئی تھی۔۔

گھٹنوں کو چھوتی ہوئی ایمریڈیل برف سی سفید فراک میں سرخ پلین دوپٹہ ہلکے پھلکے میک کے ساتھ واقعی مضراب کی چھپ نرالی تھی اصل حسن تو اس دلی خوشی کا چہرے کو نور بخش رہا تھا جو اس تقریب کی بدولت تھا۔۔

آج سے کیا مراد ہے آپ کا مسٹر ہینڈسم۔۔۔؟"مصنوعی تیوریاں" چڑھاتے اس نے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلاتا ہنس دیا۔۔۔

"اُلپس! داجی کی کال میں نکلتا ہوں۔۔۔۔"

سکرین پر جھلملاتا داجی کا نام دیکھ وہ جلدی سے فون اٹھاتا کولہاپوری چپل میں پیر اڑستا ہوا باہر کی جانب لپکا تھا۔۔

اس کے دروازے سے نکلتے ہی مضراب کی مسکراہٹ ماند پڑی تھی وہ فوراً بیڈ کی سائیڈ اس ڈرار تک پہنچی اور سرعت سے اس فوٹو فریم کو باہر نکالا۔۔۔

نئے سفر کے آغاز سے پہلے پرانی راہوں پر چھوٹے کچھ قدموں کے نشان" مٹانے ہوتے ہیں بھائی سا!" فریم سے فوٹو نکال کر مٹھی میں بھرتے اس کی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئی تھی۔

مجھے معاف کر دیجئے گا بھائی سا! میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں، اسی" لی ئے نہیں چاہتی آپ کی کوئی یاد کسی کیلئے اذیت بنے خاص طور پر اس لڑکی کیلئے جسے آپ نے ٹوٹ کر چاہا تھا۔۔۔" نمکین گولے کو حلق سے اتارتی ہوئی وہ فوٹو لیکر نکل گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دی جان! بس اسی لی ئے مجھے یہ شلوار قمیض سخت ناپسند ہے، دیکھیں یہ بند" ہی نہیں ہو رہا، انتہائی کوئی عجیب چیز ہے یہ۔۔۔۔" دونوں آستینوں کے کف لنگز سے بیک وقت الجھتا وہ شدید جھنجھلایا ہوا نکلا تھا۔

تم دونوں دادا پوتے کا خمیر واقعی میں ایک ہی مٹی سے اٹھا ہے، وہ بھی پہاڑ" اٹھالیں گے لیکن خود کف لنگز نہیں لگائیں اور وہی تم ان کی کاپی۔۔۔۔"اس کے عالمی مسئلہ پر دی جان نے حسب توفیق تاسف کا اظہار کیا تھا۔

بحیثیت زوجہ کبھی انھیں بھی اتنا سنا دیا کریں، وہ جو ساری دنیا پر رعب" جھاڑتے ہیں اس کا کچھ ازالہ ہو جائے، لیکن وہاں تو بن کہے حاضر ہو جاتی ہیں۔۔۔"ہنوز الجھتے ہوئے ہی وہ شکوہ کناں ہوا تھا۔

اسی لیئے تو تمہارے لیئے بھی زوجہ لے آئی ہوں تاکہ وہ بھی بن کہے" "حاضر ہو۔۔۔۔

"جو فل وقت حاضر نہیں ہے۔۔۔۔"

"تم سے کس نے کہا۔۔۔۔؟"

دی جان کے مزے سے کیئے گئے سوال پر اس نے تیزی پورے کمرے میں نظر دوڑائی۔

اور یکایک ہی گھومتی نگاہ بیڈ کی دوسری جانب بستر درست کر رہے وجود پر جم سی گئی۔۔

پیروں کو چھوتی ہوئی سفید ایمریڈیل فراک میں ملیحہ چہرے کے گرد سرخ حجاب باندھے اپنے نام ہی کی طرح بے حد مقدس و جاذب نظر لگ رہی تھی۔۔

پھسلتی بے ساختہ نظروں کی ارتکاز میں دی جان کی آواز حائل ہوئی تھی۔۔

"مقدس بچے! لگا دو اس کے کف لنگز بچپن سے ان کی وجہ سے وہ شلوار قمیض سے خار کھاتا ہے، ورنہ دیکھو کس قدر خوبرو لگ رہا ہے، اللہ نظر بد سے بچائے۔۔۔۔۔"

"کک۔۔ کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ خفت مٹانے کیلئے وہ خول میں سمٹا۔

اس کی مت سنو بچے! آپ لگادو ورنہ یہ صبح ہونے تک ان سے جنگ"
چھیڑے رکھے گا۔۔میں ذرا مہمان دیکھ لوں۔۔۔"دونوں کو تنہائی فراہم
کرنے کے غرض سے حسب سابق دی جان یہ جاوہ جاہو گئی۔
جبکہ مقدس تکیہ جگہ پر رکھ کر خواہ مخواہ ہی بیچارے آستین کی شامت بلا رہے
صاحب بہادر تک پہنچی۔
"!لائیں"
اس نے ہولے سے ہتھیلی آگے کی۔
"نہ۔۔۔۔۔۔"
ہر مسئلہ دماغ کی دلیل یا زورِ بازو سے حل نہیں ہوتا، کچھ مسئلے دل کی رضا"
"ناز وادا کے متقاضی ہوتے ہیں۔۔۔
جرات مندی سے اس نے دونوں کف لنگز کو اس کی قوی انگلیوں کی گرفت
سے آزاد کرواتے جتایا تھا اور پھر اسی جرات و استحاق کے ساتھ باری باری
قیمتی پتھر جڑے دونوں کف لنگز کو آستین کی زینت بناتے پر اعتماد نگاہ اٹھائی۔

"اچھے لگ رہے ہیں۔۔۔۔"

معمولی سے درمیانی فاصلے کو نظر انداز کرتے اسی دیدہ دلیری سے زیر لب کہتی وہ عجلتاً کھسکنے کی کرنی لگی کہ دلاور نے سرعت سے اس کی اپنے آستین سے جدا ہوتی تین انگلیوں کو گرفت میں لیا۔۔

"پھر سے کہیں۔۔۔سنا نہیں میں نے۔۔۔۔؟"

سیکنڈ میں مقابل کی دیدہ دلیری دھواں کرتا وہ ماتھے پر ازلی سپاٹ بل لیئے اب اپنی انگلیوں کی گرفت میں موجود ہاتھ کی جانب متوجہ تھا۔

!سنو

مجھے اچھے لگتے ہیں

!یہ کنگن یہ مہندی اور تم

نہایت ہی نفاست سے لامبی مخروطی انگلیوں کے پوروں کو سمیٹے گہرا مہندی کارنگ اور گدازدودھیا ہتھیلی پر دمکتا مانند مہتاب گہرا حنائی دائرۂ نازک کلائی میں سونے کی باریک چوڑیوں کی ہمراہ دمکتے سفید موتئے کے گجرے کچھ ایسی کشش ودل فریب بخش رہے تھے کہ اس کی سپاٹ وسرسری سی نگاہوں میں ناآشنا تاثر تپش بن کر سمٹنے لگے تھے۔

"دی جان! کہہ رہی تھی آپ پر شلوار قمیض اچھا لگتا ہے تو ہمیں بھی لگا" کہ۔۔۔۔"نگاہوں کے تنگ حصار نے سانسوں کو باہم الجھایا۔۔

"دی جان کہہ رہی تھی اس لئے آپ کو لگا۔ورنہ نہیں لگتا۔۔۔؟"ہاتھ سے جدا ہوتی گہری نگاہ عجب تاثر لئے من موہنے نقوش سے الجھی۔

"نہیں ہمیں لگتا ہے۔۔۔۔"

"ابھی بھی آپ کو لگتا ہے۔۔۔۔؟"

کچھ الگ ہی جھوک میں اس نے کر خنگی سے اعتراضی جملہ اچکا۔

مقدس اس کے بدلے لہجے وانداز پر بری طرح سٹپٹائی تھی۔۔

"اا۔۔ایسا نہیں ہم کہہ رہے ہیں کہ۔۔۔۔۔"

ایسا نہیں ہے۔۔مطلب آپ کہہ رہی ہیں کہ دی جان غلط ہیں میں اچھا"

"نہیں لگتا۔۔۔؟

اس نے قصداً نظریں مرکوز کر الفاظ گھمایا۔۔

ہم نے ایسا کب کہا ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ۔۔"وہ روہانسی ہوئی تھی۔"

یہ بندہ حقیقتاً اس کے دل ودماغ پر حاوی ہونا وہاں کے نظم وضبط کو درہم

برہم کرنا متلاطم حالات پیدا کرنا جانتا تھا۔۔

کہ دی جان کے مطابق میں اچھا لگتا ہوں، آپ کے نہیں۔۔؟"ہنوز گداز"

انگلیوں کو گرفت میں لیئے اس نے محظوظ کن مسکراہٹ دباتے اپنے انداز

میں جملہ مکمل کیا تو وہ تذبذب ہوئی۔

ہم نے ایسا کب کہا آپ خواہ مخواہ ہمیں کنفیوز کر رہے ہیں۔۔۔"وہ شاکی"

ہوئی تھی۔۔

"آپ الزام دے رہی ہیں۔۔۔؟"

آپ۔۔۔۔۔"غصہ سے وہ بقیہ الفاظ خود ہی حذف کر گئی تھی۔دلاور نے"
سختی سے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔۔
حکیم صاحبہ کی ٹھہراؤ ومتانت کی آماجگاہ دلکش چہرے پر اپنی غیر متوقع
ردعمل سے پھیلی تمتماآمیز ہل چل،پر اعتمادی سے اٹھتی نین کٹار پر سراسیمگی
سے مرتعش پلکوں کا شور،بوکھلاہٹ کے مارے باہم محو تکرار گلابی
پنکھریاں،اس کی حسِ لطافت کو پر لطف سی تقویت بخش رہے تھے تبھی اپنی
فطرت کے برعکس محظوظ کن طول دے رہا تھا۔
"آپ بلاشبہ بے حد سمجھدار ہیں حکیم صاحبہ!لیکن۔۔۔۔"
سرگوشیانہ انداز لیئے وہ یکایک ہی شانے پر جھکا تو مقدس کی متزلزل
دھڑکنیں منجمد ہوئی۔۔
"لیکن مجھے حریف زادہ یوں ہی نہیں کہتے۔۔۔۔"گمبھیر معنیٰ خیز انداز میں
جتاتا ہوا وہ مزید کچھ کہنے کا متمنی تھا کہ معاًدی جان بڑبڑاتی ہوئی اندر داخل۔
جس پر فوراً نیم جان زوجہ کو آزاد کر آئینہ کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

بالکل! ہی باؤلی ہوگئی ہے یہ لڑکی! بتائے ذرا یہ عمر ہے میری سرخ رنگ یا" گجرے جیسی چیزوں سے سجنے سنورنے کی لیکن اس لڑکی کی تو ایک ہی رٹ "ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔

عمر تو ایک نمبر ہے دی جان! انسان جوان یا بوڑھا تو دل سے ہوتا ہے، اور" آپ اپنے بڑے پوتے کے نکاح پر لشکارے نہیں ماریں گی تو پھر بھلا کب موقع آئے گا۔۔۔؟" مضراب ان کے پیچھے ہی تقریر کرتی ہوئی داخل ہوئی۔۔

لڑکی میں بتا رہی ہوں ایسے الفاظ نہ استعمال کرو تم۔۔" لفظ لشکارے پر دی" جان نے آنکھیں دکھائی جس پر دلاور نے مسکراہٹ دبائی تھی جبکہ مقدس اپنے ہی سانس و دھڑکن کو ترتیب میں لانے میں سرگرداں تھی۔

مقدس بھابی آپ بتائیں سرخ رنگ اور گجروں میں کیا برائی" ہے۔۔۔؟ کونسا میں انھیں برائیڈل میک اپ کا کہہ رہی ہوں، آپ نے بھی "تو تھیم فالو کیا ہے ناں۔۔؟ دی جان خواہ مخواہ خراب کرنے پر تلی ہیں۔۔۔

ہم تو۔۔۔"فائل اچانک اپنے ٹیبل پر کھسکائے جانے پر وہ ہڑ بڑائی"
تھی۔ جس پر آئینہ سے اسے ہی دیکھ رہا دلاور محظوظ ہوا تھا۔
"ارے! باؤلی لڑکی وہ چند مہینوں کی دلہن ہے اس پر سجتا ہے۔۔۔"
آپ بھی تو چند سالوں کی دلہن ہی ہیں وہ بھی ہینڈسم داجی کی۔۔۔مقدس"
"آپ سمجھائیں ناں۔۔۔۔
"ہم۔۔ہمارا خیال ہے ہمیں باہر مہمان دیکھنا ہے۔۔۔۔"
وہ چکی کے دو پاٹوں میں پسنے سے پہلے یہ جا وہ جا ہوئی مزید کچھ لاحاصل بحث
کے بعد مضراب علی العلان ناراضگی کا اظہار کرتی واک آؤٹ کر گئی تھی۔۔
یہ تمہارے لبوں پر ایسی مسکراہٹ کیوں کھیل رہی ہے۔۔۔۔؟"بالوں کو"
سنوارتے ہوئے وہ مڑا تو دی جان نے مشکوک انداز میں آنکھیں سکیڑی۔
کیسی۔۔۔۔؟"مسکراہٹ دبانے کی کوشش میں وہ کچھ اور عیاں ہوا تھا۔"
بچی کو پریشان کیا ہے ناں تم نے۔۔۔۔؟"دی جان اسے اس سے کئی زیادہ"
اچھے سے زیادہ جانتی تھی۔۔

ایسا کچھ خاص نہیں بس بتایا ہے حریف زادہ کہتے کسے ہیں۔۔؟" بڑی سی"
شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے اعتراف کیا تھا۔۔

دلاورے!!!"دی جان کے لہجے میں تنبیہ تھا۔"

جانِ دلاور! میں ابھی تو میدان میں اترا بھی نہیں اور آپ ڈھال بن جانا"
چاہتی ہیں، ناٹ فیئر۔۔۔۔"دائیں آنکھ کو شوخی و شرارت سے دباتا ہوا وہ
نکل گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دوست واحباب بمعہ قرب وجوار کے معزز و معتبر حضرات کی موجود میں
انتہائی سادگی سے مسجد میں نکاح کی بابرکت سنت ادا کی گئی تھی۔۔۔

اس کے بعد داجی نے سبھی کے ساتھ پنچائیت کا رخ کیا تھا جہاں چہ میگوئیاں
کرتے ہوئے پنچ کے اراکین کے ساتھ کثیر تعداد میں گاؤں کے لوگ تجسس
و تمسخر جیسے خیال و تاثرات لیئے جمع تھے۔۔۔۔

داجی جیسے رعبدارانہ انداز میں اپر چڑھے ویسے ہی ان کے دبدبے سے چاروں جانب خاموشی کی لہر دوڑ گئی۔۔

میں اپنے کسی بھی عمل کیلئے کسی کے بھی مقابل کبھی جوابدہ نہیں رہا"

ہوں، کیونکہ میرا ماننا ہے انسان کو ایسے کام کرنے ہی نہیں چاہئے جس کیلئے اسے وضاحت یا صفائی پیش کرنے میں وقت ضائع کرنا پڑے۔آج کے میرے اس خطاب کو کوئی وضاحت نہ سمجھے۔۔کیونکہ وضاحت وہ دیتے ہیں جسے اپنے اقدام پر کہیں نہ کہیں شبہ ہوتا ہے۔۔اور مجھے ایسا کوئی شبہ لاحق نہیں۔۔میں آپ سے اس لئے خطاب کر رہا ہوں کیونکہ آپ میرے اپنے ہیں اور میں اس قبیلے کا سربراہ ہوں میرا فرض ہے کہ میں آپ کی کشمکش کو دور کروں۔۔۔۔۔۔۔۔"

اپنے پروقار دبدبہ آمیز انداز سے ابتدا میں ہی انھوں نے خاموشی کی دورانیہ کو طویل کر دیا تھا۔

اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ روایات ہم مخصوص علاقے میں "
مخصوص طرز زندگی جینے والے قبائیلی لوگوں کی پہچان ہوتی ہے، ہم اپنے ابا
واجداد کے بنائے بامقصد رسم ورواج کو نسل در نسل منتقل کرتے اس پر سختی
سے عمل پیرا ہوتے فخر محسوس کرتے ہیں۔۔اور ہماری روایات ہی ہے جو
ہمیں اوروں سے جدا کرتی ہے۔اپنے اباواجداد کی روایات کی پاسداری اور
حفاظت ہمارا عظیم ذمہ ہے،اور سردار ہونے کے ناتے یہ میری پہلی ترجیح
ہے۔۔
لیکن آج میں نے کچھ الٹ کیا ہے۔۔
آج میں نے بجائے حفاظت کے ایک اپنی ہی روایت کی مینار کو مسمار کر ایک
نئے قانون کی بنیاد رکھی ہے۔بلاشبہ جب وہ منسوخ قانون بنائی گئی ہو گی اس
کے پیچھے ایک بہترین مقصد رہا ہو گا۔جس کی اصل ہیئت شائد نسل در نسل
بدلتے حالات کے ساتھ یا تو رفتہ رفتہ تبدیل ہو گئی ہے یا حالات اب اس قدر

بدل چکے ہیں کہ کبھی سر پر تاج کی طرح سجنے والا رواج آج پیروں کی زنجیر بن گیا ہے جو ہمیں زمانے کی دور میں شامل ہونے سے روک رہا ہے۔

سردار ہونے کے ناتے اس زنجیر کو توڑنے کیلئے میں نے پہلا ہتھوڑا مار دیا ہے۔۔ جس سے بہت سے لوگ متنفر ہیں۔۔

لیکن۔۔۔۔! دانشمند وہی ہے جو بدلتے حالات کے ساتھ فطرت کے قانون کو قبول کرتے ہوئے اپنے آپ میں لچک پیدا کرے اور خود کو تبدیلی کے اس سانچے میں ڈھالنے کی اپنے اندر جرات پیدا کر ترقی کی راہ ہموار کرے۔

اس قبیلے کا سربراہ و سردار ہونے کے ناطے شروعات میں نے آج اپنے گھر سے اپنے بڑے پوتے سے کی ہے۔۔ امید ہے اس نئے قانون کو وہی پذیرائی ملے گی اور ہمارے لوگوں کیلئے یہ ایک بہترین فیصلہ ثابت

ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

نہایت مفصل و مدلل انداز میں بات سمیٹتے انھوں نے نیچے کھڑے ہجوم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالی جن میں کچھ کے من میں اختلافی رائے تھی بھی تو لبوں تک رسائی کی جرات جگر میں موجود نہیں تھی۔۔۔

"!ایک منٹ"

اسی خاموشی کے ساتھ بھیڑ چھٹنے ہی لگی تھی کہ اخلاق حسین اپنے بھائی خاور حسین اور بلال حسین کے ہمراہ بھیڑ چیرتا ہوا اپنے مشٹنڈے گارڈز کے ساتھ سامنے آیا۔۔

وہ پوچھنا تھا جو آپ کے نافذ کردہ قانون کے خلاف ورزی کرے اسے جلا" وطنی کی سزا سنائی جائے گی یا۔۔۔۔۔" یا کو کھینچتے اس نے ترچھی تمسخرانہ نظر دلاور پر ڈالی۔۔

"یا مدمست ہاتھی کے پیروں تلے کچل دیا جائے گا۔۔۔۔؟"

اخلاق حسین کی شر آنگیز مداخلت سے ہجوم میں دبی دبی چہ میگوئیاں ایک مرتبہ پھر شروع ہو گئی تھی۔۔۔

آپ اور آپ کے علاقے پر یہ قانون نافذ نہیں ہوتا ہے اخلاق حسین"
صاحب!!'داجی چونکہ اس موقع پر کوئی بدمزگی چاہتے نہیں تھے تبھی
سنجیدگی سے جواب دیتے نیچے اترے۔۔
لیکن الیکشن میں امیدوار میں صرف اپنے علاقے کا ہی نہیں ہوں، بحیثیت"
لیڈر اس علاقے کے لوگوں کی بہتری سوچنا بھی میرے ذمہ
ہے۔۔۔۔۔"کمال شاطرانہ انداز میں اس نے مکروہ مقصد کو متانت و
عاجزی کا روپ دیا تھا۔۔
تو لیڈر صاحب آپ کو جان کر خوشی ہوگی کہ نہ اسے جلاوطنی کی سزا سنائی"
جائے گی اور نہ ہی مدمست ہاتھی کے طرح منہ اٹھا کر گھس آنے پر بندوق
کی بارود خالی کرنے کی نوبت آئے گی۔۔بلکہ۔۔۔۔۔۔۔۔"جیبوں میں
ہاتھ ڈالے داجی کے پشت سے آرام سے نکلتا ہوا وہ اخلاق حسین کے روبرو
آیا۔

بس !اس غیرت کے ٹھیکیدار کواپنے نام موجود تمام جائیداد حق مہر میں "
اپنی بیوی کے نام لکھنی ہو گی۔۔تاکہ کل کلاں کو وہ اپنی اوچھی حرکتوں کی وجہ
سے خود کسی کے پالتو ہاتھی کے پیروں تلے آجائے تو اس کی بیوہ کے پاس اس
کی نام نہاد غیرت کا علم بلند رکھتے ہوئے زندگی گزارنے کیلئے ضروری
وسائل موجود ہو۔۔۔یا پھر۔۔۔۔۔" سرسراتے لہجے میں مقابل کی ہنسی
غائب کرتے اس نے لمحاتی توقف لیا تو محسوس ہوا ارد گرد اکٹھا بھیڑ کو اس کی
غیر متوقع لب کشائی سے سانپ سونگھ چکا ہے۔۔
بس !ایک داجی تھے جو بڑے فخر سے سینا چوڑا کئے اپنا عکس دیکھ رہے تھے
وہی دبنگ انداز وہی دشمن کو پسینے چھڑا دینے والی بے باکی و بے خوفی۔۔
یا پھر۔۔اسے اچانک سے شوقیہ دوسری شادی کا دورہ پر جائے تو تو تنگ "
دستی کا خیال اس کے اس دورے کا درست علاج کر سکے۔۔۔کوئی اور سوال
"لیڈر صاحب۔۔۔۔۔؟

بڑی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی خشمگیں آنکھوں میں جھانکتے ابرو اچکائے تو اخلاق حسین پیچ وتاب کھاتا کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ وہ سرعت سے داجی و دیگر کی جانب پشت موڑ گیا۔۔

جس پر فوراً ہی سب نے بے ساختہ امڈ آئی مسکراہٹ کو دبا کر سنجیدگی کا لبادا اوڑھا تھا۔۔

اخلاق حسین کو بحث کو طوالت دینے کا موقع دئے بغیر ہی داجی مسرور سے مغرورانہ انداز میں قدم اٹھاتے گاڑیوں کی طرف بڑھے تھے۔

جس بردباری سے اس نے اخلاق حسین کو شٹ اپ کال دیا تھا شانہ تھپتھپائے جانے کے قابل تھا۔ان کے بیٹوں میں ان کا جوجوش و طیش نہیں آیا تھا وہ کمی پوتے کی صورت پوری ہو گئی تھی۔۔۔

لیکن وہ تاجور عثمانی ہی کیا جو آسانی سے اعتراف کر لے آخر کو دونوں روایتی حریف تھے۔۔

"!باران عثمانی"

جی! داجی۔۔۔"گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اچانک داجی کی پکار پر وہ سیدھا ہوا"
تھا۔۔

اپنے نالائق صلاح کار کو بتادیں، ہم نے آپ کی پہلی شرط قول کے مطابق"
فوری پوری کی ہے دوسری بھی وقت آنے پر پوری کردی جائے گی، تاجور
عثمانی ہیں ہم حاکم سرکار ہمارے قول میں تضاد فیصلے میں ترمیم کی گنجائش
"سمندر میں سوئی ڈھونڈنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔۔۔۔۔۔۔
کہیں پر نگاہیں کہیں پر نشانہ کے مصداق نظر جیپ میں سوار ہو رہے حریف پر
جمائے انھوں نے فخریہ جتایا۔۔
جس پر باران سر جھکاتا ہنس دیا تھا جبکہ جسے سنایا گیا تھا وہ شانے جھاڑ کر جیپ
اڑا لے گیا تھا۔۔

کس دانشور نے مشورہ دیا تھا اس سرکش گھوڑے کے خدمات حاصل"
کرنے کا۔۔۔؟"دور جا رہی اس کی جیپ کو گھورتے داجی نے پوچھا تھا وہ
بس ان کے درست اندازے پر مسکرا ہی سکا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

(دو دن قبل)

دو دن قبل شہر سے میٹنگ سے واپسی پر اس کے دماغ میں کیا سمائی تھی کہ اس نے اچانک ہی گاڑی کا رخ گلستانِ بہار کی سمت موڑ لیا تھا۔۔

توقع کے عین مطابق اسے وہاں دیکھ تالاب کے کنارے عام سے حلیے میں آگ سلگا رہے دلاور کی تیوریاں چڑھ گئی تھی۔۔

باغ کی سیر کیلئے یہ وقت صحیح نہیں مانا جاتا ہے باران سا۔۔۔۔"تیزی سے" سلگ رہے آگ میں چھوٹی چھوٹی لکڑیاں ڈالتے ہوئے اس نے سرد سا طنز پھینکا تھا۔

"میں یہاں سیر کیلئے نہیں صلاح کیلئے آیا ہوں تمہاری۔۔۔"

بلا تمہید مدعا بیان کرتا وہ لکڑی کا ٹیبل گھسیٹ کر بیٹھا تو جواباً دلاور نے ایسی نگاہوں سے سیاہ سوٹ بوٹ میں ملبوس اس وجیہہ جینٹل مین کو دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔۔

"!میں سیریس ہوں دلاور"

"ایک لائق فائق سپوت کے منہ سے ایسا مذاق جچتا بھی نہیں۔۔۔"

میرا یہاں کوئی دوست وغیرہ نہیں ہے، سو مجھے لگتا ہے تم اس معاملے میں"

"مجھے گائیڈ لائن دے سکتے ہو۔۔۔۔

"!یارانہ ہمارا ابھی کوئی ایسا مثالی نہیں ہے باران سا"

وہ تلخ گوئی کا عادی کہاں مروت کا قائل تھا۔

باران نے اس کی تلخی کا جواب خندہ پیشانی سے مبہم بردبار قسم کی تبسم کے ہمراہ دیا تھا۔

"مثالی نہ صحیح ایک کیجول سی فرینڈ شپ ہم ڈویلپ کر سکتے ہیں ناں۔۔۔؟"

"مجھے نہیں لگتا۔۔۔"

اس کا صفاچٹ جواب رعایت سے قطعی مبرا تھا۔جواب میں باران کی تراشیدہ لبوں کی تراش میں کھیلتی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔۔

"فائن! بٹ پھر بھی مجھے تمہاری ہی گائیڈ لائن چاہیئے۔۔۔۔"

"یہ آپ کی پرو بلم ہے۔۔۔۔"

"!!دلاور"

باران کی سنجیدہ پکار پر اس کے بتدریج بڑھ رہی آگ میں لکڑیاں ڈالتے ہاتھ تھمے تھے تاہم بولا کچھ نہ تھا۔

"دلاور کیا ہم کچھ ٹائم کیلئے اپنی شناخت بھول نہیں سکتے ہیں۔؟کیونکہ مجھے نہیں یاد ہماری کبھی ون آن ون آرگیومنٹ ہوئی ہے، جس کی بدولت ہم ایک سیریس ایشو پر کچھ دیر ڈسکشن بھی نہ کر سکیں۔۔۔؟" باران کے صلہ جو انداز پر اس نے پل کی پل اس کی جانب سپاٹ نگاہ اٹھائی تھی۔

"اس ایشو پر اپنا اوپینین دیتے ہوئے مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا یہ سب اتنا سیریس ہو جائے گا یا میں ایسی کسی کریٹکل سچویشن میں پھنس جاؤں گا جہاں مجھے انسٹنٹ ڈژیجن لینا ہو گا۔۔اور میں یہ جانتا ہوں اس علاقے کے متعلق تم سے بہتر کوئی نہیں جانتا تم شو نہیں کرتے ہو لیکن داجی کے بعد ایکٹو اینڈ افیکٹو پرسنالٹی یہاں کوئی ہے تو خود تم ہو۔۔ناٹ ایز آفرینڈ آر کزن۔۔میں

ایک اسٹرینجر کی طرح اپنے اسٹینڈ پر تمہارا جینئین اوپین چاہتا ہوں۔اور مجھے یقین ہے تم کو آپریٹ کروگے۔۔۔۔"

باران کو سنتے ہوئے اس کی نگاہ مستقل کاٹیج پر جمی ہوئی تھی جہاں وہ لڑکی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی حالات کو بہتری کی جانب کنارے لگانے پر۔۔

باران کے خاموش ہونے کے بعد کچھ دیر تک درمیان معنیٰ خیز خاموشی حائل رہی تھی۔پھر اس کا بے تاثر گمبھیر لہجہ ابھرا۔

"اگر آپ کو لگتا ہے اس پیچیدہ مسئلہ سے نکلنے میں میں یا آپ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں تو یہ سراسر آپ کی خام خیالی ہے۔کیونکہ تاجور عثمانی اس ماہر شکاری کا نام ہے جس کا جم چکا حدف کبھی نہیں بدلتا،ان کی نگاہ میں آجانا ان کے شکنجے میں آجانا ہے اور وہاں سے آپ ان کی مرضی کے راستے ہی نکل سکتے ہیں،اگر انھوں نے ایک چیز ٹھان لی ہے تو آپ کا خواہ مخواہ اس پر وقت پسینہ ضائع کرنے کی تک نہیں بنتی،خاص کر آپ جیسے گُڈ بوائز کی۔۔۔۔۔"

آخر میں اس کے لہجے میں ناچاہتے ہوئے بھی طنز کی آمیزش گھلی تھی۔۔

تو۔۔۔۔۔؟" باران نے اثرلی ئے بغیر لائحہ عمل پوچھا۔"

تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ان کے فیصلے کے آڑ میں اپنے وہ کام نکلوا سکتے ہیں جو" کہ کسی دوسرے موقع پر بھاری پیمانے پر اختلاف و تنازع سے دوچار ہو سکتی ہے۔اس صورت آپ کا کام آسان ہو جائے گا اور تنازعات کے طوفان سے حاکم سرکار نامی دیوار چین نبٹ لیں گے آپ کنارے پر کھڑے رہ سکتے ہیں جو کہ آپ گُڈ بوائز کا اسٹائل بھی ہے۔۔۔۔"اس نے شانے اچکائے تو ماتھے پر سوچ کی لکیریں جمائے باران گہری سوچ میں غرق ہو گیا تھا۔

اور رہی بات علاقے کی تو یہاں صرف طلاق ممنوع ہے، یہاں کا مرد جب" چاہے اپنی انٹ شنٹ ڈیمانڈز منوانے کیلئے بیوی کو میکے چھوڑ سسرالیوں کو پریشرائز کر سکتا ہے، اور لڑکی والے مانتے بھی ہیں کیونکہ بیٹی کا طلاق لیکر گھر بیٹھ جانا یہاں کسی چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے سے کم شرمندگی کی بات نہیں ہے، مرد دوسری تیسیر چوتھی شادی بھی کر سکتے ہیں عمر کی کوئی قید نہیں، البتہ لڑکی کی شادی کی عمر اٹھارہ سے بیس کے درمیان یا اس سے بھی کم

ہوتی ہے یہاں،اور ایک پچاس ساٹھ سالہ مرد کتنا جیتا ہے۔۔؟پر اس کے نام پر بیوہ لڑکی کو پچاس ساٹھ سال تک زندگی کی گاڑی کھینچنی ہوتی ہے۔کیونکہ بیوہ کی دوسری شادی یہاں ممنوع ہے۔

اب یہ آپ پر منحصر ہے آپ محض باتوں کے ہوائی قلعے باندھ کر داد وصولنا چاہتے تھے یا واقعی اس سنگین مسئلہ کو کوئی بہتر انجام دینا چاہتے ہیں۔۔ایک اور بات میں واضح کر دوں ایک بار اگر آپ نے خود غرض ہو کر اپنا اسٹینڈ اس کیس واپس لے لیا تو پھر ساری زندگی آپ کو اندھا بہرا گونگا بن کر رہنا ہو گا "ان حساس پہلوئں سے۔۔۔۔۔۔

چیدہ چیدہ ہر پہلو پر روشنی ڈالنے کے ساتھ اس نے ننگی تلوار کی طرح چمکتی دو دھاری تلوار کی دونوں رخ دکھاتے باران کے فیصلے کی راہ میں حائل بہت سی رکاوٹوں کو بہت سی گڑھ کود و کنارے لگا کر انتخاب کو مزید واضح کر دیا تھا۔

اس کا ذہن جو متضاد پہلوؤں پر جمود کا شکار ہو گیا تھا گلستانِ بہار سے حویلی تک کے راستے میں وہ برف پگھلتی گئی تھی۔اور حویلی میں جب داجی نے سوال کیا تو پھر اس نے توقف لینا بھی ضروری نہیں سمجھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

نکاح کا مرحلہ نہایت خاموشی و خوش اسلوبی کے ساتھ طے پا گیا تھا۔

بعد ازاں پرجوش مضراب نے زور سے میرال کو اپنے اندر بھینچتے ہوئے اپنی ناقابل بیان خوشی کا اظہار اپنے بے تکان انداز میں کرنا چاہا۔لیکن نڈھال میرال کے وجود پر چڑھا دبیز خاموشی کا خول دیکھتے مقدس زبردستی سب کو لیکر باہر نکل گئی تھی۔

ایک کٹھن فیصلہ لینے کے بعد بلاشبہ وہ تنہائی کی متقاضی تھی۔جو اسے فراہم ہونی ہی چاہیئے تھی۔۔

صبح سے شام، شام سے رات اور اب رات کی سیاہ چادر بھی گہری ہوتی جا رہی تھی وہ ویسے ہی نیم اندھیرے میں ڈوبے کمرے کے بیڈ پر بیٹھی سپاٹ

نگاہوں سے اپنے مہندی کے بوٹوں سے سجی ہتھیلی کو بے تاثر نگاہوں سے گھورے جا رہی تھی۔۔

پانچ سال قبل رسم حنا ہی کے دن حالات نے کروٹ بدلی تھی اور اس پر رنگِ حنا کو حرام قرار دیا گیا تھا آج پھر ایک مرتبہ وقت نے بازی کھیلی اور اس کی سونی ہتھیلی پر گہرے رنگ بکھیر گئے تھے۔

مضراب جب بڑے چاؤ سے اس کی ہتھیلی مہکا رہی تھی تب بھی اس نے کوئی رد عمل نہیں دیا تھا۔وہ خاموشی اب بھی اندر کے موسم کے مماثل لبوں پر چپ کا قفل بن کر برقرار تھی۔۔

"!!میرا ل پلیز کچھ کھالوناں یار"

ٹرے کب سے ہاتھ میں لئے کھڑی مضراب نے ایک اور کوشش کی لیکن جواب ندارد پا کر مایوس کن قدم اٹھاتی ہوئی وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

مہمان سارے روانہ ہو چکے تھے ہر سوں خاموشی کا راج تھا نیلگوں راہداری سے گزرتے وہ اپنے ہی خیالوں محو غرق تھی جب مخالف سمت سے آتے باران سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔۔

"دھیان کہاں ہے آپ کا۔۔۔۔؟"

ٹرے کو سہارے دیتے باران نے اس کی غائب دماغی کا پوچھا۔

"کک۔۔ کہیں نہیں بھائی سا! آپ نے کھانا کھالیا۔۔۔؟"

اس نے سر جھٹکا۔

"ہاں! داجی کے مہمانوں کے ساتھ کھایا تھا آپ نے کھالیا۔۔۔؟"

"ہاں! دی جان کے ساتھ۔۔۔"

تو پھر یہ۔۔۔۔؟" اندازہ ہوتے ہوئے بھی باران نے بلخصوص پوچھا تو"

مضراب کے ہونٹ لٹک گئے۔۔

کھانا واپس لیکر چلیں۔۔۔۔" نرمی سے بہن کا بازو تھامتے اس کا رخ"

مضراب کے کمرے کی طرف تھا۔

"لیکن بھائی ساوہ کہہ رہی ہے اسے بھوک نہیں ہے۔۔۔"

مضراب اس کے سنجیدہ تاثرات دیکھ بجائے پر خوش ہونے کے گڑ بڑائی تھی۔

"ہر بار مرضی نہیں ضرورت پڑنے پر زبردستی بھی کر لینی چاہئے۔۔۔"

"پر بھائی سا۔۔۔"

"چلیں آپ۔۔۔۔"

مضراب کو اس نے آگے کیا تو وہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اندر داخل ہوئی باران نے ہاتھ مار کر ایک جھٹکے سے پورے کمرے کو روشنی میں نہلا دیا تھا۔

یکلخت ہی تاریکی میں ڈوبے خواب گاہ کے اجلی روشنی سے منور ہو جانے پر بوکھلا کر چندھیائی آنکھوں کے آگے ہاتھ رکھتے گردن اٹھا کر آہٹ کی تعاقب میں دیکھا دہلیز سے دراز قامت شخصیت کو سبک روی سے داخل ہوتا

دیکھ دو دن سے اس کے وجود پر بھاری سیل کی طرح پڑا اسکتا چھنا کے سے کسی طلسم کی مانند ٹوٹا تھا۔۔

صبح سے ایک ہی نقطے پر مرکوز پتلیاں اب یقین و بے یقینی کی عالم میں ساکت سی مقابل کے اٹھتے قدموں کی دھمک گن رہی تھی۔

جو بتدریج فاصلہ سمیٹ رہے تھے۔

"رابی! دیکھ کیا رہی ہیں، رکھیں ٹرے ان کے سامنے۔۔۔"

گمبھیر حکمیہ آواز پر جہاں گومگو کی کیفیت میں گرفتار مضراب ہڑبڑا کر آگے بڑھی تھی وہیں میرال نے بیساختگی میں سٹپٹا کر دوپٹے کو پیشانی تک کھینچا تھا۔

"کھالیں چند نوالے ہی صحیح۔۔۔"

ٹرے بیڈ پر رکھتے مضراب نے آنکھوں سے اشارتاً پیغام دینے کی کوشش کی۔

انھیں آپ یہاں لیکر آئی ہیں۔۔۔؟"انتہائی دبی آواز میں بے یقینی کم شکوہ" سمٹا تھا۔۔

"میں۔۔میں پاگل ہو گئی ہوں کیا۔۔۔؟"

اس کے شکایتی انداز پر مضراب خود شاکی ہوئی تھی۔

"تو پھر یہ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔۔۔؟"

اس کا دماغ حقیقتاً ماؤف ہونے لگا تھا۔

"میں تو۔۔۔۔۔۔"

عالمی مسئلوں پر آپ لیڈیز کل صبح فریش مائنڈ کے ساتھ ڈسکشن کر سکتی" ہیں، فل وقت کھانے پر کانسنٹریٹ کریں ٹھنڈا ہو رہا ہے۔۔۔"کرختگی سے براہ راست چوٹ کئے جانے پر دونوں کھسیا کر سیدھی ہوئی تھی۔۔

"پلیز۔۔۔۔۔"

اس کے زور دینے پر میرال کی مدد طلب نگاہ واحد نجات دندہ کی جانب اٹھی جو خود بھائی کے بدلے تیوروں سے خائف لب چبا رہی تھی۔

"آپ لوگوں کو شائد میری آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔۔۔؟"

اس کے چند قدم کا فاصلہ سمیٹ کر بیڈ کے قریب آنے پر میرال خود میں سمٹ کر دوسری سمت کھسکی تھی۔۔

وہ۔۔وہ مجھے بھوک نہیں۔۔۔۔"مری مری سی آواز میں اس نے کوشش" کرنی چاہی۔۔

"رابی! کوور ہٹائیں ٹرے پر سے۔۔۔"

جرات مندانہ اقدام سے متاثر ہونے کے بجائے جاری حکم کی فوری تعمیل کے ساتھ مضراب نے خود چمچ بھر کر آنکھوں سے جہاں پناہ کا حکم بجالانے کی لجاجت بھری تاکید کی جسے سمجھتے ہوئے بھی اس نے پیش رفت نہیں کی تھی۔۔

اس نے آج جس پہاڑ کو سر کیا تھا اس کی تھکن اس قدر جسم و جان پر حاوی تھی کہ نفس کے ان تقاضوں کی طلب ہی مر ہی گئی تھی۔اور اتنے بڑے جبر کے بعد یہ جبر تو وہ ہر گز نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

"میرال!"

مضراب پلیز! میں کہہ چکی ہوں مجھے بھوک نہیں ہے۔میں اس وقت "
صرف تنہائی چاہتی ہوں صرف تنہائی۔۔۔۔"دبی برہمی کے ساتھ اب کے
اس نے مضبوط انداز میں جملہ مکمل کیا۔
جس پر مضراب نے سانس روک کر ردعمل کیلئے بھائی کی جانب دیکھا جہاں
سنجیدگی کی پرت مزید دبیز ہو گئی تھی۔
خاموشی سے وہ الٹے قدموں پیچھے ہوا تھا پھر دروازے کے سائیڈ پر رکھا
لکڑی کا اسٹول لیکر سرہانے کے بے حد قریب رکھتا شان واطمینان سے
براجمان ہوا۔۔
ابھی مضراب اسی بے تکفی پر حیران نہیں ہوئی تھی کہ اگلے فرمان پر پورا کا پورا
منہ کھلا۔۔
آپ کو سنائی نہیں دے رہا رابی! میں نے کہا چمچ اور ٹرے ادھر "
دیں۔۔۔"سپاٹ انداز میں کچھ ایسی درشت آمیز سختی تھی کہ مضراب سے
فوراً میکانکی انداز میں حرکت ہوئی۔۔۔

انسان کی بیوقوفانہ چاہتیں جب اس کی لازم ضروریات پر حاوی آنے لگے تو"
کسی بھی سمجھدار و' باختیار 'انسان کا فرض ہے انھیں اس حماقت سے باز
رکھیں الفاظ ناکافی ہوں تو 'زبردستی 'میں بھی قباحت نہیں

"ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

رعایت سے مبراجتاتے انداز میں بچاؤ کہ آخری موقعے کے تحت کملائے
چہرے پر سرد نظر گاڑھے چمچ تھامنے کیلئے
بڑھایا گیا۔
جس پر میرال کی حالت مرنے والی ہو گئی تھی۔
اک اک الفاظ کی سنگینی تضاد لہجے وانداز کی سنجیدگی اچھی طرح بھانپ لینے
کے باوجود اگر وہ مزید آئیں بائیں شائیں کرتی تو شرطیہ نتائج کئی زیادہ سنگین
نکلتے۔

تبھی مرتاکیانہ کرتا کے مصداق چمچ تھامنا ہی واحد بہتر انتخاب جان کر پیش
رفت ہوئی۔۔۔

اس کے زہر مار پہلا چمچ منہ میں ڈالنے تک وہ ویسے ہی سامنے کو جھکا عقابی نظریں گاڑے رہا پھر اطمینان سے پیچھے ہوتے ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھتا موبائل پر انگوٹھا چلانے لگا۔

ساتھ گاہے بگاہے اٹھ رہی نگاہ میرال کی چمچ کی رفتار پر کافی اثرانداز ہو رہی تھی۔۔

اور ان دو ایک جذباتی ضدی اور دوسرا غیر جذباتی ہٹ دھرم شخص کے بیچ ہونق بیٹھی مضراب ہنوز ہونق سی منہ کھولے بیٹھی تھی۔۔

"!رابی"

جج۔۔جی۔۔جی بھائی سا!" ہڑبڑا کر وہ متوجہ ہوئی۔"

"آپ نیچے سے ایک گلاس دودھ گرم کر لائیں گی۔۔۔؟"

جی! کیوں نہیں بھائی سا!" وہ فوراً بیڈ سے نیچے اتری۔"

میرال کی تنہا نہ چھوڑ جانے کی التجاء فوراً سے پیشتر اس کے پیروں کی زنجیر بنی تھی جسے بڑی بے دردی بلکہ بے مروتی سے توڑتی ہوئی وہ اسمائل پاس کر کے نکل گئی تھی۔

"آپ ہمیشہ اسی سپیڈ سے کھانا کھاتی ہیں۔۔۔؟"

ہوں۔۔ہاں۔۔"صدمے کی کیفیت میں دہلیز کو گھور رہی میرال اپنی جگہ " اچھلی تھی۔

کنٹنیوئ!!"اس کی بدحواسی کو نظر انداز کرتے بے اعتنائی سے حکم ملا۔"

"لیکن۔۔لیکن میں اتنا ہی کھا سکتی ہوں۔۔۔"

پتھر کی طرح حلق میں اٹکتے نوالے کس طرح اس نے اتارے تھے وہی جانتی تھی۔

مجھے لوگوں کی کھانا برباد کرنے والی عادت سخت ناپسند ہے، لیکن"

خیر۔۔۔"اندر داخل ہو رہی مضراب کو دیکھ اس نے رحم کھایا تھا یا طریقہ

بدل دیا تھا جانے بغیر ہی میرال نے غنیمت جان کر ٹرے کو پڑے کیا اور فوراً جائے فرار تلاش کرنے لگی کہ۔۔

"دودھ پی لیں۔۔۔"

"دودھ۔۔۔۔۔؟"

اگلا فرمان دونوں کے چہرے کے سارے رنگ لیکر اڑن چھو ہوا تھا۔

"کوئی پرو بلم ہے۔۔؟"

اس کی بھویں تنقیدی انداز میں اٹھی۔

"بھائی سا! اسے دودھ پسند نہیں ہے۔۔وہ کس طرح۔۔۔۔۔"

باران کے شانے پر جھک کر مضراب نے دبے لہجے میں حقِ دوستی ادا کرنی چاہی۔

جواب میں ایک ترچھی خاموش نظر بہن پر ڈالتے وہ اسی اطمینان آمیز سختی سے گویا ہوا تھا۔

جب ڈائٹ روٹین کو پراپرلی فالو نہیں کیا جائے گا پھر کو مپلیمنٹری پروٹین تو"
لیناہی ہو گاناں۔۔اسے پنشمنٹ سمجھا جائے تو ای تھینک بیٹر رزلٹ
"ایکسپیکٹ کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔

دودھ سے بھرا گلاس خود اٹھا کر آگے کرتے آخری الفاظ پر خصوصی دباؤ ڈالا گیا جس پر لب سیئے بیٹھی میرال کی شکوہ کناں روہانسی نگاہ اٹھی پھر پل میں سجدہ ریز ہو گئی۔

بھائی سا!!"مضراب کو ترس آیا تھا۔۔"

اب آپ نے مزید کچھ بولا ناں رابی! پھر کل آپ خود ٹنڈے کی سبزی"
"بنائیں گی اور خود پورا کھائیں گی،ایز دیٹ کلئیر۔۔۔۔؟

"!!!!!!!!بھائی سا"

ٹنڈے کے نام پر وہ بدک کر دور ہوئی تھی۔

اور نہایت تعبداری کے ساتھ منہ بسورتی ہوئی ایک جانب مؤدب سی کھڑی ہو گئی۔۔

جلدی ختم کریں میں پوری رات یہاں بیٹھ کر نہیں گزار سکتا،ایم"

"ٹایرڈ۔۔۔۔

زبردستی گلاس ہاتھ میں تھماتا ہوا وہ جینٹل مین کی تمام تر ظاہری خصوصیت پر سد فیصد اترتا ہوا شخص میرال کو کسی سخت گیر ظالم وجابر بادشاہ سے کم نہ لگا تھا۔

جبر کا گھونٹ بھرتے دل ہی دل نازک حالات میں جفاکشی کی عظیم مثال قائم کرتی رفو چکر ہوئی بے وفا رفیق پر پیچ وتاب کھاتی سراسیمہ نظر اس بے رحم انسان پر ڈالی جو اسے زہر کا پیالہ تھما کر واپس فون کی جانب توجہ مبذول کر چکا تھا۔

اور پھر ناک بند کر کے پورا گلاس غٹک گئی۔۔

گلاس کوٹرے میں احتجاجاً پٹختے ہوئے اندر سے ابکائی آئی تھی جسے وہ اپنی کم ہمتی کی سزا کے طور پر دباتی دانت پر دانت جما کر بیٹھ گئی تھی۔۔

تمہیں خبر ہے ہم کیسا حصار رکھتے ہیں۔۔؟

خیال سے زیادہ تمہارا خیال رکھتے ہیں۔۔۔

"ویری گُڈ! ای تھینک آج کا لیسن کافی ہے، اگر نہیں تو آئندہ پنشمنٹ

میں۔۔۔"

پر لطف انداز میں قصداً جملہ ادھورا چھوڑتے سرخ آنچل کے ہالے میں تپتے سرخی مائل دلکش نقوش پر دھمکی آمیز نظر ڈال کر وہ اپنی تیز پرفیوم کی خوشبو چاروں جانب بکھیرتا دروازے کی سمت بڑھا۔

"مضراب تم آج کے بعد۔۔۔۔"

دونوں مٹھیوں کو بھینچتی وہ بھڑاس نکالنے ہی لگی تھی کہ مضبوط انگلیوں میں دبی مخملی ڈبیا کہ سامنے آنے پر سارا جوش جھاگ کی طرح بیٹھا۔۔

"آج کے بعد آپ مجھ سے ڈائریکٹ ڈیل کریجئے گا۔۔اور یہ تبدیلیوں کے تقاضے۔۔۔۔"

اس کی گود میں مخملی ڈبیا ڈال کر حیرت کا پہاڑ گراتا وہ متوازن قدم اٹھاتا واک آؤٹ کر گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ پرجوش سی دانتوں تلے لب دبائے دونوں ہاتھوں کو آپس میں مسلتی دروازے کے باہر چکر کاٹ رہی تھی۔

اندر جھانکنے کی مچلتی ہوئی بے چین خواہش کو دبانے میں وہ اس شدت سے سرگرداں ہو چکی تھی کہ پشت پر دبے قدموں آن کھڑے ہوئے وجود کی خبر ہی نہیں ہوئی۔

اور جیسے ہی اندر سے باران کی آہٹ پا کر بھاگنے کیلئے مڑنے لگی ویسے ہی وہاں چوکنا کھڑے وجود نے اس کے منہ پر مضبوط ہاتھ دھرا اور بنا اسے چھٹپٹانے کا موقع دئے کھینچتا ہوا سائیڈ دروازے میں لے گھسا۔

یہ ساری کاروائی اتنے کم وقت میں اس چوکسی کے ساتھ انجام پائی تھی کہ مزاہمت کرنے کا اسے وقت ہی نہیں ملا تھا اور نہ ہی اس مضبوط شکنجے سے فرار حاصل کرنا آسان تھا۔

لیکن بلا آخر وہ مضراب عثمانی تھی جس کا ثبوت اس نے مقابل کی ہونٹوں کے درمیان آئی انگلی پر نوکیلے دانت گاڑ کر فوراً دیا تھا۔۔

"جنگلی بلی! اب گوشت کاٹ کا دم لو گی کیا۔۔۔۔؟"

جواباً تڑپ کر دور ہوئے نو وارد نے درد بھری چیخ کو کس مشکل سے دبایا تھا وہی جانتا تھا۔

ادھر دروازے سے لگی سانس ہموار کر رہی مضراب کو اس دہائی آمیز مانوس آواز کو پہچاننے میں سیکنڈ بھی نہیں لگا تھا پھر ماتھے پر ازلی کینہ توز تیوریاں کیسے نہیں سجتی۔۔

"ہاں! گوشت منہ میں نہیں آیا تو اپنی زہر شعلہ نگاہوں سے میری ہڈیوں کو پگھلا دو۔۔۔" مسلسل جل رہی انگلی کو جھٹکتے اس نے ناک چڑھائی۔۔

تم۔۔تم۔۔اس وقت یہاں کیسے آ سکتے ہو۔۔۔؟" بے یقینی پر قابو پاتے "
اس نے دانت کچکچائے۔

کیوں یہ وقت میرا تمہارے خوابوں میں آنے کا ہے۔۔۔۔؟" پاکیٹ کے "
جیبوں میں ہاتھ اڑستے مقابل کی شوخی آمیز خوش فہمیاں عروج پر تھی۔

تمیز سے بات کیا کرو۔۔۔؟"اس کا چہرہ پل میں قند دھار ہوا تھا۔"
ورنہ کیا حویلی کی لاڈلی مجھے سولی پر چڑھا دے گی۔۔۔؟"اس کی شوخیوں کو"
لذت آمیز تقویت ملی تھی۔جس سے مقابل کی کانوں سے دھواں نکلنے لگا
تھا۔

" تمہیں لگتا ہے میں ایسا نہیں کر سکتی۔۔۔؟"

تم کر سکتی ہو اس لیۓ تو کہتا ہوں اپنے نام کی عمر قید دے دو، باخدا باخوشی"
قبول کرتا حیات تمہارا تابع رہوں گا۔۔۔۔؟"شریر لہجے میں سچے جذبات کی
تپش سمٹ آئی تھی۔۔

آریان عثمانی ! انسان بن جاؤ ورنہ میں تمہاری۔۔۔۔۔"شعلہ جوالا بنی وہ" دونوں ہاتھ لیکر اس کا گردن دبانے لپکی کہ پھرتی سے اس کی کلائیوں کو گرفت میں لیتے دفاع کی ادنٰی سی کوشش ہوئی۔۔

"چڑیل کا کزن انسان کس طرح ہو سکتا ہے، جلالی ملکہِ صاحبہ۔۔۔۔؟"

اس کی شرربار آنکھوں میں اپنی شریر آنکھیں گاڑھتے بھولپن سے ہمیشہ کی طرح اس کے تن بدن میں آگ لگا گیا تھا۔

"تم۔۔۔تم چھوڑو مجھے۔۔۔۔"

جھٹک کر دونوں کلائیاں آزاد کرتی اب وہ پیچ وتاب کھاتی ہوئی مقابل کو سلگتی نگاہوں سے بھسم کر دینے کے درپر تھی۔۔

ہمیشہ کی طرح وہ گھٹنوں تک آتی شارٹ زپر سلیولیس وائٹ ٹی شرٹ پہنے ماتھے پر بکھرے بے ترتیب گھنگریالے بال لئے آنکھوں میں زچ کر دینے والی چمک اور چہرے پر دل جلاتی ہوئی شریر مسکراہٹ خاص طور پر پیروں

میں پہنے وائٹ اسنیکرز میں سے دائیں اسنیکر کے تسمے بے پروائی سے کھلے چھوڑے اس کا دل جلا رہا تھا۔۔

اگر تفصیلی جائزے سے اتنے مہینوں کی پیاسی نگاہوں کو کچھ تسلی مل گئی ہو" تو طویل سفر سے تھکے ماندے لوٹے مسافر کو کھانے پینے کو کچھ پیش کر سکتی

"ہیں۔۔۔۔۔۔۔؟

دائیں آنکھ کو دباتے وہ مودب سا مستفسر ہوا۔۔

"زہر کیسا رہے گا۔۔۔۔؟"

"ارے! آپ خود کو پیش کرنے کا تکلف کیوں اٹھائیں گی بھلا۔۔۔؟"

"تم۔۔ تم مر جاؤ۔۔۔"

وہ تن فن کرتی واپسی کیلئے مڑی کہ وہ چھلاوے کی طرح دروازے سے پشت ٹکا کر بتیسی کی نمائش کرتا حائل تھا۔

میں کہتی ہوں ہٹ جاؤ میرے راستے سے ورنہ میں۔۔ میں تمہاری جان" لے لوں گی۔۔۔" بڑھتے خلفشار خون سے اس کا چہرہ تپنے لگا تھا۔

میں تو پہلے سے آپ پر مر الٹا پٹا انسان ہوں جلالی ملکہ ! مرے ہوئے کو"
مار کر کیوں خود کو تکلیف دینا، کھانا کھلا دو قسم سے بلکہ ایمان سے صبح سے بھوکا
ہوں ناشتہ کرتے ہوئے بھاگا ہوں ہوسٹل سے اس کے بعد منزل تو چھوڑو
"کھارا پانی تک نصیب نہیں ہوا ہے۔۔

لہجے میں بیچارگی سموئے وہ جتنی مفلسی و مسکینی اپنے شریر چہرے پر طاری کر سکتا تھا اپنی طرف سے کر چکا تھا۔

"ایسی حرکتیں ہوں گی تو ایسا ہی انجام ہو گا۔۔۔"

نخوت سے ناک سکوڑتے طنز ضرور ہوا تھا تاہم جلالی ملکہ بوتل میں اتر بھی چکی تھی اور فل وقت وہ یہی چاہتا تھا۔

"چلو۔۔۔۔"

"کہاں۔۔۔۔؟"

قبرستان گشت کرنے۔ تمہاری پیٹ پوجا کرنے صدیوں کے بھوکے"

"انسان۔۔۔

پھاڑ کھانے والے انداز میں وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی تو وہ اشارے میں ہاتھ اٹھا کر یاہو کرتا اس کا ہمقدم ہوا تھا۔۔

نیم اندھیری راہداری سے ہوتے ہوئے دونوں زینے طے کرتے ہوئے کچن تک پہنچے تھے۔

مضراب جلتی کڑھتی ہوئی کھانا گرم کرنے لگی تھی جبکہ وہ پاکیٹ کی جیبوں میں ہاتھ اڑسے کچن کا جائزہ لیے رہا تھا۔

"تم ایک جگہ ٹک کر نہیں بیٹھ سکتے۔۔۔۔۔۔۔؟"

پلاؤ کے بعد خورمہ سلیب پر رکھتے اس کی برداشت نے جواب دیا تھا۔

آف کورس! بیٹھ سکتا ہوں کیوں نہیں بیٹھ سکتا، بس یہ سب بھی اگر منیور"

"میں سرو ہو جائے تو۔۔۔۔

فریج سے یکے بعد دیگرے تین چار ڈونگے نکال کر سلیب رکھتے وہ بتیسی دکھاتا آنکھیں پٹپٹانے لگا جس پر مضراب کا جتنا خون جل سکتا تھا جل کر دھواں ہوا تھا۔

"اور کچھ جہاں پناہ۔۔۔۔؟"

"تھوڑا سا سلاد فریش رائتے کے ساتھ قہوہ مل جاتا تو۔۔۔۔"

آپ کو لگتا ہے آپ کسی نامعلوم ریاست کے شہزادے ہیں آریان عثمانی"

صاحب! اور میں آپ کی ادنیٰ کنیز کم، خانساماں کم الہٰ الدین کا چراغ ہوں جو

رات کے دوسرے پہر

"جو حکم میرے آقا' کہتے یہاں شاہی دستر خوان سجادوں گی۔۔۔۔۔؟'

دونوں ہاتھ جارحانہ انداز میں کمر پر جمائے وہ گھائل چیتی کی طرح لفظ چباتی

ہوئی آگے بڑھی تو وہ مصنوعی خوف زدہ تاثرات لیئے پیچھے فریج سے چپکا

تھا۔

آاا۔۔۔آپ۔۔آپ تو ملکہ ہیں وہ بھی رحم دل ملکہ۔۔میں تو اس لیئے"

کہہ رہا تھا کہ لیٹ نائٹ کھا رہا ہوں بد ہضمی ہو گئی تو کل کیسے سب کی ڈانٹ

پھٹکار ہضم کروں گا۔۔لیکن آپ تو۔۔۔۔"مسمسی شکل ڈال کر وہ ٹیبل

کے گردرکھی کرسی کھینچ کر دونوں کہنی ٹکاتا پیالے میں اپنا شیطانی فل وقت شریف و مظلوم مکھر اڈال کر ہونٹ لٹکاتا بیٹھ گیا تھا۔

یہ ڈرامے بازیاں کسی اور کو دکھانا رگ رگ سے واقف ہوں میں"

تمہاری۔"اپنے اندر امڈتے ترس و ترحم بھرے نرم جذبات پر لعنت بھیجتی ہوئی وہ شہزادے کا شاہی دستر خوان سجانے لگی تھی۔

اب کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔۔؟"جیسے تیسے وار کر اتارے گئے سلاد کو ٹیبل پر" پٹختے اس کی آنکھوں میں چمکتی چاپلوسی دیکھ اس کی بھویں تنی۔۔

"وہ انگلی میں درد ہو رہا ہے۔۔۔۔"

درمیانی سرخ انگلی کو انگوٹھے سے سہلایا۔

"تو کیا اب کھلا کر بھی دوں تمہیں۔۔۔۔؟"

آنکھیں واقعی میں کسی خونی چڑیل کی طرح باہر کو ابلی۔

نن۔۔ نہیں! ویسے انسانیت کے ناطے حرج تو نہیں لیکن میں کھالونگا، بس"

قہوہ مل جائے تو سردی لگ رہی ہے اور۔۔۔"فوراً بڑا سانوالا بے لگام زبان پر لگام ڈالنے کیلئے منہ میں ٹھونسا۔

جبکہ وہ قہوے کا پانی چڑھاتی مستقل لعن طعن میں لگی تھی۔

آدھے ادھورے کپڑے پہنے ہیں نہ ٹانگ پورے نہ بازو اور پھر مظلوم بن" کر سردی کی دہائیاں دینی ہے، اور منحوس وقت اس شخص کو وار کر ڈالتا بھی "میرے ہی قسمت میں ہے۔۔۔۔۔

اگر کہا جاتا کہ قہوہ گیس پر نہیں مضراب کی غصہ کی آگ پر پک رہا تھا تو غلط نہ ہوتا۔

پر کہنے کا کیا فائدہ جب پیچھے انگلیاں چاٹ چاٹ کر کھا رہے شخص کی کانوں پر جوں نہیں رینگ رہی تھی۔۔

novel by j nikhat

صبح قبل اس کے کی سب اس پر باز پرس کیلئے چڑھ دوڑتے وہ خود مظلومیت کی عملی تفسیر بنا اپنی دکھ بھری داستان لیکر دی جان کا نرم دل ہولانے ان کے پہلو میں پناہ لے چکا تھا۔

اب کیا بتاؤں دی جان! پرسوں کی رات بھی امتحانات کی تیاری میں " مصروف ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں کھایا تھا ناشتہ بھی جلد کیمپس پہنچنے کی دوڑ کے نذر ہو گیا اور دوپہر میں بھائی کے نکاح کی ملی شاکینگ نیوز نے ایسا سکتہ طاری کیا کہ ساری بھوک پیاس اسی کے نذر ہو گئی اور میں بھاگا بھاگا وہیں سے گاؤں کیلئے نکل پڑا، صبح افراتفری میں ہوسٹل سے نکلنے کی وجہ سے پیسے بھی اتنے کم تھے کہ جوڑ توڑ کر بس کی ٹکٹ ارینج ہو سکی۔

پھر بس اسٹاپ سے بھوکے پیاسے چار کیلو میٹر کا پیدل سفر کر کے حویلی۔۔ قسم سے دی جان قسم سے بھوک سے چوہے اب بھی نیم غنودگی میں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اپنی جذباتی تقریر کے اختتام پر پیٹ پر ہاتھ پھیرنے کے ساتھ بس آٹھ آٹھ آنسوں بہانے کی کسر باقی رہ گئی تھی۔۔

لیکن بچے تمہارے زمانے میں تو موبائل میں پیسے ہوتے ہیں"

ناں۔۔۔۔۔؟"جذبات کی دریا میں غوطے کھا رہی دی جان نے بال سہلاتے دکھی دل سے پوچھا۔

جس پر ارد گرد جمع تماشائیوں میں کھڑی مضراب نے دانت کچکچاتے بھویں اچکائی کہ 'دو اب جواب'

"ہاں! دی جان لیکن اکاؤنٹ میں پیسے تو۔۔۔۔۔"

ہر ماہ چاچو بلا تاخیر ڈالتے ہیں اور اپنی جذباتی قسم کی کہانیوں سے جو یہ دیگر" کے پاس سے بٹورتے ہیں وہ الگ۔۔۔۔

اس کے جواز گڑھنے سے قبل ہی جلالی ملکہ نے جملہ اچک کر مکمل کیا تو وہ کھسیانے انداز میں مسکرا دیا۔

ہاں ! اکاؤنٹ میں خطیر رقم موجود ہے مضراب سا۔۔ لیکن نیٹ ورک ہونا"
پڑتا ہے ناں آن لائن پیمنٹ کیلئے اور گاؤں کے راستے پر نیٹ ورک کا کتنا
"مسئلہ ہوتا ہے ہم سب جانتے ہیں۔ہے ناں۔۔۔۔۔۔؟
شاطرانہ انداز میں الفاظ گھماتا ہوا آنکھ مار کر وہ پلکیں پٹپٹاتا دی جان کی طرف
مڑا جو پگھل کر موم ہوئی تھی جبکہ مضراب جل کر کوئلہ۔۔
اور تو اور دی جان دیر رات جیسے تیسے حویلی پہنچنے کے بعد بھی یہاں کھانا"
"پوچھنے کیلئے انسان تو دور چڑیل تک موجود نہیں تھی۔۔۔۔
"چڑیل!!!!۔۔۔۔"
دی جان نے اچنبھے سے دیکھا جبکہ اس احسان فراموشی پر مضراب کا بس نہ
چلا در میانی ٹیبل پر سجا واس اٹھا کر اس کے سر پر دے مارے۔۔۔
"رات کو ایسی ویسی مخلوق ہی جاگتی ہے، میرا مطلب گھومتی ہے ناں۔۔۔؟"
!استغفر اللہ ! کیسی انٹ شنٹ بات کر رہے ہو بچے"

روزانہ بلاناغہ چاروں قل کے ساتھ سورۂ ملک ورحمٰن پڑھ کر دم کرنے کہ بعد ہی سوتی ہوں۔۔خیر! بھوک لگی ہو گی میرے بچے کو چلو پہلے کھالو کچھ پھر بات ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔"

ممتا کی مورت دی جان فوراً تسبیح آنچل سنبھالتی ہوئی اٹھی تو وہ فوراً ان کے پلو کے سائے تلے چل دیا۔

"آل تو جلال تو اس مصیبت کو ٹال تو۔۔۔"

میز کے گرد رکھی کرسیوں پر براجمان اشخاص کو دیکھتے ہی چہرے کے سارے فاتحانہ رنگ پل میں غائب ہوئے تھے اور بڑی سرعت سے وہ دی جان کے نازک سراپے کے پیچھے روپوش ہونے کی ناکام کوشش کرنے لگا تھا۔

کیا ہوا آریان سا! اب آپ کو اپنی آپ بیتی بابا سا چچا سا اور دیگر کو نہیں"

"سنانا۔۔؟ارے! یہ دیکھو دا جی بھی آگئے اب تو۔۔۔۔۔۔

مردانے سے نکل کر اپنی سربراہی کرسی کی طرف بڑھ رہے داجی کو دیکھ جہاں کمینگی سے پھس پھسا رہی مضراب کی آنکھوں کی چمک بڑھی تھی

وہیں خوف سے آریان کا چہرہ سپید پڑا تھا۔۔

"آپ کی دی جان کا آنچل سلیمانی ٹوپی ہے برخوردار! آپ بالکل بھی ہمیں نظر نہیں آرہے، لہٰذا بے فکر ہو کر ناشتے سے لطف اٹھائیں۔۔۔۔۔۔۔"

داجی کی گرجدار آواز جس طنز کے تیر کے ساتھ گونجی تھی اس کی حالت حقیقتاً مرنے والی ہو گئی تھی۔۔

"بچہ ہے شہباز کے ابا۔۔۔۔"

دی جان کے نرم لہجے میں بخشش کی گزارش تھی۔

جو اپنے سر پر موجود پرچے چھوڑ کر یہاں آپ سے لاڈ اٹھانے آیا ہے۔۔؟" روٹی ڈالتے داجی نے ہنکار بھرا تھا۔

کل تک چلا جائے گا ناں۔۔بھائی کے نکاح کا سن کر دل نہیں ٹھہرا تو بس چلا"
آیا۔ بھولا ہے ہو گئی نادانی۔۔۔۔۔"داجی کے تیوروں کے پیش نظر دی جان
نے ملتجانہ انداز اپنایا۔
بھائی کے نکاح کا سن کر دل نہیں ٹھہرا یا پڑھائی پر دل نہیں ٹھہرتا شہزادے"
"کا جو سالانہ امتحان کی بھی پرواہ کئے بغیر منہ اٹھا کر نکل آئے۔۔۔
داجی تعلیم کے معاملے میں ہمیشہ سے ہی بے حد سخت رہے تھے۔دلاور جیسے
اڑیل گھوڑے کو جب انھوں نے نکیل ڈال کر محنت کی ڈگری دلوائی تھی تو
پھر آریان عثمانی کس کھیت کا مولی تھا۔
واپس جا کر محنت کر لے گا ابھی آپ ناشتہ کریں ناں، آپ کو جانا بھی"
"ہے۔۔۔۔
دی جان فوراً آگے بڑھ کر ان کی پلیٹ میں ایک ایک چیز چاؤ سے اتارنے لگی تو
ہمیشہ کی طرح انھیں شانت ہونا ہی پڑا۔
"آجاؤ۔۔۔۔۔"

باران کے اشارہ کرنے پر سر جھکا کر کھڑا وہ بھی پیر گھسیٹتا ہوا کرسی پر ٹکا تھا لیکن داجی اور شہباز و شیراز عثمانی کی موجود میں تو پانی تک حلق میں اترنا مشکل تھا۔۔

جیسے تیسے ان کا ناشتہ ختم ہونے تک وہ روٹیوں کے ساتھ کھیلتا رہا تھا اور جیسے ہی داجی کھڑے ہوئے ویسے ہی اس کی سانس کچھ بحال ہوئی۔۔

امید کرتے ہیں کل تک یہ خود چلے جائیں گے ورنہ اگر امتحانات کے نتیجے " متاثر ہوئے تو ان کی سالانہ چھٹیوں کی ہم ذمہ داری نہیں لیتے۔ "ڈائینگ آئیر یا چھوڑتے ہوئے ملی سنگین دھمکی کہ نتیجہ گلے میں زبردست پھندا کی صورت لگا تھا۔

جس پر باران سمیت سبھی کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

دی جان!!!!" وہ احتجاجی ہوا۔"

"!!دھیان نہیں دو زیادہ تم اپنا کھاؤ۔ شاباش"

دی جان کی اندھی ممتا کا بھلا کوئی ساحل تھا وہ پوری دل جمعی سے دو دن کا کھلانے لگ گئی تھی۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"آپ ہمیں دے دیں ہم بنا دیتے ہیں۔۔؟"

ملازمہ کے ہمراہ لنچ کی تیاری کروا رہی وہ کافی دیر سے کھیر بنانے کی تیاری میں مصروف رضوانہ بیگم کہ چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ رہی تھی جو کچن کے بالکل کونے میں بنے مٹی کے چولہے کے قریب تختے پر بیٹھ کر آگ سلگاتے ہوئے شدت اختیار کر گیا تھا شائد تبھی مجبوراً اسے آگے بڑھنا پڑا تھا۔

"میں بنالوں گی۔۔۔۔"

ہمیشہ کی طرح بنا اس کی جانب دیکھے پر تکلف انداز میں جواب دیتی ہوئی وہ دودھ میں چمچ گھمانے لگی۔۔

ان کے صفاچٹ جواب پر مقدس گومگو کی کیفیت میں گرفتار ہوتی لب چبانے لگی تھی۔انھیں آئے دن رہتا کمر کا شدت آور درد کوئی ایسا ڈھکا چھپا

بھی نہیں تھا جو اس وقت بھی ان کی بارہا کوشش کے باوجود ان کے چہرے سے جھلک رہا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ان کا لیا دیا انداز شروع دن سے ایسا رہا تھا کہ وہ زبردستی بھی نہیں کر سکتی تھی۔

گو کہ انھوں نے کبھی براہ راست اس سے کوئی تلخ کلامی یا طنز و تنفر والی گفتگو نہیں کی تھی نہ ہی ان کے رویہ سے سرد مہری جھلکتی تھی لیکن ان کا کتراتا ہوا انداز جتاتا تھا کہ وہ اس سے کسی قسم کے مراسم بڑھانے کی بھی متمنی نہیں ہیں۔۔

"آپ کو تکلیف ہو رہی ہے اور کھیر میں مستقل چمچ ہلانی پڑتی ہے آپ ہمیں دے دیں ہم بس اتنا کر دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔"

وہ عادت سے مجبور ایک مرتبہ پھر ملتجی ہوئی۔

"آریان کو میرے ہاتھ کی بنی ہی کھیر پسند ہے۔۔۔۔۔۔۔"

ہنوز وہی روش اپنائے جواب آیا۔

آپ نے ہی سب ڈالا ہے تو بلاشبہ ذائقہ آپ ہی کے ہاتھوں کا آئے گا ہم" بس آپ کی جگہ چمچ ہلانا چاہتے ہیں درمیان میں آکر دیکھتی رہیں یہی بیٹھ کر آپ، لیکن ابھی جا کر اونچی جگہ پر بیٹھ جائیں اس طرح درد شدت اختیار کرتا رہے گا۔۔"اس کے پرزور اصرار پر رضوانہ بیگم نے گردن گھما کر اس کی جانب دیکھا۔

اس کے صاف شفاف چہرے پر کوئی کینہ و تنفر کی گرد ڈھونڈنے سے بھی مفقود تھی پھر بڑی آہستگی سے چمچ چھوڑ کر پیڑھی سے اٹھ کر ٹیبل کے گرد رکھی کرسی پر بیٹھ گئی مقدس نے پانی کا گلاس ان کے سامنے رکھا جسے اسی خاموشی سے اٹھا لیا گیا تھا۔

انھوں نے ابھی پورا گلاس ختم کر کے ٹیبل پر رکھا بھی نہیں تھا کہ تن فن کرتی ہوئی رخسار کسی بھڑکتے شعلے کی مانند جلتی ہوئی داخل ہوئی تھی۔

صحیح ہے ماں سا! آپ یہاں خاندانی خانساماں کی طرح نت نئے پکوان کی" ملنے والے حکم پر لبیک کہتی رہیں، بابا سا باہر چپ کی بکل مارے جی حضوری

کرتے رہیں گے اور آپ ہی دونوں کے نقش وقدم پر آپ کالاڈلا سپوت بھی متوقع حاکم سرکاروان کے اہل وعیال کو خوش کرنے کیلئے بلند بانگ ٹھٹھے لگاتے چاپلوسی کی مثال قائم کررہے ہیں،اور آپ شاباشی کے طور پر یہاں ان کیلئے کھیر بنارہی ہیں۔۔بہت خوب۔۔۔بہت خوب۔۔ بھئی! کیا غلاموں کا خاندان ہے باپ سے لیکر سپوت تک سارے شہباز عثمانی کے

"وفادار۔۔واہ! واہ!!۔۔۔۔۔۔۔۔

دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کر اس نے باقائدہ تمسخرانہ تالی بجائی تھی ورنہ چہرہ تو نفرت واشتعال سے سرخ تندور ہورہا تھا۔۔

"رخسار اپنی زبان سنبھالو۔۔۔۔۔"

مقدس کی موجودگی میں بیٹی کے الفاظ نے ان کے وجود کو منوں مٹی تلے دھنسادیا تھا۔

بالکل ! بالکل ! سرکار لوگ سن لیں گے تو شامت آجائے گی ناں ہم لوگوں" کی۔۔ بالکل صحیح کہہ رہی ہیں آپ۔۔۔۔۔" کرسی کو پٹخ کر ایک جانب رکھتے اس نے طنزاً آواز نیچی کرتے ہنکار بھرا۔

جواب میں سبکی سے رضوانہ بیگم کا سپید پڑتا چہرہ دیکھ رہی مقدس اپنی جگہ جم سی گئی تھی۔۔

آپ سب نے تو اپنی ڈیوٹی سنبھال لی ہے۔۔ میں ہی باغی بنی آپ سب کیلئے" مسائل پیدا کر رہی ہوں۔۔ کیا کہتی ہیں میں بھی جا کر مضراب بی بی کے پیر دھلایا کروں دودھ سے، یا کل تازہ تازہ گدی کے وارث کی بنی زوجہ کی قدم بوسی کروں۔۔ تاکہ آئندہ بھی ان کی نظر کرم ہم پر بنا رہے، آخر ہمیں تو ان کی نسلوں کی چاکری کرنی ہے ناں۔۔؟ بتائیں ناں ماں سا کیا کروں

"میں۔۔۔۔۔۔؟

اپنے جگر چاک کرتے الفاظ سے اس لڑکی نے اس ماں کا تو معلوم نہیں لیکن پیچھے کھڑی مقدس کا کلیجہ چھلنی کر دیا تھا۔۔

"رخسار بس کر جاؤ ابھی۔۔۔۔۔۔"

یوں اس اجنبی لڑکی کے سامنے بے لباس ہونے پر بجائے ان کے ہاتھ اٹھنے کے باہم جڑ گئے تھے۔۔۔

اس کے علاوہ آپ کو آتا کیا ہے ماں سا۔۔۔؟ان کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہیں"

"اور مجھ پر اٹھاتی ہیں۔۔۔

ماں کے جڑے ہاتھوں پر بھی اسے رحم نہیں آیا تھا خشونیت سے کہتی وہ پتھر سے بھی سخت و بے حس معلوم ہو رہی تھی۔۔۔

مقدس کامن کیا سامنے جا کر اس بد تمیز و بد لحاظ لڑکی کو جھنجھوڑ ڈالے لیکن اس کے قدم جیسے منجمد ہو گئے تھے۔۔

نفرت ہے مجھے آپ کے ان آنسوں سے ماں سا! آپ کے انھیں آنسوں" نے کبھی آپ کو نگاہ اٹھا کر اپنا حق طلب کرنے کی ہمت نہیں دی، ہمیشہ ایک ان دیکھے بوجھ تلے آپ دبتی رہی اور ہمیں بھی ساتھ دباتی رہی۔" ماں کے ڈھلکتے آنسوں کو اس نے بڑی بے حسی سے دیکھتے نخوت سے سر جھٹکا تھا۔

یہ ندامت کا بوجھ آپ کا نہیں ہے ماں سا! آپ کا نہیں ہے یہ بوجھ۔۔آپ" نے محترم و مقام شیراز عثمانی سے نہیں کہا تھا اپنی غلطی کی جیتی جاگتی غلیظ نشانی لا کر حویلی والوں کے سر پر مسلط کر دیں، نہ ہی ان کی اس رنگین غلطی

"میں آپ کا۔۔۔۔

"رخسار بس! میں نے کہا بس!! مزید ایک لفظ نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

رضوانہ بیگم کا زنانے دار تھپڑ بس چند سیکنڈ کا سناٹا پھیلانے میں کامیاب رہا تھا۔

آپ کا تھپڑ حقیقت کے اس طمانچے سے زیادہ زوردار نہیں ہے ماں سا! جو" روزانہ آپ لوگوں کو دیکھ کر میرے گال پر شرمندگی و سبکی کا گہرا نشان چھوڑتا ہے۔۔"گال سہلاتی وہ زہر خندگی سے مسکراتی ہوئی آندھی طوفان بنی وہاں سے نکل گئی تھی پیچھے مقدس کو بھی نکلتے دیکھ رضوانہ بیگم دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھ گئی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رخسار کا یہ نفسیاتی روپ حقیقتاً اُس کے حواس جھنجھوڑ گیا تھا۔

اس قدر جنون خیز درشت انداز وہ بھی اپنی سگی ماں کے ساتھ جو تمیز و لحاظ کی ہر حدود پھلانگتا چلا گیا تھا۔۔ لیکن اس بے حس لڑکی کے سپاٹ چہرے پر ملال کا ایک سایہ تک نہ لہرایا تھا۔

اس کی تلخ گوئی سے وہ واقف تھی لیکن اس کا یہ روپ اس کی تلخ گو مزاج کا پاسنگ بھی نہ تھا۔۔

وہ مستقل اسی منظر سے ذہن الجھائے کچن سے نکل کر وسیع خالی ہال عبور کرتی ہوئی زینے کی طرف جا رہی تھی۔

دی جان کے کمرے سے ہنسی ٹھٹھوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھی یہی شائد رخسار کہ پارہ چڑھانے کی وجہ بنا تھا۔

اسی اعصابی جھکڑ پکڑ سے نبرد آزما وہ جا کر نہایت ہی خاموشی سے بیڈ کی پائینتی پر ٹک گئی تھی۔

جس پر بیڈ پر دراز دلاور ثانیہ کیلئے متوجہ تو ہوا تھا لیکن رد عمل نہ دیتا ہوا واپس لیپ ٹاپ پر نظر مرکوز کر گیا۔

لیکن کافی دیر گزر جانے کے باوجود جب اس کے گم سم وجود میں کوئی تغیر نہیں آیا تو پھر تشویش کا شکار ہوتا لیپ ٹاپ ایک جانب رکھ کر متوجہ ہوا۔

"آپ۔۔۔ ٹھیک ہیں۔۔۔؟"

تشویش زدہ آواز اتنی بلند تو تھی کہ وہ سن سکے لیکن ندارد جواب پریشانی بڑھانے کیلئے کار گر تھا۔

"سن رہی ہیں آپ۔۔۔ ٹھیک ہیں ناں۔۔۔۔؟" قریب کھسکتے بہت ہی آہستگی سے شانہ تھپتھپایا۔

"ج۔۔جی۔۔۔۔؟"

رد عملاً وہ اپنی جگہ اچھل کر بیٹھتی ہڑبڑائی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا سوچ رہی ہیں۔۔۔؟"

"آپ کی والدہ۔۔۔۔"

بوکھلاہٹ میں زبان تیزی سے پھسلی۔۔

"میری کون۔۔۔۔۔؟"

نتیجے میں نرم لہجہ وتاثرات دونوں چٹان کی مانند چٹخ پڑے تھے۔۔

آپ۔۔آپ کے چھوٹے بھائی آئیں ہیں ناتوان کی والدہ ان کی پسندیدہ کھیر " بنارہی ہیں، آپ کو میٹھا پسند نہیں ناں تو ہم پوچھنے آئے تھے ہم آپ کیلئے کچھ "دوسرا بنادیں کم میٹھا۔۔۔۔؟

بھک سے اڑے دماغ کو بڑی تگ ودو سے حاضر رکھتے جوڑ توڑ کر کہانی بناتے باضابطہ اس کی پیشانی عرق آلود ہوگئی تھی۔۔

ضرورت نہیں ہے۔۔اور یہاں سوائے دی جان کے کسی سے میرا کوئی" تعلق نہیں ہے۔۔۔۔۔۔"بے رخی سے باور کراتا ہوا وہ ایک مرتبہ پھر میلوں کے فاصلے پر جا کھڑا ہوا تھا۔۔

آپ ناشتہ کرنے نیچے نہیں آئے تھے، ہم نیچے سے لے آتے ہیں"

"آپ۔۔۔۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے، باہر گیا تھا کر آیا ہوں اور۔۔۔۔۔"

اسی رکھائی سے بتاتے بے ارادہ نگاہ تپائی پر رکھی چھوٹی سی پوٹلی پر لمحے کیلئے ٹھہری پھر نظر سکرین پر مرکوز کر گیا۔۔

جبکہ مقدس اس کی نگاہوں کا تعاقب کرتی ہوئی تپائی تک پہنچی تھی۔

"ہم یہ کھول کر دیکھ سکتے ہیں۔۔۔۔؟"

"مرضی ہے۔۔۔۔۔"

شانے اچکا کر بے نیازی سے اجازت دیتے نگاہ نہیں اٹھائی گئی تھی۔

"!ارے واہ"

پوٹلی میں رسیلے بیر دیکھتے ہی ادھر اس کی آنکھیں چمکی تھی تو ادھر کی بورڈ پر متحرک اس کی انگلیاں چہکتی آواز پر ساکت ہوئی تھی۔

"ہمارے لی ئے لائیں ہیں۔۔۔؟"

پرجوشی سے قریب آکر لگاوٹ سے کئے گئے سوال پر سرعت سے گردن موڑ کر پُر منور سجیلا چہرہ دیکھا جو کسی ان چھوئے خیال سے دمک رہا تھا۔

صبح دوائیاں ڈلوانے گیا تھا باغ تو پیڑ کے پاس گرے ہوئے تھے۔ملازم"

"نے اٹھا کر دے دیئے بس!۔۔۔۔۔

پگھلتی نگاہوں کو لگام ڈالتے سر سے وار کر دینے کے انداز میں جواب اچھالتا وہ قطعی لاتعلق ہو گیا تھا۔۔

"!!ہمممم"

توقف لیتے آہستگی سے بیر کی پوٹلی سامنے رکھ کر اس کے بنا کچھ کہے پلٹ جانے پر اس کی رگ وپے میں یکایک ہی اشتعال آنگیز بے چینی تباہی بن کر دوڑی تھی۔

ضبط سے جبڑے و مٹھیاں بھینچتے بڑی دقت سے اس نے فرش کے بجائے لیپ ٹاپ کو سائیڈ پر پٹخا۔

اوخون آشام نگاہوں سے بیروں کو گھورتے ہوئے بھینچی مٹھیوں کی وجہ سے ہری ہری رگوں کے ساتھ کھروچ کے سرخ سرخ نشان بھی ابھر آئے تھے جوان بیروں کو توڑنے کے دوران لگے تھے۔

لیکن وہ انا کا مارا اپنی ذات کے قلعے کا قیدی شخص نہیں بتا سکتا تھا کہ صبح دوائی ڈلواتے ہوئے جب نگاہ بیروں سے لدے پیڑ پر گئی تو بے ساختہ ہی نگاہوں میں اس کا وہ دلچسپ روپ جاذبیت کے ساتھ اترا جب وہ شوخ سے بیر کھاتی ٹیڑھے میڑھے منہ بناتی عام دنوں سے اس قدر مختلف و دل فریب لگ رہی تھی کہ ان ساعتوں میں وہ اس فریب میں تاحیات گرفتار رہنے کی دعا بلا سوچے مانگ سکتا تھا۔

پھر اس کے من میں کیا سمائی تھی کہ ملازموں کے وہاں سے ہٹتے ہی جیکٹ کھول کر خود پیر پر چڑھ گیا تھا اور کسی گوہر نایاب کی طرح بڑے بڑے رسیلے بیر چنتے ہوئے کانٹوں سے لگے کھروچوں کو اس نے بالکل محسوس نہیں کیا تھا۔

لیکن اب اس کا یوں بے پروائی سے انھیں چھوڑ جانے پر اس کا پورا وجود جیسے جلتے تندور پر کی زد میں آگیا تھا۔۔

"آپ کو نہیں کھانا ہے تو آپ اسے پھینک سکتی ہیں۔۔۔۔؟"

ڈریسنگ کے آگے جھکی مقدس پر سلگتی نظر ڈالتے اس نے اپنی بھڑاس نکالی۔

"نعمت کی بے قدری ہم نہیں کر سکتے۔۔۔"

تو پھر کسی ملازم کو دے دیں، لیکن یہاں سے ہٹائیں اسے مجھے اس کی بو سے"

"سخت نفرت ہے۔۔۔۔

قصور وار نگاہیں بیر پر گاڑے وہ کچی لکڑی کی طرح سلگ رہا تھا۔۔

"یہاں تک لاتے ہوئے نفرت نہیں محسوس ہوئی تھی۔۔۔؟"

سنجیدگی لیئے وہ بیڈ کے قریب آچکی تھی۔۔

"آپ۔۔۔۔"

اعترافِ جرم سے جسے خوف آتا ہو اسے یا تو جرم میں ملوث ہی نہیں ہونا"

"چاہیئے یا پھر شاطرانہ انداز میں ثبوت مٹا دینے چاہیئے۔۔۔۔۔

اعترافِ جرم سے جسے خوف آتا ہو اسے یا تو جرم میں ملوث ہی نہیں ہونا"

"چاہیئے یا پھر شاطرانہ انداز میں ثبوت مٹا دینے چاہیئے۔۔۔۔۔

اپنی شائستہ آواز میں مدھر سی معنیٰ خیزی سموئے وہ نہایت بے تکلفی کے ساتھ اس کے مقابل نشستہ ہوئی تھی۔

اسی گل افشانی پر ردعملاً نافہمی سے اس کے ملائم نقوش کو دیکھنے لگا تھا کہ اس کے ہاتھ گرفت میں لینے پر پتلیاں حیرت و بے یقینی سے غیر معمولی حد تک اپنی حجم سے باہر کو ابلی آئی۔

جس کا مقابل نے کوئی اثر نہیں لیا تھا۔

نہایت توجہ و احتیاط کے ساتھ ہاتھ کو الٹ پلٹ کر کھردچوں کا اچھے سے معائنہ کرنے کے بعد اب وہ فکر آمیز اپنائیت کے ساتھ ان پر ٹیوب اپلائی کرنے لگی تھی جو شائد وہ دراز سے لانے ہی بیروں کو چھوڑ کر گئی تھی اور ادھر موصوف نے خواہ مخواہ آدھا لیٹر خون جلا لیا تھا۔۔

کڑی سے کڑی جوڑتے اسے خود پر شدید غصہ آیا تبھی ہاتھ کو پوری قوت سے اپنی جانب کھینچا نتیجے میں وہ بھی کچی ڈور سے کھچتی کافی قریب کھسک آئی لیکن ہاتھ کو آزاد نہیں کیا۔

ششش!!کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔؟مرہم لگا رہے ہیں،آپ کو نظر آرہا"

"ہے ناں۔۔۔۔۔؟

بنا لحاظ ڈپٹ دینے پر وہ ہونق سا بے حد قریب کھینچ آیا اس کا چہرہ دیکھنے لگا جس کی تمام تر توجہ کا مرکز ہنوز زخم تھے۔

"کک۔۔کیا کر رہی ہیں۔۔۔۔۔؟"

ہاتھ کے بعد اس کے ٹخنوں سے جینز کا پائینچہ اپر اٹھانے کی کوشش پر ہڑبڑا کر ہوش میں آتے ہوئے اس نے پیروں کو سمیٹ کر قریب لیا تھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے کیا کر رہے ہیں ہم۔۔۔؟"

لہجہ اجنبی رکھتے ہی بھوؤں کو مخصوص انداز میں جنبش دیتے آج حکیم صاحبہ کوئی الگ ہی روپ لیکر سامنے آئی تھی۔

مرہم لگا رہی ہیں۔۔۔۔۔۔"وہ مرعوب ہوا تھا۔"

"تو پھر۔۔۔؟"

مجھے نہیں پسند آپ میرے پیر چھوئیں۔۔۔میرا مطلب کوئی بھی میرے"
"پیر چھوئے۔۔۔۔

بے اختیاری پر قابو پا کر بات بناتے ہوئے جب اس کے چہرے پر سرزنش نگاہ اٹھی تو لحظے بھر کو محسوس ہوا جیسے گہری جھیل سی آنکھوں میں محظوظ کن تبسم کے موتی چمکے ہوں لیکن تاثرات میں کوئی تغیر نہ دیکھ وہ سر جھٹک گیا۔

جیسی آپ کی مرضی، یہ دوائی لگالیں، بے شک زخم گہرے نہیں ہیں، پر"
سردیوں میں معمولی سے زخم بھی کافی تکلیف دیتے ہیں، اور یہ تو پھر کانٹوں سے لگے کھروچ ہیں جلن بھی محسوس ہو گی۔۔۔۔"مرہم تھامنے کیلئے بڑھاتے ہوئے اس کے سادگی سے پردہ گرانے پر وہ بدکا تھا۔

"آپ۔۔آپ کو کیسے۔۔۔۔؟"

بیک وقت آنکھوں و نقوش میں اتر آئے حیرانگی و خفت کے ملے جھلے رنگ اس کے دبنگ خدوخال کو بالکل معصوم بچوں جیسا بھولا و بے ضرر بنا رہا تھا۔

جسے دیکھ کر وہ چند ساعت مبہوت سی رہ گئی تھی۔

آپ کو شائد پہلے کسی نے بتایا نہیں ہے، لیکن آپ کو جھوٹ بولنا نہیں" آتا، بناوٹ آپ میں نہیں ہے، اداکاری آپ سے نہیں ہوتی، اس لیئے جب کبھی ایسا کچھ ٹرائی کرتے ہیں فوراً پکڑے چلے جاتے ہیں، جیسے کہ آج۔۔۔" فکرویگانگت سموئے اک جذب کے عالم میں کہتی ہوئی وہ کافی قریب جھک آئی تھی۔

ہمیں بیر بے شک بہت پسند ہے لیکن ہم آپ کو زخمی نہیں دیکھ" سکتے، آئندہ ایسا نہیں کیجیئے گا، یہ ہمارا حکم بھی ہے اور درخواست بھی۔۔۔" نرم انگلیوں کی پور سے کنپٹی کی کھروچ پر مرہم لگاتی وہ پیچھے ہوئی۔

"کیوں۔۔۔؟"

اس کے فاصلہ بنانے پر عالمِ بے خودی میں کھو رہا وہ بے چینی سے سیدھا ہوا تھا۔

"کیونکہ ہمیں آپ کی فکر ہے۔۔۔"

کیوں۔۔۔؟"اس کی بے چینی مزید بڑھی تھی۔"

"کیونکہ۔۔۔۔۔"

لمحاتی توقف لینے پر ادھر اضطراب و بے کلی رواں رواں سے جھلکنے لگی تھی۔۔

رہتی ہے ان کے رخ پے شگفتہ سی برہمی،

یہ طرز التفات ہے یا اجتناب ہے؟

ھوتا نہیں عیاں کبھی ان کے مزاج سے،

!نیت خراب ھے یا طبیعت خراب ہے

کیونکہ زخم سے اگر آپ کا یارانہ ہے تو مرہم سے آپ کو خدا واسطے کا بیر"

ہے،اول تو لگوانا ہی نہیں ہے، پھر یہاں نہیں لگوانا،ایسے نہیں لگوانا، ویسے

نہیں لگوانا، بالکل چھوٹے بچوں جیسی ضد ہوتی ہے آپ کی، وہ بھی اس بچے

"جسی۔۔آ۔۔۔آپ۔۔۔۔

مزے سے روانگی میں کہتی ہوئی وہ ہاتھ دھونے واش روم کی سمت بڑھنے لگی تھی کہ یکایک ہی سنجیدہ تاثرات سمیت آنکھیں سکیڑے اس کے راہ میں حائل ہونے پر تیزی سے لبوں کو دانتوں کے زیر ستم لایا۔

"جاری رکھیں حکیم صاحبہ! وہ بس وہاں سے صحیح سنائی نہیں دے رہا تھا تو

"سوچا رو برو اپنے خواص سے فیض یاب ہو جاؤں۔۔۔۔

راست چوٹ کرتے ہوئے مقابل کی بوکھلاہٹ سے لطف لیتے درمیانی فاصلہ کو ناکافی بنایا گیا جس پر حقیقتاً حکیم صاحبہ کے طوطے کبوتر اڑے تھے۔

"وہ۔۔وہ۔۔ہم کہہ رہے تھے کہ آپ۔۔۔۔"

وہ سنبھل کر کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ دروازے پر بے صبری کے ساتھ تسلسل سے ہونے والی دستک نے فسوں خیز سماں میں مخل ہو کر ماحول کی

معنیٰ خیزی میں بدمزگی کی دڑاڑیں ڈالتے دونوں کو اس طلسمی ڈور سے جدا کیا تھا۔

اس کی پر حدت نگاہوں سے پگھل رہی وہ فوراً پشت موڑ کر دھڑکنوں کی ترتیب کے ساتھ دوپٹہ درست کرنے لگی جبکہ وہ اس مداخلت پر سیخ پا ہوتا نووارد پر برسا۔۔

کون مر رہا ہے وہاں۔۔۔۔۔؟" وہ دہاڑا تھا۔"

ناچیز کو آریان عثمانی کہتے ہیں، اور میں مر نہیں رہا ملاقات کا خواہاں ہوں"

بھابی سا سے۔۔۔۔۔"اجازت کا انتظار کئے بغیر وہ دروازے سے منہ نکالتا ڈر چھپانے کیلئے جبراً مسکرایا۔

"آجاؤں اندر۔۔۔۔؟"

تیزی سے مقابل کے چہرے پر پھیلی کرختگی و ناگواریت کی سرخی دیکھتے سانس خشک ہونے کے باوجود اس کی بتیسی باہر تھی۔۔۔

کس دہلیز پر کھڑے ہو دیکھ کر سوال کرو، دروازہ بند کرتے ہوئے"

"جانا۔۔۔۔۔

تنفر آمیز رکھائی سے حد بندیاں باور کراتے ہوئے ساعت پہلے کہ تمام تر نرم جذبات سرد مہری کے نذر ہوئے تھے۔

بھابی سا میں آجاؤں۔۔۔۔۔؟"ذرا جو اس پر اثر ہوا ہو۔۔"

"تم۔۔۔۔"

"آجائیں آپ۔۔۔۔"

اپنے ہی پشت سے ابھری نرم آواز پر وہ جھٹکے سے مڑ کر خشمگیں نگاہوں سے اپنی زوجہ کو گھورنے لگا۔

تھینکیو بھابی سا! میں جانتا تھا آپ ان جیسی غصیل، کھڑوس، سڑیل نہیں" ہوں گی اور۔۔ارے! بیر۔۔

ٹیڑھے میڑھے منہ بناتے ہوئے بے خوفی سے جہاں پناہ کی شان میں رطب اللسان نووارد کی نظر جیسے ہی بیر پر پڑی وہ تیزی سے جھپٹا لیکن پوٹلی چوکنا کھڑے دلاور کی گرفت میں تھی۔

"ارے! یہ کیا بات ہوئی مجھے۔۔۔۔"

یہ تمہارے لیئے نہیں ہے۔۔۔"پوٹلی اپنے پہلو میں رکھتے تنفر سے ہنکار" بھرا تھا۔

"تو پھر کس کیلیئے ہے۔۔۔؟"

منہ غبارے کی طرح پھلائے ندیدی نگاہ پوٹلی پر گاڑے اس نے ہاتھ کمر پر ٹکائے۔

مقدس کی موجودگی سے کافی ڈھارس جو بندھ گئی تھی۔۔

"تمہارا مسئلہ نہیں ہے جاؤ یہاں سے۔۔۔۔"

بھابی سا! دیکھ رہی ہیں ناں آپ۔۔؟معمولی سے بیر کیلیئے یہ ایسے برہم" ہو رہے ہیں جیسے میں نے ان کے حصے کی جائیداد ہڑپنے کی کوشش کی

ہو، بتائیں کوئی چار مہینے سے ہوسٹل کے بدمزہ کھانے کھا کھا کر جی رہے بچے "کے ساتھ اس طرح کا سلوک کسی بھی طور جائز ہے۔۔۔۔؟

پہلی ملاقات کی ادب و آداب تکلف سب بھلائے اپنی کامیاب اداکاری کے جوہر دکھاتا ہوا وہ مقدس تو مقدس دلاور کو تک حیرت میں ڈال گیا تھا۔

ورنہ تو وہ اس کی پرچھائی سے بھی پناہ مانگتا تھا۔

"آپ۔۔آپ۔۔ برا نہیں منائیں ان کا وہ مطلب نہیں تھا۔۔۔"

"میرا وہی مطلب تھا۔۔۔"

مقدس کی کوشش پر فوراً پانی پھیرتا وہ دونوں بازو سینے پر باندھ کر چٹان کی مانند کھڑا ہو گیا۔

سنا۔۔سن لیا ناں آپ نے۔۔۔؟ وہ تو دی جان نے کہا کہ آپ سے سلام دعا" کر آؤں، پردیسی بندہ ہوں نا آج کل میں پھر مہینوں کیلئے غائب، لیکن خیر میں "چلتا ہوں۔

مفسلی، بیچارگی، مظلومیت جو کچھ اس لمحے کارگر تھی اس کے پست لہجے سے چیخ رہی تھی۔

پھر بیچاری مقدس کا نرم دل کس طرح نہ پسیجتا۔

"کک۔۔کیا کر رہے ہیں آپ بھائی ہے آپ کا چھوٹا۔۔۔"

مقدس نے فوراً اس کا بازو ہلایا جو پتھر ہی ہو گیا تھا۔

کوئی بھائی نہیں ہے میرا۔۔۔"ڈبل گھوری کے ساتھ جواب دیتے وہ واقعی" پتھر تھا۔

"ٹھیک ہے مت دیں انھیں ہمیں بھی نہیں چاہئے۔۔۔"

آخری کوشش کہ تحت دبی آواز میں دھمکی دیکر وہ مڑی کہ غصہ سے کلائی کو سخت گرفت میں لیتے اپنی جانب کھینچا۔

"بلیک میل کر رہی ہیں مجھے۔۔۔۔؟"

آنکھوں میں سرخ ڈورے اترے تھے۔

"کر بھی رہے ہیں تو کونسا آپ ہو جائیں گے۔۔۔۔؟"

بنا نگاہ ملائے وہ کلائی آزاد کرانے کی کوشش کرنے لگی۔

"یہ لیں جو کرنا ہے کریں۔۔۔"

پوٹلی اس کے ہاتھ میں پٹختا ہوا وہ پوری طرح مڑا بھی نہیں کہ آریان صاحب شیطان کا رول نبھا کر چھلاوے کی طرح غائب ہوئے۔

ادھر وہ بھی جا کر احتجاج میں واش روم میں بند ہوا اور دونوں بھائیوں کے گھن چکر کھیل میں بیچاری حکیم صاحبہ ہونق سی کھڑی رہ گئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐ

داجی کی عدم موجودگی میں ان سب کی شام کی چائے کی محفل دی جان کے خواب گاہ میں سجی تھی۔

مقدس اور مضراب کہ اصرار پر میرال بھی وہاں موجود تھی۔چائے کی چسکیوں کا ساتھ ہلکی پھلکی گفتگو کا سلسلہ جاری تھا۔

مغرب کی اذان سن کر مقدس اور دی جان ڈریسنگ روم سے معلق نماز گاہ میں نماز ادا کرنے گئے تھے جبکہ وہ دونوں وہی بیٹھی تھی۔

جب وہ حسب عادت چھلاوے کی طرح نازل ہوااور حسب دستور مضراب کے ہاتھ سے چپس کی پیکٹ جھپٹ کر منہ میں ٹھونستا ہوا آلتی پالتی مار کر تخت پر بیٹھ گیا۔

"تم۔۔۔۔۔"

ہاں! میں۔۔۔ نکالو اب پھٹا پھٹ سے پورے پانچ سو روپئے"

کیش۔۔۔"بھرے منہ کے ساتھ تقاضا کرتے اس نے ہاتھ آگے کیا۔

کس چیز کے پیسے۔۔۔؟"وہ انجان ہوئی۔"

اسی چیز کہ۔۔۔۔۔؟"اس نے آنکھیں گھماتے زور دیا۔"

پھر سے تم دونوں نے شرط لگائی۔۔۔؟"میرال نے متاسف نگاہ باری" باری دونوں پر ڈالی۔

ایک طرف مضراب نے کینہ توز نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے منہ کے زاویہ بگاڑے تو دوسری طرف وہ چکنا گھڑا ڈھٹائی سے ہنستا ہوا سر کھجانے لگا۔

"میں نے منع کیا تھا ناں تم دونوں کو۔۔؟"

بھابی سا! شروعات میں نے نہیں کی تھی۔۔۔"منہ میں چپس ٹھونستے اس" نے ہاتھ کھڑے کئے۔

تو کیا میں نے کی۔۔۔۔؟"جھپٹ کر چپس پر قبضہ کرتے اس نے الٹا" چڑھائی کرنی چاہی۔

ہاؤ کیوٹ تم خود قبول کر رہی ہو۔۔۔۔؟"وہ صدقے واری گیا تھا۔" بب۔۔بکواس بند کرو آخر میں کوئسچن مارک ہے۔۔۔"وہ جل بھن گئی" تھی۔۔

اب کس پر شرط لگائی تھی تم دونوں نے۔۔۔؟"دی جان بازپرس کرتی" ہوئی ہی منظر عام پر آئی تھی۔

میں۔۔میں نے نہیں لگائی تھی دی جان شروعات اس ڈرامے باز کی" "طرف سے ہوئی تھی۔۔؟

دی جان آپ کو لگتا ہے میں ایسا کچھ کر سکتا ہوں۔۔۔۔؟"شوخی و شرارت" پر ارجنٹ معصومیت کی پرت چڑھاتے وہ کالر سیدھا کر کے شریف بچہ بنا۔

دی جان یہ پھر ناٹک کر رہا ہے۔۔۔"وہ چڑ گئی تھی۔۔"

اب بتاؤ گے تم دونوں نے کیا کیا ہے۔۔۔۔؟"تخت پر نشست سنبھالتی دی"
جان نے کسی کی بھی سمت جھکاؤ ظاہر کئے بغیر استفسار کیا۔

کچھ خاص نہیں دی جان! بس میں ان جلالی ملکہ کو باور کروا رہا تھا اب میں"
بڑا ہو چکا ہوں، مرد ہوں میں اور مرد ڈرا نہیں کرتے۔۔"سینا تان کر کسرتی
بازوں کی نمائش کرتا وہ اترایا۔

ہونہ مرد! مرد ڈرا نہیں کرتے، مرد بس دی جان کی پلو میں چھپا کرتے"
ہیں۔۔۔"وہ تمسخرانہ اونچا بڑبڑائی۔
جس پر وہ بلبلا کر کھڑا ہوا تھا۔

کون۔۔کون ڈر رہا ہے، لسن میڈم مضراب! میں نا صرف بھائی سا کے"
کمرے میں گیا بلکہ بھابی سا سے ملا، ان سے اپنی حمایت کروائی، ایون بھائی سا
"کو جیلس بھی کروایا، یقین نہیں تو بھابی سا سے خود پوچھ۔۔۔۔۔

گردن اکڑا کر بتاتا ہوا وہ ایڑیوں کے بل گھومنے ہی لگا تھا کہ دروازے میں ایستادہ دلاور اور باران کو دیکھ اپر کی سانس اور نیچے کی نیچے ہونے کے باعث بری طرح کھانستا ہوا دی جان کی پہلو میں گرا۔۔۔

"اہم! کیا یہ صحیح فرمارہا ہے۔۔۔۔؟"

معنٰی خیزی سے گلا کھنکارتے باران نے بھویں اچکا کر تصدیق چاہی جس پر اس نے خشمگیں گھوری ڈالتے جبڑے بھینچنے پر اکتفا کیا تھا۔

جبکہ اس کی آواز سن کر یہ جا وہ جا ہونے کیلئے میرال راستہ تلاش کرنے لگی پر صد افسوس وہ دونوں دروازے میں جم کر کھڑے تھے۔۔

"مم۔۔میں نے ایمان سے کچھ نہیں کیا دی جان! وہ تو اس جلالی ملکہ نے مجھے اکسایا تھا تو بس میں۔۔۔"

میں نے اکسایا تھا۔۔۔اللہ اللہ دن دہاڑے جھوٹ تو نہیں بولو۔۔۔"اس" الزام پر مضراب تو ہتھے سے ہی اکھڑ گئی تھی۔۔

"لیکن یہ دن دہاڑے کہاں ہے شام ڈھل چکی ہے۔۔۔۔۔؟"

دی جان کی آڑ سے وہ سوکھتے گلے کے ساتھ گھگھیایا۔

"ہاہاہاہا۔۔۔۔"

جیسی بیچاری شکل ڈال کر وہ بولا تھا باران کا بے ساختہ اُبلا قہقہہ پورے کمرے میں گونجا۔۔

جس پر مضراب اور دلاور نے بیک وقت اسے غصیلی نگاہوں سے گھورا۔۔

جبکہ میرال اپنے ادھیڑ پن میں پھسی ہنوز کونہ کھڈرا تلاش کر رہی تھی۔۔

"دی جان! میں نے ان صاحب سے بس سچ کہا تھا کہ یہ موصوف ڈرتے ہیں بابا سا، چچا سا، خاص طور پر دا جی اور دا جی کے 'کاپر' تو کے نام سے ان کی جان جاتی ہے، جس پر یہ ڈٹ گئے کہ لگی شرط میں نے ایسے ہی ہاں کر دی اور یہ بریک فیل گاڑی کی طرح کمرے میں گھس کر حسب عادت دنگل مچا آئے اور جان خلاصی کیلئے دو پہر سے فرار ہیں،۔اور اب دعویٰ سنئیے بھابی سا کو اپنا حمایتی بنا کر جیلس بھی کیا ہے مطلب کچھ بھی۔۔۔۔۔"

آریان کی اُڑی رنگت کی پیش نظر قصداً تفصیل سے ماجرہ بیان کرتے خباثت سے زیر لب مسکراتے آنکھوں کو نچایا۔

جس پر حقیقتاً آریان عثمانی کو وہ زہر سے زیادہ زہریلی کوئی شئے لگی تھی۔پر وہ دل مسوس کر رہ گیا۔۔

ای تھینک دلاور بہتر بتا سکتا ہے، سچویشن کے بارے میں جیلس ہوئے تھے" کیا تم۔۔۔۔؟"مضراب کو ہاتھ کے اشارے سے روکتے ایک مرتبہ پھر باران پُر لطف سوال لی ئے پہلو میں متوجہ ہوا۔

ایسے فضول سوالات کے میرے پاس جواب نہیں ہوا کرتے، میں بتانے" آیا تھا مٹی کی جانچ کے بعد آفیسر نے جو کھاد اور بیج تشخیص کیا تھا وہ آگئے ہیں، ڈیرے والے گوڈاؤن میں رکھوائیں ہیں داجی کو بتا دیجئے گا۔۔۔"سرد سی سنجیدگی کے ساتھ اپنے آنے کا مقصد بیان کرتا وہ وہی سے پلٹ گیا تھا۔

جس پر جہاں آریان کی کب سے اٹکی سانس بحال ہوئی تھی وہیں مضراب کا مزہ کر کرا ہوا تھا۔۔

جبکہ دی جان سر جھٹکتی وظائف میں لگ گئی تھی۔۔

"وہ تمہیں کچھ کہتا بھی نہیں ہے، پھر اتنی جان کیوں جاتی ہے تمہاری اس کے نام سے۔۔۔۔۔؟" شانے پر چپت لگاتے باران اس کے پہلو میں ٹکا۔

"وہ کچھ کہتے نہیں اسی لیۓ تو جان پر بنی رہتی ہے، بندہ کچھ کہہ سن کر معاملہ رفع دفع کرے تو بات بنے، یہ تو چوبیس گھنٹے غراتے رہتے ہیں، مجھے تو بیچاری بھابی سا کی فکر ہو رہی ہے۔۔۔۔۔؟" ہونٹ لٹکاتا دنیا بھر کا بے فکر ترین بندہ اب مقدس کی فکر میں گھلتا عجیب ہی کوئی مخلوق لگ رہا تھا۔

"ان کی فکر نہیں کرو وہ تمہاری طرح بزدل نہیں ہیں۔۔۔"

واقعی! پھر تو ان سے ملنا پڑے گا۔۔۔" طنز کا اثر لیۓ بغیر وہ چہکتا ہوا کھڑا ہوا۔

"دوپہر میں تم جیلس نہیں کر آئے تھے دلاور کو۔۔۔۔؟"

باران نے ناسمجھی سے سوال کیا۔

کہاں۔۔؟ان کے آگے وہ دیوار چین بن کر کھڑے تھے،خود مجھے بھی"
جان خلاصی کروا کر بھاگنا تھا تو میں۔۔ارے! میرال بھابی آپ
"کدھر۔۔۔۔۔۔
تاسف سے کہتے اچانک نگاہ نماز گاہ میں دبے قدموں داخل ہو رہی میرال پر پڑنے پر اس نے آواز لگائی۔
نتیجتاً باران سمیت سب کی بے ارادی نگاہ ٹرانس کی کیفیت میں اس سمت گئی۔
باقی سب کی طرح ہوا کی تیز لہر سے بھی معمولی جھلک نے نازک سراپے سے لپٹے بے رنگ لباس کو گرفت میں لیا نتیجہ میں متبسم چہرے پر پھیلی سنجیدگی دی جان کی زیرک نگاہوں سے بالکل بھی مخفی نہ رہ سکی تھی۔۔۔۔
مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے آپ کے درشن پا کر وہ سجدہ شکر ادا کرنے روپوش" ہوئی ہیں۔۔۔۔؟"شرارت سے چمکتی آنکھوں کو اچکاتا ہوا وہ باران کی سمت مڑا۔

"دی جان! میں پھر آتا ہوں۔۔۔"

جواب میں فون کان سے لگاتا ہوا وہ تو کمال بے نیازی سے اسے نظر انداز کرتا ہوا واک آوٹ کر گیا پیچھے یوں صاف نظر انداز ہونے پر آریان عثمانی گہرے صدمے سے دوچار ہوا تھا۔

"دی جان! آپ کو نہیں لگتا نکاح کے بعد آپ کے دونوں شہزادے کچھ زیادہ ہی سڑیل بدذوق جمع اموشن لیس ہو گئے ہیں۔۔؟ حد ہی ہے مطلب ایک بندہ چھیڑ رہا ہے اور یہ دونوں تھرڈ پارٹی کی طرح نکل لیتے ہیں۔۔۔۔" ہنوز صدمہ کے زیر اثر وہ بڑبڑایا۔

"نہیں تو کیا بھنگڑے ڈالنے چاہئے تھے۔۔۔؟"

میں تو ڈالتا، بلکہ اب بھی ایسے کوئی چانسیز نکلیں تو ڈال لوں۔۔۔" اچانک" سے شانے پر جھک کر گمبھیر سرگوشی کرنے پر مضراب نے بری طرح سٹپٹا کر دی جان کو دیکھا لیکن وہ تسبیح کی طرف متوجہ تھی۔۔

میرے ساتھ بکواس مت کیا کرو۔۔۔۔"اتھل پتھل دھڑکنوں کو" سنبھالتی ہوئی وہ فوراً نماز گاہ کی جانب لپکی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

فیصلہ بابا سا کا تھا، جس میں ہم سب کچھ بھی نہیں کر سکتے، پھر جو ہونا تھا" ہو گیا ہے، آپ کے کھانا نہ کھانے یا دوائیاں نہ لینے سے بس آپ کی صحت "متاثر ہو گی اور کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔

کھانے کی جوں کی توں پڑی ٹرے پر متاسف نظر ڈالتے ہوئے وہ فکر مند سے پائیتی پر بیٹھے۔۔۔

جواباً ایک سپاٹ نظر ان پر ڈال کر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کبرڈ کے مقابل جا کھڑی ہوئی تھی۔۔

جس پر دن بھر کے تھکے ماندے شہباز عثمانی تھکان زدہ نگاہوں سے ان کی پشت کو دیکھتے دکھتی کنپٹی سہلانے لگے۔

ناظمہ !آپ جانتی ہیں میں بھی اس فیصلہ سے خوش نہیں ہوں، لیکن ہم" میں سے کوئی بھی باباسا کے خلاف جانے کی جرات نہیں کر سکتا، آپ جانتی ہیں۔۔"ان کے نائٹ سوٹ لا کر تھمانے پر انھوں نے بیچارگی سے ان کا بے تاثر چہرہ دیکھا۔

"ہم نے کب آپ سے کہا ہے مخالفت کریں آپ۔۔۔؟"

"پر آپ کا رویہ۔۔۔؟"

کیا ہوا ہے ہمارے رویہ کو۔۔۔؟ باباسا کی حسب خواہش ہم نے احسن" طریقے سے نکاح کی تقریب میں اپنا کردار نبھایا ہے، اگر پھر بھی آپ کو لگتا "ہے ہمارا رویہ درست نہیں تھا تو ہم معذرت چاہتے ہیں۔۔۔۔

معذرت کرتے ہوئے قطعی بھی ان کے خشک لہجے یا سرد تاثرات میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا۔

شہباز عثمانی نے ایک طویل سرد سانس فضاء کے سپرد کر تھکے اعصاب کو بیدار کیا۔۔

آپ کی دانشمندی اور معاملہ فہمی کا تو میں ہمیشہ قائل رہا ہوں۔ لیکن ایک "
ہو چکی چیز کیلئے اپنے آپ کو اذیت دینا کوئی دانشمندی تو نہیں ہے۔۔۔؟ پھر
میرال آپ کو حقیقی معنوں میں عزیز ہے، باران کی بھی آپ کو ہمیشہ فکر رہتی
تھی، اب شادی کے بعد وہ بھی کہیں نہیں جائیں گے، میرے مطابق سودا اتنا
" بھی برا نہیں ہے کہ سوگ منایا جائے۔۔
خصوصاً مثبت پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے شانوں پر دباؤ ڈالتے وہ
تمانیت سے مسکرائے جو جواب میں ان کے لبوں پر پھیلی استہزائیہ
مسکراہٹ دیکھ سمٹ گئی تھی۔
میرال ہمیں بے شک بہت عزیز ہے، اور بالکل ہم نہیں چاہتے باران "
دوبارہ ہم سے دور جائے، لیکن شہباز صاحب ہر وہ چیز یا شخص جو ہمیں عزیز
ہو وہ ہمارے لیئے صحیح بھی ہو ایسا ضروری نہیں ہوتا۔ اگر صاف الفاظ میں
کہوں تو میرال میں ایک سردار کی بیوی بننے جیسی کوئی ایک بھی خصوصیت

موجود نہیں ہے، وہ ایک بے حد محتاط مزاج، حالات کے ساتھ باآسانی سمجھوتہ کر ہتھیار ڈال دینے والی بچی ہے۔۔۔

جبکہ ایک سردار کی بیوی کو ذہنی اعتبار سے اتنا مستحکم و بے خوف تو ہونا چاہئے کہ حویلی کہ باگ ڈور سنبھال سکے، اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے اندرونی چھوٹے موٹے معاملات کو خوش اسلوبی سے حل کر سکے، کیونکہ اگر سردار گدی سنبھالتا ہے تو اس کی بیوی کو حویلی کی سربراہی تخت سنبھالنی ہوتی ہے، آپ بھلے سردار نہیں بنے لیکن میں نے اس تخت کو سنبھالا ہے، اس کے ساتھ ملے اختیارات کو استعمال کیا ہے میں جانتی ہوں، اس کی "طاقت کو۔۔۔۔۔

خلاء میں غیر مرئی نقطے پر نظر جمائے سنگین انداز میں کڑی سے کڑی جوڑتے ایک بہت اہم و غور طلب پہلو انھوں نے سمجھانے کی کوشش کی تھی جو شہباز عثمانی کا تھکا ذہن فل وقت سمجھنے سے قاصر تھا۔۔

مجھے آپ کی یہ پہیلی بالکل بھی پلے نہیں پڑی ہے،اور رہی بات سر براہی" تخت کی تو وہ تو اماں سانے بھی نہیں سنبھالی تھی اس سے بابا سا کو تو کوئی فرق نہیں پڑا۔۔۔"

ناظمہ بیگم کی سنجیدگی کو ہوا میں اڑا کر وہ ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے کھڑے ہوئے۔

ہاں! نہیں پڑا۔۔کیونکہ ایک تو بابا سانے ویسی دہشت قائم کر رکھی تھی" دوسرا کوئی اس دعویداری کیلئے موجود نہیں تھا۔۔۔" بات کو یوں ہوا میں اڑا دینے پر وہ چڑی تھی۔۔

تو اب کون ہے دعویدار رضوانہ یا آریان کی اگلے پانچ سال تک نہ آنے والی" بیوی۔۔۔۔؟" تمسخرانہ پوچھا۔۔

آپ اس حریف زادے کی بیوی کو بھول رہے ہیں۔۔۔"انھوں نے دانت کچکچاتے جتایا۔

"کون حاجی حکیم صاحب کی پوتی۔۔۔۔۔ہاہاہاہا۔۔۔۔۔"

سیکنڈ کا توقف لیتے ان کا بھاری مضحکہ خیز قہقہہ پورے کمرے میں گونجتا ناظمہ بیگم کا خلفشار خون کئی گنا بڑھا گیا تھا۔

ناظمہ بیگم ! حد ہے مطلب کی حد ہی ہے آپ کی۔۔یہ جھٹکا اتنا بھی بڑا" نہیں تھا کہ آپ ایک معمولی سی بچی سے عدم تحفظ کا شکار ہونے لگیں۔ خیر

"مجھے لگتا ہے آپ کو اپنے ڈاکٹر سے ملنا چاہئے ایک مرتبہ۔۔۔۔

ان کے تند خو چہرے پر تمسخرانہ نظر ڈالتے وہ واش روم کی سمت بڑھے۔۔

آپ کو میری بات مذاق لگ رہی ہے شہباز صاحب۔۔۔؟" وہ جلتے توے" پر بیٹھی تھی۔

نہیں میں سنجیدہ ہوں، ایک مرتبہ الیکشن کا جھمیلا سمٹ جائے تو چلتے ہیں" "ڈاکٹر کے پاس۔۔

ہنستے ہوئے کہتے وہ تو واش روم میں بند ہو گئے پیچھے ناظمہ بیگم جلے پیر کی بلی بنی کمرے میں چکر کاٹنے لگی تھی۔

ہم نے بھی اس لڑکی سے ملنے سے قبل اسے ایک معمولی سی لڑکی ہی سمجھا"
تھا، لیکن وہ کوئی معمولی لڑکی ہے نہیں۔۔۔" بمشکل پانچ سے سات منٹ
بعد جیسے ہی وہ واش سے برآمد ہوئے وہ فوراً ان کی سمت لپکی تھی۔

اچھا کیا خاص ہے ان میں۔۔۔؟" ٹاول ایک جانب اچھالتے انھوں نے"
دونوں بازو سینے پر باندھے۔۔

"بہت کچھ۔۔۔۔"

"! مثلاً"

مثلاً! وہ رضوانہ نہیں ہے جو اپنے شوہر کی غلطی کو اپنا گناہ تسلیم کر مجرموں"
کی طرح سر جھکائے زندگی گزار دے، نہ ہی وہ ہماری میرال کی طرح ہے جو
حالات کے ساتھ سمجھوتہ کر بنیادی حقوق سے بھی دستبردار ہو جائے۔۔

"وہ بے حد مضبوط اعصاب کی لڑکی ہے۔۔۔

"اور آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا۔۔۔۔؟"

شہباز عثمانی اب بھی قائل نہیں ہوئے تھے۔

کیسے معلوم ہوا۔۔۔؟ مجھے تو حیرت ہے کسی کو یہ سمجھ کس طرح نہیں" آرہا۔۔۔۔۔؟" ہنکار بھرتے ان کے لہجہ زہر زہر ہو رہا تھا۔

ایک عام سی لڑکی، جس نے گھر سے باہر کی دنیا دیکھی ہی نہیں ہے، جس کی" مخصوص انداز میں پرورش ہوئی ہے، جس کے پاس رشتوں کی تقاضے سمجھانے والی ماں تک موجود نہیں تھی، اچانک ایک سانحہ کی طرح وہ ایک بدنام شخص کی زندگی میں ایک بدنامی کی بدولت ہی داخل ہوئی ہے، اور بجائے وہ لوگوں سے گھبرانے کترانے کے پُراعتمادی سے سر اٹھا کر ملتی ہے، بنا ہچکچائے لوگوں سے اپنے رشتے کے متعلق بات کرتی ہے، ایک عام سی ازدواجی زندگی گزار رہی ہے۔۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں وہ ذہنی طور پر کس قدر مستحکم ہو گی۔۔۔۔؟

تضاد وہ سرکش لڑکا، جسے بابا سا کا جلال اماں سا کی بے پناہ محبت نہیں سدھار سکی، جو کل تک مہینوں لاپتہ رہنے کے بعد بھولے بسرے حویلی چلا بھی آتا تھا تو اماں سا کے باوجود لاکھ اصرار کے دو گھنٹے نہیں رکتا تھا اب گزشتہ ایک ماہ

سے وہ حویلی میں دندناتا گھوم رہا ہے، کس کی وجہ سے۔۔؟'اس لڑکی کی وجہ سے'

شہباز صاحب عورت چاہے تو کچھ بھی کر سکتی ہے، جس لڑکی نے صرف تین مہینے میں اس اڑیل گھوڑے کو نکیل ڈال دی ہے، کیا گارنٹی ہے کہ کل وہ اسے ہمارے باران کے مقابل کھڑا کرنے کیلئے تیار نہیں کر دے گی۔۔۔۔؟اماں سا اور بابا سا تو ویسے بھی اس کے سب سے بڑے حمایتی ہیں۔۔۔۔۔۔؟"

ناظمہ بیگم کے تفصیلی انداز پر شہباز عثمانی کے ماتھے پر فکر کے بل باآسانی دیکھے جا سکتے تھے۔۔

رضوانہ میں وہ ہمت نہیں تھی کہ وہ شیراز کو اس ایک غلطی کی ندامت سے نکال کر آپ کے مقابل کھڑا کر پاتی نہ میں نے کبھی اس کی اتنی ہمت بڑھنے دی، لیکن اس لڑکی میں وہ بات ہے۔۔۔۔۔۔۔"

شہباز عثمانی کو سوچوں کی بھنور سے نبرد آزما چھوڑ وہ خود جا کر واش روم میں بند ہو گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کہتے ہیں اہل جہاں درد محبت جس کو

نام اسی کا دل مضطر نے دوار کھا ہے

نگاہ یار سے پیکان قضا کا مشتاق

دل مجبور نشانے پہ کھلا رکھا ہے

اس کا انجام بھی کچھ سوچ لیا ہے حسرتؔ

!تو نے ربط ان سے جو اس درجہ بڑھا رکھا ہے

وہ دبے قدموں نیم اندھیرے خواب گاہ میں داخل ہو کر اس کے سرہانے دوزانوں بیٹھتا ہوا آہستگی سے اس کے ملیحہ چہرے سے کمفرٹر ہٹا کر اب وارفتہ

نگاہوں سے اس کے اک اک خوابدیدہ نقوش کو آنکھوں کے ذریعہ دل کی تختی پر نقش کر رہا تھا۔۔

"!میری جلالی ملکہ"

رخسار پر اٹھ کھیلی کر رہی باریک سی شرارتی لٹ کو احتیاط سے کان کے قریب اڑستا وہ زیر لب فدائیہ انداز میں بڑبڑایا۔

پھر جیب سے موبائل نکال کر مختلف زاویہ سے تصاویر کھینچنے لگا چونکہ اندھیرے کے باعث اسے فلیش آن کرنا پڑا تھا جو ملکہ عالیہ کی نیند میں خلل کا باعث بنا تھا تبھی وہ منہ کے زاویہ بگاڑنے لگی تھی۔

جس پر وہ بجائے کاروائی روک کر رفو چکر ہونے کے شریر مسکراہٹ دباتا کھٹا کھٹ موقع کا فائدہ اٹھانے لگا۔

"افف! کیا مصیبت ہے میرا ل کھڑکی تو بند کرو۔۔۔۔"

بلا آخر چڑ کر حکم صادر کرتے مہارانی صاحبہ کے رخ روشن کو چھپا لینے پر آریان کا منہ بنا تھا۔

روبروبات کروں تو گولہ باری کرتی ہو، ٹیلیفونک رابطہ کرنا چاہوں تو بلاک "
"کرتی ہو، اب سوتے ہوئے دیکھنے آیا ہوں تو اب بھی۔۔۔۔۔

دانت کچکچاتے بمشکل دو منٹ انتظار کے بعد واپس رخ سے پردہ اٹھاتے وہ دیدار کے لمحوں کو امر کرتا ہوا عالم بے خودی میں اس کا نقش نقش واپس رگوں میں لہو کی مانند اتارنے لگا تھا۔

اس کی پر تپش نگاہیں ہی وجہ تھی جو وہ گہری نیند میں بھی غیر آرام دہ محسوس کرتی ہوئی کسمسائی تھی اور پھر کسملندی سے آنکھیں کھولتے ہی حلق سے برآمد ہوئی دلخراش چیخ نے پورے کمرے کو ہلا ڈالا تھا اور قبل اس کے کی اس افتاد سے پوری حویلی تھراتی بروقت آریان نے ہڑبڑا کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے اٹھا کر بٹھایا۔

ذہین عورت! چلا کیوں رہی ہو۔۔۔؟" اک نظر دروازے پر ڈالتے وہ نیچی "
آواز میں بگڑا۔

جوابًا اس کے کہنی مارنے پر بلبلا کر دور ہونا پڑا تھا۔۔

پاگل ہو گئی ہو کیا۔۔۔۔؟" پیٹ سہلاتا وہ گھورنے لگا۔"

صبح ہی صبح کیا کر رہے ہو میرے کمرے میں۔۔۔۔؟" سرخ ڈوروں سے"
مزین آنکھوں سے گھورتی وہ غرائی تھی۔۔

صبح نہیں آٹھ بج رہے ہیں میڈم۔۔۔" اطلاع دیتا وہ بیٹھنے لگا تھا کہ اس نے"
فوراً تکیہ کو پٹخ کر کوشش ناکام کی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔۔؟"

چوری کرنے آیا تھا، اپنا وہ دل جو نجانے کب کہاں کیسے تم نے چرا"
لیا۔۔۔" شانے اچکاتا وہ ترنگ میں گنگنا تا جھکا۔۔

پہلے بھی کہہ چکی ہوں میرے ساتھ ایسے بیہودہ قسم کے مذاق مت کیا"
کرو۔۔۔" برہمی سے وارن کرتی وہ دوپٹہ گلے میں ڈال کر بیڈ سے اتری ہی
تھی کہ یکایک کلائی پر گرفت کے ساتھ جھٹکا لگنے سے توازن کھوتی ہوئی اس
کے مضبوط بازو سے بری طرح ٹکراتی اس کا شانہ تھام گئی تھی۔۔

میرے لی ئے یہ پوری دنیا مذاق ہے ہو سکتی ہے مضراب عثمانی! پر تمہارے" لی ئے میرے جذبات نہیں، میرے لی ئے اگر کچھ حقیقت ہے تو واحد تمہارے لی ئے میرے احساسات ہیں،

جو تم بھی اچھی طرح جانتی ہو، اسے دوبارہ بیہودہ مذاق کہنے کی غلطی مت کرنا۔۔۔ورنہ۔"اس کی سہمی آنکھوں میں جھانکتا وہ اپنے شوخ و چنچل روپ سے قطعی مختلف درشتگی سے وارن کرتا مضراب کو منجمد کر گیا تھا۔

جارہا ہوں شہر واپس۔۔ نمبر تو بلاک ہی کر دیتی ہو سوچا رو برو دیکھ کر" جاؤں، چاہو تو کھڑکی سے الوداع کہہ سکتی ہو، نہ بھی کہو تو کیا بگاڑ لونگا، آخر کو محبوب ہو ظالم ستم گر نہیں ہو گی تو کیسے چلے گا۔۔۔"احتیاط سے اسے بیڈ پر بٹھاتا اس کے سر پر ہولے سے ہاتھ پھیرتا دائیں آنکھ کا کونا دباتا وہ اس کے چاروں جانب خوشبوئیں بکھیرتا ہوا چلا گیا تھا وہ ویسے ہی سدھ بدھ گنوائیں سن اعصاب سنگ بیٹھی رہ گئی تھی۔۔

پھر اچانک کیا سمائی کی تیزی سے بالکنی کی طرف دوڑی نیچے دو گاڑیاں پورٹیکو پر تیار کھڑی تھی وہ اپنے کچھ دیر پہلے کے یکسر برعکس روپ میں ڈھلا سب سے یوں ہمدریاں بٹور رہا تھا جیسے ہوسٹل نہیں کالا پانی کی سزا کاٹنے جا رہا ہو۔۔۔

کوئی پیار نہیں کرتا مجھ سے۔۔۔؟"دی جان کے گلے لگتا ایک مرتبہ پھر" اس کی دہائی بلند ہوئی۔

مضراب نے نفی میں سر ہلایا۔کوئی کہہ سکتا تھا ابھی چند ساعت پہلے یہ شخص اس جیسی مضبوط اعصاب کی مالک لڑکی کے حواس سلب کر گیا تھا۔۔

سب پیار کرتے ہیں میرے بچے! صرف تمہاری وجہ سے تمہارے داجی" نے دونوں بھائیوں کا ولیمہ روک رکھا ہے،ایک مرتبہ تم امتحانات سے فارغ ہو جاؤ تو دھوم دھام سے تمام رسم ورواج کے ساتھ ولیمہ کریں گے،جاؤ میرے بچے اللہ کامیاب کرے گا۔۔۔"پچکارتے ہوئے دی جان نے ماتھا چوما۔

پھر کسی چھوٹے بسورتے بچے کی طرح باری باری سب سے مل کر گاڑی میں بیٹھنے سے قبل اچانک اس کی نگاہ اپر کو اٹھی۔ مضراب نے بدقت گملے کے پیچھے چھپنے کی کوشش کی لیکن پھر بھی ناکام رہی وہ دلکشی سے مسکراتا ہاتھ ہلاتا ہوا اندر بیٹھ گیا ادھر وہ اپنے آپ کو کوستی ہوئی وہیں بیٹھ کر اس کی گاڑی کو دور جاتا ہوا دیکھنے لگی۔۔

اس جیسی دلی وابستگی اس سے نہ رکھنے کے باوجود گاڑی کی نظروں سے اوجھل ہو جانے پر اس نے اپنے اندر تھکان آمیز اداسیوں کو اترتا ہوا محسوس کیا تھا نجانے کیوں۔۔۔؟

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

اگلا پورا ہفتہ الیکشن کے ہنگاموں کے نظر ہو گیا تھا۔

مرد حضرات دیر رات گئے حویلی لوٹتے تھے آنے کے بعد بھی بیٹھک میں رات کے دو دو بجے تک محفل جمی رہتی تھی ان کی آؤ بھگت چائے ناشتہ وغیرہ کیلئے ملازمین کے ساتھ گھر کی خواتین کو بھی برابر جاگنا پڑتا تھا۔

اللہ اللہ کر کے الیکشن کے ہنگامے کے بلا آخر تھمے تھے۔

اور بنا کسی قسم کے جھگڑا فساد کے پر امن ماحول میں ووٹنگ کا دن بھی گزر گیا تھا۔ووٹ کی گنتی پانچ دن بعد ہونی طے پائی تھی اس لی ئے چاروں جانب صبر کے ساتھ راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔۔

ووٹنگ کے بعد دو دن تو خیر تھکان اتارنے میں گزر گئے تھے آج پڑوسی گاؤں میں داجی کے کسی بے حد عزیز دوست کے گھر شادی کی تقریب تھی جس میں حویلی کے تمام مکینوں کی شرکت ناگریز قرار دی گئ تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

یہ جو زندگی کی کتاب ہے۔۔۔

یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے۔۔۔

کہیں ایک حسین سا خواب ہے۔۔۔

کہیں جان لیوا عذاب ہے۔۔۔

کہیں چھین لیتی ہے ہر خوشی۔۔۔

کہیں مہرباں بے حساب ہے۔۔۔

یہ جو زندگی کی کتاب ہے۔۔۔

یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے۔۔۔۔

کل میں کسی کی 'بیوہ' تھی، آج آپ کہہ رہی ہیں میں کسی 'بیوی' ہوں، کل" جن چیزوں کو میرا نگاہ بھر کر دیکھ لینا بھی کسی جرم سے کم نہ تھا، آج آپ چاہتی ہیں میں ان شجر ممنوع چیزوں سے سولہ سنگھار کروں، یہ تقدیر میرے ساتھ مذاق کر رہی ہے، یا میں خود اک بھدا مذاق بن کر رہ گئی ہوں۔۔؟" بھیگی تمسخرانہ نگاہیں اک اک چیز پر سے گزارتے اس کے نرم ہونٹوں پر تلخ تبسم ٹوٹے کانچ کی طرح بکھری تھی۔

برسوں سے کھلے زخم ایک ہفتے میں مندمل ہو جائیں ایسا بھی کوئی معجزہ نہیں ہوا تھا۔

ہاں ! اس نے ہمیشہ کی طرح درد کا تماشا لگانے کی جگہ بھرم کا پردہ ڈال کر بظاہر سب ٹھیک ہے کا تاثر دینے کی جتن کو ترجیح دیا تھا۔۔

لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ اندر کی توڑ پھوڑ کا ازالہ ہو گیا تھا۔

دل سے خون رسنا بند ہو گیا تھا،

روح سسکنا بھول گئی تھی۔

رفتہ رفتہ ہی تو سارے نشاں مٹنے تھے۔۔

اس کے چہرے پر بکھری کرب کی پرچھائیوں سے اس کے اندر کی کیفیت کو اچھی طرح محسوس کر رہی دی جان کی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔ لیکن وہ نرم پڑ نہیں سکتی تھی۔۔

تقدیر مذاق نہیں کر رہی بیٹا ! تقدیر مہربان ہو رہی ہے، موقع دینا چاہ رہی" ہے آپ کو خوشیاں کشید کرنے کی، رنگوں کو پوروں پر چن کا نئے خواب اتارنے کی، نئی شروعات کرنے کی، زندگی کو جینے کی نئے باب لکھنے کی۔۔۔" لہجے کی نمی کو پیتی وہ دقت سے مسکرائی تھی۔۔

"دی جان! میں۔۔۔"

میرال! جب قدم اٹھایا ہے تو اٹھاتی چلی جائیں، رکیں گی تو پھر پیچھے مڑ کر" دیکھنے کا خیال ذہن کو جکڑتا سکون درہم برہم کرتا رہے گا۔ چھوٹتے قدموں کے نشانوں کو نہیں منزل کی گمانوں پر نظر رکھنی ہے آپ کو۔۔۔"اس کے اعتراض کیلئے اٹھے ہاتھ کو تھام کر مقدس کے رسانیت سے سمجھانے پر وہ شکوہ کناں نگاہوں سے تینوں کو دیکھنے لگی تھی۔۔

ہم نے کبھی کسی دلہن کو تیار نہیں کیا ہے، آپ کو کرنے کی اجازت چاہتے" ہیں کیا ہم کریں۔۔۔؟"ماحول کی کثافت زائل کرنے کیلئے اس نے انداز میں بشاشت شامل کی۔

"لیکن میں۔۔۔۔"

جی آپ! دلہن نہیں ہیں آج کی، لیکن ایک ہفتے کی دلہن تو ہیں سو خاص" تیاری تو بنتی ہے آپ کی، اور ہم کریں گے بھی۔۔۔ مضراب آپ کو میک اپ آتی ہے ناں۔۔۔۔؟"

اس کے نہ نہ کو چنداں اہمیت دئے بغیر وہ مضراب کی سمت مڑی جو اسلحہ سمیت فوراً میدان میں کودی تھی۔

دی جان آنکھوں کے بھیگے گوشے صاف کرتی ہوئی روم سے نکل گئی تھی پیچھے میرال کے لاکھ احتجاج اعتراض مزاہمت سب رائیگاں گئے تھے۔

کیا کم تھا حُسنِ باغ، کہ اے باغبانِ حُسن
!اِک شـــاخ تُو نے اور لگا دی شبِ ـــاب کی

کان کے پیچھے کا جل کا ٹیکا لگا کر لوفرانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر مضراب کے شعر کے بول ادا کرنے پر بری طرح جھینپ کر میرال نے اس کے بازو پر مکا جڑا۔

ہائے ظالم! ایک معمولی سے شعر پر مکا جڑ دیا جو میرے بھائی سا سے قصیدہ"
"گوئی کی گستاخی ہو گئی۔۔۔۔

"پھر وہ آپ کو نیل و نیل ملیں گے۔۔۔۔"

۔۔۔۔ہے

ہائے ظالم! ایک معمولی سے شعر پر مکا جڑ دیا جو میرے بھائی سا سے قصیدہ"
"گوئی کی گستاخی ہو گئی۔۔۔۔؟

"پھر وہ آپ کو نیل و نیل ملیں گے۔۔۔۔"

غیر متوقع طور پر مقدس کی جانب سے آئے برجستہ جملے نے اس کے میک اپ سے دمکتے سجیلے چہرے پر حیا کے ڈھیروں قوس قزح سے رنگ بکھیر دئے تھے۔

"رنگوں کو شائد اس لیئے زندگی کی ضمانت مانا جاتا ہے۔۔۔"

اداسیوں کی آماجگہ نقوش میں گھلے رنگ حقیقتاً دونوں کو مبہوت کر گئے تھے۔

"اب ایسا بھی کچھ نہیں ہے۔۔۔"

وہ پہلی مرتبہ اپنے لیئے ایسے الفاظ سن کر ٹھیک ٹھاک خفت کا شکار ہوئی تھی۔

ہائے! صدقے جائیں معصومیت کے۔۔۔۔۔! آپ ابھی تک ایسے ویسے کے چکر میں ہی گرفتار ہیں میرال سا! ہم خاکسار سے ذرا جانیں تو معلوم ہو یہ رنگ وروپ، یہ ناز وادا، یہ شباب پُر حجاب، یہ شرم وحیا۔۔۔ایک عابد وزاہد بندے کی نیت وایمان کیلیئے کتنا بڑا خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔۔؟ سراپا

"!!! قیامت، سرتاپا تباہی۔۔۔ہائے

فدائیہ انداز میں الفاظ کے جال بنتے اس نے ٹھنڈی آہ خارج کر کے شرارت دائیں کان آویزیں کو چھیڑا تھا۔ جواباً وہ کان کی لو تک سرخ پر گئی تھی۔۔

دھت بدتمیز!!"خفت زائل کرنے کیلیئے اس کے بازو پر تھپڑ جڑا۔"

"کیا میں غلط ہوں بھابی سا۔۔۔؟"

بازو سہلاتی ڈھیٹوں کی طرح تصدیق کیلیئے وہ فوراً مسکراہٹ دبا رہی مقدس کی جانب مڑی۔

"آپ اپنے بھائی سا کے متعلق بات کر رہی ہیں غالباً۔۔۔۔۔۔"

بجائے سہمتی ظاہر کر حوصلہ افزائی کرنے کہ مقدس نے قصداً فہمائشی انداز اپناتے ہوئے میرال کا ساتھ دیا۔۔۔

"یہ بھی صحیح ہے۔۔۔پر۔۔۔"

پارٹی بدلی جانے پر اثبات میں سر ہلاتی ہوئی آرام سے خالی اسٹول پر نشتستہ ہوئی۔

میں کہنا تو آپ کے مجازی خدا کے متعلق بھی کچھ چاہتی ہوں، کیا کروں" کہوں وہ معصوم تو آپ کی سادگی سے ہی گھائل ہوئے پڑے ہیں، گر جو آپ "تیار شیار کی زحمت اٹھالیں تو وہ تو۔۔۔۔۔

"خطاء ہو گئی۔۔۔ ہمیں معاف کر دیں آپ۔۔۔۔"

باضابطہ ہاتھ جوڑتے مقدس دروازے کی سمت بڑھی تھی کیونکہ آج مضراب عثمانی نے غالباً حلف اٹھایا تھا پہلے دی جان پھر میرال اور اب توپوں کا رخ اپنی جانب ہوتے ہی اس نے میدان چھوڑنے کا قصد کیا۔

لیکن آسان کہاں تھا۔۔۔

ایسے کیسے معاف کردوں بھابی سا! بیر والے رومانٹک حادثہ پر تو ابھی تک "
آپ نے روشنی ڈالی ہی نہیں۔۔۔۔"تیزی سے نکل رہی مقدس کو برق
رفتار سے اس نے جالیا تھا۔

"مضراب! ایسا کچھ بھی نہیں تھا انھوں نے بس۔۔۔"
وہ بری طرح گڑبڑائی تھی۔
"انھوں نے بس۔۔۔؟"
"وہ تو۔۔۔۔"
وہ تو روایاتِ محبت نبھارہے تھے، جس طرح فرہاد نے دودھ کی نہر کھود کر تو"
مجنو نے صحرا میں بھٹک کر نبھائی تھی، اسی طرح انھوں نے بس زخم کھا کر بیر
"لائے، اور آپ نے۔۔۔۔
"استغفراللہ! آپ کہاں کی بات کہاں لیجاتی ہیں۔۔۔۔"
وہ خفت سے سرخ گلال ہوتی تیزی سے ہاتھ چھڑا کر نکلی تھی۔

تو آپ بتادیں بات کہاں سے کہاں تک گئی ہے۔۔۔۔۔"وہ باز نہیں آئی"
تھی بلکہ پیچھے ہی دہلیز عبور کرتی ہوئی لپکی تھی۔۔

ادھر روم میں خاموشی پھیلتے ہی تنہائی کے احساس نے فوراً ہی اس کے گلابی لپ اسٹک سے مزین کٹاؤدار لبوں کی رونق تبسم کو ماند کیا تھا۔کاجل سے غضب ڈھاتی آنکھیں بھی بے نور ہوتی سرعت سے قدآور آئینہ میں اترے اپنے سلونے وانوکھے عکس پر اٹھی تھی۔۔

سبز رنگ کے روایتی کامدار سوٹ اس کے نازک ودراز سراپے کی تمام تر دلکشی ورعنائی کو نمایاں کرتا آنکھوں کو خیراں کر رہا تھا،تضاد بھرپور توجہ کے ساتھ ماہرانہ انداز میں کئے گئے میک اپ سے قاتلانہ حد تک تراشے گئے تیکھے وکھڑے نقوش، جس کی دلکشی میں ستواں ناک پر بہار دکھا رہے لونگ نے گویا چار چاند لگادئے تھے،غضب دراز زلفوں کو سنوار کر جوڑے کی شکل دینے سے نمایاں ہو رہی صراحی دار گردن میں سج رہا گلوبند،کانوں میں نزاکت سے جھوم رہے آویزیں۔۔۔

اپنے ہی عکس کا بے یقین نگاہوں سے جائزہ لیتے بے خودی کے عالم میں ہاتھ اٹھا کر سر پر پنپ کیا دوپٹہ درست کرنا چاہا تو کلائیوں میں سجی سونے کی چوڑیاں یکایک ستائش میں کھنک اٹھی، جو بے یقینی پر یقینی کی مہر ثابت ہوئی تھی۔۔۔

مشابہت کے یہ دھوکے مماثلت کے فریب
مراتضاد لیے مجھ سا ہو بہو کیا ہے

نتیجے میں آنکھوں میں اتری ستائش کی جگہ فوراً ہی دھند آمیز ملال نے لیا تھا، دلبرا چہرے پر لہرایا تاریک سا سایہ شادابی کو کافی حد تک ماند کر گیا تھا۔ ڈریسنگ سے ٹشو اٹھا کر لپ اسٹک کا رنگ ہلکا کرتے دل سے اٹھی ٹیسوں کو لبوں تک سسکی کی صورت نکلنے سے پہلے ہی وہ بے دردی سے دبا گئی تھی۔۔ کیسی مضحکہ خیز بات تھی ناں۔۔۔؟

اپنے جس روپ سروپ کا تصور کبھی اس کے تصور سے بھی نہیں گزرا تھا،اور آج وہ سولہ سنگھار کئے سراپا حسن و جمال کا پیکر بنی ایک نئ شناخت و حوالے کے ساتھ ابھرتے اپنے عکس کو اجنبی نگاہوں سے دیکھتی خود میں ہی شناسائی کی رمق ڈھونڈ رہی تھی۔۔

تبدیلی وقت کی اچھی خاصیت ہے یا بری وہ نہیں جانتی تھی، لیکن وقت نے جب بھی اس کی زندگی میں کروٹ بدلی تھی اسے خود سے ہی اجنبی کر دیا تھا۔ لیکن اس مرتبہ اس امتحان کو اس نے بحالت مجبوری ہی صحیح لیکن اپنی رضا سے قبول کیا تھا اور اب ہر قدم پر درپیش آزمائش کو اسے خنداں پیشانی سے قبول کرنا تھا۔

آنکھ کُھلتی نہ ضیاء

نہ ٹوٹ جاتا یہ خواب

خواب جو یہ حقیقت ہوتا تو کیا ہوتا۔

!تواب بھی جو میرے ساتھ ہوتا تو کیا ہوتا

لوگوں کی زندگی میں آزمائش ہوتی ہے، شائد میری زندگی ہی آزمائش"

"ہے۔۔۔۔۔۔۔

ڈریسنگ سے کلچ اٹھاتے ہوئے وہ قنوطیت سے سوچتی ہوئی اپنے عکس ہی سے رخ موڑ گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آٹھ بجے کے قریب مضراب کے ہمراہ وہ بڑی سی چادر میں اپنا سراپا چھپائے نیچے آئی تھی۔

مضراب نے ہمیشہ کی طرح اس کی نہ نہ کی پرواکئے بغیر فخریہ انداز میں داد وصول کرنے کیلئے اس کے وجود سے چادر کو جدا کیا جواب میں ساکت ہوئی سب کی نگاہوں میں ناظمہ بیگم کی خاموش نگاہوں کا ارتکاز اس نے اچھی طرح خود پر محسوس کیا تھا۔

پھر وہ نپے تلے قدم اٹھاتی ہوئی قریب آئی تھی، چند ساعت اسی طرح خاموشی سے اس کے سجے سنورے سراپے کا جائزہ لینے کے بعد اپنے تخت کے سرہانے سے بڑے بڑے نوٹوں کا بنڈل اٹھا کر وارنے کر ملازمہ کے حوالے کرتے نرمی سے صبیح پیشانی پر لب رکھنے پر اس نے پلکوں کو زور سے موند کر نمی اترنے سے روکا تھا۔

"اچھی لگ رہی ہو۔۔۔۔۔"

آنکھوں میں چمکتی نمی کو جذب کرتے ان کے پیچھے ہونے پر میرال نے بڑی دقت سے آنکھوں کو نم ہونے سے باز رکھا تھا۔

"خوش رہو۔۔۔۔"

اپنے گلے سے چین نکال کر اس کے گلے میں پہناتے ہوئے بھی ان کی لبوں پر تبسم نے چھپ نہیں دکھائی تھی۔

لیکن اتنے سے بھی مضراب نہال ہو گئی تھی۔۔

میں بھی حسین لگ رہی ہوں ماں سا! ایک دو چین میرے بھی نذر"
کریں۔۔۔۔"ہونٹ لٹکاتی ہوئی وہ بناوٹی انداز میں ٹھنکی۔۔
جس پر ناظمہ بیگم نے جامنی رنگ کے دیدہ زیب لباس میں بے حد پیاری لگ رہی اپنی لخت جگر پر بھرپور نظر ڈالتے چند نوٹ اس پر سے بھی وار کر اسی خاموشی کے ساتھ شاہانہ انداز میں تخت پر براجمان ہوئی تھی۔۔
دیکھ لیا دی جان! بہو اور بیٹی میں فرق و تفریق۔۔۔؟" ہلکے پھلکے ماحول کا" لطف لینے کیلئے وہ مسکرا رہی دی جان کی پہلو میں جگہ سنبھالتی ہوئی بحث چھیڑ چکی تھی۔۔
سب اس کھٹی میٹھی بحث سے محظوظ ہونے لگے تھا سوائے کچن کے اندر سے سارا نظارہ دیکھ رہی رضوانہ بیگم اور کچن سے نکل رہی مقدس کہ۔
جن کی متاسف نگاہ اک جانب سپاٹ چہرے کے ساتھ گولڈن رنگ کے خوبصورت فراک میں ملبوس رخسار پر ٹھہر گئی تھی۔

جو نفاست سے کئے گئے میک اپ کے ساتھ جیولری کے نام پر محض کانوں میں خوبصورت ایئرنگ ڈالے بے حد پُرکشش لگ رہی تھی۔اس بات میں تو خیر کوئی دورائے نہیں تھی کہ حسن کے خزانے سے نوازی گئی رخسار عثمانی کا ایک ایک نقش سحر انگیز غزل کا بہترین انتخاب ہو سکتا تھا تضاد اس کے سجنے سنورنے کا جداگانہ انداز اسے ہر محفل میں نمایاں کرتا تھا۔ جسے ہمیشہ عدم توجہی کی گرد کہیں پس منظر میں ہی دھندلا کر دیتی تھی۔۔ ضبط سے بیٹی کے بھینچے جبڑے دیکھ رضوانہ بیگم کی آنکھیں جھلملا گئی تھی جو پاس کھڑی مقدس کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہ سکی تھی۔لیکن فل حال وہ سوائے دل میں ان کے درد کو محسوس کرنے کہ کچھ بھی کرنے سے قاصر تھی۔۔

پھر کچھ ہی دیر میں داجی نیچے آئے تھے اور تین گاڑیوں میں سب روانہ ہو گئے تھے۔

پیچھے حویلی میں مقدس کے علاوہ گھٹنوں کی درد کی وجہ سے رضوانہ بیگم اور اپنی مرضی کی مالک ناظمہ بیگم ہی رہ گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"بھابی سا! خیر ہے آپ نہیں گئیں۔۔۔؟"

ہال میں تنہا بیٹھی ناظمہ بیگم کو دیکھ وہ حیران ہوئے تھے۔

جانا تو ہم چاہتے تھے شیراز۔۔۔ لیکن پھر یاد آیا ہمیں آپ سے کچھ چیزیں" یاد دلانی ہے، تو سوچا ٹھہر جائیں۔۔۔۔۔"ان کے لہجے میں محسوس کی جانے والی چبھن تھی۔۔

جی خیر ہے، کوئی مسئلہ۔۔۔؟" وہ فوراً پریشان ہو کر مقابل صوفے پر نشستہ " ہوئے تھے۔

ناظمہ بیگم جیسی حاکم مزاج زعم پرور عورت جو اپنے بچوں سے بھی شاذ و نادر ہی کلام کرتی تھی ان کا یوں فرصت سے بات کرنے کیلئے بیٹھنا کوئی اچھا شگن تو نہیں تھا۔۔

آپ کو کیا لگتا ہے۔۔۔؟"انھوں نے سوال برائے سوال کیا۔"

"میں سمجھا نہیں بھابی سا۔۔۔۔۔؟"

شیراز عثمانی حقیقتاً اُن کے ٹھنڈے لہجے وانداز میں پنہاں طنزیہ مفہوم کو سمجھ نہیں پائے تھے۔

یہی تو پریشانی ہے آپ کے ساتھ شیراز! آپ سمجھنے کی زحمت اٹھائے بغیر" عمل کر جاتے ہیں، اور پھر اس کا بھگتان سب کو اٹھانا پڑتا ہے، کیونکہ پھر تو "آپ لبوں پر پچھتاوے کا قفل لگا کر پہلو تہی اختیار کر لیتے ہیں۔۔۔۔۔۔

"مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے کیا بھابی سا۔۔۔؟"

ان کے اتنے واضح چوٹ پر وہ مضطرب ہوئے۔

غلطی تو آپ سے ایک ہی ہوئی تھی وہ بھی نادانی میں، جسے بجائے" سدھارنے کہ بار بار نئے سرے سے دہرا کر آپ نے نہ صرف اسے سنگین بنایا ہے، بلکہ ہر مرتبہ دگنا تباہی مچانے والے نئے طوفان کو دعوت بھی دیا "ہے۔۔۔۔

ان کے پریشان چہرے پر تمسخرانہ نگاہیں ٹکائے مخصوص زعم ورعونیت آمیز لہجے میں ان کا اشارہ جس اک خطا کی جانب تھا نتیجے میں ہمیشہ کی طرح شیراز عثمانی کے شانوں پر ٹنوں بوجھ گرا تھا۔۔

"بھابی۔۔۔بھابی سا میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔۔۔"

جھکے شانوں کے ساتھ انھوں نے پھر لب کشائی کی جسارت کی۔

" آپ سمجھ نہیں پا رہے ہیں یا سمجھنا ہی نہیں چاہتے ہیں۔۔؟ یا پھر یہ کہوں کہ یہ سب آپ نے سوچ سمجھ کر کیا ہے، اور اب نا سمجھی کا پردہ ڈال رہے ہیں۔۔۔۔؟"

لہجے استفامیہ نہیں بلکہ استہزائیہ تھا۔

" بھابی سا! خدا کا واسطہ ہے آپ کو، مجھ سے اگر نادانستگی میں کوئی کوتاہی ہو گئی ہے تو آپ ویسے ہی کہہ دیں۔۔ باخدا میری آپ کی کسوٹیاں سمجھ نہیں آ رہی ہے۔۔۔۔؟"

کاٹدار لہجے کے پے در پے وار سے اعصاب بری طرح انتشار کا شکار ہونے کے باوجود ان کا لہجہ مشتعل کہ بجائے ملتجی تھے۔۔

سیدھی بات یہ ہے شیراز۔۔۔"سرتاپا سلگتی ہوئی براہ راست متوجہ" ہوئی۔۔

آپ کو بھولنا نہیں چاہیئے وہ لڑکا آج بھی آپ کی نادانی میں سرزدہ ہوئی" سنگین غلطی کا وہ بدنما داغ ہے جس نے عثمانی خاندان کی عزت کی چادر کو ہمیشہ کیلئے داغدار کر دیا ہے، جسے نہ ہم میں سے کوئی بھولا ہے نہ نسلوں تک کوئی بھولے گا، جبر پر عمل پیرا ہیں سب تو وجہ اماں سا کی وہ اندھی محبت ہے جس نے بابا سا کو مجبور کیا ہوا ہے جس وجہ سے سب کے لب سل گئے ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ قطعی بھی نہیں نکلتا ہے کہ آپ یا وہ کسی بھی قسم کی خوش فہمیوں میں مبتلا ہوں۔۔اسے بے شک عثمانی خاندان کا نام مل گیا ہے شائد کل اماں سا کی مہربانیوں سے وراثت بھی مل جائے، لیکن آپ کو یاد

رکھنا چاہیئے اس خاندان کے 'اصل' وارثوں کو ملنے والا رتبہ و عزت و مقام "اسے کبھی نہیں مل پائے گا چاہے آپ جو کر لیں۔۔۔۔۔۔

بڑی بے رحمی سے ان کے کبھی نہ بھرنے والوں زخموں کو ادھیرنے کے بعد سفاک تماشائی کی طرح سپاٹ نگاہوں سے ان کا دھواں دھواں چہرہ دیکھتے ثانیہ بھر کیلئے بھی ملال نے ان کے خود غرضانہ ارادے و خیال کو کمزور نہ پڑنے دیا تھا۔۔

"بب۔۔بھابی سا۔۔۔۔۔۔۔"

چابک کی گونج سے لہجے والفاظ کو برداشت کرنے کیلئے دونوں مٹھیوں کو سختی سے بھینچتے کرب واذیت سے جل اٹھی سرخ مائل آنکھوں کو بے بسی سے میچتے ان کا چہرہ زرد پر گیا تھا۔

میرا لہجہ بے شک تلخ ہے لیکن حقیقت یہی ہے۔۔۔۔"وہ ذرا ان کی" حالت پر شرمندہ نہیں تھی۔۔

"بھابی سا لیکن میں نے۔۔۔۔"

لیکن آپ ایسا کچھ نہیں چاہ رہے ہیں ہے ناں۔۔۔۔"تڑپ لی ئے متحرک" ہوئے لبوں سے انھوں نے استہزائیہ جملہ اچکا جس پر وہ بے چارگی سے ان کا چہرہ تکنے لگے۔

حاجی حکیم کے گھر بار بار جا کر رشتے کیلئے اصرار کرنے کے پیچھے آپ کا کیا"
"مقصد تھا شیراز۔۔۔۔؟

کیا مقصد ہو گا بھابی سا میں تو بس۔۔۔۔۔"ان کے قطعی غیر متوقع سوال" اٹھانے پر ان کا سر بری طرح گھوما تھا۔

میں تو اپنے بیٹے کی زندگی سنوارنے کی اسے راہ ہے راست پر لانے کی ایک" ادنی کوشش کر رہا تھا، اس بیٹے کی جو مجھے باپ تک نہیں مانتا، جسے میں نے کبھی پدرانہ شفقت بھری نگاہ تو دور عام سی نگاہ اٹھا کر بھی نہیں
"دیکھا۔۔۔۔؟

ایک مرتبہ پھر جملہ اچک کر اپنے حسب منشا پورا کرنے پر شیراز عثمانی کے پورے وجود سے نمی پھوٹنے لگی تھی۔

سختی سے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پیوست کر پھر بھی انھوں نے ہمت دکھائی۔۔۔

میں نہیں جانتا کس غلط فہمی نے آپ کو اس قدر متنفر کر دیا ہے، لیکن حاجی" حکیم کے پاس جا کر اصرار کرنے کے پیچھے میرا کوئی منفی مقصد نہیں تھا۔۔۔۔"ان کا مضطر لہجہ اب بھی کمزور لجات بھرا ہی تھا کیونکہ زندگی کی ایک بھول نے یہی ان کی شخصیت بنادی تھی۔۔۔

اچھا! پھر ایسی گہری رازداری کیوں۔۔۔؟ کوئی کیوں نہیں جانتا صاف انکار" کر چکے حاجی حکیم کے معجزاتی طور پر حامی بھر لینے کے پیچھے آپ کی پدرانہ شفقت و کوششیں کار فرما ہے۔۔۔۔؟"کل جب سے ملازمہ کی توسط سے یہ راز ان کی علم میں آیا تھا وہ انگاروں پر لوٹ رہی تھی جو اس وقت پوری طرح عود کر آیا تھا۔۔۔

کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے معلوم پڑے اور وہ میری وجہ سے انکار" کر دے۔۔۔۔"ان کا مجرمانہ لہجہ پست تھا۔۔

اچھا مذاق ہے۔۔۔یا میں یہ پوچھوں کے ہمارے سامنے یہ لاتعلقی کا ناٹک" کیوں۔۔؟اپنی پشیمانی ظاہر کرنے کیلئے یا اپنے مقاصد پوشیدہ رکھنے

"کیلئے۔۔۔۔۔؟

ان کا لہجہ تیز ہوا تھا۔۔

"کونسے مقاصد کیسے مقاصد۔۔۔۔؟"

ان کا دل چیخا لیکن مصلحتوں ندامتوں کے بوجھ سے مفلوج لب برائے نام ہی ہلے تھے۔۔۔

وہی مقاصد جس پر نہایت رازداری وہوشیاری کے ساتھ آپ کام کر رہے ہے"

"ہیں۔۔۔۔؟

"کوئی مقصد نہیں باخدا کوئی مقصد نہیں ہے۔۔۔۔؟"

ایک پورے جسم سے مفلوج انسان بھی شائد اتنا بے بس لاچار و قابل رحم نہ ہو جتنا اس لمحے شیراز عثمانی تھا۔۔

"اچھا۔۔۔؟"

حاجی حکیم کے پاس جاکر اصرار کرنے کے پیچھے کوئی آپ کا مقصد پوشیدہ نہیں تھا،

غیر محسوس انداز میں سیاسی اہم معاملات میں اسے ملوث کرنے کے پیچھے کوئی مقصد نہیں پوشیدہ تھا،

زمینی مسئلوں کو سلجھانے کی ذمہ داری اسے دینے کے پیچھے کوئی محرک پنہاں نہیں ہے،

پنچائیتی معاملے میں اس کی موجودگی کو یقینی بنانے کے پیچھے کوئی مقصد نہیں ہے،

یہ آپ کسے بیوقوف بنارہے ہیں شیراز۔۔۔۔؟

جن معاملات میں باران کی موجودگی و مداخلت کو یقینی بنانا چاہئے ان میں آپ اس لڑکے کو ملوث کررہے ہیں اور باران کو بزنس پر توجہ دینے کی نہ صرف تلقین کررہے ہیں بلکہ حتیٰ المکان مدد بھی کررہے ہیں، آپ کو کیا لگتا ہے ہماری سمجھ نہیں آرہا ایسا کیوں ہے۔۔۔۔۔؟"

بھرے بادل کی طرح پھٹتے ہوئے سوالوں بلکہ الزامات کی بوچھاڑ ہونے پر شیراز عثمانی کچھ ساعتوں کیلئے ششدر رہ گئے تھے۔۔

"بھابی سانجانے آپ کیا سمجھ رہی ہیں، میرے لئے باران ہو دلاور ہو یا کوئی بھی بچہ ہو سب برابر ہیں، اور وہ سب عین باباسا کی خواہش پر ہوا ہے، رہی بات باران کے بزنس میں حوصلہ افزائی کی تو ان میں وہ صلاحیت ہے کہ وہ ایک کامیاب بزنس مین بن سکیں۔۔۔۔۔" ناہموار تنفس کے ہمراہ اپنی عمل کی صفائی پیش کرتے انھیں اندر سے اپنا آپ بالکل کھوکھلا محسوس ہو رہا تھا۔۔ لیکن اسے ایک کامیاب سردار بننا ہے۔۔۔۔" درشت انداز میں جملہ ادا کرتے ان کا چہرہ دہک رہا تھا

"انھیں سردار بننا ہے اس قبیلے کا، آپ جانتے ہیں، اس ناطے اگر آپ ان کے حقیقی خیر خواہ ہوتے تو آپ ان کی اس معاملے میں حوصلہ افزائی کرتے، رہنمائی کرتے، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔؟ بلکہ اسے موقع سمجھ کر استعمال کیا اپنے بیٹے کی راہیں ہموار کرنے کیلئے، کیونکہ حاجی حکیم جیسے

شریف وضع دار اپنی نیک نامی کیلئے مقبول شخصیت سے تعلق جوڑ کر پہلے ہی بڑی چالاکی سے اس عورت کے تاریک حوالے کو بیوی کے روشن کردار سے "دھندلا کرنے کا کامیاب مرحلہ آپ طے کر چکے تھے۔۔ہے ناں۔۔؟

"بھابی سا! آپ۔۔آپ بہت غلط سمجھ رہی ہیں۔۔۔۔"

ہتک و شرمندگی کی ان دیکھی آگ سے انھیں اپنا پورا وجود راکھ ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

"میں غلط سمجھ بھی رہی ہوں تو آپ نے مجبور کیا ہے، آپ اچھی طرح جانتے ہیں اس حویلی میں اپنے والد سے بھی زیادہ باران آپ کو مانتے ہیں، اگر اس بیواؤں سے شادی والی بات پر آپ اسے سمجھاتے تو وہ باآسانی سمجھ جاتا لیکن تب بھی آپ نے خاموشی اختیار کر اس کی حوصلہ افزائی کی، پذیرائی کی۔۔ لیکن خیر۔۔۔۔! میں پوری طرح آپ کو الزام نہیں دوں گی، آپ کا ایسا سوچنا یا کرنا بالکل بھی غلط نہیں ہے، آپ کی جگہ میں یا کوئی بھی ہوتا تو شائد یہی سب کرتا۔ لیکن شیراز۔

لیکن کچھ چیزیں آپ کو بھولنی نہیں چاہیئے۔۔"آنکھوں میں بھسم کر دینی والی تنفر آمیز چنگاڑی لیئے وہ چند قدم قریب آئی تھی۔۔

اول تو۔۔۔۔"

ٹاٹ پر مخمل کا پیوند لگے یا مخمل پر ٹاٹ کا دونوں ہی نا قابل قبول ہوتے ہیں۔۔بے شک ! حاجی حکیم کی نیک نامی، ان کی پوتی کی پارسائی حال پر مثبت وروشن اثرات مرتب کر سکتے ہیں، لیکن ماضی کی منفیت وتاریکیوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہونے والا۔اور انسان کا ماضی حال کی روشنی میں سایہ کی طرح ساتھ ساتھ چلتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"

اپنے الفاظ کی دھار سے شیراز عثمانی کے پہلے سے لہولہان دل کو بے دردی سے چاک کرتی وہ ترکش کے آخری زہریے تیر آزما رہی تھی۔۔

"دوسرا آپ کی اندھا دھند کوششوں، اماں سا کی اندھی محبت، بابا سا کی جانب دارانہ قسم کی حمایت کے باوجود یہ ممکن نہیں، جانتے ہیں کیوں۔۔۔۔؟

کیونکہ سردار دولوگوں کا نہیں پورے قبیلے کا بنتا ہے،اور جس سردار کو خود اسی کے خاندان والے قبول نہیں کریں گے اسے قبیلہ کیا خاک قبول کرے گا۔۔۔اور کرے بھی کیوں کوئی مشکوک ولدیت متنازع وجود کو اپنا مالک مختار اپنا سردار قبول۔اس لیئے اس حویلی کی سربراہ اور عثمانی خاندان کی بہو ہونے کے ناطے آپ سے گزارش ہے اپنی خام خیالیوں کو عملی شکل دیکر ماضی کے اس سیاہ باب کو از سر نو سب کی لبوں پر مت لائیں،بچے جوان ہو گئے ہیں ان کی شادیاں ہونی ہے،اب اگر گرے مردے آپ خود کھودیں "گے تو مجھے ڈر ہے اس مرتبہ ایک نہیں کئی ثمرہ کی زندگی متاثر ہو گی۔۔۔ ندامت کی اتھاگہرائیوں میں انھیں دھکا دیتی وہ ایک سمت بڑھی تھی پھر کچھ سوچ کر قدم رکے شائد ترکش میں بچا آخری جان لیوا تیر باقی رہ گیا تھا۔

یہ کوششیں آپ اگر آریان کیلئے کرتے تو شائد کچھ ہو بھی جاتا، لیکن افسوس" کے ساتھ ریس سے باہر گھوڑے پر آپ بازی لگانا چاہ رہے ہیں۔اتنا تو آپ کو معلوم ہونا ہی چاہیئے کہ طوائفوں کے بطن سے یا تو طوائف جنم لیتی ہے یا'

دلال،اور طوائف سرداروں کی وقت گزاری کا سامان تو ہو سکتی ہے، لیکن سرداروں کو جنم کبھی نہیں دے سکتی کبھی بھی نہیں۔۔۔ایسا ممکن ہی نہیں۔۔۔۔۔۔"

آخری زہریلے وار کو داغ کر وہ بھر بھری مٹی کی طرح ڈھے چکے شخص پر ترہم بھری نگاہ ڈالنے کے بجائے داخلی دروازے پر ایستادہ وجود پر نظر ڈال کر فاتحانہ چال چلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

بڑھے بھی کیوں نہ بنا کسی کی نگاہوں میں آئے کمال شاطرانہ انداز میں ایک کمزور حدف کو براہ راست نشانہ بنا کر تین تین شکار جو کر لئے تھے۔۔

"شائد اسی لیۓ مجھے آپ سے کچھ محسوس نہیں ہوتا نفرت بھی نہیں۔۔۔"

سرد خون میں اترتے سنناٹے میں گونجے طیش آمیز جملے پر انھوں نے شکستہ نگاہیں اٹھا کر اس کے پتھریلے تاثرات دیکھا۔۔

ساری دنیا کی طرح مجھے کبھی جاننے کا تجسس نہیں رہا مجھے جنم دینے والی"
کون تھی، کیسی تھی، نہ اب ہے، نہ میری اس میں دلچسپی رہی کہ انھوں نے
آپ کو چھوڑا یا آپ ان کا ساتھ نبھا نہیں پائے۔۔۔
لیکن آج اس پانچ سالہ بچے کے تو نہیں لیکن ایک انسان ہونے کے ناتے
"کہوں گا، اگر اس عورت نے آپ کو چھوڑا تھا تو بالکل صحیح کیا تھا۔۔۔۔۔
اس کے سفاک الفاظ پر ان کی لہو رنگ آنکھوں میں نمی اتری تھی۔
بلکہ دنیا کی ہر اس عورت کو اس ناسور رشتے سے دامن جھٹک لینا چاہئے"
جس میں دوسرا فریق اسے چار لوگوں میں متعارف تک نہ کروا سکے، اس کیلئے
آواز نہ اٹھا سکے،
اس عورت نے بالکل صحیح کیا، آپ کل بھی خاموش تھے آپ آج بھی
خاموش ہیں، آپ ہمیشہ خاموش ہی رہیں گے، بالکل صحیح کیا آپ کی غلطی کو
"تاحیات پچھتانے کیلئے آپ کے منہ پر مار کر بالکل صحیح۔۔۔۔۔۔

زندگی میں پہلی بار بگڑ کر برستا ہوا وہ انھیں احتساب کیلئے ضمیر کے کٹہرے میں کھڑا کر دھپ دھپ کرتا نکل گیا تھا۔

پیچھے شیراز عثمانی تھے ان کی تنہائی ان کے کھلے خون رستے زخم تھے اور پچھتاؤں کا ایک لمبا راستہ تھا جس پر آبلہ پا وہ چلتے آرہے تھے اور شائد آخری سانس تک چلنا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

مجھے بتایا گیا ہے بہت برا ہوں میں،

میں اپنے ساتھ بھی بیٹھا تو دور بیٹھوں گا۔

وہ شدید طیش کے عالم میں کمرے میں داخل ہوتا ہوا کسی تباہ کن طوفان کی طرح اپنی چیزیں اٹھا اٹھا کر بیڈ پر اچھالنے لگا تھا۔ معنوں اس کا پورا وجود اس لمحے دہکتی بھٹی کی نذر تھا۔

بس نہیں چل رہا تھا اپنا وجود بھسم کر لے یا سارے عالم کو جلا کر راکھ کر دے۔ ناظمہ عثمانی کا ایک ایک ہتک آمیز الفاظ سماعتوں میں گونجتا ہوا رگوں میں شرارے بھر رہا تھا تو اپنے باپ کی مجرمانہ خاموشی نس نس میں زہر بھر رہا تھا جسے زمانہ چھاؤں دار شجر کہتا تھا لیکن اس کیلئے تو۔۔۔۔۔

"آاااا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

کبرڈ کے نچلے حصے سے بیگ نکال کر اس نے پوری قوت سے قالین پر پٹخا تھا جو اچھل کر گلابی پیروں کے قریب گرا تھا۔

ملائم قدموں سے ہوتی ہوئی شرربار نگاہ چہرے تک گئی جہاں ڈر، خوف، اضطراب، نفرت کچھ نہ تھا سوائے دبیز سنجیدگی کہ۔۔۔

اس کی اشتعال سے انگارے کی مانند دہکتے نقوش، شعلے اگلتی آنکھیں، ضبط سے پھٹ جانے کے حد تک ابھری ہری ہری نسوں پر خاموش نگاہ ڈال کر اس نے نیچے سے بیگ اٹھایا تھا اور ہموار قدم اٹھاتی ہوئی بیڈ کی طرف بڑھ گئی تھی۔۔۔۔۔

بیگ بیڈ پر رکھ کر اس نے ٹی شرٹ اس میں ڈالنے کیلئے اٹھایا ہی تھا کہ دندناتا ہوا قریب آکر ٹی شرٹ جھپٹتا ایک جانب اچھال گیا۔۔

"آپ کی سمجھ نہیں آرہی ہاتھ مت لگائیں میری چیزوں کو۔۔۔۔"

بنا کوئی رد عمل دئے بغیر اب کے اس نے دوسرے کپڑوں کو اٹھانا چاہا تو اسے بھی اٹھا کر دور پھینکتے وہ پھٹا تھا۔اب کے اس نے ایک خاموش نگاہ ڈالنے پر اکتفا کرتے جینز کو اٹھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا اور جیسے ہی اس نے جھپٹنے کیلئے ہاتھ آگے کیا جینز کو چھوڑ کر اس کی کلائی کو جکڑتی ہوئی سنجیدہ تاثرات لیئے سیدھی ہوئی۔۔

"کیا مسئلہ ہے آپ کے ساتھ۔۔؟آپ یہاں سے جانا چاہتے ہیں ہم آپ کی سامان پیک کرنے میں مدد کر رہے ہیں تاکہ جلد از جلد آپ فرار حاصل کر سکیں پھر کیوں کرنے نہیں دے رہے۔۔۔۔؟"اس کے بے خوف انداز میں جھاڑ پلانے پر لحظے بھر کیلئے وہ غصہ بھلائے ششدر رہ گیا تھا۔۔

آپ کے ساتھ کیا مسئلہ کیوں اتنا نارمل بہیو کر رہی ہیں جیسے کچھ سنا ہی"
نہیں، کچھ ہوا ہی نہیں۔۔۔ہاں؟ کیا مسئلہ ہے آپ کے
ساتھ۔۔۔۔۔؟"اس کے اطمینان سے الٹا چڑھائی کرنے پر اس کے اندر کا
آتش فشاں ابلا تھا۔

تشریح کریں گے کیا سنا اور کیا دیکھا ہم نے۔۔؟اور کیا ردعمل ہونا چاہئے"
ہمارا۔۔۔۔؟"وہ دیدہ دلیری سے اس کی شرربار آنکھوں میں جھانک رہی
تھی۔۔

آپ۔۔۔۔۔۔"اس کی جرات پر اپنی کلائی چھڑاتا وہ تلملا کر پیچھے ہوا تھا۔۔"
آپ نے وہ دیکھا جو مطلوبہ شخص نے قصداً ایک مخصوص طرز انداز میں"
صورت حال کو ڈھال کر آپ کو دکھانا چاہا، جس کے جواب میں آپ کے
ذہن میں ہمیشہ سے موجود ایک پختہ رائے و شدید ردعمل کا ہر عام و خاص کو
بخوبی آگاہی ہے، جو پس منظر کی پرواہ کئے گئے بغیر ہمیشہ تباہی لئے منظر پر
آجاتا ہے،

اگر آپ ہم سے ایسے کسی فوری رد عمل کی توقع رکھتے ہیں تو آپ کو ہر مرتبہ شدید مایوسی کا سامنا ہو گا۔۔۔؟""کیوں۔۔۔؟کیونکہ آپ سمجھدار صبر و استقامت والی ہیں اور میں جلد باز سرکش اڑیل و بدتمیز ہوں،اس لی ئے ہے ناں۔۔۔۔؟"

اشتعال کے بھڑکتے شعلوں سے نبرد آزما آج پہلی مرتبہ اس کا لہجہ اس قدر تیز و تند خو ہوا تھا۔

نہیں! بلکہ آپ ایک دائرے سے دیکھ رہے ہیں اس لی ئے،ایک ایسا دائرہ" جو آپ کی کمزوریوں کو پیش نظر رکھ کر کھینچا گیا ہے،اور ہم ایک آزادانہ دوری سے دیکھ رہے ہیں،

اس لی ئے ہمارا اپنا نظریہ ہے اور آپ کا مقابل کی لہجہ و الفاظ سے بنایا گیا ایک خاص قسم کا رد عمل۔۔۔۔"صاف گوئی سے کہتی ہوئی وہ غصہ سے کھولتے ذہن،پھولتے تنفس پر قابو کرنے کی کوشش میں مزید خلفشار خون بڑھا رہے اس کے مقابل آئی تھی۔۔

"اب کہاں جارہے ہیں۔۔؟"

جواب میں اس کے ہنکار بھر کر دروازے کی سمت پیش قدمی کرنے پر اس نے تیزی سے اس کی کلائی کو گرفت میں لیا تھا۔

"آپ سے مطلب۔۔۔۔۔۔؟"

ہمیں مطلب نہیں مطالب ہے آپ سے، بلکہ ہمیں تو سراپا آپ مطلوب" ہیں، ہمارے غرض واغراض، خوشی وانبساط، فکرو تفکرات آپ سے وابستہ ہے۔۔۔ صرف آپ سے۔۔۔اس لیئے آپ کہیں نہیں جائیں گے، کہیں" بھی نہیں، ورنہ ہم ساتھ چلیں گے فیصلہ آپ کا ہے۔۔۔۔

اس کی غیض وغضب سے لہو جھلکاتی آنکھوں میں جھانک کر سادگی مگر سچائی سے اعتراف کر لگے ہاتھوں مضبوطی سے دھمکی بھی دینے پر رگوں میں دوڑتے شراروں پر یکایک ہی جیسے اوس سی گری تھی۔

اشتعال سے کانپتا ہوا وجود یک بیک ہی بالکل ساکت ہو گیا تھا۔بے تاثر نگاہیں اس کے چہرے پر جم سی گئی تھی۔

جس کا اثر لی ئے بغیر وہ بڑے استحاق سے اس کا بازو تھام کر بنا ماتھے پر خوف یا ناپسندیدگی کی شکن لی ئے بیڈ کی سمت بڑھی تو وہ بے وزن شئے کی طرح اس کی ہمراہی میں قدم اٹھانے لگا تھا۔

اس کے ذرا سا شانے پر ہاتھ ڈال کر پیچھے بیڈ پر بٹھانے کی کوشش وہ ٹرانس کی کیفیت میں پائینتی پر ٹک گیا تھا۔ گویا اس کا لمس نہیں جادو منتر ہو، اس کی آواز نہیں ذہن کو قابو کرنے والا کوئی دم ورد ہو، وہ چند ساعتوں کیلئے بالکل ہپنوٹائز ہو گیا تھا۔۔

"!!پئیں"

پانی کا گلاس آگے کرنے پر اس نے عجیب نگاہ اٹھائی تھی۔

"!!پانی پئیں"

اس کے واپس سے زور دینے پر وہ اٹھا تھا اور تیزی سے واش روم میں جا کر بند ہو گیا تھا۔

موسمِ زرد میں اک دل کو بچاؤں کیسے
ایسی رُت میں تو گھنے پیڑ بھی جھڑ جاتے ہیں۔

ایک نظر واش روم کے بند دروازے تو دوسری بکھرے کمرے پر ڈال کر ایک سرد سانس فضا کی سپرد کرتی ہوئی وہ بکھیرا سمیٹنے میں جت گئی تھی۔

یہی شکر کافی تھا کہ طوفان کا روپ دھارنے کے باوجود تباہی کچھ خاص نہیں مچی تھی۔

کمرہ سمیٹ کر کپڑوں کو بیگ میں ڈالنے کے بعد وہ بیڈ شیٹ درست کر رہی تھی جب وہ تنے اعصاب کے ہمراہ بھیگے بالوں کو وسیع پیشانی پر بکھیرے باہر آیا کنپٹی کی نسیں ہنوز ہلکی ہلکی پھڑ پھڑا رہی تھی لیکن کافی حد تک اس نے خود کو قابو کر لیا تھا۔۔

"بال خشک کر لیں، خنکی بڑھ رہی ہے طبیعت متاثر ہو گی۔۔"

اس نے ٹاول بڑھایا۔

جواباً وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگا تھا۔

جہاں تلخ، استہزا، ملال کے بجائے ٹھہراؤ، فکر، اپنائیت تھی۔۔ لیکن

کیوں۔۔؟

آخر وہ کس مٹی کی بنی ہوئی تھی اس کے ذات کے متعلق اتنی ساری افواہیں

سننے کے باوجود جو کہیں نہ کہیں حقیقت تھی،

اس کے نام سے بدنام ہونے کے باوجود جس میں نہ ہو کر بھی وہ ذمہ دار تھا،

کم از کم آج تو ناظمہ بیگم کے حقارت آمیز الفاظ، شیراز عثمانی کی ندامت کی

علامت خاموشی سن و دیکھ لینے کے باوجود تو اسے کسی قسم کا شدید رد عمل دینا

تھا۔۔۔

اپنی اچھائیوں پر ملال،

اپنی تقدیر سے شکوہ،

زندگی برباد کئے جانے کا الزام،

یہ سب تو اس کا حق تھا جائز رد عمل۔۔

اس جیسی صاف ستھرے ماحول میں پلی بڑھی لڑکی کم از کم ایسے جیون ساتھی کی مستحق تو نہیں تھی جس کی شناخت اتنے شکوک وسیاہی سی تحریر کی گئی ہو۔۔

پھر کیوں وہ خود کو ایسے شخص کے ساتھ ارزاں کر رہی تھی۔۔۔؟

کیوں وہ پاکیزہ شبنم وبدبودار شراب کا فرق نہیں سمجھ رہی تھی۔۔۔؟

آخر کیوں۔۔۔؟ کیا مجبوری تھی اس کی۔۔۔؟

لیکن مجبوری میں کون یوں مطمئن رہتا ہے۔۔۔۔؟

پراگندہ خیالوں کا الجھے سوالوں کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ تھا جو اس کے ذہن کو چاروں جانب سے جکڑ کر اس کی ذات کے گرد تنگ کر رہا تھا۔۔

آپ ٹھیک ہیں۔۔۔۔؟" نگاہوں کو جما دیکھ بلا آخر اسے پوچھنا پڑا۔"

"کیوں کر رہی ہیں آپ ایسا۔۔۔؟"

"کیسا۔۔۔۔؟"

جیسا آپ کر رہی ہیں۔۔۔۔؟"کوشش کے باوجود وہ سوال کھل کر نہیں"
کر پایا تھا۔۔

کیونکہ ہمارے پاس رشتوں کی فروانی نہیں ہے، جنھیں ہم بے قدری اور"
کوتاہیوں کے نذر کر سکیں، ہمارے پاس گنے چنے رشتے ہیں جسے ہم سمیٹ کر
ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں، بس!!!"اس کا جواب ہمیشہ کی طرح صاف
تھا۔

جواباً وہ خاموش نظر اس پر ڈالتا جا کر اپنی جگہ دراز ہو گیا تھا۔یہ بات تو خیر
واضح ہو گئی تھی کہ وہ اسے آج خود سے بھاگنے ویرانیوں میں گمنام ہونے نہیں
جانے دے گی اور وہ رائیگاں کوشش کر مزید اس کے سحر انگیز شخصیت میں
الجھنا نہیں چاہتا تھا۔۔

"ارے! رابی کم از کم مجھے چینج تو۔۔۔"

"آ کر چینج کر لینا یار۔۔ابھی چائے بنا کر لے آئیں۔۔۔۔۔"

عجلتاً چینجگ روم کی طرف بڑھ رہی میرال کا ہاتھ تھامے وہ دروازے تک لے آئی تھی۔

رابی! کم از کم مجھے یہ زیورات تو اتار لینے دو اتنے تام جھام کے ساتھ کچن میں۔۔ میرا مطلب ہے چوڑیوں اور پہزیب کے شور سے مجھے بھی الجھن ہو رہی ہے اور رات کے اس پہر یہ۔۔۔۔۔۔۔" وہ پریشان سی تیز تیز بولی۔

یار میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے اور آپ جنابہ کو شور و پہر کی پڑی ہوئی ہے" حد ہے، جائیں پہلے چائے لا دیں میرال سا! ورنہ جو درد سے میں بیہوش ویہوش ہو گئی یہیں تو پھر بھاگنا ہسپتال لیکر اور۔۔۔۔" آواز میں نقاہت و درد سموتی وہ بلیک میلنگ پر اتر آئی تھی۔۔

استغفر اللہ! کچھ بھی اناپ شانپ بولتی ہو۔۔۔" وہ ڈپٹ گئی تھی۔"

"پھر۔۔۔"

"پھر جا رہی ہوں، تم جب تک چینج کر لو آرام محسوس کرو گی۔۔۔"

اسے ہدایت دیتی ہوئی وہ مرتاکیانہ کرتا کے مصداق سر پر پنپ کئے کا مدار دوپٹے کا سرا تھامے پہزیب چوڑی کی تکرار سے ماحول کو کھنکاتی ہوئی دہلیز عبور کر گئی تھی۔

اس کے منظر سے ہٹتے ہی پیچھے چہرے پر دنیا جہاں کی درد و تکلیف کے آثار لی ئے میرال کو بلیک میل کر رہی وہ دھرام سے معنٰی خیز مسکراہٹ لبوں کی تراش میں لی ئے بیڈ پر گری تھی۔

آپ گریٹ ہیں مضراب ساپر افسوس آپ کو یہاں شاباشی دینے والا کوئی" نہیں، سیدھے سیدھے بیش قیمتی ٹیلنٹ ویسٹ جا رہا ہے عثمانی حویلی میں۔۔۔۔" مسرور انداز میں خود ہی خود کا شانہ تھپتھپاتی ہوئی وہ اپنے منہ میاں مٹھو کے مصداق رطب اللسان ہوئی۔

اپنی شرانگیز کارستانی پر شرارت و سرشاری سے چمک رہی روشن آنکھوں کی چمک اس لمحے ستاروں کو آئینہ دکھا رہی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ چمک مانند پڑتی دھند میں سمٹ کر اداس شام میں ڈھل گئی۔۔۔

ان دونوں کو ایک دوسرے کو اپنانا ہو گا بھائی سا! پوری سچائی تمام تر"
حقیقت کے ساتھ ہر ہر اعتبار سے، ہم اپنی جانب سے انھیں ایک لمحہ بھی
فضول کی گریز و اجتناب کے نذر نہیں کرنے دیں گے۔۔۔۔"آنکھوں میں
اتری نمی کو پلکوں کی اوٹ میں جذب کرتی وہ ایک کرب زدہ عزم سے بڑبڑائی
تھی۔

زیر لب وہ جس سے مخاطب تھی اس کا خیال ہی آنسوں کو دعوت دے جاتا
تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کچن دہلیز پر قدم رکھتے ہی سلیب کے پاس کھڑے لمبے چوڑے ماحول پر چھا
رہے وجود کو دیکھ زور سے دھڑک اٹھے دل کے اسے مضراب کی زور
زبردستی جذباتی بلیک میلنگ کے پیچھے کا محرک سمجھنے میں ایک سیکنڈ سے بھی
کم وقفہ لگا تھا۔۔

"!!رابی کی بچی"

دانت پر دانت جما کر وہ دھڑکن ودوپٹہ سنبھالتی دبے قدموں واپسی کیلئے مڑنے لگی کہ۔۔

"کچھ چاہیئے تھا آپ کو۔۔۔؟"

معاً دبیز خاموشی میں عقب سے ابھری بھاری آواز پر وہ جہاں کی تہاں مجسمہ بنی تھی۔

کافی پھینٹتے ہوئے امپورٹنڈ کال نپٹانے مصروف وہ لحظے بھر کیلئے بھینی بھینی خوشبو مدھم آہٹ پر اس جانب متوجہ ہوا تھا پر دہلیز پر ایستادہ وجود کو پشت سے ہی پہچان لینے پر اس وقت اس کی موجودگی سے آنکھوں میں اتری حیرانگی مقابل کہ نہایت آہستگی سے مڑنے پر یکایک ہی سحر میں بدلی تھی جیسے توجہ کے تمام دھاگے اس پری پیکر کے کندن وجود سے جا الجھے ہوں۔۔

سبز زرتار جوڑے میں ملبوس وہ ماہ جبیں سراپا کیل کانٹوں سے لیس مٹے مٹے میک کے ساتھ سراسیمگی سے لب کچلتی قہرِ قیامت لگ رہی تھی اور یہ قیامت

باران عثمانی کے انیتس سال سے متوازن انداز میں دھڑکتے آرہے بااصول دل پر حشر بن کر ٹوٹا تھا۔

دھڑکنوں میں غیر معمولی بے ترتیبی، متزلزل تنفس میں بھاری پن اور رگوں میں متحرک خوں میں حرارت وہ اچھی طرح محسوس کر سکتا تھا۔

حسن و نزاکت سے نہ اس کا یہ پہلا واسطہ تھا، نہ ہی وہ ایسا کوئی عابد و زاہد قسم کا بندہ تھا جس نے قصداً صنف مخالف سے فاصلہ بنا کر رکھا ہو، اپنی انیتس سالہ زندگی میں مشرق و مغرب ہر قسم کے حسن سے اس کا بھرپور واسطہ پڑا تھا۔ اخلاقی دائروں کی پاسداری کرتے ہوئے مراسم بھی خاصے بے تکلفانہ استوار رہے تھے۔

لیکن کبھی نگاہیں یوں تو بے اختیاری نہ ہوئی تھی،

نہ دھڑکنیں کبھی کسی پری پیکر کی ظہور سے متلاطم ہوئی تھی،

نہ نگاہوں نے جابجا بے اختیارانہ کسی ماہ جبیں کا طواف کیا تھا،

نہ ہی کسی فریفتہ حسن کی تابندگی سانسوں میں تپش بن کر شامل ہوئی تھی۔

چُھپ کر نگاہِ شوق سے دل میں پناہ لی

!دل میں نہ چُھپ سکے تو رگِ جاں میں آ گئے

یہ کیفیت، یہ تغیرات یہ تجلیات تو گویا تبدیلیوں کا انقلاب لیکر وقوع پذیر ہوئے تھے جو عملی زندگی میں خود کو کسی ایک پری وش کے سپرد کرنے سے مستقل مزاجی سے گریزاں شہزادے کے سرد جذبات کو موم کی طرح پگھلاتے انگشت بدنداں کر گئے تھے۔

جو اس کیلئے حیران کن تھے،

نہیں ! بلکہ باعثِ تشویش تھے وہ ایسا کوئی کمزور دل کا مالک تو نہیں تھا جو حسن و تنہائی کے سنگم سے ایک لمحے میں مات کھا جائے۔۔

اس کے اندر سے زبردست احتجاج بلند ہوا تھا۔۔

لیکن اس کی مسلسل گڑی گہری نگاہوں سے مقابل پر طاری ہوتی گھبراہٹ کو دیکھ اسے فی الفور تمام الجھن سمیٹ کر خود پر بردباری طاری کرتے سنبھلنا پڑا تھا۔

"!اہم"

گلا کھنکار کر اس نے ڈپٹ کر نگاہوں کا ٹھکانہ بدلہ۔

مجھے فریش فیل کرنے کیلئے لیٹ نائٹ اسٹرونگ کافی چاہئے ہوتی"

"ہے۔۔۔آپ جس لئے آئی تھیں وہ لے سکتی ہیں۔۔۔

کافی مگ لیکر وہ سلیب سے پڑے ہوا تھا۔

"وہ مضراب کے سر میں درد ہے تو چائے چاہئے تھی۔۔۔"

وہ بمشکل توجہی پیش کرتی مرے مرے قدموں سلیب کی سمت بڑھی۔

ورنہ دل تو سر پر پیر رکھ کر چھلاوے کی طرح غائب ہو جانے پر بضد تھا۔دو سے ڈھائی منٹ تک اپنے وجود پر جمی گہری پر تپش نگاہوں نے اندر تک کپکپی سی طاری کر دی تھی۔

"!!ہمم"

حتیٰ المکان اجتناب کی کوشش کرتا وہ ایک ہاتھ سے کافی پھینٹتا ہوا دوسرے میں فون تھامے بظاہر مصروف تھا۔

دوسری طرف نہایت احتیاط کے ساتھ کاروائی انجام دینے کی کوشش کے باوجود ذرا سی حرکت سے چھنک اٹھتے پہنزیب، کھنک جانے والی چوڑیاں سانسوں کی زیر و بم سے بمشکل مرتعش فضاء میں ٹھیک ٹھاک شور مچاتے نہ صرف اسے بوکھلاہٹ میں مبتلا کر رہے تھے بلکہ دوسرے وجود کی پریشانی بھی دوچند کرنے میں پیش تھا۔

"ہٹ جائیں آپ میں کر دیتا ہوں۔۔"بوکھلاہٹ کے مارے اسے سب الٹ پلٹ کرتا دیکھ بلا آخر وہ پیش کش لیئے قریب آیا تھا۔

"نن۔۔نہیں وہ میں۔۔۔"

"اپنے وزن سے زیادہ وزن سوار کر لینے کے بعد یہ سب مشکل ہے، آپ ادھر بیٹھئے میں کر دیتا ہوں۔۔۔"فون سائیڈ پر رکھتے اس کا ٹھہرا ہوا انداز

قطعی شرمندہ کرنے والا نہیں تھا لیکن وہ اچھی خاصی شرمندہ ہو کر انگلیاں مڑوڑنے لگی تھی۔

"آپ بیٹھ جائیں ادھر۔۔۔۔۔"

اس کے دوبارہ سے کہنے پر وہ پیر گھسیٹتی ہوئی جا کر ٹیبل کے گرد رکھی کرسی پر بیٹھتی حسب عادت ہتھیلی کی لیکروں سے الجھ پڑی تھی ساتھ مضراب کو بھی دل ہی دل ہی القابات سے نواز رہی تھی جس نے قصداً اسے رات کے اس پہر گھور تنہائی میں پھسا کر نجانے کس جنم کا بدلہ نکالا تھا۔

"یہ لے جائیں۔۔۔۔۔۔۔"

ہتھیلیوں کو گھورنے کا سلسلہ بھاپ اڑاتے دو کپ کے ساتھ سامنے رکھی گئی ٹرے کی آواز سے ٹوٹا تھا۔ ساتھ وہ ہڑبڑا کر کھڑی ہوتی اپنے ہی دوپٹہ سے الجھ کر لڑکھڑائی تھی۔

جب بدقت اس نے تھاما تھا۔

"آرام سے۔۔۔آپ ہمیشہ اتنی ہڑبڑی میں کیوں رہتی ہیں۔۔۔۔۔؟"

لمس کا ناتا جڑنے سے ایک مرتبہ پھر وہی کیفیات رونما ہوئی تھی جسے تیزی سے جھٹکنے کیلئے وہ بازو چھوڑ کر فوراً ایک قدم پیچھے ہوا تھا۔

یہ لے جائیں۔۔۔لے جا پائیں گی ناں۔۔۔؟"اس کی غیر ہوتی حالت" کے پیش نظر پوچھا جس پر شرم سے پانی پانی ہوتے اس نے فقط اثبات میں سر ہلایا تھا۔

جواباً مزید اس کی جان جوکھم میں ڈالنے کا ارادہ ترک کر وہ کافی کی سپ لیتا واپس برنر کی طرف متوجہ ہوا تھا جبکہ میرال ٹرے اٹھا کر فرار کیلئے پر طولنے لگی تھی۔

لیکن اسے چولہے پر پین چڑھاتا دیکھ اس کے اٹھتے قدم تھم گئے تھے۔۔

"یہ۔۔یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔۔۔؟"

کیا یہ۔۔۔اہ۔۔۔"اس کی آواز پر وہ مڑا اور پھر اس کی نگاہ پین پر دیکھ مبہم" سا ہنس دیا۔

مجھے میٹنگ کیلئے صبح تک جاگنا ہے تو پاستا بنا رہا ہوں، دراصل ہیوی ڈیشیز کی" عادت نہیں تو تقریب میں ڈنر ہو نہیں پایا۔۔۔"فریج سے ضروری چیزیں برآمد کرتے ہلکے پھلکے انداز میں بتایا۔

آپ۔۔آپ کیوں کر رہے ہیں، ہم کر دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔"وہ ٹرے" رکھنے آگے بڑھی کہ باران نے سرعت سے اسکے مخملی انگلیوں پر اپنی قوی انگلیوں کا گرفت بنایا۔۔۔

اس کی ضرورت نہیں ہے یہ سب برسوں سے میری روٹین لائف کا حصہ" ہے، فارن میں حویلی کی طرح ہر کال کیلئے درجن بھر ملازم نہیں ہوتے ہیں، سو آپ آرام سے جا کر سو جائیں پینک ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اینڈ تھینکیو کنسرن کیلئے۔۔۔"ہنوز ہاتھ پر گرفت بنائے وہ دلکشی سے مسکرایا تو میرال اس کے وجیہہ چہرے پر اک نظر ڈال کر اثبات میں سر ہلاتی دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔۔

پیچھے برنر کی سمت متوجہ ہونے سے قبل لحظے بھر کیلئے اس کی پشت پر نظر ڈال کر اس نے اپنی انگلیوں پر سرسراتا ہوا خوشنما جذبات سے آشنا کروا رہے نرم گرم لمس دھیمی مسکان کے ساتھ محسوس کیا تھا۔۔

ادھر مضراب کی کلاس لینے کے ارادے سے روم میں داخل ہوئے میرال روم کی لائٹ آف اور جنابہ کو بیڈ پر محو استراحت دیکھ کلس کر رہ گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

اصولاً تو ہمیشہ کی طرح اگلی صبح کو ناظمہ بیگم کیلئے فتح آمیز راحت اور حویلی کے دیگر مکینوں کیلئے ہنگامہ خیزی لیکر طلوع ہونا تھا لیکن افق پر چمکا آج کا آفتاب ناقابل یقین تبدیلی لیکر طلوع ہوا تھا۔۔

دلاور کو صبح حویلی میں دیکھ کر جہاں ناظمہ بیگم کی رگ وپے میں غصہ و اشتعال کے شرارے دوڑے تھے وہی پژمردہ شیراز عثمانی اس کا یا پلٹ پر متعجب سے اپنی جگہ کئی ساعت جمے رہ گئے تھے۔

ورنہ توجب کبھی ماضی کاذکر غلطی سے بھی حویلی میں چھڑتا تھااگلے ہی پل سے دلاور عثمانی مہینوں کیلئے حویلی کو پھر اپنی شکل نہیں دکھاتا تھا۔۔۔

دلاور کہاں جارہے ہو ناشتہ تو کرتے جاؤ۔۔۔۔؟"اسے ناشتے کی میز کے " بجائے بیرونی دروازے کی سمت بڑھتا دیکھ دی جان نے ٹوکا۔

دی جان کھیتو میں بوائی کا کام شروع ہونا ہے میرا وہاں رہنا ضروری" ہے۔۔۔۔۔۔"ناظمہ بیگم کی موجودگی کے باعث وہ دقت سے لہجہ ہموار رکھ پایا تھا۔

"پر بیٹا۔۔۔"

دی جان! میری وجہ سے کام رکا ہوا ہے، آپ پریشان نہیں" ہوں۔۔۔۔"اس کے قطعی انداز پر دی جان چپ کر گئی تھی۔

"بابو سار کیئے ذرا۔۔۔۔۔"

اورابھی وہ واپس قدم اٹھانے ہی لگا تھا کہ عقب سے ملازمہ کی آواز پر واپس کوفت سے رکنا پڑا۔

کیا مسئلہ ہے۔۔۔۔؟"حسب سابق لہجہ آتش تھا۔"

وہ۔۔وہ بابو سا بھابی سا نے یہ دیا ہے، کہاں ہے جب وقت ملے کھا ضرور" لیجئے گا۔۔۔۔۔۔"پیغام کے ساتھ سہمی ملازمہ نے ٹفن باکس بھی بڑھایا۔

وہ تنی رگوں کے ساتھ انکار کیلئے لب وا کرنے ہی لگا تھا کہ وہ مزید بولی۔

اور کہا ہے کہ ہو سکے تو شام جلدی آجایئے گا مٹر پلاؤ بنا رہی ہیں وہ آپ" کیلئے۔۔"ملازمہ کے اگلے پیغام پر جبڑے بھینچتے اس کی نگاہ کچن دہلیز کی جانب اٹھی جہاں غالباً وہ پیغام ترسیل کروا کر اپنے کام میں مگن ہو گئی تھی۔

جیسے جنابہ کو یقین کامل ہو کہ حکم کی تعمیل بنا ہیل وحجت بصد شوق واسرار ہو گی۔اور اس درجہ اعتماد پر اس کا عش عش کر اٹھنا بنتا تو تھا۔۔

لے بھی لو اب دیر نہیں ہو رہی۔۔۔۔؟"اسے انکار کیلئے تیار دیکھ دی جان" زور ڈال کر بولیں تو وہ طوعاً و کرہاً ٹفن تھام گیا۔

اور شام جلدی آجانا، بلاضرورت ادھر ادھر کی کاموں میں الجھ کر بھول" نہیں جانا، خوش نصیب ہوتے ہیں وہ مرد جن کی بیویاں اتنا خیال کرتی ہے، "ان کی پسند نہ پسند کا۔۔۔۔

حسب سابق دی جان اپنی بچی کے اقدام پر نہال ہوئی تھی جس پر کلس کر جہاں ناظمہ بیگم نے پہلو بدلہ تھا وہیں وہ بنا کچھ کہے آگے بڑھ گیا تھا۔۔۔

"یہ لڑکی میری سوچ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔۔۔۔"

ذرا سی بات پر اڑیل گھورے کی طرح بدک کر سر پر آسمان اٹھا لینے والے حریف زادے کو بنا اک لفظ کہے حکم بجالانے پر ناظمہ بیگم کا تن بدن جلنے لگا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

پھر ناظمہ بیگم کی کانوں میں گونجتے قدم در قدم قریب ہو رہے خطرے کی آہٹوں سلسلہ تھما نہیں تھا۔

شکست کے خوف سے چوکنا ہو کر ارد گرد کا جائزہ لینے پر ان کے خدشات عدم تحفظات پل پل دوچند ہوتے گئے تھے۔

چند مہینے قبل عالی شان حویلی سے کوسوں دور واقع جامہ مسجد کے امام کی اپنے گھر کی چار دیواری تک محدود رہنے والی پوتی کے دلاور عثمانی کی زندگی میں داخل ہونے کو انھوں نے ذرا اہمیت نہیں دی تھی بلکہ جو ایک فیصد خدشات تھے اس کی جانب سے وہ بھی اس لڑکی کا تعارف ملنے کے بعد جاتے رہے تھے کہ بھلا ایک معمولی سی لڑکی ناظمہ عثمانی کے تخت کو کیا نقصان پہنچا سکے گی۔۔۔؟

جس کا رضوانہ بیگم جیسی اونچے خاندان کی بیٹی بلکہ خود عثمانی خاندان کی دونوں بیٹیاں بال نہیں باکا کر سکی تھی۔۔

لیکن اب گزشتہ ایک ڈیڑھ مہینے مقدس کی حویلی میں موجودگی پہ غور کرنے کے بعد حقیقتاً ان کی نیند اُڑ گئی تھی۔

دلاور عثمانی کی توسط سے وہ دی جان کی قریب تر تو تھی ہی ساتھ ہی ساتھ اس لڑکی نے نہایت غیر محسوس انداز میں نا صرف ان کی بیٹی بہو کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا بلکہ حویلی کے ملازمین بھی اس کے زیر حکم آ گئے تھے۔۔

ہمہ وقت چاروں جانب سے 'چھوٹی بھابی سا' کا حوالہ سننے کو ملنے لگا تھا۔

حد تو یہ کہ دلاور یا اس سے جڑی کسی شئے کا نام تک زبان پر نہ لانے والی رضوانہ بیگم تک اب اکثر کچن میں اس سے محو گفتگو ملنے لگی تھی۔۔

اس اڑیل حریف زادے کی تمام تر حریف گیری تو ویسے ہی اس نے نجانے کونسا جادو منتر پھوک کر رام کر دیا تھا۔۔

باریک بینی سے ارد گرد کا جائزہ لیتے ہوئے ان کے رگ رگ میں اضطراب زہر کی مانند پھیلتا جا رہا تھا۔

فطرتاً وہ ایک حاکمیت پرور زعم ہستی میں چور رہنے والی خاتون تھی۔۔

علاقے کی حاکم خاندان میں بڑی بہو کی حیثیت سے بیاہ کر آنے کے بعد ان کی اس فطرت کو مزید تقویت مل گئی تھی تضاد شادی کے چند ہی مہینوں بعد

حویلی کی باگ ڈور مل جانے پہ استحکام و پختگی سے گردن کا سریا کچھ اور اکڑ کر سیدھا ہو گیا تھا۔

ہو بھی کیوں ناں۔۔۔؟

کہاں خاندانی حویلیوں میں ساس کے حیات ہوتے ہوئے کسی بہو کو حویلی کی سربراہی تخت ملتی تھی۔۔بلکہ عمر بیت جاتی تھی اس مقام تک آنے کیلئے انھیں پہلے ہی قدم پر وہ مقام مل گیا تھا پھر ان کے حوصلے کیوں بلند نہ ہوتے کیوں وہ مزید کی لالچ نہیں کرتی۔۔

ان کی اس اور اور کی لالچ کو قسمت نے مکمل جانب داری سے وقتاً فوقتاً ہوا دیکر مضبوط کیا تھا۔

مستزاد شیراز عثمانی کی اس نادانی میں سرزد ہوئی غلطی کے بعد سے تو جیسے انھیں کھلی چھوٹ ہی مل گئی کہیں جو ذرا چھوٹی بہو کے مقابل آنے کا خدشہ تھا وہ بھی ان کے خاندان بھر کا مجرم ثابت ہونے پر جاتا رہا تھا۔

دوسرا رضوانہ بیگم بیچاری تھی بھی سادہ لوخاتون جو حویلی میں قدم رکھتے ہی شوہر کی غلطی کواپنا جرم مان کر لب سی گئی تھی،اب دبنے والے کو دبانے سے زیادہ مزہ بھلااس دنیا کے اور کس کھیل میں آتا ہے۔

دی جان تو بیچاری تھی ہیں شانت و متحمل مزاج کی مالک نہ ان میں تیز طراری تھی نہ روایتی ساس کی طرح روک ٹوک کرنے کی عادت۔۔

ان کی یہ فطرت ناظمہ بیگم کو قدم جمانے کیلئے ہر طرح سے ماؤن ثابت ہوئی تھی۔

اس طرح ہر بات پر چھٹپٹا رہی دونوں نندیں انگوٹھے تلے آگئی کیونکہ دی جان روایتی ماؤں کی طرح بیاہی بیٹیوں کو میکے کی معاملات میں بے جا انگشت نمائی پر حمایت دینے کی قائل نہیں تھی۔

پھر جب پانچ سالہ دلاور ایک مرتبہ پھر ماضی کا طوفان اپنے ساتھ لیکر حویلی میں آیا تو دی جان اسے سمیٹنے میں ہی غافل ہو گئی۔۔

شیراز عثمانی کی مجرمانہ خاموشی کچھ اور خاموش ہو گئی۔

رضوانہ بیگم نے حکم حاکم مرگ مفاجات کا چولا اوڑھ لیا۔

پے در پے حالات خود بخود ان کی حمایت میں بنا کسی تگ و دو کے آتے رہے۔۔

شہباز عثمانی داجی کا دایاں بازو بن گئے،

انھیں حویلی کی سربراہی پر مضبوط گرفت مل گئی،

باران متوقع سردار کیلئے نامزد ہو گیا،

کھیت و جاگیر کے معاملات میزان کے ذمہ منتقل ہو گئے،

محاور تاً ان کے دونوں ہاتھ گھی اور سر کڑھائی میں تھے۔۔

حویلی کے اندر اب کوئی ان کے مقابل ان کے مخالف کھڑا ہونے والا بچا ہی نہیں تھا۔اور جو دو نندیں کمزور کوششیں کرتی تھی انھیں وہ چٹکیوں میں کنارے لگانا جانتی تھیں۔

اور اب جب منزل بہت قریب آگئی تھی تو یکایک مناظر کا بدلنا انھیں اندر تک ہلا گیا تھا۔۔

دوسروں کی حق کی جاگیر پر اپنی خوابوں کے قلعے تعمیر کر زعم ہستی کی زنجیروں میں جکڑے رہنے والوں کا مسئلہ یہی ہوتا ہے کہ حقدار کہ بغاوت کی آہٹ بھی ان کی بنیاد ہلا دیتی ہے اور اس وقت ناظمہ بیگم اسی کیفیت سے دوچار بولائی بولائی سی گھوم رہی تھیں۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

حسب توقع و حسب سابق بھاری اکثریت سے الیکشن میں فتح حاصل ہوئی تھی۔اور حویلی کی دستور کے مطابق حلف لینے کے بعد رات حویلی میں بڑے پیمانے پر جشن کا انتظام کیا گیا تھا آس پڑوس کے گاؤں جوار میں الگ سے دعوتِ عام کا اہتمام ہوا تھا۔

جشن کے انتظامات میں حویلی کے اندرونی معاملات سنبھالنے کی ذمہ داری دی جان نے بنا مشاورت کئے ان کے سامنے ہی مقدس کو سونپ دی تھی جس پر معنوں رہی سہی کسر ہی پوری ہو گئی تھی۔

تضاد حویلی کے کسی خوشی کے موقع یا تقریب میں شرکت نہ کرنے والا دلاور کا جشن کے شروع سے لیکر آخر تک پیش پیش رہنا ان کا سیروں خون جلاتا رہا تھا۔

مقدس کا ہر عام وخاص مہمان خواتین سے دی جان کا فخریہ تعارف کروانا صدقے واری جانا بھی ناظمہ بیگم کیلئے پورے تقریب میں شدید اعصابی امتحان بنا رہا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رات ساری انھوں نے گویا کانٹوں پر گزاری تھی۔ جس وجہ سے صبح ہوتے ہوتے سر درد سے پھٹنے لگا تھا۔ کل رات غصہ واشتعال کو ضبط کرنے کے تگ ودو میں انھوں نے کچھ کھایا بھی نہیں تھا لہٰذا ٹیبلیٹ لینے سے قبل کچھ کھانے کے غرض سے کچن کی سمت بڑھی تھی۔

جشن کی تھکن کی باعث حویلی کے مکین تو دور خود ملازم بھی ابھی تک نہیں جاگے تھے وہ کنپٹی سہلاتی ہوئی کچن میں داخل ہوئی اور وہاں پہلے سے موجود

مقدس کو برنر کے پاس کھڑا دیکھ ان کے اندر اضطراب کی شدید لہر بھڑکتے شعلے کی طرح اٹھی تھی۔۔

آپ کو کچھ چاہیئے تھا۔۔۔؟"آہٹ پر متوجہ ہوتے اس نے خوش دلی سے" پوچھا۔

جواباً ان کی سپاٹ نگاہ ٹرے پر گئی تھی۔

انھیں ضروری کام سے جانا ہے تو ہم ناشتہ لیجا رہے تھے، آپ کو کچھ چاہیئے" تو ہم۔۔۔۔"شامی کباب برتن میں نکال کر ٹرے میں رکھتی ہوئی وہ ان کی نگاہوں کا جواب دے رہی تھی۔۔

جواباً بنا کچھ کہے وہ فریج کی سمت بڑھ گئی تھی۔ مقدس نے دوبارہ اخلاقاً پوچھنے اور مدد کی آفر کرنے کا سوچا لیکن ان کے پتھریلے تاثرات کے پیش نظر لب بھینچ کر ٹرے تیار کرنے لگی۔

کافی مگ پر لکڑی کا گول ڈھکن ڈھانپ کر وہ ٹرے اٹھانے ہی لگی تھی کہ پشت سے ابھری ناظمہ بیگم کی استہزائیہ جملے پر اس کے ہاتھ تھمے تھے۔۔۔

پتھر ہے وہ، پتھر سے سر ٹکڑانے پر زخم و تکلیف ہی ملتی ہے، خواہ عملاً ٹکرایا" جائے یا اپنی خدمت، ریاضت، عنایت اخلاص و محبت سے کی جائے، پتھر کا "وصف ہی تکلیف دینا ہے۔۔۔۔

ہم سمجھے نہیں۔۔۔۔؟" وہ انجان ہوئی تھی۔"

رد عملاً ناظمہ بیگم کے نخوت زدہ چہرے کا انتہائی زہریلی مسکراہٹ نے تیزی سے احاطہ کیا تھا ساتھ کٹیلی نگاہ اس کی سمت اٹھی تھی۔۔

اس باغی کی رگوں میں جس ذات کی عورت کا خون دوڑتا ہے ناں اس میں "'' وفا' نہیں ہوتی، ٹھہراؤ، کسی ایک کا ہو جانا، جاں نثاری جیسی اعلیٰ خصوصییت نہیں پائی جاتی، خواہ کوئی اس پر جان ہی کیوں نہ نچھاوڑ کر دے، اور محبت۔۔۔۔" لمحاتی توقف کسی نوکیلے تیر کی طرح سنسناہٹ کی مترادف تھی۔۔

محبت سے اس کا کبھی کوئی واسطہ ہی نہیں پڑا، البتہ نفرتیں اس نے" بے حساب سمیٹی ہے، اپنی حرکتوں کی وجہ سے بھی اور خود کو دنیا میں لانے

والوں کی مہربانی سے بھی،اور رہی بات رشتے نبھانے کی تو۔۔جس نے رشتے دیکھے ہی نہیں وہ بھلا رشتوں کے تقاضے کیا جانے گا۔اعتبار کرنا یا سونپنا اس کی سرشت میں ہی شامل نہیں۔۔وہ کسی کا نہیں ہو سکتا، کسی کا بھی نہیں خواہ کوئی کتنے ہی محبت واخلاص سے جتن کر لے۔۔"خشونیت بھرے انداز میں اپنے اندر بھرا زہر نکالتی وہ زہر خند گی سے ہنکار بھرتی برنر سلگانے لگی تھی۔

دوسری طرف دبیز خاموشی کو ٹھہرا دیکھ کہیں ان کے شاطر دماغ کو کامیابی کی تقویت ملی تھی جو سراسر وقتی ثابت ہوئی تھی۔۔

ہم طے نہیں کر پا رہے آیا اسے ہم متضاد نظریات کا فرق کہیں یا ایک غیر" ثابت شدہ مفروضے کی مٹی سے بنایا گیا مجسمہ کہیں۔۔۔۔؟"توقف سے ابھری اس کی پر سوچ آواز میں وہی ازلی ٹھہراؤ تھا۔

"اچھا! مثلاً کیسا فرق ہم بھی تو جانیں۔۔۔۔؟"

گو کہ ان کے تن بدن میں متانت بھرے جواب نے آگ لگا دی تھی لیکن انا کی تسکین کیلئے نخوت سے سوال گو ہوئی۔۔

پہلا تضاد تو ہماری نظریات میں یہی ہے کہ ہم شخص کو اس کی شخصیت کے "
"درپن میں دیکھتے ہیں اور آپ شائد اس کی حوالہ جات کی بنیاد پر۔۔۔
اس کا پہلا ترک ہی ناظمہ بیگم کی تلوں پر لگ کر سر پر بجھا تھا۔۔ تبھی ان کے عضلات خطرناک حد تک سرخ ہوتے کھینچ گئے تھے۔ لیکن اس کا مدلل لہجہ مزید ان کی غلط فہمیوں کا قلعہ مسمار کرنے کیلئے جاری تھی۔۔

'وفا اور جانثاری'

!ان دو الفاظ کہ آپ کی زبان میں کیا تشریح ہے ہم نہیں جانتے۔۔ لیکن اس نفسا نفسی کی دور میں جہاں خونی رشتے بھی نفع نقصان کی ترازو پر طول کر نبھائے جاتے ہیں، وہاں وہ شخص بے زبان جانوروں پر بے غرض بلکہ خود سے بے بہرا ہو کر جان لٹاتا ہے، فقط ایک پالتو ہاتھی کیلئے ساری رات سردی مچھر کی پرواہ کئے بغیر بے آرام شیلٹر میں گزار دیتا ہے۔۔

اگر یہ وفا، جانثاری کسی کا ہو جانا نہیں ہے تو ہماری نظر میں پھر دنیا میں ان "الفاظ کا کوئی معنٰی ہی نہیں ہے۔

قطعیت سے کہتے اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

'اعتبار'

ہمارے مطابق 'اعتبار' دو ہاتھ کی تالی ہوتی ہے، جس کی دو اصولوں پر پیمائش ہوتی ہے،

اول تو سامنے والا جتائے تو اسے مان بخشنا،

یا پھر

خود جتا کر مد مقابل سے مان وصول کرنا۔

اور ہمیشہ انھوں نے ہماری توقع سے زیادہ ہمیں مان و عزت بخشا ہے۔۔

"اور ہم از حد مطمئن ہیں ان کے اس اقدام سے۔۔۔۔۔

اس کی پر اعتماد مسکراہٹ ناظمہ بیگم کے حلق میں کڑوے زہر کی طرح اتری تھی ضبط سے ان کی شب خوابی سے سرخی مائل آنکھوں کی سرخی دہکتے شعلے کی مانند بھسم کرنے کہ درپہ تھی۔۔

رہی بات 'محبت' و 'رشتے' کی تو ان کے پاس دی جان جیسی ممتا کی مورت "
سراپا محبت و اخلاص کی پیکر ہستی جیسا انمول رشتہ ہے، جن کی محبت کی
چھاؤں ہمیشہ ان پر سایہ فگن رہتی ہے، جن کی عمدہ تربیت نے انھیں رشتوں
کا معنیٰ بھی سمجھایا ہے اور رشتوں کا مان رکھنا بھی بخوبی سکھایا ہے۔۔
کسی نے اس کا عملی مظاہرہ نہیں دیکھا تو دوش ان کا نہیں از خود مقابل کا جو
رشتوں کو نبھانے کا اہل نہیں تھا، کہنا درست ہو گا کہ لوگوں کو انھیں اپنے کم
ظرف نظریہ و خیال کے بد نما عینک سے دیکھنے سے فرصت ہی نہیں
"ملی۔۔۔
نیت نہ ہوتے ہوئے بھی وہ تاسف سے روانگی میں کافی گہرا کاری وار کر گئی
تھی۔۔
جس پر سر تا پا بھر بھر جلتی ہوئی وہ کچھ کہنے لگی تھی کہ مقدس کے سلسلہ کلام
جوڑے رکھنے سے وہ بل کھاتی ناگن کی طرح پہلو بدل کر لب بھینچ گئی تھی۔

اورا گرآپ کی 'محبت 'کااشارہ ہماری جانب ہے تو۔۔ہماری نظر میں محبت کا"
مطلب عزت واحترام ہے،اوراس شخص کی نظر میں ہمارے لی ئے اتنا عزت
"واحترام ہم نے دیکھا ہے کہ لفظوں میں بیان تک کرنا ممکن نہیں ہے۔۔۔
اس کے مستحکم لہجے میں مان وفخر کی کھنک شامل تھی۔

ہمیں نہیں معلوم تھا حاجی حکیم نے اپنی پوتی کو اتنے عمدہ اخلاق دئے ہیں"
"کہ وہ بڑوں سے دوبدو مقابلہ کرتی ہیں بلکہ سبقت لیجاتی ہیں۔۔۔۔
اپنے نخوت زدہ خشک لہجے وانداز سے بڑے بڑوں کی بولتی بند کردینے ناظمہ
بیگم پہلی بار لاجواب ہو کر آپے سے باہر ہوتی تربیت واخلاق پر اتر آئی تھی۔
جس پر پل کیلئے مقدس سنناٹے میں آئی تھی۔۔

آپ کو ہماری کوئی بات بری لگی ہو تو ہم تہے دل سے معذرت خواں"
ہیں۔۔باقی ہمارے ابا نے ہمیں ادب، تمیز، لحاظ جیسے عمدہ اخلاق کا درس
دیتے ہوئے سختی سے ہدایت کیا تھا کہ ہم اسے الفاظ کے چناؤ ولہجے کا انتخاب
کیلئے ہی استعمال کریں نا کہ حق گوئی کے خلاف۔۔۔ایک مرتبہ پھر

معذرت۔۔۔۔۔۔۔"اس کے فوری وفی البدیہ جواب پر ناظمہ بیگم کا دماغ جھنجھنا اٹھا تھا۔۔

چپ رہتی ہوں یعنی رشتوں کا مان رکھتی ہوں،،
ورنہ میں ہر لہجے کی پہچان رکھتی ہوں،،

بب۔۔بہت۔۔بہت خوب۔۔۔۔"ضبط اشتعال سے ان کا تنفس بری" طرح پھولنے لگا تھا۔۔

"بہت خوب! اور کچھ۔۔۔۔؟"

بلبلاتی انا چٹختے اعصاب نے حقیقتاً ان کے الفاظ و حواس چھین لیئے تھے۔

"!جی آخری بات"

خلاف فطرت اتنا بول کر وہ مزید بولنے سے خود کو روک نہیں پائی تھی۔

شجرہ نسب ہو یا والدین کا حوالہ انسان کی شخصی شناخت کو ہی ظاہر کرتا"
ہے، کسی کی شخصیت کا آئینہ دار نہیں ہو سکتا۔
بلفرض ولی کے گھر ولی اور کافر کے گھر کافر ہی جنم لینے جیسا کوئی لازم ملزم
قانون ہوتا تو پھر دنیا میں اتنے فساد ہی برپا نہیں ہوتے، دنیا صاف صاف دو
رنگ 'سفید و سیاہ' دو خطے 'مومن و باطل' میں بٹی ایک امن پرور جگہ
ہوتی۔۔۔۔" وہ تاسف زدہ تھی مگر قطعی طنز نہیں کر رہی تھی۔۔
اور سب سے اہم! ان کی والدہ طوائف تھیں یا کوئی اہلِ تقویٰ اس پر نقطہ "
چینی تو در کنار ہم اظہار خیال کا حق تک نہیں رکھتے کیونکہ یہ فیصلہ کسی زمین
والے کا نہیں تھا اور آسمان والے کے فیصلوں میں ہم لب کشائی کریں اتنے
ہم گستاخ نہیں،
اور ان میں ایسی کوئی اخلاقی برائی نہیں جو ہمیں ان سے متنفر کر سکے۔۔
دوسرا اہم اک متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے والے بے حد عام لڑکی
ہیں، قناعت ہمارے تربیت کا اہم جز ہے، اسی لیئے ہمارے توقعات کے قعلے

کوئی بہت بلند بانگ نہیں ہیں، ہم محدود وسائل کے عادی ہیں۔اور وہ اپنی انتھک محنت سے جو حق حلال کماتے ہیں وہ ہمارے لئے بہت سے کئی زیادہ ہے، سردار کی اہلیہ کا رتبہ،اس عالی شان حویلی کی سربراہی تخت ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں۔۔۔لہٰذا بے فکر رہیں۔۔۔۔۔"دہلیز عبور کرنے سے پہلے اس نے آخری کاروائی کے تحت بہت اچھی طرح سے انھیں ان کی پھانس کی طرح اٹکی سوچ و تفکرات تک اپنی رسائی جتا کر چل دی تھی۔۔

پیچھے ناظمہ بیگم کی حالت ناگفتہ تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کُوفہ مزاِج لوگوں کی بُہتات ہے یہاں

!اِس شہرِ نامُراد سے خَیمے سَمیٹ لو

ٹرے اٹھائے کمرے کی سمت پر سوچ قدم اٹھاتے ہوئے اسے اپنے اعصاب بے حد بھاری و بوجھل محسوس ہو رہے تھے۔

وجہ قطعی بھی ناظمہ عثمانی کی بل کھاتی انا کو رام کرنے کا نہیں تھا کیونکہ اس کا ضمیر مطمئن تھا اس نے کوئی بداخلاقی یا بدتمیزی کر کے اپنی تربیت کو شرمندہ نہیں کیا تھا بلکہ مناسب الفاظ و انداز میں آئینہ داری کی تھی جو کسی زعم ہستی میں چور کسی ناخدا کو گراں گزر گیا تو اس پر شرمندگی یا ملال پال کر ہرگز بھی وہ خود کو احمق ثابت نہیں کر سکتی تھی۔

اس کے اعصاب بوجھل تھے تو وجہ سگے رشتوں کا یہ بدنما و بدصورت روپ تھا۔

اسے حاجی حکیم نے رشتوں کے جو معنیٰ و مفہوم سکھائے تھے حویلی والوں کے درمیان وہ قطعی مفقود تھے۔

بغض و کینہ، نفرت و حقارت، حرص و حسد، عناد و عداوت جیسے تمام دلسوز جذبات یہاں کے مکین آپس میں رکھتے تھے ایسے میں بھلا باہم محبت و اخلاص، یگانگت و اپنائیت احساس کی گنجائش کہاں نکلتی تھی۔۔۔۔۔؟

زینے طے کرتے اس کی خیالوں کی روش دلاور کی طرف بھٹک گئی تھی۔۔

اس شخص کی شخصیت میں اگر اتنی دراڑیں تھی تو وجہ نفرتوں اور تلخیوں کے یہ کوڑے تو جو اس پر بچپن سے بے حساب بے رحمی کے ساتھ برستے آرہے تھے،

ماں کا مہربان آنچل چھننے کے بعد جہاں سگے رشتوں کو اسے اپنی خون کی گرمائش سے سینچنا چاہئے تھا وہاں ان لوگوں نے گاڑھے پتلے خون کی فرق و تفریق کر حسب توفیق اس کی جھلسی روح کو تار تار کیا اور اب تک اس کی روح چھلنی کر رہے ہیں۔۔

ایسے میں۔۔

اگر اس کی زبان کا ذائقہ زہر تھا تو وجہ یہ رشتے تھے جنھوں نے سوائے ڈسنے کے اسے کچھ نہ دیا تھا،

ہر قدم پر بے حسی و بے رحمی کی سوغات وصول کرنے والے کی فطرت میں سلگتی عداوتیں دہکتے انگارے نہیں ہوں گے تو اور کیا ہو گا۔۔۔؟

"سنبھل کر! کیا کر رہی ہیں ابھی گر جاتیں۔۔۔۔"

غائب دماغی کے عالم میں داخل ہوئی مقدس ڈورمیٹ سے الجھ کر لڑکھڑا کر گرتی کہ بیڈ سے جیکٹ اٹھارہے دلاور نے لپک کر اس کا بازو تھاما تھا۔

جواباً بجائے ہمیشہ کی طرح ہڑبڑا کا اس کا حصار توڑنے کی کوشش کرنے کہ وہ سر اٹھا کر انھیں کھوئی کھوئی نگاہوں سے اس کا چہرہ تکنے لگی تھی۔۔

"ٹھیک ہیں ناں آپ۔۔۔؟"

ٹرے تپائی پر رکھتے تشویش سے اس نے نرمی سے اس کے بازو پر دباؤ ڈالا۔ جس پر وہ پلکیں جھپکا کر حواسوں میں لوٹتی ہوئی ہولے سے اس کے حصار سے نکلی تھی۔

دلاور نے ماتھے پر تفکر کی انگنت جال بچھائے اس کا نماز کے انداز میں بندھے جامنی رنگ کے دوپٹے کے حالے میں دمکتے کندن نقوش کو دیکھا جس کی شادابی وتازگی دبیز سوچ کی پرت نے ماند کر دی تھی۔

"ناشتہ کرلیں آپ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔۔۔۔؟"

اس کی مستقل نظریں خود پر دیکھ وتوجہ ہٹانے کیلئے کہتی کبرڈ کی سمت بڑھ گئی جہاں حسب عادت طوفان آیا تھا غالباً ایک بیلٹ کی تلاش میں جو وہ جلدی جلدی میں نکال کر نہیں گئی تھی۔

یوں اپنی فکر نظر انداز ہونے پر وہ جلبلاتا اک ترش نظر ناشتہ پر ڈال کر تیزی سے اپنا جیکٹ اٹھاتا کبرڈ کے نچلے ڈرار سے شوز نکالنے کیلئے جھکنے لگا تھا کہ کن آنکھیوں سے اس کی کاروائی دیکھ رہی مقدس نے اس کا بازو تھام کر بازر کھا۔

"جوتے پہن کر کھانا نہیں کھاتے۔۔۔۔۔۔"

بے شک! پر جوتے پہن کر باہر جاتے ہیں۔۔۔" وہ رکھائی سے اطلاعاً بولا۔"

"اور ناشتہ۔۔۔۔؟"

مجھے اب بھوک نہیں ہے۔۔۔۔" کلائی آزاد کرا اس نے دونوں جوتے"

برآمد کرلی ئے تھے۔

"اب کیا ہو گیا۔۔۔۔؟"

"غالباً وہی جو آپ کو ہوا نیچے جانے کے بعد۔۔۔۔۔"

اس کا دوبدو جواب لحظے بھر کیلئے مقدس کو چپ کرا گیا تھا۔

کک۔۔کچھ نہیں ہوا ہے۔۔۔۔۔۔۔؟"پہلی بار جھوٹ بولتے اس کی" زبان باضابطہ لڑکھڑائی تھی۔۔

پھر مجھے بھی کچھ نہیں ہوا ہے۔۔۔۔"حقیقتاً اس کا پارہ سوا نیزے پر جا پہنچا" تھا۔

کیوں ایسے کر رہے ہیں۔۔۔۔؟"ایک مرتبہ پھر اس کا بازو تھامتی وہ" روہانسی ہو گئی تھی۔۔

میں کر رہا ہوں۔۔۔؟ یا آپ۔۔۔؟ نیچے جاتے ہوئے آپ بالکل ٹھیک" ٹھاک تھیں اور اب چہرے کی رنگت ہی بدل گئی ہے۔۔۔؟"نجانے کیوں اسے اس قدر فرق پر رہا تھا کہ اسی کی فکر میں اسی پر برہم ہو رہا تھا۔

ایسا کچھ نہیں ہے، ہم بس سوچ رہے تھے کہ آپ دی جان سے اجازت" لے لیں تو ہم آج شام یا کل صبح تک واپس اپنے کوارٹر شفٹ کر جائیں۔۔۔۔"بدقت اعتماد سے بہانہ گڑھا جو کسی حد تک سچ بھی تھی۔

"کسی نے آپ سے کچھ کہا ہے۔۔۔۔۔۔۔؟"

جھٹکے سے بازو کھینچ کر قریب تر کرتے اس کے خفا لہجے میں یکایک ہی ٹھٹھرا تا ہوا سرد پن اترا تھا جو مقدس کی کی ڑیڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑا گیا تھا۔

کوئی ہمیں کچھ کیوں کہے گا۔۔۔؟" بری طرح چونک جانے کے باوجود" اس نے لہجے وتاثرات ہموار رکھتے سوال برائے سوال داغا۔

"پھر۔۔۔۔؟"

آنکھیں گہرائی میں اتر جانے کیلئے سکڑ کر قریب آئی گویا شک کی صداقت کی تعاقب میں ہو۔

پھر کچھ نہیں۔۔" وہ کبرڈ کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔"

الیکشن کا دور بھی خیر خوبی سے اختتام پذیر ہو چکا ہے، اور نکاح کی مبارک" تقریب بھی، پھر ہمارا یہاں خواہ مخواہ رکے رہنے کا کیا جواز بنتا ہے جب آپ کا روز کا کام باغ کے علاقے میں ہے، وہاں سے آپ کو اپنے کام میں آسانی و

سہولت درکار ہے۔۔"کسی روایتی بیوی کی طرح عام سے انداز میں کہتی وہ خوبصورتی سے اس فیز سے باہر نکل آئی تھی۔

تو آپ میری وجہ سے۔۔۔۔۔۔۔؟"لہجے میں رچی بسی غصہ واضطراب کی جھاک جگہ حیرت آمیز نرم گرم خمار نے لیا تھا۔

جی! خنکی دن بدن بھرتی جارہی ہے ایسے میں آپ کا صبح سویرے اتنی دور جانا اور شام لوٹنا آپ کی صحت کو متاثر کر سکتا ہے،اس لئے آپ دی جان سے بات کرلیں ہم مختصر سامان سمیٹ لیتے ہیں۔۔۔۔۔"کبرڈ بند کر کے مبہم مسکراہٹ اچھالتی ہوئی وہ تپائی کی طرف بڑھی تھی۔۔

آجائیں۔۔۔۔۔"ٹرے بیڈ پر رکھتے اس نے آواز لگائی تو وہ میکانکی انداز میں چلتا ہوا قریب چلا آیا تھا۔

کافی دنوں سے میں اسی طرح جارہا ہوں تب آپ کو خیال کیوں نہیں آیا۔۔۔۔؟"نشست سنبھالتے اس کیفیت سے دامن جھٹکنے کیلئے وہ سابقہ ٹون میں آیا۔

خیال ہمیشہ سے ہے، بس عمل آوری مشکل تھی تھوڑی حالات کے پیش"
"نظر۔۔۔۔

مطلب حالات میری صحت سے زیادہ اہم ہے۔۔۔۔؟"اس کی بھویں"
تنی۔

آپ اہم ہیں تبھی حالات اہم ہیں، ورنہ یہاں کہ حالات سے ہمارا راست یا"
"بلواسط بھلا کیا تعلق۔۔۔؟

اس کے عجیب سے جواب پر روٹی کا ٹکڑا منہ میں ڈال رہا اس کا ہاتھ تھما تھا
آنکھوں میں واضح نا فہمی اتری تھی۔

اس حویلی اور حویلیوں سے ہمارے تعلق کی ڈور آپ کی بدولت بندھی"
ہے، ہم ان سے اور یہ ہم سے متعارف آپ کے حوالے سے ہوئے ہیں،
ورنہ حاجی حکیم کی پوتی بھلا حویلی والوں کی فکر کرنے والی کون ہوتی ہے
ہمارے لئے یہ اہم ہیں ہمیں ان کی فکر ہے کیونکہ ہم آپ کی
"بیوی۔۔۔۔۔۔

"ہمم۔۔۔۔۔"

ہم۔۔ہمارا مطلب ہے آپ بات کرلیں دی جان سے۔۔۔"اس کے" بھویں سکوڑنے پر وہ بات کے ساتھ رخ ہی بدل گئی تو وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا ناشتہ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔۔

"میں ایک دو دن میں ویسے ہی جانے والا تھا، البتہ آپ چاہیں تو یہاں رک سکتی ہیں وہاں خواہ مخواہ تنہائی و بوریت کا شکار ہی ہوں گی یہاں آپ کو صحبت۔۔۔"دل کی سرگوشیوں سے کان لپیٹتا ذرا لاتعلقی کا چولا اوڑھنے کی کرنے لگا کہ۔۔

"ہمیں وہیں رہنا ہے جہاں آپ رہیں گے۔۔آپ کو کوئی اعتراض ہے۔۔۔؟"قطع کلام کر استحاق سے سوال کرتے اس نے ہاتھ پوچھنے کیلئے ٹاول بڑھایا تو کئی ساعت وہ اس کا چہرہ تکتا چلا گیا تھا۔

قاصد تیرے بیان سے دل ایسا ٹھہر گیا،

!گویا کسی نے رکھ دیا سینے پہ آ کے ہاتھ

آج تک اس درجہ استحاق سے اسے کسی نے نہیں اپنایا تھا شائد اس کی زندگی کا !واحد رشتہ دی جان نے بھی نہیں

بے شک !دی جان کی فکر و محبت اس کے ہر زخم کا مرہم تھا۔ان کی محبت اسے ہزار ستم کے باوجود حویلی کی سمت کھینچتی تھی لیکن کبھی وہ فکر و محبت اسے باندھ نہیں پائی تھی۔

پھر اس لڑکی کی فکر میں اس رشتے میں ایسی کیا خاص کشش پوشیدہ تھی جو اسے جکڑ کر قیدی بنا رہی تھی۔خود سے بیگانہ کر رہی تھی۔۔

خودی سے بے پرواتو خیر وہ ازل سے تھا لیکن اب کسی کی پروا اسے زیر حراست لے رہی تھی۔۔

اپنا سامان اٹھا کر روم سے نکلنے سے لیکر جیپ تک پہنچنے تک وہ اس ایک جملے کے زیر اثر اسی گداز احساس میں گرفتار رہا تھا کہ جیپ میں بیٹھتے ہوئے اپر

نظر گئی تو دیکھا سورج کی اوائل سنہری کرنوں میں نہائی وہ طلسم زادی گرم شال لپیٹے الوداعی مسکان لبوں پر سجائے کھڑی تھی۔

جواباً اُس کی من میں کیا سمائی تھی کہ اندر بیٹھنے کے بجائے سیدھا کھڑا ہو کر مرکزِ نگاہ بدلے بغیر نہ صرف ہاتھ کو اٹھا کر فضا میں لہرایا ساتھ دلکش مسکراہٹ فراخدلی سے نذر کر مقابل کو بحرِ حیرت میں غوطہ زن چھوڑ مسحور آنکھوں پر گاگلز چڑھاتا مسرور سا جیپ اڑا لے گیا تھا۔۔

پیچھے وہ دل تھام کر ہنوز عالم میں بے یقینی میں ساکت کھڑی کی کھڑی تھی وہ روزانہ اس کیلئے دریچے میں کھڑی ہوتی تھی، یہ اس کی بچپن کی پختہ عادت تھی حاجی حکیم اور بدر کے آنکھوں سے اوجھل ہونے تک برانڈے کی کھڑکی میں کھڑا رہنا۔

پر آج اس کا دل دھڑکا تا جوابی عمل اسے اس قدر متاثر کر گیا تھا کہ ذہن بالکل کوڑا کاغذ ہی بن گیا تھا۔

اس کے عمل میں کیا خاص تھا خدا ہی جانتا تھا پر یہ گل پوش احساس بے حد اچھوتا تھا اس کے سرد گال اس احساس کی حدت سے آپ ہی آپ دہکنے لگے تھے وہ نگاہ جھکاتی دریچے سے ہٹ گئی تھی پر وہ منظر بیڈ پر دراز ہونے سے نیند آنے تک پتلیوں سے چپکے رہے تھے۔۔

نگاہیں ڈھونڈتی ہیں،

ہر طرف اس کو لیکن

میں آنکھیں بند کرتی ھوں،

!وہ مجھ کو دیکھائی دیتا ہے

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

شاید میں اسے بھول ہی جاتا مگر،

یاد آنے کے وہ سارے ہنر رکھتا ہے

وہ اپنی بے ارادی و بے اختیار حرکت پر ہنوز موجے بے یقینی سے نبرد آزما تھا۔۔

اس کے ایک سادہ سے جملے نے (جو سادہ تو بالکل بھی نہیں تھا) اس کے مضبوط اعصاب کو کچھ اس طرح متاثر کیا تھا کہ وہ ایسا کر گیا تھا جس کا تصور بھی شائد اس کے وہم و گمان کی گلی سے گزر نہ سکے۔

پر وہ ایسا کر چکا تھا اور وہ ایک لمحہ استعجابیہ صبح سے اس کے اعصاب پر سوار تھا۔ جواب اس کے پہلو میں براجمان جگالی میں مصروف شہنشاہ صاحب کو حیرانگی کے صحرا سے نکال کر بوریت جھنجھلاہٹ بلکہ جیلس میں مبتلا کر رہا تھا۔

بھلا ایسا کبھی ہوا تھا اس کا مترا پہلو میں ہو اور حریف زادہ چپ شاہ کا روزر کھے خیالوں کی خاک چھانیں۔۔۔؟

ایک دو بار مزید مترا نے اپنی بڑی بڑی شفاف آنکھوں کو گھما کر اپنے پیٹھ سے ٹیک لگائے خیالوں میں محو اپنے جگری یار کو دیکھا۔

وہ دونوں اس وقت تاحد نگاہ تک پھیلے وسیع و عریض کھلیان کے بالکل ایک کونے پر موجود گھنے چھاؤں دار آم کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے کھیتوں میں زور و شور سے بوائی کا کام جاری تھا۔

ساعتوں کی ریت کچھ اور سرک گئی پر اس کے خیالوں میں خلل نہ آیا تو مجبوراً شہنشاہ نے بھاری سونڈ کو اٹھا کر اس کے گردن پر ذرا زور سے پٹخا۔

افففف!!! مترا توڑنی ہے کیا میری گردن۔۔۔" نتیجتاً بلبلا کر وہ متوجہ ہوا تھا

۔پر ذرا جو مترا صاحب شرمندہ ہوئے ہوں مست جگالی کرتے وہ اٹیٹیوڈ میں چلے گئے تھے۔

کیا مسئلہ ہے اب بک بھی چکو۔۔اب ماتھے پر آنکھیں کیوں سجالی" ہیں۔۔۔؟" وہ پوری طرح متوجہ تھا پر اب مترا صاحب بھاؤ کھا رہے تھے۔

مترا میں تم سے بکواس کر رہا ہوں سنائی پر رہی ہے آواز یا یہ بڑے بڑے" کان دانتوں کی طرح دکھاوے کے ہیں فقط۔۔۔؟" اپنی اس حرکت کی

جھلاہٹ میں وہ شہنشاہ کے بڑے کان جھلا کر بولا تو جواباً وہ موٹی موٹی آنکھوں میں خفگی لیئے وہ گھورنے لگا۔

جیسے کہہ رہا ہو۔

صبح سے مجھے نظر انداز کر خیالِ یار میں کھوئے ہو اور اب ذرا سی توجہ خود "چاہی ہے تو بے بھاؤ کی سنا رہے ہو۔۔

سوری یار وہ بس ایسے ہی۔۔۔" سونڈ سہلاتا وہ سر جھٹک کر مسکرایا۔"

جواباً شہنشاہ بھی مزید بھاؤ کھانے کے بجائے اس کی گردن کے گرد نرمی سے سونڈ کا حصار ڈالتا معاملہ رفع دفع کر گیا۔

وہ دراصل حکیم صاحبہ واپس آنا چاہتی ہیں کاٹیج میں۔۔"

انھوں نے خود ایسا کہا ہے بخوشی اور میری سمجھ نہیں آ رہی وہ حویلی کا بھرا پڑا ماحول آسائشات چھوڑ کر میرے معمولی سے کاٹیج کو کیوں ترجیح دے رہی ہیں۔۔؟"

سونڈ سہلاتا وہ پر سوچ انداز میں مستفسر ہوا۔

جواب میں شہنشاہ کا انداز ایسا تھا جیسے کہ رہا ہو۔

"احمق! میں کیوں تجھ بدمزاج کو دیتا ہوں۔۔۔؟"

دیکھ تو میرے ساتھ ہر جگہ جاتا ہے، میرے ساتھ ساری خواری اٹھاتا ہے"

کیونکہ تو پاگل ہے مجھ سے پیار کرتا ہے۔

پر وہ تو باشعور اور بقول دی جان کے انتہائی سمجھدار ہیں، اور وہ مجھ سے تیری طرح پیار۔۔۔۔"روانگی میں کہتے وہ سٹپٹا کر لب دبا گیا تو توجہ سے سن رہا متر اپر جوش سا اپنی سونڈ گردن سے کھینچ کر بڑی بڑی آنکھیں پھیلاتا کوئی اشارہ دینے کی کوشش کرنے لگا۔

فضول کی باتوں پر پر جوش مت ہوا کر احمق!"شرٹ جھٹکتا وہ کترا کر تمتماتا" چہرہ لیے فوراً ہی کھڑا ہو گیا تھا۔

پر شہنشاہ نے فوراً ہی اس کے پیروں کے گرد سونڈ لپیٹ کر اسے قدم اٹھانے سے باز رکھا تھا۔

متراـــ!"اس کے ضدی انداز پر سرزنشی ہوا جواباً متر انے گھورنے کے "
انداز میں آنکھیں سکیڑتے گلے سے موٹی سی آواز نکالی جیسے کہہ رہا ہو۔
اگر میری خواری کا مطلب تم محبت و دیوانگی اخذ کر سکتے ہو تو ان کی فکر و"
"توجہ کو جذباتی لگاؤ تسلیم کرنے میں اتنی ہچکچاہٹ و احتراز کیوں۔۔۔؟
اٹھو کوئی کام دھندا کرو متر اجی! حاکم سرکار ہمیں مفت کی کمیشن نہیں"
دیتے۔۔۔؟"اپنے پیر آزاد کرتا کترا تا نگاہ چراتا ایک سمت بڑھ گیا تھا۔
ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ
نیک بخت میں پوچھتا ہوں آخر آپ کے لاڈلے کو یہ رہ رہ کر انوکھا شگوفہ "
چھوڑنے کا دورہ کیوں پر جاتا ہے۔۔۔؟انسان کا بچہ آخر انسانوں کی طرح
"برتاؤ کرنا کب سیکھے گا۔۔۔؟

شام کی چائے کے دوران جب دی جان نے دلاور کا مطالبہ بلکہ فیصلہ دا جی
کے روبرو رکھا تو حسب توقع وہ اکھڑ گئے۔

پریشانی ہورہی ہے اسے روزانہ آنے جانے میں۔۔۔۔"دی جان کا لہجہ "
مصلحتانہ تھا۔

کیا پریشانی ہورہی ہے۔۔؟کونسا وہ ہماری جوانی کے دنوں کی طرح پیدل"
میلوں چلتے ہیں، سواری کی سہولت موجود ہے، بلکہ آپ کے لاڈلے تو سڑک
پر چلنے والی سواری کو بھی ہوائی جہاز کی طرح یوں اڑاتے ہیں جیسے سڑک ان
کے باپ دادا کی وارثت ہو، بھلا انھیں کس چیز کی پریشانی ہو گی، بس! میں
کہہ دے رہا ہوں بہو کہیں نہیں جائے گی اور نہ ہی آپ کا نالائق کہیں جائے
"گا۔۔۔۔؟

چائے کا خالی کپ سامنے ٹیبل پر رکھتے انھوں نے اپنے مخصوص بے لچک
انداز میں حتمنی فیصلہ سنایا۔

"آپ کی بات اپنی جگہ درست ہے شہباز کے ابا لیکن وہ۔۔۔"
لیکن وہ کیا نیک بخت۔۔؟آپ اچھی طرح جانتی ہیں میں اس کے دربدر"
بھٹکنے والی عادت کا ازل سے قائل نہیں ہوں، پھر بھی آپ کی حمایت پر میں

نے اسے شدید اختلاف کے باوجود اجازت دی پہلے شہر میں تن تنہا رہنے کی پھر گلستانِ بہار میں لاوارثوں کی طرح دو کمرے کے کاٹیج میں بنا کسی اصول و ضوابط کی زندگی گزارنے کی۔۔۔

نکاح کے بعد بھی میں اس کے اس روش خاص طور پر بہو کو وہاں رکھنے کے خلاف تھا لیکن آپ نے کہا کہ اسے نئی تبدیلی سے مانوس ہونے کیلئے وقت دیا جائے،

اب ماشاءاللہ سے شادی کو تین سے چار مہینے ہو چکے ہیں، بہو حویلی آچکی ہے یہاں کے ماحول اور لوگوں سے مانوس ہو چکی ہے، بجائے اس کے کی وسیع پیمانہ پر ولیمے کی تقریب منعقد کر وہ اپنی زندگی کو لیکر سنجیدہ ہو جائے اور خاندانی معاملات میں دلچسپی لے اپنی ذمہ داریاں سمجھے آپ کہہ رہی ہیں کہ وہ واپس کاٹیج شفٹ ہو جائیں گے، شادی ہوئی ہے یا کوئی گڈے گڑیا کا بیاہ ہوا ہے۔۔۔۔؟" داجی آج دلاور اور اس کی طرز زندگی کو لیکر کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو گئے تھے۔

وہ تھے بھی حق بجانب، خود وہ بھی یہی چاہتی تھی لیکن دلاور کی مرضی کے خلاف تو کوئی اس سے کچھ نہیں کروا سکتا تھا خواہ وہ اس کے باپ کے باپ وسیع و عریض قبیلے کے حاکم سرکار تاجور عثمانی ہی کیوں نہ ہوں۔۔۔

تبھی لمحاتی توقف لیکر لجاجت سے بولیں۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں آپ نے ہمیشہ اسے دیگر بچوں کے مقابل زیادہ" آزادی ہے، لیکن اس کے حالات بھی تو دیگر بچوں سے مختلف رہے ہیں ناں۔۔؟اور سب سے اہم اس سے پہلے ہم نے نکاح سے لیکر بہو کو اس کے پاس چھوڑنے تک اپنی مرضی اس پر مسلط کی گئی تھی جبکہ اب وہ خود لیجانا چاہتا ہے ساتھ، اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو گی کہ وہ بدل رہا ہے، اور رہی بات ولیمے کی تو مقدس بیٹی کے بھائی بیرون ملک سے لوٹے نہیں وہ بتا رہی تھی کہ کسی وجہ سے انھیں رکنا پڑ گیا ہے شائد اس مہینے کے آخر تک آجائیں تب تک کیلئے دونوں کو بھیج دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔"

رسانیت وعاجزی کے ساتھ کہتے انھوں نے ان کے مضبوط ہاتھ پر نرمی سے ہاتھ رکھا یہ عنایت سراسر ان کے سنگلاخ فیصلے میں لچک لانے کیلئے ہوئی تھی جو اکثر وہ فیصلہ اپنے لاڈلے کے خلاف جانے پر کرتی تھیں۔

ہاں! بتایا تھا حاجی صاحب نے اس بچے کے پہلے امتحانات آگے ہو گئے تھے" اور اب دستاویزات کا کوئی مسئلہ آگیا ہے۔۔۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ من مانی کرے گا اب۔۔۔۔" وہ اپنے موقف پر قائم تھے۔

شہباز کے ابا!" مان بھرا انتانہ انداز اپنایا۔"

نیک بخت آپ اس کی محبت میں اندھی ہو چکی ہے آپ کو سمجھ نہیں" آرہی، لیکن میں آنکھیں رکھتا ہوں دنیا آنکھیں رکھتی ہے، ہم کسی کی بیٹی کو اپنی بہو حویلی کی عزت بنا کر لائیں ہیں، لوگ کیا کہیں گے حویلی میں بہوئں کے ساتھ مساوی سلوک نہیں ہوتا، ماضی کے ناخوشگوار حالات کے باعث آپ کا لاڈلا دانستہ یا غیر دانستہ جن محرومیوں کا شکار ہوا ہے آپ کیا چاہتی ہیں

انھیں محرومیوں اسی امتیازی سلوک کا شکار وہ بچی بھی ہو۔۔۔"داجی کے فگار لبوں پر کسی آہ و کسک کی طرح عرصے بعد ماضی کا تلخ ذکر آیا تھا۔

بب۔۔باخدا میں ایسا نہیں چاہتی۔۔۔"وہ پل میں تڑپ اٹھی تھی بوڑھی" آنکھوں میں ٹھاٹھے مارتا سمندر اتر آیا تھا۔

میں بھی ماضی کے باب دہرانا نہیں چاہتا نیک بخت! ماضی کے حالات کہ" ذمہ دار ہماری تربیت تھی، میری سختیاں تھی یا جو بھی تھی اسے بدلہ نہیں جا سکتا پر حال میں ان کو دہرانے سے باز رکھا جا سکتا ہے۔۔۔۔۔"

ان کے لہجے میں بیک وقت عزم و ملال کا امتزاج تھا۔

اولاد کی تربیت اصل ماں کی ذمہ ہوتی ہے شہباز کے ابا اور میری تربیت میں" نجانے کہاں کمی رہ گئی جو آج یہ ایسے ہیں۔۔۔"ان کے پست لہجے میں پشیمانی کی نمی تھی۔

نہیں نیک بخت ! خود کو الزام نہیں دیں، اولاد کی تربیت والد والدہ دونوں "
کی برابر ذمہ داری ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔"تڑپ کر سختی سے ٹوکتے انھوں نے
ان کے جھڑی زدہ چہرے سے پھسلتے آنسوں کو اپنی چادر میں جذب کیا تھا۔۔
اے میرے خدایا یہ میری گناہگار آنکھوں کو کیا دکھا رہا ہے "
تو۔۔۔۔۔۔۔۔؟"دہائی کی بلند آواز حسب سابق عین موقع پر آئی تھی۔
تم دروازہ کھٹکھٹانے کی تمیز کب سیکھو گے۔۔۔۔۔؟"داجی کی تیوریاں "
چڑھی تھی۔ جبکہ دی جان اپنی آنکھیں خشک کرنے میں لگی تھیں۔
دروازہ کھٹکھٹا کر آئے میرے دشمن میں تو حق سے دھرلے سے آؤں گا، "
جسے جو کرنا ہے بصد شوق کر لے۔۔۔۔۔"کالر چڑھا کر آنکھوں سے دشمن
کی نشاندہی کرتا وہ آ کر دی جان اور داجی کے درمیان بچی جگہ پر بڑے
بے تکلفانہ انداز میں بیٹھا کم نیم دراز ہوا تھا۔
کیوں نیک بخت۔۔۔؟"ساتھ تائید چاہی جس پر دی جان مبہم سا مسکراتی "
اس کے بال سہلانے لگی جبکہ داجی سلگ کر گیلی لکڑی ہوئے۔

اپنے چہیتے کو اپنی زبان میں سمجھادیں اب مزید ان کی من مرضیاں نہیں"
چل سکتی ہے، لہٰذا نہ یہ نہ ہو بہو کہیں جارہے ہیں۔۔۔۔"جیلسی کو سائیڈ پر
رکھتے داجی نے جلال کو عود لاتے حکم جاری کیا۔

بہو نہیں تو آپ کی بیوی کو ساتھ لیکر جاؤں گا، باخدا ان کی موجودگی سے"
زندگی باغ بہار ہو جائے گی۔۔۔۔"سنجیدگی کو ہوا میں اڑاتے اپنی ہی تان
کھینچنے کے ساتھ اس نے دی جان کا ہاتھ چومتے حقیقتاً انھیں پتنگے لگادئے
تھے۔

نیک بخت یہ۔۔۔۔"انھوں نے دانت کچکچائے۔"

آپ کو شہباز سے کوئی بات کرنے جانا تھا ناں آپ وہ کر آئیں، اور رہی بات"
بچوں کی تو کچھ دن گھوم پھر کر آجائیں گے۔۔۔"دی جان نے ہلکے پھلکے انداز
میں دونوں کی ٹھننے سے پہلے صلہ کا پرچم لہرایا۔

گھومنا پھرنا ہے تو کسی گھومنے پھرنے کی جگہ جائے جنگل بیابان میں نیم"
عقل لوگ آوارہ گردیاں کرتے ہیں اور صاحب زادے کدکڑیاں مارنے کی
"عمر پھلانگ چکے ہیں،۔۔

شانے پر شال درست کرتے داجی کرختگی سے ہنوز اپنے موقف کی پیروی کر رہے تھے۔

ان کی سنجیدگی پر دی جان نے پریشانی سے دلاور کے چہرے کو دیکھا جس کی شوخی کی جگہ گمبھیر سنجیدگی نے لے لی تھی۔۔

میرا بجٹ اتنا نہیں کہ گھومنے کی عیاشیاں افورڈ کر سکوں۔۔۔"وہ سیدھا ہو"
بیٹھا تھا۔

تمہارے باپ دادا نے یہ جاگیر قبر میں لیجانے کیلئے اکٹھا نہیں کی"
ہے۔۔۔۔؟"داجی اس کی رکھائی پر صحیح تنک گئے تھے۔

جو اس کے وارثین ہیں وہ راج کر رہے ہیں۔۔۔"وہ سخت تاثرات لیئے"
دی جان کے پہلو سے اٹھ گیا دی جان اس کا ہاتھ تک نہ تھام سکی۔

"اور تم کون ہو۔۔۔۔؟"

جواب ندارد۔

کل تنہا تھے یہ کہہ رہے تھے چل گیا، آج بیوی ہے یہ کہہ رہے ہو چل" جائے گا کل بچے ہوں گے تو کیا کل بھی یہی کہو گے۔۔۔۔؟آخر عقل کب آئے گی تمہیں۔۔۔۔۔۔؟"اس کی ہٹ دھرمی جذباتی پن نجانے کیوں آج داجی کو اس قدر مشتعل کر گیا تھا جو وہ بازو سے جھنجھوڑ کر مستفسر ہوئے دی جان سراسیمہ سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس کی آپ فکر نہیں کریں۔۔۔"اس نے بڑی نرمی سے اپنا بازو ان کے" سخت شکنجے سے آزاد کیا۔ پھر سپاٹ نگاہ براہ راست داجی کے غصہ و اشتعال سے سلگتے سرخ چہرے پر ٹکائی۔

میں اپنے باپ جیسا باپ نہیں بننا چاہتا نہ ہی اپنے جیسے دوسرے کردار سے" اس کہانی کو متعارف کروانے کی میری کوئی منشا ہے، لہٰذا مجھ سے ایسی کوئی امید نہ رکھی جائے، میں حریف زادہ اپنی ہی کہانی کا ناپسندیدہ ترین کردار

ہوں،اور ایک کہانی کیلئے ایک حریف زادہ کافی ہے،تو ایسے کسی صورت حال کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔۔"پگھلتے سیسے کی مانند دونوں کے سماعتوں پر اپنے عزائم انڈیلتا ہوا وہ لمبے لمبے ڈگ اٹھاتا نکل گیا تھا۔

شہباز کے ابا یہ۔۔یہ یہ کیا کہہ گیا ہے۔اسے ایسا ایسا تو نہیں کہنا چاہئے" تھا۔اور آپ۔۔آپ آپ کو اس سے اتنی سختی سے پیش نہیں آنا چاہتی تھا۔۔وہ مزاج کا تیز ہے پر۔۔۔۔"دم سادھے ان کی بات سن رہی دی جان کا تنفس بڑی طرح منتشر ہوا تھا۔

حاجرہ! حاجرہ!۔۔۔۔"داجی نے سمیٹ کر ان کے دونوں شانوں پر نرم" گرفت بناتے انھیں شانت کرنا چاہا۔۔

"پر۔وہ۔۔آپ کو۔۔۔"

بوائی سے پہلے زمین کو ہموار کرنا پڑتا ہے،اور اس مرحلے میں سخت مٹی کو" ڈھیلا کرنے کیلئے کچھ سختی سے کام لینا ہی پڑتا ہے۔۔۔۔۔"ان کے یقین

دلاتے لہجے کی گہرائی میں بہت کچھ پنہاں تھا جو فل حال شائد وہ بتانا نہیں چاہتے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"آپ واقعی میں جارہی ہیں۔۔۔۔۔؟"

مضراب اور میرال اسے سامان سمیٹتا دیکھ حیران ہوئی۔

دی جان سے ملی اطلاع کی لفاظی تصدیق کیلئے وہ آئی تھیں پر یہاں عملی نمونہ دیکھ دونوں تیزی سے قریب آئیں۔

"جی!"

پر کیوں۔۔۔؟" مضراب احتجاجی ہوئی تھی۔"

اب اس کیوں کا ہم کیا جواب دیں آپ کو۔۔۔۔۔؟" وہ مبہم سا مسکرائی۔"

"کسی نے کچھ کہا ہے آپ سے۔۔۔؟"

اس کا انداز کھوجتا ہوا یقین سمیٹے تھے لحظے بھر کیلئے مقدس تو مقدس میرال تک بھونچکا گئی۔ لیکن پھر مقدس کے نفی میں سر ہلا کر ہنس دینے پر لب دبا گئی۔

آپ یہ کیوں پوچھ رہی ہیں۔۔۔؟"سوال برائے سوال تھا۔"

میرال کی نگاہ مضراب پر گئی جس کی شفاف پیشانی پر واضح بل تھے۔ جیسے کوئی خیال الفاظ کی پیراہن لپیٹ کر لبوں تک آیا ہو پر مصلحت آواز تک رسائی کرنے نہیں دے رہی ہو۔۔

کیا فرق پڑتا ہے جب آپ جا ہی رہی ہیں۔۔۔۔"وہ نروٹھے پن سے بات" بدل گئی۔

اب جتنی منہ پھٹ صحیح تھوڑی کہہ سکتی تھی میں نے اپنی کا ماں کا سرد رویہ تمہارے ساتھ محسوس کیا ہے۔جو حکم کی قائل ہیں لحاظ ورشتوں کے تقدس سے زیادہ۔

پھر گنگنا تا فون لیکر وہ خفا خفا سی باہر کی سمت بڑھ گئی تو میرال اس کی سمت متوجہ ہوئی۔

"دی جان کافی اداس ہو گئی ہیں، آپ لوگوں کی وجہ سے بہت خوش رہنے لگیں تھی۔۔۔"اس کے برابر بیٹھ کر کپڑے تہ کرتی میرال سادگی سے گویا ہوئی۔

"ہم کوئی دور تھوڑی جا رہے ہیں یہیں تو ہوں گے، بس حویلی نہیں ہوں گے۔۔۔۔"

"آپ واقعی دلاور بھائی کی وجہ سے جا رہی ہیں کہ انھیں روزانہ ہمل و نقل کرنے میں مسئلہ ہو رہا ہے۔۔۔۔؟"

ہمیں سمجھ نہیں آ رہا سب کو اس جواز پر اتنا شک کیوں ہے۔۔۔؟"وہ حیرانگی سمیٹے مسکرائی۔

"شائد یہ جواز اتنا پائیدار نہیں ہے اس لیئے۔۔۔۔"میرال کا انداز کچھ تشویش سمیٹے ہوئے تھا۔

دفعتاً دلاور اندر داخل ہوا تھا یقیناً وہ میرال کی بات بھی سن چکا تھا۔۔

"ہو گیا آپ کا۔۔۔؟"

جی۔۔۔۔"وہ بیگ کا زپ لگاتی ہوئی کھڑی ہوئی۔"

وہ بیگ لیکر باہر نکل گیا تو پیچھے جلدی سے وہ بھی حجاب کے بعد نقاب کرتی ہوئی میرال کی ہمراہ روم سے باہر نکلی۔دلاور بیگ لیکر جیپ میں رکھنے چلا گیا تھا جبکہ مقدس کچن میں آگئی تھی جہاں حسب دستور رضوانہ بیگم لب سئے کام میں جتی ہوئی تھی۔

یہ ہم نے اپنے ابا سے نسخہ پوچھ کر آپ کیلئے بنایا تھا ہمیں خوشی ہو گی اگر" آپ اسے قبول کر کے استعمال کریں گی۔۔"ان کے متوجہ ہونے پر اس نے بڑے مان و لجاجت کے ساتھ ان کی جانب ایک چھوٹا سا لکڑی کا بنا باکس بڑھایا تھا جسے بادل ناخواستہ وہ تھام گئی تھی۔۔۔

دی جان نے اسے ساتھ لگا کر آبدیدہ ہو گئی تھی۔جبکہ روم میں وہ انھیں اصل وجہ بتا چکی تھی کہ حویلی کا ماحول دلاور کی بچپن کی تلخیوں کے کوڑے

ہمہ وقت اس پر برساتار ہتا ہے اس لی ئے وہ یہاں سے جانا چاہتی ہے جہاں وہ زندگی کو زندگی سمجھ کر جیتا ہے جہاں اس نے اپنے لی ئے مخلص رشتے بنائے ہیں، سازگار ماحول بنایا ہے۔۔ جہاں کسی کے لفظوں کے تیر اس کے دل کے آڑ پار جانے کیلئے تیار نہیں رہتے لیکن دی جان تو دی جان تھیں!

ہال میں اس سب سے قطعی لاتعلق چائے کی چسکیاں لے رہے شہباز کے پہلو میں بیٹھے شیراز عثمانی حسب سابق نگاہ جھکائے بظاہر یہاں بیٹھے تھے پر مضمحل چہرے پر چھائی سوچ کی پرچھائیاں ان کے ذہنی طور پر غیر حاضر ہونے کا غماز تھی۔ان کے برابر میں براجمان بظاہر مودب ناظمہ بیگم کے بھینچے نقوش ان کی اندرونی کیفیت کی بہتر عکاسی کر رہی تھی۔

وہ باری باری سب سے ملی تھی سب اس کے جانے سے اداس تھے۔

اخلاقاً وہ ناظمہ بیگم کے قریب آئی جنھوں نے دی جان کے خیال سے سر کی جنبش سے سلام کا جواب تو دیا تاہم مروتاً تاثرات سدھار نہیں سکی۔۔

ان جیسی اناپرست خاتون بھلا کس طرح برداشت کر سکتی تھی کہ ایک کل کی آئی لڑکی ان کی اناپر اپنی خود اعتمادی سے کاری وار کر ان کی ذہنی اڑان تک رسائی کی خبر ان کے منہ پر بے شک مہذبانہ انداز میں مار کر پورے مان و وقار کے ساتھ ان کے سامنے سے گزر جائے۔۔۔

وہ اقتدار، وہ عہد، وہ گدی جس کی تعاقب میں جسے سمیٹنے میں انھوں نے پوری زندگی پھوک دی اس سب کو ایک حقیر نگاہ سے ٹھکرا کر وہ اس شخص کے ساتھ کو ترجیح دے گئی جسے انھوں نے کبھی حویلی کے وارث تو دور ملازم جتنی اہمیت دینا بھی ضروری نہیں سمجھا اس کی تضحیک کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

یہ ان کی جیت نہیں ان کی بڑی ہار تھی جوان کی بلبلاتی انا ہر گز قبول نہیں کر پا رہی تھی۔

اتنے سالوں بعد کوئی اگر مقابل آیا تھا ان کے تو وہ اسے دو بدو شکست سے دوچار کر اپنی انا کی تسکین چاہتی تھی۔ لیکن مقدس انھیں لفاظی مات دیکر

اس شخص کو ترجیح دیتی انھیں نفسیاتی طور پر بڑی شکست سے دوچار کر گئی تھی۔۔اور وہ دیکھتی رہ گئی تھی۔

اس نے صاف جتا دیا تھا کہ آپ کی ان تمام مادی اشیاء پر مجھے وہ شخص عزیز ہے جسے آپ حقیر جانتی ہیں۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"کیا بکواس کر رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

وہ بچھو کے ڈنک مارے شخص کی طرح اچھل کر کھڑا ہوا تھا۔

جی! بابو سا بھابی سا کی چیخ کی آواز آئی ہے کاٹیج سے لیکن ہم اندر جائیں" یا۔۔۔۔"نظیر کی آواز حوادث کا شکار تھی اس کی سانس جیسے کہیں سینے میں الجھی تھی۔

احمق انسان! پچھلے باغان سے عورتوں کو فوراً اندر بھیجو میں پہنچ رہا"

"ہوں۔۔۔۔

"جی می۔۔۔۔۔"

نذیر کا جواب سنے بغیر وہ دیوانہ وار جیپ کی طرف دوڑا تھا۔ مقدس کو کاٹیج میں چھوڑ کر کھیت میں آئے اسے ابھی بمشکل دس سے پندرہ منٹ ہوئے تھے ایسے میں نذیر کی ایسی کال حقیقتاً اُس کے حواس سلب کر گئی تھی۔۔۔

پھرتی سے جیپ پر سوار ہوتا اب وہ کچی سڑک پر ریش ڈرائیونگ کر رہا تھا جس کی وجہ سے جیپ اچھل رہی تھی پر وہ بجائے سپیڈ کم کرنے کے بڑھائے جا رہا تھا ذہن میں مختلف وسوسے کسی ناگ کی طرح پھن اٹھا رہے تھے۔

کاٹیج ایک عرصے سے زیر استعمال نہیں تھا۔۔

وہ کچی سڑک پر رش ڈرائیونگ کر رہا تھا جس کی وجہ سے جیپ اچھل رہی تھی پر وہ بجائے سپیڈ کم کرنے کے بڑھائے جا رہا تھا ذہن میں مختلف وسوسے کسی ناگ کی طرح پھن اٹھا رہے تھے۔

کاٹیج ایک عرصے سے زیر استعمال نہیں تھا۔

جب سے مقدس حویلی منتقل ہوئی تھی وہ برائے نام ہی کاٹیج آیا تھا البتہ کل اس نے کاٹیج صاف کروانے کا حکم دیا تھا پر نذیر نے کروایا یا حسب عادت بھول گیا وہ نہیں جانتا تھا۔

ایسے غیر واضح خیال واندیشے اس کی فکر واضطراب سے پھر پھراتی شریانوں میں لہو کی گردش ودباؤ بتدریج بڑھائے جارہے تھے۔۔

اس کی جیب گلستانِ بہار میں داخل ہوئی تو کاٹیج کے باہر وہاں کے تقریباً سبھی مرد ملازم کھڑے تھے۔اسی کے عجلتاً جیپ سے برآمد ہوتے ہی نذیر حالات کی نوعیت بتانے آگے بڑھا پر وہ گرمی کی لو زدہ بے چین ہوا کی مانند کاٹیج کی سیڑھیاں پھلانگتا چلا گیا۔۔

اندر قدم دھرتے ہی پہلی بے تاب نگاہ ہی بیڈ پر زردی مائل چہرے کے ساتھ بیٹھی اس دشمنِ جان پر ٹھہری تھی جس نے حقیقتاً اس کی جان نکال دی تھی۔۔

"ٹھیک ہیں آپ۔۔۔۔؟"

وہ مضطربانہ بیڈ کی طرف لپکا تھا جس پر ملازمائیں تو ملازمائیں معائنہ کر رہی لیڈی ڈاکٹر تک چونک کر مقدس سے الگ ہوئی تھی۔

"کیا ہوا ہے آپ کو۔۔؟ میں کچھ پوچھ رہا ہوں آپ۔۔۔۔؟"

بپھرے تنفس و سلگتے عضلات سنگ بے قراری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتا وہ قطعی ارد گرد کا شعور بھلا بیٹھا تھا۔

میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں کیا ہوا ہے آپ کو اور یہ۔یہ۔۔۔۔"اس" کے جواب دینے کے بجائے حیرانگی سے تکنے پر بگڑتے ہوئے اس کی نگاہ دائیں پیر پر گئی تو یکایک ہی وہ ٹھٹھک کر رکا تھا۔

ان کے پیر پر کوئی بھاری چیز گر گئی تھی، پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے" معمولی سا فریکچر آیا ہے، میں نے پٹی کر دی ہے اور دوائی بھی لکھ دی ہے، کچھ دن چلنے پھرنے میں احتیاط کریں، اور اگر آپ چاہیں تو تسلی کیلئے ایک مرتبہ شہر جا کر ایکسرے بھی نکلوا سکتے ہیں۔۔"اس کی فکر و تیور کو دیکھتے ڈاکٹر نے مقدس کی مشکل آسان کی لیکن وہ بجائے ڈاکٹر کی جانب مروتاً شکریہ یا کچھ

پوچھ گچھ کرنے کیلئے مڑنے کے ہنوز زرد چہرے کو گھور رہا تھا جو کنفیوژ ہو رہی تھی۔

اپنے بے پرواوجگ سے بیگانہ مزاج میں مست رہنے والے جلالی حریف زادے کو کسی انسان کیلئے اس قدر فکر مند بلکہ دیوانہ دیکھ سبھی متعجب تھے تو حظ بھی اٹھا رہے تھے جس کے باعث ان کی لبوں پر دبی محظوظ کن مسکراہٹ مقدس کو ٹھیک ٹھاک خفت میں مبتلا کر رہی تھی۔۔۔

اسے اپنے بجائے درزیدہ نگاہوں سے اپنے پیچھے دیکھتا دیکھ وہ تیوریاں چڑھائے مڑا توسب کی مسکراہٹ پل میں سمٹ کی سراسیمگی میں بدلی۔

ہم پھر آجائیں گے چھوٹی بیگم سا!"ان میں سے ایک عورت عجلتاً کہتی فوراً" دہلیز عبور کر گئی تو یکے بعد دیگرے سبھی نے کمرہ چھوڑ دیا۔

ڈاکٹر صاحبہ بھی لبوں پر اہم ہدایات دبائے نودو گیارہ ہو گئی اب بس وہ دونوں بچ گئے تھے۔۔

کیسے لگی چوٹ آپ کو۔۔۔۔؟"سلگتی کنپٹیوں کے ہمراہ وہ کڑے تیوروں" سنگ استفسار کر رہا تھا۔

وہ۔۔وہ آپ کی بڑی والی بندوق (رائفل) سائیڈ روم کے ٹیبل پر تھی" صفائی کرتے ہوئے بے دھیانی میں گر گئی۔۔"نگاہ پیر پر مرکوز کئے جواب آیا۔

بے دھیانی میں گر گئی۔۔ چھوٹی بچی ہیں آپ جو آتے ہی الٹ پلٹ شروع" کر دی۔۔"ہنوز برہم نگاہوں کا ارتکاز چہرے پر تھا۔

ہم الٹ پلٹ نہیں صفائی کر رہے تھے۔۔۔۔"خفا نگاہیں اٹھاتے اس نے" زور دیکر جتایا۔

"ابھی ضروری تھا۔۔۔؟"

اپنے گھر کی صفائی کرنے میں قباحت بھی کوئی نہیں، پھر فارغ بیٹھ کر کرتے" "بھی کیا، ہم سے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا نہیں جاتا۔۔۔

آپ۔۔۔۔۔۔۔"محترمہ کے اس درجے تسلی بخش جواب پر گھورتے"
اس نے ضبط سے گہرا گھونٹ بھرا تھا۔

آپ اتنا کیوں خفا ہو رہے ہیں معمولی سی چوٹ ہے ڈاکٹر نے پٹی اتنی موٹی"
باندھ دی ہے اس لئے یہ کچھ اور ہی نظر آرہا ہے،اور آپ کھیتوں سے کیوں
چلے آئے وہاں تو کوئی ضروری کام ہونا تھا ناں۔۔۔۔؟"اس کے تیوروں کو
سلجھتے نہ دیکھ رسانیت سے بتاتے آخر میں وہ برہم نگاہیں چار کر مستفسر ہوئی
تھی۔

وہ اس لیئے کہ خاکسار کو جواب دہ ہونا پڑتا ہے،دی جان کی بچی کو کھروچ"
آئے یا کھانسی ہو میں ملزم ٹھہرایا جاتا ہوں محترم حاکم سرکار اور ان کی زوجہ
کی عدالت میں، کیونکہ انھیں لگتا ہے ہواؤں سے میں نے کہا تھا وہ سرد
کروٹ لیکر آپ کی صحت متاثر کر دیں، پھر یہ تو میری گستاخ رائفل کی
جسارت سے ہوا ہے۔۔۔"وہ تپ کر لمبی وضاحت پیش کرتا خود جھلا گیا تھا۔

اس کی سمجھ نہیں آرہا آیا وہ اپنا دفاع کر رہا ہے یا اپنے اندر کی تغیرات اپنے بدلے جذبات واحساسات کو عیاں کر رہا ہے اپنی کیفیات کو اپنے غصے و جھنجھلاہٹ کے پردے پر بے حجاب کر رہا ہے۔۔

"بے فکر رہیں، آپ جوابدہ نہیں ہوں گے، جب موقع واردات پر آپ موجود ہی نہیں تھے تو الزام آپ پر کس طرح عائد ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔" اس کے صاف کھل کر بھی درپردہ جانے کی کوشش پر وہ سنجیدگی سے بولی تو جواباً دلاور نے جبڑے بھینچ کر اس کے گلاب چہرے کو گھورا۔

"مجھے آپ سے بات ہی نہیں کرنی میں اس نذیر کی خبر لیتا ہوں، آخر اس نے کیا سوچ کر۔۔۔۔۔" ترش نظر اس پر ڈالتا وہ نذیر کی شامت بلانے جانے لگا کہ مقدس نے پھرتی سے اس کی جیکٹ کے کونے کو مٹھی میں جکڑا۔

اور حسب روایت اس کے اٹھتے قدم بے ترتیب دھڑکن و برہم تنفس کے ساتھ ٹھہر گئی تھی۔۔

غلطی ان کی نہیں ہے دھیان ہمیں رکھنا چاہئے تھا، وہ بیچارے تو ہمارے "
لی ئے اتنی عجلت میں ڈاکٹر لیکر آئیں ہیں جس کیلئے ہمیں مشکور ہونا
چاہئے، اب آپ بیٹھ جائیں پانی پی کر خود کو پر سکون کریں، اگر آپ کو دی
جان کی پرواہ ہے تو بے فکر رہیں بات ان کے علم میں آنے سے قبل ہی ہم
ٹھیک ہو جائیں گے۔۔۔۔۔" پانی کا گلاس بڑھاتے شرارت کو سنجیدگی کے
لبادے میں لپیٹے اس نے حوالہ بہت خوب دیا تھا جس پر حقیقتاً حریف زادہ
عش عش کر اٹھا تھا۔

ZNZ Zubi Novels Zone

حوصلہ رکھتے تھے شیروں سے لڑنے کا
!ایک ہرنی سے مات ہوئی ہمیں

اسی طرح کھڑے رہتے وہ بلا آخر ان مستانی آنکھوں کی تاب نہ لاتا خاموشی
سے پائیتی پر ٹک گیا۔اس کے ہنوز گلاس واپس نہ لینے پر اسے گلاس بھی تھامنا

پڑا تھا۔پانی کا گلاس ختم کر وہ فون نکالتا دوسرے روم میں جا کر کھیتوں میں موجود ملازمین کو ہدایت دینے لگا تھا۔

کام ضروری ہے آپ کو چلے جانا چاہئے۔۔۔۔۔۔"آدھے گھنٹے بعد وہ" واپس آیا تو بیڈ پر نیم دراز مقدس بولی۔۔

بہت شکریہ!"لٹھ مار انداز میں شکریہ اچھالتا وہ جیکٹ کھول کر ایک جانب" اچھالتا ہوا کبرڈ سے رجسٹرز نکال کر ایک جانب ٹک گیا تھا۔

کل صبح سے موصوف اس سے یوں کترا رہے تھے گویا اس کا قرض لیکر بھاگے ہوں،اور ابھی پہلے میزائل کی رفتار سے آکر برس پڑے اور اب اپنے رجسٹروں میں یوں گم ہو گئے تھے گویا دوسرا وجود وہاں موجود ہی نہ ہو۔۔۔۔

پل میں تولا پل میں ماشا،

پل میں قربان جانااور پل میں پہچاننے سے بھی گریزاں۔بدر سے اس نے انسانی نفسیات کے بہت سے قصے سنے تھے،پر حریف زادے کی نفسیات ان سب سے جدا تھی۔۔

جمائی پر جمائی لیتی وہ غیر ارادی طور پر اسے سوچے جا رہی پھر گھڑی پر نظر گئی تو معلوم ہوا آدھے گھنٹے میں ظہر کی اذان ہونی ہے لہٰذا نیند کو بھگانے کیلئے کسی کتاب کا مطالعہ کرنے کا خیال ذہن میں لاتی بیڈ سے اٹھنے کے ارادے سے زخمی پیر کو احتیاط سے حرکت دیکر وہ خود اٹھ ہی رہی تھی کہ۔

کیا چاہیئے۔۔۔؟"وہ لاتعلق کسی بوتل کی جن کی طرح حکم لینے حاضر تھا۔"

وہ کتاب اس روم میں ہے۔۔۔"اس نے انگلی سے سائیڈ دروازے کی" طرف اشارہ کیا۔

جواباً وہ بنا کتاب کا نام پوچھے دروازے کی سمت بڑھ گیا تھا۔اور حیرت انگیز طور پر واپسی پر اس کے ہاتھ میں اس کی پسندیدہ کتاب 'قصص النبیاء' تھی جو اسے چاہیئے تھی۔۔

مطلب موصوف صرف بنتے لاتعلق تھے ورنہ خبر انھیں ساری ہوتی ہے۔۔کتاب تھامتے ہوئے اس کے اندر ایک سرشاری سی اتری تھی۔ یہ کایا اچانک کیوں اور کس طرح پلٹی تھی وہ بے مہر مہربان کیوں ہوا تھا وہ نہیں جانتی تھی پر اندر بسی اس عام سی لڑکی کو اس اندازِ التفات نے مسرور کر دیا تھا۔

ڈاکٹر نے حرکت کرنے سے منع کیا ہے۔۔۔۔"واپس رجسٹرز میں سر" ڈالتا وہ یاد دہانی کرانا نہیں بھولا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رضوانہ پانی کا گلاس تھما دیں گی۔۔۔۔؟"انھوں نے کنپٹی سہلاتے مخاطب" کیا۔

آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے ایسے ہی خالی پیٹ میں دوائی لے رہے ہیں طبیعت زیادہ بگڑ سکتی ہے۔۔۔۔"پانی کا گلاس ان کی طرف بڑھاتی وہ فکر مندی سے گویا ہوئی تو وہ آزردہ نگاہوں سے ان کا چہرہ دیکھنے لگے جہاں کوئی طنز

تلخ غصہ ملال رنج کچھ نہ تھا تھی تو فقط ہمیشہ کی طرح ان کیلئے فکر و ملائمت ہی تھی۔

اتنی فکر نہیں کیا کریں مجھ مجرم کی ضمیر کا بوجھ بڑھ جاتا ہے۔۔۔" "نگاہ"

جھکاتے ان کی آواز ان دیکھے بوجھ سے نڈھال تھی۔

یہ کیسی بات کر رہے ہیں آپ۔۔۔؟" "ان کے شکستہ انداز پر وہ تڑپ کر ان کے راکنگ چیئر کے قریب دوزانوں بیٹھی تھی۔

غلط کیا کہہ رہا ہوں مجھ جیسا شخص جس نے خود سے وابستہ ہر وجود کو فقط" اپنے نام و نادانی میں سرزد ہوئے گناہ کے بوجھ کے دیا ہی کیا ہے۔۔۔؟ کیا قصور ہے آپ کا صرف یہ کہ بدقسمتی سے آپ میری زوجیت میں

"آئیں۔۔۔؟

شیراز! کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔۔۔۔؟" "ان کے زخم خوردہ لہجہ جیسے رضوانہ بیگم پر بجلی کی طرح گرا تھا۔

ان کی آنکھیں ان کے خشک لبوں پر پھیلتی زخم خوردہ مسکراہٹ سے لبالب پانیوں سے بھری تھی۔۔

"کیا کروں رضوانہ! اب تھک رہا ہوں، بلکہ تھک گیا ہوں اس ضمیر کے ہر روز بڑھتے بوجھ کو ناتواں کندھوں پر گھسیٹتے ہوئے، اب تو سانس سانس محال ہو رہی ہے جب اپنے گناہ کی قسطیں آپ سب کو ادا کرتا ہوا دیکھتا ہوں، یوں لگتا ہے ایک دن آتی جاتی سانسوں کا یہ سلسلہ ٹوٹ جائے گا، لیکن میں پر یقین ہوں سکون شائد مجھے شائد لحد میں بھی نہ ملے، اور ملے بھی کیوں میں نے کسے سکون دیا ہے، والدین سے لیکر اولاد تک سب ہی کی تو زندگی اجیرن کی ہے، رضوانہ کیا آپ مجھے عمر کے کسی حصے میں اپنی کوتاہیوں کیلئے معاف کر پائیں گی کیا آپ مجھے معاف۔۔۔" ندامت سے ان کا لہجہ رندھ گیا تھا

"شیراز! شیراز! خدارا ہوش کریں کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔۔"

ان کے بری طرح سے بکھر کر ہاتھ جوڑنے پر رضوانہ بیگم نے نفی میں سر ہلاتے ان کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔

کیاہو گیاہے آپ کو کیوں اول فول بولے جارہے ہیں۔۔۔؟ کیا پھر سے " بھابی نے کچھ کہہ دیاہے۔۔۔؟" عرصہ دراز بعد انھیں یوں بکھرتا دیکھ رضوانہ بیگم خود حوصلہ ہارنے لگی تھی۔

" وہ غلط کہاں کہتی ہیں۔۔۔۔؟"

صحیح کیاہے یہ تو آپ جانتے ہیں ناں۔۔؟" وہ آنسوں صاف کرتی سنجیدگی " سے مستفسر ہوئی۔

ایسے صحیح کا کیا فائدہ جو غلط راہ پر چل کر کیا ہو۔۔؟" وہ از حد قنوطی ہو رہے " تھے۔

اس حساب سے تو میں بھی آپ کے برابر مجرم ہوئی، میں نے بھی خاموش " رہنے کا جرم کیاہے، میں نے بھی کبھی آپ کی دفاع میں کھڑے ہونے کی کوشش نہیں کی، جبکہ روز اول ہی آپ نے مجھے اپنے راز کا راز داں بنالیا تھا، مجھے اعتماد میں لے لیا تھا، اور باوجود آپ کی راز داں آپ کی شریک حیات ہونے کے میں نے کبھی کوشش نہیں کی آپ کا دفاع کرنے کی آپ کو اس

احساسِ ندامت کی گرداب سے نکالنے کی "انھیں حوصلہ ہارتا دیکھ انھوں نے بڑی فراخدلی سے خود کو ان کے برابر لا کھڑا کیا تھا۔

آپ خود کو الزام کیوں دے رہی ہیں، آپ کا نان نفقہ آپ کی خوشی غمی" میرے ذمہ ہے، میں ذمہ دار ہوں آپ کا آپ نہیں۔۔۔"انھیں شانوں سے تھام کر مقابل بٹھاتے وہ آزردگی سے مسکرائے تھے۔

شادی کی پہلی شب پوری ایمانداری سے انھیں اپنا رازداں بناتے شیراز عثمانی کو ہرگز بھی امید نہیں تھی کہ وہ محض ان کی ہمراز نہیں ہمدرد غمگسار بھی بن جائیں گی بلکہ ان کے ہر شئے کو برابر بانٹ لیں گی بنا اف کئے۔

نہیں شیراز! اگر آپ اپنی کوتاہیوں کو زیر بحث لائیں گے تو زیر ذکر میری" بھی خطائیں آئیں گی، آپ کی رفیق حیات ہونے کے ناطے میرا فرض فقط آپ کے اچھے برے حالات میں آپ کے شانہ بشانہ کھڑا ہونا ہی نہیں "تھا، آپ کو ذہنی و قلبی سکون بھی فراہم کرنا تھا۔۔۔

آپ نے ہمیشہ کیا ہے رضوانہ !"ان کے احتسابی انداز پر وہ ان کے ہاتھوں"
پر دباؤ بڑھا کر مان بخشنے لگے تھے۔
نہیں شیراز ! میں نے یہ نہیں کیا ہے۔۔"
اگر ایک عورت مرد سے امید کرتی ہے کہ وہ اس کیلئے کھڑا ہو کبھی دنیا کے سامنے، کبھی اس کے خاندان کے سامنے، تو اس کی اپنی فیملی کے سامنے حتیٰ کہ اپنی جنم دینے والی ہستی کے سامنے بھی تو پھر مرد اس سے ایسی امید کیوں رکھ سکتا،
بہت مقام ہوتے ہیں جہاں مرد کو بھی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی اس کی دفاع میں کھڑا ہو جہاں وہ اپنے لئے کھڑا نہیں ہو سکتا، کبھی مردوں کیلئے معاشرے میں بنائے گئے اونچے عزت و غیرت کے پتلے کیلئے تو کبھی کسی رشتے کے احترام و تکریم کیلئے تو کبھی کسی اور وجہ سے، وہاں ایک بیوی کا بھی فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کیلئے کھڑی ہو پر افسوس کے ساتھ ہم جانثار

بیویاں اکثر اس اہم فرض میں چوک جاتی ہیں۔۔۔۔۔"وہ بے حد جذباتی ہو گئی تھیں۔۔

ارے! ارے! آپ اتنی حساس کیوں ہو رہی ہیں۔۔۔؟"وہ ناچاہتے" ہوئے بھی ہنس دئے تھے۔۔

صحیح کہہ رہی ہوں شیراز صاحب! اس لڑکی نے مجھے احساس دلایا ہے اپنی" اس کوتاہی کا اگر برسوں پہلے میں نے آپ کیلئے آواز اٹھائی ہوتی تو آج حالات مختلف ہوتے۔۔"وہ پشیماں تھی۔

"تو کیا آپ بھی۔۔۔۔۔"

اس صبح کچن کے باہر صرف آپ نہیں میں بھی موجود" تھی، بلکہ۔۔۔۔۔خیر اگر آپ 'اس' کی فکر کر رہے ہیں تو ضرورت نہیں ہے، وہ لڑکی رضوانہ عثمانی نہیں ہے مقدس بنتِ ذکاء ہے، اپنے شوہر کے حق کیلئے کھڑے ہوتے وہ ہر گز مقابل کھڑی ہستی کا حدِ ارباب نہیں دیکھے گی۔۔۔۔۔"انھوں نے بڑے ہی وثوق سے یقین دہانی کرائی تھی۔۔

ہمممم!!"انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔"

"پھر آپ بیٹھیں میں کچھ لاتی ہوں آپ کیلئے۔۔۔۔"

"نہیں رضوانہ دل نہیں ہے آپ۔۔۔"

میں لا رہی ہوں۔۔۔۔"وہ ہاتھ چھڑاتی ہوئی دروازے کی سمت بڑھی تو وہ"

پشت سے سر ٹکا کر طویل سانس آزاد کرتے آنکھیں موند گئے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

!!.آساں نہیں تھا تجھ سے جدائی کا فیصلہ

!!.پر مستقل وصال کی وحشت عجیب تھی

!!.ملنے کی آرزو، نہ بچھڑنے کا کچھ ملال

!!.ہم کو اس آدمی سے محبت عجیب تھی

تمام گہما گہمی تھم گئی تھی، حویلی میں چاروں طرف محسوس کیا جانے والا سکوت قابض ہو گیا تھا، اور اس کے اندر بھی جیسے برف کا پہاڑ واپس جمنے لگا

تھا۔دل پر غم وبوجھل پن کاڈیرہ توخیر ہمہ وقت رہتا تھا لیکن آج دل پر ایک اعصاب کو جکڑ دینے والی ضرب لگی تھی جو اتنے دنوں سے خود پر جبراً شگفتگی کا خول چڑھائے مسکرا رہی میرال عثمانی کے اس خول کو پاش پاش کر گئی تھی۔۔

دراصل وہ ملازموں کے ہمراہ سٹور سے نکلوائے گئے اضافی برتن وغیرہ کو رکھوانے سٹور روم میں گئی تھی ملازموں کے سامان رکھ کر چلے جانے کے بعد احتیاطاً وہ سارے صندوق والماری کا جائزہ لے رہی تھی کہ ایک صندوق میں لال کپڑے سے بندھی بڑی سی پوٹلی نے تجسس کے ساتھ توجہ مبذول کروائی۔۔

تجسس کے ہاتھوں یوں ہی پوٹلی پر بندھے گرہ کو کھولا تھا۔پر اندر اپنے نکاح کا ڈیزائنیز جوڑا اور نکاح نامہ سمیت شادی کا کارڈ دیکھ کر (جو میزان نے بلخصوص ڈیزائین کروائے تھے) یکایک ہی پورا وجود پتھر کے مجسمے میں تبدیل ہوا تھا فقط خشک آنکھوں سے ایک ٹھہرا سا دریا سرکشی لیے بہ نکلا تھا۔

پھر وہ کتنی ہی دیر ماؤف ذہن بے جان وجود لئے اسی طرح کھڑی رہنے کے بعد خود کو نجانے کس طرح گھسیٹتی ہوئی لیکر وہاں سے باہر نکلی تھی۔۔

اور کس کمرے میں جا کر بند ہوئی تھی اسے اس کا تک ہوش نہیں تھا۔

مجبوری کی زنجیر نے قدم تو ایک نئی راہ پر کھینچ لی ئے تھے لیکن یادوں کی کانٹوں سے الجھے دامن و آنچل چھڑانا کہاں آسان تھا وہ تو دامن بھی تار تار کر رہے تھے اور دل بھی چھلنی چھلنی۔

گھٹنوں کے گرد دونوں بازو لپیٹے وہ دنیا و مافیہا سے بالا تر نیم اندھیرے کمرے میں پڑی تھی جب سرعت سے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور ایک لمبا چوڑا ہیولہ دھمک پیدا کرتا ہوا اندر داخل ہوا۔ جسے دیکھتے ہی وہ سحر زدہ سی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔۔

معنوں تصور میں مستقل ٹھہرا عکس مجسم روبرو آگیا ہو۔ وہ ہیولہ اس کی سمت پیش قدمی کر رہا تھا اور وہ عالمِ خود فراموشی میں اس ہیولے کی سمت۔۔۔

اور پھر ایک انچ کے فاصلے پر گردشِ کائنات ٹھہر گئی تھی۔

بہتے آنسوں،

دھڑکتا دل،

زیرو بم سانسیں حتیٰ کے آنسوں کی لڑیاں تک جہاں کی تہاں موتی کی مانند تھم گئی۔۔

وہی ضد وہی حسرت نہ دردِ دل کو کمی ہوئی

! عجیب ہے محبت میری نہ مل سکی نہ ختم ہوئی

تشنہ لبی کی ایک وہ انتہا ہوتی ہے ناں جہاں نگاہوں کو جھلستا ہوا صحرا بھی الڑھ موجوں کو باہوں میں سمیٹے جھومتا ہوا بحر بیکراں نظر آتا ہے۔کچھ ایسی ہی کیفیت اس پر طاری تھی۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔۔۔؟"

یہ گمبھیر آواز نہیں نا ممکن تصور پر تلخ حقیقت کی بجلی تھی جو اس کے منجمد اعصاب پر آسیب کی طرح گری۔

نتیجتاً نا سمجھی سے اس کی متورم سرخی مائل آنکھیں حجم سے سکڑ کر پھیلی تھی جیسے یقین کا پلڑا بے یقینی کی جانب جھک رہا ہو۔

میں آپ سے پوچھ رہا ہوں یہاں کیا کر رہی ہیں آپ۔۔؟"اب کے "

مقابل نے اسے بازو سے جکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے کرختگی سے پوچھا تو وہ چمک کر ہوش کی قیامت وادی میں لوٹی۔

پر بے یقینی کی کیفیت ایسی تھی کہ وہ یک ٹک اس کے از حد سنجیدہ وجیہہ چہرے کو تکی چلی جا رہی تھی۔

مقابل از حد قریب کھڑا ان بھی سپاٹ نگاہوں سے اس کی غائب دماغی جانچ رہا تھا۔

اس کے مقابل آتے ہی رفو چکر ہو جانے والی دوشیزہ اگر آج اس کے انتہائی قریب کھڑی بنا پلک جھپکائے اسے نہار رہی تھی تو اس میں کوئی دو رائے نہیں تھی کہ اپنی شعور میں اس کے وجود پر وہ کسی اور کا گمان لگائے ہوئے۔ اس کیلئے اسے ذہن میں زیادہ زور ڈالنے کی یوں بھی ضرورت نہیں تھی،

اس کا بکھرا حلیہ،

متورم عجب کیفیت میں ڈوبی آنکھیں،

سب سے اہم میزان کی خواب گاہ میں موجودگی ہی کافی تھی۔

اپنے رقیب خیال سے دامن بچاتے اس کی غیر ارادی نگاہ قد آدم آئینہ میں ابھرتے عکس پر گئی تھی، جس میں وہ دونوں ناکافی فاصلے پر روبرو موجود تھے۔۔

لیکن مقابل کے تصور میں وہ وہاں کہیں نہیں تھا۔ تھا تو وہ جو۔۔۔۔۔

ذہن میں تیزی سے ابھرے اس تلخ خیال سے دل کا کوئی ناآباد گوشہ بے کل ہوا تھا۔جواباًبلاارادہ ہی اس کی گرفت اس کے بازو پر سخت ہوئی تھی۔

جس پر تصور و حقیقت کی منجھدھار سے نبرد آزما میرال بری طرح مچلی تھی لیکن پھر بھی مقابل کی گرفت ڈھیلی نہ پڑنے پر پوری قوت سے اس کا بازو جھٹکتی پیچھے ہوئی تھی۔

پھر نفی میں سر ہلاتی لباب پانیوں سے بھری آنکھوں کو رگڑتی تیزی سے اس کے پہلو سے گزرنے لگی کہ نجانے کس احتجاجی قوت کے زیر اثر اس نے اس کی کلائی کو تھام لیا تھا۔

"آپ۔۔۔۔۔"

وہ تڑپ کر گرفت توڑنا چاہ رہی تھی لیکن مقابل کی دیو ہیکل قوت کے آگے اس کی تمام تر قوت بے سود تھی۔

اپنی بے بسی پر آنکھوں سے جھڑنا رواں ہو گیا تھا پر وہ یوں بے تاثر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا گویا پتھر ہو۔

کچھ ساعت اسی طرح اس کی کمزور مزاہمت کو دیکھتے رہنے کے بعد اس نے ہاتھ پیچھے کئے تو وہ کسی دیو سے پیچھا چھڑانے کے انداز میں اندھا دھند بھاگی تھی۔

جبکہ وہ ویسے ہی کمرے کے بیچ و بیچ کھڑا رہا تھا۔

پھر نگاہ اٹھائی تو نظر سیدھا جا کر بیڈ کے اپر لگی ان کی نکاح کی ان لارج تصویر میں جگر جگر کرتی مسکراہٹ کے ساتھ حق براجمان میزان سے جا متصادم ہوئی تو نجانے کیوں اندر دھواں سا بھرنے لگا۔

"!!باران"

تیزی سے روم سے نکل کر وہ دروازہ مقفل کر رہا تھا جب دی جان کی آواز پر طویل سانس اندر کھینچ کر اس نے تاثرات کو کافی حد تک معتدل کیا۔

"کوئی کام تھا دی جان۔۔۔۔؟"

نرم زرخیز زمین سے بھی بیج پھوٹنے کیلئے ہفتہ دس دن کا وقت لازماً لے لیتا"
ہے، پھر یہ مٹی تو عرصہ دراز سے عدم توجہی کی خشک سالی سے گزرا
ہے، وقت تو لگے گا ناں تھوڑا سا۔۔۔۔؟"اس کے شانے پر بازو جماتے
دی جان نے گہرا انداز اپنایا تھا۔

میزان کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا بس یہی دیکھنے کیلئے اندر گیا تھا، باقی آپ"
کا پوتا ہوں اتنا کم ظرف نہیں ہو سکتا۔۔"وہ خوش اخلاقی سے مسکراتا ان کے
ہاتھ کا بوسہ لیکر اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا تو دی جان چند ساعت وہیں
کھڑی پر سوچ نگاہوں سے اس کی پشت دیکھتی رہی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

اپنے کمرے میں آکر تنفس ہموار کرتے جب ہوش کی دنیا میں پوری طرح
واپسی ہوئی تو وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیڈ پر ڈھے گئی تھی۔

کیا ہوا ٹھیک ہو تم۔۔۔؟"دفعتاً واش روم سے برآمد ہوئی مضراب کی نظر"
اس پر پڑی تھی۔۔

ہاں ! میں بالکل ٹھیک ہوں، سیڑھیاں چڑھ کر آئی ہوں تو بس پسینہ آ رہا ہے اور سانس پھول رہی ہے، نہا کر بہتر محسوس کروں گی میں، نہا لیتی ہوں تم۔۔۔۔۔"

بس ! بس ! اللہ کی بندی اتنی فرنبرداری بھی ٹھیک نہیں ہے، اب کیا اپنے ہر سیکنڈ کا حساب دیں گی مجھے۔۔۔؟" اس کے ہڑبڑا کر کھڑا ہوتے فرفر بولنے پر مضراب نے اچنبھے سے ٹوکا تو اس کی سراسیمگی کچھ اور بڑھ گئی تھی پھر جلدی سے کپڑے لیکر واش روم میں بند ہو گئی تو مضراب شانے اچکاتی بیڈ پر دراز ہو گئی۔۔

"اس شخص کا اللہ ہی محافظ ہے۔۔۔۔۔"

سکرین پر ان نون نمبر سے مسڈ کالز کا نا تمام سلسلہ دیکھ کر اس کے ماتھے پر تاسف کی شکنیں پڑی تھی۔

novel by jnikhat

شام کے سرمئی سایوں نے پراؤڈالنا شروع کر دئے تھے۔کسی سخت گیر پہریدار کی طرح نگرانی میں بیٹھادلاور کسی کام سے باہر گیا تھاموقع کافائدہ اٹھاکر وہ

مشکل سے سہارالیکر اپنی جگہ سے اٹھی تھی اوراسی طرح دانتوں میں لب دبائے درد کو برداشت کرتی سائیڈ میں روم آئی تھی تاکہ کھانے لائق کچھ بنا سکے صاحب بہادر توعقابی نظروں سے نگرانی کرتے ہوئے شائد بھول ہی گئے تھے کہ انسان کو بھوک نامی چیز بھی لگتی ہے۔۔

پیٹ میں دوڑرہے چوہوں کی دہائیوں پر سوچتے ہوئے سلیب کے مقابل کھڑی ابھی پین کو برنر پر رکھ کر لائٹر اٹھایاہی تھاکہ۔۔۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔۔۔۔؟"

افف!!اللہ جی!!"اچانک آوازابھرنے پر چونک جانے کی وجہ سے ہاتھ" سے لائٹر چھوٹ کر زخمی پیر پر گراتھاجوابا گلبوں سے درد بھری سسکار نکلی تھی۔

"کک۔۔کیا کرتی ہیں آپ۔۔۔۔"

وہ ہاتھ میں موجود شاپر وہیں ٹیبل پر اچھالتا تیزی سے اس کی سمت لپکا تھا پھر اس کے بنا سنے احتیاط سے پورا وزن خود پر منتقل کئے روم میں واپس لے آیا تھا۔

البتہ پورا دن ذرا سی حرکت پر ملنے والی تنبیہی گھوریاں اب ٹھیک ٹھاک جھاڑ میں بدل گئی تھی۔۔

"ساری دنیا کا خود خیال رکھنا ہے، ساری دنیا کو خود کا خیال رکھنے کی نصیحت کرنی ہے، اور خود اپنا خیال رکھنے کی باری میں بے احتیاطی برتنی ہے، کمال پالیسی ہے ویسے آپ کی حکیم صاحبہ۔۔"اس کے زخمی پیر کے نیچے کشن ٹھیک کرتا وہ اس کی حرکت پر از سر نو بگڑا تھا۔

"جب خیال رکھنے کیلئے آپ کے پاس کوئی ہو بے احتیاطی اتنی بھی بری چیز نہیں ہے۔۔"بجائے خائف ہونے کے معنی خیز مسکراہٹ کے ہمراہ اس نے فلسفہ جھاڑا۔

"اچھا! کتنے درجن لوگ ہیں فل وقت آپ کی خدمت میں۔۔۔؟"

مخلص ہو تو ایک بھی کافی ہے۔۔۔" نظریں اس کے برہم مگر پریشانی"

چہرے پر گاڑتی وہ ہنوز اسی ٹون میں تھی۔

ایک اور فلسفلہ۔۔۔۔"اس کے بگڑ کر گھورنے پر باوجود ضبط کی کوشش"

کے دبی دبی ہنسی بے قابو ہو گئی تھی۔۔

"میرا نہیں خیال میں نے کوئی لطیفہ سنایا ہے۔۔۔۔"

نماز کا وقت نکلا جا رہا ہے، اگر ہمیں واش روم تک لیجائیں۔۔۔۔" وہ"

سنبھلی۔۔

ظہر اور عصر کی نماز کیلئے وہی اپنے سہارے لیکر واش روم تک گیا تھا لہٰذا اس

نے مدد طلب کرتے بالکل تکلف نہیں برتی تھی۔۔

اور جو میں نہ لیکر جاؤں۔۔۔۔؟" یکایک ہی بیڈ کراون پر پنجا جما کر اس کے"

چہرے کے بہت قریب جھک آنے پر سیکنڈ میں ساری شرارت و مسکراہٹ

ہڑبڑاہٹ و گھبراہٹ میں تبدیل ہوئی تھی۔

ہو گئی سٹی پٹی گم۔۔؟اب کوئی فلسفہ نہیں جھاڑنا حکیم صاحبہ"

کو۔۔۔؟"اس کی بے ہنگم دھڑکنوں کا صاف شور سنتا وہ کچھ اور جھک کر

گمبھیر لہجے میں مستفسر ہوا۔

پھر دوسرے ہی لمحے اس کا مہکتا وجود ہوا میں معلق تھا۔۔

آپ۔۔۔آپ یہ کیا۔۔۔۔۔۔؟"اس کے شانے پر بے ساختگی میں بازو"

حائل کرتے اس کی سانس خشک ہوئی تھی۔

قطعی بھی امید جو نہیں تھی اس حرکت کی۔۔

ہو گئی سٹی پٹی گم۔۔؟اب کوئی فلسفہ نہیں جھاڑنا حکیم صاحبہ"

کو۔۔۔؟"اس کی بے ہنگم دھڑکنوں کا صاف شور سنتا وہ کچھ اور جھک کر

گمبھیر لہجے میں مستفسر ہوا۔

پھر دوسرے ہی لمحے اس کا مہکتا وجود ہوا میں معلق تھا۔۔

آپ۔۔۔آپ یہ کیا۔۔۔۔۔۔؟"اس کے شانے پر بے ساختگی میں بازو"
حائل کرتے اس کی سانس خشک ہوئی تھی۔
قطعی بھی امید جو نہیں تھی اس حرکت کی۔۔
کیا، کیا وضو نہیں کرنی آپ نے۔۔۔۔؟"اس کی ابرو تنی۔"
"کرنی ہے لیکن ایسے کیسے۔۔۔؟"
کیسے کیسے۔۔۔؟"ماتھے کی شکنوں کو یکجا کر وہ براہ راست اس کی اس افتاد پر"
حیا و بوکھلاہٹ سے ہراساں آنکھوں میں جھانکتا انجان ہوا تو وہ سختی سے لب
دانتوں تلے دبا کر نگاہ کے ساتھ چہرہ بھی جھکا گئی تھی۔
اور وہ شانِ بنازی سے اسے اٹھائے واش روم کی سمت بڑھ گیا تھا۔
آ۔۔اندر۔۔اندر کہاں۔۔۔؟"بجائے دروازے پر رکنے کے تیز گام ریل"
کی طرح اندر گھسنے پر وہ سٹپٹائی تھی۔
جواب دینے کی زحمت اٹھائے بغیر وہ وائٹ ٹائیلز سے مزین کشادہ واش روم
کے بالکل ایک کونے میں رکھے واشنگ مشین کے ساتھ پڑے اونچے ٹیبل کو

لات مار کرنل کے مقابل لے آیا تھا، پھر پوری احتیاط سے اسے اس پر بٹھانے کے بعد نل سے گرم پانی چیک کرتا پیچھے ہو کر ہونق پن سے اس کی کاروائی ملاحظہ کر رہی حکیم صاحبہ کی سمت متوجہ ہوا تھا۔۔

"فارغ ہو کر مجھے آواز لگائیں میں یہی باہر کھڑا ہوں۔۔۔۔۔"

حکمیہ ہدایت اچھالتا وہ دروازہ بند کرتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

وہ ایک طویل سانس خارج کر خشوع و خضوع سے وضو کرنے کے بعد آواز دینے کیلئے لب وا کرنے کہ بجائے اسے بہتر لگا کہ خود چل کر دروازے تک چلی جائے پر اس کے ٹیبل کھسکانے کی آواز ہی پر وہ دستک کے ساتھ تیزی سے اندر داخل ہو گیا تھا۔

وہ ہم بس۔۔۔۔۔۔۔"وہ ہڑ بڑا گئی تھی۔"

انسان چاہے جتنا ہی سمجھدار و بہادر ہو کسی کی مدد طلب کر لینے سے اس کی" صفات کم نہیں ہو جاتی۔۔۔۔۔"

بنا سنبھلنے کی مہلت دئے واپس مضبوط بازوں میں اٹھا کر باہر کی سمت قدم اٹھاتا وہ اسی کا کہا بہت پرانا جملہ جتانا بالکل نہیں بھولا تھا۔

جس پر مقدس کا بس اس کے مضبوط شانے پر نرم انگلیوں کی گرفت کو بڑھا کر خفگی کا خفیف سا اظہار کرنے پر بس چلا تھا۔

باہر اس کیلئے وہ کرسی اور جائے نماز ڈال چکا تھا جس پر بیٹھتے اس نے بھرپور تشکر آمیز نظر اس کے سنجیدہ نقوش پر ڈالی تھی جس کی نرم تپش فقط جذبہ ممنونیت کی مرہون منت تو نہیں تو تھی۔

وہ نماز ادا کرنے لگی جبکہ وہ جا کر اپنے کاغذات میں محو ہو گیا تھا تاہم گاہے بگاہے نگاہ ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے نماز ادا کر رہی اس نور میں نہائی دوشیزہ سے الجھ رہی تھی جس نے درد میں بھی فرض کی ادائیگی سے کوتاہی نہیں برتی تھی۔

افف!! اللہ بے شک معجزہ تیری شان ہے، اور معجزوں پر یقین ہمارا ایمان" ہے، لیکن یہ کیسا معجزاتی انقلاب ہے۔۔۔؟ کوئی ایک رات میں اتنا کس قدر

بدل سکتا ہے۔۔۔؟لیکن جو بھی ہے تیرا شکر ہے۔۔۔۔۔۔۔"دستِ دعا بلند کر اللہ سے لگاوٹ و شادمانی کے ساتھ گفت و شنید کرتے اس نے خوش کن حیرت کا اظہار بھی تشکر آمیز انداز میں کرنا ضروری سمجھا تھا۔

حسب عادت دعا سے مہکتے ہاتھ گداز نقوش پر نرمی سے ثبت کر وہ چند ساعت کیلئے ویسے ہی بیٹھ گئی تھی۔

اب بتائیں کچن میں کونسی طبع آزمائی کرنے گئی تھیں۔؟"اسے بیڈ پر بٹھا کر" پیر کے نیچے کشن سیٹ کرتے سابقہ کیس فائل از سر نو کھلی۔۔

"کچن میں لوگ کیوں جاتے ہیں۔۔۔؟"

میں نے لوگوں کا نہیں آپ کا پوچھا ہے۔۔۔؟" بلینکٹ تھماتا دو قدم پیچھے" ہو کر وہ کمال سنجیدگی سے تصحیح کر رہا تھا۔

اتفاق سے ہم عام بشر ہیں اور ہمیں بھوک لگتی ہے اسی سلسلے میں جانا ہوا" تھا۔۔۔؟"پلٹ وار سوال پر وہ جتا کر بولی تھی۔

اہ!"شانے اچکاتا وہ ایک جانب بڑھ گیا تھا۔"

"ارے! ہم نے کہا ہمیں بھوک لگی ہے۔۔۔۔؟" ہونق پن سے اس کی آواز ذرا بلند ہوئی تھی۔

"حادثاتی طور پر میں بھوک کا انتظام کرنے کہ سلسلے میں ہی باہر گیا تھا جس دوران آپ نے دوسرا پیر تڑوانے کی پوری تیاری کر لی تھی۔۔۔۔۔۔" شاپر پلیٹ کے ساتھ وہ جتاتا ہوا جواب لیکر واپس آیا تھا۔ پھر ٹی ٹیبل قریب لا کر قرینے سے اس پر ساری چیزیں نکال کر رکھتا اس کی سمت متوجہ ہوا جو اس کی کاروائی یوں دیکھ رہی تھی جیسے کوئی انوکھی چیز دریافت میں آ رہی ہو۔

"آپ ہمیں بتا کر جا سکتے تھے۔۔۔؟"

دونوں پلیٹ میں سالن نکالتے خفیف سا شکوہ لبوں پر آیا تھا۔

"مجھے نہیں یاد آپ مجھے سب بتاتی ہیں۔۔۔۔؟"

پیپر میں فولڈ پراٹھے کو نکال کر پہلے اس کے پھر اپنے پلیٹ میں رکھتے اس نے شکوہ آمیز طنز اچھالا تھا۔

"مثلاً۔۔۔۔؟"

مثلاً۔۔۔کل صبح آپ کو اچانک کیوں لگا کہ ہمیں کاٹیج واپس شفٹ ہو جانا" چاہیئے،اس سے قبل تو آپ کی پوری کوشش تھی کہ میں دی جان کی خوشی کی خاطر ہمیشہ کیلئے حویلی شفٹ ہو جاؤں، بارہا آپ نے اظہار کیا ہے اس کا، بلکہ مجھے راضی کرنے کی حتیٰ المکان کوشش بھی کی۔۔۔۔؟"گلاس میں پانی بھر کر اس کی سمت کھسکاتا وہ واپس وہی سوال کھینچ لایا تھا۔

جس پر بجائے اس کے نقوش میں کھنچاؤ یا تناؤ در آنے کہ اس کی شفاف آنکھوں میں چمک سی ابھری تھی۔

"آپ کو یاد ہے ہم کھانا شروع کرنے سے پہلے پانی پیتے ہیں۔۔۔؟"

کیا۔۔کیا۔۔مطلب۔۔۔؟"اس کے متبسم سوال پر وہ بھونچکایا تھا۔"

ہم سے مکمل لاتعلقی برتتے ہوئے بھی آپ کو یاد ہے ہم کھانا شروع کرنے" سے قبل گلاس بھر پانی پیتے ہیں، پھر ہماری توتمام تر توجہ کا مرکز آپ ہی ہوتے ہیں پھر کس طرح ممکن ہے کہ ہم محسوس نہ کریں کہ آپ اس جگہ

غیر آرام دہ رہتے ہیں۔۔۔۔؟"اس کالا مبی جھالڑی پلکوں کو پر اعتمادی سے اٹھا کر روشن آنکھوں کو چار کرنے کا انداز کسی کا بھی ایمان ڈانوں ڈول کر سکتا تھا۔۔

تیری نظروں میں تو کچھ سحر ھے۔ے ظالم ورنہ
!اپن۔ے قابُو میں بھی مشکل ہی س۔ے ہم آتے ھیں

"آہ! تو یہ آپ کی سمجھداری کا تقاضا ہے یا اچھائی کا۔۔۔؟"
وہ قطعی خود کو مرعوب ظاہر نہیں کر سکتا تھا تبھی بدقت پہلو بدل گیا۔
"آپ کو کیا لگتا ہے۔۔۔؟"
مجھے لگتا ہے ناظمہ عثمانی جیسے معزز لوگ اس امر میں زیادہ کارفرما"
ہیں۔۔۔۔؟"کچھ توقف سے اس کا خاص جتلاتا انداز لمحے بھر کیلئے مقدس
کے پورے وجود میں سنناٹے اتار گیا تھا۔

اس نے بے حد چونک کر اس کی سمت دیکھا جو بے تاثر نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا اندازہ لگانا مشکل تھا آیا اس نے اتفاقاً حوالہ دیا ہے یا واقعی ایسا کچھ ہے۔

خیر اسے بدقت اعصاب یکجا کر تاثرات درست کرتے پلیٹ پر جھکنا پڑا تھا۔ چند نوالے لینے کے باوجود اسے پلیٹ کی طرف ہاتھ نہ لیجاتا دیکھ گہری سانس کھینچ کر آزاد کرتی اس کی سمت پوری طرح متوجہ ہوئی جو کبھی کبھی انتہائی ضدی بچے سے بھی زیادہ مشکل ہو جاتا تھا۔

اگر ہم جانتے ہیں کہ لوگ انتظار میں ہے کب ہمارے رشتے میں ایک "
باریک سی دراڑ آئے اور وہ اس نازک موقع کا فائدہ اٹھا کر اسے کبھی نہ
بھرنے والی خلیج میں تبدیل کر دیں تو ہم ہر گز بھی اس حماقت کے مرتکب
ہونا نہیں چاہیں گے، اور یہ صرف ہماری اچھائی نہیں ہماری سمجھداری کا بھی
تقاضا ہے۔۔ پھر اہمیت نہیں رکھتا مقابل ناظمہ عثمانی ہے یا کوئی

اور۔۔۔۔جانتے ہیں کیوں۔۔۔۔؟"پر وقار انداز میں کہتے آخر میں اس نے سوالیہ نگاہ اٹھاتے استفسار کیا۔

کیوں۔۔۔۔۔؟"لب شائد ہی مرتعش ہوئے تھے۔"

کیونکہ ہمارا رشتہ ہمارا ہے، صرف ہمارا'آپ کا اور ہمارا'، ہمارا رشتہ جیسا بھی" ہے اچھا ہے برا ہے محبت کا ہے یہ مجبوری کا، یہ ہم دونوں کا انتہائی ذاتی معاملہ ہے، اور ذاتی معاملات میں باہر والوں کو شامل نہیں کیا جاتا، اور شوہر بیوی کے درمیان آنے والا ہر تیسرا شخص باہر والا ہے خواہ وہ ان کے سگے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں، اور وہاں ہمیں لگا کہ لوگ اس حد کی پاسداری نہیں کر رہے تو ہم نے حدود کی حفاظت کیلئے اس جگہ کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا، اس یقین کہ ساتھ کہ آپ ساتھ دیں گے، اور آپ نے دیا، ہمارا یقین قائم رکھنے کیلئے ہم بے حد ممنون ہیں، بات ختم۔۔۔۔"

بات کے اختتام پر وہ مبہوت بیٹھے دلاور کی آنکھوں سے اپنی متبسم آنکھیں چار کر دل کشی سے مسکرائی تھی جس کی اجلی روشنی اس کے دل کی اندھیری گلیوں کو منور کرتی چلی گئی تھی۔۔

کھانا ختم کر کے مقدس نے چیزیں سمیٹی تھی وہ جا کر کچن میں رکھ آیا تھا پھر وہ کپڑے لیکر واش روم میں غائب ہو گیا جبکہ وہ ہنوز اس کے جملے میں الجھی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"اللہ یا تو اس بندے کو ہدایت دے دے یا مجھ صبر دے دے اسے برداشت کرنے کا ورنہ ایک قتل تو مجھ سے لازمی ہو جانا ہے۔۔۔۔"لیپ ٹاپ کو پوری قوت سے سائیڈ پر پٹختے اس نے غصہ سے مستقل مزاجی سے چیخ رہے فون کو اٹھایا تھا۔

"سلام دعا کی زحمت" کوئی اتنا فارغ آخر کس طرح ہو سکتا ہے۔۔۔۔؟ اٹھائے بغیر وہ پھاڑ کھانے کو دوڑی تھی۔

جس پر دوسری جانب آریان نے کروٹ بدلتے ہوئے آنکھیں بند کر کے لطف لیا تھا جیسے گل پوشی ہوئی ہو۔

تمہارے پاس کوئی ڈھنگ کا کام نہیں ہے کیا۔۔۔؟"دوسری طرف کی" خاموشی پر وہ مزید چراغ پا ہوئی۔

آتش مزاج مضراب عثمانی کو کال کرنا اور مجبور کرنا ہے کہ وہ کال لیں اور" اپنا موروثی جلال مجھ پر جھاڑے۔۔اس سے بڑا کام اس صدی میں میں اور کیا "کر سکتا ہوں۔۔۔۔؟

بھولپن عروج پر تھا۔

آریان عثمانی!"وہ چیخی تھی۔"

جی! مضراب جا۔۔۔۔چچ! چچ! ایک زبردست قسم کا ریم یہاں جم رہا" تھا، لیکن دیکھو میرا حوصلہ باوجود دل کی شدید خواہش کہ میں نے یہ جسارت کی جرات نہیں کی۔۔"برجستگی سے بے لگام زبان کو بریک لگاتا وہ بسور کر بولا۔

کیونکہ آپ جانتے ہیں اگر آپ نے ایسی کوئی حماقت کی تو میں فون میں "
گھس کر آپ کا حشر نشر بگاڑ دوں گی۔۔"وہ ٹھنڈے لہجے میں غرائی۔
ادھر سے طویل سرد آہ خارج کی صورت بے بسی کا اظہار ہوا۔
امتحانات ہو رہے ہیں خدا کا واسطہ ہے کچھ پیپرز پر دھیان دے "
لو۔۔۔۔"انداز سمجھانے والا تھا۔
میری زندگی کا سب سے بڑا امتحان تو تم ہو،اور یہ پرچہ اس سال میں کلئیر کر "
لینا چاہتا ہوں۔۔۔"ادھر وہی لہجہ برقرار تھا۔
افف! تم زندگی میں کبھی سیریس بھی ہو گے۔۔۔؟"وہ کلس پڑی۔"
تمہارے لئے ہمیشہ سے انتہائی سیریس ہوں۔۔۔"آواز میں تڑپ لئے "
خمار اترا تھا۔
دیکھو تمہارے ایسے لہجے والفاظ سے ناں شہر کی کوئی بھی سمجھدار سے "
سمجھدار لڑکی متاثر ہو جائے گی، تم خواہ مخواہ مجھ پر وقت اور الفاظ ضائع کر

رہے ہو۔۔۔"اس کے جذبات کی تپش کو حسب دستور وہ نظر انداز کر رہی تھی۔۔

پر مجھے تو ایک گاؤں کی سڑیل سی لڑکی کو متاثر کرنا ہے۔۔۔۔"وہ بضد تھا"

اور بے حد سنجیدہ شائد رنجیدہ بھی۔

لاکھ خوش مزاج خوش گفتار ہر بات کو ہوا میں اڑا دینے والا لاابالی فطرت کا مالک تھا۔ لیکن مکینِ قلب کی لاتعلقی و بے اعتنائی تو کسی کی بھی فطری شگفتگی کو چھین سکتی تھی۔

اور اس سے کیا مل جائے گا۔۔۔؟"وہ برہمی چھوڑ کر سنجیدہ ہوئی تھی۔"

سب کچھ۔۔۔۔۔۔"اس کی سانس بھاری تھی۔"

تمہاری خام خیالی ہے۔۔۔۔اور ایک بات آج میں پوری ایمانداری سے بتا" رہی ہوں اور سنجیدگی سے سمجھنے کی کوشش کرنا۔۔۔"وہ خطرناک حد تک سنجیدہ تاثرات لئے بیڈ سے اتر کر کھڑکی کے روبرو کھڑی ہوئی تھی۔

میں نے اس حویلی میں جنم لیا ہے، اس حویلی کی بیٹی ہونے کہ ناطے مجھے" یہاں کہ ذرہ ذرہ سے محبت ہے انسیت ہے بے انتہا لگاؤ ہے۔۔ لیکن ایک لڑکی کی حیثیت سے میں ہر گز بھی یہاں پر ساری زندگی نہیں گزارنا چاہوں گی۔۔۔

مجھے ایک معتدل زندگی چاہیئے، جسے عام زبان میں نارمل زندگی کہتے ہیں، میں اپنی زندگی میں بے وجہ کی مقابلے بازی، تناؤ، نفرت چپقلش نہیں چاہتی۔۔ نہ میں چچی سا بن سکتی ہوں نہ ماں سا، نہ ہی میں زندگی کے کسی موڑ پر پھپو سا لوگوں کہ کردار میں ڈھلنا چاہوں گا۔۔ اس لیئے تم مذاق کرتے ہو تب بھی سنجیدہ ہو تب بھی میں تمہارے جذبات کی پذیرائی نہیں کر سکتی۔۔۔ ہاں! ایک مشورہ دے سکتی ہوں شادی کسی ایسی لڑکی سے کرنا جو بے خوف بھی ہو اور باادب بھی، خاص طور پر جسے انصاف و ناانصافی کی تمیز ہو، جو منصف ہو لوگوں کے ساتھ بھی اور اپنے ساتھ بھی۔۔۔ خدا حافظ"۔۔۔۔۔۔۔

اپنے سرد فیصلہ کن انداز سے دوسری جانب موجود وجود پر طاری ہوئی کیفیت کی پرواکئے بغیر کٹھور بن کر رابطہ منقطع کرتی ہوئی وہ ایک طویل سانس اندر کھینچ کر مڑی تو بیڈ کے قریب کھڑی میرال کو اپنے سمت ہی متوجہ پایا جو شرطیہ اس کی بات سن چکی تھی۔۔

لیکن وہ بنا کوئی تاثر دئے فون چارج میں لگاتی اپنی جگہ دراز ہو گئی تھی۔۔

آریان تھا۔۔۔؟"توقف سے سوال ہوا۔"

جواب ندارد۔۔

"تمہیں لگتا ہے وہ سمجھ گیا ہو گا۔۔۔؟"

توقف سے پھر تصدیق طلب ہوئی۔

جواباً ہنوز خاموشی برقرار تھی۔میرال نے سائیڈ لیمپ آف کرتے اس کی سمت کروٹ بدلی جو سیلنگ کو گھور رہی تھی۔۔

تمہیں واقعی لگتا ہے دلاور بھائی لوگوں کے یہاں سے جانے کے پیچھے کی" وجہ خالہ سا ہیں، ہے ناں۔۔ تبھی اپنا غصہ ادھر ادھر نکال رہی

ہو۔۔۔؟"میرال نے اب کے اس کے صبح سے بگڑے مزاج کی جانب نشاندہی کی۔۔

وہ پھر بھی کچھ نہیں بولی تھی نگاہوں کا ارتکاز ہنوز وہی تھا۔

"اگر تمہارا اندازہ صحیح بھی ہے تو اس میں آریان کی کیا غلطی ہے۔۔۔؟"

آپ پانچ سال سے یہاں اس حویلی میں موجود ہیں میرال سا،تب بھی آپ" کو لگتا یہاں لوگ سزا اپنے گناہوں کی پاداش میں بھگتتے ہیں۔۔؟اگر'ہاں'تو بلاشبہ آپ مہان ہیں۔۔۔"استہزائیہ جملہ اچھال کر مخالف سمت کروٹ لیتے وہ کھٹ سے اپنے سائیڈ کا لیمپ آف کر کمرے کو گھپ اندھیرے کے نذر کر چکی تھی۔۔

تاسف سے دوسری کروٹ بدلتے اس نے بھاری پپوٹوں کو موندا تھا اور دوسرے ہی لمحے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولتی سیدھی ہو گئی تھی۔۔

کیا ہوا۔۔۔۔؟"اندھیرے میں مضراب کی آواز گونجی۔۔"

"کک۔۔کچھ نہیں،کان کے آویزے اتارنا بھول گئی تھی۔۔۔"

اتھل پتھل دھڑکنوں پر ہاتھ رکھتے اس نے دقت سے عذر تراشا تھا۔

پھر دھک دھک کرتے دل پر ہاتھ رکھ کر سانس و دھڑکن کو اعتدال پر لانے کی تگ وپے میں جت گئی۔۔۔

آنکھیں بند کرتے ہی ذہن کے پردے پر پوری آب وتاب سے ابھرا باران کا وجیہہ پر وقار و رعبدار چہرہ ہنوز اس کی ہواسوں کو ماؤف کر رہا تھا۔

دوپہر کا واقعہ تو جیسے دماغ سے چمک کر رہ گیا تھا۔

جس پر وہ خواہ مخواہ ہی بے حد رشرمندہ تھی تاسف زدہ تھی ضمیر نجانے کیوں اسے اس لمحے کیلئے سنگینی سے مجرم ٹھہرا رہا تھا۔

جبکہ اس نے اتنے دنوں بعد بھی اپنے اور باران عثمانی کے درمیان قائم ہوئے رشتے کو کسی کھاتے میں نہیں ڈالا۔نہ اسے امید تھی کہ وہ اس شخص کی حیثیت کو قبول کر پائے گی۔۔۔

یہ رشتہ اس نے بے بسی کی کس انتہا پر پہنچ کر قائم کیا تھا یہ وہ یا اس کا خدا ہی بہتر جانتا تھا۔۔۔

پھر یہ احساس ندامت کیوں۔۔۔؟

ذہن میں پڑی سوال کی اس گڑہ کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔
وہ ہولے سے مضمحل اعصاب سنگ دراز ہو گئی تھی۔۔

کسی کو سوچنا وہ بھی تسلسل سے
زخم بھرنے کا اشارہ ہے یا،
روگ لگنے کا رمز۔۔۔۔؟

مضراب سہی کہتی ہے،اس حویلی میں ہر شخص کسی دوسرے کہ کئے کا" بھگتان بھگت رہا ہے۔۔۔پر اس معاملے میں مجرم کون ہے۔۔۔؟میں یا وہ۔۔۔۔۔؟

میں نے ان سے نہیں کہا تھا حقوق نسواں کیلئے کھڑے ہوں (اس نے خود کو بری الذمہ کیا)

پر وہ پھر بھی خسارے میں ہیں، انھیں کوئی بھی مل سکتی تھی جوان کی قدر دان ہوتی،

انھیں پاکر نازاں ہوتی،

اپنے کورے من وذہن سے ان کے جذبات واحساسات کی بھرپور پذیرائی بھی کرتی

(دل میں پھانس سی چبھنے لگی تھی)

میں کیوں سوچ رہی ہوں۔۔۔؟ میں نے کسی سے نہیں کہا تھا، الٹا میری" زندگی اتھل پتھل ہو کر رہ گئی ہے۔۔۔ ویسے ان کے پاس اب بھی راہِ فرار "رہتی ہے بھلا ان پر کون غالب آسکتا ہے یا وہ کس کے تابع ہیں۔۔۔۔۔

اپنے دماغی اختراع پر زور وشور سے لعنت بھیجتی وہ کروٹ پر کروٹ بدلنے لگی تاکہ نیند ان خیالوں کے سلسلے کو بھی اپنے ساتھ بہالے جائے۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"آپ یہاں سوئیں گے۔۔۔؟"

اس کے نائٹ بلب آن کرلے پہلو میں آنے پر اس نے حیران ہونے کے

باوجود سرسری سا انداز اپنایا۔

کیونکہ اس کا خیال تھا وہ دوسرے کمرے کا انتخاب کرے گا، آخر کو حویلی میں

موصوف شدید نالاں تھے اس چیز سے۔

پر مقابل کا سوالیہ جواب بڑا متانت آمیز تھا۔

"میں شائد ہمیشہ سے یہیں سوتا آیا ہوں۔۔؟"

"ہاں لیکن۔۔۔۔"

"لیکن۔۔۔۔؟"

ہمیں لگا ہم یہاں سو رہے ہیں اور یہاں ہم دونوں کے علاوہ کوئی ہے بھی"

"نہیں تو۔۔۔۔

"تو۔۔۔۔۔؟"

"تو شائد آپ ڈسٹرب ہوں گے۔۔۔"

عادت ہو گئی ہے۔۔۔"وہ یک بیک گمبھیر لہجے لئے قریب جھکا تھا۔۔"

جی۔۔۔۔؟"وہ سٹپٹا کر پیچھے بیڈ کراؤن سے لگی تھی۔۔"

"میں نے کہا عادت ہو گئی ہے۔۔۔۔"

اس کے پیچھے سے کشن نکال کر پیچھے ہوتا وہ پیروں کے طرف گیا تھا زخمی پیر کے نیچے رکھے کشن کے برابر میں دائیں بائیں مزید دو کشن لگاتا اس کی طرف متوجہ ہوا جو حق دق سی آنکھیں پھاڑے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

دی جان کی ذہین فطین اور انتہائی درجے کی سمجھدار بچی پر ہونق تاثرات خاصے مضحکہ خیز لگ رہے تھے جو اس کے لبوں کی تراش میں محظوظ کن تبسم بکھیرنے کا باعث بنے تھے تاہم وہ ضبط سے کام لیتا اپنی جگہ کھسک کر بیٹھ گیا تھا۔۔

"کسی بھی چیز کی ضرورت ہو میں یہیں ہوں، فجر میں وضو کیلئے اٹھنا ہو یا جس لئے بھی جاگنا ہو۔۔۔اور ذرا ادھر ہٹ کر سوئیں زخمی پیر نیچے نہ گر جائے۔۔۔۔"چونکہ زخمی پیر دوسری سمت ہو رہا تھا تو اس نے یاد دہانی کم حکم دیا۔

جی۔۔۔۔"اس نے فرنبردار بچی کی طرح سر کو ہلایا پھر احتیاط سے کھسک" کر دراز ہو گئی تو وہ بھی بلینکٹ کا دوسرا سرا لیکر چت لیٹ گیا۔

آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہی ذہن کے پردے پر چلتے دلکش مناظر، سماعتوں میں بازگشت کرتے دل نشیں لہجے، چمکتی گوہری آنکھیں، دمکتے کندن نقوش نے ایک مرتبہ پھر اس کی دھڑکنوں کی ڈوریوں کو باہم الجھا دیا تھا۔۔

ایک ایک لفظ کو کسی مقدس کلام کی طرح اپنے دل کی دیواروں پر نقش کرتے اسے ٹھنڈے چاند کی روشنی سے پگھلتی سیاہ رات کا بالکل بھی ہوش نہیں تھا اور شائد بادشاہِ فلک کہ دستک دینے تک وہ اس سحر سے آزاد ہوتا بھی نہیں اگر سینے پر وہ نرم ہاتھ آن نہ گرتا۔

غالباً نیند میں اس نے کروٹ لی تھی اور دایاں پورا بازو اس کے وسیع سینے پر آن ٹھہرا تھا جس نے اس کی خیالوں کے تسلسل میں ایک مہکتا ہوا تلاطم شامل کیا تھا۔ جس پر لحظے بھر کا توقف لیجڑ بنا جسم کو حرکت دئے ذرا سا گردن اٹھا کر اس نے زخمی پیر کی سمت دیکھا جو ہنوز کشن پر تھا پھر محتاط نگاہ پہلو میں

بالکل تکیہ کے کنارے چلے آئے چہرے پر ٹھہری جس پر گہری نیند کی کیفیت طاری تھی۔۔

ساتھ رہتے اس بات کا تو خیر اسے اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا حکیم صاحبہ نیند کی بہت پکی ہیں ایک مرتبہ سو جائیں تو پھر اکٹھے فجر میں جاگتی ہیں اس دوران ارد گرد کی چھوٹی موٹی آوازیں ہر گز بھی ان کی شاہی نیند میں مخل ہونے کی جسارت نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔

آ تجھے ہاتھ لگا کر کبھی محسوس کروں
!!..تو میرے خوابوں کی تعبیر سے ملتی ہے بہت

آہستگی سے دائیں ہاتھ کو پہلو سے حرکت دیکر اس نے اس کی گھنیری پلکوں سے الجھی ریشمی لٹ کو سنوار کر کان کے پیچھے اڑسا تھا۔

پھر مخمور نگاہیں اس کی مدہوش نقوش کا جابجا صدقہ اتارے گئی۔

یہ اس کی دانستہ حرکت نہیں تھی پر دل کے معاملات میں دانستگی کا بھلا کیا کام۔۔۔؟

اسی دوران دل نے پر زور خواہش کی تھی انگلیوں کی پوروں پر ان مخملی نقوش کی نرماہٹ کو محسوس کرنے کی جسارت کی جائے۔

لیکن وہ چاہ کر بھی ان خواہشوں پر لبیک نہ کہہ سکا نہ ہی اپنے سخت سینے پر کسی نرم پھول کی طرح دھرا مہکتا ہاتھ وہ ہٹا سکا تھا جو دل کی گلیوں کو اپنی مدہوش کن خوشبو سے مسحور کر رہی تھی۔۔

کہیں بے کنار سے ریتجگے،

!کہیں زر نگار سے خواب دے

ترا کیا اُصول ہے زندگی؟

!مجھے کون اس کا جواب دے

وہ اسی طرح تھم تھم کر سانس لیتا اس کی گہری نیند میں مخل ہونے کے خوف سے چت لیٹا اس کی صندل وجود سے اپنی روح کو مشکبار کرتا رہا تھا۔۔

کتنا اچھوتا احساس تھا یہ وہ ایک عالم کو فتح کر آئی کسی شہزادی کی طرح میٹھی نیند سو رہی تھی اور وہ کسی عاقد و بے دام غلام کی طرح آنکھوں میں رات کی سیاہی کا سرما شوق سے سجا رہا تھا۔۔

شاہانہ تشبیہ غلط بھی کہاں تھا۔۔۔۔؟

مقدس بنتِ ذکاء نے اس پتھر کو موم کیا تھا اس قلعے کو فتح کیا تھا اس ستم گر کو اسیرِ صنم بنایا تھا جس کا وصف ہی بنجارگی تھی۔۔

پر صد افسوس اس انقلاب سے بے خبر وہ غفلت کی نیند سو رہی تھی۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کہیں فجر کے قریب خوابدیدہ آنکھوں پر نیند کی دیوی نے پر پھیلائے ہی تھے کہ ہاتھ کے سینے سے سڑکنے پر پٹ سے اس کی آنکھیں کھلی تھی چاروں جانب فجر کی اذان کی مقدس آواز گونج رہی تھی۔۔

مخمور آنکھوں کو وا کر کے دیکھا تو وہ سر پر دوپٹہ درست کر رہی تھی وہ فوراً ہی اٹھ بیٹھا تھا۔۔

بنا کچھ کہے سنے اس نے اس کی نماز کی تیاری کروادی تھی نماز کے بعد اس نے تلاوت کی خواہش کی تو قرآن پاک لانے سائیڈ روم جانے لگا کہ خاموشی سے اس کی کاروائی ملاحظہ کر رہی مقدس نے سائیڈ روم میں جا کر تلاوت کرنے کی خواہش ظاہر کی تاکہ اس کی نیند ہو جائے کیونکہ اس کی متورم سرخ آنکھیں شب خوابی کا بھید سرے بزم کھول رہی تھی۔۔

"آپ آرام کرنا چاہیں تو مجھے آواز۔۔۔۔۔"

میں اشراق کی نماز پڑھ کر آٹھ ساڑھے بجے تک یہاں سے نہیں اٹھوں گی" آپ سو جائیں۔۔۔۔۔"اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اس نے تسلی کروائی جس پر اثبات میں سر ہلاتا ہوا نکل گیا اور وہ تلاوت میں محو ہو گئی۔

پر دل وقفہ وقفہ سے سجدہ شکر ادا کر رہا تھا اور لب شادمانی کے احساس سے
لبریز تبسم کے موتی لٹا رہے تھے آنکھیں سرشاری سے روشنی بکھیر رہی تھی
گویا ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔۔
اس کی اندر کل رات سے ہی کلیاں کھل رہی تھی۔۔
وہ بے شک بے حد سمجھدار معاملہ فہم اور پختہ خیالات و نظریات کی مالک
ایک مضبوط و پر اعتماد لڑکی تھی۔
لیکن تھی تو ایک نازک احساسات سے گندھی لڑکی ہی جس کے سینے میں
ایک ارمانوں سے معطر گداز دل دھڑکتا تھا۔۔
جو کسی خاص انسان کی نظر التفات کا تمنائی تھا،
جو اپنے زندگی میں آنے والے پہلے اور آخری مرد کی محبت و توجہ تمام تر
چاہت و الفت کی متقاضی تھا۔
اور جب اب وہ مل رہا تھا تو کیوں نا وہ نازاں و فرحاں ہوتی۔۔

عورت کا وصف ہے وہ عمر کے جس بھی حصے میں ہو صنفِ مخالف کی صف میں جداگانہ مقام رکھنے والے ایک مرد کی محبت و توجہ اسے گلاب کی طرح کھلا دیتی ہے۔

اور مقدس بنتِ ذکاء ایک مشکل امتحان کے بعد اب اس موڑ سے گزر رہی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"دی جان! آپ نے بلایا۔۔۔؟" وہ متحیر سی دی جان کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

صبح کے ابھی بمشکل نو بج رہے تھے ناشتے کا وقت تھا ایسے میں دی جان کہ عجلت میں طلب کرنے کی وجہ بلاشبہ کچھ بہت ضروری کام تھا۔

"جی! بچے ناشتہ تیار ہو گیا۔۔۔؟"

"جی! ہو گیا ہے بس میں ٹیبل پر لگوا رہی تھی، کوئی ضروری کام تھا کیا۔۔۔؟" وہ گومگو میں گرفتار تھی۔۔

ہاں ! آپ یوں کریں جا کر تیار ہو جائیں ناشتہ رضوانہ ملازمہ کے ساتھ آج"
"لگوادے گی۔۔۔۔

جج۔۔جی خیر ہے۔۔۔۔؟" بے دھیانی میں اثبات میں سر ہلاتے اچانک"
ان کے الفاظ پر دھیان دیتی وہ چونکی تھی۔۔

سب خیر ہے، اللہ کا شکر ہے، وہ کل رات آپ کے ماموکا فون آیا تھا بتا رہے"
تھے کہ وہ اگلے ہفتے بیرون ملک روانہ ہونے والے ہیں لہٰذا آپ جوڑے کے
ساتھ چند گھنٹوں کیلئے ان کی حویلی ہو آئیں، چونکہ باران نے پہلے ہی بتا دیا تھا
کہ وہ اپنے کام کے سلسلے میں چند دنوں کیلئے بیرون ملک واپس جا رہے ہیں تو
میں نے آج ہی کا آپ کے ماموکو کہہ دیا ہے، آپ جلدی سے تیار ہو جائیں دو
ڈھائی گھنٹے گزار کر آ جایئے گا پھر باران کو شائد کام سے شہر بھی جانا
ہے۔۔۔"

دی جان نے تسلی کے ساتھ خاصا تفصیلی جواب دیا تھا۔
لیکن ادھر میرال کی رنگت فق پڑ چکی تھی۔۔

"کیاہوا۔۔۔۔۔؟"

اسے ہنوز کھڑا دیکھتے نگاہ اٹھائی۔۔

کچھ نہیں دی جان ضروری ہے کیا۔۔۔؟"اس کی آواز پست تھی ساتھ وہ"

بے آواز قدم اٹھاتی تخت کہ قریب چلی آئی تھی۔۔

ضروری اور غیر ضروری کی بات نہیں ہے بیٹا! رسم دنیا ہے اور بلا آخر وہ"

آپ کے اپنے ہیں اگر انھوں نے دنیاداری کی خاطر پیش رفت کی ہے تو ہم

بھی کم ظرفی کا ثبوت نہیں دے سکتے ناں، دنیا کا نظام چلتا ہے ایسے

"ہی۔۔۔۔

اس کی شش وپنج کو سمجھتے انھوں نے اصل پہلو کو سامنے رکھا۔

ٹھیک۔۔ ٹھیک ہے دی جان۔۔ میں کسی اور کے ساتھ چلی جاؤں گی انھیں"

خواہ مخواہ میں تکلیف دینے کی ضرورت کیا ہے، میرا مطلب ہے

کہ۔۔۔۔۔"انگلیوں کو مسلتی وہ ٹھوس عذر تراشنے میں بری طرح ناکام

ٹھہری تھی۔۔

"انھوں نے جوڑے کے ساتھ بلایا ہے بیٹا اور یہ خواہ مخواہ نہیں ہوتا۔۔۔۔"

"پردی جان وہ۔۔۔۔"

باران آپ کے شوہر ہیں بچے! آپ کو ان کے ساتھ پوری زندگی گزارنی ہے، یہ ایک اٹل حقیقت ہے، آپ ساری عمر اس سے کتراتی ہوئی گزیراں نہیں رہ سکتیں ممکن ہی نہیں ہے، اور ایسے رہنا اخلاقاً شرعاً دونوں اعتبار سے انتہائی معیوب بات ہے۔۔ خیر ایک گھر میں رہتے بنا کسی خاص وجہ کے آپ دونوں کا الگ الگ کمروں میں رہنا بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے، لیکن ہم نے آپ کی ذہنی و دلی کیفیت کے پیش نظر اس اہم مرحلے کو کچھ عرصے تک ملتوی کیا ہے، تاکہ آپ خود کو تیار کریں اس نئے رشتے کو پوری دلی آمادگی سے قبول کریں اور نبھانے کی کوشش کریں رفتہ رفتہ اس تبدیلی کو ایک خوشنما رشتے میں ڈھالیں اور ہمیں پوری امید ہے آپ مایوس نہیں کریں گے۔۔۔۔۔۔"

صحیح موقع ہاتھ لگتے ہی دی جان نے لمحہ بھی ضائع کئے بغیر کسی حد تک واضح الفاظ میں اس کی برین واشنگ کی کوشش کی تھی۔

جواباً بس وہ سر جھکائے لب چبا رہی تھی۔

میں نے تو باران سے کہا تھا آپ کو بھی ساتھ بیرون ملک گھما لائے ہوا پانی" بدلے گا، لیکن وہ کہتا ہے آپ کے پاس پاسپورٹ نہیں ہے، بتاؤ ذرا اتنی ہی اہم چیز تھی بنوا نہیں لینی تھی۔۔۔۔"توقف سے ان کے شکوہ کناں ہونے پر اس نے حیران نظریں اٹھا کر دی جان کو دیکھا جو یوں پوتے سے ناراض ہو رہی تھی گویا پاسپورٹ بنانے کی نہیں سرکس کی ٹکٹ لینے کی بات ہو۔۔ خیر میں نے کہہ دیا ہے وہ فارغ ہو کر بنوا لے گا، ابھی تو جائیں جا کر تیار" ہو جائیں پھر دیر ہوئی تو وہ ناراض ہو گا۔۔"کہنے کے ساتھ دی جان نے ہاتھ پکڑ کر اٹھنے کا بھی اشارہ دیا تو وہ کچھ بے بنیاد عذر لبوں میں دبائے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اور مجھے دیکھ کر خوشی ہو گی اگر آئندہ باران کے چھوٹے موٹے کام آپ"
محبت وچاؤ سے اپنی ذمہ داری سمجھ کر کریں گی۔۔۔۔"دہلیز عبور کرنے سے
قبل دی جان کا ایک اور فرمان اس کی پیروں سے لپٹا تھا جس پر وہ بنا کچھ کہے
نکل گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

گاجری رنگ کے کامدار سوٹ میں وہ نفیس سے میک و جیولری پہنے ٹھیک
آدھے گھنٹے بعد تیار ہو کر مضراب کے ہمراہ نیچے آئی تھی جن محترمہ کے
دانت ہی اندر نہیں جا رہے ویسے آنی تو جنابہ کو شرم تھی جنھوں نے یونیورسٹی
جانے کے بجائے اسٹائلش و بیوٹیشن کے اہم خدمات یوں ذوق و شوق سے
انجام دئے تھے جیسے بھابی میکے نہیں بھائی کے ساتھ ڈیٹ پر جا رہی ہو۔۔
ہائے! مضراب عثمانی کے شوق و منطق۔۔
بیچاری میرال تو بس لب سی کر ہی رہ گئی تھی۔۔

سب سے مل کر بے وجہ ہی بتیسی کی نمائش کر رہی مضراب کے ہمراہ وہ باہر نکلی جس نے پورٹیکو پر کھڑی بلیک چمچماتی تھار کے پاس وائٹ کف لگے شلوار قمیض میں ملبوس اپنے قد و جسامت کی وجہ سے نمیاں نظر آرہے باران کو دیکھتے ہی شریر مسکراہٹ لئے اسے کھینچتی ہوئی اس کی سمت لپکی تھی۔۔۔۔

ویسے بھائی سا آپ کو معلوم ہے طوطے کا پسندیدہ کھانا کیا"

ہے۔۔۔؟"دونوں ہاتھ پشت پر باندھ کر اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا تھا۔

ایکسکیوزمی۔۔۔؟"اترنگی سوال پر اس نے ماتھے کے بل قریب لاتے بہن" کو دیکھا۔

"بتائیں ناں۔۔؟"

"ای تھینک ریڈ چلی۔۔۔"

"اور بندر کیا شوق سے کھاتا ہے۔۔۔؟"

رابی۔۔۔؟"اس نے آنکھیں دکھائی لیکن مقابل بھی مضراب تھی۔"

"بتائیں ناں۔۔۔"

"ای تھینک امرود۔۔۔۔۔"

"اور خرگوش۔۔۔۔؟"

گاجر۔۔۔۔"وہ روانی میں بولا۔"

جواباً مضراب کو بناوٹی کھانسی کا زبردست دورہ پڑا تھا جس پر بری طرح چونک کر باران نے ایک ایک قدم پیچھے لے رہی مضراب کی شریر وذو معنیٰ نگاہوں کی تعاقب میں دیکھا تو ناچاہتے ہوئے بھی بے ساختہ کھسیانی مسکراہٹ لبوں کی تراش میں بکھر گئی۔۔

ادھر ہونق میرال نے عجیب نگاہیں اٹھائی تو مقابل کو مکمل سفید اور خود کو گاجری رنگ میں ملبوس دیکھ مضراب کی شرارت سمجھتی وہ بری طرح سٹپٹائی تھی۔

عالم تو یہ تھا اس کے سردی سے سپید پڑتے گال بھی گلال ہونے لگے تھے۔۔

مم۔۔میں نے کچھ نہیں کہا ہے بھائی سا! میں پیدائشی معصوم ہوں جو کہا" ہے آپ نے اپنی زبانی کہا ہے۔۔میں تو چلی۔۔۔" باران کی سرزنشی کے گھوری کے جواب میں وہ اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتی ہوئی سرپٹ وہاں سے بھاگی تھی۔

ویسے میری مانیں تو آپ دونوں ماموممانی کے پاس جاکر بالکل بھی سنہرا" موقع ضائع نہیں کرنا چاہئے، بلکہ موقع کا فائدہ اٹھاتے کہیں دور وادیوں "میں۔۔۔۔۔۔

رابی۔۔۔۔" باران کا ایک قدم اٹھا۔"

مرضی ہے بھئی! مخلصی کی قدر ہی نہیں۔۔۔بورنگ لوگ" وہ خارجی" دروازے سے یہ جاوہ جاہوئی تھی۔۔۔

پیچھے باران چاہ کر بھی اپنے بھاری دلکش قہقہے کو مزید قابو نہیں کر پایا تھا۔۔

مم۔۔میں نے کچھ نہیں کہا ہے بھائی سا! میں پیدائشی معصوم ہوں جو کہا" ہے آپ نے اپنی زبانی کہا ہے۔۔میں تو چلی۔۔۔" باران کی سرزنشی گھوری کے جواب میں وہ اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتی ہوئی سرپٹ وہاں سے بھاگی تھی۔

پیچھے باران چاہ کر بھی اپنے بھاری دلکش قہقہے کو مزید قابو نہیں کر پایا تھا۔۔ اس کے محظوظ کن گمبھیر قہقہے کی گونج سے وہ بری طرح خفت و گھبراہٹ کا شکار ہوتی مخروطی انگلیوں کو باہم پیوست کر مڑوڑنے لگی تھی۔

ادھر آنکھوں کے بھیگے کنارے صاف کر رہے باران کی نظر جب ان مظلوم انگلیوں پر گئی تو فوراً اس کے قہقہے کا گلا گھنٹا تھا۔

"اہم! آجائیں ہم دیر ہو رہے ہیں۔۔۔۔"

گلا کھنکار کر خود پر بردباری طاری کرتا ہوا وہ مخاطب ہوا تو میرال سر جھکائے ہی اثبات میں سر کو جنبش دیتی تھان کی طرح لپٹی چادر سنبھالتی گاڑی کی سمت متوجہ ہوئی باران نے فوراً جینٹل مین کا کردار نبھاتے فرنٹ ڈور کو کھولا تو

لحظے بھر کیلئے وہ تھم کرنا سمجھی سے اس کا وجیہہ چہرہ دیکھنے لگی جس نے اپنی چوڑی ہتھیلی اس کے سامنے کھول رکھی تھی۔۔

گاڑی کی سیٹ تھوڑی اونچی ہے، آپ یہ سب لپیٹ کر ذرا مشکل سے ہی" چڑھ پائیں گی۔۔۔"سادگی سے اس نے پہلے تھار کی اونچی سیٹ پھر اس کے اچھے خاصے زرق برق والے لباس کی طرح اشارہ کرتے اپنے ہاتھ کو آگے کیا۔

جواباً غیر متوازن ہو رہی سانسیں خاصے کھلے ڈلے انداز میں اس کی جھجھک و گھبراہٹ کا راز افشاں کرنے لگی تھی جس میں چہرے کی اڑی ہوائیاں پیش پیش تھی۔۔

"ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔۔۔۔"

"جج۔۔۔"

ہڑ بڑا کر اس نے اپنا لرزتا ہوا ٹھنڈا ٹھار نازک ہاتھ اس کی چوڑی ہتھیلی پر رکھا جسے مقابل نے کچھ ایسی نرمی و احتیاط سے اپنی قوی انگلیوں کی گرفت مقید کیا تھا گویا کوئی نازک آبگینے ہو۔

ساتھ آنکھوں سے سوار ہونے کا اشارہ دیتے دوسری ہتھیلی گاڑی کہ روف کے ساتھ لگا کر اس نے اس بات کو بھی یقینی بنایا تھا کہ اس خبط الحواس لڑکی کا سر ہڑ بڑاہٹ میں روف سے نہ لگ جائے۔

اس دل فریب احتیاط و خیال رکھنے کے عمل میں وہ خود سے بھی ہراساں دو شیزہ بڑے غیر محسوس انداز میں اس کے مہکتے مضبوط بازوں کے حصار میں قید سی ہو گئی تھی۔۔

اس کا نیچے تک لٹک رہا پلوّ اٹھا کر گود میں دھرتا آرام سے ڈور بند کر کے دوسری طرف سے آکر ڈرائیونگ سیٹ پر شان سے براجمان ہونے تک وہ ہتھیلی سے لپٹے اس مضبوط لمس کی حرارت کہ اثر سے درہم برہم سانسوں کو سنبھالنے کی تگ و دو میں ہی لگی تھی کہ یکایک ہی تیز خوشبو گرم سانسوں کی

حدت کے ساتھ قریب ہوئی تو وہ دہل کر آنکھیں کھولتی پیچھے سیٹ سے چپکی تھی۔۔

"!سیفٹی کمز فرسٹ"

سیٹ بیلٹ اٹکا کر واپس اپنی سیٹ پر ٹکتے اس نے اپنے عمل کو جسٹفائی کیا تھا جس پر آتے آتے ٹل چکے دل کے دوڑے پر شکر ادا کرتی میرال نے محض حلق تر کرنے پر اکتفا کیا تھا۔

"پسینہ صاف کر لیں۔۔۔۔۔"

حویلی کہ قوی ہیکل گیٹ سے گاڑی نکالتے اس نے چار پانچ ٹشو اس کی سمت بڑھائے تو میرال روہانسی نگاہوں سے اپنے پہلو میں دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

یہ بندہ ہے یا "ایم آر ای مشین" وہ بھی اس کی زیرک نگاہ سے مخفی نہیں تھا '
'جس کا نگاہوں کی گرفت میں آنا نہ دونوں ہی قطعی بے معنٰی تھا۔۔

ریلیکس ہو جائیں ہم جنگ پر نہیں، آپ کی ممانی کے پاس جا رہے ہیں وچ"
"!ایز ناٹ آ بگ ڈیل

آدھے گھنٹے سے زیادہ کا سفر طے ہو جانے کے بعد بھی اسے گود میں پڑے ہاتھوں کو مستقل مزاجی مشقِ ستم بناتا دیکھ وہ ٹوکے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

"آ۔۔۔ایسا نہیں ہے۔۔۔۔"

دونوں ہاتھوں کو الگ کرتی وہ پراگندہ خیالوں سے چونک کر سیدھی ہوئی تھی۔۔

"!!!ہمممم"

لبوں تک بہت کچھ کہنے کیلئے آنے کے باوجود اس نے ہمم پر اکتفا کیا تھا جس کی دو وجہ تھی ایک تو ان کے رشتے میں بے تکلفی نہ کے برابر تھی دوسرا وہ اس وقت اس سمیت متوقع صورت حال کو لیکر بھی ہراساں تھی۔۔۔

احساس محبت کا مری ذات پہ رکھ دو

تم ایسا کرو ہاتھ مرے ہاتھ پہ رکھ دو

معلوم ہے، دھڑکن کا تقاضا بھی ہے لیکن

!!یہ بات کسی خاص ملاقات پہ رکھ دو

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

دس بجے کے قریب دروازے پر ہوئی محتاط دستک کے ساتھ وہ بیدار ہوا تھا

واپسی پر ہاتھ میں شاپر ساتھ تھا جو غالباً نظیر لیکر آیا تھا۔

ایسے ٹھنڈا ہو جائے گا، آپ تازہ دم ہو آئیں پھر ساتھ شروع کریں"

گے۔۔۔"پلیٹ وغیرہ نکال کر وہ پارسل کھولنے لگا کہ مقدس کے ٹوکنے پر

ہاتھ روکتے نیند کی خمار سے بھاری نگاہ نا فہمی سے اٹھی۔

مجھے آدھا گھنٹہ کم از کم لگے گا، آپ کھالیں۔۔"وہ ٹھہر کر بولا تھا۔"

کوئی مسئلہ نہیں ہے، ہم ساتھ ہی کھائیں گے، ساتھ کھانے میں برکت"

ہے، ایسا ابا کہتے ہیں۔۔"ہاتھ میں موجود کتاب سے لحظے بھر کو نگاہ ہٹا کر اس

نے مضبوط حوالہ بھی دیا تو وہ زیر لب بڑبڑاتا ہوا نکل گیا تھا۔

اور پھر آدھے گھنٹے کی سواری مشکل سے پندرہ منٹ میں نم بالوں کے ساتھ ٹیبل پر موجود تھی۔خاموش ماحول میں ناشتہ ختم ہوا تھا۔اس کے بعد وہ اسے بیڈ پر منتقل کرتا ہوا باہر چلا گیا تھا۔

چونکہ رات کی کڑی ہدایات ذہن میں تازہ تھی لہٰذا کسی کام کو ہاتھ لگا کر دوبارہ موصوف سے لاپرواہی کا سند لینے کے بجائے اس نے کتاب کے اوراق کی گردان کو چنا تھا۔

دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ پیر سوجن کی وجہ سے کافی بھاری ہو رہا تھا کل کے مقابل درد بھی خاصا محسوس ہو رہا تھا۔

لیکن اس نے ظاہر نہیں کیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"آپ کا شرعی پردہ کیا عورتوں سے بھی ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔؟"

قریب ایک گھنٹے بعد دہلیز عبور کرتے ہوئے اس نے اترنگی سا سوال داغا تھا۔

جس پر کتاب میں غرق مقدس کا بھونچکانا عین یقینی رد عمل تھا۔

"میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔۔۔؟"

"نہیں! لیکن آپ یہ کیوں۔۔۔۔۔؟"

"آجائیں آپ لوگ اندر۔۔۔۔"

جواب مکمل ہونے سے قبل ہی اس نے دروازے کی سمت گھوم کر کہا تھا اور پھر یکے بعد تین نئے چہرے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

قبل اس کے کہ کی وہ ان کی یہاں موجود گی کی وجہ کی تلاش میں خود دماغ کے گھوڑے دوڑاتی صاحب بہادر کی شاز و نادر کھلنے والی زبان سے خود ہی گل پوشیاں ہونے لگی۔

"آج سے یہ تینوں آپ کیلئے کاٹیج میں کام کریں گی، ان میں سے ایک یہاں پورا دن رہیں گی جب تک میں نہیں آجاتا، باقی دونوں اپنا اپنا کام کر کے چلی جائیں گی، یہ لوگ اپنا کام جانتی ہیں، پھر بھی آپ چاہیں تو انھیں کام سمجھا دیں، ابھی کیلئے آپ لوگ جائیں اپنا کام کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

کسی شاہی فرمان کی طرح احکامات جاری کرتے اس نے اشارہ کیا تو تینوں خاتون 'جی بابو سا' کہتی ہوئی ادھر ادھر ہو گئی تھی جیسے برسوں سے اس جگہ و یہاں کے کام سے آگاہی ہو۔۔

غیر متوقع صورت حال میں شدید صدمے کے زیر اثر بیٹھی پانچویں شخصیت کی کیفیت کا نہ بادشاہ سلامت نے نوٹس لیا تھا نہ ہی سر کو خم دیکر یہ جا وہ جا ہوئی رعایا نے۔۔

پھر موصوف اپنی مخصوص تیاری میں شامل لیدر جیکٹ لانگ بوٹس اور وہ بلیک سن گلاسیز جس کی دھند ہو یا دھوپ کسی موسم میں چھٹی نہیں تھی پہن کر تمام تر بے نیازی کے ساتھ جیپ کی چابی اٹھاتے زوجہ کی آنکھوں میں درج اعتراضی بلکہ احتجاجی کلام کو پوری طرح نظر انداز کر سلطنت سے اپنی وسیع پیمانے پر پھیلی جاگیر کی خبر گیری کیلئے کوچ کر گئے تھے۔

مقدس کلس کر بس ان عورتوں کے لحاظ میں فل حال کیلئے جرح ملتوی کر گئی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

پورے پانچ سال چار مہینے بعد آج اس نے اس حویلی کی دہلیز پر قدم رکھے

تھے جہاں اس کا بچپن گزرا تھا جہاں کی در و دیوار سے نانا نانو کے ساتھ

گزرے انمول پلوں کی خوشبو لپٹی تھی تو ماں سا کہ ساتھ گزری ان گنت تلخ

لمحوں کی چھاپ بھی آنکھوں میں ریت بن کر اتر آئی تھی۔

خلافِ توقع ان کا حویلی میں بڑا ہی پر تپاک استقابل ہوا تھا۔

اب اس کی وجہ واقعی برسوں سے گہری نیند سو رہے ماموں کے جذبات کا جاگنا

تھا یا عثمانی خاندان کے متوقع سردار کی آمد تھی وہ جاننا نہیں چاہتی تھی۔

البتہ پورے اہتمام کے ساتھ تیار ممانی کا وہی انداز تھا۔۔

چہرے پر تبسم آنکھوں میں طنز،

الفاظ مہذب، انداز مکروہ،

!لہجہ شہد آگیں پر نیت زہر مزین

لیکن میرال کا دماغ تو اپنے پہلو میں نہایت بے تکلفی کے ساتھ ٹانگ پر ٹانگ جما کر شاہانہ تیور لئے کسی ریاست کے شہزادے کی مانند براجمان باران عثمانی نے چکرایا ہوا تھا۔ جو حویلی کہ داخلی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی اس کے ساتھ یوں اپنا رویہ بدل گیا تھا کہ اس جیسی نازک اعصاب کی مالک لڑکی کیا کوئی بھی چکرا جاتا۔

اس قدر اپنائیت و بے تکلف لب و لہجہ کہ معنوں ان کے درمیان سب ٹھیک ہی نہیں بلکہ قابل رشک ہو۔

"ویل! میرال تو ہماری صبر و شکر والی بچی ہے جو ملتا ہے بنا پس و پیش قبول کر لیتی ہے، پر سنا ہے آپ بہت 'چوزی' ہیں سو میں نے سوچا منیو آپ کی پسند کا خصوصی خیال رکھتے ہوئے آپ کے آنے کے بعد ہی ڈیسائیڈ کریں۔۔۔۔"

نزاکت سے جوس کا گلاس اٹھاتی ممانی نے نہایت ہی سلیقے سے طنز اچھالا تھا۔۔

چوزی تو میں واقعی بہت ہوں، مجھے صرف ایکسٹرا آرڈنری چیزیں ہی اپنی" لائف میں چاہیئے ہوتی ہے۔۔۔بٹ۔۔۔"ٹرے سے گلاس اٹھا کر میرال کی سمت بڑھاتے اس نے بھرپور استحاق بھری نظر پزل ہو رہی نصف بہتر پر ڈالی پھر ممانی کی طرف مڑا۔

بٹ آپ کسی قسم کی تکلف یا اہتمام کی ہر گز زحمت نہیں کریں، مجھے کسی" کام سے شہر بھی پہنچنا ہے تین بجے تک تو پیشگی معذرت"!

ارے! یہ کیا بات ہوئی جینٹل مین! ہم نے تو لنچ پر انوائٹ کیا ہے" اور۔۔۔"ماموفوراً اعتراضی ہوئے۔۔

جی ماموسا! پر میرا کام کافی ضروری ہے، وہ تو آپ نے دی جان کو اسپیشلی" کال کیا تو آنا پڑا، باقی لنچ ان شاءاللہ پھر کبھی۔۔۔"اس نے سہولت سے عذر تراشا۔

پھر کبھی تو ممکن نہیں، اب ہم جانے کب آئیں دوبارہ یہاں۔۔۔"ممانی کا" فوراً تفاخرانہ لکمہ آیا۔

اس کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، آپ یہاں نہیں آئے تو ہم وہاں چلے آئیں"
گے۔۔کیوں میرال کیا خیال ہے پاسپورٹ بننے کے بعد پہلا ٹور کنیڈا کا نہ
کرلیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"ممانی کے تفاخرانہ طنز کو تیلی لگاتے وہ محبوب
بیوی کو مخاطب کرنے کے انداز میں اس کی سمت مڑا تو پہلے کہ جھٹکوں سے ہی
ابھرنے کی کوشش میں ہلکان میرال بھونچکا سی گئی تھی۔

آپ۔۔آپ میرال کا پاسپورٹ بنا رہے ہیں۔۔۔۔۔؟"میرال سے زیادہ"
بڑا جھٹکا ممانی کو لگا تھا تبھی ان کی حیرانگی بلکہ صدمہ براند ڈمیک اپ کی تہہ
بھی چھپا نہیں پائی تھی۔

جی! اسی لئے جلدی نکلنا ہے یہاں سے تاکہ ان کی فائل جمع کرواتے ہوئے"
میں اپنی میٹنگ بھی اٹینڈ کرلوں۔۔۔"ان کے رد عمل کے برخلاف اس کا
انداز بے حد عام تھا۔

جو میرال کیلئے ایک انکشاف ہی تھا۔۔

آپ کی ممانی کا مطلب ہے کہ آپ تو بزنس وہاں سے وائینڈاپ کر رہے ہے"
ہیں ناں۔۔۔؟اور آپ کی حویلی کی کوئی عورت باہر ممالک گئی بھی نہیں ہے
تو۔۔۔۔۔"ممانی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اشارہ دیتے ماموں نے بات
سنبھالی۔۔

جی بزنس وائینڈاپ ہو رہا ہے، بٹ بزنس ٹرپز تو ہوتے رہیں گے اور پھر"
گھومنا میرا شوق ہے، اور دی جان کہتی ہیں شادی کا مطلب ہے پارٹنر شپ تو
اب یہ چاہیں نہ چاہیں گھومنے میں تو انھیں مجھے کمپنی دینی ہی ہو گی۔۔۔دوسرا
حویلی کی عورت فارن کنٹریز گئی نہیں تو اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ ایسا
کوئی رول ہے اور اگر ہوتا بھی تو باران عثمانی میں اتنے گٹس ہیں کہ 'ان کے
ساتھ کیلئے میں روایات بدل دوں'۔۔۔۔"

اپنی ذات کا مان و عزت بخشتے الفاظ و چٹانوں سے مضبوط عزائم سے لبریز مدلل
لہجہ ایسا تھا کہ حاضرین کچھ ساعت سانسوں کی تکرار روک کر اس کا رعبدار

چہرہ دیکھتے جس پر جمی تبسم کی پرت اس کی وجاہت کی تابناکیاں دوچند کر رہی تھی۔۔

"یہ۔۔۔یہ تو بہت اچھی بات ہے، پھر ہم تو پُر امید ہیں جلد ہماری میرال سے کنیڈا میں ملاقات ہو گی۔۔۔۔" کھسیانی مسکراہٹ کے ساتھ ممانی نے خاموشی کے دورانیہ کو مختصر کیا تھا۔۔

جواباً وہ دلکشی سے خیر مقدم کرنے کے انداز میں مسکرایا ماموکے بھی ہونٹ پھیلے پر وہ گردن جھکائے اپنا پسندیدہ مشغلہ ہتھیلی کو گھور رہی تھی۔۔

دفعتاً ماموکا فون رنگ ہوا تو وہ معذرت کرتے ہوئے ایک جانب بڑھ گئے جبکہ چند سیکنڈ پہلے کی صدمہ و کھسیاہٹ کو پس پشت ڈال کر ممانی ایک مرتبہ پھر مشن ٹوہ لینے پر مامور ہو گئی۔۔۔

"ویسے ہماری میرال بہت کم گو ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھبرا جاتی ہے، آپ کی طرح ایکٹو میرا مطلب سوشل نہیں ہے، ظاہر سی بات ہے آپ نے دنیا دیکھی ہے اور اس نے صرف چھوٹا سا بیک ورڈ گاؤں، تضاد پے در پے سانحہ

نے اس کی پرسنالٹی کو بہت مسحج کر دیا ہے، میں اور آپ کے ماموسا بہت زیادہ فکر مند تھے آپ دونوں کے اس رشتے کو لیکر کہ کہیں یہ زور زبردستی بھاری

"نہ پر جائے، میزان کی بات اور تھی آپ تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"مم۔۔ ممانی میں ذرا ماں سا کا کمرہ دیکھ کر آتی ہوں۔۔۔۔"

بڑے ضبط سے بیٹھی وہ یک بیک سے اٹھی تھی اور بنا کچھ دیکھے تیزی سے ڈرائینگ روم سے نکلتی چلی گئی تھی۔۔

جس پر باران کے متبسم نقوش میں سنجیدگی کو اترتا دیکھ ممانی کے لبوں پر مکروہ مسکراہٹ سرعت سے پھیلی تھی۔۔۔

"بیٹا برا نہیں ماننا وہ شائد میزان کے نام پر۔۔۔۔۔۔"

میں اپنے بھائی کے ذکر پر برا کیوں مانوں گا بھلا۔۔؟"لوہا گرم ہے سوچ کر"

وہ ضرب لگانے کی سوچ ہی رہی تھی کہ لمحاتی کیفیت سے نکلے باران نے فوراً بات اچک لیا۔۔

وہ اس لئے کہ۔۔۔۔"ان کا شاطرانہ دماغ بھک سے اڑا تھا۔"

معذرت کے ساتھ بٹ یہ آپ آوٹ آف کنسرن کہہ رہی یا جس وجہ سے "
بھی کہہ رہی ہوں بٹ مجھے آپ کے پورے بیان پر ہی اختلاف ہے، نہ ہماری
شادی فورسڈ میرج ہے نہ ہی میرال کوئی بزدل یا بیک ورڈ لڑکی ہے، اور رہی
بات پرسنالٹی ڈفرنٹ ہونے کی تو ایک ماں سے پیدا ہوئے دو بچے بھی سیم
"فطرت نہیں رکھتے، اینڈ لاسٹلی۔۔۔۔۔۔۔۔
ان کے سارے بیان کو خوش اخلاقی کی تیز دھار سے تار تار کر ذرا سی پوزیشن
میں تبدیلی لاتا ان کے پھیکے پڑے چہرے کو دیکھا۔۔
میزان میرا بھائی ہے اس کا ذکر کبھی بھی میرے لئے کسی بھی اعتبار سے "
تکلیف یا آکورڈ نیس کی وجہ نہیں بن سکتا، پر میں آپ سے امید کروں گا کہ
آپ میرال کی کیفیت کا آئندہ خیال کریں گی۔۔۔۔۔"الفاظ بلاشبہ اس
کے التجائیہ تھے لیکن لہجہ قطعی خبر دار کرنے والا تھا تضاد اس کے خوبرو خدو
خال میں پھیلی سنجیدگی کی سخت پرت نے انھیں اچھی طرح باور کروادیا تھا
کہ ان کی دال یہاں نہیں گلنی لہٰذا مزید کوشش کر کلیجہ نہ جلایا جائے۔۔

سوری بیٹا میں وہ ضروری کال کی وجہ سے۔۔۔۔۔۔۔ارے! میرا ل کہاں"

""چلی گئی۔۔۔؟

ماموں معذرت کرتے ہوئے واپس آئے۔۔

"جی وہ اپر گئی ہیں اپنی ماں سا کا کمرہ دیکھنے۔۔۔۔"

باران نے جواب دیا تھا جبکہ ممانی جلے دل کے پھپھولے دل ہی میں پھوڑتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

جس کا نوٹس لئے بغیر وہ ماموں کے ساتھ ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگا تھا ساتھ ساتھ گاہے بگاہے نگاہ بھٹکتی ہوئی اس سمت بھی جا رہی تھی جس سمت اس کا سراپا گم ہوا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

سڑک کے کنارے رکی گاڑی کو پہچانتے ہوئے اس نے جیپ کی رفتار کو کم کرتے ہوئے برابر میں لیجا کر روکا تھا۔

"!سلام سا"

بونٹ پر جھکے ڈرائیور نے پہچناتے ہوئے فوراً سلام جھاڑا تھا۔

جس پر پیچھلی سیٹ پر کوفت وبیزاریت کے ساتھ بیٹھی رخسار نے پہلو بدلتے ناپسندیدگی سے آنکھوں کو گول گھمایا تھا۔

"کیا مسئلہ ہوا ہے۔۔۔۔؟"

سوال ڈرائیور سے کرتے اس کی نگاہ اس کے تیکھے نقوش سے مزین چہرے پر تھی جس کی تیکھاہٹ اسے روبرو دیکھ حسب سابق تمتماہٹ میں بدل گئی تھی۔۔

جواباً پریشان ڈرائیور نے ملغوبہ سا کوئی غیر واضح مسئلہ بتایا تھا جو گاڑی کے ساتھ درپیش تھا۔

وہ جیپ آف کر کے اترا، دو منٹ تک اینجن کے ساتھ سر کھپانے کے بعد وہ ہاتھ صاف کرتا اسے مخاطب کرنے کھڑکی پہ تھا۔

اینجن کے ساتھ مسئلہ ہو گیا ہے اتنی جلدی ٹھیک نہیں ہو گا آجاؤ میں " ڈراپ کر دیتا ہوں۔۔۔۔"اندازِ تخاطب ہمیشہ کی طرح شناسائی کی حدود سے تجاوز کر بے تکلفی کی حدود کو چھوتا ہوا تھا۔

جو رخسار کو ہر بار کی طرح پہلے سے زیادہ زہر لگا تھا۔۔

مسئلہ ٹھیک ہو گا یا نہیں یہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔۔۔"وہ بھرپور غیریت " سے گویا ہوئی تھی۔

رخسار! بچکانی باتیں نہیں کرو، گاڑی کو ٹھیک ہونے میں واقعی میں بہت " ٹائم لگے گا تمہارا یہاں سنسان سڑک پر اکیلے گاڑی میں بیٹھنا ٹھیک نہیں ہے، اچھا نہیں لگتا، میں ادھر ہی جا رہا ہوں ڈراپ کرتا چلا جاؤں گا۔۔۔"وہ رسانیت سے بولا، جانتا تھا ہٹ دھرمی میں حریف زادے کے بعد اس کا ہی نمبر آتا تھا۔۔

سنسان سڑک اور اجنبی انسان میں زیادہ فرق نہیں ہوتا ہے۔۔۔"وہ تنک " کر بولی۔۔

"لیکن میں اجنبی نہیں ہوں۔۔۔"

پر جس سے آپ کا قریبی تعلق ہے اس سے زیادہ اجنبی میں کسی کو نہیں"

مانتی۔۔۔۔"کٹارنین اٹھا کر اس نے بڑا برجستہ وار کیا تھا جس پر معظم نے

گہرا سانس اندر کھینچا تھا۔

میرا اس کے علاوہ حویلی سے بھی بڑا ہی قریبی تعلق ہے اگر تم اسے چیلنج"

کرنا چاہتی ہو تو میں ابھی دی جان یا داجی کو کال کرتا ہوں واجب دلائل

کیلئے۔۔۔۔۔"ڈور کھول کر اترنے کا حکمیہ اشارہ مضبوط دھمکی کے ساتھ آیا

تھا۔

آپ کو لگتا ہے میں ڈرتی ہوں۔۔۔۔؟"بدک ہی تو گئی تھی وہ۔"

دل نشیں مکھرا یوں دہکنے لگا تھا گویا مظلوم سے ننھے افسر نے کوئی سنگین

گستاخی کر دی ہو شہزادی کی شان میں۔

چونکہ وہ اس سے بھی بڑے اکھڑ مزاج جمع ہٹ دھرم جمع خرد دماغ شخصیت

کا قریبی واکلوتا دوست تھا تو خاصا ٹرینڈ تھا ڈھٹائی میں۔۔

دونوں ہی بھائی بہن کے اندر آتش فشانی پہاڑ ہمہ وقت سلگتا رہتا ہے، خدا" جانے کس آتش گیر مادے سے خمیر اٹھا ہے ان کا۔۔۔" وہ زیر لب بڑبڑایا تھا۔

بی بی سا! وقت واقعی میں بہت لگ جائے گا آپ یہاں رہی تو حاکم سرکار خفا" ہوں گے مجھ پہ، اگر آپ بابو سا کے ساتھ چلی جائیں تو۔۔۔" آتش گیر مادہ کی طرح بھڑکی بی بی سا کو دیکھتے ڈرائیور نے ڈرتے ڈرتے ارضی ڈالی تھی۔

آجائیں فیشن ڈزائینر صاحبہ! ورنہ اس معصوم کو کل نئی نوکری تلاش کرنی" پڑے گی۔۔۔" مسمسی شکل ڈالے کھڑے ڈرائیور کی طرح اشارہ کرتے اس نے کہا تو وہ گیلی لکڑی کی طرح سلگتی ہوئی دانت کچکچاتی ترش نظر دونوں پر ڈال کر گاڑی سے باہر آئی تھی اور پچھلی نشست سنبھالنے کے ساتھ جتنی زور سے دروازے پر انتقامی کاروائی ہوئی تھی ڈور تو ڈور بیچارہ ڈرائیور تک اپنی جگہ اچھل پڑا تھا۔

جبکہ بھٹی صاحب آرام سے متبسم آنکھوں پر سن گلاسیز چڑھاتے آکر ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان ہوئے تھے جیپ سٹارٹ کرتے ساتھ پہلو میں خالی سیٹ پر نظر گئی تو متاسف تبسم ہونٹوں کے کناروں پر بڑے محتاط انداز میں پھیلی تھی۔۔

آفرین ہے بھٹی صاحب !آپ کو مشکل چیزیں ہی کیوں اٹریکٹ کرتی" ہے۔۔۔۔۔۔؟" جیپ کو حویلی کی سڑک پر ڈالتے اس نے خود کو لتاڑا تھا۔ جبکہ مہارانی صاحبہ کی مغرور نگاہیں دور کھیتوں میں لہلہاتے فصل کو حقیر نذرانہ پیش کر رہی تھی۔۔

یوں پیار سے ملنا بھی مناسب نہیں لگتا

یہ خواب کا قصہ ہے اسے رات پہ رکھ دو

اظہار ضروری ہے تو پھر کہہ دو زباں سے

!! یہ دل کی کہانی ہے روایات پہ رکھ دو

کچھ لوگوں کو ناپسند کرنے کی دماغ کے پاس ہزار وجوہات ہوتی ہیں اور نادان'
'دل اسے بے وجہ چاہے چلے جاتا ہے۔۔۔

مختصر و دبیز خاموشی میں گزارے سفر کے اختتام پر وہ اپنا بیگ سنبھالتی بے نیازی کے ساتھ پشت موڑے چل دی تھی اور وہ وہیں سے گاڑی لے گیا تھا۔

لبوں سے شائد ایک شکوہ کناں سرد سی سانس خارج ہوئی تھی جس کا کوئی مول کوئی پذیرائی کرنے والا فل وقت نہیں تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کسی کا سلونا عکس آنکھوں میں بسائے خیالوں کے دریچے پر بے وجہ بے سبب بیٹھے رہنا، مہکتے لہجے! سرسراتے آنچل، چنچل نینوں کی تعاقب میں لا متناہی فاصلہ طے کر بھی نگاہوں کا حالہ ایک پری وش چہرے کے گرد تسلسل سے

ڈالے رکھنا واردات دلِ کی ابتدائی علامات ہے جو آگے جا کر سنگین روپ دھار لیتی ہے۔۔

اور وہ لمحہ بہ لمحہ اس سنگین صورت حال کہ قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا جیسے کوئی غیبی قوت اسے کھینچ رہی ہو۔

! وہ جو سینا ٹھوک کر کہتا تھا میں بنجارہ ہوں میرا کوئی گھر کوئی ٹھکانہ نہیں ہے طلوع و غروع آفتاب ایک دہلیز و در دریچے سے دیکھوں ایسی میری کوئی قید نہیں !

آج اس کا ذہن و دل ایک نقطہ،

ایک چہر،

ایک لمحے پہ اٹکا ہوا تھا۔

ایک دہلیز تھی جسے چھونے کیلئے دل بے قراری سے وقت گزرنے کا انتظار کر رہا تھا۔

اڈتے بے قابو جذبات پر بند باندھ کر اس کی نگرانی کیلئے کل وقتی ملازمہ گھر میں چھوڑتے ہوئے اس نے دوسرے الفاظ میں نادان دل کو تسلی دی تھی کہ یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔۔

لیکن دل اسے فقط ذمہ داری تو نہیں مان رہا تھا۔

تین گھنٹے میں تیس سے زائد مرتبہ گھڑی دیکھتے کم از کم پانچ سے سات مرتبہ وہ نظیر کو بے وجہ کال کر اوٹ پٹانگ چیزیں پوچھ چکا تھا جس پر بیچارہ ٹھیک ٹھاک بوکھلا گیا تھا۔

میری جب طبیعت خراب تھی تب انھوں نے میرا خیال رکھا تھا میں اسی لئے سوچ رہا ہوں، کیونکہ میں کسی کا احسان نہیں رکھنا چاہتا۔۔۔" تین کا ہندسہ عبور کر رہی گھڑی پر کوفت بھری نظر ڈالتے بے دھیانی میں اس نے اونچی آواز میں دل کو ڈپٹا تھا۔

کس کی طبیعت خراب ہے۔۔؟" دھپ سے وہ پہلو میں گرا تھا۔"

حکیم صاحبہ کی۔۔۔" فی الفور تاثرات درست کرتا وہ سیدھا ہوا تھا۔"

واقعی۔۔۔۔؟"وہ اچھلا تھا۔"

اس میں اچھلنے جیسا کیا ہے۔۔؟"اس کی تیوریاں کر خنگی سے چڑھی" تھی۔۔

کیوں نہیں ہے پوچھو۔۔۔؟"پر جوشی سے قریباً وہ چیخا تھا۔"

جس پر دلاور کی بھویں سکڑ کر قریب آئی تھی مطلب اس کی زوجہ زخمی تھی اور موصوف کا جوش ابل رہا تھا۔

دیکھو ہر شریف، ایماندار، وطن کے ساتھ وفادار و بہادر فاریسٹ افسر کا" خواب ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں یہ دن آئے ایک دن وہ اس عظیم "عہدے پر فائز ہو اور۔۔۔۔۔

کیا بک رہے ہو۔۔۔"اس کی برداشت نے جواب دیا تھا۔"

اے خبردار! میں بڑے ابا بننے والا ہوں میں چاہے جو بکوں۔۔۔"اس نے" تغاخر سے کالر چڑھائے۔

"بڑے ابا۔۔۔؟"

ہاں ! نا۔اور میں ابھی بتا رہا ہوں بھلے ہمیشہ سے تم مجھ پر حاوی رہے ہو پر "
اس معاملے میں کوئی دھونس دھمکی نہیں چلے گی، میں تم سے پورے سات
مہینے بڑا ہوں سو میں تو بڑا ابا ہی بنوں گا۔۔۔"ہاتھ جھاڑ کر وہ اپنے حق میں
مظبوطی سے کھڑا ہوا تھا۔

زیر لب سڑکتی شریر مسکراہٹ کی الگ داستان تھی۔۔

کیا اناپ شناپ بول رہے ہو۔۔۔۔۔۔؟"دلاور جھلا گیا تھا۔"
جبکہ پاس جگالی میں مصروف شہنشاہ صاحب نے بھی سونڈ سے سر کھجاتے
ننھے افسر کی جوش و خروش کا سر اڈھونڈا چاہا۔

سوری یار متر اتو تو اس سے پورے چھ سال چھوٹا ہے، اس حساب سے تو بنا"
چاچو۔۔۔۔"اس کی بتی اب تک نہ جلنے پر اس نے متر اکی پشت سہلاتے
اظہار ہمدردی کیا تو یکایک ہی دلاور کہ دماغ کی بتی جلی تھی۔

"!گھامڑ ذلیل انسان"

اور اگلے ہی لمحے یکے بعد دیگرے مضبوط لیدر کے جوتے سلامی پیش کرنے آئے تھے پر اس کے پہلے سے چوکنا ہونے کہ باعث نشانہ بری طرح خطاء ہوئے تھے۔۔

جاہل، بیہودہ، نامعقول انسان ان کے پیر پر چوٹ آئی ہے۔۔۔"غصہ و" خفت سے وہ کان کی لو تک سرخ تھا ہری ہری رگیں خجالت سے ٹھہر گئی تھی۔۔۔

کیا۔۔۔۔!!!"دوسرے ہی پل اسکرپٹ کے مطابق وہ چکرا کر مترا کے" پیٹھ پر گرا تھا۔۔

جس پر مترا نے کوفت سے آنکھوں کو گھمایا تھا جبکہ اس کی اوور ایکٹنگ اوور فلو ہو رہی تھی۔

نہیں!!! یہ۔۔یہ میں کیا سن رہا ہوں مترا۔۔۔؟افففف!!مترا میرا بڑے" بابا اور تیرا چاچو بننے کا خواب بننے سے پہلے ہی چکنا چور کر دیا

"اس۔۔اس۔۔انسان نے۔۔مترا۔۔آاااا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"!آج زائع ہو جاؤ گے تم واہیات آدمی"

دلاور کے کڑے تیور لئے لپکنے پر وہ فوراً کھیتوں کی طرف بھاگا تھا۔

پھر قریب پانچ سے سات منٹ تک دونوں کھیتوں میں دوڑتے رہے تھے

وجہ دل گردے والے ننھے افسر کا ہانپتے ہوئے بھی مسلسل دہائی آمیز گل

افشانیوں سے باز نہ آنا تھا۔

"اچھا! بس۔۔بس اور نہیں۔۔۔۔"

بلا آخر وہ تھک کر پھولتی سانسوں کے ساتھ کھیت میں گرا تھا۔

تو کچھ دور پر دلاور بھی بکھرے تنفس کو ہموار کرنے کیلئے ٹھہر گیا تھا۔

"ویسے کیسے چوٹ آئی بھابی کو۔۔۔؟"

تم سے مطلب۔۔؟" وہ تنک چکا تھا۔"

جس جس سے تیرا مطلب ہے اس سب سے میرا مطلب ہے ظالم"

سا۔۔"دونوں ہاتھ پھیلا کر وہ مٹی میں لیٹا تھا۔

صفائی کے دوران رائفل گرالی تھی انھوں نے پیر پر۔۔۔"سر کہ نیچے "
دونوں ہیتھیلی لیتاوہ دھان کی فصل کی بوائی کیلئے ہموار کئے گئے کھیت میں
چت لیٹ گیا تھا۔۔

"اپس! ڈاکٹر کود کھایا۔۔۔؟"

ہاں! کل ڈاکٹر دیکھ کر گئی تھیں، بہتر ہے وہ۔۔۔"بند آنکھوں کے پار اس"
کا خفا خفا چہرہ لاتا ہوا وہ عجیب سے انداز میں جواب دہ ہوا تھا۔
پھر کچھ ساعت دونوں طرف خاموشی کا دورانیہ قائم رہا تھا۔

دلاور! زندگی کا یہ واحد ایک ایسا سفر ہے جس میں ہمدم کا ہمقدم ہونا لازم"
ملزم ہے، کسی کو اتنا انتظار نہیں کروانا چاہئے کہ جب تک ہم ساتھ چلنے کہ
فیصلے تک پہنچے دوسرا فریق تھک کر واپسی کا فیصلہ کر چکا ہو، انتظار سے بڑا بوجھ
انتظار سی زیادہ تھکن کسی چیز میں نہیں ہے۔"کہنی کے بل چہرہ اٹھاتا معظم
گویا ہوا تو اس نے اس کی سمت گردن گھمائی تھی۔

آنکھوں میں جذبات کا موجزن طوفان تھا تو ساتھ ان میں ماضی کے تجربوں کی تلخیاں بھی خدشہ و وسوسے بن کر تیر رہی تھی۔۔۔

انھوں نے تمہیں جیتا ہے، اپنے صبر سے، اپنی ہمت سے، اپنی ریاضت " سے، اپنی محبت سے، ان کا حق اور تمہارا فرض ہے کہ تم انہیں فتح مندی کا

"احساس سونپوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جواب میں وہ کچھ نہیں بولا تھا۔

کیونکہ وہ اعترافِ شکست سے خائف نہیں تھا۔

زندگی کے ہر موڑ نے اسے رشتوں کے معاملے میں شکست سے دوچار کیا تھا۔

لیکن اس شکست کا ذائقہ الگ تھا کسیلا سا،

اس شکست کا درد الگ تھا میٹھی چبھن سی،

اس شکست کا فاتح جدا تھی دشمنِ جاں سی،

جس کی پر اعتمادی سے اٹھتی نگاہیں اس کا چین و قرار لوٹ کر اسے پینو ٹائز کر جاتی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

اسے معظم کی باتوں کا اثر کہیں یا باغی دل کی سرکشی کہ بادشاہِ فلک کہ سامانِ سفر باندھنے سے پہلے ہی جیپ گلستان بہار کی حدود میں داخل ہو گئی تھی۔۔۔ شہنشاہ کو کھانا ڈالنے کے بعد وہ اندر آیا تھا۔اس کے اندر قدم رکھتے ہی مقدس کے پاس بیٹھی ملازمہ سلام کرتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی جبکہ اس نے سلام کرنے کے بعد خفا نگاہیں واپس کتاب کے اوراق پر مرکوز کر لی تھی۔۔۔

"!سنئیے"

ٹاول سے چہرہ صاف کرتا ہوا واش روم سے برآمد ہوا تھا کہ عقب سے ابھرے مخصوص طرز تخاطب پر رگوں میں ایک برقی لہر نے انگڑائی لی تھی۔

"ہمیں آپ سے بات کرنی ہے۔۔۔۔"

کہیں۔۔۔"ضبط کرتے وہ آئینے کے مقابل کھڑا ہوا تھا۔"

بیک وقت جادو بیانی و طلسمی نگاہوں کی تاب لانا کہاں آسان تھا۔

"ہم دو لوگ ہیں، کمرے بھی دو ہی ہیں، اس کیلئے آپ نے تین ملازمائیں رکھ لئے، مطلب ضرورت کیا ہے برائے نام تو کام نکلتا ہے جو ہمیں ہی کم پڑتا ہے۔۔۔۔"حریف زادے کی طرح اس کی زوجہ کا شکوہ بھی جگ سے جدا تھا۔

عام بیویاں کام زیادہ ہونے پر روتی ہیں اور یہ محترمہ کم ہونے پر خائف تھیں۔۔

لیکن ادھر دھیان کون دے رہا تھا،

"دیکھیں خواہ مخواہ کی فضول خرچی کی کوئی ضرورت نہیں ہے،، پیسے پیڑ پر نہیں لگتے ہیں، ایک دو دن میں ہم بالکل ٹھیک ہو جائیں گے، تو پھر مسئلہ ہی

نہیں کوئی۔۔۔"سرے سے توجہ ہی نہ ملنے پر وہ اترنے کی کوشش کرنے لگی تھی کہ۔

وہ سنجیدگی سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا تھا۔۔۔

پورے گلستانِ بہار میں روزانہ 87 ملازم کام کرتے ہیں،اور سیزن ہو تو دو" سو سے بھی زیادہ،اور سب کی تنخواہ میری کمائی میں ایڈجسٹ ہو جاتی ہے، بڑا جاگیردار نہ صحیح بالکل کنگال بھی نہیں ہوں، فکر نہیں کریں۔۔۔۔"انداز خاصا بے نیازی سمیٹے ہوئے تھا۔

"پر۔۔۔۔"

پر آپ حکم کریں تو میں سب کو فارغ کر سکتا ہوں، کیونکہ حکم کی سرتابی کی" "جرات تو نہیں کر سکتا۔۔۔۔

"پر۔۔۔۔"

پر آپ حکم کریں تو میں سب کو فارغ کر سکتا ہوں، کیونکہ حکم کی سرتابی کی" جرات تو کرنا ممکن نہیں رہا اب۔۔" بڑی فرصت سے اس نے اپنی گہرائی میں اترتی ہوئی نگاہوں کو چار کرتے مقدس کو گڑبڑانے پر مجبور کیا تھا۔

اب۔ایسا بھی نہیں ہے۔۔۔" وہ سمٹ سی گئی تھی۔"

اچھا۔۔۔؟" پر تپش نگاہوں کا ارتکاز اس کے ہلکے ہلکے لالی بکھیر رہی" گلابی نقوش و دانستہ نگاہیں چار کرنے سے گریزاں ادھر ادھر بھٹکتی پلکوں پر گاڑے اس نے ایک قدم قریب لیا۔

سسس۔۔اللہ جی۔۔۔" جواباً اس نے پیروں کی قریب کھینچا تھا اور لبوں" سے نکلنے والی درد بھری سسکی بے ساختہ تھی۔۔

افففف!! کیا کرتی ہیں آپ۔۔۔" اپنے درد پر تڑپ اٹھنے کے انداز میں وہ" فوراً اس کے قریب ٹکا تھا۔

پیر۔۔پیر نہیں چھوئیں۔۔۔۔۔" اس نے درد میں بھی سمٹ کر پیر" چھڑانا چاہا لیکن مقابل کی خفگی لئے اٹھی نگاہوں نے چپ کر دیا تھا۔

پیر میں اتنا سوجن آیا ہوا ہے آپ نے صبح بتایا کیوں نہیں"

مجھے۔۔۔۔"نازک سی گلابی پیر کی سوجی ہوئی پنڈلیوں پر نرمی سے انگوٹھا

پھیرتے اس نے سختی سے پوچھا کم گھر کا تھا۔

جس پر اس کی انگوٹھے کی لمس سے سمٹ رہی مقدس لب چبانے لگی تھی۔

پوچھا ہے میں نے آپ سے کچھ۔۔۔۔"لیکن وہ کچھ دیر پہلے کی رعایت و"

رواداری کو پس پشت ڈالے فکر کو غصہ کا روپ دئے باز پرس کر رہا تھا۔

جسم کے کسی بھی حصے پر چوٹ آنے کے بعد اس جگہ کا سوج جانا معمولی سی"

"بات ہے،ایک دو دن میں ٹھیک ہو جائے آپ خواہ مخواہ۔۔۔۔

آپ خواہ مخواہ ڈاکٹر مت بنیں حکیم صاحبہ!۔۔۔"وہ ٹوکتا ہوا اپنی جگہ سے"

کھڑا ہوا تھا۔

ہم حکیم ہیں پر ڈاکٹر نہ بنیں عجیب منطق نہیں ہو گئی۔۔۔؟"وہ غیر واضح"

آواز میں بڑبڑائی۔۔۔

کچھ کہا۔۔۔؟"اس کے قدم رکے۔"

جی کہاں تو۔۔۔"اس نے دھرلے سے اعتراف کیا تھا۔"

کیا۔۔۔۔؟"اس کی بھویں اٹھی تھی۔"

ہم من و عن الفاظ نہیں دہرا سکتے۔۔۔"بیڈ کراؤن سے پشت ٹکاتے اس" نے صاف گوئی سے کام لیا۔

اچھا! مطلب میں مانوں کے میرے متعلق کچھ غلط کہاں"

ہے۔۔۔۔۔؟"نگاہیں براہ راست فرصت سے واپس اس دلکش چہرے کا طواف کرنے لگی۔۔

دل میں رکھ لیں تو'بغض' کہلائے گا،اور کھل کر کہہ دیں تو'بے ادبی'''

ہو جائے گی،اور گستاخی کے مرتکب ہم ہو نہیں سکتے،اس لیئے ہم کہہ بھی دیتے ہیں اور آپ کو سناتے بھی نہیں۔۔بلا آخر آپ ہمارے شوہر ہیں آپ کا احترام ہم پر لازم اور ہماری پہلی ترجیح ہے۔۔۔"کیا خود اعتمادی میں لپٹا دلنشیں الفاظ میں گندھا سیاسی جواب تھا۔

دلاور سا تو حقیقتاً اَش اش کرا اٹھے تھے، جس کی ترجمانی کیلئے مرعوب تبسم نے ان کے گھنی مونچھوں تلے دبے لبوں پر گہرا گھیرا ؤڈالا تھا۔۔جو اس کے سوجے پیر کو دیکھ کر پل میں سمٹ بھی گئی تھی۔

درد ہو رہا ہے۔۔۔۔۔؟"فکر و احساس سے بھاری لہجہ سموئے وہ ایک" مرتبہ پھر پیر کے قریب آیا تھا۔

اتنا نہیں بس معمولی سا ہی ہے۔۔۔"خاصی تکلیف کو وہ معمولی کہتی نرمی" سے مسکرائی تو وہ تاسف سے سر ہلانے لگا۔

دفعتاً فون رنگ ہونے پر ایک خاموش مگر گہری مفکر نظر اس پر ڈال کر فون کان سے لگاتا ایک جانب بڑھ گیا تھا۔

"!!اللہ۔۔۔۔"

اس کے نگاہ سے ہٹتے ہی تبسم کی تہہ میں چھپی درد کی لالی واپس سے صبیح چہرے کا احاطہ کر گئی تھی۔جس کی شدت کم کرنے کیلئے وہ سر جھکائے ہولے ہولے انگلی کے پوروں سے اس حصے کو سہلانے لگی تھی۔۔۔

نمک پانی ہے اس سے سیک لیں افاقہ ہو گا فل حال کیلئے "اسے جو لگا تھا وہ" چلا گیا ہے باؤل کے ساتھ وائٹ ٹول مقابل رکھے جانے پہ اس نے چونک کر سر اٹھایا تو مقابل اسے کان سے بلوٹوتھ لگائے تولیہ اس کے تھامنے کا منتظر پایا۔۔

ہو جائے گا آپ سے۔۔۔۔؟"اس کے ٹوول تھامتے ہی بے ارادہ اس کی" زبان سے سوال پھسلا تھا۔

جواباً اس نے ہولے سے پلکوں کو جنبش دینے پر اکتفا کیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

تاہم اس کے متبسم چہرے سے مطمئن کرنے کی کوشش سراسر رائیگاں گئی تھی،اس کا خوش کن احساس مقدس کو اس کے بعد اسے غیر محسوس انداز میں آس پاس ہی موجود دیکھ کر بخوبی ہو گیا تھا۔جو بیڈ کی دوسری جانب غیر ضروری چیزوں کے ساتھ ٹک گیا تھا۔۔

اس کی نگاہوں کی جنبش سے اس کی ضرورت سمجھ جانا،

اس کی ذراسی حرکت سے بظاہر ادھر ادھر کی چیزوں میں مصروف اس کا

متوجہ ہو جانا،

گاہے بگاہے نظروں کا ارتکاز تو خیر وہ محسوس کر ہی رہی تھی۔

عموماً گلستان بہار میں اس کی محبوبہ جیب داخل شام کے سائے تلے ہوتی تھی

اور کاٹیج کے احاطے میں موصوف رات کے گہرے سایے تلے قریب دس

گیارہ بجے داخل ہوتے تھے درمیان کا سارا وقت ان کا اپنے عزیز از جان

دوست، ہم راز، ہمدم 'مترا جی' کے ساتھ گزرتا تھا۔

اور آج مترا کا خاص وقت اسے عنایت کیا گیا تھا۔ لیکن کھل کر منظر عام پر آنا

جتانا اظہار کرنا محترم کی سرشت میں کہاں تھا۔۔

فقط خود کو مصروف ظاہر کرنے کیلئے وہ بھی کتاب کے اوراق کو الٹ پلٹ

رہی تھی ورنہ دھیان کے سارے دھاگے تو اس ستم گر کی عنایت کے انوکھے

و اچھوتے انداز سے محظوظ ہونے لگے تھے۔

کس قدر نا قابل یقین لمحہ تھا یہ بھی وہ زمانے بھر میں اپنی بے نیازی و بے رخ مزاج کیلئے مشہور اپنے نام سے ہی حریف زادہ اس پر توجہ کے موتی لٹا رہا تھا وہ بھی بے حساب۔۔۔!

یونہی آنکھوں کو بھا گیا وہ شخص
ہم نے محبت کرنے کا کہاں سوچا تھا!

معنیٰ خیزی سے درمیان کلام کرتی ہوئی خاموشی میں درپردہ آنکھوں ہی آنکھوں میں گفتگو کرتے پہروں کا حالہ گہرا ہوتا عشاء کا وقت آن پہنچا تھا اس کے ہمراہ جا کر وضو سے فارغ ہو کر مقدس نے نماز ادا کی تھی۔ پھر جب وہ اسے کرسی سے بیڈ تک لیجانے کیلئے مدد کرنے قریب آیا تو اس کے لبوں سے نکلے اجازت طلب جملے پہ وہ ٹھٹھکا گیا۔

کیا کہا۔۔۔۔؟"اس کے ماتھے پر نا فہمی کے بل نمودر تھے۔"

ہم نے کہا ہم ابا کے یہاں چلے جاتے ہیں، وہاں حاجرہ مریم لوگ ہیں تو وہ" ہماری مدد کر دیا کریں گی، آپ کو خواہ مخواہ زحمت ہو رہی ہے۔۔۔۔؟"اس کے تیوروں کے پیش نظر اس کا انداز دھیما مفاہمت آمیز سا تھا۔

جواباً اُس نے بے تاثر نظر چند ساعت کیلئے اس کے اجازت طلب نینوں سے چار کی جس کے تاب نہ لا کر پلکوں کی جھالڑ جھکا لینے پر احتیاط سے اپنے سہارا لا کر بیڈ پر بٹھاتا ہوا وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔

پیچھے مقدس اس کی خاموشی سے کچھ اخذ نہ کرتی ہوئی آنکھیں موند گئی تھی۔۔۔

اگر یہ حقیقت تھی کہ اس کے اندر کی عام سی محبت و توجہ کی طالب لڑکی کو یہ فکر و احساس کا انداز خوش گماں کر رہا تھا تو حقیقت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ وہ معمولی سی چوٹ (اس کے مطابق) کی وجہ سے اپنا ذاتی کام بھی اس دیو ہیکل اپنی ذات میں شہزادے سے کم نہیں شخص سے لیتی عجیب محسوس کر رہی تھی۔۔

اب یہ خفا ہو کر گئے ہیں یادی جان کہ نظریہ سے سوچیں گے ہمیں بھیجنا"
ہے یا نہیں۔۔۔۔؟"ادھ کھلے دروازے سے سیڑھیوں پر بیٹھے دلاور کو
دیکھتی وہ بڑبڑائی تھی۔۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بڑے ہی کوئی کنفیوژ شخصیت ہیں ڈاکٹر صاحب! ایک جانب کہتے ہیں کوئی"
'لینا دینا' نہیں ہے اور دوسری سمت سارے 'لین دین' روبرو واسرار بحال کر
رکھے ہیں آپ نے۔۔؟"جبران کاؤنٹر پر کہنی ٹکاتا معنٰی خیزی سے گنگنایا تو
بقیہ دونوں نے 'ہمم' کرتے ہوئے جبران کی نگاہوں کی تعاقب میں دیکھا
جہاں بالکل کونے میں پڑے الگ تھلگ ٹیبل پر وہ ہمیشہ کی طرح چہرے پر
دنیا جہان کی سختی وبیزاریت بکھیرے لیپ ٹاپ میں محو تھی جو بدر کا تھا۔۔
یہ آپ کا اپنا دماغی خلل ہے اور دماغی خلل کا درست و مکمل علاج بد قسمتی"
سے آج تک نفسیات نے بھی دریافت نہیں کیا ہے۔۔۔۔"کافی مگ تینوں

کی جانب کھسکاتے اس نے دل سے سے نفسیات کی اس ناکامی پر افسوس کیا تھا۔۔۔

ہائے! اگر یہ دماغی خلل اور نفسیات کی نااہلی ہے تو میں کہوں گا کیا"

خوبصورت ناکامی ہے جس کے بدولت وہ شخصیت روبرو نظر آرہا ہے جس کی تصور تک کا خیالوں سے گزرنا ممنوع مانا جاچکا تھا۔۔۔" جبران نے انتہائی کوئی ٹھنڈی آہ بھرتے شکر ادا کیا تو کاؤنٹر پر کپڑا مار رہے بدر نے فہمائشی نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔

ڈاکٹر کوٹنیس سے ان کے فیملی ٹرمز ہیں، وہ یہاں اپنی ریلیٹو کے ساتھ آئی" ہیں جو نیچے ڈاکٹر کے ساتھ مصروف ہیں، انھیں ارجینٹلی لیپ ٹاپ چاہئے تھا تو میں نے دے دیا، ان کی یا میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی کرتا اس میں کچھ بھی ویسا نہیں جیسا آپ خواہ مخواہ پوٹرے کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔۔؟" جبران اور بقیہ دونوں کی مستقل چھیڑتی نظریں خود پر مرکوز

دیکھ اس نے سنجیدگی سے بتاتے اس بات کو پوری طرح حذف کر گیا تھا کہ وہ بذات خود یہاں کی مرئضہ ہیں۔۔

"تو ہم نے کب کہا وہ آپ کی مرئضہ ہیں۔۔۔"

"!!جبران۔۔۔۔"

اہ! سوری۔۔ سوری۔۔ آپ کو لڑکیوں سے راست یا بلواسط لنک اپ ہونا" نہیں پسند۔۔۔۔ "ڈرنے کی اداکاری کرتے وہ ہاتھ اٹھا کر پیچھے ہوا تھا۔۔

جس پر وہ نفی میں سر ہلاتا کاؤنٹر سے گھوم کر نکلتا ہوا وہیں قریب پڑی خالی ٹیبل پر بیٹھ گیا تو وہ تینوں بھی اپنا اپنا کافی مگ اٹھائے وہیں چلے آئے تھے۔۔

ان کا کانووکیشن فنکشن دو ڈھائی ہفتہ پہلے ہی ہوا تھا۔۔اس کے بعد وہ لوگ گھومنے نکل گئے تھے۔ گو کہ بدر کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن جبران اور باقی سب کی ضد کے آگے اسے ہتھیار ڈالنے پڑے تھے دو دن پہلے ان کی واپسی ہوئی تھی اور آج رات جبران کی فلائٹ تھی ان سب کا ارادہ ڈنر کے بعد اسے ایئرپورٹ چھوڑنے جانے کا تھا اور ابھی وہ لوگ بدر کو پک اپ کرنے 'کیفے'

آئے ہوئے تھے جہاں وہ آج شوقیہ ہی آیا تھا۔۔ورنہ تو ایگزام سے پہلے ہی اس نے جاب چھوڑ دی تھی۔۔

زندگی میں کوئی ملال نہیں ہے سوائے اس کے کہ یو کے آیا اور بنا کسی 'میم" شیم' کے جا رہا ہوں، ایمان سے بڑی بے عزتی ہو گی کزنز اور دوستوں میں۔۔۔۔"کافی مگ ٹیبل پر پٹختے جبران کی ہزاروں لاحاصل حسرتوں میں سے ایک اور سرد آہ کی صورت نکلی۔۔

جبران لغاری!!!"اور حسب سابق وروایات اس فضول گوئی پر بدر کی" سرزنشی آواز گونجی تھی جو باقینوں کا حظ اٹھاتا ہوا ہوا قہقہہ پورے کیفے میں گونجا تھا۔۔

ہاہاہا۔۔تمہارا کیا ہو گا ڈاکٹر بدر۔۔۔؟ایسے پہنچے ہوئے سادھو سنتھ انسان" ہو، ارے! مجھے تو خدشہ ہے تمہیں لڑکی ملے گی بھی کہ نہیں۔۔۔۔"جی بھر کے گلا پھاڑ لینے کے بعد وہ نئی فکر کے ساتھ بدر کی جانب جھکا تھا۔

ایمان سے کہتا ہوں مجھے لگتا ہے تمہارے لئے لڑکی آرڈر پہ بنوانی ہو گی جسے "
ہوا تک نے نہ چھوا ہو۔۔۔ بھئی ! اتنا سینت سینت کر رکھا ہوا ہے تم نے خود
کو ڈیزور کرتے ہو تم ایک گہرے سمندر کی پرت میں دنیا کی نگاہوں سے
"چھپی ہوئی گوہر نایاب دوشیزہ اور۔۔۔۔۔

بس ! بس ! آپ کو میری فکر میں گھلنے کی ضرورت نہیں ہے ڈاکٹر "
جبران۔۔۔۔"اس کے سمندر کے گہرائیاں ناپ آنے کے انداز پر اس نے
ہاتھ اٹھا کر ٹوکا تھا۔

جواباً جبران واپس کچھ کہنے کیلئے لب وا کرنے ہی لگا تھا کہ گولی کی سپیڈ سے
لیپ ٹاپ اٹھائے اپنے ٹیبل کی سمت آ رہی وردہ کو دیکھ لب بھینچ کر مودب
سا پیچھے کھسک گیا۔۔

اس کے یوں اچانک سے شرافت کا چولا اوڑھنے پر بدر نے چونک کر اس
سمت دیکھا جہاں سے وہ سرخ چہرہ لئے فاصلہ سمیٹ رہی تھی، جس کی سرد

آنکھوں سے پھوٹتی چنگاریاں دیکھ بدر کو بری شدت سے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

یہ فوٹوز کس کی ہیں۔۔۔۔؟"تقریباً پٹخنے کے انداز میں لیپ ٹاپ ٹیبل پر" رکھتی وہ بڑے ضبط سے سوال گو ہوئی تھی۔۔

اینی پرو بلم۔۔۔؟"ایک نظر سکرین پر ڈالتا وہ متعجب سا کھڑا ہوا تھا۔"

میں نے پوچھا یہ فوٹوز کس کی ہیں۔۔۔۔؟"اس کا دانت پر دانت جما کر" سوال دہرانے کا انداز اس کے اندر سب تہس نہس کرنے اٹھے طوفان کے آگے معمولی سا ڈھال تھا۔

"آپ بیٹھ کر میری بات۔۔۔۔"

ٹو ہیل وتھ یور بیٹھنا۔۔۔۔"ہزیانی انداز میں چیختے ہوئے اس نے ٹیبل پر" ہاتھ مارا تو جبران سمیت پورے کیفے میں موجود گیسٹ ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھے تھے۔۔۔

وردہ! کیا ہو رہا ہے یہاں۔۔۔۔؟" تبھی وہاں داخل ہوئی فاطمہ بی تیزی"
سے اس کی جانب لپکی تھی۔۔

متحمل و مفاہمت پرست بدر کے ماتھے پر بکھری لکیروں نے انھیں بہت کچھ غلط ہونے کا پروثوق اشارہ دیا تھا۔جو سرخ ڈوروں سے مزین آنکھوں کے ساتھ اپنی جانب مڑی وردہ کو دیکھ مزید تقویت حاصل کر گیا تھا۔۔

آپ انھیں پہلے سے جانتی ہیں ناں۔۔۔؟ڈنائے کرنے کی کوشش مت" کیجئے گا،ایم ناٹ اینسین۔۔۔۔۔؟"لیپ ٹاپ کا رخ ان کی جانب موڑتی ہوئی وہ خون آشام آنکھوں میں اتری نمی میں تیرتی بے یقینی کی کرچیاں لئے تن فن کرتی وہاں سے نکلی تھی۔۔

اس کے پیچھے دوڑ لگانا بیکار تھا تبھی فاطمہ بی بجائے اس سمت قدم اٹھانے کہ نڈھال سی خالی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ان کی حالت دیکھ کر ہی لگ رہا تھا اس لمحے ان کا ذہن بالکل مفلوج ہو چکا ہے۔اس صورت حال پر کسی قسم کی وضاحت تو درکناں وہ دو حرف تک کہنے سے قاصر ہیں۔۔۔۔

بدر کے اشارے پر جبران نے پانی کا بوتل لا کر انھیں دیا تھا جس کے تھکے تھکے گھونٹ بھر کر وہ خاموش کھڑے بدر کو دیکھنے لگی تھی لیکن بولی کچھ نہیں تھی۔۔

میں جانتی ہوں وردہ کے اس سنگین برتاؤ نے آپ کے ذہن میں بہت سے " سوال اٹھائے ہیں، جس کا جواب دینے کی میں پابند ہوں، لیکن تھوڑا وقت چاہتی ہوں الفاظ کے چناؤ و ترتیب کیلئے جو موزوں ہوں وضاحت کیلئے۔۔۔۔۔۔۔۔" بہت دیر کے بہت انھوں نے پژمردگی سے نشست چھوڑتے ہوئے اجازت چاہی تھی۔

جواباً بدر نے محض سر کو جنبش دینے پر اکتفا کیا تھا۔۔

ذہن میں وردہ کے اس شدت پسندانہ رد عمل نے جھکڑ پکڑ شروع کر دی تھی بلا آخر وہ بندہ بشر تھا جو غیر متوقع حالات و برتاؤ سے متاثر ہوتا ہے۔ لیکن اس نے خود کو کافی حد تک مس فاطمہ کی حالت کے پیش نظر کمپوز کیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

باران کے یہاں بزنس اسٹیبلش کرنے اور آفس بلڈنگ خریدنے کی خبر جس لمحے سے ناظمہ بیگم اور شہباز عثمانی کی کانوں میں پڑی تھی حویلی میں تناؤ کی فضا نئے سرے سے پڑاؤ ڈالنے لگی تھی۔ شائد یہی وجہ تھی جو باران نے رجسٹریشن تک سب راز ہی رکھا تھا۔

حتیٰ کے ابھی بھی وہ دانستہ اس موضوع سے احتراز برتا ہوا باہر نکل گیا تھا جس وجہ سے ناظمہ بیگم پیچ وتاب کھا رہی تھی۔۔

کیونکہ انھیں تو اپنے چشم وچراغ کو دستار کے ساتھ گدی پر ہی دیکھنا تھا بزنس کی خواری بھلا ان کا شہزادہ کیونکر اٹھائے جو ایک جاگیر کا اکلوتا وارث تھا ان کی دانست میں!

"یہ حویلی ہے یا تماشا گھر سمجھ نہیں آتی، ہر روز یہاں ایک ڈرامے کا طوفانی سین چل رہا ہوتا ہے۔۔۔۔" بے دلی سے پلیٹ میں چمچ چلا رہی رخسار خشونیت سے بڑبڑائی تھی۔

رخسار تمیز سے۔۔۔۔"رضوانہ بیگم نے بدقت گھبرا کر ٹوکا کیونکہ میرال"
پیچھے ہی برنر کے پاس کھڑی تھی۔۔
کیا تمیز سے بھئی ! کونسا مجھ ادنٰی سی رعایا نے شاہی خاندان کی شان میں"
گستاخانہ الفاظ کا استعمال کر لیا ہے، مہذبانہ انداز ہی تو اپنایا ہے، پھر بھی آپ کو
اعتراض ہے تو بے شک سولی پر لٹکا دیں۔۔۔"چمچ پلیٹ میں چھوڑ کر وہ
تسخرانہ ہاتھ جھاڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔
رخسار!!"رضوانہ بیگم نے آنکھیں دکھا کر سرزنش کرنا چاہا لیکن وہ مقابل"
رخسار تھی۔۔
کم آن ماں سا یار ! سارے اپنے اور ہمارے حقوق سے تو آپ دونوں ایک"
ناقابل تلافی جرم کی پاداش میں دستبردار ہو چکے ہیں، کم از کم ہمارے
بنیادی حقوق کو تو بخش دیں۔۔"وہ تلخی سے مسکرائی۔۔

رضوانہ بیگم نے درزیدہ نگاہوں سے میرال کی سمت دیکھا جو دی جان کا پرہیزی کھانا ٹرے میں رکھ کر ایک نرم سی مسکراہٹ ان کی جانب اچھالتی تیزی سے نکل گئی تھی۔۔

میں عاجز آچکی ہوں تم سے رخسار! تمہیں ذرا اندازہ بھی ہے تم کیا بولتی" ہو، کہاں اور کس کی موجودگی میں بولتی ہو، زبان کے آگے خندق ہے بس جو منہ میں آیا بولتی چلی گئی نہ ادھر دیکھا نہ ادھر۔۔۔۔۔"میرال کے دہلیز عبور کرتے ہی وہ بیٹی پر برسی تھی۔۔

بس نہ چلا کہ ایک جڑ ہی دے۔۔

غلط کیا کہا ہے، یہ حویلی یہ تخت یہ تاج یہ جاگیر وجائیداد سب شہباز عثمانی اور" ان کی آل واولاد کی ہی ہے، کیونکہ ہمارے والد محترم تو خود کو خود عاق کر چکے ہیں اس سب سے، پھر یہ روز روز نت نئے ڈرامے کر کے یہ لوگ اپنی حقوق واختیارات کی نمائش کیوں کرتے ہیں۔۔؟اور اگر کرتے ہیں تو ہم اس پر اظہار خیال کیوں نہیں کر سکتے۔۔؟ارے! میں کیسے بھول گئی ہم تو

شکست کھائے ہوئے راجہ کہ افراد خاندان سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں ناں۔۔۔۔"اس کی تلخ گوئی کی کوئی حد سرحد نہیں تھی۔

جب وہ زہر میں بجھے نوکیلے تیر سے الفاظ اپنی میں ذات کے ساتھ ہوئی ناانصافیوں کا احتساب کرنے پر آتی تھی تو قطعی بھی ماں کی احساسات کا خیال نہیں کرتی تھی۔۔

نجانے کونسا گناہ ہوا تھا جو تم جیسی اولاد نے جنم لیا ہے میری کوکھ" سے۔۔۔۔"گہرے دکھ وتاسف سے کہتی وہ وہیں بیٹھ گئی تو رخسار کہ نقوش کا احاطہ کئے تمسخرانہ مسکراہٹ تیزی سے سمٹ کر سرد سیل میں تبدیل ہوئی تھی۔۔

اب تو سزا مل گئی ناں ماں سا کیا کیا جا سکتا ہے، ویسے آپ کہیں تو جا کر متوقع" گدی نشین کی زوجہ کی احترام میں جو گستاخی ہوئی ہے اس کے لئے گڑگڑا کر معذرت طلب کر آتی ہوں۔۔۔۔؟"ماں کے چہرے پر بکھری اذیت کی پرچھائیاں دیکھ اس کے لہجے کا زہر مزید بڑھا تھا۔

چلی جاؤ یہاں سے رخسار چلی جاؤ۔۔۔۔۔"انھوں نے تھکے انداز میں سر"
اٹھا کر کہا۔۔

چلی جاؤں گی ماں سا بہت جلد! میرے لئے بھی اس ناانصافی و حق تلفی کی"
بنیاد پر کھڑی اونچی حویلی کی قفس زدہ ماحول کی گھٹن اب ناقابل برداشت
"ہو گئی ہے۔

سپاٹ لہجے میں اپنے ارادے بتاتی وہ وہاں سے نکل گئی تھی۔۔

جسے کم از کم رضوانہ بیگم نے سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آپ خواہ مخواہ ہی زحمت کر رہے ہیں، ہم بالکل ٹھیک ہیں ایک دو دن میں"
"پوری طرح ٹھیک ہو جائیں گے۔۔۔

شہر کے راستے پر رواں دواں گاڑی میں سوار اس نے ایک مرتبہ پھر وہی
تکلفانہ الفاظ دہرائے تھے۔۔

خواہ مخواہ تب مانا جاتا جب خالصتاً ہم اسی کام سے شہر جا رہے ہوتے، شہر میں " میرا زمین کے حوالے سے بھی کچھ کام ہیں، سو آپ زیادہ ذہن پر زور نہیں ڈالیں۔۔۔۔"اس کی ایک ہی تکلفانہ گردان سے چڑ چکا وہ چڑ چڑے انداز میں ہی بولا تھا۔

اس کی بیوی تھی وہ اگر وہ اسے ڈاکٹر کو دکھانے کیلئے شہر لیجا رہا تھا تو کونسا احسان کر رہا تھا۔۔؟ پھر کیوں حکیم صاحبہ مستقل مزاجی سے اس کے فرض کو کسی بھاری قرض کی طرح لیتی وضاحتیں پیش کر رہی تھی۔۔؟

اس کا دل انتہائی خائف تھا پہلو میں بیٹھی نقاب پوش ہمدم کی تکلفاہ رویہ سے۔۔

پر من موجی حریف زادے کا نادان دل کہاں پہلو نشیں دلبر اکی کیفیات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا جس پر ایک عرصے تک بے رخی کی برسات ہوئی تھی اب اچانک احساس و فکر، عنایت و التفات کی باران رحمت برساتا وہ بھرپور پذیرائی کی توقع رکھ رہا تھا۔

جبکہ مقابل یقین و بے یقینی کی منجھدار سے نبرد آزما جوابی کارروائی میں اپنا ردعمل طے کرنے کے کٹھن مرحلے سے گزر رہی تھی۔۔

گاڑی نے تیز رفتاری سے دوڑتے بھاگتے مناظر کو پیچھے چھوڑتے ہوئے کچھ اور فاصلہ سمیٹا جب گاڑی کے اندر کی خاموش فضاء میں فون کی گنگناہٹ ارتعاش پیدا کرنے کی وجہ بنی!

ہم ہیں منتظر اور وہ غائب

یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔۔۔۔۔؟

کال رسیو کرتے ہی دوسری جانب حسب موقع شعر ترنگ میں اچھالا گیا تھا۔چونکہ اندر دبیز خاموشی تھی تو مقدس کی سماعت بھی فیض یاب ہوئی۔۔

میں نے تمہیں وہاں شعر و شغل کی طبع آزمائی کیلئے نہیں، میری غیر"
موجودگی میں کام دیکھنے کیلئے بٹھایا ہے شائد!!"خوش ذوقی کے جواب میں
وہی ازلی بدذوقی ترسیل ہوئی تھی۔

ہم تو آپ کے حکم کے غلام ہیں سرکار سا! لیکن گستاخ غلام جاننا چاہتا آپ"
اپنے کام کو لیکر خبطی انسان کس اہم ولازم فعل کیلئے سارے کام پس پشت
"ڈال کر نکلے ہیں۔؟

ادھر انتہائی فرصت سے بیٹھا وہ بھرپور انکواری کی موڈ میں تھا۔

جواباً دلاور نے کسی خیال سے درزیدہ نگاہ پہلو میں ڈالی پر ادھر وہ باہر دوڑتے
مناظر میں محو تھی ایسا اسے لگا تھا کیونکہ مقدس انجان بن گئی تھی اب بندہ
کان تو بند نہیں کر سکتا ہے ناں۔۔۔۔؟

غلام کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ کام سے کام رکھے، ورنہ گستاخیوں کا انجام"
بھگتنے کیلئے تیار رہے۔۔۔؟"دانت چبا کر دھمکی بھیجی گئی۔۔

چڑ کیوں ہو رہے ہو۔۔ کونسا میں تمہارے خوبصورت لمحات میں کھیر میں" نمک کی طرح مخل ہو رہا ہوں، مانا کنوارہ ہوں لیکن ایسا ترسا ہوا بھی نہیں کہ لوگوں کا ٹائم خراب کروں۔۔۔۔؟" معظم کا بسورتا ہوا جواب بظاہر انجان بنی مقدس کے لبوں پر بے ساختہ تبسم لے آئی تھی۔۔

ابھی کیا کر رہے ہو پھر تم۔۔۔؟" دلاور حقیقتاً چڑ چکا تھا۔"

آئے! ہائے! مطلب معاملہ اس قدر سنگین ہو گیا ہے کہ اب درمیان ادنیٰ" سی موبائل کی موجودگی بھی رقیب معلوم ہوتی ہے۔۔۔۔؟" بات پکڑنا اور توڑ مڑوڑ کر اپنا مطلب پہنانا کوئی بھٹی صاحب سے سیکھے۔

"! جاہل انسان"

دلاور نے گڑبڑا کر ایک مرتبہ پھر پہلو میں نظر پھیرا اسے ہنوز ونڈو کے باہر متوجہ دیکھ بوکھلاہٹ طمطماہٹ میں بدلی۔۔

کوئی کام کی بات ہے تمہارے پاس یا خواہ مخواہ بی پی ہائی کرنے کیلئے کال کیا"
ہے۔۔۔؟"اب کے اپنے آتشی روپ میں آتے اس نے پہلو نشیں کو قطعی
نظر انداز کیا تھا کیونکہ اس کے علاوہ بھٹی صاحب کا کوئی علاج نہیں تھا۔

"ہاں نا بہت ضروری ہے۔۔۔"

"کیا۔۔۔؟"

"ہنی مون پر جا رہے ہو ناں۔۔۔؟"

"!!!!!!! معظم بھٹی"

سوری! سوری! اشتیاق حسین نہر والے کھیتوں میں پانی چھوڑنے نہیں"
دے رہا، اس کا کہنا ہے کہ وہ اپنے کھیتوں میں پانی ڈالنے والا ہے، پر
مزدوروں کا کہنا ہے کہ وہ لوگ کل ہی اپنے سارے کھیت سیراب کر چکے
ہیں۔۔۔۔"

لمبی چوری بکواس کے بعد بلا آخر اس نے کفر توڑا تھا۔۔

دو مرتبہ اس کی قسمت سے جان خلاصی ہو گئی ہے،اور اب اس کی ہڈیاں" سیک مانگ رہی ہے، خیر تم مزدوروں سے کہو ادھر نہ جائے میں آکر دیکھ لوں گا۔۔۔اور کچھ۔۔۔۔۔؟" بھینچے انداز میں ہدایت دیتے اس نے یوں ہی سوالیہ نشان چھوڑا۔

"ہاں! ایک اور ضروری بات تھی۔۔۔۔؟"

"کیا۔۔۔۔؟"

وہ۔۔وہ دراصل۔۔۔۔"سوچنے کا توقف لیکر بھی اس نے جملے کو تینوں" حصوں میں تقسیم کیا۔۔

ڈاکٹر کے پاس سے ناک کے سیدھے میں واپس گاؤں کا رخ کرنے کی ہر گز" ضرورت نہیں ہے، وہاں سے فارغ ہو کر بھابی کو لیکر مال شال جانا، ہو ٹلنگ وو ٹلنگ کرنا،اور میری سات نسلوں پر احسان عظیم کرتے ہوئے تھوڑے اپنے اندر پرتوں میں دبے ذوق و شوق حسِ لطیف جیسے جذبات کو اجاگر بھیکر نا، خواہ مخواہ بیچاری بھابی کو بور کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے،اور

خدا کا واسطہ ہے سڑے ہوئے منہ کے ساتھ چپ شاہ کا روزہ رکھ کر ہر گز

مت بیٹھنا تمہاری شرعی قانونی زوجہ ہے

کوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ننھے افسر کے ہدایات کا نا تمام سلسلہ جاری

ہی تھا کہ اس نے تیزی سے کال ڈسکنیکٹ کرتے نفی میں سر ہلایا۔

ٹھیک دو منٹ بعد واٹس ایپ پر وائس مسیج در آمد تھا۔۔

ہر معاملے میں دا جی کے ریکارڈز بریک کرتے ہوناں رومانس کے معاملے"

میں انھیں مات دو تو مانوں۔۔۔۔۔"وائس نوٹ کم پھلجھڑی نے حقیقتاً اس

کے کان کی لو تک سرخ کر دیا تھا۔خود مقدس بھی سمٹ سی گئی تھی شکر

نقاب نے چہرے پر بکھرے حیا کے رنگوں کا پردہ رکھ لیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

!!.ایک شہزادی نے پوچھا ہے رہائش کے لئے

!!دل میں رہنا ہو تو رہنے کا کرایہ کیا ہے

اُس کو شاید یہ بتایا نہیں کم ظرفوں نے؛

!!. عشق انسان نگل جاتا ہے سایہ کیا ہے

پھر واقعی انھوں نے ایک دوسرے کی ہمراہی میں ایک خوبصورت ترین و یاد گار دن گزارا تھا۔

بے شک آئندہ زندگی مزید دلکش لمحات سے مزین ہو سکتی تھی لیکن پہلا ہر چیز خاص ہوتا ہے،

!پہلا نشہ، پہلا خمار، پہلا عشق، پہلا اقرارِ شکست

گویا وقت نے بھرپور فیاضی سے انھیں لمحے کشید کرنے کا موقع دیا تھا۔

ایکسرے وغیرہ نکال کر ڈاکٹر سے فارغ ہوتے ہوئے وہ ہوٹل گئے تھے وہاں سے نکل کر اس نے گاڑی بوتیک کے آگے روک دی تھی۔

چونکہ ٹریٹمنٹ کے دوران ہوئی مالش کی وجہ سے درد میں افاقہ تھا دوسرا ڈاکٹر نے چوٹ کو سنگین نہیں بتایا تھا سو عذر کا کوئی پہلو نہیں نکلتا تھا۔۔

بدر اور حاجی حکیم کے بعد یہ تیسرا مرد یا شخص کہہ لیں تھا جس کے ساتھ وہ باہر نکلی تھی اور خود کو بے حد محفوظ محسوس کر رہی تھی اس کے مضبوط قلعے سے وجود کے حصار میں قدم اٹھاتے ہوئے۔

شاپنگ کا تو اس کا ارادہ نہیں تھا لیکن دلاور نے پہلے ہی دی جان کی خواہش کا نقطہ لگا دیا تھا سو سرینڈر کرنا پڑا۔۔ لہٰذا خانہ پڑی کیلئے اس نے ایک نفیس سا سوٹ سیلز گرل کی طرف بڑھایا۔۔

لیکن کاؤنٹر پر آنے تک چار شاپرز لائن میں منتظر تھے۔۔

"نکاح میں دی جان نے ہمیں بہت سے کپڑے دیئے ہیں سارے پڑے ہوئے ہیں، مزید کیوں۔۔؟ فضول خرچی کا بھی اللہ کے پاس حساب ہے۔۔۔۔"

"پچھلے سارے رجسٹر تو آپ نے کلیئر کر رکھے ہیں، کچھ مجھ گنہگار کی صحبت میں حساب کی لائن میں بھی لگا دیں۔۔"

نکاح میں دی جان نے ہمیں بہت سے کپڑے دئے ہیں سارے پڑے "
ہوئے ہیں، مزید کیوں۔۔؟ فضول خرچی کا بھی اللہ کے پاس حساب
ہے۔۔۔۔"اس نے پہلو تہی کا قصد بندھا۔
پچھلے سارے رجسٹر تو آپ نے کلئیر کر رکھے ہیں، کچھ مجھ گنہگار کی صحبت "
میں حساب کی لائن میں بھی لگا دینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔۔"کارڈ
سوائپ کیلئے دیتے ہوئے اس کا انداز بڑا ہی سرسری سا تھا۔۔
"لیکن۔۔۔۔"
لیکن!۔۔۔۔آپ نے ہی کہا تھا جہاں میں جاؤں گا آپ ساتھ چلیں "
گی، جب میرے رجسٹرز کا انبار لائن میں لگا ہو گا آپ کا خالی ہاتھ جھاڑ کر چل
دینا اپنے ہی قول کہ خلاف ورزی نہیں ہو جائے گی۔۔۔۔؟"کاؤنٹر سے
شاپرز اٹھاتے اس کی نقاب سے جھانکتی آنکھوں میں جھک کر جتاتے حسب
عادت وہ اسی کے دعویٰ کو بطور حوالہ پیش کرنا نہیں بھولا تھا۔

جس پر مقدس کو بقیہ الفاظ حذف کر اس کی شاہانہ انداز میں اٹھتے قدموں کی تقلید میں قدم اٹھانے پڑے تھے۔

وہاں سے نکل کر ابھی گاڑی نے بمشکل آدھے گھنٹے کا فاصلہ طے کیا تھا کہ ایک مرتبہ پھر بریک لگنے پر اس نے نقاب کی آڑ میں جھکی جھکی تھکان زدہ پلکیں اٹھا کر پہلو میں دیکھا جیسے پوچھ رہی ہی

'اب کیا باقی ہے سرکار؟'

وہ حقیقتاً آج کی بھاگ دوڑ سے تھک چکی تھی۔۔

"!ٹریفک سگنل"

اس کے معصومانہ دیکھنے کے انداز پر مسکراہٹ دباتے اس نے سرخ بتی کی جانب نگاہوں سے اشارہ کیا جس پر وہ خفت زدہ سی ہو کر سیٹ سے پشت ٹکاتی آنکھیں موند گئی تھی۔۔

دفعتاً گلاس ونڈ پر دستک ہونے پر اس نے آنکھیں کھولی تو باہر کڑی دھوپ میں دس بارہ سالہ بچی کو دھول مٹی میں اٹے چہرے پر تھکان زدہ مسکراہٹ لئے ہاتھوں میں پھولوں کا ٹوکرا اٹھائے پر امید نگاہوں سے خود کو دیکھتا پایا۔۔

نہیں چاہ۔۔۔۔۔" نفی میں سر ہلاتا وہ ڈیش بورڈ کی جانب ہاتھ لیجانے لگا تھا"

کہ مقدس بعجلت اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ گئی۔۔

"ہمیں چاہئے۔۔۔۔۔"

اہم۔۔۔۔؟"اس نے بھویں سکوڑی۔"

ہمیں واقعی چاہئے۔۔۔؟" وہ زور ڈال کر بولی مبادہ وہ بچی مایوس ہو کر چلی"

ہی نہ جائے جس کی مسکراہٹ پھیکی پڑ گئی چکی تھی۔۔

آپ ہاتھ آزاد کر دیں تو ہی یہ ممکن ہے۔۔۔"اس نے والیٹ کی جانب"

بڑھ رہے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا تو وہ ہاتھ کھینچ کر جھولی میں رکھنے ہی لگی تھی

کہ اس نے کلائی گرفت میں لیتے ہوئے والیٹ اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا تھا جواباً

حسب توقع کجراری نقاب پوش آنکھیں ناسمجھی سے پھیلی تھی۔۔

"سگنل کھلنے والا ہے آپ لے لیں جو لینا ہے۔۔۔۔"

بڑی فیاضی سے والیٹ سے دستبردار ہوتے اس نے شانے جھاڑے تو وہ جلدی جلدی والیٹ کھول کر کچھ بڑے بڑے نوٹ بچی کو تھماتی اس کی ٹوکری سے ہاتھ آیا گجرا لیکر پیچھے ہو گئی تھی۔۔۔

سگنل کھل چکا تھا گاڑی تیزی سے خالی روڈ پر آگے کی جانب دوڑی تھی پر اس کی مسکراتی آنکھیں سائیڈ مرر سے اس بچی کو دیکھ رہی تھی جس کے تھکان زدہ چہرے پر بڑی الوہی سی مسکراہٹ اجلی کرن کی طرح پھیلی ہوئی تھی اور وہ عجب کیفیات میں ڈوبی نگاہوں سے ڈیش بورڈ پر موجود پورے پچیس سو روپئے کے گجرے کو دیکھ رہا تھا جو اس کی بیوی نے پوری دن کی خواری میں اپنی مرضی سے خریدے تھے وہ بھی حق سے اس کے والیٹ سے پیسے نکال کر۔۔۔

گاڑی کی فضا تازہ گجرے کی خوشبو سے معطر تھی پر اصل کلیاں ان کی دلوں میں کھل رہے تھے۔ایک فریق مسرور تھا کسی کی مدد کر کے تو دوسرے کی رگ وپے میں سرشاری دور رہی تھی دوسرے کی استحاقانہ اقدام سے۔۔ لمحے، لہجے، وقت یا ہمسفر کچھ بھی از خود انمول وخاص نہیں ہوتے ہیں اسے دل کے محسوس کرنے کا انداز خاص بنا دیتا ہے۔

وہ دونوں وہی تھے، جنھیں روز اول سے تنہائی ہی تنہائی میسر تھی، وقت نے فیاضی سے انھیں لمحے کشید کرنے کا موقع دیا تھا لیکن خاص وناقابل فراموش لمحات کا خطاب 'اِن' لمحوں کو جا رہا تھا کیونکہ یہاں گلستانِ دل میں تبدیلوں کے دلنشیں موسم دو دلوں کو ایک ڈور سے باندھ کر امر کر رہے تھے۔۔

متاعِ جاں ہیں، میری عمر بھر کا حاصل ہیں

!وہ چند لمحے تیرے قرب میں گزارے ہوئے

اس نے درزیدہ نظر پہلو میں ڈالی وہ انہماک سے ڈرائیونگ میں مصروف تھا، پھر نظر ڈیش پر گئی اور پھر آہستگی سے تازہ موگرے کی ادھ کھلی کلیوں کی نرماہٹ کو انگلی کی پوروں پر محسوس کرتے نرمی سے انھیں کلائی میں سجا کر وہ سیٹ سے پشت ٹکاتی واپس آنکھیں موند گئی تھی۔۔

نہ ہو کر بھی پوری طرح اسی پر مرکوز اس کی نگاہوں نے ان پھولوں کی قسمت پر رشک کیا تھا جو ان گلابی کلائیوں کی نرماہٹ کو لپٹے ہوئی تھی۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ پیکینگ کیلئے اپنی ضروری چیزیں اکٹھا کرتا ہوا ساتھ ضروری ای میلز بھی موبائل میں چیک کرنے مصروف تھا جب دروازے پر ہوئی ہلکی سی دستک نے اس کی محویت کو توڑا۔۔

"!کم اِن"

بنا اسکرین سے نگاہ ہٹائے ہی اس نے مصروف سے انداز میں اجازت دیا تھا۔خیال یہی تھا کہ ملازم استری شدہ کپڑے لیکر آیا ہو گا۔

"وہاں بیڈ پر رکھ کر آپ چلے جائیں۔۔۔"

موہوم سی آہٹ پر شجر نما بک شیلف سے کتابیں اٹھاتے اس نے ایک اور حکم صادر کیا۔

لیکن دوسری جانب سی 'جی سا' یا 'حکم سرکار' جیسا کوئی روایتی جملہ موصول نہ ہونے پر بکز کی ترتیب پر دوڑ رہی اس کی نگاہ ترچھی ہو کر دروازے کی سمت گئی تھی اور وہاں ایستادہ وجود کو دیکھ پورا کا پورا سیدھا ہونے میں اسے سیکنڈ سے بھی کم وقفہ لگا تھا۔۔

اپنے صندل سراپے پر جامنی رنگ کا لباس زیب تن کئے چہرے پر سراسیمگی و حوادث کے کیفیات لئے وہ عین دہلیز پر یوں کھڑی تھی گویا یہ دہلیز باران عثمانی کہ دلکش و دیدہ زیب خواب گاہ کی نہیں مقتل گاہ کی ہو اور وہ وہاں قربانی کیلئے بھیجی گئی ہو۔۔۔

جب یہ چہرے سے ہی ظاہر تھا کہ محترمہ خاصے جدوجہد سے بھیجی گئی ہے اور جبر کی انتہا کرتے وہ اس دہلیز تک گھسیٹتی آئی ہیں تو پھر باران نے بھی خود

پہل کراس کا کام آسان کرنے کاارادہ ترک کر سینے پر بازو لپیٹتا اسے دیکھنے لگا تھا۔ جس سے اس کے چہرے کی گلابیاں پل پل شام کی لالی کی طرح گہری ہوتی جارہی تھی۔

اور پھر بلا آخر اس نے لب کشائی کا فیصلہ کر ہی لیا۔۔

وہ۔۔وہ دراصل دی جان نے کہا ہے کہ اگر آپ کو پکینگ میں کسی قسم کی" مدد درکار ہو تو ہم۔۔۔۔۔۔؟" منمناتے لہجے میں موصوفہ نے آفر کم اعتراف جرم زیادہ کیا تھا۔

جس پر باران کو سمجھ نہ آیا ٹھٹھا لگائے یا ماتھا ہی پیٹ لے اپنی خبط الحواس منکوحہ پر۔۔

تاہم دونوں ہی در عمل در پیش نازک موقع کیلئے قطعی نامناسب تھے تبھی گمبھیر لہجے میں گویا ہوا۔۔

"اس کی ضرورت نہ۔۔۔۔"

بہت زیادہ ہے۔۔۔۔۔"جملہ اچک کر عجلتاً مضراب بریک فیل ریل کی" طرح گھسی تھی۔۔

بہت زیادہ ضرورت ہے بھائی سا کو مدد کی، آپ بالکل نہیں جانتی ہیں بھابی" سا بھائی سا کی عادت، انھیں پیکنگ کرتے ہوئے کم سے کم بھی تین چار ذمہ دار لوگ چاہئے ہوتے ہیں، پر آپ ہوں تو ایک ہی کافی ہیں آخر کو آپ حویلی کی ذمہ دار ترین ہستی مانی جاتی ہیں، کیوں بھائی سا صحیح کہا ناں۔۔؟"جوش و خروش سے کہتی وہ پھدک کر باران کے برابر آتی اچک کر اس کے شانے پر ہاتھ جماتی آنکھ دبا کر مستفسر ہوئی۔۔

رابی!!!!!" باران نے آنکھوں سے باز آنے کا اشارہ دیا۔"

ہاں! ہاں! بھائی سا میں بتا رہی ہوں ناں۔۔۔۔"شانے سے ہاتھ ہٹاتے" اس کا ارادہ ہر گز بھی باز آنے کا نہیں تھا

بھائی سا کی پیکینگ بہت دھیان سے کرنی ہوتی ہے، کیونکہ جناب عالی کو" اپنی کوئی بھی امپورٹنٹ چیز کا چھوٹنا سخت ناپسند ہے، بقول آپ کے سر تاج

کہ یہ اپنی زندگی میں رکھتے ہی ساری امپورٹنٹ چیزیں ہیں، ویسے بھائی سا
آپ کی ایک خاص الخاص چیز چھوٹ رہی ہے اس مرتبہ بائے دا
وے۔۔۔۔۔"سیف ڈسٹینس مینٹین کرتے اس نے آنکھوں سے
ذو معنی اشارہ دیا تو نفی میں سر ہلاتے باران کے لبوں پر محظوظ کن مسکراہٹ
کھیلنے لگی ساتھ نگاہیں بھی ایک جانب اٹھی تھی پر مضراب کو سرزنش کرنے
نہیں بلکہ اس کی گل افشانیوں پر گلنار ہو رہی زوجہ کی سمت جو لب کچلتی بھاگ
جانے کے درپے تھی۔۔

"آپ کہیں تو میں۔۔۔۔"

مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے مس مضراب عثمانی! اب آپ پرمیشن"
گرانٹ کریں تو ہم پروسیڈ کریں۔۔۔بہت شکریہ یاد دہانی کیلئے بائے دا
وے۔۔۔۔"اسی کا انداز اپناتے اس نے لگے ہاتھوں دروازے کی طرف
اشارہ کیا۔۔

ہا!! بھائی سا آپ اپنی سگی بہن کو نکل جانے کیلئے کہہ رہے ہیں۔۔۔؟"اس" کا ہاتھ ڈرامائی انداز میں منہ پر گیا۔۔

مجبوری ہے۔۔۔"بنا متاثر ہوئے اس نے شانے اچکائے۔۔"

اب ایسی بھی کوئی خاص مجبوری نہیں ہے میں ادھر رک کر میرال کی مدد" کر دیتی ہوں بیچاری کا پہلا تجربہ ہے۔۔"وہ تنگ کرنے کا پینترا بدلنا چاہ رہی تھی لیکن بھول گئی تھی مقابل بیچاری میرال نہیں اس کا بڑا بھائی ہے۔۔۔

بقول آپ کے یہ حویلی کی جانی مانی ذمہ داری ہستی ہیں سوای ٹرسٹ"

یو۔۔۔"وہ اس کی کلائی تھام کر دروازے کی طرف بڑھا۔

"پر بھائی سا میں مدد۔۔۔"

آپ کی مدد کی نوعیت سے ہم محروم بھلے۔۔۔"دہلیز سے باہر کرتے اس" نے مضراب یا میرال کو سمجھنے دینے کا موقع دئے بغیر قبل دروازے کو مقفل کیا تھا۔۔

یہ۔۔یہ۔۔دددروازہ کیوں بند کیا۔۔۔۔؟"اس کے مڑتے ہی اس کا"
سراسیمہ سوال حاضر تھا۔۔
آپ کو کیا لگتا ہے۔۔۔۔؟"دونوں پوکیٹ میں ہاتھ ڈالتے باران نے گہرا"
انداز اپنایا تھا۔
آپ۔۔آپ کھول دیں دروازہ۔۔باہر ملازم موجود ہیں۔۔"غیر محسوس"
انداز میں ایک قدم پیچھے لیتے اس نے حتیٰ المکان لہجہ ہموار رکھنا چاہا۔۔
"تو۔۔۔۔؟"
"تو اچھا نہیں لگتا۔۔۔۔"
کیوں اچھا نہیں لگتا۔۔۔؟"بتدریج دو قدم سمیٹتے وہ گہری نگاہوں کا حالہ"
اس کے ہوائیاں اڑے چہرے پر گاڑے ہوئے تھا۔
آپ کھول دیں بس۔۔۔"ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کو دوپٹے میں لپیٹے وہ"
مزید ایک قدم پیچھے ہوئی تھی۔۔

صرف باہر موجود لوگ ہی نہیں، اس حویلی کے چاروں جانب پھیلے بارہ"
گاؤں کا بچہ بچہ جانتا ہے آپ میرے نکاح میں ہیں، ہم سرِ بزم ہمکلام ہوں یا
بند دروازوں کی تنہائی میں، کوئی ہم پر انگشت نمائی کی جرات نہیں کر سکتا،
لہٰذا لوگوں کے حصے کا خود سوچنا چھوڑ دیں، میرا حوالہ کچھ نہ صحیح آپ کو
بیرونی مذاکرات سے تحفظ ضرور فراہم کر سکتا ہے اتنا تو مجھے یقین
ہے۔۔۔۔۔"دو قدم کے فاصلے پر قدم روک کر بھاری مستحکم لہجے میں بہت
کچھ باور کراتا ہوا وہ پیچھے ہوا تھا پھر دروازہ کھول کر واپس شجر نما بک شیلف کی
طرف بڑھ گیا تھا۔۔
پیچھے وہ کتنی ہی دیر تلک اسی جگہ سر جھکائے کھڑی اپنی حرکت پر شرمندہ
ہوتی رہی تھی۔۔جب اس کی پکار پر وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔۔
میں اپنے ذاتی کام خود کرنے کا عادی ہوں، اگر آپ یہاں اتنا ہی ان"
"کمفرٹیبل فیل کر رہی ہیں تو آپ جا سکتی ہیں۔۔۔۔
اس نے طنزاً نہیں عام سے انداز میں کہا تھا۔

جواباً مزید حماقتیں کر خود شرمندہ کرنے کا ارادہ ترک کرتی گہری سانس کھینچ کر آگے بڑھی تھی۔۔

ایسا نہیں ہے۔۔۔آپ مجھے بتادیں کیا کیا رکھنا ہے میں کر دوں" گی۔۔۔" نیچے پڑا بیگ اٹھا کر اپر رکھتے وہ اعتماد بحال کرتے ہوئے بولی۔

"آر یو شیور!۔۔۔؟"

جی۔۔۔؟"اس نے زور و شور سے اثبات میں سر کو جنبش دیا۔"

ہر شخص کے سامنے سنجیدہ و بردباری کا مظاہرہ کرنے والی وہ نجانے کیوں اس شخص کے مقابل آتے ہی ہونق پن کا شکار ہوتی الٹی سیدھی حرکتیں کر کے خود کو شرمندہ کرتی رہتی اس کی چھوٹی موٹی چیزیں ترتیب سے رکھتی وہ خود کو کوس بھی رہی تھی جبکہ وہ اس کے خیال سے

بک شیلف کے ساتھ موجود راکینگ چیئر پر ٹک گیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"کیا ہوا چچی سا! آپ اتنی پریشان کیوں نظر آرہی ہیں۔۔۔؟"

سرشاری سے گنگناتی ہوئی وہ اپنی روم کی طرف جا رہی تھی جب کان سے فون لگائے پریشان کھڑی رضوانہ بیگم پر نظر پڑتے ہی ان کے قریب آئی۔

"آپ کی آریان سے بات ہوئی ہے بیٹا آج کل میں۔۔۔؟"

جج۔۔جی۔۔میری۔۔۔؟"وہ بری طرح ہڑبڑائی تھی۔۔"

مم۔۔میرا مطلب ہے کی وہ ٹھیک ہے کوئی پریشانی والی بات ہے"

کیا۔۔۔۔؟"سیکنڈ میں خود کو کمپوز کرتے اس نے پوچھا جبکہ دل سکڑ کر اب تک پھیلا نہیں تھا۔

پریشانی ہی والی تو بات ہے بیٹا! چار پانچ دن سے کال نہیں کی ہے اس نے" مجھے، جب بھی نمبر ملاتی ہوں بند بتا رہا ہوتا ہے، میں عاجز آچکی ہوں ان دونوں بھائی بہن سے ایک کا بچپنا ہی ختم نہیں ہو رہا دوسری کو۔۔۔۔"تاسف سے جملہ ادھورا چھوڑتے ان کا چہرہ تفکرات کی گرد سے سیاہ پڑ گیا تھا۔

آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں چچی سا! اب ایسا بھی لاپرواہ نہیں ہے"

وہ، آخری پرچے ہمیشہ سے مشکل ہوتے ہیں اس کیلئے اور پھر داجی نے ہر حالت میں پرچے کلئیر کرنے کی دھمکی دی ہے اسی لئے سنجیدگی سے پڑھ رہا(فرے بنا رہا) ہو گا۔۔۔"دانت کچکچا کر کچھ الفاظ حذف کرتے اس نے انھیں مطمئن کرنا چاہا۔

"اب ایسی بھی کیا لاپرواہی کہ فون ہی نہ کرے۔۔۔"

"!! چچی سا"

ان کے شانے پر ہاتھ رکھتے پھر کتنی ہی دیر تلک وہ انھیں سمجھاتی کسی حد تک مطمئن کرتی ہوئی ماتھے پر شکن لئے کمرے میں آئی تھی۔

تم کبھی انسان نہیں بن سکتے آریان عثمانی! حد ہے مطلب کی حد ہی"

تمہاری مجال ہے جو کوئی ایک کل ٹھیک ہو۔۔۔"کمرے میں بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے یکے بعد دیگرے اس کے نمبر زٹرائی کرتی وہ بری طرح اس پر تپی تھی۔۔

رضوانہ بیگم کو پریشان دیکھ نجانے کیوں دل پر ندامت کا ایک بوجھ سا آن پڑا تھا۔ جبکہ یہ کوئی پہلی بار نہیں تھا جب اس نے بنا لگی پٹی کہ انتہائی بے رخی و بے حسی کے ساتھ اس کے جذبات کو مجروح کیا تھا۔۔

لیکن ہر مرتبہ یوں ہوتا تھا کہ وہ ڈھٹائی سے دوسرے ہی پل کال بیک کر کے ساری سنجیدگی کو اپنی بے پروائی کے دھویں میں اڑا دیتا تھا لیکن اب کی بار ایسا نہیں ہوا تھا۔

اب وہ رضوانہ بیگم کی بھی کال نہیں لے رہا تھا تو واقعی فکر ہونے لگی تھی۔ لاپرواہی ولاابالی پن بلاشبہ آریان عثمانی کی شخصیت کا خاصہ تھا لیکن اس کی خود لیکر شدت پسندانہ جذبات سے بھی وہ خوب واقف تھی جس کا بسا اوقات وہ عملاً مظاہرہ کرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا۔

احمق انسان ہے! خواہ مخواہ بس فوٹیج کھا رہا ہے۔۔۔۔"جھلا کر فون بیڈ پر" اچھالتے اس فکر کو بھی ذہن سے جھٹک دینا چاہا جو دھڑکنوں کے سنگ دھڑکنے لگا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

!!.ترے سوا تو کوئی رہنما نہیں اپنا

!!تو ہی بتا اے غم جاوداں کدھر جائیں

!!تمہارے نقش سے ملتے ہیں راستے سارے

!!مٹا کے دل سے تمہارے نشاں کدھر جائیں

"آپ۔۔۔۔بابو سا!۔۔۔"

بیڈ پر موجود ساری چیزوں کو سلیقے سے بیگ میں رکھنے کے بعد راکینگ چیئر پر نشستہ مطالعہ میں استغراق باران کو مخاطب کرنے کیلئے مڑی ہی تھی کہ یکایک معتدل دھڑکنیں نگاہ و سانسوں کے ساتھ منجمد ہوئی۔۔

کشادہ پیشانی پر جمع چند باریک جال کے ذرا نیچے ذہین آنکھوں پر جھکی مڑی ہوئی لا مبی پلکیں جو کھڑی ناک پر دھرے نظر کی عینک کے پار سے کتاب کی

سطور پر باریکی سے متحرک تھی، لب باہم پیوست تھے جو ٹھوڑی پر بھنور ڈالنے کی وجہ بن رہے تھے۔

ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے لا مبی قوی انگلیوں کی گرفت میں کتاب کی جلد دبائے وہ کچھ ایسا مکمل منظر پیش کر رہا تھا کہ کسی کی بھی جواں دھڑکنیں تھم جاتی۔۔

لیکن یہاں معاملہ الٹ تھا۔۔۔۔

اسے نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی سکت نہ رکھنے والی لڑکی اس کے وجیہہ چہرے کو ایک ورد کی کیفیت میں دیکھنے پر مجبور تھی تو وجہ اس کی وجاہت نہیں وہ مماثلت تھی جو اس لڑکی کی دھڑکنوں سے آشنا ایک تصویر نگاہوں کا شناسا تصور سا بہت میل کھاتا تھا۔

اس کی محویت میں ڈوبی نگاہوں کا ہی اثر تھا جو باران کی محویت ٹوٹی تھی چونک کر اس نے نگاہ اٹھائی لیکن مقابل کی نگاہ نہیں جھکی تھی جس سے قطعی بھی وہ کسی خوش گماں احساس میں گرفتار نہیں ہوا تھا بلکہ کتاب سائیڈ پر رکھتا

سنجیدہ قدم دبیز قالین پر دھرتا ہوا اس کے قریب آگیا تھا لیکن اس کی محویت کا عالم جوں کا توں برقرار تھا۔۔

اینی پرو بلم۔۔۔؟" بے حد قریب آکر اس نے سرگوشی کی۔۔"

جج۔۔جی۔۔۔؟" وہ بدک کر دوڑ ہوتی خیالِ سراب سے بیدار ہوتی پیچھے" کھسکی۔۔

میں ہارڈلی ون ویک آر ٹین ڈیز کیلئے جارہا ہوں، آپ مجھے اتنا مس کرنے" والی ہیں تو میری ان لارج پکچر رکھ سکتی ہیں یا میرا یہ روم یوز کرنا چاہیں تو بھی ای ڈونٹ مائنڈ، آفٹر آل یو ہیو ایکول رائٹ آن اِیٹ!" اس کے خجالت لرزتی پلکوں کو نگاہ کی گرفت میں رکھتے اس نے پر لطف جملے خاصے سنجیدہ انداز میں ادا کئے تھے۔۔

وہ میں کہہ رہی تھی آپ ایک مرتبہ چیک کرلیں ساری چیزیں موجود تو ہے" "ناں۔۔؟ اگر نہیں تو ہم رکھ دیں گے۔۔۔۔

اس کیفیت پر کسی حد تک قابو پاتے اس نے بیگ کی جانب اشارہ کیا۔۔

یہ اس کی ارادی حرکت نہیں ہوتی تھی، لاشعور کی قوی قوت پر بھلا کس کا زور چلتا ہے لیکن وہ شرمندہ تھی اپنی بے اختیار عمل پر مقابل کی در گزر کہ انداز پر۔۔۔

جس کی گواہ اس کی سر دپڑتی دھڑکنیں، بھیگی ہتھیلیاں عرق آلود پیشانی تھی۔۔۔

ہمم!۔۔۔"ترتیب کے ساتھ جمے بیگ پر نظر ڈالتے اس نے اثبات میں" سر ہلایا تھا۔

آپ ریلیکس ہو سکتی ہیں کیونکہ کچھ غلط بھی ہوا تو میں پنشمنٹ وغیرہ نہیں" دیتا۔۔۔"اسے انگلیوں کو بتدریج زیر ستم رکھے دیکھ اس نے لطیف سا طنز کیا تو میرال نے فوراً دونوں ہاتھ الگ کرتے پلو میں چھپائے تھے۔۔

پھر میں چلتی ہوں۔۔۔"مزید خود کو امتحان میں ڈالنے کے بجائے وہ تیزی" سے دروازے کی سمت مڑی تھی۔۔۔

"میرال۔۔۔"

"جی۔۔۔"

عقب سے ابھری آواز پر وہ کسی چابی والے کھلونے کی طرح مڑی پر مقابل کی گہری نگاہوں کی تاب نہ لاتے نگاہ و گردن آپ ہی آپ جھکے۔۔

"احساس جرم کی بوجھ سے گردن مجرم کی جھکتی ہے،اور مخصوص کیفیت میں لاشعوری قوت کی زیر اثر ہوئی حرکت کو 'غلطی' کہتے ہیں 'جرم' نہیں، لہٰذا آئندہ اس چیز کیلئے سر مت جھکایئے گا جس پر آپ کا اختیار نہیں۔۔۔ ہیلپ کیلئے شکریہ!۔۔۔۔" بنا اسے مزید شرمندہ کئے اپنے عمدہ خیالات کا اظہار کرتے آخر میں وہ زمانے کو فتح کرنے والے انداز میں دلکشی سے مسکرایا تھا جس پر وہ بنا کچھ کہے تیزی سے نکل گئی تھی۔۔۔

"میں جگہ بنانے میں یقین رکھتا ہوں جگہ لینے میں نہیں، کیونکہ میں خود کو کسی کا 'متبادل' کے طور پر کبھی پیش نہیں کر سکتا خواہ میرا عزیز از جان بھائی ہی کیوں نہ ہو،اگر آپ کی قسمت کی کتاب میں میرا نام درج ہے تو وہ باب بھی

لازمی ہو گا جہاں میرا کردار اپنی جگہ اپنا مقام رکھے گا بس انتظار ہے اس نا تمام

"باب کے آغاز کی۔۔۔

بیگ کی زیپ لگاتے وہ پر وثوق انداز میں اس کے تصور سے ہمکلام ہوا تھا۔۔

سر بسر یار کی ___ مرضی پہ فدا ہو جانا

کیا غضب کام ہے راضی بہ رضا ہو جانا

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رات کے کھانے پر داجی موجود تھے کھانا ختم ہوتے ہی قہوے کا دور چلا تھا جس میں صبح سے بیٹے کا فیصلہ جان کر جلتے توے پر بیٹھی ناظمہ بیگم نے شوہر کو اشارہ دیا تھا جس پر فوراً ہی عمل آوری ہوئی تھی۔۔

کیا ہم صحیح سن رہے ہیں برخوردار۔۔۔؟"داجی نے بنا چونکے قہوے کا" کپ لبوں سے جدا کرتے ہوئے مودب انداز میں بیٹھے باران کو۔

جی! میں اتنے دنوں سے اسی کام پر لگا ہوا تھا فائنلی آفس بلڈنگ کی "
رجسیٹریشن ہو گئی ہے، ایک ڈیڑھ ہفتہ کا کام ہے، جسے نپٹانے کیلئے میرا جانا
ضروری ہے پرسوں شام کی فلائٹ ہے میری بینکاک کیلئے۔۔"اس کے
جواب دینے کا مودبانہ انداز بھی ویسا ہی سرسری سا تھا جیسے کہہ رہا ہو آپ تو
سب جانتے ہی ہیں۔۔۔
ہمممم!"جواباً دادا جی نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔"
جس پر شہباز عثمانی نے تعجب سے آنکھیں پھاڑ کر باری باری دونوں دادا پوتے
کو دیکھا جن کے چہرے وانداز سے غضب بے نیازی و ٹھہراؤ جھلک رہا تھا
جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔
ورنہ جہاں تک دادا جی کو وہ جانتے تھے جس قدر وہ اپنے قبیلے اس کی روایات
اس کی رسم ورواج کو لیکر شدت پسند جذبات رکھتے تھے اپنے ہونے والے
گدی نشین کے اپنا بزنس سیٹ کرنے کی بات پر اب تک بھڑک کر پر جلال
فیصلہ سنا چکے ہوتے، لیکن یہاں تو نظارہ ہی مختلف تھا۔

صرف شہباز عثمانی ہی نہیں وہاں موجود ہر شخص درزیدہ نگاہوں سے قہوے کا لطف لے رہے داجی کے پر سکون چہرے کو دیکھتے ہوئے انگشت بدندان تھے۔۔

"! صبح ملاقات ہوتی ہے واپس۔۔۔شب بخیر"

سب پر ایک نظر ڈال کر وہ اپنی نشست چھوڑتے ہوئے کھڑے ہوئے تھے۔

باباسا۔۔۔"ناظمہ بیگم نے تڑپ کر کچھ کہنے کیلئے لب کھولے ہی تھے کہ " شہباز عثمانی نے ان کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔۔

پیچ وتاب کھاتے انھوں نے بیٹے کو دیکھا جو ٹی شرٹ کے شکن ٹھیک کرتا داجی کے برابر کھڑا ہوا اور ان کی تقلید میں ہی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے ہال سے سب نکلتے چل گئے بس شیراز عثمانی شہباز عثمانی اور کچی لکڑی کی طرح سلگ رہی ناظمہ بیگم بچ گئے۔

شب بخیر۔۔۔"شیراز عثمانی بھی نشست چھوڑ کر اٹھے۔"

"شیراز آپ۔۔۔۔۔"

میرا اس سارے معاملے سے کوئی راست یا بلواسطہ تعلق نہیں ہے بھابی" سا! باران نے سب خود کیا ہے اور وہ کوئی بچہ بھی نہیں ہے جسے میری انگلی تھام کر چلنے کی ضرورت ہو، نہ بابا سا کسی کے بھی خاص طور میری رائے و مشورے کے پابند ہیں۔۔۔۔۔"ناظمہ بیگم کہ جملہ مکمل کرنے سے قبل ہی پہلی بار ہاں پہلی بار شیراز عثمانی نے دفعہ میں کچھ کھا تھا خواہ لہجہ ایسا مستحکم نہیں تھا لیکن دونوں میاں بیوی ان کی جوابی کارروائی سے پھر بھی سرتاپا ہل گئے تھے۔۔۔

شب بخیر!" مبہم مسکراہٹ اچھالتے وہ آگے بڑھ گئے۔۔"

دد۔۔دیکھا۔۔دیکھا شہباز آپ نے۔۔۔۔۔؟"ناظمہ بیگم کی حالت اس" انقلاب پر ناگفتہ تھی۔۔

آپ کمرے میں چلیں۔۔۔"شہباز عثمانی نے انھیں سہارا دیکر کھڑا کیا" تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں تو بلا جھجھک کہہ دیں نیک بخت ! آپ اس دنیا کی وہ" واحد ہستی ہیں جو تاجور عثمانی سے بازپرس کا حق محفوظ رکھتی ہیں، بھلا آپ کو "ہم سے کچھ کہنے سے قبل سوچ بچار کی ضرورت کیوں پڑنے لگی۔۔۔؟

اجرک واسکوٹ کھول کر اسٹینڈ پر رکھتے ہوئے وہ سخت چہرے پر سارے عالم کی نرمی وانکساری لئے دی جان کے مقابل آن کھڑے ہوئے تھے جو کب سے کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی اور بھلا یہ کہاں ممکن تھا کہ اپنی نیک بخت کی کوئی حرکت حاکم سرکار کی نگاہوں سے مخفی رہ جاتی۔۔۔

آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں تو بلا جھجھک کہہ دیں نیک بخت ! آپ اس دنیا کی وہ" واحد ہستی ہیں جو تاجور عثمانی سے بازپرس کا حق محفوظ رکھتی ہیں، بھلا آپ کو "ہم سے کچھ کہنے سے قبل سوچ وچار کی ضرورت کیونکر پڑنے لگی۔۔۔؟

اجرک واسکوٹ اتار کر اسٹینڈ پر رکھتے ہوئے وہ سخت چہرے پر سارے عالم کی نرمی وانکساری لئے دی جان کے مقابل آن کھڑے ہوئے تھے جو کب سے کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی اور بھلا یہ کہاں ممکن تھا کہ اپنی نیک بخت کی کوئی حرکت حاکم سرکار کی نگاہوں سے مخفی رہ جاتی۔۔۔

آپ دادا پوتے کے درمیان مذاکرات پہلے سے طے پا چکے تھے، ہے"

"ناں۔۔۔۔؟

توقف سے ابھرا ان کا پروثوق سوال جواب نہیں تصدیق طلب کرتا ہوا تھا۔ جواباً دا جی کی مسکراہٹ گہری ہوئی جس پر دی جان کا اپنے مفروضے پر یقین پختہ ہوا تھا۔

مطلب اب ہم یہ بھی مان لیں کہ باران کے بلاتاویل نکاح کیلئے مان"

جانے، اور آپ کے بنا پس پیش اپنی برسوں پرانی خاندانی روایت میں ردوکد لانے کے پیچھے بھی یہی محرک کارفرما تھا۔۔۔۔؟"ان کے ٹھوس انداز پر

اب کہ داجی کا گمبھیر قہقہہ کمرے کی فضا میں کتنے ہی ساعت تک گونجتا رہا تھا۔۔

ہمیں کسی قسم کی حیرانگی نہیں آپ کی دوراندیشی پر، زوجہ حاکم سرکار ہیں" آپ، آپ کو بھیڑ سے جدا تو ہونا ہی تھا۔۔۔۔"ان کے دونوں شانوں کو نرمی سے گرفت میں لیتے وہ تفاخرانہ انداز میں بولے۔۔

یعنی آپ تسلیم کرتے ہیں کہ باران اور آپ کہ درمیان اس نوعیت کہ " "مذاکرات طے پائیں ہیں۔۔۔؟

دی جان کہ آخری سوال پر گہری مسکراہٹ لبوں پر سجائے داجی کا ذہن ذرا پیچھے اس دن لائبریری میں ان کے درمیان ہوئی گفتگو کی طرح بھٹکا تھا۔

"میں اس نکاح کیلئے تیار ہوں لیکن میری دو شرائط ہیں۔۔"

دونوں ہاتھ پشت پر باندھے اس نے بنا لگی پٹی اپنا مدعا سامنے رکھا تھا۔

جانتے ہیں بر خردار آپ کس کے 'روبرو' کس سے 'مخاطب'"
ہیں۔۔۔؟" تنی بھوؤں کے ساتھ انھوں نے کر خنگی سے پوچھا۔
جی۔۔۔۔"اس کی گردن بے خوف اثبات میں ہلی تھی۔"
مطلب آپ جانتے بوجھتے اپنے "دادااور اس قبیلے کہ 'سردار' کے مقابل"
ان کا فیصلہ ماننے کیلئے ان سے شرائط منوانا چاہتے ہیں، اس بات کا بخوبی علم
ہوتے ہوئے بھی کہ ہمارے فیصلوں میں 'جرح'، ترمیم 'اور خاص طور پر
'حکم عدولی' کی گنجائش نہیں رہتی۔۔۔۔۔؟"غضب وجلال کی تپش لئے وہ
بالکل حاکم سرکار والے مرعوب کرتے انداز میں مخاطب تھے۔۔
جس پر باران نے لحظے بھر کیلئے گردن کو جھکا کر پھر مقابل راکینگ چیئر پر
کروفر سے براجمان داجی پر نظر جمائے گردن کو اٹھایا تھا۔۔
جی۔۔۔! کیونکہ اس کے علاوہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کے فیصلوں کا"
ایک اہم جز 'انصاف' بھی ہے، اور مجھ پر جبراً اپنا فیصلہ مسلط کر آپ ناانصافی
کے مرتکب نہیں ہوں گے۔۔"پر اعتمادی سے اس نے انھیں کو لپیٹا تھا۔۔

جس پر داجی نے اسے غضبناک گھوری سے نوازا تھا۔

مطلب ان کی گود میں کھیلا بچہ انھیں کے ساتھ مائنڈ گیم کھیل رہا تھا۔

اپنے شرائط بتاؤ، ماننے کہ قابل رہے تو مانیں گے، ورنہ بسا اوقات ہم وہ"

فیصلے بھی لے لیتے ہیں جو شخصی نہیں سب کیلئے ضروری ہوتے

ہیں۔۔۔۔" بالکل ہتھیار ڈال دینے کہ بجائے انھوں نے ہاتھ اٹھا کر اجازت

دیتے رعب و بھرم بنائے رکھا تھا۔۔

شکریہ!"اس نے ذرا سا سر خم دیا۔"

پھر لمحے کہ توقف سے گویا ہوا۔۔

کسی بھی قانون کہ نافذ ہونے کا پہلا معیار یہی ہوتا ہے کہ وہ ہر عام و خاص پر"

برابر لاگو ہوتا ہے، کسی طبقے، خاندان یا شخص کو غیر ضروری چھوٹ یا بے جا

سختی کی صورت امتیازی سلوک کا نشانہ نہیں بنایا جاتا ہے،

اسی معیار کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر میں میرال سے نکاح کروں گا تو آپ کو اس کے دوسرے ہی پل پنچایت میں اس روایت کو آفشیلی رد کر کہ نئ "تبدیلی کو نافذ کرنا ہو گا۔۔۔

اس نے بے خوفی سے پہلی شرط کو مفصل انداز میں روبرو رکھا تھا۔

جانتے ہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔؟"داجی کے سوال میں چٹانوں کی" سختی و خشکی تھی۔۔

جی! اگر میں عثمانی خاندان میں پیدا ہوا ہوں تو اس میں میرا کوئی کمال نہیں" ہے، میری قسمت کی مہربانی ہے، اور جس میں میری محنت شامل نہ ہو اس کا """منافع تسلیم کرنا میرے اصولوں کے خلاف ہے۔۔۔۔۔۔

اس کے ہموار لہجے و ٹھوس الفاظ پر داجی نے ہنکار بھرا تو کچھ دیر کیلئے لائبریری کی فضا میں خاموشی کا دورانیہ حائل رہا۔۔

دوسری شرط۔۔۔؟"پھر بھاری آواز کا ارتعاش گونجا۔"

میں نے باقاعدہ ایک فیلڈ میں تعلیم حاصل کی ہے،اور بہت بڑاامپائر نا صحیح"
لیکن برسوں کی محنت سے اس فیلڈ میں کوئی مقام حاصل کیا ہے، میں اسے
چھوڑ کر ایک ایسی چیزوں میں انوالو نہیں ہو سکتا جس کا مجھے کوئی نالج ہی نہیں
ہے"۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"تم اس قبیلے کی ذمہ داری کی بات کر رہے ہو۔۔۔؟"

داجی نے تشریح کو ایک جملے میں سمیٹا۔۔

جی۔۔! میں اس خاندان،اس قبیلے، یہاں کی رسم ورواج،روایات و قانون"
سب کا احترام کرتا ہوں، آپ سب کے جذبات کی بھی مجھے قدر ہے، لیکن
میں۔۔۔۔"

لیکن آپ اس سب کی ذمہ داری کا بھار نہیں اٹھانا چاہتے ہے"
ناں۔۔۔؟"اس کہ ادھورے جملے کو داجی نے استہزائیہ انداز میں مکمل کیا تو
اس نے بنا نادم ہوئے سر ہلا دیا تھا۔

پھر کچھ دیر تک داجی نے اس کی کلاس لگائی تھی پھر شانہ تھپتھپا کر سہمتی ظاہر کرتے معاملہ رفع دفع کر دیا تھا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔

آپ کے دونوں نواب زادوں نے شرائط رکھ کر شادی تو یوں رچائی ہے"
گویا میری سات نسلوں پر احسان عظیم کر رہے ہوں۔۔۔۔"اس دن کی روداد کا باب سمیٹتے داجی نے مصنوعی خفگی کا اظہار کیا۔
جس پر دی جان نفی میں سر ہلاتی ہنس پڑی تھی۔۔
ہنس رہی ہیں آپ۔۔۔؟انھوں نے شاکی نگاہوں سے گھورا۔"
دی جان نے بدقت ہونٹ دبائے۔
جبکہ داجی دونوں کی شان میں رطب اللسان تھے۔۔
ایک کہتا'اس شرط پر نکاح کروں گا کہ"
کبھی بھی ہمارے بیچ کی 'چپقلش 'گلستانِ بہار میں مقیم زندگیوں پر اثرانداز ' نہیں ہو گی،

اور دوسرا کہتا ہے،

خاندانی گدی نہیں لوں گا،'

دوسرے خاندانوں میں گدی اور وراثت کیلئے خون کی ندیاں بہہ جاتی ہے اور

"ان ناہنجاروں کو قدر ہی کوئی نہیں ہے۔۔۔۔۔

خدا نہ کرے میرے بچوں کہ بیچ کبھی یہ سب چیزیں کشیدگی کی وجہ "

بنے۔۔۔۔"دہل کر سینے پر ہاتھ رکھتے دی جان نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

اپنے چاروں بچوں کہ بیچ حرص و حسد دیکھ کر ہر لمحہ وہ یہی دعا کرتی تھیں اپنی

آئندہ نسل کیلئے۔۔

میں کہاں کہہ رہا ہوں نیک بخت کہ دنگے کرے، کم از کم قدر تو"

کرے۔۔۔"داجی سخت نالاں ہوتے ہوئے واش روم کی طرف بڑھے پھر

کچھ سوچ کر دروازہ کھولتے ہوئے پلٹے۔

اور اپنے لاڈلے سے کہیں چھوڑ دے ٹکے ٹکے کہ کاموں کی خواری و"
ہمالی، اور ڈھنگ سے میرے ساتھ رہا کرے۔۔"داجی کی تان ایک مرتبہ
پھر وہیں آکر ٹوٹی تھی۔۔

کمال کرتے ہیں آپ شہباز کہ ابا! ایک جانب آپ باران کو اپنا کاروبار کھڑا"
کرنے کی اجازت دے رہے ہیں دوسری جانب آپ کو دلاور سے مسئلہ
ہے، اس نے بھی تو تعلیم حاصل کی ہے باضابطہ اس میدان میں۔۔۔۔"دی
جان نے فوراً بات پکڑی۔۔

آپ نہیں سمجھتی نیک بخت!"وہ پراسراریت سے نفی میں سر ہلاتے واش"
روم میں بند ہو گئے تھے۔۔

میں سب سمجھتی ہوں۔۔۔"وہ زیر لب بڑبڑائی تھیں۔۔"

novel by jnikhat

اذان کی مقدس آواز تو کرتی ہی مومن کہ روح کی مسیحائی ہے لیکن سردیوں کی اذان خاص طور پر سردیوں کی فجر کی اذان سننے کا لطف ہی جداگانہ ہوتا ہے۔۔

!معنوں بیکل روح میں قطرہ قطرہ سکوں اتر رہا ہو

پر اس کے ساتھ ایسا نہیں تھا۔۔

وہ کروٹ پر کروٹ بدلتا بلا آخر آدھے دھر سے اٹھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیگ لگاتا بیٹھ گیا تھا۔یہ رگوں میں ایمان کی حرارت دوڑاتی ہوئی آواز اسے عجب بے کلی میں مبتلا کر رہی تھی،ایک بے چین حرارت سی تھی جو اس کے وجود میں چیونٹی کی طرح رینگ رہی تھی۔۔

وہ آنکھیں موند کر مدھم لے پر چل رہی سانس و دھڑکن کہ سنگم میں اس کیفیت کو گم کرنے کی سعی میں جت گیا تھا۔

صدائے حق کی مقدس و مترنم چاروں جانب سے گونج کر ایک نقطے پر اکٹھا ہو کر سماعت میں رس گھول رہی آواز سے روح و ایمان کو تازہ کرتے اذان کی

بعد کی دعا پڑھتے اس نے کروٹ بدلی تو ایک سیکنڈ کیلئے اسے یوں بیٹھا دیکھ ہڑبڑا سی گئی۔۔۔۔

پھر اس کے چہرے پر بکھرا اضطراب و تناؤ دیکھ رہا سہا نیند کا خمار بھی بھک سے اڑا تھا۔

"آپ جاگ رہے ہیں طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔۔۔۔۔۔؟" اسے پیشانی مسلتا دیکھ سر پر دوپٹہ درست کرتی وہ متفکر سی مستفسر ہوئی۔۔

"ہمم۔۔! میں ٹھیک ہوں۔۔۔" شب خوابی کا گلا کر رہی آنکھیں کھول کر ایک نظر اس پر ڈالتا وہ بیڈ سے اترنے لگا تھا۔

"آپ رات صحیح سے سوئے نہیں۔۔۔؟" سرعت سے اس کا بازو تھامتی وہ اس کی دھڑکنیں تھما گئی تھی۔۔

"سر میں تو درد نہیں ہے۔۔۔؟ آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں آپ کی۔۔۔؟" دوسری جانب کی خاموشی پر اس کا تشویش مزید بڑھا تھا۔

جبکہ وہ ترچھی نگاہوں سے اس کا خوابدیدہ گلابی گلابی چہرہ دیکھ رہا بھرپور نیند سے جاگی شفاف آنکھیں جس میں فقط اس کیلئے فکر تیر رہی تھی۔۔

آپ کی فرض کی ادائیگی کا وقت نکلا جا رہا ہے۔۔۔؟"بنا ہاتھ آزاد کرائے"

اس نے احساس دلانا چاہا۔

"آپ بھی ہمارے فرض میں شامل ہیں۔۔۔"

گرفت کچھ سخت کرتی وہ بلا جھجھک بولی تو وہ یک بیک سے اچھل پڑے دل کو سنبھالتا ہوا پورا کا پورا اس سمت مڑتا کسی غیبی قوت سے بالکل قریب جھک آیا تھا۔۔

پگھل جاتی ہے قرب کی حدت سے پارسائی اکثر

!!وہ بھی بہک جاتے ہیں جن کا ارادہ نہیں ہوتا۔۔

"پھر سے کہیں۔۔۔۔۔۔؟"

لمحے بعد کان کے بہت قریب گونجی مخمور آواز میں پگھلاتے ہوئے جذبوں کی تپش تھی جس نے مقدس کی ڑیڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑادی تھی۔۔

ہم۔۔ہم ہمارا مطلب ہے کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو آپ ہمیں"

جگادیتے ہم کوئی دوائی وغیرہ ہی دیتے خواہ مخواہ نیند خراب

ہوئی۔۔۔۔"شانے پر دوپٹہ درستی کرتی ہوئی وہ اتھل پتھل دھڑکنوں سنگ گھگھیائی۔

ہمممم!ایک جملے میں اتنی بڑی تشریح ایڈجسٹ تو نہیں ہوتی پر اس مرتبہ"

کیلئے ٹھیک ہے۔۔۔آئندہ احتراض کیجئے گا ورنہ۔۔۔۔۔"ذومعانویت سے کہتے گہری گرم سانس اس کے کان کہ قریب آزاد کرا پنی دھڑکن کے ساتھ بندھی اس کی دھڑکنوں کو رہائی دیتا اٹھا تھا۔

دی جان کی بچی۔۔۔۔!!"واش روم سے گیزر آن کر آنے کہ بعد بھی"

اسے ہنوز اسی کیفیت میں گرفتار بیٹھا دیکھ اس نے نفی میں سر ہلاتا۔

"آجائیں وضو نہیں کرنا۔۔۔؟"

"جی۔۔کرنی ہے۔۔۔"

سر پر دوپٹہ درست کرتی ہوئی وہ بیڈ سے اتری پھر دلاور کے سہارے واش روم سے وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر سردی سے کپکپاتی ہوئی آ کر نماز کیلئے لگائی کرسی پر بیٹھی۔

"سردی ہے۔۔۔۔۔"

اپنی کرسی پر پڑی شال نازک شانوں پر ڈالتے تاسف سے نفی میں سر ہلاتے وہ مڑنے لگا تھا کہ پشت سے ابھرے اس کے مترنم لہجے پر منجمد ہوا۔

"کبھی آپ نے سنا ہے ایک پیاسا کنویں تک جاتا ہے، دوسرے کو مشقت سے پانی نکال کر پلاتا ہے اور خود تشنہ لب ہی لوٹ جاتا ہے شدید پیاس کہ باوجود، کس قدر غیر حقیقی تصور ہیں ناں۔۔۔۔؟"

اس کے ٹھہرے متانت آمیز سوال پر کچھ ساعت کیلئے اس کا پورا وجود برف کی سیل میں تبدیل ہوا تھا ذہن جیسے یکایک ہی ہر قوت سے مبرا سیاہ دھواں بن گیا تھا۔۔۔

آپ کی نماز قضاء ہو جائے گی۔۔۔۔؟" بڑی دقت سے خود کو کمپوز کر "
الفاظ ادا کرتا وہ تیزی سے جا کر بیڈ پر دراز ہوتا منہ تک کمفرٹر میں غائب ہو گیا
تھا۔

دعا ہے وہ وقت جلد آئے جب ہمیں آپ کی امامت نصیب ہو۔۔" سر "
اٹھا کر صدق دل سے دعا کرتی وہ نیت باندھ کر رب کہ حضور حاضر ہو گئی
تھی۔

اور ادھر وہ اپنے اندر بھرتے اضطراب کہ دھویں سے سانس سانس مشقت
سے کھینچ رہا تھا۔
وہ بھی ویسا ہی مسلمان تھا جو جمعہ کی نماز بھی مل جائے تو پڑھ لینے پر یقین
!رکھتے ہیں جیسے نعوذ باللہ خدا ان کی عبادت کا محتاج ہو

واضح رہے انسان عبادت و بندگی اپنے لئے کرتا ہے اپنے رب پر احسان نہیں
کرتا رب کے پاس بندگی کرنے والوں کی کمی نہیں ہے، پر آپ اپنے لئے اکلوتے
ہی ہیں جو آخرت کی پونجی جمع کر سکتے ہیں۔۔

وہ بھی اتفاقاً جمع کی نماز ادا کرتا تھا اب بھی کچھ نہیں بدلہ تھا پر گزشتہ دنوں سے مقدس کی نماز کی پابندی میں مدد کرتے ہوئے وہ اوقات نماز سے واقف ہونے لگا تھا ساتھ ایک بے کل کیفیت سے بھی جس نے آج اسے اذان سے ایک ڈیڑھ گھنٹہ پہلے سے جگائے رکھا تھا اور اب مقدس کی ان ڈائریکٹ دعوت نے حقیقتاً اس کے ذہن و دل کو جھنجھوڑ دیا تھا۔۔

وہ اسی کیفیت میں گرفتار نجانے کب تک خود محوِ جنگ رہتا جب پہلو میں ہوئی ہل چل پر کبوتر کی طرح آنکھیں چرانے کہ انداز میں آنکھیں موند گیا۔۔

تھوڑا سا سر اٹھا کر اس تکیہ پر رکھ دیں ہم مالش کر دیں گے تو افاقہ ہو گا ان" شاءاللہ۔۔۔"ذرا بلینکٹ ہٹاتے اس نے تکیہ پر تولیہ بچھاتے ہوئے اشارہ کیا۔

جس پر وہ اپنے اندر انکار و اعتراض کی قوت ناپید پا کر عمل کر گیا تھا۔

اپنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ دیں سوچنے سے صرف اعصاب پر دباؤ پڑھتا"
ہے اور سر درد نیند کا مسئلہ بھی اور کچھ نہیں۔۔۔۔"پیالی سے تیل لیکر اپنی
نرم ٹھنڈی انگلیاں اس کی بالوں میں الجھاتی وہ متبسم لہجے میں بولی تو اس نے
بھاری پپٹوں کو ذرا سا وا کر کے اس کا تازہ گلاب کی طرح کھلا شبنم سے دھلا
شادابی پر نور چہرہ دیکھا۔۔

"یہ مجھ جیسے کہ نصیب میں کس طرح لکھ دی گئی۔۔۔؟"

دل نے غیر جانبداری سے سوال کیا تھا۔

"!آنکھیں بند کر لیں اب۔۔۔"

جواب سے پہلے اس نے روئی سی نرم و سرد ہتھیلی اس کی آنکھوں پر رکھ کر
جیسے جلتی سوال کرتی آنکھوں کو چپ کروا دیا۔

پھر اس کی تاثیر مسیحائی سی متحرک روح پر پڑے چھالوں کو چھو کر گل گلزار
کرتی انگلیوں کا رقص،اور زیر لب جاری سورۂ الرحمٰن کی تلاوت اسے گہری
نیند کی وادیوں میں بہا لے گئی تھی۔

جانے کیوں تجھ سے، دِل راز کو اتنی ہے لگن
کیسی کیسی، تمن ــــاؤں کی تہمی ــــدہے تُو

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

عام دنوں کہ مقابل آج وہ جلدی ہی حویلی سے یونی کیلئے نکل گئی تھی، اس کہ حکم پر مین روڈ سے ڈرائیور نے بجائے یونیورسٹی کہ بوائز ہاسٹل کہ راستے پر گاڑی کو ڈالی تھی اور ٹھیک پندرہ منٹ بعد وہ شہر کہ مہنگے ترین بوائز ہاسٹل کے سامنے موجود تھی۔۔

صبح کہ نو بجے کا وقت تھا ہاسٹل کہ صدر دروازے پر اچھی خاصی چہل پہل تھی۔۔

کچھ نک سک سے تیار تو کچھ اول جلول حلیہ والے لڑکے اندر باہر کر رہے تھے۔۔

"شفیق بھائی! اس لڑکے کو بلا لائیں۔۔۔۔"

صدر دروازے پر ڈلیوری لینے نکلے لڑکے پر نظر پڑتے ہی اس نے عجلتاً جھک کر ڈرائیور کو حکم دیا۔

جی! بی بی سا۔۔۔"ڈرائیور فوراً گاڑی سے اترا تھا۔"

اور دو منٹ کے اندر وہ لڑکا کھڑکی پر تھا مضراب نے محض آواز کے گزر کیلئے شیشہ نیچے کیا تھا۔۔

"اپنے باس سے کہیں جا کر دو منٹ کے اندر اندر وہ یہاں تشریف لائیں ورنہ آگے جو کچھ بھی ہو گا اس کی ذمہ داری ان کی ذاتی ہو گی۔۔۔۔"اپنی بات مکمل کر کے اس نے شیشہ اپر بھی نہیں کیا تھا کہ وہ لڑکا تیزی سے اندر کی جانب لپکا تھا۔

شائد نہیں یقیناً وہ حویلی کی گاڑی پہچان گیا تھا۔

اور پھر واقعی بمشکل ایک منٹ کہ اندر ٹی شرٹ پھساتا ہوا وہ الجھے بے ترتیب بالوں کے ساتھ گاڑی کی جانب قریباً دوڑتا ہوا آتا نظر آیا تھا۔۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔۔۔۔؟"

دوسری جانب کادروازہ کھول کراندر بیٹھتاوہ ہنوز ورطہ حیرت میں گرفتار تھا۔

"مربع بنانے کی ریسپی سوچ رہی تھی۔۔۔۔۔۔"

پہلے سے بھری بیٹھی وہ پھار کھانے کو دوڑی تھی۔۔

مجھے نہیں خبر تھی میرے ہاسٹل کے سامنے آئیڈیاز اتنے اچھے آتے" ہیں، ورنہ اب تک ایک دو'اہم معاملے' سلجھانے کی ریسپی میں بھی سوچ ہی لیتا۔۔۔"دونوں ہاتھوں سے بال سنوارتا ہوا وہ ذومعانیت سے اپنی جون میں واپس آچکا تھا۔۔

لمحے بھر کی حیرانگی اس کے آتش فشاں روپ سے جاتی رہی تھی اب بالکل پرسکون سا وہ اپنی سابقہ ٹون میں آنکھوں میں شرارت کا جہاں بسائے اپنا حلیہ سدھار رہا تھا۔

آج پرچہ نہیں تھا اسی لئے وہ آرام سے جاگ کر لڑکے کو نیچے ناشتہ لانے بھیج کر خود شرٹ لیس ناشتہ کھا کر واپس لمبی تان کر سونے کی پلاننگ کر رہا تھا

جب ناشتہ کے بجائے دھمکی آمیز پیغام موصول ہوا،اور بھلا آریان عثمانی کو سوائے داجی اور مضراب عثمانی کہ دھمکی دینے کی جرات کر کون سکتا تھا۔۔ پھر کیا تھا جھٹکے سے ہاتھ آئی ٹی شرٹ اٹھائی اور لفٹ میں کود پڑا۔۔

"بہت فنی تھا۔۔۔۔"

مضراب نے اس کی غیر سنجیدگی پر دانت کچکچائے۔۔

نوازش!۔۔۔۔"سینے پر ہاتھ رکھ کر وہ ذرا جھکا۔ویسے میرے ہاسٹل کو" سعادت کیوں بخشی۔۔۔؟چلو چھوڑو اب اگر بخش ہی دی ہے تو چلو یہاں قریب ایک زبردست ٹفن سپارٹ ہے تمہیں ناشتہ کرواتا ہوں۔۔۔شفیق بھائی آجائیں۔۔۔"اسے کچھ کہنے کا موقع دئے بغیر ہی اس نے جھک کر باہر کھڑے ڈرائیور کو آواز لگائی۔

ڈرائیور کہ فوراً حکم کی تعمیل کرنے پر اس کی کلاس لگانے کا قصد کئے بیٹھی وہ کلس کر پہلو بدل گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

تھک کر وہ آخری اور مشکل ترین راہ پر عمل کرنے کیلئے اس کے دروازے پر آئی تھی جو اندر سے مقفل تھا۔ پہلی دستک کے بعد وقفہ لیکر دوسری دستک دیکر اس کا فوراً یہ جاوہ جاہونے کا ارادہ تھا کہ دروازہ وا ہوا اور اس کا از حد سنجیدہ چہر فریم میں نمودار جو ناک پر دھرے نظر کی عینک کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی سنجیدہ لگ رہا تھا۔ میرال یہاں تک آنے کہ فیصلے پر جی بھر کر پچھتائی تھی۔

اندر آجائیں۔۔۔۔"اس کے ہٹ کر راستہ دینے پر اسے پیش رفت کرنی" پڑی تھی۔۔

میں خاموشی کی زبان سے واقف نہیں اگر آپ کے پاس الفاظ کا زخیرہ ہو تو" پلیز۔۔۔۔۔؟"عام دنوں کے مقابل اس کے لہجے کی خاص نرمی مفقود تھی۔۔

میرال کا دل سکڑ کر وقفے سے پھیلا۔

کہنا ہے آپ نے واقعی کچھ۔۔۔؟"خاموشی نہ ٹوٹنے پر اب کے لہجے میں " رعب شامل ہوا۔

جی۔۔جی وہ کہنا تھا۔۔میرا مطلب ہے پوچھنا تھا پیکینگ سب ٹھیک ہوئی " تھی ناں۔۔مطلب کچھ اور تو۔۔۔۔؟"ہڑبڑا کر وہ منہ میں آیا کہتی چلی گئی تھی۔

جواباً باران کے ابرو زاپر کو اٹھے جبکہ وہ تھوک نگلتی خود کو کوس رہی تھی۔

پیکینگ بالکل ٹھیک ہے۔۔باقی اگر آپ نے خود پر اتنا جبر اپنی خالہ صاحبہ " کیلئے کیا ہے تو بتادوں کوئی فائدہ نہیں ہے وکالت کا میں 'ارادے بدلنے کیلئے نہیں بناتا'۔۔۔"ناصرف آمد کی اصل وجہ سمجھ جانے بلکہ برملہ اظہار بھی کر دینے پر میرال پر گھروں پانی گرا تھا۔

"اور کچھ۔۔۔۔؟"

وہ۔۔۔وہ لیکن خالہ سانے رات سے کچھ کھایا نہیں ہے،ان کی طبیعت " خراب ہو جائے گی، مضراب بھی جلدی چلی گئی یونی آج،اور خالو سا بھی چلے

گئے داجی کے ساتھ،اگر آپ انھیں۔۔۔۔؟"جملہ ادھورا چھوڑاس نے آس بھری ملتجی نگاہ اٹھائی۔۔

اچھا۔۔۔!"اس نے دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹے۔۔"

آپ کو واقعی لگتا ہے آپ کی خالہ سامیرے کہنے پر کھانا کھائیں گی بنا اپنی" بات منوائے،اگر لگتا ہے تو گارنٹی لیں میں ساتھ چلتا ہوں۔۔۔؟"اس نے کھلا آفر رکھا۔

"پر خالہ سا کی بات۔۔۔۔"

میرال!بس ایک سوال کا جواب دیں۔۔۔"قطع کلام کر اس نے قدم" آگے لیا۔

"کیا آپ چاہتی ہیں میں ماں سا کی بات مانو۔۔۔؟"

"لیکن خالہ سا۔۔۔؟"

میں آپ سے پوچھ رہا ہوں کیا آپ چاہتی میں داجی کی جگہ لوں اور آپ ماں"
سا کی جگہ لیں۔۔ہاں یاناں۔۔۔۔؟"ایک مرتبہ پھر جملہ قطع کر اس نے
قطعیت سے پوچھا تو میرال کا سر آپ ہی آپ نفی میں ہلا تھا۔
"مطلب آپ بھی مانتی ہیں یہ ناانصافی ہے۔۔۔؟"
اس کے اگلے گمبھیر سوال پر میرال چپ ہی رہی تھی خواہ مخواہ وہ اسے مشکل
میں ڈال رہا تھا۔
آپ جواب نہیں دینا چاہتی کوئی بات نہیں۔۔۔"اس کا سابقہ لہجہ لوٹ آیا"
تھا۔
مضراب !اپنی لسٹ دے چکی ہیں شاپنگ کی، وہاں نوٹ پیڈ رکھا ہے آپ"
بھی نوٹ کر دیں۔۔۔"اسے کہتا وہ رنگ ہو رہا فون لیکر ایک جانب ہٹا کہ
میرال فوراً فوچکر ہوئی۔

novel by j nikhat

بمشکل دس منٹ کی ڈرائیو پر چھوٹا سا ڈھابہ نما ٹفن اسپارٹ تھا۔ کھلے میں پیر کہ سایہ تلے پلاسٹک کے کرسی اور ٹیبل ڈالے ہوئے تھے، جس پر نشست سنبھال کر بیٹھے اکاد کا لوگ ناشتے سے لطف اندوز ہونے میں مصروف کسٹمرز میں قریب سارے ہی سٹوڈنٹ تھے۔۔

آجائیں ملکہ عالیہ !اس عام سے ڈھابے کو اپنے خاص قدموں سے معتبر کر" دیں۔۔۔؟"وہ سرسری نگاہوں سے اس چھوٹے سے جگہ کا جائزہ لے رہی تھی جب وہ ڈور کھول کر سینے پر ہاتھ رکھ کر چینی طرز پر جھکا تھا۔

آپ کو کیا لگتا ہے آریان سا! میں نے صبح ایک گھنٹے کی نیند خراب" کرکے، اپنی اتنی امپورٹنڈ کلاس مس کرکے، آپ کہ ہوسٹل تک کی خواری آپ کے روبرو بیٹھ کر ناشتہ انجوائے کرنے کیلئے کی ہے۔۔۔۔؟"موصوف کہ لبوں پر کھیلتی شریر مسکراہٹ نے حقیقتاً اس کے دماغ کو اوٹ کیا تھا۔

ہائے! ہمیں کیا کیا لگتا یہ ہم آپ کو کس طرح بتائیں مضراب"
سا!!۔۔۔۔۔۔"دیو داس والے انداز میں طویل ٹھنڈی سانس کھینچتے اس نے اس کی کلائی تھام کر کھینچی تھی اور پھر کھینچتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔۔

آریان۔۔۔۔۔۔"وہ دبی آواز میں چیخی۔"

تشریف رکھیں بی بی سا۔۔۔"لیکن وہ چکنا گھڑا تھا کرسی کھینچ کر پیش کرتا" دلکشی سے مسکرایا تھا۔۔

بیٹھ جاؤ یار! یہاں کی حلوہ پوری کا جواب نہیں ہے۔۔۔"دوسری کرسی" خود سنبھال کر ہنوز کھڑی مضراب کی خونخوار نگاہوں کی زد میں جس کے منہ میں حلوہ پوری کا ذائقہ گھل رہا تھا وہ حقیقتاً ڈھیٹوں کا سردار تھا۔

میں یہاں حلوہ پوری کھانے نہیں آئی ہوں، سمجھ آ رہی ہے۔۔۔؟"ضبط" سے اس نے دانت پیسے تھے اس کے اطمینان سے وہ گیلی لکڑی کی طرح سلگ رہی تھی۔۔

چھاپہ مار انداز میں نہ آتی تو باخدا شاہی دستر خوان سجا دیتا، لیکن ابھی اسی پر" گزارا کرو۔۔۔۔"اس کی اپنی ہی تان تھی۔

آریان!!!"ٹیبل ہاتھ مارتی وہ برس پڑنے کو تھی۔۔"

شششش!!!کیا کر رہی ہو جھانسی کی رانی۔۔۔؟آس پاس والوں کو یہ" 'بریک اپ سین'لگ رہا ہو گا،اور سوچ رہے ہوں گے ایک اچھے خاصے گھر کی لڑکی کو اس بھٹیچر نے پھسایا ہو گا اور اب لڑکی اسے ڈچ کر کے جا رہی ہے "باوجود ہینڈسم فیس ہونے کہ۔۔۔۔۔

وہاٹ۔۔۔۔۔؟"الگ ہی منطق پر مضراب کا حقیقتاً دماغ بھک سے اڑا" تھا۔

اور نہیں تو۔۔۔خود تو شہزادیوں کی طرح ڈریس اپ ہو کر آئی ہو اور میں" اس نائٹ ٹراؤزر اینڈ شرٹ میں۔۔۔۔۔۔"اس نے منہ بسورا۔۔

یو۔۔یو۔۔یو آر جسٹ۔۔جسٹ امپاسبل۔۔۔۔۔۔"وہ جھجھنا اٹھے دماغ" کے ساتھ کرسی سنبھالتی بوتل لبوں سے لگا گئی تھی۔

جبکہ اس نے مقابل کا دماغ فیوز کر وہاں کسٹمرز کو اٹینڈ کر رہے واحد لڑکے کو قریب بلایا تھا اور آرڈر پلیس کروانے لگا تھا۔

"اتنے دنوں سے تمہارا نمبر کیوں آف ہے۔۔۔؟ چچی کو کال کیوں نہیں کی ہے تم نے۔۔۔؟ تمہیں ذرا سا بھی اندازہ ہے چچی کس قدر پریشان ہے تمہیں لیکر، بندے میں کم از کم اتنی احساس ذمہ داری تو ہو۔۔۔۔"

ناشتہ آتے ہی وہ شروع ہو چکا تھا ساتھ بھری بیٹھی مضراب بھی شعلے اگلنا لیکن ادھر سے رد عمل صفر تھا۔۔

جس پر اس کے پر سکون ہوئے اعصاب واپس چٹخنے لگے تھے۔۔

"آریان عثمانی پیڑوں سے نہیں تم سے مخاطب ہوں۔۔۔؟"

ذرا سا آگے کو جھک کر وہ گرجی تھی۔۔

"فون آف ہو گیا تھا شائد۔۔"

نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے اس کے سرسری جواب پر گویا مضراب کے اندر ایک آتش گیر پہاڑ کا منہ پھٹا تھا۔۔

شہر میں بجلی کا ہڑتال چل رہا تھا یا نیٹ ورک بریک ڈاؤن"
تھا۔۔۔؟"مٹھیاں بھینچتی وہ ضبط آزما رہی تھی۔۔
مجھے علم نہیں۔۔۔۔"اس نے لاپرواہی سے شانے جھاڑے۔۔"
میں ہی پاگل ہوں جو تم سے یہاں بات کرنے آئی تھی۔۔لعنت ہے میری"
سوچ پر، مجھ پر، یو کیئر ی آن۔۔۔۔"سلگتی آنکھوں میں اشتعال کی سرخی
لئے وہ چیئر کھسکا کھڑی ہونے لگی تھی کہ سرعت سے آریان نے اس کے
ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔
"ریلیکس! اتنا ہائیپر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"
ریلیکس! آف کورس تم تو ریلیکس ہی ہو' کوئی' تمہاری فکر میں کتنا ذلیل و"
"خوار ہو رہا ہے اس سے تمہیں کیا۔۔۔؟
تنک کر ہاتھ کھینچتی وہ طنزاً بولی۔
کوئی کی وضاحت کرو۔۔۔۔۔؟"اس کی نگاہیں خاص انداز میں اٹھی۔۔"

چچی سااور کون۔۔۔۔۔؟"ایک پل کو ٹھہر کراس نے گرد جھاڑنے جیسا"

جواب دیا۔۔

رئیلی۔۔۔؟"اس کی بھویں اپر کو شوٹ ہوئی۔۔"

پھر پلیٹ سے ہاتھ کھینچ کر نگاہوں کا مرکزاس کے طمطماتے نقوش پر گاڑے

اطمینان سے گویاہوا۔۔

مضراب عثمانی سب سے پہلے تو میں تمہارے اس اضطراب کی وجہ کلئیر" کردوں۔۔ تمہیں یہاں اپنی چچی سا کی پریشانی نہیں اپنی غلط فہمی سے پیدا ہوئی پشیمانی کھینچ کر لائی ہے، کیونکہ تمہارے معصوم سی سوچ کو لگتا ہے تمہاری اس دن کی کی بکواس کو سیریس لیتے ہوئے میرے اندر 'دیودس' سوفٹ ویئرڈویلپ ہواہے،اور میں 'یہ دنیافریب ہے 'کاراگ الاپتے ہوئے جنگلوں میں نکلنے لگاہوں رائٹ۔۔۔۔۔؟"انگلیوں کو صاف کرتے اس نے بڑے وثوق سے اپنے اترنگی مفروضے کی تصدیق چاہی تھی۔۔

"!بکواس۔۔۔۔"

چند ساعت سالم نگلتی نگاہوں سے اسے گھورنے کے بعد لعنت بھیجتی ہوئی وہ خوشبودار حلوہ پوری کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

گو اترنگی ہی سہی پر کہیں نہ کہیں آریان کی بات درست تھی۔۔

وہ لذیز حلوہ پوری سے لطف اٹھانے لگی جبکہ وہ پیچھے کرسی سے ٹیک لگا کر فرصت سے طلبِ دید کو سیراب کے رہا تھا۔۔اس کی نظروں کا ارتکاز خود پر محسوس کر بھی کھانے میں لگی تھی۔

تم خود ٹھوس چکے ہو،اب ایسے گھور کر نظر لگانے کی ضرورت نہیں"

ہے،گھر سے پانی تک پی کر نہیں نکلی ہو تم۔۔۔۔ڈیش انسان کی وجہ سے۔۔۔۔"لیکن کب تک بلا آخر یک ٹک ٹھہری نگاہوں سے عاجز آ کر اس نے گھر کا۔۔

جس پر نفی میں سر ہلاتے متبسم نگاہوں کا مرکز بدل کر اس نے اسی ویٹر کو اشارے سے بلایا۔

مضراب کا ناشتہ ختم ہونے تک بھاپ اڑاتا ہوا تندوری چائے کہ دو کپ حاضر تھے۔۔

"چائے پینے تک تم چچی سا کو۔۔۔۔"

کال کر چکا میں انھیں۔۔۔۔"کپ اس کی سمت کھسکاتا وہ جملہ اچک گیا بعید"

نہیں محترمہ کا واپس جلالی موڈ آن ہو جائے۔

بتا نہیں سکتے تھے تم یہ۔۔۔۔۔؟"کپ تھامتے وہ بگڑی خواہ مخواہ اتنی"

خواری اٹھائی۔۔

موقع دیا تم نے۔۔۔؟"جواب حاضر تھا۔"

وہ تذبذب ہوئی۔۔

اور مادام! میرا فون ایکسچینج ہو گیا تھا ایک بندے کہ ساتھ جو اوٹ آف سٹی"

چلا گیا تھا، اسی لئے میں نے اس سے کہا کہ وہ فون آف کر دے، کل رات

لا کر دیا ہے اس نے، اور وہی فون میں گھر کا لز وغیرہ کرنے کیلئے یوز کرتا

ہوں، آپ خواہ مخواہ گلٹ ٹرپ پر نکل گئی۔۔ویسے ایک حساب سے اچھا ہی

"ہوا۔۔بے شک ! اللہ جو کرتا ہے اچھے کیلئے کرتا ہے۔۔۔۔۔

آخر میں شرارت سے اس نے دائیں آنکھ کا کونہ دبایا تو حقیقتاً مضراب کو اپنے

اوور تھینکر ہونے پر جی جان سے جلال آیا تھا۔

لیکن اب کیا فائدہ جب چڑیا چک گئی کھیت۔

واپسی کیلئے وہ لوگ گاڑی کی طرف بڑھے تھے جب گاڑی سے بمشکل دو قدم

کی دوری پر وہ راستہ روک کر کھڑا ہوا۔

کیا ہے۔۔۔؟"اس کے یوں حائل ہونے پر اس کی بھویں سکڑی۔۔"

بہت دشوار ہے میرے لیے اس کا تصور بھی

بہت آسان ہے اس کے لیے دشوار ہو جانا

نہ میں کوئی سڑک چھاپ موالی ہوں نہ تم کوئی گلی سے گزرتی ہو بیچاری"
لڑکی، تم مضراب عثمانی ہو اور میں آریان عثمانی ہے، ایک ہی لہو متحرک ہے
ہماری رگوں میں، ضد تم میں ہے تو ضد مجھ میں بھی ہے۔۔۔"لمحاتی توقف
کیلئے ٹھہرا ساتھ اس کی دھڑکن بھی ٹھہری۔۔

اور تمہارا حصول میرے لئے چیلنج نہیں ہے، تمہیں جیتنا میری چاہت ہے"
جو کہ مشکل ہے، اور تمہارے معاملے میں سہولت پسند آریان عثمانی بے انتہا
'مشکل پسند' ہے۔۔۔فی امان اللہ۔۔۔۔۔"انتہائی سنجیدگی میں اپنے جذبہ
جنوں کی سلگتی ہوئی تپش لئے کہتا وہ اس کیلئے دروازہ کھول کر پیچھے ہوا تھا۔

محبت اک نہ اک دن یہ ہنر تم کو سکھا دے گی

بغاوت پر اترنا اور خود مختار ہو جانا

پھر ہاتھ ہلاتا وہ پیدل ہی کچی سڑک پر ایک جانب بڑھ گیا تھا۔ مضراب ساکت و سامت اسی جگہ کھڑی کتنی ہی ساعت تک اس کی چوڑی پشت دیکھتی رہی تھی۔۔

آریان عثمانی حقیقتاً انتہا کا سہولت پسند انسان تھا، جو ایک لاڈلے شہزادے کی طرح زندگی گزارتا تھا حویلی ہو یا ہوسٹل چار لوگ اس کے آگے پیچھے گردش کرتے تھے،

اور وہ شہزادہ اس کیلئے خواری اٹھانا چاہتا تھا۔

یہ جان کر اس کے اندر کی عام لڑکی کو خوش ہونا چاہئے یا اس پختہ ذہن حقیقت پسند لڑکی کو پہلو جھٹک لینا چاہئے۔۔۔؟

گم سم انداز میں گاڑی میں بیٹھتی وہ سارا رستہ سوچتی رہی پر کوئی جواب نہ مل سکا۔۔

novel by j nikhat

سنو اے چارہ گر!

چشمِ بیمار کی شفا کے لیے

فقط گولیاں نہیں کافی

!! نگاہِ طبیبِ جاں کی بھی ضرورت ہے

وردہ کا عجیب و غریب رویہ تضاد فاطمہ بی کا پراسرار انداز نے حقیقتاً اس کی سوچوں کی ڈوریوں کو بری طرح الجھا دیا تھا۔

بحیثیت ماہر نفسیات ویسے ہی وہ پیچیدہ نفسیات کو پڑھنے سمجھنے کا جنون کی حد تک شوق رکھتا تھا۔

اور یہ لڑکی تو اول روز سے اس کیلئے ایک معمہ بنی ہوئی۔

پر اس دن اس کا ان فوٹوز کو دیکھ شدید رد عمل کا اظہار بدر کی تجسس کو شدید تشویش میں بدلنے کا باعث بن گیا تھا۔

بھلا اس کی ذاتی زندگی سے منسلک تصاویر کا یہاں لنڈن میں مقیم لڑکی کا کیا تعلق۔۔؟

تعلق بھی ایسا کہ وہ ہتھے سے ہی اکھڑ جائے۔۔؟

کتنے سوال تھے جو اس کی ذہن میں اودھم مچا رہے تھے۔ لیکن ضبط کئے دماغ کے گھوڑے دوڑاتا ہوا فاطمہ بی کی کال کا انتظار کر رہا تھا اور آج بلا آخر فاطمہ بی نے اسے اپنے فلیٹ پر مدعو کیا تھا۔

کال موصول ہوتے ہی وہ بنا مزید وقت زائع کئے وہاں پہنچ گیا تھا۔۔

اتفاق سے دروازہ وردہ نے ہی کھولا تھا اور اس کا چہرہ دیکھتے ہی اس کی آنکھوں و نقوش میں اتری سختی و سرد مہری بدر کو مزید الجھا گئی تھی۔

پھر تھوڑی دیر پر دھرا دھر دروازے بجے تھے اور وردہ صاحبہ اس کی موجودگی کو برداشت نہ کرتی ہوئی فلیٹ سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔۔

وردہ کی بہیوئیر کیلئے میں معذرت چاہتی ہوں۔۔۔"فاطمہ بی شرمندہ سی" آکر مقابل صوفے پر بیٹھی تھی۔

پلیز فاطمہ بھی آپ شرمندہ نہیں کریں مجھے۔۔۔"وہ مروت بولا۔۔"

پھر کچھ دیر کیلئے درمیان خاموشی حائل رہی جسے توڑنے کے بجائے فاطمہ بی نے ایک بے حد پرانی تصویر ڈائیری میں سے برآمد کر اس کی جانب بڑھائی جسے دیکھنے کے بعد بدر کی آنکھیں حجم سے پھیلی تھی۔۔

کتنی ہی ساعت تک وہ بے یقین کی کیفیت میں آنکھیں پھاڑے اس تصویر کو دیکھے گیا تھا لیکن بے یقینی کا عالم تھا کہ ذہن تصویر کی حقیقت کو قبول کرنے سے ہنوز انکاری تھا۔

مس فاطمہ یہ۔۔یہ تو میرے ابا ہیں، یہ۔۔یہ اس تصویر میں یہاں کس"
"طرح اور یہ باقی کہ ۔۔۔باقی کہ لوگ۔۔۔۔اور یہ خاتون۔۔۔۔۔۔؟

ذہن میں اٹھے طوفان نے ہمیشہ متانت سے کلام کرنے والے بدر بن ذکاء کی زبان کو بے ربط و ٹھہراؤ سے مبرا کر دیا تھا۔

جی! آپ نے بالکل صحیح پہچانا یہ آپ کے دادا حضرت ہی ہیں، اور یہ خاتون"
"وردہ کی والدہ ہیں۔۔۔۔؟

ان کہ پر سکون انداز میں تصدیق کرنے پر ایک مرتبہ پھر اس کی بے یقین نگاہ بلیک ان وائٹ تصویر جو سالوں خستہ حالی میں گزار کر زرد سی ہوئی تھی پر نظر مرکوز ہوئی۔۔۔۔

سر پر مخصوص انداز میں جامع پہنے بیٹھے حاجی حکیم کا چہرہ بہت واضع تھا، جبکہ مقابل صوفے پر بیٹھی مکمل عبایہ میں چھپی خاتون اور دیگر دو اشخاص کا چہرہ اتنا واضع نہیں تھا یا کہنا درست ہو گا کہ انھیں جانتا نہیں تھا۔ یا شائد شناسائی کا اشارہ ذہن دے رہا تھا لیکن اتنے سوالوں کے طوفان میں وہ ذہن پر زور ڈالنے سے قاصر تھا۔

دنیا میں اتنے اتفاقات ہوتے ہیں لیکن کبھی سوچا نہیں تھا ایسا بھی کوئی اتفاق"
ہو گا، آپ کی شخصیت کی بردباری اور دین سے قربت سے تو میں روزِ اول سے متاثر رہی ہوں، لیکن کبھی سوچا نہیں تھا آپ حاجی صاحب کہ پوتے

نکلیں گے، لیکن اب سوچتی ہوں تو لگتا ہے ان کے پوتے ہیں آپ کو ایسا تو ہونا ہی تھا۔۔۔۔۔۔۔" وہ متاثر کن تاثر لئے مبہم سا مسکرائی۔۔۔

لیکن مس وردہ کا تعلق اس تصویر، میرے دادا یہ۔۔لوگ کس طرح"

فاطمہ بی یہ کس طرح ممکن ہے، ہم سات سمندر پار اور آپ لوگ یہاں۔۔۔۔؟" تصویر سامنے رکھتے اس نے ذہن میں اٹھا ہر سوال بیک وقت سامنے رکھا جبکہ جلد بازی اس کی فطرت میں نہیں تھی لیکن وہ اس لمحے اپنی اصل ذہنی حالت میں موجود کہاں تھا۔

انسان پر جب منزل کی حصول کا جنون سوار ہو جائے پھر سفر کی طوالت" مشقت جیسی چیزیں ثانوی ہو جاتی ہے، ایسا ہی حال کچھ سمعیہ کا ہوا تھا، ایمان کی روشنی نے جب اس کے گمراہ دل کو منور کیا تو پھر وہ انوارِ نور کی تعاقب میں بڑھتی ہی چلی گئی، راہ میں آئی کٹھنائیاں کڑی سے کڑی آزمائشیں اس کے ایمان کی ثابت قدمی کو چلینج نہیں کر سکی، بلکہ ہر آزمائش کہ ساتھ اس کا ایمان پختہ ہوتا گیا۔۔۔ہاں!! لیکن زندگی نے اسے بہت آزمایا اور آزمائشیں

بھی ایسی کہ۔۔۔"جوش سے بتاتے ہوئے انھوں نے سختی سے لب بھینچے۔۔

بدر نے الجھی نگاہوں سے ان کے چہرے پر پھیلے کرب کی تاریکی کو دیکھا۔

"سمعیہ آپ کے ملک گئی تھی، بلکہ ایک عرصہ گزارا اس نے وہاں اور جب واپس ہوئی تو اس کے ساتھ وردہ تھی۔۔۔۔

"مطلب مس وردہ کہ والد۔۔۔۔۔؟"بدر بری طرح بدک کر سیدھا ہوا تھا۔

"!جی۔۔۔۔"

اثبات میں سر ہلاتے پھر انھوں نے اس اپنی ذات سے ہی محو جنگ لڑکی کی ذات سے جڑے ایسے ایسے اسرار کھولے تھے کہ پیچیدہ سے پیچیدہ بلکہ خطرناک نفسیاتی کیسیز پڑھتے سنتے ہوئے ماتھے پر شکن تک نہ لانے والے مضبوط اعصابی قوت کہ مالک ڈاکٹر بدر بن ذکاء کا دماغ جھنجھنا اٹھا تھا۔

سمعیہ بی کی آزمائشوں کی ناتمام فہرست اوران کی ایمان کی پختگی سے خلفشار خون آپ ہی آپ ہی بڑھتا گیا تھا تواس داستان میں زیر بحث آئے ناموں نے اسے کہ حواس سلب کئے تھے۔۔۔۔

"!!!اللہ۔۔۔۔"

گٹھنے پر دونوں کہنی ٹکاتے اس نے کنپٹیوں کو قوی انگلیوں سے جکڑا تھا۔

پھر کمرے میں کتنی ہی ساعت تک سوگوار خاموشی کا راز قائم رہا تھا۔

واپسی کہ بعد سے سمعیہ کی طبیعت اکثر خراب رہنے لگی تھی، وردہ بھی" کمزور بچی تھی جو ماں کے سایہ تلے رہتی تھی ہمہ وقت، اور پھر چھوٹی سی وردہ کو روتا بلکتا چھوڑ وہ اسلام کی شہزادی اپنے رب سے جا ملی، وردہ کی گارڈین شپ سمعیہ میرے سپرد کر گئی تھی، اور میں نے بھی فقط ایک سرپرست ہی ہی ذمہ داری نبھائی۔۔۔۔"طویل مسافت طے کر آئے مسافر کی طرح انھوں نے پشیمانی کی سرد سانس خارج کرنے کیلئے توقف لیا تھا۔

این جی اؤ کی ذمہ داریوں نے کبھی مجھے اجازت ہی نہیں دیا اس ننھی سی جان" پر دھیان دینے کی، وہ خاموش سی بچی اپنے سوالوں، اپنی تنہائیوں، اپنی محرو موں سے لڑتی ہوئی اس قدر الجھ گئی کہ اتنی سی عمر میں اسے نفسیات کہ ماہرین کی ضرورت پر گئی، اور آج تک وہ مبتلا ہے اس ذہنی اذیت میں، ڈاکٹر کوٹنیس کا کہنا ہے اسے کوئی مرض ہی لاحق نہیں ہے، وہ فطرتاً بے حد حساس ہے، اور اس کے اندر اپنی ذات سے متعلق سوالوں کا دھواں بھرا ہوا ہے جس نے اس کی روح کو قفس میں قید کر لیا ہے، اور ہر دن بڑھتا یہ گھٹن اسے نارمل ہونے نہیں دے رہا، اگر وہ گرہیں کھل جائے تو وہ نارمل ہو جائے گی، اس دن یہی بتانے ڈاکٹر کوٹنیس نے مجھے طلب کیا تھا میں اسی کشمکش میں مبتلا تھی کہ اللہ نے لبوں تک فریاد آنے سے قبل ہی آپ کی صورت راستہ "نکال دیا بے شک میرا رب مہربان ہے۔۔۔۔۔

عقیدت سے نم آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے انھوں نے امید بھری نگاہ بدر پر ٹکائی تھی جو گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔۔

آپ ماشاءاللہ سے دین سے اتنی قریب ہیں، سمعیہ بی کو بھی اس درجے" الفت تھی دین سے، پھر مس وردہ۔۔۔۔۔؟"اس نے لچھے کی طرح الجھا معاملہ وجملہ قصداً نامکمل چھوڑ دیا۔

بدرکہ سوال پر چند ساعت تک وہ فوٹو پر گہری تاسف زدہ نگاہ جمائے لب کچلتی رہی تھی۔

وردہ کہ ماموٗ جوژف 'جو یہاں قریبی چرچ کہ پادری ہیں، سمعیہ کہ ایمان" لانے پر انھیں سخت اعتراض تھا، مخالفت کہ ساتھ انھوں نے حتیٰ الکمان کوشش بھی کی کہ وہ دین کا راستہ چھوڑ دے لیکن وہ ڈٹی رہی، آخر میں تنگ آکر ایک پر سکون زندگی کی تلاش میں سمعیہ یہاں سے چلی گئی، برسوں بعد جب واپسی ہوئی تو رابطے پھر سے بحال ہوئے، پہلے کی طرح جوژف نے برملا اظہار تو نہیں کیا ناپسندیدگی کا، لیکن سمعیہ کو شک تھا اس پر، اسی لئے وہ وردہ کی کسٹڈی مجھے سونپ گئی تھی، بعد میں وردہ سے جوژف نے روابط کیسے بحال کئے مجھے خبر ہی نہیں ہوئی اور جب تک خبر ہوئی 'اپنی ماں کی محبوب دین سے

نفرت کی جڑیں' وردہ کے ذہن میں بہت گہرائی تک اتر چکی تھی، سمعیہ کی آپ بیتی جو ژف نے کن الفاظ میں اسے سنائی میں نہیں جانتی، اور نہ ہی وردہ نے اس کہانی کا میر اور ژن سننا چاہا کبھی، بہت حساس اور ضدی ہے وہ، لیکن "بہت معصوم بھی ہے۔۔۔

ایک مرتبہ پھر مناسب الفاظ میں جوں کا توں معاملہ رکھ کر وہ چپ ہوئی تو اب کہ بدر کہ پاس پوچھنے کیلئے بھی کچھ نہیں بچا۔

!!___ جانے کون کسے مار دے کافر کہہ کر

!!____ شہر کا شہر مسلمان ہوا پھرتا ہے

پوچھتا بھی تو کیا اور کیوں۔۔۔؟

ایمان لانے کہ بعد جن آزمائشوں سے سمعیہ بھی گزری تھیں، اگر اسے پادری جوزف نے من و عن بھی سنایا تھا اس صورت بھی کوئی بھی انسان اسلام سے متنفر ہو سکتا تھا۔

کیونکہ آپ کا دین کیا سکھاتا ہے کوئی جاننا نہیں چاہتا،

آپ بحیثیت اس دین کے پرستار خود کو کس طرح معاشرے میں پیش کرتے ہو اسی سے آپ کا دین، آپ کا گھرانہ، آپ کی تربیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔۔

اور موجود دور میں نام نہاد مسلمانوں نے جو اپنے دین کا تماشہ بنایا ہوا ہے وہ خود دوسرے مسلمان کو دین سے متنفر کرنے کیلئے کافی ہے پھر وردہ تو ایک معصوم حالات کی ڈسی ہوئی لڑکی تھی۔۔

نکلنے سے قبل فاطمہ بی کی فرمائش کم گزارش پر اس نے حاجی حکیم سے ان کی فون پر مختصر سی بات کروائی تھی پھر سوچوں کی گرداب میں ڈوب وابھر رہے ذہن کہ ساتھ وہاں سے نکل آیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

خلوت تراشتے ہیں دلِ زار کے لیے

رونے پہ لگ نہ جائے تماشا، اداس ہوں

ٹھہرا ہوا ہے درد جگر میں، شغاف دل

!! پھٹنے کو اب کہ سر ہے، میں ایسا اداس ہوں

اس نے لانگ کورٹ میں ہاتھ پھسائے جس لمحے کیفے کہ احاطے میں قدم رکھا اسے اسی مخصوص ٹیبل پر اپنا منتظر اوراق کو بے دھیانی میں الٹتا ہوا مصروف پایا۔

وہی کیفے کے بالکل کنارے والا تنہا گوشہ جو ایک گلی کی مانند تھا جس وجہ سے وہاں فقط ایک ٹیبل اور کرسی کی ہی جگہ بنتی تھی،

جس پر گزشتہ دو ڈھائی سال سے وہ اس لڑکی کو بیٹھا ہوا دیکھتا آرہا تھا،

وہی اپنی ذات کہ اسرار میں الجھی،

اپنی شخصیت کہ الجھے پہلوؤں میں گرفتار لڑکی،

اپنے حسنِ لاثانی سے قطعی بے پروا،

اپنی کٹاؤدار لبوں پر زندگی سے ڈھیروں فگار شکوے لئے،

اپنی قاتل نینوں میں عجب سوگوار سی پیہلیاں سموئے ہوئے،

اپنی ہی ذات سے محوِ جنگ،

اپنی ہی زندگی سے بیزار،

اپنی شخصیت کی تلاش میں گمشدہ لڑکی۔۔

اگر جو اس کے یاقوتی لبوں پر تبسم کہ گلاب کھلتے،

اگر جو اس کی مستانی آنکھیں نزاکت سے مسکراتی،

اگر جو اس کہ تراشیدہ نقوش میں شادمانی کی لالیاں اتریں تو۔۔

واللہ ! ! دیکھنے والا عابد وزاہد شرطیہ اپنے دین وایمان سے غافل ہو جاتا وہ

مشرقی و مغربی حسن کا امتزاج سمیٹے ہوئے لڑکی اس حد تک حسین تھی۔۔۔

وہ نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا اس کے مقابل آیا تھا اور پچھلے ٹیبل سے ایک کرسی کھینچ کر ٹیبل سے فاصلے پر بیٹھ گیا تھا۔

فرمائیں کیوں بلایا۔۔۔۔؟"بلا تمہید اس نے مدعا جاننا چاہا۔"

میں نے اپنے سورسیز کا استعمال کر کے ویزے کیلئے اپلائے کر دیا ہے،ایم" شیور وتھ اِن ون ویک مجھے اپروول مل جائے گی، میں تمہارے ساتھ جانا چاہوں گی۔۔۔۔"فون آف کر کے ٹیبل پر رکھتے اس نے تمہید باندھنے میں وقت ضائع نہیں کیا تھا۔

اچھا! بٹ اس میں میں کہاں سے آگیا،آپ کے سورسیز اتنے ہی اسٹرونگ" ہیں آپ انھیں بروئے کار لائیں۔۔۔۔؟"ہاتھ اٹھا کر لڑکے کو دو مگ کافی لانے کا اشارہ کرتا وہ سادگی سے مستفسر ہوا تھا۔۔

بہت سے ریزنس ہے،بٹ وَن آف داویلڈ ریزن یہ ہے کہ بقول مس" فاطمہ کہ 'اتفاق' سے تمہارا میرے اور میری ماں کہ مجرموں سے بڑا ہی قریبی تعلق نکلتا ہے،اینڈ ویسے تم ہمہ وقت علم بردار بنتے ہو ناں اپنے دین

کہ۔میرا دین، میرا مذہب، میرے لوگ۔۔۔اب کیا ہوا۔۔۔؟ حقیقت جان کر ڈس اؤن کر رہے ہو۔۔ارے! مجھے تو لگا تھا تم اب بھی اپنے دین اور اپنے دین کہ سو کالڈ ماننے والوں کو ڈیفنڈ کرو گے۔۔۔۔۔"

"مس وردہ! پلیز مائنڈ یور ٹون اینڈ لینگویج۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس کہ زہر خند لہجہ و تمسخرانہ الفاظ پر دونوں مٹھیاں بھینچتا ہوا وہ دبی آواز میں بگڑا تھا۔

"کرسی سے پشت ٹکاتے اس کی خون آشام آنکھوں سے چنگاڑیاں نکل رہی تھی۔ کیا ہوا برا لگ گیا۔۔۔؟

"میں نے پہلے بھی کہا ہے میرا دین حق ہے، ثابت شدا، میرے دین کا کلام اس میں درج احکامات کو کسی وکیل، کسی دلیل، کسی صفائی کار یا کسی قسم کی وضاحت درکار نہیں ہے، یہ چیزیں مٹی سے بنے انسانوں کیلئے ہے جن سے غلطیاں ہوتی ہے، نافرمانیاں ہوتی ہے، گناہ ہوتے ہیں، جنھیں معافی تلافی اصلاح کا موقع ملنا ناگریز ہوتا ہے۔ سمجھ گئیں آپ۔۔۔۔۔"اس کا چہرہ

ضبط سے خون جھلکا رہا تھا کنپٹی کی رگ باضابطہ پھڑ پھڑا رہی تھی وردہ کا دل ڈوب کر ابھرنے کیلئے ٹھہرا تھا۔

اور ابھی آپ مجھے جانتی نہیں ہیں مس وردہ! مجھے چیلنج کرنا ہے تو میرے" دین کے حوالے سے مت کیجئے گا، کیونکہ بات جب میرے دین پر آتی ہے میرے لئے یہ ساری دنیاوی بندشیں دھواں بن جاتا ہے، اور آگے جو ہوتا ہے وہ بشر کی گماں سے پرے ہوتا ہے۔۔۔۔۔" اس کی شفاف آنکھوں میں اتری سرد مہر لالیاں عجب ہی خوف طاری کر رہی تھی وردہ کہ حلق میں گلٹ ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

میں مانتا ہوں جو سمعیہ بی کہ ساتھ ہوا غلط ہوا، دین کہ نام پر جن لوگوں نے" ان کا فائدہ اٹھایا انھیں اذیت پہنچائی اس کی میں بھی مذمت کرتا ہوں، لیکن "اس کا ذمہ دار میرا دین نہیں ہے۔۔۔

تو پھر کون ہے۔۔؟ کس کشش نے انھیں اپنے مذہب اپنے لوگوں کہ" خلاف جا کر اذیتیں مول لینے کیلئے اکسایا، کس نے انھیں سنہرے مستقبل اور

دوسری دنیا کی آسانیوں کہ سبز باغ دکھائے کس نے۔۔۔؟آپ کہ دین نے

"ہی ناں۔۔۔۔؟

"آپ اتنی متنفر کیوں ہیں آخر۔۔۔؟"

کیونکہ متاثر ہونے کا کوئی پہلو نظر نہیں آرہا۔۔"وہ دبی آواز میں ہزیانی پن سے چیخی تھی۔۔

اچھا!آپ کہ مطابق کوئی آپ کے نام پر اگر جا کر کسی کا قتل کر دے تو"

پولیس کو چاہیئے کہ وہ ڈائریکٹ آکر آپ کو اریسٹ کریں اور بنا فار در

انویسٹیگیشن میں ٹائم ویسٹ کئے آپ کو سزا سنا دیں، کیونکہ قتل جس ایکس

"وائے زی نے کیا ہو نام تو اس نے آپ کا لیا ہے تھا۔۔ایزایٹ رائٹ۔۔۔؟

اپنی نقشہ کشی کی تصدیق کیلئے اس نے نگاہ اٹھائی تو تنفر سے ہنکار بھرتی ہوئی

اٹھ کھڑی ہوئی۔

میں تم سے کچھ نہیں چاہتی، مجھے بس ان لوگوں تک پہنچا دو بدلے میں تم جو"

بھی چارج کرنا چاہو میں او کے ہوں، اینڈ ای اشورڈ یو کہ تمہارا نام بیچ میں

کہیں نہیں آئے گا۔۔۔؟"اپنی کافی کا پیمنٹ کپ کہ نیچے دباتی وہ واپس اپنے مدعا پر آئی تھی۔

"آپ وہاں جا کر کیا کریں گی۔۔۔۔؟"

"دٹس ناٹ یور کنسرن۔۔۔؟"

ایٹ ایز مائے کنسرن مس وردہ۔۔۔؟"وہ ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔" تو میں کہہ رہی ہوں ناں، تمہارا نام نہیں آئے گا بیچ میں۔۔۔۔"اس نے" ضبط سے جبڑے بھینچے۔

"اِن دیٹ کیس، اٹس بیٹر کہ آپ مس فاطمہ سے کنسلٹ کریں، میں اس معاملے میں ڈائریکٹ یا ان ڈائریکٹ انوالو ہی نہیں ہونا چاہوں گا۔۔۔۔"اپنے کپ کہ نیچے پیسے دباتا وہ پرسکون سا مڑ گیا تھا۔۔

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔۔۔"وہ کلس کر سامنے آئی تو بدقت بدر کو قدم تھامنے پڑے۔

"کیوں۔۔۔؟"

کیونکہ۔۔۔۔"تذبذب کا شکار ہوتے اس نے زور سے زمین پر بوٹز کو"
مارا۔کیونکہ۔۔۔وہ چاہتی ہیں میں شادی کروں وہ بھی ایک مسلم لڑکے سے،
تاکہ وہ روزِ قیامت اپنی فرینڈز کہ سامنے سر خرو ہو سکیں،اور میں مسلم تو کیا
کسی بھی ایکس وائے زی سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔اور ان کی شرط
مانے بغیر وہ مجھے ان لوگوں کا پتا نہیں دیں گی، لیکن مجھے ان لوگوں تک پہنچنا
ہے اور تم وہ واحد راستہ ہو میرے پاس۔۔۔سو۔۔۔۔"پیچ وتاب کھا کر بلی
تھیلے سے نکالتے اس نے سرخ ڈوروں سے مزین آنکھیں اٹھائی جس میں کم
از کم التجائیہ جذبات کہیں پنہاں نہیں تھے۔۔
جواباً بدر کچھ نہیں بولا تو وہ خود ہی آگ بگولہ سی واک آوٹ کر گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

...ضد نہ کر مجھ سے اپنی داستان سنانے کی
!!!...میں ہنس کر بھی سناؤں گا تو رو پڑو گے

سفید کڑکڑاتے شلوار قمیض میں ملبوس دائیں شانے پر بھورے رنگ کی موٹی سی اجرگ ڈالتے ہوئے انھوں نے قد آدم آئینہ میں اپنا سراپا دیکھا تھا عمر کہ اس حصے میں بھی ان کی ڈیل وڈول والی شخصیت نگاہوں کو جکڑ لینے والی کشش رکھتی تھی تضاد گہری آنکھوں میں محوِ رقص ملال و پشیمانی اور تن پر سیاہ چادر کی طرح پھیلی سوگواریت!

ڈریسنگ روم سے عجلتاً برآمد ہوئی رضوانہ بیگم کی نگاہیں چند ساعت کیلئے ان پر ٹھہر گئی تھی۔ جبکہ وہ اپنی ذات سے بے پرواوہاں سے ہٹ کر والیٹ اور چابیاں اٹھانے لگے تھے۔۔

ذرا ٹھہریں آپ میں چادر لے لوں۔۔۔!!"وہ تیزی سے کبرڈ کی طرف" بڑھتی ہوئی بولیں۔۔

میں نے آپ سے پچھلی مرتبہ ہی کہا تھا رضوانہ!آپ میرے ساتھ نہیں" چلیں گی دوبارہ۔۔۔!"دروازے کی سمت اٹھتے قدم روک کر انھوں نے ٹوکا تھا۔

اور میں نے بھی کہا تھا میں ہمیشہ آپ کے ساتھ چلوں گی۔۔۔"شال"
پورے وجود کہ گرد لپیٹتی ہوئی وہ مقابل چلی آئی تھی۔
رضوانہ! بچے بڑے ہو چکے ہیں، کسی دن پوچھ لیا انھوں نے کہ اس دن"
آپ کہاں جاتی ہیں تو کیا جواب دیں گی۔۔۔؟"انھوں نے شکستگی سے سوال
کیا تھا۔
کہہ دوں گی ایک عظیم عورت کی برسی میں اپنا حصہ ڈالنے جاتی"
ہوں۔۔۔"ان کا جواب سالوں سے نہیں بدلہ تھا۔
رضوانہ۔۔۔۔!!"انھوں نے بے بسی سے سرزنش کرنا چاہا۔۔"
مجھے مت روکیں شیراز! مجھے اس عورت سے عقیدت ہے، وہ مجھ سے پہلے"
آپ کی زوجیت میں آئی تھی، مجھ سے پہلے آپ کی اولاد کی ماں بنی، وہ چاہتی تو
پوری دنیا کہ سامنے آکر اپنے حقوق کی دعویداری کر سکتی تھی، آپ پر حق جتا
سکتی تھی، لیکن اس نے کیا کیا۔۔۔؟اپنے سارے حقوق سے دستبردار
ہو گئی، آپ کو ہر ذمہ داری سے بری ذمہ کر دیا، تضاد آپ کو قسم دے دی کہ

آپ کبھی ان کا نام ان کا ذکر اپنی زبان پر نہیں لائیں گے،اور پھر اتنی ہی خاموشی سے ہماری زندگی پھر اس دنیا سے چلی گئی،اس نفسا نفسی کہ دور میں اتنا عظیم کون ہوتا ہے شیراز۔۔۔؟اگر میں ان سے عقیدت رکھتی ہوں تو کیا برا کرتی ہوں آپ ہی بتائیں۔۔۔۔؟"جذبہ عقیدت سے مغلوب ہو کر کہتے ہوئے انھوں نے نگاہ اٹھائی تو شیراز عثمانی نے ڈھیلے انداز میں سر ہلا دیا تھا۔۔

اماں سا!ہم لوگ پھر جا کر آتے ہیں۔۔۔؟"سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے " ملازمہ سے محوِ گفتگو دی جان کو دیکھ کر وہ بولی۔

خیر سے جا کر آؤ۔۔۔"مبہم مسکراہٹ سنگ انھوں نے دعائیہ کلمات ادا" کئے۔

پورچ میں تیار گاڑی پر سوار ہوتے ہوئے حویلی کہ قوی ہیکل گیٹ کو بنا کسی رکاوٹ پار کیا تھا۔

اوراب گاڑی تیز رفتاری سے شہر جانے والے راستے پر دوڑ رہی تھی۔ شیراز عثمانی چہرے پر برسوں کی تھکان لئے آنکھیں موندے نڈھال سے سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے بیٹھے تھے جن پر بار بار رضوانہ عثمانی کی فکر مند نگاہ اٹھ رہی تھی۔

آج کی مخصوص تاریخ پر برسوں سے وہ لوگ شہر کیلئے روانہ ہوتے تھے، قرآن خوانی کہ انتظامات کیلئے مدرسہ پہلے ہی ملازم کو بھیج دیا جاتا تھا۔ پھر بذات خود اس مخصوص یتیم خانے میں جا کر وہاں کہ ضرورت مند بچوں کی چھوٹی بڑی ضرورتوں کو معلوم کرنا اور بنا پس پیش اپنے ہاتھوں سے اسے پورا کرنا ان کہ بے قرار دل کو لمحاتی قرار دیتا تھا۔۔

غرض 'کسی کی' یاد کو انھیں کی پسندیدہ جگہ پر تازہ کرنا ان کا ہر سال کا معمول تھا۔ خواہ اس تاریخ کو آندھی آئے یا طوفان وہ لوگ ہر صورت اس تاریخ کو مطلوبہ یتیم خانے میں موجود ہوتے جہاں 'وہ ہستی' برسوں پہلے اپنے بے لوث خدمات دیا کرتی تھی۔

وہ دونوں میاں بیوی اس مخصوص تاریخ کو کہاں جاتے تھے یا تو کسی کو علم ہی نہیں تھا یا شائد فرق نہیں پڑتا تھا۔

لیکن ہاں ! 'اسے 'فرق پڑتا تھا جس کی منتشر ذات کا سچ اس تاریخ سے وابستہ تھی۔

چند برس پہلے شیراز عثمانی کا پیچھا کرتے ہوئے وہ تجسس کے ہاتھوں مجبور اس یتیم خانے تک پہنچ گیا تھا اور وہاں ان کے خاص خدمات کی 'وجہ' جان کر اس کے اندر الاؤ بھڑکنے لگے تھے اور اس کہ بعد سے اسے اتفاق کہیں یا اس کی بد قسمتی ہر تاریخ کو مقرر وقت پر شہر کی جانب کوچ کرتی ہوئی شیراز عثمانی کی گاڑی اس کی نگاہوں کی گرفت میں کسی نہ کسی طرح اسے آپے سے باہر کرنے کیلئے آ ہی جاتی تھی۔۔

اور یہ بد صورت اتفاق آج پھر ہو گیا تھا۔

کھیتوں میں کھاد ڈلواتے ہوئے اس کی نگاہ شیراز عثمانی کی مخصوص گاڑی پر پڑی تھی اور ٹھیک اسی وقت کسی مزدور نے قریب آج کی تاریخ یاد کیا تھا۔۔

آپ۔۔آپ کہاں جارہے ہیں سا!!"زور سے ہاتھ میں موجود کدال کو"
اچھال کر اسے ایک جانب بڑھتا دیکھ منشی جی نے ہڑ بڑا کر پوچھا۔
آپ سے مطلب۔۔۔۔؟"وہ بھوکے بھیڑے کی طرح غراتا ہوا مڑا۔جواباً"
منشی جی نے سہم کر نفی میں سر ہلایا۔
پھر اپنا کام کریں۔۔۔۔۔۔۔"درشتگی سے کہتے وہ تن فن کرتا اپنی جیپ کی"
طرف بڑھا تھا۔۔
اللہ خیر کرے۔۔۔!!!"ایک عرصے بعد اسے اپنے مخصوص آتش فشانی"
روپ میں قہر ساماں دیکھ منشی جی نے سر اٹھا کر خیر کی دعا مانگتے حلق تر کیا
تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

سینے میں اُلجھنوں کا جو بن، کمال اَست
!آہا یہ زندگی سے اَن بَن کمال اَست
ٹوٹے ہوئے بدن میں وحشت کی سِسکیاں

!!اور پھر دلِ خراب کی چَھن چَھن کمال اَست

"!السلام علیکم"

دھار سے دروازہ کھلنے پر ہڑ بڑا کر سیدھی ہوتے ہوئے اس نے بے ساختہ سلامتی بھیجی۔

لیکن وہ طوفان کی طرح سائیڈ روم میں غائب ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟ کچھ چاہیئے آپ کو۔۔۔؟"

دوسرے روم سے بلند ہو رہی اٹھا پٹخ کی آواز پر وہ پریشان سی ادھر آتی مسقتسر ہوئی تھی۔

لیکن جواب ندارد تھا۔

کیا ہو گیا ہمیں بتا دیں ہم تلاش کر دیتے ہیں، اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہیں۔۔۔؟"اسے صندوق سے ادھر ادھر چیزیں نکال کر اچھالتا دیکھ اس نے تشویش سے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔"

سکون تلاش کر رہا ہوں میں، ڈھونڈ کر لا سکتی ہیں۔۔؟ نہیں ناں! پھر" جائیں یہاں سے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔۔۔؟" لہجے میں اژدھوں سی پھنکار لئے وہ کچھ اس طرح غرایا تھا کہ مقدس کا ہاتھ آپ ہی آپ اس کے بازو سے جدا ہوتا پہلو میں گرا تھا۔

بے یقینی کی کیفیت میں اس کا چہرے دیکھتے ہوئے غیر محسوس انداز میں قدم پیچھے لیتے اس نے اس کی تپتپے صحرا کی طرح بھڑکتی آنکھوں، سلگتے نقوش میں اس شخص کی شبیہ تلاش کرنی چاہی جو گزشتہ ہفتوں سے اس کے ساتھ تھا لیکن کئی ساعت تک اس کوشش میں ناکام رہنے کے بعد وہ بہت خاموشی سے مزید دو قدم پیچھے لیتی ہوئی اس احاطے سے ہٹتی کمرے سے ہی نکل گئی تھی۔

کھولتے ذہن اور اپنے بکھرے اعصاب کی طرح پورے صندوق کی چیزیں چاروں جانب بکھرا کر مطلوبہ رائفل برآمد کرتے شدید غصہ کہ باعث

سارے سر دپر چکے حس میں نجانے وہ کونسی حس تھی جس نے اس
سرسراتے آنچل کا گزر جانا نوٹس کیا تھا۔۔
شدت سے جبڑوں کو جکڑ کر خود پر ہزار ضبط کے باوجود دل کی ایما پر پلٹ کر
دیکھا تو وہ واقعی وہاں کہیں نہیں تھی۔۔

"!!شٹ"

اندر سے اٹھی شدید غصہ کی لہر کو دباتے ہوئے اس نے پوری قوت سے
رائفل کو واپس صندوق میں پھینکا تھا اور پھر وہیں دونوں مٹھیوں میں سختی سے
گھنے بالوں کو جکڑتا ہوا بیٹھ گیا تھا۔

عشق وہ ساتویں حس ہے کہ جسکو عطا ہو
!!رنگ سنائی دیں اُسے، خُوشبو دکھائی دے

رگوں میں لہو کی جگہ دوڑتے شرارے، دماغ میں اٹھتے نفرت کے شعلے، پورے وجود کو لپیٹ میں لئے تنفر کہ ذہریلے ناگ، آنکھوں میں ایک جہاں کو بھسم کر دینے والے آتش فشانی جذبات۔۔

یہ اس کی وہ کیفیت ہوتی تھی جہاں وہ ہر احساس سے بے بہرا ہو کر فقط سارے عالم سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔

پر اس لمحے ان ساری کیفیات پر وہ ایک احساس ندامت بھاری تھا جو اس سے تلخ و بلند لہجے میں کلام کرنے اور بد صورت سلوکی سے پیش آنے پر اسے کچوکے لگا رہا تھا۔

ایسا ہی ہوں میں انھیں سمجھنا چاہئے، پتھر پر مستقل پانی گرنے سے اس میں " سوراخ تو ہو سکتا ہے لیکن وہ گل گلزار نہیں ہو سکتا، اس کی فطرت ہے زخم دینا وہ زخم ہی دے گا۔۔۔" اندر کہیں سے ایک سرکش آواز ابھری تھی وہ تیزی سے صندوق سے رائفل اٹھاتا ہوا کار توس کا بیگ شانے پر اٹکا کر۔

ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھا کر چند گھونٹ میں ختم کرتا ہوا مستحکم قدموں دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔

نگاہوں کو اچھی طرح باور کرایا تھا کہ ان کی تلاش میں بھٹکنے کی جرات نہ کرے لیکن درمیانی دروازہ عبور کرتے ہی باغی نگاہ پہلے اسی کی تلاش میں اٹھی اور اسے الماری سے تہہ شدہ کپڑے نکالتا دیکھ دھڑکن و قدم دونوں جیسے غیبی قوت نے اپنی قید میں جکڑے۔۔

کک۔۔کہاں جا رہی ہیں آپ۔۔۔۔؟"بیڈ پر بیگ اور دیگر اس کی چیزیں" دیکھ اس کی دھڑکنیں باضابطہ مدھم پڑی تھی۔

ابا کہ پاس۔۔۔۔؟"ہاتھ میں موجود کپڑے بیڈ پر رکھتے اس نے بنا راست" طور پر متوجہ ہوئے جواب دیا۔

کیوں۔۔۔؟"وہ تیزی سے قریب آیا تھا۔"

کیوں کا کیا جواز دیں ہمارے ابا ہیں وہ۔۔۔۔"اس کے لہجے کی مخصوص" حلاوت مفقود تھی۔

دلاور کہ اندر بے چینیاں انگڑائیاں لینے لگی تھی۔

"ہاں! لیکن۔۔۔۔۔۔"

لیکن کچھ نہیں۔۔آپ جارہے ہیں،اور دی جان بتاتی ہیں جب آپ " جنگلوں میں نکلتے ہیں آپ اس دنیا کے لوگوں سے بے بہرا ہو جاتے ہیں،ایسے میں ہمارے پاس اپنے ابا کہ پاس جانے کہ علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ حویلی میں جاکر ہم خواہ مخواہ کہ حالات پیدا نہیں کرنا چاہتے، آپ اگر ابھی نکل رہے ہیں تو شام تک ہم اپنے ابا کو بلوا لیتے ہیں۔۔۔۔نو بج چکے "ہیں ہمیں چاشت کی نماز ادا کرنی ہے۔۔

بنا اس کی جانب دیکھے سنجیدگی سے بات سمیٹتی ہوئی وہ واش روم میں غائب ہو گئی تھی۔

وہ اسی جگہ کھڑا کا کھڑا رہ گیا تھا۔

اس کا انداز تھا وہ پر اعتمادی سے نگاہ اٹھا کر بات کرتے ہوئے اسے زیر کرتی تھی اور آج اس نے اپنے حلاوت و اپنائیت سے مبر ا انداز میں کلام کرتے اس پر نگاہ غلط تک ڈالنے سے مکمل گریز پا رہی تھی۔۔

کلام کر کہ مرے لفظ کو سہولت ہو

!!!! ترا سکوت مری گفتگو محال کرے

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کہیں یہ پہلی علامت نا ہو عشق کی

مجھے مسلسل تیرا دھیان آنے لگا ہے

ہاں ! تو بھائی سا آپ نے میری شاپنگ۔۔۔(ارے ! بھابی سا میری چائے" یہیں دے دیں ناں)۔۔۔ہاں تو میں کہہ رہی تھی آپ نے شاپنگ مکمل

کرلی نہ لسٹ سے کوئی۔۔(ارے! ہاتھ میں دے دو یار)۔۔ہاں! لسٹ سے
"کوئی چیز چھوٹنی نہیں چاہیئے

زیر لب شریر مسکراہٹ دبائے بظاہر دنیا جہاں کی سنجیدگی خود پر طاری کئے
اس نے کئی بار کی طرح جملہ مکمل کرتے ہوئے کیمرے سے نظر ہٹا کر
کمرے میں موجود دوسری ہستی کو مخاطب کیا تھا۔

مقصد صاف دوسری جانب موجود باران کو چھیڑنا تھا لیکن وہ کائیاں شخص بنا
کوئی خاص تاثر دیئے بہن کی اداکاریوں سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"اچھا! صرف میری ہی نہیں اپنی زوجہ محترمہ کی لسٹ میں سے بھی کچھ مس
مت کیجئے گا(دیکھ لیں بھابی سا ملنی تھی آپ کو ایسی نند موم بتی لیکر ڈھونڈنے
سے بھی۔۔۔؟)"رعب دارانہ انداز میں یاد دہانی کراتے ایک مرتبہ پھر وہ
پیچھے مڑ کر بولی تو کیمرے کی آنکھ سے اس کی حرکات سے محظوظ ہو رہے
باران سے اب کی مرتبہ قہقہہ کنٹرول نہیں ہوا تھا۔۔

ارے! ارے! اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے۔۔۔؟" وہ بگڑ کر سیدھی" ہوئی تھی۔

ویسے میں بتادوں فون اسپیکر پر ہے اور آپ کہ بلند بانگ قہقہے سے وہ" محظوظ ہو رہی ہیں، میں بتا رہی ہوں رسک لے رہے ہیں آپ، آگے کی کاروائی کی ذمہ داری آپ کی ذاتی ہے۔۔۔۔" اس کا قہقہہ نہ رکتا دیکھ اس نے خوف زدہ کرنا چاہا لیکن دوسری جانب سے مردانہ بھاری قہقہہ بجائے رکنے کہ مزید زور پکڑ گیا تھا۔

ارے! بھائی سا! آپ تو کوئی بڑے ہی بے خوف بندے ہیں، بتادوں" رخصتی باقی ہے آپ کی آج کل میں تاریخ نکالنے والے ہیں داجی، ایسے ہی حالات رہے تو ہو گئی رخصتی۔۔۔۔!!" بجائے تنگ ہونے کہ اپنے محظوظ کن قہقہے سے الٹا زچ کرنے پر وہ بدک کر سنگین دھمکیوں پر اتری تھی۔۔

اچھا!! لیکن رکوائے گا کون رخصتی۔۔۔؟" زیر لب مسکراہٹ دبائے اس" نے گمبھیرتا سے سوال کیا۔

وہی جس کی شاپنگ لسٹ والی بات پر آپ کہ قہقہہ کا نہ رکنے والا طوفان"
اٹھا ہے۔۔۔؟" وہ دھونس ڈالتے انداز میں بولی۔۔
اچھا مذاق ہے۔۔۔۔"اس نے غیر سنجیدگی سے شانے جھاڑے۔۔"
بھائی سا! حدِ ادب۔۔۔وہ یہیں براجمان آپ کی گوہر افشانیوں پر غصہ سے"
لال پیلی ہو رہی ہیں۔۔۔۔؟" ہاتھ اٹھا کر اس نے فون ہی سے خبر دار کیا۔
اچھا! ذرا ان سے پوچھ کر بتاؤ شاپنگ لسٹ کہ ینڈ میں جو ریڈ پین سے ہائی"
لائٹ کئے گئے ائٹمز ہیں، انھیں کمپلسری لینا ہے یا اوائڈ کرنا
ہے۔۔۔۔؟" سنجیدگی سے کئے گئے باران کے سوال پر اس نے فوراً وہی
الفاظ دوسری جانب مخاطب ہو کر دہرائے تھے۔۔
ہاں! انھوں نے کہا ہے لسٹ سے کچھ مس نہیں ہونا چاہئے، وہ پین ختم"
"ہو گیا تھا اس لئے ریڈ پین یوز کرنا پڑا۔۔۔۔
اس نے ہو بہو الفاظ دہرانے جیسا انداز اپنایا۔

آہ! اچھا۔۔اچھا! سرخ کہ علاوہ اور بھی کئی رنگ استعمال ہوئے ہیں غالباً"
اتنے شیڈز کی لپ سٹکز کا اسٹارک چاہئے ذرا پوچھیں۔۔۔۔؟"اثبات میں
سر ہلاتے وہ مزید بولا تو جواباً مضراب کا سر بھی ہلنے لگا تھا۔

"!!!!!!!!!رابی"

افف!!بھائی سا۔۔آپ کو زیرو زیرو سیون میں ہونا چاہئے تھا یار حد ہی"
ہے۔۔۔"چوڑی پکڑی جانے پر اس نے ناک بھوں چڑھانا شروع کیا تھا۔
اور آپ کو میچ میکینگ بیورو کھول لینا چاہئے خاصہ ترقی کریں"
گی۔۔۔۔"آنکھیں دکھاتے اس نے طنز کیا تو وہ ہونٹ چبانے لگی تھی۔
یار دا جی نے کہا ہے جلد از جلد آپ لوگوں کی رخصتی کی تاریخ طے کریں"
گے، میں نے سوچا تھوڑی سیٹنگ کروادوں اور نیکی کمالوں۔ لیکن یہاں
"تو۔۔۔۔

رابی!!!!!؟"فہمائشی انداز پر فوراً اس نے فر فر چلتی زبان کو بریک"
لگائی۔۔

کیا صحیح وقت پر تشریف لائیں ہیں آپ بھابی سا! ذرا ملاحظہ فرمائیں اپنے"
شوہر نامدار کہ اپنے ذکر خیر پر ارشادات۔۔۔۔"ایک مرتبہ پھر پرانی ٹون
میں اچھلتی ہوئی وہ کھڑی ہوئی۔

جواباً باران نے نفی میں سر ہلایا۔

میں اپنے زریں خیالات بنفس نفیس ان کے گوش گزار کرلوں گا ذرا دیں"
اپنی بھابی سا کو فون۔۔۔۔؟"پیشانی کھجاتے اس نے چبا کر حکم صادر کیا۔
"!!بضد شوق جناب"

چہک کر وہ دروازے میں کھڑی میرال کو فون تھماتی سکرین کہ ساتھ کمرے
سے بھی کچھ اس طرح گل ہوئی کہ دونوں جانب کہ نفوس سیکنڈ کیلئے سکتہ
میں ہی چلے گئے۔۔

اا۔۔اس۔۔السلام علیکم!!"مقابل کی گڑی نگاہوں سے خائف ہوتے"
میرال نے پہل کی۔

وعلیکم السلام!" سنبھل کر ادھر سے بھی گمبھیر آواز میں ترسیل ہوئی"
سلامتی میرال کی دھڑکنوں میں بھونچال لانے کیلئے کافی تھی۔
کیسی ہیں آپ۔۔۔۔؟"پوری طرح سکرین پر نگاہ جمائے وہ فرصت سے"
مخاطب تھا۔

جی ٹھیک۔۔۔"صوفے کہ کنارے پر ٹکتے اس کہ حلق میں الفاظ اٹک"
رہے تھے۔۔

یہ پر شوق نگاہیں جمی ہی اس کے نقوش پر ایسی تھی کہ یوں لگ رہا تھا وہ سات سمندر پار نہیں بلکہ روبرو بیٹھا اپنی پر تپش نگاہوں سے اس کا نقش نقش سلگا رہا ہے۔۔۔۔

"میری خیریت نہیں پوچھیں گی۔۔۔۔؟"

"جی۔۔جی۔۔وہ۔۔۔۔"

الحمداللہ میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ سب کی دعا ہے۔۔ویسے کرتی ہیں" آپ میری خیریت کی دعا۔۔۔؟"آخر میں اس کے مشکوک انداز پر وہ بوکھلائی تھی۔۔

"جی۔۔جی وہ تو میں۔۔۔۔"

"ہاہاہا۔۔۔۔۔۔"

اس کے خطاءاؤسان دیکھ دوسری طرف باران کا جو قہقہہ بے قابو ہوا تو پھر میرال کو اپنی ہونق پن پر شرم سے پانی پانی کر کے ہی رکا تھا۔

سوری! بٹ آپ کے حوالے سے مضراب کی جانب سے میں ٹھیک ٹھاک" ستایا جاتا ہوں، پھر میرا بھی حق ہے تھوڑا آپ سے بدلہ لینے کا۔۔۔؟"سنجیدگی طاری کرتے ہوئے بھی وہ شرارت پر آمادہ تھا۔

مجھے شائد خالہ سا بلا رہی ہیں۔۔۔۔؟" نظر جھکائے ہی اس نے راہ فرار ہموار" کرنی چاہی۔

"اپنی خالہ سا سے کہیں آپ ان کے بیٹا سا سے بات کر رہی ہیں۔۔۔۔؟"

"جی۔۔۔۔۔؟"

اس کے برجستگی سے حکم دینے پر میرال نے آنکھیں پھاڑ کر سکرین کو دیکھا یعنی دوسری جانب بیٹھے باران کو۔۔

سنا ہے حشر ہیں اُسکی غزال سی آنکھیں

!!سنا ہے اُسے ہرن دشت بھر کہ دیکھتے ہیں

وہ کئی ساعت تک سحر زدہ سا ان بڑی بڑی جھالڑی شفاف آنکھوں میں دیکھے گیا تھا۔

ہم خالہ سا کی بات سن لیتے ہیں۔۔۔"دوبارہ اسے ہی نگاہیں جھکانی پڑی" تھی۔

اور میری بات۔۔۔؟"اس کے لہجے میں ایک خمار آلود بوجھل پن سا جھلکا" تھا۔

میرال کی پلکیں باضابطہ لغزش کا شکار ہوئی تھی۔

اپنی شاپنگ لسٹ یاد سے بھیج دیجئے گا، کل کوئی میٹنگ نہیں لہٰذا میں وہ کام" نبٹالوں گا۔۔۔"اس کی دگرگو حالت کہ پیش نظر باران کو ان بے ساختہ شوقیوں سے دامن جھٹک کر خود پر بردباری طاری کرنی پڑی تھی۔

اس کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے پاس سب موجود ہے، آپ بس" "مضراب کی چیزیں لے آئیں۔۔۔۔

"ان کی بھی آجائیں گی آپ اپنی بھیج دیں۔۔۔"

"پر میں۔۔۔"

میرال!!!"اس کے واپس تردید کیلئے کھلے لب اس کی تنبیہی پکار پر" سکڑے تھے۔

اگر ہمارے رشتے میں عام کپلز جیسی بے تکلفی نہیں ہے تو آپ کو ایسے خواہ" مخواہ کی تکلف برت کر آکورڈ بھی نہیں بنانا چاہئے۔۔"اس تاسف وارن کیا تھا۔

ہمارے رشتے میں حق کی نوعیت صرف وہی ایک روایتی قسم کی نہیں"
ہے، ہم دونوں ایک دوسرے پر ہر اعتبار سے حق رکھتے ہیں، اور ہمیشہ خاص
وجہ سے ہی حق کی دعویداری ہو ضروری نہیں، کبھی خواہ مخواہ بھی حق جتا لینا
چاہئے۔۔ سمجھ گئیں۔۔۔۔"اپنے اسی سحر پھونکتے انداز میں اسے سمجھاتے
آخر میں باران نے تصدیق چاہی کہ ہونق ذہن میں کتنی بات سمائی۔۔
جواب میں اس کا سر ہلا تھا۔
"میں نے سنا نہیں۔۔۔۔"
جی! میں شام تک لسٹ بھیج دیتی ہوں، ابھی کچھ مہمان آئے ہوئے"
ہیں۔۔۔۔"اب کے بنا اٹکے جھجھکے اس نے مکمل جملہ ادا کیا تھا یہ اور بات
تھی نگاہ ہنوز جھکی تھی لیکن باران نے اتنی پڑو گریس پر بھی شکر ادا کیا تھا۔
"تو پھر جائیں اپنی خالہ سا کہ پاس۔۔۔"
جی!! فی امان اللہ۔۔۔!!"پل کی پل میں نگاہ اٹھا کر اسے اللہ کی امان میں"
دیتے اس نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

لیکن باران کئی ساعت تک آنکھوں میں۔عجب سرور سموئے تاریک سکرین کو دیکھتا رہا تھا۔۔

محوِ خواب دُنیا کی، بیکراں خموشی میں
جو مہک اُٹھے گل ہے، جو دَھڑک اُٹھے دِل ہے

تو حویلی میں دا جی نے رخصتی کا شوشہ چھوڑ دیا ہے، اور یہاں پر و گریس" ہونے میں ابھی بھی۔۔۔۔۔"نفی میں سر ہلاتے اس نے سائیڈ پر فون رکھتے آنکھوں کو موندا تھا۔

اور ذہن کے اس پار بے خیالی میں اوروں کے سامنے بردبار، سمجدار، ذمہ داری مگر باران عثمانی کے سامنے بوکھلائی ہراساں، سراسیمہ سی کی تصاویر کسی البم کہ الٹتے اوراق کی طرح الٹنے لگے تھے۔

اور ہر تصویر میں وہ اس کی شخصیت سے مرعوب و خائف ہی نظر آ رہی تھی۔

"!!!افففف"

ہنس کر نفی میں سر ہلاتا وہ کروٹ لیکر لیٹ گیا لیکن یہ سلسلہ نہ رکنا تھا نہ رکا تھا۔

کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کم از کم میرال عثمانی تو ہر گز بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ سات سمندر پار سیون اسٹار ہوٹل کے شاندار کمرے میں دراز کوئی اس کہ تصور سے اپنی عزیز نیند کو خائف کئے تصور جاناں میں محو ہے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"اؤ بھائی صاحب!

ہیلو دیوداس سا! میں آپ سے بات کر رہا ہوں، آپ چلیں گے میرے ساتھ یا یہیں بیٹھ کر سوگ منانے کا ارادہ ہے۔۔۔۔؟"

معظم نے اس کی بند آنکھوں کہ آگے ہاتھ ہلاتے ہوش میں لانا چاہا لیکن دوسری جانب بس ناپسندیدگی کہ اظہار کیلئے جبڑے بھینچے تھے۔۔

واہ! ظالم سا! آپ کا جواب نہیں ہے، آپ نے خود فون کر کے بتایا کہ آپ "
اپنا پاس بھول گئے ہیں اب میرے ساتھ آپ کو جنگل کہ اندرونی حصے میں
جانا ہے، اور خود نے ہی یہاں بیٹھے بیٹھے سنیاس لے لیا ہے، اور میں گھامڑ
پاگل کی طرح بکے جا رہا ہوں دو گھنٹہ سے، ویسے میں آپ کو بتا دوں سنیاس
وہ لیتے ہیں جن کا دنیا سے دل اچاٹ ہو جائے، جس کی دنیا ایک شخص کہ گرد
گردش کرنے لگے، وہ درگاہوں، صحراؤں کا رخ کرتے ہیں، سن رہے ہیں
"آپ ظالم سا۔۔ارے! سنئے محترم دیوداس۔۔۔ارے۔۔۔۔۔
دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔۔"اس کی بک بک سے تنگ آتے اس نے "
دہاڑتے ہوئے سائیڈ پڑی ہاتھ آئی چیز اس کی سمت اچھالی تھی۔
لیکن وہ بچت کر گیا تھا۔۔
صحیح ہے آپ کا بابو سا! کہیں کا غصہ کہیں نکالتے توڑ دیں معصوم سے خادم "
"کا سر۔۔۔۔؟

تیرا مسئلہ کیا ہے ننھے افسر۔۔۔؟"سرخ ڈوروں سے مزین آنکھوں میں" بھسم کر دینے والی چنگاڑیاں لیۓ وہ مستفسر ہوا تھا۔

میرا مسئلہ نہیں مسائل ہیں،اور سب سے بڑا دکھ تو یہی ہے کہ کیوں داجی" نے دس بارہ سنگین قسم کی دھمکیاں میرے منہ پر مار کر میرا نکاح شکاح نہیں "کروایا۔۔۔۔۔؟

مسمسی شکل ڈالتے اس کی دہائی اسی کی طرح انتہائی بکواس تھی۔۔

تمہیں دھمکی کی کیا ضرورت ہے، تم تو ویسے ہی ترسے ہوئے ہو خود" کر لو۔۔۔۔۔۔؟"اس نے دانت کچکچاتے مشورہ دیا۔

کر تو لیتا، لیکن کم بخت دل نے جا کر سینگ بھی وہاں اڑائے ہیں جہاں ویسے" ہی چانسیز نہیں بنتے تھے اور تضاد تیری دوستی،لوگوں کہ دوست ملاتے ہیں یہاں میرا دوست ہی بڑی رکاوٹ ہے۔۔۔"زیر لب اس نے اپنے جلے دل کہ پھپھولے پھوڑے۔۔

میری غلطی ہے جو میں تمہاری بکواس سننے چلا آتا ہوں۔۔"اس کی"

بڑ بڑاہٹ پر بھڑ کتے وہ اٹھا تھا۔

آپ بصد شوق آتے ہیں سایہ نیک کام کرنے۔۔۔"پیچھے بیڈ پر لیٹتا وہ"

ڈھٹائی سے ہنسا۔

وہ دونوں اس وقت معظم کہ کواٹر میں موجود تھے۔

ایسی قاتل نگاہوں سے نہیں دیکھ مجھے،ایسی قاتل نگاہوں سے لڑکیاں"

پگھلتی ہے گبھرو جوان نہیں۔۔۔"کالر جھاڑتے وہ چھیڑنے سے باز نہ آیا

تھا۔

تو خود شکار پر جا رہا ہے،ایسے میں بھابی اپنے ابا کہ پاس جانا چاہتی ہیں تو مسئلہ"

کیا ہے تجھے۔۔۔"اس کی تنبیہی گھوری سے وہ ذرا سیدھا ہوا۔

مسئلہ۔مسئلہ کیوں نہیں ہے۔۔۔"معظم کہ انداز پر وہ بدکا تھا۔"

"کیا مسئلہ ہے۔۔۔؟"

دی جان! انھیں کیا جواب دوں گا ان کہ اس طرح میکے چلے جانے"
کا۔۔"پیشانی مسلتا وہ خود اپنے جواز تراشی سے مطمئن نہیں تھا۔
دی جان کو جواب دینے کی ٹینشن ہے یا اس بے وجہ کی دوری کا اپنے دلِ"
بے قرار کو جواب دینے کی ٹینشن ہے۔۔۔؟"ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھتے
معظم نے پوری سنجیدگی سے پوچھا۔۔
فارغ بیٹھا ہے، مر جا یہیں پر جاہل انسان۔۔"شدید طیش بھری زچ"
نگاہوں سے گھوری ڈالتے اس نے سائیڈ پر پڑا گو تکیہ اس کے پیٹ پر پھیکا
تھا۔
ہائے!! مار دیا۔۔۔"جواباً وہ کراہتا ہوا اٹھ بیٹھا تھا۔۔"
ہونہہ! گبھرو جوان۔۔۔۔!"بنا اس کی دہائیاں سنے وہ کارتوس کا بیگ"
رائفل اٹھا کر لکڑی کہ دروازے کی سمت بڑھا۔
"اوئے! کہاں چلا اب نہیں جانا شکار پر۔۔۔؟"
وہ بنا مڑے دروازہ عبور کر گیا تھا۔

اچھا۔۔جا جا بھابی کو ناراض کر کے کہاں تجھے چین آنا ہے، جا اچھے سے "
منانا۔۔۔اپنے اندر کہ حریف زادہ کو نیند کی گولی ڈال کر سلانے کہ
بعد۔۔۔۔۔۔" کھڑکی سے جھانکتا وہ بیش قیمتی مشورے دینے سے باز نہیں
آیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کاٹیج کہ احاطے میں قدم رکھتے ہی برق رفتار سے اس کی بے قرار نگاہیں
پورے کمرے میں دوڑی تھی۔
سوائے 'اس وجود' کہ ہر چیز کو جہاں کا تہاں سلیقے پڑا دیکھ باضابطہ اس نے اپنی
دھڑکن و سانس میں دباؤ محسوس کیا تھا۔۔
"کہاں چلی گئی۔۔۔؟"
باتھ روم کا دروازہ نیم وا تھا لہٰذا وہ تیز قدموں سائیڈ روم میں گھسا لیکن وہاں
سے بھی متلاشی نگاہوں کو ناکامی ہی نصیب ہوئی تھی۔۔

واپس سے خواب گاہ کہ بیچ و بیچ کھڑا ہوتے اضطرابی کیفیت میں بار بار گردن سہلاتے ہنوز بے چین نگاہوں کو چاروں جانب دوڑا رہا تھا۔۔

اور ہر لوٹتی ناکام نگاہ کہ ساتھ وہ اپنے وجود میں سانس سانس محال کرتی سنناٹے اترتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ جیسے اعصاب سن ہو رہے ہوں۔

ایسی کفیت تو اس کی پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔۔

ہاں ! جب لوگ اس کی ولدیت اس کی ماں پر سوال اٹھاتے تب وہ شدید نفرت کی لپیٹ میں آکر ایک جنون خیز کیفیت کہ زیر اثر آتا ہوا سرکش طوفانی روپ لیکر سب تہس نہس کرتا چلا جاتا تھا۔ لیکن یہ ایک شخص کہ نظر نہ آنے سے ارد گرد آکسیجن کی شدید کمی محسوس کرنا، یہ کس کیفیت کا نام تھا۔۔

کیا وہ چلی گئی۔۔۔۔؟" چار حرفی لفظ بڑی مشکل سے اس کے خشک حلق و لب سے ادا ہوئے تھے۔۔

"دلاور ! ہوش کہ ناخون لو۔۔دلاور۔۔۔۔"

ماؤف ہوتے ذہن کو بیدار کرنے کیلئے اس نے تین چار بار کنپٹی کو بجایا لیکن بے سود اب پیشانی باقاعدہ ننھی ننھی پسینے کی بوندوں سے بھیگنے لگی تھی۔۔۔ یہ۔۔یہ کیا ہو رہا ہے مجھے۔۔۔"اس کی حالت کسی نشے کہ عادی شخص کی" طرح دگرگو ہو رہی تھی۔

قبل اس کے کہ مزید حالت خراب ہوتی۔

مدھم آواز ابھری۔

"!!آپ۔۔۔۔۔"

واش روم سے کپڑوں کی بالٹی لیکر برآمد ہو رہی مقدس کو دیکھ یک بیک ہی جیسے فضا میں بتدریج گھٹ رہی اکسجن کی مقدار اعتدال پر آئی تھی۔۔ لیکن وہ بنا کچھ کہے بالٹی اٹھائے بالکنی میں چلی گئی تھی۔سات سے دس منٹ بعد جب وہ کپڑے ڈال کر واپس آئی اسے ہنوز اسی پوزیشن میں وہیں ایستادہ پایا۔

کچھ چاہیئے تھا آپ کو۔۔۔؟"خواہ مخواہ بیڈ شیٹ ٹھیک کرتے وہ اسی"
اجنبیت بھرے انداز میں مستفسر ہوئی۔۔
ہاں! وہ اب جنگل ن۔۔۔۔میرا مطلب ہے کہ معظم کو کوئی کام آگیا ہے تو"
آج نہیں جارہے۔۔۔۔"پوری طرح عیاں ہوتے ہوئے بھی اس نے ذرا سا
پردہ 'آج' کا اضافہ کر کے کھینچ لیا تھا۔
جی بہتر۔۔۔!"وہ بیڈ کہ پاس سے ہٹ کر درمیانی دروازے کی طرف"
بڑھی۔۔۔
کیا بہتر۔۔۔؟"وہ تیزی سے راہ میں حائل ہوا۔"
ہمارے بھائی واپس آرہے ہیں کل، ابا گھر میں کام کروا رہے ہیں کچھ اس"
لئے آج فرصت نہیں ہے، انھوں نے کہا ہے وہ کل آجائیں گے، سو آج کیلئے
ہم نے نصرت (ملازمہ) کو بلوالیا تھا رات ٹھہرنے کیلئے، اب آپ آگئے ہیں تو
انھیں منع کر دیں گے۔۔۔۔باقی کل ابا آجائیں گے ہمیں لینے۔۔۔"وہ مزید

سوال سے بچنے کیلئے تفصیلاً بتاتی وہاں سے ہٹنے کیلئے پر طولنے لگی لیکن وہ ڈٹا کھڑا تھا۔

"کچھ کہنا ہے آپ کو۔۔۔؟"

اس کے ٹس سے مس نہ ہونے پر پوچھا گیا۔تاہم چہرہ ہنوز بے تاثر نگاہیں ہنوز چار ہونے سے محترز تھیں۔۔

"میرا مقصد آپ کو خوف زدہ کرنا نہیں تھا۔۔پھر بھی آپ ہوئی ہیں تو آپ جان لیں میرا وہ غصہ وہ روپ آپ کیلئے نہیں تھا۔۔۔"بہت دقت سے اس نے کفر توڑا تھا۔

"ہم آپ سے خوف زدہ نہیں خفا ہیں،اور ہماری یہ خفگی خالصتاً آپ ہی سے ہے،آپ کے اس روپ سے ہی ہے،بتائیں پھر اس کی تلافی کس طرح کریں گے۔۔۔۔؟"اسی خفگی بھرے انداز میں غلط فہمی دور کرتے وہ سنگین مسئلہ اس کے سپرد کر چند ساعت انتظار کرتی رہی پھر سائیڈ سے ہو کر سائیڈ روم میں جا بند ہوئی۔

"!!!شٹ"

غصہ سے مکا بنا کر اس نے اپنی دوسری ہتھیلی پر مارا تھا۔

وہ اسے بہت کچھ کہہ سکتا تھا، وہ روک سکتا تھا، وہ حق سے اس کی مرمری کلائی تھام کر اسے اپنے اندر سمو سکتا تھا، اپنی بے قراریاں اپنا خوف اپنی بے ہنگم دھڑکنوں کی زبانی سنا سکتا تھا۔

پر اس کیلئے جو ضروری تھا وہ تھا 'حق جتانے آنا' اور یہ ہنر حریف زادے کو نہیں آتا تھا، سکھایا ہی نہیں گیا تھا اسے بلکہ کبھی کسی نے اسے حق دیا ہی نہیں تھا کہ بات جتانے تک پہنچے،

دھتکار، پھٹکار، نفرت، عداوت، چپقلش، تنفر زدہ رویہ اور ان چاہے ہونے کا احساس، یہی اس کی بچپن سے جوانی تک کی داستان تھی کبھی 'حق اپنا پن' اسے ملا ہی نہیں تھا کہ وہ مظاہرہ کر پاتا۔

اب ایک مضبوط رشتے کہ حوالے سے سب ملا تھا تب بھی اس کہ اٹھتے قدم سے انجانے خدشے زنجیر کی طرح لپٹ جاتے رہی۔۔

کہنے کو اتنا کچھ تھا لیکن کبھی زبان ساتھ نہیں دیتے تھے تو کبھی الفاظ گونگے ہو جاتے تھے۔وہ جذبوں کی تپش سے نہیں سینچا گیا تھا اس لئے اسے کومل جذبات کو دلکش الفاظ میں ڈھالنے کا ہنر نہیں آتا تھا۔۔۔۔

لیکن اب یہ ہنر سیکھنا ناگریز ہو گیا تھا۔ایک پر عزم نظر درمیانی بند دروازے پر ڈال کر وہ ذہن پر سکون کرنے باہر نکلا تھا۔

اور پھر شام ڈھلنے تک بہانے بہانے سے کاٹیج کہ اندر آتا رہا الفاظ ترتیب دیتا رہا تھا۔پر ہر مرتبہ اس کا سنجیدہ خفا چہرہ دیکھ الفاظ وہمت دونوں بکھر بکھر جاتے تھے۔۔

کون یقین کرتا اس بات پر کہ جس کے نام کی دہشت سے ایک دنیا خائف رہتی ہے وہ اپنی بیوی کا خفا چہرہ دیکھ اپنی ساری اکڑ و سرکشی تو کیا ترتیب دئے الفاظ تک بھول جاتا ہے۔۔

واسطوں پہ حدود رکھنی تھیں

رابطوں کو بھی کم بڑھانا تھا

آپ سے دل لگا کے یاد آیا

!!آپ سے دل نہیں لگانا تھا۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

لنڈن انٹر نیشل ایئرپورٹ پر ایک مرتبہ پھر ان کی فلائٹ کی اناؤنسمنٹ ہوئی تھی بدر نے دائیں کلائی پر بندی گھڑی پر نظر ڈالتے ایک مرتبہ پھر سامنے کہ ناقابل یقین منظر

پر نظر ڈالی۔

اس نے بہت سی فلسفے کی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا حاجی حکیم اور دیگر لٹریچر اسکالرس سے سن رکھا تھا کہ

'زندگی ناقابل یقین حادثات وواقعات کا مجموعہ ہے '

اسے اس قول پر یقین بھی تھا لیکن اپنی زندگی کہ حد تک ایسا کچھ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔۔

بھلا تین سال پہلے لنڈن ہیومن سائیکالوجی میں ڈاکٹریٹ کرنے کیلئے نکلنے سے قبل یا چند ہفتے قبل ڈگری لیتے ہوئے اس نے سوچا تھا واپسی پر اس کہ ساتھ ایک اور وجود کا اضافہ ہو جائے گا وجہ چاہے جو بھی ہو اس کہ پیچھے لیکن کس قدر فلمی اور حقیقی تصور سے باہر کی چیز تھی یہ مقابل کھڑی حقیقت۔۔

ڈاکٹر بدر کم آن ! آپ سائیکاٹرسٹ ہیں لیکن اسی رفتار سے نروس کو" تھکاتے رہے تو کوئی بعید نہیں خود آپ کو سائیکاٹرسٹ کی ضرورت پر "جائے۔۔ سوبی رلیکس۔۔۔۔۔۔

سر جھٹکتے اس نے خود کو تنبیہہ کیا اور سامنے کی جانب متوجہ ہوا۔۔۔

جہاں پورے راستے دہرائی ہوئی باتیں فاطمہ بی از سر نو اسی پریشانی و تشویش سے دہرا رہی تھی اور وہ اسی لاپرواہی سے ملاحظہ کر رہی تھی۔۔

وردہ ! باوجود یہ جانتے ہوئے کی تمہیں وہاں بھیجنے کا آئیڈیا کس قدر غلط ہے" میں تمہیں وہاں اکیلے بھیجنے پر راضی ہوئی ہوں، میں نے تمہاری ضد کہ آگے ہتھیار نہیں ڈالے ہیں میں نے تمہارے وعدے پر یقین کر کے یہ مشکل

فیصلہ لیا ہے، مجھے یقین ہے تم اپنا وعدہ نہیں توڑو گی، میرے وہاں پہنچنے تک کوئی سین کرئیٹ نہیں کرو گی، اور نہ ہی اپنی میڈیسنز کو لیکر کوئی کوتاہی برتو گی۔۔۔ہے ناں۔۔۔۔؟"اسکی دونوں ہتھیلیاں گرفت میں لیتے ایک مرتبہ پھر انھوں نے فکر واندیشے سے لبریز انداز میں تصدیق چاہی۔۔

میں بیمار نہیں ہوں۔۔۔۔" مڈیسن والی بات پر اس کے نقوش میں کھینچاؤ" آیا تھا۔

ای نو تم بیمار نہیں ہو، کون کہتا ہے تم بیمار ہو، بٹ ڈاکٹر کو ٹنیس نے کہا ہے" ناں تم کو مڈیسنز لینی ہے کورس پورا کرنا ہے، اپنے آپ کو کنٹرول کرنا ہے، میں آکر سب ٹھیک کر دوں گی ای پرامس تب تک تم کو کچھ نہیں کرنا ہے، پلیز بے بی کچھ نہیں کرنا وہاں، پہلے ہی آپ کہ جانے سے ڈاکٹر بدر اور ان کی فیملی کیلئے پرو بلمز کرئیٹ ہو گئے ہیں، آپ مزید کچھ نہیں کرنا۔۔۔۔۔"

ان سے کس نے کہا ہے میری ذمہ داری لینے کیلئے ای کین ہینڈل، یہ بس" مجھے وہاں چھوڑ دیں آگے ای ول منیج۔۔۔"وہ نخوت سے ناک چڑھا کر بولی۔

بار بار فاطمہ بی کا یہ کہنا اسے شدید چڑ دلا رہا تھا۔

مس فاطمہ دوسری اناؤنسمنٹ ہو رہی ہے ہمیں چلنا چاہئے۔"بدر کو" مداخلت کرنی پڑی تھی۔۔

بدر بیٹا! ان کا خیال رکھئے گا، میں جلد از جلد کام نبٹا کر وہاں پہنچنے کی کوشش" کروں گی، تب تک بس آپ نے اسے کنٹرول کرنا ہے، مجبوری نہ ہوتی تو میں آپ لوگوں کو اتنی بڑی مشکل میں بالکل نہیں ڈالتی۔۔۔"وہ بار بار شرمندہ ہو رہی تھی۔

پلیز فاطمہ بی! اب آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔۔۔"اس نے لجاجت" سے نفی میں سر ہلایا تو وہ تشکر آمیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

پھر وردہ کی جانب ایک مرتبہ پھر متوجہ ہوئی ان کا دل مان ہی نہیں رہا تھا۔۔

وردہ!'سچ اگر ہو بہو بھی ہمارے سامنے آن کھڑا ہو تب بھی ہمارے دیکھنے" کا نظریہ اس کی حقیقت کی نوعیت بدل دیتا ہے،اس لئے پلیز کوئی جلد بازی نہیں کرنا۔۔پلیز۔۔۔"وہ مزید کچھ کہنے لگی تھی کہ ایک ہی گردان سن کر اوب چکی وہ اپنا ہینڈ بیگ جھلاتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

اس کی چھوٹی سی پشت دیکھتے فاطمہ بی کی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔۔

بدر کو تاسف نے لپیٹ میں لیا تھا۔

آپ فکر نہیں کریں فاطمہ بی!ابا ہے ناں وہ سب سنبھال لیں گے اور میں" بھی تو ہوں مس وردہ کا اٹینڈنٹ ڈاکٹر!"بدر نے مضبوط انداز میں ان کی ڈھارس بندھانے کی بھرپور کوشش کی جس میں وہ کامیاب بھی ہوا۔۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے دونوں ان کی نم آنکھوں سے اوجھل ہوتے چلے گئے۔۔

پیچھے انھوں نے ڈھیروں دعاؤں کا دستہ بھیجا تھا۔وہ ان کی عزیز سہیلی کی آخری نشانی تھی انھیں بے حد عزیز تھی، سگی اولاد کی طرح۔وہ کبھی نہیں

چاہتی تھی وہ ان سے دور جائے۔ لیکن اسے اس کہ اصل سے ملنا تھا وہ آخر کب تک اس کشش سے دور اسے اپنی پروں میں چھپا کر رکھ سکتی تھی۔۔

شکستہ قدموں وہ گہما گہمی والے ایئرپورٹ کہ احاطے سے نکلتی چلی گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

رنوے پر دوڑتے ہوئے انٹر نیشنل فلائٹ نے لنڈن کی سرزمین سے اپنے ٹائر سمیٹتے کھلی فضا میں اپنے پر پھیلائے تھے۔

کیپٹن کی دلکش آواز میں کامیاب ٹیک آف کی اطلاع ملنے پر سیٹ بیلٹ کھولتے ہوئے اس کی غیر ارادی نظر پہلو میں بھٹکی وہ چہرے پر ازلی سختیاں بکھیرے کان میں ایئر برڈز لگا رہی تھی۔

وہ نفی میں سر ہلاتا اعصاب ڈھیلے چھوڑتا آنکھیں موند گیا تھا۔ پر ذہن بجائے پر سکون ہونے کہ اس باب کہ شروع ہونے کہ اسباب کسی فلم کی طرح چلانے لگا تھا۔

پہلا اتفاق ہی کس قدر افسانوی تھا تین سال سے وہ دونوں قریباً روزانہ اس کیفے میں مل رہے تھے پروردہ کا اس کے واپسی سے محض دو ہفتہ قبل اس سے لیپ ٹاپ مانگنا، اس کے وال پیپر پر لگی حاجی حکیم کی تصویر کو دیکھنا، اور ان کی شناخت بھی کرنا،

دیکھا جائے تو یہ خاصہ مشکل تھا بیس سے بائیس سال قبل کہ اور آج کہ حاجی حکیم میں خاصا فرق آیا تھا عمر و بزرگی ان کے چہرے سے عیاں ہونے لگی تھی، پھر بھی وہ پہچان گئی تھی۔

پھر اس کا فاطمہ بی سے ملنا، فاطمہ بی کا ساری روداد سنانا اور حاجی حکیم سے بات کرنا اور پھر فاطمہ بی سے ڈاکٹر کوٹنیس کی کیبن میں وہ آخری ملاقات جو پوری کہانی کا رخ ہی بدل گئی تھی۔۔۔

اس کی ماں جس مذہب کو اپنانے کیلئے دنیا سے لڑ گئی تھی، آج وہ اسی مذہب" کو گرانے کیلئے خود سے جنگ کر رہی ہے، اسے لگ رہا ہے ایسا کر کے اس کے

بے سکون دل کو سکون آجائے گا۔تشنہ روح سیر اب ہو جائے گی، لیکن اس کی تشنگی، بے کلی ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتی جاری ہے۔۔اسے سکون تبھی آئے گا جب وہ حقیقت کے اصل چہرے سے روبرو ہو گی،اور اس سلسلے "میں اس کی آپ سے بہتر کوئی مدد نہیں کر سکتا۔۔۔۔

جی۔۔میں۔۔میں کس طرح۔۔۔۔۔؟"توجہ سے ان کی بات سن رہا وہ"

بری طرح بھونچکایا تھا۔

جی! کیونکہ آپ ایک ماہرِ نفسیات بھی اور محبِ دین بھی۔۔۔۔"ان کا"

ٹھہرا ہوا انداز فیصلہ کن تھا۔

جواباً وہ بالکل خاموش ہو گیا تھا۔

دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم جوڑے گہری سوچ میں ڈوبے بدر بن ذکاء کے چہرے کے گمبھیر تاثرات مس فاطمہ بہت غور سے دیکھ رہی تھی ایسا تو ممکن ہی نہیں تھا کہ نفسیات کا ماہر یہ شخص ان کا مقصد اخذ نہ کر سکا ہو ابھی تک۔اسی لیئے وہ مطمئن تھی۔

جبکہ مقابل مضطرب و متعجب! جو کہ اس کے چہرے سے ہر گز عیاں نہیں ہو رہا تھا پر اندر تلاطم برپا تھا۔۔۔

معذرت کہ ساتھ فاطمہ بی میں آپ کی بات سمجھ نہیں پایا ہوں۔۔۔"وہ"

صاف انجان بنا تھا۔

کوئی نہیں میں خود واضح الفاظ میں اپنا مدعا رکھتی ہوں۔۔"وہ بات کی سنگینی"

کو کم کرنے کیلئے مبہم سا مسکرائی۔

"میں چاہتی ہوں آپ وردہ کو ساتھ لے جائیں۔۔۔"

جی!!!!۔۔۔"وہ اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑا ہوا تھا۔"

جی! میں نے آپ کے دادا حضرت سے بات کی ہے انھیں وردہ کی منٹل"

کنڈیشن بتائی ہے، انھیں کوئی اعتراض نہیں ہے، جیسا سمعیہ نے ان کی شفیق و

حلیم مزاجی کہ متعلق بتایا تھا، انھیں ویسا ہی پایا میں نے۔۔۔۔"وہ عقیدت

مندی سے مسکرائی تھی۔

پر فاطمہ بی! میں کس طرح اور کس حوالے سے لیکر جاؤں گا"

انھیں۔۔۔۔"اس کا دماغ قطعی بھی یہ سب قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔

سب سے پہلا اور مضبوط حوالہ تو یہی ہے کہ آپ ایک ڈاکٹر ہیں اور وہ آپ "

کی پیشنٹ ہے،اور ایک ڈاکٹر کا اپنے پیشہ کو لیکر وفاداری کا تقاضا یہی ہے کہ

جب اسے اپنے پیشنٹ کی صحت یابی کی چھوٹی سی چھوٹی امید بھی نظر آجائے

تو پھر وہ اپنی جان لگا دیتا ہے،اور یہاں تو میں آپ کا سینئر مس وردہ کہ بہتر

ہونے کہ اسّی فیصد گارنٹی دے رہا ہوں۔۔۔۔۔"ڈاکٹر کو ٹنیس وثوق سے

کہتے ہوئے ہی آکر اپنی مخصوص چیئر پر براجمان ہوئے تھے۔

"پر سر۔۔۔۔؟"

"آپ مس وردہ کا کیس پڑھ چکے ہیں۔۔۔؟"

"جی سر لیکن۔۔۔۔؟"

پھر شائد آپ سے وہ پیچ مس ہو گیا۔۔۔؟جہاں یہ صاف لکھا تھا کہ شدید "

ذہنی دباؤ کہ زیر اثر وردہ نے چار سال قبل خود کو سلوپوائزن دینے کی کوشش

کی ہے قریب ڈیڑھ سے دو مہینے تک، خوش قسمتی سے مس فاطمہ کے ہاتھ وہ پوائزن کی شیشی لگ گئی، اور انھوں نے مجھے دکھادیا اور بیک ٹو بیک سیشنز کر کے ہم نے انھیں اس فیز سے نکالا ورنہ تو۔۔۔۔۔"

ڈاکٹر کو ٹنیس کہ دہرانے پر بدر نے ذرا سا سر خم دیا وہ یہ پیج پڑھ چکا تھا پر وجہ صرف ذہنی دباؤ ہی لکھا تھا وہاں۔۔

"کچھ دن پہلے وردہ کی روم کی صفائی کرتے ہوئے مجھے کچھ کاغذات ملے جو چار سال پرانے تھے۔۔۔۔۔"

"کیسے کاغذات۔۔۔۔؟" فاطمہ بی کہ پراسرار انداز پر وہ الرٹ سا ان کی جانب مڑا۔

"وہ کچھ ایشینز کے تھروان لوگوں کا پتا لگا رہی تھی، لیکن وہ لوگ بس پیسے کیلئے اسے ٹھگ رہے تھے، اور یہ ناکامی وہ برداشت نہیں کر سکی اور شدید ڈیپریشن میں چلی گئی، اور ڈاکٹر کو ٹنیس کہ اندازے کہ مطابق اس نے سلو پوائزن کے زریعہ اپنی زندگی ختم کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔"

رندھے گلے کے ساتھ کئے گئے فاطمہ بی کہ انکشاف پر اس نے بے یقینی سے ڈاکٹر کو ٹنس کو دیکھا جن کا سر بلا توقف اثبات میں ہلا تھا۔

اس کا ذہن حقیقتاً اس انکشاف کہ بعد سن پر گیا تھا۔وہ چپ سا سامنے ٹیبل پر پڑی اس کی فائل دیکھنے لگا۔۔

بیٹا! میں کسی قیمت پر آپ کو اس دہری مصیبت میں نہ ڈالتی اگر مجھے ڈر نہ " ہوتا کہ وہ دوبارہ ایسا کچھ کر سکتی ہے،بیٹا! وہ بہت حساس ہے فطرتاً،اور تنہائی اور ان چاہے پن کا احساس وہ احساس ہے جو انسان کو دیمک کی طرح چاٹ چاٹ کر کھوکھلا کر دیتا ہے،وہ اندر سے کھوکھلی ہو چکی ہے،اس مرتبہ اگر اسے ناکامی ملی تو وہ ختم ہو جائے گی،اور اسے کھونا نہیں چاہتی،اسے کچھ ہو گیا تو کیا منہ دکھاؤں گی میں اپنی دوست کو روزِ قیامت۔۔؟بیٹا بس آپ ہی میری آخری امید ہیں پلیز آپ۔۔۔۔۔"انھوں نے گڑگڑاتے ہوئے ہاتھ جوڑ دئے تو بدر بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

مجھے گنہگار تو نہیں کریں آپ فاطمہ بی!!"وہ لجاجت سے بولا۔"

بیٹا! میں آپ کو زبان دیتی ہوں کہ وہاں وہ آپ کیلئے کوئی مسئلہ پیدا نہیں"
کرے گی، میں سمجھادوں گی اسے اور اس وقت وہ میری ساری بات مانے
گی، اور جلد از جلد میں این جی اؤ کا کام نبٹا کر وہاں آجاؤں
گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"انھوں نے لجاجت سے یقین دہانی کرائی۔۔

کیا وہ اس طرح ٹھیک ہو جائیں گی۔۔۔۔۔۔؟"طویل خاموشی کہ بعد بدر"
کی پر سوچ آواز ابھری۔۔

جنون کہ آتش فشاں کو جب منزل مقصود مل جاتی ہے تو وہ خود بخود راکھ"
کے ڈھیر میں بدل جاتا ہے، وردہ نے بھی جب سے ہوش سنبھالا ہے اسی
تلاش میں ہے بھٹک رہی ہے، تلاش ختم مطلب ذہن میں سوالوں کا اُبلتا ہوا
وہ آتش فشاں ختم۔۔۔۔۔"ڈاکٹر کوٹنس نے تجربہ کارانہ انداز میں وثوق
سے گواہی دی۔۔

بدر اثبات میں سر ہلاتا ہوا اٹھ گیا وہاں سے۔

پھر خود ہی حاجی حکیم کی کال موصول ہوئی تھی۔

بچے! ہمیں سمعیہ بیٹی کی اولاد آپ اور مقدس ہی کی طرح عزیز ہے، ہم" کبھی نہیں چاہیں گے ان کا علاج ہمارے پاس ہونے کہ باوجود ہم انھیں ایک کرب واذیت میں مبتلار کھیں، آپ لے آئیں بچی کو، سمعیہ کو ہم نے بیٹی کہا ہی نہیں مانا تھا اور یہ بچی ہماری نواسی ہے، ہمیں تو ملال ہے اتنے برس اس معصوم جان کہ ذہنی اذیت میں مبتلار ہنے کا۔۔۔لے آئیں بدرا نھیں، لے آئیں۔۔۔۔"حاجی حکیم نے گویا بات ہی ختم کردی تھی۔

وہ جولنڈن کی سرزمین پر قدم رکھنے کہ کچھ عرصے بعد سے ہی اس پراسرار لڑکی کی نفسیات کی پیچیدگیوں کو لیکر متجسس تھا، وہ جو ڈاکٹر کوٹنس کہ اس کی کیس فائل تھمانے کہ بعد اس کا اصل روگ تلاش کرنا چاہ رہا تھا۔۔۔

آج تقدیر کی بساط میں کاتب تقدیر نے ایسی بازی کھیلی تھی کہ ہر رمز واسرار کھولنے ساتھ لے جارہا تھا۔۔۔

ایئرہوسٹل کی نرم آواز سے اس کی خیالوں کا تسلسل ٹوٹا تھا۔اس نے پہلو میں دیکھا وہ کافی لے رہی تھی۔ چہرہ ہنوز بے تاثر تھا۔ لیکن وہ جانتا تھا اس کے اندر ایک جنگ چھڑی ہوئی ہے۔

پر بجائے اسے چھیڑنے کہ اس نے بھی کافی کیلئے کہا اور کافی سے لطف اندوز ہونے لگا۔۔ابھی مزید کئی گھنٹوں کا فاصلہ حائل تھا اپنے وطن عزیز کی سرزمین سے ملاقات میں۔کافی ختم کر وہ واپس آنکھیں موند گیا کچھ آگے کی کاروائی از سر نو ذہن کہ دریچے پر چلنے لگی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

میں جانا چاہوں تو سختی سے روک لے مجھ کو
الجھ رہا ہوں تو پوری لگن سے سلجھائے،
میں سارے عکس محبت کے واکروں اس پر
جو روبرو وہ مرے آئنہ خصال آئے
میں جانتا ہوں تمنا تو بس تمنا ہے

!!اب ایسی ویسی تمنا سے کون اٹھلائے

ماہی بن آپ کی طرح بے قراری سے مستقل مزاجی کہ ساتھ لگائے چکر اور ہر چکر میں ہاتھ آئی بدترین ناکامی کہ بعد شدید مایوسی کے ساتھ جھلاہٹ کا شکار ہوتا دوبارہ وہ سیدھا عشاء کی اذان کے خاصی دیر بعد دوبارہ کاٹیج میں آیا تھا،اس مرتبہ منانے کا کوئی ارادہ ذہن میں نہیں تھا۔جب ناکامی ہی ہونی تھی تو کیوں ذہن کو تھکائے بھلا۔۔۔؟

کھٹ پٹ کی آواز دوسرے روم سے آرہی تھی وہ رج کے ذلیل کر رہے دل کہ ہاتھوں مجبور ادھر ہی چلا آیا تھا۔

جہاں وہ اس کا بکھیرا یا صندوق سمیٹ رہی تھی۔۔

اس پر نظر پڑتے ہی وہ صندوق بند کرتی اس کی جانب مڑی۔

یکایک رگوں میں امید کی ایک لہر سی دوڑی وہ تیزی سے اس کی راہ میں حائل ہونے کی کرنے لگا کہ وہ سائیڈ سے ہو کر سلیب کی جانب بڑھ گئی تو سارا جوش جھاک کی طرح بیٹھتا چلا گیا۔

کھانا گرم کر دیا ہے، کھالیں پہلے۔۔۔" مٹھی وہ جبڑے بھینچتا وہ مڑنے لگا" تھا کہ اس کی پکار پر بنا کچھ کہے آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔

آپ نہیں کھائیں گی۔۔۔۔؟" ایک ہی پلیٹ رکھنے پر اس کے ماتھے پر بل" پڑے۔

"!! نہیں"

ایک لفظی جواب دیکر وہ مڑنے لگی کہ شدید طیش میں آتے دلاور نے اس کی کلائی کو تھام کر جھٹکا دیا تھا اور وہ لچکیلی ڈالی کی طرح لہراتی ہوئی آکر اس کے وسیع سینے کا حصہ بنی تھی۔۔

کیوں۔۔ کیوں۔۔ کر رہی ہیں آپ ایسا۔ کیا ہو جائے گا اس سے؟" اس" کے ملیح چہرے کے قریب اپنا بھینچا چہرہ لاتا وہ تڑپ تڑپ سا پوچھ رہا تھا۔

جو"کیا و کیوں" آپ خود نہیں سمجھ پائے، ہمارے الفاظ سمجھا دیں گے، اس"
"بات کی کیا گارنٹی ہے۔۔۔؟

"!!!!آپ"

اس کے بہتے جھڑنے سے سوال پر مچل کر گرفت سخت کرتے مزید قریب کرتا وہ کچھ اور ان صبیح نقوش کے قریب چہرہ لے آیا تھا جن میں آج کل اس کا دل دھڑکنے لگا تھا۔

یکایک ہی تابِ قربت سے مچلی مقدس کی دھڑکنیں اس کی مضطرب دھڑکنوں سے محو تکرار ہوئی تو لحظے بھر کیلئے اس کے چہرے پر قوس قزح کے رنگ بکھرے تھے۔۔ جسے اس نے بڑی دقت سے سنبھالتے دیدہ دلیری سے درپیش مسئلہ پر توجہ مرکوز کری تھی۔۔

جانے دیں ہمیں۔۔۔۔"وہ ذرا سا مچلی تھی۔"

مجھے منانا نہیں آتا ہے، ایسا ہی ہوں میں۔۔۔۔"دانت کچکچاتے اپنا مسئلہ" کشمیر بتاتے نجانے وہ غصہ کس پر تھا۔

"مطلب آپ کو فرق نہیں پڑتا کسی کی ناراضگی سے۔۔۔؟"

یہ۔۔یہ کیسا مفروضہ ہوا۔۔۔۔۔؟"اس کہ سپاٹ سوال پر وہ احتجاجی ہوا۔"

ابا کہتے ہیں جس مرض سے ہماری پوری طرح واقفیت نہیں ہوتی اسی کا"

علاج ہم نہیں جانتے ہیں،اور اگر جانتے بوجھتے ہم توجہ نہیں دیتے تو مطلب

ہوا ہمیں فرق نہیں پڑتا ہے،ہماری خفگی کی وجہ جاننے کہ باوجود آپ کو منانا

نہیں آتا ہے مطلب آپ کو فرق نہیں پڑتا ہے،اور جب فرق ہی نہیں پڑتا تو

خواہ مخواہ وقت ضائع کیوں کرنا۔۔۔۔"اب کہ اس کی حصار توڑنے کی

کوشش خاصی زور آور تھی لیکن مقابل کہ کسرتی جسم کہ آگے کچھ نہیں تھی

پھر بھی وہ شدید برا منا گیا تھا۔

"آپ کو پڑتا ہے فرق۔۔۔؟"

"جی بہت فرق پڑتا ہے۔۔۔۔"

"کیوں۔۔۔۔؟"

کیونکہ زوجیت میں ہیں ہم آپ کے، نکاح ہوا ہے ہمارا، ہماری خوشی، غمی"
،دکھ، تکلیف، الغرض ہر وہ احساس جو ہمارا دل محسوس کرتا ہے، ہر وہ جذبات
جو ہمارے اعصابی نظام کو متاثر کرتا ہے آپ سے مشروط ہے، آپ کی ذات
سے مشروط ہے، جب آپ مسکراتے ہیں ہمیں سکون ملتا ہے، جب آپ
مضطرب ہوتے ہیں ہمارے اعصاب منتشر ہونے لگتے ہیں، اور جب آپ
لوگوں کی وجہ سے خود کو تکلیف دیتے ہیں تب۔۔۔۔۔۔۔۔"شدت
جذبات سے کہتے اس نے سختی سے پنکھڑی سے لبوں کو باہم پیوست کر پلکوں
کی جھالڑ اٹھا کر اس کی سرخی مائل آنکھوں میں جھانکا تھا۔
تب۔۔۔۔؟"اس کہ جملہ ادھورا چھوڑ دینے پر سحر ٹوٹتے ہی وہ نشہ کہ "
عادی شخص کی طرح بے چین ہوا تھا۔
تو ہمیں اپنی یہاں موجودگی بے معنٰی لگتی ہے۔۔۔"اس کی آواز میں"
اداسیاں گھلی تھی۔۔

ادھورا انسان بے سکون ہوتا ہے، نکاح کا پاکیزہ رشتہ انسان کو مکمل کرتا"
ہے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جوڑے کے ساتھ پیدا کیا
ہے، اگر ہماری یہاں موجودگی اتنی پر اثر نہیں کہ آپ کی اضطراب کو سکون
میں بدل سکے تو کیا معنیٰ ہے ہماری یہاں موجودگی کا، کیا مطلب ہے ہمارے
"آپ کی زندگی میں ہونے کا۔۔۔۔۔۔۔۔؟

اس کے اہم سوالوں کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔۔بس اس نے گھبرائے ہوئے بچے کی طرح اس کے مزاہمت کرتے وجود پر گرفت سخت کرتے کسی متاعِ حیات کو سمیٹنے کہ انداز میں اسے خود کے مزید قریب کرنا چاہا پر وہ کسی طرح حصار توڑ کر جدا ہو گئی تھی وہ خالی ہاتھ دیکھنے لگا۔
جبکہ وہ مزید کچھ کہہ رہی تھی۔۔

ذمانے کہ پاس اگر اتنا ظرف ہوتا کہ وہ اوروں کی کامیابی پر تالیاں بجا"
سکتے، یا دوسروں کہ غم پر اظہار تاسف کر سکتے، یا پھر اپنے ہی جذبات و
احساسات کی طرح دوسروں کی دلی کیفیات کا احساس کرتے تو، یہ دنیا جنت
کہلاتی اور ہر بشر فرشتہ ہوتا، لیکن ایسا نہیں ہے یہاں سب 'میں' کیلئے جیتے
ہیں، ایسے میں اگر کوئی 'آپ' کیلئے جیتا ہے تو آپ کو کم از کم ان کے اس رویہ
"کی قدر کرنی چاہئے۔۔۔۔۔

وہ ٹھہرے متانت آمیز انداز میں اس کے ذہن و دل پر اپنے الفاظ کی
جادو گری سے طلسم پھوکتی ہوئی دو قدم مزید پیچھے ہوئی تھی۔۔

کبھی سوچا ہے آپ نے، ؟آپ جب درپن کہ مقابل کھڑے ہوتے ہیں تو"
خود کو کن نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔۔۔۔؟"اس کی سنجیدگی سے اٹھی سوالیہ
نگاہ کہ جواب میں ادھر سے پلکوں کی جنبش تک موصول نہیں ہوئی تھی
کیونکہ وہ تو سحر زدہ سا یک ٹک کسی بت کی مانند اسے تکے جا رہا تھا۔

آپ خود کو لوگوں کہ من گھڑت نظریات، انٹ شنٹ مفروضے اور"
بے بنیاد خیالات کہ تناظر میں دیکھتے ہیں، جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ
نہیں ہے، لیکن آپ لوگوں کہ جسکے کو اس شدت سے خود پر حاوی کر لیتے
ہیں کہ، پھر آپ کو نہ اپنا ہوش ہوتا ہے، نہ ہی اپنوں کہ احساسات کا کچھ
خیال، بس جنون خیزی کی عالم میں لوگوں کہ اس تراشے ہوئے بت میں
ڈھل کر اندھا دھند خود کو اذیت دیتے ہیں، اور انھیں بھی جنھیں آپ کہ ہر
عمل سے فرق پڑتا ہے۔۔۔

اور ہم پوچھتے ہیں،

چلیں فرض کر لیا دنیا والے جو آپ کی والدہ کہ متعلق کہتے ہیں وہ سچ بھی ہے،
تو اس میں آپ کی کیا غلطی ہے۔؟ اور جب غلطی ہی نہیں تو آپ کو فرق
کیوں پڑتا ہے۔۔؟" اس کے تلخ سوال پر چھناکے سے اس کا طلسم ٹوٹا تھا۔
ساتھ تیزی سے خوابدیدہ کیفیت میں ڈوبے نقوش پر جلال کی لالی اترنے لگی
لیکن وہ چپ نہیں ہوئی تھی۔

اور آپ جانتے ہیں، روزانہ لاکھوں بچے جنم لیتے ہیں جن کی والدین کہ "
رشتے کا کوئی نام نہیں ہوتا، لیکن اس بچے کا باپ جانتا ہے حقیقت، پھر بھی وہ
اسے اپنا نام نہیں دیتا، لیکن آپ کے والد، ان کے خاندان والوں نے آپ کو
اپنا نام دیا ہے پہچان دی ہے، اس کا مطلب سمجھتے ہیں آپ۔۔؟ کس قدر
"مقدس و معتبر رشتہ ہو گا آپ کہ والدین کا۔۔۔۔۔؟
"نہیں سمجھنا ہے مجھے کچھ۔۔۔۔۔"
یکایک بھپر کر کہتے وہ ہمیشہ کی طرح فرار حاصل کرنے لگا کہ مقدس تیزی
سے اس کی راہ میں حائل ہوئی۔۔
آپ کو سمجھنا ہو گا۔۔۔" وہ دباؤ ڈالتی اس کی دونوں ہاتھوں کو تھام گئی تو"
اس کی سلگتی کنپٹی کی رگیں مزید پھڑ پھڑانے لگی جیسے پھٹ جائے گی۔۔
کیوں کر رہی ہیں آپ میرے ساتھ یہ۔۔۔۔؟"اس کی آنکھوں کہ "
کنارے ضبط و بے بسی سے سرخ ہونے لگے لہجے میں ایسی شکست تھی گویا
جان ہار رہا ہوں۔

نبض بھاری ہو رہے ہوں۔

تاکہ آپ مزید لوگوں کی فقط مزے کیلئے اڑائی چنگاڑیوں سے اپنی ذات اپنی" ہستی جلا کر راکھ نہیں کریں، اعتبار کریں ہمارا، زمانہ اتنا اہم نہیں ہے نہ ہی "آپ اتنے ارزاں ہیں۔۔

اس کی حسین آنکھوں میں فکر و اپنائیت کے ایسے گہرے رنگ، لہجے میں محبت و خلوص کا ایسا گداز پن اترا ہوا تھا کہ اس کا غصہ جھاک کی طرح بیٹھنے لگا۔

دماغ میں بھڑکتی لپٹیں جیسے یکایک ہی گل گلزار ہوئی۔۔

میں نے کب کہا میں حسین ہوں،

یا محبتوں کی امین ہوں

میری گفتگو میرا آئینہ،

!میرا انتخاب میری مثال ہے

اور سب سے اہم، آپ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ آپ خود کو تکلیف"
دیں، اذیت پہنچائیں، ذہنی یا جسمانی کسی بھی اعتبار سے، کیونکہ آپ کی جان
اللہ کی امانت ہے، آپ کا رواں رواں اس ذاتِ پاک کی امانت ہے آپ کے
پاس، اور اس کے بعد آپ ان لوگوں کی امانت ہیں،
جنھیں آپ کی تکلیف سے دہری تکلیف پہنچتی ہے،
جو آپ کی معمولی سی کھڑوچ دیکھ کر تڑپ اٹھتے ہیں،
جن سے آپ کی آنکھوں میں اضطراب دیکھ کر راتوں کی نیند روٹھ جاتی ہے،
"ان سب کا حق ہے آپ پر، ان سب کی امانت ہیں آپ۔۔۔۔
اس کی سخت ہتھیلیوں پر نرم انگلیوں سے دباؤ ڈالتی آج مقدسِ بنت ذکاء نے
کھلے الفاظ میں اقرار کہ ساتھ اسے اپنی ذات کا وہ معتبر مان واستحاق بخش دیا تھا
جواب اس کے سپرد کرنا ناگریز ہو گیا تھا۔
کیونکہ اب وہ اعتبار کرنے لگا تھا۔

جسے مضبوط کرنے کیلئے اسے پہل کرنی تھی۔اس کے قدم بڑھانے پر اسے چار قدم کا فاصلہ سمیٹ کر قریب آتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی کرنی تھی جیسے کسی بیک وقت پر جوش وخوف زدہ ننھے بچے کہ پہلا قدم اٹھانے پر کیا جاتا ہے۔

اور لوگوں کا کیا ہے، چند ماہ قبل لوگوں نے ہمارے دامن پر بھی کیچڑ" اچھالے تھے، ہمارے کردار کہ متعلق بھی بہتان تراشی کی تھی، تو کیا ہم "بد۔۔۔۔

اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی سختی سے اس نے نفی میں سر ہلاتے اسے اپنے لئے ہیج الفاظ کا استعمال کرنے سے باز رکھا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی مبہم سا مسکرادی۔

اس وقت ہم شدید دلبرداشتہ ہوئے تھے، پر ہمارے ابا نے کہا انھیں ہم پر" اعتبار ہے، بھائی نے کہا یہ اللہ کی جانب سے بھیجی گئی آزمائش ہے، اور ہم خود جانتے تھے اللہ سب جانتا ہے، بس پھر ہم نے کسی کی پرواہ نہیں کی، آج بھی

بہت سے لوگوں کہ دلوں میں شکوک وشبہات ہوں گے لیکن ہمیں فرق نہیں پڑتا، کیونکہ ہمیں صرف ان سے فرق پڑتا ہے جن کی موجودگی ہمارے لئے معنیٰ رکھتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

دلکش تبسم سنگ اپنی مثال پیش کر نرمی سے اس کے روح پر لگے مزید کچھ کانٹے فکر و حلاوت سے چنتی وہ کھل کر مسکرائی۔

پھر اس کا ہاتھ آزاد کرتی سلیب کی طرف بڑھ گئی۔

"آجائیں، کھا لیتے ہیں ورنہ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔۔۔۔"

ماحول کی کثافت کو کم کرتی ہوئی اس کی مترنم آواز پر وہ سر جھٹکتا ہوا آ کر واپس خالی کرسی پر براجمان ہوا مقابل وہ بھی اپنی پلیٹ لیکر نشستہ ہوئی۔۔

پھر خاموش وخوشگوار ماحول میں ہلکی ہلکی جذبوں کی تپش سے سلگتی فضا میں کھانا ختم ہوا۔

لیکن یہ نہیں سمجھیئے گا ہماری ناراضگی دور ہو گئی ہے، وہ اپنی جگہ برقرار ہے۔۔۔"خالی برتن سمیٹتے اطلاع ملی۔

وہاٹ۔۔؟یہ کیا بات ہوئی۔۔۔؟"ابھی ابھی ہلکا پھلکا ہوا وہ یکدم سے "
اچھل کر کھڑا ہوا تھا۔

بات تو پوری یہی ہے۔۔۔"شانے اچکاتی ہوئی وہ مسکراہٹ ضبط کر "
سنجیدگی طاری کرتی سائیڈ روم میں غائب ہو گئی،

اور وہ وہیں کھڑا کا کھڑا رہ گیا نئے مسئلہ کشمیر کہ ساتھ جو تھا تو پرانا ہی پرنئے
سرے سے سامنے آیا تھا۔

!!! تجھ سے جو دھیان کا تعلق ہے
!!! پکے ایمان کا تعلق ہے
!!! میری چپ کا تیری خاموشی کا
!!! روح اور جان کا تعلق ہے
!!! تو سمجھتا ہے میرے لہجے کو
!!! اور یہ مان کا تعلق ہے

!!! تجھ سے میرا خیال کا رشتہ

!!! یعنی وجدان کا تعلق ہے

!!! کوئی رہتا ہے دل میں یوں جیسے

!!! گھر سے سامان کا تعلق ہے

!! بن کہے بن سنے ہی اپنے بیچ

! عہد و پیمان کا تعلق ہے

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

تجھے کیا کہوں میرے چارہ گر
اسی رہ گزر کی یہ بات ہے
جہاں دفن ہیں میری حسرتیں
جہاں قید میری حیات ہے۔۔۔۔

بدر کی پیروی میں ایئرپورٹ کہ احاطے سے باہر قدم رکھتے ہی روح تک تازگی کا فرحت بخش احساس اتار دینے والی بادِ نسیم نے آگے بڑھ کر انھیں خوش آمدید کہا تھا۔

سبک روی سے قدم اٹھاتے ہوئے ملگجے سے اندھیرے میں ڈوبے ارد گرد کہ ماحول کا سرسری سا جائزہ لے رہی اس لڑکی کو نجانے کیوں اس فضاء ان ہواؤں سے اجنبیت محسوس نہیں ہو رہی تھی بلکہ شناسائی کا ایک احساس تھا جو ذہن کہ کسی کونے سے بار بار اسے اپنے پن کا مان سونپ رہا تھا۔۔

"یہیں رک جائیں، دو منٹ میں ٹیکسی آ رہی ہے۔۔۔۔؟"

اسے اپنی ہی دھن میں آگے بڑھتا دیکھ بدر نے ٹوکا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی ہوئی اس کے برابر آن کھڑی ہوئی۔۔۔

"کچھ کھائیں گی آپ۔۔۔۔؟"

رات نو بجے انھوں نے فلیٹ میں کھایا تھا اور اب صبح کہ چھ بج رہے تھے یہی خیال کر کہ بدر نے پوچھا تو اپنے خیالوں میں گم اس نے ذرا چونک کر سر اٹھایا۔۔

بلیک کافی اینڈ سینڈوچ۔۔۔؟"آڈر دیتے اس کا ہاتھ رقم کیلئے سلینگ میں "
بیگ میں گیا تھا۔

آپ یہیں ٹھہریں میں آتا ہوں۔۔۔"وہ حکم دیتا گزر گیا تو وہ شانے "
اچکا گئی۔۔

یہ سارے لوگ مجھے ایسے کیوں گھور رہے ہیں۔۔۔؟کیا میں بہت عجیب "
لگ رہی ہوں۔۔۔؟"بدر کہ ہاتھ سے کافی سینڈوچ تھامتے اچنبھے نما بیزاریت سے پوچھتے اس نے ساتھ ہی سامنے پارک گاڑی کہ شیشے میں اپنا جائزہ لیا۔۔

ڈھیلی ڈھالی سی سفید گھٹنوں کو چھوتی ہوئی کرتی، جو خاص طور پر فاطمہ بی نے اسے پہنائی تھی بلکہ یہاں کیلئے اس کی واڈروپ کی خاص شاپنگ انھوں نے ہی کی تھی، جس پر اعتراض کہ باوجود اسے ماننا پڑا تھا۔

پیروں میں وائٹ اسنیکر، گلے میں گلے سے بڑا ہیڈ فون اور بکھری لٹوں کہ حالہ میں مشرقی و مغربی حسن کا خوبصورت امتزاج سمیٹے اس کے خوابدیدہ نقوش۔

وہ اپنی بے پرواہیوں کہ ساتھ ادھر سے گزرنے والی ہر شوق نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔۔

لوگوں کہ پاس کوئی کام نہیں ہے، آپ دھیان نہیں دیں۔۔۔"سامنے" آکر رکی ٹیکسی کی طرف لگیج لیکر بڑھتے وہ سرسری سا بولا۔

ویسے میں کہہ رہی تھی آپ مجھے یہیں کسی ہوٹل میں چیک ان کروا" دیں۔۔۔" ٹیکسی کی طرف بڑھتے ایک مرتبہ پھر اس نے وہی جملہ سنجیدگی سے دہرایا۔

"ای تھینک، اس پر ہماری بات ہو چکی ہے۔۔۔۔"

ای نو! بٹ آپ پھر سے سوچ لیں، ایشن سوسائٹی کے بارے میں زیادہ"
میں نہیں جانتی، بٹ جتنا سنا ہے اس کہ متعلق یہی جانا ہے کہ یہاں کہ
لوگوں کی مینٹالٹی تھوڑی ٹیپیکل ہوتی ہے، سو عین ممکن ہے میرے آپ
کے ساتھ جانے سے آپ کی فیملی کو سوشل کراسیس سے گزرنا
پڑے، اسپیشل آپ مس جج ہو سکتے ہیں۔۔اینڈ آف کورس آدر اینگلز سے
بھی آپ کی فیملی کو سیویئر کراسیس فیس کرنے پڑ سکتے ہیں، سو اٹس بیٹر کی
آپ ابھی سوچ لیں، ویسے بھی میں اکیلے سروائیو کر سکتی ہوں

"اور۔۔۔۔۔۔

"دھیان سے۔۔۔۔"

اتنے سالوں کی واقفیت میں پہلی بار اسے سنجیدگی و متانت سے بات کرتے
سن رہے بدر نے اچانک اس کی جیکٹ کا سرا تھام کر اپنی جانب کھینچا تھا جس

کہ باعث وہ گھٹی گھٹی سی چیخ کے ساتھ ہوا کہ جھونکے کی مانند اس کی جانب لہرائی وہ تصادم سے گریز کیلئے سائیڈ ہو گیا۔۔

جبکہ وردہ نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو کوئی تیزی سے ٹرالی بیگ گھسیٹتا ہوا بنا سوری کی زحمت کئے گزر گیا تھا۔

اِل مینرڈ!!!"دانت پیستے اس کی ساری بردباری سیکنڈ میں ہوا ہوئی تھی۔"

یہاں سروائیو کرنا اتنا بھی آسان نہیں ہے مس وردہ۔۔۔"بدر نے پچھلا دروازہ کھولا۔

"بٹ آپ سوچ۔۔۔"

عقل مند لوگ قدم اٹھا کر سوچتے ہیں، اٹھانے کہ بعد یہ زحمت اٹھانا" احمقوں کا وطیرہ ہے، اور آپ یہاں ہماری ذمہ داری ہیں، آپ کو کسی چیز کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اباسب سنبھال لیں گے۔۔ بٹھیں پلیز۔۔۔"وہ متانت سے بولا تو وہ سر ہلاتی اندر بیٹھ گئی۔۔

بدر بھی فرنٹ ڈور کھول کر ٹیکسی ڈرائیور کے برابر بیٹھ گیا۔۔

ٹیکسی ایئرپورٹ کا احاطہ پیچھے چھوڑتی ہوئی تیزی سے خوبصورت وادی سے گزرنے لگی، فرنٹ سیٹ پر براجمان بدر کا دل برسوں بعد اپنی بہن اور ابا سے ملنے کی خوشی سے نہال تھا تو پچھلی سیٹ پر نشستہ وردہ کی کیفیت ناگفتہ سی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"مترا! تجھے معلوم ہے یہ منانا کسے کہتے ہیں۔۔۔۔؟"

تالاب کہ کنارے بیٹھے مترا کہ آگے کو مڑے ٹانگ پر بیٹھتا، نگاہ کا ٹیچ پر ٹکائے اس نے انتہائی سنجیدگی سے یوں سوال کیا تھا گویا اس پر پوری دنیا کی ترقی منحصر ہو۔

جواباً مترا صاحب نے جگالی کرتے ہوئے یوں اگنور پالیسی کو اپنایا گویا وہ یہاں موجود ہی ناں ہوں۔۔

ہاں! بیٹے، تجھے کیسے معلوم ہو گا منانا کسے کہتے ہیں؟ تو تو نام سے ہی شہنشاہ" ہے، تیری منت سماجت کرنا تو ہم جیسے حقیر بشر کا کام ہے، حضور عالیٰ تو محظوظ

ہوتے ہیں فقط۔۔۔"اپنے مسئلہ کہ یوں نظرانداز ہونے پر اس نے ٹھیک ٹھاک برا منایا تھا۔

جس پر متراکا انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہا ہو

'بات تو درست ہے، ہم ٹھہرے شاہانہ مزاج لوگ'

اس کے انداز پر وہ چڑ کر کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ معافون وائبریٹ ہوا۔

سکرین پر ننھا افسر جگمگا رہا تھا۔

اول تو حسب عادت خیال کال منقطع ہی کرنے کا تھا پھر کچھ سوچ کر اٹھالیا اور حسب توقع پانچ سے سات منٹ تک پھر اس کی کھینچائی چلی شکار کا پلان کینسل کرنے پر، پھر بلا آخر کام کی بات دو منٹ کر کہ وہ رابطہ منقطع کرنے لگا کہ دلاور کی زبان بلا ارادہ پھسلی۔۔

اچھا! تو نے کبھی کسی کو منایا ہے۔۔؟میرا مطلب ہے منانا ونانا آتا ہے"

تجھے، ؟اور خبردار جو فضولیات بکی تو، سیدھے سے جواب دینا ہے تو دے ورنہ

"فون بند کر دے۔۔۔۔

سوال کہ ساتھ اس نے تنبیہی دھمکی بھی دیا تو دوسری جانب بھٹی صاحب کا حلق تک کڑوا ہوا لیکن باز آنا ان کی سرشت میں کہاں تھا۔

"بھئی ! ہم عام سے بشر ہیں، آپ جیسا شاہی مزاج نہیں افورڈ کر سکتے، جو مکھی تک ناک پر بیٹھنے نہ دیں، ہم تو منانا کیا منت سماجت اور ضرورت پڑنے پڑ قدموں میں گر کر گڑگڑا بھی لیتے ہیں۔۔۔۔" دکھی انداز میں بھٹی صاحب نے حقیقتاً مبالغہ آرائی کی حد ہی کر دی تھی۔۔

"مترا اور اس نے بیک وقت فون کو خشمگیں انداز میں گھورا ہو گئی بکواس ! !" تھا۔

"ہاں ! اور سب سے پہلے تو میں یہ بتا دوں منانے کہ بھی اقسام ہوتے ہیں، تم کس منانے کی کیٹگری کی ڈیٹیل جاننا چاہتے ہو پہلے وہ واضح کرو۔۔۔۔؟" آرام سے ٹانگ پھیلا کر، دام میں آئے صیاد کا مزہ لینے کیلئے، مصنوعی سنجیدگی کا چولا اوڑھتے اس نے معاملے کو مزید پیچیدہ دکھایا۔۔

اقسام ہوتے ہیں۔۔؟رئیلی۔۔۔۔؟"مترا اور دلاور دونوں کی آنکھیں"
حیرت سے ابلی۔

جی سرکار سا۔۔۔اور اتنا ہی نہیں ان اقسام میں بھی درج ذیل اقسام ہوتے"
ہیں۔۔۔۔۔"ادھر سے ٹھنڈی آہ کے ساتھ مسئلہ کو مزید گمبھیر بنانے کیلئے
بھرپور مبالغہ آرائی ہوئی۔۔

"!مثلاً"

تشویش زدہ نظر پہلے مترا پھر کاٹیج پر ڈالتے پوچھا۔
مثلاً!آپ منانا کسے چاہتے ہیں۔۔؟فیملی ممبر کو،دوست احباب کو یا سم ون"
،!اسپیشل کو۔۔اہم!اہم

پھر آتا ہے منا کس لئے رہے ہیں،فقط سامنے والے کا لارڈ اٹھانے کیلئے،اپنی
غلطی کا مداوا کرنے کیلئے یا پھر بے قرار دل کو قرار دینے کیلئے،یعنی سم ون
!اسپیشل کو اسپیشل محسوس کروانے کیلئے۔۔اہم!اہم

پھر آتا ہے کہ آپ منائیں گے کیسے، لفظوں سے، مادی اشیاء سے یا پھر اپنا دل و جان ایک کر کہ کچھ اس طرح کہ۔۔اہم! اہم! میں کنوارہ لڑکا ایسی باتیں "کرتا بھلا نہیں لگوں گا۔۔۔

کسی ماہر لو گرو کی طرح بھرپور چھیچھوڑے انداز میں گیان بانٹ کر اچانک اپنے کنوارے ہونے کہ احساس پر اس کا بھونڈے انداز میں شرمانا، دلاور کا حقیقتاً دل کیا تھا سائنس کی ترقی ایسا کوئی ایپلیکیشن لانچ کر پاتی جس پر وقتِ ضرورت مکے لات بھی سینڈ ہو سکتے۔۔

میری غلطی تھی جو میں نے تجھ سے فضول سوال کیا اور تیرے واہیات" جوابات سے اپنا وقت برباد کیا، اب دفع ہو جا۔۔۔" چبا کر کہتے دوسری جانب کی دہائی سنے بغیر فون لاک کر کہ اس نے سائیڈ پر رکھا اور نظر کا ٹیچ پر ٹکائی۔۔

پیشانی پر واپس پریشانی کہ تین بل نمودار ہو گئے۔۔

ایک معظم بھٹی کہ علاوہ کوئی تھا بھی نہیں اس کے پاس مدد کیلئے اور وہ شخص بنا رج کے خوار کرے مدد کرنے کا ہر گز قائل نہیں تھا۔۔

اسے کبھی کسی نے نہ منایا تھا نہ کسی سے اس کے ایسے مراسم تھے کہ ماننے منانے تک کی نوبت آئے۔۔

مختصراً اس 'کیفیت' کیا اس 'لفظ' سے بھی یہ اس کا پہلا واسطہ تھا۔جو گلے میں ہڈی کی طرح اٹک گیا تھا۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ روایتی بیویوں کی طرح منہ پھلا کر دھرنے پر بیٹھ گئی تھی، وہ اس کی ضروریات کا مکمل خیال رکھ کر رہی تھی تاہم ناراضگی کا جتاتا ہوا انداز برقرار تھا۔

جوہر فکر کو گرد کی طرح جھاڑ دینے والے حریف زادے کی افکار کا مرکز بن گئی تھی۔

توقف سے میسج ٹیون کی آواز پر اس نے فون اٹھایا تو معظم کی طرف سے وائس میسج موصول ہوا تھا۔۔

اسیرِ شخصیت ہو گئے ہیں آپ ظالم سا! زبان سے بھلے اعتراف نہ کریں،"
آپ کا روم روم اقرار کی مالا جپ رہا ہے، اور اسی خوشی میں بنا تنگ کئے بتا رہا
ہوں۔

خاص انسان کو منانے کا انداز بھی خاص ہوتا ہے بدھو سا! اور بھابی کو شخصی
طور پر نہ جان کر بھی میں کہہ سکتا ہوں، تم خلوصِ دل سے ان کیلئے جو بھی
کرو گے وہ نہال ہو جائیں گی، ویسے عام طور پر لڑکیوں کو پھول، تحفے اور کہیں
خوبصورت جگہ گھمانے لیکر جائیں تو مان جاتی ہیں، اس تناظر میں تم بھابی کی
دلچسپی دیکھ لو۔۔اور شکریہ کیلئے منہ تو پھوٹے گا نہیں، سو اسے احسان ہی
سمجھنا، جسے تمہیں جلد چکانا ہو گا۔۔۔۔"

معظم کہ آخری ذو معنٰی الفاظ کو نظر انداز کرتے اس نے آڈیو کا اہم حصہ دو
تین بار ریوائن کر کے سنا تھا۔

یہی بکواس اگر فون پر کر دیتا تو تیری وردی کہ ستارے جھڑ جاتے یا آسمان"
ٹوٹ پڑتا۔۔۔"جوابی وائس مسیج بھیج کر وہ مترا کی پیٹھ پر چت لیٹتا دونوں
ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر غور وخوص کرنے لگا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کہیں بے کنار سے رتجگے،

! کہیں زر نگار سے خواب دے

تراکیا اُصول ہے زندگی؟

! مجھے کون اس کا جواب دے

"کیسے ہیں ابا آپ۔۔۔۔؟"

عجلتاً ٹیکسی سے اتر کر وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح پھاٹک کہ قریب کھڑے
حاجی حکیم کہ نحیف وجود سے لپٹ گیا تھا۔

پھر کئی ساعت تک یوں ہی کھڑے دونوں تین سال کی کسر پوری کرتے رہے تھے۔۔

اللہ کا ڈھیروں کرم ہے بالکل بھلا چنگا ہوں، اور اپنے شیر جوان کو دیکھ کر تو" اور تندرست محسوس کر رہا ہوں۔۔"اس کے مضبوط بازوں نرمی سے دباتے وہ شدتِ جذبات سے مغلوب لہجے میں بولے۔۔

بہت یاد کیا میں نے آپ کو ابا بہت زیادہ۔۔۔"ان کی ہتھیلی کی پشت" عقیدت سے چوم کر پیشانی سے لگاتے وہ دیارِ غیر کی تشنگیاں یاد کرتا جذباتی ہو گیا تھا۔

"ہم بھی کب غافل تھے اپنی آنکھوں کہ نور کی یاد سے۔۔۔"

اس کا نورانی چہرہ سہلاتے حاجی حکیم کی آواز میں نمی اتری۔۔

ارے! ہم اپنی باتوں میں بھول ہی گئے بچی کہاں ہے۔۔۔؟"پیشانی" چھوتے انھوں نے پوچھا تو بدر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے دروازہ کھولا۔ اس جذباتی منظر سے محظوظ ہو رہی وردہ جھجھکتی ہوئی باہر آئی تھی۔۔۔۔

"اس۔۔اس۔۔۔اا۔۔۔۔۔۔"

ان کا شفیق مسکراتا ہوا چہرہ دیکھ آپ ہی آپ لب سلامتی بھیجنے کیلئے پھڑ پھڑائے، لیکن نہ کبھی عادت تھی نہ ڈالی تھی لہٰذا جملہ مکمل نہ ہو سکا۔۔

"وعلیکم السلام بیٹے! جیتی رہیں۔۔۔"

اس کی مشکل دور کرتے خوش اخلاقی سے جواب دیکر انھوں نے دستِ شفقت اس کے سر پر رکھا تو بس پل بھر کیلئے اس کا کبیدہ دل گداز ہوا تھا۔

"آجائیں بیٹے! اندر چلتے ہیں، باہر دھوپ ہے آپ کو گرمی لگے گی، ویسے گرمی کا موسم تو نہیں ہے، لیکن دھوپ میں خاصی تپش ہے، یوں بھی آج کل کے موسم کا ٹھکانہ کہاں ہیں، آپ آئیں آپ کو عادت نہیں ہو گی اتنی بھی حرارت کی۔۔۔۔"

وہ یوں اپنائیت و فکر مندی سے کہتے اندر کی جانب بڑھے گویا برسوں سے ان کی جان پہچان بلکہ قریبی تعلق ہو۔

جواباً وردہ کو ان کی پیروی کرنی پڑی تھی۔۔

اس دوران، گاڑی سے سامان نکال کر محلے کہ چھوٹے بڑے ہر سائز کہ بچے سامان اٹھائے اچھلتے کودتے ہوئے حاجی حکیم سے بھی آگے نکل گئے تھے۔۔

ارے! بچوں سنبھل کر، بھئی کچھ گرامت دینا۔۔۔"حاجی حکیم نے" ٹوکا۔۔

ہم نہیں گراتے۔۔۔"سب کھلکھلاتے ہوئے برانده عبور کر گئے۔"

جبکہ بدر رک گیا تھا۔۔۔

کیونکہ بدر کی واپسی کی خبر بچوں کہ زریعہ جہاں تک پھیلی تھی، بوڑھے بزرگ مرد و عورت کہ ساتھ محلے کے بچوں کا ٹولہ ساتھ کچھ پلوٴں میں چہرہ چھپائے عورتیں صحن تک چلی آئی تھی۔۔

جن سے بدر وہیں کھڑا ہو کر حال احوال پوچھنے لگا تھا۔ یہ گاؤں والوں کا روایتی انداز تھا۔ خلوصِ دل سے پردیسی کو خوش آمدید کہنے فوراً چلے آنا۔

لیکن وردہ کو اس بھیڑ کی وجہ سر اسر اپنا وجود لگا تھا کیونکہ لوگ وہیں سے جھانک جھانک کر اسے بھی دیکھ رہے تھے۔ جس وجہ سے وہ غیر آرام دہ محسوس کر رہی تھی۔۔

جو حاجی کی زیرک نگاہوں سے مخفی نہ رہ سکی تھی۔۔

بیٹے! آپ آرام سے بیٹھ جائیں، یہ لوگ بدر سے ملنے آئیں ہیں، محبت" کرتے ہیں اس سے، ابھی تو یہ سلسلہ کم از کم بھی ڈھیر دو ہفتہ چلے گا، دراصل بدر ہمارے محلے کا پہلا لڑکا ہے جو بیرون ملک پڑھنے گیا تھا اس لئے بھی لوگ "اشتیاق سے ملنے آتے ہیں، گاؤں کہ سادہ لوح لوگ ہے ناں۔۔۔

وہ متبسم انداز میں قصداً تفصیلاً گویا ہوئے تاکہ وہ کچھ غلط نہ سمجھ لے۔

جبکہ وہ اچنبھے سے بڑھتی ہی جا رہی بھیڑ کو دیکھ رہی تھی۔

آپ منہ ہاتھ دھو کر کچھ کھا پی لیں، اس کے بعد چاہیں تو آپ بھی ان سے" "مل سکتی ہیں۔۔۔

جی میں۔۔۔۔؟" وہ متعجب سی متوجہ ہوئی۔"

ہاں ! لوگ ہمارے پوتے کہ ساتھ ہماری پیاری سی نواسی سے بھی تو ملنا" چاہتے ہیں ناں۔۔۔؟" وہ مسکرا کر بولے تو وردہ زندگی میں پہلی باریوں اپنے لئے معتبر حوالہ استعمال ہونے پر ان کا نورانی چہرہ کئی ساعت تک دیکھے گئی تھی۔

بھئی ! مریم !۔۔۔زینب ! کہاں ہیں آپ لوگ، ذرا بچی کو کمرے میں لیکر" جائیں تازہ دم ہو جائیں گی تھک کر آئی ہیں، میں ذرا بچوں میں چاکلیٹ بانٹ آؤں۔۔۔" وہ شانے پر رومال درست کرتے کھڑے ہوئے۔

جبکہ وردہ کچن سے برآمد ہوئی لڑکی کی جانب متوجہ ہوئی جو نجانے کیوں شرما رہی تھی۔۔

جاؤ بچے ! مریم کمرے میں لیکر جائے گی، اور جو بھی ضرورت ہو ان سے" کہہ دینا آپ۔۔۔" اسے پچکارتے انھوں نے ٹیبل سے چاکلیٹ کا ڈبہ اٹھایا تھا۔

گاؤں میں جب کوئی پردیس سے آتا ہے تو ملنے آنے والوں کو سوغات دی"
جاتی ہے،اس لئے میں چاکلیٹ بانٹنے جارہاہوں بچوں میں۔۔آپ
جائیں۔۔۔"اس کے ان کہے سوال کا نرمی سے جواب دیتے اسے اندر جانے
کا اشارہ کر وہ باہر کی جانب بڑھ گئے تھے۔۔

وہ کچھ ساعت تک وہیں کھڑی ان کی مہربان پشت دیکھتی رہی پھر اس لڑکی
کی تقلید میں چل پڑی۔

کچھ لوگوں میں ہنر ہوتا ہے پل میں غیروں کو اپنا بنانے کا یہی ہنر حاجی حکیم
کی حلیم شخصیت میں تھا، جس وجہ سے روزانہ ملاقات ہونے والوں کا چہرہ
تک پہچاننے سے انکاری وردہ ان سے چند منٹ کہ ملاقات میں متاثر ہو گئی
تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

کھوئی ھوئی ہوں اس قدر اپنی تلاش میں
!!موجود ہوں جہاں وہیں اکثر نہیں ہوں میں

"آپ یہاں، خیریت تھی۔۔۔۔؟"

"ہوں۔۔۔ہاں۔۔۔۔؟"

اچانک پشت سے ابھری شناسہ آواز پر بری طرح چونکتے نہ صرف چہرہ سمیت پورا وجود چھپا رہی چادر زمین بوس ہوئی تھی بلکہ ہاتھ میں موجود پیپرز بھی بکھر کر گرے تھے۔

چادر کو ویسے ہی چھوڑ وہ ہڑبڑا کر پیپرز سمیٹنے جھکی تو اس کی بوکھلائی حالت دیکھ خود معظم بوکھلا گیا تھا۔

"خیریت ہے۔۔۔۔؟"

وہ پیپر سمیٹ کر متاعِ حیات کی طرح چھپاتی کھڑی ہوئی تو معظم نے تحیر سے پوچھا۔

میری خیریت آپ کا دردِ سر کب سے ہو گیا۔۔۔؟اور کیا آپ جاسوسی کر" رہے ہیں میری، ہر جگہ بنا دستک در آمد ہو جاتے ہیں؟مسئلہ کیا ہے آپ کے

ساتھ آخر۔۔۔۔؟"اس کی چھاپہ مار نزول سے شدید خائف وہ برس پڑی تھی۔۔

مسئلہ مجھے تو کوئی نہیں،البتہ آپ کو کوئی مسئلہ ہے لگ رہا ہے،آپ مجھے " بتائیں میں اگر ہیلپ کر سکوں۔۔۔۔؟"اس کی گولہ باری کی جواب میں وہ فکر مندی سے پیش کش کر رہا تھا۔

بہت شکریہ ! لیکن مجھے آپ سے کسی قسم کی مدد درکار نہیں ہے،لہٰذا اتفاقاً" بھی کہیں مجھ پر نظر پڑ جائے تو مہربانی فرما کر نظر انداز کرتے گزر جایئے گا "آئندہ سے۔۔۔۔

نیچے سے چادر اٹھاتے شاہانہ انداز میں حکم جاری ہوا۔

ہمہ وقت نگاہوں میں بسے رہنے والوں کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں " ہوتا۔۔۔"اس کہ کچھ دھوپ کچھ غصہ کی وجہ سے سرخیاں جھلکا رہے حسین چہرے پر پھسلتی نگاہوں کو ڈپٹتا ہوا وہ بڑبڑایا۔

"کیا کہاں۔۔۔؟"

کچھ نہیں۔۔درا صل میں پوچھ رہا تھا آپ گاؤں کہ اندرونی حصے میں وہ بھی"
اکیلی کیوں آئی تھیں، بنا گاڑی یا ملازمہ کہ۔۔۔۔۔۔؟"معظم نے کچھ
تشویش سے پوچھا۔جیسا رعب وہ اپنی شخصیت میں رکھتی تھی اور جس ٹھاٹ
وشاہانہ انداز کو وہ کئیری کرتی تھی، گاؤں کہ اس حصے میں اکیلے وہ بھی یوں
سیاہ چادر میں چھپ کر آنا نا صرف تشوشناک بلکہ پراسرار بھی تھا۔
آپ کو مسئلہ ہے کہیں میرے آنے جانے سے۔۔۔۔؟"اس کی تیوریاں"
عیاں ہونے کہ خوف سے خطرناک حد تک چڑھی۔
"نہیں لیکن۔۔۔۔۔"
میں اکیلی آؤں، اپنے ساتھ ملازموں کی فوج لیکر آؤں، بارات لیکر آؤں یا"
جلوس، آپ کو کیا مسئلہ ہے معظم سا۔۔۔؟آپ کیوں میری چوکیداری میں
لگے ہوئے ہیں۔۔۔۔؟رہیں آپ اپنے عزیز دوست اور ان کے عزیزوں کہ
ساتھ بس میری جان بخش دیں۔۔۔۔"غصہ سے نتھنے پھلا کر ہاتھ جوڑتی پھر
جلدی سے خاکی لفافہ چادر میں چھپاتی اب وہ گھور رہی تھی۔۔

آپ دونوں بھائی بہن صبح و شام کڑے کہ جوس سے کلہ کرتے ہیں یا آپ"
دونوں کا ٹوتھ پیسٹ بنا ہی تیکھی ترین مرچ سے ہے۔۔۔۔۔۔۔؟" دھواں
دھار گولہ باری کہ جواب میں ایسا بھڑکتا ہوا سوال کرنے کی ہمت بلاشبہ مایہء
ناز شخصیت بھٹی صاحب ہی کا حوصلہ تھا۔۔

جی کچھ ایسا ہی ہے، لہٰذا آپ اجتناب ہی کریں کلام کرنے"
سے۔۔۔۔" جان چھڑانے والے انداز میں کہتی وہ مڑنے لگی کہ۔
اگر واقعی کوئی مسئلہ ہے تو آپ مجھے کہہ سکتی ہیں، میرا وعدہ ہے اپنی جان"
سے زیادہ آپ کہ راز کی حفاظت کروں گا۔۔۔" وہ ہمکتے دل کہ ہاتھوں
مجبور پھر پوچھ بیٹھا تھا۔

اب کہ وہ بنا بھڑکے نہایت آہستگی سے عجب سوز والم آنکھوں میں لئے مڑی
تھی۔۔

کس قدر عجیب اتفاق ہے ناں، میرے مسئلوں کی سنوائی کیلئے کسی کہ پاس"
وقت نہیں ہے، تو کوئی اپنی جان امانت رکھ رہا ہے، پر خیر! میں اپنے مسائل

خود حل کرنے کی اہل ہوں، شکریہ!!" پھیکے بے رنگ و ساز لہجے میں کہتی وہ چادر سے اپنا حسین چہرہ ڈھکتی ایک سمت بڑھ گئی تھی۔۔۔

دور سے بے حد مکمل و خوش باش نظر آنے والے گھرانوں میں، اکثر ایسے" کردار ہوتے ہیں جنھیں عدم توجہی کی آندھی تنکا تنکا بکھیرتی ہے۔۔۔۔"تاسف سے کہتا وہ بھی سست قدموں مخالف سمت میں بڑھ گیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"آپ جلدی سے تیار ہو جائیں ہم باہر جا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔؟"

کمرے میں قدم رکھتے ہی اس نے عجلتاً حکم جاری کیا تھا۔

"خیریت کہاں باہر۔۔۔؟ حویلی یا اباکہ گھر۔۔۔؟"

آپ کو آپ کہ گھر بھی لیجائیں گے، فل حال تو ہم باہر جا رہے ہیں چلیں" جلدی سے۔۔۔۔؟"ہڑبڑی مچاتے انداز میں آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے کتاب ایک جانب رکھتے اس نے عجلت مچائی۔

کم از کم ہم عبایہ تو پہن لیں۔۔۔۔"مقدس اس کی پھرتیوں پر متحیر سی" کھڑی ہوئی۔

اس کی بھی ضرورت نہیں ہے، فقط چپل پہن لیں، ہم باہر یعنی باغ کی سیر" کیلئے نکل رہے ہیں۔۔۔آجائیں اب جلدی سے۔۔۔۔"مزید واضح کرتا وہ خود ہوا کہ گھوڑے پر سوار دروازے کی سمت بڑھ گیا تھا۔۔

آجائیں، رک کیوں گئیں۔۔۔۔؟"آہٹ کو ہمقدم نہ دیکھ وہ مڑا"

"ہم نہیں آسکتے۔۔۔؟"

کیوں۔۔۔۔؟"وہ اچنبھے سے فاصلہ سمیٹ کر قریب آیا تھا۔"

ہمیں ہمارے ابا اور بھائی کے بعد صرف آپ نے دیکھا ہے، آپ کے بعد" ہم پر کسی غیر مرد کی نگاہ پڑے اس کی اجازت نہ ہمیں ہمارا 'دین' دیتا ہے نہ ہی 'دل'۔۔۔۔"ہمیشہ کی طرح شفاف آنکھوں سے اسے قائل کرتی ہوئی وہ صاف گوئی سے گویا ہوئی تھی۔۔

آپ آجائیں۔۔۔۔؟"سیکنڈ کہ توقف سے اس نے چوڑی ہتھیلی"
پھیلائی۔۔
لیکن آپ ہی نے بتایا ہے باہر دو سو کہ قریب ملازم کام کرتے"
ہیں۔۔۔۔"وہ اب کہ تشویش میں پڑی تھی۔۔

ساتھ میں نے یہ بھی تو بتایا تھا۔۔؟وہ دو سو ملازم میرے حکم کہ تابع"
ہیں، میری اجازت کے بغیر وہ نگاہ اٹھانے کی جرات نہیں کر سکتے، آپ پر نظرِ
غلط ڈالنے کا جرم کرنا
تو بہت دور کی بات ہے۔۔۔۔"بڑے استحاق سے قوی انگلیوں کی گرفت
میں اس کی مرمری کلائی نرمی سے مقید کرتا وہ مضبوط قدموں چوکھٹ عبور
کر گیا تھا۔

وہ ایک وجد کی سی کیفیت میں اس کے مضبوط قدموں کہ ہمراہ اس کے ساتھ
کھچتی چلی گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

اوائل مارچ کہ دن تھے، نہ بہت گرمی تھی نہ ہی شدید سردی، اور دوپہر ڈھلنے کہ بعد تو ویسے بھی سورج اپنی تھوڑی بہت تپش بھی کھو دیتا تھا۔ بہار کی آمد آمد کہ باعث چاروں جانب سبز چادر بچھی ہوئی تھی بس بجری کی روش تھی جوان مخملی گھانس کہ درمیاں واضح تھی۔

وہ اس کی ہمراہی میں کھچتی ہوئی تالاب تک چلی آئی تھی۔۔

تالاب کہ قریب پہنچ کر دلاور نے اس کی کلائی کو آزاد کیا تو وہ اپنے چاروں جانب بکھرے قدرتی حسن سے مالامال نظاروں کا اشتیاق سے جائزہ لینے لگی تھی۔

بلاشبہ گلستان بہار اپنی نام ہی کی طرح بہار کا منہ بولا ثبوت تھا، لیکن اس کی دلکشی میں چار چاند لگاتے تھے یہ ننھے جانور، اس کی پر شوق نگاہیں وہاں ادھر ادھر بے فکری سے پڑے جانوروں کی حرکت و سکنات کو جانچنے لگی تھی۔

قریب ہی ہری ہری گھاس پر لوٹ رہے سفید براک شرارتی خرگوش کا جوڑا، ان سے کچھ دور پڑوں کو سمیٹے ایک دوسرے میں گم بیٹھے موڑوں کا جوڑا۔

تالاب کی دوسری جانب اس ٹہنی سے اس ٹہنی پھدک رہی گلہریاں، کاٹیج کہ باڑے سے ذرا دور بنائے گئے باڑے میں تندرست سی کھڑی جگالی میں مصروف سفید وسیاہ جرسی گائے۔۔۔۔

ان سب نظاروں سے گزرتی اس کی نگاہ تالاب کے بالکل کنارے بیٹھی بکری پر ٹھہر گئی تھی، جس کہ دو دودھ سے سفید دو نومولود بچے ادھر سے ادھر دوڑ رہے تھے، کبھی دوڑتے ہوئے ماں سے دور جاتے تو کبھی دور کر ماں قریب آتے لاڑ کرنے لگتے، جواب میں بکری بھی زبان سے ان کا سر چاٹتی ان کی حوصلہ افزائی کرتی تو وہ واپس دوسری جانب دوڑ لگا دیتے تھے۔۔

یہ حسین منظر وہ وقتاً فوقتاً دور کھڑکی سے دیکھ کر مبہوت رہ جاتی تھی لیکن آج قریب سے دیکھ کر کھو سی گئی تھی۔۔

بکری کے بچے دوڑتے ہوئے اس کی ٹانگوں کہ قریب آکر اس کا پیر چاٹنے لگے تو وہ بے اختیارانہ گھٹنے ٹیک دونوں کو اپنی باہوں میں اٹھاتی ہوئی کھڑی ہو گئی تھی۔۔

"کتنے پیارے ہو آپ لوگ۔۔۔؟"

ان کے نرم نرم بالوں کی نرماہٹ محسوس کرتی وہ بچوں کی طرح خوش ہوئی تھی۔۔

پر بچے مچلنے لگے تھے اور بچوں کی آواز سن کر ماں بھی کھڑی ہو گئی تھی۔

جس پر ایک جانب سینے پر بازو باندھ کر کھڑا اس کے خوبصورت چہرے پر بکھر رہے قوسِ قزح سے رنگوں سے محظوظ ہو رہے دلاور کو مداخلت کرتے قریب آنا پڑا تھا۔۔

یہ دونوں ابھی صرف ایک ہفتہ کہ ہیں، سو فقط اپنی ماں سے مانوس"
ہیں، آپ کچھ دن ان کے ساتھ گزاریں تو یہ آپ سے مانوس
"ہو سکتے۔۔۔۔

دلاور کے نرمی سے بتانے پر اس نے دونوں بچوں کو نیچے چھوڑ دیا تھا۔

"آپ کو بہت پتا ہے جانوروں کی فطرت کہ متعلق۔۔۔۔؟"

یہ سب جانور نہیں میرے لئے میری فیملی ہے،اور معلوم اس لئے ہے کہ "
جب ان سب کو میں گلستانِ بہار لیکر آیا تھا یہ لوگ اتنے چھوٹے ہی
"تھے۔۔۔۔

شیلٹر کہ پاس رکھی بوری سے باریک گھاس بچوں کہ جبکہ کچھ موٹی گھاس ماں
کہ آگے ڈالتا وہ خلاف معلوم مسکرا رہا تھا۔۔

"پھر آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ یہ لوگ کھاتے کیا ہیں؟"
یوں تو یہ لوگ خود اپنی غذا ڈھونڈ لیتے ہیں، لیکن ماہانہ جس طرح ہمارا راشن"
آتا ہے اسی طرح ان کی خوراک بھی لائی جاتی ہے، خاص طور پر جب ایسا کوئی
"خاص موقع ہو تو خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔

موڑ کو دانہ ڈالنے کیلئے پلاسٹک کی پلیٹ اس کے ہاتھ میں تھما تا وہ خود چنے لیکر
جرسی گائے کہ باڑے کی طرف بڑھ گیا تھا۔واپسی میں وہ دونوں شریر
خرگوشوں کی جانب گاجر اچھالتا ہوا آیا تھا۔

پلیٹ موڑوں کہ جوڑے سے کچھ دور رکھتے وہ بازو سینے پر لپیٹ کر متاثر کن نگاہوں سے اس کی حرکات دیکھ رہی تھی۔

وہ باری باری سب کو ان کا پسندیدہ کھانا ڈال کر محبت سے ان کی پشت سہلا رہا تھا جواب میں کوئی اس کا ہاتھ سہلا دیتے تو کوئی اس کے ہاتھ کا پشت چاٹ کر پیار کا اظہار کر رہے تھے۔۔

"آپ روزانہ تو یہ سب نہیں کرتے۔۔۔؟ بس شہنشاہ کہ پاس دیکھا ہے آپ کو۔۔۔" کھلے چھوٹے سے ٹب میں تالاب سے پانی لیکر جب بکری کہ بچوں کو ڈال کر وہ واپس اس کے قریب آیا تو پوچھے بغیر نہیں رہ سکی۔۔

"ہاں! وہ تھوڑا نخریلا اور موڈی ہے، اس لئے اس کی خدمت مجھے کرنی پڑتی ہے، باقی ان لوگوں کی دیکھ بھال اس ایئریہ کہ کام کیلئے مامور ملازم کر دیتے ہیں۔۔۔" دونوں ہاتھ جھاڑتا وہ پھر مسکرایا تھا۔

نیوی بلیو ٹراؤزر اینڈ سکن کلر ٹی شرٹ میں، پیروں میں معمولی سی سلیپر ڈالے وہ بے ترتیب بالوں کہ ساتھ بالکل رف سے حلیہ میں بار بار بے رعائی سے مسکراتا اور بے حد معصوم اور دل کہ قریب تر لگ رہا تھا۔

اپنے ازلی غصہ جلال نخوت و تنفر والے خاص روپ سے یکسر مختلف۔۔

ویسے آپ کہ دوست نظر نہیں آرہے۔۔۔؟"متر اکہ شاہانہ خواب گاہ کو" خالی دیکھ اس نے پوچھا۔

"موصوف سیر پر نکلے ہوئے۔۔وہ دیکھیں آ گئے۔۔۔۔۔"

ہنس کر بتاتے ہوئے دلاور نے پیچھے کی جانب اشارہ کیا تو وہ اس جانب مڑی جہاں سے مدمستی میں جھومتے ہوئے متر اصاحب چلے آرہے تھے جیسے بادشاہ اپنی سلطنت کی گشت سے لوٹتا ہے۔۔

"آپ ذرا ادھر کی دیکھ بھال کریں متر اصاحب! ہم داہنے باغ کہ معاملات دیکھ کر آتے ہیں۔۔۔۔ چلیں۔۔۔۔۔

متراکہ قریب آنے پر دلاور اطلاع دیتا ہوا مقدس کو لئے سائیڈ سے گزرنے لگا کہ، پھرتی سے سونڈ آگے کو پھیلاتے اونچی آواز نکال کر اپنی دانست میں اس نے راستہ روکا تھا۔

جس پر ڈر کر بے اختیار پیچھے قدم لیتی مقدس اس کے ساتھ لگی تھی۔۔

اپنی بات منوانے کا اس کا یہی انداز ہے آپ ریلیکس رہیں "اس کے شانے" پر ہلکا سا دباؤ ڈال کر اسے سائیڈ پر کھڑا کرتا وہ اس دیوار چین کی طرف بڑھا جو ٹکر ٹکر اسے گھور رہا تھا نجانے کیوں۔۔؟

اور آپ صاحب! ذرا یہ دہشت گردانہ انداز میں ہر جگہ اپنی سونڈ نہ گھسایا" کریں، سب کا میرے جتنا جگڑا نہیں ہوتا۔۔ "سونڈ پر چپت رسید کرتے جھاڑ پلائی۔

جواباً متر انے اور بڑی آواز نکلی تھی۔

ارے سمجھ نہیں آرہی تمہاری، ؟میرے علاوہ کسی کو اپنی پیٹھ پر بٹھاتے تو" آپ کی لمبی سونڈ چھوٹی ہو جاتی ہے پھر کس طرح ساتھ لیکر جاؤں

میں۔۔۔؟اس لئے شانتی سے یہیں رہو۔۔"اس کے ضدی اشارے کو سمجھ پشت سہلا کر پچکارتا ہوا وہ مڑنے لگا تھا کہ مترا کی اگلی حرکت پر اپنی جگہ حیرت کا مجسمہ بنا۔۔

کیونکہ وہ بنا سیکنڈ کی تاخیر کئے اپنے دونوں سامنے کہ پیر موڑتا ہوا کسی شہزادی کی تعظیم میں جھکنے کہ انداز میں جھکا تھا جس کا مطلب تھا وہ مقدس کو اجازت دے رہا ہے اپنی پیٹھ پر سوار ہونے کی، جو کہ کسی معجزہ سے کم نہیں تھا۔

کیونکہ آج تک معظم سے باوجود خاصی دوستی ہونے کہ اس نے اسے تک اپنا سوار نہیں بنایا تھا، حتیٰ کہ بسا اوقات دلاور کو تک نکلیل ڈالنے میں کامیاب ہو جانے والے داجی تک یہ شرف حاصل نہ کر سکے تھے، اس وحدانیت کہ قائل ضدی مگر وفادار جانور نے فقط دلاور کو یہ حق دیا تھا اور آج وہ یہ حق ایک اور ہستی کو سونپ رہا تھا۔۔

سامنے کہ پیر دونوں موڑتا ہوا کسی شہزادی کی تعظیم میں جھکنے کہ انداز میں وہ جھکا تھا جس کا مطلب تھا وہ مقدس کو اجازت دے رہا ہے اپنی پیٹھ پر سوار ہونے کی، جو کہ کسی معجزہ سے کم نہیں تھا۔

کیونکہ آج تک معظم سے باوجود خاصی دوستی ہونے کہ اس نے اسے تک اپنا سوار نہیں بنایا تھا، حتیٰ کہ اچھے اچھوں کو محکوم بنا لینے والے داجی تک یہ شرف حاصل نہ کر سکے تھے، اس وحدانیت کہ قائل ضدی مگر وفادار جانور نے فقط دلاور کو یہ حق دیا تھا اور آج وہ یہ حق ایک اور ہستی کو سونپ رہا تھا۔۔ مگر سوچ سمجھ کر حوالہ اور مقابل کہ دل و زندگی میں اس کا مقام و مرتبہ دیکھ کر۔

"متراتو۔۔۔۔۔"

شہنشاہ کہ اس اقدام سے باضابطہ اس نے اپنی دھڑکنوں میں ایک انوکھا ارتعاش محسوس کیا تھا، آنکھیں بلاتاویل بے بانگ دہل 'اسے' اپنانے پر تفاخر سے چمک اٹھی تھی۔

اس کے نام سے محوِ رقص رہتی اپنی دھڑکنوں کا راز جان کر بھی زبان سے جو اقرار وہ بارہا کوشش کہ باوجود کرنے سے قاصر تھا، وہ بے زبان جانور نہ صرف وہ سمجھ گیا تھا بلکہ اس کے شایان شان اس نے اسے قبول کر وہ مقام بھی اپنے انداز میں دے دیا تھا۔

یہ ناراض ہو گئے کیا۔۔۔؟"جبکہ مترا کا یہ غیر متوقع اقدام اس کیلئے" تشویش کا باعث بنا۔

"!!نہیں"

"پھر۔۔۔؟"

یہ آپ کو دعوت دے رہا ہے اپنا سوار بننے کی۔۔۔"جوابی مسکراہٹ اس" کی گہری تھی۔۔

لیکن یہ تو ہمیں جانتے ہی نہیں ناں۔۔۔؟"اس کی حیرانگی اپنی جگہ بجا" تھی۔۔

لیکن مجھے تو جانتا ہے۔۔۔؟میرا مطلب ہے کہ مترا کی منطق صرف اسی کی" سمجھ آتی ہے،اگر وہ چاہتا ہے کہ آپ اس کی سوار بنیں تو آپ کو بننا ہو گا،ورنہ نہ وہ خود یہاں سے ہٹے گا نہ آپ کو ہٹنے دے گا،خاصا ضدی اور خود سر مزاج ہے موصوف کا۔۔۔"اس کی سونڈ سہلاتا وہ فخریہ بتا رہا تھا۔

آپ کی طرح۔۔۔۔"زبان بے ساختگی میں پھسلی تھی۔۔"

"کچھ کہا۔۔۔؟"

"ہم۔۔ہم کہہ رہے تھے،ضروری ہے کیا ہم اس طرح جانا۔۔۔؟" وہ ہچکچائی۔

زندگی میں کبھی کسی جانور کی سواری کا تجربہ نہیں تھا لہٰذا خوف فطری تھا۔

بہت ضروری ہے۔۔۔۔"وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا پھر اس کی کلائی" تھام کر بنا اس کی سنے مترا کی طرف بڑھا۔"مترا نے آج تک اپنی سواری کرنے کی اجازت کسی کو نہیں دی ہے،وہ نہایت ہی اصول پسند ہے اکھڑ مزاج ہے،پھر نجانے آپ پر کیوں مہربان ہو رہا ہے۔۔۔؟

اپنے شانے پر اس کا ہاتھ رکھ کر دوسرا ہاتھ اس کی کمر پر رکھتے چڑھنے کا اشارہ کیا تو وہ الٹا اس لمس پر سٹپٹا کر پھسلتی ہوئی اسی کی پہناہوں سمٹ آئی۔۔

"اینڈ سب سے ضروری، اس کی سب سمجھ آتی ہے۔۔۔۔"

نہایت قریب سے بکھری دھڑکنوں کی مدھر دھن سنتے اس کی حس لطیف یکایک ہی پھر کی تھی، تبھی اسی جانب متوجہ دو بڑی بڑی آنکھوں کی طرح اشارہ کرتے گمبھیر معنیٰ خیز سرگوشی جھک کر اس کی سماعت میں انڈیلا۔

"وہ۔۔وہ۔۔ہم نے کبھی سواری نہیں کی تو اندازہ نہیں ہے"

ہمیں۔۔۔"بری طرح خفت کا شکار ہوتی فاصلہ بنانے کی کوشش کی، لیکن مضبوط حصار نے انچ بھر کی دوری بھی نہیں بنانے کی اجازت دی تھی۔۔

"آرام سے۔۔۔۔پہلے ایک پیر مترا کی اس والے ٹانگ پر رکھیں، پھر پیٹھ پر رکھ کر چڑھ جائیں۔۔۔"اس کے رسانیت سے بتانے پر اس نے ویسے ہی عمل کیا تو واقعی مترا کی سخت پیٹھ پر سوار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔۔

پھر دلاور بڑی آسانی سے اس کے پیچھے سوار ہوا۔

"!!اللہ"

شہنشاہ کہ بڑی سی آواز نکال کر اٹھنے پر ایک مرتبہ پھر اس کا صندل سراپا لہرا کر پورا کا پورا اس کے کشادہ سینے میں آن سمایا تھا جس پر حیا سے اس کے گال دہک اٹھے تھے۔

لیکن ادھر شہنشاہ کو بچی کی پرواہ کہاں تھی وہ تو اپنے مخصوص شاہانہ انداز میں قدم اٹھاتا جا رہا تھا، جس سے بار بار سنبھلنے کی کوشش میں وہ اس کی حصار میں سمٹتی جا رہی تھی۔

اور دوسرا وہ تھا جو لبوں کی تراش میں محظوظ کن مسکراہٹ سمیٹے ہر درد کا اعلاج جاننے کا دعویٰ کرنے والی حکیم صاحبہ کا لاعلاج مسئلہ سے جدوجہد کا نظارہ بڑی دلچسپی سے ملاحظہ کر رہا تھا۔

آپ مسکرا کیا رہے ہیں مدد کر دیں ہماری، اس طرح تو ہم گر جائیں" گے۔۔۔"بلآخر اس کو خفگی سے جتانا پڑا۔

"!!جو حکم"

فوراً حکم بجالاتے دونوں شانے تھام کر مزاحمت کرتے وجود کو مزید قریب کیا۔

"مترا کی عادت ہے جھومتے ہوئے بنداس چلنے کی، اگر آپ گرنا نہیں چاہتی تو میرا بازو پکڑ لیں۔۔۔"اس نے فراخدلی سے اپنا بازو آگے کیا جسے سیکنڈ ضائع کئے بغیر مقدس نے تھام لیا تھا۔

کلیجہ منہ کو آیا ہوا تھا ایسے میں فطری شرم وحیا کو اہمیت دیتی تو شرطیہ دو چار بڑے بڑے پیس ہی واپسی ہونی تھی۔

دلاور حسب عادت دونوں جانب پیر ڈال کر بے فکری سے بیٹھا تھا جبکہ مقدس ایک جانب پیر گرا کر بیٹھی اس کا بازو مضبوطی سے تھامے ہنوز خوف زدہ تھی۔

"ریلیکس ہو جائیں۔۔۔"

شانے پر نرمی سے دوسرا بازو پھیلاتے اس کہ زمین بوس ہونے کہ امکانات مزید کم کئے، تو وہ خشک لبوں پر زبان پھیرتی ترچھی نگاہوں سے چند انچ کہ

فاصلے پر موجود اس کا وجیہہ چہرہ دیکھنے لگی جس کی وجاہت میں ہلکی ہلکی بریڈ نے رعب و دبدبہ شامل کر دیا تھا۔

اتنا خاص ہے وہ شخص کہ
!اسے خود احساس نہیں

پھر اپنی حرکت پر خود ہی خجل سی ہوتی وہ ارد گرد نگاہ دوڑانے لگی۔
جن میں جلد ہی دلچسپی کہ ڈھیروں رنگ اتر آئے تھے۔
وہ لوگ بالکل درمیان میں بنی سمنٹ کی روڈ سے جا رہے تھے جبکہ دونوں جناب پیڑ ہی پیڑ بکھرے ہوئے تھے۔
جن کی خاص بات یہ تھی کہ سارے ہی قد و جسامت میں یکساں تھے اور ایک ہی قطار میں تاحد نگاہ ترتیب سے چلے جا رہے تھے۔

ان کی ترتیب، لمبائی، چوڑائی اس قدر ایک دوسرے سے مماثلت رکھتی تھی گویا کسی نے بیٹھ کر ناپ تول کر ان کے پتے ٹہنی اور احاطہ کی گئی جگہ محدود کی ہو خاص ہدایت کہ ساتھ کہ اس سے زیادہ یا کم نہیں پھیل سکتے۔

اور قطاروں کہ بیچ کا فاصلہ اس قدر واضح اور صاف ستھرا تھا جیسے ابھی ابھی کوئی جھاڑو لگا کر زرد پتے اٹھا کر لے گئے ہوں۔۔۔۔

دائیں جانب آم کا باغ تھا جس کا ہر پیڑ مکمل طور پر پھولوں سے لدھا ہوا تھا۔ جبکہ بائیں جانب شہتوت کہ چھوٹے چھوٹے درخت تھے جس میں ریسلے شہتوت لٹک رہے تھے وہ تو نیچے سے احتیاطاً جعلی لگائی گئی تھی ورنہ نجانے کتنے پھل برباد ہو جاتے۔۔

باغ کا یہ حصہ مکمل طور پر آم، شہتوت اور امرود کے درختوں سے آباد" ہے، اس حصے کی مٹی ان پھلوں کیلئے کافی زرخیز ہے اس لئے یہاں مختلف "نسل و نوع کہ یہی پیڑ لگائے گئے ہیں۔۔۔۔

اسے شوخ واشتیاق سے کبھی ادھر تو کبھی ادھر سر گھما گھما کر دیکھتا دیکھ دلاور نے گائیڈ کا فرض نبھایا۔۔

نسل۔۔۔؟ کیا سارے پیڑ ایک جیسے پھل نہیں دیتے۔۔۔۔؟" اس کی" حسین آنکھیں حیرانگی سے پھیلی۔

!!اُس نے آنکھوں سے تبلیغ ہی کچھ اِس طرح سے کی

_ میں بِنا سوچے سمجھے محبت پر ایمان لے آیا

جواباً دلاور کا نفی میں سر ہلا تو ورط حیرت سے شفاف آنکھوں کا احاطہ مزید بڑھ گیا جس میں عین ممکن تھا وہ ڈوب کر ابھر نہیں پاتا تبھی نگاہوں کا زاویہ بدل کر گویا ہوا۔۔

شہتوت میں زیادا قسام نہیں پائی جاتی، پھر بھی ہم نے دور دراز سے اس کی"
مختلف اقسام اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے، البتہ آم کی ہمارے پاس تیس
"سے زائد قسم موجود ہے۔۔۔
تیس سے زائد۔۔۔؟ آپ لوگ پہچانتے کس طرح ہیں۔۔۔۔؟" دلچسپی"
کہ ساتھ مقدس کو شدید حیرت بھی ہو رہی تھی۔۔
کیونکہ پھل کی ہیئت و جسامت سے لیکر ذائقہ تک میں فرق ہوتا ہے، حتیٰ"
کی تنا اور پتے کی بناوٹ میں بھی واضح فرق ہوتا ہے، اور مختلف نسل کیلئے پر اپر
"ایئریاز ہیں، اس کے علاوہ وہ پھل الگ الگ موسموں میں دیتے ہیں۔۔۔؟
الگ موسم۔۔۔؟ کیا آپ کے آم گرمی میں نہیں آتے۔۔۔۔؟" وہ پوری"
کی پوری گھوم کر مستفسر ہوئی۔۔
میرے نہیں پیڑ کہ آم۔۔۔ہاہاہاہا۔۔۔۔" تصحیح کرتے دلاور کا گونجا بھاری"
قہقہہ مقدس کو ٹھیک ٹھاک خفت میں مبتلا کر گیا خجل ہو کر غیر محسوس انداز

میں فاصلہ بنانے کیلئے وہ کھسکنے لگی کہ دلاور نے گرفت مضبوط کرتے اس کی کوشش کو ناکام کیا۔۔

میرا مطلب ہے کچھ پھل جلدی پک جاتے ہیں، کچھ دیر سے پکتے ہیں، کئی" قسم ایسی بھی ہے جسے کچا یعنی کیری ہی کھایا جاتا ہے، تو اسے ویسے ہی سپلائی کرنا ہوتا ہے، اور کچھ ایسے بھی ہیں جو سال کہ بارہ مہینے یعنی سردی میں بھی "پھل دیتے ہیں، امپورٹڈ ہے وہ نسل۔۔۔۔۔

متبسم انداز میں انگلی سے مختلف حصوں کی سمت اشارہ کرتا وہ اسے اپنے خون پسینے سے سینچے اس گلستان کے چپے چپے کی چیدہ چیدہ معلومات دیتا گیا تھا۔ اور وہ شوق و اشتیاق سے اس کی معلومات کی وسیع ذخیرہ سے محظوظ ہوتی بار بار اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔۔

وہ ایک لمحہ کہ جب سارے رنگ ایک ہوئے

!کسی بہار نے دیکھا نہ ایسا سنگم پھر

کوئی نہیں کہہ سکتا تھا یہ وہی ضدی، خود سر، خرد دماغ شخص ہے جو اشتعال انگیزی کی کیفیت میں جیتے جاگتے انسان تک کی پرواہ نہیں کرتا ہے جو اس وقت ایک ننھے سے پودے کو تک لیکر اس قدر حساس و فکر مند لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی پودا نہیں اس کی بطن سے پیدا ہوا کوئی نو مولد بچہ ہو۔

پس ثابت ہو گیا ہے یہ نرم خو شخص دنیا کی بے حسی اوڑھ کر بے حس بنتا تھا ورنہ اس کے اندر ایک بے حد حساس انسان بستا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"یہ جگہ۔۔۔۔؟"

وہ لوگ بالکل باغ کہ آخری حصے میں چلے آئے تھے جب ایک جانب ہموار کی ہوئی وسیع خالی جگہ کی سمت اشارہ کرتے اس نے پوچھا جہاں کالی مٹی غالباً کہیں دوسری جگہ سے لا کر ڈالی گئی تھی۔۔

یہاں اس سال آم کہ پودوں کی نئ نسل کو لگایا جائے گا۔۔"وہ مترا کی پیٹھ "
تھپک کر رکنے کا اشارہ کرتا ہوا بولا۔
اس کا اشارہ سمجھ کر شہنشاہ ویسے ہی پیر سمیٹ کر جھکا تو پہلے دلاور نے خود
اترتے اپنے سہارے اسے بھی نیچے اتارا۔
"!!افففف اللہ۔۔۔"
"کیا ہوا۔۔۔؟"
"ہماری جوتی پھس گئ چکنی مٹی میں۔۔"
پریشانی سے پیروں کی سمت اشارہ کیا۔جہاں اس کی سادہ سی جوتی پیر سمیت
کالی مٹی میں دھنسی ہوئی تھی۔۔
پیر نکال لیں آپ۔۔۔؟"اس کے نرم پیروں کو مس ہو رہی کالی مٹی"
نجانے کیوں اسے سخت ناگوار گزری تھی تبھی ماتھے پر بل نمودار کئے حکم
دیا۔
"لیکن پھر ہم پہنیں گے کیا۔۔۔؟"

آپ یہ پہن لیں۔۔۔"اپنی چپل کھول کر اس کے پیروں کہ قریب کرتے" دئے حکم پر مقدس نے پہلے پریشانی سے سلیپر پھر اس کے چہرے کو دیکھا۔ پہن لیں جلدی سے۔۔۔"کالی مٹی سے اسے کوفت ہو رہی تھی۔"

"لیکن آپ۔۔۔"

میرا مسئلہ نہیں ہے، مجھے عادت ہے۔۔۔بلکہ مجھے آپ کو لانگ بوٹز پہنا کر" لانا چاہئے تھا۔۔"وہ اپنی لاپرواہی پر بڑبڑایا جبکہ مقدس نے جیسے تیسے اتنے بڑے سلیپرز میں اپنے پیر اڑسے۔

دروازہ کھول کر پہلے لکڑی کی کرسی اسے دیتا ہوا وہ اندر بڑھا، مقدس کنفیوژ سی کرسی پر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ گڑگڑ کی آواز پر بدک کر آواز کی سمت متوجہ ہوئی جہاں خالی سمینٹ حوض میں پانی کی موٹی سی دھار رواں ہوئی تھی شائد اس نے موٹر ڈالا تھا۔۔

وہ بیٹھنے کا ارادہ ترک کرتی جلدی سے حوض کہ قریب آئی، لبوں پر شریر سے مسکراہٹ دباتی پہلے ایک دو مرتبہ دھار کو چھوتے اس نے اب کے دونوں

ہاتھوں کو آگے کیا پھر چلوں میں پانی بھر کر اپنے مٹی سے اٹے پیروں میں ڈالے۔

پھر بچوں کی طرح اس حرکت کو دہرانے لگی۔۔

"آپ حوض میں پیر ڈال کے بھی دھو سکتی ہیں۔۔۔۔۔؟"

موٹر روم کی دہلیز سے اس کی معصوم اٹھ کھیلیاں دیکھ رہا دلاور نفی میں سر ہلاتا قریب آیا۔

"پانی گندا نہیں ہو جائے گا۔۔۔؟" اس نے حوض میں جمع ہو رہے شفاف پانی کو دیکھتے پوچھا۔

"پودوں میں جاتا ہے یہ پانی، بندے نہیں پئیں گے۔۔، چڑھ جائیں۔۔۔" اپنے ہاتھ کا سہارا دیتے اس نے اسے حوض کی باؤنڈری پر چڑھ کر بیٹھنے میں مدد کی۔

"ویسے ہمیں بہت شوق تھا کھیتوں میں چلتے ان موٹرز کو قریب سے دیکھنے کا۔۔۔۔"

اب وہ باؤنڈری پر بیٹھی حوض میں بچوں کی طرح پیر ہلاتی خود ہی مسکرائے جارہی تھی۔۔

اس دلبرا کے نرم ونازک پیر شفاف پانی میں دھل کر کچھ اور گلابیاں بکھیرنے لگے تھے، بے ارادہ پنڈلیوں پر پھسلی نگاہیں اس کی ملائمت کو نرمی سے محسوس کرتی ٹھہر سی گئی تھی۔

کسی کو محبت کی زنجیر میں باندھنا ہو تو اس کی پیروں میں پہزیب باندھ دو۔۔۔۔"داجی کی کبھی کی کہی آواز سماعت میں گونجے تو اس کا چور دل زور وشور سے عجب ہی خواہش میں ضدی بچے کی طرح مچلنے لگی۔

آپ۔۔۔آپ۔۔کچھ کھائیں گی۔۔۔؟"بے لگام نگاہوں سمیت دل کو" ڈپٹتے اس نے منہ آیا سوال کیا۔۔۔

ہاہاہا۔۔باغ کہ اس سنسان گوشے میں آپ کیا کھلانے کا ارادہ رکھتے ہیں" ہمیں۔۔۔۔؟"وہ بے ساختہ جلترنگ سا ساز بکھیرتی لطیف سے انداز میں مستفسر ہوئی۔۔

پھل، مثلاً یہ یا پھر آپ چاہیں تو بیر کا درخت بھی ہے ادھر۔۔۔" شہتوت"
کا گچھا بدقت اس کی جانب بڑھاتا وہ بولا۔
یہ کہاں سے۔۔۔۔؟" اچنبھے سے گردن موڑ کر مقدس نے دیکھا تو شہنشاہ"
کی سونڈ میں بڑی سی ٹہنی کو لٹکتا دیکھ باقی الفاظ لبوں پر ہی دب گئے۔۔
"آپ یہ کھائیں میں بیر لیکر آتا ہوں۔۔۔"
"نہیں! یہی کافی ہے۔۔۔۔"
اس کا بازو تھام کر روکتے وہ شہتوت کا ایک گچھا لیکر پانی میں دھو کر کھانے
لگی۔ جبکہ وہ شہنشاہ کی سونڈ سے ٹہنی لیکر اس سے پھل توڑتا اسی کہ منہ میں
ڈال رہا تھا۔
متراکہ یوں بنا کہے پھل توڑ کر لانے بھی اسے بالکل حیرانگی نہیں ہوئی
تھی۔ کیونکہ شہنشاہ صاحب کہ اس سے بڑے بڑے کارناموں سے وہ محظوظ
ہو چکی تھی۔۔

میٹھے شہتوت کا لطف لیتی ہوئی وہ گاہے بگاہے ان دونوں پر بھی نگاہ ڈال رہی تھی، دلاور شرارتاً ٹہنی ادھر ادھر کر رہا تھا اور مترا اس کے ساتھ ہی اپنی سونڈ کو نچا رہا تھا بلا آخر تنگ آ کر اس نے اس کی گردن پر سونڈ کو رکھ دیا تو دلاور کو سرینڈر کرنا پڑ گیا۔

"بہت محبت ہے ناں آپ کو ان سے۔۔۔۔؟"

پیارے جتانے کے انوکھے انداز کو متبسم نگاہوں سے دیکھتی وہ مستفسر ہوئی تھی۔

محبت کا معلوم نہیں، عادت ہے مجھے اس پاگل کی۔۔۔"اپنی گردن سے" لپٹی سونڈ پر چپت رسید کر اس نے ہمیشہ کی طرح اقرار سے احتراز ہی برتا۔ جس پر جہاں مقدس مسکائی تھی وہیں مترا نے موٹی موٹی آنکھوں کو گول گھمایا تھا۔۔

"بہت سالوں سے آپ دونوں ساتھ ہیں ناں۔۔۔؟"

ہاں ! جب میں بارہ سال کا تھا اور یہ چھ سال کا، داجی کے دوست کے گھر ملا" تھا یہ مجھے، اس کی ماں مر چکی تھی، اور یہ ہمیشہ کا ضدی کچھ کھا پی نہیں رہا تھا، میرے ہاتھوں سے اس نے کھایا تو داجی کے دوست نے اسے مجھے ہی دے دیا، اور تب سے ہم ساتھ ہیں۔۔۔ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے۔۔"ان مسحور کن لمحوں کی یاد نے اس کے چہرے پر معصوم سی ملائمت بکھیر دی تھی۔

غلط ! ہوئے تھے۔۔۔۔"اس نے برجستہ ٹوکا۔"

ہمم۔۔۔؟"اچنبھے سے گردن گھما کر دیکھا۔"

دی جان بتا رہی تھی داجی نے جب آپ کو ہم سے نکاح کرنے کیلئے کہا تھا" آپ چلے گئے تھے گلستان بہار سے، اپنے دوست کو تک چھوڑ کر، کیا آپ "کیلئے نکاح اتنا مشکل تھا کہ آپ نے اپنے جگری یار کو۔۔۔۔

ایسا نہیں ہے۔۔۔۔"وہ بے ساختگی میں اس کے ہلتے لبوں پر ہاتھ رکھ گیا" تو وہ ساکت سی ہو گئی۔

میرا مطلب ہے کہ ،اس طرح کبھی کبھی مجھے کہیں جانا پڑ جائے تو یہ سمجھ" جاتا ہے، سمجھدار بچہ ہے ناں، ورنہ یہ میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا۔۔۔"اس کی سونڈ کو سہلاتے اس نے لاڑ کیا تھا۔

"اگر کبھی جدا ہونا پڑا تو۔۔۔؟"

میں ایسا تصور بھی نہیں کرنا چاہتا۔۔۔"تڑپ کر نفی کرتے اس نے غیر" محسوس انداز میں شہنشاہ کی موٹی سونڈ کو بازوں میں بھرا تھا۔

اس کی آنکھوں کی تڑپ، یک بیک سے تمتما اٹھا چہرہ دیکھ مقدس کو اپنے سوال پر ملال ہوا تھا۔۔

ہمارا مقصد آپ کے جذبات مجروح کرنا نہیں تھا، ہم فقط کہہ رہے تھے" آپ دونوں ایک دوسرے کو لیکر کافی جذباتی اور شدت پسند ہیں۔۔۔"اس نے وضاحت کرنی چاہی۔۔

میں ایسا ہی ہوں۔۔۔"سونڈ کو آزاد کرتا وہ پورا کا پورا اس کی جانب متوجہ" ہوا۔

میں نہ ہر کسی پر مہربان ہوتا ہوں، نہ کسی کو خود پر عنایتیں کرنے کی اجازت" دیتا ہوں، پھر بھی اگر کوئی ان بندشوں کے قلعے کو مسمار کر مجھ تک رسائی کر لیتا ہے تو پھر وہ میرے اپنے ہی وجود کا ایک حصہ بن جاتا ہے، جس سے دوری کا خیال ہی میری سانسیں محال کر دیتا ہے، اتنا پاگل اس درجے کا شدت پسند ہوں میں۔۔۔"اس کی آنکھوں میں اپنی جنون خیز نگاہیں گاڑے وہ اپنی دیوانگی کی شدت اس کی رگوں میں سرد لہر کی طرح دوڑا گیا تھا۔

وہ۔۔وہ کوئی نظر نہیں آرہے ملازم جو کام کرتے تھے۔۔۔۔؟"حلق تر" کرتے مقدس موضوع کہ ساتھ زاویہ نظر بھی بدل چکی تھی۔۔

سب کی چھٹی کر دی ہے۔۔۔"وہ خود پر قابو پاتا آرام سے بولا۔"

چھٹی کر دی۔۔۔ لیکن کیوں۔۔۔۔؟"وہ تحیر سے مڑی۔۔"

جواباً سنے شانے اچکائے تو مقدس اس بے وجہ کی چھٹی کی وجہ جان کی نگاہ جھکا گئی جبکہ شہنشاہ نے اپنا بڑا سا سر اٹھا کر خونخوار نگاہوں سے ایسے گھورا ۔جیسے کہہ رہا ہو۔

میرے احمق دوست ! اتنا حسین موقع تھا اعتراف کرنے کا، اس حسین سی"
دوشیزہ جو اتفاق سے تمہاری بیوی بھی ہے کو متاثر کر کہ اس سادہ سے
دورے کو رومانٹک ڈیٹ میں بدلنے کا، لیکن تمہیں تو ہیرو بننے والی جگہ پر
" بھی ولن ہی بننا ہوتا ہے۔۔۔۔

خفگی کہ اظہار کیلئے اس نے سونڈ اٹھا کر زور سے اس کے شانے پر پٹخا بھی تھا۔

"کیا کیا ہے میں نے۔۔۔؟"

اس ناراضگی کہ اظہار پر دلاور کی تیور چڑھی لیکن شہنشاہ صاحب صاف نظر انداز کرتے حوض میں سونڈ ڈال کر پانی پینے لگے۔

اپنے خیالوں میں کھوئی مقدس نے اچانک پیروں سے سونڈ کہ مس ہونے پر گھبرا کر پیر باہر نکالے تھے لیکن پھر اس کے نرم نگاہوں سے خود کو دیکھنے پر ڈرتے ڈرتے اس کہ بڑے بڑے کان سہلائے تو جواباً گب سے اس عنایت کا منتظر مترانے دونوں کانوں کو زور سے ہلاتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

اور واقعی مقدس کا حوصلہ بڑھا تھا تبھی اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اب کہ اس کا سر سہلایا جس کہ جواب میں پر جوش ہوتے ہوئے شہنشاہ نے سونڈ میں پانی بھر کر ہاوز کی باؤنڈری پر رکھے اس کے پیروں پر ڈال کر اپنی جانب سے دوستی فوراً پکّی کی۔

اپنے خیالوں میں کھوئی مقدس نے اچانک پیروں سے سونڈ کہ مس ہونے پر گھبرا کر پیر باہر نکالے تھے لیکن پھر اس کے نرم نگاہوں سے خود کو دیکھنے پر ڈرتے ڈرتے اس کہ بڑے بڑے کان سہلائے تو جواباً گب سے اس عنایت کا منتظر مترانے دونوں کانوں کو زور سے ہلاتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

اور واقعی مقدس کا حوصلہ بڑھا تھا تبھی اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اب کہ اس کا سر سہلایا جس کہ جواب میں پر جوش ہوتے ہوئے شہنشاہ نے سونڈ میں پانی بھر کر ہاوز کی باؤنڈری پر رکھے اس کے پیروں پر ڈال کر اپنی جانب سے دوستی فوراً پکّی کی۔

بہت پیارے ہو آپ، آپ کو تو واقعی سمجھ آتی ہے ہماری"
زبان۔۔۔۔"اس کے کان سہلاتی وہ کھل کر مسکرائی۔۔

دوسری جانب سے بھی معاملہ ڈن ہو جانے پر پرجوش شہنشاہ یہی حرکت بار بار دہراتا منہ سے آوازیں نکالنے لگا جیسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔۔

مقدس اس بے زبان کہ معصوم اندازِ محبت پر بے ساختہ کھلکھلائی تو پھر ہنستی چلی گئی تھی۔اسے ہنستا دیکھ شہنشاہ کہ عمل میں مزید جوش اشتیاق شامل ہو گیا تھا۔

کمال ہے۔۔ مجھ پر جب بھی پانی ڈالتا ہے سیدھا سر سے ڈالتا ہے۔۔اور ان"
"پر دیکھو نظرِ کرم۔۔۔۔

بازو باندھے تھرڈ پارٹی کی طرح دونوں کی نئی نئی دوستی کہ جوہر ملاحظہ کر رہا دلاور اس طوطا چشمی پر بڑبڑایا۔۔

میرا چہرہ دیکھتے ہی ان کی کھلی ہنسی بھی سمٹ جاتی ہے اور"

اب۔۔۔۔"مقدس کہ متبسم چہرے پر نظر گئی تو اپنے نظر انداز ہونے کا

احساس زیادہ ہی برا لگا۔۔

اب چلتے ہیں پھر کبھی آئیں گے۔۔۔؟"بلا آخر اسے اندر جا کر موٹر بند"

کرتے ہوئے واپسی کا اعلان کرنا پڑا۔۔

اب کہ شہنشاہ انھیں دوسرے راستے سے لیکر جا رہا تھا۔

واپسی پر مقدس زیادہ ریلیکس تھی۔ایک تو ڈر نکل گیا تھا دوسری دوستی بھی

ہو گئی تھی۔دلاور واپس دلچسپی سے اسے باغ کہ اس حصے کہ متعلق بتاتا ہوا

جا رہا تھا۔۔

novel by j nikhat

"خالہ سا!آپ نے یاد کیا تھا۔۔۔۔؟"

ہمیشہ کی طرح ناظمہ بیگم کہ بلاوے پر وہ حکم حاکم مرگ مفاجات کی مصداق

ان کی خدمت میں نگاہ جھکائے پیش تھی۔

"ہاں! بیٹھ جاؤ۔۔۔۔"

انھوں نے اپنے برابر تخت پر بچی خالی جگہ کی طرف اشارہ کیا۔

"جی میں۔۔۔۔؟"

میرال نے نا سمجھی کسی قدر سراسیمگی سے ان کی جانب دیکھا۔ پھر حلق تر کرتی باہم دونوں ہاتھوں کی انگلیاں الجھاتی ویسی ہی کھڑی رہی ہمت ہی نہیں تھی ان کے برابر اور خاص طور پر اس تخت اور اس جگہ پر بیٹھنے کی جو کسی شاہی تخت کی حیثیت رکھتی تھی۔

یہ حویلی کا وہ کھلا صحن نما حصہ تھا جہاں اس بارعب تخت پر بیٹھ کر ناظمہ عثمانی حاکمانہ انداز میں گاؤں کی خواتین کہ مسائل سنتی اور حل کرتی تھی، اور ضرورت پڑنے پر وہ معاملات مردانہ بیٹھک تک بھی لیجائے جاتے تھے۔ کیونکہ قبیلہ واری نظام میں قبیلہ کا سردار ہی سربراہ، پولیس، منصف ہر کردار نبھاتا ہے اور اس کی جائز نہ جائز ماننے کا ہر شخص پابند ہوتا ہے۔ لہٰذا اس تخت کی طاقت وہ اچھی طرح جانتی تھی۔۔

پھران کے اس جگہ طلب کرنے سے ہی پریشان ہو چکی میرال کہ ان کی حکم پر فق پڑنا فطری تھا۔

"میں تمہیں اس جگہ بیٹھا دیکھنا چاہتی ہوں، پورے اعتماد اور حق کہ ساتھ، تمہاری یہ جھجھک مجھے بالکل پسند نہیں آئی، آئندہ میں یہ نہ دیکھوں۔۔۔۔" شانوں سے تھام کر خود بٹھاتے انھوں نے سختی سے باور کرایا تو وہ سہمی بچی کی طرح ٹکر ٹکر ان کا سپاٹ چہرہ دیکھنے لگی جس کے عضلات ہمیشہ کی طرح کروفر و حاکمیت سے تنے ہوئے تھے۔۔

"اس جگہ پر بیٹھنے کی اہمیت و طاقت کو جانتی ہو۔؟" رعونت پروری سے داغے گئے سوال پر اس کی پلکیں لغزش کا شکار ہوئی۔۔

"اس قبیلے کی بلکہ ہر قبیلے کی لڑکی خواب دیکھنا چاہتی ہے یہاں بیٹھنے کی، لیکن خواب میں بھی ان کے بخت کہ ستارے اس بلندی کو چھو پاتے کہ اس تخت پر خود کو نشستہ دیکھ سکیں، لیکن تم اس علاقے کی ہزاروں لڑکیوں کی غیر حقیقی

خواب کی آماجگہ پر حقیقت بن کر بیٹھی ہو، جانتی ہو کیوں۔۔۔۔۔؟"ان کے یخ بستہ ہوا کی طرح سرسراتے سوال پر اس نے سراسیمہ نگاہ اٹھائی۔

کیونکہ میں نے بغاوتوں کو کچل کر، دعویداروں کو اپنی دعویداری سے" شکست دیکر، کہیں عقل سے تو کہیں زور اقتدار سے اس جگہ کو سنبھال کر رکھا ہے، اس حویلی کی بنیادوں کو برسوں سے اپنا لہو دیکر مضبوط کیا ہے، اور میں چاہتی ہوں میرے بعد اس نشست کی تم حقدار بنو،

حویلی کہ اندورنی معاملات کی باگ ڈور تمہارے ہاتھوں میں آئے، اور بیرونی معاملات کی باران کہ، تم یہ تخت سنبھالو اور وہ گدی، حق ہے تم دونوں کا اس حویلی اور جاگیر پر، جس سے فضول سے بزنس کی خواری اٹھانے کیلئے وہ دستبردار ہونا چاہتا ہے، میں تو سوچ تک نہیں سکتی میرا بیٹا اتنا احمق ہو سکتا ہے جو اتنے بڑے جاگیر کو ایک بے تکے سے بزنس کیلئے ٹھکرانے کی حماقت کا سوچے گا۔۔چہ!!!"

شدید برہمی اختلاف ظاہر کرتے انھوں نے ناگواریت سے ہنکار بھرا تو میرال ان کا اشتعال کی سرخی سے انگارے کی مانند تمتماتا رہا چہرہ دیکھ حلق تر کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"خالہ سا! آپ یہ۔۔۔۔"

غصہ کی زیادتی سے ان کا بگڑتا تنفس دیکھ وہ ٹیبل پر سے گلاس اٹھانے جھکی پر ان کے اگلے سوال پر ہڑ بڑا سی گئی۔۔

"تمہاری اس سے بات ہوئی ہے ان دنوں۔۔۔؟"

اپنے سوال پر اس کی ہڑ بڑاہٹ پھر تائید و تردید میں لب تو دور سر کو تک جنبش دینے کی زحمت کئے بغیر اس کا گردن جھکانا ان کے تنے عضلات میں مزید سختی در لایا تھا۔

"میں چاہتی ہوں تم اس حوالہ سے اس سے بات کرو، اور سمجھاؤ۔۔۔۔"

جج۔۔جی۔۔میں۔۔میں کس طرح۔۔۔۔؟" وہ یوں حواس باختہ سی" سیدھی ہوئی گویا موت کی سزا سنائی گئی ہو۔

میرال!!!"اس کی ہوائیاں اڑے تاثرات نے انھیں شدید کوفت میں" مبتلا کیا تھا۔

جی خالہ سا!لیکن میں انھیں کیا کس طرح۔۔۔؟"حقیقتاًاس کے ہاتھوں" پیروں کے طوطے اڑے تھے۔۔

بھلے سے رخصتی نہ ہوئی ہو لیکن بیوی ہو تم اس کی، تم اسے ہوش کہ ناخون" نہیں دو گی تو اور کون دے گا۔۔۔؟"انھوں نے درشتگی سے اس کی سراسیمگی پر ناگواریت کا اظہار کیا۔

باباسا کہ فیصلے اٹل اور غیر متوقع ہوتے ہیں،اگر وہ کہہ دیں کل رخصتی" ہو گی تو پھر کل سے پرسوں تک معاملہ ٹالنے کی کسی میں جرات نہیں ہے،اور باباسا کہ حرکات وسکنات ان دنوں ویسے ہی ہمارے حق میں نہیں لگ رہے ہیں،اور میں چاہتی ہوں رخصتی سے پہلے دستار بندی کی رسم ہو، باران کی فضول سی حماقت میں میں اپنی برسوں کی محنت مٹی میں نہیں ملا سکتی،اس

لئے اسے اپنی زبان میں سمجھاؤ،ماں باپ کی زبان نہ سمجھنے کی تواس نے بچپن "سے قسم کھائی ہوئی ہے کیا خبر تمہاری سن لے۔۔۔۔۔۔

وہ سخت کبیدگی سے گویا تھی تاحم لہجے میں حکم وقطیت ازلی انداز میں واضح تھی۔۔

"لیکن خالہ سا اگر وہ نہیں چاہتے تو ہم۔۔۔۔۔"

اس کے چاہنے یانہ چاہنے سے کیاہوتاہے۔۔؟"ان کے درشتگی سے قطع" کلام کرنے پر وہ بری طرح اچھلی تھی۔بھلاانھیں کہاں اپنی مرضی کہ خلاف لفظ سننے کی عادت تھی۔

وہ جانتا کیاہے اس جاگیر اوراس کی طاقت کہ متعلق،اورایک باردستار کسی" اور کہ سر بندھ گئی تو ساری زندگی پچھتاناپڑے گا، بچپن سے وہ بیرون ملک رہا ہے اس لئے اسے نہیں معلوم گدی واقتدار کی اہمیت کا،اور میں نہیں چاہتی جب تک اسے اہمیت سمجھ آئے وقت اپنی چال چل چکی ہو،اس لئے تم اسے سمجھاؤ، بزنس کا خناس نکال دے اور آکر دستار بند ھوالے،اس کے بعد بھلے

مرضی میں جو آئے کرے۔۔۔۔"انھوں نے گویا اس کی حمایت کرنے سے صاف وارن کرتے اسے حکم پر عمل آوری کا عندیہ سنایا تھا۔

میرا میزان ہوتا تو ہم بے شک اس کی مرضی کو اہمیت دیتے، لیکن اب لے" دیکر وہی بچا ہے، اسے ہر گز بھی میں اس حماقت کا موقع دیکر نقصان نہیں اٹھا سکتی۔۔۔۔۔"وہ مزید بولی تو وہ بنا کچھ کہے مجرمانہ قدموں وہاں سے ہٹتی چلی گئی۔۔

ایک اس حریف زادے کی بیوی ہے، معمولی سے گھرانے سے آئی ہے" لیکن اعتماد ورکھ رکھاؤ ایسا ہے گویا حکومت کرنے ہی پیدا ہوئی ہو، اور ایک ہماری بیٹی بہو ہے۔۔۔۔۔۔"میرال کے سہمے انداز پر وہ سخت نالاں تھی۔۔ ساتھ مقدس کی خود اعتماد و اطوار بھی انھیں بڑی طرح کھل رہے تھے۔۔

novel by jnikhat

"!آپ کا بہت شکریہ"

بستر پر اپنی جگہ نشستہ ہوتے اس نے کھنکتی آواز میں مخاطب کیا۔

"کس لئے۔۔۔؟"

درزیدہ نگاہوں سے کب سے اس کی کمرے میں ادھر سے ادھر ہو رہی کاروائی ہی ملاحظہ کر رہا وہ بناوٹی مصروفیت سے مستفسر ہوا۔۔

"ہمیں ہمارے تصور سے بھی حسین باغ کی سیر کروانے کیلئے، ہمیں اپنی حسین فیملی سے ملوانے کہ قابل سمجھنے کیلئے، آج کا دن ہماری زندگی کا یادگار ترین دن بنانے کیلئے، خاص طور پر مترا سے، کتنے سمجھدار ہیں وہ بن کہے بھی آپ کی بات سمجھ جاتے ہیں، ہم نے دی جان سے آپ دونوں کی ذہنی مطابقت کہ متعلق سنا تھا لیکن آج قریب سے دیکھا تو ابھی تک ہم بے یقینی کی کیفیت میں گرفتار ہیں، کس طرح وہ آپ کی۔۔۔افففف۔۔دلچسپ بے حد دلچسپ۔۔۔۔۔۔۔۔"

پر جوش انداز میں اپنی بے پایاں خوشی کا اظہار کرتے الفاظ ناکافی پر گئے تو وہ دونوں ہاتھوں کو آپس میں مسلتی آنکھیں میچ کر دلکشی سے مسکرائی۔۔

"ہاں! بے حد دلچسپ۔۔۔۔۔"

اس کے چہرے پر بکھری مسرت کی لالیاں دیکھ اس کی آواز میں عجب خماری سی گھلی تھی۔۔

خوبصورت ٹھکانہ دل اور دعا ہوتے ہیں

!!اور آپ تو دونوں جگہ کے مکین ہیں جاناں

"ویسے ایک بات پوچھیں آپ سے۔۔۔؟"

ہمممم۔۔۔؟"وہ لمحاتی خواب سے بیدار ہوا۔"

آپ کو اتنی معلومات کیسے ہے پیڑ، پودوں، فصل وغیرہ کی نوع و نسل کہ "

متعلق، بلکہ آپ کو مٹی کی تک اتنی پرکھ ہے کیسے۔۔۔؟"آنکھوں میں

تجسس لئے وہ متوجہ تھی۔

"شائد میں نے اسی کی تعلیم حاصل کی ہے اس لئے۔۔۔؟"

آپ نے ایگریکلچر کیا ہے۔۔۔؟"آج شائد انکشافات کا دن تھا۔"

تو آپ مجھے اب تک جاہل سمجھ رہی تھیں۔۔۔؟" وہ رجسٹر سائیڈ پر کرتا"
یکایک قریب جھک آیا تو وہ بری طرح بوکھلا کر پیچھے ہوئی۔۔
ہم۔۔ ہمیں سو جانا چاہیئے، خواہ مخواہ ہم آپ کہ کام میں مخل ہو رہے ہے"
ہیں۔۔"اس کی بوجھل ہوتی نظروں کہ ارتکاز سے سنبھلتی وہ اپنی جگہ دراز
ہوتی چادر میں سمٹ کر کروٹ بدل گئی۔
دلاور اس کے جھجھک و احتراز کی آنکھ مچولی پر نفی میں سر ہلاتا طوعاً و کرہاً حساب
والی رجسٹر کی جانب متوجہ ہوا جبکہ کم بخت دل تو کوئی الگ ہی پٹی پڑھا رہا تھا۔
کبھی جو وہ دعویٰ کرتا تھا میرے سینے میں دل نہیں ہے۔اب ادراک کا لمحہ
جب سے وارد ہوا تھا وہ گوشت کا لوتھڑا ہمہ وقت دھڑکتا عجیب و غریب
گردان کرتا اس کا جینا دوبھر کر رہا تھا۔۔
دل' کی فضول فرمائیشوں سے تنگ آکر وہ رجسٹر سائیڈ پر دھرتا اٹھ کر'
کھڑکی میں کھڑا ہو گیا تھا۔کھلے آسمان میں تنہا چاند بھی ویسے ہی بدلیوں سے
الجھ رہا تھا جیسے اس کا دل۔۔

جس طرح چاند ادھورا ہو کر بھی بدلیوں کی پوری ٹولی پر حاوی تھا ویسے ہی دل وجذبات اعصابی قوت پر بری طرح تھکا رہے تھے۔

ایک جانب وہ پیش رفت کرنا چاہتا تھا تو دوسری جانب ناگن کی طرح پھن اٹھاتے واہم، وسوسوں، ماضی کہ تلخ حقائق اس کی ہمت نچوڑ رہے تھے۔

وہ گویا اعصابی جنگ سے نبرد آزما تھا۔

کنپٹی کی نسوں کو سہلاتے اس نے گردن گھما کر بوجھل نگاہوں سے بیڈ کی جانب دیکھا وہ اس کی نیند و چین چرا کر، بے قرار شب و روز اس کی دامن میں ڈال کر کس بے فکری سے گہری پر سکون نیند سو رہی ہوئی تھی۔

نجانے کونسی زور آور قوت نے اسے مغلوب کیا تھا جو عالم بے خودی میں چلتا ہوا آ کر وہ بے دام غلام کی طرح اس کے سرہانے دوزانوں بیٹھا تھا۔

"دی جان کہتی ہیں آپ ہیرا ہیں، بے قدری آپ کی چمک چھین لے گی، پھر میں بے مول سا انسان آپ کی قدردانی کس طرح کر سکتا ہوں؟ جو خود نہیں جانتا اسے زندگی سے چاہئے کیا، یہ بددعا نما زندگی بھی اسے چاہئے یا

نہیں۔۔؟میں تو یہ بھی سمجھ نہیں پارہا کاتبِ تقدیر نے آپ کو مجھ جیسے ناقدرے شخص کے مقدر میں لکھا کیوں۔۔۔۔؟آپ تو کسی بہت معتبر بخت آور کہ بخت کا ستارہ بن سکتی تھیں، پھر آپ مجھ سیاہ بخت کی ہاتھوں رلنے کیلئے "بے مول ہونے کیلئے کیوں لکھی گئیں۔۔۔؟

اپنا اور اس کا موازنہ کرتے اس کا دل پھوڑے کی طرح دکھنے لگا تھا نجانے کیوں کم مائیگی کا احساس اپنا احتساب کرتے بڑھ کر ناسور بننے لگا تھا۔

لب سختی سے بھینچتے اس نے دل سے اٹھتی ٹیسوں کو برداشت کرتے اس کی صبحہ پیشانی سے الجھتی لٹ کو احتیاط سے سمیٹ کر کان کہ پیچھے اڑسا۔۔۔۔ پر اپنی تمام تر نااہلیوں سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود نجانے " کیوں۔۔۔۔؟" نچلے لب کو سختی سے دانتوں تلے دبا کر وہ اپنے اندر چھڑی متضاد جذبات واحساسات کی جنگ سے ہارتا ہوا بے بسی سے خوابیدہ چہرے کے قریب جھکا۔

"میں یہ حماقت کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔"

تمام ترہمت مجتمع کر بے بسی سے ملیحہ جبین پر اعتراف کی خوشبو سے مہکتے لب رکھ گیا تھا۔

اس کی پیش رفت پر بے یقینی سے خود اس کی ایک دوجے سے الجھتی دھڑکن و سانیسیں یکایک ساکت وصامت ہوئی تھی۔

میں بہت برا ہوں، لیکن آپ کیلئے فقط آپ کیلئے اچھا بننا چاہتا ہوں، میں" بے حس بے درد بھی ہوں، لیکن آپ کی نازک آبگینے کی طرح حفاظت کرنا چاہتا ہوں، مجھے دل ہمیشہ سے جسم کا کمزور حصہ لگتا تھا، لیکن آپ کیلئے میں اس کہ آگے گھٹنے ٹیکنا چاہتا ہوں، مجھے جذبات کی زبان سمجھ نہیں آتی، لیکن آپ کیلئے میں وہ سیکھنا چاہتا ہوں، جانتی ہیں کیوں۔۔۔؟" وجد کی عالم میں اپنی کیفیت کو منہ آئے لفظ سے بیان کرتا وہ عالم بے خودی میں اس کہ خوابیدہ چہرے کہ مزید قریب جھکا۔

کیونکہ اب اس سرکش بنجارہ کیلئے یہ 'سرائے گاہ' سے زیادہ اہمیت نہ رکھنے والا 'کاٹیج' گھر لگنے لگا ہے۔۔جو آپ کے وجود کہ دم سے ہے۔۔۔۔"ایک

مرتبہ پھر اسی جگہ پر لب رکھتا وہ تشنہ لبوں کی خواہشات پر بندھ باندھتا خمار آلود سرشاریاں لئے کھڑا ہوا تھا۔

اور پھر خوابدیدہ سی کیفیت میں مسکراتا ہوا پیچھے قدم اٹھانے لگا تھا۔اتنے دنوں سے تناؤ کا شکار ذہن سب کہہ کر یک بیک سے بالکل ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔

یہ وہ باتیں تھی جو وہ اس صبح سے کہنا چاہتا تھا جب وہ کسی شیرنی کی طرح ناظمہ عثمانی کہ مقابل اس کی دفاع میں ڈٹ کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔اور وہ زندگی میں پہلی بار اپنی ذات سے جڑے ان کڑوے سوالوں کا کسی کو اس خود اعتمادی و وقار کہ ساتھ جواب دیتا دیکھ کتنی ہی ساعت تک کیلئے سکتہ میں چلا گیا تھا۔

ورنہ اس کی ذات سے جڑے ان تلخ سوالوں پر تو اس کا باپ حتیٰ کہ دی جان تک نگاہ جھکا کر لبوں پر قفل لگا لیتی تھیں۔اور ان کی یہ خاموشی اس کہ خون رستے میں دل پر ہر مرتبہ زہریلے خنجر کی طرح پیوست ہو جاتی تھی۔

لیکن اس روز جیسے اس نے اس خون رستے دل پر پھائے رکھ دئے تھے۔اپنی مسیحائی سے اس کہ لاعلاج درد کا دوا کرنے لگی تھی پھر وہ کیسے اس کی ذات کا اسیر ہونے سے خود کو باز رکھتا اور آج اعتراف کر کہ گویا اس نے عالم فتح کر لیا تھا بھلے سوتے ہوئے وجود سے ہی صحیح۔۔

میں دشت دشت رُسوا،
تُو سراب سا مسلسل..
میں لمحہ لمحہ تنہا،
تُو خواب سا مسلسل..
مشہور ہیں نگر میں
میری تشنگی کے قصے
میں قَریہ قریہ پی۔اسا،
تُو آب سا مسلسل..

میں عکسِ آشنائی،

..تُو سراپا دل لگی ہے

میں خار خار زندگی،

..تُو گلاب سا مسلسل

میں گلی گلی مسافر،

تیرے قُرب کی دیوانی،

میں کوچہ کوچہ بکھری،

!..تُو نایاب سا مسلسل

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓑⓨ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"!!آجائیں"

دستک کی آواز پر ملازمہ سمجھ کر توے پر روٹی ڈالتے ہوئے اس نے مصروف انداز میں اجازت دیا تھا۔۔

"السلام علیکم! کیا ہماری رحمت رہتی ہے یہاں۔۔۔۔؟"

"بھائی!!آپ۔۔۔۔؟"

کھنکتی آواز پر اس کی دھڑکنیں بے یقینی سے لمحے کیلئے ساکت ہوئی تھی پھر نگاہوں نے دہلیز پر ایستادہ وجود کو دیکھ یقین کا سفر طے کیا تو وہ لمحہ ضائع کئے بغیر سدھ بدھ گنوائے جا کر اس کے کھلے مہربان بازوں میں سما گئی تھی۔

دلاور جو اس کی چیخ نما آواز پر ہڑ بڑا کر واش روم سے نکلا تھا اس جذباتی منظر کو دیکھ وہیں ٹھہر گیا۔۔

"بھائی آپ۔۔۔آپ کب آئے۔۔؟اور ہمیں بتایا کیوں نہیں۔۔۔۔؟"

اس سے جدا ہوتی خوشی کہ آنسوں سے بھیگی آنکھوں میں خفگی لئے اب وہ باز پرس کر رہی تھی۔۔

اگر ہم اطلاع دے دیتے تو ہماری رحمت کہ یہ سرپرائزڈ تاثرات کس طرح" دیکھتے ہم۔؟"اس کی آنکھوں کہ بھیگے کنارے صاف کرتا وہ حلاوت سے مسکرایا۔

"کیسی ہیں آپ؟"

"بالکل خوش باش، آپ کیسے ہیں۔۔۔؟"

میں بھی بالکل خوش باش۔۔"اس کی پیشانی دو انگلی سے بجاتے اس نے" شانے اچکائے۔

آپ کی عادت نہیں گئی ناں یہ۔۔۔؟"مصنوعی خفگی کہ ساتھ اس کا اشارہ" اس حرکت کی سمت تھا۔

وہ تو جانے سے رہی، ویسے آپ کے موصوف کس طرف گئے ہوئے" ہیں۔۔۔۔۔؟"کمرے میں نگاہ دوڑاتے پوچھا۔

وہ۔وہ تو یہی ہیں۔۔"ادھر ادھر نگاہ گھماتے واش روم کہ پاس کھڑے" دلاور پر نظر گئی تو خوشی میں ماتھے سے کندھے تک ڈھلک آئے دوپٹہ کو سنبھالتے اشارہ کیا۔

بات کرلیں گے ناں یہ مجھ سے۔۔۔؟"دلاور کو سنجیدہ چہرہ لئے اپنی ہی" جانب آتا دیکھ وہ شرارتاً مقدس کی جانب جھکا۔

بھائی!!"اس نے آنکھیں دکھائی۔"

لیکن اس کی شریر مسکراہٹ گہری ہو چکی تھی۔

السلام علیکم ! میں ڈاکٹر بدر بن ذکاء، مقدس بنت ذکاء کا اکلوتا بھائی، اور آپ "
کا اکلوتا سالا۔۔؟"لبوں کی تراش میں شریر مسکراہٹ دبائے مصافحہ کیلئے
ہاتھ بڑھاتے قصداً بدر نے لطیف سا انداز اپنایا۔

وعلیکم السلام ! جی۔۔۔۔"گڑبڑا کر بڑھے ہاتھ کو تھامتے وہ اتنا ہی کہہ سکا"
تھا۔

جس پر فہمائشی نگاہوں سے خود کو گھور رہی بہن پر محظوظ کن نظر ڈالتے اس
نے شانے اچکائے جیسے کہہ رہا ہو یہ موصوف بھی کہہ سکتے تھے
دلاور شیراز عثمانی، مقدس دلاور عثمانی کا شوہر اور آپ کا اکلوتا بہنوئی، لیکن "
"کہا نہیں تو میری کیا خطاء۔۔۔

معذرت بنا پیشگی اطلاع کے چلے آنے کیلئے، دراصل رحمت کہ یہ تاثرات "
دیکھنے کی اتنی جلدی تھی کہ ان تکلفات کا خیال نہیں رہا۔۔"بردباری

طاری کرتا وہ معذرت خواں ہوا تو دلاور نے کنفوژ ہوتے پہلے مقدس کو دیکھا پھر گلا کھنکاتے سنبھل کر گویا۔

اس کی ضرورت نہیں ہے، یہ بھی بہت یاد کرتی ہیں۔۔۔۔"کسی معتبر" رشتہ کا لحاظ ملحوظ خاطر رکھ کر کلام کرنے کا پہلا تجربہ تھا تبھی لہجے سے وہ حریف زادے والا مخصوص ٹھہراؤ مفقود تھا۔

"اچھا جی یہ ہمیں یاد کرتی ہیں۔۔؟ یہ تو نئی اطلاع دے دی آپ نے، یہ ہمیں یاد کرتی تو پہلے سے گھر انتظار نہ کر رہی ہوتی۔۔۔۔؟"مصنوعی حیرانگی کا اظہار کرتے آخر میں وہ شاکی ہوا تو مقدس نے آنکھیں چھوٹی کر کے گھورا۔

"بھائی! غلطی آپ۔۔۔۔ہائے! اللہ جی ہماری روٹی جل گئی۔۔۔۔"

روٹی جلنے کی بو ناک سے ٹکرائی تو وہ سر پر ہاتھ مارتی سرپٹ سلیب کی جانب دوڑی تھی۔

"رحمت دھیان سے۔۔۔۔"

اس کہ ہڑ بڑاہٹ میں توے پر ہاتھ ڈالنے سے قبل ہی بدر نے پھرتی سے توے کو اتارنا چاہا کہ سیکنڈ کی پھیر میں وہ توے پر ہاتھ رکھ گئی۔ نتیجتہ ان دونوں کی توقع کہ بر عکس تھا کیونکہ اس کی انگلیاں بجائے گرم توے سے مس ہونے کہ سخت جلد سے ٹکرائی تھی۔

آپ۔۔آپ ٹھیک ہیں لگی تو نہیں ناں آپ کو، آئیں ادھر۔۔۔۔"اس کا" ہاتھ پکڑے وہ تیزی سے سنک کی طرف بڑھتا نل کھول کر ہاتھ پانی کی دھار کہ نیچے ڈالے تسلی کر لینے کہ بعد اس کہ ہونق تاثرات سے سلگتا ہوا بگڑا۔۔ کیا ضرورت تھی آپ کو، ملازمہ آکر کر دیتی ناں، ابھی ہاتھ جل جاتا"

"تو۔۔۔۔؟

فکر مندی سے ڈانٹ پلاتے ہوئے وہ بدر کی موجودگی کو یکسر فراموش کر چکا تھا۔ حرکت ہی کچھ اس نے ایسی کی تھی اگر ذرا اسے دیر ہو جاتی تو اس کی نرم جلد چپک جانی تھی لوہے کہ گرم توے سے۔۔

"جلا نہیں ہمارا ہاتھ لیکن۔۔۔"

تو آپ جلنے کا انتظار کر رہی تھیں۔۔۔۔؟"گھور کر پوچھا تو اس نے نفی"

سر ہلایا۔

جبکہ پشت پر ہنوز تواہاتھ میں لئے کھڑا بدر متبسم نگاہوں سے اس شخص کی اپنی بہن کو لیکر فکر کی انتہا دیکھ رہا تھا۔۔

آپ کو ابھی بھی روٹی بنانی نہیں آئی ناں رحمت؟اب بھی آپ روٹی جلا"

دیتی ہیں،اس لئے کہتا تھا میری شاگردی اختیار کر لیں۔۔۔"گلا کھنکار کر اپنی موجودگی کا احساس دلاتے بدر نے اسے چھیڑا۔

ایسا نہیں ہے ہمیں آتی ہے۔۔۔"وہ سرعت سے ہاتھ آزاد کرتی دباؤ ڈال"

کر بولی۔

ہاں جی،ایک نمونہ تو ابھی دیکھ لیا میں نے۔۔۔۔"وہ جلی ہوئی روٹی کی"

طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔

بھائی ایسا نہیں ہے،وہ تو ہم آپ کی آمد سے اتنے خوش ہو گئے تھے کی"

"۔۔۔۔

یہ بہت اچھی روٹی بناتی ہیں، دی جان کو ان کے ہاتھوں کی بنی روٹیاں بہت" پسند ہے۔۔۔"بھائی بہن کی مخصوص چھیڑ چھاڑ سے بے خبر وہ اپنی دانست میں مقدس کا دفاع کرنے کیلئے گویا ہوا تو بدر کی بھویں اپر کو شوٹ ہوئی۔

آپ لوگ اندر جا کر آرام سے باتیں کریں، یہاں ملازمہ دیکھ لے"
گی۔۔۔"بدر کہ ہاتھ سے تو الیکر سنک میں ڈالتا وہ ریزور سے انداز میں بولا۔

جواباً مصنوعی حیرانگی سے آنکھوں کو سکیڑتے اشاروں ہی اشاروں میں بدر پوچھنے کی کوشش کی

"کیا یہ موصوف ایک لائن سے زیادہ کا جملہ ادا نہیں کرتے؟"

جواباً مقدس نے آنکھوں سے ہی اپنے شوہر کہ دفاع میں اسے سرزنش کیا تھا۔

"آپ بھی ہمیں جوائن کریں ناں۔۔۔؟"

مروت کا سہارا لیتے اسے بولنے پر اکسایا۔ پس پردہ بہن کو تنگ کرنا مقصود تھا۔

مجھے ذرا مترا کو دیکھنا ہے۔۔آپ لے جائیں انھیں اندر۔۔"بدر کو جواب"
دیتے وہ مقدس کی طرف مڑا تو وہ ہولے سے سر ہلاتی ہوئی درمیانی
دروازے کی سمت بڑھی۔

جبکہ بدر بجائے اس کی پیروی کرنے کہ نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا اس کے
مقابل یوں آن کھڑا ہوا کہ اسے اپنے اٹھتے قدموں کو روک کر نا فہم نگاہوں
سے اس کے سنجیدہ چہرے کی جانب متوجہ ہونا پڑا جس کی گہری پر سوچ
نگاہیں اسی پر براہ راست مرکوز تھی۔

رحمت میری اکلوتی بہن ہے، دیگر معاملات میں میری زمانے کی روایتی"
سوچ و نقطہ نظر سے شدید انحراف رکھنے کہ باوجود بحیثیت بھائی، میں روایتی
بھائیوں جیسے جذبات ہی رکھتا ہوں، لہٰذا اپنی بہن اور ان کی خوشیوں کو لیکر
پوزیسو بھی بے حد ہوں، سو آپ سے ملنے سے قبل، آپ کی شہرت کہ پیش
نظر میرا بہت سے خدشات کا شکار ہونا ایک فطری عمل تھا، یہ نہیں کہوں گا
آپ سے مل کر یکایک ہی میرے سارے خدشات دھواں ہو گئے ہیں، لیکن

ہاں اتنا یقین ہو گیا ہے، جو میری بہن کی حفاظت کیلئے اپنا ہاتھ جھلسا سکتا ہے، وہ میری بہن کو زمانے کی سرد و گرم کی زد جھیلنے کیلئے، کم از کم تنہا نہیں چھوڑے گا۔۔"

مخصوص متانت واستحکام آمیز انداز میں اپنے خیالات کا صاف گوئی سے گوش گزار کرتے اس نے پہلو سے اس کا ہاتھ اٹھا کر آگے کو کیا تو اس کی نگاہوں کی تعاقب میں دیکھتے وہ اپنی جگہ دنگ سا رہ گیا تھا۔

"اس پر کچھ لگا لیں، رحمت کی نظر پر گئی تو پریشان ہو جائے گی وہ۔۔۔"

اسی کہ دوسرے ہاتھ میں سرخ ہو رہا جھلسا ہوا ہاتھ دھرتا وہ مڑ کر درمیانی دروازے سے دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔

"!!! سسسس"

انگلی مس ہونے پر سسکاری خارج کرتے اس نے ہتھیلی کا وہ حصہ دیکھا جو لال بھبھوکا ہو رہا تھا غالباً مقدس کا ہاتھ بچاتے ہوئے جلی روٹی کا بھاپ لگ گیا تھا جو وہ اس کی فکر میں محسوس ہی نہیں کر پایا۔۔

سر جھٹکتا ہوا وہ بدر کی ہدایت پر عمل کرنے کبرڈ کی طرح بڑھا برنال نکال کر جھلسی ہوئی جلد پر لگاتے گومگو کی کیفیت میں کاٹیج سے نکل گیا۔

شہر دل کی واردات بھی کتنی عجیب چیز ہے ناں بڑے بڑے زخم کی پروانہ کرنے والا حریف زادہ آج معمولی سی جھلسی ہوئی جلد پر مرہم لگا رہے تھا لیکن 'اپنے' لئے نہیں 'اس' کیلئے کہ وہ فکر مند و پریشان نہ ہو جائے۔۔

گویا وہ زمانے کی ہر روایت سے بغاوت کا حلف اٹھا چکا حریف زادہ اس عزیز من کیلئے اپنی ہی اصولوں سے انحراف کرتا ہوا شاعر کی اس حسین ادا پر پیش کئے شعر کی عکاسی کر رہا تھا۔

تیرے خیال کا اتنا خیال ہے ہم کو

کہ اپنا خیال بھی، ہم تیرے خیال سے رکھتے ہیں!!

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

آداب میزبانی میں لات، گھونسے، گن و بارود اور روح تک دہشت اتار دینی والی دہاڑ پیش کرنے والے حریف زادے نے زندگی میں پہلی مہمان کیلئے اہتمام کیا تو جواباً مہمان سمیت خود زوجہ صاحبہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھی۔۔

کیونکہ جتنے لوازمات اس نے ملازم کی دوڑ لگوا کر جھٹ پٹ ملازمہ کہ ہاتھوں دوسرے روم میں بھجوائے تھے اس سے کم از کم بھی دس لوگوں کا آرام سے پیٹ بڑھ سکتا تھا۔۔۔

اور عین توقع کہ مطابق جواباً بدر نے مقدس کا خوب ریکارڈ لگایا تھا۔

"بھائی بس کر دیں ناں اب، انھیں نہیں پتا تھا کوئی امور خانہ داری میں پی ایچ ڈی تھوڑی نہ کی ہے انھوں نے۔۔۔؟"

لیکن اتنا سب دیکھ کر تو لگ رہا ہے کہ کی ہے۔۔۔"بدر کی ہنسی ایک مرتبہ پھر بے قابو تھی۔

بھائی ! ہم بتا رہے ہیں ہم ابا سے آپ کی شکایات لگا دیں گے۔۔۔"اس نے" دھمکی دی۔

اچھا کیا کہیں گی۔۔۔؟"اس کی آنکھیں چمک رہی تھی۔"

یہی کہیں گے، کہ بھائی نفسیات میں نہیں مزاح میں ڈگری لیکر آئے"

ہیں، لہٰذا آپ کا اتنے سالوں کا انتظار رائیگاں گیا۔" وہ ناک چڑھا کر نروٹھے پن سے بولی۔

اس وقت وہ کوئی سمجھدار بردبار دنیا کو دیکھنے اور دکھانے کا مختلف نظریہ رکھنے والی مقدس بنت ذکاء نہیں تھی، بلکہ فقط 'رحمت' اپنے بھائی اپنے بچپن کہ اکلوتے دوست کی بہن و دوست تھی۔ سو ڈھونڈنے سے بھی اس کی شخصیت کہ اس پہلو کی رمق اس میں مفقود تھی۔۔

اور آپ کے موصوف نے کس چیز میں ڈگری لی ہے۔۔۔؟"وہ بتدریج" اسے سلگا رہا تھا۔

ویسے یہ اہتمام دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں،انھیں جانوروں کی سائیکالوجی میں "
خاصی مہارت حاصل ہے، تبھی تو بولتے بھی کم ہیں،اور کھانا بھی ان کی
خوراک کہ حساب سے لایا ہے۔۔"اس کہ جواب نہ دینے پر وہ مزید تنگ
کرنے پر مصر ہوا۔

اور انسانی سائیکالوجی کہ ماہر چپ ہی نہیں ہوتے۔۔۔۔"وہ خفگی سے جتا گئی"
تو ایک مرتبہ پھر بدر کا قہقہہ بے قابو ہوا تھا۔
پھر نا ختم ہونے والے باتوں کا سلسلہ ایک مرتبہ پھر چلا تو چلتا ہی گیا۔واپسی
کہ قبل بدر نے اسے ساتھ چلنے کا کہا تو وہ جواب دینے کہ بجائے دوسرے
روم میں کسی کام سے آئے دلاور کہ پاس چلی آئی تھی۔

"!!!!سنئے"

"!!!ہمم"

وہ جیسے اسے سننے کیلئے ہی آیا تھا فوراً اس کی جانب متوجہ ہوا تو نگاہ سیدھا آئینہ
جبین پر جا ٹکرائی ردعملاً ذہن کہ پردے پر گزشتہ شب فسوں خیز لمحے کی زد

میں ہوئی گستاخی پوری جاذبیت سے ابھری تو نگاہوں میں وہی خمار واپس اترنے لگا جسے جھٹکنے کیلئے تیزی سے نگاہوں کا زاویہ تیزی بدلتا وہ مجتنب ہوا۔ وہ بھائی چاہتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ چلیں، تو ہم جائیں ان کے "

"ساتھ۔۔۔۔؟

"ججج۔۔جی۔۔؟"

اس کے اجازت طلب سوال پر گزشتہ رات کی اپنی من مانی یاد کر مدہوشی میں جھوم رہا دل ہڑ بڑا کر حقیقت میں آیا تھا۔

ہم جائیں یا نہیں۔۔۔؟"اس کے جی سے کچھ اخذ نہ کرتے اس نے شفاف " آنکھوں کو حجم سے واکیا۔۔۔

آپ جانا چاہتی ہیں۔۔۔۔؟" تنفس کو تھام کر پوچھا تھا۔"

اگر وہ 'ہاں' کہتی تو اگلی سانس محال ہوتی ہوئی وہ ابھی سے محسوس کر رہا تھا۔

تیرے جہان کی تو خبر کچھ نہیں مگ۔۔۔ر

! تجھ سا کوئی نہیں ھے ہمارے جہان میں

کل رات ضبط کی جس بندھ کو توڑ کر اس نے جذبات کی چوکھٹ پر اعتراف میں گٹھنے ٹیکے تھے، اس کے بعد اسے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا یہ من موہنا مکھڑا یہ دلبر اسراپا فقط اس کیلئے ایک وجود نہیں 'زندگی' کا دوسرا نام بن چکی تھی۔ جس سے دوری کا احساس روح فرسا تھا۔

جانا تو چاہتے ہیں، لیکن۔۔۔۔۔" قصداً لمحاتی توقف لیکر گویا اس نے لمحے " میں مقابل کا صدیوں پر محیط صبر آزمایا تھا۔

لیکن۔۔۔۔۔؟" بے تابی سے پوچھتے وہ ذرا قریب ہوا۔ "

لیکن آپ لیکر جائیں گے تو ہمیں زیادہ اچھا لگے گا، ابا خوش ہوں گے آپ کو " "دیکھ کر۔۔۔۔۔

آج تھوڑا کام ہے، میں لے چلوں گا آپ کو پھر۔۔۔" وہ بلیوں اچھلے دل " کو ڈپٹ کر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"!!جی۔۔۔۔"

وہ اثبات میں سر ہلاتی مڑنے لگی کہ سرعت سے کلائی مقید ہونے پر ہلکا جھٹکا کھا کر اس کہ بازو سے لگی۔

ناراض ہو گئی آپ۔۔۔؟" وہ بہت فکر سے پوچھ رہا تھا۔"

اس کی دوری کہ خیال سے مچلتا دل اس فکر سے آزاد ہوا تو اب کم بخت اس کی ناراضگی کہ خیال سے ہراساں ہوا تھا۔

اگر ہماری 'ہاں' کہ بدلے آپ وعدہ کریں باغ کہ دوسرے حصے کی سیر" کروانے کا تو، ہم تھوڑا سا جھوٹ بولنے کی چھوٹ چاہیں گے۔۔۔۔" گلابی پنکھریوں کی تراش میں شریر مسکراہٹ دبائے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے تھوڑا سا کا اشارہ کرتی گھنیری پلکیں ادا دلبرائی سے روشن آنکھوں پر موڑتی وہ ایک قدم پیچھے ہوئی۔

دن بدن خطرناک ہوتی جا رہی ہیں، شریف انسان تو ڈر ہی سکتا۔۔" وہ" بڑبڑایا۔

کوئی مسئلہ نہیں! دنیا کا ہر شریف بندہ اپنی بیوی سے ڈرتا ہے۔۔۔"جوابی"
محظوظ کک بڑبڑاہٹ سے اس کی سماعت سیراب کرتی وہ چاروں جانب اپنے صندل وجود کی خوشبویں بکھرتی مڑ گئی تھی۔

اور مزید ایک قدم اس کے قریب ہو کر اپنے اندر سرشاریوں کا موسم آباد ہوتا ہوا محسوس کرتا مسکرا دیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

پیچ کلر کہ نفیس سی ایمبریڈری والے لانگ کرتی پر اس نے نیچے جینز ڈالا تھا، براؤن ریشمی بال اونچے سے جوڑے میں بڑی بے پرواہی سے لپیٹے گئے تھے، گلے میں اسٹالر بھی عدم توجہی سے جھول رہا تھا، ستم دلکش نقوش سے مزین چہرے کو جوڑے سے آزاد ہوئی آوارہ لٹوں کا بے باکی سے چھو کر، اپنی قسمت پر نازاں ہونے کی فدائیہ ادا۔

سب میں واضح کسی رومانوی شاعر کی غزل سی خوابناک آنکھیں، جس میں ازلی دنیا جہاں کی بیزاری لئے ادھر ادھر خالی ہال میں گھما رہی تھی۔۔۔

وہ جب سے آئی تھی کمرے میں ہی بند تھی، حاجی حکیم کہ کہے کہ مطابق اسی وقت سے بدر سے ملاقات کیلئے آنے والے محلے داروں کا تانتا بندھا ہوا تھا، جواباً جس ہمت و حوصلے کے ساتھ وہ سب کو وقت دے رہا تھا، جس اپنائیت سے ان کا ان کہ افراد خاندان کا حال احوال معلوم کر رہا تھا اندر کمرے میں بیٹھ کر نا چاہتے ہوئے بھی انھیں سن رہی وردہ ہزار اختلاف کہ باوجود اس کی خوش اخلاقی کی قائل ہو گئی تھی۔

"صاحبہ! آپ کو کچھ چاہئے تھا۔۔؟ آپ مجھے آواز دے لیتی ناں میں یہیں تھی، آپ کی آرام میں مخل ہونے کہ خوف سے میں آپ کے کمرے سے نکل گئی تھی۔۔۔" مریم کی اس پر نظر پڑتے ہی وہ حواس باختہ سی قریب آتی نان اسٹاپ شروع ہوئی کیونکہ حاجی حکیم کی خصوصی ہدایت تھی اس کے ساتھ رہنے کی۔

"میرا نام وردہ ہے، صاحبہ نہیں۔۔۔۔"

بات کو دہرانا سخت ناپسند ہونے کہ باوجود وہ شائد دسویں مرتبہ ٹوک رہی تھی۔ یا کہنا درست ہو گا کہ اس نے اس لڑکی سے تصحیح کا یہی جملہ ہی ادا کیا تھا اب تک۔ ورنہ کم گوئی تو اسکی فطرت ہی تھی لہٰذا حاجی حکیم کی طویل سے طویل جملے پر بھی اس کا بمشکل ہوں ہاں یا سر ہلانے پر اکتفا ہو جاتا تھا۔

معلوم ہے صاحبہ، لیکن میں آپ کا نام تو نہیں لے سکتی ناں۔۔۔؟" مریم" کھسیا سی گئی تھی۔

اس مہمان کی رعبداری نے ویسے ہی اس کے ہاتھوں کہ طوطے اڑا رکھے تھے۔

"کیوں میرے نام میں کیا مسئلہ ہے۔۔۔؟"

مم۔۔ مسئلہ تو کوئی نہیں ہے صاحبہ۔۔ لیکن آپ۔۔ آپ ہوناں تو میں" کس طرح آپ کا نام۔۔۔" مریم بیچاری کا حقیقتاً حلق خشک ہوا تھا۔۔

اس کا ماورئی مخلوق کہ تصور سا حسن و جذبیت سے مالا مال ہونا کیا کم مقابل کو مرعوب کرتا تھا جو ستم وہ اپنے سپاٹ تاثرات سے مقابل کہ الفاظ گڈ مڈ کر دیتی تھی۔

اس کے اڑی اڑی رنگت پر اچٹی سی نظر ڈال کر وہ واپس سرسری سی نظر ادھر ادھر نظر گھمانے لگی۔

"وہ جی بدر بھائی باہر کسی کام سے گئے ہیں، اور حاجی صاحب اپنے حکیم خانے میں ہیں۔۔۔۔"اس نے بتانے میں پہل کی۔۔

جواباً اس نے ترچھی خاموش نگاہ زبردستی کی مسکراہٹ لبوں پر سجائے مودب کھڑی مریم پر ڈالی۔۔ جس کچھ اور ہی مطلب نکالتی وہ مزید گویا ہوئی تھی۔۔

"دراصل جب مقدس باجی یہاں ہوا کرتی تھی یہ گھر اتنا خالی خالی نہیں لگتا تھا، آپ کو معلوم تو ہے ناں مقدس باجی بدر بھائی کی چھوٹی بہن ہیں۔۔۔؟ چند ماہ قبل ہی ان کی شادی ہوئی ہے بڑی حویلی میں، وہ یہاں ہوتی

تو دونوں بھائی بہن گھر میں رونق لگائے رکھتے، دونوں کی بلکہ اس گھر کہ تینوں مکینوں کی محبت مثالی ہے، لوگ مثال دیتے ہیں ان کی آپسی محبت و یگانگت کی، حاجی صاحب بتا رہے تھے باجی آنے والی ہیں پھر آپ دیکھنا

"وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پر جوش انداز میں نان اسٹاپ شروع ہوئی مریم کی ٹرین شائد رکتی ہی نہیں اگر جو حاجی حکیم بروقت نہ وہاں آجاتے۔۔

"ارے! بچے آپ جاگ گئی۔۔۔؟ اور مریم آپ کونسے قصے سنا رہی ہیں بیٹی کو۔۔۔۔؟" حاجی حکیم نے خوشگوار انداز میں دونوں سے پوچھا۔

"جی میں بس مقدس باجی کہ متعلق بتا رہی تھی۔۔۔"

"مقدس آجائیں گی تو، وردہ بیٹی خود مل لیں گی ان سے، آپ ذرا جا کر اندر سے ہماری ٹیبل پر رکھی عینک لا دیں۔۔۔

"جی!!" مریم جی کہتی عجلتاً اندر کی جانب بڑھ گئی۔۔"

مریم تھوڑی سی باتونی بچی ہے، آپ کو پریشانی تو نہیں ہوئی"

ناں۔۔۔؟"انھوں نے روزاول کی طرح یوں اپنائیت سے پوچھا تھا جیسے یہ کوئی ایسی بات ہو جس سے اس کے نازک آبگینے سے جذبات کو ٹھیس پہنچنے کا قوی خدشہ لاحق ہو۔

"نن۔۔ نہیں۔، وہ جرنلی بات کر رہی تھیں۔"

حلق میں ابھر کر معدوم ہوئی گلٹ کہ ساتھ اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ان کہ حلاوت آمیز انداز کہ آگے اس کی مزاج کی مخصوص کڑواہٹ وکرختگی خود بخود تحلیل ہو جاتی تھی۔

دل لگ رہا ہے یہاں، کوئی پریشانی تو نہیں۔۔؟ یا کسی چیز کی ضرورت ہو تو" آپ بلا جھجھک کہہ سکتی ہیں، ہم آپ کو نواسی کہتے ہی نہیں مانتے بھی ہیں، اور "آپ کا اتنا ہی حق ہے ہم پر جتنا کہ بدریا مقدس کا۔۔۔

آنے کہ بعد سے کئی بار کہ دہرائے الفاظ اسی خلوص کی حدت و مشفیق مسکان کہ ساتھ دہراتے انھوں نے اس کے پتھریلے تاثرات میں ٹھیک ٹھاک تغیر لایا تھا۔

جواباً ایک مرتبہ پھر اس کا سر نفی میں ہلا۔۔

"اگر ہماری نواسی کو مزید آرام نہ کرنا ہو اور وہ بوریت محسوس نہ کریں تو ہم انھیں پورا گھر گھما سکتے ہیں۔۔۔"

انھوں نے پیشکش ہی کچھ اس انداز میں کی تھی کہ ذرا برابر دل نہ ہونے کہ باوجود اس کا سر اثبات میں ہل گیا تھا۔

"آجائیں پھر۔۔۔"

مریم کہ ہاتھ سے عینک لیکر وہ اسے لئے خارجی دروازے کی سمت بڑھے تھے۔

پھر جس ذوق و شوق سے انھوں نے سرسبز و شاداب صحن کہ ایک ایک پودے سے لیکر حکیم خانے کی صدیوں پرانی کتابوں اور دیگر چیزوں سے اس

کا دلچسپ تعارف کروایا تھا اس کی مروت آپ ہی آپ دلچسپی میں بدل گئی تھی۔اور کب ہوں ہاں اور سر کی جنبش سے وہ اشتیاق بھرے سوال واظہار خیال کی بے تکلفی تک کھل گئی اسے خود خبر نہیں ہوئی تھی۔

اچھے خاصے احاطے پر محیط گھر کی دلچسپ سیر کہ بعد وہ بدر اور مقدس کی بچپن کی دلچسپ قصے سناتے ہوئے اسے لیکر کچن میں چلے آئے تھے۔

اسے یہ تسلیم کرنے میں کوئی شرمندگی محسوس نہیں ہوتی تھی کہ اسے صرف انڈا ابالنا آتا ہے لہٰذا حاجی حکیم جبہ کہ آستین فولڈ کر کے چائے بنانے لگے تو قطعی اس نے مداخلت کر کے خود کو شرمندہ نہیں کیا۔

تاریخ گواہ ہے جب تک سائیکاٹرسٹ صاحب یہاں تھے بنانوک جھونک " کہ کوئی کھانا تیار اس کچن سے دستر خوان تک نہیں پہنچا، بہت تنگ کرتا تھا وہ "بہن کو اور محبت بھی اتنی ہی کرتا ہے۔۔۔

حاجی حکیم کہ متبسم انداز میں مزید بتانے پر وردہ جتنا حیران ہوتی کم تھا اس قدر بردبار و پُر وقار اپنے کام سے کام رکھنے والے شخص کی شخصیت کا یہ شوق و شریر پہلو بھی ہو سکتا ہے۔۔؟ اس پر یقین کرنا واقعی مشکل تھا۔

ان کے پیرنٹس۔۔ای مین آپ کے بیٹے کہاں ہیں۔۔۔؟" توقف سے " جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

برسوں پہلے رضائے الٰہی سے دونوں کا انتقال ہو گیا، بہت چھوٹے تھے " دونوں تب، مقدس تو اتنی چھوٹی تھی کہ انھیں یاد بھی نہیں ہو گا اپنے والدین کا چہرہ، بدر کو شائد ہو۔۔" چائے کا کپ اس کے سامنے رکھتے وہ یاسیت سے مسکرائے۔

پھر فوراً سے اس فیز سے نکلتے وہ واپس سے اسے کچھ نیا و پُر مزح بتانے لگے تھے۔ چائے کی ہلکی ہلکی چسکیاں لیتے ہوئے وردہ بہت غور سے انھیں سن رہی تھی۔

اگر وہ ہوش سنبھالنے سے لیکر آج تک کا احتساب کرتی اور کہتی کہ آج کا دن اس کی زندگی کا خوبصورت ترین دن تھا اور اس چھوٹے سے گاؤں کہ چھوٹے سے مگر بے حد پر سکون اور احساس و محبت سے بنائے گھر کی سیر اس کیلئے بڑے بڑے اوکشن اینڈ ایگزبیشن کی سیر سے بہتر تھا تو قطعی زیادتی نہیں ہوتی۔ کیونکہ آج اس نے سکون کا مطلب جانا تھا، زندگی کا احساس دھڑکتے دل کی آواز کو اس امن کہ گہوارے کی پر خلوص آب و ہوا میں محسوس کیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

بقا کی جنگ لڑنے کا ایک آزمودہ اور آخری اصول ہے جسے کائنات گیر اصول بھی کہتے ہیں

' جب دونوں جانب نقصان و زوال کا خدشہ یقینی ہو جائے پھر اس پلڑے پر اپنا وزن منتقل کر دو جہاں ایک فیصد بھی نقصان کی شرح کم معلوم ہو '

آج حویلی کی دونوں بیٹیاں اسی اصول کی پاسداری کرتی ہوئی اپنے دلوں میں چنگاڑی کی طرح سلگتی عداوتوں پر مٹی ڈال کر عرصے بعد حویلی آئی تھی۔
کیونکہ اب ان کی آمد ناگریز ہوگئی تھی۔

باران کا گدی وو راثت قبول کرنے سے صاف انکار اور داجی کی جانب سے گہری خاموشی کا جو مطلب نکلتا تھا

وہ ان دونوں بہنوں کی راتوں کی نیند دن کا چین و سکون دو بھر کرنے کیلئے کافی تھا۔

ہوتی بھی کیسے ناں باران کہ راہ سے ہٹ جانے کی صورت کوئی پیچیدگی تھی ہی نہیں ناں آگے کی راہ میں۔۔۔

آریان تو ابھی بچہ ہی تھا، اور اپنے اصولوں کو لیکر شدت پسند داجی سے نواسوں کو خاندانی وراثت سونپنے کی توقع بھی کرنا مضحکہ خیز تصور سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔

اور بچا تھا' دلاور عثمانی' یعنی وہ حریف زادہ جسے انھوں نے اپنے بھائی کی اولاد تو درکنار کبھی انسان تک سمجھنا سراسر اپنی شان کہ خلاف جانا تھا۔

اگر وہ درستار کا حقدار ٹھہر جاتا تو آگے کہ حالات کا تصور ان دونوں کی سوچ سے کئی زیادہ بھیانک ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اس سے خیر کی امید کم از کم وہ دونوں اپنے گریبان میں جھانکتے ہوئے چاہ کر بھی نہیں کر سکتی تھی اتنی خود شناسی تو تھی ان میں۔۔

اسی مصحلت کو مد نظر رکھتے ہوئے دونوں ناظمہ بیگم کی حمایتی بننے کیلئے میدان میں آئی تھیں۔

بظاہر وجہ تو خیر ان کی آمد کی ولیمے کی تاریخ کو لیکر مشاورت میں شرکت تھی، باقی اس آڑ میں ناظمہ بیگم اور شہباز عثمانی کی منصوبہ بندی پر عمل آوری میں تعاون کیلئے دونوں نے بھرپور رضامندی بنا پس پیش ظاہر کر اپنا اپنا ووٹ ان کے حق میں دے دیا تھا۔

ایسے کشیدہ وپر اسرار ماحول میں باران کی واپسی نے اندر ہی اندر پک رہی کھچڑی سے اٹھتی سازش کی بدبو کو کم کر حویلی کا ماحول بے حد خوشگوار بنادیا تھا جس میں آریان کی آمد کا تڑکا لگ کر گویا چار چاند لگ گئے تھے۔

novel jnikhat

آپ جنابہ کا کوئی شرعی پردہ بنتا ہے بھائی سا سے، کل رات کے آئے ہوئے" ہیں وہ اور آپ محترمہ کو فرصت ہی نہیں مجازی خدا سے سلام دعا حال احوال "معلوم کرنے کی۔۔۔۔؟

موقع دیکھ کر وہ کمر پر ہاتھ جماتی صبح سے کچن میں گھسی میرال سے باز پرس کرنے حاضر تھی۔۔

شرعی پردہ نہ سہی، لیکن شادی کی تاریخ طے پانے والی ہے، مایوں والا پردہ" جیسا کچھ ہوتا ہے ناں۔۔؟ بھابی بس وہی منٹین کر رہی ہیں مشرقی دوشیزہ جو "ٹھہری، لیکن یہ تمہیں کیسے پتا ہو سکتا ہے تم تو۔۔۔۔۔؟

مضراب کوئی سنجیدہ بات کرے اور آریان صاحب اس سنجیدگی کا ستیاناس مارنے وہاں اپنی اترنگی لاجک کہ ساتھ نہ نازل ہوں ایسا بھلا ہو سکتا تھا۔

آریان کی اچانک آمد سے میرال نے بے ساختہ دل میں شکر کا کلمہ پڑھا تھا جبکہ مضراب کا پارا چڑھ گیا تھا۔

تمہارا ہر جگہ پکے ہوئے نمبولی کی طرح ٹپک پڑنا ضروری ہے۔؟"کڑوا" منہ بناتے اس نے تشبیہ بھی کڑوا ہی دیا تھا۔ جس پر آریان نے خراب منہ بنایا۔

پکے ہوئے آم کی طرح کہہ دیتی تو کونسا تمہاری ناک چھوٹی ہو جانی" تھی۔۔۔؟"اس نے بارہا برا منایا۔

میں شکل دیکھ کر ضرب المثل استعمال کرتی ہوں۔۔۔"وہ ترخ کر بولی۔"

شکل تو میری ماشاءاللہ ٹام کروس سے مشابہت رکھتی ہے۔۔۔"وہ اترایا۔"

وہی جواب بوڑھا ہو چکا ہے۔۔۔؟"اس نے جھٹکے سے گویا اسے آسمان کی" وسعت سے ٹانگ پکڑ کر نیچے کھینچا۔

جواباًوہ جو دھلی ہوئی شفاف پلیٹ میں اپنے وجیہہ چہرے کو ہر ہر زاویہ سے دیکھ رہا تھا زور سے پلیٹ ٹیبل پر پٹختا ہوا خشمگیں تاثرات لئے مقابل آن کھڑا ہوا۔

"لڑکی تمہیں خوفِ خدا محسوس نہیں ہوتا، ایک سانس لیتے ہوئے اپولوکہ پتلے کیلئے ایسے الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے۔۔۔؟"آنکھیں چھوٹی کر کے اس نے جذباتی ہونے کی بھرپور اداکاری کی جواباًسیکنڈ کی ہزارویں ساعت میں نفی میں ہلا اس کا سر حقیقتاًاس کہ سر پر لگ کر تلوں پر بجھا تھا۔

"تم۔۔تم۔۔ناں میں تم پر ڈی فیمیشن کا کیس کر سکتا ہوں۔۔"

اور اس کہ بعد خود تم پر پولیس کو گمراہ کرنے کا کیس فائل ہو جائے" گا۔۔۔"وہ شائد اس کا دل جلانے کی قسم کھا چکی تھی۔۔

"تم۔۔تم۔۔۔تم۔۔۔۔۔"

جلبلا کر مٹھیاں بھینچتے اس کا بس نہیں چلا وہ اس لڑکی کا کچھ کر دے جو نجانے کب سے جوتوں سمیت طمطراق سے اس کے دل کی سنگھاسن پر براجمان اس کا ضبط آزما رہی تھی۔

میں۔۔۔میں۔۔میں مضراب شہباز عثمانی ہوں، کوئی تکلیف۔؟"""

چیلنجگ انداز میں وہ بھی اسی طرح مستفسر ہوئی۔

تکلیف تو ایسی ہے جو آپ کو 'مسز آریان عثمانی' بنا کر ہی دور ہو گی، لیکن ضبط" لازم پر عمل پیرا ں ہوں کہ پہلے بڑے پار گھاٹ لگ جائیں، پھر آپ کی ان گستاخیوں کا حساب تو ساری زندگی لینا ہی ہے مجھے۔۔۔۔"اس کی چلینج کرتی آنکھوں میں اپنی جگر جگر کرتی نظریں گاڑے دبے لہجے میں اچھے سے باور کراتا وہ ایک قدم پیچھے ہوا اب پیچ وتاب کھانے کی باری اس کی تھی۔

ہونہ! تمہاری خوابوں میں۔۔۔!!"اس کی جلا دینے والی مسکراہٹ سے وہ" لال بھبھوکا ہوئی تھی۔

خواب ہمیشہ آباد ہوتے تو وہاں بھی ممکن کر دیتا، لیکن حقیقت میں یہ سچ" کرنے کا عزم باندھا ہے۔۔۔"عالم فتح کر لینے والی مسکراہٹ اچھالتا ہوا وہ ایڑیوں کہ بل برنر کہ پاس مصروف کھڑی ملازمہ کی جانب مڑا۔

چار کپ چائے اور ایک مگ کافی وتھ فور سپون شگر مردانے میں بھیج"

دیں، وہ کیا ہے ناں ابھی ابھی کریلے وتھ نیم چڑھا گفتگو کی ہے۔۔۔"نکلنے سے قبل وہ پھلجھڑی چھوڑ کر خود کو بھسم کرتی نگاہوں سے گھور رہی لڑکی کو سلگانا ہر گز نہیں بھولا تھا۔

آریان عثمانی مر جاؤ گے کسی دن میرے ہاتھوں۔۔۔"دونوں مٹھیوں کو" بھینچتے اس نے دانت کچکچائے۔

پھر نگاہ فریج سے کچھ نکال رہی میرال پر گئی تو طویل سانس اندر کھینچ کر ذہن پر سکون کرنے کی کوشش کرتی اس کی جانب بڑھی۔جو چند دنوں سے خاصی بجھی بجھی سی اپنے آپ سے الجھی الجھی سی نظر آ رہی تھی۔۔

بھائی سا ابھی روم میں گئے ہیں، یہ کافی دے آئیں۔" ملازمہ کہ ہاتھ سے "
کافی لیکر اس نے چمچ سمیت اس کی جانب بڑھائی۔

"تم دے آو، مجھے ذرا کام ہے ابھی۔۔۔"
ٹالنے والے انداز میں کہتی وہ سائیڈ سے نکلی۔

مسئلہ کیا ہوا ہے۔۔۔۔؟" کافی واپس ملازمہ کو تھماتے وہ اس کی راہ میں کچھ "
اس طرح حائل ہوئی کہ میرال کی راہ فرار ہی مسدود ہو گئی۔

کوئی مسئلہ نہیں ہوا ہے مضراب! بھلا کیا مسئلہ ہو گا۔۔۔؟ گھر میں اتنے "
سارے مہمان ہیں اتنا سارا کام ہے، فرصت کہاں ہے، اور پھر اچھا تھوڑی
لگتا ہے یہ سب۔۔۔۔۔" قصداً لہجہ عام رکھتی وہ گویا ہوئی تھی۔

لیکن مضراب کی خود پر گڑی کھوجتی نگاہوں نے ٹھیک ٹھاگ گڑ بڑا دیا تھا
اسے۔اپنی آنکھوں میں سرمئی بادل کی طرح تیر رہے خوف و
اضطراب، چہرے پر باوجود کوشش کہ شادابی و بشاشیت پر حاوی دبیز

یاسیت، جو اگر وہ پڑھ لیتی تو حویلی کہ خوشگوار ماحول میں بھونچال کا آنا یقینی تھا۔

اتنے سارے کام کیلئے دگنا ملازموں کی فوج بھی موجود ہے، آپ کو اس کیلئے اپنی ننھی سی جان ہلکان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، دوسرا شوہر سے ملنے میں کوئی اخلاقی برائی نہیں جو اچھا نہ لگے، اور جو چھپا رہی ہیں۔۔۔۔ میں۔۔ میں کیا چھپاؤنگی بھلا خواہ مخواہ واہم مت پالا کرو لڑکی، اتنی سی عمر ہے دادی اماؤں کی طرح اول فول اندازے لگا رہی ہو۔۔۔" ڈپٹ کر قطع کلام کرتی ہوئی وہ برنر کہ پاس کھڑی ملازمہ کہ برابر کھڑی ہو گئی تھی۔

ثمرہ اور زہرا عثمانی آچکی تھی، داجی کو فرصت ملتے ہی رخصتی کی تاریخ طے پانی تھا اور اس سے پہلے اسے ناظمہ عثمانی کی جانب سے جاری حکم کی ہر صورت تکمیل کرنی تھی، اشاروں اشاروں میں کئی مرتبہ وہ اسے سرزنش کر چکی تھی۔

جس وجہ سے وہ زیادہ وقت خود کو مصروف رکھے ان کی نگاہوں سے چھپتی پھر رہی تھی۔

باران سے اس موضوع پر بات کرنے کا خیال ہی اس کی ڑیڑھ کی ہڈی میں سنسنسی دوڑا دینے کیلئے کافی تھا۔

رگوں میں خون جیسے منجمد ہونے لگتا تھا۔ کیا بات کرے، کیسے کرے، اس سوچ کہ ابھرنے سے پہلے ہی دماغ ماؤف ہونے لگتا تھا۔

اتنا بڑا فیصلہ جس پر پورے قبیلے کہ مالک و مختار داجی تک نے خاموشی اختیار کرلی تھی اس پر بھلا میرال عثمانی کس طرح انگشت نمائی کرتی بلکہ اسے مجبور کرتی کہ وہ اپنے فیصلہ بدل دے۔۔۔؟

ان کے درمیان بے تکلفی ہی کتنی تھی۔۔؟

اور اگر بے تکفلی ہوتی تب بھی اسے یقین تھا وہ اس موضوع پر باران سے بات کرنے کی ہمت مجتمع کبھی نہیں کر پاتی۔

لیکن اب خالہ ساکا حکم تھاتووہ حکم حاکم مرگ مفاجات کہ مصداق بھلے سے اپنی سانس روک لیتی لیکن کوشش ضرور کرتی۔۔

اور یہ کوشش کاخیال ہی محال تھا عملی نمونہ تو نجانے کیارنگ لاتا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ڈنر کہ بعد بڑوں کی محفل نیچے سجی تھی جبکہ چھوٹوں نے اپر باران کے کمرے میں ہلا بول دیا تھا۔ باران نے سب کہ تحائف ان کے حوالے کئے تھے لڑکیوں کیلئے بریس لیٹ ان کہ فرمائشی چیزوں کاڈھیر تھاجبکہ قناعت پسند لڑکے چاکلیٹ پر اکتفا کررہے تھے۔

ایک عرصے بعدان کی خوشگوار محفل سجی تھی جس میں حسب سابق رخسار غیر موجود تھی۔

اور آریان صاحب بقول مضراب کہ پاپ کارن کی طرح اچھلتے ہوئے محفل کہ روح رواں بنے ہوئے تھے۔

باران خاموشی سے اپنا کام کرتا ہوا گاہے بگاہے ان سب پر متبسم نظر ڈال لیتا تھا باقی سب اس کا خوب ساتھ دے رہے تھے۔

ادھر ادھر نظر دوڑانے پر مضراب کو جب میرال وہاں کہیں نظر نہ آئی تو وہ تاسف سے نفی میں سر ہلاتی اٹھی تھی۔

اس نے کہا تھا بس پانچ منٹ میں آؤں گی اور اب ڈیڑھ گھنٹہ ہو چکا تھا اس پانچ منٹ کو۔۔

آپ کی پانچ منٹ کو پانچ منٹ بعد دو گھنٹہ ہو جائے گا آپ کی گھڑی سلو ہے" یا میرا انتظار کٹھن۔۔۔؟" بالکنی میں کھڑی سوچوں میں غرق میرال کو اس نے طنزیہ انداز میں جالیا تھا

"میں۔۔میں بس آ ہی۔۔۔"

"آپ آ ہی رہی تھی، ای نو، میرے ساتھ ہی چلیں۔۔۔۔"

اسے مزید موقع دئے بغیر وہ کلائی تھامتی ساتھ لئے چل دی میرال کی کمزور سی مزاہمت بھی اس کہ کمرے کی دہلیز چھوتے ہی دم توڑ گئی تھی۔

"عرض کیا ہے معزز سامعین سماعت فرمایئے گا۔۔۔۔"

ادھر میرال پر نظر پڑتے ہی آریان کی حسِ شرارت پھر کی تھی۔

"ارشاد! ارشاد۔۔۔۔ "

معزز سامعین نے بھی حسب موقع خوب تعاؤن کیا تھا۔

"ہاں تو عرض کیا ہے۔۔۔"

وہ پر جوش سا گھٹنوں پر شاعرانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہوا۔

وہ تشریف لائے ہیں آپ کی دہلیز تک،

!خدا کی قدرت۔۔۔

"داد چاہوں کا سامعین۔۔۔۔۔۔"

ہاتھ ماتھے تک لیجا کر سلام جھاڑتے اس نے باران کو دیکھا جو نفی میں سر ہلاتا ہنس دیا تھا۔

وہ لائے ہیں تشریف آپ کی دہلیز تک،

!خدا کی قدرت

آپ ہاتھ تھام کر انھیں لے آئیں اندر،

!!یہ ہے موقع کی نزاکت

حسب حال شعر کو پیش کرنے کہ نام پر ستیاناس مارتے اس نے حاضرین کو دیکھا جو داد و تحسین کا طوفان لے آئے تھے۔۔

اور آپ بمعہ اپنی پلٹن یہاں سے تشریف لیجانے کی سوچیں یہ ہے"

اخلاقیات کا تقاضا۔۔۔"میرال کا ہاتھ تھامے جتاتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

قافیہ ردیف نہیں جما۔۔۔"اس نے تھمس ڈاؤن کا اشارہ دیتے مایوسی کا"

اظہار کیا۔

مجھے شاعروں کی بددعا لینے کا کوئی شوق نہیں ہے،اور آپ لوگوں کو جلد از "
جلد سونے جانے کی ہدایت ملی ہے، کیونکہ حویلی کی روایت کہ مطابق کسی
"بھی خوشی کہ کام سے پہلے کی جانے والی دعوت کا اہتمام ہے کل۔۔۔۔
اطلاعی جملے کہ ایک ایک لفظ پر خصوصی دباؤ ڈالا تو سارے دی جان کی
ہدایت یاد کرتے جھپٹ کھڑے ہوئے۔
لیکن ہمیں دیکھ کر جانا ہے بھائی سا! بھابی سا کیلئے کیا تحفہ لائے"
ہیں۔۔۔؟"نیلم نے پیروں کو بریک لگایا تو سارے ہی باران کی جانب مڑ
گئے۔۔
بچوں میں۔۔۔۔۔"باران ہڑ بڑایا تھا۔"
ایک منٹ بھائی سا لیٹ می ہینڈل دس۔۔۔"اور ایک مرتبہ پھر کدو کی بیج"
کی طرح پھدک کر آریان صاحب بیچ میں کودے۔۔
"گائز ہمیں جانا چاہئے۔۔"

جاناچاہئے۔۔۔۔؟"ہر الٹے کام میں پیش پیش رہنے والے آریان کی"
شرافت پر سب کو جھٹکا لگا۔
ہاں ناں سمجھا کریں،ا سپیشل لوگوں کیلئے ا سپیشل تحفے ہوتے ہیں،جو خاص"
ماحول میں خاص انداز میں پیش کیا جاتا ہے،ہم کباب میں ہڈی بن کر اپنے
بھائی کا ا سپیشل مومنٹ تو اسپائیل نہیں کرتے سکتے ناں۔۔؟"ذو معنویت
سے کہتے اس نے آنکھ کا کونہ دبایا۔
جواباً زبردست ہوٹنگ ہوئی۔
ویسے تمہیں بڑا پتا ہے اب تک کتنوں کو ا سپیشل تحفے دے چکے"
ہو۔۔۔؟"مضراب نے تیکھے چتونوں سے پوچھا۔
ارے جناب! ہم وحدانیت کے قائل لوگ ہیں، تحفہ کیا چیز ہے،اس عزیز"
من کا صدقہ اپنی جان سے اتار کر اس کی ہتھیلی پر دل نکال کر رکھ دیں گے،وہ
"اعتبار تو کرے ہمارے جذبوں کی صداقت پر۔۔

اس کہ مجنون کیفیت میں کھل کر اظہار کرنے پر مضراب بوکھلاہٹ چھپاتی بڑبڑاتی ہوئی پیچھے ہوئی تھی۔۔

پھر بڑی شرافت سے خلاف توقع وہ پوری ٹولی کو لیکر باہر نکلا مضراب آنکھیں دکھاتی میرال کو وہیں چھوڑ کر دروازہ بھیرتی ہوئی نکل گئی تھی۔

اب کمرے میں ان دونوں کہ علاوہ گمبھیر ذومعنٰی خاموشی حائل تھی جس کی معنٰی خیز سرگوشیاں فقط باران کی حساسیت کو شوقی سے چھیڑ رہی تھی ورنہ وہ تو برف کی مانند منجمد ہو رہے حواس کو یکجا کرنے کی کوشش میں ہلکان کر دیا مروکہ دہانے پر خود کو کھڑا محسوس کر رہی تھی۔

"آپ اپنا مراقبہ بیٹھ کر پورا کر سکتی ہیں، کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔۔"

"نن۔۔ نہیں تو۔۔۔۔"

وہ ہڑ بڑا کر زور و شوق سے نفی میں سر ہلاتی ہوئی ہوش کی دنیا لوٹی تھی۔اور اب پھٹی نا فہم نگاہوں سے بستر سے کھڑے ہو رہے باران کو اپنی جانب بڑھتا دیکھ رہی تھی۔ذہن ایک ہی نہج پر سوچنے کہ باعث شدید دباؤ سے ماؤف ہونے لگا تھا۔

آپ کہ حواس مجھے دیکھ کر رفو چکر ہو جاتے ہیں یا آپ پیدائشی خبط الحواس" ہیں۔۔۔؟" پانی کا گلاس اس کی جانب بڑھاتے وہ سنجیدگی سے مستفسر تھا۔

"بیٹھ کر پی لیں۔۔۔۔"

جواباً وہ گلاس جھپٹتی کھڑے کھڑے لبوں سے لگانے لگی تھی کہ باران کہ ٹوکنے پر شرمندہ سی ہو کر کاؤچ پر بیٹھ گئی، جبکہ وہ چلتا ہوا شجر نما بک ریک کی طرف بڑھ گیا۔

"مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے، ہو سکتی ہے۔۔۔؟"

پورا گلاس اندر اتار کر حواسوں کو جرات مندی سے یکجا کر دونوں مٹھیوں کو سختی سے بھینچتے وہ اپنے محاذ پر از سر نو کھڑی ہوئی تھی۔

ہمم!!فرمائیں میں سن رہاہوں۔۔۔"الٹتے اوراق پر نظر دوڑاتے ہوئے" سادگی سے اجازت دی گئی۔

"مجھے اپنی بات کہنے کیلئے آپ کی توجہ درکار ہے۔۔۔۔؟"

ریت کی طرح سرکتی ہمت کو مجتمع کرے اس نے گزارش کی تھی یا اپنی بے بسی کا اظہار وہ خود سمجھ نہیں پائی جبکہ اس کی لرزتی آواز نے باران کہ لبوں کی تراش میں تبسم کہ جگنوں قید کئے تھے۔۔

میری توجہ آپ کہ حواس سلب کر دیتی ہے، بہتر ہے کہ میں انھیں" بے جان کتابوں پر ہی مبذول رکھوں، باقی میں ہمہ تن گوش ہوں۔۔۔"اوراق کو الٹنے کی کاروائی جاری رکھتے جواب حظ اٹھاتا ہوا تھا۔

جس پر میرال روہانسی ہو گئی تھی یا تو یہ شخص اس کی کیفیت سے قطعی بے خبر تھا یا اتنا باخبر کہ اسے سنجیدگی سے لینا ہی نہیں چاہتا تھا۔

آنکھوں میں اپنی کم ہمتی پر اترے قطروں کو پلکوں میں سمیٹتے اس نے ایک طویل سانس اندر کھینچی۔

"میں ابھی رخصتی نہیں چاہتی۔۔۔۔۔۔۔"

الفاظ ادا کرتے اس نے آنکھوں وہونٹوں کو کبھی نہ کھولنے کیلئے پوری قوت سے بھینچ لیا تھا۔ لیکن چند قیامت لمحے گزرنے کہ بعد بھی جب رد عمل میں کچھ موصول نہ ہوا تو خوف زدہ آنکھیں نیم وا کر کے طوفان سے پہلے کی خاموشی کا اندازہ لگانا چاہا۔

لیکن یہ کیا۔۔۔؟

وہ یونانی دیوتاؤں سا آن بان شان لئے ہنوز اسی پوزیشن میں کتاب تھامے، ریک کہ قریب کھڑکی سے چھن کر آتی چاندنی میں کھڑا اوراق کی گردان میں غرق تھا۔

"کیا میری آواز نہیں نکلی۔۔۔؟"

الجھ کر اس نے احمقانہ سوال خود سے کیا۔

"لیکن میں تو۔۔۔۔۔۔"

جواب دیتے وہ بڑی طرح شش و پنج میں پڑتی خود سے الجھنے لگی کہ وہ کتاب تھامے گمبھیر قدم اس کی متزلزل دھڑکنوں پر دھرتا ہوا اس کی طرف پیش قدمی کرنے لگا۔ جواباً میرال کے لغزش کا شکار قدم خود بخود پیچھے کی جانب اٹھنے لگے مطلب یہ لمحاتی خاموشی طوفان سے پہلے کا غماز تھی۔۔

پیچھے کبرڈ سے پشت لگتے ہی اس کی لبوں سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی تھی جو اس کہ بہت قریب چلے آنے پر سانسوں کہ ساتھ کہیں خشک حلق میں دب کر دم توڑ گئی تھی۔۔۔

کوئی لمحہ ہو

..... تیرے ساتھ کا

جو میری عم ـــــ ربھر کو سمیٹ لے

میں فنا بق ـــــ ا کے

سبھی سفر

..اُسی ایک پل میں گزارِ دوں

اس کے لٹھے کہ مانند سپید پڑتے چہرے پر نظر گاڑھتے باران کو بیک وقت غصہ وتاسف نے لپیٹ میں لیا تھا۔

اگر غصہ غالب آجاتا تو وہ اس لڑکی کو لمحے میں جھڑک کر رکھ دیتا،

اور تاسف آجاتا تو دوبارہ اس کی شکل پر نظر ڈالنا اپنی شان کہ خلاف سمجھتا،

کیونکہ اسے سخت نفرت تھی اپنے ساتھ خود زیادتی کر کے خود کو اوروں کہ رحم وکرم پر چھوڑنے والوں سے۔

لیکن وہ دونوں زور آور جذبہ دبا گیا تھا کیونکہ اس لڑکی کی دفاع میں اسی کہ دل کا ایک نو آباد گوشہ فریادی بنا اس کے اصولوں میں لچک کی گزارش لئے کھڑا ہو گیا تھا۔۔

"رخصتی کا مطلب جانتی ہیں آپ۔۔۔۔؟"

اس کے مبہم سوال پر میرال نے ہولے سے خوف سے بھیگی آنکھیں کھولی۔وہ آنکھوں میں گہری سنجیدگی لئے اسی کی جانب متوجہ تھا جس کی تاب نہ لاتے پلکیں آپ ہی آپ سجدہ ریز ہو گئی۔

"رات کہ دوسرے پہر، آپ میری محرم کی حیثیت سے میرے خواب گاہ میں میرے روبرو موجود ہیں، ٹیکنکلی اسے بھی رخصتی تسلیم کی جاسکتی ہے۔۔۔۔"

"جی۔۔۔۔۔۔؟"

غیر متوقع وضاحت پر اس کا جھکا سر جھٹکا کھا کر اٹھا تھا۔

"جی۔۔۔۔" باران کا سر نہایت اطمینان سے اثبات میں ہلا تو میرال کی حالت متغیر ہونے لگی۔

"لوگوں نے شادی کو اتنا کامپلیکیٹڈ بنا دیا ہے، ورنہ نکاح سے آسان اس دنیا میں کچھ نہیں، ایک دستخط، دو گواہ، تین 'قبول ہے' دو لوگوں کو ایک دوسرے پر حلال کرنے کیلئے کافی ہیں، باقی سارے تام جھام سب من

گھڑت چیزیں ہیں۔۔۔۔"اسی اطمینان کو برقرار رکھتے اس نے مزید تشریح کی تھی۔

آپ۔۔۔آپ۔۔آپ کیا بول رہے ہیں۔۔؟میری کچھ سمجھ نہیں آرہی" ہے۔۔۔۔"حقیقتاً اس کا تھکا دماغ اس غیر متوقع تفصیل و تشریح کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

باران کو دستار بندی کیلئے منانے سے آسان اسے رخصتی سے انکار لگا تھا۔کیونکہ اس کے ننھے دماغ کا قوی قیاس نے اس گمان میں حوصلہ افزائی کی تھی کہ عین ممکن ہے اس کی گستاخی سے بھڑک کر باران رخصتی منسوخ کروادے گا، جس سے ناظمہ بیگم خود بخود اپنے بیٹے کی زندگی میں میرال اور اس شادی کی اہمیت سمجھ جائے گی،اس طرح بعد میں رخصتی ہوتی یا نہیں لیکن کم از کم اس گدی کی جنگ سے اس کے نام کا مہرا نکال دیا جاتا۔لیکن پہلی بار الٹا دماغ چلانا تو اس پر کچھ زیادہ ہی الٹا پڑ گیا تھا۔

آپ واقعی نادان ہیں یا آپ کو اچھا لگتا ہے میرا کھلے الفاظ و انداز میں آپ کو" چیزوں کو سمجھانا۔۔۔؟"آنکھوں میں مقناطیسی کشش سموئے چہرہ قریب لاتا وہ ذو معانویت سے استفسار کر رہا تھا۔

آپ۔۔آپ۔۔۔آپ قطعی غلط سمجھ رہے ہیں، خدارا میں ایسا کچھ نہیں" چاہتی قیامت تک نہیں چاہتی، میں تو بس چاہتی ہوں آپ خالہ سا کی بات مان لیں، اور داجی کہ سامنے دئے بیان کو واپس لے لیں، اور دستار بندی کیلئے خود "کو پیش کر دیں اور۔۔۔۔۔۔

شدید بد حواسی کی کیفیت میں بے تکان ہزاروں مرتبہ کہ ذہن میں دہرائے الفاظ ادا کرتے جب تک وہ ہوش کی دنیا میں لوٹی کافی دیر ہو چکی تھی۔

مقابل کہ تاثرات اس کی توقع سے کہیں زیادہ سرد و پتھریلے ہو چکے تھے اس کی ڑیڑھ ہڈی میں ان سرد آنکھوں سے نکلتی برفیلی شعاؤں نے سنسناہٹ دوڑائی تھی۔

"اور کیا کیا رٹوایا ہے آپ کو آپ کی عزیز از جان خالہ سا نے۔۔۔؟"

افف کیسی ٹھٹھرا دینے والا سرد لہجہ تھا میرال کو اپنی مدھم چلتی دھڑکنیں منجمد ہوتی محسوس ہوئی تھی۔

"دد۔دیکھیں۔۔وہ۔۔وہ۔بس آپ کا بھلا۔۔بھلا۔۔۔"

بھلا چاہتی ہیں۔۔؟ مجھے ایک ایسے شطرنج کی بساط میں الجھا کر جس کے داؤ"
"پیچ سے میرا ذہن قطعی نابلد ہے۔۔۔؟

جملہ اچکتے اس نے مکمل کیا تو میرال کی جان لبوں پر دم توڑنے لگی۔

"میں۔۔میں معذرت۔۔چا۔۔۔۔"

سن ہوتے پیروں کو زمین پر جما کر وہاں سے بھاگنے کی کرنے لگی کہ اس کے تیزی سے دونوں جانب پنجا جما کر شکنجے میں لینے پر کبرڈ کے ساتھ چپکتی اکھڑتی سانسوں کو تک روک گئی۔

اس کی غیر حالت دیکھتے سختی سے آنکھیں میچ کر طویل سانس اندر کھینچتے باران نے کافی حد تک خود پر قابو پاتے، سرخی مائل آنکھوں کو کھول کر اس

کے چہرے پر ٹکائی جہاں ڈر و خوف کی پرچھائیاں آسیب کی طرح منڈلا رہی تھی۔۔

اس ساری سیاست میں اس لڑکی کی بھلا کیا خطاء، یہ تو خود ایک ادنیٰ مہرا" ہے۔۔۔۔"منتشر ذہن کو ڈپٹتے اس نے شانت کیا۔

پھر توقف سے گمبھیر لہجے میں گویا ہوا۔

آپ باران عثمانی کی شخصیت کو لیکر شدید غلط فہمی کا شکار رہی ہیں لگتا" ہے، میں فرنبردار بیٹوں کی اس قسم سے ہرگز تعلق نہیں رکھتا، جو اپنے فیملوں والوں کہ خاص کر اپنی ماں کی 'غلط' فیصلہ و سوچ پر خود بھی ثواب سمجھ کر سر تسلیم خم کرتے ہیں اور اپنی بیوی سے بھی ایسی ہی حماقت کی توقع رکھتے ہیں۔۔میری نظر میں رشتوں کا 'ادب و احترام' الگ چیز ہے اور 'صحیح و غلط' کی تفریق الگ۔۔ان کہ مقام و مرتبہ سے قطع نظر میری ماں بھی انسان ہے اور غلط ہو سکتی ہیں۔۔ناٹ آبگ ڈیل۔۔۔"

اس کے تاسف میں لپٹے لب و لہجے پر اس نے سرعت سے آنکھوں کو وا کیا۔

اس کی آنکھوں میں گہری تاسف کی چھاپ دیکھ میرال کو پہلی بار بجائے ڈر و خوف کہ شدید قسم کہ ملال و پشیمانی نے لپیٹ میں لیا تھا۔

جاسکتی ہیں آپ، اپنی خالہ سا کی ٹینشن نہیں لیجئے گا، ای ول ہینڈل"

ہر۔۔۔۔"دونوں ہاتھ ہٹاتا وہ پیچھے ہوا۔

"وہ می۔۔۔"

آپ جاسکتی ہیں۔۔۔۔"اس کہ لب وا کرنے سے پہلے وہ رخ موڑ گیا"

تھا۔ جس سے میرال پر گھروں پانی گرا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

وہ لب کچلتی ہوئی خود کو گھسیٹی اپنی بزدلی و کم ہمتی سے نازک شانوں پر آن پڑے ندامت کا بوجھ اٹھائے نکل گئی تھی۔

آج سے قبل کبھی اسے اپنی بزدلی اتنی بری نہیں لگی تھی۔۔۔۔

وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی،

اس شخص کی آنکھوں میں گہرے تاسف کہ رنگ، جو کہ اس کی جانب سے شدید ناامیدی کا غماز تھے، دیکھ کر۔۔

اس کہ اندر بے چینیاں کیوں بھر رہی تھی۔۔۔؟

اس نے تو اسے یا اس رشتے کو دل سے تسلیم کیا ہی نہیں تھا۔۔

یہ توازل سے سمجھوتے کا سودا تھا، پھر یہ جو دل کی گلیوں میں ناخوشگوار طوفانی ہوائیں پرانی یادوں کی راکھ کو اڑائے ساتھ لیجاتی ہوئی، نامانوس بے چینیوں کی راگ گا رہی تھی اس کا بھلا کیا مطلب تھا۔۔۔؟

اس کے اندر جھکڑ پکڑ شروع ہو گئی تھی،

گویا دل و دماغ کہ درمیان سرد جنگ کا اعلان ہو گیا ہو۔۔

اسے جو لگتا تھا اس کا دل مردہ ہو چکا ہے، اب وہ کبھی کسی معاملے کی تائید یا تردید میں نہیں دھڑکے گا،

اسے لمحے غیر متوقع طور پر اپنی غیر متوازن دھڑکنوں کو دماغ کی حماقت پر ماتم کناں دیکھ وہ شدید قسم کی بے یقینی کی تلاطم کی زد میں آئی تھی۔

یہ دھڑکنوں کہ دھڑکنے کہ اطوار،

یہ احتجاج کا انداز کس قدر اجنبی تھا اس کیلئے۔۔۔

اور اس سے بھی نا قابل یقین تھا ان کا حمایتی شخص۔۔۔ بھلا میرال عثمانی کی زندگی میں 'باران عثمانی' کا کردار کب اتنا اہم ہوا کہ اس کا اپنا دل ہی اپنا چلن بدل لے۔۔۔؟

راہداری سے سے گزرتے ہوئے وہ سوالوں کی یلغار سے نبرد آزما اس قدر ارد گرد سے بیگانہ ہو گئی تھی کہ اسے اپنے پاس سے سرکش ہوا کی طرح گزر چکے باران کا تک احساس نہیں ہوا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"میں اندر آجاؤں ماں سا۔۔۔۔؟"

دروازے کی جانب سے ابھری بھاری آواز پر ناظمہ بیگم چونک کر متوجہ ہوئی تھی۔ دہلیز پر سنجیدہ تاثرات سنگ کھڑے باران کو دیکھ لمحاتی توقف لیتے اثبات میں سر ہلا گئی۔

ایسی کیاضروری بات تھی جو صبح تک کاانتظار نہیں کرسکے"

آپ۔۔۔۔؟"اس کی آمد کہ مقصد سے بخوبی واقف ہوتے ہوئے بھی

انھوں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔

صبح تک انتظار کرتاتو دوبارہ سے مجھے آپ کو بھری محفل میں لیٹ ڈاؤن"

کرناپڑتا،جو مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا،سواس وقت آپ کوزحمت دینی

پڑی،اس کیلئے پیشگی معذرت۔۔۔"وہ بھی انھیں کابیٹا تھابلا کاکائیاں اور

موقع والفاظ کو طول کر بولنے والا۔

موقع نامناسب ہونے کہ باوجود وہ متاثر ہوئی تھی۔۔

"ضروری تونہیں کہ ہمیں ناامیدی ہی حاصل ہو۔۔۔۔"

انھوں نے طریقے سے باوزن انداز میں اس پر اپنی خواہش کادباؤڈالناچاہا۔

"ضروری ہے ماں سا!کیونکہ میرا فیصلہ نہیں بدلنے والا۔۔۔"

اس کاانداز دوٹوک تھا۔

باران۔۔۔۔۔۔۔"ان کے لہجے میں دکھ و حکم کی کر خنگی شامل تھی لیکن"
مقابل اثر لئے بغیر دونوں بازو پشت پر باندھ کر کھرے و مضبوط لہجے میں گویا
ہوا تھا۔

اول تو میں یہی نہیں جانتا آپ لوگوں کو کیونکر یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ میرا"
دیرینہ فیصلہ بدل سکتا ہے۔۔۔؟ لیکن میں از سر نو اپنا اٹل فیصلہ آپ پر واضح
کر دوں کہ

مجھے یہ خاندانی گدی، وراثت، دستار، الغرض یہ فیوڈل سسٹم کے جو '
پروسیس جھمیلے ہوتے ہیں اس میں رتی بھر بھی دلچسپی نہیں ہے،

اور دوئم، میں ان چیزوں کو ان ہیریٹ کرنا تو بہت دور کی بات ہے، ایز آ
دعویدار دعویٰ کرنے کہ قابل بھی خود کو نہیں سمجھتا، کیونکہ اصولاً اس
پوسٹ کی پاورز کو کلیم کرنے کیلئے وہ الیجیبل ہو گا جو یہاں کی لائف اسٹائل
جانتا ہو گا، جسے یہاں کہ لوگوں کہ متعلق معلومات ہو، اور مجھے تو یہاں کہ
"رستوں تک کا معلوم نہیں میں بھلا کس بیسس پر کلیم کروں۔۔۔۔؟

اس نے تحمل سے خود کو بر طرف کیا تھا جو مقابل بڑے ضبط سے سن رہی ناظمہ بیگم کہ سر پر لگ کر تلوں پر بجھی تھی۔

آپ عثمانی خاندان کہ سب سے بڑے پوتے، شہباز عثمانی کہ بیٹے ہیں، اتنا" کافی ہے آپ کیلئے۔۔۔۔۔۔"بھڑک کر باور کراتے لفظوں کو انھوں نے دانتوں تلے چباڈالا تھا۔

میرے لئے یہ حوالے معتبر ہیں، لیکن اس کی بنیاد پر میں ایک ایسی چیز" حاصل نہیں کر سکتا جس پر پریکٹکلی میرا کوئی حق ہی نہیں بنتا ہو۔۔۔"اس کا جواب اٹل ودوٹوک تھا۔

باران۔۔۔!!!"ناظمہ بیگم بری طرح تلملاتی دبے لہجے چیخی تھی۔"

"سوری! ماں سا، لیکن میرے اپنے اصول ہیں۔۔۔"

چولہے میں جھونکو ایسے اصولوں کو جو تمہارے خود کیلئے خندق کھود رہی" ہو۔۔۔"ناظمہ بیگم کا بلڈ پریشر بڑی طرح ہائے ہوا تھا۔

"ماں سا۔۔۔"

ان کا سرخ چہرہ دیکھ کر اس نے ان کا ہاتھ تھامنا چاہا جسے بڑی طرح جھٹک کر مارے غصہ و طیش سے منتشر ہوئے تنفس کو وہ رخ موڑ کر بحال کرنے لگی تھی۔۔۔

میں اپنا سیٹ ہوا بزنس وائینڈاپ کر کے یہاں فقط آپ لوگوں کیلئے آیا" ہوں، میں آپ لوگوں کی خوشی کیلئے کچھ بھی کر سکتا ہوں، لیکن یہ نہیں۔۔۔۔"ان کی پشت تاسف سے دیکھتے اس نے پانی کا گلاس ان کی طرف بڑھایا۔

اور میرال۔۔اس۔۔اس کا سوچا ہے کچھ۔۔۔۔؟"آخری داؤ کہ تحت" انھوں نے حربہ بدلہ۔

وہ میری بیوی ہے اتنا کافی ہے۔۔۔۔"میرال کہ ذکر پر اس کے اعصاب" تنے تھے۔

تمہاری بیوی کہ ساتھ ہی ساتھ وہ اس حویلی کی بہو بھی ہے،اس حویلی میں" اس کے مقام کہ مستحکم ہونے کیلئے تمہارا کردار اس خاندان میں کلیدی ہونا

ضروری ہے، ورنہ اس معصوم دنیا کی چالاکیوں سے انجان نادان لڑکی کو کون

"کھاتے میں لائے گا، کیوں تم اسے ایک دوسری رضوانہ بنانے پر بضد ہو۔؟

طیش کی عالم میں اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کیلئے رضوانہ بیگم کا نام

استعمال کر کے خود جبڑے بھینچ گئی تھی۔

جس پر بڑی دقت سے دانت پر جما کر باران نے اپنے اندر بیٹھے ضمیر کہ

برجستہ کئے کڑوے سوال کو لبوں تک آنے سے روکا تھا۔

ورنہ

'رضوانہ عثمانی کو رضوانہ عثمانی بنایا کس نے ماں سا؟ '

سوال کوئی ایسا مشکل یا مناسب نہیں تھا لیکن اس کا مقصد ماں کی دل آزاری

نہیں تھی لہٰذا حق گوئی سے باز ہی رہا۔

لیکن توقف لیکر ان کے فکر طلب پہلو کو اجاگر کرتا جواب بڑا ہی مناسب دیا

تھا۔۔

اگر آپ کو لگتا ہے میرا نام 'سردار، گدی نشین' کہ سابقہ کہ بغیر انھیں " مستحکم مقام دینے کیلئے کافی نہیں، تو یہ آپ کو انھیں میری زوجیت میں دینے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا۔۔۔۔۔" اس کے لہجے میں واضح ناگواریت و حتمنی پن تھا جس پر ناظمہ بیگم سٹپٹائی تھی۔

اور دوسری بات، اگر آپ واقعی ان کی خیر خواہ ہیں اور چاہتی ہیں وہ پاسٹ " کہ ٹروما سے نکل کر ایک نارمل زندگی گزاریں، تو بجائے انھیں فضول منصوبوں کی پیروی میں خوار کروانے کہ انھیں اپنا دماغ اپنی مرضی سے استعمال کرنا سکھائیں، کیونکہ یہ توطے ہے اگر وہ اسی طرح تھرڈ پارٹی کے انسٹرکشنز فالو کرتی رہی تو کبھی خوش نہیں رہیں گی، اینڈ ون مور ریکویسٹ ہے ماں سا! آئندہ آپ کو مجھ سے جو بھی کہنا ہو مجھے ڈائریکٹ کہئے گا انھیں بیچ میں انوالو کر کے صرف اور صرف آپ انھیں مجھ سے ہراساں و متنفر ہی کریں گی۔۔۔۔۔۔"

قطعیت سے اپنی بات مکمل کر کے پھر ان کا رد عمل دیکھنا کیلئے رکا نہیں تھا بلکہ انھیں پیچ وتاب کھانے کیلئے چھوڑ لمبے لمبے ڈگ اٹھاتا دہلیز عبور کر گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ان شہباز کے ابا کا کچھ کرنا پڑا گا، جب دیکھو وقت بے وقت شاہی فرمان" جاری کر دیتے ہیں، جیسے میری زندگی میں تو کوئی کام ہے ہی نہیں سوائے ان "کہ فرمان کی بجا آوری کہ۔۔۔۔۔

داجی کہ تازہ اور فوری حویلی میں پیش ہونے کہ حکم سے کھولتا بڑبڑاتا ہوا وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔

سامنے ہی وہ کمرے کہ بیچ وبیچ چنگیر میں رکھے رنگے برنگے پھولوں سے الجھی نظر آئی، انہماک کا یہ عالم تھا کہ اسے دروازہ کھلنے اور ایک لمبے چوڑے وجود کی آمد تک کی خبر نہیں ہوئی۔۔

یہ پھول کہاں سے آئے آپ کے پاس۔۔؟"قریب آتے اچنبھے سے" سوال ہوا۔

کیونکہ یہ خاص پھول باغ کہ بالکل دوسرے حصے میں موجود 'گل بہار باغیچہ' میں پائے جاتے تھے جہاں مخصوص لوگوں کو ہی آمدورفت کی فلحال اجازت تھی۔کیونکہ یہ ابھی لگائے نہیں گئے تھے بس تجربہ کیلئے بیجوں کو ایک جگہ ڈالا گیا تھا اور پہلی بارش کہ ساتھ انھیں علیحدہ کر کے لگانے کا ارادہ تھا۔۔

یہ۔۔۔؟ہمیں بھی نہیں پتا۔۔۔"ننھی ٹہنیوں سے الجھتے اس نے ہنس کر" شانے جھاڑے۔

"نہیں پتا۔۔۔؟پھر آپ ان کے ساتھ کیا کر رہی ہیں۔۔۔؟"

نہیں پتا سے مراد کہاں سے آئے نہیں پتا، لیکر آنے والے کو تو آپ ہم سے" بہتر جانتے ہیں۔۔۔۔"چھوٹی قینچی کی مدد سے ایک ترتیب میں ٹہنیاں کترتی وہ ایک مرتبہ پھر دلکشی سے ہنسی۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔؟"

ہاں نا! یہ سارے پھول شہنشاہ جی لیکر آئے ہیں ہمارے لئے نجانے کہاں" "سے، کس قدر خوبصورت ہے ناں۔۔۔۔؟

پر جوشی سے بتاتے ہوئے ستر نگی پھولوں سے ملتے جھلتے ہی خوشنما رنگوں نے اس کے ملیح نقوش کی شادابی کو بھی تابناکی بخشی تھی۔

شہنشاہ جی۔۔۔؟ کہیں کا گورنر لگا ہوا ہے وہ۔۔۔؟"لگاوٹ آمیز طرز" انتخاب پر اس کی تیوریاں چڑھی تھی۔

"آپ ہی نے تو کہا تھا وہ اس باغ کہ مالک و مختار ہیں۔۔۔۔"

لیکن ادھر تو راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔۔

اس کہ برجستگی لئے متانت آمیز جواب دلاور نے بھویں سکوڑ کر اپنی زوجہ کو دیکھا جو یوں محبت و توجہ سے پھولوں پر ذوق و شوق نچھاور کر رہی تھی گویا یہ پھول نہیں انوکھی سوغات ہو۔

دانت کچکچاتے اس نے مخروطی انگلیوں سے الجھی نازک ٹہنیوں کو دیکھا بڑی بے دردی سے جڑ سمیت اکھاڑ کر لائے گئے پھولوں پر اس کی زوجہ کی خوشی و اشتیاق کا یہ عالم تھا اگر جو 'شہنشاہ جی' گلدستہ بنالاتے تو بعید نہیں محترمہ انھیں کہ کاٹیج میں ایک گوشہ اپنے لئے ڈھونڈ لیتی۔۔

تجھے اب اور کسی کا نہ ہونے دیں گے کبھی

!!تو بھا گیا ہے ہمیں اب خود کو ہمارا سمجھ

توجہ وانہماک کی نوعیت نے یکایک ہی دماغ میں رقابت کی عجب سے لہریں اٹھائی تھی جس سے جنم لیتی فضول سوچوں نے خیالات کو حساس کر دیا تھا۔ تبھی وہ جھلا کر اس کی طرف بڑھا تھا۔۔

چھوڑ بھی دیں انھیں، کیا فضول سے کیچڑ لگے پھولوں پر وقت ضائع کر رہی ہیں۔۔۔"کوفت سے ٹوکتے اس نے چنگیر اٹھانا چاہا۔

ارے! ایسے کیسے۔؟ وہ بیچارے نجانے کہاں سے ہمارے خیال سے لیکر آئے ہیں، اور ہم پھیک کر خلوص کی بے قدری کر دیں۔۔۔"وہ چنگیر واپس گرفت میں لیتی لگاوٹ سے بولی تو ادھر حریف زادے کی سہی معنوں میں بس ہوئی۔

بیچارے۔۔۔۔؟آپ کی جذبہ عقیدت کو دیکھتے ہوئے مجھ پر بتانا فرض ہے"
کہ آپ کہ 'بیچارے شہنشاہ جی' نے باقاعدہ ان پھولوں کو امپورٹ کروایا
ہے، کیونکہ ہمارے ملک میں یہ پھول نہیں ہوتے۔۔۔۔۔۔"سینے پر بازو
باندھتے کچی لکڑی کی طرح سلگتے اس نے بتیس کہ بتیس دانت پیستے اس کی
معلومات کو وسعت بخشی۔

"واقعی۔۔۔۔؟"

پتلیوں میں تعجب سموئے گھنیری پلکوں کی جھالڑ اشتیاق سے اٹھی تو شہنشاہ
جی کی گردان سے پیچ وتاب کھارہے دل نے بے ساختہ ایک بیٹ مس
کی۔۔

تعجب ہے۔۔بیچارے شہنشاہ جی نے آپ کو نہیں بتایا، مہان ہیں پھر تو"
'بیچارے'۔۔۔"خفا خفا انداز میں بھوئں کو اٹھاتے اس نے اثبات میں
سر ہلایا۔

اس لمحے اس کی کیفیت اس ضدی بچے جیسی تھی جو اپنی پسندیدہ چیزوں کو لیکر ازحد حساس ہوتا ہے، جسے فقط خود تک محدود رکھنے کا عادی ہوتا ہے، جسے گوارا نہیں ہوتا ذرا سا بھی اپنی چیز یا انسان کو بانٹنا۔۔۔

"کھڑکی میں انھوں نے دستک دی تو ہم نے وہیں سے لے لیا، آپ ہوتے گھر تو آپ ان سے پوچھ لیتے آپ کو ان کہ اشارے کنائیں سمجھ آتے ہیں ناں۔۔۔۔؟" وہ افسوس کرنے کہ انداز میں بولی۔

گویا ادھر کوئی جل کر کوئلہ ہو رہا تھا ادھر معصومیت کی انتہا تھی، نجانے حکیم صاحبہ آج کونسا نسخہ آزما رہی تھی اس پر۔۔ گردن سہلاتے اس نے کلس کر سوچا۔

"اگر آپ کو اپنے شہنشاہ جی کہ سوغات کو خراج تحسین پیش کرنے سے فرصت میسر آجائے تو تیار ہو جایئے گا، حویلی بلوایا ہے شہباز کہ ابا نے۔۔۔" جیکٹ بیڈ پر اچھالتے خفگی بھرے انداز میں مطلع کرتا وہ نامحسوس انداز میں اس کے اٹھنے کا منتظر تھا۔

ہاں ! دی جان نے بتایا تھا، ہم یہ گلدستہ دی جان کیلئے ہی بنا رہے ہیں انھیں "
"پسند ہے خوبصورت وخوش رنگ پھول۔۔۔
وہ ہنوز گلدستہ پر نگاہ جمائے بولتی ہوئی ہی کھڑی ہوئی تھی۔
اس درجے نظر اندازی پر خون کا گھونٹ بھرتا ہوا وہ تن فن کرتا الماری کی طرف بڑھا۔
آپ ٹھہریں، ہم کپڑے نکال دیتے ہیں۔۔۔" وہ پھول لئے ہی مصروف "
سی قریب آئی۔
کوئی ضرورت نہیں ہے، آپ اپنے شہنشاہ جی کہ تحفے کا خیر مقدم کریں، "
"میں یہ زحمت اٹھالیتا ہوں۔۔۔
وہ نروٹھے پن سے ٹوک گیا۔
اس کے چھپنے کی کوشش میں کھل کر ناراضگی جتانے پر مزید ضبط نہ کرتی ہوئی وہ کھلکھلا اٹھی تھی۔
"!!آپ بھی ناں۔۔۔۔"

ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلاتے اس نے کبرڈ کھولا ہی تھا کہ یکدم سے دلاور کہ ڈور پر ہاتھ رکھ دینے پر وہ سٹپٹا کر کھلے حصے میں سمائی جبکہ وہ ناکافی فاصلہ سمیٹ کر اپنے مضبوط ہاتھ ایک کھلے اور ایک بند کبرڈ کے دروازے پر جماتا ہوا فرار کی راہیں مسدود کر گمبھیر تاثرات سے سجا بارعب چہرہ لئے اس کے قریب جھکا۔

"آپ کو ہنسی آرہی ہے۔۔۔۔۔؟"

دبے لہجے میں ہوئے سوال میں جذبوں کی کئی داستانیں سلگ رہی تھی تضاد اس کی گہری آنکھوں کا اس کی چہرے پر ٹھہرا گہرا ارتکاز جو معنوں اندر تک اتر جانا چاہتی ہو۔

نن۔ نہیں وہ ہم تو بس۔۔۔۔"ان نگاہوں سے خائف ہوتے زبان نے فی" الفور ساتھ چھوڑا تھا۔

آپ کو پتا ہے میں 'سزا' تجویز کرتا ہوں، 'معافی و تلافی' کا میں قائل" نہیں، اور میرے اتنی محنت سے لگائے پھولوں کا یہ حشر کرنے پر میں آپ

سمیت آپ کہ شہنشاہ جی کو سنگین سزا سنا سکتا ہوں۔۔۔۔۔"وہ لہجہ از حد سنجیدہ ورعایت سے مبرا رکھتا اسے خوف زدہ کرنے کی کامیاب کوشش میں مزید قریب جھکا۔

یہ۔۔یہ کیا بات ہوئی وہ۔۔وہ بیچارے تو معصوم ہیں انھیں کیا پتا آپ کے " پھول اتنے امپورٹنڈ ہیں۔۔۔۔"اپنی جان لبوں پر تھی اور محترمہ کو دفاع شہنشاہ جی کا کرنا تھا دلاور کی تنی بھوں کا تناو بڑھا۔

بیچارے کو یہ نہیں معلوم، لیکن یہ معلوم ہے پھول کسے اور کیسے دینا" ہے۔۔۔؟"وہ حد درجہ تپی ہو رہا تھا۔

افففف اللہ جی ! آپ کو تو نجانے ان پھولوں سے کونسی پرخاش ہو گئی ہے، " "بیچارے کہ پیچھے ہی پر گئے ہیں، پھول ہی تو ہیں۔۔۔۔۔

ناکافی فاصلہ سے گھبراتے وہ حصار توڑ کر تیزی سے گزر جانے لگی کہ دلاور کا کھلے کبرڈ والا ہاتھ برق رفتار سے متحرک ہوا اور دوسرے لمحے ہی اس کی پشت ہلکا جھٹکا کھا کر اس کے وسیع سینے سے لگتی اس کی سٹی پٹی گم کر گئی تھی۔

اور تب تو معنوں جان خشک لبوں پر آن ٹھہری، جب وہ اس درجے قربت پر سرخ انگاڑے کی مانند دہکتے کان کی لو کہ پاس اپنی گرم سانسیں آزاد کرتا ہوا سرگوشی کرنے جھک آیا۔

"بتایا تھا ناں بہت شدت پسند ہوں میں، اپنی عزیز چیزوں کو بانٹنا مجھے سخت ناپسند ہے، تو سزا تو ملے گی آپ کہ بیچارے شہنشاہ جی کو، پر آپ چاہیں تو بچا سکتی ہیں انھیں، ورنہ چار دن تک بیچارے کو کھیتوں کی نگرانی کرنی پڑے گی صبح و شام۔۔ سوچ لیں۔۔۔" اس کی دھول کی طرح بجتی دھڑکنوں کی اپنی دھڑکنوں سے تکرار سنتے اس نے گمبھیر محظوظ کن سرگوشی سے اسے خوف زدہ کرنے کی کامیاب کوشش کی۔۔

"ککک۔۔ کیسے۔۔۔؟" اتنی سی قربت سے بہادر حکیم صاحبہ کی ساری بہادری اڑن چھو ہوئی تھی۔

"ان کے حصے کی سزا لیکر۔۔۔ منظور ہے۔۔۔؟" نچلہ لب دانتوں تلے دباتے وہ شریر ہوا تھا۔

آپ۔۔آپ ہم سے صبح وشام کھیتوں کی نگرانی کروائیں گے۔۔۔۔؟"وہ"
اڑے حواس سنگ اسی کہ حصار میں صدمہ زدہ سی مڑتی مستفسر ہوئی۔
جس پر دلاور نے بڑی دقت سے قہقہہ ضبط کرتے اپنی صادق جذبوں کی
حدت لٹاتی نگاہوں کو جھکا کر اپنی ٹھوڑی تک آرہی حکیم صاحبہ کی غزالی
صدمہ زدہ آنکھوں میں دیکھا۔
سزا کی سنگینی میں نہ سہی، سزا میں ترمیم لائی جاسکتی ہے، مجرم کا لحاظ کرتے"
ہوئے۔۔۔"ذومعانویت سے کہتے اس کے سرد لب برابر اس کی آئینہ جبیں
سے مس ہورہے تھے۔
جس پر کسمساتے ہوئے مقدس نے حصار توڑنا چاہا لیکن مقابل کی فل وقت
ایسی کوئی خواہش نہیں تھی۔
بتائیں منظور ہے۔۔۔۔؟"ایک مرتبہ پھر لب اس کی شفاف جبیں پر ہلتے"
اس کی دھڑکنوں میں برپا قیامت میں بھونچال لانے کی وجہ بنے۔

اُس کی ہر ایک ادا ہے قیامت جیسی
وہ کسی رنگ کسی روپ میں ہو بھاتا ہے
یہ عجب طرزِ تکلم ہے محبت میں حریم
!!خامشی بولتی، آنکھوں سے سنا جاتا ہے

ہمیں دیر ہو رہی ہے، دی جان نے کہا ہے مہمان کہ آنے سے پہلے ہمیں"
"وہاں موجود رہنا ہے۔۔۔
ذو معنٰی خاموشی کہ دورانیہ میں تپش زدہ نگاہوں سے موم کی مانند پگھلتی بڑی مشکل سے وہ بولنے کہ قابل ہوئی تھی۔

"ہمم۔۔۔۔"

اس کے تازہ گلاب سے مکھڑے پر اپنی قربت سے بکھرتے حیاو حجاب کہ ڈھیروں رنگوں سے محظوظ ہو رہا وہ دل کی من مانیوں پر بندھ باندھتا ہوا سنبھلا۔۔

"سزا یاد رکھئیے گا۔۔۔۔"

آزادی کا پروانہ دیتے وہ مخمور لہجے میں یاد دہانی کروانا نہیں بھولا تھا جبکہ وہ رہائی ملتے ہی سرپٹ اس کمرے کی احاطے سے رفو چکر ہوئی تھی۔

مجتنب حریف زادے سے اتنی ترقی کی امید جو نہیں تھی حکیم صاحبہ کو۔

معاف کیا تجھے۔۔۔"لبوں پر کھیلتی پر فسوں مسکراہٹ سنگ وہ تصور میں "

شہنشاہ سے مخاطب ہوا تھا جس کی بدولت اتنی بھی ترقی ممکن ہو سکی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ون ویک سے زیادہ ہو چکا ہے مجھے یہاں آئے ہوئے، آپ نے کہا تھا"

میرے پہنچتے ہی جلد از جلد وہاں آنے کی کوشش کریں گی اور مجھے اس شخص

سے ملوائیں گی، بٹ مجھے ان فور چنٹلی لگ رہا ہے آپ کا ایسا کوئی ارادہ نہیں

ہے، اتنے سالوں کی طرح ابھی بھی بس آپ مجھے ٹالنا چاہتی ہیں، سچ سچ بتائیں

وہ شخص اس سٹی میں رہتا بھی ہے یا۔۔۔۔۔۔"جملہ ادھورا چھوڑتے اس

نے سختی سے جبڑے بھینچ کر سلگتی نگاہ سکرین پر ڈالی جہاں پریشان سی فاطمہ بی اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"وردہ کم آن بے بی، میں بھلا ایسا کیوں کروں گی، میرا کام بس ایک دو دن میں ختم ہی ہونے والا ہے، میں آجاؤں گی آپ وہاں آرام سے رہیں، کوئی مسئلہ ہو تو آپ حاجی صاحب سے کہہ سکتی ہیں، وہ بہت اچھے۔۔۔۔ ای نو وہ بہت اچھے ہیں، لیکن یہاں میں ان کی اچھائی انجوائے کرنے نہیں آئی ہوں۔۔۔" اس نے تیزی سے قطع کلام کیا تھا۔

"مجھے اس شخص سے اپنی ماں کہ حصے کہ کچھ سوال کرنے ہیں اور جواب لیکر واپس لوٹ جانا ہے اپنی دنیا میں۔۔۔" ارد گرد سرسری سی نگاہ دوڑاتے اس نے اپنی آمد کا مقصد شائد خود کو یاد کروایا تھا۔

ورنہ گزشتہ دنوں سے حاجی حکیم کی مشفیق صحبت میں اٹھتے بیٹھتے، خوش رہنا سیکھتے ہوئے وہ اپنا مقصد ہی فراموش کرتی جا رہی تھی۔

تبھی آج اس نے فاطمہ بی کو پریشان ہو کر کال کیا تھا۔

آپ ٹھیک تو ہیں ناں۔۔۔؟"اس کی پیشانی پر الجھن کہ کئ شکنیں دیکھ" انھوں نے فکر مندی سے پوچھا۔

یا تو آپ آجائیں یا مجھے اس شخص کا بتادیں،ای سوئیر میں کوئی ہنگامہ نہیں" کروں گی بس اپنے سوال کروں گی،ورنہ اگر میں نے خود پتا لگایا لیا تو اپنی ماں کہ ساتھ ہوئی زیادتیوں کا حساس عدالت میں لینے سے بھی میں گریز نہیں "کروں گی۔۔۔۔۔۔۔

وردہ۔۔۔۔!!"اس کی سنگین دھمکی پر فاطمہ بی نے دہل کر پکارا تھا۔" ای مین ایٹ،اس لئے میرے پیشنز لیول کو مت آزمائیں۔۔۔"اپنے" ارادوں کی پختگی باور کراتے اس نے کھٹ سے پہلے فون بند پھر سوئچ آف کر کے سائیڈ پر رکھی بک وردھرتے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں سلکی بالوں کو جکڑا تھا۔

"پانی پی لیں۔۔۔۔"

پلر کے پاس سے ان کی گفتگو سن رہا بدر گلاس تھامے اس کے مقابل آیا تھا۔

جس پر اس نے اپنی مضطرب نگاہوں کو اٹھا کر پہلے گلاس پھر گلاس پیش کرنے والے کے چہرے کو دیکھا جہاں ان کی گفتگو من و عن سن لینے کا حقیقت عیاں تھا مطلب مقابل نے چھپانے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

سیکریٹلی کسی کی پرائیویٹ باتیں سننا، اخلاقیات سے نیچلے درجے کی حرکت ہے۔۔۔۔"گلاس تھامتے وہ سپاٹ انداز میں جتانا نہیں بھولی تھی۔

پرائیوٹ باتیں پبلک پلیس پر کرنا بھی کوئی عقلمندانہ فعل نہیں ہے۔۔۔۔۔۔"وہ درمیان میں خاصا فاصلہ رکھ کر بیٹھتا مبہم سا مسکرایا۔

جس پر وردہ نے ہنکار بھرا تھا۔

فاطمہ بی کوئی بہانہ نہیں بنا رہیں آپ کو ٹالنے یا گمراہ کرنے کیلئے، وہ واقعی این جی اوز کہ کام میں مصروف ہیں، وہاں سے فارغ ہوتے ہی وہ آپ کے پاس ہوں گی، کیونکہ جتنا میں نے انھیں جانا ہے این جی اور آپ دونوں ہی ان کی زندگی کی اول ترجیحات میں شمار ہوتی ہیں، وہ اپنی ذات سے بھی پہلے آپ کا اور اپنے ادارے کا سوچتی ہیں۔۔سو بھروسہ رکھیں اور ریلیکس رہیں۔۔۔"

توقف سے اس نے متانت بھرے انداز میں یقینی دہانی کرانے کی کوشش کی۔

آپ ان کہ وکیل ہیں۔۔۔۔؟" گردن ترچھی کر کے اس نے تیکھے انداز" میں پوچھا تو جواباً بدر نفی میں سر ہلاتا ہنس دیا۔

میں ان کا وکیل نہ سہی لیکن آپ کیلئے اسپیشلی آپائینٹ کیا گیا ڈاکٹر" ہوں، ڈاکٹر کوٹنیس نے اپنی عزیز پیشنٹ کی کیس فائل تھماتے جو بھروسہ دکھایا ہے اس کا مجھے پاس بھی تو رکھنا ہے، آپ کی مینٹل ہیلتھ کا پر اپر خیال رکھ کر۔۔۔۔" وہ مخصوص پروفیشنل انداز میں بولا تو وردہ کی حلق تک کڑواہٹ اتری تھی۔

"آپ کی نظر میں صرف ایک پیشنٹ ہوں۔۔۔۔؟"

جی۔۔۔ایک ایسی پیشنٹ جس کا مرض اس کی اپنی ہی آسیب زدہ سوچوں کا" جال ہے، جو اس کی نفس کو بے بنیاد مفروضوں کی قفس میں قید کئے ہوئے ہے، جو اس حبس بیجا سے رہائی چاہتی ہے، تبھی وہ اپنی ذات سے جڑی حقائق

کی دریافت کیلئے سات سمندر کا فاصلہ سمیٹ کر آئی ہے، میں چاہتا ہوں اس کا یہ سفر سود مند ہو، نہ کہ سچ کا سامنا کر کے وہ مزید اندھیروں میں کھو جائے، اس لئے اپنا ذہن پر سکون رکھیں اور خود کو ذہنی طور پر تیار کریں بجائے اسی نہج پر سوچ کر خود کو ہلکان کرنے کہ۔۔۔"

وہ تحمل و فکر مندی سے سمجھانے کہ انداز میں سمجھا رہا تھا۔اور وہ لب باہم پیوست کرتی ہوئی بند پھاٹک کے دروازے کو تک رہی تھی۔۔

دیکھیں مس وردہ! میں آپ کی کیفیات کو سمجھنے کا دعویٰ تو نہیں کرتا، لیکن" اتنا کہنا چاہوں گا سچ پر کبھی بھی مکمل ایک شخص کی اجارداری نہیں ہوتی ہے، سچ کم از کم بھی دو طرفہ ہوتا ہے، سچ کہ ورژنز ہوتے ہیں، دیکھنے کہ اینگلز ہوتے ہیں، موقع و محل کی ڈیمانڈز ہوتی ہے، مکمل سچ تو ہمیں آئینہ بھی نہیں دکھاتا وہ بھی دائیں کو بایاں بتاتا ہے، اس لئے نیوٹرل رہیں، ذہن کو کورا رکھیں، کیونکہ بیس پچیس سال پہلے کی کہانی مکمل طور پر شائد ہی کوئی جانتا ہو یہاں۔۔۔۔۔"

وہ ماہر نفسیات تھا بظاہر خود کو بہادر و بے فکر ظاہر کر رہی لڑکی کہ اندر پنجے گاڑ کر بیٹھے خوف و اضطراب کو پڑھ سکتا تھا تبھی کوشش کر رہا تھا اسے سمجھانے کی۔

جواباً وہ کچھ نہیں بولی تھی بس خاموشی سے ہرے بھرے صحن کے مختلف گوشوں پر سپاٹ نگاہ گھماتی رہی تھی جو ڈوبتے ہوئے سورج کی نحیف نارنجی کرنوں سے نہائی عجب یاسیت زدہ سا سماں باندھ رہا تھا۔

"وردہ! بیٹے آجائیں آج ہم پکوڑے بنائیں گے، پھر چائے کہ ساتھ لطف اندوز ہوتے ہوئے میں آپ کو ایک دلچسپ قصہ سناؤں گا بدر کہ بچپن کا۔۔۔۔"

دہلیز سے پر کھڑے ہو کر دونوں کی گفتگو سن چکر حاجی حکیم نے قصداً انجان بنتے بشاش آواز میں ہانک لگائی تو وہ محویت ترک کر آواز کی سمت مڑی۔

جھڑی زدہ پر نور چہرہ وہی دنیا جہان کی ملائمت و شفقت لئے وہ مسکراتے ہوئے اسی کہ منتظر تھے وہ سارے پراگندہ سوچوں کو جھٹکتی ہاتھ جھاڑ کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔

روزانہ حاجی حکیم اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی نیا تجربہ کرتے ہوئے اسے دلچسپ قصے سناتے تھے اور اس وقت اس کا موڈ بھی آف ہو رہا تھا لہٰذا وہ بنا پس و پیش ان کے پیچھے چل دی تھی۔

پیچھے بدران دونوں کی دوستی پر ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ڈھلتی شام حویلی میں گہما گہمی والی رونقیں لیکر اتری تھی۔ خصوصی مہمان سارے تشریف لا چکے تھے۔ داجی کا خاص باورچی عقبی صحن میں ہانڈیا چڑھا چکا تھا جہاں سے کھانے کی سحر انگیز خوشبو پورے فضاء کو اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر چکی تھی۔

بیٹھک میں ری فریشمنٹ کی بھیجنے کیلئے لڑکیاں کچن میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے کیلئے موجود خوش گپیوں میں مصروف تھی جب وہاں پکے پھل کی طرح آریان صاحب اپنی گینگ کہ ساتھ آدھمکے تھے،

مقدس سرعت سے دوپٹہ پیشانی تک کھینچتی ملازمہ کی آڑ میں ہوگئ تھی جبکہ مضراب دوبدو اس کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔۔۔

سارے مرد حضرات شرافت سے مردانے میں بیٹھے ہوئے ہیں، تمہیں"

"منہ اٹھائے زنانیوں میں گھومتے شرم نہیں آرہی۔۔۔؟

آرہی ہے اسی لئے تو یہ میں تمہیں یہاں 'منہ 'دینے آیا ہوں یہ لو فرج میں"

رکھ دو۔۔۔" کچھوے کی طرح منہ نکال کر وہ مضراب کی جانب بڑھا تو اس کی پھلجھری پر کچن کی فضاز عفران ہوئی۔

ساتھ مضراب کا خلفشار خون بڑھا۔

آریان عثمانی میں پوچھتی ہوں تم یہاں سے جانے کا آخر لوگے"

کیا۔۔۔؟" مضراب کی ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا تھا۔

"دو بول، دو گواہ اور دو جوڑے میں سادگی والی رخصتی۔۔۔"

وہاٹ۔۔۔"اس کہ برجستہ جواب پر مضراب سمیت سبھی کی آنکھیں" ابل کر باہر آئی تھی۔

"تم نے ہی تو پوچھا ناں تم میری زندگی میں آنے کا کیا لو گے، آفشیلی تو ایسے ہی آیا جاتا ہے کسی کی زندگی میں۔۔۔"آنکھیں پٹپٹا کر وہ فوراً بیبا بچہ بنا تو اس کی بات کی گہرائی میں اترتے ایک مرتبہ پھر کچن کی فضا قہقہوں کی زد میں آئی تھی جبکہ مضراب مارے اشتعال و خفت کے قند دھار ہوئی تھی۔

"اب ایک منٹ کہ اندر اندر تم یہاں سے دفع نہیں ہوئے ناں آریان عثمانی میں تمہارا قتل کر دوں گی۔۔۔"مارے غصہ کہ اس نے ملازمہ کہ ہاتھ سے چاقو جھپٹ لیا تھا۔

"ایزی۔۔ایزی لیڈی، ایک منٹ ہونے دو میں پھر چلا جاؤں گا۔۔۔"دونوں ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے بھی وہ باز نہیں آیا تھا۔

تم۔۔تم۔۔مقدس بھابی آپ پلیز اپنے شوہر نامدار کو بلوائیں وہی اس آسمانی"
"بلا کے ہوش ٹھکانے لگا سکتے ہیں۔۔۔۔

بلا آخر وہ زچ ہو کر مقدس کی طرف مڑی۔

وہ شرفاء کہ اوپر والے درجے سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے فل وقت وہ"
حویلی میں تک موجود نہیں۔۔۔"اطلاع وہی سے حظ اٹھاتے ہوئے ترسیل
ہوئی۔

اور تم بھٹکتی آتماؤں کی قبیلے سے تعلق رکھتے ہو جو ہر طرف بھٹکتے پھر رہے"
ہو۔۔۔۔"نیلم نے آنکھیں نکال کر طنز کیا۔

"ہاں! ناں حسن دوشیزہ بھائی سامہان ہیں، اور میں ادنی انسان ہوں۔"
تم انسان نہیں تم شیطان ہو، جس کا کام ہی انسانوں کی زندگی دوبھر کرنا"
ہے۔۔۔۔"مضراب کی سہی معنوں میں بس ہو گئی تھی تبھی وہ مرچیں
چبانے لگی تھی۔۔

آفیشیلی تم مجھے اپنے انڈر لے لو اس طرح فقط تمہاری ہی زندگی دو بھر "
کروں گا، کیا کہتی ہو۔۔۔؟"اس نے چہک کر آنکھ کا کونہ دباتے ہوئے آفر
کی۔

"مرو تم یہاں، میں ہی دفع ہو جاتی ہوں۔۔۔۔"

مضراب دھپ دھپ کرتے ہوئے خود ہی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی
تھی۔۔وہ بھی اپنے حدف کے میدان چھوڑ جانے پر نراش ہوتا ہوا شانے
جھاڑتا نکل گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

سارے لوگ وہاں بیٹھک میں بیٹھے ہیں تم یہاں کمرے میں کونسا چلا کاٹ "
"رہے ہو۔۔۔۔؟

داجی جو ابھی بیٹھک کی محفل سے اٹھ کر آ رہے تھے اسے اطمینان سے اپنی
نیک بخت کے گھٹنے سے لگے شغل فرماتا دیکھ بگڑے۔

چلاتو نہیں کاٹ رہا اپنی جانِ تمنا کہ ساتھ کوالٹی ٹائم سپینڈ کر رہا ہوں، جو"
آپ اپنی بچپن کی سہیلی کہ ساتھ کر رہے تھے۔۔۔؟"آنکھ کا کونہ دباتے اس
نے تاک کر پھلجھڑی چھوڑی۔

ہے! ہے! لڑکے کیا بکواس کی ہے تم نے۔۔۔۔؟"دی جان کے چونک کر"
سر اٹھانے پر داجی بری طرح بوکھلائے تھے۔

میں۔۔میں بکواس کر رہا ہوں، جانِ دلاوران گناہگار آنکھوں نے ابھی"
ابھی دیکھا ہے انھیں اپنی بچپن کی سہیلی کہ ساتھ راز و نیاز کرتے
ہوئے۔۔اور۔۔اور مسکرا بھی رہے تھے۔۔۔توبہ۔۔۔توبہ "دو کا چار لگاتے
اس نے باضابطہ دونوں کانوں کو ہاتھ لگایا تھا۔۔

صغریٰ باجی آگئی۔۔۔۔؟"دی جان نے آنکھیں سکیڑ کر براہ راست"
بوکھلائے داجی سے استفسار کم تصدیق چاہی۔۔

صغریٰ باجی آگئی۔۔۔۔؟"دی جان نے آنکھیں سکیڑ کر براہ راست "

بوکھلائے داجی سے استفسار کم تصدیق چاہی۔۔

ہاں! ہاں! آگئی ہیں، پر میرا یقین کریں نیک بخت جیسا یہ نالائق بتا رہا ہے "

"ویسا کچھ نہیں ہے، میں تو بس۔۔۔۔۔

انھیں تو بس جیسے ہی خبر موصول ہوئی ان کی سہیلی نے حویلی کی دہلیز پر "

قدم رنجھا فرمادئے ہیں، یہ سارے اہم مہمان کو چھوڑ دوڑے چلے آئے

استقبالیہ تک۔۔۔۔۔"قطع کلام کرتے اس نے کمینگی کی حد کر دی تھی۔

"تم۔۔نیک بخت وہ۔۔"

میں ان سے مل آتی ہوں۔۔۔۔"وہ سرعت سے چادر درست کرتی ہوئی"

دروازے کی سمت بڑھی کہ داجی بے چینی سے ان کی راہ میں حائل ہوئے۔

جبکہ ساری فساد کی جڑ تیلی لگا کر بڑے آرام سے دی جان کہ تخت پر دراز ہوتا

آنکھوں میں کمینی چمک والی دلچسپی لئے، بادام کہ مرتبان سے بادام لیکر پھانکتا

ہوا اپنے دشمن اول کی تذبذب انجوائے کرنے لگا تھا۔۔

باخدا نیک بخت یہ نالائق جیسا بتا رہا ہے ویسا کچھ نہیں ہے۔۔۔"انھوں نے"
اسے کچا چبا جانے کی خواہش مشکل سے دباتے دانت کچکچائے۔
بلکہ، میں آپ کے اسی لاپرواہ اور غیر ذمہ دار لاڈلے کی تلاش میں نکلا تھا،"
جسے ایک مرتبہ توفیق نہیں ہوئی ہے بیٹھک میں جھانکی مارنے کی، تضاد فون
بھی بند کر رکھا ہے، میں بس اسی کی تلاش میں نکلا تھا کہ صغریٰ سے ٹاکرا
"ہو گیا اور۔۔۔۔۔
اللہ کا نام لیں شہباز کہ ابا! کم از کم مجھ معصوم کو تو اپنے پر نسل افئیرز میں"
دفاع کیلئے استعمال نہ کریں۔۔۔"بادام پھانکتے اس نے معصومیت سے ٹوکا
تو حقیقتاً داجی کا من کیا سائیڈ واس اٹھا کر اس رقیب اول کہ سر پر دے
مارے۔
"نیک بخت میں کہتا ہوں اسے چپ کروالیں ورنہ میں نے اس کا۔۔۔"
میں نے اس کا کیا۔۔؟ بتائیں بتائیں۔۔۔؟"وہ جھٹکے سے تخت سے اٹھا۔"

دی جان نے مجھے تلوار کی نوک پر بھی سچ بولنا سکھایا ہے، لہٰذا میں آپ کی" دھمکیوں سے نہیں ڈرنے والا میں نے جو دیکھا وہ بتایا، باقی آپ جانیں آپ "کی نیت جانے۔۔۔۔

اس کی معصومیت کا مظاہرہ آسکر ونگ تھا جو داجی کو پتنگے لگا گیا تھا۔

نیت۔۔ تم۔۔ تم کل کہ لڑکے تم۔۔۔۔۔" وہ جلال میں اسے دو جڑ ہی" دیتے اگر دی جان نہ راہ میں حائل ہوتی۔

دیکھ رہی ہیں آپ نیک بخت اپنے لاڈلے کی زبان کو، آپ کی شہ کی وجہ" "سے بڑھتا جا رہا ہے ورنہ میں نے اس کی۔۔۔

دیکھ رہی ہیں آپ اپنے شہباز کہ ابا کو کس طرح وہ آپ کی موجودگی" "میں۔۔۔

دلاور! چپ کر جاؤ میں سب دیکھ رہی ہوں۔۔۔۔" داجی کا بازو تھامے ہی" دی جان نے فہمائشی انداز میں ٹوکا تو شانے اچکاتا ہوا وہ واپس دراز ہو گیا۔

اور آپ۔۔۔" وہ داجی کی طرف مڑی جن کی خشمگیں نگاہ دلاور پر تھی، جو "
ان کی جانب مڑتے ہی عاجزی وانکساری کی نرمی میں ڈھل گئی تھی۔۔
میں ملازم کہ ہاتھوں آپ کی دوائی بھیجنے ہی کمرے میں آئی تھی کہ پھر "
ذہن سے نکل گئی بات، آپ دوائی لیکر ہی کھانا کھایئے گا۔۔۔" دراز سے
دوائی نکال کر دی جان ان کہ ہاتھ پر رکھا۔
"!!پر نیک بخت"
پر ان کی نگاہ تو ان کے سنجیدہ نقوش سے ہی الجھی تھی۔ عمر کہ اس حصے میں
بھی وہ محبوب کی ناراضگی کہ خیال سے ہراساں ہو جاتے تھے۔
آپ جائیں۔۔۔" ان کی تسلی کیلئے وہ مبہم سا مسکرائی تو ان کہ ماتھے سے "
تناؤ کی سلوٹیں کچھ دور ہوئی۔
ہمم!!اور اپنے اس نالائق کو ڈھنگ کہ کپڑے اور تھوڑی سی تمیز و عقل "
کہ ناخون دیکر بیٹھک میں بھیجیں، حاجی حکیم اپنے پوتے کو لیکر پہلی بار حویلی
آرہے ہیں، میرے مہمانوں کیلئے نہ سہی اپنے سسرالیوں کہ ہی عزاز میں

سہی صاحب زادے درشن دے دیں گے تو میری سات نسل ان کی احسان مند رہیں گی۔۔۔"چباچبا کر فرمان جاری کرتے وہ رعبدارانہ قدم اٹھاتے ہوئے نکل گئے تھے۔۔

"دی جان میں۔۔۔۔"

دلاور!اس بچی نے تم سے منسلک ہر رشتے کو تم سے کئی زیادہ خلوص و محبت "سے اپنایااور نبھایاہے، کیا تم اس کیلئے اتنا بھی نہیں کر سکتے۔۔۔۔؟

کر سکتاہوں دی جان! لیکن وہاں ان دونوں کہ علاوہ بھی بہت سے منافق "لوگ ہوں گے،اور میں منافقوں کی محفل کا حصہ نہیں بننا چاہتا۔۔"وہ تذبذب کا شکار تھا۔

تمہارے لئے وہ دولوگ عزیز ہونے چاہئے جو تم سے جڑی اس کی لڑکی کی " زندگی کااٹوٹ حصہ ہیں۔۔۔انسان کو اہم یا غیر اہم 'حوالہ' بناتاہے،اگر وہ تمہیں عزیز ہے تو اس کا حوالہ بھی عزیز ہو گا۔۔۔"انھوں نے گویا بات ہی ختم کر دی تھی۔۔

وہ اس کیلئے کتنی اہم تھی بیاں کرنے کیلئے الفاظ کا کثیر ذخیرہ بھی ناکافی تھا اس کیلئے۔۔۔لہٰذا بحث کا پہلو زائل ہوا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

"آپ مذاق کر رہی ہیں دی جان میرے ساتھ۔۔۔۔۔؟"

پہننے کیلئے دئے کپڑے دیکھ کر وہ بھونچکائے تاثرات لئے لیٹے سے اٹھ کر بیٹھا تھا۔

"اس قدر نفیس لباس سے مذاق کا کوئی تعلق نہیں ہے، لہٰذا کپڑے اٹھاؤ اور جلدی سے بیٹھک پہنچو تمہارے دا جی ناراض ہوں گے۔۔۔" نفی میں سر ہلاتے انھوں نے کپڑے اس کی گود میں ڈالے۔

"میں یہ نہیں پہن رہا۔۔" سیکنڈ میں کپڑے پڑے ہٹاتا وہ تخت پر واپس دراز ہوا تھا۔

"دلاور!!"

نیک بخت ! میں کوئی ایک دن کا نوشا نہیں ہوں یار اور نہ ہی آپ کہ سر تاج"
کی طرح کسی جاگیر کا سردار لگا ہوا ہوں، کم آن یہ میرا ٹیسٹ نہیں
ہے۔۔۔"اچٹی بیزار نظر کاٹن کے کڑکڑاتے شلوار قمیض اور اس پر
دھرے سکن کلر واسکوٹ پر ڈالتے وہ واپس فون سکرین کی جانب متوجہ تھا۔
اللہ نے چاہا تو اس سے کئی زیادہ بڑی جاگیر کہ سردار بنوں گے"
"تم۔۔۔
بہت شکریہ ! لیکن میں ایسا ہی بھلا، اور میرے پاس کپڑے ہیں پہن کر چلا"
جاؤں گا کچھ دیر سے۔۔۔"اس کا انداز صاف ٹالتا ہوا تھا۔
دلاور ! تم دن بدن ضدی ہوتے جا رہے ہو، میری ایک بات نہ ماننے کی تو"
معنوں قسم کھائی ہو تم نے۔۔۔"دی جان خفا سی ہو کر اس کہ پیروں کی
پاس بیٹھی تو وہ سیکنڈ میں پیر موڑ کر اٹھ بیٹھا۔
جانِ دلاور ! آپ کی ایک بات ماننا کیا آپ کیلئے تو میں اپنی ادنیٰ جان قربان"
کر سکتا ہوں، لیکن دیکھیں یہ ڈریسنگ مجھ پر بڑی عجیب لگے گی، یہ آپ کے

بڑے پوتے باران ساٹائپ ہائی فائی لوگوں کا اسٹائل ہے،اور میں ٹھہرا معمولی ساکسان آدمی۔۔۔"ان کے دونوں نحیف ہاتھ تھامتے اس نے حتیٰ المکان خود کو عام سے عام ظاہر کیا تھا۔۔

"کوئی عجیب نہیں لگے گا،بلکہ تمہاری ڈیل ڈول والی شخصیت پر جچے گا یہ لباس تم پہن کر تو دیکھو۔۔۔"دی جان نے واپس ہینگر اس کی گود میں ڈالا۔

"مطلب آپ ٹھان چکی ہیں مجھے نوشابنانے کی۔۔۔؟"

"ہاں اور نہیں تو۔۔؟جب تک ولیمہ نہیں ہوتا دولہا دلہن پرانے نہیں ہوتے ہیں۔۔"دی جان کی منطق پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

دفعتاً دروازہ ناک کر کے سرسراتے ہوئے آنچل کی مدھر سی دھن چھیڑتی ہوئی وہ کم و بیش آٹھ گھنٹے بعد اس کہ سامنے تھی وہ سرسری سی نظر سراپے سے گزارتا واپس سکرین کی جانب متوجہ ہونے کی سعی کرنے لگا لیکن اب یہ ممکن کہاں تھا۔

اچھاہوا آپ آگئی بیٹا! اب آپ ہی سنبھالیں اسے مجھے تو اس نے کسی سات" سالہ بچے کی طرح تنگ کر رکھا ہے مجال ہے جو میری ایک بات بنا ہیل و حجت مان لے یہ۔۔۔۔"

دی جان نے فوراً شکایت لگائی تو توقع کہ عین مطابق اس کی نگاہ دلاور پر گئی جو انجان بن گیا۔

وہ دی جان ہم بتانے آئے تھے کہ نیچے مہمان آگئے ہیں، اور سب آپ کی" کمی محسوس کر رہے ہیں، اگر آپ بہتر محسوس کر رہی ہیں تو۔۔۔۔"

ہاں! ہاں! میں نیچے ہی آرہی تھی۔۔آپ یہ کپڑے لیں اور اس کی مدد کر" دیں۔۔۔"انھوں نے ہینگرز اس کی سپرد کیا۔

ویسے صغریٰ باجی کو کہاں بٹھایا ہے۔۔؟ کوئی بیٹھا تو ہے ناں ان کے ساتھ۔۔؟ اور چائے ناشتہ پیش تو کیا ناں۔۔؟ ذرا کمی رہ گئی تو پھر۔۔۔۔"چادر درست کرتے ہوئے پریشانی سے پوچھتے انھوں نے آخری جملہ مقدس کہ خیال سے ادھورا چھوڑا۔

اپنے سرتاج کی سہیلی کیلئے پہلی بار کسی کو اتنا فکر مند دیکھا ہے۔۔۔۔"دلاور"
کی شریر زبان کھجلائی۔

دلاورے!! میں کہتی ہوں سدھر جاؤ۔۔۔۔"دی جان نے سرزنش"
گھوری سے نوازا جو فوراً انجان بن گیا تھا۔

مقدس اس کا انجان بننا اور دی جان کہ خشمگیں گھوری کا جائزہ لیتی ڈریسنگ
کی طرف بڑھی تھی وہاں پر سے دی جان کی تسبیح اٹھا کر انھیں تھماتی دوپٹے
کہ سرے کو خوبصورت زرقون جڑے بروچ سے پن کرنے لگی۔۔

بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ۔۔۔۔"متبسم نگاہوں سے ان کی مکمل"
تیاری دیکھتے اس نے تعریف کی جس پر دی جان جھینپ گئی تھی۔
لیکن دوسرے ہی لمحے ان کی نقوش میں خفگی در آئی۔

یہ کیا بیٹا۔۔؟آپ نے پھر کوئی زیور نہیں پہنے،بتایا تھا ناں سہاگنیں سولہ"
سنگھار سے سجی ہی بھلی لگتی ہیں،ایسے سونے ہاتھ پیر سہاگنوں کو نہیں
ساجھتے،پھر آپ تو نئی دلہن ہو۔۔لیکن نہیں یہاں میری سنتا کون

ہے۔۔؟نہیں غلطی ویسے میری ہی ہے،میں نے ہی ڈھیل دے رکھی سختی کرتی تو ایسا نہ ہوتا۔۔۔؟"لمبے چوڑے لیکچر سے دونوں کو جھاڑ پلاتے باری باری خفا نظر دونوں پر ڈالی۔

"وہ دی جان !کام تھا تو ہم نے سوچا کام ختم کر کے۔۔۔"

مرعوب آواز میں صفائی پیش کئے جانے پر دلاور کی بھویں اپر کو شوٹ ہوئی تھی۔

کہاں حکیم صاحبہ کا اسٹائل تھا مدلل انداز اور کہاں یہ صفائیاں دیتا لہجہ۔۔ مجھے نہیں معلوم۔۔دلاور تمہاری ذمہ داری ہے کہ یہ پوری طرح تیار" ہو کر نیچے آئے،اور آپ کی ذمہ داری ہے بیٹا اسے تیار کروا کر نیچے بھیجنے کی۔۔۔"دونوں کو حکم دیتی وہ اپنا چادر سنبھالتی ہوئی نکل گئی تھیں۔۔

novel jnikhat

"ان کپڑوں کو پہننے سے انکار کی وجہ۔۔۔؟"

کمرے میں آتے ہی اس نے ہینگر اس کی جانب بڑھاتے پوچھا۔

مجھے نہیں پسند۔۔۔"ہینگر اس نے صاف نظر انداز کیا تھا۔"

"لیکن ہمیں تو لگتا ہے یہ لباس آپ کو بہت سوٹ کرے گا۔"

اس کا انداز پر وثوق تھا۔

مجھے ایسا نہیں لگتا۔۔۔"وہ ہنوز انکاری تھا۔"

"ہماری مان کر پہن لیں۔۔۔"

اس کہ استحقانہ انداز پر وہ ٹھہر کر اسے دیکھے گیا۔جب وہ مزید گویا ہوئی۔

مضراب بتا رہی تھیں، دی جان نے یہ کپڑے خصوصاً آج پہننے کیلئے شہر "
سے منگوائے ہیں، آپ نہیں پہنیں گے تو ان کا دل خراب ہو گا، اور آپ ایسا
ہر گز نہیں چاہیں گے، پہن کر آجائیں نیچے سب منتظر ہیں۔ابا اور بھائی بھی
نکلنے ہی والے ہوں گے۔۔۔"اب کہ اس کے ہینگر تھامنے کا انتظار کئے بغیر
اس نے ہینگر اس کے بازو پر رکھا تھا۔

جواباً وہ ساری سرکشی بھلاتا خاموشی سے واش روم کی جانب چل دیا تھا۔

پیچھے معرکہ سر ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتی وہ دی جان کی پسند کو مد نظر رکھتی ہوئی گاجری رنگ کا بھاری جوڑا لیکر ڈریسنگ میں بند ہوئی تھی۔۔

کچھ دیر سے وہ جھنجھلایا ہوا اسکوٹ کہ بٹن سے الجھتا ہوا واش روم سے برآمد ہوا تھا۔

لیکن جیسے ہی بٹنز جھنجھلائی نگاہ بھٹک کر سامنے کی جانب اٹھی معنوں دھڑکنیں دھڑکنے کا ہنر بھول گئی۔

ڈریسنگ کہ مقابل اپنے دراز زلفوں سے الجھی وہ اپسرا آنکھوں میں تراوٹ بن کر اترتی اس کی قلب وجاں پر طلسم پھوک چکی تھی۔

وہ مبہوت سا بے آواز قدم اٹھاتا اس کے پشت پر آن کھڑا ہوا تھا۔

وہ اپنی ہی دھن میں دراز گیسوں کو بار بار گھما کر جوڑے کی شکل دینے کی کوشش میں ہلکان تھی جس کی لٹیں ریشم کی طرح کبھی ادھر سے تو کبھی ادھر سے اس کی مرمری انگلیوں کی گرفت سے پھسل کر، سراہی دار گردن و

چہرے کہ جاذب خدوخال سے بے باکی سے لپٹتے اسے ہراساں کر رہے تھے۔

وہ اتنے مہینوں کی شب و روز کہ ساتھ میں آج سہی طرح سے اس کے بال دیکھ رہا تھا جو اس قدر خوبصورت تھے کہ دل انھیں چھونے کیلئے ہٹ دھرمی سے مچل پڑا تھا۔

باغی دل کی بے خودی و بے اختیاری کا عالم ایسا تھا کہ کب پہلو میں گرا ہاتھ اٹھا اور کب اس کی پشت پر بکھرے زلفوں تک پہنچا اسے خبر تک نہیں ہوئی۔۔

آ۔۔آپ۔۔۔آپ کب آئے۔۔۔؟"پشت پر ٹھہرے بھاری ہاتھ پر وہ" بدک کر دور ہوئی تھی۔

"میں۔۔میں۔۔ابھی۔۔۔"

اپنی بے اختیاری پر خفت کا شکار ہوتے اس نے گلا کھنکار کر زاویہ نظر بدلنا چاہا۔ لیکن مقابل کہ ملیحہ چہرے پر حیا و حجاب کہ اتنے دلکش رنگ بکھرے ہوئے تھے کہ نگاہوں نے اس دلبر انظارے سے ہٹنے سے صاف انکار کر دیا

تھا۔تضاداس کی گھنیری پلکوں کا حیاسے لغزش کا شکار ہو کر گلاب عارضوں پر جھک جھک جانا۔

"آپ کی تیاری مکمل نہیں ہے۔۔۔؟"

کمرے میں بکھرتی معنٰی خیزی میں دراڑ ڈالتے اس نے مشکل سے نگاہوں کا زاویہ آئینہ پر مرکوز کیا تھا۔

لیکن آج شائد مخمور نگاہوں کی مراد بر آنے کا دن تھا وہاں بھی اسی کا کندن عکس جگ مگا کرتا اس کہ قرار لوٹ رہا تھا۔۔

"بس! بس آخری مراحل میں ہے ہماری تیاری۔۔۔"

بالوں کو جیسے تیسے سمیٹ کر پشت پر ڈالتے اس نے بیڈ سے اسکارف اٹھا کر اچھی طرح چہرے و گردن کہ گرد لپیٹا تھا۔

دلاور اس کی پریشانی اور اپنی نگاہوں کی من مانی کہ خیال سے جلدی جلدی بالوں میں برش پھیرتا پرفیوم چھڑک کر گھڑی اٹھاتا ہوا دروازے کی سمت بڑھا تھا۔

"آپ۔۔آپ ایسے جائیں گے۔۔۔؟"

کیوں کوئی مسئلہ ہے۔۔۔؟"پشت سے ابھری آواز پر وہ ایڑیوں کہ بل" نا سمجھی کی سلوٹیں لئے مڑا۔

"مسئلہ تو نہیں۔۔پڑ آپ کہ واسکورٹ کہ سارے بٹنز کھلے ہیں۔۔۔"

اس سے کیا ہوتا ہے۔۔۔؟"اک نظر کھلے بٹنز پر ڈالتے اس نے لاپرواہی" سے شانے اچکائے۔

جواباً نفی میں سر ہلاتی وہ قریب آئی تھی۔

ہوتا کچھ نہیں، لیکن یہ بٹنز بند زیادہ اچھے لگتے ہیں، اور اگر یہ کھلے رہیں گے" تو آپ کو ڈسٹرب کریں گے، جتنا ہم آپ کو جانتے ہیں آپ الجھن سلجھانے "کہ بجائے، الجھن کی جڑ ہی کاٹ دینے میں یقین رکھتے ہیں۔۔۔۔

تینوں بٹنز لگاتے ایڑیوں کہ بل اونچا ہو کر کالر درست کرتے اس نے اپنا اس کی شخصیت کہ متعلق بنا تجزیہ بڑے ہی وثوق سے گوش گزار کیا تھا۔

"کچھ زیادہ نہیں جاننے لگی ہیں آپ مجھے۔۔۔۔؟"

اپنے کالر پر دھرے اس کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھتے اس نے جگر جگر کرتی نگاہیں اس کی پر اعتماد نگاہوں سے چار کیا۔

کاش ایک خواہش پوری ہو،

عبادت کہ بغیر،

تم آکر میرے گلے لگو،

!!اجازت کہ بغیر

آپ۔۔آپ کو دیر ہو رہی ہے۔۔"پر تپش نگاہوں سے موم کی مانند پگھلتے " اس نے کمزور سی مزاہمت کی۔

پہلے مجھے دیر ہونے کہ اسباب دیتی ہیں،اور پھر الزام۔۔کھلا تضاد نہیں"

یہ۔۔۔۔؟"شکوہ براہی دل لبھتا ہوا تھا۔

جی۔۔۔۔؟"مقدس کی آنکھیں اس ذو معنویت پر پھیلی۔۔"

جی!!آپ تیار ہو جائیں نیچے دی جان منتظر ہیں آپ کی۔"سرعت سے"
حصار ہٹاتے وہ دروازے کی سمت چل دیا تھا۔
"نجانے انھیں آج کل کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔؟"
وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی واپس آئینہ کہ مقابل آکر بالوں سے الجھنے لگی۔
بالوں کا جوڑا بنا کر حجاب کیپ سے سیکیور کرتے اب اس کا اگلا ہدف تھا زرتار کا بھاری دوپٹہ جو کم از کم اس کی اکلوتی جان سے سیٹ نہیں ہونا تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ وہاں دوسرا وجود کوئی نہیں تھا۔
اللہ کا نام لیتی وہ خود اس معرکہ کو سر کرنے کیلئے تگ و دو میں لگی لیکن کچھ خاص افاقہ ہوتا نظر آ نہیں رہا تھا۔
دفعتاً ایک مرتبہ پھر دروازہ کھلا اور دلاور عجلت میں داخل ہوا۔
میں اپنا فون یہی بھول گیا تھا۔۔۔؟"اس کی سوالیہ نظر کا جواب دیتا ہوا وہ"
بیڈ کی جانب بڑھ گیا تھا۔

کوئی مسئلہ ہے آپ کو۔۔۔۔؟"اس کی شفاف جبیں کہ بل یاد کرتے اس"
کہ قدم دہلیز پر منجمد ہوئے۔
نہیں! ہمارا مطلب ہے تھوڑا سا ہے۔۔آپ اگر جاتے ہوئے"
"مضراب، نیلم یا پھر کسی ملازمہ کو بھیج دیں تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟
جھجھکتے اس نے مدعا رکھا۔
وہ لوگ خالص زنانہ قسم کی محفل میں موجود ہوں گی، اور وہاں مردوں کی"
آمدورفت ممنوع ہے۔۔۔۔"اس کی الجھن زدہ چہرے پر نظریں مرکوز کئے
ہی بتایا۔
ہاں! ہم تو بھول ہی گئے، کوئی نہیں بس یہ دوپٹہ پکڑنا ہی تھا، تقریباً ہو چکا"
ہے سو ہم کرلیں گے۔۔۔"مبہم انداز میں جواب دیتی وہ واپس دوپٹے کہ
ساتھ دو دو ہاتھ میں جت گئی تھی۔
مجھے بتادیں، میں پکڑ دیتا ہوں۔۔۔۔"اسے پریشان دیکھ کر قدم دہلیز"
چھوڑنے سے انکاری ہوئے تو وہ مجبوراً پیش کش لئے قریب آیا تھا۔

"جی۔۔۔آپ۔۔۔۔؟"

حریف زادے کی ایسی پیش کش پر کوئی بھی ہوش مند خش کھا کر گر سکتا تھا پھر مقدس کوئی الگ تھوڑی تھی۔

"دی جان منتظر ہیں نیچے آپ کی۔۔۔اور معظم کی دادی تاخیر پر آپ کی کلاس لگا سکتی ہیں، کیونکہ وہ ہماری دی جان جیسی نرم خو مزاج ہر گز نہیں رکھتی۔۔۔"

فون بیڈ پر اچھال کر ہاتھ آگے کرتے اس نے ڈرایا پس پردہ جتایا کہ آفر فقط آپ کی بچاؤ کیلئے ہے۔

کھلنے سے وہ اب بھی انکاری تھا اور چھپنے کا اب کوئی جائے پناہ رہا نہیں تھا۔

"دوپٹے کا ایک سرا اس کی جانب بڑھاتے "معظم بھائی کی دادی۔۔۔۔؟" اس نے سوالیہ نگاہ اٹھائی۔

"صغریٰ دادی، معظم کی دادی سا، اور داجی محترم کی اکلوتی خرانٹ قسم کی عم زاد، جو کبھی داجی کی منہ بولی منگیتر بھی رہ چکی ہیں۔۔۔"

واقعی۔۔۔؟ہمیں نہیں معلوم تھا معظم بھائی سا سے آپ کا اتنا قریبی تعلق"
ہے۔۔۔؟"وہ حیران ہوئی تھی۔
وہ شائد اس لئے کہ دونوں مرتبہ جب حویلی میں دعوت ہوئی تھی وہ اپنی"
"بیٹی کہ وہاں دوبئ گئی ہوئی تھیں،۔۔۔

اس نے مزید بتایا۔

پھر اس کی مدد کرتے ہوئے خلاف معمول وہ کچھ نہ کچھ بتاتا رہا تھا۔شائد وہ فضا کو لے بدلنے نہیں دینا چاہتا تھا کیونکہ یہ وقت بے اختیاریوں پر لبیک کہنے کا نہیں تھا۔

دوپٹہ اچھی طرح سے پن اپ کرنے کہ بعد اس نے مہارت سے پستہ رنگ کا حجاب خوبصورتی سے دلکش چہرے کہ گرد لپیٹا تھا۔

پھر دی جان کی خوشندی کیلئے باری باری کلائیوں میں جڑاؤ کنگن

چڑھاتے،نازک انگلیوں کو آنکھوں کو خیرا کرتی انگوٹھیوں سے سجا کر آئینہ

میں اپنا مکمل جائزہ لینے متوجہ ہوئی تو اپنی عین پشت پر کسی شجر مہربان کی طرح اس کا دراز سراپا سایہ فگن دیکھ دل ٹھہرا۔

اس کی اپنے سراپے پر مرکوز نگاہیں دیکھ جھینپ کر اس نے زیر لب 'ماشاءاللہ' کہا تھا۔۔

آپ کی سولہ سنگھار پر جس کا اوّلین حق ہو، اس کی مخمور نگاہوں میں پسندیدگی کہ رنگ دیکھ گلستانِ دل کی شادمانی کہ عالم کی ترجمانی کرنا الفاظ کہ بس کا کھیل نہیں ہوتا ہے۔

منتشر دھڑکنیں ایک دوسرے سے الجھتی سلونا ساز چھیڑنے لگی جس پر وہ گھبرا کر حیا آلود سرشار نگاہیں جھکاتی ہوئی مڑی تو پیشانی اس کی ٹھوڑی سے بے ارادہ ہی ٹکرائی۔ اور تبھی دلاور نے ٹھوڑی کو تھوڑا جھکایا تھا اور اس کہ عنابی لب حق سے اس کی ملیحہ پیشانی پر نرم چھاپ چھوڑتے ہوئے اس کا پور پور مہکا گئے تھے۔

"آجائیں۔۔۔۔"

بیڈ سے فون اٹھاتا وہ اس لمحے کی مستی و مسرور میں کھویا واپسی کیلئے مڑا تو وہ بھی اس کی پیروی کرنے لگی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

زینے اترتے ہی قسمت سے اسے کچن سے برآمد ہوئی رضوانہ بیگم مل گئی تھی جو بڑی دادی سا (صغریٰ بھٹی) کیلئے ان کی خاص اجزاء ترکیبی سے بنا قہوا لینے آئی ہوئی تھی۔

ان کی ہمراہی میں اس نے اس مخصوص حصے میں قدم رکھا تھا۔

جہاں ملازم سمیت تقریباً سبھی مہمان خواتین نشستہ تھیں۔

لیکن محفل کا ماحول قطعی بھی خواتین کی مخصوص گیدرنگ جیسا خوش گپیوں، چغلیوں، خود پسندانہ گفتگو سے چہکتا ہوا نہیں تھا۔

بلکہ سب اپنی جگہ مودب و خاموش بیٹھے تھے۔

یہ گو کہ ایک ناممکن سا نقشہ تھا۔

کہنے کیلئے بھی تو مشہور معقولہ ہے چار عورتیں ایک جگہ خاموش نہیں بیٹھ سکتی۔

لیکن یہاں یہ معقولہ غلط ثابت ہوا تھا وجہ تھی بڑی دادی ساکی رعب ودبدبہ والی شخصیت۔۔

جو تخت پر دی جان کہ ساتھ کچھ اس طرح کروفر سے بیٹھی تھی کہ نہ ہونے والا بھی مرعوب ہو جائے۔

سلام کروانھیں۔۔"رضوانہ بیگم اس کہ قریب دھیرے سے بولیں۔"

جس پر اثبات میں سر ہلاتے اس نے مبہم آواز میں سلام کیا تھا جو خاموشی کہ باعث کم وبیش سبھی حاضرین کی سماعت میں اترا تھا۔

"چشم بددور!!ماننا پڑے گا حاجرہ، آپ نے ہمارے پوتے کیلئے بہو واقعی میں لاکھوں میں ایک ڈھونڈی ہے۔۔۔"جانچتی نگاہوں سے اس کا سرتاپا جائزہ لیتے انھوں نے دی جان کی جانب دیکھا۔الفاظ بھلے ستائشی تھے لیکن چہرے پر خوشنما ومتاثر کن تاثرات ڈھونڈنے سے ناپید تھے۔

یہ آپ کی ہم سے پہلی ملاقات ہے، ہم آپ کے داجی کی عم زاد"
ہیں۔۔یہاں سب ہمیں بڑی دادی سا کہتے ہیں، آپ بھی اب سے یہی کہا
کریں گی۔۔۔"اسے مقابل بیٹھنے کا اشارہ کرتے انھوں حکمیہ انداز میں اپنا
فخریہ تعارف دیا تھا۔۔

ہم اپنے سخت اصولوں کیلئے عثمانی خاندان میں مشہور ہیں، اب شہرت اچھی"
ہے یا بری، اس ثانوی پہلو پر ہم توجہ دینا قطعی غیر اہم جانتے ہیں، ہمیں انتظار
کہ نام سے شدید کوفت ہوتی ہے، اسی لئے تاخیر کرنے والے ہمیں کچھ
"خاص نہیں بھاتے۔۔۔۔

ہم معذرت چاہتے ہیں۔۔۔"ان کہ زور ڈال کر جتانے پر اس نے در پیش"
مسائل کہ تفصیل بتانے کہ بجائے معذرت کیا تھا۔

ہمیں پسند آیا آپ کا انداز۔۔ ہمیں تاویلیں پیش کرنے والے، تاخیر کرنے"
والوں سے بھی زیادہ برے لگتے ہیں۔۔۔۔۔"اسی دبنگ انداز میں انھوں
نے اپنا ایک اور سخت اصول اجاگر کیا۔

جس پر دی جان نے پہلو بدلہ تھا۔

سب بڑی دادی سا کہ مزاج کی نشیب و فراز سے واقف تھے لہٰذا محتاط رہتے تھے بس مقدس کو بتانے کا انھیں موقع نہیں ملا تھا مہمانوں میں الجھ کر۔ جس کا اب دی جان کو ملال ہو رہا تھا ساتھ شکر بھی کر رہی تھی کہ وہ سوجھ بوجھ سے کام لے رہی ہے۔

"دلاور کہاں ہے۔۔۔؟"

"وہ بیٹھک گئے ہیں۔۔۔"

اسے بڑوں کو آکر سلام کرنا آپ نے ابھی تک نہیں سکھایا حاجرہ حیرت" ہے۔۔۔؟" مقدس پر سے نظر ہٹاتے انھوں نے دی جان پر نظر ڈالی۔

ایسی بات نہیں ہے، کٹائی و بوائی کا موسم ہے تو صبح سے وہ کھیتوں میں ہی" تھا، ابھی آیا تو تیار ہو کر بیٹھک میں حاضری لگانے گیا ہے، آپ سے مل لے گا آکر کچھ دیر میں معظم کہ ساتھ۔۔۔" دی جان نے حلاوت آمیز مسکراہٹ سنگ جواز تراشا۔

جس پر انھوں نے ہنکار بھرا تھا۔

مضراب، نیلم، بھابی کو لیکر جاؤ، وہ بھلا کیا کرے گی ہمارے"

درمیان۔۔۔"لگے ہاتھوں انھوں نے مقدس کی بھی جان خلاصی کروائی تھی۔

ہمم!! موقع مناسب ہے، ہمیں ایک دو اہم فیصلوں میں آپ کی اور تاجور"

کی زبانی کلامی رضامندی درکار تھی۔۔۔"مضراب پر نظرِ خاص ڈالتے

انھوں نے ذو معنٰی انداز اپنایا تو دی جان نے فقط مسکانے پر اکتفا کیا تھا۔

جبکہ دونوں بہنوں سمیت ناظمہ عثمانی نے گہرے راز کھولتی نگاہوں کا تبادلہ کیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

ڈھلتے سورج چڑھتے چاند کہ ساتھ تقریب کی رونقوں میں بھی چار چاند لگتے گئے تھے۔

کھانے کہ دوران داجی نے فخر سے پھولے سینے کہ ساتھ اگلے مہینے اپنے دونوں پوتوں کی عالی شان ولیمے کی تقریب کا اعلان کیا تھا۔ عثمانی خاندان کہ زیر سرداری آنے والے آس پاس کے چالیس گاؤں میں عام دعوت کا انتظام ہونے والا تھا۔

جبکہ خصوصی طور پر دوسرے شہر و گاؤں کہ مہمان الگ سے مدعو کئے جانے والے تھے۔

سردار تاجور عثمانی کی پوتوں کا ولیمہ تھا، عثمانی خاندان کی اگلی نسل کی پہلی خوشی، جشن کا سماں آسمان کی بلندیوں زمین وسعتوں کو چھوتا ہوا سالہا سال یاد رکھ لینے والا تو ہونا ہی تھا۔

گو کہ نہایت ہی سرسری انداز میں تقریب خاکہ کھینچا تھا داجی نے۔ لیکن پھر بھی لوگوں کہ تصورات کی دریچے جوش و تجسس کی بلندیوں کو چھونے نکل پڑے تھے، اصل سماں جب بندھتا تو بلاشبہ عقل حیران رہ جانے والی تھی۔۔

شادی کہ پانچ چھ مہینے بعد اللہ اللہ کر کے تو ولیمے کی ڈیٹ فائنل ہوئی"
ہے، شکرانے کہ نوافل نہ سہی تھوڑا مسکرا ہی لو، کم از کم عوام کو لگے کہ
شادی بھلے گن پوائنٹ پر ہوئی تھی، ولیمہ میں رضا و جزا دونوں شامل

"ہے۔۔۔۔۔۔۔

گہما گہمی والے حصے سے بالکل الگ تھلگ گارڈن کہ قدرے تاریک حصے میں بیزار بیٹھے دلاور کہ قریب آتے معظم نے اظہار افسوس کیا تھا۔

رضا و جزا کی شمولیت کا تمہیں الہام ہوا ہے یا بنفس نفیس تمہیں بتایا"
تھا۔۔۔؟"اس کہ ہاتھ سے سوفٹ ڈرنک کا گلاس لیتے اس نے سپاٹ سا سوال کیا۔

تو کیا ولیمہ بھی گن پوائنٹ پر ہو رہا ہے، اور وہ جو تم بھابی کی فکر میں پتلے"
ہو رہے تھے وہ سب اداکاری تھی بس۔۔؟"معظم کی بھی تیوریاں چڑھی تھی۔

اداکاری تمہاری اضافی خصوصیت ہے۔۔۔"اس کے لہجے میں ناگواریت" تھی۔

"تو پھر۔۔۔؟"

"عثمانی خاندان کی وسیع جاگیر کا تنکا بھی میری ذات پر خرچ ہو یہ میرے لئے ناقابل برداشت ہے، تضاد یہ وسائل کا بے دریغ زیاں، دکھاوا، بے وجہ کا تام جھام۔۔میری بلا سے اس خاندان کہ وارثین اپنی ساری جاگیر کو آگ لگا کر ہاتھ سیک لیں، بس شرط اتنی ہے کہ اس کی بھاپ بھی میرے وجود کو نہ چھوئے۔۔۔"اس کے لہجے میں کڑواہٹ ہی کڑواہٹ تھی۔

ساتھ شریانوں کا پھولنا اس کی اندرونی جھکڑ پکڑ کا غماز تھا۔

"داجی خوشی سے کرنا چاہتے ہیں، تم ایسا کیوں سوچتے ہو۔۔۔؟تم بھی مانتے ہوئے باقی سب کا رویہ تمہارے ساتھ جیسا بھی رہا ہو، داجی نے کبھی تمہارے اور باقی سب کہ بیچ فرق نہیں کیا۔۔"معظم نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

وہ کرتے بھی تو مجھے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔۔۔"اس نے تنفر زدہ ہنکار"

بھرا تھا۔

جس پر معظم تاسف سے اس کا بے تاثر چہرہ دیکھے گیا۔

پھر موضوع بدلنے کہ غرض سے گویا ہوا۔

ویسے تمہارے سالے صاحب سے ملا تھا، ماننا پڑے گا کافی دلچسپ ہونے کہ "
ساتھ ہی ساتھ خاصے مشکل بھی ہے، ان سے سبقت لیجانا خاصا مشکل ہے،
"قائل کرنے میں مہارت رکھتے ہیں سائیکاٹرسٹ صاحب۔۔۔۔۔

ہمم!!"بشاش لہجے میں ہوئے تجزیہ پر دلاور کہ بھینچے نقوش میں نمایاں"
تغیرات آئے تھے۔

ساتھ ذہن کہ پردے پر وہ سلونا سا سراپا لہراتا پتلیوں پر چھائی غصہ و تنفر کی
دھند کو مخمور چمک میں بدل گیا تھا۔

اسے اس چنگیزی فیز سے نکل کر تصور میں محو دیکھ معظم نے پر سکون سانس فضا کہ سپرد کرتے ادھر ادھر نگاہ دوڑانا شروع کیا تو آسمان پر ٹنگے سفید گولے سے نگاہ ہوتی ہوئی چاندنی میں نہائی بالکنی پر جا ٹھہری۔

درمیانی فاصلہ زیادہ ہونے کہ باعث نیم تاریکی میں ڈوبے وجود کی شناخت گو کہ مشکل تھی لیکن معظم بھٹی کی آنکھوں میں چمک لبوں پر کچھ بہت قیمتی پالینے کی الوہی مسکراہٹ تازہ کلی کی مانند چٹخی تھی۔

وہ بنا دوسری نظر دلاور پر ڈالے حویلی کی عقبی حصے کی طرف بڑھ گیا

تھا۔ جہاں سے بالائی منزل پر جانے کیلئے الگ سے زینے بنائے گئے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓐⓣ

محبت میں اذیت کے کئی پہلو سہی لیکن

تعلق توڑنا بھی تو بڑا آزار ہے جاناں

مجھے جرمِ محبت کی سزا چاہے ملے جتنی

!! مجھے اقرار ہے، اقرار ہے، اقرار ہے جاناں

آپ کو تنہائی بہت زیادہ پسند ہے یا محفلیں شدید ناپسند؟ ورنہ اتنا خوشگوار" ماحول، ترک محفل کی پذیرائی تو نہیں کر سکتا۔"اس کہ برابر کھڑے ہوتے اس نے سیڑھیاں چڑھنے کہ باعث اکھڑی اکھڑی سانسوں کو ہموار کرتے قدرے دوستانہ لہجہ اپنایا تھا۔

اپنی پسند و نہ پسند میں اجنبیوں کی دلچسپی کو میں کبھی نہیں سراہتی، اور اپنی" تنہائی میں مخل ہونے والے مجھے سخت زہر لگتے ہیں۔۔"نگاہیں چاند پر مرکوز کئے ہی اس نے شدید ناگواریت کہ اظہار میں ذرا مروت سے کام نہیں لیا تھا۔

معذرت پر ارادتاً میں ایسا نہیں کرتا۔۔۔"وہ کھسیا کر ہنستا اس کے برابر کھڑا" ہوا تھا۔

بلاارادہ آپ اتنے سارے اتفاقات میں ملوث ہو جاتے ہیں، ارادتاً تو آپ" کسی کا بھی جیناد و بھر کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔"ترچھی تیکھی نظر ڈالتے اس نے بھرپور شرمندہ کرنے کی کوشش کی جواباً معظم پیچھے سر گرا کر ہنستا چلا گیا تھا۔

میرا نہیں خیال میرے الفاظ میں مزح کا عنصر شامل تھا۔"اس کے تیور" مزید خراب ہوئے تھے۔

میں نے کب کہا سارے اتفاقات تھے۔۔۔؟"ہنسی ضبط کرتے اس نے" اس کا ضبط سے گلنار چہرہ فوکس میں لیا۔

"پھر۔۔۔؟"

تجسس، دلچسپی، شوق و اشتیاق جیسے عوامل ہوتے ہیں، جو انسان کو مجبور" کرتے ہیں غیر ارادی افعال میں ملوث ہونے کیلئے۔۔۔"اس کہ ناگوار تاثرات دیکھتے ہوئے بھی وہ دل کی بات لبوں تک لے آیا تھا۔

میرا نہیں خیال میری ذات میں ایسے اسرار پوشیدہ ہیں جو ان عوامل کو اپیل" کرے۔۔۔"اس کے خشک لہجے میں واضح سرزنش تھی۔

خود سے حد درجہ بے خبری بھی اوروں کی تجسس کو ہوا دیتی ہے۔۔۔"وہ"
قائل کرنے پر مصر تھا۔

بسا اوقات ایسی بے خبری شامت کو بھی دعوت دے دیا کرتی"
ہے۔۔۔"چاند کہ حالے کو توڑتی ہوئی وہ کاٹ دار لہجے میں ذو معنویت لئے
اب کہ پوری کی پوری اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

ہونہ! حیرت ہے۔۔۔؟"اس کی نا سمجھی پر اس کہ تراشیدہ لبوں کا استہزائیہ"
مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

ہا!!! یہ تو وہی بات ہو گئی بھٹی صاحب! جانے تو جانے گل ہی نہ جانے باغ"
تو سارا جانے، اسی لئے شائد بزرگ کہہ گئے ہیں اوروں کی خبر گیری میں اتنا
نہیں محو ہو جانا چاہئے کہ آپ خود کی خبر رکھنا بھول جائیں۔۔۔"اس کے
نا فہم تاثرات رخسار کی لہجے کی تنفر زدہ کاٹ میں خطیر اضافے کا باعث
بنے۔۔

میں اب بھی کچھ نہیں سمجھا آپ واضح بات کر سکتی ہیں۔۔۔؟"اس کی"
بشاشیت رخسار کہ لب ولہجے نے دھواں کیا تھا۔
آپ کی دادی سا نے مضراب عثمانی کو آپ کیلئے مانگا ہے، خواتین میں"
معاملات تقریباً طئے پا چکے ہیں، اور قوی امکان ہے کل داجی اس پر آفیشیل کی
مہر ثبت کر دیں گے، لہٰذا آپ اپنا قیمتی وقت اپنی متوقع منگیتر پر صرف
"کریں، بجائے میرا وقت خراب کرنے میں ضائع کرنے کہ۔۔۔
بڑے ہی اطمینان سے اس کی سماعت پر ایٹمی دھماکہ کرتی وہ سرعت سے مڑ
کر سیڑھیوں کی سمت بڑھی تھی۔
میں قطعی دادی سا کہ ارادوں سے بے خبر ہوں، لیکن اتنا جانتا ہوں وہ بنا"
"میری مرضی جانے کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھائیں گی۔۔۔
پہلی سیڑھی پر اسکا راستہ روکتے اس نے اپنے جذبوں کی صداقت ثابت کرنا
چاہا تھا یا صفائی پیش کی تھی تفریق مشکل تھا۔

لیکن جیسے اس کہ پسینے سے دھلے چہرے پر حوادث کی کیفیت بکھری ہوئی تھی رخسار عثمانی کی جگہ کوئی عام لڑکی ہوتی تو اپنے بخت پر ناز کرتی۔۔

یہ آپ کا انتہائی ذاتی معاملہ ہے، اور اوروں کی ذاتیت میں دلچسپی لینا میرا" شیوہ نہیں۔۔۔"وہ صاف اجنبی ہو گئی۔

جس پر ہمیشہ ہنستے ہنساتے رہنے والے معظم بھٹی کہ چہرے پر اذیت کی کرچیاں بکھری تھی۔

من پسند ہستی کی بے اعتنائی زہریلا تیر جگر میں پیوست ہونے سے کئی گنا زیادہ تڑپاتی ہے۔

میں آپ کو پسند کرتا ہوں رخسار، کب سے، کیوں، اور کتنا جیسے سوالوں کا" میرے پاس نہ جواب ہے نہ حساب، بس اتنا جانتا ہوں، میں تاحیات آپ کی ہمراہی چاہتا ہوں، اور آج میں یہاں آپ کی اجازت لینے آیا تھا، تاکہ دادی سا سے بات کر سکوں۔۔۔۔"مزید لمحہ زائع کئے بغیر اس نے دل کہ نہاخانوں

میں نجانے کب سے دفن راز کو الفاظ کی موتی میں پرو کر اس چاند میں نہائی کٹھور لڑکی کی ہتھیلی پر رکھا تھا۔

جواباً رخسار نے ضبط کہ پہرے کڑے کرتے دانت پر دانت جما کر سرخ نگاہ مقابل کی جانب اٹھائی جس کارواں رواں آس لگائے امید کا ایک اشارہ چاہ رہا تھا۔

فراخ پیشانی پسینہ سے تربتر تھی، تنفس معمول سے بے حال تھا۔آنکھوں میں جذبوں کا آباد جہاں، لبوں تک پھڑ پھڑاتی بہت سی ان کہی باتیں۔

واقعی اگر مقابل رخسار عثمانی نہ ہوتی تو ان جذبوں کی صداقت کہ آگے تسخیر ہو جاتی۔

آخر کون لڑکی نہیں چاہتی ایک دل کی گہرائیوں سے طلبگار شخص۔۔۔؟

لیکن ملال یہ تھا کہ مقابل رخسار عثمانی تھی۔۔۔۔۔

"میری پرواز کا رخ آپ کی سلطنت کہ آسمان سے ہو کر نہیں گزرتا۔۔۔"

پتھروں میں دڑاڑیں ڈالتا کٹھور جواب مقابل کی سماعت میں انڈیل کر وہ دو دو سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی اتر گئی تھی۔

, محبت کھیل ایسا ہے

جہاں سب ہار کے جیتے

, یہ بازی ہم بھی ہاریں گے

!! یہ ہر میدان کہتا ہے

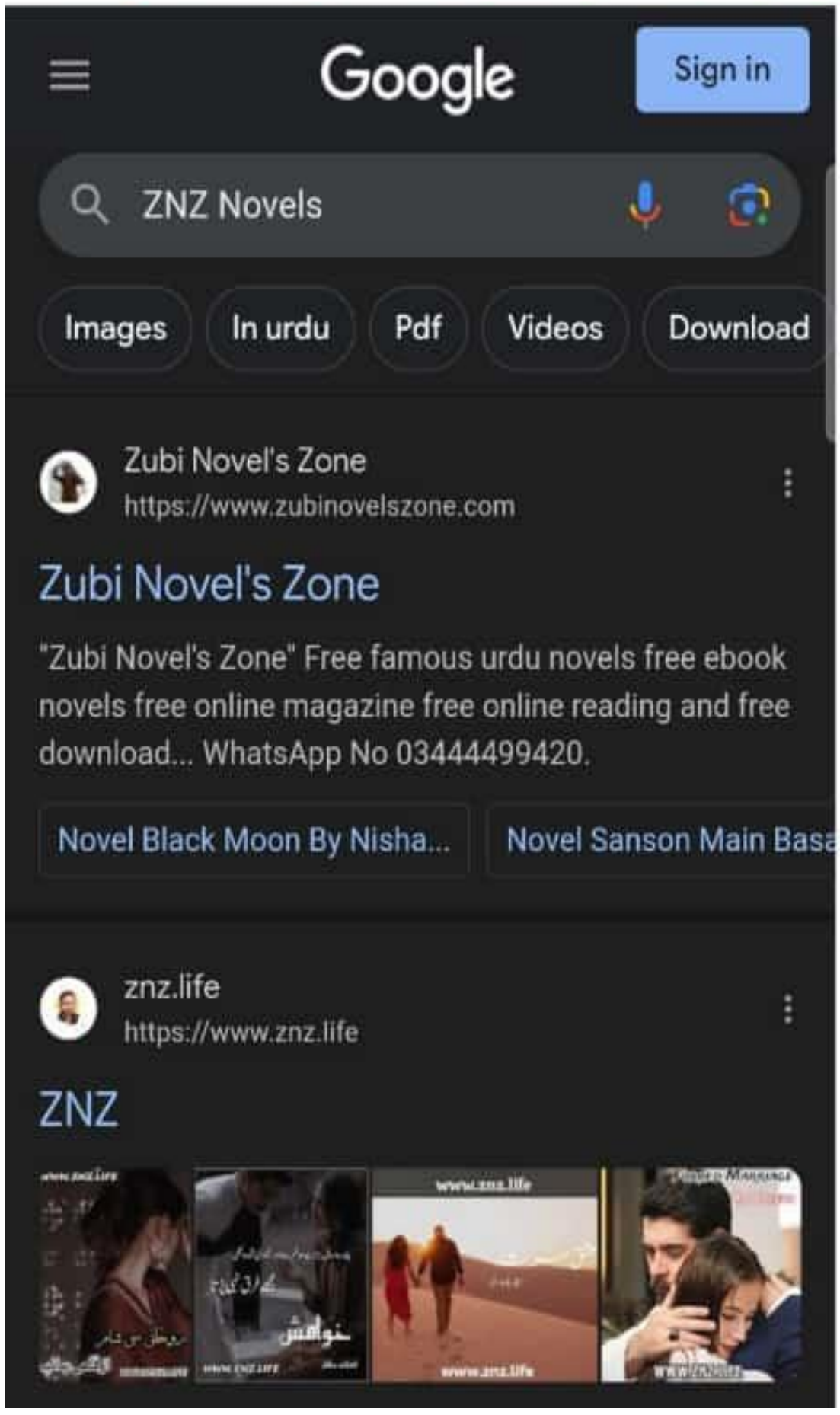
مجھے اپنے جذبوں پر بھروسہ ہے، وہ آپ کی پرواز کا رخ بھی بدل دیں گے "

"اور دل بھی۔۔۔۔

کئی ساعت بت کی مانند ساکت و صامت کھڑا رہنے کہ بعد اس نے از سر نو خود کو مصمم ارادے سنگ بیدار کیا تھا۔

اگر آپ ناول پڑھنے کے شوقین ہیں تو ہم آپکے لئے لائے ہے دنیا کا سب سے بڑا ناولز کا مشہور ویب سائٹ جہاں سے آپ دنیا جہاں کے مزے کے ناولز پڑھ اور ڈاؤنلوڈ کر سکتے ہے جو ناولز آپکو کہی کسی اور ویب سائٹ سے نہیں ملے گے

ZUBINOVELSZONE.COM 👉 ZNZ.LIFE



تو دیر کس بات کی ابھی گوگل پر جائے اور ٹائپ کریں

ZNZ NOVELS

ٹوپ پر دو ویب سائٹ آجائے گے جسکی سکرین شاٹ آپ سامنے دیکھ سکتے ہے کوئی بھی ایک سائٹ وزٹ کریں اور اپنے پسند کا ناول سرچ کر کے بآسانی ڈاؤنلوڈ کر کے پڑھ لیں

مذید کے لئے رابطہ کریں

0344 4499420

محبت کھیل ایسا ھے,

جہاں سب ہار کے جیتے

یہ بازی ہم بھی ہاریں گے,

یہ ہر میدان کہتا ھے!!

"مجھے اپنے جذبوں پر بھروسہ ہے،وہ آپ کی پرواز کا رخ بھی بدل دیں گے اور دل بھی۔۔۔۔"

کئی ساعت بت کی مانند ساکت وصامت کھڑا رہنے کہ بعد اس نے از سر نو خود کو مصمم ارادے سنگ بیدار کیا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔۔مجھے اب تک یقین نہیں آرہا، مقدس بھابی کو دادی ساکا نہیں معلوم۔۔ہاہاہا۔۔۔۔"

جیسے ہی ان سب کو بزرگوں کی محفل سے چھٹکارا ملا تھا کچن میں اپنی مخصوص جگہ پر جمع ہو کر مقدس کی بے خبری کا مزح لینے بیٹھ گئے تھے۔

"ایسی بات نہیں ہے۔لیکن کبھی کسی کی زبانی ان کا ذکر نہیں سنا تو۔۔۔۔۔"وہ کھسیائی ہوئی تھی۔

"ان کی دہشت ہی ایسی ہے کہ،لوگ ان کے ذکر سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔۔۔"چائے کی چسکیاں لیتے مضراب نے شانے اچکائے۔

"اور موسم کے اشارے کہتے ہیں کے عنقریب کسی کو ان کی دہشت کے سایہ تلے ساری زندگی گزارنی ہو گی۔۔۔۔۔۔۔"

شمرانہ نے ذو معنویت سے اس کے شانے سے شانہ ٹکرایا۔ساتھ بقیہ لڑکیوں نے ہوٹنگ کر کے تائید کی،

جس پر مضراب کے لب بھینچے تھے۔

نیلم لوگوں کے بات کو مزید طول دینے سے پہلے ہی وہاں خاموش بیٹھی میرال نے مداخلت کی تھی۔

"دادی سا،داجی کی اکلوتی عم زاد ہیں،داجی سمیت پورا خاندان انھیں بہت مانتا ہے،خاندان کی اندرونی معاملات میں ان کی رائے کو اوّلیں ترجیح دی جاتی ہے،ان کی اکلوتی بیٹی دوبئ ہوتی ہیں،چند ماہ قبل ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا،اس لئے آپ کی شادی یا دیگر تقاریب میں شرکت نہیں کر پائیں،ورنہ وہ ہر ایک دو

مہینے میں لازمی ایک چکر لگاتی ہیں۔۔۔۔۔"میرال نے سب کے ٹکڑوں میں دی گئی معلومات کو یکجا کر کے سبھاؤ سے بتایا تھا۔

"ہماری کومل بھابی سا نے انتہائی کومل سا تعارف دیا ہے اپنی ہی طرح۔۔۔"کسی کزن نے نفیس سے انداز پر جملہ کسا تو میرال جھینپ سی گئی۔

"دراصل غلط یہ بھی نہیں، لیکن یہ تھیوریٹیکل تعارف تھا دادی سا کا، اور پریکٹیکلی متعارف آپ بنفس نفیس ہو چکی ہیں، اندازہ تو ہو گیا ہو گا ان کی دہشت کا جن سے سب وحشت زدہ رہتے ہیں، اندازہ یوں لگالیں کہ ان کی موجودگی میں سب کی پوری پوری کوشش ہوتی ہے اجتناب کی، وہ کہتے ہیں ناں بسا اوقات دفاع سے زیادہ 'سروائیو' کرنا ضروری ہوتا ہے۔۔۔۔"مضراب زیادہ دیر چپ کہاں رہ سکتی تھی۔

"ہاں! اسی لئے تو ہم کہتے ہیں، دیکھنا خاصہ دلچسپ ہو گا ہماری مضراب صاحبہ کیسے سروائیو کریں گی ان کی حویلی میں۔۔۔۔"نیلم کی سوئی پھر اسی زاویہ پر آکر ٹھہری تھی۔

"یہ حویلی میں کیوں رہیں گی یہ تو بھٹی صاحب کے ساتھ جنگلوں میں سیر سپاٹے کے مزے لیں گی۔۔۔۔"

"تم لوگ بند کرو گے اپنی فضول کی تان۔۔۔۔۔۔۔۔"زور سے ٹیبل پر کپ پٹخ کر وہ جھلاتی ہوئی کھڑی ہوئی تھی۔

چہرہ سرخ تپنے لگا تھا لیکن یہ لالی و تپش حیا کی ہر گز بھی نہیں تھی۔

"ہائے بچی شرما گئی۔۔۔"وہ لوگ باز نہیں آرہے تھے۔

"میں کوئی نہیں شرما رہی۔۔۔تم لوگوں کی بکواس پر میرا دماغ خراب ہو رہا ہے۔۔۔"خلاف طبیعت اسے یہ مذاق سخت گراں گزر رہا تھا تبھی وہ لحاظ کئے بغیر جھڑک گئی تھی۔۔

"ہم کوئی بکواس نہیں کر رہے مضراب سا، ہم نے اپنی گنہگار کانوں سے سنا ہے، دادی سا کو اپنی دلی و دیرینہ خواہش دی جان اور دیگر عزیز کے گوش گزار کرتے ہوئے، اور جلد ہی وہ اپنی خواہش داجی کی سماعت میں انڈیلنے کا ارادہ رکھتی ہیں، لہٰذا آپ تیار ہو جائیں اپنی بھابیوں کی رخصتی کہ ساتھ خود بھی ڈولی چڑھنے کیلئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

نیلم کے شرارت سے کھڑے ہو کر خاصے مودبانہ و مدلل انداز میں کہنے پر مضراب کان کی لو تک سرخ پر گئی تھی۔

پھر بنا کسی پر نگاہ ڈالے تیزی سے دروازے کی سمت بڑھی، وہاں رخسار کو سپاٹ تاثرات ک ساتھ کھڑا دیکھ لمحے کو ٹھہرتی آگے بڑھی، لیکن پیچھے کھڑے آریان کو دیکھ اس کے قدم جیسے زمین نے سخت شکنجے میں جکڑ لئے تھے۔

جس کے بھینچے تاثرات، آنکھوں کے سرخ ہوتے کونے بتا رہے تھے کہ وہ سن چکا ہے اندر ہوئی گفتگو۔

کسی عہد و پیماں کو توڑنے کا جرم سر نہ ہونے کے باوجود اس کی آنکھیں پھر گردن جھک گئی تھی۔

پھر اسی طرح سر جھکائے وہ وہاں سے گزر گئی تھی۔

جس پر آریان کی بھینچی مٹھیاں مزید بھینچ گئی تھی۔

"رخسار آئیں چائے پیئیں ہمارے ساتھ۔۔۔" مقدس نے خوش دلی سے پیش کش کی۔۔

"بہت شکریہ!!" فریج سے ٹھنڈے پانی کا بوتل نکال کر وہ واپسی کیلئے مڑ گئی تھی۔۔

"جتنا بچپنا کر چکے ہو کافی ہے، اب منہ پر چھینٹے مارو اور حقیقت کی دنیا میں آنکھیں کھولو۔۔۔"ہنوز بت بنے کھڑے آریان کے قریب رک کر وہ سرعت سے گزر گئی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"شادی کی تاریخ تو طئے پا چکی ہے، لیکن باران کی دستار بندی کی کوئی بات نہیں کی وہ کب کرنے کا ارادہ ہے۔۔۔۔۔۔؟"

صبح ناشتہ سے فارغ ہو کر داجی سب کے ساتھ بیٹھے چائے پی رہے تھے جب بڑی دادی سا کے استفسار پر، انھوں نے پیالی سے نگاہ ہٹا کر دی جان کے چہرے کو دیکھا، جہاں ماتھے پر تفکر کے بل سج گئے تھے۔

"شادی نبٹ جائے، پھر سوچتے ہیں اس کے متعلق بھی۔۔۔۔"

داجی نے حتیٰ المکان سادہ انداز اپنایا۔

جس پر ناظمہ بیگم, ثمرہ، ظہرہ اور شہباز عثمانی میں بے چین نگاہوں کا تبادلہ ہوا تھا۔ آخر ان لوگوں ہی نے تو بلخصوص یہ بات ان کی کان میں ڈالی تھی۔

وہ جانتے تھے داجی کے فیصلوں کے آگے وہ لوگ نہیں ٹک پائیں گے، لیکن اپنی عم زاد کی رائے کو ہمیشہ ترجیح دینے والے داجی کبھی نہیں ٹالیں گے۔

پھر صغریٰ بھٹی اس شخصیت کا نام تھا جو رسم ورواج، خاندانی روایات واصولوں پر ذرہ برابر سمجھوتہ نہ کرتی تھی، اور نہ کرنے دیتی تھیں۔

ایک وقت میں داجی مصلحتاً لچک پیدا کر لیتے تھے اپنے اصولوں میں، لیکن وہ نہیں کرتی تھیں۔

اور خاندانی اندرونی معاملات میں ان کی رضامندی ناگریز تھی۔۔۔

"یہ تو بھئی کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔۔" انھوں نے نااتفاقی ظاہر کرنے میں سیکنڈ ضائع نہیں کیا تھا۔

"باران ماشاءاللہ سے تیس برس کا ہو گیا ہے، تمہیں یاد ہو تو تمہاری دستار پچیس سال کی عمر میں ہوئی تھی، اور شادی اس سے بھی پہلے، ذمہ داریاں جتنی جلدی بچوں کے کندھوں پر ڈال کر سبکدوش ہو جایا جائے اتنا اچھا ہوتا ہے، اس لڑکے کی عجیب سی منطق میں ویسے ہی تم نے آدھی عمر نکال دی، کیا تم نہیں چاہتے اپنے وارث کو اپنی گدی سنبھالتا ہوا دیکھو۔۔۔؟" ان کا مخصوص کرخت لہجہ لچک سے مبرا تھا۔

"میری مانوں تو شادی کے دنوں کی ہی کوئی دن دستار بندی کیلئے بھی رکھ لو، ابھی سب اکٹھا ہیں، یہ اہم کام بھی ہو ہی جائے گا، دوبارہ یوں سب کو اکٹھا ہونے میں سال لگے کے دو سال کون جانے۔۔۔؟" انھوں نے لگے ہاتھوں اپنا مشورہ بھی پیش کیا تھا۔

جس پر جہاں چار لوگوں کو اپنی مراد بر آتی ہوئی نظر آئی تھی، وہیں داجی اور دی جان تشویش میں گھرے تھے۔

دی جان کے چہرے سے تو پریشانی عیاں ہو رہی تھی البتہ داجی کے تاثرات معتدل تھے۔

"وہ دراصل پھپھو سا، باران کا رجحان بزنس کی طرف ہے، بلکہ اس نے اپنا چھوٹا سا کاروبار شروع کیا ہے تو۔۔۔۔۔۔۔"

شہباز عثمانی نے قصداً ذکر چھیڑتے جملہ ادھورا چھوڑا۔

"تو۔۔۔؟"

"تو اس کا کہنا ہے کے سرداری وگدی کسی اور کو سونپ دی جائے۔۔۔" شہباز عثمانی نے ڈرنے کی بھرپور اداکاری کی۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے اس کا۔۔۔؟"وہ ناگواریت سے اپنی بیت کی چھڑی لئے کھڑی ہوئی تھی۔

ان کے پر جلال انداز پر سوائے داجی اور دی جان کے سبھی سہم کر کھڑے ہو گئے تھے۔۔

"کوئی لڈو مٹھائی ہے کسی اور کو دے دی جائے۔۔؟اور وہ کون ہوتا ہے یہ فیصلہ لینے والا۔۔۔؟"وہ حسب توقع چنگیزی روپ میں آگئی تھی۔

"اسی لئے میں سخت خلاف ہوں ولایتی پڑھائی کی، دماغ خراب ہو جاتا مغربی ہواؤں میں جا کر جوان نسل کا۔۔بلائیں ذرا انھیں یہاں بات کروں میں، بہت بڑے ہو گئے ہیں یہ بچے اپنا فیصلہ لینے کیلئے۔۔۔"غصہ سے درہم برہم تنفس کے ساتھ انھوں نے حکم دیا تھا۔

"صغریٰ شانت ہو جاؤ۔۔۔"

داجی نے شہباز عثمانی کو خشمگیں نگاہوں سے گھورتے ہوئے انھیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"شانت ہو جاؤں۔؟نہیں میں پوچھتی ہوں تاجور، انھیں اجازت دی کس نے آخر اپنا کاروبار شروع کرنے کی۔۔۔؟کیا عثمانی خاندان کے پاس وسائل کی کمی ہے؟سات نسلیں بیٹھ کر کھائیں تو ختم نہ ہو۔۔۔"وہ خاندانی زعم و تکبر کی دلدادہ تھی لہٰذا انھیں یہ بات سخت ناگوار گزر رہی تھی۔

"وسائل کی بے شک کمی نہیں ہمارے پاس، لیکن نئ نسل کو نئے تجربے کرنے دینا چاہیئے۔۔"داجی کا ٹھوس اطمینان قابل ستائش تھا۔

"نئے تجربے کرنے میں اور من مانی کرنے میں فرق ہوتا ہے۔۔ویسے مجھے تعجب ہے شیراز کو بیجا ڈھیل دینے کے جو نتیجے تم اور یہ حویلی دیکھ چکی ہے اس کے بعد بھی۔۔۔۔"داجی کے یکایک تنے نقوش کو دیکھ انھوں نے اپنے متنفر جملے کو بادل ناخواستہ نامکمل چھوڑا۔

"لیکن خیر!!ہم دونوں اس خاندان کے بزرگ ہیں،اس خاندان کی بھلائی سوچنا ہم دونوں کی ذمہ داری ہے۔۔شہباز باران کو بلا کر لاؤ میں بات کرتی ہوں۔۔۔"اپنی نشست سنبھالتے انھوں نے شہباز عثمانی کو اشارہ دیا۔

"جی!!"وہ اثبات میں سر ہلاتے اٹھنے ہی لگے تھے کہ۔

"غضب ہو گیا سرکار۔۔غضب ہو گیا۔۔۔۔"

خارجی دروازے کی جانب سے ملازم اندھا دھند بھاگتا ہوا آیا تھا۔

"غضب ہو گیا سرکار۔۔۔"وہ ہانپتا ہوا آکر داجی کے صوفے کے پاس رکا تھا۔

دھول مٹی میں اٹے کپڑوں پر جگہ جگہ تازہ خون کے چھینٹے، پسینہ میں تربتر متحوش جسم اور خوف سے بے طرح پھولتی سانسیں۔۔

کسی انہونی کی خدشہ سے فضا سہمی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے کچھ بکواس بھی کروگے۔۔۔" شہباز عثمانی نے پکڑ کر اسے جھنجھوڑا تھا۔

"پانی پلاؤ اسے۔۔۔" داجی نے ٹیبل پر پڑا گلاس اس کی جانب بڑھایا۔ جس پر نفی میں سر ہلاتے وہ کچھ بولنے کیلئے سانس یکجا کرنے لگا تھا۔

"سس۔۔ سرکار۔۔ کک۔۔ کھیتوں میں لڑائی ہوگئی ہے اور باران ساکو۔ گگ۔ گولی لگ گئی ہے۔۔۔" بے ربط جملہ مکمل ہوتے وہاں موجود سب کے سروں پر جیسے حویلی کی چھت آن گری تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

بدلنے کا ہنر وقت سے زیادہ اچھا شائد ہی کسی کو آتا ہو گا۔

سیکنڈ کی ہزارویں ساعت میں وقت کا پہیہ اپنی گردش بدل لیتا ہے۔

اگلے لمحے ہنستے ہوئے لوگ آنسوں کی برسات میں بھیگ جاتے ہیں،

تو کبھی روتے ہوئے لوگ کھکھلا پڑتے ہیں،

کہیں، اداس دل خوشی کے بے پایاں احساس سے بھر جاتا ہے،

تو کہیں شادماں منظر یاسیت کی تاریکیوں میں غرق ہو جاتا ہے،

'وقت'

جو نظر تو نہیں آتا لیکن نظارے بدل دیتا ہے، کچھ اس طرح کے انسان کی عقل و فہم دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔

وقت سے بڑا کھلاڑی کوئی نہیں،

وقت کی شطرنج میں ہمیشہ، ہر شخص کیلئے الگ بازی ہوتی ہے، اور وقت کبھی کھیلی ہوئی بازی دہراتا نہیں۔۔

کل جس وقت نے اپنی مٹھی سے عثمانی حویلی میں خوش و شادمانی کے بے حساب لمحے بکھیرے تھے، جشنِ مسرت کا سماں باندھا تھا، جہاں ہر شخص کا چہرہ خوشی کے بے پایاں احساس سے دمک رہا تھا۔

آج انھیں چہروں پر فکر و تکفر کی دبیز دھول جمی ہوئی تھی، خوشی سے منور آنکھوں میں کسی انہونی کا خوف سیاہ بادل بن کر منڈرا رہا تھا۔

خوش کن قہقہوں سے گونج رہی فضا اس لمحے گہری یاسیت زدہ خاموشی میں لپٹی، دل ہولاتے اندیشوں کی لہروں سے وقفہ وقفہ سے لرز رہی تھی۔۔۔

ہر لب مقفل تھے،

ہر ذہن میں جھکڑ چل رہی تھی،

ہر دل باران عثمانی کی سلامتی کیلئے دعا گو تھا۔

ناظمہ بیگم کا بی پی شوٹ ہوا تھا انھیں مشکل سے دوائی دیکر سلایا گیا تھا۔

مصلہ پر دعا میں محو بیٹھی دی جان کے کتنے ہی آنسوں چادر میں جذب ہو چکے تھے،

ایک ایک پہاڑ سا لمحہ گزرتا ہوا اب تین گھنٹے ہو گئے تھے سب کو گئے ہوئے، سرسری سی کال پر شیراز عثمانی نے بتایا تھا کہ باران کو ہسپتال لیجایا جا رہا ہے وہ بہتر ہے۔

لیکن اتنی سی اطلاع کہاں کافی تھی، جب تک وہ اپنی آنکھوں سے اسے خیریت سے نہ دیکھ لیتے کم از کم تب تک بے قرار دل کو قرار نہیں آنا تھا۔

یوں بھی میزان عثمانی کو کھونے کے بعد سے تو سب کے دل ویسے ہی ذرا سی کھروچ پر ہول جاتے تھے پھر اب تو گولی لگی تھی۔

مضراب، مقدس، اور دیگر لڑکیاں پوری کوشش کر رہی تھی سب کو سنبھالنے کی، لیکن سب کی یہی ضد تھی کہ لوگ ہسپتال جا کر باران کو دیکھیں گے جبکہ داجی نے سختی سے منع کر دیا تھا۔

ماحول اس قدر ٹینشن زدہ تھا کہ کسی کا بھی ذہن اس وجود کی طرف گیا ہی نہیں جو یہ خبر سنتے ہی حال سے بے حال ہوتی گوشہ نشین ہو گئی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

صدیوں پر محیط وقت کی سست ترین گردش مکمل ہوئی تھی اور قریب رات کے ساڑھے آٹھ بجے حویلی کی پورٹیکو پر یکے بعد دیگرے کئی گاڑیوں کے ٹائر بیک وقت چڑچڑائے تھے۔

اور یکایک ہی جیسے حویلی کی یاسیت زدہ ساکت فضا میں زندگی کی لہر دوڑی تھی۔

جیسے ہی جنید اور جاسم باران کو سہارا دیکر اندر لائے تھے صبح سے نڈھال سی نیم غنودگی میں پڑی ناظمہ بیگم تڑپ کر اسے اپنے کمزور بازوں میں بھرتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

ان کی گریہ وزاری میں ایک مرتبہ پھر اپنی کوکھ کہ اجڑ جانے ایسے خوف وخدشات، ایسی درد وتڑپ شامل تھی کہ ہر آنکھ بھیگ گئی تھی۔

حاکمانہ فطرت کی مالک، اپنی زعمِ ہستی میں چوڑ تخت پر کروفر سے بیٹھ کر عامیانہ بے لچک فیصلہ سنانے والی ناظمہ عثمانی اور اس ممتا کی مورت ناظمہ عثمانی میں ارض وسماں کا فرق تھا۔۔

حویلی کی مکینوں سے لیکر زیر اقتدار گاؤں کے لوگوں کے ساتھ بے ضرغلاموں جیسا رویہ روا رکھتے ہوئے کبھی جذبات واحساس کو قدرِ اعتناع نہ جانے والی ناظمہ عثمانی اپنے بچوں کے معاملے از حد جذباتی وحساس تھی۔

اور ان کی ذات کا یہ پہلو دنیا کے سامنے میزان کی وفات پر اجاگر ہوا تھا، اور آج انھیں اپنی رعونت و خود پسندی بھلائے یوں روتا دیکھ دوسری مرتبہ ان کے اندر کی کمزور عورت دنیا کے سامنے تھی۔

دنیا کے سامنے ازل سے وہ پتھر تھی، جس سے سر ٹکڑا کر کوئی زخمی تو ہو سکتا تھا لیکن ان کی مرضی کے خلاف ورضی نہیں کر سکتا تھا، اور اس لمحے وہی چٹان بھر بھری مٹی کی ڈھیر کی طرح باران کی باہوں میں ڈھے گئی تھی۔۔

"ماں سا!!"

باران نے ہولے سے اپنے بائیں بازو سے تھام کر انھیں الگ کیا۔

"ماں سا! میں بالکل ٹھیک ہوں گولی بس چھو کر گزری ہے۔۔" ان کے آنسوں صاف کرتے وہ تسلی آمیز انداز میں بولا۔

"چھ۔۔ چھو کر گزری ہے۔۔" وہ تڑپ کر سیدھی ہوئی تھی۔

"اتنی بڑی پٹی بندھی ہے تمہارے ہاتھ پر، چہرہ دیکھو سرسوں کا پھول ہو رہا ہے، اتنے گھنٹوں سے ماں کی جان کو سولی پر لٹکائے رکھے ہوئے تھے۔۔۔ نہیں میں پوچھتی ہوں تمہیں کہا کس نے تھا زمینوں کے پھڈے میں پڑنے کیلئے۔۔؟"

آنسوں سے بھاری آواز میں وہ پھٹ پڑی تھی۔

"ماں سا!شانت ہو جائیں، اخلاق حسین کے لوگ ہمارے مزدروں سے ہاتھا پائی کر رہے تھے، میں دیکھ کر کس طرح انجان ہو جاتا، مجبوراً مجھے۔۔۔۔۔۔۔"

"مجبوراً تمہیں کچھ ہو سکتا تھا، کبھی سوچا ہے تمہیں کچھ ہو جاتا تو میرا کیا ہوتا۔۔؟اپنی ایک جوان اولاد کھو چکی ہوں، دوسرا کھونے کا حوصلہ نہیں ہے سمجھتے کیوں نہیں ہو تم۔۔۔؟"آنسوں کی روانی میں وہ شدت تکلیف سے چیخی تھی۔

"اور ایک منٹ۔۔۔"

یکایک کچھ یاد آنے پر ان کے پژمردہ تاثرات میں اشتعال کی سرخیاں چنگاڑیوں کی طرح چمکی۔

"زمینوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری تو اس منحوس لڑکے کی ہے ناں، وہ نامراد کہاں مر گیا تھا جا کر جو تمہیں۔۔۔"

"بڑی بہو اپنے الفاظ درست کریں آپ۔۔۔۔"داجی کی گرجدار آواز پر ان کے بقیہ رکیک الفاظ تھمے تھے پر لمحے کیلئے۔

دوسرے ہی لمحے وہ زخمی شیرنی کی طرح بل کھا کر داجی کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

"آخر کب تک بابا سا۔۔۔؟ میں پوچھتی ہوں آخر کب تک اس منحوس لڑکے کی نحوست کی قیمت یہ حویلی چکاتی رہے گی۔۔۔؟ میں اپنی جوان اولاد اس لڑکے کی کم بختی سے کھو چکی ہوں دوسری کو۔۔۔۔۔۔۔"

"ثمرہ، زہرہ، اپنی بھابی سا کو اندر لیکر جاؤ، ذہنی تناؤ نے ان کا ذہنی توازن بگاڑ دیا ہے، آرام کریں گی تو ہوش میں آجائیں گی۔۔۔۔" درشتگی سے ان کا جملہ قطع کرتے داجی نے دونوں بیٹیوں کو دیکھا جو فوراً بکتی جھکتی ہوئی ناظمہ بیگم کو لیکر اندر کی جانب بڑھی تھی۔

"باران تم بھی آرام کرو۔" سلگتی شریانوں کے ساتھ کھڑے باران کو بھی انھوں نے اندر جانے کا اشارہ کیا۔

جنید اور آریان اسے تھامنے بڑھے تھے لیکن ماں کے لغو الفاظ اس کے مزاج پر اس قدر گراں گزرے تھے کہ وہ تکلیف کی پرواہ کئے بغیر دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اپر چڑھ گیا تھا۔

"میزان والے حادثے کے بعد سے بہو کے خیالات کچھ زیادہ ہی کھل کر سامنے آنے لگے ہیں، جس پر ہم نے خلافِ طبیعت درگزر سے کام لیا، کیونکہ وہ ایک بہت بڑے سانحہ سے گزری تھیں، لیکن اس کا

ہر گز بھی یہ مطلب نہیں ہے کہ آئندہ بھی ہم ایسی گستاخیوں کو نظر انداز کریں گے، دلاور اب کوئی بچہ نہیں ہے، شادی شدہ مرد ہے، بیوی رہتی ہے اس کی اس حویلی میں، کسی کہ رویہ کی وجہ سے اس بچی کا دل خراب ہو یہ ہم قطعی برداشت نہیں کریں گے۔

سمجھ آگئی سب کی۔۔۔۔؟"

کرخت انداز میں انھوں نے تنبیہی نظریں بلخصوص شہباز عثمانی پر ڈالی تھی۔

جس پر وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

پھر دھیرے دھیرے سارا مجمع چھٹ گیا تھا۔

اور داجی پر سوچ قدم اٹھاتے ہوئے زینوں کی طرف بڑھ گئے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

ان کی توقع کے عین مطابق وہ انھیں مصلے پر محوِ دعا مل گئی تھی۔ صدری اور اجرک اسٹینڈ پر ڈالتے ہوئے وہ سنگ مرمر کے یک بستہ فرش کی پرواہ کئے بغیر ان کے مصلے کے قریب بیٹھ گئے تھے۔

وہ دستِ دعا بلند کئے ہوئی تھی، مسلسل رونے کی وجہ سے سرخ آنکھوں کے کناروں میں ہنوز آنسوں کی لڑی اٹکی ہوئی تھی، لب ہولے ہولے لرز رہے تھے۔۔۔

"کچھ نہیں ہوا ہے آپ کے پوتے کو، یقین کریں میرا، بس گولی چھو کر گزر گئی ہے۔۔۔" ان کی بھرائی آنکھوں کو تاسف سے دیکھتے ہوئے وہ ہولے سے بولے۔

"آپ۔۔ آپ۔۔ آ گئے۔۔۔؟"

توقع کے عین مطابق وہ چہرے پر ہاتھ پھیر کر مڑی تھی۔

"جی! اور آپ کے پوتے کو لیکر آیا ہوں بالکل سہی سلامت۔"

"اور۔۔ اور گولی۔۔۔؟"

"بتایا ناں، بس چھو کر گزری ہے۔۔۔"

"چھو کر گزری ہے۔۔۔؟ لیکن لگ سکتی تھی اسے، کچھ بھی ہو سکتا تھا اسے۔۔ نن۔۔ نہیں چچ۔۔ چلانے والا کون تھا۔۔۔۔۔۔۔؟"

کسی بہت ہی تکلیف دہ خیال سے ان کا لہجہ بے ربط ہوا تھا۔ان کے سوال کا مفہوم سمجھتے داجی نے نگاہوں کا زاویہ بدلہ۔

"مجھے لگتا ہے آپ کو جا کر اپنے پوتے کو دیکھ کر آنا چاہیئے، تبھی آپ پر سکون ہو سکیں گی، خیر اں۔۔۔۔"وہ پہلو تہی کیلیئے دامن جھاڑ کر کھڑے ہونے لگے کے دی جان سرعت سے ان کے دامن کا سرا تھام گئی۔۔

"گولی کس نے چلائی تھی۔۔۔؟"

"نیک بخت!!"

ڈبڈبائی آنکھوں میں تیرتی تکلیف کو دیکھتے داجی نے انھیں زور نہ دینے کی التجا کی۔

"آپ نہ بھی بتائیں تو کیا بدل جائے گا شہباز کے ابا۔؟کم از کم یہ دلسوز حقیقت تو نہیں بدل سکتی نا کہ میرے پوتے پر گولی میرے سگے بھتیجے نے چلائی ہے۔۔"ان کا دامن چھوڑ کر وہ دل گرفتہ قدم اٹھاتی ہوئی کھڑکی کی سمت بڑھی تھی۔

"میرے سگے بھتیجے، ہر اس انسان کو تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں جو میرے دل کے قریب ہیں، ایک زمانے میں ابا اور بھائی آپ کی جان کے دشمن تھے اور اب یہ لوگ میرے بیٹے اور پوتوں کے، میری تو آج تک سمجھ نہ آئی میرا گناہ کیا تھا اس خاندان میں پیدا ہونا یا اپنی سیاہ بختی سے آپ کی بدولت بچ جانا۔۔۔؟"

"نیک بخت!"

ان کے دلگیر لہجے میں خود کا استہزاء اڑانے پر داجی نے ناپسندیدگی سے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"کتنی مرتبہ کہا ہے آپ سے فضول مت سوچا کریں۔۔۔"

ان کا رخ اپنی طرف کرتے انھوں نے ڈپٹتے ہوئے ان کے آنسوں صاف کئے جو قطار در قطار جھڑی زدہ چہرے پر لڑھکتے جا رہے تھے۔

"اور آپ کو کیا لگتا ہے ان ناہنجاروں کو میں چھوڑ دوں گا، یہ ان کی خوش قسمتی ہے کہ باران کو کچھ نہیں ہوا، لیکن میرے پوتے کی ایک ایک بوند خون کی قیمت انھیں چکانی ہو گی، تاجور عثمانی کا خون اتنا پتلہ

نہیں جو ایسے ہی سوکھ جائے۔۔۔"انھیں اپنے بازو کے حالے میں لئے انھوں نے جبڑوں کو سختی سے بھینچ کر منتقم جذبات کو قابو کیا تھا۔

"آپ ایسا۔۔۔"

"آپ یہاں آرام سے بیٹھیں،اور یقین کریں میرا آج والے معاملے کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔الیکشن میں منہ کی کھانے کے بعد سے وہ چاروں بھائی ویسے ہی بوکھلائے ہوئے ہیں۔۔۔"انھیں بیڈ پر بٹھا کر وہ ٹیبل سے پانی لانے گئے تھے۔

"گزشتہ سال کے مقابل اس مرتبہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے نہر میں کم پانی چھوڑا گیا ہے،پنچایت کے فیصلے کے مطابق سب کو بوائی کیلئے برابر پانی ملنا ہے،لیکن صابر حسین کی شہہ پر اس کے آدمی دو تین ہفتوں سے بدمعاشی کر رہے ہیں،چونکہ نہر کے قریب ان کی زمینیں ہے تو وہ جب چاہتے ہیں پانی کا راستہ روک دیتے ہیں،کل ہماری زمینوں میں بوائی تھی،اور دلاور یہاں تقریب میں مصروف تھا تو جھڑپ ہو گئی وہاں،اور باران کے بیچ میں آنے پر معاملہ سنگین ہو گیا۔لیکن آپ فکر نہیں کریں،پنچایت میں میں سارے حساب بے باق کر دوں گا۔۔۔"

انھیں خود کو مورد الزام ٹھہرانے سے باز رکھنے کیلئے داجی نے قصداً تفصیل بتایا تھا۔

جس پر وہ سر ہلا گئی۔

دل پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔

ہر دو تین مہینے میں ان کے بھتیجے کسی نہ کسی طرح اپنے اقدام سے اپنی موروثی نفرت کا اظہار کر کے عمر کے اس حصے میں بھی ان کا دلی سکون درد و پشیمانی میں تبدیل کر دیتے تھے۔

"اب آپ جا کر اپنے پوتے کو دیکھ لیں، میں تب تک تازہ دم ہو جاتا ہوں۔۔۔" انھیں پراگندہ سوچوں میں غرق دیکھ وہ بولے تو وہ شکستہ قدموں دروازے کی سمت بڑھ گئی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

اس وقت مجھے عمرِ رواں درد بہت ہے

تجھ سے میں نمٹتی ہوں ذرا دیر میں آ کے

زنجیر نہیں ہوتے تعلق کہ جکڑ لوں

چاہو تو بچھڑ جاؤ، ابھی ہاتھ چھڑا کے

میں اپنے خدوخال ہی پہچان نہ پائی

گذرا ہے یہاں، وقت بڑی دھول اڑا کے !!!

"دلیہ ہم دیکھتے ہیں، آپ جا کر منہ ہاتھ دھولیں، کپڑے بھی تبدیل کر لیجئے گا شکن آلود ہو رہے ہیں، پھر باران بھائی کیلئے لیجایئے گا۔۔۔۔"

ملازماؤں کو ٹیبل چننے کیلئے سب دیتی ہوئی وہ میرال سے مخاطب ہوئی تھی۔

"یہ خالہ سا کیلئے ہے۔۔۔۔"

"اور باران بھائی کا۔۔۔۔؟"

"ان کا ان کے کمرے میں بھیج دیا گیا ہے۔۔۔"بھاری آواز میں کہتی وہ مسلسل دلیہ میں چمچ چلا رہی تھی۔۔

ملازمہ کو سالن کا برتن تھماتے ہوئے مقدس نے ترچھی نظر اس پر ڈالی، عجب بکھرا بکھرا سا ملگجا حلیہ ہو رہا تھا، دھیان بھی کہیں پراگندہ سوچوں میں الجھا تھا۔

اس خبر نے حویلی میں ایسی افراتفری مچائی تھی کہ میرال کی جانب کسی کا دھیان ہی نہیں گیا جو اچانک منظر سے غائب ہو گئی تھی اب دوبارہ کچن میں خاموشی سے اپنے خدمات انجام دے رہی تھی۔

"آپ ٹھیک تو ہیں ناں میرال۔۔۔؟" وہ فکر مند سی قریب آئی تھی۔

"جی! مجھے کیا ہونا ہے۔۔؟"

وہ پھیکا سا مسکراتی ہوئی مڑی تو اس کی متورم آنکھوں نے مسلسل رونے کا بھید کھول دیا۔

مقدس کو اس کی جانب سے غفلت پر ڈھیروں ملال نے گھیرا تھا۔

"یہ ہم دیکھ لیں گے، آپ اپنا حلیہ درست کر کے بھائی کو دیکھ آئیں۔۔۔" چمچ اس کے ہاتھ سے لیتے اسے برنر کے سامنے سے ہٹایا بھی تھا۔

"ارے! اس کی۔۔ اس کی کیا ضرورت ہے، وہ ٹھیک ہیں تبھی تو گھر آئے ہیں، اور ویسے بھی آرام کی ضرورت ہے انھیں خواہ مخواہ ڈسٹرب ہوں گے۔۔۔" پیر کے ناخون کو دیکھتی وہ چاہ کر بھی آواز بھیگنے سے نہ روک سکی تھی۔

"وہ شوہر ہیں آپ کے، آپ کی موجودگی انھیں ڈسٹرب نہیں بلکہ تازہ دم کر دے گی۔۔۔"وہ دباؤ ڈال کر بولی تو میرال لب چبانے لگی تھی۔

"باوجود داجی کی ہدایت کے سب باری باری ان کی مزاج پرسی کر کے گئے ہیں، آپ نہیں جائیں گی تو ان کا دل خراب ہو گا، پھر آپ کو بھی کہاں انھیں خیریت سے دیکھے بغیر نیند آنی ہے، جائیں بھی اب۔۔۔"شریر انداز میں اسے جانے کا کہتی ہوئی وہ مڑ کر دلیہ میں چمچ چلانے لگی تھی۔

لیکن چند سیکنڈ گزرنے کے بعد بھی پشت پر میرال کی موجودگی محسوس کرتے وہ برنر سم پر کرتی ہوئی میرال کا ہاتھ تھام کر میز کی جانب بڑھی تھی۔اسے ایک کرسی پر بٹھا کر دوسری کرسی پر نشست سنبھالتے ہوئے اس نے نرمی سے اس کی دونوں کلائیوں کو گرفت میں لیا۔

"ادھر دیکھیں میرال ہماری جانب دیکھیں۔۔۔"

اس کے زور دینے پر میرال نے موٹے موٹے آنسوں سے بھری پرسوز آنکھیں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا جس میں ڈھیروں خوف و وسوسے تیر رہے تھے۔

"ہم نے آپ کو روز اول سے اپنی بہن مانا ہے، اگر آپ بھی ہمیں اپنی بہن مانتی ہیں تو سچ سچ بتائیں کیا چیز پریشان کر رہی ہے آپ کو۔۔؟ آپ نے ابھی خود ہی کہاناں وہ ٹھیک ہیں تبھی واپس آ گئے ہیں، پھر کونسا خوف ہے جو آپ کے قدم جکڑ رہا ہے۔؟ ہم آپ سے کچھ پوچھ رہے ہیں میرا ل جواب دیں۔۔۔" سنجیدگی سے استفسار کرتے اس نے ہولے سے اس کی کلائیوں کو جھٹکا دیتے اسے پراگندہ خیالوں کی جال سے باہر لایا۔

"اپنی ہر ماں نصیبی کا خوف۔۔۔" فگار لبوں سے زخم خوردہ الفاظ کے ساتھ آنکھوں سے گرم گرم آنسوں بھی ٹوٹ کر مقدس کے ہاتھ پر گرے۔

"کیا کہا آپ نے ابھی۔۔۔؟"

سر جھٹک کر اس نے اپنی سماعت کو جھٹلاتے سوال کیا۔

"مقدس! اس دنیا میں کچھ مجھ جیسے ہر ماں نصیب لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی تقدیر کے پنوں میں کچھ خوشیاں لکھی نہیں ہوتی۔۔" دلگرفتی سے کہتے اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا تکلیف کی شدت سے سرخ چہرہ رگڑا تھا۔

"میرال! آپ کو ذرا سا بھی اندازہ ہے آپ کیا کہہ رہیں۔۔؟"

مقدس کو حقیقتاً اس کی دماغ حالت پر شبہ سا ہوا تھا۔

"میں حقیقت بیان کر رہی ہوں مقدس! میں کوکھ میں آئی خاندانی لڑائی میں میرے بابا ہلاک ہو گئے، رخصتی سے ٹھیک تین دن پہلے میزان کے ساتھ حادثہ ہو گیا، اس کے ٹھیک آٹھ دن بعد ماں سا چھوڑ کر چلی گئیں، اور اب۔۔اب رخصتی کی تاریخ طے ہوتے ہی باران کو گولی لگ گئی۔۔اتنے۔۔اتنے سارے اتفاقات نہیں ہیں، میں۔۔میں واقعی منحوس ہوں، یہ میرے سیاہ نصیب کی نحوست ہی ہے جو مجھ سے جڑنے والوں کو کھا جاتی ہے۔اور۔۔۔۔۔"

"ہوش میں آئیں میرال، کیا اول فول بولے جا رہی ہیں۔۔۔۔؟"

اسے شانوں سے تھام کر تقریباً مقدس نے جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"مقدس۔۔میں۔۔مم۔۔"

"خاموش! بالکل خاموش ہو جائیں آپ!"

واپس اس کے لب کھولنے سے قبل ہی اس نے ڈپٹ کر خاموش بٹھایا تھا۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ! آپ کو اندازہ بھی ہے آپ کتنے بڑے گناہ کی مرتکب ہو رہی ہیں۔۔؟ نعوذ باللہ! آپ اللہ کے فیصلوں کو منحوس کہہ رہی ہیں۔۔۔؟ یا اپنی ذات کو ایسے مشرکانہ نام دیکر شرک جیسے گناہ کبیرا کی مرتکب ہو رہی ہیں۔۔۔؟"

اپنے بے لچک الفاظ سے مقدس نے اس کے قنوطی ذہن کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"میں۔۔ مم۔ کیا کروں مقدس، میری کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔۔۔؟" اس کے دونوں ہاتھوں پر سر رکھتی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

ابھی چند دن بھی تو نہیں ہوئے تھے جب اس نے باران عثمانی کو اس رشتے کے تناظر میں دیکھا تھا اور آج ہی ایسی خبر۔۔؟ پے در پے قریبی ہستیوں کو کھونے کی وجہ سے اس کی شخصیت کھوکھلی دیوار کی طرح پروان چڑھی تھی جو مزید ایک دھکے سے کسی بھی لمحے ڈھیر ہو سکتی تھی۔۔

اور آج کے حادثہ نے حقیقتاً اس کے ہوش و حواس سلب کر لئے تھے۔ پھر منتشر ذہن تھا اور تاحد نگاہ قنوطی و پراگندہ سوچوں کا سلسلہ۔

"جو جا چکے ہیں، اسے خدا کا فیصلہ سمجھ کر قبول کریں ان کیلئے دعائیں کریں، جو ہیں ان کی دل کی گہرائیوں سے قدر کریں، دو ہی ہاتھ ہیں آپ کے پاس، ایک سے ماض ایک سے حال تھام کر رکھیں گی تو آگے نہیں بڑھ پائیں گی، 'جمود' کا شکار ہو جائیں گی، اور زندگی 'حرکت' کا نام ہے، ماضی کو جانیں دیں اور حال پر گرفت مضبوط کر لیں، یہی سب کچھ ہے اب آپ کا، یعنی باران بھائی، ان سے جڑا آپ کا رشتہ، آپ کی زندگی کی سب سے بڑی حقیقت اور ترجیح ہے باقی سب بعد میں آتے ہیں۔۔۔"

اس کے خدشات وادھیرپن کو سمجھتے مقدس نے مخلص دوست کی طرح ایک مرتبہ پھر اس کی برین واشنگ کی تھی۔

"اب جائیں، آپ کو تیار ہو کر ان کی مزاج پرسی کیلئے بھی جانا ہے۔۔۔۔" اس کے اگر مگر کرنے سے قبل ہی اس نے پکڑ کر اسے اٹھایا بھی تھا۔۔

جس پر چار و ناچار میرال کو دروازے کی سمت رخ کرنا پڑا تھا۔

"ایک اور چیز میرال۔۔۔"

عقب سے ابھری آواز پر اس نے گردن ترچھی کر کے میز کے قریب کھڑی مقدس کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔

"کچھ احساس الفاظ کے محتاج ہوتے ہیں، کچھ جذبات اظہار کے متقاضی ہوتے ہیں، اور 'فکر' انھیں کچھ انمول جذبات میں سے ایک ہے، اسی لئے جب وقت ملے جتا دیں، بتا دیں، مقابل کا مان رہ جاتا ہے۔۔۔۔"

اس کے بلخصوص یاد کروانے پر وہ بنا کچھ کہے دہلیز عبور کر گئی تھی۔۔

"نجانے یہ کہاں رہ گئے۔۔۔؟" تاریک فون سکرین پر متفکر نظر ڈالتی ہوئی وہ بڑبڑائی۔

صبح کا گیا دلاور اب تک نہیں لوٹا تھا، نہ ہی کال کی تھی الٹا اس نے کال کری تو اٹھایا بھی نہیں تھا۔ دی جان باران کو لیکر جس قدر پریشان تھی وہ چاہ کر بھی نہیں پوچھ سکتی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

مقدس کے الفاظ نے ذہن پر چھائے قنوطیت کے جالے کافی حد تک تو اتار دئے تھے، لیکن کوشش کے باوجود وہ باران کے کمرے کی جانب قدم نہیں اٹھا سکی تھی، دل ہنوز فکر میں ہلکان تھا۔ دل جس

قدر بھاری ہو رہا تھا بعید نہ تھا اس پر نظر پڑتے ہی آنکھوں سے ساون بھادو برس پڑتے، پھر ناظمہ بیگم والی بات کو لیکر وہ شدید متنفر بھی تو تھا۔

پریشان دل کو سو تاویلیں دیکر اس نے تھپک کر سلا دیا تھا لیکن خود ساری رات کروٹیں بدلتی رہی تھی۔ البتہ مضراب کے آواز دینے پر سوتی بن گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

کل صبح کا نکلا وہ آج پورے چوبیس گھنٹے بعد تھکا ماندا لوٹا تھا۔

کل جس وقت کھیتوں میں جھڑپ ہوئی تھی وہ باغ کیلئے دوسرے شہروں سے منگوائے گئے نئے نسل کے پودوں کی ڈلیوری لینے گیا تھا۔ اطلاع پر جب تک بھاگم بھاگ کر کے پہنچا باران کو گولی لگ چکی تھی۔

بنا وقت ضائع کئے اسے لیکر ہسپتال پہنچا تھا، ڈاکٹر کے کہنے پر اسے خون دیکر داجی لوگوں کے آنے تک ٹھہرا پھر خاموشی سے وہاں سے نکل کر واپس کھیتوں میں چلا آیا تھا۔

آج بوائی ضروری بھی تھی اور اس کی ضد بھی لہٰذا ساری رات کھیت میں شکاری رائفل کے ساتھ کھڑا ہو کر اس نے بوائی کا کام مکمل کروایا تھا اور پھر ہی حویلی لوٹا تھا۔

آ کر بستر پر لیٹا تو پھر صبح کے قریب گیارہ بجے ہی اس کی دوبارہ آنکھ کھلی تھی۔۔

کمرے میں اس کی تلاش میں نظر دوڑائی لیکن نگاہیں جوں کی توں ناکام لوٹ آئی تھی۔

ڈریسنگ سے کچھ چیزیں اور سائیڈ ٹیبل سے اس کی پسندیدہ کتاب غائب دیکھ کچھ خالی پن سا محسوس کرتا ہوا کسملندی سے اٹھ کر آنکھیں ملتا ہوا کمرے سے نکل گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"دی جان وہ کہاں ہیں۔۔۔؟"

کمرے میں قدم رکھتے ہی اس نے چھوٹتے ہی پوچھا تھا۔

"وہ کون۔۔۔؟" سوئی میں دھاگہ پڑوتے انھوں نے مصروف انداز میں پوچھا۔

"وہی، اور کون۔۔۔؟"

ان کے الٹا سوال پر بد مزہ ہوتا ہوا وہ تخت پر چلا آیا تھا جہاں بیٹھی دی جان آنکھوں پر موٹا سا چشمہ لگائے اپنے مجازی خدا کے آستین کے بٹن ٹانک رہی تھی۔

"وہی کون۔۔؟تمہارے دا جی۔؟وہ تو پنچائیت گئے ہیں کل والے معاملے کے متعلق بات کرنے۔۔۔"کام جاری رکھتے انھوں نے رسان سے جواب دیا۔

"دی جان میں ان کی بات کر رہا ہوں۔۔۔۔"وہ چڑ سا گیا تھا۔

"ان کی کن کی۔۔۔؟اچھا!تو تم باران کی بات کر رہے ہو،وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہا ہے،اتنا خون بہا ہے بچے کا اس کیلئے آرام کرنا ہی بہتر ہے۔۔۔"مہارت سے سوئی ادھر ادھر کرتی وہ اسی مہارت سے اس کا ضبط بھی آزما رہی تھی۔

"باران کی ایسی کی تیسی۔۔۔"

"ہش!!بڑا ہے وہ تم سے۔۔۔"

"بھاڑ میں گیا بڑا اور بھار میں گئی میری بات،مجھے پوچھنا ہی نہیں کچھ۔۔۔"وہ سخت برا منا تا ہوا اٹھ کر دھپ دھپ کرتا ہوا دروازے کی سمت بڑھ گیا تھا۔

"سیدھے سیدھے نہیں پوچھ سکتے، میری بیوی کہاں گئی ہے نظر کیوں نہیں آرہی۔۔۔؟"سوئی دھاگہ پڑے ہٹاتے انھوں نے تاسف سے شرمندہ کرنا چاہا۔

"آپ جب سمجھ گئی تھیں، پھر جان بوجھ کر مجھے گھمایا کیوں۔۔۔؟"وہ منہ پھلا کر مڑا تھا۔

"تم بھی تو اپنے داجی کو ایسے ہی باتوں میں گول گول گھما کر سلگاتے ہو، میں نے سوچا آج ذرا میں بھی آزما کر دیکھ لوں۔۔۔"ناک پر چشمہ درست کرتے وہ شرارت سے مسکرائی۔

"اہ!تو مجھے وہ دن بھی دیکھنے تھے جب مجھ سے اپنے سر تاج کا بدلہ لیں گی آپ، جیسے آپ کے سر تاج تو بڑے ہی کوئی شریف و معصوم بے ضرر سے ہیں۔۔۔؟"وہ برا مناتا ہوا واپس تخت کے قریب آیا تھا۔

"تم ان کے ہی کاپر تو ہو، خود فیصلہ کر لو۔۔۔"انھوں نے شانہ اچکا کر اسی پر بات ڈال دی تو وہ سمجھنے کے انداز میں سر ہلا کر انھیں مصنوعی خفگی سے گھورنے لگا۔

"خیر!!بتائیں آپ کی بچی نظر کیوں نہیں آرہی ہے۔۔۔۔۔؟"

وہ گھوم کر واپس اپنے موقف پر آیا تھا۔

لیکن لہجے سے بے قراری عیاں ہونے نہیں دی، پر دی جان اس کی رمز رمز سے واقف تھی۔ تبھی ان کی لبوں پر بڑی ہی گہری و معنیٰ خیز مسکراہٹ پھیلی تھی جسے اس نے نظر انداز کیا تھا۔

"ایسے ہی پوچھ رہے ہو یا کمی محسوس کر رہے ہو۔۔۔؟

ویسے کرنا تو نہیں چاہئے، ابھی مقدس کو میکے گئے بمشکل دو گھنٹے ہوئے ہیں۔۔۔" گھڑی کی طرف اشارہ کرتے انھوں نے شریر نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی جہاں تاثرات بدل گئے تھے۔

"میکے چلی گئی۔۔؟ کب صبح تو وہ تھی ناں۔۔؟"

اسے اچھی طرح یاد ہے جب وہ صبح کمرے میں آیا تھا مقدس نماز پڑھ رہی تھی گیلری میں۔

"ہاں تھی، پھر نو بجے کے قریب حاجی صاحب اور بدر آئے تھے باران کی عیادت کیلئے تو میں نے بھیج دیا۔۔۔"

"بھیج دیا ایسے کیسے بھیج دیا۔۔۔؟" وہ بے چین سا ہوا تھا۔

"ارے! بچی کا بھائی آیا ہے اتنے سالوں بعد، میں نے تبھی کہا تھا چھوڑ آؤ کچھ دنوں کیلئے، لیکن تم نے سنی نہیں، سو میں نے بھیج دیا، اب تمہیں نجانے کب اپنی مصروفیت سے موقع ملے۔۔۔" وہ واپس سوئی دھاگہ اٹھا چکی تھی۔۔۔

جواباً وہ کچھ دیر خاموشی سے ان کی ہاتھوں کی حرکت دیکھتا رہا تھا ساتھ ذہن میں بھی کچھ چل رہا تھا۔

"وہ بچی تو تم سے پوچھے بغیر جانے کیلئے راضی ہی نہیں تھی، میں نے ہی کہا تم تھک کر سوئے ہو، اٹھ جاؤ گے تو میں بتا دونگی تمہیں، تم کونسا منع کروگے۔۔۔؟" وہ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد مزید بولی تھی۔۔

"انھیں وہاں بھیجنے کی یہی وجہ ہے ناں دی جان۔۔۔۔؟"

کچھ توقف سے اس نے عجیب سا سوال کیا تھا۔

"کک۔۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا۔۔۔۔؟"

دی جان کو اس کا انداز کھٹکا تھا۔

اس کے لہجے و تاثرات میں ایک خاص قسم کی استہزائیہ کاٹ تھی۔

"نہیں!بس ایسے ہی پوچھ رہاہوں، کہیں کل رات حویلی میں ہوئے تماشے کے دوبارہ لگنے کے ڈر سے تو نہیں بھیجاناں۔۔۔؟"اس کے کائیاں انداز پر دی جان کی گرفت سے بٹن چھوٹ کر گرا تھا۔

"آپ پریشان مت ہوا کریں جانِ دلاور۔۔"

بٹن اٹھا کر ان کی ہتھیلی پر رکھتا ہوا وہ بظاہر مسکرایا تھا لیکن اس کی آنکھوں کی سرد تاثرات میں آج مہینوں بعد وہی بغاوت و سرکشی اتری تھی جو حویلی والوں کا جینا دوبھر کر دیتی تھی۔

لیکن صد افسوس دی جان بوکھلاہٹ میں وہ تحریر پڑھنے سے چوک گئی تھی، جو کچھ دیر بعد حویلی میں ایسا طوفان لانے والا تھا جو ماضی کے گرد و غبار کو از سر نو حویلی کی دہلیز تک اڑالانے والے تھے۔۔

ناشتہ سے فارغ ہو کر وہ تینوں عرصہ بعد آج حکیم خانے کی قدیم قطب خانے پر بیٹھے کتابوں پر تبصرہ کرتے ہوئے پرانی یادیں تازہ کر رہے تھے۔جب مقدس کا دھیان اوراق سے بھٹک کر کھڑکی کے پار مہمان خانے کی بند کھڑکی پر گئی تھی۔۔

"ابا!آپ ہمیں اپنی کسی خاص مہمان سے متعارف کروانے والے تھے، ہم کب سے منتظر ہیں لیکن کوئی اتا پتا ہی نہیں ہے۔۔۔؟"اس کا انداز متجسس سا تھا۔

"ہاں!ہاں!بالکل تعارف کروانے والے تھے،وہ آرام کر رہی ہیں جیسے ہی جاگتی ہیں آپ سے متعارف کروادیں گے،اور ہمیں پورا یقین ہے آپ کو ان سے مل کر اچھا لگے گا۔۔۔۔۔"

ان کا متبسم لہجہ پر وثوق تھا۔

"ویسے ابا ہم نے محسوس کیا ہے،خاص مہمان کے ذکر پر بھائی کے چہرے کے تاثرات کچھ الگ تیزی سے بدلتے ہیں،کوئی خاص وجہ اس کی۔۔۔؟"کھوجتی نگاہیں بدر پر جماتے اس نے سوال کیا تو حاجی حکیم گڑبڑا سے گئے۔

جبکہ بدر نے آنکھیں سکیڑی۔

"اور یہ اہم دریافت آپ نے کب کی محترمہ۔۔۔؟"بجائے تسلیم کرنے یا گڑبڑانے کہ بدر نے الٹا چڑھائی کی۔

"تبھی جب ان محترمہ کا ذکر خیر ہوا تھا بھائی۔۔۔"وہ بھی اسی کی بہن تھی۔

"دیکھ رہے ہیں ابا!ہماری شاگرد،ہمارے پڑھائے اسباق ہم ہی پر آزما رہی ہیں۔۔۔؟"

"اب کہیں سے تو شروع کرنا تھا ناں، سوچا آپ ہی سے شروعات کر لیں۔۔۔" لہجے میں عاجزی سموئے وہ بھی دوبدو بولی تھی۔

وہ بدر کی صلاحیت کی معترف تھی، اسی لئے پوری چوکسی سے موضوع کو زیر بحث رکھے ہوئے تھی۔۔۔

اس خاص مہمان کی آمد خاصی 'پراسرار' تھی، تضاد مریم نے بتایا تھا کہ وہ بدر کے ساتھ آئی ہے، اور حاجی حکیم کو وہ بے حد عزیز ہے، جسے انھوں نے اپنی نواسی کی حیثیت سے متعارف کروایا ہے۔

ایک تو بدر کے ساتھ لڑکی کا آنا ہی ناممکن سی بات تھی، دوسرا حاجی حکیم کا بنا کسی رشتے کے ایک جوان لڑکی کو گھر میں رکھنا یہ تو اور بھی عجیب بات تھی۔

کچھ تو تھا جو مصلحتاً یا قصداً اس سے پوشیدہ رکھا جا رہا تھا۔

حویلی سے واپسی کے دوران سرسری سا حاجی حکیم نے اسے بتایا تھا اور گھر آکر تھوڑی معلومات اس نے مریم سے نکلوائی تھی، باقی تجسس و پراسراریت ہنوز برقرار تھی۔

"شاباش! ہم نے سن رکھا تھا شاگرد استاد سے دو ہاتھ آگے نکل جاتے ہیں، آج دیکھ کر اش اش کرنے کو دل کر رہا ہے۔۔" بدر نے باضابطہ تالی بجا کر شاباشی دی۔

"ویسے ہم نے تو کہا ہی تھا آپ سے، ہمارے ساتھ پڑھ لیں آپ بھی، دیر اب بھی نہیں ہوئی اپنے سر تاج سے اجازت لے لیں ایڈمیشن کروا دیتا ہوں، ویسے وہ منع تو نہیں کریں گے ناں، شریف النفس سے انسان ہیں بیچارے، آپ کے آگے دال کہاں گلتی ہو گی۔۔۔؟" بدر نے ایک مرتبہ پھر موضوع گفتگو کو دوسرا رنگ دینا چاہا۔

اس دوران اوراق الٹنے میں مصروف حاجی حکیم چھڑی بحث سے قطعی لاتعلقی ظاہر کرتے بس وقفہ وقفہ سے مسکرانے پر اکتفا کر رہے تھے۔

"وہ سب بعد کی بات ہے، ابھی بتائیں خاص مہمان کے 'خاص' ہونے کی کیا وجہ ہے۔۔۔؟" وہ بلا کی کائیاں پھر وہی نقطہ لیکر آئی تو بدر نے اس کی مستقل مزاجی پر گھوری ڈالی۔

"ابا سے پوچھیں، ان کی مہمان ہیں وہ، آپ مجھے انٹروگیٹ کیوں کر رہی ہیں۔۔۔؟" وہ زچ ہو کر پہلو جھٹکنا چاہ رہا تھا۔

"لیکن ہمیں تو لگ رہا ہے ان کے خاص ہونے کی وجہ کا آپ سے کوئی تعلق ہے۔۔۔"وہ مشکوک ہوئی۔

"میرا ہی کیوں؟ آپ کا بھی ہو سکتا ہے، کیوں ابا۔۔؟"

"ہمارا کیوں؟ ہم تو انھیں جانتے ہی نہیں۔۔۔"

"جان جائیں گی، کیوں ابا۔۔۔؟"اس نے ایک مرتبہ پھر حاجی حکیم کو گھسیٹا تو انھوں نے کتاب نیچے رکھ کر دونوں کو سرزنشی گھوری سے نوازا۔

جو ہمیشہ کی طرح اپنی بحث میں انھیں خوار کر رہے تھے۔۔

"دونوں ہی صبر کر لیں وہ جاگ گئی ہوں گی، ابھی ہم آپ کو ان سے ملوا دیتے ہیں۔۔۔ مریم بیٹا ذرا ادھر آئیں۔۔۔۔"

آنگن میں کچھ سوکھنے کیلئے ڈال رہی مریم کو انھوں نے وہیں سے آواز لگائی تھی۔

"جی؟"وہ دوپٹہ درست کرتی ہوئی سیڑھیوں تک آئی۔۔

"جا کر ذرا دیکھیں تو وردہ بیٹی جاگی کی نہیں۔۔۔؟"

"وہ تو کب کا جاگ گئی ناں، آپ کے ساتھ نہیں وہ۔۔۔۔؟" بتانے کے ساتھ اس نے جھانک کر اندر بھی دیکھا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

بدر اور حاجی حکیم دونوں ہی چونکے تھے۔

"آپ لوگوں کے حویلی کیلئے نکلنے کے بعد ہی وہ جاگ گئی تھیں، میں نے ان کا ناشتہ انڈا اور بریڈ بنا کر دیا انھیں، پھر انھوں نے کہا کہ وہ 'لائیبریری' جارہی ہیں، انھیں تو آپ کے ساتھ ہی ہونا چاہئے۔۔۔"

مریم کے بتانے پر دونوں کے ماتھے پر پریشانی کی شکنیں صاف دیکھی جاسکتی تھی۔

"آپ نے ان کے کمرے میں دیکھا۔۔۔؟"

"جی! ان کا کمرہ صاف کر کے بند کرنے کے بعد ہی میں نے پورے گھر کی صفائی کی ہے۔۔۔"

"دوبارہ جا کر دیکھیں، وہ کوئی کتاب لیکر بیٹھ جائیں تو آواز نہیں کرتی۔۔۔" مریم کو ہدایت دیتا بدر خود بھی اٹھ کر تیزی سے وہاں سے نکلا تھا۔

حاجی حکیم بھی پریشانی سے بڑبڑاتے ہوئے عجلتاً گھر والے حصے کی سمت بڑھے تھے۔ مقدس دونوں کو اس قدر پریشان دیکھ ادھیڑ پن کا شکار ان کے پیچھے ہی آئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

پھر ان سب نے مل کر ایک جیتی جاگتی لڑکی کو پورے گھر میں کسی چھوٹی سی سوئی کو تلاش کرنے جتنی باریکی سے باری باری سے کھنگال ڈالا تھا لیکن نہ وہ وہاں تھی نہ انھیں ملی تھی۔

"افف!! کہاں چلی گئی بچی۔۔۔۔؟" حاجی حکیم پریشانی سے پسینہ میں بھیگ گئے تھے۔

"فاطمہ بی کی مسلسل تاخیر کی وجہ سے دو تین دنوں سے وہ کافی بے چین ہو رہی تھیں، کہیں جذبات میں آکر خود ہی نا نکل پڑی ہو، جیسی ان کی نفسیات ہے غصہ و ضد میں وہ کچھ بھی کر سکتی ہیں۔۔۔۔۔۔؟" پیشانی سہلاتے ہوئے بدر نے خدشہ ظاہر کیا تو حاجی حکیم کا ہاتھ دہل کر دل پڑا تھا۔

"بدر اچھا گماں رکھیں، انجان جگہ ہے بچی کہاں جائے گی بھلا۔۔ افف!! کیا جواب دوں گا میں فاطمہ بی اور سمعیہ بیٹی کو۔۔۔۔" حاجی حکیم فکر میں پژمردہ ہونے لگے تھے۔

مقدس بس خاموشی سے دونوں کی فکر کی گہرائی ناپ رہی تھی۔

"ابا!وہ یہاں میری ذمہ داری پر آئی تھیں،میں مزید انتظار میں وقت ضائع نہیں کر سکتا۔۔۔"بدر بائیک کی چابی جیب سے بر آمد کرتا ہوا دروازے کی سمت بڑھنے لگا کے مقدس نے اس کی بازو پر گرفت بنائی۔

"رحمت!"

"کون ہے بھائی وہ۔۔؟اور ہمارا ایسا کونسا رشتہ دار ہے جو یہاں کی گلیوں سے واقف نہیں۔۔؟"

"مقدس یہ وقت سہی نہیں ہے بیٹا!آپ اسے جانے دیں ہم بعد میں بتائیں گے ابھی اس بچی کو تلاش کرنا ضروری ہے۔۔۔"حاجی حکیم نے بدر کا بازو آزاد کرتے ناچاری سے کہا۔

"ابا!ہم ان کی تلاش میں آسانی کیلئے کہہ رہے ہیں،'اِن' کے اچھے تعلقات ہیں،لوگ ہیں ان کے پاس،آپ کچھ بتائیں تو ہم انھیں کال کر دیتے ہیں،یہ اپنے لوگوں کو لگا کر تلاش کریں گے،زیادہ لوگ ہوں گے تو آسانی ہو گی ناں۔۔۔"

"بہتر ہے کے وہ اس معاملے میں پڑیں ہی مت۔۔۔"بدر کا انداز قطعی تھا۔

"بھائی!!"

"اچھا!مریم آپ بتائیں،ناشتے کے دوران انھوں نے آپ سے کوئی بات کی تھی،کچھ پوچھا یا بتایا تھا۔۔۔؟"مقدس کو نظر انداز کرتے اس نے مریم سے ایک مرتبہ پھر پوچھا۔۔

"جی وہی آپ لوگوں کے متعلق پوچھا تھا اور۔۔۔۔۔"وہ ذہن پر زور ڈالتی ہوئی سوچنے لگی۔

"یاد کریں،کہیں جا رہی ہیں ایسا کچھ بتایا ہو۔۔۔۔؟"

"ایسا تو نہیں،بس ویسے ہی وہ حویلی کہ متعلق پوچھ رہی تھیں کچھ۔۔۔"

"حوی۔۔حویلی کہ متعلق۔۔کیا۔۔۔کیا پوچھ رہی تھی۔۔۔۔؟"

حویلی کے نام پر دونوں دادا پوتے کو جھٹکا سا لگا تھا۔

"میں اور بھابی،باران سا کے متعلق بات کر رہے تھے تو ویسے ہی انھوں نے پوچھا حویلی کہاں ہے،بڑے سرکار کا نام کیا ہے؟فیوڈل فیملی،فیوڈل سسٹم،اور پتا نہیں کیا کیا وہ پوچھ رہی تھی،ہم نے جتنا معلوم تھا بتایا اور پھر وہ ناشتہ چھوڑ کر چلی گئیں،پھر کہا کہ'لائبریری جا رہی ہوں۔۔۔"لب چباتے ہوئے بتا کر وہ سائیڈ پر ہو گئی تھی۔

اب دونوں دادا پوتے کے از حد سنجیدہ تاثرات دیکھ با آسانی اندازہ لگایا جا سکتا تھا بات اور وہ لڑکی اس کی سوچ سے زیادہ پر اسرار اور اہم ہے۔

"کہیں وہ حویلی تو۔۔۔؟"

کسی انہونی کے خیال سے چونک کر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"ابا! کم از کم اب کچھ بتائیں گے آپ لوگ ہمیں۔۔۔۔؟"

مقدس کے سختی سے دریافت کرنے پر دونوں نے ایک مرتبہ پھر نگاہوں کا تبادلہ کیا تھا۔

"مریم رحمت کا عبایہ لیکر آئیں آپ جلدی، رحمت ہم آپ کو سب کچھ راستے میں بتائیں گے ابھی ہمارا حویلی پہنچا بہت ضروری ہے، ورنہ آپ سوچ بھی نہیں سکتی کیا ہو جائے گا۔۔۔"

بدر تیزی سے باہر نکلا تھا۔ اور پھر تینوں حویلی کیلئے روانہ ہوئے تھے اس طوفان کو روکنے جس کا آنا طے تھا اور طے شدہ چیز کو بھلا کون ٹال سکتا ہے۔۔۔۔؟

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"تم۔۔ تم تمہاری ہمت کیسے ہوئی حویلی میں قدم رکھنے کی۔۔۔؟"

وہ دی جان کے روم سے نکل کر راہداری سے گزر رہا تھا جب نیچے سے ابھری چنگھاڑتی ہوئی آواز پر عجیب سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کی تراش میں جگہ بنائی، جیسے اسے اسی پکار کا انتظار ہو، وہ آرام آرام سے قدم اٹھاتا ہوا بالائی منزل کے کھلے حصے میں چلا آیا تھا۔۔

"میری ہمت ہونی کیوں نہیں تھی۔۔۔؟" گرل پر کہنیاں ٹکاتے وہ سلگا دینے والے انداز میں ہنسا تھا۔

"ایک مرتبہ پھر میرے بیٹے کی جان خطرے میں ڈال کر، جان بوجھ کر تم کیوں غائب ہوئے تھے کیا میں نہیں جانتی۔۔؟ اور تمہیں کیا لگتا ہے اس کیلئے میں تمہیں بخش دوں گی۔۔؟" وہ زخم کھائی ناگن کی طرح پھنکاری تھی۔

"ارے واہ! آپ تو بڑی ذہین ہیں، میرا خطرناک مقصد تک جان گئی۔۔۔؟" مصنوعی تعجب سے چونکتے اس نے جیسے چٹخارا لیا۔

"اور رہی بات بخشنے کی تو بس ایک منٹ رکیں۔۔۔۔"

ہاتھ اٹھا کر انھیں ٹھہرنے کا اشارہ کرتا ہوا وہ اپنے کمرے کی طرف دوڑا تھا۔

اور جب چار چار سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے آیا تو اس کے کندھے پر رائفل جھول رہا تھا۔

اتنی دیر میں نیچے ملازم سمیت سبھی جمع ہو گئے تھے۔بس دی جان اور باران غائب تھے،شائد دیواریں ساؤنڈ پروف ہونے کی وجہ سے ان تک آواز پہنچی نہیں تھی۔۔

"تم۔۔تم مجھے اس سے ڈراؤ گے۔۔۔۔؟"وہ غراتی ہوئی اس کے مقابل آئی تھی۔

"ارے!نہیں ناظمہ سا،میری اتنی مجال کہاں،میں تو آپ کی مدد کر رہا ہوں۔۔۔"جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے رائفل کندھے سے اتارا تھا۔

"یہ رائفل ہے،یہ دبانے سے اس میں کسی کا بھی سینا بھون دینے والا مادہ نکلتا ہے،لیں پکڑیں،اور اپنے بیٹوں کے قاتل سے حساب بے باق کر لیں۔۔۔۔"اطمینان سے میکانزم سمجھا کر وہ اسی تمانیت سے مسکرا رہا تھا جبکہ اس کی بات پر آس پاس کے لوگوں کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

"اے لڑکے!تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے یہ کیا کر رہے ہو تم۔۔۔؟"زہرا عثمانی دہل کر بیچ میں آئی تھی۔

"کیا کر رہا ہوں۔۔۔؟یہی تو چاہتی ہیں ناں آپ لوگ ہمیشہ سے۔۔۔؟"

"توخود کہیں جاکر مر کھپ جاؤ،اپنے گندے خون کاالزام ہمارے سر کیوں ڈالنا ہے تم نے۔۔۔؟" تنفر سے جھڑکتے ثمر اعثمانی نے اس کے ہاتھ سے رائفل لیکر ایک جانب اچھالا۔۔

"گنداخون۔۔۔؟"استہزائیہ ہنستاوہ ایک قدم پیچھے کو ہوا۔

"اہ!مطلب آپ کے بھائی کاخون گنداہے،آپ کے باپ کاخون بھی گنداہے،اس حساب سے تو آپ کا بھی خون گنداہوا۔۔۔؟"

"بدذات لڑکے!زبان سنبھالواپنی،صرف تمہاراخون گنداہے،اور تم ہماراخون ہی نہیں ہو،ہماراخون ایسابے غیرت نہیں ہوسکتا،تم صرف اس طوائف کاخون ہو۔۔۔"ثمر اعثمانی اس کے زناٹے دار طمانچہ رسید کرتے الفاظ پر بلبلائی تھی۔

"اہ!!"وہ سر جھٹک کر اثبات میں سر ہلاتا ہوا واپس ناظمہ عثمانی کے مقابل آیا تھا۔

"آپ تو مجھے نہیں بخشنے والی تھی ناں۔۔؟اور آپ بالکل سہی سمجھی ہیں،مجھے سردار بننا ہے،آپ سب سے یہ جاگیر یہ عیش و عشرت سب چھین کر اپنا انتقام لینا ہے،

یہی تو میرا ہمیشہ سے مقصد تھا، اور میری کامیابی کی راہ میں آپ کے دونوں بیٹے بہت بڑی رکاوٹ ہیں تو سوچا پہلے انھیں۔۔۔" مکاری سے کہتے وہ کمینگی سے ہنسا تو جیسے ناظمہ عثمانی کی رگوں میں یکایک ہی شرارے دوڑ گئے۔

"تم۔۔ تمہاری جان لے لوں گی میں آج۔۔۔۔"

جھپٹ کر رائفل اٹھاتے انھوں نے اس کے سینے پر رکھتے نیچے ٹریگر کو دبایا تھا اور پھر چھناکے کی آواز کے ساتھ دلخراش چیخوں سے حویلی کی در و دیوار پر لرزاطاری ہوتے سکوت چھایا تھا۔

"دلاور!"

"ماں سا!!"

اک طرف سے باران نے آکر ناظمہ عثمانی کے سے ہاتھ رائفل کھینچ کر پھینکا تھا تو دوسری طرف سے حواس باختہ شیراز عثمانی نے دلاور کو بازو سے جکڑ کر اپنی طرف کھینچا جسے اس نے تنفر سے فوراً ہی جھٹک دیا تھا۔۔۔

"ماں سا! ہوش میں تو ہیں آپ کیا کر رہی تھیں آپ۔۔۔۔۔؟"

انھیں جھنجھوڑتے ہوئے باران کی سانس ہنوز بکھری ہوئی تھی جو ملازمہ کی اطلاع پر دوڑتا ہوا نیچے آیا تھا اگر ذرا دیر ہو جاتی تو آگے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

"اس۔اس سپولے نے میرے میزان کو مارا ہے، اس نے تمہیں مارنے کی سازش کی ہے، میں۔۔میں اسے چھوڑو گی نہیں۔۔۔۔" وہ جنونِ اشتعال میں بری طرح مچلنے لگی تھی۔

"ماں سا! ہوش میں آئیں۔۔۔" اپنی تکلیف کا خیال کئے بغیر باران نے دونوں بازوں میں مضبوطی سے انھیں جکڑا تھا۔

"اور خدارا، نکال دیں اپنے دماغ سے یہ فتور، کسی نے کسی کو نہیں مارا، کوئی کسی کو نہیں مار سکتا، میزان کی موت سے دلاور کا کوئی تعلق نہیں ہے۔۔آپ سمجھتی کیوں نہیں ہے۔۔۔؟" وہ پہلی بار حلق کے بل چیخا تب سب کی روح لرز اگیا تھا۔

"لیکن اس نے۔۔۔"

"جنید!"

"جنید!"

جج۔۔جی بھائی سا۔۔۔۔"باران کی دہاڑ پر ایک جانب سن کھڑا جنید ہڑبڑا کر سامنے آیا تھا۔

"بتاؤ سب کو اس رات فارم ہاؤس پر کیا ہوا تھا۔۔؟"

"جج۔۔جی میں۔۔۔؟"جنید کی سانس حلق میں اٹکی تھی۔

"ببب۔۔باران جنید کو کیا معلوم اس کا۔۔۔؟"ثمرہ بیگم اپنے بیٹے کے بیچ میں آنے پر تڑپ کر بیچ میں آئی تھیں۔

"پھپو سا بس ایک منٹ۔۔۔"ہاتھ اٹھا کر انھیں روکتے اس نے تیز نظر جنید پر ڈالی جو بار بار حلق تر کر رہا تھا۔

باقی سب سانس روکے اگلے انکشاف کیلئے خود کو تیار کر رہے تھے،بس دلاور پر سکون سا سینے پر ہاتھ باندھے تماشے کا اگلا سین دیکھنے کا منتظر تھا۔

"اس۔۔اس دن فارم ہاؤس پر میں نے ہی میزان سے کہا تھا موسم خراب ہو رہا ہے،اور باقی سب گاڑیوں کی چابی دیں گے نہیں سو وہ دلاور کی جیپ لیکر نکل جائیں،اور۔۔۔"مجرمانہ انداز میں اعتراف کرتے وہ حلق تر کرنے رکا تھا۔

"اور میں نے ہی دلاور سے چھپ کر اس کی جیپ کی چابی لا کر میزان کو دی تھی، دلاور کو تو علم بھی نہیں تھا اس کا۔۔۔ مم۔۔ میں اتنا خوف زدہ ہو گیا تھا کے میں نے سوائے باران بھائی کے کسی کو بتایا نہیں کے وہ میں تھا، دلاور نہیں۔۔۔"

پشیمانی سے گردن جھکائے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے بلا آخر آج اس نے اعتراف کر ہی لیا تھا۔

گو کہ سب جانتے تھے میزان کے ساتھ ہوئے حادثے کی حقیقت، لیکن ناظمہ عثمانی کے خود ساختہ سوچ اور نندوں کے بڑھ چڑھ کر ان کی سوچ کو بڑھاوا دینے کا جواز آج جنید کے اعتراف نے ختم کر دیا تھا جس پر دونوں ہی بغلیں جھانکنے لگیں تھی۔

"ارے! یہ تو ٹوئسٹ ہو گیا۔۔ مجھ حقیر سے بندے کو اب ساری زندگی آپ دونوں کا احسان مند رہنا ہو گا، شکریہ جنید سا، شکریہ باران سا۔۔۔" لہجے میں بناوٹی عاجزی سموئے اس نے تمسخرانہ نگاہ ناظمہ عثمانی پر ڈالی۔

"کچھ کہنا چاہیں گی آپ اس پر پیاری پھپو سا۔۔۔؟" اس کے دل جلاتے انداز پر ثمرہ عثمانی نے تنفر سے پہلو بدلہ۔

"ویسے صرف میزان ساوالے فرد جرم کی گواہی پیش ہوئی ہے، باران ساوالا فرد جرم ہنوز قائم ہے، آپ چاہیں تو۔۔۔"اس نے دونوں بازو کھول کر اپنا وسیع سینا پیش کرتے ہوئے اکسایا۔

"دلاور بس، بس کر جاؤ۔۔۔"اس کے رائفل اٹھانے کیلئے جھکنے سے قبل ہی شیر از عثمانی نے اس کا بازو جھٹک کر اسے پیچھے کو دھکا دیا تھا۔

"آپ کے منہ میں بھی زبان ہے۔۔۔؟اس نے مصنوعی تعجب سے باپ کو دیکھا۔

"کمال ہے بھئی! آج تو معجزات کا دن ہے، کوئی میرے حق میں گواہی دے رہا ہے، کہیں گونگوں کو قوتِ گویائی عطاء ہو گئی ہے۔۔میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ناں۔۔ سس!! یہ تو سچ ہے۔۔۔"بازو پر چٹکی بھرتے اس نے استہزائیہ نگاہ باپ پر ڈالی جو تاسف زدہ نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"ہو گیا تو اب اندر جاؤ مزید تماشہ مت لگاؤ۔۔۔۔"شیر از عثمانی کا نیچا لہجہ لجاجت آمیز تھا۔

"تماشا لگانا تو اس کی خون کی تاثیر میں ہے، اور جس دن سے اس کلنک کو اٹھا کر حویلی کے ماتھے پر سجایا ہے، حویلی کا تماشا بن کر رہ گیا ہے، چھوڑ دیا ہوتا اسے اس کی ماں کے ساتھ تو کہیں مر کھپ جاتا کم از کم ہماری نسلیں تو۔۔"

"آپا۔۔۔"زہرہ عثمانی کے زہر زہر الفاظ پر شیراز عثمانی کے لب وا ہونے ہی لگے تھے کہ اس نے قطع کلام کیا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ کی بہن چھوڑ کیوں نہیں دیا تھا مجھے۔۔۔؟"

"تم چپ رہو۔۔۔"

"میں چپ نہیں رہوں گا۔۔"وہ ان سے اونچی آواز میں دہاڑا تھا۔

"آج جب آپ کے لبوں کا قفل ٹوٹا ہی ہے تو میرے ایک سوال کا جواب دے ہی دیں۔۔۔"وہ آہنی چٹان کی مانند ان کے مقابل جم کر کھڑا ہوا تھا۔

"دلاور!!"

ملازمہ کی اطلاع پر ہانپتی ہوئی آئی دی جان کے پیروں سے صورت حال کی سنگینی نے جان کھینچ لی تھی۔

"میری موت میرے لبوں پر ہو اور کوئی مجھے کہے کہ زندگی کے بدلے میں آپ سے 'خود کو جنم دینے والی عورت' کے متعلق سوال کروں، تو اس صورت بھی میں موت کو گلے لگانا پسند کرتا بجائے اس سوال کو لبوں تک لانے کے۔۔۔۔

لیکن آج پوچھ رہا ہوں، مجھے جنم دینے والی عورت سے آپ کا کیا تعلق تھا۔۔۔؟

کوئی تعلق تھا بھی یا میں واقعی کسی کے گناہ کی۔۔۔۔"

"چٹاخ!!!!!!!!!!!!"

اس کے اشتعال کی بھٹی سے نکلتے رکیک الفاظ کا سلسلہ زناٹے تھپڑ کی گونج کے ساتھ ہر جانب سکوت پھیلا گیا تھا۔

حال میں موجود حاضرین کے ساتھ در و دیوار تک پھٹی پھٹی نگاہوں سے برسوں سے مٹی کے مادھو میں ڈھلے شیراز عثمانی کے اس انتہائی اقدام کو دیکھ بے یقینی سے ساکت تھے جو بری طرح ہانپ رہے تھے۔

"میں تمہارا مجرم ہوں، میں آپ سب کا گنہگار ہوں، مجھے چوراہے پر کھڑا کر کے جوتے مار لیں، لیکن اس عورت کے کردار پر انگشت نمائی نہیں کریں، کم از کم تم نہ کرو، تم اس کے بطن جنمے ہو۔۔۔ تم معتبر ہو۔۔۔۔۔"صدیوں کی تھکن جنموں کی شکست لہجے میں سمیٹے آج پچیس سال بعد ان کے لبوں کا قفل ٹوٹا تھا۔

"معتبر۔۔؟ایک طوائف کی بطن سے جنمابچہ معتبر کس طرح ہو سکتا ہے۔۔۔؟"شعلے برساتی سرخ انگار نگاہ باپ پر ڈالتاوہ جنگلی بھیڑیے کی طرح غرایا تھا۔

"یس!شی واز نوبل لیڈی،وہ کوئی کال گرل نہیں تھی،سوما ئنڈ یور لینگو تیج۔۔۔۔"کشیدگی کے سنناٹے میں گونجی مضبوط نسوانی آواز پر سارے تحیر زدہ سے میکانکی انداز میں آواز کی سمت متوجہ ہوئے تھے۔

سادہ سی جینز اور کرتے پر گلے میں اسٹالر ڈالے،بے انتہا خوبصورت لڑکی کو سرخ چہرہ لئے مضبوط قدم اٹھاتے اسی جانب پیش رفت کرتا دیکھ جہاں سب نے نافہم نگاہوں کا تبادلہ کیا تھا،وہیں شیراز عثمانی کی نگاہوں کے آگے ارض وسماں گھومنے لگا تھا۔

"اکثر لوگ مجھ سے کہتے تھے،،میرے فیچرز مام سے کافی مشابہت رکھتے ہیں،آپ نے آج'چونک'کر تصدیق کر دی۔۔۔۔۔"شیراز عثمانی کے مقابل آکر اس نے پر اعتمادی سے ان کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

جن کا ذہن آندھیوں کی زد میں تھا،چہرہ لٹھے کی مانند سپید پڑ رہا تھا۔

"تم۔۔تم کون ہو۔۔۔۔۔۔؟"

اس لڑکی کا اعتماد انداز اور شیراز عثمانی کی دگرگوں ہوتی حالت دیکھ وحشت سے دلاور کا تنفس درہم برہم ہوا تھا۔۔

"اسی عورت کی بیٹی جس کے متعلق تم بیہودہ الفاظ استعمال کر رہے تھے۔۔۔۔"

الفاظ تھے یا کوئی خطرناک ایٹمی دھماکہ تھا جو سب کی سماعت پر گرا تھا۔ دلاور دھچکا کھا کر لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہوا تھا جبکہ شیراز عثمانی وہ۔۔

وہ تو شائد وہاں موجود ہی نہیں تھے۔

"کیا ہوا یقین نہیں آرہا۔۔۔؟ جس عورت کو مارنے کیلئے اتنے پختہ انتظام کئے تھے، جس کی موت کی خوش خبری تک آپ کو مل گئی تھی، پھر اس نے مجھے جنم کس طرح دے دیا۔؟"

سب کی پھٹی پھٹی وحشت زدہ نگاہ اس پر تھی اور اس کی اشتعال انگیز نگاہ کا مرکز فقط وہ ادھ مرا شخص تھا۔

"ڈونٹ وری، میں ڈی این اے رپورٹ لائی ہوں، آپ خود بھی پیٹرنٹی ٹیسٹ کروا سکتے ہیں۔۔۔" فائل فرش پر پٹختے اس نے دونوں ہاتھوں کو کھول کر خود کو پیش کیا۔

دوسرے ہی لمحے دھرام کی آواز کے ساتھ فائل کے قریب ادھ مرا وجود گرا تھا۔

کتنی دلخراش چیخیں بلند ہوئی تھی، کتنے لوگ دوڑے تھے اس کا انھیں کوئی ہوش نہیں تھا۔ مردہ ذہن کے ساتھ انھوں نے بس ان آنکھوں کی کبھی نہ کھلنے کی دعا کی تھی اور دھندلی نگاہوں میں اس کا چہرہ لئے جسم ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

خوشگوار فضا کو یکایک ہی کسی بد دعا کی طرح باغی سیاہ بادلوں نے گھیر کر وحشتناک آندھی کی آغوش میں پھیکا تھا۔ پتھروں میں سوراخ ڈال دینے والی طوفانی بارش، قدیم پیڑوں کو آن کی آن میں بے دری سے اکھاڑ پھیکنے والی تباہ کن آندھی، اس پر کسی آسمانی عذاب کی طرح گرتے اولے جو کسی ظالم سپہ سالار کی طرح فصلوں کو کچل کر نیست و نابود کرتے لہلہاتے کھیتوں میں سفید چادر تہہ در تہہ بچھاتے جا رہے تھے۔۔

یوں لگ رہا تھا یہ صور اسرافیل کی مانند خوف و دہشت لیکر اٹھی آندھی آج سب تباہ و برباد کر کے ہی دم لے گی۔۔

نیم جان شیراز عثمانی کی حالت کے پیش نظر وہ لوگ اسی آندھی میں انھیں لیکر نکل پڑے تھے، مقامی ڈاکٹر کے مطابق انھیں میجیر ہارٹ اٹیک آیا تھا، انھیں کارڈیالوجسٹ کے پاس لیجانا از حد ضروری تھا ورنہ کچھ بھی ہو سکتا، ان کی نبض بے انتہا سست پر چکی تھی۔

آندھی کا مقابلہ کرتے ہوئے گاڑی جتنی سپیڈ سے آگے بڑھائی جا رہی تھی، کسی تنکے کی مانند اتنی ہی قوت سے ہوائیں گاڑی پیچھے ڈھکیل دیتی تھی۔

تضاد جگہ جگہ گرے پیڑ، پیڑوں کی ٹہنیاں۔۔۔

جان ہتھیلی پر اٹھائے کسی طرح وہ لوگ ہسپتال پہنچنے میں کامیاب ہوئے تھے ڈاکٹرز نے فوراً حرکت میں آتے ہوئے انھیں ای سی یو میں بھرتی کر دیا تھا۔

لیکن ان کی جان ہنوز خطرے میں تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"مقدس! باہر منہ زور طوفانی بارش نے چاروں جانب تباہیاں بکھیر رکھی ہے، ایسے موسم میں باہر نکلنا نری بیوقوفی کے سوا کچھ نہیں ہے۔۔۔"ہراساں میرال نے آخری کوشش کے تحت اس کا بازو جکڑا تھا۔

"ہمیں ہر حال میں ان کے پاس پہنچا ہے، باہر جتنا بھی بڑا طوفان ہو، ہمیں نہیں روک سکتا۔۔فی امان اللہ۔۔۔۔۔"

وہ نقاب گراتی کڑکتی بجلی، گرجتے بادل، طوفانی ہوا، اولے کسی بھی چیز کی پرواہ کئے بغیر پورٹیکو پر کھڑی گاڑی میں جاکر سوار ہوئی تھی۔

سرکش ہواؤں کا مقابلہ کرتے ہوئے ڈرائیور نے گاڑی کو سڑک پر ڈالا تھا، پچھلی سیٹ پر سکڑ کر بیٹھی وہ اپنی جان اللہ کے سپرد کر قرآنی آیات کا ورد کرتی اس کی سلامتی کی دعائیں مانگنے میں محو ہو گئی تھی۔۔۔

"بی بی سا! یہاں سے گاڑی اندر جا نہیں پائے گی، پھاٹک کے سامنے ہی پیڑ گرا ہوا ہے۔۔۔"گلستانِ بہار کے قوی ہیکل پھاٹک کے آگے گاڑی روکتے ڈرائیور نے پریشانی سے بتایا تھا۔

اس نے ایک نظر باہر ڈالی جہاں ہنوز آندھی کی شیطانیت جاری وساری تھی۔ پھر بنا کچھ کہے دروازہ کھول کر اتر گئی۔

"بی بی سا!"

بی بی سا، کیا کر رہی ہیں آپ۔۔۔؟ بھیگ جائیں گی اوَلے گر رہے ہیں آپ کو چوٹ۔۔۔۔۔"ڈرائیور نے خوف زدہ ہو کر اسے روکنا چاہا تھا۔

لیکن وہ ایک سنے بغیر اپنا عبایہ سنبھالتی پھاٹک کی جانب لپکی تھی۔ پھاٹک سے لیکر کاٹیج تک کے سفر کے دوران کتنے اوَلے اس کے سر، کندھے، پیٹھ پر گرے تھے، پربنار کے وہ لب سختی سے بھینچتی ہوئی کاٹیج کی طرف کسی کملی جھلی کی طرح دیوانہ وار دوڑی چلی جا رہی تھی۔

کبھی مشہور تھی شہر میں،

ہماری دانشمندی کے قصہ،

اب تو فارغ عقل بھی ہمیں،

دیوانہ بلاتا ہے۔۔۔۔۔۔!!!

اس لمحے اس کی دیوانگی دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا یہ حاجی حکیم کی وہی سمجھدار، بردبار، سوجھ بوجھ سے کام لینے والی پوتی ہے۔۔

بلکہ اس لمحے وہ فقط شدت پسند حریف زادے کی بیوی تھی، جو اس کی سنگت کا رنگ اوڑھے اپنی فہم و فراست کو بالائے طاق رکھ کر بس اس تک پہنچنے کا جنون لئے دوڑ رہی تھی۔

"بھابی سا!!"

اس کی ایک دستک پر معظم تیزی سے دروازہ کھولتا ہوا سائیڈ پر ہوا وہ عجلتاً اندر داخل ہوئی تھی۔۔۔

"کک۔۔ کہاں ہے وہ۔۔۔۔؟"

آج تک کی تاریخ میں کسی غیر مرد سے کلام نہ کرنے والی مقدس بنت ذکاء نے آج اس شخص کیلئے دو مرتبہ نامحرم کو مخاطب کیا تھا۔۔۔

"وہ۔۔ وہاں پر ہے۔۔۔۔"

اس نے ایک جانب اشارہ کیا وہ بے تابانہ اس جانب لپکنے لگی کے معظم کی آواز پر قدم رکے۔

"اس کی حالت بہت خراب ہے، اس نئے انکشاف کی آندھی نے اسے تنکا تنکا بکھیر دیا ہے، اس طوفانی موسم میں وہ نی ہتھا پاگلوں کی طرح جنگل کی طرف جا رہا تھا، اگر آپ سہی وقت پر مجھے کال نہیں کرتی تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے اس کے ساتھ کیا ہو جاتا آج۔۔۔۔" اس کی حالت دیکھ ہنوز معظم کا لہجہ حوادث کی کیفیت میں ڈوبا ہوا تھا۔

"آپ کا شکریہ۔۔۔" اس کی مدھم آواز ممنونیت سے لبریز تھی۔

"میرا فرض تھا، میں اس کے کپڑے تبدیل کروا چکا ہوں، اب چلتا ہوں، آپ اس کا خیال رکھئے گا، کسی چیز کی ضرورت ہو تو یاد کیجئے گا۔"

چھاتا لیکر وہ باہر نکلا تو پہلے مقدس نے بڑھ کر دروازہ مقفل کیا تھا پھر دھڑکتے دل کے ساتھ درمیانی دروازہ عبور کر کے بیڈ روم کی طرف بڑھی تھی۔۔۔۔

اسے نیچے یخ بستہ فرش پر دونوں پیر پھیلائے عجیب سی بکھری حالت میں پڑا ایک ٹک غیر مرئی نقطہ کو گھورتا دیکھتا مقدس کے دل میں انی سی گڑی تھی۔۔

وہ عبایہ ایک جانب اچھالتی مچل کر اس کے قریب پہنچی لیکن اس کی آہٹ پر سراپا متوجہ ہو جانے والے وجود میں ذرا حرکت نہیں ہوئی تھی۔

میرا تعلق بارش کی طرح نہیں ہے تمہارے ساتھ،

کہ برسوں اور ختم ہو جاؤں..!

بلکہ ہوا کی طرح ہے..،

خاموش مگر ہمیشہ تمہارے آس پاس.....!

"سنیں!!"

اس کے برف کی مانند ٹھنڈے ہاتھ پر اس نے اپنا سرد ہاتھ رکھا لیکن بے سود۔۔

"خدارا ایسے نہیں کریں ہماری جانب دیکھیں۔۔۔۔"

دونوں ہاتھوں میں اس کا سرد چہرہ تھام کر اپنی جانب کرتے وہ ملتجی ہوئی تھی۔

اس کی سرخی مائل آنکھوں میں ٹھہرا سکوت اس کی آنکھوں میں مرچیاں بھر گیا تھا۔

"آپ اتنے کمزور نہیں ہیں، اور نہ ہی ہم آپ کو کمزور پڑتا دیکھنا چاہتے ہیں اور نہ آپ کو پڑنے دیں گے۔۔۔۔"

اس کی ابتر حالت دیکھ دل سے اٹھ رہی ٹیس، آنکھوں میں اترے کرب کے آنسوں کو پیتی ہوئی وہ پر عزم انداز میں اسے مخاطب کرتی کھڑی ہوئی تھی۔

کبرڈ سے گرم بلینکٹ نکال کر اچھی طرح اس کے وجود کے گرد لپیٹتے، کمرے میں ہیٹر آن کر کے وہ اپنے کپڑے لیکر واش روم کی طرف بڑھی تھی۔

اسے سنبھالنے کیلئے پہلے اس کا خود سنبھلنا بہت ضروری تھا۔

بمشکل پانچ سے سات منٹ میں جب وہ تبدیل کر کے باہر نکلی تو اسے دروازہ کھولتا دیکھ ٹاول ایک جانب اچھالتی سرپٹ اس کی جانب لپکی تھی۔۔

"کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔؟" دروازے سے چپک کر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے دریافت کیا تھا۔

لیکن اس نے جیسے سنا ہی نہیں تھا وہ جنونی انداز میں دروازہ مسلسل ہلا رہا تھا۔

"آپ بیکار میں کوشش کر رہے ہیں، یہ دروازہ بنا چابی کے نہیں کھلے گا اور چابی ہمارے پاس ہے۔۔۔"

ہینڈل پر دھرے اس کے دونوں ہاتھوں پر گرفت بناتی وہ اک اک لفظ پر زور ڈال کر بولی تو بادل ناخواستہ وہ اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"چابی دیں ادھر۔۔۔"

"باہر آندھی آئی ہوئی ہے۔۔۔"

"چابی۔۔۔دیں۔۔۔۔"اس کے خشک لہجے و انداز سے شناسائی کی رمک مفقود تھی۔

"ہم نہیں دے سکتے۔۔۔"

وہ فوراً سے دروازے کے پاس سے ہٹنے لگی کے یکایک اس کے بے دردی سے بازو جکڑ کر کھینچنے پر گھٹی گھٹی چیخ کے ساتھ دیوار سے چپکی۔۔

"چابی دیں۔۔۔۔"

اس کا قطعی اجنبی و بے رحم روپ دیکھ کر وہ کلیجہ مضبوط کرتی آنکھیں میچ گئی تھی۔۔

"آپ کی سمجھ نہیں آرہی میں کہہ رہا ہوں چابی دیں۔۔۔۔۔"

اب کے وہ بے رحم بادل کی طرح گر جا تو وہ اپنی جگہ سوکھے پتے کی طرح لرز کر رہ گئی پر ہار نہیں مانی۔۔۔۔

"اس وقت اگر آپ ہماری جان بھی لے لیں گے، اس قیمت پر بھی ہم آپ کو اس طوفان میں باہر نکلنے نہیں دیں گی، یقین نہیں تو آزمالیں۔۔۔۔"خوف سے بری طرح کانپتی آواز میں اس نے حتمنی فیصلہ سنایا تھا۔

"آپ میرے ضبط کا امتحان مت لیں، آج میں کچھ بھی کر سکتا ہوں، مجھے ہر قیمت میں اس آدمی سے اپنے سوالوں کا جواب چاہیئے۔۔اس لئے چابی دیں۔۔"

بھوکے بھیڑیئے کی طرح غراتے ہوئے اس نے پوری قوت سے پیچھے دیوار پر ہاتھ مارا تھا۔

مقدس نے دونوں ہاتھ منہ پر جمع کر چیخ کا گلا گھونٹا تھا۔

"آپ نہیں جاسکتے۔۔۔"اس کا وہی ایک جملہ تھا۔

جس پر دلاور نے پوری قوت سے سائیڈ ٹیبل کو لات مارا تھا۔

اور پھر ٹھوکر میں آئی ہر شئے کو اپنی ذات کی طرح بکھیرتا ہوا دوسرے روم میں بند ہو گیا تھا۔۔

درمیانی دروازہ مقفل ہوتے ہی وہ بھربھری مٹی کی طرح اپنی جگہ بیٹھتی چلی گئی تھی۔

احتیاطاً اس نے دوسرے روم کا دروازہ بھی مقفل کر دیا تھا۔ اور پرانے ساگوان کا مضبوط دروازہ توڑنا آسان نہیں تھا۔ اس جانب سے تو وہ بے فکر تھی، لیکن اس کا باہر کی آندھی سے بھی خطرناک غصہ دوسرے روم کی چیزوں پر ٹوٹ رہا تھا۔ وہ اس وقت وہ زخمی شیر بنا ہوا تھا جسے شکار دکھا کر پنجرے میں قید کر دیا جاتا ہے۔

ایسے میں اس کا اس کے مقابل نہ جانا ہی بہتر تھا۔

اچھا تھا وہ بے جان چیزوں پر ہی اپنے اندر کا غبار نکال لے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

کہیں بادل پھوٹا تھا، کہیں بجلی گری تھی، کہیں سمندروں کی تہوں نے خطرناک موجوں کو سطح پر پھیکا تھا، کہیں برسوں سے آتش فشانی پہاڑ کی پیٹ میں پک رہا لاوا ابلا تھا۔

اور ان ساری تباہیوں کو آواز دینے والی کارنامہ انجام دیکر سکون سے بیٹھی تھی، اور اس کے سکون کو دیکھتے ادھر سے ادھر اضطرابی انداز میں مارچ کر رہے بدر کے ضبط کا باندھ ٹوٹ رہا تھا۔۔

"آپ یہاں میری ذمہ داری ہیں، اور یہ ذمہ داری میں نے اسی شرط پر لی تھی کہ آپ بنا فاطمہ بی کے خود سے کوئی حماقت نہیں کریں گی، اور آپ نے میری شرط پر خود حامی بھری تھی۔۔ پھر۔۔۔۔۔۔۔؟"

متحمل مزاج بدر کے ضبط و تحمل کی حدیں اس کی حماقت پر جیسے ختم ہوئی تھی۔

"آپ کو اندازہ بھی ہے آپ نے کیا کیا ہے۔۔۔۔؟" اس کی لاپرواہ خاموشی پر بدر کے لہجے میں درشتگی اتری تھی۔

"ڈاکٹر، ایم ناٹ گوئینگ ٹو ریگریٹ مائی ایکشن، سو ڈونٹ ویسٹ یور انرجی۔۔۔۔" وہ ہاتھ جھاڑ کر کروفر سے بولی تھی۔

"وردہ آپ۔۔۔"

"وہاٹ۔۔۔؟ میں یہاں اسی مقصد سے آئی تھی، میرے ان سارے وئیر ڈکنڈیشنز پر بنا اف کئے ایگری کرنے کی وجہ بھی یہی تھی، بٹ انفورچنیٹلی آپ لوگ مجھے بیوقوف بناتے رہے۔۔۔۔" وہ حلق کے بل چیخی تھی۔۔

"بیوقوف۔۔۔؟ آپ کو کیا لگتا ہے ہم سب کے پاس سوائے آپ کو گارڈ کرنے کے، آپ کو بیوقوف بنانے کے، کوئی کام نہیں ہے؟" اس کے الزام پر بدر کو اپنا خون ابلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"بدر!!" حاجی حکیم نے اندر داخل ہوتے ہوئے ٹوکا۔

"آئیں ابا! آپ بھی ملاحظہ فرمائیں ان کے زریں خیالات، انھیں لگتا ہے ہم نے ہمارے خاندان، ہمارے سماج، حتیٰ کہ اپنی بہن کے نئے جڑے رشتے کو تک پسِ پشت ڈال کر انھیں بس بیوقوف بنانے کیلئے یہاں لایا ہے۔۔۔؟ کاش! میں آپ کی بات نہ مانتا، کاش! میں نے ڈاکٹر کو ٹنیس اور فاطمہ بی کو انکار کر دیا ہوتا۔۔۔" وہ حقیقتاً اس لمحے اپنے فیصلے پر پچھتا رہا تھا۔

سب جب شیراز عثمانی کی طرف دوڑے تھے وہ موقع غنیمت جان کر اسے وہاں سے نکال لایا تھا۔ لیکن یہ لڑکی تھی کہ اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا کر کے موقع کی سنگینی سے یکسر انجان ضد لگائے بیٹھی تھی۔

وردہ نے ترچھی نگاہ لمحے کیلئے اس کے تنے نقوش پر ڈالی۔۔۔

"آپ دونوں شانت ہو جائیں، جو ہونا تھا ہو چکا ہے، آپس میں الجھنے سے کچھ نہیں سلجھنے والا، میری ابھی فاطمہ بی سے بات ہوئی ہے، وہ اگلی فلائٹ سے یہاں جلد از جلد پہنچنے والی ہیں۔۔ ہسپتال سے بھی فون آیا

تھا شیراز صاحب زیر علاج ہیں۔۔۔"دونوں کو دوبدو دیکھ حاجی حکیم نے تحمل سے معاملہ ٹھنڈا کرنے کی سعی کیا۔

"میں ہسپتال جانا چاہتی ہوں۔۔۔"وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ۔۔۔۔۔۔۔؟"اتنا سب ہو جانے کے باوجود بھی محترمہ کی وہی رٹ پر بدر کو اپنی شریانیں ضبط سے پھٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"بدر آپ جا کر عشاء کی نماز ادا کر لیں، میں بات کرتا ہوں وردہ بیٹی سے۔۔۔۔"حاجی حکیم کے اشارے پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"پلیز! میں ہسپتال جانا چاہتی ہوں، میں کچھ نہیں کروں گی بس اپنے سوالات کا جواب لیکر چلی جاؤں گی یہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔۔۔۔"بدر کے مقابل حاجی حکیم سے بات کرتے اس کا دکھ سے لبریز بے کل لہجہ ملتجی تھا۔

"میں آپ کی کیفیت سمجھتا ہوں بچے، آپ بھی تو حالات کی سنگینی کو سمجھنے کی کوشش کریں، شیراز صاحب ہوش میں نہیں ہیں ڈاکٹرز نے صبح تک انتظار کرنے کیلئے کہا ہے۔۔۔اور پھر آپ کو فکر کس

بات کی ہے، یہ بات اب نکل چکی ہے اب آپ نہیں بھی چاہیں تب بھی آپ کو اس پر بات کرنے کا موقع ملے گا۔۔اس لئے میری مانیں جب تک فاطمہ بی آ نہیں جاتی یہی رہیں۔۔۔"

حاجی حکیم کے رسانیت سے سمجھانے پر وہ اپنے اندر اٹھتے باغی لہروں کو کچلتی ان کے احترام میں لب سی کر بیٹھ گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓣ

باہر کا طوفان ہر سوں تباہیاں پھیلا کر رات کی گہری تاریک سنناٹے میں روپوش ہو گیا تھا۔

اندر کا طوفان بھی بے جان چیزوں پر عتاب برسا کر تھم گیا تھا۔اب چاروں جانب دبیز وحشتناک خاموشی کا راج تھا۔جس میں وہ اپنی فکر میں ڈوبی سانسیں و دھڑکن با آسانی سن پا رہی تھی۔

گھڑی پر نگاہ ڈال کر وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی ہوئی درمیانی دروازے کے قریب آئی تھی۔۔

"ہمیں بارش کا پانی برداشت نہیں ہوتا ہے، ہماری طبیعت شدید خراب ہو جاتی ہے، خدارا دروازہ کھول دیں، ہمیں گرم پانی اور دوائی چاہیئے، کھول دیں۔۔۔۔۔"ہلکی دستک کے ساتھ اس نے قصداً دھیمی آواز میں مسئلہ بتایا تھا۔

تمہاری بے کلی سے اب مجھے محسوس ہوتا ہے

ہمارے درمیاں حائل کوئی دیوار ہے جاناں!!

پھر کئی ساعت وہیں کھڑی دوسری جانب سے حرکت کا انتظار کرتی رہی، بلا آخر مایوس ہو کر قدم موڑنے کو ہی تھی کہ کٹھکے کی آواز سے دروازہ کھلا اور اس کا سرد و سپاٹ چہرہ فریم میں ابھر۔۔

وہ کچھ کہنے کیلئے لب وا کرتی کہ وہ تیزی سے گزر کر واش روم میں بند ہو گیا تھا۔ وہ خاموشی سے کچن میں چلی آئی تھی۔

فریج میں دودھ کے علاوہ کچھ کھانے پینے کی چیزیں بھی محفوظ تھی وہ وہی گرم کر کے دوائی اور گرم پانی کا تھرماس لئے چلی آئی تھی۔۔

"آجائیں، کچھ کھالیں۔۔۔" ٹرے بیڈ پر رکھتے اس نے عام سے انداز میں مخاطب کیا تھا۔

"بھوک بجو د ایک مسئلہ ہے، وہ بھلا کس طرح کسی مسئلہ کا حل بن سکتی ہے، کسی سوال کا جواب بن سکتی ہے۔۔۔"

بنا جھجھکے اس کی چوڑی کلائی تھام کر وہ اسے بیڈ کے قریب لے آئی تھی۔

"بیٹھ بھی جائیں ناں اب، ہمیں کھا کر دوائی لینی ہے، مزید تاخیر ہوئی تو کم از کم بھی تین دن آپ کو ہماری تیمار داری کرنی ہو گی۔۔۔"اس کے تاثرات کو قطعی نظر انداز کرتی ہوئی وہ خبر دار کر رہی تھی۔

"آپ یہاں کیوں آئی ہیں۔۔۔۔؟"

"اپنے شوہر کے پاس آنے کیلئے بیوی کو وجہ کی ضرورت کب سے پڑنے لگی۔۔۔؟"اس نے دوبدو پوچھا تو وہ زخمی نگاہوں سے اس کا پر سکون چہرہ گھورنے لگا۔

"میں ڈرائیور کو کال کر رہا ہوں، آپ واپس حویلی جا رہی ہیں یا چاہیں تو اپنے ابا کے پاس چلی جائیں۔۔۔"وہ ایک مرتبہ پھر خول میں لپٹا صدیوں کے فاصلے پر جانے کیلئے کوشاں تھا۔

"کیوں۔۔۔؟ کیوں چلی جائیں ہم۔۔؟"وہ دیوار کی مانند اس کی راہ میں حائل ہوئی تھی۔۔۔

"کیونکہ میں بہت برا ہوں۔۔۔!نقصان پہنچا سکتا ہوں آپ کو۔۔۔"وہ بے بسی سے دبے لہجے میں پھٹ پڑا تھا۔

وہ اپنے جلتے دل سے اس کا کومل وجود محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔اپنے تشنہ جذبات، ٹوٹی پھوٹی شخصیت سے اس کا مکمل سراپا بچانا چاہتا تھا۔

لیکن وہ نادان اپنا تن من نچھاوڑ کر دینے والی ایثار کی مورت، عورت کی فطرت سے کہاں واقف تھا۔

نہیں! آپ کے حالات برے تھے۔۔۔"وہ درمیانی فاصلہ سمیٹ کر قریب ہوئی تھی۔

"جھوٹ!"وہ نفی کر تارخ موڑ گیا۔

"سچ! اگر آپ برے ہوتے تو برے حالات میں برائی اختیار کر چکے ہوتے، لیکن آپ نے نہیں کئے، یہ آپ کے اچھے ہونے کی دلیل ہے۔۔۔ورنہ حالات کے سنگ بہہ جانا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔"پہلو میں گرے ہاتھ کو تھامتی وہ اپنے الفاظ سے اس کے خون رستے زخموں کی مسیحائی کرنا چاہ رہی تھی۔

"میں نے برائی اختیار نہیں کی، اس بات کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔۔۔؟"وہ تنفر و بدگمانی کی انتہا پر تھا۔

"کیا یہ دلیل ناکافی ہے کہ میرے اللہ نے میرے توکل کا انعام آپ کی صورت دیا ہے مجھے۔۔!"شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کر اس کے مضبوط پشت پر سر رکھتے اس نے اپنے دونوں نازک بازو اس کے جلتے سینے پر پھیلائے تو یکایک آتش فشاں کی طرح پکتا اس کا سینا برف کی سیل میں تبدیل ہوا تھا۔

"آپ ہماری دعاؤں کا ثمر ہیں، ہماری ریاضتوں کا انعام، ہمارے ابا کا یقین، ہمارے پروردگار کا بہترین تحفہ ہیں، ہم آپ کو نا آسودہ جذبات، لاحاصل حسرتوں کی نارِ نفرت کا مزید ایندھن بننے نہیں دیں گے، آپ چاہیں تب بھی نہیں، اور یہ ہمارا حتمنی فیصلہ ہے۔" مشکبار باہوں کا حصار تنگ کرتے اس نے اپنے حسین اظہار کی تپش سے اس برف کے پہاڑ کو پگھلایا تھا۔

مجھے یقین ھے اعجاز_ لمس سے اک دن

وہ خار کو بھی شگفتہ گلاب کر دے گی!

ضبط کی سرکش موجیں انتہائی سرحدوں سے گزرتی ہر پہرا توڑ گئی تھی، وہ مزید خود کو بندشوں کا غلام بنانے کے بجائے اس متاعِ جان کے معطر وجود کو اپنے اندر سمو گیا تھا۔

وہ وجود جو اس کیلئے دوا تھا، دعا تھا، شفاء تھا، رہائی تھی۔

اتنے سالوں کے درد، تکلیف، اذیتیں، نفرتیں جو ناسور بن کر اسے اندر سے قطرہ قطرہ مار رہی تھی، آنسوں بن کر اس کے نازک کندھوں پر گرتے امر ہونے لگے تھے۔۔

"آپ کو قسم ہے اپنا فیصلہ کبھی نہیں بدلئے گا۔۔۔۔"

شدت جذبات سے مغلوب ہو کر اس نے پوری شدت سے اس کی پیشانی پر مہرِ محبت لگائی تھی۔

"آپ چاہیں گے تب بھی نہیں، خواہ اس کیلئے ہمیں آپ سے لڑنا ہی کیوں نہ پڑ جائے۔۔" نفی میں سر ہلاتے اس کی مخمور نگاہوں کے پیامِ قربت سے شرما کر اس نے پلکوں کی جھالڑ گرائی تھی۔۔

لیکن اب گریز و اجتناب کہاں ممکن تھا۔ وہ چل کر دیدہ دلیری سے اس کی پناہوں میں آئی تھی اسے تسخیر کرنے، اور محبت کا تو اصول ہے تسخیر کے بدلے تسخیر۔۔۔۔

یہ اچھا ہے، برا ہے، فیصلہ تم نے ہی کرنا ہے

تمہارے سامنے ہے جو مرا کردار ہے جاناں

مری جانب چلے آؤ، یہی میری تمنا ہے

بدلتے موسموں کا بھی یہی اصرار ہے جاناں!!

جیسے لامتناہی شعائیں اک نقطے پر ٹھہر جاتی ہے،

جیسے پورے گلستان کی خوشبو ایک عطر کی شیشی میں سمٹ جاتی ہے،

جیسے قوض قزح کے سارے حسین رنگ اک قطرے میں مقید ہو جاتے ہیں،

جیسے رات کی گھور تاریکی چاند کی بالی میں سمٹ آتی ہے،

ویسے ہی آسودہ نا آسودہ جذبات، درد و مسرت، حسرتیں و تشنگیاں، اذیتیں، ان کہی حقیقتیں، سب ان وصل کے پر فسوں لمحوں میں ٹھہر کر یک رنگ ہو گئے تھے،

تھم گیا تھا اندر ابلتا ہوا آتش گیر مادہ،

رک گئی تھی ہیجان خیز ذہن میں چلتی آندھیاں، کٹ گیا تھا روح کو لہو لہو کرتے خیالوں کا سلسلہ،

جم گیا تھا رگوں میں لہو بن کر دوڑتا بے سکونی و بے کلی کا سلسلہ۔۔۔

اس کا پاکیزہ وجود، اس کا معتبر احساس، اس کا مسیحائی کی تاثیر میں لپٹا لمس، اسے اس کرب و اذیت کی جلتی ہوئی بستی کی دھواں و غبار والی فضاء سے بہت دور کہیں چاند کی وادیوں میں لے گیا تھا۔

جہاں ہر سوں سکون تھا، بس سکون جس کی تلاش میں پچیس سال سے اس کی روح تڑپ رہی تھی۔۔

اس کی گھنی گیسوؤں کی چھاؤں میں ٹھہر کر، اس کی پُر خمار خوشبو میں بہک کر، نرم دلبرا قربت میں کھو کر، اس کی مسیحائی کو اپنے خالص جذبوں کا خراج پیش کرتا، ہر منظر اپنے ذہن سے محو کر چکا تھا۔

ہر سوں فسوں و سرور کا سماں بندھا تھا۔

کتنی کلیاں تھی جو لجا کر چٹخی تھی، سرسراتی شریر ہواؤں کے نرم جھونکوں نے جن کی شرمگیں خوشبو کو سمیٹ کر کھڑکیوں سے ان پر نچھاوڑ کئے تھے

بدلیوں کو چھانٹ کر نکلا چاند اس بے کل روح کی تکمیل پر مسکراتا ہوا بدلیوں سے اٹھکھیلیاں کرتا ہوا تنہا سفر پر نکل گیا تھا۔۔

پاکیزہ رشتے میں سکون ہے، اور اس سکون نے دلاور عثمانی کو بکھرنے سے پہلے سمیٹ لیا تھا۔ بے شک نکاح وہ تعلق ہے جو بشر کو مکمل کرتا ہے، اور ادھوری ہر شئے بے سکون ہے، اور آج دلاور عثمانی کی تکمیل نے اس کی بنجارہ روح کر بھٹکنے سے بچا لیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

ہائے وہ لوگ، حساس طبیعت والے

اپنے ہونے کی اذیت سے بھی مر جاتے ہیں!!

یخ بستہ طویل رات کی وحشت میں ڈوبی تاریکی کو بلا آخر صبح کی پہلی کرن کے آگے گھٹنے ٹیکنے پڑے تھے۔۔

سر دراہداری میں ساری رات فکر و وسوسوں کی ہولناک میں گرفتار، دعا خیر کرتے ہوئے آنکھوں میں گزار دینے والوں کو ڈاکٹرز نے زندگی کی نوید سنائی تھی۔

اندر پڑے وجود کی گہری تاریکی میں ڈوبے بھاری ذہن پر عجیب سی آواز نے دستک دی تھی۔ جسم کی پوری قوت سرف کر اپنے برف کے بھاری سیل کی مانند جمے وجود کو حرکت دینی چاہی، نتیجہ میں بس ہاتھ کی انگلی کو معمولی سی جنبش دینے میں کامیاب ہوئے تھے۔

آکسیجن ماسک کے زریعہ سانس کھینچتے ہوئے انھوں نے اب کے بھاری پپوٹوں کو وا کرنا چاہا تو بمشکل ہی دھندلی سی آنکھیں کھلی تھی۔

ٹیں! ٹیں! کی ملی جلی آوازوں نے ذہن کو کچھ اور جھنجھوڑا تو آنکھوں کے آگے چھائی دھند کچھ واضح ہوئی۔

وہ اس وقت کسی انجان جگہ موجود تھے، جہاں چاروں جانب مشینیں ہی مشینیں تھی، جن کے تار ان کے وجود سے جڑے تھے۔ انھوں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن نقاہت و کمزوری نے اجازت نہ دی تو شکستگی سے کوشش ترک کرتے اک مرتبہ پھر اپنے آس پاس نظر گھمائی۔۔

وہ ہسپتال کہ انتہائی نگہداشت والے کمرے میں تھے۔ ان کے انتہائی سستی روی سے بیدار ہو رہے ذہن نے تصدیق کیا تھا۔

"مم۔۔میں یہاں۔۔۔۔؟"

دکھتی کنپٹیوں کے ساتھ انھوں نے خود کلامی کی تو ذہن کے پردے پر کل کا دھندلا سا منظر لہرایا۔

بنا تکلیف کی پرواہ کئے ذہن پر کچھ اور زور دیا تو پھر رفتہ رفتہ گزشتہ کل کا سارا منظر کسی فلم کی طرح ذہن میں چلنے لگا۔۔۔

"سم۔۔۔سمعیہ!!!!"اک چہرے پر نقطہ ٹھہرتے ہی پپڑی زدہ لب تڑپ کر پھڑ پھڑائے تھے۔

ساتھ ارد گرد موجود مشینوں کی آواز یکایک تیز ہوئی تھی۔

سینے کے دائیں جانب شدید قسم کی درد کی لہر اٹھی تھی جسے تھامنے کیلئے انھوں نے ہاتھ اٹھانا چاہا لیکن نقاہت و کمزور نے بالکل ان کے وجود کو مفلوج کر دیا تھا۔

تکلیف کی شدت سے بری طرف تڑپتے ہوئے انھوں نے سختی سے آنکھوں کو میچا تو گرم گرم آنسوں کی دھاریں کنپٹی میں جذب ہونے لگی۔

بڑھتے درد کے ساتھ ان کی برداشت کی حد ختم ہوئی تھی۔ایک مرتبہ پھر انھوں نے جان موت کے سپرد کرتے آنکھیں موندی تھی۔

ذہن واپس تاریکیوں میں ڈوبنے سے پہلے انھوں نے اردگرد نامانوس کئی آوازیں سنی تھی،غالباً ڈاکٹرز تھے جو ان کی جان بچانے کیلئے اپنی جان لگا رہے تھے یہ پوچھے بغیر کی وہ یہ زندگی چاہتے بھی ہیں یا نہیں۔۔۔؟

ان کے فگار لبوں کو زخمی مسکراہٹ نے چھوا تھا۔۔

ان سے کب پوچھا گیا تھا بھلا ان کی چاہت؟ ہمیشہ زندگی نے خود ہی تنکے کی مانند انھیں جدھر مرضی ادھر اڑا دیا تھا۔۔۔

حسرت کچھ اور، وقت التجا کچھ اور

کون جی پاتا ہے اپنے مطابق زندگی یہاں!!!

آوازیں آنا بند ہو گئی تھی ذہن ایک مرتبہ پھر تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"وہ اب خطرے سے باہر ہے پوری طرح ہوش میں ہے، آپ کے بابا سا نے آپ کو لیکر آنے کیلئے کہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

رو رو کر اپنی حالت خراب کر چکی رضوانہ بیگم کے شانے پر ہاتھ رکھتے دی جان نے ان کی ڈھارس بندھائی تھی۔

بیٹے کی حالت اور ماضی کی راکھ کی ڈھیر سے اٹھی انکشافات کی نئی چنگاری نے خود ان کی حالت دگر گو کر دی تھی، لیکن انھوں نے کڑے وقت میں مضبوط بنتے ہوئے کل سے سب کو سنبھالا تھا۔ خاص طور پر رضوانہ بیگم کو۔۔

ابھی بھی داجی کا فون سن کر وہ سیدھا انھیں کے پاس آئی تھیں۔۔

"اماں سا! اماں سا، آپ ماں ہیں، اور ایک ماں سے بہتر اولاد کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔۔ کیا آپ کا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ کبھی غلط ہو سکتے ہیں۔۔۔۔؟" ان کے دونوں ہاتھ تھامتے اتنے سالوں میں پہلی بار ہار کر انھوں نے سوال کیا تھا۔

جواباً دی جان کا سر نفی میں ہلا تھا۔

"پھر۔۔۔ پھر ان کے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے اماں سا۔۔؟ کیوں۔۔؟ کیوں وہ ہر مرتبہ کٹہرے میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔۔؟ کیوں انھیں ایک کرب مسلسل سے گزرنا پڑتا ہے۔۔؟ آخر کیوں اتنی اذیتیں لکھی ہے ان کی قسمت میں۔۔۔۔۔۔۔؟" وہ شدتِ غم سے پھٹ پڑی تھی۔

دی جان نے ترحم بھری نگاہوں سے ان کی بکھری بکھری حالت کو دیکھا۔

"شائد اس لئے کہ وہ بہت جذباتی ہے، اور جذباتی لوگ اپنا دفاع کرنا نہیں جانتے، اور انسان کی بقا کیلئے دفاعی صلاحیت ہوا پانی کی طرح لازم ملزم ہے۔۔۔ آپ تیار ہو جائیں نکلنا ہے۔۔۔۔" گہرے دکھ سے لبریز انداز میں جواب دیتے وہ نکل گئی تھی۔

کچھ ہی دیر میں تیار ہو کر رضوانہ بیگم نیچے آئی تھی۔جہاں حویلی کی ساری ہی خواتین دی جان کے ساتھ ہسپتال نکلنے کیلئے تیار تھی۔۔

"آپ لوگ وہاں عیادت کیلئے جا رہی ہیں، عیادت ہی کیجئے گا، کوئی بھی ایسا موضوع غلطی سے بھی چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے، جس سے ماحول میں کشیدگی بھرے، اس موضوع پر دوبارہ تبھی بات ہو گی جب چچا سا اور داجی چاہیں گے۔۔۔اب جائیں۔۔۔۔"باران نے نکلنے سے قبل سبھی کو بے لچک انداز میں تنبیہہ کیا تھا۔

جس پر سبھی نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ویسے بھی کل شیراز عثمانی کی نیم جان حالت دیکھ ان کی فکر میں کسی نے ان باتوں کو نہیں چھیڑا تھا پر احتیاطاً اس نے وارن کر دیا تھا۔

پھر یکے بعد دیگرے چار گاڑیاں حویلی کی گیٹ سے نکلی تھی۔اب حویلی میں فقط چند ایک ملازم کے علاوہ باران اور میرال ہی بچے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

تمام پھُولوں کی خُوشبو کا امت-زاج ہے وہ

دی۔۔۔ارِ حُسن میں اِک شخص ہے گُلاب نُما

جو نہ دیکھتے تمھیں ہم، تو نہ ہوتی یہ قباحت

نہ صدقے تیرے ہوتے۔۔۔۔۔۔ے نہ یہ دل شکار ہوتا!!

فون بند کرتے اس نے کھڑکی سے باہر سیڑھیوں پر بیٹھے دلاور کی پشت کو دیکھا جو شہنشاہ کے ساتھ مصروف تھا۔ صبح سے وہ اس سے کتراتی جھجھکتی ہوئی گریزاں سی گھوم رہی تھی۔ دیدہ دلیری سے اس کی آنکھوں میں جھانکنے والی آنکھیں آج اس کی آہٹ سے بھی لرز کر گلنار عارضوں پر سجدہ ریز ہو جاتی تھی۔

لیکن اب دی جان کی کال سننے کے بعد اک مرتبہ پھر اسے دیدہ دلیری کا ثبوت دینا تھا۔

طویل سانس کھینچ کر وہ دروازے تک گئی تھی۔۔

"سنیں!!"

جھجھکتی آواز پر گردن ترچھا کر کے دیکھا وہ ڈور فریم میں نظر جھکائے کھڑی تھی۔

"شہنشاہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے یہاں۔۔۔"بتانے کے ساتھ اس نے خود ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا تو وہ چار وناچار سیڑھیوں پر نکل آئی۔

شہنشاہ نے اس پر نظر پڑتے ہی سونڈ اٹھا کر آواز نکالتے خوشی کا اظہار کیا تھا۔جس پر وہ مبہم سا مسکرائی تھی۔

"بیٹھ جائیں۔۔۔"

اسے ہنوز کھڑا دیکھ کلائی سے تھام کر پہلو میں بٹھایا تو مقدس کا نازک سا دل اچھل کر منہ کو آیا تھا۔

وہ اتنی اہم بات کرنے آئی تھی اور حالت اس کی قربت نے لب پھڑ پھڑانے کی بھی نہ چھوڑی تھی۔

ذرا سا کھسک کر ہمت مجتمع کرنا چاہا لیکن کلائی گرفت میں ہونے کی وجہ سے دل مسوس کر رہ گئی۔

"بابا سا کو ہوش آگیا ہے، حویلی سے سب ان کی عیادت کیلئے گئے ہیں ہمیں بھی چلنا چاہئے۔۔۔"

"ہم کہیں نہیں جا رہے۔۔۔"اس کی کلائی پر سے نرم گرفت کمزور کرتے وہ قطعیت سے بولا۔

"آپ کے بابا ہیں وہ، جو موت کے منہ سے واپس آئے ہیں۔۔"وہ زور ڈال کر بولی۔

"مجھے کھیتوں کیلیئے نکلنا ہے۔۔۔"وہ جھٹکے سے اٹھا تھا عضلات واپس تن چکے تھے۔

"ہم ہسپتال جارہے ہیں۔۔۔"وہ بھی دوبدو کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ کو میں نے نہیں روکا۔۔۔"وہ اندر داخل ہو گیا تھا۔

"لیکن ہم آپ کو روکیں گے خود کو اذیت دینے سے۔۔۔۔"وہ پھر مقابل تھی۔

"اس طرح روکیں گی،میری اذیتوں کی وجہ کی تیمار داری کیلیئے مجھے لیجا کر۔۔؟یہ حفاظت کا کونسا طریقہ ہے۔۔۔؟"اس کی آنکھوں میں کاٹدار استہزاء اترا تھا۔

"آپ کے پاس ان سے نفرت کی ہزار وجہ ہو گی،آپ کے رشتے میں رنجشوں،عداوتوں کا نا تمام سلسلہ ہو گا،لیکن یہ ساری حقیقتیں مل کر بھی آپ کے رشتے کی حقیقت کو نہیں جھٹلا سکتے،آپ ان کے بیٹے ہیں،اور ایک بیٹے کا دل اس وقت صرف ان کی سلامتی کیلیئے کوشاں ہے،خود کو پتھر مت ظاہر کریں،۔۔۔"

"میں پتھر ہی ہوں کم از کم ان کیلیئے۔۔۔۔؟"وہ رخ پھیر تا منکر ہوا تھا۔۔

"اور اس پتھر کے سینے میں دھڑکتے دل کا راز اس کی آنکھیں کھول رہی ہے۔"اس کی آنکھوں میں جھانکتی وہ وثوق سے بولی تو وہ بے بسی سے اس کا دلبر اچہرہ دیکھنے لگا۔

اور کوئی ہوتا تو وہ اپنے خول میں سمٹ بھی جاتا لیکن یہ آنکھیں تو اس کے اندر اتر کر ہر بھید پا لیتی ہے۔۔

"ٹھیک ہے آپ مت جائیں، ہمیں لے چلیں بس! آپ جانتے ہیں ہم اتنا طویل سفر کسی نامحرم کے ساتھ نہیں کر سکتے، اور حویلی کی گاڑی نکل چکی ہے۔۔۔"پنتر ابدل کر اس نے کام لگایا تو وہ اس کی چالاکی پر اش اش کر اٹھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"آجائیں!!"

مدھم دستک پر باران نے اوراق کی گردان میں مصروف ہی اجازت دیا تھا۔

جس پر دل تھامتی ہوئی وہ ملازمہ کے ہمراہ دو ٹرے اٹھائے اندر چلی آئی تھی۔ سامنے ہی وہ بیڈ پر تکیوں کے سہارے نیم دراز ہنوز ہاتھ میں تھامی کتاب کی جانب متوجہ تھا۔

"بابو سا!بھابی سا آپ کیلئے دوائی اور کھانا لیکر آئی ہیں"میر ال کو خاموش دیکھ ملازمہ نے پہل کی تو اس نے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر مصروف ہو گیا۔

اس کے اجنبی انداز پر میر ال کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"آپ جائیں۔۔۔"

ملازمہ کو بھیج کر اس نے ایک دو ادھر ادھر پڑی چیزوں کو اپنی جگہ پر رکھا صوفے پر موجود تہہ شدہ کپڑوں کو کبرڈ میں رکھتے کئی بار درزیدہ نظر اس پر ڈالی جو ہنوز اجنبی بنا تھا یوں جیسے اس کا وجود وہاں موجود ہی نہ ہو۔۔

نچلا لب سختی سے دبا کر وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی بیڈ کے قریب آئی تھی۔

"آپ کی پٹی بدلنی ہے، آپ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ جائیں۔۔"تھک کر اس نے خود دوبارہ مخاطب کیا۔ لیکن بے سود۔

"آپ کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ ایسا۔۔؟ مجھے میری غلطی کا احساس ہے، مجھے دخل اندازی نہیں کرنی چاہئے تھی آپ کے ذاتی معاملوں میں، پر۔۔۔۔۔۔۔"اس کے بے اعتنا رویہ پر اس کے آنسوں پلکوں سے موتی بن کر ٹوٹے تھے۔۔

"آپ کو رونے اور لوگوں کی خدمت گزاری کہ علاوہ بھی کچھ آتا ہے۔۔۔؟"ناگواریت سے ٹوکنے پر اس کی گردن کچھ اور نیچے جھکی تھی۔

"میں شرمندہ ہوں، اتنا کہ۔۔۔۔"

"کہ، اگر وہ گولی میری جان لے لیتی، تب بھی آپ میرے آخری دیدار کو تک نہیں آتی۔۔۔"

"اللہ نہ کرے۔۔۔۔۔"

اس کے سفاک الفاظ پر وہ تڑپ اٹھی تھی۔

بھیگی بھیگی آنکھوں میں خوف کسی آسیب کی طرح وحشت بن کر چھایہ تھا۔

ہم رکھتے ہیں دعویٰ کہ، ہے قابو ہمیں دل پر

مگر وہ سامنے آجائیں تو، یہ بات جدا ہے!!

"کیوں غلط کہہ دیا۔۔؟میرے دشمن تک میری عیادت کر کے گئے ہیں،اور منکوحہ صاحبہ نے ایک چھت تلے رہتے ہوئے بھی زحمت نہیں اٹھائی۔۔۔۔"وہ ان بھیگی آنکھوں سے گریز برتتا ہوا مزید کٹھور ہوا تھا۔

"مم۔۔میں شرمندہ تھی،اور میں نہیں چاہتی تھی کہ آپ پر میرا سایہ پڑے اور آپ کی جان خطرے میں پڑے۔۔۔۔"اس کی بدگمانیوں سے حواس معطل ہونے کہ باعث زبان پھسلی تھی۔

"کک۔۔کیا کہا آپ نے۔۔۔؟"

"مم۔۔میں نے۔۔میں نے۔۔تو۔۔؟"اس کے بات پکڑنے پر وہ حواس باختہ سی کھڑی ہوئی تھی۔۔

"کونسا سایہ۔۔۔اور خطرہ۔۔۔؟"کلائی سے تھام کر بے درد جھٹکا دیتے باران نے اسے پہلو میں گراتے سختی سے باز پرس کیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں اتری غصہ کی لالی کی وحشت ہی ایسی تھی کہ ذہن پر نقش ہو چکی باتیں جو مقدس کے سمجھانے کے بعد دھندلی پر گئی تھی بے ساختہ لبوں سے پھسلتی چلی گئی۔

"اوَمائی گاڈ!!"

اس کی خود ساختہ کلیہ کو سن کر باران نے دونوں ہاتھوں میں سر تھاما تھا۔

اس کی حقیقتاً اس لمحے سمجھ نہیں آرہی تھی،وہ غصہ کرے،افسوس کرے یا اس لڑکی کو یہاں سے کہیں غائب کر دے۔۔۔؟ آخر کس طرح اس صدی میں جی رہی تھی وہ ایسی بوسیدہ سوچ لیکر۔۔۔؟

"میں آپ کو پاگل تک سمجھ سکتا ہوں، لیکن اس درجے کی فرسودہ سوچ رکھنے والی قنوطی لڑکی کا تصور بھی نہیں کر سکتا میں۔۔۔۔۔۔۔"اس کے لہجے میں تاسف ہی تاسف تھا۔

"مم۔۔میں۔۔میں ایسا سوچا کرتی تھی۔۔اب۔۔اب نہیں سوچتی آپ۔۔آپ برا نہیں منائیں پلیز۔میں اپنی پہلی غلطی پر شرمندہ ہوں اب پھر۔۔"وہ بری طرح ہراساں ہوئی تھی۔۔

"اب رونا بند کر دیں،مجھے روتے ہوئے لوگ سخت ناپسند ہیں۔۔۔"اس کے کوفت سے ٹوکنے پر اس نے فوراً تابع داری کا مظاہرہ کرتے چہرہ صاف کیا تھا۔

جس پر غصہ میں بھی باران کے لب مسکرا دئے تھے جسے فوراً ہی اس نے چھپا لیا تھا۔

"اب پٹی بدلیں گی یا تابع داری سے ہی زخم بھرنے کا ارادہ ہے۔۔۔؟"اس کی حالت سے حظ اٹھاتے لہجہ کرخت ہی رکھا تھا۔

"نہیں۔۔ آپ ہاتھ دیں ناں۔۔۔"وہ فوراً سیدھی ہوئی تھی۔

"پورہ بندہ ہی لے لیں۔۔۔!"

".جی۔۔۔۔؟"اس نے ہونق پن سے آنکھیں پھیلائی۔

"میرے ہاتھ میں درد ہے ادھر نہیں موڑ سکتا، تکلیف نہ ہو تو آپ ہی ادھر آجائیں۔۔"سر جھٹکتے اس نے بات بنایا تھا۔

نجانے یہ لڑکی کب اس ہونق پن کے فیز سے باہر نکلنے کا ارادہ رکھتی تھی دل بدمزہ ہوا تھا۔

".جی!!"جبکہ وہ ٹرے اٹھائے دوسری جانب آکر بیٹھتی بازو پر بندھی پٹی کھولنے لگی تھی۔۔

"سسس!!!"

خون میں لت پت زخم دیکھ اس کے لبوں سے بے ساختہ درد بھری سسکاری خارج ہوئی تھی۔

"افففف!!!اتنے آنسوں کا ذخیرہ آپ آخر لاتی کہاں سے ہیں۔؟"پلکوں پر اٹکی موتی کو پور پر چنتے وہ حیرت سے جاننا چاہ رہا تھا۔

"اتنے گہرے زخم کو آپ معمولی کہہ رہے ہیں؟ آپ کو کم از کم بھی تین دن ہسپتال میں رہنا چاہئے تھا،ڈاکٹرز کی نگرانی میں رہتے تو بہتر ہوتا۔اب دیکھیں زخم کی حالت آپ کی لاپرواہی کی وجہ سے کس قدر خراب ہو گیا ہے،۔افففف اللہ۔۔۔۔۔"

زخم کی حالت دیکھ وہ فکر سے مغلوب لہجے میں جھاڑ پلاتی باران کو حیران کر گئی تھی۔

اس نے تحیر سے پھیلی آنکھوں سے اس کا سلونا فکر و غصہ کی تمازت سے تمتماتا چہرہ دیکھا۔

"آپ خود سے بھی اتنا بول لیتی ہیں۔۔۔؟مجھے لگا تھا بس۔۔۔۔۔"قصداً جملہ ادھورا چھوڑ کر اس نے پُر لطف انداز میں چھیڑا جس پر وہ سنجیدہ ہو گئی تھی۔۔

"آپ کو مجھے مزید شرمندہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں پہلے سے ہی شرمندہ ہوں۔۔۔"وہ خفگی کا اظہار کرتی زخم صاف کرنے لگی تھی

عجب دھوپ چھاؤں سا روپ لے رہی تھی آج یہ لڑکی،

ابھی ہراساں، ابھی ہونق، ابھی غصہ، تو ابھی خفا۔

باران کی آنکھوں میں اس کے بدلتے روپ نے دلچسپی کے رنگ اتارے تھے۔

پر وہ لطیف جذبات کو دباتا گویا ہوا تھا۔

"میرا مقصد آپ کو شرمندہ کرنا نہیں ہے، میں بس آپ کو بتانا چاہتا ہوں، تابع داری اور اندھی اطاعت میں فرق ہوتا ہے۔"

اس کے سائیڈ فیس کو نگاہوں کی گرفت میں لئے وہ اب کہ اپنائیت کی آمیزش لئے بولا تھا۔

جواباً وہ بنا کوئی رد عمل ظاہر کئے اپنا کام کرتی رہی تو وہ طویل سانس فضا کے سپرد کرتا مزید گویا ہوا۔۔۔

"میرال، کسی کی مرضی کو ہرگز بھی اپنی زندگی کا حاصل مت بنائیں، مرضیوں کا کیا ہے، بدل جایا کرتی ہیں، پر ان پر منحصر ہو چکے لوگ مر جاتے ہیں، اور ضروری نہیں ہر موت پر کفن و دفن جیسے مراحل واجباً طئے پائیں۔۔ اتنا کافی ہے کہ آپ نے خود کو محسوس کرنا چھوڑ دیا ہے۔۔۔"

اس کہ حقیقت پر مبنی تجزیہ پر میرال کے لبوں کہ کنارے پر پھیکی سی مسکان سمٹی تھی۔

"اور جس کے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہ ہو وہ کیا کرے۔۔۔؟" گانٹھ لگا کر اس نے سوز والم میں لپٹا بے بس سوال اس کے سامنے رکھا۔

جواباً باران کے نیم والب پیوست ہوئے تو اس کے فگار لبوں سے سرد سی آہ خارج ہوئی۔

"تم بزدل ہو، مظلوم بنتی ہو، ناکارہ ہو، قنوطی ہو، فرسودہ عقیدوں کی پجاری ہو، دقیانوسی ہو، اوروں کی مرضیوں کی غلام ہو، کٹھ پتلی ہو، ایسے سیکڑوں دل شکن الفاظ دور سے نظارہ کرنے والوں کیلئے کہنا بہت آسان ہوتا ہے، کیونکہ وہ سہنے والوں کی بے بسی نہیں سمجھتے۔۔۔" دل گیر مسکراہٹ لبوں پر سجائے اس نے بھری بھری آنکھیں باران کی جانب اٹھائی جس میں کتنی بے بسی کی داستانیں رقم تھی۔۔۔

"ایک بے حد عام سی لڑکی، جو یتیمی کی بد دعا کہ ساتھ پیدا ہوئی، جس نے ہر آسائشات ہوتے ہوئے بھی اپنی ماں کو ہمیشہ بے سکون پایا، جو رخصتی سے محض تین دن پہلے بیوہ ہو گئی، جس کا آخری سہارا اس کی ماں اسے بے سائباں چھوڑ منوں مٹی تلے جا سوئی، جس کہ سگے ماموں نے اس کی سرپرستی لینے سے انکار کر دیا، جو ایک بیوہ کی حیثیت سے رخصت کر کے سسرال لائی گئی۔۔ اس سے آپ کیا امید رکھتے

ہیں۔؟کس کہ زعم پر وہ بہادر بنتی، کس حیثیت سے وہ اپنی مرضی کہ مطابق چلتی، کس حق سے وہ۔۔۔۔۔۔۔"

لڑی در لڑی لڑھکتے آنسوں ہاتھ کے پشت سے صاف کرتی وہ خود کا مضحکہ اڑاتی دل گرفتگی سے ہنسی تو باران کو اپنے سینے کہ دائیں جانب درد کی لہر سی اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔

"کھانا کھانے کہ بعد دوائی لیکر، آرام کرلیں، دو دن سے آپ نے بالکل آرام نہیں کیا ہے۔۔۔۔"اپنے امڈ امڈ کر آرہے آنسوں پر بندھ باندھتی وہ بیڈ سے اترنے لگی تھی کہ باران نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

"اب آپ کے پاس حق، حیثیت اور ایک انسان بھی ہے جس کے زعم پر آپ کچھ بھی کر سکتی ہیں۔۔۔کچھ بھی۔۔۔۔۔۔۔۔"

حق سے اس کا دلبرا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے اس نے دونوں انگوٹھے اس کی بھری بھری آنکھوں پر پھیرا تو وہاں ٹھہرے موتیاں ملائم گالوں پر پھسلتے بے مول ہو گئے۔۔

نَظر سے گُفتگُو، خاموش لَب تمھاری طرح

غزل نے سیکھے ہیں انداز سب تمھاری طرح

میرال اس کی مہربانی پر بنا مزاحمت کئے آنکھیں موندتی سانس روک گئی تھی،وہ بھی تھک چکی تھی،اب ایک شجر مہربان چاہیئے تھا ستانے کیلیئے،ایک کندھا چاہیئے تھا سر رکھ کر بے فکری کی نیند لینے کیلیئے،ایک دل چاہیئے تھا دل کی باتیں بنا جھجھک کہہ دینے کیلیئے۔۔

"کک۔۔کوئی ہے۔۔۔"دروازے پر ہوئی مدھم دستک پر فسوں زائل ہوا تھا دونوں ہچکچا کر فاصلے پر ہوئے تھے۔

"آپ دوائی لیکر آرام کریں،کسی چیز کی ضرورت ہو تو آواز دیجیئے گا۔۔۔"

کہنے کو یہ بے حد عام سے الفاظ تھے،پر یہ عام الفاظ ان کے مابین رشتہ کا حسین احساس لیکر ادا ہوئے تھے،جس کی سماعت میں اترتے ہی باران عثمانی کے دل نے یکے بعد دیگرے کئی بیٹ مس کئے تھے۔۔

"اور اگر کُل وقتی تیماردار درکار ہو تو۔۔۔۔؟"

دہلیز عبور کرتے عقب سے ابھری معنیٰ خیز ہانک پر اس کی دھڑکنوں کا انتشار دگنا ہوا تھا۔

اس کے سرپٹ بھاگ جانے پر طویل و پر سکون سانس فضا کے سپرد کرتے آنکھیں موند تا وہ بیڈ کراؤن سے سر ٹکا گیا تھا۔۔۔

کوئی بڑا انقلاب نہ سہی ادنیٰ سی پیش رفت تو ہوئی تھی۔ کم از کم اس کے دل نے ان کے مابین رشتے کو قبول تو کیا تھا ابھی کیلئے اتنا اطمینان کافی تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

کہتے ہیں پتھر بھی سینے میں پتھر کا ہی سہی مگر دل رکھتا ہے، پھر وہ تو ایک عمر سے رشتوں کا قحط جھیلتا ہوا آرہا انسان تھا، جس نے فقط اپنا بھرم رکھنے کیلئے، اپنے احساسات چھپانے کیلئے پتھر کا پوشاک پہنا تھا۔

پھر کس طرح ممکن تھا اس کا دل نہیں پسیجتا۔۔؟

پتھر بننے کی ہر جتن کر ہار تا ہوا وہ اس لمحے اس شخص کے سرہانے کھڑا تھا جس سے وہ بے انتہا نفرت کا اظہار کرتا تھا، جس سے بے انتہا نفرت کرنے کی اس کے پاس لامتناہی وجوہات تھے، لیکن کوئی بھی بڑی سے بڑی وجہ آج تک اس کے اندر پدرانہ شفقت کیلئے سسکتے بچے کو قائل نہیں کر پائی تھی۔

وہ اس شخص سے نفرت کرنے میں کامیاب نہیں ہو پایا تھا۔اور اس احساس نے ہمیشہ اسے دہری اذیت میں مبتلا رکھا تھا۔

"میں جانتا تھا تم ضرور آو گے۔۔۔"

نقاہت زدہ پر یقین آواز پر یک ٹک ان کا زرد چہرہ دیکھ رہا وہ ہڑبڑا کر برق رفتار سے واپسی کیلئے مڑا تھا لیکن اس کا ہاتھ ان کی گرفت میں آ گیا تھا۔

گرفت کیا تھی اک جھٹکے کی مار لیکن وہ جھٹک نہیں پایا تھا۔

"تم نے ایک سوال کیا تھا جواب نہیں لو گے۔۔۔؟"

"اتنی قوت ہے آپ میں، جو میرے سوال کا بوجھ اٹھا سکیں۔۔۔؟"وہ تنفر سے مڑا تھا۔

شیراز عثمانی کے پپڑی زدہ لبوں پر اذیت بھری مسکان ٹھہری تھی۔۔

"بات قوت کی نہیں ہمت کی ہوتی ہے، اور موت کے بے حد قریب جا کر مہلت و ہمت دونوں لیکر آیا ہوں، بے فکر رہو تمہارا جواب دئے بغیر کہیں نہیں جاؤں گا۔۔۔"وہ اپنی حالت پر خود استہزائیہ ہنسے۔

اس کی کنپٹیاں ان کے طرز الفاظ پر سلگنے لگی تھی۔

"مجھے کسی کی فکر نہیں ہے۔۔۔"ان کا ہاتھ الگ کر کے بستر پر دھر تا وہ تیز قدموں دروازے کی سمت لپکا تھا۔

"تمہاری بیوی تمہاری ماں کا زندہ عکس ہے۔۔"

ہینڈل کی جانب گیا ہاتھ پشت سے ابھرے ان کے الفاظ پر ہوا میں معلق ہوا تھا۔

"اتنی پاکیزہ اتنی معتبر تھی وہ، کہ ان کے دامن پر ان کو میرے نصیب میں لکھنے کیلئے، اس رب کے حضور 'سجدہ شکر' بجالانا فرض تھا مجھ پے، لیکن میں ناقدرا قدر نہیں کر سکا ان کی، تقدیر نے بڑی فیاضی سے مجھے دو موقعے دئے تھے اور دونوں ہی میں نے اپنی کم ہمتی کے باعث گنوا دئے۔۔۔"کرب و ملال سے خود کلامی کرتے دو گرم گرم خلش و پشیمانی کہ آنسوں ٹوٹ کر کنپٹی میں جذب ہوئے تھے۔

وہ منجمد قدموں کو گھسیٹتا ہوا روم کے احاطے سے نکلتا چلا گیا تھا۔

"سمعیہ!!!!"پورے بیس سال بعد یہ نام ان کے زخمی دل نے شدت سے پکارا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓣ

تم مت کھولنا میری ماضی کی کتابوں کو،

جو تھا وہ رہا نہیں، جو ہوں کسی کو پتا نہیں،

"یہ فاطمہ بی ہیں، سمعیہ بٹی کی بہترین دوست اور وہ واحد شخصیت جو قصہِ ماضی کی ان اوراق سے واقف ہیں، جو دانستہ یا غیر دانستہ طور پر نظر انداز ہو گئے۔۔

یہ آپ سب کی زندگی کے اس اجنبی مگر کلیدی کردار کی زندگی کے ہر پہلو سے آگاہی رکھتی ہیں، جس سے بروقت آپ لوگ آگاہ ہو جاتے تو یقیناً آج حالات مختلف ہوتے۔۔۔۔۔۔" حاجی حکیم کے نپے تلے باوزن الفاظ میں فاطمہ بی سے متعارف کروانے پر سب نے اس پر وقار سی خاتون کی جانب الجھی سی نگاہ اٹھائی تھی۔۔۔

"اور آپ۔۔ آپ کس طرح جانتے ہیں یہ سب۔۔؟" سب کے ذہن میں کلبلاتے سوال کو شہباز عثمانی نے زبان دیا تو حاجی حکیم کی بوڑھی آنکھوں میں ملال اترا۔

"سالوں پہلے جب میں مدرسہ جامعہ للبنات میں درس دیا کرتا تھا وہاں سمعیہ بیٹی میری شاگرد تھی، تب حقیقت میرے علم میں نہیں تھی، اور جب بات میرے علم میں آئی تب تک بہت دیر ہو چکی تھی، پھر یہ آپ لوگوں کا اندرونی معاملہ تھا مجھے اپنی مداخلت موذوں نہیں لگی۔۔۔۔۔۔۔۔"

حاجی حکیم کا لہجہ ملال کی غبار میں لپٹا بھاری گرد آلود سا تھا۔

"تو پھر آپ لوگوں نے اب کیوں زحمت کی۔۔۔؟" شہباز عثمانی کا لہجہ تیز ہوا تھا۔

"شہباز!!"

داجی نے درشتگی سے ٹوکا تو وہ نگاہ جھکا گئے۔

"معذرت، لیکن ہم نے زحمت شوقیہ نہیں اٹھائی، کسی معصوم کی زندگی اور موت کا سوال بن چکا تھا ماضی کی ادھوری باتیں، تشنہ باب، سو مجبوراً ہمیں یہ قدم اٹھانا پڑا، لیکن ہمارا مقصد قطعی بھی آپ کی زندگیوں میں تلاطم لانے کا نہیں تھا بس ہم۔۔۔۔۔"

"آپ کو وضاحت دینے کی ضرورت نہیں ہے، شائد ان چیزوں کو ایسے ہی سامنے آنا تھا۔۔" داجی نے مبہم انداز میں بدر کو ٹوکتے باقی سب کو مزید بات کو طول دینے سے نگاہوں ہی نگاہوں میں تنبیہہ کیا تھا۔۔

"شیراز خیر سے ہسپتال سے واپس آجائے تو ہم تسلی سے اس پر بات کریں گے۔۔۔" اپنی نشست چھوڑتے ہوئے داجی نے بات سمیٹا۔ جس پر سب نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

سمعیہ عثمانی ایک نو مسلم لڑکی، ایک ایسا اہم کردار جو نہ ہو کر بھی برسوں سے ہر کردار کو اپنے زیر سایہ لئے ہوئے ہے،

ایک ایسی کڑی جو پوری کہانی کو جوڑ کر مکمل کرتی ہے۔

وہ عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئی تھی، مشہور چرچ کے پادری کی بیٹی تھی، جسے بچپن سے ہی مکمل مذہبی ماحول ملا تھا، لیکن اس کے دل کو اللہ نے ایمان کے نور سے منور کرنے کیلئے منتخب کیا تھا۔۔

اسے ہمیشہ سے مذہبِ اسلام اپیل کرتا تھا۔

بچپن سے حق کی جانب ہمکتے جذبات کو وہ تجسس کا نام دیتی ہوئی مختلف دینی کتابوں کو پڑھنے، چھوٹے بڑے اسلامی سیمینار میں شرکت کرنے، مختلف انٹرنیٹ سائیڈ سے اپنے اندر سر اٹھاتے سوالوں کا جواب ڈھونڈنے کو وہ انٹر سٹنگ ریسرچ کا نام دیکر خود کو بہلاتی آئی تھی۔

اپنی کھوج میں آگے بڑھتی ہوئی رفتہ رفتہ وہ دینی احکام کو اپناتی، اسیر عشق حقیقی ہوتی چلی گئی تھی۔۔

وہ نور کی کرن جو چودہ سو سال قبل میرے آقا سرکار دوعالم ﷺ کی آمد سے پھوٹی تھی، اور پھر نورِ حق کی روشنی بن کر پورے عالم میں پھیلتی دلوں سے کفر کے اندھیرے، جہالت کے جالے اتارتی ہوئی چلی گئی تھی بھلا چھپنے والی چیز تھی۔

سمعیہ کا راز بھی پھر زیادہ دن تک راز نہیں رہ سکا تھا۔

نہ اس نے چھپانے کی کوشش کی تھی، بلکہ بڑی ہی دیدہ دلیری سے اس نے سراطِ مستقیم کو اپنی زندگی کا حاصل بنانے کا اعلان کر دیا تھا۔

پیار سے سمجھانے سے لیکر سختی آزمانے تک ہر حربہ اس کا دل بدلنے کیلئے اس کے گھر والوں کی طرف سے آزمایا گیا تھا۔ لیکن وہ اسلام کی شہزادی اپنے ارادوں میں چٹان ثابت ہوئی تھی۔

زندگی جتنی تنگ ہوتی گئی، آزمائشیں جس قدر مشکل ہوتی گئی اس کا توکل و ایمان اتنا ہی مضبوط ہوتا گیا تھا۔

وہ اسلام کی درست تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھی، اس کی ایک خواہش، ایک ہی جستجو تھی ایسا مسلمان بننا جس کی ترغیب قرآن و حدیث میں ملتی ہے جس کی تشریح دینی احکام کا نچوڑ ہے۔

اسے کسی آن لائن سائیڈ سے کسی بہترین مدرسے کا معلوم ہوا تھا۔ وہ اپنا سب کچھ لگا کر 'یہاں' چلی آئی تھی، اپنی تلاش کو اپنی جستجو کو پورا کرنے۔۔

لیکن صد افسوس اس کی آزمائشوں کی مسافتیں ابھی تمام نہیں ہوئی تھی۔

اس کے ساتھ فراڈ ہو گیا۔

اور وہ ایجینٹ اس کا سب کچھ حتیٰ کہ پاسپورٹ ضروری کاغذات تک لیکر فرار ہو گیا۔۔

ایک انجان ملک میں جہاں کی زبان سے بھی وہ واقف نہیں تھی بالکل بے یار و مددگار سرِ آسمان آگئی تھی۔

پھر یکے بعد دیگرے آزمائشوں کی گھٹن بادل چھاتے چلے گئے، حد تو یہ کہ وہ طوائفوں کے در تک پہنچ گئی۔۔

خود کو اس مقام پر دیکھ کر وہ ٹوٹ گئی تھی، ہارنے لگی تھی، لیکن اس کے گرنے سے پہلے اس کے مہربان رب نے اسے تھام لیا تھا کسی فرشتے کی طرح اس 'مسیحا' کو اس کی زندگی میں بھیج کر۔۔۔

اس مسیحا کے آجانے سے آزمائشوں کے خوفناک بادل اپنے پڑاؤ اٹھانے لگے تھے۔اس کی بے حس تپتے صحرا سی زندگی میں وہ 'اجنبی مسیحا' کسی مہربان بادل کی طرح آیا تھا۔۔

جس نے نا صرف اس کی عزت کی حفاظت کیا، اسے تحفظ فراہم کیا، بلکہ حتمنی قدم اٹھاتے اسے اپنا نام اپنی پہچان بھی دیا، اجنبی ملک میں نئی شناخت بنانے کیلئے ہر وہ شئے مہیہ کیا جو ضروری تھا۔

وہ اس مسیحا کی ممنون تھی، احسان مند تھی، وہ اس کیلئے مشکل یا آزمائش نہیں بننا چاہتی تھی اچھے لوگوں کے ساتھ برا نہیں ہونا چاہیئے، لہٰذا وہ اپنے وعدے کا پاس رکھتی اپنی زندگی کا مقصد تلاش کرنے میں جت گئی تھی۔۔

رفتہ رفتہ وقت مہربان ہونے لگا تھا زندگی مسکرانے لگی، ایک این جی میں بے حس معاشرے کے ستائے لوگوں کی خدمت کر کے وہ قلبی سکون حاصل کرنے لگی تھی،

ان دنوں یوں لگ رہا تھا جیسے بے معنٰی زندگی کو معنٰی مل گیا ہے۔

جس نیک مقصد کیلئے اس نے اتنی مشقتیں اٹھائی تھی اس کا بھی انتظام ہو گیا تھا۔ اللہ نے اس کیلئے اک بہترین استاد کا انتظام کر دیا تھا۔

'حاجی حکیم'

جو باپ کی طرح شفیق تھی، جنھوں نے اسے بیٹی مان لیا تھا۔

پھر بے کیف کٹ رہی زندگی میں ایک دن اچانک وہ شخص بادِ نسیم کے جھونکے کی طرح واپس آ کر اس کی زندگی میں خوشیوں کے ڈھیروں رنگ بھر گیا تھا۔

وہ ماں بن گئی تھی، زندگی میں جو کہیں خلش و تشنگی کی دڑاڑیں تھی، اس ننھے وجود کی کلکاریوں سے وہ سب بھر گئے تھے۔

وہ اپنی عزیز دوست فاطمہ بی سے مسلسل رابطے میں تھی۔زندگی یہاں اتنی مکمل ہوگئی تھی کے اب واپسی بے معنٰی لگتی تھی۔

دلاور، این جی اوٗ، درس و تدریس کی مجالس انھیں اور چاہیئے بھی کیا تھا۔

سالوں بعد اس 'اجنبی مسیحا' کو ایک شبنمی شام پھر ان کی دہلیز تک لے آئی تھی۔لیکن اب کے ان کا قیام مختصر نہیں تھا۔

ان کا دل خوش تھا، دلاور خوش تھا۔

پھر بھی اس مسیحا کے بقیہ زندگی ساتھ گزارنے کا حتمنی فیصلہ سنانے پر بجائے شاداں و فرحاں ہو کر مان جانے کہ وہ مخالفت میں ڈٹ گئی تھی۔۔

وہ خفا ہوئے تھے، وہ ان کی خفگی پر شرمندہ ہوئی تھی۔لیکن اپنی موقف پر قائم تھی، وہ کبھی بھی اپنے مسیحا کیلیئے مصیبت نہیں بن سکتی تھی۔

ان کی اچھائی و نیکی کا بدلہ ہر گز بھی وہ اذیت و تکلیف سے نہیں دینا چاہتی تھی۔

وہ جانتی تھی ان کے مسیحا کا تعلق ایک فیوڈل فیملی سے ہے، جہاں کی سختیوں کہ متعلق وہ سن چکی تھی۔

لہٰذا جب بھی شیراز عثمانی وہ بات چھیڑتے وہ سہولت سے پہلو جھاڑ جاتی تھی۔

پھر ایک دن وہ ڈٹ گئے اپنے موقف پر تو انھیں ہار ماننی پڑی، لیکن ہار کر بھی انھوں نے ان کے پیڑوں میں اپنے وعدے کی بیڑیاں ڈال تھی۔

وہ سخت ناراض ہو کر چلے گئے تھے۔

ڈھیروں ملال نے پیچھے سمعیہ کو اپنے حصار میں لے لیا تھا لیکن وہ حقیقت پسندی سے کام لینا چاہتی تھی۔۔

پھر ایک ہفتے کی ہی بات تھی جب انتہا پسندوں کہ گروہ نے نفرت میں ان کے گھر آگ لگا دیا یہ کہہ کر کہ

'ایک طوائف شریفوں کہ محلے میں نہیں رہ سکتی'

اس حادثے میں سمعیہ بری طرح زخمی ہوئی تھی۔

اور پھر نجانے کیسے جوژف (سمعیہ کا بھائی) کو سمعیہ کی وہاں موجودگی کی خبر ہو گئی اور وہ ہسپتال سے سمعیہ کو لنڈن لے گیا۔۔

اس غلط فہمی میں کہ زندگی کی اتنی سختیاں دیکھنے کہ بعد اس کا دل بدل گیا ہو گا، اور وہ دین سے مکڑ جائے گی۔

لیکن جو ژف کی خام خیالی، خام خیالی ہی ثابت ہوئی،

دلاور سے جدائی نے جہاں اسے توڑ کر رکھ دیا تھا وہیں وردہ کی آمد کی خبر نے اس میں زندگی پھوک دی تھی۔۔

لیکن وہ زندگی بھی مختصر ہی ٹھہری، اور پھر وہ وردہ کو فاطمہ بی کے حوالے کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس بے حس دنیا کو اپنے حال پر چھوڑ گئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

اپنی عزیز دوست کی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے فاطمہ بی کی آواز بری طرح بھیگ کر لرز گئی تھی۔ رنج والم کے آنسوں صاف کرتے انھوں نے مخالف صوفے پر سر جھکائے بیٹھے دلاور کو دیکھا جس کی ایک جھلک کیلئے آخری سانس تک ان کی دوست تڑپتی رہی تھی۔۔

"جوژف سمعیہ کو دھوکہ سے لنڈن لیکر لوٹا تھا، یہ کہہ کر کہ اس کا علاج ضروری ہے، وہ بعد میں دلاور کو وہاں بلوالے گا، جب تک اس کا پاسپورٹ نہیں بنتا وہ فرید کہ پاس ہے۔۔۔اور پھر جب تک سمعیہ کو جوژف کہ دھوکہ کی خبر ہوئی دلاور آپ لوگوں کہ پاس پہنچ چکا تھا۔ورنہ ہر گز بھی وہ آپ لوگوں کی زندگی میں اپنے سایہ کا برا اثر نہیں ڈالنا چاہتی تھی، اسے اپنی آخری سانس تک ملال تھا اپنے مسیحا کی نیکی کا بدلہ اس طرح چکانے کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

انھوں نے بھیگی نظر گردن جھکائے بیٹھے شیراز عثمانی پر ڈالی۔اس شخص کی اندرونی جھکڑ پکڑ کا اندازہ لگانا وہاں کسی کے بس کا روگ نہیں تھا۔

ہر آنکھ سمعیہ کی آپ بیتی سن کر اشکبار تھی۔بس تین وجود وہاں ایسے تھے جن کے اندر طوفان تھا اور باہر سکتہ۔

"میں وردہ کی جلد بازی کیلئے شرمندہ ہوں، اگر بات وردہ کی نہ ہوتی تو میں ہر گز بھی سمعیہ کی آخری خواہش کو نظر انداز نہ کرتی۔۔۔"انھوں نے معذرت خواں نظر داجی اور دیگر پر ڈالی جو بالکل خاموش تھے جیسے الفاظ کے قحط سے دوچار ہوں۔۔

"میری زندگی کا پہلا موقع ہے جب میرے پاس الفاظ نہیں ہیں، میں بس اتنا کہوں گا ہم شرمندہ ہیں۔۔۔۔۔۔" داجی کی آواز پشیمانی کے بوجھ سے دھیمی اور نگاہیں جھکی ہوئی تھی۔

وہ ناک اونچی رکھ کر چلنے والے، اپنے اصولوں کی سختی سے پاسداری کرنے والے، آج اپنی سختیوں پر شرمندہ تھے جس کی بدولت ایک معصوم محرومیوں کے اندھیروں میں کھو گئی تھی۔

اگر وہ شیراز عثمانی کو معاف کر دیتے، اپنے رویہ میں لچک لے آتے، یا ایک مرتبہ شیراز عثمانی کو اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دے دیتے تو شائد حالات اب مختلف ہوتے۔ لیکن اب 'کاش' کی بلند ڈھیر میں 'تلافی' کی کوئی چنگاڑی باقی نہیں رہی تھی۔۔۔

"آپ کی شرمندگی میری مام کو واپس نہیں لا سکتی۔۔۔" نفرت میں ڈوبی پاٹدار آواز پر حویلی کا وسیع و عریض حال سہما تھا۔

"وردہ!!"

"نو مس فاطمہ۔۔" اس نے درشتگی سے ہاتھ اٹھا کر انھیں روکا تھا۔

"میری مام آپ کے بیٹے کی لیگل وائف تھی، لیکن وہ آپ لوگوں کی چھوٹی سوچ کو انٹرٹین کرنے کیلئے مسز بیل لائف جیتی رہیں، اور آج آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ شرمندہ ہیں۔۔؟" وہ ایک ایک پر سے ترش نظر گزارتی ہوئی داجی کے مقابل آئی تھی۔

"سب جاننے کے بعد تو مجھے یقین ہو گیا ہے وہ انتہا پسند بھی آپ ہی میں سے کوئی تھا۔۔۔" بے خوفی سے داجی کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی وہ پر یقینی سے الزام دھر رہی تھی۔۔

"وردہ الف!! یہ سب تمہارے۔۔۔"

"کوئی نہیں ہیں۔۔۔" اس نے درشتگی سے جملہ قطع کیا تھا۔

"میں یہاں اپنی ماں کے مجرموں سے حساب لینے آئی تھی، لیکن اب سب جان کر لگتا نہیں یہ لوگ لائق ہیں۔۔۔" حقارت سے کہتی وہ تیزی سے خارجی دروازے کی جانب بڑھی تو بدر معذرت کرتا ہوا اس کے پیچھے ہی دوڑا۔۔۔

حال میں ایک مرتبہ پھر موت کا سناٹا چھا گیا۔

"اگر آپ لوگ میری طرف کی کہانی سننے کے منتظر ہیں تو معذرت، میں آپ لوگوں کا مجرم ہوں، تھا، رہوں گا، بابا سا نے کہا تھا ناں 'جن غلطیوں کی تلافی ممکن نہیں اس کی معافی بھی ممکن نہیں'۔۔۔"اذیت سے مسکراتے شیر از عثمانی سر جھکائے اپنی جگہ سے اٹھے تھے۔۔

ہم ہیں خاموش تو خاموش ہی رہنے دیجیئے

ہم جو بولے تو سماعت پہ گراں گزرے گا!!

سب نے پشیمانی کہ بوجھ سے بھاری نگاہیں اٹھا کر انھیں دیکھا جن کا چہرہ ضبط سے بے انتہا سرخ ہو رہا تھا۔

"یہ امانت سمعیہ نے آپ کیلئے دیا تھا، یہ یقین ہوتے ہوئے بھی کہ ہم کبھی نہیں ملیں گے۔۔۔۔"فاطمہ بی نے ایک خاکی بوسیدہ لفافہ ان کی جانب بڑھایا تھا جسے متاع حیات کی طرح مٹھی میں مقید کرتے وہ نکلتے چلے گئے تھے۔

"اور یہ آپ کیلئے۔۔۔۔"ایک لفافہ انھوں نے دلاور کی جانب بھی بڑھایا جسے تھامنے کے بجائے وہ خالی خالی نگاہوں سے انھیں دیکھنے لگا تھا۔

"سمعیہ کو آپ سے بے انتہا محبت تھی، لیکن مجبوریوں، مصلحتوں کے دیوار اتنے بلند تھے کہ وہ۔۔۔" اس کے گھنے بالوں والے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ مزید اس کے لہولہو دل پر ضرب لگاتی کہ وہ تیزی سے نشست چھوڑتا ہوا نکلتا چلا گیا تھا۔

حال ایک مرتبہ پھر دبیز خاموشی کی لپیٹ میں آیا جب حاجی حکیم گلا کھنکارتے ہوئے کھڑے ہوئے۔

"سمعیہ بیٹی میری شاگردہ ہی نہیں بیٹی بھی تھی، اور اب وردہ میری بیٹی ہے، آپ لوگ ان کی فکر نہیں کریں۔۔۔ چلیں فاطمہ بی۔۔۔" مختصر الفاظ میں بات مکمل کر وہ فاطمہ بی کے ہمراہ نکل گئے تھے۔

پیچھے بس خاموشیاں اور پچھتاوے کی دھول تھی جو سب کے چہروں پر جمی تھی۔

دانستہ یا غیر دانستہ وہ سب کہیں نہ کہیں غلط تھے بہت غلط۔۔

وہ طنز میں ڈوبے نشتر، وہ ہیج قیاس آرائیوں کے زہر میں بجھے تیر، وہ شیراز عثمانی کے کردار و ماضی پر اڑائے گئے ٹھٹھے، وہ شیراز عثمانی کی بے راہ روی پر ہونے والے بے لاگ تبصرے، ان کی ہستی کے بخیئے ادھیرتے من گھڑت قصے،

آج حقیقت کے اجاگر ہونے سے حویلی والوں سمیت ہر اس کم ظرف انسان کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ بن کر پڑا تھا جو بجائے اپنی گریبان میں جھانکنے کے لوگوں کی زندگی کا یوں حساب رکھتے ہیں جیسے ان کا نام اعمال روزِ قیامت اٹھانا انھیں کے ذمہ دیا ہو۔۔۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

کشش زمیں کی زیادہ تھی طاقتِ پرسے..

میں تھوڑی دُور اُڑا اور پھڑ پھڑا کے گرا.....!

وہ سرد انگلیوں میں زرد پر چکے بے جان کاغذ کا ٹکڑا لئے اپنی خطاؤں پر، اپنی کوتاہیوں پر، اپنی بزدلی پر، اپنی خاموشی پر، اپنی لاپرواہیوں پر، اپنے ماضی کے زرد ورق پر درج ہر باب کیلئے پشیماں بیٹھے تھے۔۔

اس خط کے ہر لفظ سے عقیدت و ممنونیت کی خوشبو آرہی ہے، کہیں کوئی شکوہ، گلہ، پچھتاوا، تشنگی و ملال کی آمیزش ڈھونڈنے سے بھی مفقود تھی۔ اور یہ ظرفِ کمال شیراز عثمانی کو پشیمانی کی اتھاگہرائیوں میں ڈھکیل رہا تھا۔

متاعِ جان کی طرح ان کی اکلوتی نشانی نازک سی لاکیٹ کو ہر درد کی دوا کی طرح لبوں سے لگاتے ہوئے کتنے "کاش' تھے جو دل سے ہوک بن کر اٹھے تھے۔۔

اذیت سے آنکھیں موندتے ہوئے وہ آج اپنی چاہ سے ماضی کے ان جالے زدہ بوسیدہ دریچوں کو کھولنا چاہتے تھے جسے انھوں نے خود اپنے ہاتھوں سے بند کرتے کبھی نہ کھولنے کا عہد کیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"ماضی!!

وہ شخص آپ ہی قاتل تھا، آپ ہی مقتول

جہاں جہاں بھی گیا، اپنی لاش چھوڑ گیا.....

شیراز عثمانی!

عثمانی خاندان کا سب سے چھوٹا سب سے لاڈلا فرد۔

https://classicurdumaterial.com/
Zubinovelszone.com

نہ صرف اپنے بھائی بہنوں میں بلکہ پورے عثمانی خاندان میں سب سے چھوٹے فرد ہونے کا اعزاز انھیں حاصل تھا۔ جس وجہ سے انھیں ہوش سنبھالتے ہی خاص قسم کی محبت و توجہ ملی تھی، ایک اسپیشل پروٹوکول جو عموماً خاندان کے سب سے بڑے یا سب سے چھوٹے کو ہی ملتا ہے۔

ہوش سنبھالنے سے لیکر جوانی کی دہلیز عبور کرنے تک فکر و ذمہ داری کی گرم ہوا نے انھیں چھوا تک نہیں تھا۔

پریشانی کس چڑیا کا نام ہے؟ اس کا تو سرے سے انھیں پتا ہی نہیں تھا۔۔

زندگی کے ہر پل کو اپنی مرضی مطابق ہر فکر و افکار سے آزاد پرندے کی طرح جینا ان کا طرز زندگی تھا۔

لاپرواہی، لاابالی پن ان کی فطرت کا خاصا تھا۔

ایک اور چیز بھی ان کی فطرت میں گہرائی تک اتری ہوئی تھی، وہ تھی

'حساسیت'

جس کا کبھی انھیں ادراک ہی نہیں ہو پایا بلکہ اتنے لوگوں کی خصوصی توجہ نے ہونے ہی نہیں دیا۔ یا کہنا درست ہو گا کہ غیر معمولی توجہ و اہمیت نے ہی انھیں از حد حساس بنا دیا تھا۔

وہ دن کسی طلسمی خواب کی طرح بے حد خوشگوار تھے، بے فکر مشکل و مشقت کی مداخلت سے پاک۔

جو خواہش لبوں تک آئی معنوں تکمیل کی معراج چھو گئی، ان کی ہر بات یوں مانی جاتی تھی جیسے انکار لفظ بنا ہی نہ ہو۔۔۔

شہر جا کر پڑھنے کی خواہش ظاہر کی تو گھر سمیت ملازم و چار دوستوں کو تک ساتھ رہنے کی کھلی اجازت دے دی گئی۔

ان دنوں معنوں راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔ زندگی کے ہر رنگ کو بے فکری سے کشید کرتے ہوئے وہ تعلیمی آخری سال میں پہنچ گئے تھے۔

لیکن وہ کہاں جانتے تھے ان کی بے فکر دنوں کو نظر لگ چکی ہے۔ تقدیر نے بساط بدلنے کیلئے الٹی گنتی شروع کر دی ہے۔ جلد ہر منظر اپنے نشاں سمیٹ کر گلستان کو صحرا، حقیقت کو بد صورت خواب میں بدل دینے والا تھا۔

وہ کہتے ہیں ناں!

جوان جو شیلے خون کا جوش ویسے ہی بندشوں میں نہیں بندھتا اور جب بندش کوئی ہو ہی نہ تو تربیت جتنی بھی عمدہ معیار پر ہوئی ہو صحبت اپنا گہرا اثر چھوڑتی ہی چھوڑتی ہے۔

ایسی ہی ایک غلط صحبت نے شیراز عثمانی کی بربادی کی کہانی کا آغاز لکھا تھا۔

غلط صحبت کی برباد ہوا نے کب ان کے بے فکر قدموں کو نائٹ کلب سے بدنام گلیوں کے راستے پر ڈال دیا انھیں خبر تک نہیں ہوئی تھی۔

دوستوں کی اصرار شیطان کی سازش میں گرفتار وہ کبھی نائٹ کلب تو کبھی ان بدنام گلیوں میں رقص و موسیقی کی محفل سے محفوظ ہونے اکثر چلے جاتے تھے۔

جہاں بدنام لوگوں سے زیادہ نامور شرفاء شراب وشباب سے اپنی راتیں رنگین کرنے بڑی بڑی گاڑیوں میں شان سے آتے تھے۔

بے شک تربیت پر صحبت حاوی آرہی تھی، لیکن انھوں نے کبھی ان گلیوں میں اتنا اور ایسا وقت نہیں گزارا تھا جس کی تلافی ممکن نہ ہو سکے، وہ وہاں محض اتوار والے دن بمشکل گھنٹہ بھر کیلئے جاتے تھے اور

پروگرام ختم ہوتے ہی دوستوں کے ساتھ نکل جاتے، کہنا غلط نہیں ہو گا کہ ان کے دوست زبردستی انھیں دوستی کہ واسطے ترلے دیکر گھسیٹتے تھے۔ان کی غلطی یہ تھی کہ وہ انھیں روکنے کے بجائے خود گھسیٹتے چلے جاتے تھے۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ بھی ایک ایسی ہی عام سی اتوار کی رنگین رات تھی۔شبابِ رقص پورے جوبن پر تھا،وہ ہیجان خیز موسیقی سے اوب کر سگریٹ نوشی کیلئے باہر نکلے تھے۔

"دماغ خراب۔۔۔۔۔"زوردار دھکے سے سگریٹ نیچے گرنے پر غراتے ہوئے وہ پیچھے مڑے تھے۔

"سس۔۔سوری۔۔سوری۔۔۔۔۔"

سیاہ چادر میں لپٹا وجود حواس باختگی سے معذرت کرتا ہوا آگے اندھیرے میں گم ہو گیا تھا،اس کے پیچھے ہی کئی مشٹنڈے گندی گالیاں بکتے ہوئے بھوکے کتوں کی طرح دوڑے تھے۔

"ہونہ!!"

لاپرواہی سے شانے جھاڑتے ہوئے دوسرا سیگریٹ سلگا کر لمبے لمبے کش لگانے کہ باوجود، بیزاریت پر کوئی افاقہ نہیں ہوا تو وہ فون نکال کر دونوں کو باہر آنے کا کہتے پارکنگ کی جانب چل دئے۔۔

پارکنگ میں انہی مشٹڈوں کو گندی گالیاں بکتے ہوئے ادھر ادھر جھانکتا دیکھ ان کی کوفت وبیزاریت بڑھی تھی۔ایسا تماشا یہاں آتے ہوئے کئی بار دیکھ چکے تھے لہذا نوٹس لئے بغیر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

جب تک وہ دونوں بھی آگئے تھے پارکنگ سے نکل کر ان کی گاڑی گیٹ تک پہنچی ہی تھی کہ انھیں مشٹنڈوں نے راستہ روک لیا۔

"کیا تکلیف ہے۔۔۔؟"وہ جھلائے تھے۔

"گاڑی چیک کرواؤ۔۔۔"ایک نے قریب آتے کہا۔

"دماغ تو درست ہے تمہارا۔۔۔؟ہم پریمیم گیسٹ ہیں یہاں کہ،بائی کو پتا چلا اس بدتمیزی کا تو چمڑی ادھیر وادیں گی۔"فرنٹ سیٹ پر اس کے ساتھ بیٹھے فرید نے دھمکایا۔۔۔

"اگر وہ فرنگی پری نہیں ملی تو ویسے بھی ہماری چمڑی ادھیری جائے گی باہر نکلو اب۔۔۔"ان سب کے لیڈر نے قریب آتے اثر لئے بغیر کہا۔

"تم۔۔۔"

"ارشد!بحث نہیں کرو،چیک کر لینے دو،ویسے بھی آج یہاں آکر میرا دماغ خراب ہو گیا ہے مزید کشیدگی نہیں چاہیئے۔۔۔"وہ فرنٹ ڈور کھول کر باہر نکل گئے تو باقی دونوں کو بھی باہر نکلنا پڑا۔۔

"ہہہ۔۔ہ۔۔ہیلپ۔۔پلیز۔۔پلیز ہیلپ می۔۔۔۔۔۔۔۔"

دفعتاً خود ڈگی کھول کر وہی چادر میں لپٹا وجود دوڑتا ہوا آکر ان کے پشت پر چھپا تھا۔

"یہ۔۔۔۔"

"چل۔*****"

وہ اس افتاد پر سہی سے حیران بھی نہیں ہو پائے تھے کہ ایک گارڈ نے انتہائی غلیظ گالی بکتے گردن سے پکڑ کر جانور کی طرح اس وجود کو ان سے الگ کیا تھا۔

"پپ۔۔پلیز۔۔پلیز ہیلپ میں آوٹ۔۔۔"وہ ان کا بازو پوری قوت سے جکڑتی گڑگڑائی تھی۔

اس خوبصورت آواز میں ایسا درد تھا کہ شیراز عثمانی کا ہاتھ بے ارادہ پہلو سے اٹھنے لگا تبھی ارشد نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے نفی میں سر ہلایا۔

"شیراز! ان معاملات سے ہمارا دور رہنا ہی بہتر ہے۔۔۔۔۔" ارشد کے کہنے پر ان کا ہاتھ پہلو میں گرا تھا۔

وہ مشٹنڈا سر کٹے کبوتر کی طرح تڑپ رہی لڑکی کو گھسیٹتا ہوا لیکر اندر کی جانب بڑھنے لگا تھا وہ مسلسل مدد کی دہائی دیتی مچل رہی تھی۔

"تم۔۔ تم مسلمان ہو میں بھی مسلم ہوں، اگر تم نے میری مدد نہیں کی تو میرا خدا تمہیں معاف نہیں کرے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

پھاٹک عبور کرنے سے پہلے حلق کے بل چیخ کر ان کا دل لرزاتی وہ شیراز عثمانی کو سناٹوں میں ڈال گئی تھی۔

اس کے الفاظ کی ضرب ایسی کاری تھی کہ وہاں سے نکل آنے کے باوجود بار بار ان لفظوں کی بازگشت ان کے اندر وحشتوں کا طوفان بن کر توڑ پھوڑ مچاتی رہی تھی۔

ساری رات بے سکونی سے کروٹ پر کروٹ بدلتے صبح اٹھ کر وہ بنا کل کی سوچے ان گلیوں کا رخ کر چکے تھے۔

بائی کو منہ مانگی قیمت ادا کر کے اس چادر میں لپٹے وجود کو لیکر باہر نکلے تو آگے کے لائحہ عمل سے ذہن بالکل خالی تھا۔

مین روڈ پر گاڑی روک کر وہ پہلو میں ہنوز چادر میں سراپا چھپائے بیٹھی لڑکی کی جانب متوجہ ہوئے۔

جس کا لہجہ وزبان مغربی تھا اور انداز مشرقی۔

اندازہ لگانا کٹھن تھا وہ فارنر ہے یا فارن کی پروردہ ہے۔ لیکن دونوں ہی صورتوں میں اس کا حلیہ۔۔

"افففف!!!!" انھوں نے زور سے سر جھٹکا۔

"میں ایک نو مسلم ہوں، لنڈن سے یہاں اسلامک اسکول میں پڑھائی کیلئے آئی تھی، پر میرا ایجینٹ دھوکہ سے میری ساری سیونگز پاسپورٹ سب لیکر بھاگ گیا،، فارن ایمبی سی میں رپورٹ کرنے گئی تو انھوں نے بجائے ایکشن لینے کہ عدم توجہی سے مجھے پولیس کے حوالے کر دیا، اور جب انھیں پولیس سے عزت بچا کر بھاگی تو ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گئی، اب میرے پاس سوائے اللہ کی ذات پر یقین کے

کچھ بھی نہیں ہے، کیا آپ فل وقت مجھے ایسی کسی جگہ چھوڑ سکتے ہیں جہاں میری عزت کو خطرہ نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔؟"

انھیں گومگو کی کیفیت میں گرفتار دیکھ مختصر الفاظ میں خود اپنی آپ بیتی بیان کرتی ان کی مشکل آسان کیا۔

جواباً بنا ایک لفظ کہے گاڑی واپس سٹارٹ کر کے دوسری سڑک پر ڈالی تھی اور ٹھیک آدھے گھنٹے بعد گاڑی دارلمان کے گیٹ پر کھڑی تھی۔

"میں اس سے زیادہ آپ کی مدد نہیں کر سکتا۔۔۔"وہ بے تاثر لہجے میں بولے۔

"شکریہ! میں آخری سانس تک آپ کی احسان مند رہوں گی۔۔"ممنونیت سے بھیگے الفاظ ادا کرتی ہوئی وہ سیٹ پر اپنی لاکیٹ رکھ کر اندر چلی گئی تو وہ لمحاتی فکر سے آزاد ہو کر لاکیٹ کو پر سوچ نگاہوں سے دیکھتے ڈیش بورڈ میں ڈال کر مخالف سمت میں چل پڑے۔۔

اس لمحاتی فکر سے آزادی بھی لمحاتی ہی ثابت ہوئی تھی۔۔

ٹھیک تین دن بعد اسی دارالمان میں پڑنے والی ریڈ کی خبر ٹی وی پر دیکھ کر ایک مرتبہ پھر ان کی حساس فطرت انھیں اسی بے کلی کی وادیوں میں لے گئی تھی۔

رہ رہ کر اس لڑکی کے الفاظ ذہن میں ہتھوڑے برسانے لگے تھے۔اور ضبط جب کام نہ آیا تو اپنے کلاس فیلو جس کے والد پولیس میں بڑے عہدے پر تھے،ان کے زریعہ آسانی سے وہ اسے سارے اسکینڈل سے نکال کر ایک مرتبہ پھر خود کو مشکل میں ڈال چکے تھے۔

اب مشکل پہلے سے بڑی تھی جس کا حل کوئی نظر آنہیں رہا تھا۔

نہ اس کے پاس کوئی سرکاری کاغذ تھا،نہ ہی اپنے ملک اپنے اپنوں سے رابطہ کرنے کا کوئی زریعہ۔اور پولیس اور فارن ایم بی سی کی غیر انسانی حرکت سے وہ جس قدر ہراساں تھی،اس کا ذکر بھی مشکل تھا کم از کم اس کے سنبھلنے تک۔

وہ خود بھی ایک تن تنہا لڑکی کو ایم بی سی کے حوالے کرنے کے حق میں نہیں تھے،یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہر شعبہ میں رشوت خور،حرام خور بدنیت لوگ بھرے پڑے ہیں کسی بھی معصوم کو تر نوالہ بنانے کیلیئے۔

اور اپنے گھر وہ اسے رکھ نہیں سکتے تھے، وہاں نہ صرف حویلی کے مستقل ملازم مقیم تھے بلکہ حویلی سے بھی کوئی نہ کوئی آتا جاتا رہتا تھا۔

"اب ایک ہی حل ہے میرے پاس، سننا چاہو تو بتاؤں۔۔۔؟"

"کیا۔۔۔؟" ارشد کی بات پر ان دونوں کے ساتھ اندر بیٹھے وجود کی حساسیت بھی الرٹ ہوئی تھی۔

"تم نکاح کر لو اس لڑکی سے۔۔۔۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔۔۔۔؟" جھٹکے سے نشست چھوڑتے وہ ناگواریت سے دہاڑے تھے۔۔

"دماغ تمہارا خراب ہو گیا تھا جو بنا سوچے سمجھے بنا ہم سے پوچھے گلے میں ڈھول باندھ لیا۔۔" ارشد کی آواز اس سے زیادہ درشت تھی۔

"اتنے بڑے بڑے مہان کارنامے تم انجام دے چکے ہو، ایک مرتبہ بائی کی چنگل سے تو دوسری مرتبہ اتنے خطرناک پولیس کیس سے اسے رسکیو کر چکے ہو، نکاح کرنے میں کیا تکلیف ہے۔۔۔؟" فرید نے بھی طنزیہ جتایا۔

"بکواس بند کرو تم لوگ۔۔۔میں نے جو کیا انسانیت کے ناتے کیا ہے۔۔۔"انھوں نے دونوں ہاتھوں کی مٹھی میں بال جکڑے تھے۔

"تو انسانیت کے ناتے نکاح بھی کر لو۔۔۔"

"شائد تم لوگ بھول رہے ہو میں ایک فیوڈل فیملی سے تعلق رکھتا ہوں، ہمیں جتنی بھی آزادی دے دی جائے، ہمارے پیروں میں روایتوں کی زنجیر جکڑی رہتی ہے، ہم اپنا اصل بھول نہیں سکتے، ہمارے یہاں باغیوں کیلیئے معافی نہیں ہوتی ہے، اب وہ بغاوت، وہ حد بندیوں کے خلاف ورزی مرضی سے ہوئی ہو یا مجبوری سے معنیٰ نہیں رکھتا۔۔۔۔۔۔۔"

اپنی لاپرواہیوں میں یکے بعد دیگرے غلط قدم اٹھا چکے شیر از عثمانی کا سر سنگین صورت حال کا سوچ کر پھٹ رہا تھا۔۔

اگر ان کے خاندان میں کسی کو غلطی سے بھی ان کی بے راہ روی کا معلوم ہو جائے تو۔۔۔؟

آگے کا تصور بھی ان کی روح لرزا دینے کیلیئے کافی تھا۔

"یہ تمہیں ہیرو بننے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا، اب اکھلی میں سر دیا ہے تو مسلوں کی مار بھی سہو۔۔۔" ارشد کے سفاکیت سے جتانے پر اضطراب ان کی رگ وپے میں چیونٹوں کی طرح رینگنے لگا تھا۔

"کیا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔۔۔؟"

"تم بتاؤ کیا راستہ ہے۔۔؟ فارن ایم بی سی وہ جانا نہیں چاہتی، پولیس پر انھیں اعتبار نہیں ہے، اپنی شناخت ظاہر کرنے کیلئے ان کے پاس کاغذ کا ایک ٹکڑا تک نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی اپنے گھر رابطہ کرنے کا اتا پتا ہے۔۔ اور بنا کسی پہچان یا گارنٹی کے کون انھیں ہوسٹل روم یا گھر دے گا؟ اور تم مہانتا کہ دیوتا انھیں اپنے گھر رکھ نہیں سکتے، تو کیا بائی کے پاس چھوڑ کر آوگے یا ان سے بھی کوئی خطرناک جگہ۔۔۔؟" ارشد نے بلا مبالغہ مسدود راہوں پر لگے قفل دکھاتے ان کا منہ چڑایا تھا۔

"نکاح سے کیا ہوگا۔۔۔؟"

"اول تو یہ کہ اپنے نام پر کسی ہوسٹل میں رکھ سکتے ہو، دوسرا انھیں سٹیز نشپ مل سکتی ہے، میرے انکل کے تعلقات ہیں، میں مدد کر سکتا ہوں اس سلسلہ میں جلد از جلد شناختی کارڈ دلوانے میں، پھر کسی ہوسٹل میں ڈال دینا یا جو۔۔۔"

"آپ مجھ سے نکاح کر لیں، جسٹ آ پیپر میرج، میں آپ سے کبھی کچھ نہیں مانگوں گی، آپ مجھ سے تعلق تو بہت دور رابطہ تک نہیں رکھئے گا، یہ تک بھول جایئے گا کہ کبھی ہم ملے بھی تھے، میں آپ کی ساری عمر احسان مند رہوں گی۔۔۔" دروازہ کھول کر اسی چادر سے سراپا چھپائے وہ ملتجی ہوئی تھی۔

پھر پہاڑ سر کرنے سے مشکل فیصلہ تھا لیکن انھوں نے کر لیا تھا۔ گو کہ یہ قدم سراسر نیک نیتی سے اٹھایا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے یہ ان کی زندگی بدل دے گا۔۔

نکاح کے بعد فرید کی خالہ کے ہوسٹل میں تین مہینے کی ایڈوانس پے دیکر اسے شفٹ کر دیا گیا تھا۔ ارشد نے چند ہی دنوں میں شناختی کارڈ بنوا دیا تھا۔

"میں آپ کی اتنی ہی مدد کر سکتا تھا، آگے آپ جو کریں۔۔۔"شناختی کارڈ اور خاکی لفافے میں کچھ رقم حوالے کرتے انھوں نے الوداع کہا تھا کبھی نہ ملنے کیلئے۔۔

اسے اپنے تئیں محفوظ مقام تک پہنچا کر وہ واقعی اس ملاقات، اس سے جڑے حادثات سب فراموش کر اپنی زندگی میں واپس مگن ہو گئے تھے۔۔

اگر مہینوں بعد فائنل امتحان سے فارغ ہو کر وہ لوگ فرید کی کزن کی برتھ ڈے پارٹی میں فارم ہاؤس نہ جاتے، یا تیز طوفانی بارش کی وجہ سے وہاں رات نہ ٹھہرتے تو شائد دوبارہ اس کہانی کے باب ہی نہ کھلتے۔

"آپ نے پھر اپنے والدین کو منایا۔۔۔؟"

"جی۔۔؟ کس لئے۔۔۔؟"پارٹی کے دوران فرید کی خالہ کے سوال پر وہ بھونچکائے تھے۔

"فرید مجھے سب بتا چکا ہے۔۔۔۔۔"وہ مبہم سا مسکرائی۔

"کیا۔۔ کیا بتا چکا ہے۔۔؟"ان کی اب بھی سمجھ نہیں آئی تھی۔

"یہی کہ سمعیہ آپ کی منکوحہ ہیں،، آپ کے والدین نہیں مان رہے اس لئے آپ اپنے رشتے کو آگے نہیں بڑھانا چاہتے، مجبوراً آپ دونوں کو الگ رہنا پڑ رہا ہے۔۔میں ذرا آتی ہوں۔۔اور سمعیہ اندر ہے۔۔۔"

کسی مہمان کو دیکھ کر وہ معذرت کرتی اندر کی جانب اشارہ کرتی بڑھ گئی تو وہ چکراتے دماغ کے ساتھ فرید کو ڈھونڈنے لگے۔

"تم نے اپنی خالہ کو کونسی کہانی سنائی ہے۔۔۔؟"فرید کے سر پر پہنچتے وہ برسے تھے۔

"یہی کہ سمعیہ صاحبہ ایک ٹورسٹ ہیں، تم دونوں ایک حادثہ میں ملے، ہینڈسم ہیرو نے بیوٹی کو بچایا، اور تم دونوں کو دھواں دھار قسم کی محبت ہو گئی، وہ تمہارے لئے مسلمان ہو گئی انھیں یہاں روکنے کیلئے تم نے ان سے نکاح کر لیا، لیکن اب تمہاری فیوڈل فیملی مان نہیں رہی، اور تم انھیں پورے مان و عزت سے اپنانا چاہتے، اسی لئے مجبوراً تمہیں انھیں ہوسٹل میں رکھنا پڑ رہا ہے، ہے ناں مسمرائیزنگ فیری ٹیل۔۔۔۔۔۔"فرید نے کسی فیری ٹیل سنانے کے انداز میں پوری فیلنگ کے ساتھ رٹا لگایا۔

"تم۔۔۔!!"

"ورنہ کیا تمہاری ہیرو گیری کی اصل کہانی سناتا انھیں میں۔۔؟" فرید کے چڑھ کر بولنے پر وہ لب بھینچ گیا تھا۔

"یار! مسئلہ کیا ہے۔۔؟ تم تو واپس اپنے گاؤں جا ہی رہے ہو، تمہارے نام، تمہارے معتبر حوالے کی وجہ سے خالہ انھیں اچھے سے ٹریٹ کر رہی ہیں، وہ اب این جی میں ان کی مدد کر کے ایک اچھی عزت دار زندگی گزار رہی ہیں، تم نے اتنی پریشانیاں اسی لئے تو مول لی تھی ناں، سوچو تمہاری نیکی کام آگئی۔۔۔" فرید کے شانہ تھپتھپانے پر وہ سر تک نہ ہلا سکے۔۔

تقدیر کی سازشوں کی لمبی فہرست نے ایک اور سکہ اچھالا۔ پارٹی کے دوران ہی اچانک موسم کے تیور بدل لینے کی وجہ سے فرید کی خالہ نے انھیں وہیں روک لیا تھا۔ جبکہ شیراز عثمانی جلد از جلد وہاں سے جانا چاہتے تھے۔ لیکن قسمت کی ستم ظریفیاں ابھی باقی تھی۔

رات سونے کیلیئے سب کو کمرہ دکھاتے ہوئے اسماء صاحبہ اسے لیکر ایک کمرے کے باہر آن کھڑی ہوئی تھی۔۔

"یہ کمرہ سمعیہ کے زیر استعمال ہے۔۔۔۔"

"جی۔۔۔؟" انھوں نے ناسمجھی سے انھیں دیکھا۔

"سمعیہ ایک بہت ہی پیاری اور نیک بچی ہے، وہ صابر بچی زبان سے کہتی نہیں لیکن آپ کی کمی ہر لمحہ محسوس کرتی ہے، بہت اکیلی ہے اندر سے وہ، آپ کے خاندان والے مان جائیں گے کبھی نہ کبھی، آپ دونوں جب انتہائی قدم اٹھا ہی چکے ہیں تو پھر خود پر جبر نہیں کریں، اس بچی کو اس کے حصے کی خوشیاں دیں، وہ آپ کیلیئے اپنا سب چھوڑ چکی ہے، آپ انھیں چھوڑ دیں گے تو کیسے چلے گا۔۔۔" ان کے فکریہ لفظوں میں چھپے مفہوم کو سمجھ کر انھوں نے نگاہ جھکائی تھی۔

"وہ جانتی نہیں، آپ آئے ہیں آپ کو دیکھ کر خوش ہو جائے گی۔۔"

پھر ان کے اندر جانے تک وہ وہیں کھڑی رہی تھیں۔۔۔۔۔

ان کے چار و ناچار کمرے میں قدم رکھ کر دروازہ بند کرتے ہی نیم اندھیرا کمرہ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ یکایک روشنی میں نہایا تھا۔

"آپ!!"

ہڑبڑاہٹ میں لائٹ ڈال کر مڑی وہ دروازے میں ایستادہ وجود کو دیکھ اپنی جگہ ساکت ہوئی تھی دوسری جانب شیراز عثمانی بھی اپنی جگہ منجمد ہوئے تھے۔

ایک سے بڑھ کر ایک ٹھٹھکا دینے والے حسن سے ان کا پالا پڑا تھا، لیکن پاکیزگی میں لپٹا یہ حسن، جادو منتر کسی طلسم کی مانند ان کے حواس سلب کر گیا تھا۔

اس قدر مکمل حسن، چاند سے تشبیہ دینا بھی اس بے داغ حسن کے ساتھ زیادتی تھی۔

ایک فسوں پھوکا گیا تھا ایک ورد طاری ہوا تھا۔

حسن کے کچھ خاص پرستار نہ ہونے کے باوجود ان کے مابین موجود پاکیزہ رشتے کی ان دیکھی کشش نے انھیں باندھ لیا تھا۔

رات قطرہ قطرہ پگھل گئی تھی، نئی صبح شیراز عثمانی کیلئے ڈھیروں پشیمانی لیکر طلوع ہوئی تھی۔۔

"میں۔۔۔۔"

"آپ کو شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے،نہ فکر کرنے کی ضرورت ہے، آپ ہمارے شوہر ہمارے مسیحاہیں، آپ کے ساتھ کا ایک ایک لمحہ میرے لئے زندگی کا حاصل ہے، شکریہ!!!مجھے معتبر کرنے کیلئے۔۔۔"عقیدت و ممنونیت سے لبریز الفاظ سے انھیں حیران کر وہ ایک مرتبہ پھر ان کی زندگی سے خاموش ہوا کی طرح گزر گئی تھی۔۔۔۔

امتحانات کے بعد وہ گاؤں لوٹ گئے تھے۔زہرا عثمانی کی شادی کی تیاریاں حویلی میں عروج پر تھی۔پڑوسی گاؤں کے سردار سے ان کا نکاح طے پایا تھا۔

سب بہت خوش تھے۔حویلی میں جشن و شادمانی کا سماں بندھا تھا جب اچانک لڑکے والوں کی جانب سے رشتہ ختم کرنے کا پیغام ہر سوں صفِ ماتم بچھا گیا۔۔۔۔

وجہ دریافت کرنے پر جو وجہ ثبوت کے ساتھ پیش ہوئی وہ شیراز عثمانی کی ہستی تہس نہس کرنے کیلئے کافی تھی۔

"طوائفوں سے تعلق رکھنے والے شرفاؤں سے ہم کلام تک کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں، کجا کہ رشتہ رکھنا۔۔۔۔۔۔"

یہ الفاظ نہیں وہ ذلت کا زناٹے دار تھپڑ تھا جو عثمانی خاندان کے منہ پر بھری محفل میں مارا گیا تھا۔

ساتھ مختلف بدنام محفلوں میں لی گئی تصویریں، خاص کر وہ لاکھوں کا چیک جو وہاں کی بدنام لڑکی کو خریدنے کی قیمت کے طور پر دیا گیا تھا۔

ندامت کی اتھاگہرائیوں میں دھنستے گئے شیراز عثمانی کے پاس گردن اٹھانے کی ہمت باقی نہیں رہی تھی وہ اپنی صفائی کی دہائی بھلا کس طرح دیتے۔

پھر کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا تھا۔

شفقت کے موتی لٹانے والے باپ نے ان کی طرف دیکھنا تک چھوڑ دیا تھا، دوست جیسے بھائی نے کلام کرنا ترک کر دیا تھا، جان نچھاوڑ کرنے والی دونوں بہنوں کی آنکھوں میں اب نفرت ہی نفرت تھی۔

وہ عزت و غیرت پر مرمٹنے والے لوگ تھے، ان کیلئے 'طوائف' لفظ کو زبان تک لانا بھی گناہ کبیرا تھا اور شیراز عثمانی نے تو۔

وقت کی بے رحم کروٹ نے ہنستے کھیلتے شیراز عثمانی کا حلیہ ہی بدل دیا تھا۔پشیمانی کی ایندھن میں جلتے وہ ہر صبح معافی کی امید لیکر بیدار ہوتے اور رات ناامیدی کی قفس میں گرفتار کروٹیں بدلتے ہوئے ضمیر کی عدالت میں سر پٹختے گزار دیتے۔

شہر والوں سے وہ سارے تعلقات ختم کر گاؤں کے ہی ہو کر رہ گئے تھے حتیٰ کہ فرید اور ارشد سے بھی رابطہ نہیں رکھا تھا۔۔

کبھی بھولی بسری یاد کی طرح وہ چاند چہرہ تصور میں اتر آتا تو وہ پھیکا سا مسکرا دیتے۔

"اب تک تو وہ اپنے ملک لوٹ بھی چکی ہو گی۔۔۔"دل ہولے سے تسلی آمیز سرگوشی کرتا تھا۔

وقت کا پہیہ گھومتا ہوا سالوں کو لپیٹ کر آگے بڑھتا جا رہا تھا۔بہت کچھ بدلہ تھا اور جو نہیں بدلنا تھا وہ تھی شیراز عثمانی کی سزا۔ان کی غلطی ناقابل معافی و تلافی تھی۔بھلا شیشہ میں آیا بال بھی مٹ سکتا ہے سو کچھ نہیں مٹا تھا۔۔

ان کی منجمد زندگی میں کئی سال بعد دوبارہ ہل چل کسی کام سے شہر جانے پر فرید سے اتفاقی ملاقات پھر باپ بننے کی حسین انکشاف سے ہوئی تھی۔۔۔

اپنی ایک بھول سے اپنی زندگی کی گردش بدل چکے وہ اس روح افزا خبر سن کر خود پر اختیار نہیں رکھ پائے تھے۔

شائد خون کی کشش ہی ایسی ہوتی ہے۔

چار سالہ ننھے سے بچے کو گلے لگاتے انھیں اپنی سرد دھڑکنوں میں زندگی کی حرارت محسوس ہوئی تھی، خشک آنکھیں معصوم لمس سے جھلکی تھی، لب فرطِ مسرت سے مسکرائے تھے۔

ان کے وجود کا حصہ پروان چڑھ رہا تھا۔۔

وہ اپنی بے خبری پر پشیماں بھی تھے اور بے انتہا خوش بھی۔

وہ اس عورت کا شکریہ ادا کرنا چاہتے تھے، اپنی کوتاہی کیلئے معافی طلب کرنا چاہتے تھے، لیکن سمعیہ کے اظہارِ عقیدت نے انھیں کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

ان کی غلطی کا جو طوفان آنا تھا آچکا تھا۔

منتخب سزا ابھی گزرے ماہ وسال سے وہ لب سئے کاٹ رہے تھے۔

جب کچھ بدلنا ہی نہیں تھا تو انھوں نے حقیقت کو پوری طرح قبول کرنے کا حتمنی فیصلہ کر لیا تھا۔ اتنے سال انجان تھے لیکن جب قدرت نے انھیں موقع دیا تھا تو وہ اپنے بیٹے اور اس صابر لڑکی کو ایک مستحکم زندگی دینا چاہتے تھے۔ جس کے وہ حقدار تھے،

انھوں نے بلا جھجھک اپنا فیصلہ سمعیہ کو سنایا تھا۔۔

"میں آپ کی احسان مند ہوں، آپ میرے مسیحا ہیں، دلاور کو دیکر آپ نے میری زندگی مکمل کر دی ہے، میں اب مزید آپ سے کچھ نہیں چاہتی، پلیز آپ اپنے لئے مشکلیں مت پیدا کریں۔ آپ جب چاہیں دلاور سے مل سکتے ہیں۔۔۔۔" جواباً وہ ہمیشہ کی طرح بہت سہولت وعاجزی سے منع کر گئی تھی۔

وہ جانتی تھیں شیر از عثمانی کا فیصلہ ان کی زندگی میں مشکلوں کا وہ ناتمام سلسلہ شروع کر دے گا، جس کا مقابلہ کرتے کرتے ان کی عمر ختم ہو جائے گی لیکن سلسلہ نہیں رکے گا۔۔

"میں آپ کی ہاں کا انتظار کروں گا سمعیہ!!" وہ پر امید تھے۔

اس کے بعد اکثر وہ شہر جانے لگے تھے، بلکہ وہ ننھی انگلیاں بے ریا قلقاری انھیں کھینچتی تھی اپنی جانب۔۔

انھیں دیکھ کر دلاور کا خوشی سے اچھل پڑنا، سمعیہ کے چہرے پر ٹھہر جانے والی نرم مسکراہٹ ان کی زندگی کی تشنگیوں کی دوا بن گئی تھی۔۔

دوبارہ سے وہ کھل کر سانس لینے جینے لگے تھے۔ سمعیہ کے باوجود لاکھ منع کرنے کہ انھوں نے انھیں نئے گھر میں شفٹ کر دیا تھا۔۔

"ایک وعدہ کریں گے آپ شیراز!!" ایک رات جھکی نگاہوں کے ساتھ پہلی بار وہ کچھ مانگ رہی تھی۔

"آپ جو کہیں۔۔۔۔۔"

"وعدہ کریں، اگر جو آپ کے والدین نے ہم دونوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپ زور نہیں دیں گے، بلکہ ہمیں بھول جائیں گے، کبھی ہمارا نام تک لبوں پر نہیں لائیں گے، چاہے جو ہو جائے پھر۔۔۔" شفاف ہتھیلی آگے کرتے انھوں نے شیراز عثمانی کو تڑپا دیا تھا۔

"سمعیہ!!!!"

"پلیز!!" وہ ان کا ہاتھ تھام کر اپنے سر پر رکھتی نرمی سے مسکرائی تھی۔۔

وہ غصہ سے اس آخری ملاقات پر بنا الوداع کہے نکل گئے تھے۔ دور تقدیر کی دیوی نے ان کی عجلت کو تاسف سے دیکھا تھا۔

پھر کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا جب فرید ننھے دلاور کو لیکر دلسوز پیغام کے ساتھ حویلی طوفانوں کو سمیٹے چلا آیا تھا۔۔

"تمہارے جانے کہ بعد سمعیہ بھابی کے ساتھ حادثہ ہو گیا، بھابی کی ڈیڈ باڈی ان کا بھائی لے جا چکا ہے، آخری سانسوں میں بھابی نے کہا کہ تم اپنا وعدہ یاد رکھنا، اور یہ تمہاری امانت جو بھابی کا بھائی چھوڑ گیا ہے۔۔۔۔۔" ننھے دلاور کو ان کے پہاڑ سے غم سے جھکے کندھوں پر ڈال کر وہ چل دئے تھے۔۔۔

وہ کتابوں سے الفاظ کا جنگل اٹھا لایا ہے

سنا ہے اب میری خاموشی کا ترجمہ ہو گا،

پھر حویلی میں کتنے طوفان اٹھے کتنے الزام لگے، کیسی کیسی قیاس آرائیاں ہوئی وہ سب سے بے بہرا ہو کر لب سی گئے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

حال!!

اور بھی گُزرے تھے مُجھ پر مگر...

حادثہ تُجھ سے بِچھڑنے کا مُجھے مار گیا!۔

ان کے جرم کی فہرست کتنی طویل تھی ان کے پاس حساب نہیں تھا لیکن احساس جرم کے بوجھ نے انھیں ہر رشتے سے دور کر دیا تھا خود سے بھی۔

عذاب تنہائیوں میں خساروں کی راکھ سے گزرے لمحوں کی چنگاڑیاں تلاش کرتے وہ اپنے ارد گرد متاثر ہو رہے لوگوں کو گویا فراموش ہی کر بیٹھے تھے۔

ان کی ہمسفر، ہمراز رضوانہ عثمانی ان کی کیفیت سمجھتی تھی، لیکن وہ نا سمجھ بچے وہ تو نہیں سمجھتے تھے، جن کی شخصیت ان کی چپ سے توڑ پھوڑ کا شکار ہو گئی تھی۔

ان کو نقصان ان کی غلطیوں سے زیادہ ان کی 'حساسیت' نے پہنچائی تھی، حساسیت شیشے کی مثل ہوتی ہے اور یہ دنیا پتھر کی بستی ہے، یہاں حد سے زیادہ حساس لوگ شیراز عثمانی کی طرح خود بھی چوڑ چوڑ ہو جاتے ہیں اور ارد گرد موجود لوگوں کو بھی زخمی کر دیتے ہیں۔

حساس لوگوں کا ایک مسئلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ خود، خود کو معاف نہیں کر پاتے، ایک طرف وہ چاہتیں کی لوگوں کی یاد داشت سے ان کی غلطی مٹ جائے، دوسری طرف وہ خود کو ہر لمحہ اپنا جرم بھی یاد دلاتے رہتے ہیں۔

جو انھیں ہی رفتہ رفتہ دیمک کی طرح کھا جاتا ہے جس طرح شیراز عثمانی کو کھا گیا تھا ان کا احساس جرم۔۔

اور ان کی گہری خاموشی نے مسخ کر دیئے تھے دلاور اور رخسار جیسے کردار۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

باقی تو مکمل ہے، تمنا کی عمارت

اک گزرے ہوئے وقت کا، شیشہ نہیں ملتا!!

نیم اندھیرے کمرے میں وہ ہولے ہولے راکینگ چیئر پر جھول رہے تھے۔ماتھے پر تفکرات کی ان گنت لکیریں تھی اور انگلیوں میں سلگتا ہوا سگار۔۔

"شہباز کے ابا!!"

دی جان نے ہولے سے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر سوچوں کی یلغار سے نکلے۔۔

اور فوراً سگار کو سامنے ایش ٹرے میں مسل دیا۔۔

"آپ ٹھیک ہیں۔۔۔؟"سامنے پڑا ٹیبل لیم آن کرتے انھوں نے فکر مندی سے پوچھا تھا۔

جواباً وہ جبراً مسکرائے۔

"اونچا شملہ،بڑا نام ورتبہ،عہدو اقتدار انسان کو بے حس و بے رحم بنا دیتا ہے ہاجرہ!ہم جیسے سرداروں کو وراثت میں صرف خاندانی جاگیر نہیں ملتی ہے،انا،زعم،رعونت بھی قبول کرنی ہوتی ہے،اپنی ناک اونچی رکھنے کیلئے ہم پتھر بن جاتے ہیں،اپنی نام نہاد عزت و غیرت کیلئے ہم انا کا چولہ اوڑھ کر ظالم و جابر بن جاتے ہیں۔۔

بھول ہی جاتے ہیں کہ ہم کم ظرف انسان ہیں، اور جس پر اپنے احکام و فیصلوں کا بوجھ ڈال رہے ہیں وہ بھی خطاء کا پتلا آدم کی نشانی انسان ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ اٹھ کر شکستہ قدموں ادھ کھلے دریچے تک پہنچے تھے۔

"میں بھی اگر کسی جاگیر کا سردار نہ ہوتا، کسی خاندان کا سربراہ نہ ہوتا، بلکہ ایک عام سا باپ ہوتا تو شائد اپنے بیٹے کو سنتا، اتنا کٹھور نہیں بنتا، یا شائد شیراز کیلئے بغاوت کرنا آسان ہوتا، اور اس کہانی کا انجام مختلف ہوتا۔۔

آج جب اپنے سے تین گنا چھوٹی بچی کی آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت مجتمع نہیں کر سکا تب احساس ہوا، بغاوتوں کو کچلنے، مثال قائم کرنے بلکہ خوف بنانے کیلئے، ایک مثالی سردار بننے کی جدوجہد میں، جانے انجانے میں اتنی ناانصافیاں کر چکا ہوں کے تلافی کرتے بلکہ تلافی کی گنجائش ڈھونڈتے ہوئے یہ زندگی۔۔۔۔۔"

"شہباز کے ابا!!"

دی جان نے سرعت سے ٹوک دیا تھا۔

"ہو چکے کو نہ کوئی بدل سکتا ہے نہ ٹال سکتا ہے، ہمیں بس آئندہ کیلئے دانستگی یا غیر دانستگی میں ہوئی بھول کو دہرانے سے گریز کرنا چاہئے اور جہاں تک تلافی ممکن ہو وہ کرنی چاہئے۔۔۔۔۔۔"

"تلافی۔۔۔؟"

"جی! میں کل حاجی صاحب کے پاس جاؤں گی، فاطمہ بی سے بات کرنے، اپنی پوتی کو منانے، وہ غصہ ہے، ناراض ہے، ہمارا فرض ہے ہم اسے منائیں۔۔" انھوں نے مبہم مسکراہٹ سنگ ان کے بوجھل سوچوں کو نیا رخ دیا تھا جس پر وہ محض اثبات میں سر ہلا سکے تھے۔۔

غلطی ہو یا گناہ معافی کی گنجائش، سزا میں لچک دونوں صورتوں میں ہونی چاہئے، ہم انسان ہیں خطاء کہ پتلے، ہماری فطرت میں غلطیاں کرنا لکھا گیا ہے۔

لیکن بسا اوقات سب جانتے ہوئے بھی لوگ اس قدر کٹھور بن جاتے ہیں کہ کسی کا جینا دوبھر ہو جاتا ہے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

اپنے کہے کہ مطابق دی جان دوسرے دن حاجی حکیم کے وہاں گئی تھیں، لیکن وردہ کو منانے کا ان کا خیال خام خیالی ثابت ہوا تھا، منانا تو دور وہ تو ان سے ملنے کی روادار بھی نہیں تھی۔

پھر اس کے بعد کتنی ہی مرتبہ وہ رضوانہ بیگم، شیراز عثمانی تک وہاں گئے تھے لیکن اس کی نہ ملنے کی ضد نہیں بدلی تھی۔

بلکہ وہ تو اسی دن واپس لنڈن جانے کی ضد باندھ کر بیٹھ گئی تھی۔ نجانے فاطمہ بی نے کونسے کونسے واسطے ترلے دئے تھے جواب تک وہ حاجی حکیم کہ وہاں ٹکی ہوئی تھی۔ بلکہ اسے وہاں ٹکائے رکھنے کیلئے فاطمہ بی اپنے سارے کام دھندے چھوڑ کر بیٹھی تھی۔

مقدس بھی کئی بار کاٹیج سے ادھر کا دورہ لگا چکی تھی پر وہ مقدس سے بھی حتیٰ المکان احتراز برتتی ہوئی اپنے کمرے تک محدود رہنے کو ترجیح دیتی تھی۔۔۔

اور دلاور!

جس کی جانب سے تقریباً سبھی کو شدید رد عمل کی توقع تھی، وہ خلاف توقع بالکل خاموش اپنے روز مرہ کے معمول میں مشغول تھا۔ اس کی گہری خاموشی اکثر مقدس کو پریشان کر دیتی تھی۔ لیکن اس کا معمول کا انداز جاری و ساری تھا۔

کبھی کبھی وہ بالکل سمجھ سے باہر ہو جاتا تھا۔ شب و روز کی رفتار وہی تھی پھر بھی کسی لمحے کی گرفت میں کھویا وہ بہت اجنبی بے حد فاصلے پر معلوم ہوتا تھا نجانے اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

کچھ اس طرح سے سودا کیا وقت نے مجھ سے

تجربہ دیکر وہ میری ساری معصومیت لے گیا۔۔!!

کہتے ہیں وقت کسی کیلئے نہیں ٹھہرتا، بے رحم زندگی کے معمولات کسی کے ملن، بچھڑن، بکھرنے، سنبھلنے کا انتظار نہیں کرتا اپنے انداز میں پانی کی طرح بہتا چلا جاتا ہے۔

لیکن اس نفسا نفسی کے دور میں یہ تشریح انسانوں کی فطرت کو بھی پوری طرح اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔

حویلی والوں نے برسوں سے مختلف قیاس آرائیوں، الزامات، پراگندہ مفروضوں کے بناپر کتنے وجود کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔

لیکن جب ماضی کے باب کھلے اور انکشافات کی بارش نے ان سارے گرد و غبار نما من گھڑت کہانیوں کو زائل کر حقیقت کو واضح کیا تو وقتی افسوس کر کے سب اپنی اپنی زندگیوں میں مگن ہو گئے۔۔

جن کی زندگی ان سچائیوں سے بکھری تھی وہ تنکا تنکا خود کو جوڑنے کی کوشش میں ہلکان تھے لیکن جو انھیں بکھیرنے میں پیش پیش رہے تھے وہ سب ماتھے پر ملال و پشیمانی کی شکن لئے بغیر یوں معمولات پر لوٹ گئے تھے گویا کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

یوں بھی شہباز عثمانی اور دیگر جیسے اپنے مفاد کیلئے جینے والے کرداروں سے ندامت کی امید رکھنا سوائے بیوقوفی کے کچھ نہیں تھا۔۔

لہٰذا حویلی کی کثافت زدہ فضاء ایک دو دن میں معمول پر لوٹ آئی تھی۔ ناظمہ بیگم زور و شور سے اپنے بیٹے کی شادی کی تیاریوں میں جت گئی تھی وہ اپنے سارے ارمان نکالنا چاہتی تھی۔ جس کیلئے حسب عادت و پوری حویلی کو انگلیوں پر نچا رہی تھی۔

رضوانہ بیگم شیراز عثمانی کو سنبھالنے میں مصروف تھی۔

جو وردہ اور دلاور کے رویہ سے دلبرداشتہ ہو کر اکثر قنوطیت کا شکار ہو جاتے تھے جانتے ہوئے بھی کہ ان کی نقصان کی وہ تلافی نہیں کر سکتے وہ کوشش کرنا چاہتے تھے۔

باقی سب کی اپنی اپنی شب و روز کی گردش تھی۔ کسی کے پاس بھی کسی کی زندگی میں جھانکنے کا وقت نہیں تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

کیا تعجب ہے کہ ہم اہل تمنا کو فراز!!!

وہ جو محرومِ تمنا ہیں برا کہتے ہیں!!!

"میں ان لوگوں کو اس جگہ کو کبھی ایکسیپٹ نہیں کر سکتی، جہاں میری مام کیلئے جگہ نہیں تھی۔۔۔۔"

اس کی آہٹ محسوس کرتے وہ قطعی انداز میں بولی تھی۔

"میں نے تو کچھ کہا ہی نہیں۔۔۔" وہ درمیان میں چند ہاتھ کا فاصلہ رکھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"آپ سائیکلوجسٹ ہیں ڈاکٹر، آپ نہ صرف لوگوں کی سائیکی کو پڑھنے میں ایکسپرٹ ہیں، بلکہ کنٹرول کرنا بھی آپ کی اسپیشالٹی ہے۔۔۔"ہنوز تاریک آسمان پر نظر ٹکائے وہ وثوق سے جتا گئی تھی۔

"اسے کنٹرول کرنا نہیں، بلکہ کنوینس، کنسول یا پھر بیٹروے میں ٹریٹ کرنا بھی کہہ سکتے ہیں۔۔۔۔"وہ مبہم سا مسکرایا۔

"سو آپ نے ڈنائے نہیں کیا۔۔۔"وہ بات پکڑ گئی تھی۔۔

جواباً بدر اپنا قہقہہ روک نہیں پایا تھا۔

وہ دونوں اس وقت صحن کی سیڑھیوں پر بیٹھے تھے، آج پھر حویلی سے دی جان اور رضوانہ بیگم آئی تھی اس سے ملنے، حویلی میں شادی کی تیاریاں عروج پر تھی ان کا خیال تھا کے ایسے میں وردہ کیلئے گھلنا ملنا آسان ہو گا۔

لیکن وردہ کی ضد جاری تھی۔۔

پھر دونوں کے درمیان خاموشی کا دورانیہ حائل رہا جب بدر نے گلا کھنکارتے توجہ کے دھاگے کھینچے۔۔

"آپ کو اندازہ نہیں، آپ کی ضد صرف آپ کو ہی نہیں ہم سب کی محنت کو بھی بے ثمر کر رہی ہے۔۔۔۔"اس کے اظہار تاسف پر وردہ نے ہنکار بھرا تھا۔

"ڈاکٹر کو ٹنیس کا آپ کا کیس مجھے ہینڈ اوور کرنا، فاطمہ بی کا آپ کی مام کو دئے آخری وعدے کو توڑ کر ماضی کی راکھ کو ہوا دینا، میرا متوقع سنگین نتائج و حالات سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود رسک لینا، ہم سب کے کٹھن فیصلوں کے پیچھے کا مقصد صرف آپ تھیں، آپ کی مینٹل ہیلتھ، آپ کے ذہن و دل پر پڑی گرہ کو کھولنا تھا۔۔ لیکن ساری حقائق جاننے کے بعد بھی آپ کا وہی انداز ہم سب کی۔۔۔۔"

"تو کیا کروں ڈاکٹر جا کر ان سب کو گلے لگاؤں۔۔۔۔۔۔۔؟"وہ چیخ کر جملہ قطع کرتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"نہیں!!"بدر نے نفی میں سر کو جنبش دیتے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بادل ناخواستہ بیٹھ گئی۔۔

"چیزوں کو جانے دینا سیکھیں، جو جیسا ہے اسے ویسے ہی ایکسیپٹ کرنے کی کوشش کریں، جانتا ہوں بہت مشکل ہے، لیکن کوشش تو کی جا سکتی ہے ناں۔۔۔۔؟"

اس کا انداز درد کو سہلاتا ہوا تھا۔

"آپ کو ایک ہیپی فیملی ملی ہے ڈاکٹر، آپ میرے شوز میں پیر ڈال کر دیکھیں۔۔۔۔"وہ زخم خوردگی سے ہنسی۔

"ایسی بات ہے تو آپ بھی ماضی کے تمام کردار کے شوز میں پیر ڈالنے کی کوشش کریں، اور پھر غیر جانب داری سے بتائیں، ایٹ لیسٹ سمعیہ بی، اور شیراز صاحب کی سچویشن میں خود کو رکھ کر دیکھیں۔ اور بتائیں آپ ہوتی تو کیا کرتیں؟"وہ اپنے مخصوص نرم مگر احتساب لینے والے انداز میں متوجہ ہوا تھا۔

"خود کو اس شخص کی جگہ پر رکھ کر دیکھیں جو ایک ٹپیکل فیوڈل فیملی سے آتا ہے، جس نے سنگین نتائج کا اندازہ ہوتے ہوئے بھی انسانیت کے ناتے ایسے ایسے سنگین قدم اٹھائے جو اس کیلئے سوچنا بھی گناہ کبیرہ سے کم نہ تھا،

اب کہانی سننے والے کہیں گے،

وہ کوشش کر سکتا تھا،

بغاوت کر سکتا تھا،

کہنا آسان ہے بناہڈی کی زبان ہلتی ہے بس، لیکن باغی ہونے کیلیئے پہاڑوں سے کٹھور و مضبوط جگر اور جان جھونک دینے پر بھی ملال نہ ہو ایسا جذبہ درکار ہوتا ہے، اور جذبہ ہمدردی ایسا کوئی زور آور جذبہ نہیں جو انسان کو اپنے اپنوں کے خلاف اعلانِ بغاوت کیلیئے اکسائے، پھر سلام ہے اس شخص کو جس نے ایسی کوشش کرنے کی ٹھانی۔۔۔۔۔"

اس کے آخری الفاظ پر وردہ کہ تنے تاثرات میں ناگواریت اتری تھی۔

"اور فرض کرلیں شیراز صاحب بغاوت کر بھی لیتے تو آپ کو کیا لگتا ہے اس بغاوت کی آپ کی مام پذیرائی کرتیں۔؟" بدر کے براہ راست سوال پر اس نے تیکھی نگاہ جھکائی تھی۔۔۔۔

"ہرگز بھی نہیں کرتی وہ ایسا۔۔" اس نے قطعی انداز میں خود جواب دیا تو وردہ نے شاکی نگاہ اٹھائی۔

"فاطمہ بی کی زبانی جتنا ان کے متعلق سنا اور ان کی سائیکی کو سمجھا ہے میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں وہ ہرگز بھی اپنے مسیحا کو اپنوں سے دوری کا عذاب جھیلنے کی اجازت نہیں دیتی، کم از کم اپنی وجہ سے تو کسی قیمت پر نہیں، ان کا لازوال جذبہ عقیدت و محبت انھیں ایسا کرنے ہی نہیں دیتا۔۔۔"

"محبت۔۔۔؟"

وہ نجانے کیوں اس لفظ پر چونکی تھی۔ جس پر بدر نے ہولے سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"محبت، جتنا سیدھا اتنا ہی پیچیدہ انسانی جذبہ ہے، اور اس کی ایک انتہائی قسم ایثار و قربانی ہے، جہاں محبت محبوب کی وصل کی نہیں اس کی دائمی خوشی کی متقاضی ہوتی ہے، اور جب اس جذبہ میں جذبہ عقیدت سما جائے تو پھر انسان خود کو وقف کر دیتا ہے۔ جس طرح سمعیہ بی نے کیا،

وہ چاہتی تو بچے کی پیدائش کے بعد شیراز عثمانی کی طرف لوٹ سکتی تھی،

وہ چاہتی تو دوسری ملاقات کے بعد انھیں روک سکتی تھی،

اور چاہتی تو اپنے چار سالہ بچے کیلئے واپس لوٹ سکتی تھی،

کم از کم آپ کے بہتر مستقبل کیلئے تو کوئی اقدام کر ہی سکتی تھی، لیکن ہر مرتبہ انھوں نے خودی پر ہر شئے پر اس شخص کی خوشیوں آسانیوں کو مقدم رکھا، اس کے پیچھے صرف جذبہ ممنونیت ہی نہیں جذبہ محبت و عقیدت بھی کار فرما تھا۔" بدر کے پروثوق تجزیہ پر وہ سرخ و سفید ہتھیلی کی آڑی ترچھی لکیریوں کو دیکھنے لگی تھی۔

بدر کہ مدلل الفاظ نے پراگندہ سوچوں کے سرکش سمندر میں یکایک ہی اضطراب کا طوفان اٹھایا تھا۔بدر اس کی کیفیت اچھی طرح بھانپتا سلسلہ کلام جوڑتے ہوئے مزید گویا ہوا۔

"وردہ!ہر کہانی میں لازم نہیں ہوتا کوئی ایک پارٹی پوری طرح غلط ہو،ولن ہو،اپنے ایول انٹینشن سے معاملات خراب کرے،

کچھ کہانیاں،

صحیح فیصلے غلط وقت پر لینے کی وجہ سے،

حالات ساز گار نہ ہونے کی وجہ سے،

ضروری احتیاط نہ برتنے کی وجہ سے،

انسانی جذبات،

رشتوں،

ایسی عوامل کی وجہ سے بھی کچھ کہانیوں کے اختتام دلسوز ہوتے ہیں،کوئی چاہتا نہیں ایسا پر ہو جاتا ہے۔۔۔۔"

اس نے ایک مرتبہ پھر کسی رد عمل کیلئے لمحاتی توقف لیا لیکن اس کی نگاہوں کا ارتکاز وہیں ہتھیلی کی لیکروں پر ٹھہرا تھا۔

"اس کہانی کا بھی ہر کردار اپنی اپنی جگہ کہیں غلط تو کہیں مظلوم ہے، اور سب نے نتیجہ کا ظلم برداشت کیا ہے۔۔اس لئے بہتر ہے کہ درگزر کریں، اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں، مشکل ہے بٹ ہماری ارادوں کی پختگی آسان کر دے گی سب۔۔۔۔"

بدر خاموش ہوا تو پھر کتنی ہی دیر تلک ان کے درمیان خاموشی حائل رہی۔بدر جانتا تھا اس کے اندر سرد جنگ چھڑی ہے، جہاں وہ خود ہی خودی کے مقابل ہے، اور اس سب سے ابھرنے کیلئے اس کا آڑیا پار ہونا ضروری ہے۔

اور اسے یقین تھا وہ یہ کر سکتی ہے۔اور پھر اس کا یقین قائم رہا تھا جب طویل خاموشی کے بعد اس نے معصوم سوالیہ نگاہ اس کی جانب اٹھائی تھی۔۔

"میں کیا کروں ڈاکٹر۔۔۔۔؟"

"سب سے پہلے اسے ایکسیپٹ کرنے کی کوشش کریں جو کم و بیش آپ ہی کے جیسا ہے۔۔۔"

"کسے۔۔۔؟"

"اپنے بھائی کو۔۔۔۔"

"بھائی کو۔۔۔۔۔؟"اس کی آواز میں لغزش سی اتری تھی۔

"منفی سوچ اور اس سے جنم لینے والے متنفر جذبات 'دلدل' کی مثل ہوتے ہیں، جس طرح دلدل میں انسان جتنا ہاتھ پیر مارتا ہے، بچاؤ کی کوشش میں مچلتا ہے اتنی ہی تیزی سے اندر کی جانب دھنستا جاتا ہے، ٹھیک اسی طرح منفی پہلوؤں کو ہم جتنی شدت سے سوچتے ہیں اتنی ہی ہماری ذہنی ہیجان و بے سکونی بڑھتی جاتی ہے۔۔خود کو حالات کی بہتی لہروں میں ساکت و صامت چھوڑ دیں سب بہتر ہو گا۔۔۔۔۔"

بھائی کے نام پر اس کی آنکھوں میں اترے اجنبی خوف و اضطراب کی پرچھائیوں کو دیکھ وہ حلاوت آمیز لہجے میں گویا ہوا تو وہ بھرائی ہراساں نگاہوں سے اس کی جانب دیکھنے لگی جیسے لاکھوں کی بھیڑ میں کھویا بچہ کسی شناسا کو دیکھتا ہے۔۔

"میرا یقین کریں، میں آپ کا ڈاکٹر ہوں، اور میرے لئے پیشنٹ کی ہیلتھ سے امپورٹنٹ کچھ نہیں، اور ہرگز بھی کسی پرسنل موٹِو کو اپنے پیشنٹ کی ہیلتھ پر رسک لینے نہیں دوں گا۔۔ٹرسٹ می۔" اس کے نرم لہجے میں وحشتوں کو قرار دیتا ہوا کوئی تاثر شامل تھا جس نے اس کی ضد کو رام کیا تھا۔ اس کے اندر کے انتشار کو تھما دیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓣ

جب ذکر ہو اطول حیات ابدی کا

وہ بولے مری زلف رسا کو کوئی دیکھے

جو دیکھتے ہیں چشم تحیر سے ترا حسن

ان دیکھنے والوں کی ادا کو کوئی دیکھے !!!

"میرا والیٹ اور فون کہاں ہے۔۔۔؟" وہ عجلت میں کچن کے حصے میں داخل ہوا تھا۔

"ہمارے پاس۔۔۔۔" نگاہوں سے شیلف کی جانب اشارہ ہوا جہاں پر دونوں چیزیں پڑی تھی۔

"اہ!!"

وہ تیزی سے سلیب کے قریب آتا ہاتھ اپر لیجانے ہی لگا تھا کے مقدس بڑی ہی دیدہ دلیری سے اس کی کلائی کو گرفت میں لیتی چولہا سم پر کر کے سلیب سے گھوم کر باہر آئی۔

"شائد ہم آپ کو بتانا بھول گئے، آج آپ کہیں نہیں جا رہے ہیں، ہم ناشتہ کریں گے اور پھر باغ کی سیر پر جائیں گے۔۔" کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے اطلاعاً عرض ہوا تھا۔

جس پر دلاور کی حیرانگی دلچسپی میں ڈھلی تھی۔

"اچھا اور یہ مہربانی کیوں۔۔۔؟" اپنے ہاتھ سے لپٹی ریشمی کلائی کھینچ کر قریب کرتے گہری آنکھوں میں اپنی روشن آنکھیں گاڑی۔

"کیونکہ آج موسم خوشگوار ہے، اور ہم نے اسی مناسبت سے ناشتے کا اہتمام بھی کیا ہے، اور آپ نے وعدہ بھی کیا تھا ہمیں باغ کے دوسرے حصے کی سیر پر لیجانے کا۔۔۔" وہ ایک ادا سے یاد دہانی کراتی ہوئی بولی۔

"اتنی مہربانیاں۔۔۔؟ آپ کے ارادے ہمیں نیک نہیں لگ رہے حکیم صاحبہ۔۔" وہ مشکوک ہوا تھا۔

"آپ ہمارے ارادوں پر شک کر رہے ہیں۔۔۔؟" وہ مصنوعی خفگی لئے دور ہونے لگی کے دلاور نے پھرتی سے کمر میں بازوں حائل کرتے پوری طرح قبضے میں لیا۔

اچانک جھٹکا لگنے سے سر سے آنچل پھسلا تھا اور بھیگی بھیگی مشکبار زلفوں نے جال بکھیر کر بے قرار دھڑکنوں کا رہا سہا قرار لوٹا تھا۔

"لل۔۔لگتا۔لگتا ہے مہمان آ گئے۔۔۔" قبل اس کے کی فسوں خیز لمحے گستاخیوں کو اکساتے مقدس کی آواز پر وہ سیدھا ہوا۔

"ہم نے دو خاص مہمان بلائے ہیں، جا کر دروازہ کھول دیں آپ۔" کمزور حصار توڑ کر وہ مسکراتی ہوئی پیچھے ہوئی تو وہ خفگی سے گھورتا ہوا دروازے کی سمت بڑھا۔

"السلام علیکم!!"

"وعلیکم۔۔۔۔۔۔۔۔"

سلام کا جواب دینے کیلئے کھلے لب بدر کے پیچھے سے بر آمد ہوئی ہستی کو دیکھ یک بیک سے پیوست ہوئے، ساتھ عضلات میں اترے تناؤ کو دیکھ وردہ کے تاثرات بدلے تھے۔

"السلام علیکم بھائی؟ آپ لوگ یہاں کیوں کھڑے ہیں اندر آئیں ناں، آئیں وردہ۔۔۔" دلاور کو بت بنا کھڑا دیکھ پیچھے سے آئی مقدس نے خوشگوار انداز میں وردہ کا ہاتھ تھام کر اندر لیا تھا۔

"کیسی ہیں وردہ آپ۔۔۔؟" پھر خود ہی بے تکلفی سے گلے ملی تو وردہ اپنے پہلو میں گرے ہاتھ اس کے بازو پر تک نہ پھیلا سکی تھی۔

عجیب نافہم سی کیفیت تھی اس لمحے ایک دوسرے کے روبرو ہو کر، جیسے اندر گونجتی ہوئی خاموشی سائیں سائیں کر رہی ہو۔۔۔۔

دلاور تیزی سے مڑ کر کچن میں داخل ہوا تھا مقدس وردہ کو بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کرتی اس کے پیچھے گئی تھی۔

"کہاں جا رہے ہیں آپ۔۔۔۔؟" اسے کسی عفیریت سے جان چھڑانے کے انداز میں دروازہ کھولتا دیکھ مقدس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

"ہم اپنے قول و فعل میں تضاد نہیں رکھتے، اگر ہم نے کہا تھا ہم آپ کو مزید خود سے فرار حاصل کرنے کی اجازت نہیں دیں گے تو مطلب نہیں دیں گے۔۔۔۔۔"مضبوطی سے اس کی کلائی گرفت میں لیتی وہ یاددہانی کرانے کے انداز میں بولی۔

"مجھے جانے دیں۔۔۔"

وہ کڑے ضبط کی دہلیز پر کھڑا ملتجی ہوا۔

بے ہنگم تنفس، چہرے کے عضلات کا بڑھتا تناؤ اس کے شدید ذہنی ہیجان کے بتدریج بڑھنے کا غماز تھا۔

"فرار کسی بھی مسئلہ کا حل نہیں ہے، فرار از خود ایک مسئلہ ہے۔۔۔"شہادت کی انگلی سے پھڑپھڑاتی کنپٹی کی نس سہلائی گئی تو وہ اس مسیحائی لمس پر سختی سے لب بھینچ گیا۔

"دی جان سمیت حویلی کے بہت سے فرد روزانہ انھیں منانے حویلی لیجانے آتے ہیں، اور وہ ان سے ملنا تک گوارا نہیں کرتی، لیکن وہ یہاں خود چل کر آپ سے ملنے آئی ہے۔۔کیا آپ انھیں نہ مراد لوٹا دیں گے، بہن ہے وہ آپ کی، اور بہن بھائی کا رشتہ بہت خوبصورت ہوتا ہے یقین کریں۔۔۔۔۔۔"

"بہن بھائی۔۔۔۔رشتہ۔۔۔۔۔؟" عجیب انداز میں لفظ دہراتے اس نے نافہم نگاہ مقدس کے چہرے پر ڈالی جیسے پوچھ رہا ہو یہ کیا ہوتا ہے۔

اس ایک سوالیہ نگاہ میں کیا کچھ نہیں تھا، کرب، اذیت، تشنگی، اجنبیت، وہ سب کچھ جو وہ اتنے سالوں تک جھیلتا ہوا آیا تھا، لوگوں کی باتیں رویہ، تنہائی، ان چاہے پن کا روح کو چھلنی کرتا احساس۔

اور آج اچانک سے اس کا ایک رشتہ نکل آیا تھا انتہائی قریبی رشتہ، اور یہ انکشاف، یہ تقدیر کی مہربانی اس کے اعصاب قبول نہیں کر پا رہے تھے۔

وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کس طرح برتاؤ کرے، کیا کرے، کیا نہ کرے۔۔؟

"ان کی کیفیت آپ سے جدا نہیں ہے، انھوں نے وہی زندگی جی ہے جو آپ نے جی ہے، انھوں نے ہمت کر کے پہلا قدم اٹھایا ہے آپ ان کی حوصلہ شکنی نہیں کریں۔۔۔باقی ہم ہیں ناں۔۔" اس کے سرد ہاتھوں کو اپنے نازک گرم ہاتھوں میں تھام کر سہلاتی ڈھارس بندھاتی ہوئی وہ دوسرے کمرے میں آئی تھی۔

کچھ دیر تلک چاروں کے درمیان مشکل خاموشی کا قیام رہا جسے پھر بدر کے اشارے پر مقدس نے ناشتہ کا اعلان کرتے ہوئے توڑا۔

"کیا خیال ہے پہلے ناشتہ کر لیتے ہیں، پھر باغ کی سیر کیلئے نکلیں گے۔۔۔۔۔؟" ہاتھ جھاڑ کر اٹھتے اس نے بشاش انداز میں ماحول کی کثافت کو زائل کیا۔

"چلیں پھر ہم آپ کی ٹیبل چننے میں مدد کرتے ہیں۔۔۔۔"

بدر بھی برابر کھڑا ہوا تو دلاور اور وردہ جو اپنی اپنی کیفیت سے لڑنے میں محو تھے خاموشی سے اٹھ کھڑے ہوئے ناشتے کے دوران بھی وہ دونوں بھائی بہن ہی آپس میں بات کرتے رہے تھے۔

دونوں کی نفسیات دونوں کی کیفیت اور دونوں کی گزشتہ زندگی کے حالات سے دونوں ہی بھائی بہن بخوبی واقف تھے۔ اور ان کی نفسیات کا علاج بھی خوب جانتے تھے لہٰذا انھوں نے ہرگز بھی دونوں کو ایک دوسرے سے بات کرنے کیلئے اکسایا نہیں تھا۔ بس اپنی باتوں میں انھیں شامل کر کے انھیں ایک دوسرے کی موجودگی کا احساس دلاتے رہے تھے۔

سیر کے دوران اسی طرح ہلکی پھلکی گفتگو سے وہ دونوں کو حقیقت قبول کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ ایزی ہونے کیلئے ان کے عادات واطوار کے متعلق بات کرتے رہے تھے۔

"وردہ! آج شام ہم حویلی کیلئے نکل رہے ہیں، آپ چلیں گی ہمارے ساتھ۔۔۔؟" واپسی کیلئے وہ لوگ تیار ہوئے تو مقدس نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

جس پر وردہ کی نظر اس سے ہوتی ہوئی دلاور پر گئی تھی۔ اور پھر بنا کچھ کہے وہ نظر جھکا گئی۔

"بھائی!!"

وقتِ رخصت وہ چلتی ہوئی بدر کے قریب آئی تھی۔ جس نے حسب عادت اس کے دوپٹے سے ڈھکے سر پر دستِ شفقت رکھا تھا۔

"خوش رہیں، مسکراتی رہیں، اور میری دعا ہے آپ کی خوشیوں کا موسم سدا بہار رہے۔۔۔" صدق دل سے دعا دیتے بدر نے ہولے سے آمین کہا۔

اس مکمل منظر کو دیکھ ایک جانب کھڑے دلاور کے پہلو میں گرے ہاتھ میں لرزش ہوئی تو دوسری طرف وردہ کی آنکھوں میں حسرت جلن بن کر اتری تھی، وہ فوراً دروازہ کھول کر باہر نکل گئی بدر بھی اس کے پیچھے ہوا جبکہ مقدس نے بت بنے کھڑے دلاور کے کانپتے ہاتھ کو گرفت میں لیا تھا۔

"بھائی کا ہاتھ بہن کے سر پر صرف ہاتھ ہی نہیں ہوتا ہے، ایک مان ہوتا ہے، تحفظ کا وہ بے پایاں احساس ہوتا ہے جو ایک لڑکی کو اس دنیا میں کوئی دوسرا شخص نہیں دے سکتا، ایک پہل انھوں نے کی ایک آپ کریں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔"نرمی سے کہتے اس نے آنکھوں سے حوصلہ افزائی کی تو وہ من من بھر کے قدم اٹھاتا ہوا کاٹیج سے باہر نکلا تھا باہر بدر گاڑی سٹارٹ کئے ہوئے تھے وہ دوسری جانب رخ موڑ کر بیٹھی تھی۔

دلاور نے پلٹ کر دہلیز پر کھڑی مقدس کو دیکھا جو مسکراتی آنکھوں سے اس کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔

پھر پہلو سے اس کا ہاتھ اٹھا تھا اور نرمی سے اس لڑکی کی سر پر ٹھہر گیا تھا۔

اور صرف ہاتھ ہی نہیں ان دونوں بھائی بہن کے درمیان اس لمحے کائنات کی گردش تھم گئی تھی۔ وردہ کی آنکھوں میں ٹھہرا نمکین پانی کا سمندر بے قابو ہو کر رخسار پر بہہ نکلا تھا دلاور کی آنکھوں میں بھی دھندلاپن اترا تھا۔

دونوں نے زبان سے آپ بیتی نہیں سنائی تھی لیکن اس احساس نے دونوں کی محرومیوں کی داستان آنسوں کی صورت بیاں کر دیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

حویلی میں جشن و سرور کا سماں ہر گزرتے دن کے ساتھ نئی بلندیوں کو چھو رہا تھا۔ دلہن کی طرح سجائی گئی حویلی رات کے پہر میلوں دور سے یوں چمکتی تھی گویا سونے سے بنائی گئی ہو۔

رفتہ رفتہ مہمانوں سے حویلی کے کمرے بھرنا شروع ہو گئے تھے۔ مہمانوں کی سہولت کیلئے ملازموں کی فوج میں تین گنا اضافہ کر دیا گیا تھا۔

ہلا گلا ہنسی قہقہوں سے ہمہ وقت حویلی کی فضاء گونجتی رہتی تھی۔ ملازموں کی دور رات گئے تک لگی رہتی کہا جائے کہ حویلی میں رات ہو ہی نہیں رہی تھی تو بے جا نہ ہو گا۔

پھر آج لڑکیوں کی خواہش پر بلخصوص اپنے گاؤں سے بڑی دادی سا نے ڈھولک والیوں کو بلوایا تھا ان کے شغل لگانے سے جشن کا سماں دوبالا ہو گیا تھا۔

سب انھیں کو گھیرے بیٹھے رہنے لگے تھے۔ پرانے گیت گانے بڑا ہی دلفریب سماں بندھا رہنے لگا تھا۔ مایوں کی رسم سے ہفتہ پہلے میرال کو پوری طرح کمرہ نشیں کیا جاتا تھا لیکن مضراب لوگوں نے ابھی سے اسے قید کر دیا تھا، وہ پھر بھی موقع دیکھ کر کچن میں گھس جاتی تھی جس پر لڑکیوں کا بس نہیں چلتا اس کام کی دیوانی لڑکی کا کچھ کر دے۔

بڑی دادی سا کے جھاڑ پلانے پر طوعاً و کرہاً دلاور صاحب کی سواری نے حویلی کی دہلیز کو چھوا تھا اور سلام کرنے کیلئے بڑی دادی سا کی عدالت میں پیش ہوئے موصوف نے اپنے باغی اعتراض سے بلا توقف اپنی سلامتی کو للکار لیا تھا۔ جس پر قریب بیٹھی دی جان کا دل ہولا تھا۔

"رسم ورواج، عقائد ہم جیسے خاندانی لوگوں کی خاندانی ہونے کی دلیل ہے، پشتوں سے چلی آرہی ہے نسل در نسل منتقل ہو گی، تم کل کے لڑکے کو کوئی حق حاصل نہیں ہمارے رسومات کی نفی کرو۔۔۔" انھوں نے پر جلال انداز میں اسے جھڑکا۔

لیکن جو ان کے سردار عم زاد کو نا کو چنے چبوا دیتا تھا بھلا وہ کیا اسے نکیل ڈالنے میں کامیاب ہوتی۔

"شادی میری ہے، لہٰذا مجھے حق بھی حاصل ہے، اور میں ان فضول رسومات کے جھمیلوں میں نہیں پڑنا چاہتا، ویسے بھی ہماری شادی کو مہینے گزر چکے ہیں، اور ولیمہ صرا صر داجی کی شان و شوکت کی نمائش کیلئے ہو رہا ہے۔ ورنہ میں۔۔۔۔"

"گستاخ تم۔۔ تم۔۔۔" اس کے بے خوف حقیقت گوئی پر وہ جلبلا کر کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ شانت ہو جائیں، دلاور کا مقصد آپ سے بد تمیزی کرنا نہیں ہے، دراصل مقدس بیٹی کی پرورش دینی ماحول میں ہوئی ہے، اور وہ شرعی پردہ کرتی ہیں، لہٰذا وہ لوگوں کے سامنے نہیں نکل سکتیں۔۔۔" دی جان نے فوراً سے ان کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

"تو ہم کونسا شرک و بدعت کر رہے ہیں۔۔۔؟" شعلہ دبنے کے بجائے الٹا بھڑکا تھا۔ اور آپ بجائے اس نالائق کو تمیز سکھانے اس کی حمایت کر رہی ہیں۔۔۔؟" ان کا خاندانی جلال عود کر آیا تھا۔

"میں نے آپ سے کوئی بد تمی۔۔۔۔"

"صغریٰ! شانت ہو جاؤ۔۔"

قبل اس کے کہ دلاور صاحب اپنی ہٹ دھرمی سے مزید رائتہ پھیلاتے داجی عجلت میں اندر داخل ہوئے تھے پیچھے دانت کچکچاتا ہوا معظم تھا جو غالباً جان پر کھیل کر داجی کو یہاں لیکر آیا تھا۔

"تم بھی۔۔۔ایک تو تم عجیب ہی کوئی روایت چلا رہے ہو دلہن دلہا کو اپنی ہی حویلی سے رخصت کرنے کی، جبکہ میں نے کہا تھا دونوں بہوؤں کو میکے بھیج دو، عام شادیوں کی طرح تمام رسم ورواج کے ساتھ رخصتی ہو گی، لیکن تم نے کب کس کی مانی ہے، اور اب یہ تمہارا چھٹاک بھر کا پوتا کہتا ہے میں کوئی رسم نہیں کرونا گا، میں پوچھتی ہوں تاجور ایسے سنبھال رہے ہو تم عثمانی خاندان کی وراثت۔؟"

غیظ وغضب کے گولے کے ساتھ تمام توپوں کا رخ داجی کی جانب تھا اور داجی کا من کر رہا تھا اپنے کاپر تو کا کچھ کر دے جو ہمہ وقت ان کی شامت بلوانے کیلئے تیار کھڑا رہا تھا۔

"تم شانت ہو جاؤ ابھی کیلئے، جیسا تم چاہتی ہو ویسا ہی ہو گا۔۔۔" داجی نے ایک ایک لفظ پر خصوصی زور دیتے دلاور کو گھورا۔

"میں۔۔۔۔۔"

"چل تجھے مجھے ایک چیز دکھانی ہے۔۔۔۔"

معظم اس کے ایک اور پھلجھڑی چھوڑنے سے قبل ہی اس کے شانے پر دباؤ ڈالتا لیکر باہر نکلا تھا۔ پیچھے داجی بھی اس افلاطون کے پھیلائے رائتے کو سمیٹ کر باہر آئے تھے۔

"معظم! جب تک سارے تقریبات ختم نہیں ہو جاتے یہ آپ کی ذمہ داری ہے، حویلی سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہئے اسے۔۔"

اسے خشمگیں نگاہوں سے گھورتے داجی نے حکم سنایا تو وہ ہنکار بھر تا شانے جھاڑ گیا۔ جیسے کہہ رہا ہو جنگلی شیر کیلئے بھی بھلا کوئی پنجرہ بنا ہے۔

لیکن وہ کہاں جانتا تھا وہ فاریسٹ آفیسر اور ماہر شکاری کے چنگل میں ہے۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

وہ لبوں پر جاندار مسکراہٹ لئے خوبصورت لمحوں کو کیمرے کی آنکھ میں قید کرنے میں مگن تھا جب ایک منظر پر بھٹکی نگاہ نے اس کے تن بدن میں شرارے اتارے تھے۔ کیمرہ غصہ سے کزن کو تھماتا وہ جبڑے بھینچتا ہوا راہداری کے اس حصے کی طرف بڑھا تھا۔

جہاں مضراب و معظم آمنے سامنے محوِ گفتگو تھے۔۔۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔؟" سر پر پہنچتے اس نے درشتگی سے سوال کیا۔

"ہوں۔۔ہاں۔۔۔" اونچی آواز پر مضراب بری طرح اچھلتی معظم کے بازو پر ہاتھ رکھ گئی تھی جس پر آریان کو اپنا وجود بھڑ بھڑ جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

تجھے یوں سمیٹ کر رکھوں خود میں،

کہ تیری خوشبو بھی بکھرے تو میری حدود میں،

اور دوسرے ہی لمحے وہ سختی سے اس کی کلائی جکڑتا آندھی طوفان بنا کھینچتا ہوا لیکر ایک جانب بڑھ گیا تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے آریان عثمانی۔۔۔۔۔؟" بری طرح مزاحمت کرتی وہ حلق کے بل چیخی تھی۔

"بدتمیز ہی ہوں میں، تمیز ساری بھٹی صاحب پر ختم ہو چکی ہے۔۔" وہی کلائی دیوار سے لگاتا وہ قریب آتا غرایا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔" اس کے دیوانہ انداز پر مضراب وحشت سے مچلی تھی۔

"اتنا آسان ہے تمہارے لئے اس شخص کو قبول کر لینا۔۔۔۔؟"

اس کے لہجے میں اذیت ہی اذیت شامل ہوئی تھی، مضراب نے سرعت سے میچی آنکھیں کھولی۔

اطراف سے سرخ ہوتی آنکھوں میں تیر تا جنون، کرب، بہت قیمتی کچھ کھونے کا خوف، نقوش میں گھلی اذیت واضطراب دیکھ مضراب کے دل کی دھڑکن سست پڑی تھی۔

"جواب دو مضراب عثمانی۔۔۔؟"اس کی خاموشی آریان کو اپنا سینا چیرتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔

"میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کی پابند نہیں۔۔۔"

وہ نگاہوں کا زاویہ بدلتی کٹھور ہوئی تھی۔

"میں تمہیں پابند کرنا بھی نہیں چاہتا ہوں ڈیم ایٹ، میں تو تمہیں۔۔۔"تڑپ کر اسے دونوں شانوں سے جکڑتے وہ بے بسی سے لب بھینچ گیا تھا یوں کہ گردن کی ہری ہری نسیں پھٹ پڑنے کے حد تک پھول گئی تھی۔

"بچپنا چھوڑ دو آریان۔۔۔"اپنے شانو سے ہاتھ جھٹکتی وہ پتھر ہوئی تھی۔

"بب۔۔بچپنا۔۔تمہیں میرے جذبات بچپنا لگتے ہیں۔۔۔۔۔۔؟"

اپنی محبت، جنون، جستجو، دیوانگی کو بچپنا کہنے پر اس کے شانوں پر دھرے سخت ہاتھ لہرا کر پہلو میں گرے تھے۔

آنکھوں و لہجے میں درد کی ایسی ٹوٹی کرچیاں جمع ہوئی تھی کہ مضراب کیلئے اگلی سانس لینا دشوار ہو گیا تھا۔

"جانتی ہو مضراب عثمانی، کسی کے خالص جذبوں کی اس سے اچھی توہین، اس سے بدتر گالی نہیں دی جاسکتی۔۔۔۔۔"پسینہ سے بھیگے بالوں کو عجیب طرح سے مٹھی میں جکڑتا وہ مضحکہ خیزی سے ہنسا تھا۔

مضراب نگاہ اٹھا کر اس کی مجنون آنکھوں میں جھانک نہیں پائی تھی۔

کہ کیسے بتاؤں کہ میرا مسئلہ تم نہیں ہو

میرا مسئلہ یہی ہے کہ تم نہیں ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔!!

وہ پشت موڑ کر اپنے اندر کی توڑ پھوڑ سے جنگ کرتا بھاری منتشر تنفس کو بحال کرنے لگا تھا۔ پھر جب توقف سے مڑا تو خود کو پوری طرح کمپوز کر چکا تھا لبوں پر وہی جاندار مسکراہٹ رقصاں تھی اور آنکھوں میں اسے بے بس کر دینے والا جنون۔۔

"لیکن ایسے تم میرے حوصلے پست نہیں کر سکتی، تم پر جچتا ہے ستم کر ناز خم دینا، اور مجھ پر واجب ہے سب ہنس کر سہنا اور تم سے محبت کرتے رہنا، کیونکہ تم میری جنون و دیوانگی ہو، میرے جیتے جی تو تم خود کی بھی نہیں ہو سکتی، کسی اور کیا ہو گی مضراب عثمانی۔" عجب دیوانگی کا سرور لئے اسے باور کراتا وہ خالی راہداری میں بھاری قدموں کی دھمک چھوڑتا ہوا آگے بڑھ گیا تو پیچھے مضراب سینے پر ہاتھ رکھتی بیٹھتی چلی گئی تھی۔

اس کے جذبوں سے وہ سالوں سے آگاہی رکھتی تھی، کیونکہ خود آریان نے اسے راز نہیں رکھا تھا، اس کا بس چلتا تو وہ بے باکی سے ڈنکے کی چوٹ پر اعتراف کرتا گھومتا۔ لیکن آج اس کے جنون کی ایک جھلک نے اس جیسی مضبوط قوتِ ارادی کی مالک لڑکی کو دنگ کر دیا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"افف! رخسار افف! آخر کیا کروں میں تمہارا۔۔؟ آخر کیا بگاڑا ہے ہم نے تمہارا جو تم نے ہمارے سروں پر خاک ڈالنے کی قسم اٹھالی ہے۔۔۔۔۔۔۔؟"

نیچے سجے رنگ و بو کی محفل سے بے نیاز اسے ہنوز اپنے لیپ ٹاپ میں گھسا دیکھ حقیقتاً رضوانہ بیگم نے سر پیٹ لیا تھا۔

وہ سوجتن کر کے ہار جاتی تھی لیکن رخسار پر تنکے کا اثر نہیں پڑتا تھا، اور پچھلے کچھ دنوں سے تو وہ بالکل ہی سمجھ سے باہر ہو گئی تھی۔

مہمانوں کی آمد و رفت کا تانتا بندھا ہوا تھا لیکن مجال ہے جو اس نے ذرا نیچے جھانکی ماری ہو۔ سادے سے لان کے سوٹ میں وہ یوں اپنے روم میں بیٹھی لیپ ٹاپ میں مصروف تھی گویا اس کا اُس جہاں سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

اور نیچے پوچھنے والوں کو ہزار تاویلیں دے دے کر ان کی زبان ٹوٹ رہی تھی۔۔

"رخسار میں تم سے بات کر رہی ہوں۔۔۔" اس کی خاموشی پر وہ جھلا کر قریب آگئی تھی۔

"میں سن رہی ہوں بہری نہیں ہوں۔۔۔" انگلیاں تھرکاتے اس نے بے توجہی سے جواب دیا۔

"رخسار!!" رضوانہ بیگم نے زور سے اس کا لیپ ٹاپ بند کرتے جھپٹ کر پرے ہٹایا تھا۔

"اہ! بے حد معذرت۔۔ میں تو بھول ہی گئی تھی، فقط شیراز عثمانی اور ان کی زوجہ عزیز کی ہی عاجزانہ حاضری ناکافی ہے، ہمیں بھی ان کی فخریہ اولاد ہونے کہ ناتے فرداً فرداً سب کے حضور سلامی پیش کرنی ہوتی ہے۔۔ چلیں دے آتی ہوں حاضری آخر کو ہماری روزی روٹی چلتی ہے ان کے رحم و کرم

سے۔۔۔۔۔"سر پر دوپٹہ درست کرتی وہ تمسخرانہ انداز میں دروازے کی سمت لپکنے لگی تو رضوانہ عثمانی نے اس کا بازو جکڑا۔

"کیوں ہو آخر تم ایسی؟ کیوں ہے تمہاری اندر اتنی کرواہٹ؟

اتنی نفرت؟

اتنی بغاوت؟

کیوں تمہیں لگتا ہے کے سارا جہاں تمہارا دشمن ہے۔۔؟

آخر کیوں رخسار۔۔؟

کیوں تم عام لڑکیوں کی طرح نہیں رہ سکتی۔۔؟"

رضوانہ عثمانی اس کے اندر کی کڑواہٹ محسوس کر بے موقع اپنا ضبط کھو بیٹھی تھی۔

"عام لڑکیوں کی طرح۔۔۔۔۔؟"سپاٹ چہرہ لئے ان کے تاسف میں لپٹے جھنجھوڑتے سوالات سن رہی وہ آنکھوں میں ضبط کی سرخیاں لئے مڑی تھی۔۔

"آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں کیوں؟ کیا آپ نہیں جانتی ماں سا اس کیوں کا جواب۔۔۔؟" اس کے لہجے میں سلگتی ہوئی اذیت تھی۔

"ویسے یہ کیوں آپ کو تب کیوں نہیں یاد آیا ماں سا، جب حویلی کی بہو ہوتے ہوئے بھی آپ کو، آپ کی حیثیت کو کسی ہاؤس ہیلپ کے برابر کر دیا گیا؟

تب کیوں نہیں یاد آیا جب بابا کے ماضی کی ندامت کا بوجھ آپ کے ناتواں کندھوں پر منتقل کر دیا گیا؟

کم از کم تب تو یہ 'کیوں' آپ کے لبوں پر آنا ہی چاہئے تھا ماں سا، جب آپ کے بچوں کو وہی محرومیاں دبوچنے جا رہی تھی، زمانہ کہتا ہے ایک ماں ہزار ستم سہہ لیتی ہیں لیکن اپنے بچوں پر ٹیڑھی نگاہ برداشت نہیں کر سکتی،

لیکن آفرین ہے، آپ کے لبوں سے افف تک نہ نکلا،

آپ کی فرنبرداری اور بابا سا کے احساس جرم نے، ہمارے بچپن کو، ہماری شخصیت کو، ہمارے خوابوں کو روند کر رکھ دیا، لیکن آپ دونوں کی چپی نہ ٹوٹی، آپ دونوں کی پتھر وجود میں جنبش تک نہیں ہوئی، اس کیلئے نہیں پوچھیں گی ماں سا آپ 'کیوں'۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ باز پرس کرنے پر آئی تو تیز خنجر سے سوالوں کا انبار رضوانہ عثمانی کے آگے لگاتی چلی گئی۔۔

جلتی آنکھوں سے کئی گرم گرم زہر آنسوں بے ترتیبی سے نرم رخساروں کو جھلساتے ہوئے بے مول ہو گئے، رضوانہ بیگم سختی سے لب بھینچ گئی۔۔

"کہتے ہیں دنیا کی عدالت اندھی ہوتی ہے، سفاک ہوتی ہے، لیکن حیرت انگیز طور پر وہ بھی اتنی سفاک نہیں ہوتی ماں سا کے ماں باپ کے جرم کی سزا ان کے بچوں کے کھاتے ڈال دے، لیکن آپ لوگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس نے دل گرفتہ زخمی مسکراہٹ کو جھٹکا تو رضوانہ بیگم کو اپنا وجود ہوا میں تحلیل ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

"جانتی ہیں ماں سا، اس حویلی میں آپ کے بچوں اور بقیہ دو درجن حویلی کے ملازموں میں کیا فرق ہے۔۔۔؟" وہ آنکھوں میں کرب کا سمندر لئے ماں کے مقابل آئی تھی۔

"بس یہی کہ ہمارے نام کے ساتھ 'عثمانی' لگتا ہے، ورنہ ہماری حیثیت واوقات ایک ہی ہے، یا پھر اس سے بھی کم، اس گرد وغبار جتنی جو کسی آئینہ پر ہوتا ہے جسے دیکھتے ہی صاف کر دیا جاتا ہے کہ عکس نہ دھندلا ہو جائے۔۔یا پھر اس۔۔۔۔"

"رخسار! بس۔۔۔بس کر جاؤ۔۔۔۔۔"

وہ اس کے کلیجہ چیرتے خنجر سے الفاظ کی مزید تاب لاتی ہوئی چیخ پڑی تھی۔۔

"بس کر چکی ماں سا۔۔بس کر چکی۔۔۔۔۔"

اس نے الٹے ہاتھ سے اپنے بے وقت نکلے آنسوں کو بے دردی سے رگڑ ڈالا تھا۔

"اب نہ مجھے اپنی محرومیوں پر ماتم کرنا ہے، نہ ہی اپنے حق کی دہائی دینی ہے، اور نہ ہی میں چپ رہ سکتی ہوں، کیونکہ آپ دونوں کی اولاد ہونے کے باوجود مجھے محرومیوں کی صحرا میں گمنام بھٹکنے کی عادت وراثت میں نہیں ملی ہے، اور نہ ہی اب آپ دونوں کے پتھر وجود میں جنبش ہو گی، ایسی کوئی خوش فہمی بچی ہے مجھ میں، سو اب جو کروں گی میں خود کروں گی۔۔۔۔"اس کے لہجے میں بلا کی سرد مہری و ٹھہراؤ تھا۔

"کک۔۔کیا کروگی۔۔۔۔؟"بے آواز آنسوں بہارہی رضوانہ بیگم بری طرح چونکی تھی۔

"جو کروں گی جلد آپ کو معلوم ہو جائے گا۔۔۔"شانے اچکاتی وہ وارڈروب کی طرف بڑھی۔

"رخسار،میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔۔۔؟"

انجانے خوف سے یکایک ہی ان دل کانپا تھا۔

جیسی ضدی و جنونی فطرت وہ رکھتی تھی اس سے کچھ بھی توقع کیا جاسکتا تھا۔

"کیا فرق پڑتا ہے آپ کی بد تمیز اور باغی بیٹی کیا کرتی ہے۔ویسے بیٹی سے یاد آیا آپ کو تو اب ایک امپورٹڈ بیٹی بھی مل چکی ہے،جسے منانے کی جتن جاری وساری ہے۔۔سو میری دعا ہے جلد آپ کی امید بر آئے۔۔۔۔۔"استہزائیہ انداز میں کہتی سرعت سے واش روم میں جا کر بند ہوئی تو پیچھے رضوانہ بیگم دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیڈ پر بیٹھتی ضمیر کے کٹہرے میں جا کھڑی ہوئی۔

اس کی بد تمیزی وہٹ دھرمی سے قطع نظر ہو کر دیکھا جائے تو وہ حق بجانب تھی۔۔

ایک چیز آپ کی نہ ہو تو اس طلب کو تاویلیں دیکر دبایا جاسکتا ہے، لیکن جب ایک چیز پر آپ کا جائز حق ہو، اور کسی ایسی وجہ کو بنیاد بنا کر آپ کو اس سے محروم کر دیا جائے جس میں آپ کا کوئی کردار ہی نہیں تھا تو پھر نہ صبر آتا ہے نہ طلب کم ہوتی ہے۔

بلکہ وہ محرومی بغاوت کو جنم دیتی ہے، وہی بغاوت جو رخسار کی آنکھوں میں تھی۔۔

وہ منکر نہیں تھی اپنے دونوں بچوں کے ساتھ ہر قدم پر ہوئی ناانصافیوں سے، ان کی محرومیوں سے، جس کی وجہ بلاشبہ ان دونوں کی خاموشی ہی تھی۔۔

خصوصاً رخسار نے ہوش سنبھالتے ہی پوری شدت وسفاکیت کے ساتھ یہ سب محسوس کیا تھا، بقیہ تین اس کی ہم عمر لڑکیوں، خاص طور پر مضراب کو ہر معاملے میں اس کے مقابل دی گئی غیر معمولی اہمیت ہمیشہ اسے پس منظر میں کسی غیر اہم شئے کی طرح مدھم کر دیتی تھی۔

ناانصافی صرف یہی نہیں کہ کسی کے حصے آدھا اور کسی کے پورا آئے، ناانصافی یہ بھی ہے کے کسی پر توجہ کے پھول نچھاور ہوں اور کسی کے حصے فقط بے توجہی کے کانٹے ہی کانٹے آئیں، اور یہ کانٹے رخسار عثمانی نے ہوش سنبھالتے ہی سمیٹنا شروع کر دئے تھے۔

جس نے اس کا پورا بچپن تباہ کر دیا تھا۔اس کی شخصیت مسخ ہو گئی تھی، لیکن یہ سلسلہ نہیں رکا نہیں تھا۔

چیزوں میں کمی بیشی وقتی دکھ پہنچاتا ہے، پر محبت و توجہ میں دو نظر انسان کی ذہنی حالت کو متاثر کرتا ہے۔یہی رخسار کے ساتھ روزِ اول سے ہوا تھا۔

جبکہ وہ باقی تینوں کے مقابلے ہر معاملے میں بہتر نہیں بہترین تھی، چاہے خوبصورتی میں ہو، تعلیمی ریکارڈ ہو یا پھر کوئی اور معاملہ۔۔بس مات ملی تھی تو قسمت سے جس نے اس کی ساری خوبیوں کو ماند کر دیا تھا۔

بچپن میں بھی وہ انتہائی خاموشی رہنے والی سنجیدہ سی بچی تھی، عام بچوں کی طرح ضد و شرارت اس میں نام کو نہیں تھی، نہ وہ اب اپنی ہم عمر لڑکیوں کی طرح شوخ، الڑھ و چنچل تھی، عجب سرد سی سنجیدگی کے ساتھ وہ اپنے وجود تک محدود تھی۔

اسے ایسا دیکھ رضوانہ بیگم کا دل پھٹتا تھا لیکن چپ رہنے کی ایسی عادت پر چکی تھی کے بس دل کی آہ دل میں ہی دبا جاتی تھی۔

لیکن آج اس کی آنکھوں سے لپکتی بغاوت کی چنگاڑیوں نے انھیں بری طرح سہادیا تھا، جیسی سرکشی انھوں نے اس کی آنکھوں میں دیکھی تھی نجانے کیا رنگ لانے والی تھی یہ۔۔۔

"افففف! رخسار افففف! کچھ۔۔کچھ ایسا مت کر دینا کہ میں" کچھ غلط لفظ کی ادائیگی سے قبل دل کو تھامتے انھوں نے بھل بھل گرتے آنسوں کے ہمراہ واش روم کے بند دروازے کو دیکھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"دی جان پلیز! آپ جانتی ہے ہر مرتبہ کی طرح میں نے ایک مرتبہ پھر شدید ناپسندیدگی کے باوجود اس دہلیز پر فقط آپ کیلئے قدم رکھا ہے، اس کے علاوہ آپ مجھ سے کسی چیز کی امید نہیں رکھیں۔۔۔۔" حسب عادت وہ اتھرا گھوڑا بنا پہاڑی پر جا بیٹھا تھا۔

"میرے لئے بھی نہیں۔۔۔؟" دی جان کا وہی آزمودہ حربہ تھا۔ "معذرت کے ساتھ، نہیں!" اس کا جواب صفاچٹ تھا۔

"دلاور آخر کیوں تنگ کرتے ہو مجھے؟ کیوں چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے بھاگ کر میرا دل دکھاتے ہو، یہ چھوٹی چھوٹی خوشیاں ہی تو زندگی کا نام ہے اور تم ہو کہ۔۔۔"

"جسے آپ چھوٹی چھوٹی خوشیاں کہہ رہی ہیں وہ میرے لئے صراصر منافقت ہے، اور میں منافق نہیں ہوں۔۔۔"

"دلاور۔۔۔۔!"

"کیا۔۔۔؟ نیچے جاکر ذرا معلوم کریں کون خوش ہے میری موجودگی سے؟ یا میرے دل سے سوال کریں کیا یہ چہرے مجھ سے برداشت ہوتے ہیں۔۔۔؟" وہ صاف گوئی سے بولا تو دی جان تاسف سے اس کا چہرہ تکنے لگی۔

"میرے لئے پانچ منٹ نیچے جاکر رسم میں شرکت کرلو، تم تو جانتے ہو ناں صغریٰ باجی کس قدر سخت ہیں رسم ورواج کو لیکر، خواہ مخواہ بدمزگی ہو جائے گی۔۔۔۔" بحث چھوڑ کر انھوں نے مفاہمت کا راستہ اپنایا۔

"ایک تو میری آپ کی اس صغریٰ باجی کی سمجھ نہیں آتی، میرا تو جو ہونا تھا ہو چکا، اصل شادی تو ہر دل و عزیزِ من باران سا کی ہے، ان کے ساتھ جو کرنا ہیں کریں، جو کروانا ہے کروائیں، میرے گلے کیوں پڑ رہے ہیں سب۔۔۔" وہ ٹھیک ٹھاک اوب چکا تھا اس نئے شوشے سے۔

"دلاور! کیا میرے لئے بھی تم دو پل نہیں آسکتے نیچے۔۔۔؟" دی جان نے جذباتی گئیر چینج کیا۔

"یہ صحیح ہے آپ کا جانِ دلاور! ہر کام اپنے نام کے آڑ میں آپ مجھ سے کروالیتی ہیں، میری زندگی کی تین حصہ اہم فیصلے تو آپ کی جذباتی بلیک میلنگ کے نذر ہوئے پڑے ہیں۔۔" وہ خائف سا ہوا تھا۔

"اسے مان کہتے ہیں، اور مان وہیں ہوتا ہے جہاں بے پناہ محبت و اخلاص ہوں۔۔۔" اس کے نروٹھے انداز پر وہ نہال ہوئی تھی۔

"ارے! بیٹا آپ کب آئی ہیں۔۔۔" دفعتاً دہلیز پر کھڑی مقدس پر نظر پڑی تو وہ متوجہ ہوئی۔

ساتھ دلاور کی نگاہ بھی بڑی چاہ سے اس جانب بھٹکی۔ جو خاموشی سے اندر چلی آئی تھی۔ اسے اپنے چند سیکنڈ پہلے ادا کئے الفاظ یاد آئے تو اس نے دانتوں تلے لب دباتے اسے دیکھا۔ اندازہ لگانا مشکل تھا آیا اس نے سنا یا نہیں پر دل دھڑک کر سست پڑا تھا۔

"دی جان ہم آپ کے کپڑے نکال دیتے ہیں۔۔۔" اسی طرح بنا نظر ڈالے وہ ڈریسنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی تو بے ساختہ پہلو بدلتے ہوئے وہ ہلتے سلک کے سفید پردے کو گھورنے لگا۔

"دی جان آپ نے بلوایا تھا مجھے۔۔۔؟" ہلکے سے دروازہ ناک کر کے باران اندر داخل ہوا تھا۔

"ہاں! بلوایا ہے، بلکہ اب تو تم کل کے لڑکوں کے آگے بس ہاتھ جوڑ کر منتیں کرنا ہی باقی رہ گیا ہے۔۔۔۔"دی جان بھری بیٹھی تھی دلاور صاف انجان بنتا فون نکال چکا تھا۔

"کیا ہوا ہے دی جان ایسے کیوں کہہ رہی ہیں۔۔۔؟"ان کے پہلو میں تخت پر نشست سنبھالتے باران نے ایک نظر اس پر بھی ڈالی۔۔

"مجھ سے پوچھ رہے ہو کیا ہو گیا ہے آفرین ہے۔۔۔۔!انھوں نے خفگی سے گھورا۔رسم کرنے کیلئے تم دونوں کو بلوا بلوا کر لوگوں کی ایڑیاں گھس گئی ہیں، حلق سوکھ گئے ہیں، لیکن مجال ہے جو کان پر جوں تک رینگی ہو۔۔۔۔۔"

"دی جان ایسی بات نہیں ہے، پر ضرورت کیا ہے ایسی بلاوجہ کی رسموں میں وقت برباد کرنے کی۔۔۔۔"باران نے ہلکے سے انداز میں اعتراض پیش کیا۔۔

جس پر فون میں مصروف دلاور نے نگاہ اٹھا کر آنکھوں کو مخصوص انداز میں جنبش دیتے جتایا کہ 'دیکھ لیں، میں تو ہوں ہی پیدائشی نافرمان، لیکن یہاں تو فرنبرداری کے علمبردار بھی پہلو تہی پر مصر ہیں'

"افففف اللہ، یہ کس قسم کے لڑکے ہیں۔۔؟"دی جان نے باضابطہ سر پر ہاتھ مارا تھا۔

"اعلیٰ قسم کے جانِ دلاور!" اس کی زبان کھجلائی۔۔

"منہ بند رکھو اپنا۔۔۔" وہ جھڑک گئی۔

"ایک وہ لڑکے ہوتے ہیں جو اپنی شادی کی ہر رسم میں بڑے چاؤ سے شریک ہوتے ہیں، بلکہ چار اول جلول رسم خود ڈال کر دل کے ارمان نکالتے ہیں، ایک یہ آدم بیزار نسل ہے ہماری جو یوں دامن جھٹک رہی ہے گویا ہم نے کوئی جوئے شیر لانے کیلئے کہہ دیا ہو۔۔۔۔۔" دی جان کو تو صدمہ ہی لگ گیا تھا اپنے پوتوں کی اس درجہ خشک مزاجی پر۔۔

"آپ جوئے شیر لانے کا حکم کریں جانِ دلاور، ابھی ملکہ کی حکم کی تعمیل کیلئے دشت راہی چن لیتے ہیں۔۔۔" سکرین پر انگلیاں چلاتا وہ ترنگ میں بولا تھا۔

جس پر باران کی ہنسی چھوٹ گئی تھی جسے وہ فوراً ہی دبا گیا تھا۔

"ہاں، ہاں، ایسے تم فرنبردار جو دادی کے حکم پر بلا ہیل حجت سر خم کر دو گے۔۔۔"

"آپ کو شک ہے۔۔؟" وہ فوراً بیڈ سے نیچے کودا تھا۔

"دی جان آپ کے شہزادوں کا انتظار کرتے کرتے، کلیاں چیخ گئی، پھول مرجھا گئے، خوشبوں نے ترک محفل کر بنجارہ ہواؤں کی روش اپنالی، اور اب ایک زندہ جاوید اں محفل بے نور، بے رونق بیاباں ہونے کو ہے۔۔۔" شاعرانہ انداز میں محفل کا حال بیان کرتے داخل ہوئے آریان کی آواز دلاور کو دیکھ کر آخر تک حلق میں ریڈیو کی سگنل کی طرح پھس پھس گئی تھی۔۔

"ارے مجھے نہ کہو اپنے بھائیوں کو کہو، میرے تو سر کے بال ہی جھڑنے لگے ہیں ان کی منتیں کر کر کے۔۔۔" دی جان نے نالاں نظر دونوں پر ڈالی۔۔

"دی جان، آپ کی دل آزاری ہمارا مقصد ہر گز بھی نہیں ہے، لیکن عورتوں کی محفل میں ہمارا جانا کچھ مناسب نہیں لگتا، آپ کی خواہش ہے تو آپ ہمیں یہاں کمرے میں لگا دیں ناں جو لگانا ہے۔۔۔" ان کی ناراضگی کے خیال سے باران نے مصحلت کا راستہ اپنانا چاہا۔

"ارے، کوئی غیر عورتیں تھوڑی ہے، سارے اپنے خاندان کی بزرگ ہیں دعائیں دینے آئی ہیں، اور ایسے نازک رشتے کو نبھانے کیلئے بزرگوں کی دعاؤں کی بہت ضرورت ہوتی ہے، دعاؤں کو کبھی نہ نہیں کہتے، اور بیٹا، میری تو یہی دعا ہے کہ میری نسل کا ہر مرد اپنی نصف بہتر کو سر آنکھوں پر رکھے، اسے

اتنی محبت و عزت دے کے وہ تمہاری زوجیت میں آنے کا شکرانہ ادا کرتی ہوئی نہ تھکے، جس طرح میں سجدہ شکر کرتی نہیں تھکتی ہوں،" وہ عقیدت سے مسکرائی تھی۔

"سیدھے سیدھے کہیں، میرے سرتاج کی طرح زن مرید بن جاؤ۔۔۔" اس کی زبان پھر کھجلائی تھی۔

"ہاں، بن جاؤ، اس میں کیا برائی ہے، کسی کی بیٹی کو جب اپنے نام پر لاؤ تو ایسے رکھو کہ وہ تمہارے تعارف کو، تعلق کو بوجھ نہیں اپنے بخت کا بلند ستارہ تسلیم کرے۔۔۔۔۔" وہ سیکنڈ سوچنے کیلئے لئے بغیر مضبوطی سے بولی تو وہ سر ہلا گیا۔

"مایوں سے ایک رات قبل، کچی ہلدی کی رسم ہمارے خاندان کی بہت پرانی رسم ہے، مانا جاتا ہے کہ جس طرح کچا اوبٹن رنگ و بو کہ اعتبار سے تازہ و خوشنما ہوتا ہے، ویسے ہی اس آنے والی لڑکی کی زندگی کے رنگوں کو تم لوگ سدا بہار رکھو گے۔۔۔" انھوں نے پلٹ کر باران کو دیکھتے کہا تھا۔

"خیر، تم لوگوں کو نہیں آنا تو نہ آو، میں نیچے جا کر کہہ دیتی ہوں، میرے پوتے بس اتنے ہی فرنبر دار ہیں میرے جو دادی کی خواہش کے آگے اپنی ضد لیکر اڑ جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔" گھٹنوں پر زور دیکر اٹھنے کی کوشش کرتے انھوں نے آخری حربہ آزمایا۔

"معذرت دی جان!!" باران فوراً ان کا بازو تھام کر کھڑا ہوا تھا۔

دی جان نے کن آنکھیوں سے اس کٹھور شہزادے کو دیکھا۔۔۔

"کوئی فائدہ نہیں، میں نہیں ہو رہا بلیک میل۔۔۔" وہ صفا چٹ انداز میں بولا۔

"ہاں، ہاں، تم کیوں ہو گے، تمہیں کونسا بوڑھی دادی سے کوئی محبت ہے، تمہیں اپنی من مانی، اپنے اعلیٰ مفروضے عزیز ہیں، جن کے آگے دادی کی خواہش کی بھلا کیا اوقات۔۔۔" دہلیز کی طرف بڑھتے مصنوعی تاسف سے انھوں نے آخری کوشش کی۔

اور نتیجہ خاطر خواہ سامنے آیا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓣ

"حسن والوں کہ چہرے پر دلکشی، لبوں پر دلربائی مسکان بس آنے کو ہے، کیونکہ محفل کی جان، ملکہ سلطنتِ عثمانیہ کی سواری بادبہاری بمعہ دونوں شہزادوں کے بے نور محفل کی رونق افروزی کیلئے کوچ کر چکی ہے۔۔۔۔۔"

دو دو سیڑھیاں کسی بندر کی طرح پھلانگتا ہوا وہ حقیقتاً دربان کے انداز میں ادب و آداب بجالاتا ہوا بولا تو محفل میں چھوٹی ہنسی کی پھوہار بڑی بے ساختہ تھی۔

"جب اصل محفل کی جان کی تشریف آوری ہو ہی رہی ہے تو آپ کیوں خواہ مخواہ نظر بٹو بن رہے ہیں، آپ اپنی تشریف کا ٹوکرا ادھر ادھر لیجائیں۔" اسے اسجد کے ہاتھ سے کیمرہ لیکر سیڑھیوں کی طرف فوکس کرتا دیکھ نیلم نے جھیڑا۔

"ارے دوشیزہ، دل داروں کی محفل ہے، دل آویز سماں ہے، آپ کیوں بھلا دل دکھانے والی باتیں کر رہی ہیں۔۔؟" اس نے سرد آہ بھرتے دل کو تھاما تھا۔

"محفل جیسی بھی ہو، اگر آپ کی ضرورت نہ ہو تو سب بیکار ہے۔۔" کسی منچلی کزن کی زبان کھجلائی تھی۔

"ارے، یہ کیسی بات کر دی، بھلا میری ضرورت کیوں نہیں ہونے لگی اس محفل میں۔۔۔؟" وہ تڑپ اٹھا تھا، اور آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے ان دونوں بردران کے بعد ہمارا ہی نمبر آتا ہے، بہتر نہیں ہے کہ ہم پہلے سے ہی پری پیئر رہیں۔" اس نے فخریہ شانہ جھاڑا۔ ساتھ گزرتی ہوئی مضراب پر بھی بھرپور نظر ڈالی۔

"اللہ، اللہ، لیکن کون جانے وہ بعد دس سال بعد آئے یا پندرہ سال بعد۔۔۔" نیلم نے ہنسی روکتے تشویش کا اظہار کیا۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ، اتنا حسین چہرہ ہے آپ کا، بات ہیبتناک کرنا بھلا زیب دیتا ہے آپ کو۔۔۔" اس نے یوں دل تھاما تھا گویا ہارٹ اٹیک آنے کو ہو۔

"بھئی میری جِلد ہے، کوئی جبلِ نخلستان نہیں جو ہلدی مہندی کا رنگ ہی نہ چڑھے جو لے دیکر آپ دس پندرہ سال کیلئے پینڈنگ پر ڈال رہی ہیں فائل۔۔۔" اس نے ٹھیک ٹھاک برا منایا تو محفل زعفران ہوئی۔۔

"خیر، آپ کی قسمت ہے۔۔"

"فقط قسمت کیا ہوتی ہے، دعا بھی کریں آپ، حسن والوں کی دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں۔۔۔۔۔۔"

"بھائی، دعا بعد میں کروالینا ابھی دھیان دے۔۔۔۔" اسجد نے فوراً اس کا بازو ہلاتے سیڑھیوں کی طرف متوجہ کیا۔

جہاں سے مسکراتی ہوئی دی جان اپنے دونوں گھبرو جوان پوتوں کے درمیان سے فخریہ قدم اٹھاتی ہوئی، واقعتاً کسی سلطنت کی ملکہ ہی لگ رہی تھی۔۔

دی جان نے باری باری دونوں کو پیلے پھولوں سے خوبصورت انداز میں سجائی گئی چوکیوں پر بٹھاتے ہوئے رسم کا آغاز کیا تھا۔

پھر باری باری خاندان کی تمام بزرگ خواتین نے کچا ابٹن ان کی چہرے پیروں اور ہاتھوں پر لگاتے پیسے وار کر ڈھیروں دعائیں دی تھی، جن میں بزرگوں کی خاص قسم کی دعاؤں پر آریان اور اس کے منچلے دوستوں کی برجستہ ہوٹنگ اور جملہ کسنا، دونوں کو جھینپنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

بزرگوں کہ بعد جیسے ہی صغریٰ دادی نے دونوں پھپھوں سمیت ناظمہ اور رضوانہ بیگم کو آگے آنے کا حکم دیا تو شرافت سے بیٹھے دلاور کے چہرے کے عضلات خود بخود کرختگی میں ڈھلے۔

اور قبل اس کے کی وہ وہاں سے اٹھ کر خوشگوار محفل کو خراب کرتا واپس سب کی نگاہوں میں چڑھتا دی جان قریب آتی سرعت سے اس کے شانے پر ہاتھ دھر گئی۔۔

"دی جان!"اس نے ضبط سے جبڑے بھینچتے انھیں دیکھا۔

"ہر چیز دل کی رضا کیلئے نہیں، کچھ بھرم رکھنے کیلئے بھی کی جاتی ہے۔۔۔"انھوں نے جس منتانا انداز میں الفاظ ادا کئے تھے، اندر انتشار کا زبردست طوفان اٹھنے کہ باوجود وہ ہل نہیں پایا تھا۔

پھر باری باری چاروں خواتین نے بھی دنیا دکھاوے کیلئے رسم کیا تھا لیکن کوئی تفریق کر سکے یا نہیں، وہ یکساں عمل ہونے کے باوجود باران اور اپنے ساتھ کئے گئے رسم میں جذبات کا فرق بخوبی محسوس کر سکتا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

وہ تاریکی میں ڈوبے چھت کی باؤنڈری پر دونوں پنجے جمائے، سونے کی مانند چمک رہی حویلی کے احاطے سے آسمان کی جانب بیک وقت کتنے ہی روانہ کئے گئے پٹاخوں کی جزوقتی خوشنما زندگی کو پل میں دھواں ہوتا کتنی ہی دیر سے دیکھ رہی تھی۔۔

"گاؤں کی شادیاں، بڑی دلچسپ ہوتی ہے، اور فارن سے آئے لوگوں کیلئے تو کچھ زیادہ ہی۔۔۔۔۔۔"

وہ آکر برابر کھڑا ہوا تھا ساتھ گرم کافی کا مگ بھی باؤنڈری پر قریب ہی رکھا۔

"تو۔۔۔؟"

"تو اسی بہانے چلی جاتیں۔۔۔۔" وہ سادگی سے بولا۔

"Doctor, I'm not here on a pleasure trip. I have a serious reason for being here, and I think you're aware of it."

اس نے ترچھی ناراض نگاہ بھاپ اڑاتے مگ کو لبوں سے لگا رہے بدر کے چہرے پر ڈالی۔۔

"میں نے اس سینس میں کہا بھی نہیں، آف کورس آپ ٹورسٹ نہیں ہے، بلکہ نیٹو ہیں آپ، بٹ لڑکیوں کو ایسے ایونٹ فیسنیٹ کرتے ہیں تو مجھے لگا۔۔۔۔"

"میں عام لڑکی نہیں ہوں۔۔۔"

"یہ بھی ہے۔۔۔" اس نے شانے اچکائے۔

وہ مگ اٹھا کر چسکیاں لیتی ہوئی حویلی کی جانب پشت کر کے کھڑی ہو گئی تھی۔

دلاور سے ملاقات کے بعد واضح فرق جو آیا تھا وہ یہ تھا کہ اس نے یکدم سے بھڑکنا چھوڑ دیا تھا، بلکہ حیرت انگیز طور پر کل جب دی جان آئی تھی، بھلے دو منٹ کیلئے فقط کچن سے پانی لیجانے کیلئے، لیکن جن کی شکل دیکھنا، جنھیں شکل دکھانا وہ گوارا نہیں کرتی ان کے سامنے اس کا ایک سیکنڈ کیلئے بھی جلوہ افروز ہونا معجزہ تھا۔

بدر کو یہ تبدیلی بہت بھائی تھی۔

"بائے داوے ڈاکٹر، آپ کی تو بہن کی شادی ہے ناں پھر آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟" توقف سے اس نے پوچھا۔

"ویل، میں نکاح کی حیثیت کو مانتا ہوں جو کہ احسن طریقہ سے انجام پا چکا ہے، اور ولیمہ نیکسٹ ویک ہو گا، باقی ان رسموں کی حیثیت کو میں تسلیم نہیں کرتا۔۔۔" وہ سادگی سے بولتا آخر میں نرمی سے مسکرایا تو وردہ کی آنکھوں میں حسرت سمٹ آئی تھی۔۔۔

کیسی متانت بھری پر سکون بہتے دریا سا اطمینان تھا اس کی آنکھوں و مسکان میں، اور ایک وہ تھی جس کے انداز کبھی وحشت کا سناٹا گونج رہا ہوتا تھا تو کبھی بے کلی کا طوفان۔

"I believe you're incredibly lucky and blessed in many ways."

وہ توقف سے حسرتوں میں سمٹے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"Oh, really? I'm intrigued – what led you to that conclusion?"

بنا چونکے برجستگی سے ہنستے اس نے متبسم سوال کیا تو وہ لمحے کیلئے منجمد ہوئی، اس شخص کی مسکراہٹ بہت خوبصورت تھی اور تبسم کی موتی لٹاتی ہوئی یہ روشن روشن آنکھیں۔۔۔

وہ نگاہ چرا گئی۔۔۔

"آپ کے پاس آئیڈیل فیملی ہے، ہیپی چائلڈ ہڈ میموریز ہے، میٹنل پیس ہے، دلی سکون ہے، اور بھی بہت کچھ۔۔" وہ زاویہ نظر مگ کے کنارے پر جمائے وہ پھیکا سا ہنسی۔

"شکر ہے اس عطاء کرنے والی ذات کا، لیکن میرا ماننا ہے، زندگی نہ ہی مہکتے پھولوں کا سیج ہے اور نہ دہکتے انگاروں کا بستر، اور رہی بات ذہنی و قلبی سکون کی تو، اس کا صرا صرا انحصار آپ کی اندرونی دنیا پر

کتنی چلتی ہے، اس پر ہوتا ہے۔۔۔" خالی کپ منڈیر پر رکھتے وہ مخصوص دلوں میں گھر کرتے لہجے میں بولا۔

"یعنی نفس۔۔۔" اس کے کنفیوژ تاثرات دیکھ وہ خود ہی بولا۔

"نفس۔۔۔؟"

"جی، نفس، اگر نفس کی لگام آپ کے ہاتھ ہے تو آپ کا ہر چیز پر کنٹرول بھی ہے، جہاں کنٹرول، یعنی نظم وضبط ہوتا ہے وہاں سکون ہوتا ہے، اور اگر جو آپ کا نفس ہی آپ کے کنٹرول میں نہیں تو پھر آپ دنیا کو کیا خاک کنٹرول کر پائیں گی، پھر سکون کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا۔۔۔"

وہ ہولے سے مسکایا۔

"انسان کی فطرت پانی جیسی ہونی چاہیئے، سمجھوتہ ایسا کہ جس برتن میں ڈالو وہ شکل اختیار کر لے، اور ضد ایسی کہ چٹانوں میں دراڑ ڈال کر راستہ نکال لے، ایسی نہیں کہ کبھی بے بسی کے نام پر حالات کے زد میں تنکے کی مانند بے سمت بہتے چلے گئے، اور کبھی ضد کے نام پر اپنی ہی خوشیوں کی راہ میں چٹان بن کر ایستادہ ہو جائے، نفس غلام ہونا چاہیئے، نفس کی غلامی نہیں کرنی چاہیئے۔۔۔۔۔۔"

اس کے لفظ ہمیشہ کی طرح سحر پھوک رہے تھے اور وہ ہمیشہ کی طرح سحر زدہ سی اسے تکے گئی تھی جب تک وہ نشہ آور لہجہ ٹھہرا نہیں۔

"ڈاکٹر! آپ ہر بات کو سائیکالوجی سے کس طرح ریلیٹ کر لیتے ہیں۔۔۔؟" وہ قدرے خفگی بھرے انداز میں پوچھ رہی تھی، وہ ہزار نفی کی کوشش کرتی اس کا مدلل انداز اسے قائل کر لیتا تھا۔

اس کے خفا ہونے کے بچوں جیسے انداز پر بدر کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"سوری ٹو آفینڈ یو، بٹ 'نفس'، سائیکی، ایک ہی ہے، سو میں نہ بھی چاہوں تو یہ ڈائریکٹ ریلیٹ کر رہے ہیں۔۔۔۔"

"ہمم!! ای کین انڈر اسٹینڈ، آپ کی بھی مجبوری ہے آفٹر آل سائیکالوجسٹ جو ہیں۔۔۔" اس نے جیسے بڑی مشکل سے اس حقیقت کو تسلیم کیا تھا۔

"نوازش محترمہ! اب کیا کیا جا سکتا، ایک سائیکالوجسٹ ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں لوگوں کو زندگی کے اس خوبصورت پہلو سے متعارف کرواؤں، جس سے حالات کی گرداب میں پھس

کر وہ 'ملنا' یا 'ملکر' بھول گئے ہیں۔۔۔۔"اس نے بھی مصنوعی بے بسی سے شانے اچکائے تو وہ بے ساختہ مسکرا دی۔۔

"کیا ایک سائیکی ایکسپرٹ کے علاوہ، ایک کامن مین سے بات ہو سکتی ہے۔۔۔؟"

"ہمم!! تھوڑا مشکل ہے، بٹ ناممکن نہیں سو، لیٹس ٹرائے، پوچھیں کیا جاننا چاہتی ہیں۔۔۔۔؟"بلاوجہ کا توقف لیکر اس نے لہجے کو ہلکے پھلکے انداز میں ڈھالا۔۔

وہ چونکہ ماہر نفسیات تھا سو اس کیلئے انداز بدلنا اور بدلے انداز سمجھنا دونوں ہی کوئی چیلنجنگ ٹاسک نہیں تھا۔۔

"آپ اپنی بہن سے بہت محبت کرتے ہیں۔۔۔۔۔؟"

کافی توقف لیکر اس نے سادہ سا سوال کیا تھا جیسے پوچھے نہ پوچھے کی کشمکش میں دلیل دینی پڑی ہو۔

"ہمم!! بہت زیادہ، بلکہ دنیا کا ہر بھائی کرتا ہے، اور ہمارے لئے تو رحمت ہماری زندگی کی رحمت ہے، میں اسے تنگ کرتا ہوں، لیکن وہ بھی میری محبت کے اظہار کا ایک انداز ہے۔۔۔"

یہ سب کہتے ہوئے دل لبھاتی ہوئی بے لوث مسکراہٹ نے گویا اس کے خوبصورت خدوخال کو تابناکی بخش دیا تھا وردہ مبہوت نگاہوں سے دیکھتی ہوئی زاویہ نظر بدل گئی۔۔۔

"بس اتنا ہی پوچھنا تھا۔۔۔؟" کافی دیر تک مزید کچھ پوچھنے کا انتظار کرتے اس نے ہی خاموشی کو توڑا۔

"ہمم!!" اس نے اندھیرے میں دیکھتے ہوئے ذرا سا سر کو جنبش دیا۔

"مس وردہ! جو رشتے جنم سے بنتے ہیں، اس کی محبت و خلوص کے ہم نیچرل اوئنرز ہوتے ہیں، دوسرے عقیدوں کا میں نہیں کہہ سکتا لیکن اسلام میں بہنوں اور بیٹیوں کے بہت سے حقوق و فرائض ہیں، وہ بھی اتنے سخت کے جن میں کوتاہی برتی جانے پر کڑی پکڑ ہوگی، اب بندوں کا پتا نہیں لیکن اللہ تو جانتا ہے اپنے بندوں کی فطرت کو (وہ ہولے سے ہنسا) کہ کچھ اثر نہیں کرنا تو تلوار کی نوک پر بھی نہیں کرے گا، گناہ ثواب بھی بے معنیٰ ہو جائے گا، لیکن پھر بھی سزا سخت ہے مطلب از خود اس نے اس رشتے کو اتنا خوبصورت مکمل دلچسپ اور لچکدار بنایا ہے کہ انسان کا دل گداز ہو جاتا ہے، ہینس!! کوئی نفسا نفسی میں پھس کر اپنے رشتوں کی خوبصورتی کو بھدا کر لے تو الگ بات ہے، ورنہ بھائی بہن کا رشتہ درحقیقت وہ رشتہ ہے جن میں محبتوں کے رنگ سدا بہار رہتے ہیں، ایک بھائی کیلئے اس کی بہن پہلی

اولاد کی طرح ہوتی ہے،اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی جسے دیکھ کر، جس کی حفاظت وسلامتی کہ تناظر میں وہ سیکھتا ہے کہ دوسری صنف مخالف کو کس طرح ٹریٹ کرنا ہے۔۔"

وہ اس کی کشمکش کو دور کرنے کیلئے مدلل دلائل دیکر اپنی جانب سے اس کا دل صاف کرنے کی بھرپور کوشش میں الفاظ کا زیاں کرتا رہا تھا اور وردہ خاموشی سے سنتی رہی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

وہ غصہ سے بڑی طرح ہاتھ پیر ادھر ادھر جھٹکتا منہ ہی منہ بڑبڑا کچھ ایسے تیور لئے راہداری سے گزر رہا تھا کہ یکا دکا ادھر بھٹک کر نکل آئے ملازم بھی جہاں کہ تہاں دبک گئے تھے۔

"شرافت کا حقیقتاً کوئی مول نہیں ہے۔۔۔۔۔۔"

دھر سے دروازہ کھولتا ہوا وہ اندر داخل ہوا تھا۔

رسم بڑی شرافت سے اختتام پذیر ہوئی تھی، لیکن آخر میں وہاں نجانے کہاں سے ننھا افسر آن ٹپکا تھا بنا اسے سنبھلنے کا موقع دئے کٹورے سے کچی ہلدی اٹھا کر اس کے چہرے و گردن پر مل دیا تھا اور ابھی وہ اس حملے کا جوابی وار تیار کرتا کہ آریان اس کے دوستوں اور دگر کزنز نے مل کر اسے اور باران کو

دبوچ لیا تھا، صغریٰ دادی اور دگر بزرگوار وہیں تشریف فرما تھے جن کی شہ اور اس کی انتہائی احتجاجی کوشش نہ کرنے کی بدولت وہ اس لمحے سر تا پا ہلدی میں نہایا ہوا تھا۔ناک، کان، آنکھ، بال ہلدی ہلدی ہوئی پڑی تھی۔۔

"یہ سارے مجھے باہر ملیں شہنشاہ کے پیروں تلے انھیں نہ کچلوایا تو میرا نام بھی۔۔۔۔۔۔"

اسٹینڈ سے ٹاول اٹھاتے دانت پر دانت جما کر وہ کچھ سخت سا کہنے لگا تھا کہ۔۔

ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلا اس نے گردن ترچھی کر کے ادھر دیکھا۔۔

"اللہ خیر!!"

مقدس کا بے ساختہ ہاتھ دل پر گیا۔

اور پھر پھٹی پھٹی آنکھیں سکڑی ساتھ ہی کمرے کی فضا اس کی جھڑنے جیسی آواز کی کھنک سے گونج اٹھی تو پھر دورانیہ بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ مسلسل ہنسنے کی وجہ سے اسے کھانسی کا دوڑا پڑ گیا تھا آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر کر بہنے لگی تھی لیکن ہنسی تھی کہ رک نہیں رہی تھی۔

"لیں شائد یہ دورہ رک جائے۔۔۔۔۔۔"پانی سے بھرا گلاس بھرپور خفگی کے ساتھ سامنے آیا تھا۔

"نن۔۔ نہیں۔۔۔" نفی میں سر ہلاتے اس نے ہنسی کنٹرول کرنے کیلئے منہ پر ہاتھ رکھا تھا آنکھوں سے پانی موتی در موتی گر رہے تھے۔

دلاور کی آنکھیں سپاٹ انداز میں سکڑی کوئی اور موقع ہوتا تو وہ ان موتیوں کا صدقہ اتارتا اس ہنسی کو دل کی نہاخانوں میں قید کر لیتا، لیکن اس لمحے میڈم اس کی درگت پر موتی بکھیر رہی تھی اور دماغ کی بھٹی الگ گرم تھی۔۔

"بڑی ہنسی آرہی ہے۔۔۔؟" کہنی سے پکڑ کر اس نے ذرا قریب کرتے سختی سے گھورا۔

"آ۔۔ آتو رہی ہے، بلکہ آپ خود کو آئینہ میں دیکھیں تو۔۔۔"

سائیڈ مرر کی جانب اشارہ کرتے ایک مرتبہ پھر اس کا قہقہہ بے قابو ہونے کو تھا کہ۔۔

اس کے اچانک کہنی والا ہاتھ کمر پر لیجا کر قریب تر کرنے پر سٹپٹا کر بتیسی اندر گئی، وہ اتھل پتھل دھڑکنوں سنگ بمشکل مچلی لیکن گرفت سخت تھی۔۔

"آئینہ کو زحمت دینے کی کیا ضرورت ہے، آپ سراپا دلیل ہیں کہ میں کس قدر مضحکہ خیز لگ رہا ہوں۔۔۔۔۔۔" اس نے ہلدی سے سنے انگلیوں سے اس کے لٹ سنوارے۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ایسا نہیں ہے۔۔۔"مقدس کسمسائی۔

"ویسے جن کی بچت ہو جائے ناں،ان کیلئے مقابل کی درگت پر ہنسا بڑا ہی آسان ہوتا ہے۔۔۔۔"اک اک لٹ کو کان کہ پیچھے اڑستے وہ بول کچھ اس طرح رہا تھا کہ مقدس کی دھڑکنیں کمرے کی فضا میں ارتعاش بنا رہی تھی۔۔۔۔

لیکن وہ تو گویا بے حس بنا بچی کی جان لینے پر بضد تھا۔۔

"لیکن ہنسنے والے بھول جاتے ہیں کہ وہ پھنس بھی سکتے ہیں۔۔۔۔"توڑ توڑ کر جملہ ادا کرتے وہ قد سے جھکا تھا اور قبل اس کہ مقدس کچھ کرتی اس نے گال سے گال مس کرتے اپنے گال پر لگی ساری ہلدی کو اس کے گال پر لیپ دیا تھا۔

"کک۔۔کیا۔۔کیا کر۔۔کر کیا رہے۔۔۔۔"

وہ بری طرح مچلی۔۔

لیکن حریف زادے کے مقابل کس کی دال گلی تھی۔

وہ جو کام اک مرتبہ شروع کر دے وہ ختم کر کے ہی دم لیتا تھا اور ہوا بھی یہی تھا۔ بنا اس کی کمزور مزاحمت اکھڑتی بکھرتی سانسوں کی پرواہ کئے اس نے اس کے پورے چہرے کے ساتھ دونوں ہاتھوں پر اپنے خوشبو میں نہائی ہلدی کو مل دیا تھا۔

اسے کم از کم ان معاملوں میں انتہائی شریف زادہ والی امیج رکھنے والے حریف زادے سے قطعی ایسی بے باکانہ گستاخیوں کی امید نہیں تھی تبھی شانے سے ڈھلک

رہے دوپٹے کو سنبھالتی ہوئی وہ حیا سے گلابی ہوئی ہلدی کے رنگ کے ساتھ ڈھلتے شام کا دلکش سماں پیش کرتی اس کے دل کی دنیا کو تہ و بالا کر گئی تھی۔

"وہ کیا ہے ناں حکیم صاحبہ، شادی والا معرکہ ہم دونوں نے اکٹھے سر کیا ہے پھر داد و تحسین اکیلے میں کیسے لیکر اڑ سکتا ہوں۔۔۔۔" اس کے شانے پر ڈھلک آئے زلفوں کے آبشار کی نرماہٹ محسوس کرتے وہ گہری نگاہوں سے اس کا اپنی قربت کی حدت میں کندن کی مانند دہکتا سراپا دیکھ رہا تھا۔

مجھے خبر نہ تھی اپنی خوش نصیبی کی،

وہ مجھے ایسے ملا جیسے نور نظروں کو!!

"آپ۔۔آپ۔۔۔"

وہ ان نگاہوں کی بے باکیوں سے بچنے کیلئے تیزی سے مڑی، لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے شانوں سے تھام کر پیچھے کھینچنے پر پشت اس کے وسیع سینے کا حصہ بن گیا۔

"جج۔جانے دیں۔۔"وہ من منائی۔

اس کی بکھری دھڑکنوں بے ہنگم سانسوں کا شور وہ اپنے دل کے قلعہ کے بلند ایوان کو چھوتا ہوا صاف محسوس کر رہا تھا۔ تبھی حس لطافت نے انگڑائی لی تھی۔

"کیسے دے دوں، مجھے تو کسی نے نہیں دیا جانے۔۔۔۔"وہ شانے پر وارفتگی سے جھکا تھا۔

"آپ سب کا بدلہ لیں گے ہم سے۔۔۔؟"سختی سے آنکھیں میچتے اس نے ربط بڑی دقت سے قائم رکھا تھا۔

"حرج کیا ہے۔۔۔؟"وہ جیسے اس کی جان پر بن آنے کا حلف اٹھا چکا تھا۔۔

"پلیز، مجھے میرال کے پاس جانا ہے وہ انتظار کر رہی ہے۔۔؟"

اس نے گویا بیچارگی سے اس قید قربت سے رہائی کی دہائی دی تھی۔

"میں سزا و بدلہ میں یقین رکھتا ہوں، گڈ بوائز کی طرح۔۔۔"

دروازے پر ہوئی دستک پر بد مزہ ہوتے اس نے پلٹ کر دروازے کو گھورا۔

"کوئی آیا ہے۔۔۔" وہ تیزی سے سیدھی ہوئی۔

"خود چلا بھی جائے گا۔۔۔" اسے یہ مداخلت سخت بری لگی تھی۔

"لیکن۔۔۔"

"افففف!! کون۔۔۔۔؟"

مستقل مزاجی کا مظاہرہ ہونے پر وہ مقابل کا دماغ درست کرنے سیدھا ہوا ہی تھا کہ مقدس نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"حویلی مہمانوں سے بھری ہوئی ہے، کوئی مہمان خاتون ہو گی۔۔۔" آنکھوں سے اسے شانت رہنے کا اشارہ کرتے

"جی آرہی ہوں" کہتی آئینہ کی طرف بڑھی جلدی سے ٹشو سے چہرہ صاف کرتے دوپٹہ کو اچھی طرح لپیٹتی دروازے کی طرف بڑھی۔

جہاں مضراب کے ساتھ دو تین رشتہ دار لڑکیاں کھڑی تھی جن کی اسے دیکھتے ہی ہنسی چھوٹ گئی تھی جس پر مقدس بری طرح خجل ہوئی تھی۔

"کوئی کام تھا۔۔۔؟"

"تھا تو، لیکن کسی ذمہ دار آدمی نے ہمارے آنے سے قبل ہی لگتا ہے وہ کام خوش اسلوبی سے پورا کر دیا۔۔۔" مضراب کے معنیٰ خیز انداز پر لڑکیوں نے ہم کیا تھا۔۔

"نہیں وہ بس۔۔۔"

"ارے، نہیں، نہیں، ہمیں ڈیٹیل میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔

دراصل دی جان نے یہ ہلدی بھیجی تھی، کہا تھا رسم کے مطابق نہ سہی، یہیں کمرے میں آپ لگا لیں، لیکن آپ تو پہلے سے ہی کسی کی محبت کے رنگ میں سرتاپا رنگی ہوئی ہیں، ہم آپ کو۔۔۔۔" بقیہ شریر الفاظ پیچھے سے نمودار ہوئے دلاور کو دیکھ کر حذف ہوئے تھے۔

"وہ۔۔وہ میرا ل بھابی سا کو ہلدی لگنے والی ہے آجائیں آپ فریش ہو کر۔۔" وہ سب سیکنڈ میں واپسی کیلئے مڑی تھی۔

"اور بھابی سا، جب تک رسم نہیں ہو جاتے سارے، آپ کو دی جان نے میرال کے ساتھ دن رات رہنے کیلئے کہا ہے۔۔۔" پلٹ کر اک لڑکی نے خصوصی یاد دہانی کروائی تو وہ سر ہلا گئی۔۔

"یہ کیسا شوشہ تھا۔۔۔؟" دلاور کی تیوریاں چڑھی۔

"کوئی شوشہ نہیں تھا، آج سے مردانہ انتظام شادی تک بیٹھک میں ہے، اور عورتوں کا حویلی کے اندر، لہذا بنا کسی انتہائی ضروری کام کے حویلی کے مردوں کا بھی اندر آنا ممنوع ہے۔۔۔" وہ مزے سے بتاتی ہوئی دروازہ بند کر کے اندر بڑھ گئی۔

"آپ کو نہیں لگتا ہمیں ان فضول کی تام جھام کو بھاڑ میں جھونک کر واپس کاٹیج چلے جانا چاہئے، مطلب حد ہوتی ہے انٹ شنٹ رسموں کی بھی۔۔۔!" اس نئی اطلاع پر تو اس کا دماغ ہی گھوم گیا تھا۔

"جی، ہمیں نہیں لگتا، اور آپ کو بھی نہیں لگنا چاہئے، کیونکہ یہ فیصلہ صرا صر مہمان خواتین کی سہولت کے پیش نظر لیا گیا ہے۔۔۔" وہ آرام سے بولی۔

"اور ہماری سہولت کا کیا۔۔؟" دلاور کو حکیم صاحبہ کی پرزور حمایت ذرا نہیں بھائی تھی۔

"آپ کی سہولت کا سارا سامان بیٹھک میں موجود ہے۔۔۔"

وہ مسکرا کر جواب دیتی چہرہ صاف کرنے چلی گئی۔

"لیکن آپ تو وہاں موجود نہیں ہوں گی۔۔۔"دانت پر دانت جما کر وہ صرف اس دل کی صدا کو خود سن سکا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"ایک کپ کافی بنا دو۔۔۔۔"

کیمرے میں پکچرز چیک کرتے ہوئے اس نے پاس سے گزر رہی مضراب کو دیکھ حکم دیا۔

"ایکسکیوزمی۔۔۔۔؟"وہ ناچاہتے ہوئے بھی ماتھے پر بل لئے رکی۔ورنہ صبح سے مشن آریان کو اگنور پر وہ پوری طرح عمل پیرا ں تھی۔

"ایکسکیوزڈ،اب بنا دو سر شدید درد سے پھٹ رہا ہے۔۔۔۔"وہ ہنوز کیمرے میں جھانک رہا تھا۔

"میں اس حویلی کی نوکر نہیں ہوں۔۔۔۔۔"اس نے برابر دانت کچکچائے تھے۔

"آپ اس حویلی کی پرنسیس ہیں میں جانتا ہوں، لیکن ایک تھکے ہارے بندے کیلئے کافی بنا دینے سے شہزادی کی شان تھوڑی گھٹ جائے گی۔۔۔؟ البتہ آپ کی پریکٹس ہو جائے گی، فیوچر میں تو بنانا ہی ہے ناں۔۔۔۔؟" کیمرا گلے میں لٹکاتا ہوا وہ رسانیت سے بولا تھا۔

"اپنے خراب دماغ کے ساتھ تم میرے منہ نہ لگو، یہی تمہارے حق میں عین بہتر ہے۔۔۔۔" تپ کر کہتی وہ آگے بڑھی۔۔

ہمیشہ ہوئے دیکھ کر مجھ کو برہم

کسی دن ذرا مسکرا کر تو دیکھو!!!

بڑے ہی درد بھرے انداز میں اس نے راستہ روکتے شعر کو فضا میں بکھیرا تھا۔ جس پر مضراب گہری سانس کھینچ کر رہ گئی تھی۔۔

"تمہیں مزہ آتا ہے ناں میرا خون جلا کر۔۔۔۔؟" اس نے سینے پر دونوں بازو لپیٹے۔

"سچ بولوں یا جھوٹ۔۔۔۔۔؟" سر پر ہاتھ پھیرتے وہ سترہویں صدی کی ہیروئن کی طرح شرمایا تھا۔۔

"ہاں! تم ایسے ہی تابع دار ہو ناں، میرے کہنے پر دستہ بستہ گھٹنے ٹیک دو گے۔۔۔۔؟" اس کے تپانے کے انداز پر وہ جھلس سی گئی تھی۔۔

"کک۔۔ کیا کر رہے ہو۔۔۔۔؟"

سیکنڈ کی ہزارویں حصے میں اس کے گھٹنوں کے بل بیٹھنے پر وہ سٹپٹا کر پیچھے دیوار سے لگی تھی۔۔

"لیں، آ گیا گھٹنوں پر اور کچھ۔۔۔۔؟" سینے پر تابع داری سے ہاتھ رکھے وہ دل و جان سے حاضر تھا۔

مضراب کا دل اتنے لمبے چوڑے مرد کو اپنے سامنے یوں جھکا دیکھ عجب انداز میں دھڑکا تھا۔۔

"تت۔۔ تم۔۔ میں۔۔ میں جانتی ہوں تمہیں مجھے پریشان کرنا بچپن سے بہت پسند ہے، لیکن یہ سب نہیں کرو گھر مہمان سے بھرا ہے، میں کوئی تماشا نہیں چاہتی، پلیز کھڑے ہو جاؤ پلیز،۔۔۔۔۔۔" مضراب کی پیشانی عرق آلود ہوئی تھی، خوف کسی کہ دیکھنے سے زیادہ اس کی دیوانگی کی حدود کا اندازہ کرنے سے ہو رہا تھا۔۔

"میں بھی نہیں چاہتا۔۔۔" وہ حکم حاکم مرگ مفاجات کے مصداق کھڑا ہوا۔

"تو پھر کیوں کر رہے ہو یہ سب، چاہتے کیا ہو۔۔؟" وہ زچ سی ہوئی تھی۔

"کچھ خاص نہیں، بس تم سے جب معظم بھائی سا کے سلسلے میں رائے مانگی جائے تو صاف انکار کر دو، یہی چاہتا ہوں!!!"

اس نے رسان سے سبق رٹایا جس پر وہ بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھے گئی۔۔

"تمہاری مرغی کی وہی ایک ٹانگ ہے ناں۔۔۔۔؟"

"ہے تو۔۔۔۔"

"جو کرنا ہے، خود کرو، مجھے مت گھسیٹو۔۔۔۔"

اس کے رسان بھرے انداز پر وہ غصہ سے ہاتھ جوڑتی سائیڈ سے گزری۔۔

"ڈٹ تو جاؤں میں مضراب عثمانی، بس ڈر تھا کے تم ڈر جاؤ گی، لیکن، اب جب ہائی کمان نے حکم دے دیا ہے تو تعمیل کئے دیتے ہیں۔۔۔۔۔" عقب سے اس کی دنیا فتح کر لینے پر کیا جانے والا خوشی کا اظہار ہوا تھا۔ وہ قدموں کی رفتار اور تیز کرتی گزر گئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

'ولنز پیدا نہیں ہوتے، بلکہ بنائے جاتے ہیں'

یہ مشہور معقولہ ہم سب نے سن رکھا ہے، جو کہ صد فیصد درست بھی ہے، کوئی بھی برا پیدا نہیں ہوتا ہے، بلکہ پروان چڑھتے ہوئے برائی اختیار کرتا ہے، کہیں تنگ ماحول سے تو کہیں مشکل حالات میں واسطہ پڑے لوگوں کہ بدصورت رویوں سے، ورنہ کسی بچے کا خواب نہیں ہوتا ہے کہ وہ بڑا ہو کر معاشرے کا ناسور بنے۔۔

اور جب بہترین پرورش اور ناانصافی کی گھٹن زدہ ماحول کا سنگم ہوتا ہے تو وہاں رخسار عثمانی جیسے کردار جنم لیتے ہیں، جن کی رگوں میں خون نہیں بغاوت کے شعلے لہو بن کر دوڑتے ہیں، جس میں وہ خود سمیت اپنے ارد گرد کی دنیا تک جلا کر خاکستر کر دینا چاہتے۔

جنھیں صحیح غلط کا پورا پورا علم ہوتا ہے، لیکن وہ پھر بھی غلط راہ کو چن کر خود کو اور اپنے ساتھ ناانصافی کرنے والے ہر شخص کو اذیت دینا چاہتے ہیں۔۔

اور آج رخسار عثمانی کے قدم اسی راہ کی جانب اٹھے تھے انجام کا بخوبی اندازہ ہوتے ہوئے۔

سیاہ چادر میں پوری طرح اپنا سراپا چھپائے اس نے حویلی کے عقبی قدرے سنسنان گوشے کا چناؤ کرتے حویلی کی دہلیز کو عبور کیا تھا۔

ایسا کرتے ہوئے لمحے کیلئے اس کے قدم ہوا میں معلق ہوئے تھے، حلق میں گلٹ ابھر کر معدوم ہوا تھا، ارد گرد آکسیجن کی کمی سی محسوس ہوئی تھی، دل ڈوب کر ابھرنے کیلئے وقفہ لے چکا تھا۔

اس نے سختی سے جلتی آنکھوں کو میچ لیا تھا۔۔

"یہ دہلیز، تمہیں سوائے ناانصافیوں و محرومیوں کی لادوا اذیت کے کچھ نہیں دے سکتا رخسار عثمانی، یہاں تمہیں پہننے کیلئے قیمتی پوشاک، سونے کیلئے مخمل کا بستر، کھانے کیلئے انواع و اقسام کے لوازمات تو مل سکتے ہیں، لیکن ایک مجرم کی بیٹی سے زیادہ حیثیت کبھی نہیں مل سکتی، تمہارا وجود یہاں ہمیشہ ایک نادیدہ شئے کی طرح رہے گا، جسے دیکھنے جاننے کا کسی کو کوئی اشتیاق نہیں ہے۔۔۔۔"

بے حسی سے خود کو اپنی اوقات یاد دلاتے اس کی جلتی آنکھوں میں نمکین پانی کا سیلاب اترا تھا۔

اور پھر جکڑے قدم، شل وجود میں خود بخود نئی توانائی نے انگڑائی لی اور وہ اندھیرے میں مضبوط و پر عزم قدم اٹھاتی چلی گئی۔۔۔

وہ نہیں سوچ رہی تھی، بلکہ وہ نہیں سوچنا چاہتی تھی، اس کے اس اقدام سے پیچھے کیسا طوفان آئے گا، لوگ اس کے متعلق کیسی کیسی قیاس آرائیاں کریں گے، وہ بس اتنا جانتی تھی، اسے اپنے لئے کچھ کرنا ہے۔ بس!!

خُود کو آزاد کیا،

دِل سے اُتاری دُنیا

مُنہ پہ دُنیا کے،

بڑی زور سے ماری دُنیا

لوگ دُنیا کے لئے،

تخت بچھانے میں رہے

ہم نے جوتے کی طرح

پہنی اور اُتاری دُنیا۔۔!!

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"ارے، ارے! کہاں چلے آرہے ہیں۔۔۔؟"

وہ فون کان سے لگائے کافی کی طلب میں کھینچتا ہوا اپنے دھن میں کچن میں داخل ہوا تھا پر اگلے ہی پل ہڑبڑانے پر فون بیچارہ زمین بوس ہوتے ہوتے بچا تھا۔

پھر فون سمیت خود کو سنبھال کر نگاہ اٹھی تو ٹیبل کے پاس سینے پر بازو باندھے تیروی چڑھائے کھڑی مضراب اور اس کے پیچھے زرد دوپٹے میں ڈھکی ہوئی پشت نے ماجرا بنا پش و پیش سمجھا دیا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں۔۔؟ آپ دونوں کا سماجی پردہ ہے شادی کی تمام رسم ہونے تک۔۔۔۔؟" سینے پر بازو باندھتے وہ اس چھوٹی سی پشت کو چھپانے کیلئے اپنی دانست میں دیوار چین بنی تھی۔

"سماجی پردہ۔۔۔؟ یہ پروہا ئیبیٹیشن کی کونسی ڈگری کے انڈر آتا ہے؟ آئی مین میں نے تو شرعی پردہ ہی سنا ہے آج تک۔؟" دلچسپی سے بہن کے تاثرات کا لطف لیتے وہ ٹک کر کھڑا ہوا تھا۔

"یہ سوشل پروہا ئیبیٹیشن ڈگریز کے انڈر آتا ہے، جو نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے ڈیورنگ دا پرئوڈ آف پری میرج رچولز میں اسٹرکٹلی فالو کیا جاتا ہے، بھائی سا۔۔۔" ہاتھ ہوا میں لہرا کر بڑے ہی صحافانہ انداز روشنی ڈالی گئی تھی۔

"ویری امپریسو!!" اثبات میں سر ہلاتے باران کے لبوں کی تراش میں دلکش تبسم نے بسیرا کیا تھا۔۔

"تھینکیو فار دا پریشیس نالیج، اب مجھے ایک کپ کافی یہاں بنانے کی اجازت مل سکتی ہے پلیز، مجھے کچھ امپورٹنٹ کام نبٹانے ہیں جس کیلئے اسٹرانگ کافی از حد ضروری ہے۔۔۔۔؟" اس نے اپنا مدعا رکھا تھا۔۔

"میں بنا دیتی ہوں۔۔۔" لب سیئے کھڑی میرال نے حرکت کی۔

"جنت کمانے کے موقع آپ کو پانچ دن بعد آفیشیلی عمر بھر کیلئے ملنے والے ہیں، ابھی کیلئے چپکی کھڑی رہیں۔۔۔" اس نے فوراً ڈپٹ دیا تھا جس پر باران کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔۔

"تھینکیو، بٹ میں کر لونگا۔۔۔!!"

مسکراتے ہوئے اس مہربان کا اس نہ شکریہ ادا کیا تھا۔ پھر کافی کیلئے چیزیں اکٹھی کرنے لگا۔

"ویسے آپ لوگ یہاں کیسے۔۔۔؟" کافی کا جار نکالتے ہوئے سوال آیا۔

"وہ دراصل میرال نے دوپہر سے کچھ نہیں کھایا تھا، کمرے میں رکھا گیا کھانا بھی ٹھنڈا ہو گیا تھا تو میں نے سوچا ہم کچن میں ہی کھا کر آجاتے ہیں۔۔۔"

"سوری! پھر میں نے ڈسٹرب کر دیا، میں یہ کافی لیکر ابھی چلا جاتا ہوں۔۔۔"

"ارے نہیں، ہم کھا چکے ہیں بس چائے نکالنا تھا۔۔۔اوہ تیری کی۔۔۔۔"

باہر سے ہوئی آہٹ پر نا صرف وہ بلکہ باقی دونوں بھی الرٹ موڈ پر سیدھے ہوئے تھے۔۔

"مر گئے یار، رومانہ اور شمرانہ آ رہی ہیں، اگر اس نے ہم تینوں کو یہاں دیکھ لیا تو کل میرا قتل کوئی نہیں رکوا سکتا ہے۔۔۔۔"ایک جست میں باہر جھانک کر وہ پیشانی پر ہتھیلی مارتی ہوئی پریشان سی اندر آئی تھی۔۔

"اس میں کیا ایشو ہے۔۔۔۔؟"کافی پھیٹتے ہوئے باران نے اس کا پریشان چہرہ اچنبھے سے دیکھا۔۔

"ایشو ہی ایشو ہے بھائی سا، کیونکہ ہم سب لڑکیوں کے بیچ ڈیل ہوئی ہے کہ شادی تک ہم آپ دونوں کو ایک دوسرے کے سایہ سے بھی پچاس فٹ دور رکھیں گے، تاکہ شادی والے دن اچھے سے اپنی ڈیمانڈز منوا سکیں۔۔اور اگر ان لوگوں نے مجھے آپ دونوں کے ساتھ دیکھ لیا تو انھیں لگے گا کہ میں نے غداری کی ہے، رشوت لیکر ملاقاتیں کروا رہی ہوں، اوہ مائے گاڈ، اوہ مائے گاڈ۔۔۔۔۔۔"

دونوں ہاتھوں کو آپس میں مسلتے ہوئے وہ وہیں مارچ پاسٹ کرنے لگی تھی۔

پھر یکا یک رکی ایک نظر دونوں پر ڈالی اور میرال کی کلائی اور باران کا بازو تھامتی ہوئی تیزی سے عقبی صحن میں کھلنے والے دروازے کی طرف بڑھی۔اور قبل اس کے کی وہ کچھ سمجھتے دروازہ کھول کر اس نے انھیں باہر کرتے دروازہ بند بھی کر دیا تھا۔۔

"رابی۔۔"

"مضراب یہ۔۔۔۔"

"ششش!! آواز نہ کریں، کیا آپ دونوں کو مجھ معصوم کی ننھی سے جان پیاری نہیں۔۔۔؟"

ہلکے سے دروازہ بجا کر انھیں چپ رہنے کا کہتی وہ فوراً دروازے کی طرف لپکی تھی۔۔

ادھر باران کے شانے سے بالکل لگ کر کھڑی میرال کسمسائی تھی، جس پر بے دھیانی میں اس کے شانے پر بازو پھیلا کر کھڑے باران نے جھجھک کر ہاتھ پہلو میں گرایا تھا۔

جواباً وہ فوراً ہی پلو پیشانی سے نیچے تک کھینچتی فاصلے پر ہو گئی تھی۔

مطلب سماجی پردے کا احترام ہو رہا تھا باران کو ہنسی آئی اس ادا پر۔

تیرے وجود میں کچھ ہے جو اس زمیں کا نہیں

تیرے خیال کی رنگت بھی آسمانی ہے،

رات تیسرے پہر میں سہج سہج کر قدم رکھ رہی تھی، چاند کی آخری تاریخ کا چاند پورے استحاق سے نکلا مہکی مہکی ہواؤں کی دوش پر اٹھکھیلیا کرتا تازہ کھلے پھولوں کو اپنی اجلی روشنی سے چھیڑتا ہوا، ان کی خوشبو چرا رہی بنجارہ ہواؤں سنگ بھرپور شرارت پر آمادہ تھا۔۔

اپنی پرفسوں شرارتوں کی راجدھانی میں دو جوان دل کو دھڑکتا دیکھ چاند کی توجہ بھٹکی تھی، جن کا سایہ ایک دوسرے میں مل کر اک رنگ ہو رہا تھا لیکن نگاہ تھی کہ گریزاں سی بھٹک رہی تھی۔۔۔

سازشی ہواؤں نے جادوئی دھن چھیڑتے ہوئے، دونوں کے بدن سے لپٹے کچے ّابٹن کی سوندھی سوندھی خوشبو میں، دونوں کے بے پرواہ وجود کو مضبوطی سے باندھتے ان کے دھیان کے دھاگوں کو آپس میں الجھایا تھا۔۔

میرال نے سٹپٹا کر اپنے گرد لپٹے دوپٹے کو کچھ اور سختی سے مٹھی میں جکڑا جبکہ باران نے فکر مند نظر اس سمٹے نازک وجود پر ڈالی، پھر بند دروازے پر ڈالتے ہاتھ میں موجود کافی کو دیکھا۔۔

"یہاں ٹھنڈ ہے، آپ یوں کریں یہ کافی پی لیں بہتر محسوس کریں گی۔۔۔"اس نے فکر مندی سے کافی اس کی جانب بڑھایا۔

"نہیں، آپ۔۔ آپ پی لیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔"ایک تو ٹھنڈ دوسرا یہ قدرتی حسن سے سجی معنیٰ خیز سی تنہائی میرال کی آواز مشکل سے ہی نکلی تھی۔۔

"ضد نہیں کریں، پی لیں، مضراب کے مذاکرات نجانے کتنی دیر میں طے پائیں۔۔۔۔"وہ دو قدم کا بمشکل فاصلہ رکھتا ہوا مگ آگے کرتا بولا۔

"پر آپ۔۔۔"

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔"

ایک طرف ہوا کی دوش پر اڑتے دوپٹے کو سنبھالتے ہوئے گرم مگ کو دونوں ہاتھوں میں لیا تو ہتھیلی میں جذب ہوئی حرارت سے حقیقتاً رگ وپے میں راحت سی اتر گئی تھی۔۔

وہ جیب سے فون بر آمد کر کے اس کے ساتھ لگ گیا تھا جبکہ وہ کافی کے گھونٹ بھرتی ہوئی گاہے بگاہے نگاہ کچن کے بند دروازے پر ڈال رہی تھی، جہاں سے شائد انھیں بھگانے کیلئے مضراب کی آواز ابھر رہی تھی۔۔

"یہ۔۔۔یہ کیا کر رہی ہیں یہ۔۔۔۔۔؟"

اچانک سے لائٹ آف ہونے پر میرال سراسیمہ سی دروازے کی طرف لپکی تھی۔۔

"آپ کیا کر رہی ہیں۔۔۔۔؟" باران نے ترنت اس کا بازو جکڑا۔

"وہ۔۔وہ مجھے یہاں تنہا چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہے۔۔کیا وہ بھول گئی ہے کہ میں۔۔میں یہاں ہوں۔۔۔۔" وہ فکر مندی سے اس کا بازو تھامتی رو دینے کو تھی۔

"میں یہاں موجود ہوں آپ تنہا کس طرح ہوئی۔۔؟"

"ہاں، پر۔۔۔۔"

"میں یہاں موجود ہوں، آپ پینک نہیں کریں، بلکہ میں یوں کرتا ہوں جنید وغیرہ میں سے کسی کو کال کرتا ہوں وہ آکر دروازہ کھول دیں گے آپ بس۔۔۔۔" باران نے فوراً فون سکرین ان لاک کیا۔

"نہیں، آپ ایسا نہیں کریں گے۔۔۔؟" وہ فون جھپٹ چکی تھی۔

"کیوں۔۔۔؟"

"کیوں؟ کیوں کیا؟ کسی نے ہمیں اس طرح تنہا، یہاں، یوں دیکھ لیا تو کیا سمجھیں گے ہمارے بارے میں۔۔۔۔۔۔"

"کیا سمجھیں گے۔۔۔۔؟" اس کے فون والے ہاتھ کو فون سمیت چوڑی مٹھی میں مقید کرتے اس نے ابرو اٹھائے تو وہ ٹکر ٹکر اس کی سکڑی آنکھوں میں دیکھنے لگی پھر تاب نہ لاتی خود ہی نگاہ جھکا گئی۔۔

"We are officially married mrs.baraan..

یہ سب فارمالٹیز ہیں، خوشی کے اظہار کیلئے ہیں، دیٹس اٹ، ورنہ ہمارے تنہا ملنے میں، تنہا ٹائم اسپینڈ کرنے میں، کوئی قباحت نہیں ہے، اگر آپ لڑکیوں کے ساتھ اس رچول میں شریک ہونے کیلئے، انجوائے کرنے کیلئے فکر مند ہیں تو ای اپریشئیٹ، اور اگر یہ ٹیپیکل ساخوف ہے میرے ساتھ دیکھے جانے کا تو میں ہر گز بھی ٹولریٹ نہیں کروں گا، میری موجودگی، میرا احساس حتیٰ کہ میرا حوالہ

کافی ہونا چاہیئے آپ کو دنیا کے کسی بھی کونے میں مطمئن و محفوظ محسوس کرنے کیلیئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس کے گرد اپنے احساس کا تنگ حفاظتی حصار قائم کرتے اس نے ہوا کی دوش پر لہراتی لٹوں کو سمیٹ کر کان کہ پیچھے اڑسا تو پر حدت مردانہ انگلیوں کی لمس سے اسے اپنا وجود پگھلتا ہوا معلوم ہوا تھا۔۔

چمکتی ہوئی جلد پر اپنے نام کے ابٹن سے دمکتی رنگت، اس میں گھلتی ہوئی حیا کی لالی، زرد آنچل کے حالے میں یک پل کیلیئے باران کی بھٹکتی نگاہوں کو اس پر کسی ماورائی مخلوق کا گمان ہوا تھا۔۔۔

دل نے شدت سے ان ملائم نقوش کی نرماہٹ کو پوروں پر چننے، تھرکتی پلکوں کے رقص کو دھڑکنوں میں اتارنے، کندن وجود کی پاگل کرتی مہک کو سانسوں میں بسانے جیسی ڈھیروں بے باک خواہشیں کی تھی، گویا وہ ان لمحوں کی ایک ایک سازش کو پوری ایمانداری سے سراہنا چاہتا تھا۔۔

پر شعور کی ایک کھڑکی اب بھی کھلی تھی جہاں سے اس کا خیال اس کے سمٹے وجود کا گریز عیاں ہو رہا تھا۔

وہ دل کی خواہش کو دباتا ذرا سا پیچھے ہوا۔

اتنے میں مضراب بھی جلدی سے دروازہ کھول کر آئی اور تیزی سے میرال کی کلائی تھام کر دروازے کی سمت لپکی۔۔

دہلیز عبور کرنے سے قبل اس نے مڑ کر حیا کے بھار سے بوجھل پلکوں کو لمحے کیلئے اٹھا کر اس مضبوط مرد کو دیکھا تھا جو ادھر ہی دیکھ رہا تھا پھر تیزی سے دہلیز عبور کر گئی۔

کھلے دروازے کو دیکھتے اس نے نفی میں سر ہلایا تھا پھر ہاتھ میں پکڑے کپ میں بچی ہوئی ٹھنڈی گاڑ کافی کی چسکیاں لیتا ہوا دروازے کی سمت بڑھ گیا جس میں اس کے لبوں کا ذائقہ شامل تھا۔

یہ وہی باران عثمانی تھا، جو جھوٹا تو بہت دور کی بات ہے کسی کا استعمال شدہ برتن بھی استعمال نہیں کرتا تھا اس کی ہر چیز الگ ہوتی تھی۔۔پر اب۔۔۔۔!!!!

اسے خود پر خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

صبح کا سورج طلوع ہوتے ہی گہما گہمی کا وہی عالم نئے جوش وولولے کے ساتھ شروع ہو گیا تھا، نئے مہمانوں کی آمد ورفت کا سلسلہ ان کی تعظیم بجالانے دوڑتے بھاگتے ہوئے ملازم وافراد خاندان،۔۔۔

ایسے میں فقط رضوانہ بیگم تھی جن کا دل ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اندر ہی اندر ڈوبتا جا رہا تھا، ان گنت مرتبہ وہ پوری حویلی کھنگال چکی تھی، لیکن نتیجہ وہی صفر تھا۔

انجانے خوف سے ان کا پورا وجود سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

کہاں گئی ہو گی وہ۔۔۔؟

کسی نے پوچھ لیا تو۔۔۔؟

ٹھیک ہو گی بھی یا نہیں۔۔؟

ذہن میں ناگ کی طرح پھن اٹھاتے سوال گویا ان کی روح قبض کرنے کو کوشاں تھا۔

وہ بدحواسی کے عالم میں ایک ہی جگہ کئی چکر کاٹ چکی تھی۔

دن چڑھے بھی کافی وقت ہو گیا تھا، لیکن رخسار کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ وہ اس کی فکر میں گھلتی ہوئی ادھ مری سی ہو رہی تھی۔

نہ ان کے پاس ناظمہ بیگم جیسا کوئی اثر و ساکھ تھا اور نہ ہی ملازم یا گھر والوں میں کوئی ایک بھی ایسا قابل بھروسہ شخص انکی یادداشت میں اس لمحے نہیں آ رہا تھا، جس سے امید ہو کہ وہ اپنی پریشانی بیاں کریں

گی تو وہ سمجھے گا، ان کی مدد کرے گا، بنا سوال کئے، بنا ہنگامہ اٹھائے، بنا ان کی بیٹی کی کردار پر سوالیہ نشان لگائے۔

اپنی زندگی کے قیمتی ماہ وسال اس حویلی میں گزار دینے کے باوجود آج انھیں اس اونچی حویلی کی در و دیوار بالکل اجنبی و شناسائی کی رمق سے خالی بے حس و بے درد لگ رہے تھے۔

آج خود کو اس قدر خوف زدہ، از حد بے بس و لاچار دیکھ انھیں رخسار کا ایک ایک لفظ سچ معلوم ہو رہا تھا۔۔

آج انھیں اس حویلی میں اپنی حیثیت و اوقات معلوم ہو رہی تھی، جب اتنی بڑی حویلی کی بہو ہونے کے باوجود وہ کسی ملازم ملازمہ یا گھر کے شخص کو پکڑ کر نہیں کہہ پا رہی تھی کہ۔

میری بیٹی نہیں مل رہی ڈھونڈ کر لا دیں،

لا دیں میری رخسار کو ڈھونڈ کر، جو ہماری خاموشیوں سے، ناانصافیوں سے محرومیوں سے اکتا کر نجانے کہاں چلی گئی ہے،

کس حالت میں ہے؟

کہاں ہے؟

کس کے پاس ہیں۔۔۔؟

ان کا ممتا کے درد سے پھٹتا دل چیخنے کو کر رہا تھا اور بزدلی تھی کے کانپتے لبوں سے سسکی تک نکالنے کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔

وہ پنجرے میں تڑپ تڑپ کر نڈھال ہو چکے پنچھی کی طرح اسی جگہ بیٹھتی ہوئی گھٹنوں میں سر دئے روتی چلی گئی تھی۔۔

یہی ایک چیز تھی، جس پر ان کا اس لمحے بس چل رہا تھا بے آواز آنسوں بہانہ اور بہاتے چلے جانا۔۔۔

"آپ۔۔۔ آپ ٹھیک ہیں۔۔۔۔؟"

مقدس جو مہمانوں کیلئے سٹور روم سے گدے نکلوانے حویلی کے بالائی منزل پر بالکل کنارے پر بنے سٹور روم میں آئی تھی، انھیں وہاں حال سے بے حال دیکھ سرپٹ ان کی جانب لپکی۔۔

"ہم آپ سے بات کر رہے ہیں، آپ ٹھیک تو ہیں ناں، کیا ہوا ہے۔۔۔؟" انھیں یوں دھواں دھار روتا دیکھ مقدس نے اب کے شانے سے پکڑ کر انھیں ہلایا تھا۔

جواباًوہ کسی بوسیدہ دیوار کی طرح سہارا ملتے ہی اس کے گلے لگ کر بلند آواز میں رونے لگی تھی۔

مقدس اس اچانک عمل پر ٹھیک ٹھاک بوکھلائی تھی تاہم جلد ہی اعصاب یکجا کر پہلے انھیں دل ہلکا کرنے دیا تھا۔۔

اور جب وہ کچھ سنبھل گئی تو انھیں رازداری کا یقین سونپتے تشویش سے وجہ دریافت کی۔

جواباًوہ بنا پس و پیش سب بتاتی چلی گئی تھی۔نجانے کیوں انھیں اس اجنبی لڑکی میں نجات دندہ کا گماں ہونے لگا تھا۔

"آپ بالکل پریشان نہیں ہوں،اول تو رخسار ایک ذہین و سمجھدار لڑکی ہیں،ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں وہ کوئی احمقانہ حرکت قطعی نہیں کریں گی،دوئم،یہ کمرے میں سو رہے ہیں،ہم ابھی ان سے بات کرتے ہیں،اچھا اثر وساکھ ہے ان کا یوں میں ڈھونڈ لیں گے۔۔۔۔۔"

"وہ۔۔۔وہ بھلا میری مدد کیوں کرے گا،وہ تو بے تحاشا نفرت کرتا ہے،اپنے باپ اور ان سے جڑی ہر شئے،ہر وجود سے،اور میں اور میری اولاد تو۔۔۔"رضوانہ بیگم بیٹی آنکھوں سے ٹوکتی ہوئی سوال گو ہوئی تو مقدس مبہم سا مسکرائی۔۔

"حقیقت کسی کے ماننے یا نہ ماننے کا محتاج نہیں ہوتا، وہ اپنی جگہ مسلم ہوتی ہے، اور وہ بھلے نہیں جتاتے لیکن اس خاندان کے ہر شخص کی وہ فکر کرتے ہیں، اور رخسار تو پھر ان کی بہن ان کی عزت ہے۔۔ لہٰذا آپ بے فکر رہیں وہ ڈھونڈ لائیں گے رخسار کو۔۔۔۔"

گو کہ ان کی تسلی کرواتے ہوئے وہ خود دلاور کے رد عمل کو لیکر پر یقین نہیں تھی۔ لیکن وہ رضوانہ بیگم کو ذہنی طور پر پر سکون کر دینا چاہتی تھی تا کہ معاملات کی تہہ تک پہنچے تک سب کنٹرول میں رہے۔۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

اس نے بھاری سر کو زور سے جھٹکا تھا،

ایک بار،

دو بار،

تین بار،

لیکن بے سود، سر ہنوز بھاری ہو رہا تھا، اور پپوٹے تو یوں آپس میں جڑے ہوئے تھے جیسے کتنی وزنی شئے ان پر رکھ دی گئی ہو۔۔۔

اس نے دوبارہ یہی کوشش دہرائی۔۔ لیکن نتیجہ نہیں بدلہ تھا۔ اس نے کسی کو آواز دینا چاہا تھا، پر ناکام، گویا حلق میں کانٹے اگ رہے ہوں، لبوں میں تک جنبش نہیں تھی جیسے لب سل دئے گئے ہیں۔۔۔

اپنی اس ہے بس حالت پر وہ ابھی سن ذہن کے سست گھوڑوں کو دوڑا کر غور وخوص کرتی کہ قریب آہٹ سی ہوئی پھر کسی نے بڑی نرمی سے باری باری اس کی دونوں آنکھوں کو گیلے کپڑے سے پوچھا جو کہ نیم گرم پانی میں غالباً ڈبویا گیا تھا، پھر اسی سے اس کا چہرہ بھی پوری احتیاط کے ساتھ پوچھا گیا تھا۔

"کک۔۔۔۔ کون ہو تم۔۔۔۔۔؟"

اس گرماہٹ سے شل حواس کسی قدر یکجا ہونئے تو اس نے خوف سے چیخنے کی کوشش کی۔۔

"سوری یار، مجھے معلوم نہیں تھا، بیہوش ہونے والی دوائی کتنی ڈالنی تھی، دوسرا اندھیرا بھی تھا تو میں نے غلطی سے پوری بوتل خالی کر دی، شائد اسی لئے آپ ایسا محسوس کر رہی ہیں، خیر، شکر ہے آپ کو

ہوش آگیاورنہ میرا کیاہوتا۔۔۔؟"جواباً کھنکدار انداز میں معذرت کے ساتھ تفصیل بیانی ہوئی تو رخسار نے زور سے سر جھٹک کر آنکھوں کو وا کیا۔

مقابل ہاتھ میں پانی کا مگ اور ٹاول لئے فکر مندی سے خود کو دیکھ رہے شخص کو دیکھ کر اسے پورے چار سو چالیس وولٹ کا جھٹکا لگا تھا۔

جھٹکا اس قدر شدید تھا کہ دماغ کے ڈھیلے گرے پڑے سارے نٹ بولٹ ایک بار میں جہاں کے تہاں فٹ ہو گئے، اور اب وہ پورے حواس میں دیدے پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

شائد یہ شخص دنیا کا آخری شخص ہوتا جس کی یہاں موجودگی کا وہ سوچ سکتی تھی۔۔

"اچھا بتائیں، آپ منہ دھو کر ناشتہ لیں گی، یا بیڈ ٹی دوں۔۔۔۔؟"

اس کی بے یقینی میں غوطہ زن حالت کی پرواہ کئے بغیر وہ پانی کا مگ اور ٹاول لئے مڑ گیا تھا۔

"میں یہاں کیا کر رہی ہوں۔۔۔۔۔؟"بکھرتے اعصاب کو سمیٹ کر اس نے درشت انداز میں پوچھا۔

"گُڈ کوئسچن، بٹ پہلے ناشتہ چائے کچھ۔۔۔۔؟"

"to hell with you chai nashta.....?

پہلے مجھے بتاؤ یہ کونسی جگہ ہے؟اور میں یہاں کیسے آئی،اینڈ موسٹ امپورٹنٹ، آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔۔۔۔؟"

وہ پوری قوت سے دہاڑتی بری طرح ہانپنے لگی تھی۔۔

"ریلیکس،ریلیکس،خالی پیٹ میں اتنا انرجی ویسٹ کرنا واپس آپ کو بیہوش کر سکتا ہے،اور میں یہاں ڈاکٹر کو لانے کی حماقت کرنے سے قاصر ہوں۔۔۔۔"وہ الگ ہی زون میں بیچارگی سے کہتا ہوا قریب آیا تھا۔

"آپ اس وقت گلستانِ بہار کے کاٹیج میں ہیں،اور یہاں میں اس لئے ہوں کہ میں آپ کو لیکر آیا ہوں۔۔۔۔۔"وہ رسان سے شریف بچے کی طرف بولا۔

"وہاٹ۔۔۔۔۔۔؟"

اس نے خطاء اؤسان کے ساتھ چاروں جانب نگاہ دوڑائی وہ صاف ستھرے بیڈ پر تھی جو ایک بالکل صاف ستھرے کمرے کا خوبصورت حصہ تھا۔

"تم۔۔تم مجھے۔۔۔۔۔"

"ای نو،اب آپ کا سوال ہو گا کہ میں آپ کو یہاں کیوں لیکر آیا ہوں؟

میرا مقصد کیا ہے؟وغیرہ وغیرہ،

سو آپ اپنی انرجی سیو کر لیں میں خود بتا دیتا ہوں۔۔"قطع کلام کرتے اس نے شرافت سے خود پہل کی تو رخسار بادل ناخواستہ جبڑے بھینچ کر اسے منتظر نگاہوں سے گھورنے لگی۔۔

"وہ دراصل بات کچھ یوں ہے شیرنی صاحبہ!کہ ناچیز نے آپ کو ذرا سا'کڈنیپ'کرنے کی گستاخی کی ہے،اور تھوڑا سا'نکاح'کرنے کا ارادہ شرادہ ہے بس!۔۔"مقابل نشست سنبھالتے وہ یوں بولا تھا جیسے روزمرہ کی بات ہو ادھر پہلے سے صدمہ زدہ رخسار کی آنکھیں حجم سے پھیلی۔۔

جبکہ موصوف کا معصومانہ اقبال جرم جاری تھی۔۔

"ایسا مجرمانہ فعل غلام سے ہرگز سرزد نہ ہوتا،لیکن ستیاناس ہوں ان فکشن ناولز کا،جس کے مطابق لڑکیوں کو کڈنیپنگ شڈنیپنگ ٹائپ زروزبردستی والا نکاح بڑا ہی فیسنیٹ کرتا ہے،اور ان ناولز میں کچھ ٹائم بعد ہیروئن دو تین تھپڑ مار کر ہیرو پر دل وجان سے فدا بھی ہو جاتی ہے،تو میں نے بھی تھوڑی سی

خوش فہمی پالنے کیلئے تجربہ کا سوچا ہے، پھر ہمیں ہماری آئندہ نسل کو بتانے کیلئے کچھ مسالے دار کہانی بھی تو چاہیئے ناں۔۔۔۔۔۔؟"

آخر میں اس نے یوں بیچارگی سے ہونٹ لٹکائے جیسے چارہ ہی نہ بچا ہو۔۔۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔۔؟"

اس کے اس قدر صاف و شفاف اعترافِ جرم پر کتنے ہی ساعت تک صدمہ کے زیر اثر رہی رخسار ہوش میں آتی ہوئی چیخی تھی۔۔

"ہو بھی سکتا ہے۔۔۔"اس نے سر ہلایا۔

"کیا۔۔۔؟"

"میرا مطلب ہے آپ کہہ رہی ہیں تو غلط تھوڑی کہیں گی۔"اس نے فرنبرداری کا ثبوت دیتے اسے دیکھا جس کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا تو ایک جارہا تھا۔۔۔

"ہو گئی بکواس یا ابھی کچھ رہتا ہے۔۔۔؟"کافی دیر بعد اس کا برف کو بھی پتھر کر دینا والا سرد لہجہ سرسرایا تھا۔

"بکواس نہیں تھا، لہٰذا ابھی کچھ نہیں بہت کچھ رہتا ہے۔۔"

وہ بھی جیسے ذہنی طور پر پوری طرح تیار تھا تبھی توقف تک نہ لیا تھا سانس ہموار کرنے کیلئے۔۔

"آپ ناں ذرا میری بات دھیان سے سنیں، میں ذرا دوسرے قسم کی لڑکی ہوں، میرا دماغ نارمل حالات میں بھی آتش فشانی پہاڑ کی طرح اُبلتا رہتا ہے، سو بہتری اسی میں ہے کہ۔۔" دانت پیستے ہوئے جملہ نامکمل چھوڑ کر اس نے اچھے سے سنگین نتائج کی جانب اشارہ کیا تھا۔

"معلوم ہے، بہت اچھے سے معلوم ہے، تبھی تو حفظ ماتقدم کے تحت انتظامات پوری چوکسی کے ساتھ کر رکھے ہیں۔۔۔۔"

دھمکی کو قطعی سنجیدگی سے لئے بغیر جوش سے اس کے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔۔

"تم۔۔۔ تم تمہاری اتنی ہمت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اپنے ہاتھ کو ہتھکڑی کی مدد سے بیڈ سے بندھا دیکھ وہ مارے صدمہ و اشتعال کے مچل اٹھی تھی۔۔

"سوری، جانتا ہوں میری ساری جرتیں، میرا قتل آپ پر واجب کر رہی ہے، لیکن کیا کروں وقت کی یہی ڈیمانڈ ہے، آپ بھی پلیز کچھ دیر کیلئے شانت ہو جائیں، مجھے امید ہے کچھ دیر میں سارے معاملات سمجھ آجائیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔"

اسے دیوانہ وار اپنی کلائی کو جھٹک کر خود کو زخمی کرتا دیکھ معظم کی شرارت تشویش والتجا میں بدلی تھی۔

تبھی وہ اسے اس حرکت سے باز رکھنے کیلئے قریب آیا جو ابًا رخسار اس کے کالر کو پوری قوت سے مٹھی میں جکڑ کر غرائی تھی۔۔

"معاملات مائے فٹ!!!"

"تمہیں اندازہ ہے، آج میرا شہر پہنچنا کس قدر ضروری ہے، تمہیں اندازہ ہے وہاں میں وقت پر نہیں پہنچ پائی تو کیا ہو گا ہے،؟ ہے تمہیں اندازہ۔۔۔۔۔؟" قند دھار چہرہ لئے وہ کسی عادی نشئی شخص کی طرح چیخی تھی جسے نشہ نہ ملے تو وہ آپے سے باہر ہوتا ہے اسی طرح وہ اپنا کنٹرول کھو رہی تھی۔

جبکہ معظم اس کی گرفت میں بے حس و حرکت پڑا یوں ضبط سے لب بھینچے اس کا درد سے جلتا ہوا چہرہ دیکھ رہا تھا، جیسے خواہش تو اس کا ہر غم چن لینے کی ہو اور بس اس کی ایک تکلیف دہ لمحے کو کم کرنے پر بھی نہ چل رہا ہو۔۔۔

"دیکھو میں نے زندگی میں کبھی کسی کی منت نہیں کی، کسی کو خود پر رحم کھانے کو نہیں کہا، لیکن کہو تو آج میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑ سکتی ہوں، پلیز مجھے جانے دو، میں آج نہیں گئی تو پھر زندگی دوبارہ کبھی مجھے موقع نہیں دے گی، مجھے وہی گمنام زندگی جینی ہو گی، جو مجھ جیسی لڑکی کیلئے موت سے بدتر ہے، پلیز جانے دو مجھے۔۔"

رندھے گلے کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے اس نے باضابطہ ہاتھ جوڑ دیئے تو معظم کو لگا گویا کسی نے اس کا دل پکڑ کر بھینچ دیا ہو وہ ناقابل برداشت درد سے ابھرتا ہوا سیکنڈ میں پیچھے ہوا تھا پھر جتنی تیزی سے ہو سکا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"تمہاری بھینس کھل گئی ہے یا طبیلے میں آگ لگ گئی ہے؟ اگر لگ بھی گئی ہے تو میری طرف سے خود بھی کود کر مر جاؤ، اگر ایسا نہیں کیا تو میں یہ نیک کام اپنے ہاتھوں سے کروں گا۔۔۔۔۔۔۔"

فون اٹھاتے ہی وہ کسی بپھرے شیر کی طرح دھاڑا تھا۔

"تو پھر آجاؤ یہ نیک کام کرنے۔۔۔؟" دوسری طرف سے بڑی بے تابی سے پکارا گیا تو اس نے سرخ ڈوروں سے مزین موندی موندی آنکھوں کو وا کر کے فون کو خشمگیں نگاہوں سے گھورا۔

"میری طرف سے تم۔۔۔۔"

"پلیز، فون مت کاٹنا بہت ارجنٹ ہے۔۔۔۔"

عام حالات سے یکسر مختلف منتانہ لہجہ اپنانے پر نیند کا خمار بھک سے اڑا تھا وہ تکیہ کے سہارے ذرا سا اٹھ کر بیٹھا۔

"اگر یہ کوئی تیرا بھونڈا مذاق ہے تو یقین کر، میں تیرا حشر بگاڑ دوں گا، کل والی تیری بیہودگی کی سزا ویسے بھی ابھی باقی ہے۔۔۔۔" اسے خبردار کرتے اس نے سنجیدہ نظر پریشان چہرہ لئے اندر داخل ہوئی مقدس پر ڈالی جو انگلیاں مڑوڑتی ہوئی اسی کی جانب آرہی تھی۔۔

"میں جانتا ہوں، لیکن سچ میں کچھ بہت ارجنٹ ہے، ورنہ مجھے اپنی زندگی نہیں پیاری جو رات سے مستقل مزاجی سے تجھے کال کرتا جاؤں۔۔۔۔"

اس کی سنجیدہ دہائی پر دلاور نے چیک کیا تو واقعی رات کے تین بجے سے کالز آرہی تھی اور اب صبح کے بارہ بج رہے تھے۔

"کیا ہوا ہے؟ گلستان بہار میں کوئی مسئلہ ہوا ہے یا اس کیس کے متعلق کچھ معلوم پڑا ہے۔۔۔؟" وہ الرٹ ہو کر پوچھ رہا تھا۔

جبکہ پاس کھڑی مقدس اس کے فارغ ہونے کا بڑی بے صبری سے انتظار کر رہی تھی۔

"میں گلستان بہار ہی میں ہوں، تجھ سے جتنی جلدی ہو سکے بھابی کو لیکر یہاں پہنچ، باقی جو معاملہ ہے تو خود سمجھ جائے گا اور حل کیسے کرنا ہے اس میں شائد بھابی تیری رہنمائی کر سکے۔۔۔۔"

"کونسے معاملات۔۔؟ دماغ خراب ہو گیا ہے تیرا، یہاں میرا حویلی سے باہر قدم رکھنا مشکل ہے اور تو۔۔۔؟ تو سیدھے سیدھے بتا ہوا کیا ہے۔۔۔۔؟" ایک نظر مقدس پر ڈالتے اس نے سختی سے پوچھا۔

"تیرے لئے کچھ مشکل نہیں ہے، تو بھابی کو لیکر جلد از جلد پہنچ یہاں، اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔۔"

مزید سوالوں سے بچنے کیلیئے معظم نے کال ڈسکنکٹ کر دیا تو وہ غصہ سے فون اچھالتا چند سیکنڈ فون کو گھورتے رہنے کے بعد عجلتاً بیڈ سے نیچے آیا تھا۔۔

"ہم۔۔ ہمیں آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔۔۔"

"وہ راستے میں کر لیں گے، ابھی آپ جلدی سے تیار ہو جائیں"

حکم سنا تا وہ کپڑے لیکر واش روم میں بند ہوا تھا۔

پھر ایسی ہی افراتفری کا مظاہرہ کرتے داجان و صغریٰ دادی دونوں کے سامنے سے مقدس کا ہاتھ تھامے حویلی سے نکلتا چلا گیا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

بھٹی کی مسخریوں پر آگ بگولہ ہونا اپنی جگہ، پر اس کی ایک پکار پر ساری کائنات کو تنکے کے بھروسہ دفع کر کے دوڑا چلے آنا حریف زادے کی سچی دوستی کا تقاضا تھا۔۔ لہٰذا ابھی بھی وہ جیپ روک کر عجلتاً گاٹیج کی نیم وا دروازے کو پار کرنے کیلیئے دو جست میں سیڑھیاں پھلانگ کر اندر داخل ہوا تھا۔

ادھر سے معظم بھی بے تابانہ دروازے کی سمت ہی آ رہا تھا۔

لہٰذا زبردست تصادم ہوا تھا۔۔

"افف!! آنکھیں ہے بھی یا نہیں۔۔۔۔۔؟"

کندھا سہلاتے ہوئے غرایا تھا۔

"اہ! تو ان کی پشت پناہی حاصل ہے۔۔۔۔۔؟"

وہ اسے گھورنے میں ہی مصروف تھا کہ کاٹ دار آواز پر بری طرح چونک کر آواز کی سمت متوجہ ہوا۔

آنکھوں میں نفرت کے شعلہ لئے بیڈ کے ساتھ ہتھکڑی سے بندھی رخسار کو اپنی ہی جانب متوجہ دیکھ نہ صرف دلاور بلکہ مقدس بھی پتھر ہوئی تھی۔۔۔

"یہ۔۔۔یہ کیا ہے بھٹی۔۔۔۔؟"

دقت سے حواس بحال کرتے وہ سختی سے جبڑے بھینچ چکے معظم کی جانب متوجہ ہوا۔

"وہ۔۔وہ۔۔دلاور۔۔۔۔"

"تمہارا دوست مجھ سے دھواں دھار قسم کی محبت کا دعویدار ہے، میں نے اس کے پروپوزل کو کنسیڈریشن میں نہیں لیا تو اس نے مجھے کڈنیپ کیا ہے، زبردستی نکاح کرنے کیلئے۔۔۔" زہر میں بجھا لہجہ گونجا تو دلاور نے بے یقینی سے معظم کے جھکے سر کو دیکھا جبکہ مقدس رخسار کی جانب لپکی تھی۔

"اہ! میں بھی کتنی بیوقوف ہوں، تمہارا پلان تمہیں ہی بتا رہی ہوں، تمہاری ہی پشت پناہی پر تو یہ ہوا ہے۔۔۔۔" رخسار کے لہجے میں دھار دار خنجر چمک رہے تھے۔۔

"بکواس بند کرو تم اپنی۔۔۔۔" اتنے گھٹیاں الزام پر وہ گرجتا ہوا رخسار کے سر پر پہنچا تھا۔

"یار۔۔۔" معظم درمیان میں حائل ہوا۔

"کیوں؟ حقیقت ہضم نہیں ہو رہی۔۔ وہ تمسخرانہ ہنسی۔۔ بدلہ لینے کیلئے کر رہے ہو ناں یہ سب اپنی ناآسودگیوں، محرومیوں کا۔۔۔؟" اس کا لہجہ نہیں آگ تھا جو دلاور تو دلاور مقدس اور معظم کو تک جھلسا رہا تھا۔۔

"مزید ایک۔۔۔ ایک لفظ تمہاری زبان سے نکلا ناں گدی سے زبان کھینچنے سے پہلے سوچوں گا نہیں۔۔۔۔۔۔" آنکھوں کے سرخ کنارے بتا رہے تھے وہ ایسا کر گزرے گا۔۔ رخسار چپ ہوئی۔

"معظم بھٹی، اسے تم یہاں زبردستی لیکر آئے ہو ہاں یا نہیں مجھے، جواب چاہیئے۔۔۔۔"اس کا رعایت سے مبرا انداز ہی ایسا ہڈیوں میں شگاف ڈالتا ہوا تھا کہ۔۔

"ہاں۔۔۔ آہ!!"

ادھر معظم کے لبوں سے ہاں ادا ہوا تھا ادھر دلاور کا بھاری مکا اس کا جبڑا ہلا گیا تھا۔ ابھی وہ اسی مکے سے نہیں سنبھلا تھا کہ دوسرے پھر تیسرے مکے نے حقیقتاً اس کے اوسان خطاء کر دیئے تھے۔۔

"ایسی غیرت تیری جوش کیوں مار رہی ہے جیسے تیری بہن بھگالی ہو۔۔۔۔۔" کڑاہتا ہوا وہ استہزائیہ ہنسا تھا۔

"کیونکہ غیرت ہے وہ میری۔۔۔"

وہ پوری قوت سے مکا جڑتا طیش کہ عالم میں چیخا۔

"لیکن تو اسے بہن نہیں مانتا، سوتیلی بھی نہیں۔۔۔۔"

فٹبال کی طرح پٹتے ہوئے ایسے سوال کرنا معظم بھٹی کہ ہی بس کا روگ تھا۔

"وہ تیرا سر درد نہیں ہے۔۔۔!" اب کے زوردار مکا اس کے شانے پر پڑا تھا۔

"آہ!لیکن میری تو وہاٹ لگا رکھی ہے ناں، تم دونوں بہن بھائی کی دکھاوے کی نفرت نے، سن لیا رخسار سا اپنے پیارے بھائی سا کا اعتراف۔۔۔"

دلاور کا وار قطع کرتے اس نے شا کی نگاہ رخسار پر ڈالی تو ہونقوں کی طرح ان کی ہاتھا پائی دیکھ رہی دونوں ہوش کی دنیا میں لوٹی تھی۔۔

"کیا۔۔ کیا کر رہے ہیں۔۔ چھوڑیں۔۔ چھوڑیں انھیں۔۔۔۔"مقدس حواس باختہ سی اسے روکنے لپکی تھی۔۔

لیکن اس پر تو گویا طیش و جنون سوار تھا۔۔

"بھائی، بھائی آپ تو۔۔۔۔"اس نے بچاؤ کی کوشش بھی نہ کر رہے معظم کو پکارا۔۔

"بس کر سالے۔۔۔۔۔"

اب کے اس کا بھاری مکا بڑی مشکل سے ہی سہی معظم نے ناک پر برسنے سے پہلے روکا تھا۔

جبکہ اس کے لفظ 'سالے' پر دلاور کی آنکھوں میں خون اترا تھا۔ تبھی اس نے ٹانگ کو کھینچ کر اس کی ٹانگ پر مارا تھا۔۔

"آہ!سالے۔۔۔"

وہ بری طرح کراہ۔۔اس کے ایک مرتبہ پھر سالہ کہنے پر دلاور وہی حرکت واپس دہراتا کہ مقدس اس کا بازو جکڑ گئی۔۔

"پلیز،مار مار کر ان کی جان لے لیں گے کیا۔۔؟ان کی بات تو سن لیں،میرا دل کہتا ہے بھائی کبھی ایسی اوچھی حرکت نہیں کریں گے ضرور کوئی وجہ کارفرما ہو گی۔۔۔۔۔۔"مقدس نے اس شانت کرنے کیلئے بازو سہلایا۔

"تھینکیو بھابی،بنا اچھی طرح مجھے جانے بھی آپ کو میری شرافت و وضع داری پر یقین ہے،کمپیئر ٹو کچھ بچپن کے مزاج نا آشنا یاروں کہ۔۔۔۔۔۔؟"

آفرین تھا،اتنا پٹنے کے بعد بھی بھٹی صاحب کا موڈنا راضگی جتانے کا ہو رہا تھا۔

"ساری بتیسی نکال کر ہاتھ میں تھما دوں گا،کچھ بکا تو۔۔"اس کا پارہ ہنوز سوا نیزے پر تھا۔۔

"اگر تجھے ایسے تسلی ملتی ہے تو ایسے ہی صحیح۔۔۔۔"

وہ واقعی ڈھیٹوں کا سردار تھا۔

خاموش تماشائی بنی اس کے پٹنے کا نظارہ کر رہی رخسار نے حیرانگی سے اس سر پھرے انسان کو دیکھا جس کے ہونٹ سے خون رس رہا تھا۔۔۔

"ہاں، کرتا ہوں تیری بہن سے محبت، وہ بھی سالوں سے، کرنی ہے اسی سے شادی، اور بنانا ہے تجھ اڑیل گھوڑے کو سالا۔۔۔"

"تیری۔۔۔"

"لیکن۔۔۔"

دلاور کا جلال واپس عود کر آتا کہ مقدس کے ہاتھ اور معظم کے لیکن نے آتی شامت کو ٹالا۔

"لیکن، اس کیلئے مجھے ایسے چور اور بیہودہ راستے کا انتخاب کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، میری محبت اتنی بے مول ہرگز نہیں ہے جو حصول کیلئے اسے ہی رسوا کر دے، جسے اپنی عزت بنانے کی قسم اٹھائی ہو۔۔۔۔" آخری کے الفاظ پر خصوصی دباؤ ڈالتے اس نے ترچھی نظر رخسار پر ڈالی تھی۔

"وجہ جاننا ہے تو سائیڈ روم میں آجا۔۔۔" پھٹا ہونٹ صاف کرتا ہوا وہ سائیڈ روم میں چلا گیا تھا۔

"آپ منہ ہاتھ دھو کر آجائیں۔۔۔"

دلاور کو واش روم جانے کا اشارہ کرتی ہوئی وہ رخسار کی طرف بڑھی تھی۔۔

اس کے قریب آتے ہی رخسار بیڈ کراؤن سے سر ٹکاتی آنکھیں موند گئی تھی، اشارہ صاف تھا وہ بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مقدس نے ایک نظر اس کی ہتھکڑی میں مقید کلائی پر ڈالی جو سرخ ہو رہی تھی۔

پھر پائتی پر بیٹھ کر اضطرابی انداز میں فون کی سکرین پر انگوٹھا پھیرتی ہوئی دلاور کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگی۔ جب تک اس عجیب و غریب گتھی کا کوئی سرا ہاتھ نہیں آنا تھا وہ پریشان رضوانہ بیگم کو اطلاع نہیں کر سکتی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

دلاور کی معیت میں وہ نقاب کئے ہی سائیڈ روم میں داخل ہوئی تھی۔ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ ہرگز بھی کسی نامحرم کے سامنے نہ جاتی لیکن یہاں معاملہ سمجھ سے پڑے تھا۔

"پانچ منٹ ہے تیرے پاس سیدھے سیدھے بکواس کر کیوں پھیلائی ہے یہ بیہودگی اور پھیلائی تو پھیلائی مجھے کیوں ملوث کر رہا ہے۔۔۔۔؟"

ڈائینگ ٹیبل کے گرد رکھی کرسی پر بیٹھے اپنی چوٹوں کا جائزہ لے رہے معظم کے سر پر پہنچتے ہی وہ واپس مارکاٹ والے موڈ میں آگیا تھا۔۔

"ایسا کر وہ رائفل پڑی ہے، پہلے میرا سینہ بھون دے پھر میری ڈیڈ باڈی سے معلوم کر لینا جو کرنا ہو۔۔۔؟" اتنی پٹائی کے بعد بھی اس کا جلال اسی نیزے پر دیکھ معظم کا دماغ خراب ہوا تھا۔

"حرکت ہی تو نے ایسی ہے کہ۔۔۔" جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی مقدس نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا تھا۔

"تحمل سے ان کی بات سن لیں۔۔۔" نیچی آواز میں کہتی ہوئی وہ کچن ڈرار کی طرف بڑھی تھی جہاں فرسٹ ایڈ رکھا تھا۔

جبکہ معظم برے برے منہ بناتا ہوا خشمگیں نگاہوں سے خود کو گھور رہے دلاور کو گھور رہا تھا۔

"یہ انھیں لگا دیں۔۔۔" باکس دلاور کی طرف بڑھایا۔

"لے لگا لے۔۔۔" باکس ٹیبل پر اچھالتے اس نے احسان کیا تھا۔

"کیا کر رہے ہیں لگا دیں انھیں اتنی چھوٹ آئی ہے۔۔۔"

"تو۔۔۔؟"

"تو سالے۔۔۔"

"پھر۔۔۔"

اس کا ہاتھ اشتعال سے اٹھا پر پڑنے سے پہلے نیچے بھی گرا۔

"ہم نے کہا بھائی کو لگا دیں آپ، مطلب لگا دیں، تب تک ہم آپ لوگوں کیلئے ناشتہ تیار کرتے ہیں پھر آرام سے بات کرتے ہیں، بات کرنے سے معاملات کہ حل نکلتے ہیں، نتیجہ اخذ کر لینے سے نہیں۔۔۔" اس نے رسان سے سمجھایا۔

"اس معاملے سے اور اس معاملے سے جڑے لوگوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، یہ اپنی بکواس کرے اور اس لڑکی کو اس کی جگہ چھوڑ کر آئے بات ختم۔۔۔" وہ قطعیت سے بولا تھا۔

جس کا نوٹس لئے بغیر معظم باکس کھول کر مرہم پٹی کیلئے سامان نکالنے لگا تھا۔ جیسے وہ یہاں موجود ہی نہ ہو۔

"میں ناشتہ۔۔۔"

"ناشتہ یہ خود بنائے گا۔۔۔"مقدس کو کلائی سے تھام کر پیچھے کرتے اس نے حکم پاس کیا تو معظم نے تڑپ کر اس بے رحم کو دیکھا۔

"اس سے پہلے میری کافی بنائے گا تو۔۔۔"کام کی ترتیب بھی بلا توقف آئی تو وہ دانت پیس کر سارا غصہ کاٹن بال پر نکالتا اسے تقریباً نوچنے لگا تھا۔

"اب چابی دے انھیں۔۔۔"ایک اور حکم پر اس نے بلا چوں چرا ں جیب سے کیز نکال کر دئے۔

"ایک منٹ بھابی۔۔۔"

وہ چابی لیکر مڑی تھی کہ معظم کی آواز پر رکی۔۔

"یہ دوائی بھی انھیں لگا دیجئے گا پلیز۔۔۔" جھجھکتے انداز میں ڈھیروں فکر پنہاں کئے اس نے ایک کریم اس کی سمت بڑھایا تو مقدس نے دلاور کو دیکھا جو اسے گھورنے لگا تھا۔

"دوست ہوں تیرا تھوڑا تو رحم کھا ظالم آدمی۔۔۔"واپس روئی اٹھاتے اس نے ماتھے پر شکن لئے بیٹھے بے درد انسان کو مسمسی شکل ڈال کر دیکھا۔

"کیا تو چاہتا ہے میں ان ہاتھوں کو بھی اس قابل نہ چھوڑوں کہ تو دوائی لگا سکے۔۔۔؟"اس کے خشک دھمکی آمیز پیش کش پر معظم تلملا کر ہوا کرتا ہوا دوائی لگانے لگا تھا۔

"سہی ہے ویسے، ایک طرف کہتا ہے اس لڑکی سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، فلاں ناں ٹھمکانہ اور دوسری طرف بالکل بہن کے بھائی والے انداز میں پیٹا بھی ہے، جبکہ میری خطاء بھی کوئی نہیں ہے۔۔۔"توقف سے بھٹی صاحب کی دہائیاں پھر شروع ہوئی دلاور نے چپ رہنے میں ہی عافیت جانی۔۔

"ویسے سالا تو میں تجھے بنا کر رہوں گا سالے۔۔۔"اس کے انجان بننے پڑ وہ بڑبڑایا۔

"کیا کہا۔۔۔؟"جواباً دلاور کا تیز انداز وہ صاف نظر انداز کر گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"ہم معظم بھائی کو ذاتی طور پر نہیں جانتے ہیں، ان کے متعلق کسی بھی قسم کی رائے دینے کا ہمیں کوئی حق حاصل نہیں ہے، لیکن پھر بھی ہمارا دل کہتا ہے وہ انسان دل کے برے نہیں ہیں، ان کے آپ کو

اس طرح یہاں لیکر آنے کے پیچھے شرطیہ کوئی ٹھوس وجہ رہی ہو گی، اس وجہ کو سمجھنے کی کوشش کرنا یا نہ کرنا آپ کا ذاتی فیصلہ ہو گا، ہم چاہیں گے آپ سن ضرور لیں اسے۔۔۔۔"

ہتھکڑی کھول کر زخم کے مقام پر مرہم لگاتے وہ لگاوٹ سے سمجھانے کے انداز میں گویا ہوئی تھی۔

جواباً رخسار سپاٹ چہرہ لئے دوپٹہ درست کرتی ہوئی پھرتی سے بیڈ سے اتر گئی تھی۔۔

"رخسار، محبت و فکر یکجا ہو کر ایسی چھاؤں بن جاتے ہیں جو کبھی آپ کو دھوپ کے حوالے نہیں کر سکتی، ایک مرتبہ فقط کچھ لمحے کیلئے ہی سہی اعتبار کا دامن تھام کر وجہ سننے تک ٹھہر جائیں۔۔۔"

مقدس کے ملتجانہ انداز پر اس کا بیگ اٹھاتا ہوا ہاتھ رکا تھا۔

"وہ واش روم ہے، آپ تازہ دم ہو جائیں، ہم ان لوگوں کو یہیں بلا کر لاتے ہیں، تاکہ جو بھی بات ہو آپ کے روبرو ہو، اس کے بعد آپ جہاں چاہیں گی ہم خود اپنی ذمہ داری پر چھوڑ کر آئیں گے۔۔۔"

اس کی خاموشی کو نیم رضامندی سے ماخوذ کرتی وہ ایقان سونپتی ہوئی بولی تو بادل ناخواستہ وہ واش روم کی سمت بڑھ گئی تھی۔

یوں بھی وقت نکل چکا تھا۔

جبکہ ایک معرکہ سر کر کے مقدس واپس چہرے پر نقاب گراتی ہوئی درمیانی دروازے کی سمت بڑھی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"اللہ جی! اب تو مدتیں گزر چکی ہیں سڑیل دوست اور موڈی محبوبہ کے ظلم سہتے سہتے، اب تو وہ وقت لے آ کہ، یہ ننھا افسر اپنے سالے اور بیوی کی خدمت کا ثواب کما سکے۔۔۔۔۔"

سلیب کے پاس کھڑے ہو کر ہاتھ پیر مار رہے بھٹی صاحب کی دہائیاں پورے عروج پر تھی۔

"انھیں کہیں وہ ہٹ جائیں ہم بنا دیتے ہیں۔۔۔" وہ بے آواز قدموں دلاور کی پشت پر آتی نیچی آواز میں بولی۔

"کیوں؟ اس کے ہاتھوں میں مہندی لگی ہے۔۔۔؟" الٹا گھوری سے نوازتے ای بروچڑھے تھے۔

"چوٹ لگی ہے انھیں۔۔۔"

"تو۔۔۔؟"

"تو اچھا نہیں لگتا ہمارے ہوتے ہوئے وہ زنانہ کام کریں۔۔۔"

مقدس نے اب کے گھوری بھی ڈالی تھی۔

"شکریہ آپ کی فکر کا بھابی، آپ اتنے میں ہی اموشنل ہو رہی، ورنہ اس شخص نے مجھ سے وہ بامشقت قسم کی خدمتیں لی ہیں کہ اگر اس کے قدموں میں جنت ہوتی تو میں جیتے جی جنتی کہلاتا۔۔۔"

معظم کی دہائی آمیز ہانک پر مقدس نے سر جھکا کر ہنسی چھپائی۔

"آپ کو بڑی ہنسی آرہی ہے۔۔۔" نقاب سے جھانکتی آنکھوں میں تبسم کے گوہر دیکھ دلاور نے لفظ چبائے۔

"تجھے اس سے بھی تکلیف ہے۔؟" بھٹی کے کان کچھ زیادہ ہی تیز تھے۔

"ویسے بھابی، آپ جیسی حلیم الطبع دوشیزہ کا اس جیسے بے رحم دانو کی زندگی میں بنا دستک چلے آنا شرطیہ مجھ معصوم کی بے لوث دعاؤں کا نتیجہ ہے، ورنہ یہ تو لمبے لمبے دانتوں والی خرانٹ چڑیل ہی ڈیزرو کرتا ہے۔۔۔۔"

"تیری۔۔۔۔"

ایک اور دردمندانہ کمنٹ پاس کرنے پر دلاور کی بس ہوئی تھی۔

"وہ۔۔رخ۔۔رخسار منتظر ہے ادھر، پلیز آپ لوگ جلدی کریں۔۔"

ان دونوں کی دہشتناک دوستی کے مظاہرے چونکہ وہ پہلی مرتبہ سن و دیکھ رہی تھی، سو ہراساں ہونا ایک فطری عمل تھا۔

"اوے! بھابی چینی کتنی لیں گی۔۔۔؟" چینی کا ڈبہ اٹھاتے ہوئے اس نے کچا چبانے کے در پر کھڑے شیر کو ایک مرتبہ پھر اکسایا۔

"بھابی کا پوچھ رہا ہوں۔۔۔" جوابی خطرناک گھوری پر اس نے منہ بسورا۔

"ورنہ تم دونوں بھائی بہن کے مزاج کے حساب سے تو جتنی چینی ڈالی جائے کم ہے، لیکن، پھر سوچتا ہوں جسے میری مسری جیسی محبت و صحبت نہیں سدھار سکی ان پر معصوم چینی کیا فرق ڈالے گی۔۔"

حقیقتاً اس شخص کی زبان کے آگے خندق تھا۔

مقدس کے تو اس کے بے باق گوہر افشانیوں پر ہاتھ پیر ہی ٹھنڈے ہونے لگے تھے۔ دلاور جیسے کم گو اکھڑ شخص کے دوست میں ایسی خصوصیت حیران کن تھی، لیکن شائد یہی وجہ تھی کے ان کی دوستی اتنی پرانی اور پائیدار تھی۔۔

"بھائی، آپ لوگ ادھر کمرے میں چلیں ہم لے آتے ہیں۔۔۔۔"

دلاور کی منتیں کرنے کا کوئی حاصل نہیں تھا لہٰذا اس نے خود نیچے لہجے میں مخاطب کیا تو بادل ناخواستہ وہ سر ہلاتا ہوا سلیب کے پاس سے ہٹ گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓣ

"آپ کے پاس پورٹ سے لیکر ویزا پراسیس کے اتنی آسانی سے حل ہو جانے کے پیچھے اخلاق حسین اور اس کے بھائیوں کا ہاتھ ہے۔۔"

معظم کا پہلا ہی انکشافی دھچکا اتنا شدید تھا کہ تینوں کی سماعت زلزلوں کی زد میں آئی تھی۔

"جس ایجنٹ سے آپ کو ملوایا گیا وہ اخلاق حسین کا ایجنٹ تھا، جسے آپ کی ادا کی گئی رقم سے چار گنا زیادہ پیسے دیکر اس نے سارا کام آناً فاناً مگر پختہ کروایا تھا۔۔۔"

وہ مزید تفصیل میں گیا تو رخسار کو اپنا وجود ہوا میں معلق ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا۔۔

"جھوٹ۔۔ جھوٹ بولتے ہیں آپ یہ۔۔ یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔؟" پسینے سے تربتر برگ زرد کی مانند کانپ رہے وجود کے ساتھ وہ چیخی تھی۔

"جہاں نفرت و انتقام کی آگ نسلوں سے پک رہی ہو وہاں سب ممکن ہو جاتا ہے۔۔۔۔"اس کی حالت دیکھ معظم کی آنکھوں کے کنارے سرخ ہوئے تھے۔

"مم۔۔ مجھ سے کیسی نفرت کیسا انتقام۔۔۔ جھوٹ بول رہے ہیں آپ، اپنی حرکت کو چھپانے کیلئے۔۔۔"جھٹکا ایسا ناقابل یقین تھا کہ وہ مشتعل سی ہو کر کھڑی ہوئی تھی۔

"رخسار، پلیز، پہلے پورا ماجرا سن لیں۔۔۔"

مقدس نے ہولے سے اس کی کلائی کو تھاما جبکہ پتھریلے تاثرات لئے بیٹھے دلاور کی سپاٹ نظر معظم پر تھی۔۔

"آپ، اور آپ کا شوہر ہی ایسی فضول باتوں پر یقین کر سکتے ہیں، میں مر کر بھی نہیں کر سکتی، بھلا میری طرف اخلاق حسین یا اس کے خاندان کا کونسا حساب نکلتا ہے۔۔۔"وہ طیش کے عالم میں آپے سے باہر ہونے لگی تھی۔۔

"بات سننی نہیں ہے تو وہ دروازہ کھلا ہے جا سکتی ہیں آپ۔۔"اتنے ٹینشن زدہ ماحول میں بھی وہ مقدس کے ساتھ بد تمیزی پر بگڑا تھا۔

رخسار فوراًواک آؤٹ کر جانے کو تھی کہ مقدس نے کسی طرح منا کر اسے جگہ پر بٹھایا پھر معظم کو تحمل و تفصیلیہ انداز میں سارے مسئلہ پر روشنی ڈالنے کا اشارہ دیا ورنہ دونوں گرم دماغ والے سر پھرے بھائی بہن کے پلے نہیں پڑنا تھا کچھ۔۔

"اخلاق حسین کی پچھلی تین نسلیں عثمانی خاندان سے نفرت و انتقام کا جذبہ وراثت میں لیکر پیدا ہو رہی ہے، عثمانیوں کی عزت و وقار پر بٹہ لگانے کا موقع پیدا کرنے یا ہاتھ آئے موقع استعمال کرنے کا وہ کوئی موقع نہیں جانے دینا چاہتے ہیں، اس کیلئے انھوں نے ہمیشہ گھٹیاں اور اوچھے ہتھکنڈے اپنائے ہیں جس کا انھیں ہمیشہ منہ توڑ جواب ملا ہے۔۔

اس مرتبہ بھی رخسار کے باہر ملک جا کر پڑھنے کی باغیانہ فیصلہ کی خبر ہوتے ہی، انھوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ان کی مدد کرنے کیلئے۔۔۔"

"لیکن اس سے ان کا کیا فائدہ۔۔۔؟" مقدس نے الجھتے ہوئے دلاور کو دیکھا۔

"فائدہ، بہت چھوٹا لفظ ہے یہاں بھابی۔۔۔" معظم زہر خند گی سے ہنسا۔

"پہلا تو یہی کہ رخسار کے یوں اچانک سے حویلی سے غائب ہونے پر حویلی میں جو طوفان آئے گا، اور جو عثمانی خاندان کو ذلت و آہانت کا سامنا کرنا پڑے گا وہ تو پڑے گا ہی، اس نازک موقع کا فائدہ اٹھا کر وہ، داجی کی غیرت پر وہ کاری وار کرے گا جس کی تاب شائد ہی داجی جیسے غیور انسان لا سکیں۔۔۔"

"کک۔۔ کیا۔۔۔؟"

"اپنے اک نمبر کہ موالی، جواری، تین بیوں کو بھگتا چکے بھائی سے رخسار کا ناجائز تع۔۔۔۔"

"چپ! یکدم چپ! اک لفظ آگے نہیں۔۔۔۔"

ایسے رکیک الفاظ اپنے من کے مکیں کیلئے ادا کرتے ہوئے خود معظم کو اپنی شہ رگ پر کند چھڑی چلانے جیسی تکلیف سے گزرنا پڑ رہا تھا۔ لیکن یکایک دلاور کے بھپر کر اس کا کالر جکڑتے زخم کھائے اژدھے کی طرح پھنکارنے پر وہ لب بھینچ گیا تھا۔

"تجھے کیسے پتا چلا یہ سب اور کیا کیا جانتا ہے تو۔۔۔؟"

کسی زخمی چیتے کی طرح وہ اب روم میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہا تھا جیسے خود کو اخلاق حسین کے پورے خاندان کو جلا کر راکھ کرنے سے بمشکل باز رکھ رہا ہو۔

جبکہ رخسار کی حالت یوں تھی مانوں کاٹو تو بدن میں خون ہی نہ ہو۔۔

"ہماری حویلی کا ملازم کل اخلاق حسین کے خاص آدمی سے اتفاقاً شراب کے ٹھیکے پر نشہ میں دھت مل گیا تھا، کچھ بکواس اس نے نشہ کی حالت میں کی اور کچھ ہم نے اسے ہوش میں لا کر اُگلوالیا۔۔۔"

توقف لیتے معظم نے اک ترحم بھری نظر سن یک ٹک خود کو دیکھ رہی اس لڑکی پر ڈالی۔

"ان کا پہلا منصوبہ تھا کے وہ پوری کامیابی کے ساتھ رخسار کو کنیڈا بھیج دیں گے اور پیچھے سے انوار حسین کو وہاں بھیج کر رخسار کی مدد کروائیں گے اور اس چیز کو یہاں اپنی من مرضی کا نام دیکر عثمانی خاندان کیلئے ذلت ورسوائی کا سامان کریں گے، لیکن کل شام انوار حسین نے شہر سے واپسی پر نشہ کی حالت میں کسی کو ٹھوک دیا، متاثرہ شخص کے افراد خاندان نے پولیس کیس فائل کر دیا، جس وجہ سے وہ باہر نہیں جا سکتا، تو پلان میں تبدیلی لاتے ہوئے انھوں نے رخسار کو بس اسٹاپ سے اٹھوا کر انوار حسین کے ڈیرے پر پہنچا دیا تھا۔۔"

یہ سب بتاتے ہوئے وہ از خود دہری اذیت سے گزر رہا تھا اگر بروقت اسے اس کا ملازم نہ بتاتا تو۔

آگے سوچتے ہوئے بھی اسے اپنی روح قبض ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

"تو آپ نے رخسار کو بس اسٹاپ سے۔۔۔"

"نہیں بھابی، میں نے رخسار کو بیہوش حالت میں انوار حسین کے ڈیرے سے لایا ہے۔۔۔" اس نے نفی میں سر ہلاتے اذیت سے بتایا۔

"میں نے دلاور کو کال بھی کی تھی، خود میرا دماغ ماؤف ہو گیا تھا یہ سب سن اور رخسار کو اس حالت میں وہاں بے سدھ پڑا دیکھ کر، سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کروں حویلی میں جتنے مہمان ہیں، وہاں لیجانے کا مطلب تھا اخلاق حسین کو اس کے مقصد میں کامیاب کرنے میں تعاون کرنا۔۔ پھر مجھے کاٹیج کا خیال آیا تو میں یہاں لے آیا۔۔۔"

بات سمیٹ کر اس نے ہنوز اشتعال کے عالم میں چکر کاٹ رہے دلاور کو دیکھا۔

جو چلتے چلتے کسی فیصلے پر پہنچ کر رکا تھا پھر آندھی طوفان بنا کبرڈ کی طرف بڑھا اور وہاں سے ریوالر نکال کر مڑا ہی تھا کہ معظم اس کے راستہ میں آہنی دیوار بن کر حائل ہوا تھا۔

"میرے راستے سے ہٹ جا معظم یا تو آج اخلاق حسین نہیں رہے گا یا میں نہیں۔۔۔۔" اس نے پوری قوت سے معظم کو اک جانب دھکا دینا چاہا تھا لیکن معظم مضبوطی سے اس کا وہی ہاتھ جکڑ چکا تھا۔

"تو ایسا کچھ نہیں کرے گا۔۔"

"بکواس مت کر۔۔۔بات مردوں تک ہوتی تو بات ہوتی، لیکن اس نیچ انسان کی اتنی ہمت کے وہ ہماری عورتوں پر نظر ڈالے، میں اس کا آج وہ حشر کروں گا کی اس کی سات نسلیں ایسی جرات کا سوچ کر دہل جائے گی۔۔۔۔"وہ بالکل آپے سے باہر ہو چکا تھا۔

اسے سنبھالنے کی کوشش میں دونوں ہاتھا پائی پر اتر آئے تھے۔۔

ایسے میں ہونق مقدس کی سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کرے تو کیا کرے، وہ ماؤف دماغ کے ساتھ دونوں کو دیکھ رہی تھی۔اور رخسار اس کی آنکھوں سے خاموش آنسوں رواں تھے۔

یہ وہی شخص تھا جس سے اس نے ہوش سنبھالتے ہی نفرت کی تھی، جسے اس نے بھائی تو دور اپنے باپ کی اولاد تک نہیں تسلیم نہیں کیا تھا۔اور آج وہ شخص اس کی عزت کیلئے مرنے کاٹنے پر تلا ہوا تھا۔

"بس!!"

کسی طرح ریوالور چھین کر معظم نے واش روم میں پھیکا تھا۔مقدس بروقت حاضر دماغی سے کام لیتی دروازہ لاک کر کے وہاں کھڑی ہو گئی تھی۔

"تجھے کیا لگتا ہے یہ سب کرتے ہوئے میرا خون نہیں کھولا تھا۔۔؟رخسار کو اس حالت میں ڈیرے سے لاتے ہوئے میری غیرت نہیں چیخی کہ اس کی سات نسلوں کو خاموش بٹھا کر قدم باہر لوں۔۔کیا ایسا بے غیرت سمجھا ہوا ہے تو نے مجھے۔۔۔۔؟"اس کے پورے جسم کی رگیں کھڑی ہو گئی تھی چہرہ تندور کی مانند تپ رہا تھا مانوں ابھی جلد پھٹ کر شعلے اگل دے گی۔۔

"کیا تھا میرے یار، لیکن میں نے اپنے ان انتقامی جذبات پر ضبط کا پہاڑ بٹھا دیا، کیونکہ بات رخسار کی بے داغ دامن کی ہے، اور یہ زمانہ انتہائی جاہل اور تنگ نظر ہے اور لڑکیوں کے معاملے میں۔۔۔اس نے متاسف نظر رخسار پر ڈالی۔

ساتھ دلاور کی نگاہ بھی اس پر گئی تو غصے کا ابال یکایک برف میں بدلہ۔بات درست تھی، اگر وہ انتہائی اقدام اس وقت کرتا ہے تو ان ڈائریکٹ اخلاق حسین کو کامیابی ملتی۔۔

"اس کے کھودے گڑھے میں خود اسے گرانا چاہتا تھا۔جس کے میں نے سارے انتظامات کر دئے ہیں، بس ایگزیکیوشن کیلئے شام ہونے تک کا انتظار ہے۔چل ادھر روم میں بتاتا ہوں۔۔۔"

وہ دلاور کا ہاتھ تھامے سائیڈ روم میں جا بند ہوا تو کب سے سانس روکے کھڑی مقدس رخسار کے پاس آئی تھی جو یوں بیٹھی تھی جیسے سانس سانس محال ہو گئی ہو۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"کیا اول فول بولے جا رہے ہو لڑکے۔۔۔؟"

لاڈلے کی انوکھی فرمائش پر دی جان نے بھونچکا کر اپنے گھٹنوں کے پاس دو زانوں بیٹھے آریان کا چہرہ دیکھا، جہاں مذاق و شرارت کا عنصر ڈھوڈنے سے بھی مفقود تھا۔

"کسی کو پسند کرنا، اسے شرعی اعتبار سے اپنی زندگی میں شامل کرنے کی خواہش رکھنا، آخر کب سے اول فول بات ہونے لگی دی جان۔۔۔؟" اس نے الٹا شاکی نگاہ ان کی جانب اٹھائی۔

"مجھے معاف کرو شہزادے، اور جاؤ یہاں سے تمہارے داجی، بڑی دادی کو لیکر آ رہے ہیں، انھیں کوئی اہم موضوع پر صلاح مشورہ کرنا ہے۔۔۔" دی جان نے بے توجہی سے اسے ٹالنا چاہا۔

"دی جان پلیز۔۔۔"

اس کے تڑپ کر ان کے پیروں پر ہاتھ رکھ دینے پر دی جان دنگ رہ گئی تھی۔

"دی جان میں مضراب کو پسند کرتا ہوں، بلکہ محبت کرتا ہوں، بے انتہا محبت، اس کا اس حویلی سے، اپنی دنیا سے دور چلے جانے کا سوچ کر بھی میرے ارد گرد آکسیجن کی شرح گرنے لگتی ہے، دی جان، آپ کی نک چڑی پوتی کے بغیر اپنی زندگی سوچنا بھی سوہان روح ہے میرے لئے، یقین کریں دی جان بہت خوش رکھوں گا اسے میں، آپ لوگ راضی ہو جائیں تو، وعدہ ہے میرا دلاور بھائی سا کی طرح زمینی معاملات بھی دیکھوں گا، داجی جہاں جہاں لیکر جائیں گے بناڈنڈی مارے بناچوں چراں جاؤں گا، دی جان، پلیز آپ بات کریں ناں داجی اور تایا تائی سا سے۔۔ دی جان پلیز۔۔۔۔"

ان کے ناتواں گھٹنے تھامے آنکھوں میں ہلکی سے نمی لئے فریادیں کرتا، ایقان سونپتا، اس لڑکی کی اپنی زندگی میں اہمیت کا احساس دلاتا ہوا یہ لڑکا کہیں سے بھی انھیں اپنا کھلنڈرا لاڈوبالی پوتا نہیں لگا تھا۔

دی جان کی آنکھیں اس کے چہرے و آنکھوں میں بکھری اپنی محبوب ہستی کے بچھڑنے کے خیال سے اترے درد کو دیکھ آبدیدہ ہو گئی تھی۔

"اچھا، یہاں سے تو اٹھو بچے!!" دی جان نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرا۔

"نہیں وعدہ کریں، آپ بات کریں گی۔۔۔؟" وہ چھوٹے بچے کی طرح بضد تھا۔

باہر وہ صغریٰ دادی کی معظم کے والد کے ساتھ گفتگو سن کر آرہا تھا، جو مضراب کا ہاتھ آج ہی مانگنے اور کل مایوں کی فنکشن میں رسم کرنے کا ارادہ بنا رہے تھے۔

ان کی گفتگو سن کر حقیقتاً آریان کے اوسان قطع ہوئے تھے، پھر جو آخری راہ نظر آئی وہ دی جان کے قدم تھے۔۔

"ہم بنفس نفیس تشریف لا چکے ہیں، فرمائیں، آج ہمارے چھوٹے شہزادے کونسی فرمائش منوانے آئے ہیں اپنی دی جان کی بارگاہ میں۔۔۔۔"

دہلیز پر کھڑے ہو کر اس کی ساری بات سن رہے داجی آکر دی جان کے پہلو میں تخت پر براجمان ہوئے تھے جن کے پیچھے صغریٰ دادی بھی تھیں۔

اس نے حلق تر کرتے اٹھ کر انھیں وہاں موجود سنگل صوفہ کھسکا کر دیا اور دونوں ہاتھ پشت پر باندھ کر گردن جھکا تا ذرا فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔

اور اب تینوں کی کڑی نظر براہ راست اس کے چہرے پر مرکوز تھی۔

"فرمائیں برخوردار، کونسی ارضی ڈالی ہے آپ نے اپنی دی جان کے پاس۔۔۔۔؟"

داجی کے کرخت انداز میں سوال کرنے پر آریان نے حلق تر کر کے درزیدہ نگاہ دی جان پر ڈالی۔۔

"بولو بھئی، ابھی تو زبان فراٹے بھر رہی تھی۔۔۔۔۔۔"

صغریٰ دادی کی آواز میں داجی سے زیادہ کھردارپن تھا۔

جواباً آریان نے خشک لبوں کو زبان سے تر کیا اور کرویا مرو کے تحت لمبی سانس اندر کھینچتا ہوا تینوں بزرگوار کی طرف سیدھا متوجہ ہوا۔

"میں آریان عثمانی ولد شیراز عثمانی، مضراب عثمانی ولد شہباز عثمانی سے محبت کرتا ہوں، اور انھیں ایک مضبوط حوالے سے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں، جس کیلئے مجھے آپ بزرگواں کی اجازت اور دعائیں مطلوب ہے۔۔"

اس نے ٹھہر ٹھہر کر نہایت ہی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتے سبھاؤ سے اپنا مدعا سامنے رکھا تھا۔

"مضراب کتنے فیصد تمہاری خواہش کی حامی ہے۔۔۔؟"

داجی کا متحمل لہجہ تیز ہوا تھا۔

"ایک فیصد بھی نہیں۔۔۔"

اس نے بلا توقف نفی میں سر ہلایا۔

"بنا لڑکی کی مرضی جانے ہی آپ نے اتنا بڑا قدم اٹھالیا برخردار۔۔۔؟" یہ پاٹ دار آواز بلاشبہ صغریٰ دادی کی تھی۔

وہ چپ ہوا تھا۔

"جواب دیں۔۔۔۔؟"

"میری محبت کافی ہے ہم دونوں کیلئے۔۔۔۔" وہ ٹھوس انداز میں بولا۔

"یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔۔۔" داجی نے ڈھیلے انداز میں جرح کو رفع دفع کیا۔

"کیوں بات نہیں ہوئی۔۔؟ اگر مجھ سے اس کی دلی وابستگی نہیں تو معظم بھائی سا سے بھی نہیں ہے، اگر ان کیلئے آپ لوگ اسے تیار کر سکتے ہیں تو میرے لئے کیوں نہیں، میں تو پھر بھی اس سے محبت کرتا ہوں، ایک لیول اپ ہے میرا پروپوزل، پھر اسے کنسیڈریشن میں کیوں نہیں لایا جا سکتا۔۔۔۔؟"

آنکھوں میں اضطراب کا طوفان لئے اس نے داجی کی آنکھوں دیکھنا چاہا پھر نگاہ جھکا گیا۔۔

"بہت خوب دلیل پیش کی ہے آپ نے برخوردار، میں پیٹھ تھپتھپانے وہاں آؤں یا آپ کی پیٹھ یہاں آ سکتی ہے۔۔۔؟" داجی نے طنزیہ ہاتھ اٹھا کر تالی بجاتے اسے شرمندہ کرنا چاہا لیکن وہ ہوا نہیں تھا۔

"شہباز کے ابا، نہیں پریشان کریں میرے بچے کو۔۔۔" دی جان کو اس پر رحم آیا تھا جو عادی مجرم کی طرح سر جھکائے کسی بھی سزا کیلئے تیار کھڑا تھا جو کہ اس کی الڑھ فطرت کا خاصا بالکل بھی نہیں تھا۔

"بابا سا آپ نے یاد کیا ہمیں۔۔۔۔؟"

اتنے میں شیراز عثمانی رضوانہ بیگم کے ہمراہ پریشان سے اندر داخل ہوئے۔۔

"ہاں، ہاں، بھئی، آئیں اور اپنے صاحب زادے کی جرح ملاحظہ کریں۔۔۔"

صغریٰ دادی کے انداز پر دونوں نے ہراساں نگاہ آریان پر ڈالی۔ رخسار کو لیکر وہ پہلے ہی پریشان تھی اب نجانے آریان نے کیا چاند چڑھایا تھا۔ رضوانہ بیگم کی ہمت ٹوٹنے لگی تھی۔

"کک۔۔ کیا ہے اس نے بابا سا۔۔۔؟"

"صاحب زادے کو محبت ہو گئی ہے، شادی کرنا چاہتے ہیں، اسی کیلئے دلائل پیش کر رہے ہیں۔۔۔"

"اا۔۔ آریان یہ۔۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں تمہارے داجی۔۔۔۔؟"

دہل کر سینے پر ہاتھ رکھتے رضوانہ بیگم اس کے قریب گئی تھی جیسے بیٹے کو انھوں نے سنگین جرم میں ملوث دیکھ لیا ہو۔

"ماں سا، میری سمجھ نہیں آرہی سب کے لہجے میں الزام کیوں ہے میرے لئے، کسی سے محبت کرنا نکاح کی خواہش کرنا کوئی گناہ تو نہیں ہے، سب ایسے ری ایکٹ کر رہے ہیں جیسے میں نے کوئی معیوب بات کر دی ہو۔۔۔"ماں کے رد عمل پر وہ روہانساں ہوا تھا۔

یہی وجہ تھی جو وہ اپنا مسئلہ لیکر دی جان کے پاس آیا تھا بجائے اپنے ماں باپ کے پاس جانے کہ۔۔ کیونکہ پوری امید جو تھی وہ ہاتھ پیر جوڑ کر خاموش بٹھا دیتے۔۔

"تم باہر جاؤ، ہم بات کرتے ہیں آپس میں کیا کرنا ہے۔۔۔"

بلا آخر دی جان کو ہی بچے کی حالت پر رحم آیا تھا انھوں نے اٹھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دیتے اسے باہر بھیجا تھا۔

اس کے وہاں سے نکلتے ہی سبھی ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے تھے سوائے ہونق کھڑے شیراز اور رضوانہ عثمانی کہ۔۔

داجی کی سلطنت میں کم از کم محبت کرنا گناہ نہیں تھا۔وہ خود اس عمر میں اپنی نیک بخت کہ اسیر تھے۔البتہ انھیں آریان عثمانی کی دیدہ دلیری پر حیرانگی کے ساتھ فخر بھی ہو رہا تھا جس نے بنا انجام کا سوچے ان کے مقابل اسٹینڈ لیا تھا۔۔

"چلو کم از کم میرا ایک شیر جوان تو مجھ پر گیا۔۔"

انھوں نے تصور میں اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔

"ارے، بھئی بیٹھ جاؤ ایسے کیوں کھڑے ہو جیسے ابھی سزا سنائی جانی ہے۔۔۔"صغریٰ دادی کے مخاطب کرنے پر دونوں شوہر بیوی ہڑبڑا گئے تھے۔

قبل اس کہ کی وہ دونوں اس موضوع پر تسلی سے کوئی بات کرتے باہر سے عجیب و غریب آواز بلند ہونے پر داجی نے اٹھ کر دریچے سے باہر دیکھا اور باہر تشریف لائے مہمانوں کو دیکھ کر ماتھے پر ناگواریت کے بل لئے فوراً دروازے کی سمت بڑھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓣ

داجی جب تیوری پر بل لئے بیٹھک میں پہنچے آنکھوں میں کمینی چمک لئے وہاں پہلے سے براجمان اخلاق حسین کو اپنے آدمیوں کے ساتھ موجود دیکھ ان کی آنکھوں کی تہوں میں غصہ کی لہر نے بڑی زور سے انگڑائی لی تھی۔۔

"آداب عرض ہے پھپاسا۔۔۔!"پشت صوفے کے بیک سے لگاتے اس نے باضابطہ ماتھے تک ہاتھ اٹھایا تھا۔

"یہ کسی کی حویلی پر آنے کا ادب تو نہیں، لیکن خیر۔۔۔۔"

کرارا جواب دیتے داجی نے مخصوص رعبدارانہ انداز میں مقابل صوفہ سنبھالتے ٹانگ پر ٹانگ چڑھایا تھا۔

"ہاہاہاہا، کیا کریں پھپاسا، وہ کہتے ہیں ناں پیاسے کو ہی پانی کے پاس جانا پڑتا ہے، کنواں کہاں چل کر آتا ہے پیاسے کیلئے"اخلاق حسین کے مکروہ لہجے میں خباثت بھری ہنسی شامل تھی۔

"جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں، ہماری حویلی میں جشن و سرور کا ماحول ہے، پہیلیاں بوجھنے کا وقت ہے نہ، نہ ہی ہماری سابقہ تعلقات کی روشنی میں وقت نکالنے کی زحمت ہم اٹھانا چاہیں گے، لہٰذا مدعا کی بات کریں۔۔۔۔" داجی کا لہجہ بالکل دوٹوک حتیٰ المقدور سخت و کھردرا سا تھا۔

اخلاق حسین کی آمد و انداز بالکل بھی کسی خوش آئند بات نہیں تھی، اور اتنے مہمانوں کی موجودگی میں وہ کسی قسم کی بدمزگی کے متمنی نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اتنے خوشی کے موقع پر اپنی نیک بخت کو وہ اداس کر سکتے تھے۔۔

"تعلقات ہی تو مضبوط کرنے آئیں ہم یہاں پھپاسا، اور مدعِ کی بات یہ ہے کہ۔۔۔۔"

"کہ، انھیں بے عزتی کی اتنی عادت پڑ چکی ہے داجی کہ

زیادہ عرصہ تک عزت کی سانس لے لیں تو بدہضمی کی شکایت ہو جاتی ہے، اسی لئے جب باہر بچت ہو جاتی ہے تو یہ اپنا دستہ لیکر ذلیل ہونے خود ہماری حویلی چلے آتے ہیں، اب تو آپ کو حیران ہونا چھوڑ دینا چاہئے۔۔"

اخلاق حسین کے بناوٹی لجاجت بھرے جملے کو قطع کرتے دلاور اندر داخل ہوا تھا۔

جس کے پیچھے داخل ہوا معظم وہیں ٹھہر گیا تھا۔

جبکہ دلاور چلتا ہوا آکر بالکل داجی کے پہلو میں پڑے سنگل صوفے پر، ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھتا، دونوں ہتھی پر دونوں ہاتھ ریلیکس انداز میں پھیلا کر اخلاق حسین کی آنکھوں میں اپنی غراتی ہوئی سرد نظریں گاڑ گیا تھا۔

داجی نے بڑی ہی باریکی سے اس کی ایک ایک حرکت کو نگاہوں سے تولہ، کچھ تو غلط تھا۔۔

پر وہ اخلاق حسین کی طرف متوجہ ہوئے جس کے رعونت بھرے تاثرات میں تغیرات واضح تھے۔

"ہاں تو فرمائیں حسین صاحب، اپنی ہاری ہوئی فوج کے ساتھ ہمارے در پر آنے کی نوبت کیونکر آئی، میں بہت متجسس ہوں، پر ذرا جلدی میں بتایئے گا، مجھ جیسا جلد باز انسان زیادہ سسپنس ہینڈل کر نہیں پاتا ہے۔۔۔۔"

ہنستے لب اور رگوں میں خون منجمد کر دینے والے انداز سے وہ حقیقتاً اخلاق حسین کا اعتماد ڈگمگانے میں کامیاب ہوا تھا۔

کہیں اندر ہی اندر اخلاق حسین کو اس کی آمد اپنی شامت معلوم ہوئی تھی، لیکن اپنی منصوبہ بندی پر اعتماد بحال کرتے وہ اطمینان سے مسکرایا تھا۔

"سنا تو ہو گا صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، اور یہ صبر کا پھل تمہارے لئے کم از کم میٹھا ہی ہونے والا ہے۔۔۔۔۔!!"

اس کے لہجے میں گہری معنیٰ خیزی تھی۔

جس پر معظم نے جبڑے بھینچ کر سختی سے مٹھیوں کو بھینچا تھا ورنہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا اس گھٹیاں انسان کو گولیوں سے بھون دے، اس سے قبل اس کا چہرہ نوچ لے، جس نے اس لڑکی کا دامن داغدار کرنے کی سازش رچی تھی جسے وہ نظر بھر کر دیکھنے سے بھی اجتناب کرتا تھا کہ اس کا شفاف دامن میلا نہ ہو جائے۔

"اچھا۔۔۔؟ پشت چھوڑ کر وہ ذرا سا سامنے کو جھکا۔ پھر انتظار کس چیز کا ہو رہا ہے، لے آو بھائی سرپرائز۔۔۔۔؟" لگے ہاتھوں اس نے دروازے پر کھڑے حویلی کے ملازمین کو اشارہ کیا۔

اس دوران غیر متوقع طور پر داجی بالکل خاموش تماشائی بن چکے تھے۔بس اس کی ایک ایک حرکت دیکھ رہے تھے جو بظاہر تو پر سکون تھا لیکن اس کی رگوں میں دوڑتے غصہ و جنون کی لہروں کا ابال وہ اس کی ابھرتی ہوئی نسوں میں دیکھ سکتے تھے۔۔

"ہاں، بھائی لے آو۔۔۔۔"

اخلاق حسین لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ سجاتا واپس پشت صوفے سے ٹکاتا سینے پر بازو لپیٹ گیا۔

آج وہ اپنی دانست میں عثمانی خاندان کو ذلت و آہانت کا وہ تھپڑ مارنے آیا تھا جس کی گونج اس خاندان کی سات نسلوں کی کان میں گونجنے والی تھی، جیسے آج تک ان کی نسل در نسل ذلت کا احساس لیکر پیدا ہو رہی تھی۔۔

کچھ وقت کیلئے بیٹھک میں بالکل موت کا سنٹا چھایا رہا، پھر ذرا توقف سے چار کندھوں پر دلہن کی طرح سجی سجائی سرخ ڈولی لا کر بیٹھک کے بیچ و بیچ رکھی گئی، جس پر داجی کی پوزیشن میں واضح تبدیلی آئی تھی۔انھوں نے نافہم نگاہ اخلاق حسین سے گزارتے ہوئے نچلا لب دانتوں تلے دبائے پر سکون نگاہوں سے ڈولی کو دیکھ رہے دلاور پر ڈالی پھر سرخ چہرہ لئے کھڑے معظم پر۔۔

یہ عجیب و غریب ماجرا اندر تک گیا تو دی جان سمیت باقی خواتین بھی جالی دار دیوار کے اس پار آن کھڑی ہوئی، ادھر باران سمیت شیراز شہباز عثمانی بلکہ تمام ہی مرد وہاں اکٹھے ہو گئے تھے۔۔

"آڈینس پوری جمع ہو چکی ہے حسین صاحب، اب کس مبارک لمحے کا انتظار ہو رہا ہے۔۔؟"

اخلاق حسین کی خباثت بھری مسکراہٹ کو لمحہ بہ لمحہ گہرا ہوتا دیکھ اس نے ہاتھ پیر کنٹرول کرتے ہوئے متوجہ کیا۔

"کسی کا بھی نہیں۔۔۔۔"صوفے پر ہاتھ مار کر اس نے پشت چھوڑا تھا۔

"ارے، رہنے دیں آپ، ہم یہ زحمت اٹھا لیتے ہیں۔۔۔۔"

اخلاق حسین کے اٹھنے سے قبل اس نے باضابطہ کندھوں پر دباؤ ڈالتے اسے واپس پیچھے کو دھکا دیا تو وہ لڑکھڑا کر پیچھے گرا تھا۔

"نہیں میں۔۔۔۔"

"مانا میں ایسا کوئی تمیز دار نہیں، لیکن اتنا تو میں بھی جانتا ہوں، دل سے دئے گئے تحفے کو قبول کس طرح کیا جاتا ہے۔۔۔۔" مقابل کی ہستی تہس نہس کر دینے والا طوفان لہجے میں سمیٹے وہ مقابل کی ڑیڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑاتا ہوا سجی ہوئی ڈولی کی طرف بڑھا۔

اخلاق حسین کی چھٹی حس نے تقویت سے بہت بڑی گربڑی کا اشارہ دیا تھا لیکن وہ لب بھینچ کر بیٹھ گیا۔اب اگر کچھ گڑبڑ تھا بھی تو اس حریف زادے کے ہوتے تصحیح ممکن نہیں تھی۔۔

"یہ کیا بیہودگی ہے اخلاق حسین۔۔۔۔؟"

پردہ ہٹا کر ڈولی کے اندر جھانکتے ہی وہ یکدم سے بھرے بادل کی طرح پھٹا تھا۔

اس کی آواز میں گرج کچھ ایسی تھی کہ دم سادھ کر اسرار کے کھلنے کا انتظار کر رہے حاضرین دہل کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"بیہودگی تو نہیں دل سے لایا گیا تحفہ ہے، مجھے تو پورا یقین تھا کسی کو آئے یا نہ آئے دلاور ساکو لازمی ہمارا تحفہ پسند آئے گا۔۔۔۔" اس کا ردعمل دیکھ اخلاق حسین کی گم ہوئی مکروہ مسکراہٹ فتح مندی سے سامنے آئی۔۔

"کیاہوادلاور۔۔۔؟"اس کے چہرے پر جاہ وجلال خون بن کر جمع ہوتا دیکھ باران نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

پھر اندر نظر ڈالی تو اس کے بھی تاثرات تیزی سے بدلے۔

جسے دیکھ خاموش فضامیں سنسنی خیز سی چہ میگوئیاں شروع ہوگئی تھی۔

داجی جو اب تک خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے اپنی چھڑی زور سے قالین پر مار کر چہ میگوئیاں کا گلہ گھونٹتے ہوئے کھڑے ہوئے، جن کی راہ میں ترنت اخلاق حسین بناوٹی عاجزوانکساری لئے حائل ہوگیا تھا۔۔

"پھپاسا، میں پرانی رنجشوں کو ایک نئے رشتے کی بنیاد میں دباکر، ایک نئی شروعات کرناچاہتاہوں، جس میں آپ کا تعاون مطلوب ہے، یہ آپ کی امانت ہمارے پاس آگئی تھی، جسے صحیح سلامت میں اپنی امانت سمجھ کر آپ کے پاس چھوڑناچاہتاہوں، تاکہ۔۔۔۔"

"ہماری امانتیں تم جیسے ذلیل لوگوں کی امان میں غلطی سے بھی نہیں جایاکرتی اخلاق حسین۔۔۔۔"

وہی سے جملہ قطع کرتاوہ سمندر کی تہوں سے تباہیاں لیکر اٹھی موجوں کی طرح بھپرا تھا۔۔

"ہماری امانتوں کی ہم جان سے بڑھ کر حفاظت کرتے ہیں، ساتھ ہی کوئی ہماری امانت یا عزت پر ٹیڑھی نظر ڈالنے کی حماقت کرے، تو اس کے ٹکڑوں پر نمک چھڑک کر دھوپ میں سوکھنے ڈالنے کی جرات بھی رکھتے ہیں، ایسی حماقت کا سوچنے والے کو بھی اپنے جسم کی بوٹیاں گن لینی چاہیئے،۔۔۔۔۔۔"

باران کا ہاتھ ہٹاتے وہ ہزاروں اژدھوں کی پھنکار لئے اخلاق حسین کی سانس سکھاتا ہوا نیچے جھکا تھا۔

"اور ایسے تحفے قبول کرنا یا دینا ہمارا خاندانی وطیرہ نہیں ہے۔۔۔" اک جھٹکے سے ڈولی میں بیٹھے نسوانی وجود کو باہر نکالتے اس نے اخلاق حسین کی طرف دھکا دیا تھا۔

لڑکھڑاتا ہوا وہ وجود اخلاق حسین کہ شانے سے ٹکرایا تو لمحے میں اخلاق حسین کے آگے ارض و سماں گھوم گیا۔

"تت۔۔ تم۔۔ تم یہاں کیسے۔۔۔۔؟" اخلاق حسین کو تو مانوں سانپ ہی سونگھ گیا تھا۔

"جب تک میں مہمانوں کا لحاظ کر رہا ہوں اپنے پیروں پر نکل جاؤ، ورنہ اس ڈولی میں وداہونے لائق بھی نہیں چھوڑوں گا۔۔۔" اس کی اگلی غراہٹ پر اخلاق حسین جیسے بھیانک خواب سے جاگا تھا۔

اور پھر واقعی جان کی امان مانگتا ہوا وہ اپنا دستہ لئے باہر کی جانب بڑھا اس کے پیچھے ہی دلاور ایک ہاتھ سے اس ڈولی کو گھسیٹتا ہوا باہر نکلا تھا۔

اور سب کے دیکھتے ہی دیکھتے اپنی جیپ سے پیٹرول کا کین نکال کر انڈلتے ہوئے لائیٹر کو شعلہ دکھاتے دلہن کی طرح سجی ڈولی اور اخلاق حسین کے پنچ انتقامی کارروائی کو نذر آتش کر گیا تھا۔

"یاد رکھنا اخلاق حسین، اس ڈولی کی طرح میں تمہارے خاندان کو بھی نذر آتش کر سکتا ہوں، کوئی بعید نہیں ہے مجھ سے، امان چاہتے ہو تو اپنی زبان پر لگام رکھنا، بھاپ بھی نکلی تو راکھ کر دوں گا۔۔۔" شعلوں میں لپٹی ڈولی سے زیادہ شعلے و گرج اس کے وارن کرتے لہجے میں تھا اخلاق حسین حواس سنبھالتا ہوا جیسے تیسے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوا تھا۔

پیچھے پورا ہجوم ہنوز دم سادھے کھڑا اس اناً فاناً ہوئی انتہائی کاروائی کا سر اڈھونڈنے میں ہلکان تھا۔

"پروگرام وڑ چکا ہے آپ لوگ بھی اپنے اپنے کام پر نکل سکتے ہیں۔۔۔"

ہاتھ جھاڑتے ہوئے اس نے سرد سی نگاہ اٹھائی تو لمحہ لگا تھا کان منہ کھولے کھڑی بھیر کو راستہ ڈھونڈنے میں۔

اب بس وہاں داجی، دونوں بھائی اور باران معظم موجود تھے۔

"اپنے اس تماشے کا مقصد بتانا پسند کروگے۔۔۔۔؟"

اس کے اپنی جیپ کی طرف بڑھنے پر شہباز عثمانی کا ضبط ٹوٹا تھا۔

"میں اپنے باپ کے باپ کو بھی صفائی دینے کا خود کو پابند نہیں سمجھتا، پھر آپ تو کسی گنتی میں ہی نہیں آتے۔۔"پیٹرول کا کین بظاہر تو اس نے اندر رکھا تھا لیکن در حقیقت پورا شہباز عثمانی پر انڈیل گیا تھا۔

"دلاور۔۔۔۔۔!!"داجی کی گرجدار آواز بلند ہوئی۔

جواباً اس نے بیزارگی سے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کان کھجلایا۔

"دیکھ۔۔دیکھ رہے ہیں آپ بابا سا، نہ آپ کی موجودگی کا خیال کیا، ناں ہی مہمانوں سے بھری حویلی کا لحاظ، اور لگا دیا تماشا، میں تو شرطیہ کہہ سکتا ہوں ضرور اسی کے کسی کارنامے کا حساب نامہ لیکر آیا تھا اخلاق حسین اور۔۔۔۔۔"

"بابا سا پلیز۔۔۔"باران کی مداخلت پر وہ ہنکار بھرتے ہوئے داجی کو دیکھنے لگے۔

"اتنا دماغ لگا لیا ہے تو تھوڑا اور لگا کر اپنے تجسس کا دوا کر لیں میرے دماغ کا دہی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔۔"بیزاریت سے جواب دیتا وہ جیپ سے جیکٹ لیکر حویلی کے داخلی دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

شہباز عثمانی نے پیچ و تاب کھاتے شیراز عثمانی پھر داجی کو دیکھا۔

"تازہ دم ہو کر آدھے گھنٹے میں ہمیں کمرے میں ملو، آدھا گھنٹہ مطلب آدھا گھنٹہ۔۔۔۔"پشت سے گونجی داجی کی آواز پر اس نے سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"خوشگوار موقع پر بدمزگی پھیلانے کی کوشش کرنا اخلاق حسین کی فطرت کا تقاضا ہے، ہم امید کرتے ہیں کے اس ناخشگوار لمحے کو نظر انداز کر آپ سب اس خوشی کے موقع سے محظوظ ہوں گے۔۔۔۔"

حال میں منتظر حاضرین کو سبھاؤ سے رام کرتے ہوئے داجی اپر کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے تھے۔

اب پیچھے بالکل ہی اس تماشے کو بھلانے والا تو کوئی نہیں تھا البتہ اب اس پر کھل کر تبصرہ بھی نہیں ہونے والا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

وہ ٹھیک آدھا گھنٹہ بعد دی جان کے روم میں داخل ہوا تو حسب توقع پریشان دی جان کو داجی کو سمجھاتا ہوا پایا۔

"دلاور۔۔تم۔۔تم آ گئے بتاؤ کیا ہوا تھا کیوں ایسے اخلاق نے۔۔اخلاق نے ایسے کیوں کیا اور تم۔۔۔۔"

دلاور پر نظر پڑتے ہی وہ ہراساں سی اس کی جانب لپکی۔

"پہلے تو میں آپ کو یہ بتادوں جان دلاور، اگر آپ یوں ہراساں ہوئی تو جو آپ کے سر کے صدقے میں نے اسے ابھی کیلئے زندہ جانے دیا ہے، وہ جان میں اپنے ہاتھوں سے ان کی حویلی میں گھس کر۔۔۔۔"

"اللہ نہ کرے دلاور ے، ایسے تو نہیں کہو۔۔۔"

دی جان نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا تو ان کی بوڑھی آنکھوں میں جمع پانی کو باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا دیکھ اس نے جبڑے بھینچ کر ان کا ہولے ہولے لرز رہا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نرمی سے مقید کیا۔

"آپ جانتی ہیں، آج میں نے خود کو کسی انتہائی اقدام سے باز رکھا ہے تو فقط آپ کے خیال سے، ورنہ دنیا میں ابھی تک کسی ایسی طاقت نے جنم نہیں لیا ہے جو دلاور عثمانی کو اپنے دشمن کو سود سمیت اس کے کرم لوٹانے سے باز رکھ دے۔"

ان کے ہاتھ پر نرمی سے دباؤ ڈالتے اس نے مخصوص دھونس بھرے انداز میں انھیں پر سکون کرنا چاہا۔

ہاں جی، دلاور ساکا کسی کو منانے کا انداز بھی نرالا ہی تھا۔

"اوئے نالائق، ایک تو اپنی جنونی حرکت سے میری نیک بخت کو ہراساں کیا ہوا ہے، دوسرا تمہاری اتنی مجال کے ہماری موجودگی میں انھیں دھمکا بھی رہے ہو۔۔۔؟"

اس کے ہاتھ سے دی جان کا ہاتھ چھڑاتے داجی نے جھڑکتے ہوئے کلاس لگائی۔

"ہونہ نالائق، پچپن ساٹھ سال ساتھ گزار دینے کہ باوجود بھی جنھوں نے اپنی محبوب زوجہ کو سب سے زیادہ تکلیف دینے والے کانٹے کو نکال کر نہ پھینکا، وہ بات کرتے ہیں فکر کی۔۔" اس نے ہنکار بھرتے سیدھے داجی کی محبت پر سوالیہ نشان لگایا۔

"اے، اے، لڑکے کیا کہا تم نے۔۔ کیا نہیں کر سکا میں۔۔ اور کیا کر دیتے تم اگر میری جگہ ہوتے تو۔۔۔؟"

"اس پورے خاندان کی ایسی کی تیسی پھیر چکا ہوتا جو میری بیوی کی آنکھوں میں آنسوں لانے کی وجہ بنتا ہے۔ ورنہ کیا فائدہ ایسی سرداری کی گدی کا۔۔۔" تخت پر دراز ہوتے اس کا طنز گہرا ہوا تھا۔

"اچھا، بناتا ہوں تمہیں سردار، اکھاڑ کر بتاؤ کیا اکھاڑ سکتے ہو۔۔۔؟" داجی بھی اس کے اکسانے پر تن گئے تھے۔۔

"اس کیلئے مجھے کسی عہدے کی ضرورت نہیں ہے، آپ بس انھیں سنبھال لیں، باقی میں انھیں ایسے ٹھکانے لگاؤں کے گوگل میپ بھی نہیں ڈھونڈ پائے گا۔۔۔"

"دلاور!!" اس کے سنگین انداز پر دی جان نے تڑپ کر اسے پکارا تھا۔

" بھتیجے ہیں وہ میرے، میکا ہے وہ میرا، کیا ہوا کدورتیں ہے رنجشیں ہیں دلوں میں، لیکن ہے تو ہمارے اپنے ہی ناں، جب تک سانس ہے مجھے آس باقی ہے، اور میرے جیتے جی کوئی میرے میکے والوں کے ساتھ کچھ برا نہیں کرے گا، کچھ بھی کرنے کیلئے میرے مرنے کا انتظار ضرور۔۔۔۔"

"نیک بخت!!" داجی نے سختی سے انھیں درمیان میں ہی ٹوکتے سخت خفا نظروں سے انھیں دیکھا تھا۔

"شہباز کے ابا اپنے ہیں وہ میرے۔۔۔"

ان کے آنسوں بھل بھل بہتے ان دادا پوتے دونوں کے دلوں پر تیزاب کی مانند گرنے لگے تھے جس سے دونوں کی ہی روح تڑپنے لگی تھی۔

"کونسے اپنے دی جان؟ اپنے ایسے نہیں۔۔۔"

"دلاور بس، آپ یہاں بیٹھیں نیک بخت۔۔۔" دلاور کو ٹوکتے انھوں نے نرمی سے دی جان کا شانہ تھام کر انھیں بیڈ پر بٹھایا۔

"وہ آپ کے اپنے ہیں، خون کا رشتہ ہے آپ کا ان سے، اور آپ جانتی ہیں اسی رشتے کا لحاظ میں ہر مرتبہ کر جاتا ہوں اور ہزاروں مرتبہ کر جاؤں گا، کیونکہ میرے لئے آپ معنیٰ رکھتی ہیں، آپ کی خوشی معنیٰ رکھتی ہے جس کیلئے میں سات خون معاف کر سکتا ہوں۔۔۔"

اپنے کرتے کے دامن میں ان کے آنسوں جذب کرتے ہوئے داجی نے انھیں پانی کا گلاس تھمایا تھا۔

"اور اگر در گزر کرنے کے بعد بھی ان آنکھوں میں مجھے آنسوں ہی ملے تو ناانصافی ہے ناں نیک بخت۔۔۔؟"

انھوں نے لگاوٹ سے ہمیشہ کا شکوہ کیا تھا۔

ہر بار اس خاندان سے چھڑپ کے بعد وہ ایسے ہی دی جان اور خود کو مناتے تھے کہ انتہائی قدم نہ اٹھا کر انھوں نے بالکل درست کیا ہے۔

"اب ذرا آپ ظہر کی نماز سے فارغ ہو جائیں، تب تک میں آپ کے نالائق جلد باز پوتے کا کلاس لیتا ہوں۔۔"

جذباتی سہارے نے ہمیشہ کی طرح جادو دکھایا تھا اور دی جان اثبات میں سر ہلاتی ہوئی واش کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"وہ عورت کون تھی۔۔۔۔؟"

اب ان کا رخ تخت پر بے تکلفی سے دراز اس بے نیاز کی سمت تھا۔

"اخلاق حسین کی منظور نظر۔۔۔۔۔"

"وہ یہاں تک کیسے پہنچی۔۔۔۔۔؟"

"بذریعہ ڈولی۔۔۔۔۔۔!!"

سوال جس قدر سنجیدگی میں لپٹا تھا جواب اتنا ہی بے پرواہی کا نمونہ تھا۔

"بڑی ہی کوئی انوکھی اطلاع ہے، اس کیلئے مجھ اکیلے کا جھک کا تعظیم بجالانا کافی ہو گا یا اپنی پچھلی سات پشتوں کو قبر سے مدعو کروں۔۔۔۔؟"

اس کی بے پرواہی پر حقیقتاً داجی کا خلفشار خون دگنا ہوا تھا۔ اتنے بڑے ہنگامے کو جس قوت برداشت سے کام لیتے انھوں نے لب سی کر برداشت کیا تھا وہی جانتے تھے اور صاحب زادے اب بھی بوجھو تو جانیں کھیل رہے تھے۔

"اخلاق حسین سے میری کسی چھڑپ کا نتیجہ سمجھ لیں، یوں بھی تماشا لگانا تو میرا پسندیدہ مشغلہ ہے۔۔۔
"

وہ اب بھی غیر سنجیدہ تھا۔

"تمہیں تم سے دس گنا بہتر طریقے سے جانتا ہوں دلاور عثمانی، تم اپنے کارناموں کی ایک کڑی تک حویلی یا حویلی والوں تک لانے کے قائل نہیں ہو، کجا کے پورا نتیجہ، اگر تم بتانا نہیں چاہتے تو الگ بات ہے، تاجور عثمانی ہوں میں، تمہارے باپ کا باپ، میرے پاس وسائل کی کمی تھوڑی ہے۔۔"

اس کے ہنوز سنجیدہ نہ ہونے پر داجی نے پر جلال انداز میں دھمکایا۔

ان کے اس طرح بھڑک جانے پر دل تو کیا آدابِ رقابت نبھائے اور مزید ان کا خون جلائے، لیکن موقع نازک اور معاملہ گمبھیر تھا وہ قطعی بھی داجی کو خود بات کی جڑ تک پہنچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

"میں آپ کو زیادہ ڈیٹیل نہیں دوں گا، البتہ آپ سے ضرور امید کروں گا کہ آپ خود بھی اس معاملے کی تہے میں جانے کی کوشش نہیں کریں، اور اس معاملے کو مجھے اپنے طریقے سے ہینڈل کرنے کا موقع دیں۔۔۔"

اب کے وہ سنجیدہ تھا۔

اس کی الجھی سی فرمائش پر داجی کے ماتھے پر رعبدارانہ بل نزدیک آئے تھے۔

"معاملہ میری سوچ سے زیادہ گمبھیر لگ رہا ہے۔۔۔۔؟"

داجی کو اس کی غیر متوقع فرمائش بری طرح کھٹک گئی تھی۔

"جی ایسا ہی ہے، لیکن ہنوز یہی کہوں گا آپ ذاتی طور پر اس میں ملوث نہ ہوں۔۔۔"

"تم مجھے بتا سکتے ہو ہم مل کر حل ڈھونڈ سکتے ہیں۔۔۔"

داجی تشویش میں پڑے تھے۔

"داجی پلیز، اگر آپ مجھے جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے اتنے گمبھیر مسئلہ کی اگر میں ذمہ داری تنہا لینا چاہتا ہوں تو، لازماً کوئی ٹھوس وجہ ہو گی میرے پاس۔۔۔۔" اس نے اپنے لفظوں پر زور دیا تو داجی نے نیم والب بھینچ لئے۔

"لیکن اس کی آج کی اس حرکت کو پنچائیت میں اٹھانا تو پڑے گا ناں، ہم علاقے کی امن و سکون کے کوشاں ہیں، اس کا مطلب یہ تو نہیں کوئی بھی آکر ہماری حویلی کا ماحول خراب کر جائے۔۔۔"

"آپ کو جو کرنا ہے آپ کیجئے گا، لیکن کچھ ٹائم تک آپ کو بالکل ایسے رہنا ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔۔۔۔"

"ایسے کیسے ہم۔۔۔۔"

"داجی، جب دشمن کو وار کے جواب میں خاموشی ملے تو اس کے اندر کھلبلی مچ جاتی ہے، اور پھر ایسی خبط لحواسی طاری کرتی ہے کہ پھر وہ، وہ پتے بھی کھول دیتا جس کا دانستہ اس کا کوئی ارادہ ہی نہیں ہوتا۔۔۔۔"

اس کے سپاٹ لہجے میں کچھ ایسا اسرار تو تھا جس پر داجی نے چند ساعت خاموشی سے غور کرنے کے بعد اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"لیکن کچھ ہی دن، جیسے ہی حویلی سے سارے مہمان روانہ ہو جائیں گے ہم اخلاق حسین کی اس حرکت کا ایسا درست جواب دیں گے کہ۔۔۔"

"جی، میرے خیال میں اتنا وقت کافی ہے میرے لئے بھی۔۔۔۔" وہ گردن کو جنبش دیتا ہوا کمرے سے نکل گیا تھا۔

پیچھے داجی آرام سے تخت پر بیٹھ گئے تھے۔ اس اتھرے گھوڑے پر جتاتے نہیں تھے لیکن انھیں سب سے زیادہ بھروسہ تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"اچھا ہوا بدر آپ آ گئے، آپ ہی سمجھائیں کچھ وردہ بیٹی کو۔۔۔"بدر کے اندر داخل ہونے پر حاجی حکیم نے مورچہ اسے سونپا۔

"مجھے لگتا ہے مس وردہ کا فیصلہ اچھا ہے ابا، انھیں نئی جگہ جانا چاہئے نئے لوگوں سے ملنا چاہئے، ان کیلئے اچھا ہے۔۔۔"

"آپ بھی۔۔۔؟"

اسے الٹا وکالت کرتا دیکھ حاجی حکیم اور فاطمہ بی نے ناراضگی سے دیکھا جبکہ وردہ کی اٹھی نگاہ میں تشکر لمحے کیلئے ابھرا تھا۔

این جی اوٗ کے کسی کام سے فاطمہ بی ساوتھ ایریاز جا رہی تھی، جس میں شمولیت کا ابتدائی طور پر وردہ کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن حویلی والوں کا زور بڑھتا دیکھ اس نے اچانک پلان بنالیا تھا۔ ساتھ بدر کو بھی کل رات ہی اس نے یہ کہہ کر اپنا حامی کر لیا کہ،

"ڈاکٹر ای نو میں یہاں رہی تو آپ اپنی ایکسٹرا آرڈنری سائیکالوجکل ٹیکنِس یوز کر کے مجھے انھیں ایکسیپٹ کرنے پر کنوینس کر لیں گے، جو کے جینئین ایکسیپٹنس نہیں بلکہ چیٹنگ ہو گی، اینڈ ای وانٹ ٹوبی فیئر، مجھے انھیں ایکسیپٹ کرنے کیلئے ایٹ لیسٹ ون سنگل جینئن ریزن چاہئے سو۔۔۔"

اس کے لہجے میں بے بسی و عاجزی کا گہرا امتزاج تھا۔

"آپ جیسا چاہیں گی ویسا ہی ہو گا۔۔۔"

بدر بن ذکاء نے بنا ہیل و حجت اسے زبان دیا تھا اور اپنی زبان کا پاس بھی رکھا تھا۔

وہ پیکینگ کرنے اندر چلی گئی تو دونوں نے خفا سی نا فہم نگاہیں بدر پر ٹکائی۔

"ضروری ہے کہ وہ دور جا کر خود کو سوچنے کا موقع دیں۔۔۔" اس کے ٹھہرے انداز پر دونوں نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔۔

پھر کچھ ہی دیر میں بدر خود انھیں ایئرپورٹ چھوڑنے کیلئے شہر روانہ ہوا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

کہتے ہیں ناں اللہ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے، اس کی مرضی کے آگے بندے کی چاہ، سازشیں، ایڑی چوٹی کا زور کچھ نہیں چلتا۔

اس پاک ذات نے عزت بخشی تو ایسی کی تا قیامت تک لوگ مریمؑ کی پاکبازی کی قسمیں اٹھائیں گے، اور ذلت بخشی تو ایسی کی روز حشر تک فرعون پر لعنت ملامت برسیں گی۔

اخلاق حسین کی اتنے مہینوں کی منصوبہ بندی کا نتیجہ پروانے کی زندگی ثابت ہوا تھا۔

عثمانی حویلی میں خوشی کا سماں فقط لمحے کیلئے تھما تھا پھر خوشیوں کا موسم اسی عروج پر پہنچ گیا تھا۔

البتہ اگر بات فوری طور پر پنچائیت تک جاتی تو شائد معاملہ اچھل جاتا، لیکن اب بات جن چند لوگوں کے کان تک بھی پہنچ رہی تھی، وہ بھی حویلی والوں کی اعلیٰ ظرفی کے گن گان گاتے نہیں تھک رہے تھے، جس پر اخلاق حسین کے چاروں بھائیوں کا بس نہیں چل رہا تھا کیا کر دے۔۔

چاروں بھائی دم پر پیر پڑے ناگ کی طرح پھوں پھاں کرتے گھوم رہے تھے، انھیں جواب تو کرارا ملنے والا تھا لیکن کب اس خوف میں انھیں اندر ہی اندر گھلنا تھا مقابل کے اقدام تک۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

حویلی کی وسیع و عریض لان کو مایوں کی تقریب کی مناسب سے سجا کر چراغاں کیا گیا تھا۔ مہمانوں کی آمد و رفت جاری تھی، رونقیں چاروں جانب آسمان پر بکھرے ستاروں کی طرح بکھری ہوئی تھی۔

مرد و خواتین کا علیحیدہ انتظام تھا، عین رسم کے وقت دونوں دولہے کو اسٹیج پر طلب کیا جانا تھا۔ دی جان کے اصرار و یقین دہانی پر مقدس بھی دی جان کا دیا بھاری جوڑا پہن کر حجاب کر کے تقریب میں شریک ہوئی تھی۔

اور سب کی پر زور خواہش پر کچھ وقت کیلئے میرال کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھ کر معذرت کرتی ہوئی حویلی کے اندر آئی تو کمرے میں جاتے ہوئے، رخسار کے کمرے سے پریشان تاثرات لئے نکل رہی رضوانہ بیگم کو دیکھ وہ اپنے اٹھتے قدموں کو اس سمت مڑنے سے روک نہیں پائی تھی۔۔

اس پر نظر پڑتے ہی رضوانہ بیگم نے نم آنکھوں کے گوشے صاف کرتے سرد سانس فضا کے سپرد کی تھی۔

وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں انھیں تسلی دیتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

جہاں توقع کے عین مطابق اسی دن والے شکن آلود لباس میں رخسار الجھی بکھری سی حالت میں اسے لان میں کھلی کھڑکی میں کھڑی ملی تھی۔۔

"مجھے اپنے اقدام پر کوئی افسوس نہیں ہے ماں سا، اپنا بہتر سوچنے کا جائز حق رکھتی ہوں میں، بس افسوس ہے تو اس کا کہ یہاں بھی قسمت نے میرے معاملے میں اپنی فطرت نہیں بدلی۔۔۔۔۔؟"

اس کا لہجہ بکھرا بکھرا تھا جیسے اندر سے وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی ہو۔

یہاں مقدس کم از کم اس کی کیفیت سمجھ سکتی تھی۔ کیونکہ بدنامی کے اس کنارے سے وہ گزر چکی تھی چند ماہ قبل۔

"قسمت کی فطرت میں لچک ہے ہی نہیں تو بدلے گی کیسے؟ ہمیں اپنے یقین سے اسے شکست دیکر اپنا حامی کرنا پڑتا ہے۔۔۔"

"آپ۔۔۔؟"

وہ کچھ چونک کر اس کی طرف مڑی تھی۔

کاٹیج سے واپسی کے بعد دوبارہ مقدس کو اس نے نہیں دیکھا تھا۔ جبکہ اسے امید تھی وہ جذباتی سہارا دینے کے نام پر اپنا اور اپنے شوہر کا عظیم احسان جتانے یا اس کی شکستہ حالت کا مزہ لینے ضرور آئے گی، آخر کسے دوسروں کی بے بسی سے لطف اٹھانا اچھا نہیں لگتا۔ اور وہ تو وہ انسان تھی جس نے روز اول سے اسے اس کے شوہر کے حوالے سے نیچا دکھانے کا کوئی موقع ضائع جانے نہیں دیا تھا۔

"دراصل نیچے بہت سے لوگ آپ کے متعلق پوچھ چکے ہیں، یہ کہنا قطعی مبالغہ آرائی کے زمرے میں نہیں جائے گا کہ نیچے لوگ دلہن سے زیادہ آپ کے منتظر ہیں، اسی لئے دی جان نے بلخصوص ہمیں آپ کو لیکر آنے کیلئے بھیجا ہے۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے رضوانہ بیگم کی مشکل آسان کرنے کیلئے نیم چھوٹ کا سہارا لیا۔

باقی پوچھنے والی بات تو درست ہی تھی۔

"میرے متعلق۔۔۔؟" اس نے تمسخرانہ اپنی جانب اشارہ کیا۔

"جی آپ ہی کے متعلق باقی سب وہاں موجود ہیں۔۔۔۔"

اس نے بھی لفظوں پر زور دیا تھا۔

"کسی کا مضحکہ اڑانے کا یہ کوئی نیا طریقہ ہے کیا مسز دلاور سا۔۔۔؟"

متورم گلال آنکھوں میں ٹوٹی کانچ سی چبھن لئے اس نے مقدس کو دیکھا۔

"آپ منہ دھو کر آجائیں ہم مدد کر دیتے ہیں آپ کی تیاری میں۔۔" سر جھٹکتے اس نے موضوع بدلنا چاہا۔

"اوہ پلیز، اگر آپ کو میری حالت، میری بے بسی میرے ساتھ ہوئے بدھے مذاق پر ہنسنا ہے تو میرے منہ پر ہنسیں، چاہیں تو باہر اکٹھا لوگوں کو ساتھ ملا کر ہنسیں، پر ترس و ترحم کے سکے نہیں ڈالیں میری جھولی میں، زہر لگتی ہے مجھے ڈپلومسی۔۔۔"

اس کے اندر پکتا ہوا لاوا ایکا ایک پھوٹا تھا۔

جواباً مقدس نے طویل سانس اندر کھینچ کر آزاد کرتے تیز تیز سانس لے رہی رخسار کو دیکھا جس کا نازک بدن برگ زرد کی طرح لرز رہا تھا۔ شائد نہیں یقیناً اس نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔

چند ساعت تک روم کی فضا میں سانسوں کی مدھم آواز گونجتی رہی، پھر توقف سے مقدس کا سنجیدہ مگر تحمل بھرا مترنم لہجہ گونجا۔

"جانتی ہیں رخسار ہمارے بھائی سیکالوجسٹ ہیں، اور وہ کہتے ہیں،

"انسان کی شخصیت کے تین پہلو ہوتے ہیں!

اک وہ، جو وہ ہے،

اک، جو وہ سمجھتا ہے کہ وہ ہے،

اک، جو وہ بظاہر نظر آتا ہے۔۔

عقل مند کی نظر پہلے پر ٹھہر جاتی ہے،

مطلب پرست یا موقع پرست دوسرے کو یعنی آپ کے فریب کو نشانہ بنا کر حسب توفیق فائدہ اٹھاتے ہیں،

اور۔۔۔عام زمانہ تیسرے پر بیٹھے بٹھائے ججمنٹ پاس کرتی ہے۔

ایسے میں پہلے سے بھلے دوستی نہیں کریں،

لیکن!

دوسرے سے حتیٰ المکان 'اجتناب'

اور تیسرے کو حتیٰ المقدور 'نظر انداز 'لازمی کریں، تبھی زندگی سہل اور خوبصورت محسوس ہو گی۔۔"

اس نے لمحے کا توقف لیا۔

"ہمارے دل میں آپ کیلئے کوئی بغض نہیں ہے، ہم یا تو کہہ دیتے ہیں یا نظر انداز کر دیتے ہیں، کیونکہ ہمیں نہیں لگتا ہمارا دل اتنا بڑا ہے کہ ہر چیز وہاں رکھ دی جائے، البتہ اس بات کا لازمی اقرار کرنا چاہیں گے کہ ہمیں آپ سے ایک خاص قسم کی انسیت ہے، جو بے وجہ ہرگز نہیں ہے۔۔۔۔۔۔"

آخر میں اس کا لہجہ مسکرایا تو سپاٹ تاثرات لئے بے توجہی سے اسے سن رہی رخسار نے نا سمجھی سے بھویں سکوڑی۔

"آپ مزاجاً اپنے بھائی سا سے بہت مماثلت رکھتی ہیں، جلد باز اور خود سب طے کر لینے والی۔۔۔۔"

مسکرا کر شریر پلکوں کی باڑ گراتے اس نے رخسار ہی کو نہیں بلکہ ڈور فریم میں کھڑے دلاور کو بھی جواب دیا تھا جس کا عکس وہ آئینہ میں دیکھ چکی تھی یقیناً وہ اسے ڈھونڈتا ہوا اس چوکھٹ کی راہ بھٹکا تھا۔

"اہم! اہم!"

دلاور نے توجہ مبذول کروانے کیلئے گلا کھنکارا تو نا صرف رخسار کی بلکہ ایک جانب لب سئے کھڑی رضوانہ عثمانی کی نگاہ بھی اس پر گئی۔ جس کے پیچھے معظم بھی کھڑا تھا۔

رخسار نے غیر محسوس انداز میں شانے پر موجود آنچل کو سر پر لیا تھا۔

"دی جان کے کمرے میں کوئی تھال رکھا ہے آکر دے دیں۔۔۔" وہیں سے ہانک لگاتے ہوئے وہ واپسی کیلئے مڑا تھا۔

پر اگلے قدم پر عقب سے ابھری آواز نے اس کے قدم منجمد کئے تھے۔

"تت۔۔ تمہارا، تمہارا بہت شکریہ، تم نے نا صرف میری بیٹی کی عزت بچائی بلکہ اس کا بھرم بھی قائل رکھا ہے، میں اپنی آخری سانس تک تمہارے اس احسان کو یاد رکھوں گی۔۔ بہت بہت شک۔۔۔" بقیہ الفاظ نمکین گولے نے حذف کر لئے تھے۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"

توقف لیکر بمشکل مقدس کے اتنا سمجھانے کا پاس رکھتا وہ لمبے ڈگ اٹھاتا وہاں سے نکلا تھا۔

اتنے سالوں میں آج پہلی مرتبہ رضوانہ عثمانی اس سے مخاطب ہوئی تھی۔اس کے اندر ایک دھواں سا بھرنے لگا تھا۔

مقدس اس کے پیچھے ہی نکلی تھی۔

"آپ کا بھی بہت شکریہ معظم بیٹا، آپ کا احسان۔۔۔۔"

"پلیز ممانی سا، بیٹا کہہ رہی ہیں تو شکریہ اور احسان جیسے الفاظ کا استعمال کر کے میرے جذبات مجروح نہیں کریں، میں نے جو کیا وہ میرا فرض تھا۔۔۔"نرمی سے کہتے اس نے ایک نظر رخسار پر ڈالی۔

"جیتے رہو۔۔۔"شدت جذبات سے مغلوب ہو کر رضوانہ عثمانی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"میں اب چلتا ہوں، کسی چیز کی ضرورت ہو تو لازمی یاد فرمایئے گا۔۔۔"اس نے انکساری کا مظاہرہ کیا۔

دنیا کی آخری قابل دید شئے کی طرح قالین کو گھور رہی رخسار نے لحظے بھر کیلئے نظر اٹھائی تو مقابل کی مقناطیسی نگاہوں سے ہوئے زبردست تصادم نے اسے بڑی طرح گڑبڑا دیا تھا۔

وہ فوراً سے بیڈ پر سے کپڑے اٹھا کر بوکھلاہٹ میں واش روم میں بند ہوئی تھی۔جس پر معظم کے لبوں کی تراش میں جاندار مسکراہٹ نے جگہ بنائی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

اسٹیج پر دلہنوں کے بعد اب دولہے کی رسم ہو رہی تھی۔

دلاور کو رسم میں لانے کی عظیم ذمہ داری اس کے ناتواں کندھوں پر تھی، جسے گھسیٹ کر اس نے جیسے تیسے پوری تو کر دیا تھا لیکن اب جس طرح وہ باران کے ساتھ اسٹیج پر منہ سڑا کر بیٹھا تھا، معظم کو خدشہ گزرا وہ کسی بھی وقت کسی کا بھی سر پھاڑ دے گا۔

معظم جان کی امان مانگتا ہوا حفظ ماتقدم کے تحت آکر صغریٰ دادی کے ساتھ نیچے خصوصاً ان کیلئے لگائے گئے تخت پر بیٹھ گیا تھا۔

"یہ تاجور اور حاجرہ ہی ہیں جو اس لڑکے کو بگاڑ رکھا ہے، میں نے کان سے پکڑ کر ٹھیک کر دینا تھا، خاندانی رسم و روایات کی اہمیت ہی نہیں اس کی نظروں میں۔۔۔۔۔۔۔"

صغریٰ دادی دلاور کے خراب تاثرات سے سخت نالاں تھی۔

"دادی سا، اسے عادت نہیں بھیڑ بھاڑ کی وہ مختلف مزاج رکھتا ہے۔۔" معظم نے اس کی وکالت۔

"اسے عادت نہیں ہے، اور تاجور چاہتے ہیں کی اسے پورے خاندان کی باگ ڈور سونپ دیں، گد۔۔۔۔"

روانگی میں کہتے انھوں نے لب دبائے تو معظم نے انتہائی حیرانگی سے انھیں دیکھا پر بولا کچھ نہیں۔۔

"تم شیراز کی بیٹی رخسار ہو ناں۔۔۔؟"

ناک پر چشمہ درست کرتے انھوں نے چونکنے کے انداز میں وہاں سے گزر رہی رخسار کو مخاطب کیا تو اسٹیج پر دلاور کی درگت سے محظوظ ہو رہا معظم الرٹ انداز میں اس جانب متوجہ ہوا۔

"جی!" اس نے ہولے سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

ان کے چونکنے پر اس کے دل میں گڑی انی کی تکلیف اس کی خوبصورت آنکھوں کی گہرائیوں میں وہ لمحے میں پڑھ کر لب بھینچ گیا تھا۔

"نظر ہی نہیں آ رہی ہو، تمہاری ماں سے ایک دو مرتبہ پوچھا تو کوئی نا کوئی بہانہ بنا دیتی ہیں۔۔۔"

اپنے مخصوص کرخت انداز میں انھوں باز پرس کیا تھا۔

"میں لوگوں کو کم ہی نظر آتی ہوں، شائد میری شخصیت ہی ایسی ہے۔۔۔" آخری کے الفاظ اس نے زیر لب ادا کئے تھے پر معظم کی سماعت محظوظ ہوئی تھی۔

پھر کسی کے بلانے پر وہ اجازت طلب کرتی پیروں کو چھورہے آنچل کو سنبھالتی ہوئی اس جانب بڑھ گئی تھی۔

"رضوانہ اور شیراز سے بالکل ہی مختلف ہے شیراز کی بیٹی، پہلے میری نظر کیوں نہیں پڑی۔۔۔۔۔؟"

بہت کم لوگوں سے متاثر ہونے والی اس کی دادی اس لڑکی کی متوازن اور مضبوط شخصیت سے متاثر تھیں۔

"جی، بہت منفرد ہیں وہ عام لڑکیوں سے۔۔۔۔" معظم کا لہجہ کھویا کھویا سا تھا۔

وہ ہنوز اسی کیفیت میں مبتلا تھا، پر وہ پوتے کی انداز و الفاظ پر ٹھیک ٹھاک چونکی تھی۔۔۔

ان کی زیرک نگاہوں کو لمحہ لگا تھا اس کی نگاہ و انداز میں پنہاں اس خاص جذبہ کو سمجھنے میں۔۔

"کتنی عام لڑکیوں سے تمہارا واسطہ پڑتا رہتا ہے روزانہ۔۔؟"

"ججج۔۔۔جی۔۔۔۔؟" وہ ہڑبڑا کر تخت پر سے کھڑا ہوا تھا۔

"وہ دادی سا میں تو۔۔۔۔"اس نے ایک طویل سانس کھینچ کر خود کو تیار کیا۔

"تقریب کے بعد میرے کمرے میں آنا بات کرنی ہے۔۔۔۔"

وہ وہیں اسے اعتراف جرم سے سختی سے باز رکھتی ملاقات کیلئے آئی مہمان خاتون کی طرف متوجہ ہو گئی تو معظم موقع غنیمت جان کر اسٹیج کی گہما گہمی سے ذرا پرے سینے پر بازو لپیٹے کھڑی رخسار کی طرف بڑھ گیا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

میں اپنی زات میں گم ہو گئی ہوں اب ساری

مجھے توجہ نہیں چاہیے اب کسی کی!!

مسٹرڈ کلر کے لانگ شرٹ اینڈ پلازو پر بڑا سا نفیس کا مدار دوپٹہ اس کے دراز سراپے پر خوب جچ رہا تھا، جیولری کے نام پر کانوں میں چھوٹے چھوٹے سے آویزے اور جوڑے میں مقید بال، جن کی شریر لٹیں اس کے حسین چہرے کا طواف کر رہی تھی۔۔

وہ واقعی اس پورے محفل سے جدا الگ رہی تھی، اپنی سنجیدگی وسوگواریت کا امتزاج حسن سے آراستہ و پیراستہ۔۔

"دادی سا آپ کو دیکھ کر چونک اس لئے گئی کہ، آپ بہت مختلف نظر آرہی ہیں، بلکہ ہیں ہی آپ اپنی ہم عمر، ہم صنف دیگر وجود سے بالکل منفرد، اور یکسانیت کے ہجوم میں انفرادیت پر اچنبھے کا شکار ہو جانا ایک فطری عمل ہے، جس پر کم از کم بشر کا زور نہیں چلتا۔۔۔"

مبہم لہجے میں صفائی دیتا ہوا وہ چند قدم کے فاصلے پر روبرو ٹھہر گیا تھا۔

"اسے میں کامپلیمنٹ سمجھو یا کریٹیسیزم۔۔۔۔۔؟"

خصوصی احتیاط کے ساتھ چنندہ الفاظ میں دی گئی وضاحت پر کوئی اور دوشیزہ ہوتی تو نہال ہو جاتی، لیکن رخسار عثمانی کا روکھا سا سوال۔۔۔

معظم کو بے ساختہ امڈ آئی مسکراہٹ کو دبانے کیلئے گردن کو خم دیتے اس کی نازک سینڈل میں مقید صندل پیروں پر نگاہ ٹھہرانا پڑا۔

"آپ کو کامپلیمنٹ دینے کی جرات والی آتھارٹی سے فل حال میں محروم ہوں، اس کیلئے کچھ اسپیشل رائٹز مجھے اپنے نام ریزور کرنے ہوں گے، اور رہی بات کر ٹیسیزم کی تو۔"ڈرامائی توقف لیتے اس نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا جیسے 'یہ میرے بس کا نہیں کہنا چاہ رہا ہو!'

"اور پھر آپ کے بھائی کے ہاتھوں ہوئی دھلائی کو کوئی اتنا زیادہ بھی وقت نہیں گزرا بھول جانے کیلئے، سو اسے وضاحت سمجھ لیں، یا آپ کی ہوئی دل آزاری کا مداوا کرنے کی ادنیٰ سی کوشش۔۔۔۔۔؟"

سینڈل سے نگاہ اٹھاتے وہ چہرے تک لے گیا پھر جیسے احترام میں وہاں سے نگاہ جھکالی۔

اس شخص کو دیکھ کر لگتا نہیں تھا وہ عام حالات میں یوں محتاط انداز میں تفصیلاً طول مول کر بات کرنے کا عادی ہو گا، لیکن اس کے مقابل ہمیشہ وہ ایسے ہی بات کرتا تھا۔۔

اور اپنے جذبات کا اعتراف کرنے کا شائد ہی کوئی موقع ہو گا گزشتہ ماہ سے جو اس نے ضائع جانے دیا ہو۔۔

"پھر میں امید رکھوں کے آپ دادی سا کی بات کو دل پر نہیں لیں گی۔۔۔۔؟"

اس کے متفکر مگر پر امید سوال پر وہ خیالوں کی نیند سے بیدار ہوئی تھی۔

"دیکھئے معظم سا، آپ نے جو بھی کیا میرے لئے میں اس کیلئے آپ کی احسان مند ہوں، پر میں۔۔۔۔"

"پلیز رخ، میں نے جو کیا وہ میرا فرض تھا، اور یقین کریں، ایک سیکنڈ کیلئے بھی اگر میں چوک جاتا تو باخدا میں تاحیات اپنے آپ کو معاف نہیں کر پاتا، میں آپ کے خوابوں کو پورا کرنا چاہتا ہوں پلیز ایک موقع دیں۔۔" لہجے میں تڑپ لئے ٹوکتے موقع غنیمت جان کر اس نے مسئلہِ دل بھی گوش گزار کیا تھا۔

اس کے جذبات کی صداقت اس کی آنکھوں میں صاف حرفوں میں درج تھی، شک کا سوال نہیں اٹھتا تھا، پھر بھی جواباً اس نے کٹھور سوال داغا تھا۔۔

"ترس۔۔۔؟"

"ترس نہیں محبت، محبت میں محبوب کے خوابوں کو جینے کا بھی اپنا ہی مزہ ہے، میں آپ کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کی راہ میں آپ کا ہمقدم ہونا چاہتا ہوں، آپ بس مجھے ایک موقع دیں، فقط ایک اعتبار کا موقع۔۔۔۔۔"

وہ سراپا محبت بنا کھڑا تھا۔

رخسار کو اپنا وجود ایک ان دیکھی زنجیر میں جکڑتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"آپ چاہتے ہیں میں آپ کا، آپ کے خالص جذبات کا فائدہ اٹھاؤں، اپنے خوابوں کی تعبیر کیلئے۔۔۔؟"

"آپ کا ساتھ میری زندگی کا سب سے بڑا خواب ہے، جسے میں حقیقت بنانا چاہتا ہوں، اور اپنے حقیقت کے ہر خواب کو حقیقی شکل دینا میرا فرض ہے، اور فرض میں فائدہ و نقصان کا احتساب نہیں ہوتا ہے۔۔۔۔۔"

اس کا لہجہ مضبوط ارادوں کی پختگی کا دلیل تھا۔

رخسار لاجواب ہوئی تھی۔

تیری حیات سے جُڑ جاؤں واقعہ بن کر

تیری کتاب میں میرا بھی اِقتباس رہے!

درمیانی خاموشی میں معظم کا جذبات میں گندھا شعر سرسرایا تو وہ خیالوں کے یلغار سے نکلی۔

"اگر آپ کے جذبات چڑھتے سورج کے مثل نکلے تو زوال پر سارے خسارے آپ ہی کے دامن میں گریں گے، اپنے رسک پر رسک لیجئے گا بھٹی صاحب!!"

اپنا فیصلہ سنا کر وہ جا چکی تھی پیچھے وہ ہنوز بے یقینی کی کیفیت میں گرفتار بت بنا کھڑا تھا۔

کافی دور جانے کے باوجود نگاہوں کے گہرے ارتکاز کو اپنے قدموں سے ہنوز الجھا محسوس کر، دھڑکتے دل کے ساتھ رخسار نے گردن ذرا سا موڑ کر دیکھا تو وہ وہیں ویسے ہی بے یقین سا مجنوں کیفیت میں کھڑا تھا، جیسے اپنی خوش بختی پر اعتبار کرنا اس لمحے اس کیلئے دنیا کا مشکل ترین کام ہو۔

اس کی کیفیت، اس کی صداقت، اس کی روشن روشن آنکھوں میں محبت و چاہ کے ڈھیروں رنگ اتنی دور سے بھی وہ دیکھ سکتی تھی۔

جس کی حدت نے اس کی برف سی سرد دھڑکنوں میں حرارت کا احساس جگایا تھا۔

اپنی ذرا سی پذیرائی سے ہوئی اس شخص کی کیفیت دیکھ بدلی اپنی دھڑکنوں کی لے پر وہ جتنی حیرانگی کا اظہار کرتی کم تھا۔

ساتھ ہی اس دل آویز کیفیت نے اس باغی لڑکی کو احساس دل تھا کہ وہ کبھی بھی زمانے بھر کی محبت و توجہ کی متقاضی تھی ہی نہیں۔

اس نے نہیں چاہا تھا کہ وہ ہر نظر کی منظور نظر، ہر محفل کی روح رواں، ہر لب کا پسندیدہ موضوع بنے، اس کی تو بس اتنی سی جائز خواہش تھی کہ کوئی رخسار عثمانی کو بحیثیت رخسار جاننا چاہے، اسے اس کی شخصیت کو تسلیم کرے۔

اور اس شخص کا ایک ایک انداز چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا اس نے سالوں بیٹھ کر بڑی فرصت سے اسے دل و جان سے حفظ کیا ہے۔۔

ہاتھ پر ہاتھ رکھا اُسنے تو معلوم ہوا

ان کہی بات کو کس طرح سنا جاتا ہے!!

وہ زمانے کے سامنے انٹ شنٹ بکواس کرنے والا اس کے سامنے سید ھا مذہب و با ادب ہو جاتا تھا، جیسے اس کی نظر میں اپنی اہمیت نہیں کھونا چاہتا ہو۔

اس کا محتاط لب و لہجہ یاد کرتے اس کے کٹاؤ دار لبوں پر بے ریا سی مسکراہٹ پوری دلکشی کے ساتھ سجی تھی۔

"ارے، تم یہاں ہو وہاں سب تمہیں رسم کیلئے ڈھونڈ رہے ہیں۔۔"

کسی کزن نے پکڑ کر اسے دنیا تصور کی شادابیوں سے حقیقت میں کھینچا تو بجائے وہ ہمیشہ کی طرح بھڑک کر یا منہ بنا کر کچھ کدورتوں میں لپٹا کسیلا لفظ کہنے کہ ہولے سے سر کو جنبش دیتی ہوئی اسٹیج کی طرح بڑھ گئی تھی۔۔

باران کے بعد دلاور کی رسم کرتے ہوئے اس کے انداز میں آج کسی قسم کا تند و تلخ جذبہ پنہاں نہیں تھا۔ پیسے وارتے ہوئے اس کی بے ارادی نگاہ اس پر گئی تو دلاور کی آنکھوں میں حیرانگی دیکھ وہ چونکی نہیں تھی بلکہ اس کی فطرت سے واقفیت رکھنے والے وہاں سب ہی حیران تھے۔ لیکن وہ دھیان دئے بغیر اسٹیج سے اتر گئی تھی۔۔

بھیڑ اسے چاہئے نہیں تھی، لیکن اللہ نے اسے پربتوں کی وسعتوں سے زیادہ محبت وچاہت لٹانے والے شخص سے نواز دیا تھا، جس نے اپنی جان پر کھیل کر اس کی عزت و حرمت کی حفاظت کی تھی۔ دلِ بے کل کو یہ احساس قرار بن کر سہلانے لگا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

آج عقد کی تقریب تھی، چونکہ نکاح دونوں جوڑی کا پہلے ہی ہو چکا تھا بعد نماز ظہر 'حق مہر' کی رسم ادا ہونی تھی۔

'حق مہر' کی رسم عثمانی خاندان کی وہ دیرینہ رسم تھی، جس میں نکاح کے بعد دولہا دلہن کو پھولوں سے سجے تھال میں مہر میں دی گئی رقم، زیور، زمین کے کاغذات کو سجا کر دلہن کو پیش کرتا ہے اور رشتے کو قبول کرنے، اسے بطور شوہر تسلیم کر اپنے جسم وجاں کا مالک بنانے، اس کی عزت افزائی کرنے کیلئے ممنونیت کا اظہار کرتا ہے۔

کیونکہ اسلام میں حق مہر کا مطلب قطعی بھی عورت کی قیمت نہیں ہے، جیسا کہ بہت سے جاہل و ناقص علم سوچتے ہیں، بلکہ حق مہر تو عورت کا جائز حق ہے، عزت و احترام ہے جو اسے زوجیت میں لینے والا مرد اسے دیتا ہے، اپنے آپ کو قبول کرنے کیلئے ممنونیت کا اظہار کرتا ہے۔۔

رسم کا انتظام حویلی کے اندرونی حصے میں کیا گیا تھا۔

مختلف تازہ پھولوں سے اسٹیج کو دلہن کی طرح سجایا و مہکایا گیا تھا جس کے درمیان میں لگے جھولے کو مکمل طور پر تازہ موگرے اور گلاب کے پھولوں سے دلہن کی طرح سنوارا گیا تھا۔

مقدس کا خیال کرتے اس رسم میں شرکت کی بہت مختصر اور خاص لوگوں کو ہی اجازت تھی۔

چونکہ داجی اور گھر کے دیگر مردان میں شامل تھے لہٰذا مقدس نے نقاب کر لیا تھا۔ حاجی حکیم اور بدر نے اس رسم میں بلخصوص شرکت کیا تھا۔

کیونکہ یہ ایک ایسی حسین رسم تھی جو شائد دنیا کے ہر مرد کو کرنا چاہئے، کیونکہ اسلام کی ہر شہزادی ایسی عزت و تکریم کی حق دار ہے، یہ حق چودہ سو سال قبل اسے دیا گیا ہے۔

گولڈن کلر کے گوٹے کنارے کا دیدہ زیب لباس زیب تن کئے پھولوں کے زیور سے آراستہ دونوں دلہنیں کسی پھولوں کی دیس آئی شہزادیاں لگ رہی تھی۔۔

"اب اسٹیج پر جا کر دونوں جو بھی وعدہ کرنا اسے اپنی آخری سانس تک وفا کرنے کے پختہ ارادے کے ساتھ کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔"

دونوں کو پیتل کے بڑے بڑے تھال اٹھانے کا اشارہ کرتے دی جان نے متبسم ہدایت کی تھی۔۔

"اور ہاں بیٹا، اس تھال کو قبول کرتے ہوئے آپ جو چاہیں ان دونوں سے فرمائش کر سکتی ہیں، اور یہ پابند ہوں گے آپ کی فرمائش کو پورا کرنے کے۔۔۔۔۔"

داجی نے اسٹیج پر بیٹھی دونوں کو مخاطب کرتے ٹکڑا لگایا۔

"ارے واہ، آپ دونوں کی تو عیش ہے بھابی سا، میری مانیں تو ان دونوں کی سیلف اکوائیر پراپرٹی مانگ لیں، خاصے امیر ہیں آپ لوگوں کے شوہر نامدار۔۔۔۔۔"

آران نے چٹخارہ لیتے نادر مشورے سے نوازا جس پر پوری محفل نے گردن گھما کر اسے دیکھا تھا لیکن موصوف کی بے نیازی کا کیا ہی کہنا تھا۔

"ویسے دی جان آپ نے داجی سے کیا مانگا تھا۔۔۔۔؟"

وہ متجسس تاثرات لئے کمال دیدہ دلیری کا ثبوت دیتا دی جان کے قریب آیا تو مضراب کا من کیا کہیں اپنا سر مارے آخر اتنا اترنگی کوئی کیسے ہو سکتا ہے۔

"ہم بتائیں۔۔۔؟" پیچھے سے داجی نے اپنا بھاری ہاتھ اس کے شانے پر رکھا۔

"نن۔۔ نہیں داجی میں تو بس۔۔۔" وہ کھسیا کر پیچھے ہوا تھا۔

"میں نے آپ کے داجی سے اپنے خاندان کی امان مانگی تھی، اور آج تک آپ کے داجی نے اس وعدے میں خیانت نہیں کی ہے۔۔۔۔" دی جان کا لہجہ مسکرایا تھا۔

"واہ، اور ماں سا، تائی سا آپ نے۔۔۔۔"

"آریان!!" صغریٰ دادی کی کرخت تنبیہی آواز پر وہ لبوں پر انگلی رکھتا ہوا پیچھے ہوا تھا۔

"اپنی حرکتوں کی بدولت ادھار کی زندگی جی رہے ہو تم۔"

رخسار تاسف کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکتی۔

"استغفار پڑھو، کیوں اپنی کزن کو بیوہ کرنا چاہتی ہو۔۔۔۔"

مضراب کو دیکھ اس نے آنکھ دبایا۔

جواباً رخ موڑ لینے پر، اسٹیج کی طرف متوجہ ہوا جہاں وہ دونوں تھال لئے جھولے کی جانب بڑھ رہے تھے۔۔

"جو کہنا ہے دل سے پوری ایمانداری سے کہنا، یہاں ناک بھوں چڑھایا تو ہم برداشت نہیں کریں گے، خواہ مقابل کتنا ہی بڑا حریف زادہ کیوں ناں ہو۔۔۔۔۔؟"

داجی بھی اپنے نام کے ایک ہی پیس تھے۔

آدابِ رقابت نبھانے کا کوئی موقع نہیں جانے دیتے تھے۔۔

دلاور نے اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے زہر کا گھونٹ اندر اتارا، اور پھر جب نگاہ سامنے اٹھی تو نقاب سے جھانکتی ہوئی متبسم جھیل سی آنکھوں نے خود بخود اس کے رگ وپے میں تراوٹ اتار دیا تھا۔

یہ آنکھیں، یہ وجود، اس کے سکون کا مسکن تھا، اس کی بے چینیوں کی دوا تھی۔۔اس کے پاس الفاظ نہیں تھے، اسے آداب نہیں آتے تھے، جن سے وہ اس لڑکی کو شکریہ کہتا اپنی زندگی میں آکر اسے زندگی کے معنیٰ سے متعارف کروانے کیلئے۔۔

"سنا ہے وعدے وعید خوبصورت لفظوں کا جال ہوتے ہیں، اور آپ تو جانتی ہی ہیں، میں لفظوں کی کاری گری سے قطعی ناواقف ہوں، اس لئے میں آپ سے بس اتنا کہوں گا آپ میرے لئے قابل احترام ہیں، اور ہمیشہ رہیں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اپنی گمبھیر آواز کو فقط مقدس کی سماعت تک محدود رکھتا ہوا وہ تعظیم میں جھکنے کے انداز میں جھکا تھا اور تھال سامنے تپائی پر رکھتا نرمی سے اس کا حجاب میں لپٹا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر پیشانی پر پوری عقیدت سے شدتِ لب رکھتا نا صرف مقدس کو بلکہ پوری محفل کو انگشت بدندان چھوڑ آرام سے پیچھے ہٹا تھا۔

چونکہ کوئی دلاور عثمانی داحریف زادہ سے ایسے کھلے عام عملی اعتراف کی توقع نہیں رکھتا تھا، تبھی بے یقینی کے بعد آریان جیسی ینگ جنریشن کی جو حس پھڑکی تھی وہ اسے چھیڑنے کی تھی، لیکن اس کے تاثرات دیکھ دل مسوس گئے۔۔

لیکن داجی تو داجی تھے ناں۔۔

"کیا وعدہ دیا ہے، ہمیں جاننا ہے، آخر کو یہ انتظامات اسی سلسلے میں ہوئے جن۔۔۔!!" داجی نے رعبدارانہ انداز میں نقطہ اٹھایا۔

"دی جان، آپ نے تو کہا تھا رسم کرنی ہے، یہ نہیں بتایا تھا پورے مجموعہ کو مخاطب کرتے ہوئے حلف اٹھانا ہے۔۔۔۔؟"

وہ بھلا کب ان کے رعب میں آیا تھا۔

اس کے کھڑے جواب پر جہاں کچھ نے منہ بنایا، کچھ نے ہنسی دبائی، وہیں داجی نے دانت کچکچائے تھے۔

"کیوں مکرنے کا ارادہ رکھتے ہو کیا۔۔۔؟"

بات حریف زادے کی ہو تو داجی حاکم سرکار سے ایک روایتی مقابلے باز بن جاتے تھے۔

دی جان نے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ کا پوتا ہوں، دی گئی زبان کیلئے دشمن کے جان لیوا حملے کو تک معاف کر سکتا ہوں۔۔۔ لیکن بے فکر رہیں، آپ کی طرح "انھیں" تکلیف دینے والے کو معافی دینے کا وعدہ نہیں کیا ہے، کیونکہ جو انھیں تکلیف دے گا اس کی ہڈیاں تو میں توڑوں گا ہی، ساتھ اس بات کو بھی یقینی بناؤں گا کہ جڑنے کی کوئی امید بھی باقی نہ رہے۔۔۔۔۔۔"

اس کے پہلے جملے پر جہاں داجی کا سینہ فخر سے چوڑا ہوا تھا دوسرے پر جبڑے بھینچ کر فقط اسے خشمگیں گھوری ڈال کر رہ گئے۔

چونکہ باری باران کی تھی سو جلد ہی سب کی توجہ واپس اسٹیج پر مبذول ہو گئی تھی۔۔

"میری جانب دیکھیں۔۔۔۔"

تھال تپائی پر رکھ کر نرم سے لہجے میں ہوئی فرمائش پر گردن جھکائے بیٹھی میرال نے سانس روک کر نگاہ اٹھائی تھے۔ جس میں خوف وخدشات کی بدلیاں منڈرا رہی تھی۔

باران کے مثبت کردار نے کافی حد تک اس کی ڈھارس بندھائی تھی، لیکن آج رات سے عملاً اس شخص کی زندگی میں اسے داخل ہو کر اس پہچان کو جینا تھا۔

"میں اس اعتبار کا بھرم تبھی قائم رکھ پاؤں گا، جب آپ اس اعتبار کی ڈور کو مضبوطی سے تھامے میری ہمراہی میں قدم اٹھائیں گی، زندگی کے ہر نئے تجربے کیلئے۔۔۔۔"

نرمی سے اس کے جھکے سر پر اپنا بھاری ہاتھ رکھ کر وہ مبہم سا مسکرایا تو میرال کی گردن کچھ اور جھک گئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

ستاروں سے سجا جگمگ کرتا آسمان اپنے چاند ستاروں کی ساری روشنیاں سمیٹ کر آج عثمانی حویلی کی وسیع و عریض لان میں ارمانوں کی رات لیکر اترا تھا۔

مخصوص لکھنوی شیروانی میں شانے پر شال لئے اپنے مقام و رتبہ کی نمائش کرتے ہوئے مرد حضرات، روایتی بھاری لباس میں شایان شان قیمتی زیورات زیب تن کئے انھیں برابر ٹکر دے رہی خواتین۔۔

حتیٰ کے سادگی پسند دی جان بھی آج مخصوص طرز پر تیار ہوئی تھیں۔

اور شہنائیوں کی بیلا میں نمایاں تھی وہ دو جوڑیاں، جن کیلئے یہ محفل سجی تھی، جن کے دم سے محفل سج رہی تھی۔

تقریب رفتہ رفتہ حسین سے حسین تر ہوتی ہوئی اس مقام پر پہنچ چکی تھی جو ایک لڑکی کی والدین کیلئے کٹھن مرحلہ ہوتا ہے، لیکن یہاں تو دلہنوں کو لان سے رخصت ہو کر خواب گاہ تک کا راستہ ہی طے کرنا تھا۔

لیکن پھر بھی اس گھڑی مسکراتی گنگناتی ملن کی گیت گاتی ہوئی فضا افسردہ و آبدیدہ ہو گئی تھی۔

ایسے میں جب رسم دنیا نبھانے میرال کے ماموا ور ممانی سامنے آئے تو پھر وہ ضبط کے سارے باندھ توڑ کر یوں ساون بادھو بن کر روئی کے بھانجی سے کوئی دلی وابستگی محسوس نہ کرنے کے باوجود ماموصاحب کی آنکھیں جھلک پڑی تھیں۔

میرال خود جانتی تھی یہ لوگ فقط یہاں خانہ پری کیلئے آئے ہیں، لیکن وہ اپنے بھاری دل کو کیسے سمجھاتی جو انھیں دیکھ ضبط کو کھو بیٹھا، یہ لوگ بھلے اسے اپنا نہیں مانتے تھے لیکن وہ جانتی تھی میکے کے نام پر یہی لوگ ہیں اس کے پاس۔۔

سب کے سنبھالنے پر وہ ان سے الگ ہوئی تھی۔ماموں نے ہولے سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا پھر مضراب نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا تھا۔

"کہتے ہیں بہن کو اپنے ہاتھوں سے رخصت کرنا ایک بھائی کیلئے سعادت کی بات ہوتی ہے، مجھے لگا تھا میں اس سعادت سے محروم رہ گیا، لیکن آپ لوگوں نے مجھے اس لمحے کو دوبارہ جینے کا موقع دیا ہے، اس کیلئے میں دل کی گہرائیوں سے آپ کا مشکور ہوں۔۔۔"

مقدس کو اپنے حصار میں لیتے اس نے بھیگی تشکر آمیز نگاہ دلاور کے پہلو میں کھڑے داجی پر ڈالتے کہا۔

"آپ نے ہمارے نالائق کو اپنی اتنی پیاری شہزادی بہن دے دی، ممنون تو ہم رہیں گے تاحیات آپ کے اور حاجی صاحب کے۔۔۔۔"جواباً داجی مسکرائے۔

"شہباز کے ابا، آج دولہا ہے وہ کم از کم آج تو۔۔۔۔"

دی جان کو لفظ 'نالائق' پر سخت اعتراض تھا۔

بھلا شہزادوں کی سی آن بان والا پورے ماحول پر چھا رہا ان کا وجیہہ پوتا یہ لفظ ڈیزور کرتا تھا وہ بھی اپنے سسرالیوں کے سامنے۔

"اچھا! اچھا! نیک بخت خطاء ہو گئی، ہم کہنا چاہ رہے تھے کوہِ قاف کے شہزادے کو۔۔۔۔!!" داجی فوراً لائن پر آئے تھے۔

جس پر آبدیدہ ماحول لمحے کیلئے زعفران ہوا تھا۔۔

"آپ کو پریشان کرنے کا کاپی رائیٹ بچپن سے میرے پاس رہا ہے، آگے بھی میرے پاس ہی رہے گا، میرے علاوہ کوئی یہ گستاخی کرے تو مجھے بتایئے گا، یوں تو آپ کے بھائی امن پسند ہیں، لیکن آپ کیلئے تشدت پسند بھی ہو سکتے ہیں۔!"

مقدس کی حجاب سے ڈھکی جبیں پر نرمی سے لب رکھتے وہ بھائیوں والے مان سے بولا تو مقدس بھیگی آنکھوں سے مسکرائی۔

جبکہ معظم آریان بشمول داجی جیسے کئی اشخاص کو کھانسی کا نہ رکنے والا دوڑا پر گیا تھا۔ جس پر دلاور نے سختی سے دانت پر دانت جما کر خود کو کسی سخت جوابی کارروائی سے باز رکھا، کیونکہ آج اس کی خاموشی کا فائدہ اٹھانے کا پہلا اور آخری دن تھا۔۔

"آپ لوگ ٹھیک ہیں۔۔۔۔؟"

بدر نے سمجھ جانے کے باوجود پوچھا۔

"تاریخ گواہ ہے، ہمارے دلاور بھائی سا کو داجی کے سواد دھمکی دینے کی جرات کسی نے نہیں کی ہے، اور آگے مورخ یہ بھی لکھتا ہے کہ انھوں نے کبھی داجی کی دھمکیوں کو تک سیریس نہیں لیا۔۔۔۔۔" آریان کی ڈرنے کی بھرپور اداکاری والی شریر گوہر افشانی پر داجی نے گلا کھنکارتے گھورا ک 'آگے ٹکرا لگانا لازمی تھا؟' جس پر وہ فوراً معظم کے پیچھے پناہ گزیں ہوا۔۔

"اچھا!اچھا!اب بس بھی کر دیں،رات بہت ہو گئی ہے رخصتی کرتے ہیں۔۔جنید ڈولیاں بلواؤ ادھر۔۔۔۔۔۔۔۔"

بلا آخر صغریٰ دادی نے مداخلت کی۔

پھر حکم کی فوراً تعمیل کرتے ہوئے دونوں دلہن کی طرح سجی ہوئی ڈولیوں کو وہاں لایا گیا تھا۔

چونکہ دلہنوں کو لان سے رخصت ہو کر حویلی کے اندر ہی جانا تھا اسی لئے سجی ہوئی گاڑی نہ سہی ڈولی سہی کہتے ہوئے بلخصوص ڈولی کا انتظام کیا گیا تھا۔

اور پھر ڈھیروں دعاؤں کے سائے میں دونوں ڈولیاں حویلی کے اندرونی حصے کی جانب بڑھی تھی۔جس کی تقلید میں دولہے صاحبان پیدل مارچ کر رہے تھے بمع باراتیوں کے۔۔

اور یوں ایک حسین شام کی یادگار تقریب خوش اسلوبی سے انجام کو پہنچی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"اب یہ مت کہیئے گا مزید کوئی رسم رہتی ہے۔۔۔۔۔۔؟"

وہ جانتا تھا، اپنی ماں بہن کی ساری امیدوں وارمانوں کا واحد مرکز ہے اس کا وجود، اسی لئے اپنی تنہائی و نفاست پسند طبیعت و سنجیدہ مزاج کے بر خلاف کاروائی کرتے ہوئے وہ گزشتہ ڈیڑھ دو ہفتے سے ان کی ہر خواہش پر لبیک کہہ رہا تھا ابھی بھی درجن بھر رسم بھگتا کر جب وہ کمرے کے پاس پہنچا وہاں بتیسی کی نمائش کرتی فوج کو پہلے سے درآمد دیکھ حقیقتاً اس کی بس ہو گئی تھی۔۔

"بھائی سا، ان خواتین کا بس چلے تو یہ شادی کو پنج سالہ منصوبہ بنادیں، اور رسم کے نام پر بیچارے دولہے کا خون تب تک چوستی رہیں، جب تک آپ کے بینک بیلینس کے سارے زیرو زان کے بینک میں ٹرانسفر ہو کر آپ کے پاس بیچارہ ایک زیرو نہ بچ جائے۔۔۔"

لڑکیوں کے پیچھے کھڑی بھیڑ میں سے کسی لڑکے نے درد بھری آہ کے ساتھ تجزیہ کیا تو لڑکوں کی جانب سے بھرپور پذیرائی کا حقدار ٹھہرا۔

"آپ لوگ اپنے زریں خیالات کا اظہار ذرا دور جا کر کر سکتے ہیں۔۔۔؟" روبی نے کمر پر ہاتھ جماتے بھویں چڑھائی۔

"ویسے بات صحیح ہی ہے کچھ کچھ۔۔۔" باران نے اتفاق کیا تھا۔

"بھائی سا۔۔۔؟"سب احتجاجی ہوئی تھی۔۔

"چچ!چچ!بھائی سا،افسوس کے ساتھ آپ کو شادی کے سائیڈ افیکٹز کا اتنی دیر سے معلوم پڑا۔۔۔!"

آریان نے تاسف کا اظہار کرتے باران کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"تمہیں تو پہلے سے پتا ہے،مطلب تم شادی نہیں کروگے اب عمر بھر۔۔۔؟"مضراب کا میٹر گھوما تھا۔

"میں نے ایسا فیصلہ لے لیا تو تمہارا کیا ہو گا۔۔۔؟"

مضراب کی جانب جھکتے وہ ذرا اؤنچی آواز میں بڑبڑایا۔

پر خیال رکھا گیا کہ لڑکیوں سے بحث میں الجھے باران کی سماعت تک بات نہ پہنچے۔اور ہوا بھی یہی تھا پر مضراب کا خون کھول اٹھا تھا وہ دانت پر دانت جما کر خود کو کچھ کہنے سے باز رکھتی باران کی طرف مڑی۔

"بھائی سا،آج کی آخری رسم ہے پلیز آپ ہمارا نیگ دے دیں،تاکہ ہم بھی جا کر آرام کریں اور آپ بھی کر سکیں۔۔۔۔"

"فل وقت میرے پاس اتنا ہی ہے، باقی کا ادھار میں بعد میں چکا دوں گا۔۔۔۔"جیب میں بچی کھچی کرنسی مضراب کی ہتھیلی میں رکھتا وہ بولا تو بادل ناخواستہ دس روپئے کے دھنیہ میں مول بھاؤ کرنے والی لڑکیاں مان گئی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

وہ آہستگی سے ان کے شریر جملوں کی شور میں کمرہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

شب زفاف کی مناسب سے سجا حجلہ عروسی ہر رنگ و بو سے مہکا مہکا آج کی رات کی شریر داستان سنا رہا تھا۔

تازہ خوش رنگ پھول، موم بتیاں، جگہ جگہ روشن دئے ماحول کو خوابناک بنانے کیلئے اپنا تن من جلا رہے تھے۔

لیکن جس وجود کے دم سے اس مصنوعی آرائیشوں میں جان آنی تھے وہ وجود سرے سے وہاں موجود ہی نہیں تھا۔

کمرے میں طائرانہ نگاہ دوڑاتے ہوئے باہر سے بند واش روم اور ڈریسنگ روم کو دیکھ اس کے لبوں کی تراش میں ٹھہری دلکش مسکراہٹ سکڑ کے معدوم ہوئی تھی۔

اور تشویش کے بل فراخ پیشانی پر آن ٹھہرے تھے۔

وہ کلہ اتار کر بیڈ پر رکھتا چند ساعت خاموشی سے کمرے کے بیچ و بیچ کھڑا سوچتا رہا، پھر باہر سے آہٹ بالکل ختم ہونے پر دروازہ کھول کر باہر نکلا تو پہلی نظر ہی سائیڈ دروازے سے نکل رہے وجود پر پڑی۔

دوسرا وجود بھی احتیاطاً اس سمت متوجہ ہوا۔

نگاہوں کا براہ راست تصادم ہوا تھا، ایک کی نگاہ میں گہری سنجیدگی اتری دوسرے کی ہرنی سی آنکھوں میں چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑے جانے والے چور جیسا خوف۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

باران سے وصولی کر کے وہ لوگ اچھلتے کودتے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگے تھے کہ نیچے سے اپنی شیروانی میں الجھے چلے آرہے دلاور کو دیکھ سب نے یکدم سے قدم روک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

جب تک وہ لوگ آنکھوں ہی آنکھوں میں بات کرتے ہوئے کسی نتیجے پر پہنچتے دلاور دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا ان تک پہنچ چکا تھا۔

چونکہ وہ لوگ راستہ روک کر کھڑے تھے سو اسے آخری سیڑھی پر قدم روکنے پر گئے تھے۔

"کوئی مسئلہ ہے۔۔۔۔؟"

لہجہ ہمیشہ کی طرح خشک و سپاٹ تھا۔سب نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"پھر راستہ کیوں روکا ہے۔۔۔؟"

"رر۔۔راستہ کونسا راستہ، ہم بھلا آپ کا راستہ کیوں روکیں گے بھائی سا، ہم تو۔ہم تو بس ٹہل رہے تھے کیوں گائز۔۔۔۔۔؟"

کچھ دیر تک بُلیٹ ٹرین کی طرح چل رہی آریان عثمانی کی زبان دلاور کے رعب کے آگے بھاپ انجن کی طرح کھانسنے لگی تھی۔

موقع کی مناسب سے باقی سب نے بھی فی الفور گردن کو زور و شور سے جنبش دیا تھا۔

"ٹہل رہے تھے۔۔۔اس نے ایک نظر کلائی پر بندھی گھڑی پر ڈالی۔رات کے ڈیڑھ بجے حویلی کی بالائی منزل کی راہداری میں اتنے سارے لوگ۔۔۔۔؟"

اس کے ایک ایک لفظ پر زور ڈال کر ادا کرنے کا انداز ایسا تھا کے سب بغلیں جھانکنے لگے تھے۔

"وہ بھائی سا، دراصل ہم یہاں باران بھائی سا سے نیگ لینے آئے تھے، ہمیں لگا کی آپ۔۔آپ بھی نوشے ہیں تو۔۔۔۔"ہمت مجتمع کرتے نیلم شائد زندگی میں پہلی بار اس سے براہ راست گویا ہوئی تھی وہ بھی انگلیاں چٹخاتے ہوئے۔۔

"وہ کیا ہوتا ہے۔۔۔؟"

"حجلہ عروسی میں قدم رنجہ فرمانے کا ٹیکس ہوتا ہے جو لڑکیاں نوشے میاں سے وصول کرتی ہیں۔۔۔۔"

بوکھلائے آریان کی سانس چونکہ بحال ہو چکی تھی تبھی آرام سے بولا تھا۔

"پر۔۔پر آپ جاسکتے ہیں، ہم آپ کو کچھ نہیں کہتے۔۔۔۔؟"

نیلم جلدی سے بولی مبادہ وہ بگڑ ہی نہ جائے۔۔

ساتھ ہی سب نے اس کا راستہ بھی چھوڑ دیا تھا۔

اس نے ایک نظر سب کی مسمسی شکل پر ڈالا اور پھر شیروانی کے جیب میں ہاتھ ڈال کڑکڑاتے نوٹ کا بنڈل نکال کر نیلم کے ہاتھ پر رکھتا سب کے کھلے منہ کا نوٹس لئے بغیر آگے بڑھ گیا۔۔

"اور بھائی سا ہمارا۔۔۔؟"

آریان نے حیرت سے نکلتے ہانک لگایا۔

"کل لے جانا۔۔" وہ بنا مڑے بول کر اندر روم میں داخل ہو گیا تھا۔

پیچھے ہنوز سب انگشت بدندان تھے۔

دلاور عثمانی جو کسی سے بات تک کرنا پسند نہیں کرتا تھا، کسی سے کسی رشتے کو تسلیم کرنے کا روادار نہیں تھا وہ۔۔

وہ خود نیگ دیکر گیا تھا یہ خبر نہیں دھمکیدار خبر تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

حجلہ عروسی میں قدم رکھتے ہی سرشاری کا سرور آور احساس رگ وپے میں بجلی کی لہر بن کر دوڑ گیا تھا۔

وہ آنکھوں میں دنیا جہاں کی چاہ لئے مبہوت سا سہاگ کی سیج پر لبوں پر شرمگیں مسکراہٹ سجائے بیٹھی اس چاند زادی کی طرف بڑھا تھا۔

جو شائد دور چاند دیس سے ہی آئی تھی اپنا مقدس و معطر وجود لیکر، بھلا اس حسد و حرس والی دنیا میں اس قدر پاکیزہ و معتبر دل کی ملکہ کا کیا کام۔۔۔؟

مدھم چلتی دھڑکنیں اس کے عین مقابل پہنچتے ہی تھم گئی تھی، بالکل ساکت جیسے اس وجود کے آگے دل کا دھڑکنا بھی گستاخی کے زمرے میں آتا ہو۔۔

اس کی سانسوں کی خیر ہو مولا

جس کے صدقے یہ دل دھڑکتا ہے

"مانا لڑکیوں کی کاری گری نے ہمارے نقوش کافی حد تک بدل دئے ہیں، پر آپ خدارا یوں تو نہیں دیکھیں، جیسے شناسائی پر سوالیہ نشان ہو۔۔۔۔۔!"

اس کی محویت پر وہ شریر سے انداز میں گویا ہوئی تو وہ طلسم کے حصار سے نکلتا خجل سا ہوا تھا۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ ایسی بات نہیں ہے۔۔۔۔"

جس کے آگے اچھے اچھوں کی زبان لڑکھڑاتی تھی اس کی زبان فقط اس لڑکی کے روبرو گڑبڑا جاتی تھی۔

شائد پسندیدہ عورت کا جادو یہی ہوتا ہے۔

وہ خجالت مٹانے کیلئے کلہ اتار کر شیروانی کے بٹنز کھولنے لگا تھا۔

"ابھی چینج نہیں کریں۔۔۔"

"کیوں۔۔۔؟" وہ حیران سا مڑا۔

"کیونکہ ہمیں ساتھ شکرانے کی نفل ادا کرنی ہے۔۔۔"

"نفل۔۔ شکرانے کی۔۔۔۔؟" حیران تاثرات تشویش میں ڈھل کر سپاٹ ہوئے تھے۔

"جی، شکرانے کے نفل جوڑے کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے، ہاں، ہم مانتے ہیں آپ نے داجی کی دھمکی اور دی جان کی بلیک میلنگ میں آکر ہم سے نکاح کیا تھا پر۔۔۔۔۔"

"میرا ویسا مطلب نہیں تھا۔۔۔!"

اس نے ترنت ناپسندیدگی سے ٹوکا تھا۔

اسے سیکنڈ نہیں لگا تھا سمجھنے میں یہ حوالہ حکیم صاحبہ کس بیان کا دے رہی ہیں۔۔

"جی، تبھی آج سے چند ماہ قبل ہم نے اکیلے نفل ادا کی تھی، پر اب ہم آپ کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں، محض ہماری خواہش ہے یہ، باقی ہم تو ادا کریں گے ہی وہ بھی ہر روز، آخر کو ہمارے لئے کسی کی ہڈیاں توڑنے تک کا حلف اٹھا چکے شخص کے ملنے کا شکرانہ تو بنتا ہے ناں۔۔۔؟"

دلکش و دلبرانہ انداز میں اپنی بات کہہ کر، بلکہ اپنی پیاری سی خواہش کا بوجھ اس کے ڈھیلے پڑے کندھوں پر ڈال کر وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

لحظے بھر کے توقف سے دلاور کے قدم خود بخود واش روم کی طرف اٹھنے لگے تھے، یہ وہی شخص تھا جو جمعہ کی نماز بھی مہینوں میں اتفاقاً دا جی یا معظم کے ساتھ ہونے پر ادا کر لیتا تھا۔

اور آج اس لڑکی کے ملنے کا شکرانہ ادا کرنے جا رہا تھا۔

بے شک نیک ہمسفر وہ نعمت ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہو سکتا۔

میں بھی خاک ہوں تیری راہ کی،

میری تشنگی تیرا عشق ھے

مجھے گُوند کر اِسی عشق میں,

تُو سنوار دے میرے کوزہ گر!!

مقدس قصداً وقت لگا کر دو جائے نماز لئے ڈریسنگ روم سے بر آمد ہوئی تو توقع کے عین مطابق وہ بھیگے چہرے کے ساتھ کہنیوں تک شیروانی کے آستین فولڈ کئے منتظر تھا۔

اس کی لبوں پر ٹھہری دل فریب مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

ایک جائے نماز کو آگے جبکہ دوسرے کو تھوڑا سا پیچھے کر کے بچھاتے ہوئے اس کے لبوں کی الوہی مسکراہٹ دیدنی تھی۔

وہ عجب جھجھک کا شکار شرمسار سا چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا جائے نماز کے قریب آیا تھا، دل کی حالت عجیب تھی، آج وہ اس رب کے حضور اس کی اس پیاری بندی کو عطاء کرنے کا شکرانہ ادا کرنے جارہا تھا، جو بن مانگے اس کی جھولی میں ڈالی گئی تھی، ورنہ تو وہ لڑکی قابل تھی کہ کوئی رب کا بندہ، تہجد

میں اٹھ کر بہتے آنسوں کی لڑیوں کے درمیان عاجزی سے بھیک میں مانگتا اور روزانہ اس کے ملنے کا شکرانہ ادا کرتا اپنی آخری سانس تک۔۔

"کک۔۔کیا کر رہی ہیں۔۔۔؟"

نرم پوروں کے پیروں کو چھونے پر وہ بچھو کے ڈنک مارے شخص کی طرح اچھلا تھا۔

"پائینچہ تھوڑا سا ٹخنوں کے اُپر کر لیں۔۔۔۔"

"پلیز، آپ نہیں کریں میں کر لوں گا۔۔۔"

وہ اس کے واپس حرکت دہرانے سے قبل ہی دوزانوں بیٹھتا پائینچے موڑنے لگا تھا۔

اور مقدس یک ٹک اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"ہم باندھ دیں۔۔۔۔"

پائینچہ موڑنے کے بعد وہ جیب سے رومال نکال کر سر پر باندھنے لگا تو اس نے انوکھی سی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

"ہمم!!"

اثبات میں سر ہلاتے اس نے رومال بڑھایا تھا۔

خوشی کے بے پایاں احساس سے پاگل ہو رہی دھڑکنوں کے ساتھ اس نے اس کے سر پر رومال باندھا تھا اور پھر اس کی امامت میں پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔

اس کے پیچھے دو رکعت نفل ادا کرنے کے دوران کتنے ہی انمول موتی اس کی چشم ساگر سے ڈھلک کر بے مول ہوئے تھے۔

اسے اپنے رب پر پورا یقین تھا، اس کا مضبوط توکل یہ دن ضرور لائے گا، لیکن اتنا خوبصورت منظر ہو گا، ایسا ناقابل بیان احساس ہو گا کہ وہ آنسوؤں کو روک نہیں پائے گی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔

"خواب بے شک دلکشی کا دوسرا نام ہوتے ہیں، لیکن ہمارے خواب کی تعبیر ہمارے تصور سے بھی حسین تر ہو گی ہم نے سوچا نہیں تھا۔۔"

دعا میں اٹھے ہاتھ کو نم پلکوں پر پھیرتے وہ زیر لب گویا ہوئی تھی۔۔

"آپ رو رہی ہیں۔۔۔۔؟"

اس کی تشویش جائز تھی۔

"نہیں۔۔اس نے نفی میں سر ہلایا۔ابا کہتے ہیں شکر بجالانے کے ہزار طریقے ہوتے ہیں، کہیں سراہنا، کہیں شکر کہنا، کہیں عملاً اظہار، یعنی سجدہ شکر کرنا، اور آخری مقام ہوتا ہے جہاں الفاظ ختم ہو جاتے ہیں اور آنسوں جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں، ہمیں نہیں لگا تھا شکر کے اس معراج کو ہم کبھی چھو پائیں گے، پر آپ کی بدولت آج ہم نے وہ ذائقہ بھی چکھ لیا۔۔۔۔۔۔"

پہل کرنے سے وہ کبھی نہیں کترائی تھی اور اظہار کے معاملے وہ ہمیشہ فراخ دل رہی تھی، لیکن بھیگی آنکھوں کا یہ طرزِ اظہار قیامت تھا۔

وہ بے اختیارانہ آگے کو جھک کر اس کے دونوں چشم نم کا بوسہ لینے سے خود کو روک نہیں پایا تھا۔جو اس جیسے کے ملنے کا شکرانہ ادا کر رہی تھی، جسے زندگی نے تک ہر مقام پر حسب توفیق دھتکارا تھا۔۔

"خوشی و غمی کے آنسوں کی تفریق مجھے نہیں آتی، بس میں ان آنکھوں میں نمی نہیں دیکھنا چاہتا۔۔"پیچھے ہوتے وہ دھونس بھری بے بسی سے سرزنش کرنا نہیں بھولا تھا۔

"یہ کسی کے اختیار میں تھوڑی ہے۔۔۔؟"

"وہ ہنس پڑی تھی۔

"تو اسے اختیار میں لائیں، میں اس قابل ہر گز نہیں ہوں کہ میری وجہ سے یہ آنکھیں نم ہوں۔۔۔۔"وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

"آپ کس قابل ہیں اس کا آپ کو خود علم نہیں۔۔۔ آہ!!"

وہ ناراضگی سے کہتی اٹھنے لگی تھی کہ جھٹکا لنگے سے اچانک پیر مڑا تھا لیکن دلاور نے زمین بوس ہونے سے قبل تھام لیا تھا۔

اس کے چہرے پر درد کے آثار تیزی سے پھیلتے دیکھ وہ فوراً اسے اٹھائے بیڈ کی جانب بڑھا تھا۔

"یہ۔یہ کیا کر لیا آپ نے، آپ کو کہا کس نے تھا یہ باون کیلو کا جوڑا پہننے کیلئے، اسی کی وجہ سے ہوا ہے یہ۔۔۔۔؟"

پریشانی سے اس کے پیر کا معائنہ کرتے اس کا ازلی غصہ عود کر آیا تھا۔

"دی جان نے کہا تھا آپ کو پسند آئے گا۔۔۔؟"

"آپ مجھے ہر حال، ہر حلیہ میں دل و جان سے پسند ہیں، اس کیلئے آپ کو یہ کھرا گ پالنے کی ضرورت نہیں ہے، خبر دار جو آئندہ یہ۔۔۔۔۔۔"روانی میں کہتے لب دبا کر اس نے خفیف نگاہ اٹھائی تو اس کی لبوں پر کھیلتی مسکراہٹ دیکھ حسب عادت کنفیوژ ہو تا گردن سہلانے لگا۔

"میرا مطلب ہے کہ۔۔۔"

"جی، ہم سمجھ گئے، اور ہم دی جان کو بھی بتادیں گے کہ ہم آپ کو ہر حال وحلیہ میں پسند ہیں، لہٰذا وہ پریشان نہ ہوا کریں۔۔"

مسکراہٹ دبا کر وہ سنجیدگی سے بولی۔

"آپ۔۔ آپ یہ دی جان کو بتائیں گی۔۔۔۔؟"

وہ بھونچکایا تھا۔

"جی!!"اس نے معصومیت سے سر کو اثبات میں جنبش دیا تھا۔

"ایسے کیسے بتا سکتی ہیں آپ۔۔ یہ تو۔۔۔"

"وہ ہماری دی جان ہیں، فکر ہے انھیں ہماری، کیوں نہیں بتا سکتے ہم۔۔۔؟"

"ہاں وہ دی جان ہیں ہماری، پر کچھ باتیں میاں بیوی کے درمیان بھی رہنی چاہیئے ناں۔۔۔"

اس کے پریشانی سے کہنے پر اب کے مقدس اپنی ہنسی روک نہیں پائی تھی۔ جس پر وہ خفت زدہ سا ہو کر اسے گھورنے لگا تھا۔

"یوں تو ہم جذبات کے لفاظی اظہار کے قائل نہیں، لیکن آپ کا انداز جداگانہ ہے۔۔۔"

وہ ہنسی کنٹرول کرتی ہوئی چھیڑنے کے انداز میں بولی تو وہ دھپ دھپ کرتا ہوا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اتنی بڑی توپ چیز حریف زادہ حکیم صاحبہ کی جال میں پھنس گیا تھا بات تو واقعی رسوائی کی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"اوئے، بات سنو، یہ کیا تم مجھے اتنے دنوں سے کولڈ شولڈر دے رہی ہوں، میں نے کونسی تمہاری بھینسیں کھول دی ہے۔۔۔؟"

جیسے ہی سارے یہ جاوہ جاہوئے کب سے موقع کی تلاش میں ان لوگوں کے ساتھ ساتھ گھوم رہا آریان مضراب کی راہ میں دیوار چین بن کر حائل ہوا تھا۔

"راستہ سے ہٹ جاؤ قبل اس کے کہ میں تمہارا سر کھولنے کی خواہش پر لبیک کہوں۔۔۔"

مضراب بھی بھری بیٹھی تھی اس کی حرکتوں سے۔

"مر مرا گیا تو۔۔۔؟ کیوں بھری جوانی میں بیوہ ہونا چاہتی ہو، وہ بھی بیوی سے بننے سے پہلے ہی۔۔۔۔؟"

وہ تاسف سے ٹوکتا ہوا بولا۔

"تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہو رہی ہے کہ میں تمہاری بیوی، بیوہ یا کچھ بھی بنوں گی۔۔۔؟" اس نے دانت کچکچاتے ضبط سے پوچھا۔

"کیونکہ تمہیں یہ صحیح فہمی نہیں ہے ناں کہ آریان عثمانی مر بھی گیا تو روح بن کر تمہارے آس پاس بھٹکے گا۔۔۔" وہ ڈھٹائی سے ہنسا۔

"بدروح کہو۔۔۔"

"جو بھی کہہ لو۔۔۔" اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔

"تم۔۔تم۔۔۔" دونوں مٹھیاں بھینچ کر دانت پر دانت جماتے مضراب کو الفاظ نہیں مل رہے تھے جس سے وہ اس شخص کو اتنا کھولا سکے جتنا وہ کڑھ رہی تھی۔۔

"تم۔۔تم خود کو سمجھتے کیا ہو۔۔۔؟"

"ایک۔۔ایک منٹ زیادہ دانت مت پیسو ٹوٹ ووٹ گئے تو مسئلہ مجھے ہو گا، بنا دانتوں والی بیوی کو رخصت کرواتے ہوئے تمہاری نہ سہی میری فیس ویلیو ڈاؤن ہو جائے گی۔۔۔" ہاتھ اٹھا کر ٹوکتے اس نے اپنے تفکرات بڑی سنجیدگی سے رکھے تھے۔۔

"تمہاری فیس ویلیو کی تو۔۔۔"

"ششش! کہاناں دانت مت پیسو۔۔"

واپس سے ٹوکتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ پوکیٹ میں اڑسے۔

"تم یہی پوچھنا چاہ رہی ہوناں کہ بڑوں کو کیوں بتایا۔۔؟ پہلی بات تو میں تمہارے ساتھ دل لگی نہیں کر رہا تھا جو بات دل تک رکھتا، اور دوسری بات تمہارے تیوروں کے پیش نظر تمہیں مناتا تو اول تو

شرطیہ بوڑھا ہو جاتا یا پھر تمہاری شادی میں چند امیری یا گانا پڑتا۔۔۔"اس نے باضابطہ گھوم کر ہک سیٹ کیا تھا۔

"تمہیں منانے سے زیادہ آسان تو بڑوں کو منانا ہے، بھلے چار لافے، دو جوتے پڑنے کے چانسیز تھے، مگر بات سمجھنے کی کوشش تو کرتے ہیں، اور وہ عاشق ہی کیا جو ذلیل ناں ہو، لیکن تم تو ناک پر مکھی بیٹھنے نہیں دیتی ہو، تمہیں تو لگتا ہے میں دنیا کا غیر سنجیدہ ترین، مسخرہ، الڑھ، آوارہ دل پھیک قسم کا بندہ ہوں۔۔۔"وہ جذباتی ہو گیا تھا۔

"میں نے کبھی تمہیں آوارہ یا دل پھیک نہیں کہا۔۔۔!!"

اس نے فوراً دو الزام خارج کئے۔

"مطلب غیر سنجیدہ مسخرہ ہوں میں۔۔۔؟"اس نے کمر پر ہاتھ جمائے۔

"خود کو آئینہ میں دیکھو جواب زیادہ تسلی بخش ملے گا۔۔"وہ لہنگا سنبھالتی ہوئی سائیڈ سے جانے لگی۔۔

"مضراب میری بات ختم نہیں ہوئی ہے۔۔۔"اس نے سرعت سے اس کی کلائی کو گرفت میں لیا۔

"آریان۔۔۔۔"

"پلیز مضراب، مسئلہ کیا ہے تم مجھے بولو، میں حل ڈھونڈنے کی کوشش کروں گا، تم کہو گی تو باران بھائی ساکی طرح سنجیدہ دلاور بھائی ساکی طرح ریزور بھی ہونے کی کوشش کروں گا، ایٹ لیسٹ تم کنسیڈر تو کرو میری فیلنگز کو یار۔۔۔۔"

وہ ہارے ہوئے انداز میں ملتجی ہوا تھا۔

"کسی کیلئے خود میں جبراً تبدیلی لانا محبت نہیں تجارت ہے آریان عثمانی، انسان کی پہلی محبت پر اس کا اپنا حق ہوتا ہے، جو پہلی کے ساتھ وفا نہ کر سکا دوسری کے ساتھ کیا کرے گا۔۔۔۔"

اپنی کلائی آزاد کرتی ہوئی وہ تاسف سے بولی تھی۔۔

"تو میں نہ سمجھو۔۔۔۔؟"

"بڑوں کا جو فیصلہ ہو گا، وہی ہو گا۔۔۔"

"مجھے صرف بڑوں کی نہیں تمہاری بھی رضا چاہئے، ایک مرتبہ غیر جانب داری سے اپنے دل سے سوال کرنا اگر وہ ایک پرسینٹ بھی میری جانب نہیں جھکا تو میں تمہاری دنیا کا طواف چھوڑ دوں گا۔۔۔۔"

اس کے انتہائی الفاظ پر مضراب بے اختیارانہ مڑی تھی اس کے لبوں پر ٹھہری پھیکی ویران سی مسکراہٹ اس کی رگوں میں موت کا سناٹا بن کر اترتی چلی گئی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

وہ مرے مرے قدم اٹھاتی ہوئی کمرے کے اندر داخل ہوئی تھی جیسے اندر مقتل گاہ سجا ہو۔

واش روم سے وضو کر کے آتے ہوئے باران نے جائے نماز بچھائی تو وہ بھی دوسرا جائے نماز اس کے پیچھے بچھا کر شکرانے کی نفل سے فارغ ہوئی۔

خیال تھا کے وہ اب کچھ بولے گا،

باز پرس کرے گا،

غصہ ہو گا،

کیونکہ اس کا متوقع رد عمل یہی ہونا تھا جس کیلئے وہ سد فیصد حق بجانب تھا۔

سہاگ کی سیج کے بجائے جس شخص کی دلہن اسے اپنے مرحوم شوہر کے بیڈ روم سے بر آمد ہوتی ہوئی نظر آئی ہو وہ شخص ہر شدید سے شدید تر رد عمل کیلئے حق بجانب تھا۔

میرال کو اپنے اندر گھٹن زدہ سا دھواں بھرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ وہاں کوئی جرم کرنے نہیں گئی تھی فقط ایک نئی زندگی کی شروعات سے قبل میزان کی آخری نشانی گلے میں موجود چین جو نجانے کیسے رہ گئی تھی وہ رکھنے گئی تھی۔ ارادہ فوراً لوٹ آنے کا تھا، لیکن مضراب لوگوں کی ٹولی وہاں آجانے سے پھس گئی اور نظر میں بھی آئی تو اس شخص کے جس کی نظر میں آنے سے بہتر موت کی آغوش میں جانا تھا۔

وہ انگلیاں چٹخاتی ہوئی شرمندگی کی اتھاگہرائیوں میں گرتی ہوئی مصلے پر ہی بیٹھی صفائی کیلئے الفاظ جوڑ توڑ کرنے لگی تھی، جبکہ باران اٹھ کر ڈریسنگ میں روم بند بھی ہو گیا تھا۔

وہ چینج کر کے آیا تو وہ بھی جلدی سے زرتار کا جوڑا جیسے تیسے سنبھالتی ہوئی مصلے پڑ سے اٹھی۔

اس کی چوری، کنگن، پہنزیب کی کھنک سے کمرے کی پوری فضا میں مدھر ارتعاش چھڑا تھا۔

لیکن وہ اس فسوں خیز موسیقی پر ذرا چونکے بغیر، بک شیلف سے بک لیکر یوں انجان بنتا ہوا جا کر بیڈ کے ایک سائیڈ دراز ہوا، گویا وہاں کوئی موجود ہی نہ ہو۔۔

اس قدر بے اعتنائی پر میرال کی بس ہوئی تھی۔

کجراری قاتل آنکھوں میں احتجاج کے موتی جمنے لگے تھے جنھیں بے وقت ڈھلکنے کی اجازت دئے بغیر وہ بھاری دوپٹہ سنبھالتی ہوئی تمام تر ہمت مجتمع کر اس کی سائیڈ پہنچی تھی۔

کتاب کی سطور پر دوڑ رہی اس کی سپاٹ نگاہیں اور از حد سنجیدہ وجیہہ خد وخال دیکھ اس کی ساری ہمت مٹھی سے ریت کی طرح پھسلنے لگی، جینھیں اس نے فوراً واپس سے مقید کیا تھا۔۔

"آپ نے مجھے بابو سا کے کمرے سے نکلتے ہوئے دیکھا ایسے میں آپ کا غصہ ہونا بالکل جائز ہے، جس کیلئے آپ مجھ سے باز پرس کر سکتے ہیں، پر مجھے اپنی حرکت کی صفائی دینے کا موقع تو دیں، اور میرا یقین کریں میں محض بابو سا کی آخری نشانی، ان کی دی ہوئی چین وہاں رکھنے گئی تھی، جو اتفاق سے میرے گلے میں رہ گئی تھی بس، میں چین رکھ کر فوراً لوٹ رہی تھی کہ مضراب لوگ وہاں آ گئے اور پھر۔۔۔۔ آپ سن رہے ہیں مجھے۔۔۔۔"

ایک لمحے کیلئے بھی اس کی نگاہوں کا ارتکاز نہ بدلنے پر اتنی مشکل سے وضاحت پیش کر رہی میرال روہانسی ہوئی تھی۔

وہ پہلے ہی کم شرمندہ نہیں تھی اپنی حماقت پر جو یہ شخص مزید اسے اپنی خاموشی سے اپنی ہی نظروں میں گرا رہا تھا۔۔

اب تو اسے اس پل پر غصہ آرہا تھا جب اس نے اس چین کو وہاں رکھنے جانے کی سوچی۔ لیکن اس کی نیت صاف تھی۔ آج سے اس کی زندگی کی نئی شروعات ہو رہی تھی، وہ پوری ایمانداری سے باران عثمانی کو اپنا تن من سونپنا چاہتی تھی، اسی لئے وہ نہیں چاہتی تھی کے اس کی اور میزان کی کوئی نشانی اس کے پاس تو کیا اس کمرے میں تک موجود رہے۔

یہ خیال تو تمہیں نکاح کے فوراً بعد آنا چاہیئے تھا میرال عثمانی، تمہارا شوہر تو اسی لمحے باران عثمانی ہو گیا تھا اور میزان عثمانی نامحرم۔۔۔

اس کے اندر کہیں سے بڑا ہی کڑوا کسیلا سا سوال ابھرا تھا۔

وہ سختی سے مٹھیاں بھینچ کر کڑوا گھونٹ بھرتی واپس اس شخص کی طرف متوجہ ہوئی۔ جس کے متعلق مضراب نے بتایا تھا کہ بھائی سا ایک مرتبہ کوئی فیصلہ لے لیں تو وہ پھر ردوکد کی گنجائش رکھنے کے قائل نہیں ہیں۔

ایک مرتبہ کسی کی جانب سے منہ موڑ لیں تو واپس مڑ کر بھی ادھر نہیں دیکھتے۔۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔"

مضراب کی بات یاد آنے پر وہ جی جان سے کانپ اٹھی تھی۔

"پلیز میر ایقین کریں میں وہاں بس۔۔۔۔"

"آپ وہاں بس چین لوٹانے گئی تھی، سن چکا ہوں میں۔۔۔۔"

کتاب کا ورق الٹتے اس نے سرد سے لہجے میں جملہ مکمل کیا۔ جو میر ال کی ڑیڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑا گیا تھا۔

"ہاں بٹ میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا۔۔۔"

"یس ایم ہرٹ، بٹ اپنے لئے نہیں آپ کیلئے۔۔۔ اس نے کتاب بند کرتے زور سے سائیڈ پر پٹخا۔ آپ کو ذرا۔۔ ذرا سا بھی اندازہ ہے میر ال، مہمانوں سے بھری حویلی میں کوئی بھی آپ کو اس کمرے سے نکلتا ہوا دیکھ لیتا تو کتنا بڑا اسکینڈل بن سکتا تھا، مجھے اپنے لئے اسکینڈل سے ڈر نہیں لگتا، لیکن آپ کو میں نے تحفظ کا وعدہ دیا، میں ہر گز بھی آپ کے متعلق فضولیات سننا برداشت نہیں کروں گا۔۔۔"

اس کی اٹھی غصیلی نگاہوں میں دیکھتے میرال کیلئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا دشوار ہو گیا تھا۔

روح گویا انگلیوں کے پوروں سے قبض ہونے کو تھی۔۔

It's okay,i can understand,and i respect..

"اگر آپ مجھے، اس رشتے کو ایکسیپٹ نہیں کر پا رہی ہیں تو، اٹس کمپلیٹلی اوکے وتھ می، اس کمرے میں ہم فرینڈز بن کر رہ سکتے ہیں، اس سے بھی آپ کمفرٹیبل نہیں ہیں تو ہم اجنبی بن کر رہ سکتی ہیں، آپ اپنی لائف جی سکتی ہیں اور میں اپنی، اگر وہ بھی نہیں، تو بس کچھ دن کی بات ہے میں آفس کیلئے شہر شفٹ ہو جاؤں گا پھر آپ جیسے چاہیں ویسے۔۔۔۔۔۔۔۔"

جملہ ادھورا چھوڑ کر وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا بیڈ سے اٹھ گیا تھا۔اسے حقیقتاً میرال کو آج کی رات میزان کے کمرے سے نکلتا ہوا دیکھ کر عجب گھٹن سی محسوس ہوئی تھی۔

وہ میرال سے اگر ارمانوں کی سیج سجا کر منتظر رہنے کی توقع نہیں کر سکتا تھا تو یہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

وہ بک اٹھا کر مڑنے لگا کے میرال جلدی سے اس کا بازو تھام گئی۔۔

"میں مانتی ہوں، میرے عمل نے آپ کو تکلیف پنچائی ہے، آپ کا مجھ پر بگڑنا حق بجانب ہے، آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو دنیا تہہ وبالا کر چکا ہوتا، میں آپ کی اعلیٰ ظرفی اور برداشت کی قائل ہوں، اور میں کوئی چھوٹی بچی نہیں ہوں جو مجھے ان نزاکتوں پر الگ سے درس دیا جائے، اس لئے میں اپنی حماقت پر شرمسار ہوں، لیکن آپ نے یہ کیسے اخذ کر لیا کے مجھے آپ اور یہ رشتہ قبول نہیں ہے۔۔۔؟"

گالوں پر پھسلے آنسوں کو صاف کرنے کی مہلت لیکر سانس کھینچتے اس نے شاکی سوال کیا۔

"مانتی ہوں میں نے بہت غلطیاں کی ہیں، حماقتیں کی ہیں، مانتی ہوں جب ہمارا نکاح ہوا تھا میں کسی بندھن میں بندھنے کی روادار نہیں تھی، لیکن جب مقدر نے یہ فیصلہ لے لیا تو میں نے بھی اسے قبول کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی، میں پہلے نیا بندھن اس لئے نہیں چاہتی تھی کہ مجھے کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرنی تھی، کسی کے کورے صاف جذبات وزندگی کو اپنی ٹوٹی پھوٹی ماضی کے راکھ تلے دبی بھدی ہستی سے سیاہ وبدرنگ نہیں کرنا تھا، لیکن قسمت کے آگے میں نے گھٹنے ٹیکے، اور آج میں یہاں موجود ہوں تو اس لئے کی میں آپ کو اپنا شوہر اپنے تن من کا مالک مانتی ہوں، اور پوری ایمانداری سے اپنا آپ، آپ کو سونپنا چاہتی ہوں، یہ نہیں کہوں گی کے اس دل میں آپ کیلئے ڈھیروں

امنگیں و جذبات کی سوغات لیکر آئی ہوں، البتہ یہ یقین دلا سکتی ہوں کے وہاں کسی اور کیلئے بھی کوئی جذبات نہیں ہیں، کورا دل کورا ذہن لیکر آئی ہوں، آپ جو درج کرنا چاہیں وہی یہاں جگمگائے گا۔۔۔"

بھیگے غیر ہموار لہجے میں بات مکمل کر کے اب وہ گہری گہری سانس اندر کھینچ رہی تھی۔

اور باران ساکت سا اس کا سرخ انگار چہرہ دیکھ رہا تھا جو سانس کی کمی اور خوف کے باعث متزلزل ہوئی دھڑکنوں کی وجہ سے ہوا تھا۔۔ لیکن اس کے ہر لفظ میں عہد وفا، اخلاص و صداقت کا پائیدار امتزاج ٹھہرا ہوا تھا۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"آپ بھی حد کرتی ہیں زوجہ حریف زادہ!!"

خود کو ڈپٹتی ہوئی وہ اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے مقابل آئی تھی۔

جب تک زیوارات کے ساتھ حجاب وغیرہ فارغ سے ہو کر بالوں کی ڈھیلی سے چٹیا تیار کر کے بیٹھی وہ چینج کر کے آ چکا تھا۔

وہ کپڑے لیکر چینج کرنے گئی۔

واپسی پر کمرے کی لائٹ آف تھی۔اسے ناراضگی کے معصومانہ انداز پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔

یہ بندہ دنیا کی نظر میں سخت چٹان تھا، لیکن وہ جانتی تھی اس کے اندر بالکل ایک معصوم سا بچہ ہے جسے توجہ چاہیئے پر مرکز نظر بننا نہیں پسند۔

وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی اپنی جگہ دراز ہوتی ذرا سا اس کی جانب کھسکی تھی، وہ جو اس کی خوشبو تک پہچان لیتا تھا بھلا یہ درمیانی فاصلہ کیسے نہیں بھانپتا وہ ذرا سا آگے کو سرکنے لگا کے مقدس نے ہولے سے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔

"آپ کہیں تو ہم معذرت کر سکتے ہیں۔۔۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"نروٹھے پن سے ٹوکا، تاہم ہاتھ آزاد کرنے کی کوشش ایک مرتبہ بھی نہ ہوئی۔۔

"ضرورت نہیں ہے تو بات کر لیں ہم سے، ہم بس مذاق کر رہے تھے اور یقین کریں ہمارا مذاق کو پر طول دینے کا قطعی مقصد نہیں تھا، لیکن آپ بوکھلاتے ہوئے اس قدر معصوم لگ رہے تھے کہ۔۔۔"

"آپ نے سوچا فائدہ اٹھالوں معصومیت کا، چچ! چچ! کتنی افسوس کی بات ہے حکیم صاحبہ۔۔۔" سرعت سے کروٹ بدلتے اس نے سنجیدگی سے اظہار تاسف کیا۔

جواباً مقدس کے کھلتے نقوش تیزی سے سنجیدگی میں ڈھلے تھے۔

"آپ کی دل آزاری ہوئی اس کیلئے ہم معذرت خواہ ہیں، ہمارا ہرگز بھی ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔۔" بازو سے ہاتھ نکال کر سنجیدگی سے کہتی وہ ذرا پیچھے کو کھسکی۔

اس کے یوں پل میں بدلے تاثرات پر اب کے تشویش میں مبتلا ہونے کی باری دلاور کی تھی۔۔

"میں مذاق کر رہا تھا۔۔۔" دلاور پریشان ہوا تھا۔

جواباً وہ کچھ کہنے کے بجائے ہتھیلی سے دونوں آنکھوں کو سہلانے لگی تھی۔

"میں۔میں واقعی مذاق کر رہا تھا آپ ایسے تو۔۔۔۔۔"

اس کی آنکھوں کی نمی نے حقیقتاً اس دیو ہیکل مرد کے ہاتھ پیر پھلا دئے ہے۔

"ایسے کون مذاق کرتا ہے۔۔۔۔؟" وہ بگڑی۔

"میں کرتا ہوں۔۔۔۔"بوکھلاہٹ میں بے وقت زبان پھسلی۔

"جی۔۔۔۔۔؟"

"مم۔میرا۔۔میرا مطلب ہے حکیم صاحبہ،مجھے مذاق کرنا نہیں آتا،پہلے میں نے کبھی کسی سے کیا نہیں تو مجھے معلوم نہیں،اس لئے شائد میں زیادہ۔۔۔کیا بک رہا ہوں میں۔۔۔۔۔"بے ترتیبی سے صفائی کے نام پر اناپ شانپ بولتے اس نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"تو کیا یہ ہماری غلطی ہے۔۔۔۔؟"

"میں نے ایسا کب کہا ہے۔۔۔؟بلاشبہ میری غلطی ہے۔۔۔۔۔"

بدقت سارا ملبہ تابع داری سے خود پر منتقل کرنے پر مقدس مزید ضبط نہ کرتی ہوئی کھلکھلا اٹھی تھی۔۔۔

"آپ نے پھر سے مجھے بیوقوف بنایا۔۔۔۔؟"

وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا،مقدس بھی ہنستی ہوئی اس کے برابر اٹھ بیٹھی چہرہ مسلسل ہنسنے کی وجہ سے گلابی گلابی ہو رہا تھا۔

"اس مرتبہ ہم واقعی معذرت چاہتے ہیں پر آپ۔۔۔"

اس کے بقیہ الفاظ اس کے شانے سے تھام کر چہرے کے قریب لانے پر حلق میں دب گئے تھے۔

ہمارے بخت میں محرومیوں کے گھاؤ اتنے ہیں___،،

ہمیں خوشیوں پہ ہنسنے کا سلیقہ تک نہیں آتا___!!

"چاہیں تو مذاق میں گولی مار دیجئے گا، پر میرے ساتھ آئندہ کبھی ایسا مذاق نہیں کیجئے گا، میرے پاس اپنوں کا ہجوم نہیں ہے، جو چند ایک ہیں، میں ان کی ناراضگی افورڈ نہیں کر سکتا ہوں، بتایا تھا ناں، بہت شدت پسند ہوں میں کچھ معاملوں میں۔۔۔۔۔۔"

وہ شدتِ جذبات میں بیچارگی کی آمیزش لئے کہہ رہا تھا اور مقدس اس کی آنکھوں کے سرخ پڑتے گوشے دیکھ رہی تھی۔۔

پھر ہولے سے اس کے شانے آزاد کرتا ہوا وہ اپنی جگہ دراز ہو گیا تھا۔

"ہم آپ کی زوجیت میں ہیں، بیوی ہیں آپ کی، جسے نصف بہتر اور لباس بھی کہتے ہیں، کوئی وقتی ساتھی نہیں جو نا اتفاقی کی صورت راستہ بدل لیں، آپ کی ہمراہی میں تو ہمیں لمبا راستہ طے کرنا ہے ابد سے ازل تک، اس جہاں سے اس جہاں تک، یہاں سے جنت تک۔۔۔۔"

ایک مرتبہ پھر اس نے خوبصورت اظہار سے اس کا دل موم کیا تھا۔ اسے پورے استحاق سے یہ احساس سونپا تھا کہ وہ ہر حال ہر صورت ہر پل اس کی ہے، اس کے ساتھ ہے،

اس کی حسین پناہوں سے،

اس کی محفوظ باہوں سے،

اس کی محبتوں کے صدقے لٹاتی نگاہوں سے،

اسے بھلا کہاں جانا ہے۔۔؟

دلاور نے بہت آہستگی سے اس کے صندل وجود کو باہوں کے گھیرے میں لیا تھا۔ مقدس ہولے سے اس کے وسیع سینے پر سر رکھ گئی تو وہ متاع حیات کی طرح اس کے گرد باہوں کا گھیر اڈال گیا۔۔

اپنی نزدیکیوں سے دور مت کرنا مجھے

میرے پاس جینے کی وجہ بہت کم ہے

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"آپ ریلیکس ہو جائیں، ان فیکٹ چینج کر کے فریش ہو جائیں"

آہستگی سے اپنا بازو آزاد کرتا وہ ایک قدم بھی نہیں اٹھا پایا تھا کہ وہ تڑپ کر سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔

"باخدا، میرا یقین کریں، میرا ایک ایک لفظ سچ ہے، میں یہاں آپ کی بیوی کی حیثیت سے موجود ہوں، اپنی دلی آمادگی کے ساتھ، آپ۔۔ آپ یقین کریں میرا، بابو سا کے کمرے میں میں فقط وہ چین۔۔۔"

"میرا ل پلیز۔۔۔۔" اس کے واپس صفائی سیشن شروع کرنے سے قبل اس نے سختی سے ٹوکا تھا۔

میزان بے شک اس کا عزیز از جان بھائی تھا، لیکن اس وقت وہ اس کا ذکر قطعی نہیں چاہتا تھا۔

"آپ۔۔آپ کو میرا یقین نہیں ہے ناں،؟ہو گا بھی کیسے ؟میں ہوں ہی پاگل جھلی،ہمیشہ بیوقوفیاں کرتی رہتی ہوں،ایک تو میری سمجھ نہیں آتی آپ کے سامنے آتے ہی مجھے کیا ہو جاتا ہے؟ساری دنیا جہاں کی حماقتیں تبھی کرنی ہوتی ہے۔میں۔۔اافف۔۔میرا ل افف!!۔۔۔"

ایک ہاتھ سے پھسل رہے آنسوں تو دوسرے سے زرتار دوپٹہ سنبھالتی ہوئی وہ بیک وقت خود پر غصہ بھی تھی اور روہانسی بھی ہو رہی تھی۔۔۔

"مطلب یہ الزام میں خود پر سمجھوں۔۔۔؟"

باران نے بھؤں کو سکیڑا۔

"نن۔۔نہیں تو،بالکل بھی نہیں۔۔۔"

وہ مزید بوکھلائی۔

"لیکن آپ کا انداز تو بتا رہا ہے کہ آپ مجھے ان ڈائریکٹلی دہشتناک ہیبانک جیسا کچھ کہنا چاہ رہی ہیں۔۔۔؟"

لہجے کی سنجیدگی بڑھی تھی۔

"میں نے۔۔میں نے ایسا کب کہا آپ کیوں خود ہی سب اخذ کر رہے ہیں،پہلے ہی میری سمجھ نہیں آرہی سب گڈ مڈ ہو رہا ہے اور آپ بھی ہیں کے۔۔۔"

وہ الجھ الجھ سی گئی تھی۔

"اسے الزام ہی کہتے ہیں۔۔۔!!"

اب کے اس کی آواز مسکرائی تھی۔

میر ال نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔

اس کے لبوں کی تراش میں مچلتی شریر مسکراہٹ کو دیکھ وہ نیم وا لبوں سنگ ہو نقوں کی طرح دیکھے گئی تو اب کے باران کیلئے قہقہہ ضبط کرنا مشکل ہو گیا اور دوسرے ہی لمحے کمرہ اس کے بھاری دلکش قہقہہ سے گونج رہا تھا۔

لیکن جلد بھاری قہقہے سے ماحول پر چھایا غلبہ اس کے دھپ سے بیڈ پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں میں چہرہ لیکر دھواں دھار انداز میں رونا شروع کرنے پر تھما تھا اور اب حقیقتاً باران سا کے ہاتھ پیر پھولے تھے۔۔

"میر ال، میر ال وہاٹ آر یو ڈوئینگ،۔۔۔؟ای ڈِڈنٹ مین ٹو ہرٹ یو، پلیز میر ال، آئی واز جسٹ کڈنگ۔۔میر ال۔۔۔۔"

اس کے چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹاتے اس نے ہولے سے جھٹکا دیا تو وہ آنسوں سے بھری گلابی گلابی آنکھیں کھول کر معصومیت سے اس کی پریشان آنکھوں میں دیکھنے لگی۔۔

"میں۔۔میں جانے انجانے میں لوگوں کا دل دکھا دیتی ہوں، اپنے لئے بے وجہ پریشان کر دیتی ہوں، یقین کریں میری حتیٰ المکان کوشش ہوتی ہے کہ میرے وجود سے کسی کو آزار نہ پہنچے، کوئی خواہ مخواہ میری فکر میں نہ گھلے، لیکن ایسا ہو جاتا ہے، کم از کم آج کے دن میں آپ کو ہرٹ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔۔"

وہ اس کے اپنے شانے پر دھرے ہاتھ پر حنائی ہاتھ رکھتی پست لہجے میں بولی۔۔

"آج کے دن، مطلب آگے میں امید رکھوں۔۔۔؟"

باران کی بھویں مشکوک انداز میں اپر کو شوٹ ہوئی۔

"نہیں، میں وقت پر قدر نہ کر کے پچھتاوے کا سودا نہیں کرنا چاہتی، اور آپ جب شہر شفٹ ہوں گے میں بھی آپ کے ساتھ شفٹ کر جاؤں گی، ہاں، کچھ دن مشکل ہو گا بٹ مضراب نے کہا ہے جب تک مجھے عادت نہیں ہوتی وہ آتی جاتی رہے گی، اور پھر ہم بھی تو آتے رہیں گے ناں حویلی جب آپ فری ہوں گے، آئیں گے ناں۔۔۔۔۔؟"

وہ شائد ساری زندگی کی پلاننگ آن پیپر کر کے آئی تھی۔

باران پوری توجہ سے سنتا ہوا اس کے پہلو میں ذرا سا فاصلہ رکھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"آئیں گے ناں۔۔۔؟" اس نے تصدیق چاہی۔

"نہیں، اس نے نفی میں سر ہلایا، بلکہ میں آپ کو آبادی سے کوسوں دور اونچی پہاڑی کی چوٹی پر قلعہ بنا کر کسی ظالم دیو کی طرح قید کر لوں گا، انسانوں کی دنیا سے پھر آپ کا کوئی واسطہ نہیں ہو گا۔۔۔۔"

وہ مسکراہٹ ضبط کر پوری سنجیدگی سے بولا تھا۔

"جی۔۔۔؟"

"جی۔۔!ویسے ساری دلہنیں فرسٹ نائٹ اتنی ٹالکٹو ہو جاتی ہیں، یا میں کسی ایکسیپشنل کیس سے ڈیل کر رہا ہوں۔۔؟"

اس کے لبوں کی تراش میں اتری مسکراہٹ نے میرال کو بری طرح جھینپ کر خود میں سمٹنے پر مجبور کیا تھا۔۔

اب صورت حال یہ تھی کہ انگلیاں چٹخاتے ہوئے لب چباتی ہوئی میرال سا اپنی حماقتوں کا احتساب کر رہی تھی، جبکہ باران پیچھے بیڈ پر چت دراز ہوتا آنکھوں میں شوخیوں کا جہان آباد کئے مقابل کو نگاہوں کی حدت سے پگھلا رہا تھا۔

"میں ہمہ تن گوش ہوں، آپ جاری رکھ سکتی ہیں، ابھی تو پوری رات باقی ہے، کوئی بات ادھوری نہ رہ جائے۔۔۔۔۔۔۔"

اس کے چہرے پر بکھرتے رنگ آنکھوں سے چراتا وہ اس کی دھڑکنوں کا انتشار لمحہ بہ لمحہ بڑھا رہا تھا۔

"میں۔۔میں چینج کر کے فریش ہو جاتی ہوں۔۔۔"

میرال کو ان نگاہوں سے فرار ہی آخری حل نظر آیا تھا۔

"ایسے کیسے۔۔۔۔"

پر بالکل غیر متوقع طور پر باران نے اپنا بھاری ہاتھ اس کے ہاتھوں پر رکھ کر اسے پتھر کا حسین مجسمہ بنایا۔۔

ابھی وہ اس کرم نوازی پر سانس نہیں کھینچ پائی تھی کہ، اس کے ہولے سے جھٹکا دیکر اپنے مہکتے پہلو میں گرانے پر میرال کی منتشر دھڑکنیں گہرائیوں میں ڈوبی تھی۔

"ابھی کوئی بڑے بڑے اعترافات کر رہا تھا، خود سپردگی، بیوی کی حیثیت سے، شوہر تسلیم کر کے، دلی آمادگی سے، وغیرہ وغیرہ، اور عملی میدان میں راہ فرار کا چور راستہ بھی ہموار ہو رہا ہے، عمل کو مانا جائے یا الفاظ کو۔۔۔۔۔؟"

کہنی کے بل اونچا ہو کر اس کے گلال چہرے کے قریب جھک کر، شریر و معنیٰ خیز سرگوشی کرنے پر میرال حیا کی بار سے بھاری پلکیں گراتی، انگلیوں کی کپکپی چھپانے کیلئے بیڈ شیٹ کو سختی سے مٹھی میں جکڑ گئی تھی۔

بے شمار معجزے ہیں یوں تو خدا کے

اک چہرہ پھولوں پر بھاری ہے حد ہے!

نین نقش سبھی اُسکے خوبصورت ہیں

اک نخرہ عصروں پر طاری ہے حد ہے!

حیرت انگیز طور پر ہمیشہ کم مائیگی کے احساس سے جھکنے والی پلکوں پر حیا کا بوجھ، خوف سے سپید پڑتے نقوش میں حجاب آمیز شفق کے رنگ، کانپتے لبوں پر حیا آلود اقرار دیکھ، باران کے دل کا دھڑکنوں سے اختیار اٹھا تھا۔

اٹھتا بھی کیسے نہیں، نگاہوں میں گھر کرتا یہ دلبر امنظر ہی کچھ ایسا دلفریب تھا کہ باران کی آنکھوں میں وارفتگی کے ڈھیروں پکے رنگ خمارِ بے خودی بن کر آن ٹھہرے تھے۔

وہ مانع جھجھک کو جھٹکتا ہوا آگے کو جھک کر اس کے ڈھلک چکے ٹیکے کو سائیڈ پر سرکاتا عرق آلود سرد جبیں کو اپنی ہونٹوں کی حدت سے مہکاتا اس خود کو بے وقعت سمجھنے والی لڑکی کو اپنی نگاہوں میں معتبر کر گیا تھا۔

قسم خدا کی یہ وارفتگی نہ تھی مجھ میں

کسی کے عشق سلیقہ شعـــــار سے پہلے

اس کی تیز کلون کی خشبو کے نتھنو سے گھسنے پھر جبیں پر ثبت لمس سے گھبراتے ہوئے میرال نے تیزی سے ان جاں گسل لمحوں سے فرار کی موہوم سی کوشش کرنی چاہی، لیکن آج وہ ضبط کمال رکھنے والا شخص اس کمزور سی اپنی پرچھائی سے خوف زدہ لڑکی کے آگے ضبط کھو بیٹھا تھا۔

جب جواں دھڑکتے دلوں میں نرم گرم جذبات ہوں، درمیان جائز و حسین تعلق ہو، اور مقابل کے پر حجاب رویہ میں خود سپردگی کا عندیہ بھی ہو، پھر وہ کیونکر فاصلوں کو ان حسین لمحوں کو زائل کرنے کا موقع دیتا۔

وہ بے شک مضبوط قوتِ ارادی کا مالک مرد تھا، لیکن اس کی باہوں میں موم کی طرح پگھل رہی لڑکی اس کے مضبوط قفل سے مقفل دل کے در و بام کو کھول کر طمطراق سے اپنی دعویداری جمانے والی پہلی اور آخری لڑکی تھی۔۔

پھر اس کا خود سے وعدہ تھا، جس دن میرال خود سے ایک قدم بھی اس کی جانب بڑھائے گی وہ اس کی روح سے ہر محرومی ہر تشنگی کو چن کر اسے گل گلزار کر دے گا۔

اسے اپنانے سے قبل اس نے کوئی خوشنما لفظوں کے لمبے چوڑے وعدے وعید نہیں باندھے تھے، لیکن میرال مطمئن تھی، کیونکہ وہ اس شخص کی مضبوط قوت ارادی کے کئی جلوے دیکھ چکی تھی۔

زندگی شائد اب سہل ہو جائے گی؟

یا ہو گئی ہے۔۔۔۔؟

اس نے ذرا سا گردن اٹھا کر اس نیند کی وادیوں میں اترے شہزادے کو دیکھا اور پھر خود ہی شرمگیں مسکراہٹ سنگ نگاہ جھکا گئی۔۔

اس نے حماقتیں کی تھی، اس شخص کا دل بھی خوب دکھایا تھا، لیکن اس نے منافقت نہیں کی تھی۔۔

جب وہ دل میں نہیں تھا تو اس نے نہیں کہا تھا، اب اس کا دل و دماغ کورے کاغذ کی طرح خالی تھا تو اس نے وہی اعتراف کیا تھا۔ جیسی شاہی آن بان والی شخصیت اس کی تھی، اور اپنے قول و فعل میں جو مضبوطی وہ رکھتا تھا بعید نہیں تھا جلد وہ اس کی اسیر ہو جاتی۔۔۔

اپنی شریر سوچ پر جھڑ جھڑی لیتے اس نے خود کو چپت لگائی جو زور سے لگنے کی وجہ سے اس کی لبوں سے سسکاری خارج ہوئی۔

اور صدمہ تو اسے تب لگا جب موندی آنکھوں کے ساتھ ہی باران نے اس کے سر کو سہلایا۔

"کیا کرتی ہو میرال۔۔۔؟" شرم سے کٹتی ہوئی وہ بڑبڑائی۔

"اپنی ملکیت کو دیکھنا گناہ نہیں ہے، لیکن ایک سوتے ہوئے بندے کی نیند ڈسٹرب کرنا بری بات ہے، ابھی سو جائیں صبح نہار لیجئے گا۔۔۔" خمار آلود بھاری آواز میں کہتے اس نے حقیقتاً میرال کو چلو بھر پانی کا محتاج کر دیا تھا۔

وہ شرم سے پانی پانی ہوتی اسی کے بازو میں چہرہ چھپا گئی تھی۔

ہولے سے مسکراتے ہوئے باران نے اس کا سر سہلایا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓣ

کہتے ہیں ناں ہر چیز کا وقت مقرر ہے، جب تک وہ وقت نہیں آتا انسان چاہے جتنا ایڑی چوٹی کا زور لگا لے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔

بسا اوقات اس وقت کو آنے میں اتنی دیر لگ جاتی ہے کے اس ستم گر داب میں پھسا شخص نڈھال ہو کر ہر امید ہار بیٹھتا ہے، شیراز عثمانی کے معاملے میں بھی یہی ہوا تھا، دیر ہو گئی تھی بہت دیر۔

لیکن پھر بھی دیر آید درست آید کے مصداق نہ آنے سے آنا بہتر ٹھہرا تھا۔

یہ ولیمے سے تین دن بعد کی بات تھی۔۔

جب اتنی بڑی حرکت کے باوجود عثمانی خاندان بلخصوص دلاور کی مستقل خاموشی سے پاگل ہو رہا انوار حسین، مزید اس سائلینٹ ٹریٹمنٹ کی تاب نہ لا تا گلستانِ بہار میں جانوروں کہ رہائشی حصے میں آگ لگا دیا تھا۔

اتفاق سے اس روز حویلی کی ینگ جنریشن بھی وہیں پھولوں والے باغ میں سیر کیلئے آئی ہوئی تھی جس کا شائد انوار حسین کو علم نہیں تھا۔

لہٰذا فوری حرکت میں آنے کی وجہ سے بچت ہو گئی تھی، کسی بھی جانور کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا، البتہ دوائیوں کے زیر اثر سو رہے شہنشاہ کو بچانے میں دلاور سمیت دو تین ملازم کے ہاتھ جھلس گئے تھے۔

اس کے بعد زمین پاتال ایک کر کے اس نے انوار حسین کو نہ صرف نکالا تھا، بلکہ وہیں گلستان بہار میں کڑی دھوپ میں چاروں جانب سے دو دو ہاتھ کے فاصلے پر آگ لگا کر اس کے بیچ و بیچ ننگے بدن اسے پورا دن باندھ کر چھوڑ دیا تھا۔

اس کے شدت پسندانہ عمل پر کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی اسے روکنے اور سمجھانے کی، کیونکہ سب جانتے تھے اپنے عزیز از جان جانوروں کی جان کو خطرے میں دیکھ کر وہ کس جذباتی دھچکے سے گزرا ہے۔

جس کے جواب میں وہ ایک جھٹکے میں انوار حسین کی جان بھی لے لیتا تو حیرت نہ ہوتی، لیکن وہ اسے اسی اذیت و تکلیف سے گزارنا چاہتا تھا، اسی وحشت و دردنگی کا مزہ چکھانا تھا جس سے اس کے معصوم و بے زبان دوست گزرے تھے۔

اور انوار حسین کی چیخ سننے کیلئے وہ خود وہاں بے حس بنا بیٹھا تھا۔

اس کی طیش و جنون کا عالم ایسا تھا کہ اور تو اور خود مقدس تک اسے سمجھانے کی جرات نہیں کر سکی تھی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

بلا آخر اخلاق حسین کو اپنے بقیہ تینوں بھائیوں اور پنچ کے پانچ معزز آراکین کے ساتھ وہیں آنا پڑا تھا۔۔

"جسے اپنی جان پیاری نہیں ہے وہ شوق سے اسے کھولنے کیلئے آگے بڑھے۔۔۔!!"

پورا دن دھوپ میں رہنے کی وجہ سے نڈھال ہو کر ایک جانب منہ ڈال چکے انوار حسین کو کھولنے جیسے ہی کچھ لوگ بڑھے اس کی سرد آواز پر جہاں کے تہاں ڈر کر رک گئے۔

"جتنی اس نے غلطی کی ہے اتنی تم اسے سزا دے چکے ہو اب جان لیکر مانو گے کیا۔۔۔؟"

اخلاق حسین تلملایا تھا۔

"جتنا بڑا اس کا گناہ ہے اس کیلئے یہ سات جنم بھی لے تو سزا مکمل نہیں کر پائے گا۔۔۔"

شہنشاہ کی پیٹھ پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر ہاتھ میں رائفل لئے بیٹھا وہ آج کسی کی نہیں سننے والا تھا۔

"حاکم سرکار، آپ ہی کچھ کہیں۔۔۔!"

اس کے ہٹ دھرم اور سپاٹ انداز پر پنچ کے اراکین کی نظر ایک جانب خاموش کھڑے داجی کی جانب اٹھی۔

"بہت معذرت معزز حضرات، مگر آج میں کچھ نہیں کہوں گا، کیونکہ اس کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا۔۔۔" داجی نے صاف ہری جھنڈی دکھائی تو پنچ کے اراکین ڈھیلے پر گئے۔

اور اخلاق حسین حسبِ سابق و دستور پھوں پھاں کرنا شروع ہو گیا، دلاور کے مرنے مارنے والے خطرناک عزائم، داجی کی پہلوتہی اور مشکل سے یہاں تک آنے کیلئے رضامند ہوئے پنچ کے اراکین کی خاموشی اخلاق حسین بالکل ہی خبط الحواسی کا شکار ہو گیا تھا۔

اور پھر طیش کے عالم میں انٹ شنٹ ہانکتے ہوئے اس کی بے لگام زبان نے ان سنگیں جرائم کا بھی اعتراف کر لیا جس کی پردہ پوشی وہ سالوں سے کرتا آرہا تھا، جسے دفن اس نے بڑی صفائی سے بنا کوئی ثبوت چھوڑے کیا تھا۔

"تم۔۔تم نے شیراز اور اس کی بیوی کے ساتھ وہ سب کیا۔؟"

دی جان جو بھتیجے کے اقبال جرم کو کرب و اذیت کی بحر بیکراں میں ڈوبتی ابھرتی ہوئی سن رہی تھی، لڑکھڑاتے قدموں باہر آئی تھی۔

"ہاں میں نے کیا، میں نے شیراز کے ان دوستوں کو، معذرت ان دو آستین کے سانپوں کو بھاری قیمت دیکر خریدا تھا، عثمانی حویلی کے سب سے لاڈلے سپوت کو، ہر ایک شخص کے آنکھوں کے تارے کو

سب کی نظروں سے گرانے کیلئے، اسے بدنام گلیوں کی لت لگانے کیلئے، تاجور عثمانی کی غرور کو پاش پاش کرنے کیلئے، عثمانی خاندان کی عظمت ورتبہ کو ملیامیٹ کرنے کی۔۔۔۔ہاہاہاہا۔۔۔۔۔"

یکے بعد دیگرے شکست نے ایک جانب اخلاق حسین کو پاگل کر دیا تھا تو دوسری جانب اس کے سنگین جرائم کی لمبی فہرست نے حاضرین کو پتھر کا بنا دیا تھا۔

اور دی جان، وہ، وہ بیچاری تو بے یقینی کی کیفیت میں بھتیجے کو بہتی آنکھوں سے دیکھے جا رہی تھی۔

یہ وہی بھتیجے تھے جن کی جان کی امان، جن کی سلامتی و بہتری کی دعائیں وہ رب سے بھی مانگتی تھی اور سفارشیں اپنے مجازی خدا سے بھی کرتی تھی، اور انھوں نے ہی ان کے خاندان کو اجاڑنے کی ہر ممکن کی کوشش کی۔

بلکہ ان کی ایک اولاد کو اجاڑ دیا، وہ بھی ایسے اجاڑا کہ وہ واپس بس نہیں سکا، ابھر نہیں سکا، کسی کے سامنے نگاہ نہیں اٹھا سکا، حتیٰ کے اس کے بے گناہ بچے تک رل گئے۔۔

اور وہ۔۔وہ نو مسلم لڑکی، وہ بھی ان کی ظالمانہ کاروائی کی بھینٹ چڑھ گئی۔۔

"اور جانتی ہیں پھپو سا، یہ اس حریف زادے کی ماں، وہ وہ تو پلان میں تھی ہی نہیں، ان کی تو سرپرائز انٹری ہو گئی تھی، بیچاری چچ! چچ! مجھے اس سے کوئی بیر نہیں تھا، لیکن وہ اپنے ساتھ ایسی درد بھری دل موم کر دینے والی داستان رکھتی تھی کے اسے پناہ دینے کہ عوض سب شیراز عثمانی کو معاف کر دیتے اور اعلیٰ ظرفی کی بلند مثال قائم کرنے کیلئے حویلی والے اسے اپنا لیتے، اور میں اپنا بنا بنایا کام خراب کر نہیں سکتا تھا اس لئے اس بیچاری کو اکارت میں۔۔۔۔"

"چٹاخ!"

"بس! بس کر دو۔۔ اخلاق، خدا کے قہر سے ڈرو بس کر دو۔۔" دی جان کا نحیف ہاتھ پوری قوت سے اخلاق حسین کے چہرے پر ثبت ہوا تھا۔

وہ ہزیانی انداز میں کانوں پر ہاتھ رکھ کر چیخی تو سب بت بنے لوگ ہوش میں آئے، داجی نے بڑھ کر انھیں سنبھالنا چاہا، لیکن وہ پوری قوت سے ان کا بازو جھٹکتی اخلاق حسین کا گریبان تھامتی چیخی تھی۔۔

"کیوں۔۔؟ کیوں کیا تم نے ایسا، میں پوچھتی ہوں کیوں۔۔؟ آخر بگاڑا کیا ہے میں نے یا میرے بچوں نے تمہارا۔۔۔؟"

ان کی حلق میں خراش پر گئے تھے، نحیف جسم سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا۔

"دی جان۔۔۔"

باران لوگ سب بیک وقت انھیں پکڑنے دوڑے لیکن انھوں نے ہاتھ اٹھاتے سختی سے روک دیا تھا۔۔

"کوئی۔۔کوئی بھی نہیں آئے گا بیچ میں۔۔۔"

ان کی کیفیت سمجھتے داجی نے بھی ہاتھ اٹھا کر روک دیا تھا۔

"ہاں، بتاؤ اخلاق حسین کیوں؟"

وہ واپس اخلاق حسین کی طرف متوجہ ہوئی۔

وہ اس وقت قطعی نرم خو ملائم لہجے میں کلام کرنے والی دی جان کے بالکل برعکس ایک زخم کھائی ہوئی شیرنی بنی ہوئی تھی۔

"کیوں؟ آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں پھپھو سا، جیسے آپ تو جانتی ہی نہیں۔۔۔" اخلاق حسین کی لبوں کی تراش میں طنزیہ کاٹدار مسکراہٹ ٹھہری۔

"آپ کی وجہ سے پھپو سا، آپ کی وجہ سے، جس دن تاجور عثمانی نے اپنی گدی مضبوط کرنے کیلئے آپ کو تاوان کے بدلے بھاری رقم میں خریدا۔۔۔"

"خبر دار جو۔۔۔"

"کوئی بیچ میں نہیں بولے گا۔۔۔" ایسے رکیک الفاظ پر داجی یکدم بھپرے تھے کہ دی جان نے سختی سے ہاتھ اٹھاتے جملہ قطع کیا۔

"ہاں، بولو۔۔۔" وہ واپس اس کی طرف مڑی تھی۔

آج وہ ہر زہر اپنے چاک جگر میں اتار لینا چاہتی تھی، اگر عمر کے اس حصے میں ان کی قسمت میں اس اذیت سے گزرنا ہی لکھا تھا تو پھر یہی سہی۔۔

"بہنیں اور بیٹیاں تو باپ بھائی کی عزت کیلئے جان قربان کر دیتی ہیں، آپ تاوان نہ ہو سکیں، بلکہ ان کی اسی عزت کا سودا کر کے ان۔۔ ان تاجور عثمانی کے ساتھ چلی گئیں، آپ نے ایک مرتبہ، ایک سیکنڈ کیلئے نہیں سوچا اپنے خاندان اپنے باپ بھائی کی عزت کے بارے میں، جانتی ہیں اس دن سے اس گھڑی سے دادا سا، بابا سا، میں اور شائد ہماری سات نسلیں عزت سے اس علاقے میں سر اٹھا کر نہیں جی پائیں

ہیں، پائیں گی، لوگ ہمیں عزتوں کے دلال کہتے ہیں، اپنی بہن بیٹیوں کی قیمت کھانے والا کہتے ہیں، اندازہ بھی ہے آپ کو اس ذلت و آہانت کے احساس کا جو ہم روزانہ سہتے ہیں، ؟ایک کم کمین کی نگاہوں میں بھی اپنے لئے تمسخر وطنز دیکھنے کی اذیت جانتی ہیں آپ، اس اذیت سے ہم آپ کو اور تاجور عثمانی کو گزارنا چاہتے تھے، اور میں کامیاب بھی ہوا دیکھیں، شیراز عثمانی کی جھکی گردن کو، اس کے بکھرے کانچ جیسے گھر کو، باغی متنفر اولاد کو جو اسے باپ ماننے کو تک تیار نہیں ہے، سکون ملتا ہے مجھے۔۔ سکون۔۔۔۔۔ہاہاہا"

زہر خند بے ڈھنگا قہقہہ لگاتے ہوئے وہ واقعی پاگل لگ رہا تھا۔

وہ آج بھی اپنے اباواجداد کے کرتوت پر شرمندہ نہیں تھا، اپنی گھٹیاں حرکتوں کیلئے شرمندہ نہیں تھا، بلکہ الٹا انھیں الزام دے رہا تھا کہ وہ اپنے باپ بھائی کی نام نہاد عزت وغیرت کیلئے تاوان کیوں نہیں ہوئی۔۔؟

انھیں الزام دیا جارہا تھا، ان کیلئے سزا منتخب کر ان کی اولاد کی پوری زندگی تباہ کی گئی تھی،

کیونکہ انھوں نے ذلت بھری زندگی پر عزت والی معتبر زندگی کو چنا۔

فقط اپنی جھوٹی انا و غیرت کے نام پر، واقعی نفرت و انتقام ایسا پست جذبہ ہے جو انسان کی سوچنے سمجھنے، صحیح غلط کی تفریق کرنے کی ساری صلاحیت سلب کر لیتا تھا۔

پیچھے کھڑے ہر شخص کا خون کھول رہا تھا، بس نہیں چل رہا تھا اخلاق حسین کے چیتھڑے اڑا دے، لیکن دی جان کی وجہ سے خاموش تھے جو بے تاثر نگاہوں سے پاگلوں کی طرح قہقہہ لگا رہے اخلاق حسین کو دیکھ رہی تھی۔۔

ان کی آنکھیں بالکل خشک تھی جیسے برسوں کی قحط سالی ہو وہاں۔

انھیں اپنا دل برف کی سیل معلوم ہو رہا تھا۔

پھر وہ پیچھے مڑی تھی اور چلتی ہوئی داجی کے قریب آئی تھی جو ضبط کی انتہا پر کھڑے تھے۔

"مجھے معاف کر دیجئے گا شہباز کے ابا، آپ روزِ اول سے سہی تھے، کچھ لوگ واقعتاً نہیں بدلتے، نسلوں تک نہ بدلتے، لیکن میں نے اپنی خام خیالی کو اہمیت دی، آپ کی مان و محبت کا فائدہ اٹھایا، آپ کو اپنے وعدے کا پابند کیا، مجھے معاف کر دیں۔۔"

وہ اندر تک ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔

"نیک بخت، خدارا یوں مجھے بے وقعت نہیں کریں۔۔۔"

وہ تڑپ گئے تھے، ان کا دل ان کے شکستہ انداز پر سیکڑوں ٹکڑوں میں بکھرا تھا۔

پر دی جان نے نفی میں سر ہلاتے انھیں اپنی بات سننے کا اشارہ کیا۔

"آج سے میں آپ کو اپنے وعدے کی زنجیر سے آزاد کرتی ہوں شہباز کے ابا، آج سے میرا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، کوئی بھی تعلق نہیں، ایسا تعلق بھی نہیں کے میں ان کے گناہوں پر تاسف کا اظہار کر سکوں، لعنت ملامت کر سکوں، کوئی بد دعا دے سکوں۔۔ آپ آزاد ہیں، آپ سب اپنے معاملات میں آزاد ہیں۔۔۔۔۔"

درد سے پھٹتے دل کے ساتھ آخری الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ مکمل پشت موڑ کر کھڑی ہوئی تھی۔

دلاور کی گردن میں گلٹ ابھر کر معدوم ہوئی تھی، ساتھ شدت اشتعال سے تنی قوی انگلیوں کی گرفت رائفل پر سخت ہوئی۔ خون آشام آنکھوں سے اخلاق حسین کے سینے کا نشانہ لیا تھا اور قبل اس کے کی وہ اس کا سینہ چھلنی کرتا، دی جان کو لڑکھڑا دیکھ سب کی چیخ نکلی تھی۔

"دی جا!!!ن!!!"

رائفل پھینکتا ہوا وہ دیوانہ وار ان کی طرف دوڑا۔

داجی اور باران نے بروقت حرکت میں آتے انھیں تھاما لیکن ان کا ناتواں وجود ان کے ہاتھوں میں جھول گیا تھا۔۔

سب فوراً انھیں لیکر کاٹیج کے اندر بھاگے تھے۔

دوسری طرف ڈاکٹر کو اٹھا کر لانے کیلئے جسے جو گاڑی ملی تھی وہی نکال کر بھاگے تھے۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

داجی بیڈ پر دی جان کے سرہانے یوں بے چینی سے چکر کاٹ رہے تھے، جیسے سرمایہ حیات انگلیوں کے پوروں سے پھسل رہا ہو، جیسے پیر کے ناخونوں سے روح کھینچی جا رہی۔۔

کچھ ایسا ہی حال ایک تسلسل سے پیچھے دیوار پر سر مار رہے دلاور کا تھا، وہ یوں بے دم ہو رہا تھا جیسے ابھی چھوٹے بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دے گا، جبکہ مقدس ان کی نبض چیک کر رہی تھی۔

جو بے حد مدھم چل رہی تھی۔

اسی نے تسلی کروائی تھی کے گرمی اور ذہن کو دھچکا لگنے کی وجہ سے ان کا بی پی شوٹ ہوا ہے۔۔

"باران، میں۔۔میں کہتا ہوں گاڑی نکالو نیک بخت آنکھیں نہیں کھول رہی، آنکھیں کیوں نہیں کھول رہی ہیں یہ۔۔؟"

وہ حوادث کی کیفیت میں ایک مرتبہ پھر دہاڑے تھے۔

"داجی ڈاکٹر آرہے ہیں یہیں، ہم لیکر جائیں گے تو وقت زیادہ لگے گا، راستہ خراب ہے۔۔۔"

"تو پھر کہاں مر گیا ہے یہ ڈاکٹر۔۔۔۔؟"

"شہ۔۔شہباز۔۔کے ابا۔۔۔۔"

"جج۔۔جی ہاجرہ۔۔۔۔۔۔"

دی جان کی نحیف پکار پر وہ صدیوں سے اس پکار کیلئے ترس رہے مشتاق کی طرح دیوانہ وار ان کے سرہانے پہنچے تھے۔

"آپ۔۔آپ ٹھیک ہیں ناں حاجرہ۔۔۔۔۔؟"

ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے وہ تڑپ لئے پوچھ رہے تھے۔

جیسے ان کی اگلی سانس کا انحصار ان کے جواب پر ہو۔

"ہمم۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔"انھوں نے بمشکل پلکوں کو جنبش دیتے ہوئے واکیا۔

"آپ نے ڈرادیا تھانیک بخت، آپ جانتی ہیں، میں آپ کے ماتھے پر شکن دیکھ لوں تو میرا پورا دن خراب جاتا ہے، اور آپ ہیں کے مجھے پریشان کرتی رہتی ہیں اپنی لاپرواہیوں سے۔۔۔۔؟"وہ بگڑے تھے۔

ان کے بارعب چہرے پر بکھری اذیت، سرخ ڈوروں سے مزین آنکھوں میں اتری نمی، لہجے کی بے ربطگی ان کے گزرے چند لمحوں میں چھو آئے خوف و دہشت کی انتہا کا غماز تھے۔۔

"اب کچھ سنبھل جائیں شہباز کے ابا، پوتوں کے فرض سے سبکدوش ہو چکے ہیں آپ۔۔۔۔"انھوں نے پشت پر پریشان کھڑے چہروں کو دیکھتے شدتِ جذبات کے اظہار پر ٹوکا۔

جس پر داجی نے پلٹ کے ترچھی نگاہ سب پر ڈالی تو سارے وہاں سے یہ جا وہ جا ہوئے، بس دلاور دانت پر دانت جما کر دونوں بازو سینے پر باندھے کھڑا تھا نجانے اس کی سرد خون جھلکاتی آنکھوں کے پار کونسا طوفان برپا تھا۔

"تمہیں سرکاری مہر لگا کر کہنا پڑے گا۔۔۔؟"

داجی نے گھورا۔

"میں دی جان کے پاس سے کہیں نہیں جاؤں گا۔۔۔!"

وہ بھینچے لہجے میں دوٹوک ہوا۔

"تمہاری تو۔۔۔"

"آپ ادھر آئیں، آپ کے زخم پر مرہم لگانا ہے۔۔۔"مقدس نے اس کا بازو تھاما۔

"میں۔۔"

"میں ٹھیک ہوں پگلے، جاؤ بچی کے ساتھ مرہم لگالو۔۔۔"

دی جان کے اشارے پر وہ طوعاً و کرہاً سائیڈ روم کی طرف بڑھا۔

"آپ ٹھیک ہیں ناں نیک بخت۔۔؟"

ان کے بے کل دل کو قرار نہیں آرہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں شہباز کے ابا، اور واقعی ایک حاکم سرکار کو عمر کے اس حصے میں ایسی معمولی باتوں پر پریشان ہونا زیب نہیں دیتا۔۔۔"

پھیکی مسکراہٹ سنگ ٹوکتے وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگی، داجی نے بڑھ کر سہارا دیتے ان کے پیچھے تکیہ لگایا تھا۔

"محبت کہ اپنے اصول ہوتے ہیں نیک بخت! وہ اپنے دام میں آئے انسان کو سر تا پا بدل دیتی ہے، لیکن وہ 'بذات خود' کبھی نہیں بدلتی، اس پر رت، موسم، عمر جیسے عوامل اثر انداز نہیں ہوتے، سترہ کی عمر میں سلطنتِ دل کا فاتح قرار پانے والا شخص اسی آب و تاب سے ستر کی عمر میں بھی اس تخت کا تاجور ہوتا ہے، دل کی سلطنت کہ سلطان نہیں بدلہ کرتے۔۔۔۔۔۔۔"

ان کے ہاتھ کو دونوں مضبوط ہاتھ میں تھامے وہ جس لگاوٹ سے اظہارِ بے بسی کر رہے تھے، دی جان کو اپنے کچھ ساعت پہلے ادھیڑے گئے زخم بھرتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

وہ جذبہ عقیدت سے مغلوب ہو کر اپنی پیشانی ان کے ہاتھ پر ٹکا گئی تھی۔

بے شک اچھا ہمسفر خدا کی بہترین نعمت میں سے ایک ہے، اور وہ بلاشبہ ایک قابل رشک ہمسفر سے نوازی گئی تھیں، جو عمر کے اس مقام پر بھی ان کی آبگینے کی طرح حفاظت کر رہے تھے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

پنچ کے آراکین ہنوز باہر منتظر تھے، البتہ اخلاق حسین موقع غنیمت جان کر اپنے تینوں بھائیوں کے ساتھ اپنی شدید غصہ کی لپیٹ میں آکر کی گئی حماقتوں پر ماتم کناں نو دو گیارہ ہو گیا تھا۔

"حاکم سرکار، آپ جو بھی فیصلہ لیں گے، پنچ اس میں آپ کا حامی ہو گا، اس مرتبہ اخلاق حسین نے ہر حد پار کر دی ہے۔۔۔!!" سرپنچ صاحب تاسف سے بولے تو باقی لوگوں نے ان کی حمایت میں اثبات میں سر کو جنبش دیا۔

ان کیلئے بھی اخلاق حسین کا اقبال جرم کسی صدمے سے کم نہیں تھا۔

"میں آپ لوگوں کی حمایت کو سراہتا ہوں، لیکن اب فیصلہ میں نہیں کوئی اور لے گا۔۔۔!"

"کوئی اور۔۔۔ لیکن کون۔۔۔؟" سبھی نے حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

جبکہ داجی چلتے ہوئے ایک طرف مترا کے ساتھ لگے کھڑے دلاور کی طرف بڑھے، جس کے اندر کے آتش فشانی لاوا کو پھٹنے، اور اخلاق حسین کے پورے خاندان کا نام ونشان مٹانے سے مقدس نے بڑی مشقت سے باز رکھا تھا۔

وہ نہیں چاہتی دلاور طیش وجنون میں قانون کو ہاتھ میں لے۔۔

"ہم تاجور عثمانی، اپنے پورے ہوش وحواس میں اپنے پوتے کو اس گدی کی باگ ڈور سونپ رہے ہیں، آج سے اس علاقے کیلئے، اس قبیلے کیلئے یہ جو فیصلہ لے گا وہی حرف آخر ہو گا، آج سے دلاور عثمانی اس قبیلے کا سردار اور علاقے کا حاکم سرکار ہے، اور ہمیں پورا یقین ہے یہ ہم سے بھی بہتر انداز میں یہ سب سنبھالیں گے اور ہمارے علاقے میں امن وامان کی فضا بنائے رکھیں گے۔۔۔۔۔۔۔!!"

اپنے عرصہ پہلے لے چکے فیصلوں کو عملی جامہ پہناتے ہوئے داجی نے اپنے شانے سے اجرگ اتار کر اس کے شانے پر ڈالا تھا جو ان کے فیصلے پر ہونقوں کی طرح انھیں دیکھے جا رہا تھا۔

توقف سے جب بات سب کی سمجھ آئی تو زبردست تالیوں کی گونج نے داجی کے فیصلے کا خیر مقدم کیا جس پر دلاور یقین وبے یقینی منجھدھار سے باہر نکلا۔

"شہباز کے ابا۔۔۔"

فوری کوشش کے تحت اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ پنچ کے اراکین کی طرف بڑھ گئے۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

حویلی تک خبر پہنچتے ہی حسب سابق ناظمہ بیگم نندوں کے ساتھ مل کر طوفان لے آئی تھی۔ داجی کے فیصلے نے حقیقتاً ان کا دماغ ہلا دیا تھا، انھیں دی جان کی طبیعت کا تک خیال نہیں رہا۔

"باباسا، آپ میرے بیٹے کے ساتھ حق تلفی نہیں کر سکتے، باران اس خاندان کا بڑا بیٹا ہے یہ اس کا حق ہے۔۔۔۔!"

وہ بے خوفی سے دوبدو داجی کے مقابل تھی۔

"گدی اپنا وارث خود ڈھونڈتی ہے، گدی کا وارث چراغ لیکر نہیں ڈھونڈا جاتا، اور انصاف و ناانصافی کا پاٹھ کم از کم آپ ہمیں نہیں پڑھائیں بڑی بہو، بہتر ہو گا اگر آپ ہمارے فیصلے کو دل سے نہ سہی دنیا دکھاوے کیلئے ہی سراہیں۔"

داجی کے لہجے میں قطعیت تھی۔

"کیا۔۔کیا کمی ہے میرے بیٹے میں بابا سا، جو وہ نہیں بن سکتا سردار۔۔۔؟" ناظمہ عثمانی آج آر یا پار کرنا چاہ رہی تھی۔

"اول تو ہم کسی کو جوابدہ نہیں۔۔۔" داجی نے ایک طویل سانس اندر کھینچتے ہوئے اشتعال کو اندر اتارا۔

"لیکن آپ کے دل میں گری پھانس کو نکالنے کیلئے بتا دیتے ہیں، ہمارے کسی بچے میں کوئی کمی نہیں ہے، سب لائق فائق ذہانت و لیاقت میں یکتا ہیں، لیکن گدی سنبھالنے کیلئے فقط ذہین و سمجدار ہونا کافی نہیں ہوتا ہے، دگنا ضد و بغاوت سے باغیوں کو کچل کر فیصلوں کی بلند فصیلوں تلے انھیں دفنانے کی جرات بھی رکھنی پڑتی ہے، اپنوں کی بھلائی کیلئے بے حس بے رحم جابر بھی ہونا پڑتا ہے۔ سمجھ آرہی ہے آپ کی۔۔۔۔"

داجی کے دبے لہجے سے اٹھتی حویلی کی ایوانوں کی چھوتی ہوئی چنگاڑیوں سے سب خائف جہاں کے وہاں دبک گئے تھے۔

وہ عورتوں پر آواز بلند کرنے کہ قائل نہیں تھے، پر بد تمیزی اور بے جا مداخلت بھی برداشت کرنا ان کی سرشت میں نہیں تھا۔

"باران کو بلا کر لاؤ۔۔۔"

چونکہ سب اپر دی جان کے ساتھ تھے اور بحث اسٹڈی میں چل رہی تھی، داجی کے کہنے پر ثمرہ عثمانی دوڑی تھی واپسی میں باران سمیت پوری پلٹن ساتھ تھی۔

"باران، تمہیں دلاور کو سرداری سونپنے پر کوئی اعتراض ہے۔۔؟"

اندر کی سرد فضا سے ابھی وہ مانوس بھی نہیں ہوا تھا کہ داجی کے سوال پر لمحے کو گڑبڑایا۔ پھر سنبھل کر ایک نظر ماں پر ڈالتا گویا ہوا۔

"بالکل بھی نہیں داجی، بلکہ مجھے لگتا ہے دلاور سے بہتر شائد ہی کوئی امیدوار ہو گا آپ کی لیگسی کیلئے، وہ علاقے کو، یہاں کہ لوگوں اور ان کے حالات کو بہتر جانتا ہے، اور انھیں ٹیکل کرنے کا بھی اسے خوب تجربہ ہے۔ میں آپ کے فیصلے کو سراہتا ہوں۔۔۔"

وہ بلا جھجھک متسحکم لہجے میں بولا۔

اور یہیں ناظمہ عثمانی بھر بھری ریت کی طرح بیٹھتی چلی گئی۔حاسدین کیلئے بہترین سزا یہی ہے کہ انھیں تاحیات انھیں کی حسرتوں کی بلند قلعوں میں حسد کے قفس زدہ فضا میں قید چھوڑ دیا جائے۔۔

"اور کسی کو کوئی اعتراض۔۔۔؟"

داجی نے سخت نظر ہر ایک سے گزاری،جواب ندارد تھا۔

"کوئی مجھ سے بھی پوچھے گا مجھے یہ عظیم تحفہ چاہیئے بھی یا نہیں۔۔۔۔؟"

وہ طنطناتا ہوا داجی کے مقابل آیا تھا۔

"تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے سے ہمارے فیصلے کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔۔"اٹل انداز میں انھوں نے اس کی مرضی کو بے معنیٰ کیا۔

"داجی۔۔۔"

"آواز نیچے،سرداروں کو بلند آواز نہیں باوزن الفاظ زیب دیتے ہیں،بہت کچھ سیکھنا ہے تمہیں زیادہ وقت میرے ساتھ گزارا کرو۔۔۔"اس کا شانہ تھپتھپاتے وہ اپنی ہی ہانک رہے تھے۔

"مجھے نہیں چاہیئے آپ کی سرداری، مبارک ہو آپ کو یہ عظمت، مجھے معافی دیں آپ۔۔۔"وہ مشتعل سا ہو کر مڑا تھا۔

"کیوں ڈر گئے۔۔؟تمہاری دی جان تو کہتی ہے تم میرے کا پر تو ہو، بلند ہمت، بلند حوصلے اور ارادوں کے پکے ہو، اور پہلے قدم پر ہی ڈگمگا گئے۔۔۔ چچ! چچ! کتنا افسوس ہو گا نیک بخت کو اپنے بافخر پوتے کی بزدلی کا جان کر۔۔۔۔"

استہزاء اڑاتے انھوں نے اس کے جوان کھولتے خون کو ابالا تھا۔

"ڈرے میرے دادا، میں نہیں ڈرتا کسی سے، لیکن میں یہ کھراگ بھی۔۔۔"انھوں نے اکسایا تھا اور وہ بھڑک گیا تھا۔

"بہت خوب، ثابت کرو پھر۔۔ جلد ہی تمہاری پنچائیت میں دستار بندی ہو گی، تیار رہنا میں دن اور وقت بتادوں گا۔۔۔"

اس کا شانہ تھپتھپاتے وہ بڑی آسانی سے اسے شیشے میں اتار کر چل دئے تھے۔

جب تک بات دلاور کے دماغ تک پہنچی وہ جا چکے تھے۔

پیچھے کھول رہا وہ اور اور ہنسی ضبط کر رہی باقی پلٹن تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

ساری بکھری چیزیں رفتہ رفتہ اپنے مدار پر واپس آ رہی تھی۔ اور اس صبح وردہ کی واپسی کی خبر ملتے ہی شیراز عثمانی داجی کے ہمراہ حاجی حکیم کے گھر پہنچے تھے۔

اور اب سب حاجی حکیم کے ڈرائینگ روم میں موجود تھے۔

پھر داجی کے اشارے وہ لوگ باہر نکل گئے اب وہاں بس وہ تینوں ہی موجود تھے۔

شیراز عثمانی نے نگاہ اٹھا کر اپنے دونوں بچوں کو دیکھا۔

یوں تو دلاور نے بھی کچھ نقش ماں سے چرائے تھے، لیکن وردہ بنی بنائی سمعیہ تھی، وہیں آنکھیں، وہی چہرہ، وہی حسن و نزاکت، بس اس کی آنکھوں میں سمعیہ جیسی ملائمت نہیں تھی، جو ان کی ہی بزدلی کی مرہون منت تھی۔

ان کا دل ایک مرتبہ پھر ندامت و پچھتاؤں کی گہرائیوں میں ڈوبنے کو تھا کہ انھوں نے سر جھٹکتے گلا کھنکارا۔

"میں جانتا ہوں، میں رشتوں کی بیش بہا دولت سے نوازا گیا ہوں، لیکن خوش اسلوبی سے میں نے ایک رشتہ بھی نہیں نبھایا، نہ میں اچھا بیٹا بن سکا، نہ باپ، اور نہ ہی شوہر، میں جانتا ہوں میں آئندہ بھی کوئی آئیڈیل باپ نہیں بن پاؤں گا آپ لوگوں کیلئے، لیکن آپ لوگوں کو وہ پدرانہ شفقت دینے کی کوشش کروں گا۔۔۔"

"اور اگر جو ہم کہیں ہمیں اب اس کی ضرورت نہیں تو۔۔؟"

دلاور کے سپاٹ سوال پر شیراز عثمانی کا چہرہ تاریک ہوا تھا، وردہ نے نگاہ اٹھا کر کچھ دور کھڑے وجود کو دیکھا۔

یہ اس کا ماں جایا تھا اس کا ہم مزاج، جس سے اس کی ماں کو بے پناہ محبت تھی جس کیلئے اس کی ماں آخری سانس تک تڑپی تھی۔۔

"پھر بھی میں ایک موقع چاہوں گا۔۔۔"

ٹوٹتی ہمت کو مجتمع کرتے وہ دقت سے مسکرائے۔

پھر کمرے میں کچھ ساعت تک دبیز کثافت زدہ خاموشی روح میں اترتی رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں جتنی بھی میری بے گناہی ثابت ہو جائے، میرا سمعیہ اور تم لوگوں کے معاملے میں برتی گئی کوتاہیوں کی کوئی صفائی، کوئی مداوا نہیں ہے، میں مجرم ہوں اور یہی سچ ہے۔۔۔"

ہولے ہولے سے اپنی ہتھیلی پر ضرب لگاتے جذبات کو اعتدال پر لانے کیلئے توقف لیا۔

"سمعیہ میری زندگی میں آنے والی پہلی عورت تھی، اور میری پہلی محبت بھی، لیکن میں ان کی قدر، ان کی حفاظت نہ کر سکا، کبھی میری بزدلی نے انھیں مجھ سے چھین لیا تو کبھی وقت کی بے حسی نے، جس کا خمیازہ سب سے زیادہ آپ دونوں نے بھگتا ہے، آپ لوگ سمعیہ کے بطن سے جنمے ہو، اگر آپ لوگ مجھے خود کو اپنا باپ کہلوانے کا موقع دو گے تو، شائد میرے دل کا بوجھ کچھ کم ہو جائے، جس کیلئے یہ گنہگار باپ آخری سانس تک احسان مند رہے گا۔۔۔"

ندامت کے آنسوں سے ان کا لہجہ بھیگ گیا تو دونوں نے بے چین ہوتے نگاہ ان کے شکستہ چہرے کی جانب اٹھائی پھر ایک دوسرے کو دیکھا۔

وہ دونوں اس عظیم عورت کا اٹوٹ حصہ تھے جو ایثار و قربانی کی مورت تھی، صبر و استقامت کی مثال تھی،

پھر وہ دونوں اپنے رگوں میں دوڑتے خون کی تاثیر سے کیسے منحرف ہو جاتے۔اعلیٰ ظرفی اور نرم دلی تو انھیں اپنی ماں سے وراثت میں ملی تھی۔۔۔

وہ دونوں خاموش تھے اور ان دونوں کی خاموشی ہی اس جھکے سر و کندھے کے ساتھ زمانے کے ستائے شخص کا ضمیر کی عدالت سے رہائی کا عندیہ تھا۔

دل میں بیر پال کر وہ کرتے بھی کیا؟زندگی کے وہ تکلیف دہ باب تو وہ کاٹ آئے تھے،اور کونسا یہ شخص بھی سکون میں تھا۔

"خوش رہوں میرے بچوں۔۔۔"

آنکھوں میں خوشی کے آنسوں لئے اٹھ کر شیراز عثمانی نے دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا تھا،دل تو سینے سے لگا کر برسوں کی مسافت کم کرنے کو مچلا تھا،لیکن کچھ فاصلے قدموں سے نہیں دلوں سے دور ہوتے ہیں۔۔

شیر از عثمانی کی پر جوش آواز سن کر باہر ہی کھڑے سارے خوشگواریت سے مسکراتے ہوئے اندر آئے تھے، اندر کا ہلکا پھلکا ماحول کشیدیوں کے بادل کے چھٹ جانے کے بعد کا اجلا اجلا منظر پیش کر رہا تھا۔

داجی نے بڑھ کر آج برسوں بعد بیٹے کو گلے لگایا تھا جس کی لبوں پر اتنے سالوں میں پہلی بار سچی روشن مسکراہٹ کھلی تھی۔

"تو پھر ہم کب آئیں اپنی بیٹی کو لیجانے۔۔۔؟"

وردہ کو دیکھتے داجی نے خوشگواریت سے پوچھا۔

"میں آپ لوگوں کی حویلی نہیں جاؤں گی۔۔۔۔!"

"کیا؟ لیکن کیوں۔۔؟ کیا آپ نے مجھے معاف نہیں کیا۔۔۔؟"

شیر از عثمانی کی مسکراہٹ پریشانی میں بدلی۔

جواباً وردہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں وہاں پر ایڈجسٹ نہیں کر پاؤں گی۔۔"

"آل سو، میرا ویزا ایکسپائیر ہونے سے پہلے مجھے سب وائنڈ اپ کرنے کیلئے واپس جانا ہو گا، اینڈ۔۔۔۔۔۔"

اس نے بات ادھورا چھوڑتے بدر کو دیکھا جیسے آگے اسے بات مکمل کرنے کا اشارہ دے رہی ہو۔

بدر اشارہ سمجھ کر بھی چپ رہا تھا۔

"لیکن تب تک کیلئے تو آپ چل سکتی ہیں ناں۔۔؟"

"نہیں، تب تک کیلئے میں یہیں رہوں گی۔۔۔" وہ ضدی انداز میں کہتی دھپ دھپ کرتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

"ایسے کیسے، آپ لوگوں کو زحمت ہو گی۔۔۔" داجی نے زور دینا چاہا۔

"زحمت کیسی وردہ ہماری اپنی بچی ہے۔۔۔" حاجی صاحب مسکرائے۔

"اور پھر وردہ کا یہ اپنا گھر ہے، میں نے آپ لوگوں کو بتایا تھا ناں وردہ بدر کے نکاح میں ہے، سمعیہ کی خواہش تھی کے میں وردہ کی شادی کسی دیندار گھرانے میں کرواؤں، کسی دین سے قرب رکھنے والے

شخص کے ہاتھ میں وردہ کا ہاتھ دوں، اور مجھے اس کیلئے ڈاکٹر بدر سے بہتر کوئی نظر نہیں آیا، لہٰذا یہاں آنے سے قبل میں نے حاجی صاحب سے مشورہ کر کے ان دونوں کا آپس میں نکاح کر دیا تھا۔۔۔۔!"

مختصر الفاظ میں پہلے بھی یہ سب فاطمہ بی داجی اور دیگر کے علم میں لا چکی تھی لیکن آج بات کھلی تو انھیں واپس بات کو واضح کرنا ضروری لگا۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، ہم احترام کرتے ہیں سمعیہ بیٹی کی خواہش کا، اور بدر بیٹا ہر اعتبار سے ہماری پوتی کے قابل ہیں، یہ کام آپ نہ کرتیں تو شائد ہم کرتے، پر بچی ابھی کیلئے تو حویلی چل سکتی ہے ناں۔۔۔" داجی بضد تھے۔

"آپ لوگ کچھ وقت دیں انھیں، میں بات کروں گا۔۔۔"

بدر اتنے عرصے میں پہلی بار بولا۔

"اچھا، کیا بات کریں گے بھائی، ہمیں بھی بتائیں۔۔۔؟" مقدس فوراً شریر انداز میں اس کے شانے پر جھکی۔

"ابھی بتا دوں۔۔۔؟" بدر نے گھوری ڈالی تو وہ ہنسی دباتی باہر نکل گئی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

ڈرائینگ روم میں سب کو خوش گپیوں میں مصروف چھوڑ کر وہ باہر نکلا تھا، پھر اس کے قدم نجانے کس ان دیکھی زور آور کشش سے کھینچتے ہوئے وردہ کے زیر استعمال کمرے کے اندر داخل ہو گئے تھے۔

وہ بیڈ پر سر جھکائے بیٹھی تھی، گود میں ایک فوٹو فریم تھا جیسے وہ یوں حسرت سے دیکھ رہی گویا پوری کائنات اس میں سمٹی ہو۔

نجانے کون کونسے جذبات و احساسات نے اس لمحے اس کے اعصاب کو جکڑا تھا، جو وہ بے آواز قدم اٹھاتا ہوا عین اس کے مقابل جا پہنچا۔ تاہم لب ہل نہ سکے جیسے مفلوج ہو گئے ہوں۔۔

اس لمحے دھڑکنیں یوں ڈوب ابھر رہی تھی، رگوں میں دوڑتے خون کا درجہ حرارت یوں گر رہا تھا کہ وہ ناگفتہ کیفیت سے نبرد آزما سانس تک نہیں لے پا رہا تھا، تمام تر ہمت مجتمع کر وہ منجمد قدموں کو گھسیٹ کر واپسی کرنا چاہتا تھا کہ وردہ کی بھیگی آواز نے اسے پتھر کا بنا دیا۔

"یہ ہماری مام ہیں، ان کی یہی ایک تصویر ہے میرے پاس، مس فاطمہ بتاتی ہیں کہ انھیں فوٹو لینا پسند نہیں تھا، کیونکہ اسلام میں بلاوجہ تصویریں صحیح نہیں ہے۔۔۔۔"

حسرت سے تصویر پر انگلیاں پھیرتے اس کی آواز مسکرائی تھی۔۔

اور دلاور کو لگا اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا، اگر مزید ایک سیکنڈ وہ کھڑا رہا تو، اپنے اندر بلک رہے بچے کی آہ وبکا کی تاب نہ لاتا بوسیدہ دیوار کی طرح ڈھے جائے گا۔

وہ لڑکھڑاتا بے جان جسم کے ساتھ بیڈ پر وردہ کے برابر بیٹھا تھا۔

"اب تک یہ فریم صرف میری ملکیت تھی، لیکن اب آپ بھی اس کے حقدار ہیں۔۔۔" اس نے بھاری دل کے ساتھ تصویر دلاور کی جانب بڑھائی۔

لیکن اس کے ہاتھوں میں جان کہاں تھی جو تھامتا اور خود کو جنم دینے والی عظیم عورت کو دیکھتا، اس کی انگلیاں باضابطہ کانپ رہی تھی، پورا بدن زلزلے کی جھٹکوں کی زد میں پسینہ سے شرابور تھا۔

اس نے بڑی بے بسی سے دھندلی نگاہوں سے اپنی بے جان کی انگلیوں کو دیکھا، اس نے پوری دنیا دیکھی تھی سوائے اس دنیا میں لانے والی ہستی کہ اور اب اتنے سالوں بعد بھی اس کے اعصاب اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے، قسمت بھی کبھی کبھی کیسا بدھا مذاق کرتی ہے ناں۔۔؟

اسے اپنی غیر حالت پر غصہ کے ساتھ ہنسی آئی تھی۔۔

وردہ نے تصویر سائیڈ پر رکھتے ہولے سے اس کے سر دہاتھوں پر اپناہاتھ رکھاتواس نے کرب میں ڈوبی نگاہ اپنی ماں جائی کی جانب اٹھائی، کتنی اجنبیت تھی ان کے درمیان صدیوں کا فاصلہ۔۔

وہ بھیگی آنکھوں سے مسکرائی تو دلاور کو اپنے اندر اعتدال آتاہوا محسوس۔

کچھ توقف سے ہاتھ ہٹاکر وہ جھکی اور سائیڈ ڈرار سے دو تین ڈائیریاں نکال لائی۔

"مام کو ڈائری لکھنے کا بہت شوق تھا، لیکن جانتے ہیں ان ڈائریوں میں کون ہے۔۔۔؟اس نے جوابی سوال کیلئے توقف لیا۔ پھر خود آہستگی سے بولی۔۔۔ آپ۔۔۔"

وہ چونکا نہیں تھا، وہ چونکے کی حالت میں تھا ہی نہیں۔۔

"ان دونوں ڈائریوں میں، مام اور آپ کے وہ سارے لمحے قید ہیں، جو آپ نے ساتھ بتائے تھے، اس دوپہر تین بج کے پندرہ منٹ ایکس سیکنڈ سے لیکر، جب مام کو ڈاکٹر نے آپ کی گُڈ نیوز دی تھی، جب مام نے پہلی بار آپ کو اپنے وجود میں محسوس کیا تھا، اس آخری رات کے رات آٹھ بج کے سترہ منٹ تک کا ہر اہم پل اس ڈائری میں حرف وسطور کی شکل میں زندہ ہیں۔۔۔۔"

رنج میں لپٹے لفظوں سے اس کے دل پر ضرب لگاتے اس نے ڈائری اس کے ہاتھوں میں تھمائی تھی۔

معجزاتی طور پر اس کی دغاباز انگلیوں نے تھام بھی لیا تھا، ساتھ کسی آفاقی قوت نے اس کی انگلیوں کو جکڑ کے اراق الٹنا شروع کئے۔۔

پہلے ہی پیج پر خوبصورت موتی جیسے حرف میں درج تھا۔

'Where the journey of life begins'

نیچے خوبصورت انداز میں 'ایس' لیٹر کو گھما کر سائن کیا گیا تھا۔ اس نے جھلکنے پڑنے کو بے تاب جلتی آنکھوں کا بھرم رکھنے کیلئے ڈائری بند کرنی چاہی پر وردہ کی آواز نے ایسا ہونے نہیں دیا۔۔

"پیج نمبر 4، سکتھ لائن پر مام کو ڈاکٹر نے گُڈ نیوز دی تھی۔۔"

اس کا کہنا تھا کہ اس کی انگلیاں خود چھٹی لائن کے مہکتے لفظوں پر جا ٹھہری تھی،

"پیج نمبر ٹو یلو، نانتھ لائن پر، مام ڈری ہوئی ہیں، پریشان ہیں، بے انتہا خوف زدہ ہیں، کیونکہ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ان کی پریگننسی میں کامپلیکشنز ہیں، اور وہ اپنی زندگی کی کرن کو کھونے کے خوف سے رو رہی ہیں۔۔۔"

اب اس کی انگلیاں اپنے تئیں حرکت کرتی اس صفحہ پر تھی۔

"پیج نمبر ففٹین پر مام کو دوبارہ چیک اپ کیلئے جانا ہے، پھر ہی ڈاکٹر فائنل جواب دے گا، وہ ڈری ہوئی ہیں، اور وہ ساری رات انھوں نے مصلے پر نوافل ادا کرتے ہوئے گزاری ہے، اور سکسٹین پر ایکسائیٹڈ ہیں، کیونکہ ڈاکٹر نے گرین سگنل دے دیا ہے۔۔۔۔۔"

وہ کہہ رہی تھی اور وہ دیوانہ وار ان اوراق ان سطور پر پہنچ کر بے تابانہ ان لمحوں کو پوروں سے چھو رہا تھا۔

"پیج نمبر 104 مام نے پہلی مرتبہ آپ کی ہارٹ بیٹ سنی"

پیج نمبر 207 مام کل ہسپتال جانے والی ہیں"

"پیج نمبر 208 آپ مام کی گود میں ہیں، آپ نے ان کی انگلی تھامی ہے"

"پیج نمبر 367 آج آپ نے پہلی مرتبہ مام کو ماں کہا ہے، اینڈ شی ایز ویری ایکسائیٹڈ"

"پیج نمبر 453 آپ نے چلنا سیکھ لیا ہے، نو مہینے میں ہی"

"سیکنڈ ڈائری پیج نمبر 404 آپ رو رہے ہیں بابا کیلئے، اور وہ جا چکے ہیں، مام نے انھیں ناراض کر دیا ہے، ان کے فیصلے کے خلاف کھڑی ہو کر، انھیں اپنے وعدے کا پابند کر کے۔۔"

"پیج نمبر 409 آپ نے آج پھر بابا کیلئے ضد کی، کھانا نہیں کھایا، غصہ میں اپنے سارے کھلونے بھی چھت سے نیچے پھیک دئے، آپ کا غصہ بہت تیز ہے، بابا اور مام پر بالکل نہیں گئے آپ، بٹ غصہ کرتے ہوئے بہت پیارے لگتے ہیں، اور سوتے ہوئے آپ کی چھوٹی سی پیشانی پر جمنے والے تین بل آپ کو اور زیادہ معصوم بنادیتے ہیں کہ ان کا بس نہیں چلتا وہ آپ کو دل کی گہرائیوں میں چھپالیں دنیا سے۔۔۔"

اس کا پورا وجود حس سماعت و بصارت بنا میکانکی انداز میں کام کر رہا تھا۔ اچانک وردہ کے رک جانے پر اس نے بے چین ہوتے ہوئے اوراق پلٹائے خالی تھے۔

اس نے واپس پوری ڈائری ایک ایک کر کے اوراق کو الٹا پلٹا پر آگے کے بالکل خالی صفحات اس کا منہ چڑا رہے تھے۔

اس نے یہی حرکت پاگلوں کی طرح کئی بار دہرائی نہ ملنے پر وہ کسی استھمنا کے مریض کی طرح تڑپنے لگا جسے انہیلر نہ مل رہا ہو۔۔

8:17 min..

آخری صفحہ پر وقت اور ساتھ درج تاریخ دیکھ یکایک وہ تھم گیا تھا، جیسے پھٹتے ہوئے آتش فشاں کے اپر کسی نے بھاری پتھر ڈال کر منہ بند کر دیا ہو، جیسے ہر چیز کو نگلنے کیلئے بلندیوں تک غراتی ہوئی لہر کو جادو سے برف بنا دیا گیا۔ وہ ویسے ہی یکدم سے اس کے متحرک وجود میں سکوت اترا تھا۔

"یہ آپ کی اور مام کی ساتھ آخری رات تھی۔۔۔۔"

وہ اس کی حالت پر ترحم سے بولی، ساتھ ڈائری لینا چاہا پر اس کی گرفت سخت ہونے کے باعث وہ لے نہیں پائی، بلکہ کوشش نہیں کی۔۔

"سیکڑوں مرتبہ پڑھا ہے میں نے اس ڈائری کو، اس ڈائری کا ہر صفحہ، ہر لفظ، ہر اموشن، مجھے حفظ ہے، مام کو آپ منہ زبانی یاد تھے، اور مجھے یہ ڈائری۔۔ آپ نہیں جانتے تھے میرا وجود کہیں ہے، پر میں نے اس احساس کے ساتھ ہوش سنھالا ہے کہ ایک وجود کہیں ہے جس سے میری مام کو بے انتہا محبت تھی، اتنی کہ شائد کسی ماں نے اپنے بچے سے کی ہو، جانتے ہیں آپ کو نہ جانتے ہوئے بھی میں آپ سے جیلس تھی، بلکہ ہوں، اور اس عمر میں جس میں بچے کو اموشنز کا مطلب تک نہیں معلوم ہوتا، میں جیلسی فیل کرتی تھی آپ سے، میرا دل کرتا تھا میں۔۔۔۔۔۔۔"

اس کے بقیہ الفاظ دلاور کے شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر اسے ساتھ لگانے پر حذف ہوئے تھے، آگے آنسوں کا ریلا تھا جس میں دونوں بھائی بہن کی اتنے سالوں کی تکلیف و اذیت بہہ رہی تھی۔

وہ یوں ایک دوسرے سے لپٹ کر رو رہے تھے جیسے ابھی ابھی اپنی ماں کو کھونے کے پہاڑ جیسے دکھ سے گزرے ہوں، ابھی چند ثانیے قبل یتیمی کی بد دعا نے ان کے ننھے وجود کو جکڑا ہو، ان سے ان کی ماں کو بے دردی سے الگ کیا گیا ہو۔۔

آپ موسم کی بات جانے دیں

غم کو بارش بھی کم نہیں کرتی،

ہم سے صحرا مزاج لوگوں کو

بوند ڈستی ہے نَم نہیں کرتی،،

"آپ حویلی میں ایڈجسٹ نہیں ہونا چاہتی کوئی مسئلہ نہیں ہے، آپ اپنے گھر رہ سکتی ہیں۔۔۔۔۔!!"

آنسوں کا سیلاب ٹھہرا تو اپنے شانے سے لگی بہن کی پشت شفقت سے سہلاتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"اپنے گھر۔۔۔؟" اس نے ناسمجھی سے بھیگی پلکیں اٹھائی۔

"گلستانِ بہار، آپ کا اپنا گھر، آپ کا اور میرا گھر، ہمارا گھر۔"

لفظوں کو طول کر اس نے ہر لفظ پر دباؤ بڑھایا تو بھیگی بھیگی نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھ رہی وردہ کا چہرہ الوہی خوشی کے احساس سے گلاب کی مانند کھلا تھا۔

"ہمارا گھر۔۔۔۔!"

زیرِ لب یہ لفظ دہراتی وہ عجب احساس سے دوچار تھی۔۔ جو ژف ماموکا گھر، مس فاطمہ کا گھر، آج اس نے سنا تھا اپنا گھر، ہمارا گھر، کس قدر اچھوتا احساس تھا یہ۔۔

"ہاں، ہمارا گھر۔۔۔"

اس کی آنکھوں میں بچوں جیسی معصومیت دیکھ دلاور اس کے بالوں پر مان سے لب رکھ گیا تھا۔ اس مان سونپنے کے اچھوتے احساس سے دوچار ہو کر وردہ نہال ہوئی تھی، اس کے اندر کی بے سکونی یکایک ہی کہیں رفو چکر ہوئی تھی۔۔

"تو آپ نے اپنے مریض کو جذبات کے عملی اظہار کے آداب سکھا ہی دئے۔۔۔؟"

کھڑکی سے موسلا دھار طوفانی بارش کے بعد کا نکھرا نکھرا دل فریب منظر ملاحظہ کر رہے بدر نے پاس کھڑی بہن کو داد دیتی نگاہوں سے دیکھا۔

"آپ کی شاگردہ ہیں شرمندہ تھوڑی کر سکتے تھے آپ کو، پر تھوڑا سا کریڈٹ آپ کی مریضہ کو بھی جاتا ہے۔۔۔"

اس نے 'مریض' کا حساب 'مریضہ' سے چکتا کیا۔

"بہت شریر ہو گئی ہیں آپ، شریف انسان کی صحبت میں۔۔" سر پر چپت لگاتے بدر نے گھورا تو وہ ہنس پڑی۔۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

سورج کی نارنجی کرنیں دل فریبی سے مشرق کی آغوش میں سمٹ رہی تھی، جب باران نے گاؤں سے کچھ دور پر کھلے میدانی علاقے کی کچی روڈ پر اپنی گاڑی کو روکا۔

"ہم یہاں کیوں رکے ہیں۔۔۔؟"

میر ال نے پہلو میں دیکھا لیکن جواب دینے کے بجائے ڈور کھول کر باہر نکل گیا تھا۔ پھر اس کی جانب کا بھی دروازہ کھول کر بنا اس کی حیرانگی پریشانی کا اثر لئے اس کا ہاتھ تھامے کھلے میدان میں چلا آیا تھا۔

"یہ آپ کی ملکیت ہے اور آج سے آپ، میر ال باران عثمانی اس کی مالکن ہیں۔۔۔" کوٹ کے اندرونی جیب سے پیپرز نکال کر اس نے میر ال کے ہاتھ پر رکھا تھا۔

"جی۔۔۔؟" جواباً میر ال ساکا وہی ناسمجھی والا جی حجم سے پھیلی آنکھوں کے ساتھ آیا تھا۔

"جی،" اس نے اثبات میں سر ہلاتے اس کی آنکھوں پر پھوک مارا تو وہ منہ بند کرتی سیدھی ہوئی۔

"اس زمین پر پکی امارت تیار ہو گی، جہاں پر ہمارے علاقے کی مشہور دستکاری کا یعنی ہینڈ ایمریڈری کا کام ہو گا، اور کاری گر ہوں گی یہاں کی عورتیں، میں نے ریسرچ کی ہے شہر میں بہت ڈیمانڈ ہے اس کی، ابتدائی سرمایا میں لگاؤں گا، بعد میں کاری گروں کی پے وغیرہ کے بعد جو پروفٹ بچے گا اس سے ہم یہاں کی غریب لڑکیوں، بیوہ اور طلاق یافتہ عورتوں کی شادیوں کا خرچہ اٹھائیں گے، میں جانتا ہوں صرف بزنس کا پرافٹ کافی نہیں ہو گا، آف کورس میں اپنا بجٹ بھی لگاؤں گا، بٹ میں ایک زریعہ بنانا چاہتا ہوں ان عورتوں کیلیئے۔۔۔۔۔۔"

اس نے پر عزم و پر جوش انداز میں اپنا منصوبہ اس کے گوش گزار کیا تھا۔ جسے سن کر میرال خوش تو بہت ہوئی تھی پر ہاتھ موجود پیپرز کا مقصد اسے سمجھ نہیں آیا۔

"لیکن یہ میری ملکیت میں کیوں۔۔۔۔؟"

"منہ دکھائی سمجھ لیں آپ اپنی۔۔۔"شانے اچکاتے اس نے دائیں آنکھ کو دبایا تو جھینپ کر میدان کا احاطہ دیکھنے لگی جو اچھا خاصا بڑا تھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ساتھ یہاں اسکول بھی بنادیں، تاکہ یہاں کام کرنے والی عورتوں کو زیادہ سہولت ہو جائے۔؟"

اچانک ذہن میں حوصلہ افزا خیال کوندنے پر اس نے فوراً اظہار بھی کیا تھا۔

یہ باران کے دئے مان و محبت کا اعجاز تھا جو ایک بات کو ہزار مرتبہ طول مول کر بھی بولتے ہوئے ہچکچانے والی میرال بنا سوچے اب بولنے لگی تھی۔

"اچھا آئیڈیا ہے، بٹ ابھی عمل نہیں ہو سکتا۔۔"

باران کو اس کا آئیڈیا پسند آیا تھا۔

"پر کیوں۔۔۔؟"

"کیونکہ یہ آدمی ابھی ذرا غریب دور سے گزر رہا ہے، بزنس اسٹارٹ کیا ہے بجٹ کا اشو ہے، اور اس کام میں میں کسی کی انویسٹمنٹ قبول نہیں کرنا چاہتا سو، بٹ ایک بار بزنس ٹریک پر آجائے تو ہم ضرور آپ کے آئیڈیاز پر کام کریں گے۔۔۔" اس کی مسکراہٹ مانند پڑتا دیکھ باران نے اس کے سر کو ہولے سے سہلایا۔

"کسی اور کی نہیں، بٹ میری انویسمنٹ میں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے ناں۔۔۔؟"

کسی خیال سے اس کی آنکھیں چمکی۔

"آپ کی انویسٹمنٹ۔۔؟"

"جی آپ شائد بھول رہے ہیں، میں اپنے نانو کی آدھی جائیداد کی اکلوتی مالکن ہوں، نانو نے اپنی زندگی میں ہی اپنی آدھی جائیداد میرے نام لکھ دی تھی، اور اب میں بالغ ہوں تو اس کے ساتھ کچھ بھی کر سکتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔"

وہ گردن اونچی کر کے فخریہ بولی تھی۔

جس پر باران نفی میں سر ہلاتا ہنس پڑا تھا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں، نہیں یقین تو چلیں میں خالہ سا کے پاس سے فائل لیکر دکھا دیتی ہوں، خالہ سا کو ماں سا نے میرا اسرپرست بنایا تھا۔۔"

وہ بچوں کی طرح ثابت کرنے کیلئے بضد ہو گئی تھی۔

"ارے! اس کی ضرورت نہیں مجھے یقین ہے، پر۔۔۔۔"

باران نے فوراً اسے شانوں سے تھام کر روکا۔

"پر ور کچھ نہیں، اگر یہ چیز میری ہے تو اتنا تو حق بنتا ہے ناں میرا۔۔۔؟" وہ بڑے ہی مان بھرے انداز میں بولی تو باران نے بلا حیل و حجت اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

اس کی ملکیت تھی وہ چاہے جو کرتی، بہترین پہلو تو یہ تھا کے اس کا برسوں سے کہیں حالات و رویہ کی زد میں کھو چکی خود اعتمادی لوٹ رہی تھی۔ اس کے علاوہ وہ چاہ بھی کیا سکتا تھا۔

"ویسے آپ نے یہی کیوں سوچا۔۔؟"

واپسی کی راہ پر جواب جانتے ہوئے بھی اس نے سوال کیا تھا۔

"کیا۔۔؟" گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہ صبیح چہرے پر نظر ڈال کر مسکرایا۔

"یہی ہمارے نام پر اس ویل فیئر ہاؤس کو رکھنے کا۔۔۔"

گود میں دھری پروجیکٹ فائل پر انگلیاں پھیرتے اس نے براہ راست اس کی ذہین آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔

"کیونکہ میں نہیں چاہتا کوئی اور میرال اپنی شخصیت کو مسخ کرے، اپنی خودی اور خود اعتمادی پر سمجھوتہ کرے۔" وہ نرم سے لہجے میں گویا ہوا۔

"ہمم!! کیونکہ ہر میرال کی قسمت میں باران عثمانی نہیں ہو سکتا ناں، جو اس کی بکھری شخصیت کو واپس سے جوڑ کر اسے نئی زندگی سے متعارف کروا سکے۔۔۔۔۔!!"

اس نے پہلی بار کھل کر اعتراف کیا تھا۔ آنکھوں میں نمی تھی لیکن ان میں خوشی و تشکر کا جذبہ پنہا تھا۔

باران ہولے سے اس کا ہاتھ گرفت میں لیتا اسٹیرنگ پر رکھ گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

کسی کی رُکتی ہوئی سانسوں نے چل پڑنا ہے

تُمہیں تو صرف ذرا ہنس کے بات کرنی ہے!!

"میرا بائیکارٹ کس سلسلہ میں چل رہا ہے، مجھ سے کونسا جرم سرزد ہو گیا ہے۔۔۔؟"

وہ کافی کے دو مگ اٹھائے چھت پر مخصوص جگہ کھڑی وردہ کے پاس آیا تھا، جو شیراز عثمانی لوگوں کے لوٹنے کے بعد سے اس کا بائیکاٹ کئے ہوئی تھی۔

"ارے، آپ نے اپنی مرضی سے اپنے والد کو معاف کرنے کا فیصلہ لیا ہے، اس میں میرا ایک فیصد بھی ہاتھ نہیں تھا، پھر نزلہ مجھ پر کیوں گرے۔۔۔؟" منڈیر پر دونوں مگ رکھتے اس نے اپنی صفائی میں آواز اٹھائی۔۔

"ڈاکٹر، ڈونٹ ٹرائے ٹوبی سو اسمارٹ، اوکے۔۔؟" وہ بگڑی۔

"انفورچنیٹلی میں پہلے سے ہی ہوں، سو ایم ناٹ ٹرائینگ ٹوبی۔۔۔" وہ معصومیت سے بولا۔

"مجھے آپ سے بات ہی نہیں کرنی ہے۔۔۔" وہ بھڑک کر وہاں سے جانے لگی تھی۔

"ارے، معلوم تو ہو ہوا کیا ہے۔۔۔؟" وہ ذرا سا راہ میں رکاوٹ بنا۔

"ڈاکٹر، آپ کو پریٹینڈ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اوکے؟ آپ اچھی طرح جانتے ہیں مجھے غصہ کیوں آرہا ہے۔۔۔؟"

اس کی مسکراتی آنکھوں میں اپنی برہم نگاہیں الجھاتی وہ چبا کر بولی تھی۔

"سوری مادام، میری ایکسپرٹیز ہیومن سائیکالوجی میں ہے، وومن سائیکالوجی میں کسی قسم کی مہارت کا میں دعویدار نہیں، بلکہ مجھے تو لگتا ہے ہماری صنف میں اس مضمون میں دعویداری کی جرات کوئی کر بھی نہیں سکتا ہے، اتنا خوف تو ہماری صنف کو، ای مین ٹو سے سیلف اویرنیس ہماری صنف کو ہے۔۔۔۔۔۔۔"

اس کی برہمی کا بھرپور لطف لیتے وہ بظاہر محتاط انداز میں گویا ہوا تو وردہ کو اپنے اعصاب چٹختے ہوئے محسوس ہوئے۔

"آپ ٹانٹ کر رہے ہیں ڈاکٹر۔۔؟"

"میری مجال، میں تو بس خود سمیت اپنے تمام ہم صنف کی نااہلی پر تجزیہ کر رہا ہوں، آپ چاہیں تو اعترافِ نالائقی بھی کہہ سکتی ہیں۔۔۔۔"عاجزی وانکساری کا امتزاج لئے گویا معصومیت کی انتہا ہو گئی تھی۔

"یو نو وہاٹ ڈاکٹر، فار گیٹ ایٹ، مجھے کچھ کہنا ہی نہیں آپ سے۔۔۔"اس کے انجان بننے کی کامیاب اداکاری پر سر تا پا سلگتی ہوئی وہ تن فن کرتی واک آؤٹ کرنے کو تھی کے بدر نے ہولے سے اس کی مرمری کلائی پر اپنی لا مبی انگلیوں کا سرسراتا ہوا گرفت ڈال کر گویا اس کے قدم ہی نہیں پورے وجود کو اس لمس کا قیدی بنایا۔۔

مجھے یقین ھے اعجاز_ لمس سے اک دن

وہ خار کو بھی شگفتہ گلاب کر دے گا

اتنے عرصے کی شناسائی میں بدر بن ذکاء نے پہلی مرتبہ ارادتاً اسے چھوا تھا، ورنہ وہ مومن مرد احتیاط کی حد رکھتا تھا، اس کے نکاح میں آجانے کے باوجود بھی اس کی محتاط طبیعت میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا۔ پھر اس طلسمی پہلے لمس پر کیسے نا وہ موم کی گڑیا پگھلتی۔۔؟

"کیا کہتا میں،؟ آپ اس لمحے مجھ سے کس اقدام کی توقع رکھتی تھی، کیا ایسے استحاق سے آپ کی کلائی تھام کر سب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے حقوق کی دعویداری کرتا، یہ کہتا کہ یہ لڑکی میرے نکاح میں ہے، بھلے سے آپ لوگوں کا ان سے جو بھی رشتہ ہو، آپ زوجہ بدر بن ذکاء کو اس دہلیز سے پار لیجانے کی بات تو دور سوچ بھی نہیں سکتے، ممنوع ہے یہ یہاں۔۔۔۔؟"

وہ سحر آفریں لہجے میں پہلی مرتبہ وہ معتبر و معطر حوالہ استعمال کرتا اس لڑکی کے سارے سدھ بدھ سلب کر گیا تھا۔ وہ دم سادھے کسی کملی جھلی کی طرح اس کا وجیہہ چہرہ تک رہی تھی۔

"ایک لمحے کیلئے ایسا کر بھی جاتا، لیکن شکر میرے اچھے حافظے نے میری بچت کروادی۔۔۔" اس نے باضابطہ سر اٹھا کر شکر کا کلمہ پڑھا تو وردہ پر طاری طلسم ٹوٹا۔

"وہاٹ ڈو یو مین ڈاکٹر۔۔۔؟" وہ کچھ بے چینی سی ہوئی تھی۔

"ای مین کے مجھے اچھی طرح یاد ہے جن حالات میں ہمارا نکاح ہوا تھا، بلکہ جن مجبوریوں کی بنا پر آپ نکاح کیلئے راضی ہوئی تھیں، بلکہ راضی کیا تھا فاطمہ بی نے۔۔۔" بدر نے مصنوعی تاسف سے اسے ذہن پر زور دینے کیلئے مجبور کیا تھا۔

فاطمہ بی نے اس کی ماں کی آخری وصیت یاد دلاتے ہوئے اس کے سامنے شرط رکھی تھی کہ اگر وہ بدر کے ساتھ جانا چاہتی ہے تو اسے بدر سے نکاح کرنا ہو گا، خود بدر بھی تھوڑی ہچکچاہٹ کے بعد اس لئے راضی ہو گیا تھا کہ اسے خود بھی ایک نامحرم لڑکی کو بنا کسی شرعی رشتے کے ساتھ لیکر جانا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ بھلے سے حالات کی مانگ تھی یہ اور وہ اس لڑکی کا ڈاکٹر تھا، لیکن شریعت کی حدود تو حدود ہیں ناں۔۔

لیکن تب کی بات الگ تھی، اب حالات نے بہت کچھ بدل دیا تھا۔۔

"تو آپ کہنا چاہ رہے ہیں کہ وہ نکاح اِن ویلیڈ ہے۔۔۔؟"

تمام حالات پر از سر نو غور و خوص کرتے اس نے تشویش سے پوچھا۔

اس کے معصومانہ سوال پر کب سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہے بدر کو بے ساختہ ہنسی آئی تھی۔ جسے وہ فوراً ضبط کر گیا تھا۔

"میں نے ایسا تو نہیں کہا۔۔؟" اس نے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔

"تو آپ کیا چاہتے ہیں ڈاکٹر، میں نیل ڈاؤن ہو کر آپ کو پروپوز کروں۔؟تب آپ کو سیٹسفیکشن پلس ویلیڈیشن ملے گی۔۔؟"

اس کے تپ کر دھر لے سے کہنے پر لحظے بھر کیلئے بدر گڑبڑا سا گیا تھا۔

وہ جانتا تھا اس کی ٹیڑھی مریضہ دل کی کچھ زیادہ ہی صاف ہے جو دل میں ہوتا ہے وہ لبوں پر لاتے ہوئے وہ فلٹر بالکل استعمال نہیں کرتی تھی، اقرار تو اقرار، انکار تو انکار آئیں بائیں شائیں اس کی سرشت میں نہیں تھا۔

پر اس کے بے ساختہ معصومانہ اعتراف نے بدر بن ذکاء کے سمجھدار دل کو شرارت پر اکسا گیا تھا۔

"That's okay with me if you want to do that."

اس نے فراخدلی سے اجازت دی تھی۔ جس پر وہ جل کر خاکستر ہوئی تھی۔

"It's impossible, even in your dreams doctor...."

پھاڑ کھاتے لہجے میں غرائی۔

"اوکے، کافی توپی لیں۔۔۔"

"نہیں پینی مجھے آپ کے جیسی بدمزہ، بورنگ اور۔۔اور مینیو پلیٹو کافی۔۔" وہ دھپ دھپ کرتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکی تھی۔

"اچھا بات کر لیتے ہیں۔۔۔؟"

"نہیں کرنی مجھے آپ جیسے ڈاکٹر سے بات، میں جا رہی ہوں ابا سے بات کرنے۔۔۔" وہ جاتے ہوئے چلا کر بولی۔

"ابا کے پوتے سے بات کرنے میں کوئی ٹیکس نہیں لگتا، آپ تو ایک عرصے سے ٹرائے کر رہی ہیں ناں۔۔۔!" منڈیر سے نیچے جھانکتے ہوئے وہ باز نہیں آیا تھا۔

وہ جواب دینے کے بجائے تیزی سے اندر چلی گئی۔ پیچھے بدر کا زندگی سے بھرپور قہقہے نے اس کا دور تک تعاقب کیا تھا۔

" manipulative coffee,nice name....."

ٹھنڈی کافی لبوں سے لگاتے اس کے لبوں پر بڑی دل آویز مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

معتدل دھڑکنوں میں ہلکا ہلکا سرور آمیز بے ترتیبی بھی تھی، اور تو اور آج تو ڈاکٹر صاحب کی ذہین آنکھوں کی چمک بھی الگ ہی داستان سنا رہی تھی۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

"آپ کو یاد ہے حق مہر کی رسم کہ وقت دی جان نے کہا تھا ہم آپ سے کوئی ایک چیز مانگ سکتے ہیں، جس کیلئے آپ انکار نہیں کریں گے، آپ کو تاحیات کیلئے اس وعدے کا پابند رہنا ہو گا۔۔۔؟" وہ ناز سے اسے یاد دہانی کراتی پوچھ رہی تھی۔

"آپ حکم کریں تعمیل ہو گی، وعدے وو عید جیسی بوسیدہ تاویلوں کی آپ کو کیا ضرورت۔۔۔؟" وہ وارفتگی سے بولا۔

"سوچ لیں، ہم کچھ بہت قیمتی بھی مانگ سکتے ہیں۔۔۔؟" اس نے ڈرانا چاہا۔

"میں اپنی جان کو بھی اتنا قیمتی نہیں سمجھتا کہ آپ کو انکار کر سکوں۔۔۔" اس کی مومی انگلیوں سے اپنی قوی انگلیا الجھاتا ہوا وہ فریفتہ انداز میں گویا ہوا تو وہ اس کی آنکھوں کی سچائی پر ایمان لاتی کھلکھلائی۔

پھر ہولے سے اس کا ہاتھ اپنے نازک ہاتھوں میں لیتی گویا ہوئی۔۔

"ہم چاہتے ہیں یہ ہاتھ صرف اس جہاں میں نہیں اس جہاں میں بھی ہمارے ہاتھوں میں ہو،

ہم چاہتے ہیں ہم آپ کے ایک قدم پیچھے کھڑے ہو کر آپ کی امامت میں نماز ادا کریں،

بارگاہِ الٰہی میں شکر کے سجدے کریں، آپ کا ہاتھ تھام کر طواف کریں،

غلافِ کعبہ تھام کر دونوں جہاں میں آپ کا ساتھ مانگیں،

آپ کے مضبوط حصار میں حجر اسود کا بوسہ لیں،

مدینے کی گلیوں میں ننگے پیر چلیں، روضۂ اقدس پر درود و سلام بھیجیں، اور بھی بہت کچھ، پوری کریں گے ہماری خواہشوں کی اتنی لمبی فہرست۔۔۔۔؟"

ایک جذب کے عالم میں جاگتی آنکھوں سے اپنے خواب میں کھوئی وہ اس سے فرمائش کرتی ہوئی اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ وہ جان مانگ لیتی تو وہ ہنس کر دے دیتا پھر یہ سب تو ساتھ جینے کی خواہشیں تھی۔۔

پھر اس کی پاکیزہ صحبت میں رہتے، اس کے نورانی وجود کو محسوس کرتے ویسے ہی دل پر ہزاروں ضرب لگی ہوئی تھی، یہ آخری ضرب کاری ثابت ہوئی تھی۔

اور اب وہ فجر کی نماز میں اس سے ایک قدم آگے کھڑا امامت کر رہا تھا اور وہ اس کے پیچھے مسرور سی خشوع و خضوع سے رکوع و سجود کا لطف لے رہی تھی۔

لگن سچی ہو تو منزل مل ہی جاتی ہے، آزمائش کٹھن ہوتی ہے لیکن توکل کا سہارا ڈگمگانے نہیں دیتا، وہ کل رب کی رضا میں بنا تقدیر کو کوسے راضی ہوئی تھی، آج رب نے اسی فیصلے کو عین اس کی خواہش میں ڈھال دیا تھا۔

'نادان بندے تو اس رب کا ہو کر تو دیکھ، سب تیرا ہو جائے گا۔'

تسبیحِ فاطمہ پڑھتے ہوئے اپنے مقابل بیٹھے لمبے چوڑے مرد کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہوئے ایسے بہت سے جملے اس کے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔۔

دعا سے فارغ ہو کر وہ اٹھنے لگی تھے کے دلاور ہولے سے اس کی گود میں سر رکھ کر جائے نماز پر ہی دراز ہو گیا تو وہ مسکراتی ہوئی ہولے ہولے اس کا سر دبانے لگی تھی۔

گوشہ نش۔۔۔۔۔ین شخص تری ہر جھلک کی خیر

عالم ترس رہی ہیں، انھیں ج۔۔۔۔۔ادکھائی دے

لہجہ حسین شخص کا من-ظر سے کم نہیں

قصہ کرے بی—ان توق——صہ دکھائی دے،،

"آپ جانتی ہیں، آپ سراپا سکون ہیں۔۔۔؟"

نہ صرف اس کی زبان بلکہ اس کے وجود کا انگ انگ اس کے ذہنی و قلبی سکون کا اعتراف کر رہا تھا۔۔

"ہم فقط آپ کے سکون کا زریعہ ہیں، سکون دینے والی ذات تو ازل سے آپ کے دل میں رہتا ہے۔۔۔"وہ ہولے سے مسکرائی تو دلاور کو لگا اس کی پوری کائنات مسکرا رہی تھی۔

"ویسے ایک بات تو بتائیں۔۔۔اس نے اس کا ہاتھ لیکر اپنے دل کے مقام پر رکھا۔۔میں تو آپ سے پہلے دن ہی نماز روزہ دین و دنیا پر لمبے چوڑے لیکچر کی توقع کر رہا تھا، گناہ ثواب جنت دوزخ پر نا تمام دلیلیں، لیکن آپ نے بالکل سب برعکس کر دیا کیوں۔۔؟ کیا آپ کو خوفِ خدا نہیں تھا آخر دین تو کہتا ہے ناں اوروں کو بھی خیر کی دعوت دو، پھر میں تو آپ کا شوہر تھا۔۔۔۔۔۔۔!!"

روز اول سے دماغ میں کلبلا رہے سوال کو آج اس نے زبان دے ہی دیا تھا۔

اس کی شہرت کے پیش نظر اس نے یہی سب حاجی حکیم کی نیک و پارسا پوتی سے توقع کیا تھا۔

"کیونکہ ہم ایک نامور حکیم کی پوتی اور شاگردہ ہیں، ہم جانتے ہیں نصیحت وہ دوا ہے، جو صحیح وقت اور مقدار میں نہ دی جائے تو نا صرف الٹا اثر کرتی ہے، بلکہ زہر سے زیادہ خطرناک بھی ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔۔"

اس کے متانت بھرے جواب پر وہ اش اش کر اٹھا تھا۔

"ویسے اب آپ کو کیوں لگا کہ صحیح وقت ہے۔۔۔؟"

وہ جانتا تھا جواب لاجواب کرنے والا آئے گا تبھی دلچسپی سے پوچھا۔

"اب آپ بھول رہے ہیں کہ، ہم ایک باکمال سائیکالوجسٹ کی بہن اور شاگردہ بھی ہیں۔۔۔" اس کے مسکراتے جواب پر اب کے دلاور کا زندگی سے بھرپور قہقہہ پورے کمرے میں گونجا تھا۔ جس میں مقدس کی دھیمی ہنسی بھی شامل تھی۔

پھر باہر سے متراکی چنگھاڑ بلند ہوئی تو وہ نفی میں سر ہلاتا بمشکل اس کے صبیح چہرے سے نظر ہٹاتا ہوا اٹھ کر بیٹھا تھا۔

دلاور کے واپس کا ٹیچ شفٹ ہونے کی ضد کی توڑ کے طور پر داجی نے اس کے عزیز دوست متر اصاحب کو حویلی کے عقبی لان میں رہائش دے دیا تھا۔

پر موصوف کا وہاں تنہا دل لگ نہیں رہا تھا۔ خود دلاور کا بھی حویلی میں کچھ خاص رکنے کا موڈ نہیں تھا، لیکن کچھ دن تک وہ یہاں تھا تو متر اکو لے آیا تھا اس کے بغیر بھلا اس کا گزارا کہاں ممکن تھا۔

اور متر اصاحب تھے کہ اپنی بوریت دور کرنے کیلئے ہر دو گھنٹے بعد گلا پھاڑ پھاڑ کر دلاور کو بلا لیتے تھے۔

ابھی بھی اس کی پکار پر وہ جانے کیلئے تیار ہوا تھا۔

پھر جائے نماز تہ کر رہی مقدس کی طرف مڑا۔

"آپ بھی ساتھ چلیں۔۔۔" اس نے ہاتھ بڑھایا جسے بنا ایک سیکنڈ ضائع کئے وہ تھام گئی تھی۔۔

اس نے ہاتھ بڑھایا تھا مطلب وہاں کا ماحول اس کے شایان شان تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙ ⓝⓘⓚⓗⓣ

بادِ نسیم کے جھونکوں سے محظوظ ہوتے ہوئے وہ متر اکی وسیع پیٹھ پر آرام سے براجمان تھا جیسے اس کا شاہی تخت ہو، اور مقدس وہیں شبنمی ٹھنڈی گھاس پر ننگے قدموں چہل قدمی کرنے لگی تھی۔

اوائل صبح کا منظر شبنم میں نہائے پھول پتیاں ذہن و دل کو تر و تازہ کر رہے تھے۔

"شہباز کے ابا کا دماغ درست ہو جانے دے، پھر اپنے گھر واپس چلے جائیں گے، تب تک تو کھانا کھالے، کونسا میں یہاں شوقیہ رہ رہا ہوں جو تو بھوک ہڑتال پر بیٹھ گیا ہے، حد ہوتی ہے نخرے دکھانے کی بھی۔۔۔۔"

کیلے اور کٹہل کے ساتھ دیگر شہنشاہ صاحب کے پسندیدہ لوازمات کو جوں کا توں وہاں پڑا دیکھ دلاور نے ڈپٹا۔

جواباً متر اجو لارڈ اٹھاوانے کے موڈ میں تھا جھاڑ پلائے جانے پر سونڈ اس کی گردن سے نکال کر لے گیا۔

"اچھا بس، زیادہ نخرے نہیں کر یہ لے کھالے، آج پنچائیت کو بھگتالوں پھر گھر چلیں گے۔۔۔" پچکارنے کے انداز میں اس نے دو کیلے اٹھا کر وہیں سے بڑھایا۔

جس پر بجائے سونڈ آگے کرنے کہ وہ ناراض بچے کی طرح سونڈ سامنے پھیلاتا اس پر منہ ڈال کر آنکھیں موند گیا جیسے اسے دلاور کی یہ زبردستی والی فکر پسند نہ آئی ہو۔

"مت کھاؤ بھوکے رہو مجھے کیا۔۔۔؟" کیلا ایک طرف اچھالتا وہ بھی سینے پر بازو باندھ کر رخ موڑ گیا۔

تین دن سے کسی تین سالہ بچے کی طرح متر اصاحب کے ناز اٹھا اٹھا کر وہ بھی عاجز آ چکا تھا۔

"کیا ہوا، یہ ناراض کیوں ہو گئے۔۔۔۔؟"

دونوں کو مذاکرات کے بعد پیٹھ دکھا کر بیٹھ جانے پر مقدس قریب آئی تھی۔

"ہونا کیا ہے موصوف کو کھانا نہیں کھانا، دھڑنے پر بیٹھنا ہے، جیسے اس سارے کھراگ میں میں شوقیہ پڑا ہوں ناں۔۔" وہ باوجود سب کے سمجھانے کہ ہنوز داجی کے فیصلے پر پوری طرح راضی نہیں تھا اور آج پنچائیت میں بحیثیت سردار اسے اخلاق حسین کے معاملے کا فیصلہ لینا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ ذہنی طور پر ڈسٹرب تھا۔

"سب اچھا ہو گا، اچھی امید رکھیں، داجی نے آپ پر بھروسہ کیا ہے تو لازمی ان کی جہاندیدہ آنکھوں نے آپ میں وہ خوبی دیکھی ہو گی۔۔" اس نے حوصلہ بندھانا چاہا۔

"جی، انتقام لینا چاہتے ہوں گے وہ۔۔۔" وہ تنک کر بولا۔

"جو بھی ہو، آپ اپنا غصہ اس معصوم پر تو نہیں نکالیں۔۔۔" اس کے معصوم کہنے پر جہاں دلاور کو جھٹکا لگا تھا وہیں شہنشاہ نے معصومیت کا ثبوت دیتے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

مقدس نے پاس پڑا کیلا اٹھا کے مسکراتے ہوئے اس کی جانب بڑھایا تو سیکنڈ ضائع کئے بغیر شہنشاہ نے سونڈ آگے کرتے منہ میں ڈالا تھا۔

جس پر دلاور کو شدید صدمہ پہنچا۔

لیکن پھر یہ سلسلہ رکا نہیں وہ جو جو کھلاتی گئی وہ شرافت سے کھاتے گئے، یہی چیزیں دو دن سے دلاور منتیں ترلیں کر کے کھلا رہا تھا تب بھی نخرے نور جہاں کے ختم نہیں ہو رہے تھے۔

اسے سخت تاؤ آیا تھا اس طوطا چشمی پر۔۔

"اب بس کر دیں، زیادہ ٹھوس لیا تو پھر چلا نہیں جائے گا اس سے۔۔۔" شہنشاہ کی تو نہیں لیکن اس محبت کے مظاہرے کو دیکھ دیکھ کر اس کی بس ہو گئی تھی۔۔

"انھیں بھوک ہے تو کھانے دیں ناں۔۔۔"

"بس، بس، زیادہ کھا لیا تو پھر اس سے چلا نہیں جائے گا، یوں بھی ابھی بھی طبیعت سنبھلی ہے اس کی، جتنا احتیاط کرے بہتر ہے۔۔۔" جیلسی بڑھی تو اس نے خود مقدس کے ہاتھ سے کیلا لیکر سائیڈ پر رکھ دیا۔ جس پر شہنشاہ نے ٹھیک ٹھاک گھوری سے نوازا تھا۔

جیسے کہہ رہاہوں "جیلیس مخلوق کہیں کا"

سمجھ کر وہ انجان بنا۔

مقدس واپس چہل قدمی کیلئے چلی گئی۔

"بیٹا مجھے لگ رہاہے اب سنجیدگی سے مجھے تیرے متعلق سوچنا پڑے گا، ڈھونڈنی پڑے گی کوئی خرانٹ سی ہتھنی جو لگام ڈالے گی تمہیں۔۔۔" دانت پر دانت جما کر دلاور نے دھمکایا تو شہنشاہ نے سونڈ ہلاتے ہوئے بات کو یوں ہوا میں اڑایا جیسے کہہ رہاہو

"ہاں، ویسے ہی ناں، جیسے داجی نے تمہارے لئے ڈھونڈی تھی نکیل ڈالنے والی۔۔۔"

"شرم کرلے ابھی انھوں نے حلق تک ٹھونسایا ہے تجھے۔۔۔" ملامت کرتا وہ رازدارانہ انداز میں اس کے قریب جھکا۔

"ویسے بتایا تھاناں تجھے پہلے ہی دن، جادو گرنی ہے یہ، دیکھ آخر مجھ پر جادو چل ہی گیا ان کا، اب ان کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا مجھے۔۔۔"

مصنوعی متفکر انداز میں اس نے اپنے بچپن کے ہمراز کے آگے کھلا اعتراف کیا تھا جو موصوف کو اصولاً اپنی زوجہ سے کرنا چاہئے تھا۔۔

جواباً شہنشاہ نے اسے یوں تاسف زدہ نگاہوں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو۔

"بیٹا، شکر ادا کر تجھے یہ حسین پری جیسی جادو گرنی مل گئی، جس نے تیرا قبلہ درست کر دیا، ورنہ کہاں تجھ جیسے جنگلی کو انسان کی بچی ملنی تھی۔۔۔"

"انسان کتا پال لے مگر اتنا کمینہ دوست نہ پالے۔۔۔۔۔"

شہنشاہ کے غیر جانب دارانہ تجزیہ پر وہ کلس کر رہ گیا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

داجی کے ہمراہ وہ پنچائیت پہنچا تھا۔ اس سے پہلے اس نے وردہ سے بات کی تھی، سمعیہ بی ان دونوں کی ماں تھی اس کا پورا حق تھا اس فیصلے میں اپنی رائے دینے کا۔

پھر اس کی رائے کو ذہن میں رکھتے ہوئے، کچھ داجی، مقدس اور دیگر کی پس پردہ دی گئی ہدایت کا خیال کرتے اپنے اشتعال و منتقم جذبات کو مشکل سے دباتے ہوئے اس نے بنا جرح میں پڑے وہاں پولیس کو طلب کیا تھا۔

اخلاق حسین جو اس خوش فہمی میں وہاں آیا تھا کہ ہمیشہ کی طرح ادھر ادھر کا جرمانہ لگا کر اس کی جان خلاصی ہو جائے گی، پولیس کو وہاں دیکھ بوکھلا گیا تھا۔

وہ جانتا جو نہیں تھا اتنے سالوں سے اس کی بچت پنچائیت کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس عورت کی وجہ سے ہو رہی تھی جس سے انتقام لینے کیلئے اس نے پستیوں میں اترنے کی کوئی حد باقی نہیں چھوڑی۔۔

اٹیمپٹ ٹو مرڈر، کریمنل کانسپیرسی، ولڈ لائف کو نقصان پنچانے کی کوشش، اور بھی بہت سے سنگین جرائم تھے جس کے تحت اخلاق حسین اور انوار حسین کی کلائی میں مضبوط ہتکڑیاں پہنائی گئی تھی، اور انھیں سخت سے سخت سزا ملے اس کیلئے کوئی شک نہیں تھا داجی اپنا پورا اثر و ساکھ استعمال کرنے والے تھے۔۔

پولیس کی گاڑی کو لمحہ بہ لمحہ دھول اڑاتی ہوئی نگاہوں سے دور جاتا دیکھ اس نے سختی سے مٹھیاں اور جبڑے بھینچ لئے تھے، کتنے سنگین حساب نکلتے تھے اس گھٹیاں شخص کی طرف جو اپنے ہاتھوں سے اس کا سینہ گولیوں سے بھون کر چکانا چاہتا تھا، کم از کم اپنی ماں کی اذیتوں کا حساب لینا تو اس پر فرض تھا۔

"ابھی تو تمہارا زندگی سے تعارف ہوا ہے میرے یار، ابھی تو تمہیں لمبا سفر طے کرنا ہے، بھابی کے ساتھ، وردہ کے ساتھ، باقی سارے بچھڑ کر بڑی مشکل سے ملے رشتوں کے ساتھ، تم نے بہترین فیصلہ لیا ہے قانونی کارروائی کر کے، اگر خود کوئی انتہائی قدم اٹھا لیتے تو تمہاری انتقام کی آگ تو ٹھنڈی ہو جاتی، لیکن پھر خسارے کا باب کھل جاتا، ملال مت کرو، خود کو دوش مت دو، آنٹی اگر زندہ ہوتی تو انھیں بھی تمہارے سمجھدارانہ فیصلے پر فخر ہوتا۔۔۔"

معظم نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے سمجھایا۔

جس پر دلاور نے ہولے سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"اور پھر تجھے ابھی میرا سالا بھی تو بننا ہے ناں۔۔۔؟"

معظم باز آنے والی چیز تھا بھلا۔

"کیا بکواس کی تو نے، ایک مرتبہ اور کر۔۔۔" سیکنڈ کی پھیر میں کہنی مور کر کمر سے ٹکاتے دلاور نے دو تین مکے اس کی کمر پر رسید کیا تھا۔

"آہ! ظالم چاہے تو جان لے لے، سالا پھر بھی میں بناؤں گا۔۔" بری طرح کراہتے ہوئے بھی وہ ڈٹا ہوا تھا۔

"تیری جان پھر میں لے ہی لیتا ہوں۔۔۔" دلاور نے اب کے زور کا مکا مارا تو معظم کی درد بھری چیخ گونجی۔

جس پر پاس ہی بیٹھ کے لوگوں سے بات چیت میں مصروف داجی دانت پیستے معذرت کرتے ان کی طرف آئے۔۔

"سردار بن گئے ہو، کچھ تو اپنے انداز و اطوار پر دھیان دو۔" داجی نے دونوں کو خشمگیں نگاہوں سے گھورا۔

"کہا کس نے تھا کہ مجھے سردار بنائیں، میں تو ایسا ہی ہوں۔۔" معظم کو رہائی داجی کو ٹکا سا جواب دیکر وہ نکل گیا تو داجی دانت پیس کر رہ گئے۔

کیونکہ ابھی تو اس کے ناکو چنے چبوانے کی بس شروعات تھی۔۔

"عجب عذاب میں ڈال دیا ہے، کوئی انتقامی کاروائی کرنا ان سے سیکھے، واقعی میرے باپ کے باپ ہیں۔۔۔۔۔۔"

تعظیم میں سر کو خم دئے جارہے عوام کی ہجوم سے بچتا بچاتا ہوا جیپ میں سوار ہو کر وہ کوفت سے بڑبڑایا۔

اچانک سے اتنے لوگوں کی نگاہوں کا مرکز خاص طور پر 'حاکم سرکار' کا صغیہ اسے عجیب لگ رہا تھا۔

"کیسے ہیں حاکم سرکار۔۔۔۔؟" وہ سیکنڈ میں جمپ لگا کر برابر کی سیٹ پر تھا۔

"بھٹی! تو نے کبھی سوچا ہے تو دنیا میں کیوں آیا۔۔۔؟"

دلاور نے دانت کچکچاتے بڑے ضبط سے پوچھا تھا۔

"ہاں۔۔اس نے شانے اچکائے، پھر مزے سے بولا، تجھ جیسے اڑیل، سڑیل، اکھڑ اور غصیل آدمی کو اپنا 'سالا' اور تیری ہم مزاج زنانی کو اپنی 'بیوی' بنانے"

بتیسی کی نمائش کرتے یوں اس نے اپنا قتل واجب کروایا تھا۔

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

پنچائیت کا پہلا دن ہی اس کیلئے اعصاب شکن ثابت ہوا تھا۔وہ واپس آیا تو حویلی میں خوشگوار گہما گہمی منتظر تھی۔

دی جان کی مزاج پرسی کیلئے آئی فاطمہ بی کے ہمراہ وردہ بھی حویلی میں ہی موجود تھی۔

لڑکیوں کی ملنسار طبیعت کی وجہ سے اسے ان سب میں گھلنے میں کچھ خاص دقت پیش نہیں آئی تھی، چونکہ وہ فطرتاً ریزرو تھی تو وقت تو لگنا ہی تھا۔

شام کی چائے پر بزرگوں کی اہم بیٹھک بیٹھی تھی جن میں تین اہم کیس پر بات چیت ہوئی تھی۔

وردہ کی واپسی کے بعد بدر اور وردہ کی رخصتی ہونی تھی۔

بے چین آتما آریان صاحب کو دو سال کے کٹھن انتظار کی سزا سناتے ہوئے تب تک کسی لائق بننے کی سختی سے ہدایت ملی تھی۔

البتہ رخسار کے کیس میں وکیل معظم بھٹی بنا تھا، لیکن داجی اکیلی لڑکی کو باہر پڑھنے کیلئے بھیجنے کے سخت خلاف تھے، پر زندگی میں پہلی مرتبہ شیراز عثمانی کی لب کشائی اور اپنی اولاد کی حق میں آواز اٹھانے پر انھیں فوراً قائل ہونا پڑا، باقی فکر فاطمہ بی کے خدمات پیش کرنے پر بروقت زائل ہوئی۔

پھر طے یہ پایا کہ رخسار آئندہ دو سال فاطمہ بی کے وہاں رہ کر اپنی تعلیم مکمل کرے گی اور واپسی پر اس کے فرض سے سبکدوش ہوا جائے گا۔

بڑوں کی محفل سے خبر دبے قدموں جب باہر آئی تو ہر طرف ہل چل سی مچ گئی، آریان اچھلتا کودتا ہوا لڑکیوں کے نرغے میں پھسی مضراب کو اڑا کے باہر لے گیا تو پیچھے زبردست قسم کی معنیٰ خیز ہوٹنگ نے مضراب کو سرخ ہونے پر مجبور کر دیا۔

اور پہلی بار اس لڑکی کو بجائے بگڑنے جھگڑنے کے اپنے نام پر شرماتا دیکھ آریان دل تھام کر رہ گیا تھا۔

"شادی کر لیتے ہیں ناں یار، پھر میں لائق بنتا رہوں گا تم پڑھتی رہنا۔۔۔" وہ بیچارگی سے بولا تھا۔

"سدھر جاؤ تم۔۔۔۔" مضراب اس کی بے قراریوں سے گھبراتی ہوئی فوراً نو دو گیارہ ہوئی تھی۔۔۔

ادھر معظم اسے خوش خبری دینے اسے ڈھونڈتا ہوا گھوم رہا تھا جو بلا آخر اسے کچن میں چائے بناتی ہوئی مل گئی تھی۔

غرانے، دہاڑنے والے پر جلال روپ کے برعکس گھریلو حلیہ میں سلیب کے پاس کھڑی رخسار اسے اپنے دل کے بے حد قریب محسوس ہوئی تھی۔

"چاہ کی نہ سہی، چائے کی تو توقع رکھ سکتا ہوں ناں میں۔۔؟"

"افففف! ڈرا دیا آپ نے۔۔" اچانک بھاری لہجہ گونجنے پر وہ ہڑبڑائی تھی۔

"حیرت ہے، آپ ڈرتی بھی ہیں، مجھے تو لگا صرف ڈراتی ہیں۔۔" اس نے حیرانگی کا اظہار کیا۔

"ویری فنی، یہ لیں۔۔۔"

ایک نظر اس پر ڈالتے اس نے کپ بڑھایا تو جواباً کپ کے ساتھ ہاتھ بھی تھام لینے پر رخسار کے چہرے پر یکایک سے گلال رنگ نجانے کہاں سے اتر آئے۔

"میں نے کیس جیت لیا ہے رخ، یوں تو اس دل پر آپ سے دو پل کی جدائی کا خیال بھی قیامت بن کر ٹوٹتا ہے، لیکن یہ بیچارہ دو سال کی سوہانِ روح جدائی جھیلنے کو بھی تیار ہے، اس امید پر کے وہ سات سمندر پار بھی اسی کی ہے۔۔۔"

اس کے لہجے میں ملن کا جوش جدائی کی کسک دونوں بیک وقت شامل تھا۔ رخسار کی بکھری دھڑکنوں نے یکے بعد دیگرے کئی بیٹ مس کی۔۔۔

"کروں ناں میں انتظار رخ۔۔۔؟" اس کی خاموشی پر وہ بے کل ہوا۔

"بتائیں رخ کروں ناں۔۔۔؟" اس کی بے بکلی بڑھی۔

رخسار نے بمشکل بھاری پلکوں کی بار اٹھا کر اسے دیکھا اس نگاہ میں وہ اقرار تھا جو اس کی رگ و پے میں سرشاری بن کے دور گیا تھا وہ چلی گئی تھی پر وہ وہیں مسرور سا کھڑا تھا۔

خبر چاروں طرف پھیل چکی تھی، پھر بھی داجی نے آفیشیل انانسمنٹ کیلئے سب کو طلب کیا۔

"ابھی بتادیں مجھ سے کچھ کہلوانا ہو تو، پھر بعد میں نہ الزام آجائے کوئی ایسا ویسا۔۔۔؟"

فون پر موصول ہوئے پیغام پر وردہ نے نگاہ اٹھا کر سامنے دیکھا باران لوگوں کے ساتھ پشت پر ہاتھ باندھ کر کھڑا وہ ڈیسینٹ سا شخص کہیں سے لگ رہا تھا سلگانے والی صلاحیت رکھتا ہو گا۔ وہ غصہ والا سرخ اموجی بھیج کر فون بند کر گئی۔۔۔۔

نیچے کی محفل سے ذرا دور اپری منزل کی بالکنی میں دلاور کے ساتھ کھڑی مسکرا رہی مقدس مطمئن نگاہ سب سے گزر رہی تھی۔ اس دوران اس نے ان چہروں کو قطعی نظر انداز کر دیا تھا جو اس خوشگوار فضاء کا حصہ جبراً بنے ہوئے تھے۔

ہوتے ہیں ناں کچھ فطرتاً تنگ نظر، تنگ دل، حرص، حسد کدورتیں رکھنے والے نا آسودہ لوگ، جو اپنی انا و زعم ہستی میں چور خود سمیت اپنے ارد گرد کے لوگوں کا بھی سکون برباد کر دیتے، جو خود تو نہیں بدلتے البتہ حالات کے بدلے تیور ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنے کے مصداق ان سے گھٹنے ٹیکوا لیتے ہیں جیسے ابھی ناظمہ ثمرہ، زہرہ، شہباز عثمانی وہاں طوعاً و کرہاً موجود تھے داجی کے خوف سے، اتنی جتن کئے تھے انھوں نے سب رائیگاں گیا تھا، انھیں شکست کسی اور نے نہیں ان کی اولاد کی اعلیٰ ظرفی نے دی تھی، ان کی سزا یہی تھی کے وہ کڑھتے رہتے۔۔

اب تو ناظمہ عثمانی کے پاس حویلی کی باگ ڈور بھی نہیں رہی تھی۔

چونکہ سرداری دلاور کو ملی تھی تو اصول کے مطابق حویلی کی ذمہ داری مقدس کے ذمہ آنا تھا، پر اس نے سہولت سے یہ ذمہ داری رضوانہ بیگم کو دے دیا تھا کہ وہ ابھی خود کو اس قابل نہیں سمجھتی، دوسرا دلاور جب تک حویلی مستقل طور پر منتقل نہیں ہوتا یہ ممکن نہیں ہے۔۔

وہ قناعت پسند خاتون ہنوز انکاری تھی، پر ان کا حق انھیں مل کر رہا تھا۔۔

"کیا سوچ رہی ہیں۔۔۔؟" دلاور نے ہولے سے اس کا شانہ ہلایا تو وہ نا آسودہ خیالوں کو جھٹکتی حلاوت سے مسکرائی۔

"سوچ رہے ہیں، محسوس کیا جائے تو زندگی بے حد خوبصورت اور مہربان ہے ناں۔۔۔؟"

"مطلب آپ زندگی ہیں۔۔۔۔؟"

اس کا برجستہ جملہ ہی کچھ ایسا تھا کہ وہ جھینپ کر ہنس پڑی۔ دلاور نے نرمی سے اس کے شانے پر بازو پھیلاتے اس کے سر کا بوسہ لیا۔۔۔

دفعتاً عقبی لان سے شہنشاہ صاحب کی بلند چنگھاڑ ابھری۔۔

"افف!اس کا پکا انتظام اب لازم ہو گیا ہے۔۔۔"وہ منہ بسور کر لبیک کہتا مقدس کا ہاتھ تھامے اپنے یار کو کمپنی دینے چل دیا تھا۔

تیرا زمین پر چلنا مجھے پسند نہیں

ذرا ٹھہر، میں دل و جاں کی صف بچھاتا ہُوں

تمام علم کی روحِ رواں مُحبت ھے

یہی پڑھا ھے ھمیشہ، یہی پڑھاتا ہُوں

ⓝⓞⓥⓔⓛ ⓙⓝⓘⓚⓗⓣ

'پس منظر'

بات پس منظر پر کیا جائے تو کئی پہلوں کو اٹھانے کی میں نے اپنے تئیں کوشش کی ہے،

جن میں بیواؤں کی زندگی کہ مشکلات ان کے متعلق ہمارے معاشرے کی تنگ نظر سوچ و خیالات پر میں نے حتیٰ المکان روشنی ڈالنے کی کوشش کی۔۔

اور دوسرا بڑا پہلو تھا'تربیت'

بچوں کی تربیت صرف والدین یا بزرگ جو زبان سے سمجھا کر یا ڈانٹ کر کرتے ہیں وہی نہیں ہوتی،

بچوں کی تربیت آپ کا ماحول بھی کرتا ہے،

ان کی تربیت آپ کا گھر اور باہر والوں کے ساتھ اپنایا گیا رویہ و انداز بھی کرتا تھا،

مختلف موقعوں پر ادا کئے گئے الفاظ و کردار بھی کرتا ہے۔

کیونکہ بچوں کی سائیکالوجی ہم سے کئی گنا زیادہ حساس ہوتی ہے، وہ دیکھ کر اسی فیصد سیکھتے ہیں اور زبان سے کچھ بیس فیصد۔

اور کہانی میں آپ نے تربیت کے تین اہم پہلو دیکھے ہیں۔۔

'داجی اور دی جان'

یہ ایک مثالی کپل تھے، انھوں نے ایک مثالی قابل فخر ازدواجی زندگی گزاری جس میں

محبت، عزت، اعتبار، مان سب کچھ تھا،

لیکن ان کے بچوں میں یہ سارے اوصاف آکر بھی نہیں آسکے، کیونکہ وہ اپنے رویہ میں اعتدال نہ رکھ سکے۔۔

انھوں نے جب محبت دی تو اتنی کہ شیراز عثمانی کو غلطی بھی غلطی نہیں لگی، اور جب سزا دی تو ایسی کہ وہ تاب نہ لاتے بکھرتے چلے گئے۔

اور اس قدر انھیں تنہا کر دیا کہ پھر سڑک چلتا بھی ان پر رکیک الزام کہ پتھر اچھال کر نکلتا چلا گیا۔۔

کبھی ہاتھ کا چھالا بنالیا تو کبھی ذات کا ناسور،

اور یہ عدم اعتدالی نے، شدید نرمی و سختی نے، شیراز عثمانی کی شخصیت کو ایسا توڑا کہ پھر ان سے جڑا کوئی وجود آسودہ نہ رہ سکا۔

یہی بد اعتدالی وجہ بنی جو ان کے بچوں میں آپس میں نا اتفاق پیدا ہوتی خلیج میں بدل گئی۔۔۔

'شیراز عثمانی اور رضوانہ'

یہ ایک دوسرے کے غم گسار بنے، سہارا بنے، ایک دوسرے کو سچے ساتھی کی طرح سنبھالا، لیکن یہ اپنے بچوں کو سنبھال نہیں سکے، ان کے غم کی دوا نہیں کر سکے، خود سر جھکایا تو جھکایا اپنے بچوں کو بھی جبراً اپنے دکھوں کے دیار میں گھسیٹ کر ان کی شخصیت کو تار تار کرا انھیں باغی بنا دیا۔

یہ چاہتے تو اپنی شخصیت کی درار کو اپنے بچوں سے محفوظ رکھ کر ایک آسودہ زندگی گزار سکتے تھے، انھیں اپنی ذات کا اعتماد سونپ سکتے تھے، لیکن انھوں نے حالات پر سمجھوتہ کر لیا، اور یوں ان کی بزدلی و بے بسی نے ان کے بچوں کی تربیت کی اور وہ بچے کبھی اپنے والدین پر اعتبار نہیں کر سکے۔

'حاجی حکیم'

انھوں نے جوان بیٹے کی موت پر بجائے ہار کر کنارہ کشی اختیار کرنے کہ، ہمت و حوصلہ سے کام لیتے ہوئے مرحوم بیٹے کی دونوں اولاد کو سمیٹا، عمدہ خطوط پر انھیں دین و دنیا کی تعلیمات سے برابر مالا مال کیا، انھیں مضبوط بنایا، پر اعتماد بنایا، جہاں ضرورت پڑی اپنا کردار نبھایا، کبھی دوست کا، کبھی استاد کا، کبھی والدین کا تو کبھی دادا کا، وہ کہیں نہیں چوکے، یوں بناماں باپ کے سایہ کے بھی پروان چڑھے مقدس اور بدر کی شخصیت کہیں کوئی حسرت و تشنگی کی درار نہیں پڑنے دی۔

اور ان کی عمدہ تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ آگے جا کر دونوں بھائی بہن، ٹوٹے دل و مسخ شخصیت والے دلاور اور وردہ کا سہارا و مسیحا بنے، انھیں زندگی کی طرف لانے میں کامیاب ہوئے۔۔

مجموعی طور پر نقطہ نظر یہی تھا کہ جب آپ ایک بچے کی تربیت کرتے ہیں تو بہت سی باریکیوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے، بہت سی چیزوں کو درگزر کرنا پڑتا ہے، بہت سی نئی چیزوں کو اپنانا پڑتا ہے، بہت محتاط رہنا پڑتا ہے، کیونکہ آپ صرف ایک بچہ نہیں اپنی نسل کو تربیت دے رہے ہوتے ہیں،

اگر آپ کا بچپن کسی ٹروما میں گزرا ہے تو شعوری کوشش کریں کے وہ آپ کے بچے کے ساتھ نہ،

نا کہ مجھے میری ماں نے تھپڑ مار کر سکھایا تھا تو میں وہی کروں گا،

اپنی نسل میں وہ کڑواہٹ میں مت منتقل کریں جیسا کہ اخلاق حسین کے والد نے کیا،

کسی بدصورت حالات سے گرزرے یا گزر رہے ہیں تو کوشش کریں کہ آپ اپنے بچے کیلئے سُپر مین ہی رہیں، نہ کہ شیراز عثمانی کی طرح اپنی شخصیت کی دراریں اپنے بچوں میں منتقل کر دیں۔

کیونکہ ہر کوئی اتنا خوش نصیب نہیں ہوتا کہ مقدس وودہ جیسے کردار سے ٹکرا جائے۔۔

کوشش کریں اپنے بچوں کو سادہ بچپن دینے کی، اگر کسی نا آسودہ تجربہ سے گزرے بھی ہیں تو کوشش کریں اس کا بدھا عکس بچوں پر نہ گزرے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ کم عقل والدین اپنی نا آسودگیوں، محرومیوں، ناکامیابیوں کا بدلہ شعوری یا لاشعوری طور پر اپنے بچوں سے لیکر نجانے کس حس کو تسکین پہنچانا چاہتے ہیں۔۔

خیر بس یہی ادنیٰ سی کوشش تھی!

ختم شد

https://classicurdumaterial.com/
Zubinovelszone.com